قرآن پاک کی عام فہم، سادہ اور آسان انداز میں بحوالہ جامع تفسیر جو
عوام الناس اور اہل علم حضرات کے لئے یکساں مفید ہے

بنام تفسیر جوہر الایقان

المعروف

تفسیر رضوی

مصنف

خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا حشمت علی رضوی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

جلد اول دوم

www.waseemziyai.com

مکتبہ اعلیٰ حضرت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرآن وسنت کا عظیم ادارہ مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی (Boys & Girls)

جہاں اسلامی وعصری علوم کا عظیم امتزاج

مختصر تعارف

طلباء وطالبات

شعبہ حفظ: 150 | شعبہ ناظرہ: 386

شعبہ درسِ نظامی: 150 | شعبہ تجوید: 14

اور انہی شعبہ جات میں 400 سے زائد طلباء اسکول کی تعلیم انٹر تک حاصل کر رہے ہیں نیز کم وبیش 100 طلباء جامعہ میں رہائش پذیر ہیں جن کے طعام، قیام اور میڈیکل کا مکمل خرچ مدرسہ برداشت کرتا ہے

اسٹاف Male/Female

شعبہ حفظ وناظرہ 21 اساتذہ | شعبہ عصری علوم یعنی اسکول کالج وکمپیوٹر 21 اساتذہ

شعبہ درسِ نظامی وتجوید 20 اساتذہ | باورچی 3 خادم 6 چوکیدار 2

کُل طلباء وطالبات کم وبیش 700 اور مکمل اسٹاف 72 افراد پر مشتمل ہے

مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی (بادامی مسجد) گوگل میٹھادر کراچی پاکستان

Account Detail

Account Title: M.arshad and Shahzad **Branch code:** 15
A/c Number: 6-01-15-20301-714-212608
Bank: habibmetro **Branch:** Jodia bazar

ادارے کے زیرِ اہتمام جامعہ کی تین عمارتیں (طلباء وطالبات کے لئے) اور دو مسجدیں چل رہی ہیں

قرآن پاک کی عام فہم، سادہ اور آسان انداز میں بحوالہ جامع تفسیر جو
عوام الناس اور اہل علم حضرات کے لئے یکساں مفید ہے

بنام تفسیر جوہر الایقان

المعروف

تفسیر رضوی

(جلد اول)

مصنف

خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا حشمت علی رضوی بریلوی

مکتبہ اعلیٰ حضرت داتا دربار مارکیٹ، لاہور
042-37247301
0300-8842540
0321-8842540

www.waseemziyai.com

پاکستان میں جملہ حقوق اشاعت بحق ادارہ محفوظ ہیں

(جلد اول)

نام کتاب ۔۔۔

فہرست تفسیر رضوی (جلد اوّل)

	عرض ناشر	4
	مقدمہ تذکرہ مصنف	5

حصہ اوّل

سورہ نمبر	نام سورت	صفحہ
-1	تفسیر سورۃ فاتحہ	3
-2	تفسیر سورۃ البقرہ	9
-3	تفسیر آل عمران	179
-4	تفسیر سورۃ النساء	257
-5	تفسیر سورۃ المائدہ	342
-6	تفسیر سورۃ الانعام	405

حصہ دوم

-7	تفسیر سورۃ الاعراف	28
-8	تفسیر سورۃ الانفال	104
-9	تفسیر سورۃ التوبہ	134
-10	تفسیر سورۃ یونس	193
-11	تفسیر سورۃ ھود	222
-12	تفسیر سورۃ یوسف	256
-13	تفسیر سورۃ الرعد	292
-14	تفسیر سورۃ ابراھیم	309
-15	تفسیر سورۃ الحجر	324
-16	تفسیر سورۃ النحل	341
-17	تفسیر سورۃ بنی اسرائیل	378

www.waseemziyai.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

زیر مطالعہ کتاب ''جوہر الایقان فی توضیح کنز الایمان'' کے نام سے قرآن کریم کی ایک نہایت آسان اور عام فہم تفسیر ہے جس کا عرفی نام ہم نے بعض احباب کے مشورے سے ''تفسیر رضوی'' رکھا ہے۔

اولاً: اس لیے کہ مصنف رضوی اور اعلیٰ حضرت کے مرید وخلیفہ ہیں۔

ثانیاً: اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی وضاحت حسین پیرائے میں کرتے ہیں۔

ثالثاً: اعلیٰ حضرت کی تصانیف سے خوب خوب استفادہ کرتے ہیں۔

یہ تفسیر راقم نے از اول تا آخر ایک مرتبہ بالاستیعاب پڑھی ہے، میں نے اس میں جو خوبیاں دیکھیں وہ اس طرح ہیں۔

(۱) ایک آیت یا چند آیتوں کے لیے ایک توضیح نمبر لکھتے ہیں اور پھر اس توضیح وتشریح میں آیات کا شان نزول اور مفہوم مختصر اور جامع انداز میں بیان کر دیتے ہیں۔

(۲) پوری تفسیر میں شان نزول بیان کرنے کا التزام کیا ہے اور حتی الامکان ہر سورت اور آیت کا شان نزول بیان کر دیا ہے۔

(۳) پوری تفسیر میں جہاں جو بیان کرتے ہیں اس کو حوالے سے ضرور مزین کرتے ہیں، چنانچہ احادیث و تفاسیر کی درجنوں کتابوں کے نام آپ کو اس کتاب میں ملیں گے بلکہ حق بات یہ ہے کہ کہ جو بات لکھی ہے اس کا کوئی حوالہ ضرور ہے۔

(۴) سیدنا اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے استناد آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔

(۵) انداز ایسا عام فہم اختیار فرمایا ہے کہ معمولی اردو خواں بھی آسانی سے مقصد تک پہنچ سکیں۔

یہ تفسیر کیسے دستیاب ہوئی:

یہ تفسیر مسودہ اور مبیضہ دونوں شکلوں میں حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رضوی مرحوم ومغفور کے کتب خانہ میں عرصہ دراز سے موجود تھی، آپ نے اس کے غالباً دو پارے ۱۹۷۰ء اور ۸۰ء کے درمیان اپنے کتب خانے سے شائع بھی کیے تھے، راقم کو اتنا یاد ہے کہ طالب علمی کے زمانے میں ایک پارہ مطبوعہ ہمارے ساتھیوں کے درمیان تقسیم ہوا تھا تو مجھے بھی ملا تھا لیکن بعد میں وہ میرے پاس محفوظ نہ رہ سکا۔

صوفی صاحب موصوف ہماری اکیڈمی کے مداح اور نہایت خیر خواہ تھے کہ جب انہوں نے اپنا آخری وقت محسوس کیا تو اپنا ذاتی کتب خانہ اکیڈمی کو سونپ دیا، ساتھ ہی اس تفسیر کا مسودہ بھی، اس کتاب کا مسودہ اور مبیضہ دونوں بوسیدہ حالت کو پہنچ چکے تھے

www.waseemziyai.com

، چنانچہ یہ ہماری اکیڈمی میں آکر محفوظ ہو گئے۔

اکیڈمی کے آغاز قیام ہی سے اتنے کام ہمارے ذمہ آ گئے تھے کہ اس کتاب کی طرف توجہ ہی نہ ہو سکی حالانکہ بار بار اس طرف نگاہ جاتی لیکن مجبوراً صرف نظر کرنا پڑتی۔

کافی عرصہ گزرنے کے بعد ایک دن میں اس خیال سے لے کر بیٹھا کہ صوفی صاحب نے ہم پر اعتماد کر کے یہ مسودہ و مبیضہ ہمیں دیا تھا، لہذا اس احساس کے پیش نظر یہ فیصلہ کر لیا کہ کام شروع کر دیا جائے، میں نے کچھ بغور پڑھنے کے بعد پروگرام بنایا کہ اسی طرح اس کو پہلے کمپوز کرا لیا جائے، چنانچہ اس کی فوٹو کاپی کرانے کے بعد کمپوزنگ شروع کرا دی، ایک سال سے زیادہ عرصہ اس کی کمپوزنگ میں خرچ ہو گیا، کمپوزنگ کرنے والوں میں عزیزم مولوی محمد منیف رضا مرحوم و مغفور بھی تھے، اگرچہ ان کو کتابوں کی سیٹنگ سے فرصت نہیں ملتی تھی لیکن اپنے شوق سے قرآن کریم کی خدمت و اشاعت میں میں حصہ لینا باعث سعادت جان کر مصروف ہو گئے اور کافی حصہ لیا (مولیٰ تبارک وتعالیٰ ان کی مرقد پر اس خدمت کے صلہ میں رحمت وغفران کی سدا بارش فرماتا رہے۔ آمین۔) باقی دوسرے حضرات بھی اس میں شامل تھے، ادھر کمپوزنگ کا عمل جاری تھا اور دوسری طرف عزیز القدر مولوی محمد اویس قرنی اس کی پروف ریڈنگ کرتے کرتے جا رہے تھے، جیسے ہی کمپوزنگ کا مرحلہ مکمل ہوا پہلا پروف بھی مکمل ہو گیا۔ دوسرے پروف کے لیے فاضل جلیل حضرت مولانا عبدالسلام صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں۔ لہذا آپ نے اس کو دیکھنا شروع کیا اور کثیر مقامات پر آپ کو تحقیق کی ضرورت پیش آئی۔ غرض کہ آپ نے پروف کے ساتھ تحقیق بھی فرمائی۔ یہ مرحلہ بھی مکمل ہوا، مگر یہاں آکر ایک مشکل یہ درپیش آئی کہ تفسیر کل ۲۸ پاروں کی ہی نکلی، ۲/ پارے یعنی پہلا اور دوسرا اس میں موجود نہیں۔

پہلے تو یہ فیصلہ کیا تھا کہ کتاب کے نہج کو سمجھ کر ان دو پاروں کی تفسیر خود لکھ دی جائے لیکن اس کے لیے کافی وقت درکار تھا اور فرصت معدوم مگر اللہ تعالیٰ کو یہ کام جلد مکمل کرانا منظور تھا اس کا ویسا ہی انتظام فرما دیا۔ ۱۴۳۸ھ میں ۱۳/ ربیع الاول کو ممبئی رضا اکیڈمی حاضری ہوئی، اس وقت عزیز القدر مولوی محمد منیف رضا مرحوم و مغفور میرے ساتھ تھے، آفس میں بیٹھے ہوئے مجھے یاد آیا کہ عالی مرتبت جناب محمد سعید بھائی صاحب نوری نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اس تفسیر کے کچھ پارے ہمارے یہاں بہت پہلے آئے تھے لیکن نہیں معلوم کہاں ہیں، میں نے کہا: سعید بھائی اس وقت تلاش کرا کے دیکھیے ہو سکتا ہے مل جائیں، سعیدی بھائی نے ناظم کو آواز دی اور تلاش کرنے کی ہدایت کی، انہوں نے جیسے ہی مسودات کی الماری میں ہاتھ ڈالا اور تھیلی نکالی تو اس میں ان دونوں پاروں کی تفسیر موجود تھی جو ہمیں مطلوب تھی، فالحمد للہ علی ذالک۔

اس طرح یہ مشکل بھی حل ہو گئی۔ لیکن واپسی پر ۱۴/ دن کے اندر حادثہ فاجعہ رونما ہو گیا یعنی مولوی محمد منیف رضا کا انتقال ہو گیا جس نے تمام پروگراموں کو معطل کر دیا اور پھر میں ایسا علیل ہوا کہ اس کے اثرات آج بھی میرے وجود میں سمائے ہوئے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ سکون واطمینان اور صحت وسلامتی سے نوازے، آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

ان مراحل کے بعد بعض احباب کی جستہ جستہ نظر پڑی تو بتایا کہ ابھی اس میں غلطیاں مزید باقی ہے، چنانچہ اب میں نے اس کو از سر نو پڑھا اور آخر تک پڑھا، یہ میری علالت کا زمانہ تھا پا پھر سفر کا، لیکن بحمدہ تعالیٰ لگن تھی، لہذا سفر وحضر میں یہی مشغلہ رہا اور

www.waseemziyai.com

جلد ہی یہ مرحلہ مکمل ہو گیا۔

لیکن مطالعہ کے درمیان مجھے جہاں کچھ خوبیوں کا ادراک ہوا وہیں کچھ ایسی چیزیں بھی سامنے آئیں کہ ان کے بغیر تو یہ تفسیر قرآن کریم اور کنز الایمان کے ساتھ لگائی ہی نہیں جا سکتی۔

وجہ اس کی یہ تھی کہ صاحب تفسیر علیہ الرحمہ نے ہر پارے کی تفسیر میں یہ نہج اختیار فرمایا ہے کہ توضیح نمبر (۱) سے ۲۰/۳۰ رجہاں تک بھی نمبر جائیں وہاں تک نمبر شمار رکھے ہیں۔ اور دوسرا پارہ شروع کرنے پر پھر نمبر (۱) سے شروع کرتے ہیں۔ لیکن کسی بھی مقام پر آپ نے نہ تو آیت نمبر کا حوالہ دیا ہے اور نہ آیت کا اول آخر لفظ تحریر کیا ہے۔ اس نہج کے پیش نظر بہت بڑی دشواری پیش آ گئی کہ ہمیں ہر صفحہ معروف طریقے کے مطابق قرآنی آیات اور ان کا ترجمہ اوپر دینا ہے اور نیچے ان کی صفحہ بہ صفحہ تفسیر، مگر یہ تو اب ممکن ہی نہیں جب تک کہ کنزل الایمان میں آپ کے توضیح نمبر لگانے کے ساتھ آپ کی تفسیر میں آیت نمبر نہ لگائیں۔ چونکہ آپ تفسیر کے دوران ایک توضیح میں کہیں ایک آیت لیتے ہیں تو کہیں دو تین بلکہ اس سے بھی زیادہ کا مفہوم ایک ساتھ بیان کر دیتے ہیں، لہذا توضیحات میں ان کے مطابق نمبر لگانا لازمی ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ پورے قرآن کا مع ترجمہ مطالعہ اور تفسیر کا از سر نو مطالعہ ناگزیر ہے جبھی یہ مطابقت ہو سکتی ہے اور نمبر ڈالے جا سکتے ہیں۔ لہذا اس طرح کام شروع کیا اور کچھ کام کرنے کے بعد مولانا اویس قرنی کو اچھی طرح سمجھا دیا اور انہوں نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ذریعہ اس کام کو مکمل کر دیا۔

اب ایک مرحلہ یہ باقی رہا کہ کمپیوٹر کے ذریعہ قرآنی آیات اور ترجمہ کنز الایمان کے ساتھ تفسیر کو صفحہ بہ صفحہ لگانا اور تمام نمبرات کو قائم کرنا۔ یہ کام ہمارے یہاں نہایت مشکل تھا کہ اس کی سیٹنگ کورل ڈرا میں ہو سکتی تھی اور اس کی مشق ہمارے یہاں کسی کو نہیں تھی، منیف رضا مرحوم ہمارا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ ان کے ہوتے ہوئے ہم نے کمپیوٹر کی کسی مشکل کو مشکل جانا ہی نہیں تھا۔ اگر وہ ہوتے تو پھر بے فکری رہتی۔ لیکن اللہ رب العزت مسبب الاسباب ہے اور سچی طلب میں غیب سے مدد فرماتا ہے۔ ہوا یہ کہ ممبئی کے ہمارے خاص احباب میں ایک نام ہے محمد عمران صاحب دادانی کا، جنہوں نے قرآن کریم کے متعدد نسخے کنز الایمان اور خزائن العرفان کے ساتھ خوبصورت انداز میں نہایت اعلیٰ تصحیح کے ساتھ اپنے ادارے ''نشان اختر'' سے شائع کیے ہیں، ان سے ہم نے گزارش کی تھی کہ اس نسخہ کی کمپیوٹر سے کاپی کر کے ہمیں بھی عنایت کر دیں تا کہ ہم بھی اسی کنز الایمان کے ساتھ اس تفسیر کو لاحق کر دیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ خود اپنے کمپوزر کو لے کر آئے اور ایک پارے کی سٹنگ کر کے یہاں چند لڑکوں کو سکھا گئے اور پھر یہ کام ان کی رہنمائی کے مطابق عزیزم مولوی محمد سکندر عالم نے نہایت جانفشانی کے ساتھ انجام دیا، اس کے بعد پرنٹ نکال کر ایک مرتبہ پھر اس کو دیکھا گیا اور کچھ خامیاں نمبرات میں نظر آئیں تو ان کو درست کر کے آخری مرحلے سے گزار دیا گیا۔

مولیٰ تبارک وتعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل سے تمام مراحل کی تکمیل کرا دی اور اب ہم یہ عملی سرمایہ جو تقریباً اسی (۸۰) سال سے کنز مکنون کی شکل میں موجود تھا اب قارئین کی ضیافت طبع کے لیے ان کے سامنے ہے۔

اس مقام پر ہم اپنے ان تمام معاونین کے شکر گزار ہیں جنہوں نے اس کتاب کو تمام مراحل سے گزار کر طباعت کے

www.waseemziyai.com

مرحلے میں اور اشاعت کے منازل سے ہمکنار کیا۔ آئندہ صفحات میں حضرت مولانا عبد السلام صاحب کے قلم سے حضرت مفسر علیہ الرحمہ کی مختصر سوانح بھی ملاحظہ کریں جو کافی جدوجہد کے بعد تیار کی گئی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اس تفسیر سے عوام وخواص بھرپور استفادہ کرسکیں گے کیوں کہ اس کا انداز نہایت سادہ اور عام فہم ہے اور ساتھ ہی اختصار بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس دینی خدمت کے صلہ میں حضرت مفسر علیہ الرحمہ کو اجر جزیل سے نوازے اور ہم سب کے مقاصد حسنہ میں بھی کامیابی وکامرانی عطا فرمائے، نیک اعمال کی توفیق بخشے اور اسی طرح اپنے دین کی ترویج واشاعت سے سرفراز فرماتا رہے اور ہم سب کو ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین

یا رب العالمین بجاہ النبی الکریم، علیہ التحیۃ والتسلیم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین.

راقم الحروف

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف

۱۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ

یکم جون ۲۰۱۸ء

بروز جمعۃ المبارکہ

www.waseemziyai.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصنف ''تفسیر جوہر الایقان''

حضرت مولانا حشمت علی صاحب بریلوی

مولانا عبدالسلام رضوی مہواکھیڑوی

خادم تدریس امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف

نوٹ: یہ مضمون ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ میں ترتیب دیا گیا تھا اس کو من وعن شائع کیا جارہا ہے البتہ ایک دو مقام پر کچھ اضافہ کیا گیا ہے جو قوسین کے درمیان ہے۔

نام ونسب:

آپ کا اسم گرامی محمد حشمت علی اور تخلص فائق ہے۔ نسلاً صدیقی اور مشرباً قادری تھے، حضرت صوفی مولانا اقبال احمد صاحب نوری مصنف ''شمع شبستان رضا'' کی روایت کے مطابق بیعت کا شرف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل تھا۔ حاجی مطلوب علی خاں صاحب خطیب مسجد محلہ گڑھی متصل پنجابیان اسکول بریلی شریف جن کی والدۂ محترمہ صاحب تذکرہ علیہ الرحمہ کی خاندانی بھتیجی تھیں ان کے بقول آپ سرکار اعلیٰ حضرت کے خلیفہ بھی تھے۔ آپ کی ایک تصنیف ''نصرۃ الواعظین'' پر آپ کا اسم گرامی اس طرح مرقوم ہے۔ ''از تالیف لطیف، تصنیف منیف، مولانا مولوی حکیم محمد حشمت علی صاحب فائق، سنی حنفی قادری بریلوی۔

غالباً ۱۸۸۲ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ مولد ومسکن بریلی شریف ہے اور یہی آخری آرام گاہ بھی ہے۔ محلہ گڑھیا میں ''مسجد زیبا'' کے قریب آج بھی آپ کا مکان موجود ہے جس میں ذکاوت علی عرف عتیق اور جاوید احمد اقامت پذیر ہیں۔ ذکاوت علی آپ کی بڑی صاحبزادی نفیسہ بیگم کے بیٹے ہیں۔ اور جاوید احمد آپ کی پوتی غزالہ بنتِ عفت علی ابن مولانا حشمت علی کے شوہر ہیں۔ حضرت موصوف کے حالات کی فراہمی کے سلسلے میں مجھے بھی اس مکان میں کچھ ساعتیں گزارنے کا موقع میسر آیا۔

تعلیم وتربیت:

حضرت مولانا حشمت علی صاحب نے قرآن مجید ناظرہ اپنی والدہ ماجدہ سے پڑھا۔ اس کے بعد اردو فارسی ہی کی تعلیم

www.waseemziyai.com

حاصل کی تھی کہ والدہ داغ مفارقت دے گئیں۔ والد کا سایہ پہلے ہی سر سے اٹھ چکا تھا جبکہ آپ چار سال کے تھے۔ کوئی سرپرست نہ رہنے کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ منقطع ہو گیا اور آپ دوسرے بچوں کی طرح کھیل کود میں مشغول ہو گئے۔

جاوید صاحب نے بتایا کہ غزالہ عفت اپنی والدہ [یعنی مولانا موصوف کی بہو] کے بتائے ہوئے حالات کی روشنی میں بیان کرتی ہیں کہ: کہ دوبارہ تعلیمی سلسلہ شروع ہونے کا باعث یہ ہوا کہ دادا مرحوم سات آٹھ سال کی عمر میں لڑکوں کے ساتھ محلّہ خواجہ قطب سے گزر رہے تھے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آپ پر نظر پڑی، اپنے پاس بلایا اور شفقت و محبت سے قریب بٹھا کر تحصیل علم کی طرف رغبت دلائی۔

حاضرین نے دریافت کیا آپ نے اس بچہ پر بڑی شفقت اور توجہ فرمائی؟ ارشاد فرمایا: یہ بچہ اپنے وقت کا بڑا عالم بنے گا۔ اور جو بات اعلیٰ حضرت نے اپنی فراست مومنانہ اور نور ولایت سے دیکھ کر فرمائی تھی وہ چند ہی سالوں کے بعد ایک ناقابل انکار حقیقت کے لباس میں لوگوں کے سامنے جلوہ گر تھی۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کے زیر سایۂ کرم منظر اسلام میں تعلیم شروع کر دی۔ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ و دیگر مدرسین سے علوم نقلیہ و عقلیہ کی تحصیل فرما کر سندِ فراغت حاصل کی۔ اور ایک جید عالم دین بن گئے۔

تصنیف و تالیف:

مولانا محمد حشمت علی صاحب علیہ الرحمہ کو تصنیف و تالیف سے گہرا شغف تھا۔ اپنے فنائے خانہ میں ایک چوکی پر بیٹھ کر تصنیف و تالیف کا کام کرتے رہتے تھے، اور چونکہ صاحب جائیداد ہونے کی وجہ سے فکر معاش سے آزاد اور فطرۃً گوشہ نشین تھے، اس لیے ان کے شب و روز کا اکثر حصہ اسی امر اہم میں صرف ہوتا تھا حتی کہ کبر سنی کا ضعف بھی ان کے قلم کی رفتار کے واسطے رکاوٹ نہ بن سکا۔ حضرت صوفی اقبال احمد صاحب نوری کا بیان ہے کہ ضعف و نقاہت کی وجہ سے ان کی پشت پر اور دائیں بائیں گاؤ تکیے لگے رہتے تھے وہ ان کے سہارے بیٹھ کر کار تصنیف میں مشغول رہتے۔ حاجی مطلوب خاں صاحب بتاتے ہیں کہ: جب دار فانی سے دار باقی کی طرف ان کا بلاوا آیا اس وقت بھی وہ لوگوں کے لیے لسان قلم سے علم و فضل کی امانت سپرد قرطاس کر رہے تھے۔ آپ نے متعدد تصنیفی کارنامے یادگار چھوڑے۔

جاوید احمد صاحب کے ذریعہ ایک مطبوعہ شجرۂ خاندان دستیاب ہوا جو حضرت ممدوح کا مرتب کردہ ہے۔ اس کی شاہ سرخی ہے ''شجرہ خاندان عالیہ مجیدیہ وحلیمیہ'' اور ذیلی سرخی اس طرح ہے ''اولاد عمدۃ الملک شیخ حمید الدین سبزواری، از نسل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' اس میں آپ نے اپنا شجرہ نسب حضرت ابوبکر صدیق تک، پھر حضرت عدنان اور حضرت آدم علیہ السلام تک بیان فرمایا ہے۔ حواشی میں کچھ حضرات کے مختصر حالات بھی تحریر کیے ہیں۔ اپنے نام پر جو حاشیہ دیا ہے اس میں مختصر حالات اور اپنی تصنیفات کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہے: [مختصر حالات میں مرتب نے اپنے لیے متکلم کے صیغوں کے بجائے غائب کے صیغے استعمال کیے ہیں]

www.waseemziyai.com

حالات بقلم خود:

چار سال کی عمر میں والد نے انتقال کیا۔ والدہ نے پرورش کیا۔ قرآنِ عظیم خود پڑھایا۔ پھر مولوی محسن علی و میر فضل حسین سے اردو فارسی پڑھوائی۔ بعد مرنے والدہ کے کوئی سرپرست نہ رہنے کے سبب کچھ روز آوارہ پھرے۔ پڑھنے کی طرف توجہ نہ کی۔ جب اعلیٰ حضرت کی نظر پڑی تو شوق علم ہوا۔ مدرسہ اہل سنت منظر اسلام بریلی میں داخل ہوکر، خلفِ اکبر اعلیٰ حضرت و دیگر مدرسین مدرسہ سے علم معقول و منقول حاصل کیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد جلسۂ عام میں مشاہیر علما و مشائخ کرام کے روبرو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی محمد احمد رضا خانصاحب قدس سرہ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے دستار فضیلت باندھی۔ مدرسہ سے سند تحصیل ملی۔ بعدہ کئی سال خدمت اعلیٰ حضرت میں رہ کر دارالافتا کا کام کیا۔ جواہر علمی سے بہرہ یاب ہوئے۔ پھر مدرسہ مذکور میں تعلیم دیتے رہے۔ کاٹھیاواڑ، بنگال، کلکتہ، سفارت پر گئے۔ مزید وقت میں دیگر امور دینیہ انجام دئے۔ قلمی جہاد کیا۔ تصنیف و تالیف سے مسلمانوں کو نفع پہنچایا۔ نصرۃ الواعظین، و تذکرۂ حسنین، و اصلاحِ بہشتی زیور، و شمع ہدایت، و اسوۂ حسنہ وغیرہ کتب و رسائل لکھے جو بحمدہ تعالیٰ مقبول انام ہوئے۔ اخیر عمر میں اعلیٰ حضرت کے ترجمۂ قرآن مسمیٰ بہ ''کنز الایمان'' کی توضیح کرنے کا اتفاق ہوا جو قریب الختم ہے، پچیس پارے ہو گئے ہیں۔ اس کا نام ''جوہر الایقان فی توضیح کنز الایمان'' ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی مثل دوسری تصانیف کے قبول فرمائے۔ اسی زمانے میں عالیجناب حکیم عبدالمجید خانصاحب افغانی سے طب پڑھی۔ ان کے مطب میں بیٹھ کر نسخہ نویسی کی۔ ان کے ساتھ مریضوں کو دیکھا۔ پھر کچھ دنوں علاحدہ مطب کیا۔ مگر شوقِ درس و تدریس نے مطب نہ کرنے دیا۔ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد تک مدرسۂ مذکورہ میں خدمت کرتے رہے۔ پھر مدرسہ سے علاحدہ ہو گئے۔ شروع میں جائیداد موروثی سے گزر کی۔ پھر دختر اسلم علی وکیل سے عقد ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے نکاح پڑھایا۔ برکت کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے برکت عطا فرمائی۔ اپنے فضل سے غنی کیا کسی کا محتاج نہ رکھا۔ فالحمدللہ علی احسانہ۔

تصنیفات:

صوفی اقبال احمد صاحب قبلہ نے آپ کی تصنیفات میں ''احسانات اسلام بر خواتین انام'' کی بھی نشان دہی فرمائی۔ اور جاوید احمد صاحب نے ایک مختصر رسالے ''آوازِ حق'' کا بھی ذکر کیا۔

ان میں سے بعض کا مختصر تعارف اس طرح ہے:

(۱) نصرۃ الواعظین باوصاف سید المرسلین۔ یہ تین حصص پر مشتمل ہے اور تینوں ایک ہی جلد میں ہیں جس میں متوسط سائز کے تین سو چوہتر صفحات ہیں۔ بہت پہلے صوفی اقبال احمد صاحب نے اپنے رضوی کتب خانہ، صندل خان بازار، بریلی شریف سے شائع کی تھی۔ راقم کے پاس ہے۔

آپ نے یہ کتاب جامعہ منظر اسلام کے طلبہ کے لئے ۱۳۳۴ھ میں تصنیف فرمائی تھی، آغاز کتاب میں وجہ تصنیف کا اس طرح ذکر کرتے ہیں:

www.waseemziyai.com

بعد حمد متوافر خالق انس و جان، ونعت متکاثر باعث وجود کون ومکان، اولوالاحلام والنہیٰ پر واضح ولائح ہو کہ آج کل بعض مدارس اسلامیہ میں دیکھا گیا ہے کہ ہفتہ میں دو ایک مرتبہ بغرض مہارت طلبہ سے وعظ کہلایا جاتا ہے اور اس کی جانب انہیں توجہ اور ترغیب دلائی جاتی ہے۔ خصوصا مدرسہ منظر اسلام بریلی میں تو اسی لیے ایک انجمن وعظ ونصائح قائم ہے جس میں ہر جمعہ کو طلبہ جمع ہو کر تقریر کرتے ہیں۔ مگر چونکہ منتہی وذی لیاقت طلبہ تو کتب متداولہ سے اخذ بیان اور تقریر پر قادر ہوتے ہیں اور مبتدی بے چارے بوجہ کم علمی اس سے عاجز رہتے ہیں، اور اردو میں انہیں کوئی کتاب ایسی دستیاب نہیں ہوتی جس میں ایک آیت کے متعلق مسلسل تقریر گھنٹہ دو گھنٹہ بیان کے قابل ہو۔ اور ازانجا کہ حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف وفضائل، خصائل وشمائل، بیان کرنا اور حضور کے ذکر سے رطب اللسان رہنا، لوگوں کو اس طرف مائل کرنا، اور حضور کی تعظیم وتوقیر، محبت والفت، اتباع واطاعت کی طرف ہدایت کرنا اصل وعظ وتذکیر ہے۔ لہذا مجھ بے بضاعت وبدلیاقت نے ان کی خاطر چند بیانات ایام برکت التیام یعنی ماہ پیدائش سید انام علیہ الصلوۃ والسلام ۱۳۳۴ھ میں کتب معتمدہ ومستندہ سے اخذ کیے۔ اور تطویل لا طائل اور اختصار مخل کو مدنظر رکھ کر معرض تحریر میں لایا۔ امید کہ اصحاب علم وحلم اگر انہیں ملاحظہ فرمائیں تو بندے کی خطاؤ نسیان کو بذیل عفو وکرم پوشیدہ فرما کر اصلاح فرمائیں۔

(۲) شمع ہدایت: یہ پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ مکاتب اسلامیہ کے نونہالوں کے لئے سادہ زبان اور سہل پیرایۂ بیان میں لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب آج بھی بعض مکاتب میں پڑھائی جاتی ہے، اس میں عقائد، اعمال، آداب، نصائح اور دیگر ضروری امور بیان کئے گئے ہیں۔

(۳) تذکرہ حسنین (۴) اصلاح بہشتی زیور (۵) اسوہ حسنہ (۶) احسانات اسلام (۷) آواز حق۔ یہ سب کتابیں مصنف کی حیات میں طبع ہو چکی ہیں جیسا کہ خودنوشت حالات سے معلوم ہوا۔ لیکن شمع ہدایت کے علاوہ سب کتابیں نایاب ہیں۔

(۸) ''جوہر الایقان فی توضیح کنز الایمان'' یہ تفسیر آپ نے عمر کے آخری دور میں تصنیف فرمائی۔ ۱۳۸۰ھ میں اس کی تکمیل ہوئی۔ آپ تفسیر کے اختتام پر لکھتے ہیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ اس نے مجھ حقیر فقیر سراپا تقصیر، کو اپنے کلام کے ترجمے ''کنز الایمان'' کی توضیح کرنے کی اخیر عمر میں توفیق عطا فرمائی۔ اور اسے بخیر وخوبی وخوش اسلوبی اختتام کو پہنچایا۔ اگرچہ اس میں باتیں لکھنے سے رہ گئیں ہیں، اور کچھ خامیاں ہوگئی ہیں۔ لیکن وہ مخل مقصود نہیں۔ اللہ اسے میری دیگر تصانیف کی طرح قبول فرمائے۔ اور اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا کر مجھے زمرۂ مفسرین ومترجمین میں شامل فرمائے آمین۔ یارب العالمین۔ بجاہ سید المرسلین۔ صلوۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔ فرغت عن تسویدہ۔ بماہ جمادی الاولی ۱۳۸۰ھ۔

تفسیر ہذا کا مبیضہ باریک قلم سے فل اسکیپ سائز کے آٹھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ جبکہ اس میں قرآن مجید کا متن اور ترجمہ کنز الایمان مکتوب نہیں ہے۔ یہ تفسیر ہنوز زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔ ماہنامہ نوری کرن میں اس کے صرف دو یا تین پارے قسط وار شائع ہوئے تھے۔ مسودہ اور مبیضہ دونوں صوفی اقبال احمد صاحب نوری کے پاس محفوظ ہیں انہی کی عنایت سے

www.waseemziyai.com

راقم کو بھی اس کا دیدار نصیب ہوا اور یہ تفصیلات حاصل کیں۔(اب یہ تفسیر بحمدہ تعالیٰ امام احمد رضا اکیڈمی واقع محلہ صالح نگر بریلی شریف کی طرف سے بڑے اہتمام کے ساتھ ۴ رجلدوں میں طبع کی جارہی ہے اور انشاء اللہ العزیز سنہ ۱۴۴۰ھ میں صد سالہ عرس رضوی شریف کے موقع پر منظر عام پر آجائے گی)[13-07-2018]

تصدیقات:

اکابر علمائے اہل سنت کی بعض کتابوں پر آپ کی تصدیقات بھی ملتی ہیں۔الصوارم الہندیہ''میں حسام الحرمین پر علمائے بریلی کی جو تصدیقات ہیں ان میں ص ۹۶ پر آپ کی تصدیق بھی اس طرح ہے''بے شک حسام الحرمین حق ہے۔اور اس میں جن اشخاص کی بابت فتوائے کفر ہے وہ صحیح ہے۔مسلمانوں پر فرض ہے کہ اسے مانیں۔اور اس پر عمل کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ الفقیر حشمت علی السنی ،الحنفی ،القادری،البریلوی،غفرلہ القوی

تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے''طرق الہدیٰ والرشاد''مشمولہ رسائل نوریہ ص ۶۰ پر بھی آپ کی تصدیق ہے۔الفاظ تصدیق اس طرح ہیں''صح الجواب''واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔محمد حشمت علی غفرلہ بریلوی

شعروسخن:

حضرت مولانا محمد حشمت علی صاحب علیہ الرحمہ بلند پایہ عالم ومفتی،عظیم مصنف اور حکیم ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے شاعر بھی تھے۔مجموعۂ کلام کا سراغ نہ لگ سکا۔البتہ نصرۃ الواعظین میں چند نعتیں ملتی ہیں۔کلام شعری لوازمات ومحاسن کا جامع ہے۔نمونہ کے طور پر چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں:

حشر کی صبح کا جب چاک گریباں ہوگا
اور سوا نیزے پہ جب مہر درخشاں ہوگا
ساری خلقت کا عجب حال پریشاں ہوگا
ہول محشر سے ہر اک خائف و ترساں ہوگا
اونچے اونچے ہیں وہاں،اور ہے نفسی نفسی
کون پرسندۂ احوال غریباں ہوگا
حشر کے روز یہ مخلوق کی حالت ہوگی
اک فقط حفظ واماں میں وہی ذیشاں ہوگا
حلۂ نور بھی اور تاج شفاعت بھی شہا
حشر کے دن تمہیں زیبا تمہیں شایاں ہوگا

www.waseemziyai.com

پڑتے ہی مہر شفاعت کی شعائیں فائق
سنگ عصیاں کا ترے لعل بدخشاں ہوگا

(حصہ اول ص ۸۳)

لائی یہ مژدۂ جاں بخش صبا آج کے دن
جلوہ فرما ہوئے محبوب خدا آج کے دن
تابشوں سے رخِ پرنور کی وقتِ مولد
خانۂ آمنہ معمور ہوا آج کے دن
دونوں ہاتھوں سے لٹائیں گے جومال ودولت
جلوہ فرما ہوئے وہ بحرِ سخا آج کے دن
اں دور ہوئیں کلفتیں کافور ہوئیں
خلق پر چھاگئی رحمت کی گھٹا آج کے دن
اپنے محبوب کے صدقے میں خدا نے فائق
ساری مخلوق پہ احسان کیا آج کے دن

(حصہ دوم ص ۲۷)

اعلیٰ حضرت سے عقیدت:

مولانا حشمت علی صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے خودنوشت حالات میں جن کو گزشتہ صفحات میں نقل کیا گیا، اپنے شوق علم کو اعلیٰ حضرت کی نظر کیمیا اثر کا فیضان قرار دیا ہے۔ اور اپنے حق میں برکات خداوندی اور غناؤ تونگری کو بھی آپ کی دعائے برکت کا ثمرہ سمجھا ہے۔ نیز اعلیٰ حضرت کا اسم گرامی بڑے احترام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اعلیٰ حضرت کے سچے محب اور بڑے عقیدت مند تھے۔ نصرۃ الواعظین میں جگہ جگہ اعلیٰ حضرت کی نعتیں اور اشعار تحریر کرتے ہیں۔ اور آپ کی کتابوں کے اقتباس بھی نقل کرتے ہیں۔ حضور مفتی اعظم ہند سے بھی آپ کے بڑے مخلصانہ اور عقیدت مندانہ تعلقات تھے۔ جاوید احمد صاحب کا بیان ہے کہ ان کی خوش دامن یعنی مولانا موصوف کی بہو بیان کرتی تھیں کہ کبھی کبھی مولانا صاحب سے ملنے کے لئے حضرت ہمارے گھر تشریف لاتے تھے۔ اور مولانا صاحب کے بارے میں فرماتے تھے: انہیں یہ عظیم اعزاز حاصل ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ان کی دستار بندی خود اپنے دستِ اقدس سے فرمائی تھی۔

مولانا حشمت علی صاحب نے کتابوں کا بڑا بیش قیمت ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا تھا۔ لیکن افسوس کہ سب ضائع ہوگیا۔ آپ

www.waseemziyai.com

کے وصال کے بعد یہ کتابیں ایک کمرے میں لکڑی کی چوکیوں پر چنی ہوئی تھیں کہ دیمک لگ گئی اور اندر رہی اندر اپنا کام کرتی رہی جب کتابوں کو دیکھا گیا تو اوپر سے جلدیں صحیح وسالم تھیں لیکن اندر سے بالکل نا قابل استعمال ہو چکی تھیں۔ گھر والوں کو بہت افسوس ہوا۔ اور اب افسوس کے سوا اور کر بھی کیا سکتے تھے۔

اولاد:

حضرت مولانا حشمت علی صاحب علیہ الرحمہ کی اولاد کے بارے میں تذکرہ نگار کو جو معلومات حاصل ہوئیں ان کے مطابق آپ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ نفیسہ بیگم، انیسہ بیگم، رئیسہ بیگم اور جلیسہ بیگم اور ایک صاحبزادے تھے جن کا نام عفت علی تھا۔

موجودہ لوگوں میں جن کا علم ہو سکا وہ یہ ہیں۔

شفقت علی، عصمت علی، غزالہ عفت۔ یہ عفت علی مرحوم کی اولاد ہیں اور بریلی شریف میں رہتے ہیں۔ جلیسہ بیگم۔ کراچی پاکستان میں مقیم ہیں۔ ذکاوت علی، نصرت علی نفیسہ بیگم کی اولاد ہیں۔ اول بریلی میں اور دوم کراچی پاکستان میں ہیں۔ مطلوب علی ابن انیسہ بیگم لکھنؤ میں مقیم ہیں۔

ضروری آگاہی:

''حشمت علی'' نام حضور شیر بیشۂ اہل سنت اور صاحب تذکرہ کے مابین مشترک ہے۔ لیکن ہر ایک کے نام کے ساتھ کچھ ایسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں جن کی مدد سے مسمیٰ کی تعیین ہو جاتی ہے۔ اول کے نام کے ساتھ اولاً تو شیر بیشۂ اہل سنت استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ نہ بھی ہو تو لقط خان تو بالالتزام لکھا جاتا ہے اور یہی معاملہ لقط ''لکھنوی'' کا بھی ہے۔ چنانچہ جماعت رضائے مصطفےٰ کی رودادوں میں، جہاں بھی آپ کا نام ہے اس طرح ہے ''مولانا حشمت علی خاں لکھنوی رضوی۔

(تاریخ جماعت رضائے مصطفےٰ ص ۴۱ ص ۴۹)

سوانح اعلیٰ حضرت میں ہے ''حضرت شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں لکھنوی (ص ۲۴۳ ص ۲۴۴)۔ الصوارم الہندیہ کے سرورق پر ہے ''مناظر اسلام مولانا حشمت علی خاں قادری رضوی لکھنوی۔ آپ خود بھی دستخط میں لکھنوی لکھتے ہیں:

الصوارم الہندیہ ص ۱۵۴ میں اپنے فتوے پر اس طرح دستخط کئے ہیں، کتبہ الفقیر ابوالفتح، عبید الرضا محمد المدعو بحشمت علی القادری الرضوی الکھنوی۔ رسالہ طرق الھدی والرشاد مشمولہ رسائل نوریہ ص ۶۱ پر آپ کی اس طرح تصدیق ہے: الاجوبۃ کلھا صحیحۃ فقیر عبید الرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہ القوی، آپ کو بریلوی نہیں لکھا جاتا۔

اور صاحب تذکرہ کے نام کے ساتھ بریلوی لکھا جاتا ہے، چنانچہ شمع ہدایت پر آپ کا نام اس طرح ہے: حضرت مولانا مولوی محمد حشمت علی صاحب سنی، حنفی، قادری رضوی بریلوی۔ نصرۃ الواعظین پر اس طرح ہے: مولانا مولوی حکیم محمد حشمت علی صاحب فائق، سنی، حنفی قادری بریلوی، وہ خود بھی اپنے نام کے ساتھ بریلوی لکھتے ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ اوراق میں منقول ان کی تصدیقات سے ظاہر ہے۔

www.waseemziyai.com

اس تفصیل کی ضروت اس لیے محسوس ہوئی کہ بعض لوگ شمع ہدایت کا مصنف حضور شیر بیشۂ اہل سنت کو سمجھتے ہیں۔اور نام کے ساتھ لفظ بریلوی سے بھی امتیاز نہیں کر پاتے۔میں نے ایک صاحب سے پوچھا کہ شمع ہدایت کے مصنف کون ہیں؟ جواب ملا مولانا حشمت علی صاحب۔دریافت کیا کہاں کے رہنے والے ہیں؟ بولے پیلی بھیت کے۔اور جب میں نے ان کی غلط فہمی کا ازالہ کیا تو کہنے لگے ہم تو آج تک یہی سمجھتے تھے اور بھی بہت سے لوگوں کا یہی خیال ہے۔اور نام کے ساتھ جو بریلوی مرقوم ہے اس کے بارے میں یہ خیال تھا کہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ محبت وعقیدت کی بنا پر یا وصاحت مسلک کے لئے لکھا جاتا ہے۔دوسرے دو تین اشخاص نے بھی میرے دریافت کرنے پر ایسا ہی خیال ظاہر کیا۔اس تفصیل کے علم کے بعد امید ہے التباس نہ ہوگا۔

ان دونوں حضرات کے مابین دوسرے امتیازی امور بھی اگر لکھدئے جائیں تو فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔حضور شیر بیشۂ اہل سنت لکھنوی ثم پیلی بھیتی ہیں اور صاحب تذکرہ اول وآخر بریلوی ہیں۔اول پٹھان ہیں۔اور یہ صدیقی ہیں۔بعض مکتبوں کی مطبوعہ شمع ہدایت پر مصنف کا نام محمد حشمت علی خاں لکھا ہے یہ غلط ہے۔ان کا مزار پاک پیلی بھیت میں ہے۔اور یہ بریلی شریف میں مدفون ہیں۔وہ شیر بیشۂ اہل سنت کے لقب کے ساتھ ملقب ہیں اور ان کے بارے میں کوئی لقب معلوم نہیں ہوا۔اُن کا تخلص عبید ہے۔

اے عبید قادری محشر میں تجھ کو خوف کیا
جب شفاعت کرنے والے ہیں حبیب کبریا
سگ ہوں عبید رضوی غوث و رضا کا
ہیں بھاگتے آگے سے میرے شیرِ ببر بھی

اور اِن کا تخلص فائق ہے۔

پڑتے ہی مہرِ شفاعت کی شعاعیں فائق
سنگ عصیاں کا ترا لعلِ بدخشاں ہوگا

وصال:

حضرت مولانا حشمت علی صاحب کی عمر غالباً اسی سال ہوئی۔اور پھر وہ دن آیا جو سب کے لئے آنا ہے اور جس سے کوئی مفر نہیں ہے۔یعنی زندگی کی اسی بہاریں دیکھنے کے بعد گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر علم وحکمت کے گوہر آبدار لٹانے والا یہ عالم دین، اپنی صحت بخش تحریروں سے ضلالت ومعصیت کے روحانی بیماروں کی مسیحائی کرنے والا یہ حکیم ۱۹۶۲ء میں جمعرات کی صبح کاذب کے وقت سفرِ آخرت کے لئے روانہ ہوگیا۔

یہ حاجی مطلوب خاں صاحب اور ان کے اقربا کی روایت ہے۔سن وصال تو یقینی ہے لیکن مدت عمر گمان غالب کی بنیاد پر ہے۔اسی کی روشنی میں آپ کا سن ولادت غالباً ۱۸۸۲ء قرار دیا گیا ہے۔

www.waseemziyai.com

نماز جنازہ تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے پڑھائی۔ محلہ باقر گنج کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ وصیت کے بموجب قبر خام رکھی گئی۔ میں محلہ باقر گنج کے اس قبرستان میں حاضر ہوا۔ اور مولانا صاحب کے بعض اعزہ کی نشان دہی کے مطابق قبر کو تلاش کیا لیکن وہاں قبر کا کوئی نشان نظر نہیں آیا۔ بالآخر میں بتائے ہوئے مقام کے قریب فاتحہ خوانی کر کے یہ عبرت و نصیحت حاصل کرتا ہوا واپس آیا۔

فرق شاہی و بندگی برخاست
چوں قضائے نبشتہ آمد پیش
گر کسے خاکِ مردہ باز کند
نشنا سد تو انگر از درویش
مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے
گیا حسن خوبان دل خواہ کا
سدا نام رہ جائے اللہ کا

۲۵ ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۸ جولائی ۲۰۰۰ء

www.waseemziyai.com



اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

چونکہ اکابرین مفسرین نے بسم اللہ کو اشرع فعل محذوف کے متعلق مانا ہے اور اس کی مثل ہر جگہ موافق موضوع ومحل مقدر کرنے کو کہا ہے، بسم اللہ اور اس کے مابعد کو آخر سورت تک بندوں کی زبان سے کہا جانا لکھا ہے تا کہ وہ جان لیں کہ اس طرح اللہ کے نام سے برکت حاصل کی جائے اور اس طرح سے اس کی حمد کی جائے اور اس سے دعا کی جائے (کمافی السراج و البیضاوی وغیرھما)

فائدہ: قرآن مجید بسم اللہ سے اس لیے شروع کیا گیا ہے کہ ہم اس کی اتباع کریں اور اپنے کلام بلکہ ہر جائز کام کو خواہ دینی ہو یا دنیوی برکت حاصل کرنے کے لئے خدا کے نام سے شروع کیا کریں تا کہ وہ بسم اللہ کی برکت سے پورا ہو ناقص و نا تمام نہ رہے جیسا کہ ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں آیا ہے کہ جو کام بسم اللہ سے شروع نہیں کیا جاتا ہے وہ ناقص و بے برکت ہوتا ہے اگر چہ اسباب ظاہری مہیا ہونے سے پورا ہو جائے مگر جو نام الٰہی لینے کی وجہ سے برکت ہوتی وہ نہ ہوگی۔ دوسری یہ کہ اس وقت کے لوگ اپنے کام شروع کرتے وقت بسم اللات و العزی کہا کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں بتایا کہ وہ اپنے کاموں میں بجائے لات وعزی کے نام لینے کے اللہ کا نام لیا کریں اور خداوند عالم کو ہر کام میں فاعل و موثر حقیقی جان کر اس کے نام سے برکت حاصل کیا کریں کہ لات وعزی کسی قسم کی برکت نہیں رکھتے، ہر قسم کی قدرت رکھنے والا خدا ہی ہے، چنانچہ نبی کریم علیہ الصلاۃ و التسلیم نے مسلمانوں کو ہر کام کو کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سکھایا۔ (حقانی) بسم اللہ قرآن عظیم کی مستقل ایک آیت ہے، سورۂ فاتحہ یا کسی سورت کا جز نہیں ہے سوائے سورہ نمل کے، کہ وہ اس کی آیت کا ایک ٹکڑا ہے، یہ ہر سورت کو دوسری سورت سے جدا وممتاز کرنے کے لیے نازل کی گئی ہے سوائے سورۂ برائت کے جیسا کہ حدیث ابوداؤد میں آیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورتوں میں فصل نہیں فرماتے یہاں تک کہ بسم اللہ نازل ہوئی، یہی مذہب سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے، سورۂ فاتحہ کا ''سبع مثانی'' ہونا ہی امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب مہذب کی دلیل ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسے جز فاتحہ فرماتے ہیں اس لیے ان کے مذہب والے بسم اللہ جہر سے پڑھتے ہیں۔ بسم اللہ کے فضائل وفوائد کتب تفاسیر واحادیث میں بہت آئے من جملہ ان کے یہ ہے: بسم اللہ کے ذریعہ کام شروع کرنے سے کام میں برکت ہوتی ہے، سنت ادا ہوتی ہے، قرآن عظیم کا اتباع ہوتا ہے، کام بخیر وخوبی پورا ہوتا ہے، اس کا پڑھنے والا ضرر ونقصان سے محفوظ رہتا ہے اور شیاطین اور ارواح خبیثہ کے اثر سے بچا رہتا ہے، رات کو مکان کا دروازہ بند کرنے سے شیاطین داخل نہیں ہوتے اور بسم اللہ کہہ کر کھانا کھانے والوں کو کھانا نقصان نہیں دیتا جیسا کہ ایک بار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معترضین ومنکرین اسلام کو اسلام

www.waseemziyai.com

پر مضبوطی سے قیام دکھانے کے لئے ان کے کہنے سے ان کے سامنے دیا ہوا زہر بسم اللہ پڑھ کر پی لیا اور اس نے کچھ نقصان نہیں دیا۔ (حقانی مختصرًا) رات کو بسم اللہ کہہ کر لیٹنے والا رات بھر امن وچین سے رہتا ہے، شیاطین کے پریشان کرنے سے بچتا ہے، اور پاخانے جاتے وقت دروازہ پر بسم اللہ پڑھنے سے وہ اس کے ستر اور جنات کی انکھوں کے سامنے پردہ ہوجاتا ہے، اور بسم اللہ کہہ کر صحبت کرنے سے بچہ مسان وشیاطین کے اثر سے محفوظ رہتا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے سامنے بغیر بسم اللہ کیے روٹی کھائی جب ایک لقمہ باقی رہ گیا تو اس نے بسم اللہ علی اولہ وآخرہ کہہ کر اسے کھالیا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا کہ اس کے ساتھ شیطان کھاتا تھا جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو شیطان نے جو کچھ بھی کھایا تھا قے کردیا۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ جس کھانے پر بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی ہے اس میں شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ جو بغیر بسم اللہ کہے کھانا کھاتا ہے اس کے ساتھ شیطان کھاتا ہے۔ بعض صحابہ کرام نے بسم اللہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا فرمایا: وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جو اسم اعظم سے اس قدر قریب ہے جیسے آنکھ کی سیاہی سفیدی سے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو سوائے حضرت سلیمان علیہ السلام کے کسی نبی پر نہیں نازل ہوئی اور وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہے کہ جو ائیس زبانیہ یعنی عذاب کے فرشتوں سے بچنا چاہتا ہے وہ بسم اللہ پڑھا کرے تاکہ وہ بسم اللہ کے ہر حرف سے ایک عذاب کے فرشتہ سے محفوظ رہے (ابن کثیر) بسم اللہ میں تین لفظ ہیں: اللہ، رحمٰن، رحیم، ان میں اللہ کی ذات واجب الوجود ہے جو قرب اسم اعظم کی ہے اور بعض محققین کے نزدیک وہی اسم اعظم ہے (سراج) اس لئے اسے رحمٰن ورحیم سے مقدم لایا گیا ہے اور رحمٰن ورحیم اس کے اسمائے صفات میں سے ہیں مگر اللہ سے پہلے اسم کا لانا اور اس پر ''با'' داخل کرنا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قدر پردۂ خفا میں تھا کہ اس کے دربار تک بندوں کی رسائی محال تھی بلکہ کسی کی عقل کسی کا وہم بھی اس تک نہیں پہنچ سکتا ایسی مخفی ذات تک پہنچنے کے لیے کوئی علامت ہونی چاہیے تھی جس کے ذریعہ بندہ اس تک پہنچے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ میں اپنے بندوں کو اپنے دربار تک پہنچنے کا طریقہ بتایا، اور علم ذات سے یعنی اللہ سے پہلے اسم لایا اور اس پر ''با'' داخل فرمائی کہ اسم کے معنی علامت ونشانی کے ہیں جو اس کی طرف دلالت کرے اور دلالت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ تین چیزیں ہوں: ایک ذات ہو دوسرا اس کا غیر ہو تیسرا کوئی بیچ میں واسطہ ہو کہ غیر ذات کی طرف دلالت کرے، تو وہ ذات ذات الٰہی ہے اور وہ غیر تمام مخلوقات ہے اور اسم کہ اللہ پر دلالت کرنے والا ہے محمد رسول اللہ صلی تعالی علیہ وسلم ہیں، گویا قرآن عظیم کی ابتدا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے فرمائی جاتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچنے کا وہی ذریعہ ہیں، وہی تمام مخلوقات کے ذات الٰہی تک پہنچنے پر دلالت کرتے ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (افادہ شیخنا اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ فی بیانہ)

مسائل متعلقہ: بسم اللہ سے متعلق مسائل جاننا بھی ضروری ہے، حلال چیز کھانے پینے، لیٹنے بیٹھنے کھڑے ہونے وغیرہ معمولات اور روز مرہ کے جائز کام کرتے وقت اس کو کہنا مستحب ہے، وضو کرتے وقت بسم اللہ کہنا سنت ہے اور ہر عضو کے دھوتے وقت پڑھنا مندوب ہے (رد المحتار) حدیث میں ہے کہ بسم اللہ پڑھنے والے کا سر سے پاؤں تک تمام بدن پاک ہوجاتا ہے اور بغیر بسم اللہ پڑھے وضو کرنے سے اتنا ہی بدن پاک ہوتا ہے جتنے پر پانی بہا (طحطاوی علی مراقی) اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو یاد آنے پر بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے اگرچہ سنت ادا نہ ہوئی (رد المحتار) ناپاک آدمی کو بقصد تلاوت بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں کہ وہ آیت کریمہ ہے (رد المحتار) کھانا کھاتے وقت یا کوئی اور کام کرتے وقت اسے بسم اللہ کہنا جائز ہے۔

www.waseemziyai.com

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۷ رُكُوْعُهَا ۱

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِكِ

سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا۔ ف۲ بہت مہربان رحمت والا۔ ف۳ روز

يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ﴿۳﴾ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ﴿۴﴾

جزا کا مالک۔ ف۴ ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔ ف۵

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ

ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ ف۶ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان

عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾ ع ۱

کیا۔ ف۷ نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔ ف۸

توضیح سورۂ فاتحہ: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی، اس میں ایک رکوع اور سات آیتیں ہیں، اس کا مشہور نام سورۂ فاتحہ ہے کہ قرآن کریم کو اس سے فتح یعنی شروع کیا گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے وہ اسی نام سے صحابہ کرام میں مشہور تھی علاوہ اس کے اور بھی نام ہیں۔ فضائل: بخاری کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہیں قرآن کریم کی بزرگ ترین سورت بتاؤں گا وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ہے۔ یہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابی ابن کعب سے فرمایا: تم نماز میں کیسے پڑھتے ہو پس انہوں نے ام القرآن پڑھی، فرمایا: اس کے مثل تورات وانجیل وزبور اور فرقان میں کوئی سورت نازل نہیں ہوئی، وہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کی گئی ہے کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ﴾ [الحجر: ۸۷] حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک فرشتہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آکر کہا: میں دونوروں کی آپ کو خوش خبری دیتا ہوں جو آپ کو دیے گئے ہیں آپ سے پہلے کسی کو نہیں دیے گئے، وہ فاتحۃ الکتاب اور آخر سورۂ بقرہ کی آیات ہیں، (مسلم) امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ان سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تجھے قرآن عظیم کی بزرگ ترین سورت بتاؤں، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ پڑھا کرو۔ دارمی وبیہقی کی روایت میں ہے: سورہ فاتحہ ہر مرض کی شفا ہے۔

شان نزول: اس سورت پاک کا شان نزول یہ ہے کہ شروع میں جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحرا کی طرف جاتے تو یا محمد کی آواز کان میں آتی جس سے آپ بتقاضائے بشریت خوف زدہ ہوتے، کئی بار ایسا ہی اتفاق ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

www.waseemziyai.com

ورقہ بن نوفل سے جو عالم تورات تھے جا کر ذکر کیا تو انہوں نے تسلی دے کر کہا کہ اے محمد تم خوف نہ کرو بلکہ کان لگا کر سنو کہ وہ کیا کہتا ہے، پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحرا میں تشریف لے گئے اور جب یا محمد کی آواز کان میں آئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لبیک کہا اور اس کو سنا کہ وہ کیا کہتا ہے۔ آواز آئی میں جبریل خدا کا فرشتہ ہوں اور آپ اس امت کے نبی ہیں کہو اشھد ان لاالہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ پھر پڑھو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (مختصراً از اتقان وحقانی وغیرہ)

(۲) ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ [الفاتحہ:۱] چونکہ ''خوبیوں'' کا لفظ تعریف کے لفظ سے زیادہ عام فہم اور اس کے معنی کو شامل تھا اس لیے اس ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا بخلاف دوسرے ترجموں کے کہ ان میں حمد کے معنی ''تعریف'' کے کیے ہیں، اس سے یہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا جو خوبیوں کے لفظ سے ہوتا ہے۔ اور رب کے معنی اگرچہ مربی پالنے و پرورش کرنے والے کے ہیں جیسا کہ عام ترجموں میں ہیں مگر آیت میں اس سے مالک مراد ہے کہ مالک اپنے مملوک کی حفاظت و تربیت کرتا ہے اور یہ ہر قسم کی تربیت کو شامل ہے، سراج وجلالین و بیضاوی وغیرہ میں رب سے مالک ہی مراد لیا ہے، اس لیے ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا، بہرحال رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اللہ کی دلیل نما پہلی صفت ہے، یعنی تمام خوبیاں اللہ ہی کو ہیں اس لیے کہ وہ مالک و مربی ہے تمام مخلوقات کا، تو جس وقت جہاں کہیں جس کسی کی جو تعریف کی جائے گی وہ اسی کی تعریف ہوگی کہ حقیقت میں مصنوعات کی تعریف صانع کی تعریف ہے۔

(۳) ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ [الفاتحہ:۲] یہ دوسری صفت اللہ تبارک تعالیٰ کی ہے اور پہلی صفت کا ثبوت ہے، یہ دونوں نام اسمائے صفات باری تعالیٰ سے ہیں اور مبالغہ کے صیغہ کے ہیں اور رحمٰن، رحیم سے ابلغ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے کسی دوسرے پر اس کا اطلاق نہیں آیا، رحیم کا اطلاق غیر اللہ پر بھی آتا ہے اس وجہ سے وہ رحیم سے پہلے لایا گیا، تو یہ مطلب ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام عالم کا مربی ہے، اس لیے کہ وہ نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے جس کا ہونا مربی میں ضروری ہے، تمام مخلوق اس کے ظل عاطفت میں پرورش پاتی ہے، اس کی مہربانی و رحمت ان کے حال پر برابر رہتی ہے اور سب اس سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

(۴) ﴿مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ﴾ [الفاتحہ:۳] روز جزا قیامت کے دن کو کہتے ہیں، اس روز ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دی جائیگی، اور روز جزا کے مالک ہونے کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے حالانکہ سارے جہاں اور ان کے ایام کا وہی مالک اور بادشاہ ہے کہ دنیا میں کروڑوں بادشاہ مجازی ہوئے ہیں اور دنیا کی چیزوں کے مالک مجازاً کہے جاتے ہیں مگر اس روز سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی نہ ہوگا سب فنا ہو جائیں گے، صرف اسی کی ذات باقی رہے گی اور تنہا اس کی بادشاہت ہوگی تو وہ خود ہی فرمائے گا اور خود ہی جواب دے گا ﴿لِّمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ [غافر:۱۶] آج کس کی بادشاہت ہے، اللہ واحد قہار کی۔

(۵) ﴿اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ﴾ [الفاتحہ:۴] عبادت کے معنی ہیں کسی کے سامنے نہایت عاجزی وانکساری کے ساتھ اعضائے ظاہری و باطنی بدن سے ایسے افعال کرنا جو اس کی تعظیم و تکریم پر دلالت کریں جیسے نماز وغیرہا عبادت میں کیے جاتے ہیں اور ذکر و فکر سری و جہری میں اولیائے کرام کی روح و قلب و نفس سے سرزد ہوتے ہیں ایسے افعال اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہیں اور وہی ان کا مستحق ہے اس کے سوا کوئی دوسرا ان کا مستحق نہیں ہے کہ وہ مستقل بالذات اور واجب الوجود اور مستحق عبادت ہے نہ غیر اس کا، اگر کوئی غیر کے لیے مستحق عبادت سمجھ کر ایسے افعال کرے گا تو وہ ضرور عبادت غیر اللہ ہوگی اور شرک ہوگا۔ انبیاؑ اولیا کے دربار میں ان کی تعظیم کے لیے جو افعال کیے جاتے ہے وہ نہ بہ نیت عبادت کیے جاتے ہیں اور نہ ان میں بوئے عبادت پائی جاتی ہے بلکہ وہ دراصل خدا ہی کے لیے کیے جاتے ہیں کہ وہ فرماتا ہے: ﴿وَمَن یُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰہِ فَاِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ [الحج:۳۲] اور جو تعظیم کرتا ہے اللہ کی نشانیوں کی بس وہ قلوب کی پرہیزگاری ہے۔ اور انبیا و اولیا یقیناً شعائر اللہ ہیں تو ان کی تعظیم و توقیر اللہ ہی کی تعظیم و توقیر ہوئی۔ وہابیہ کا یہ خبط ہے کہ وہ اسے عبادت غیر اللہ کہتے ہیں البتہ ان میں افراط و تفریط سے بچنا ضروری ہے، افراط یہ ہے کہ انبیا کو خدا کے برابر یا اولیا کو انبیا کے برابر سمجھا

www.waseemziyai.com

جائے، اور تفریط یہ کہ انبیا و اولیا کا لحاظ نہ کیا جائے، ان کی شان میں الفاظ گستاخانہ کہے جائیں جن سے ان کی توہین و تنقیص ہو اور ان کو بڑے بھائی کے برابر خیال کیا جائے جیسا کہ سرگروہ وہابیہ اور ان کے متعبین نے تقویۃ الایمان وغیرہا کتابوں میں جابجا ان کی شان میں کلمات گستاخانہ کہے ہیں اور تشبیہات بے اوبانہ دی ہیں جن سے ان کی توہین و تنقیص ہوتی ہے اور کفر لازم آتا ہے، لہٰذا مجبوراً صاحب تفسیر حقانی کو لکھنا ہی پڑا کہ افراط یہ ہے کہ ان لوگوں کو ایسا بڑھا دے کہ درجۂ خدا تک پہنچ جائے، اور تفریط یہ کہ انبیاء علیہم السلام کو ریفارمر یعنی ناصح و واعظ جانے، نہ ان کے انکشافات کا معتقد ہو نہ ان کے خرق عادات و معجزات و کرامات کا قائل ہو، یا انبیا علیہم السلام کو معصوم نہ جانے، یا انبیا علیہم السلام کے رتبے کا لحاظ نہ کرے، یا ان کو بڑے بھائی کی برابر قرار دیا جائے وغیر ذلك من العقائد الفاسدۃ (ملخصاً تفسیر حقانی جلد دوم) اسی میں صفحہ ۴۳ پر ہے: انبیا و اولیا اور صلحا سے محبت رکھنا ان کی تعظیم کرنا عبادت غیر اللہ نہیں (وھو المقصود) اور استعانت کے معنی مدد چاہنے کے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ مدد اسی سے چاہی جاتی ہے جو مدد کرنے کی قدرت رکھتا ہو، اور وہ حقیقۃً اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے، اسی کے قبضہ و قدرت میں ہر قسم کی مدد کرنا اور دوسروں کو مدد کرنے کی توفیق و طاقت بخشنا ہے، اسی کا اقرار بندہ کی زبان سے ان آیات میں کرایا گیا ہے، انبیا و اولیا وغیرہ محبوبان خدا اس کے وسائل ہیں، تو ان سے جو امداد چاہی جاتی ہے وہ حقیقۃً خدا ہی سے مدد چاہنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَابْتَغُوْا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ [المائدۃ:۳۵] اللہ کی طرف پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔ اور وہ وسیلہ یہی انبیا و اولیا و صلحا اور نماز وغیرہ اعمال صالحہ ہیں جن کے ذریعہ سے بندے کی دعا در بار الٰہی تک پہنچتی ہے اور اس کا مدعا بر آتا ہے، اسی لیے بندے کو گناہ کرنے کے بعد اپنے محبوب کے دربار میں حاضر ہو کر ان کے وسیلہ سے استغفار کرنے اور گناہ کی معافی چاہنے کا حکم دیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوْا أَنفُسَهُمْ جَآؤُوْكَ الخ﴾ [النسآء:۶۴] یعنی اگر وہ لوگ جب اپنے نفس پر ظلم کریں یعنی گناہ کریں تو اے نبی تیری بارگاہ میں حاضر ہو کر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول بھی ان کے لیے معافی چاہے تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا پائیں گے۔ ابو جعفر نے مسجد نبوی میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا کہ کیا میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب، تو امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم کی جانب سے کیوں منہ پھیرتے ہو وہ تو تمہارے اور تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے قیامت تک اللہ تبارک تعالیٰ کی جناب میں وسیلہ ہیں، انھیں کی طرف توجہ کرو اور انہیں سے اپنی حاجت و مراد میں شفاعت چاہو، پس اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے لیے ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (شرح شفا لعلی القاری) اور اسی لیے صبر و صلوۃ سے استعانت کرنے کا حکم دیا گیا ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾ [البقرۃ:۴۵] فرمایا گیا ہے بلکہ مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے تعاون کرنے اور مدد لینے کا حکم دیا گیا ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ [المائدۃ:۲] فرمایا گیا ہے، تو اگر کسی سے مدد چاہنا اور کسی کی مدد کرنا مطلقاً ممنوع یا ناجائز ہوتا تو آیت مذکورہ میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو وسیلہ بنانے اور وسیلہ تلاش کرنے اور صبر و صلوۃ سے استعانت کرنے اور آپس میں ایک دوسرے کا تعاون کرنے اور مدد کرنے کا حکم نہ فرمایا جاتا، اور طبرانی وغیرہ کی احادیث میں "اعینونی یا عباد اللہ" نہ وارد ہوتا اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک نابینا کو دعا میں یہ الفاظ تعلیم نہ فرماتے: "اللّٰھم انی اسئلك و اتوجه الیك بنبیك محمد الخ" یعنی اے اللہ میں تجھ سے تیرے نبی کے توسل سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں (ترمذی و نسائی و ابن ماجہ وغیرہ) بلکہ بندوں تک اپنے احکام پہنچانے کے لیے حضرت جبرئیل اور انبیا علیہم السلام کو واسطہ و ذریعہ نہ بناتا، گویا اسی نے ہمیں وسیلہ اور ذریعہ بنانا سکھایا، اس سے معلوم ہوا کہ دراصل استعانت حقیقی اللہ عزوجل ہی سے ہے اور انبیا و اولیا ان سے مدد چاہنے کا وسیلہ ہیں، ان کی طرف استعانت کی نسبت مجازاً کی جاتی ہے، اس قدر کے تو وہابیہ بھی قائل ہیں تو اصاغر کو بھی اس پر ایمان لانا چاہیے، دیکھو شیخ محمود الحسن صاحب اپنے ترجمہ قرآن کے فوائد میں لکھتے ہیں "اس آیت شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے، ہاں اگر کسی

www.waseemziyai.com

مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت اللہ تبارک و تعالیٰ ہی سے استعانت ہے"۔ (مطبوعہ مدینہ پریس بجنور) اور صاحب تفسیر حقانی اس موقع پر لکھتے ہیں کہ استمداد کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ جس سے مدد چاہتا ہے اس کو عالم اسباب میں ایک حیلہ اور امداد الٰہی کا مظہر جانتا ہے اور دراصل مدد کرنے والا خدا ہی کو سمجھتا ہے، دوسرا یہ کہ اس غیر کو مستقل جانتا ہے، قسم اول سے استمداد درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے استمداد ہے نہ اس کے غیر سے، اور دوسری قسم غیر سے ہے، اس لیے کہ قسم اول مباح ہے اور دوسری حرام ہے اور یہی ہمارا مقصود ہے، فقیر نے اصلاح بہشتی زیور اول میں استعانت و نداو غیرہ باتوں کا جن کو وہابیہ شرک کہتے ہیں مفصل ذکر اور معقول رد کیا ہے، اس کو دیکھنا چاہیے۔

توضیح: (۶) (اهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ) چونکہ گذشتہ آیت میں اقرار عبادت و استعانت کیا گیا تھا یہ اس کا بیان اور اظہار مدعا ہے کہ کس طرح استعانت کی جائے۔ ہدایت کے معنی راہ دکھانے یا مطلوب تک پہنچانے کے ہیں، عرف میں اس کا استعمال نیک کاموں کی طرف راہ دکھانے میں ہوتا ہے نہ برے کاموں کی طرف رہنمائی کرنے میں، اس لیے چوری اور بدکاری کی راہ دکھانے کو ہدایت نہیں کہا جائے گا۔ ہدایت کرنے کے مختلف طریقے ہیں: مثلاً اللہ تبارک و تعالیٰ کا کسی کے دل میں نیک بات کا ارادہ پیدا کرنا، اور اسے حواس ظاہری و باطنی اور عقل و شعور اور قوتِ ادراک و تمیز عطا کرنا جس سے وہ سیدھی راہ چلے اور بری راہ سے بچے، انبیا و اولیا و ائمہ علیہم السلام کو ذریعہ بندوں کو ہدایت کرنا اور کتابیں نازل کر کے ہدایت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اور صراط کے معنی راستہ اور مستقیم کے معنی سیدھے اور درمیان کے ہیں، تو آیت کا یہ مطلب ہوا کہ اے اللہ تو ہم کو سیدھا اور درمیانی راستہ چلا جس پر ہم چل کر تجھ تک پہنچیں، اِدھر اُدھر نہ بھٹکیں، اور وہ راستہ حدیث میں اس طرح بتایا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سیدھا خط کھینچ کر فرمایا یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا راستہ ہے، پھر اس کے دائیں بائیں چند خط کھینچے اور پھر فرمایا یہ وہ راستے ہیں جن کے ہر راستہ پر شیطان ہے کہ لوگوں کو ان کی طرف بلاتا ہے۔ پھر آیت ﴿أَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ﴾ الخ [الانعام: ۱۵۳] پڑھی، یعنی یہ میرا سیدھا راستہ ہے تم اس کی اتباع کرو اور اس پر چلو (مشکوۃ باب الاعتصام بالسنہ) گویا سیدھا خط جو ہے وہ صراط مستقیم اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے اور اس کے داہنے بائیں جو خطوط ہیں وہ شیطانی راستے ہیں، بندہ ان پر چل کر گمراہ ہو جاتا ہے۔ مفسرین کے اقوال اس بارے میں مختلف ہیں، ابن کثیر نے بروایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا کہ صراط مستقیم سے قرآن عظیم مراد ہے، ترمذی و دارمی کی حدیث میں بھی کتاب اللہ کو صراط مستقیم فرمایا گیا ہے، اور ترمذی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت کیا کہ صراط مستقیم سے دین اسلام مراد ہے، یہی قول بعض دیگر صحابہ و تابعین کا ہے۔ اور ابو العالیہ کہتے ہیں کہ صراط مستقیم سے مراد وہ راستہ ہے جس پر حضور اور آپ کے خلفائے راشدین ہیں (علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام) حدیث ما انا علیہ و اصحابی اسی پر دلالت کرتی ہے، بہرحال ان سب اقوال کا مفہوم ایک ہے، کیوں کہ جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا اتباع کیا وہ اسلام کا تابع ہوا، اور جو اسلام کا تابع ہوا وہ قرآن کا تابع ہوا، حاصل ان اقوال کا یہ ہے کہ صراط مستقیم طریق اہل سنت و جماعت ہے کہ یہ اسلام کی تمام ضروریات کو مانتے اور قرآن عظیم کی اتباع کرتے اور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم اور ان کی آل و اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سنت کی پیروی کرتے ہیں۔

توضیح: (۷) (صِرَاطَ الَّذِينَ أَنعَمتَ عَلَيهِم) یہ صراط مستقیم سے بدل ہے اور اس کی توضیح و بیان ہے، چوں کہ ہر مذہب والا یہ کہہ سکتا تھا کہ ہم راہ راست پر ہیں، اس لیے اس کی توضیح کر دی گئی، یعنی ہمیں تو ان لوگوں کے راستہ پر چلا جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ اور نعمت راحت کی چیزوں کو کہتے ہیں، خدا کی نعمت اور راحت و آرام کی پیدا کی ہوئی چیزیں بیشمار ہیں کوئی ان کا شمار نہیں کر سکتا ہے، ﴿وَإِن تَعُدُّوا نِعمَتَ اللَّهِ لَا تُحصُوهَا﴾ [ابراھیم: ۳۴]، اور جن کو خدا نے نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں انہیں بیان فرمایا گیا ہے: ﴿وَالرَّسُولَ فَأُولَـٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنعَمَ اللَّهُ عَلَيهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ

www.waseemziyai.com

وَالصَّالِحِيْنَ﴾[النساء:۶۹]،یعنی جس نے اطاعت کی رسول کی پس یہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین۔

توضیح: (۸)(غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ) یہ﴿الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ سے بدل ہے اور اس کی توضیح ہے، بعض نے اسے صفت قرار دیا ہے جو تکلف سے خالی نہیں، اور غضب کے یہاں مجازی معنی مراد ہوں گے یعنی غایت اور اثر غضب، نہ حقیقی معنی کہ ان کا اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا محال ہے، اور ضلال کے معنی گمراہی کے ہیں، یعنی سیدھے راستے سے بھٹک جانا، تو جس طرح ہدایت میں مراتب ہیں اسی طرح ضلالت میں بھی مراتب ہیں جو بڑی تفاسیر میں بیان کئے گئے ہیں، پس آیت کا یہ مطلب ہوا کہ اے اللہ تو ہمیں ان لوگوں کے راستہ پر چلا جن پر تو نے انعام واحسان فرمایا ہے، نہ ان لوگوں کی راہ پر جن پر غضب ہوا، اور نہ ان لوگون کی راہ پر جو سیدھی راہ سے بہک گئے۔ اور وہ لوگ کون ہیں ان کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، آیات قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغضوب علیہم سے یہود مراد ہیں جیسا کہ اس آیت میں ان کے حق میں فرمایا گیا ہے:﴿مَن لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ۔ سورۂ مائدہ، آیت ۶۰﴾ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت اور غضب فرمایا ہے، اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے:﴿قَدْ ضَلُّوا مِن قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيْرًا﴾ الخ[المائدۃ:۷۷] یعنی تحقیق پہلے سے وہ گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا۔ اسی کی تائید احادیث سے ہوتی ہے جیسا کہ ابن حبان نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ مغضوب علیہم یہود ہیں اور ضالین نصاریٰ ہیں، اور ترمذی کی حدیث میں بھی یہی الفاظ آئے ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عدی سے ارشاد فرمائے ہیں اور یہی حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عمرو ابن العاص، حضرت ابوذر، حضرت عبداللہ ابن عباس اور ابن مسعود وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال سے ثابت ہے۔ اور بعض نے کہا: ضالین سے مراد منافقین ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ مغضوب سے مراد گنہگار ہیں اور ضال سے جاہل اللہ تعالیٰ کو نہ جاننے والے مراد ہیں (سراج) حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ میں قرآن عظیم کے تمام معانی ومطالب ظاہری وباطنی جمع فرمائے ہیں گویا دریا کو کوزہ میں بھرا گیا ہے جن کا علم سوائے خواص کے عوام کو نہیں، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو ایک سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ بھر دوں (از افادات اعلیٰ حضرت قدس سرہ) غور تو کیجئے کہ ستر اونٹ پر کس قدر کاغذ آئے گا، اس میں کیا کیا علوم ظاہری وباطنی درج ہوں گے، تو جن غلاموں کے علم کا یہ حال ہے ان کے آقا جن پر قرآن نازل ہوا یعنی ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم کیسا اور کس قدر وسیع ہوگا۔ قیاس کن زگلستان من بہارم را۔ بظاہر اس سورت میں بسم اللہ سے لے کر ولا الضالین تک اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ تعلیم فرمائی ہے کہ اس طرح میرے نام سے برکت حاصل کیا کریں اور اس طرح میری حمد وثنا بیان کیا کریں۔ اور نہایت لطیف پیرائے میں بعض باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے، مثلاً ایاك نعبد کے بعد وایاك نستعین لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ عبادت بھی بغیر اعانت وتوفیق الٰہی کے ممکن نہیں ہے اس کے لئے بھی اللہ ہی سے مدد چاہی جائے، اور استعانت بھی اسی سے کرنا چاہیے جس کی عبادت کی جائے، گویا دونوں لفظ لازم وملزوم ہیں پھر اس کے بعد اهدِنَا الخ لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ دعا مانگنا عبادت ہے (ترمذی) بندوں کو عبادت کے بعد دعا کرنا چاہیے جیسا کہ احادیث میں بتایا گیا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول وفعل سے ثابت ہے اور دعا ایسی مانگنی چاہیے جو جملہ دینی ودنیوی چیزوں کے لیے کافی ہو، اور صِرَاطَ الَّذِيْنَ سے اس طرف اشارہ ہے کہ بندے کو نیک بندوں کے طریقہ پر چلنا اور ان کی صحبت سے مستفیض ہونا اور بروں کی صحبت اور ان کے طرز وطریقہ سے بچنا چاہیے، کہ نیکوں کی صحبت مفید اور بروں کی صحبت مضر ہوتی ہے، اور غَيْرِ الْمَغْضُوبِ الخ سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہود ونصاریٰ وغیرہ مستشرقین ومنافقین سے اور گمراہ فرقوں کے عقائد اور طریقوں سے بچنا اور ان سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ علاوہ اس کے سورۂ فاتحہ کے متعلق چند باتیں اور بھی ضروری ہیں: (۱) پہلا یہ کہ نماز میں سورۂ فاتحہ ختم کرنے کے بعد آہستہ آمین کہنا سنت ہے امام کو اور تنہا نماز پڑھنے والے کو، اور مقتدی

www.waseemziyai.com

کو بشرط سماعت مسنون ہے (درمختار) مسلم کی حدیث میں ہے: اذا قال الامام ولا الضالین ، فقولو اٰمین۔ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ بیہقی وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ جب میں الحمد کی قرات سے فارغ ہوا تو جبرئیل نے مجھے آمین کی تعلیم فرمائی، اور آمین کتاب پر مہر کرنے کے مثل ہے جیسا کہ ابوداؤد نے روایت کیا ہے، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا ہے کہ آمین اللہ تعالیٰ کی مہر ہے کہ اس نے اپنے بندہ کی دعا کو اس پر ختم فرمایا ہے (طبرانی وسراج و بیضاوی) (۲) دوسرا یہ کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا بلکہ قرآن عظیم پڑھتے وقت بسم اللہ سے پہلے اعوذ باللہ باتفاق علما سنت ہے: ﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ﴾ [النحل: ۹۸] استعاذہ کے الفاظ حدیثوں میں مختلف آئے ہیں مگر ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مذکورہ بالا الفاظ سے استعاذہ کیا جائے۔ (۳) تیسرا یہ کہ نماز میں الحمد للہ کا پڑھنا واجب ہے بغیر اس کے پڑھے ہوئے نماز ناقص واجب الاعادہ ہوگی، جیسا کہ مسلم کی حدیث میں آیا ہے مگر مقتدی کو امام کے پیچھے نہ پڑھنا چاہیے کہ امام کا پڑھنا اس کے لئے کافی ہے خواہ آواز سے پڑھے یا آہستہ سے، یہی مذہب ہمارے امام اعظم اور ان کے شاگردوں امام ابی یوسف و امام محمد اور بڑے بڑے صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ (۴) چوتھا یہ کہ حدیثوں میں بعض جگہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے کو فرمایا گیا ہے، وہاں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہنا چاہیے جیسے کسی بڑے کام کو شروع کرتے وقت بسم اللہ کے ساتھ الحمد للہ کہنا اور خطبہ جمعہ و عیدین و نکاح و وعظ و دعا شروع کرتے وقت اور کوئی چیز ملنے یا کوئی خوش خبری سننے یا کوئی حاجت پوری ہونے کے بعد، اور پاخانہ سے باہر آکر، سو کر اٹھنے کے بعد، کپڑا پہن کر اور کھانا کھانے کے بعد اور چھینکنے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہنا۔

www.waseemziyai.com

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّة بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰیاتھا ۲۸۶ رکوعاتھا ۴۰

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ف۱

الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ ﴿۲﴾

ف۱ وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں ف۲ اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو ف۳

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا

وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں ف۴ اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ ﴿۴﴾

اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں ف۵

توضیح سورہ بقرہ: اس سورت کا نام سورۂ بقرہ ہے، مدینے میں نازل ہوئی، اس میں دوسو چھیاسی آیتیں اور چالس رکوع ہیں، بقر گائے کو کہتے ہیں، چونکہ حضرت موسی علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل کو ایک واقعہ میں گائے ذبح کرنے کا حکم کیا گیا تھا وہ اس میں بیان کیا گیا ہے اس لئے اس کا نام سورۂ بقرہ رکھا گیا ہے، اور اسی نام سے یہ زمانہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں مشہور تھی اور قرآن عظیم کی سب سورتوں سے بڑی ہے، اور جس قدر احکام شرعیہ اس سے مستفاد ہیں اور کسی سورت سے نہیں، یہ مدینہ میں نازل ہونے والی سورتوں میں آخری سورت ہے۔ صحیح ترجمہ یہی ہے جو مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا ہے، بات یہ ہے کہ ذلك دور کی چیزوں کی طرف اور هذا قریب کی چیزوں کی طرف اشارہ کرنے کے لیے آتا ہے اور اردو میں ذلك کا ترجمہ وہ ہوتا ہے اور هذا کا ترجمہ یہ ہوتا ہے، چونکہ یہاں سوال پیدا ہوتا تھا کہ محل هذا لانے کا تھا ذلك کیوں لایا گیا، اس کے دفع کرنے کے لیے اکثر مترجمین نے ذلك کو بمعنی هذا مان کر اس کا ترجمہ "یہ کتاب" کیا جس سے ذلك کے اصلی معنی فوت ہو گئے اور اشارہ بھی صحیح نہ ہوا، اور مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذلك کو اصلی معنی پر مان کر اور بے ضرورت تاویل سے بچ کر اور دور سے بلند رتبہ قرار دیکر ترجمہ کیا (وہ بلند رتبہ کتاب) کہ جب کوئی شئی حد کمال کو پہنچ جاتی ہے وہ نہایت بلند رتبہ اور بہت دور شمار کی جاتی ہے، گویا هذا کی جگہ ذلك لانے میں قرآن عظیم کی عظمتِ شان و بلندیِ مکان کی طرف اشارہ ہے، یعنی وہ بلند رتبہ والی کتاب جو لوح محفوظ میں ہے اور اس کے اتارنے کا وعدہ کیا گیا تھا اور کتب سابقہ میں اس نزول کی خبر دی گئی تھی، اس ترجمہ میں جو خوبی ہے اہل علم ہی جانتے ہیں کہ لفظ اس کی حقیقی معنی پر رکھا ہے اور بے ضرورت تاویل نہ کی اور جو اعتراض اس پر واقع ہوتا تھا اسے دفع کیا، فتح المنان میں بھی ذٰلِكَ الْكِتَاب کا ترجمہ وہ کتاب ہے۔ واضح رہے کہ اس کی دو تین آیتیں مدنی نہیں ہیں۔ اور اس کو سورۂ فاتحہ کے بعد اس مناسبت سے ذکر کیا گیا ہے کہ سورۂ فاتحہ میں جو معانی و مضامین اجمالی طور سے ذکر کیے گئے ہیں ان کی تفصیل اس

www.waseemziyai.com

سورت میں کی گئی ہے۔

شان نزول: جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرما کر آئے تو یہاں یہود اور عیسایوں کا بہت زور تھا، تمام لوگ انہیں بزرگ جانتے تھے، ان کی عزت کرتے تھے، جب اسلام نے اپنی ضیاؤں سے مدینہ کو روشن کیا اور لوگ اس میں داخل ہونے لگے تو انہیں اسلام کی ترقی بہت ناگوار گذری کہ اس سے ان کی وجاہت میں فرق نظر آیا اور آمدنی میں کمی واقع ہوئی، اس لیے وہ اسلام کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے اور اسے مٹانے کا تہیہ کرلیا، ان سب کا سردار عبداللہ ابن ابی ابن سلول تھا جو بظاہر مع اپنے ساتھیوں کے مسلمان ہو گیا تھا اور باطن میں کافر تھا، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے منافق کہا، اسی وجہ سے انہیں مسلمانوں کو ستانے اور اسلام کو نقصان پہنچانے کا سہل موقع مل جاتا تھا کہ وہ بظاہر مسلمانوں سے ملے ہوئے تھے اور باطن میں کافر تھے اور نئے مسلمانوں کے دل میں نئے نئے شک وشبہات ڈالتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ وہ کتاب نہیں ہے جس کی خبر آسمانی کتابوں میں دی گئی ہے اور اس قسم کے شبہات پیدا کرنے والا مالک ابن صیف یہودی تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کا پردہ فاش کرنے اور اسلام اور مسلمانوں کو ان کے ضرر ونقصان سے بچانے اور ان کے شکوک وشبہات کو دور اور اعتراضات کو دفع کرنے کے لیے یہ سورت نازل فرمائی اور پہلے ان کے شک کو الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ الخ سے دور کیا، چار آیتیں مسلمانوں کی تعریف میں اور دو آیتیں کافروں کی مذمت میں اور نو آیتیں منافقوں کے حال میں نازل فرمائیں کہ اس وقت یہی دو گروہ اسلام ومسلمین کے دشمن تھے، فضل وشرف اس سورۂ پاک کا احادیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جس گھر میں یہ سورت پڑھی جاتی ہے اس سے شیطان بھاگتا ہے (مسلم) انہیں کی دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ وسورۂ آل عمران پڑھو کہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے سر پر سایہ کیے ہوں گی اور ان کی شفاعت میں جھگڑا کریں گی، سورہ بقرہ کو پڑھو کہ اس کو پڑھنا برکت ہے اور نہ پڑھنا حسرت ہے، ہر شی کے لیے رفعت وبلندی ہوتی ہے اور رفعت وبلندی قرآن کی سورۂ بقرہ ہے (دارمی) بخاری ومسلم کی روایت میں ہے کہ اسید بن حضیر ایک رات سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے، ان کا گھوڑا ان کے پاس بندھا تھا کہ یکا یک وہ بھڑکا، اس کے دیکھنے کے لیے خاموش ہوئے تو وہ بھی خاموش ہوگیا، تین بار ایسا ہی ہوا کہ جب وہ پڑھتے گھوڑا بھڑکتا اور جب وہ چپ ہوجاتے تو وہ بھی چپ ہوجاتا، آخر میں وہ باہر نکلے اور آسمان کی طرف نظر کی دیکھا کہ سائبان کی طرح بہت سے چراغ ڈھانکے ہوئے ہیں پھر وہ غائب ہوگئے، صبح کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آکر واقعہ عرض کیا فرمایا یہ فرشتے تھے تیری آواز سن کر آئے تھے اگر تو صبح تک پڑھے جاتا تو وہ بھی صبح تک رہتے اور لوگ انہیں دیکھتے، پڑھا کرے ابن حضیر! پڑھا کرے ابن حضیر! پڑھا کرے ابن حضیر! اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے اس کے سننے کو فرشتے آتے ہیں اور اسے ڈھانک لیتے ہیں۔ الٓمّٓ، الف، لام، میم، جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے کتاب اللہ تعالیٰ سے ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی اور اس کی نیکی کا ثواب دس گنا ہے، لیکن میری مراد یہ نہیں ہے کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف، میم ایک حرف ہے (مشکوۃ) الٓمّٓ اور اس کے مثل جو حروف سورتوں کے اول میں آئے ہیں ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں، یہ انتیس سورتوں میں آئے ہیں، تکرار حذف کرنے کے بعد وہ چودہ رہتے ہیں، یہ متشابہات قرآنی ہیں ان کے معنی ومراد سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوئی نہیں جانتا کہ وہ خدا اور رسول کے درمیان رموز واسرار ہیں، ان سے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی مراد ہو وہ حق ہے، اس پر ایمان لانا فرض ہے، اسی لئے اوائل سور میں لایا گیا ہے کہ ہم ان پر ایمان لائیں اور ان کے معنی کی ٹٹول نہ کریں کہ احادیث میں ان کی ممانعت آئی ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہر کتاب میں سر ہے اور اللہ کے سر قرآن میں اوائل سور ہیں، داؤد ابن ابی الہند نے شعبی سے سورتوں کے شروع کے حرفوں کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا: اے داؤد ہر کتاب کے لئے سر ہے اور قرآن عظیم کے سر شروع سورتوں کے حروف ہیں انہیں چھوڑ دے اور ان کے سوائے اور باتیں پوچھ (سراج) علاوہ ان کے قرآن عظیم میں

www.waseemziyai.com

اور بھی متشابہات ہیں، اور عذاب قبر کی کیفیت، شہیدوں کے حیات، جنت ودوزخ وغیرہ کا حال بھی متشابہات سے ہے وہ سب حق ہیں اور مسلمانوں کو ان پر ایمان لانا واجب ہے، اگر چہ الم حروف مقطعات سے ہے اور اس کے معنی میں اقوال علماء مختلف ہیں مگر محققین اس پر متفق ہیں کہ یہ حروف تہجی کے اسما ہیں جن سے کلام مرتب ہوتا ہے، انہیں سورتوں کے شروع میں لانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ جن حروف سے ہمارا کلام مرکب ہے یہی تمہارے کلام کا مادہ ہے اور تم انہیں سے اپنا کلام مرکب کرتے ہو باوجود اس کے تم اس کی مثل لانے سے عاجز رہے تو یقیناً یہ معجزہ اور کلام الٰہی ہے (حقانی و بیضاوی) حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی کہ متشابہات سے بعض امور کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسا کہ الم میں الف سے آلاء اللہ، لام سے لطف، اور میم سے ملک اللہ کی طرف اشارہ ہے اور انہیں سے ہے کہ الف سے اللہ، لام سے جبرائیل اور میم سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے، یعنی قرآن اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے بذریعہ جبرائیل علیہ السلام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور انہیں سے ہے کہ الف سے انا لام سے اللہ میم سے اعلم کی طرف اشارہ ہے یعنی (انا اللہ اعلم ، کذا فی تفسیرہ وغیرہ) بعض کہتے ہیں کہ وہ اسمائے قرآن ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ اسمائے سور ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسمائے مبارکہ ہیں (بیضاوی) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

(۲) یعنی اس بلند مرتبہ والی کتاب میں کوئی شک کی جگہ نہیں ہے، آیت میں ھذا کی جگہ ذالک لانے میں قرآن عظیم کی عظمت و بلندی کی طرف اشارہ ہے کہ جب کوئی شے حد کمال کو پہنچ جاتی ہے تو وہ نہایت بلند مرتبہ اور بہت دور شمار کی جاتی ہے، اور الف لام کتاب پر عہدی ہے اور اس کا اطلاق لکھے ہوئے پر آتا ہے اور جو ذہن میں حاضر ومرتب ہو اس پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے کہ اس میں صلاحیت لکھے جانے کی ہوتی ہے، اس لیے قرآن عظیم پر کتاب کا اطلاق کیا گیا ہے اگر چہ وہ اس وقت لکھا ہوا نہ تھا، اور عرف شرع میں کتاب سے مطلقاً قرآن عظیم مراد ہوتا ہے، اور ریب کے معنی شک وشبہ کے ہیں وہ ذلک کی خبر ہے، اس میں جو شک وشبہ کی نفی کی گئی ہے اس کے معنی یہ نہیں ہے کہ کسی کو اس میں شک وشبہ نہیں ہے بلکہ یہ معنی ہے کہ قرآن عظیم اپنے مضامین واضحہ اور دلائل وبراہین ساطعہ کی وجہ سے محل شک وشبہ نہیں ہے اور کوئی عقل سلیم رکھنے والا ان میں غور وتامل کرنے کے بعد اس میں شک نہیں کر سکتا سوائے معاند ومتعصب کے یا ضدی و ہٹ دھرم کے، تو آیت کے یہ معنی ہوئے کہ وہ بلند رتبہ کتاب ہے جس کا ذکر کتب سابقہ میں آیا ہے اور آیت ﴿إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا﴾ [المزمل:۵] میں جس کا وعدہ کیا گیا ہے اس کے سچا اور من جانب اللہ ہونے میں عقل سلیم رکھنے والوں کو کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

(۳) یعنی ہدایت ہے وہ کتاب خدا سے ڈرنے والوں کو، یہ ذلک کی دوسری خبر ہے، اور متقی وہ لوگ ہیں جو خدا سے ڈرتے اور اس کے اوامر پر عمل کرتے اور نواہی سے بچتے ہیں بلکہ شبہات سے بھی پرہیز کرتے ہیں جن کو عرف میں پرہیز گار کہا جاتا ہے، اور ہدایت کو ان کے ساتھ اس لیے خاص کیا گیا ہے کہ وہ قرآن عظیم سے زیادہ تر نفع اٹھاتے ہیں اگر چہ قرآن عظیم ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ [البقرۃ:۱۸۵] سب کو ہدایت کرنے والا ہے، انہیں خاص طور پر ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر چہ قرآن عظیم سے ہر شخص مستفیض ہو سکتا ہے لیکن حقیقت میں اس سے وہی لوگ مستفیض ہوتے ہیں جو سعید ازلی ہیں اور استعداد وصلاحیت اس سے مستفیض ہونے کی رکھتے ہیں، نہ بد بخت ازلی جن میں استعداد وقابلیت اس سے مستفیض ہونے کی نہیں ہے تو یہ ان کی استعداد کا قصور ہے نہ کہ کتاب کا (حقانی) متقین کے معنی مختلف طور سے بیان کیے گئے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ متقی سے مراد وہ مومن ہیں جو شرک سے بچتے ہیں اور اطاعت الٰہی کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ تقوی یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو کسی سے اچھا نہ جانے، حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ متقی وہ ہیں جو حرام سے بچتے اور فرائض ادا کرتے ہیں یہی قول عمر ابن عبدالعزیز کا ہے، حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں کہ متقی وہ لوگ ہیں جو شرک وبت پرستی سے بچتے اور خالص خدا ہی کی عبادت کرتے ہیں، حضرت ابی ابن کعب فرماتے تھے کہ

www.waseemziyai.com

متقی کی حالت ایسی ہے جیسے کوئی شخص دامن سمیٹ کر کسی خاردار راستہ سے نکل جائے، حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کامل تقوی یہ ہے کہ بندہ خدا کے خوف سے ان چیزوں کو بھی ترک کردے جن میں حرام ہونے کا شبہہ ہو کہ شاید یہ چیزیں اس کے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے درمیان حجاب ہو جائیں، یہی معنی ایک جماعت علمائے تابعین سے مروی ہیں، ان کے علاوہ تقوی کے معنی اور بھی آئے ہیں مآل کار سب کا ایک ہی نکلتا ہے۔ درحقیقت عرف شرع میں تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ بندہ دنیا میں ان چیزوں کو ترک کردے جو اس کے لیے آخرت میں مضر ہوں اور اس کے تین درجے ہیں: اول شرک وکفر سے بچنا کہ دائمی عذاب سے محفوظ رہے، اس اعتبار سے ہر مومن غیر شرک کو متقی کہا جاسکتا ہے۔ دوسرا ہر صغیرہ کبیرہ گناہ سے بچنا، تیسرا سوائے خدا کے کسی کا خیال دل میں نہ لانا۔ یہ حقیقی تقوی ہے، اور انبیاء واولیا وغیرہ خاصان خدا کے ساتھ خاص ہے۔ آیت سے یہ تینوں معنی مراد ہوسکتے ہیں اور قرآن عظیم ان سب باتوں کا ہادی ہے۔ (سراج وبیضاوی)

توضیح (۴): یہ متقیوں کا بیان ہے، یعنی متقی وہ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، اپنے عقائد درست رکھتے ہیں، نماز قائم رکھتے ہیں اور ہم نے جو دیا ہے وہ اس میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں، آیت کریمہ کے تین جز ہیں، ان کی تفصیل بھی کرنا ضروری ہے تاکہ اچھی طرح آیت کا مطلب سمجھ میں آجائے، اس کا اول جز یومنون بالغیب ہے اور یہ متقیوں کی پہلی صفت ہے اور ایمان کے معنی صرف تصدیق قلبی کے ہیں، یعنی کسی چیز کو دل سے سچا جاننا اور اس کا یقین کرنا ہے جن کا دینی ہونا قطعی طور سے ثابت ہو قرآن عظیم سے، حدیث متواترہ سے یا اجماع سے، جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، انبیا کی بعثت، آسمانی کتابوں کا نزول، ملائکہ کا وجود، اور حشر ونشر، حساب وکتاب، جزا وسزا، اور ایمان ایک نور ہے جو دل میں واقع ہوتا ہے۔ پھر اس کے دو درجے ہیں: ایک ایمان اجمالی، دوسرا ایمان تفصیلی، ایمان اجمالی یہ ہے کہ مجمل طور سے بلا تفصیل دین محمدی کی باتوں کو حق جاننا اور صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھنا۔ اور ایمان تفصیلی یہ ہے کہ جس قدر باتیں شرع سے یقیناً ثابت ہیں اور اللہ ورسول نے انہیں بتایا ہے ان کو تفصیل وار سچا جاننا اور ان پر ایمان لانا، تو جو ان پر ایمان نہ لائے، ان کا انکار یا تکذیب کرے وہ مومن نہیں کافر ہے، پس ایمان کی ماہیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے جیسا کہ آیت: ﴿وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾ [النحل:۱۰۶] وغیرہ سے معلوم ہو رہا ہے، خواہ یہ تصدیق اس کی ماں باپ وغیرہ کی تقلید سے ہو یا اپنی تحقیق سے استدلالی ہو یا کشفی، یہ سب محققین کے نزدیک معتبر ہے، البتہ احکام شرعی جاری کرنے کے لیے زبان سے اقرار کرنا بھی شرط ہے، اور ایمان کو کامل کرنے کے لیے اعمال صالحہ بھی ضروری ہیں، تو جو کوئی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرے اور اس کے ساتھ اعمال صالحہ بھی کرے وہ بالاتفاق کامل مومن ہے۔ اور جو دل سے تصدیق زبان سے اقرار کرے مگر اعمال صالحہ نہ کرے وہ جمہور اہل سنت کے نزدیک فاسق مومن ہے مومن کامل نہیں، اور جو صرف زبان سے اقرار کرے کلمہ پڑھے مگر دل سے تصدیق نہ کرے وہ کافر منافق ہے۔ اور جو نہ دل سے تصدیق نہ زبان سے اقرار کرے بلکہ تکذیب وانکار کرے وہ کافر مجاہر ہے۔ اور غیب مصدر ہے، یہاں اس کو مبالغہ کے طور پر بمعنی غائب استعمال کیا گیا ہے، اور اس سے مراد وہ پوشیدہ چیزیں ہیں جو بداہت عقل وحواس سے معلوم نہ ہو سکیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ ان پر کوئی دلیل قائم نہ ہو جیسا کہ آیت ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾ [الانعام:۵۹] سے مراد ہے۔ جس کی تصدیق اجمالی طور سے کی جائے اسے تصدیق اجمالی کہا جاتا ہے، دوسرا یہ کہ اس پر دلائل موجود ہوں لیکن وہ مشاہدے میں نہ آتی ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور روز جزا وغیرہ جن پر اللہ ورسول کے فرمانے پر ایمان لایا جاتا ہے، اگر یہ چیزیں کسی مشاہدہ میں آجائیں تو وہ غائب نہ رہیں۔ (بیضاوی) اسی لیے جان نکلتے وقت کا ایمان معتبر نہیں کہ اس وقت ملائکہ اور جنت ودوزخ جو آنکھوں سے غائب ہیں دکھائی دیتے ہیں انہیں دیکھ کر وہ ایمان لاتا ہے تو وہ ایمان یاس ہوا نہ ایمان بالغیب، اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بعد کے لوگوں کے ایمان کی قدر کی ہے اور ان کے ایمان کو اپنے دیکھنے والوں کے ایمان پر ترجیح دی ہے کہ وہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر ایمان لائے اور یہ بغیر دیکھے ایمان لائے جیسا کہ امام احمد وطبرانی وبزار وابویعلی کی احادیث میں آیا ہے، اور ابوداؤد

www.waseemziyai.com

طیالسی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک شخص سے کہا کہ میں تجھے خوش خبری سناتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خوش حالی ہے اس کو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اسے خوش حالی ہے جو مجھ کو بغیر دیکھے ایمان لایا (تفسیر عزیزی وحقانی) تو اس وجہ سے ہمارا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانا بالغیب ہوا، اور جس کے مشاہدہ میں وہ چیز ہوگی اور وہ اس کا یقین کرے گا اس کو ایمان بالغیب نہیں کہا جائے گا، اسی لئے غیب کی تعریف ماغاب عن الناس کی گئی ہے، یعنی جو شی لوگوں سے غائب ہو وہ غیب ہے اور جو غائب نہ ہو وہ غیب نہیں تو جو چیزیں ہماری عقل وحواس سے پوشیدہ ہوں اور ہم ان کا ادراک نہ کر سکیں اور دوسرا ان کو اپنے عقل وحواس سے درک کر سکے وہ چیزیں بہ نسبت اس دوسرے کے علی حسب مراتب غیب نہ ہوں گی۔

﴿وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ﴾ [البقرۃ:۳]: یہ آیت کا دوسرا جز ہے اور متقیوں کی دوسری صفت ہے، اور نماز قائم رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی مداومت وحفاظت کی جائے مع اس کے شرائط وارکان وفرائض وواجبات وسنن ومستحبات کے اور ہمیشہ اسے پورے طور سے باطمینان خشوع وخضوع اور ذوق وشوق سے پڑھا جائے، اور اس سے پانچوں وقت کی نماز مراد ہے نہ ایک وقت کی جیسا کہ ﴿أُنْزِلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ﴾ [البقرۃ:۲۱۳] میں کتاب سے کتب مراد ہیں، اور اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ تقوی کسی کی میراث نہیں ہے بلکہ وہ کسبی ہے جو ایسے کام کرے گا وہ متقی ہوگا اور جو نہ کرے گا وہ متقی نہ ہوگا خواہ وہ کوئی ہو، دوسرا یہ کہ صرف ایک بار ایسے کام کرنے سے بھی متقی نہ ہوگا بلکہ عمر بھر انہیں کرنے سے متقی ہوگا کہ اس کے تجدد وحدوث پر جملہ فعلیہ لانا دلالت کرتا ہے، چونکہ نماز تمام اعمال صالحہ سے مقدم ہے اور اس میں دوسری عبادت کے اوصاف بھی پائے جاتے ہیں اور اس میں امیر وغریب اور مرد وعورت شریک ہیں اس لیے اسے مقدم کیا، اور ایمان تمام اعمال کی جڑ ہے بغیر ایمان کے کوئی عمل کارآمد نہیں۔ (حقانی)

﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ﴾ [البقرۃ:۳] یہ آیت کا تیسرا جز ہے اور متقیوں کی تیسری صفت ہے، اور رزق عرف عام میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے نفع اٹھایا جائے، اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے یا تو زکوۃ دینا مراد ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ سے مروی ہے، کیوں کہ زکوۃ افضل الصدقات ہے اور اسے قرآن میں نماز کے ساتھ ذکر کیا گیا، یا اس سے عام صدقات مراد ہیں جس میں نفقہ اہل وعیال وادائیگی حقوق اعزہ واقارب وخرچ ایصال ثواب اموات وغیرہ امور خیر داخل ہیں جیسا کہ انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری روایت سے اور عبداللہ ابن مسعود وغیرہ بعض صحابہ کرام کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے اہل وعیال کا نفقہ مراد ہے، اور ابن جریر کہتے ہیں کہ مال سے جو شرعی حقوق متعلق ہیں وہ مراد ہیں خواہ وہ زکوۃ ہو یا مصارف متعلقین یا ادائے حقوق اعزو اقارب بلکہ رزقنا ھم سے تمام ظاہری وباطنی نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہیں مراد لینا اور یُنفِقُون سے عام صدقات مراد لینا بہت اچھا ہے، جیسا کہ طبرانی کی حدیث سے مفہوم ہو رہا ہے کہ جو شخص علم حاصل کرتا ہے اور اس کو ذکر نہیں کرتا یعنی دوسروں کو اس سے نفع نہیں پہنچاتا ہے وہ مثل اس شخص کے ہے جو خزانہ جمع کرتا ہے اور اسے خرچ نہیں کرتا، اس سے معلوم ہوا کہ جو علم وہنر فضل وکمال اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اس سے مخلوق کو نفع پہنچانا چاہیے، (سراج وبیضاوی) اور من تبعیضہ لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہم نے جو دولت ونعمت تمہیں دی ہے اس میں سے تھوڑا سا راہ خدا میں بھی صرف کرو نہ سب، کہ خود محتاج ہو اور اسراف نہ کرو، اور جو باطمینان خاطر سب مال راہ خدا میں خرچ کر سکتے ہو تو کرو جیسا کہ ایک بار صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا تمام مال ونقد راہ خدا میں صرف کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں منع نہ فرمایا کہ راہ خدا میں خرچ کرنا اسراف نہیں (سراج)

(۵) اگرچہ ﴿يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ﴾ [البقرۃ:۳] سے جملہ کتب سماویہ پر اور آخرت پر ایمان لانا سمجھا جا رہا تھا مگر اس آیت میں بطور تخصیص بعد تعمیم ذکر کیا گیا تا کہ یہود ونصاریٰ کا رد ہو جائے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم بھی آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ یعنی متقی وہ ہیں جو قرآن عظیم، تورات، انجیل اور زبور وغیرہ کتب سماویہ پر ایمان لائے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں نہ وہ کسی ایک کتاب پر ایمان لائے

www.waseemziyai.com

أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝٥ إِنَّ

وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے۔ ف۶ بے شک

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ

وہ جن کی قسمت میں کفر ہے انھیں برابر ہے چاہے تم انھیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ

لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٦ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى

ایمان لانے کے نہیں۔ اللہ نے اُن کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی

ع ۱ وقف لازم

اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝٧ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ

آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب۔ ف۷ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝٨ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ

ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں۔ فریب دیا چاہتے ہیں اللہ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝٩ فِيْ

اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انھیں شعور نہیں۔ اُن کے

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا

دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے اُن کی بیماری اور بڑھائی اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے، بدلا

كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝١٠ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ

اُن کے جھوٹ کا ف۸ اور جو اُن سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو

قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝١١ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ

تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں۔ سنتا ہے! وہی فسادی ہیں

باقی پر ایمان نہ لائے، بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت عبداللہ بن سلام اور ان کے مثل مومنین اہل کتاب کے بارے میں ہے اور وہ جملہ متقین میں داخل ہیں یہ قول عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے یا اس کا عطف متقین پر ہے تو یہ معنی ہوں گے: قرآن ہدایت ہے متقیوں کے لیے اور دوسرے دین والوں کے لیے (بیضاوی)

تنبیہ: مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ سے عام وحی مراد ہے خواہ وہ متلو ہو یعنی جبرئیل اسے اللہ کی جانب سے بالفاظ مقررہ لائے ہوں، یا غیر متلو ہو یعنی بلا توسط جبرئیل و بلا الفاظ مقررہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب میں القا ہوئی ہو یا بذریعہ کشف وغیرہ معلوم ہوئی ہے اور حضور نے اسے ظاہر فرمایا ہو اس سب پر ایمان لانا واجب ہے، اور مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ سے مراد وہ کتابیں اور صحیفے ہیں جو حضور سے پہلے انبیا پر نازل ہوئے ان سب پر ایمان لانا لازم ہے نہ کہ ان پر عمل کرنا، ان کی تعداد مفسرین نے ایک سو چار لکھی ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے اوصاف بیان کرنے کے بعد ان کا ثمرہ و نتیجہ اس آیت میں ذکر فرمایا ہے کہ یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے

www.waseemziyai.com

ہیں، یعنی دین و دنیا میں وہ کامیاب ہیں کہ دنیا میں انہیں ہدایت نصیب ہوئی گمراہی سے بچے اور عقبیٰ میں انہیں جنت اور اس کی نعمتیں اور دیدار الٰہی ملے گا اور دوزخ سے محفوظ رہیں گے۔

(۷) اللہ تعالیٰ جب اہل سعادت کا حال و مآل بیان کر چکا تو اہل شقاوت کا حال و مآل بیان کرتا ہے تا کہ عقل مند لوگ اہل سعادت کے حال و مآل معلوم کر کے اس کی طرف مائل و راغب ہوں اور اہل شقاوت کے حال و مآل سے خبردار ہو کر ان سے بچیں اور نفرت کریں، اہل شقاوت میں دو طرح کے لوگ تھے، ایک جو کھلے کافر تھے اور دوسرے وہ جو ڈھکے چھپے کافر تھے، ان میں سے اول گروہ کا حال ان کے بعد کی آیتوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ جو لوگ کافر ازلی ہیں ان کو تم کتنا ہی عذاب سے ڈراؤ لیکن وہ ہدایت نہیں پا سکتے اور راستہ پر نہیں آسکتے وہ کفر و معاصی ہی کو پسند کریں گے، کیوں کہ ان میں استعداد و صلاحیت حق و ہدایت قبول کرنے کی نہیں ہے، ان پر نور الٰہی نہیں پڑا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے کہ حق ان میں کسی راستہ داخل نہیں ہو سکتا اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے کہ سیدھا راستہ نہیں دیکھ سکتے، حق بات نہیں سن سکتے، عقل و حواس سے دریافت نہیں کر سکتے، انہیں تمہاری تبلیغ کچھ نفع نہ دے گی، ان کی جبلی عادت کو نہ بدلے گی، حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ظلمت یعنی اندھیرے میں پیدا فرمایا پھر ان پر نور ڈالا جس پر نور پڑا اس نے ہدایت پائی اور جس پر نور نہ پڑا وہ گمراہ ہوا، (احمد و ترمذی) پس جس پر نور الٰہی پڑا وہ اہل سعادت کہلائے اور جن پر نور الٰہی کا سایہ نہ پڑا وہ کافر و منافق کہلائے (حقانی ملخصاً)

تنبیہ: اس آیت میں ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ [البقرة:٦] سے جملہ کفار مراد نہیں ہیں بلکہ وہ کفار مراد ہیں جو شقی ازلی تھے، علم الٰہی میں وہ ایمان لانے والے نہ تھے، ان کو اتمام حجت اور فرض منصبی ادا کرنے کے لیے احکام الٰہی سنائے جاتے تھے کہ اگر اس سے انہیں فائدہ نہ ہوگا تو ان کے غیروں کو تو ہوگا اور مبلغ کی تبلیغ بے فائدہ نہ ہوگی، اور اس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر یہ اشقیا ایمان نہیں لاتے تو اس کا غم نہیں کرنا چاہیے، تمہاری تبلیغ بے کار نہیں ہے اس کا ثواب تمہیں ملے گا جیسا کہ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ سے مفہوم ہو رہا ہے کہ ڈرانا اور نہ ڈرانا بہ نسبت ان کے برابر نہ بہ نسبت آپ کے، اسی لئے علیہم فرمایا گیا نہ علیک اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد نزول آیت بھی تبلیغ فرماتے رہے۔ (عزیزی)

(۸) ظاہری کفار کا حال بیان کرنے کے بعد چھپے کافروں یعنی مدینہ کے منافقوں کا حال بیان کیا جاتا ہے، نفاق کئی قسم کا ہوتا ہے: **اول** یہ کہ بظاہر اسلام لائے اور باطن میں کافر رہے، **دوسرا** یہ کہ باطن میں منکر تو نہ ہو مگر یقین بھی نہ رکھتا ہو متردد و مذبذب، **تیسرے** یہ کہ یقین ہو مگر پورا نہ ہو کسی لالچ یا عزت و وجاہت دنیوی او، خواہش نفس کی وجہ سے وہ منافع دنیا کو ایمان پر مقدم سمجھتا ہو، دنیا کی خاطر اسلام کا مقابلہ کرتا ہو اور اہل اسلام کی بربادی میں لگا ہو، یہ تینوں گروہ سخت کافر ہیں، **چوتھا** یہ کہ قول ان کا فعل کے مطابق نہ ہو زبان سے کچھ کہے اور دل میں کچھ اور کہتا ہو جس کو تقیہ کہتے ہیں جو نفاق کا شعبہ ہے اور روافض کا طریقہ ہے مگر کفر نہیں ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ منافق قبیلہ اوس اور خزرج کے بعض لوگ تھے اور یہی قول ابو العالیہ اور حسن بصری و قتادہ و سدی وغیرہ کا ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) یہ لوگ اپنا جان مال بچانے کے لیے زبان سے کہتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں، ہم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ ایمان نہیں لائے اور نہ لا سکتے ہیں، وہ اپنے نزدیک اللہ اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور واقع میں انہیں دھوکہ نہیں دیتے، اس کا وبال ان کی طرف لوٹے گا، کیونکہ مسلمانوں کو ان کے فریب سے خبردار کر دے گا اور انہیں دنیا میں رسوا کر دے گا اور عقبیٰ میں عذاب دردناک دے گا، اس بات کو وہ محسوس نہیں کرتے ہیں کہ اس کا وبال انہیں کی طرف لوٹے گا، ان کے دلوں میں شک اور نفاق کا مرض ہے پس اللہ نے ان کے مرض کو اور زیادہ کیا کہ جب کوئی آیت نازل ہوئی انہوں نے انکار کیا پس ان کا مرض بڑھا اور جوں جوں اسلام کی ترقی ہوتی گئی ان کی بیماری بڑھتی گئی۔ اور والذین آمنوا سے صحابہ کرام مراد

www.waseemziyai.com

وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ

مگر انھیں شعور نہیں۔ ف۹ اور جب اُن سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور

النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ

لوگ ایمان لائے ہیں تو کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں سنتا ہے! وہی

السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا

احمق ہیں مگر جانتے نہیں ف۱۰ اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں

ہیں اور یکذبون سے جھوٹا دعویٰ اسلام مراد ہے جو آمنا باللہ میں کر چکے ہیں، وہ اپنے گمان میں خدا کو فریب دیتے ہیں یعنی رسول خدا کو فریب دیتے ہیں۔

تنبیہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنا اور فریب دینا مطلقاً ناجائز گناہ ہے جیسا کہ آج کل کے لوگ اکثر اپنے نفع کی خاطر لوگوں کو فریب دیتے اور جھوٹ بولتے ہیں لیکن تعریض کذب گناہ نہیں بعض جگہ اس کی اباحت آئی ہے جیسا کہ طبرانی کی حدیث میں آیا ہے کہ ہر جھوٹ کا گناہ اس پر ہوتا ہے مگر جہاد میں، عورت کو راضی کرنے کے لیے، اور دو مسلمانوں میں صلح کرانے میں جھوٹ بولنا گناہ نہیں ہے، انہی کی حدیث میں ہے: سب جھوٹ گناہ ہیں مگر اسلام و مسلمین سے ضرر دفع کرنے، انہیں نفع پہنچانے کے لئے بولا جائے تو گناہ نہیں (سراج) اصل میں جھوٹ کا مدار و مقصود نیت پر ہے اگر کسی نیک مقصود کے لیے بہ نیت خیر بولا جائے گا تو مباح ہوگا ورنہ حرام و گناہ۔ اور منافق بدترین قسم کفار کی ہے، اسی لیے ان کا عذاب بھی بہت زیادہ ہوگا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ [النساء:۱۴۵] اور مراد ان سے عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھی اور امثال ہیں۔ یوم آخر زندہ ہونے کے وقت سے جنت و دوزخ میں داخل ہونے تک کا وقت مراد ہے، اور ﴿عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾ [البقرۃ:۱۰] سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ بندہ مجبور نہیں بااختیار ہے، کفار نے جو باتیں اختیار کیں وہ ان کی خود اختیاری ہیں اس پر انہیں سزا دی جائے گی کہ خدا ظالم نہیں ہے جو کسی بے قصور کو سزا دے۔

(۹) حضرت عبداللہ ابن عباس و حضرت عبداللہ ابن مسعود اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں کہ آیت میں فساد سے مراد کفر و معصیت پھیلانا ہے، اور ابوالعالیہ، مجاہد اور قتادہ کا قول اسی کے قریب ہے، اور ابن جریر کہتے ہیں کہ جب منافقوں نے زمین پر خدا کی نافرمانی کی اور اس کے اوامر و نواہی پر عمل نہ کیا، اسلام کی حقانیت پر شک کیا، مسلمانوں کو جھوٹا قرار دیا، کفار کی امداد کی اور انہیں ایمان لانے سے روکا تو اس سے ملک میں فساد پھیلا جس کو وہ اصلاح سمجھتے اور عیب کو ہنر جانتے تھے اور نصیحت اور نیک بات ماننے کو حماقت اور بیوقوفی سے تعبیر کرتے تھے جیسا کہ اگلی آیت میں ہے۔

(۱۰) اس آیت میں بھی منافقوں کا حال بیان کیا گیا ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایمان لے آؤ، دوسروں کی طرح نیک بنو، فتنہ و فساد پھیلانا چھوڑ دو، تو وہ کہتے کیا ہم احمقوں کی طرح بے دیکھی چیز پر ایمان لے آئیں، موہوم کو غیر موہوم پر ترجیح دیں؟ خدا ان کے رد میں فرماتا ہے کہ واقع میں وہ احمق ہیں مگر وہ جانتے نہیں جو ایسا کہتے ہیں اور فانی کو غیر فانی چیزوں پر اختیار کرتے ہیں، عقلمند وہی ہیں جو دنیا پر آخرت کو اختیار کرتے ہیں کہ دنیا کی چیزیں فانی اور زائل ہونے والی ہیں اور آخرت کی چیزیں باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہیں اور وہ ایمان لانے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

www.waseemziyai.com

اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ

ہم ایمان لائے، اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم تو یوں ہی

مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ

ہنسی کرتے ہیں اللہ ان سے استہزا فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں

يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا

بھٹکتے رہیں۔ ف۱۱ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی تو

رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ

ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے ف۱۲ اُن کی کہاوت اس کی طرح

(۱۱) یعنی منافق جب مسلمانوں سے ملتے تو کہتے کہ ہم تمہارے ساتھ تمہاری طرح ایمان لائے ہیں اور جب اپنے شریر سرداروں سے اکیلے میں ملتے تو کہتے کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم تو مسلمانوں کے ساتھ اسلام ظاہر کر کے مسخرہ پن کرتے ہیں۔

تنبیہ: استہزا کے معنی مسخرہ پن کرنے کے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا کفار کے ساتھ استہزا کرنا یہ ہے کہ وہ انہیں ان کے تمسخر کی سزا دیتا ہے اور دنیا میں انہیں ڈھیل دے رکھی ہے اور آخرت میں ان سے اس طرح مسخرہ پن کیا جائے گا کہ ان کی طرف جنت کا دروازہ کھولا جائے گا جب وہ اس کی طرف دوڑیں گے تو وہ بند کر دیا جائے گا تو مسلمان ہنسیں گے جس کی طرف ﴿فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ﴾ [المطففین: ۳۴] میں ارشاد فرمایا گیا ہے (ابن عباس و بیضاوی و سراج) شروع میں اپنی طرف سے استہزا کرنا جہالت سے تعبیر کیا گیا جیسا کہ اسی سورت میں آگے آئے گا مگر یہاں عین حکمت و محبت پر مبنی ہے کہ وہ محبوبان خدا سے استہزا کیا کرتے تھے، خدا نے اپنے محبوبوں کی طرف سے ان کے استہزا کا جواب دیا، نہ ابتداء استہزا کیا ہے، اس سے محبوبان خدا کی عظمت شان ظاہر ہوتی ہے۔ عزیزی، واحدی اور ثعلبی نے سند ضعیف سے روایت کیا ہے کہ ایک بار ابن ابی کو ایک گروہ صحابہ کا ملا تو اس نے اپنے یاروں سے کہا کہ دیکھو میں ان بیوقوفوں کو کیسا بناتا ہوں پس اس نے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ان کی تعریف کی پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ان کی تعریف کی پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ان کی تعریف کی پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم نے کہا کہ اے ابن ابی! خدا سے ڈر نفاق کی باتیں نہ کر تو اس نے کہا میں یہ باتیں نفاق سے نہیں کرتا ہوں بلکہ میں تمہاری طرح سچا مومن ہوں، جب یہ لوگ چلے گئے تو اپنے ہمراہیوں ہم جنسوں کے سامنے اس پر فخر کرنے لگا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی (سراج وغیرہ)

(۱۲) یہ بھی منافقوں کا حال تتمہ ہے، مطلب یہ ہے کہ منافق ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی، یعنی جو جو ہر فطری ان کے اندر تھا اس کی روشنی میں وہ سیدھی راہ پر چل سکتے تھے، اس کی انہوں نے قدر نہ کی اور کفر و عصیاں میں پڑ کر اپنے ظاہر و باطن کو ایک سا نہ رکھ کر اسے برباد کیا، اسے اپنے نزدیک انہوں نے بڑے نفع کی تجارت خیال کیا کہ زبان سے کلمہ پڑھ کر اپنا جان مال نقصان سے بچا لیا، اور اس کی بدولت دنیوی نفع حاصل کر لیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس تجارت نے انہیں کوئی نفع نہ دیا اور نہ ان کو تجارت کرنا آئی کہ تجارت سے اصل مال لگا کر نفع کمانا اور اصل مال باقی رکھنا مقصود ہوتا ہے اور انہوں نے اصل مال سے بے کار چیز خرید کر اصل مال کو بھی برباد کیا اور نفع نہ کمایا، نفع کی تجارت تو یہ تھی کہ اس جوہر فطری کو خدا کی راہ میں صرف کر کے دنیا و عقبیٰ میں نفع اٹھاتے، دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب الیم سے بچتے، کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ الخ [الصف: ۱۰]۔

www.waseemziyai.com

الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ

ہے جس نے آگ روشن کی تو جب اُس سے آس پاس سب جگمگا اُٹھا اللہ ان کا

بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ

نور لے گیا اور انھیں اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں سوجھتا بہرے گونگے اندھے

فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾ اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ

تو وہ پھر آنے والے نہیں۔ ف۱۳ یا جیسے آسمان سے اُترتا پانی کہ اس میں اندھیریاں ہیں اور گرج

وَّبَرْقٌ ۚ یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ

اور چمک اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رہے ہیں۔ کڑک کے سبب،

حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِیْطٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹﴾ یَكَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ

موت کے ڈر سے اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے بجلی یوں معلوم ہوتی ہے کہ ان کی

اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِیْهِ ۙ وَاِذَاۤ اَظْلَمَ عَلَیْهِمْ

نگاہیں اچک لے جائے گی جب کچھ چمک ہوئی اس میں چلنے لگے اور جب اندھیرا ہوا

قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ

کھڑے رہ گئے اور اللہ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھیں لے جاتا بے شک

اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ ع ۲۰ ۱۳ ۲

اللہ سب کچھ کر سکتا ہے ف۱۴ اے لوگو! اپنے رب کو پوجو

(۱۳) یعنی منافق مثل اس شخص کے ہے جس نے اندھیری رات میں جنگل میں آگ جلائی، اس کی روشنی میں اس کو آس پاس کی چیزیں سوجھنے لگیں اور درندوں کا خوف جاتا رہا، جب وہ بجھ گئی اور اندھیرا ہو گیا تو پھر اسے درندوں کا خوف ہونے لگا، آس پاس کی چیزیں سوجھنا موقوف ہو گئیں، یہی حال منافقوں کا ہے، وہ کفر و عصیان کی تاریکیوں میں پھنسے ہوئے تھے، جب وہ برائے نام زبان سے ایمان لائے تو تھوڑی دیر کے لیے انہیں کی روشنی میں انہیں سب کچھ سوجھنے لگا اور جان و مال کا نقصان کا ڈر جاتا رہا، جب اسلام سے پھرے تو پھر وہ انہیں تاریکیوں میں پھنسے جن میں اسلام لانے سے پہلے پھنسے ہوئے تھے۔ ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابن مسعود اور قتادہ سے روایت کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس وقت کچھ لوگ اسلام میں داخل ہوئے، بعد کو وہ منافق ہو گئے، ان کی مثال یہ ہے، اس میں اور بھی قول ہیں مگر روایت سے تمام منافق مفہوم ہو رہے ہیں خواہ وہ اسلام لانے کے بعد منافق ہوئے ہوں یا شروع ہی سے منافق ہوں۔

(۱۴) تفسیر بیان السبحان میں تحت آیت مذکورہ بطور شان نزول لکھا ہے کہ مدینہ سے دو منافق بھاگ کر چلے، راہ میں شدت کی

www.waseemziyai.com

الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِیْ

جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے وہ

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّاَنْزَلَ مِنَ

جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت بنایا اور آسمان سے

السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا

پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل نکالے تمہارے کھانے کو۔ تو

لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا

اللہ کے لیے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ ف۱۵ اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے

بارش ہونے لگی اندھیرا گپ ہونے لگا، گرج و چمک زور سے ہونے لگی، دونوں حیران و پریشان کھڑے ہو گئے، جب گرج ہوتی تو دونوں کانوں کے پھٹ جانے اور مر جانے کے ڈر سے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے، جب بجلی چمکتی اور کچھ روشنی ہوتی تو دو قدم چلتے، اور جب اندھیرا ہو جاتا تو رک جاتے، آخر حیران و پریشان ہو کر آپس میں کہتے کہ کاش صبح ہو اور بارش تھمے تو ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کریں، جب صبح ہوئی تو حاضر خدمت ہو کر ایمان لائے، ان کی مثال اس آیت میں بیان کی گئی ہے، بہر حال مقصود ان دونوں مثالوں سے منافقوں کی حالت کو آگ جلانے والوں اور آسمانی بارش میں پھنس جانے والوں کی حالت سے تشبیہ دینا ہے اور وہ بخوبی ان پر چسپاں ہے۔

(۱۵) جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں اور کافروں اور منافقوں کا حال مع ان کی صفات کے بیان کر چکا تو اب اس آیت میں ان سب کو مجمل طور سے مخاطب فرماتا ہے کہ اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تمہارے پہلے لوگوں کو پیدا کیا اس امید پر کہ تم پرہیزگار ہو، وہ رب جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اس طرح سے کہ اس کی بعض طرفوں کو خالی اور تری و تختی میں متوسط رکھا تا کہ تم اسے استعمال کرو اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا تا کہ اس پانی سے تمہارے کھانے کے لیے کچھ نکالے پس تم اللہ کے لیے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ، کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں جہاں ﴿یَا اَیُّهَا النَّاسُ﴾ آیا ہے اس سے اہل مکہ مراد ہیں اور جہاں ﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا﴾ آیا ہے اس سے اہل مدینہ مراد ہیں، مکہ میں کفار اور مدینہ میں مسلمان زیادہ تھے، ان کی مناسبت سے خطاب کیا گیا ہے لیکن خطاب اگرچہ خاص ہے مگر حکم عام ہے، جہاں عام خطاب کیا گیا وہاں تمام دنیا کے لوگ اس میں داخل ہیں، اور جہاں خطاب مسلمانوں سے کیا گیا ہے وہاں تمام دنیا کے مسلمان اس میں داخل ہیں، اور آیت میں اس طرح خطاب کرنے سے اللہ تعالیٰ کو لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہے اور اپنی عبادت کا شوق دلانا اور اپنی ربوبیت کے دلائل قائم کر کے انہیں کفر و شرک سے باز رکھنا اور عبادت گذار بنانا مقصود ہے،، اور یہ بتایا گیا کہ جس میں مخلوق کو پیدا کرنے اور زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنانے اور طرح طرح کی میوے کھانے پینے کی چیزیں بنانے کی قدرت نہ ہو وہ رب نہیں اور نہ مستحق عبادت ہے، رب اور مستحق عبادت وہی ہے جس میں یہ صفات ہوں۔

www.waseemziyai.com

عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ

اپنے ان خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو

دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا

بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لا سکو گے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾

تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کر رکھی ہے کافروں کے لیے ف۱۶

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ

اور خوش خبری دے انھیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ان کے لیے باغ ہیں

(۱۶) چونکہ پہلی آیت میں خدا نے عبادت کا حکم دیا تھا اور عبادت کا قبول ہونا نہ ہونا معلوم کرنے کے لیے نبی اور الہام کی ضرورت تھی پس اس آیت میں نبی کا ذکر ہونا اور ان کی کتاب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہونا ثابت کیا ہے کہ اگر تمہیں اس کتاب میں جو ہم نے اپنے بندہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اتاری ہے شک ہو کہ یہ کتاب اللہ کی جانب سے نہیں ہے تو اس کی مثل ایک سورت تو بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتوں اور مددگاروں کو مدد کے لیے بلا لو اگر تم اس قول میں سچے ہو کہ وہ اللہ کی جانب سے نہیں ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہے، پس اگر تم اس کی مثل نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ تم ہرگز نہ لاسکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن پتھر اور آدمی ہیں جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے، آیت میں ناس سے مراد کفار ہیں اور پتھر سے ان کے بنائے ہوئے ان کے بت اور مورتیاں جن کی وہ عبادت کرتے تھے مراد ہیں جیسا کہ آیت میں ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ [الانبیاء:۹۸] آیا ہے، یا گندھک کے پتھر مراد ہیں جیسا کہ طبرانی کی روایت میں حضرت عبداللہ ابن مسعود اور بیہقی کی روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آیا ہے، بعض مفسرین نے اسے اختیار کیا ہے مگر بیضاوی نے اس کو تخصیص بلا دلیل قرار دیا ہے (سراج) اور ﴿ فَأْتُوا بِسُورَةٍ﴾ [البقرۃ:۲۳] میں اس کی مثل سورت بنا لانے کا معارضہ کرنا اور اہل عرب کا باوجود مدعی فصاحت و بلاغت ہونے کے اس کے مثل بنا کر لانے سے عاجز ہونا قرآن عظیم کے الہام من جانب اللہ کی بین دلیل ہے۔ اور سورت قرآن عظیم کے حصہ کو کہتے ہیں کم از کم تین آیتیں ہوں اور اس کا کوئی نام مقرر ہو جیسے سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص وغیرہ، اور انزلنا سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن عظیم تھوڑا تھوڑا اتارا گیا ہے، اس کے تھوڑے تھوڑے اترنے سے ان بے وقوفوں کو یہ شک پیدا ہوا تھا کہ اگر یہ خدا کی جانب سے ہوتا تو وہ ایک دم کتاب کی صورت میں نازل ہوتا، تھوڑا تھوڑا نازل نہ ہوتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے نزلنا فرمایا انزلنا نہ فرمایا کہ تم بھی کسی ٹکڑے کی شکل بنا کر لے آؤ، ظاہر ہے کہ اس اعلان و معارضہ کے بعد اہل عرب نے کوئی دقیقہ اس کی مثل بنا لانے میں اٹھا نہ رکھا ہوگا اور ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا دیا ہوگا مگر پھر بھی اس کی مثل نہ بنا سکے، یہ قرآن عظیم کا کھلا اعجاز ہے اور لن تفعلوا سے قیامت تک کی پیشن گوئی فرما کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کامل اطمینان دلانا مقصود ہے کہ وہ باطمینان خاطر تمام لوگوں کو سنا کر اپنی نبوت کا اظہار کریں اور أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت و دوزخ پیدا ہو چکی ہیں، جمہور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے اور یہی دیگر آیات و احادیث سے ثابت ہے، حضرت آدم و حضرت حوا کا جنت میں رہنا پھر وہاں سے زمین پر آنا اور معراج کی شب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جنت کی سیر اور دوزخ کا معائنہ کرنا اور ایک بار نماز پڑھنے میں جنت و دوزخ کو دیکھنا اور جنت و دوزخ کی خبر دینا اس بات پر دلالت کر رہے ہیں۔

www.waseemziyai.com

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ

جن کے نیچے نہریں رواں جب انہیں ان باغوں میں سے کوئی پھل کھانے کو

رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ

دیا جائے گا صورت دیکھ کر کہیں گے یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے ملا تھا اور وہ صورت میں

مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

ملتا جلتا انہیں دیا گیا اور ان کے لیے ان باغوں میں ستھری بیبیاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ف۱۷

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ

بے شک اللہ اس سے حیا نہیں فرماتا کہ مثال سمجھانے کو کیسی ہی چیز کا ذکر فرمائے، مچھر ہو یا اس سے بڑھ کر

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا

تو وہ جو ایمان لائے وہ تو جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے رہے

(۱۷) آیات گذشتہ میں کفار کے حالات کا بیان تھا اور انہیں نصیحت کی گئی تھی کہ وہ دوزخ سے بچنے کا سامان کریں، ان آیات میں مومنوں کا حال اور ان کے حال پر جو انعام الٰہی ہوگا بیان کیا گیا ہے تا کہ نافرمانی کا نتیجہ اور فرمانبرداری کا ثمرہ معلوم ہو جائے اور ترہیب کے ساتھ ترغیب ہو جائے، اور یہ سنت الٰہیہ ہے کہ ہر جگہ ترہیب کے بعد ترغیب دی گئی اور کفار کے بعد مومنوں کی ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور خوشخبری سنا دو اے نبی انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، کہ ان کے لیے باغ ہیں ان باغوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں جب ان باغوں سے پھل دیا جائے گا تو کہا جائے گا یہ تو وہی پھل ہے جو دنیا میں دیے گئے تھے، اور یہ وہ اسی لیے کہیں گے کہ انہیں صورت و رنگ میں اسی کی مشابہ پائیں گے اور وہ مزے مین مختلف ہوں گے، یہ جنت کے پھل آپس میں مشابہ اور مزے میں مختلف ہوں گے، جیسا کہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ جب ایک پیالہ دوسرے پیالے کے بعد دیا جائے گا تو وہ کہے گا کہ یہ تو پہلے کی طرح ہے تو فرشتہ کہیں گے کھاؤ رنگ ایک ہے مزے مختلف ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب جنتی کوئی پھل لے کر منہ تک کھانے کو لے جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کی مثل پھل سے بدل دے گا (سراج) اور ان باغوں میں ان کے لیے پاکیزہ بیویاں ہیں حوریں وغیرہ جو حیض و نفاس اور میل کچیل وغیرہ ہر قسم سے پاک وصاف اور بداخلاقی سے مبرا ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ زندہ رہیں گی نہ مریں گے نہ وہاں سے نکالی جائیں گے اور نہ جنت کی چیزیں فنا ہوں گی اور نہ ان کی جوانی زائل ہوگی اور نہ انہیں کوئی خوف و اندیشہ ہوگا، چین و آرام سے رہیں گے، چونکہ آدمی کو دنیا میں تین چیزوں سے زیادہ رغبت اور ضرورت ہوتی ہے اول اچھا مکان، دوسرا اچھا سامان کھانا پینا، تیسری خوبصورت عورت، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آیت میں اول کو لَهُمْ جَنّٰتٌ سے اور دوسرے کو كُلَّمَا رُزِقُوْا سے اور تیسرے کو وَلَهُمْ فِیْهَا اَزْوَاجٌ سے بیان کر دیا اور ان چیزوں کے فنا ہونے کا جو کھٹکا تھا اسے هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ سے دور کر دیا۔ اور جنتیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سات ہیں: جنت الفردوس، جنت عدن، جنت النعیم، جنت الماوی، دار الخلد، دار السلام اور علیون۔ سب میں مختلف درجات ہیں موافق اعمال کے۔

www.waseemziyai.com

وقف لازم

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ

کافر وہ کہتے ہیں ایسی کہاوت میں خدا کا کیا مقصود ہے، اللہ بہتیروں کو اس سے

بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝۲۶ۙ

گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے اور اس سے انھیں گمراہ کرتا ہے جو بے حکم ہیں ف۱۸

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ

وہ جو اللہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں پکا ہونے کے بعد اور کاٹتے ہیں

مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

اُس چیز کو جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں (الف) وہی

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۲۷ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ

نقصان میں ہیں۔ ف۱۹ بھلا تم کیونکر خدا کے منکر ہوگے حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمھیں جلایا

(۱۸) ان آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو دو مثالیں منافقوں کی بیان فرمائی تھیں اور پھر اثبات نبوت کے لیے جو معارضہ کیا تھا کہ اگر قرآن کو خدا کا کلام نہیں سمجھتے ہو تو اس کے مثل کوئی سورت بنالاؤ مگر وہ اس کے مثل بنا کر لانے سے عاجز رہے اور ان کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئی تو کہنے لگے کہ کیا یہ خدا کا کلام ہے جس میں چھوٹی چھوٹی حقیر مثالیں ہیں، وہ کیا خدا ہے جس کو ایسی مثالیں دیتے ہوئے شرم نہیں آتی، پس یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ سمجھانے کے لیے کسی حقیر مثال دینے سے شرم نہیں کرتا ہے خواہ وہ مچھر ہو یا اس سے کوئی بڑی چیز کی جیسے مکھی مکڑی وغیرہ جن کی مثالیں دوسری آیت میں دی گئی ہیں۔ پس جو لوگ ایمان لائے وہ جانتے ہیں کہ یہ ضرب المثل حق ہے، ان کے رب کی جانب سے ہے، اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس مثال میں اللہ کا کیا مقصود ہے، کیا فائدہ ہے، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا کہ اللہ تعالیٰ بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت کرتا ہے یعنی بہت سے اسے جھوٹ سمجھ کر گمراہ ہوتے ہیں، اور بہت سے سچ مان کر ہدایت پاتے ہیں اور نہیں گمراہ کرتا اللہ تعالیٰ اس سے مگر نافرمانوں حد ایمان سے نکل جانے والوں کو کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكَاذِبُوْنَ﴾ [المنافقون:۱] حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ﴿يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا﴾ الخ [البقرۃ:۲۶] سے مومن و منافق مراد ہیں کہ قرآن کی مثالوں کی تصدیق سے مومنین کا نور ایمان زیادہ ہوتا ہے اور ان کی تکذیب سے منافقوں کی گمراہی بڑھتی ہے۔ اور فاسق شرعاً وہ ہے جو خدا اور رسول کے احکام کی خلاف ورزی کرے، اس کے تین درجے ہیں: اول یہ کہ گناہ کو برا سمجھے مگر خواہش نفسانی سے اس کا مرتکب ہوتا ہے، اور دوسرا یہ کہ گناہ کرنے کی عادت ڈال لے اور کچھ پروا نہ کرے تیسرا یہ کہ گناہ کو اچھا جان کر کرے اور خدا اور رسول کے حکم کی کچھ حقیقت نہ سمجھے اسے جحود کہتے ہیں، اس درجہ میں آدمی کافر ہو جاتا ہے کہ تصدیق قلبی اس میں باقی نہیں رہتی اور پہلے دونوں درجوں میں آدمی مومن رہتا ہے کہ تصدیق قلبی اس میں باقی رہتی ہے، مسئلہ: کسی امر کو واضح کرنے اور کسی بات کو سمجھانے کے لئے اس کے مناسب مثال دینا جائز ہے، اس میں حیا نہ کرنا چاہیے۔

(۱۹) یہ آیت پہلی آیت کا تتمہ ہے اور اس میں فاسقوں کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ وہ ہیں جو اللہ کے عہد کو پکا ہونے کے بعد توڑ دیتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا اس سے پھر جاتے ہیں اور اسے پورا نہیں کرتے ہیں، اور جس چیز کا اللہ نے انہیں حکم فرمایا

www.waseemziyai.com

ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِي

پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلائے گا پھر اسی کی طرف پلٹ کر جاؤ گے ف۲۰ وہی ہے

خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ

جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف استوا (قصد) فرمایا

فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۲۹﴾ وَإِذْ قَالَ ع ۹ ۳

تو ٹھیک سات آسمان بنائے اور وہ سب کچھ جانتا ہے ف۲۱ اور یاد کرو جب

تھا اسے کاٹتے ہیں، یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قطع رحمی کرتے ہیں۔ یا یہ کہ ہر اس چیز کو کاٹتے ہیں جس کے جوڑنے اور کرنے کا حکم دیا گیا تھا، جیسے قطع رحمی کرنا مسلمانوں کی موالات سے اعراض کرنا،، انبیا علیہم السلام سے تفریق کرنا اور ان کتابوں کی تصدیق نہ کرنا اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یعنی گناہ کرتے ہیں اور گناہوں کے کرنے کی ترغیب دیتے اور ایمان لانے سے روکتے ہیں اور حق کی ہنسی اڑاتے ہیں، یہ لوگ ٹوٹے میں ہیں، آیت میں عہد سے مراد یا تو وہ عہد ہے جو روز میثاق میں اللہ تعالیٰ نے تمام ذریت آدم علیہ السلام سے اپنی ربوبیت کا لیا تھا جس کی طرف یہ آیت ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ [الاعراف:۱۷۲] میں ارشاد فرمایا گیا ہے، یا وہ عہد مراد ہے جو اگلی امتوں سے حضور پرنور پر ایمان لانے کی بابت لیا گیا تھا۔ اور بعض مفسرین نے اس عہد سے وہ عہد مراد لیا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا کہ میرے انبیا پر ایمان لانا، شرک نہ کرنا، وغیرہ وغیرہ، اس تقدیر پر اس آیت کے مخاطب یہود و نصاریٰ ہوں گے۔

(۲۰) جب گذشتہ آیت سے قرآن عظیم کا اعجاز اور اللہ کی جانب سے اس کا نزول ہونا ثابت ہو گیا اور اعتراض کرنے والوں کا جواب بھی دے دیا گیا تو اب یہاں سے بنی اسرائیل تک اپنی نعمتوں کا اظہار فرماتا ہے جو سب کے لیے عام ہے اور ان کے ضمن میں مبدا اور معاد کے متعلق بیان کرتا ہے کہ بتاؤ اہل مکہ تم اللہ کا کیسے انکار کرتے ہو حالانکہ تم پہلے مردہ تھے، بے حس و حرکت تھے، معدوم تھے، پس اس نے تمہیں زندہ کیا تو وہ تمہارا خالق ہے، پھر تمہیں وہ مارے گا پھر زندہ کرے گا، پھر اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو ایسی حالت میں تمہیں کفر کرنا اور گناہوں میں مبتلا ہونا مقتضائے عقل نہیں، اور جس نے تم پر یہ انعام رکھا اور احسان کیا ہو اس سے پھر جانا اس کی نافرمانی کرنا، اس کے رسول سے دشمنی کرنا اس کی کتاب سے انکار کرنا ناشکری اور احسان فراموشی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلے مردہ خاک تھے پھر خدا نے زندہ کیا پھر دوبارہ مقررہ وقت پر موت آئے گی پھر قیامت کے دن زندہ کیے جاؤ گے، یہ دو موتیں یہ دونوں زندگیاں آیت میں مراد ہیں، یہی حضرت عبداللہ ابن مسعود وغیرہ ایک جماعت صحابہ و تابعین سے منقول ہے، یا پہلی موت سے نطفہ و مضغہ مراد ہے اور پہلی زندگی سے اس میں روح ڈالنا مراد ہے جیسا کہ بیضاوی وغیرہ نے کہا ہے۔

(۲۱) گذشتہ آیات میں انسان کو پیدا کرنے اور مارنے اور جلانے کا ذکر فرمایا گیا تھا، اس سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ انسان کو خدا نے بے سروسامان پیدا کیا ہے، اس آیت میں اس خیال کو دور کرنے اور دوسری نعمت کو ظاہر کرنے کے لیے فرماتا ہے کہ وہ وہ ذات ہے جس نے تمہاری دنیا میں نفع اٹھانے کے لیے بہت کچھ زمین میں بنایا پھر آسمان کے بنانے کا قصد کیا پس سات آسمان ہموار بنائے، سب کچھ جانتا ہے ہر چیز بنانے پر قادر ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین آسمان سے پہلے بنائی گئی جیسا کہ جمہور صحابہ و تابعین و حضرت عبداللہ ابن عباس و مجاہد اور حسن بصری وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے۔ اور دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان زمین سے پہلے بنائے

www.waseemziyai.com

رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا

تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں بولے

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ

کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے اور ہم

نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں،فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے ف۲۲

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیا کے نام سکھائے پھر سب اشیا ملائکہ پر پیش کر کے

گئے ہیں اور آیت ﴿وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا﴾[النازعات:۳۰] کو اس استدلال میں لاتے ہیں، اختلاف کو دور کرنے کے لیے بعض مفسرین نے کہا کہ جرم زمین کو آسمان کے جرم سے پہلے پیدا کیا گیا، اور اس کی درستی و ہمواری بعد کو پیدا کی گئی فلا اشکال اور ﴿خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ﴾[البقرۃ:۲۹] سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل اشیا میں حلت واباحت ہے جب تک کوئی ممانعت شرعیہ کسی چیز کی نسبت معلوم نہ ہو، یہ جمہور علما کا قول ہے (حقانی)

(۲۲) اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین بنانے کے بعد آسمانوں پر فرشتوں اور زمین پر جنوں کو بسایا جنہوں نے زمین پر فساد پھیلایا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت بھیج کر انہیں دریاؤں پہاڑوں جنگلوں میں نکلوا دیا اور اسی گروہ ملائکہ کو ان کی بجائے زمین پر رکھا جن کا سردار شیطان تھا، وہ کبھی زمین پر کبھی آسمان پر خدا کی عبادت کرتا، اسے اس کا غرور ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے اور اس کے گروہ سے فرمایا: ﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾[البقرۃ:۳۰] (قول مجاہد وسراج) جس کا ذکر آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جب تمہارے رب نے فرستوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں کہ میرے احکام اس میں جاری کرے تو فرشتوں نے کہا کیا تو ایسے کو زمین میں اپنا نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے اس میں گناہ کرے اور خون بہائے جیسا کہ جنوں نے کیا حالانکہ ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح اور تیری پاکی بولتے ہیں پس ہم اس سے زیادہ تیری خلافت کے حق دار ہیں، تو اللہ نے فرمایا آدم کو خلیفہ بنانے میں جو مصلحتیں ہیں وہ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے ہو، کہ اولاد میں فرماں بردار اور نافرمان ہوں گے تو ان میں میرا عدل ظاہر ہوگا، تو انہوں نے کہا کہ ہم سے زیادہ بزرگ اور علم والا اللہ نے پیدا نہیں فرمایا۔ آیت میں خلیفہ سے مراد حضرت آدم ہیں اور ان کو قبل پیدائش خلیفہ کہنے اور ان کی پیدائش کی ملائکہ کو خبر دینے میں ان کا فضل وشرف ظاہر کرنا ہے، وہ زمین میں اللہ کے احکام جاری کرتے اور بندوں کی اصلاح کرنے کے لیے اس کے خلیفہ ہیں، یونہی ہر نبی اللہ کا خلیفہ ہے اور ملائکہ کا یہ کہنا ﴿أَتَجْعَلُ فِيهَا﴾ الخ[البقرۃ:۳۰] بطور اعتراض یا طعن بر آدم نہ تھا بلکہ علی سبیل العجز ان کی خلافت کا فائدہ معلوم کر کے اپنی تشفی کرنے کے لیے تھا جیسا کہ شاگرد کے دل میں جب کوئی اشکال پیدا ہوتا ہے وہ اسے استاد کے سامنے پیش کر کے اپنی تشفی کرنا چاہتا ہے اور یہ بے ادبی نہیں سمجھی جاتی، اور جو کچھ بھی انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے ان کے قلب میں القا کرنے یا لوح محفوظ دیکھنے سے کہا (عزیزی)

www.waseemziyai.com

فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا

فرمایا: سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ ف۲۳ بولے:

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ

پاکی ہے تجھے، ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا، بے شک تو ہی علم و

الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ

حکمت والا ہے ف۲۴ فرمایا: اے آدم! بتا دے انھیں سب اشیا کے نام۔ جب آدم نے انھیں سب کے

بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ

نام بتا دیے فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی

وَ الْاَرْضِ ۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ اِذْ قُلْنَا

چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو ف۲۵ اور یاد کرو جب ہم نے

(۲۳) پس اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے خلیفہ بنانے کا ملائکہ میں اعلان کرنے کے بعد ان کا پتلا اس طرح بنایا کہ ایک فرشتہ کو زمین سے ہر جگہ سے تھوڑی تھوڑی مٹی لانے اور اسے ہر قسم کے پانی میں گوندھنے اور اس سے ایک پتلا بنانے کا حکم دیا، پس فرشتہ نے مکہ وطائف کے درمیان بمقام نعمان اسی طرح ایک پتلا بنایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے اس کے تمام اعضا بنائے اور ایک عرصہ تک اس پتلے کو اسی حالت میں رکھا، فرشتے اسے دیکھ کر تعجب کرتے تھے کہ اس میں خدا کی کیا حکمت ہے اور ابلیس اسے حقارت سے دیکھتا تھا مگر جب اس نے قلب کو دیکھا تو حیران ہوا کہ اس میں ضرور کوئی راز الٰہی ہے، پھر اللہ نے اس پتلے میں روح ڈالی تو آدم علیہ السلام کو چھینک آئی اور انہوں نے بالہام ربانی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا، خدا کی طرف سے یرحمك الله جواب عطا ہوا، یہ جمعہ کے آخری ساعت تھی، پھر آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو حکم ہوا کہ فرشتوں کے پاس جا کر السلام علیکم کہو تو انہوں نے ایسا ہی کیا تو فرشتوں نے اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہا، پس یہی تحیت ان کے اور ان کی اولاد کے لیے مقرر ہوئی (حقانی) پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو ساکت وعاجز کرنے کے لیے آدم علیہ السلام کے قلب میں تمام چیزوں کے نام القا فرمائے جس کو اس آیت میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام چھوٹی بڑی چیزوں کے نام سکھائے پھر سب فرشتوں پر پیش کر کے فرمایا اگر تم اس قول میں سچے ہو کہ ہم مستحق خلافت ہیں ہم سے زیادہ بزرگ وعلم والا خدا نے پیدا نہیں کیا ہے تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔

(۲۴) جب ملائکہ ان چیزوں کے نام بتانے سے عاجز ہوئے جو ان پر پیش کی گئی تھیں تو انہوں نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کی: تجھے پاکی ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جس قدر تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم وحکمت والا ہے تجھ سے کوئی چیز چھپی نہیں اور نہ کوئی تیری بات حکمت سے خالی ہے۔

(۲۵) جب ملائکہ نے اپنے عجز کا اقرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا: اے آدم ان فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دو، پس آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے نام بتا دیے اور ان کے پیدا کرنے کی حکمت ومصلحت بھی بتا دی تو اللہ تعالیٰ نے بطور سرزنش فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی سبھی چھپی ہوئی چیزیں جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور چھپاتے ہو،

www.waseemziyai.com

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى

فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے، منکر ہوا

وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ

اور غرور کیا اور کافر ہو گیا ف۲۶ اور ہم نے فرمایا: اے آدم! تو

وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا

اور تیری بی بی اس جنت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے مگر

آیت میں ماتبدون سے ان کا قول اتجعل فیھا مراد ہے اور ماتکتمون سے ان کا یہ کہنا مراد ہے کہ اللہ نے ہم سے بڑھ کر بزرگ وعلم والا پیدا نہیں کیا اور ہم مستحق خلافت ہیں قالہ قتادۃ و حسن البصری رضی اللہ تعالیٰ عنھما، تنبیہ: ان آیات سے معلوم ہو رہا ہے کہ علم افضل الاعمال ہے اور انسان اشرف المخلوقات اور انبیا علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں جیسا کہ مذہب اہل سنت ہے، اور اللہ تعالیٰ کو پیدا کرنے سے پہلے سب چیزوں کا علم تھا، اور خلافت ونبوت کے لیے علم اشیا شرط ہے (سراج وبیضاوی)

(۲۶) جب آدم علیہ السلام کی عظمت وفضیلت ملائکہ پر ظاہر ہوگئی اور بارگاہ رب العزت سے انہیں خلعت نیابت عطا ہوا تو ملائکہ کو انہیں سجدہ تعظیمی کرنے کا حکم دیا گیا جس کا ذکر اس آیت میں فرماتا ہے کہ اے نبی! یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ تعظیمی کرو تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر شیطان نے جو ملائکہ میں ملا ہوا تھا سجدہ کرنے سے انکار کیا اور غرور کیا اور کہا: میں ان سے اچھا ہوں اور کافر ہو گیا۔ اس آیت سے ظاہر ہو گیا کہ حسد اور غرور خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ بڑا گناہ ہے، آدمی کو اس سے بچنا لازم ہے اور خدا کی نافرمانی سے آدمی راندۂ درگاہ ہو جاتا ہے، آدمی کو اپنے علم وفضل اور عبادت وریاضت پر ناز اور گھمنڈ نہ کرنا چاہیے کہ انجام اس کا معلوم نہیں، شیطان کی ہزاروں برس کی عبادت گزاری ذرا سی دیر میں برباد ہوگئی کچھ کام نہ آئی پس فرشتوں نے بموجب الٰہی آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، یہ سجدہ بقول ابن عباس وابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما تعظیمی تھا نہ سجدۂ عبادت جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں کیا تھا اور یہ سجدہ تعظیمی پچھلی شریعتوں میں جائز تھا مگر ہماری شریعت میں منسوخ کر دیا گیا اور اس کی ممانعت کی گئی جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ جب بعض صحابہ نے حضور کو سجدہ کرنا چاہا تو فرمایا کہ مخلوق کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے، اگر جائز ہوتا تو میں زوجہ کو خاوند کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا (احمد وترمذی) یہی قول صحیح ہے اگرچہ بعض نے یہ کہا ہے کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو قبلہ سمجھ کر خدا کو سجدہ کیا تھا۔ نکتہ: آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ اس لیے بنایا گیا تھا کہ ان کی پیشانی میں نور محمدی ودیعت رکھا گیا اور اس کے وہ حامل تھے جس کی طرف آیت ﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ﴾ الخ [الاحزاب: ۷۲] مشیر ہے کذا فی المعارج. شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج میں لکھتے ہیں کہ وہ نور آدم علیہ السلام کی پیشانی میں جلوہ فرما ہوا تو انہیں تمام فرشتوں سے تعظیمی سجدہ کرایا گیا، گویا ظاہر میں مسجود آدم علیہ السلام تھے اور حقیقت میں وہ نور محمدی تھا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ مسجود قدسیوں کے سجدہ میں تھے تمہیں تو ہو ☆ دونوں جہاں کے قبلہ وکعبہ تمہیں تو ہو۔ تفسیر نسفی میں ہے کہ وہ نور حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں ودیعت رکھا گیا تو تمام ملاء اعلیٰ میں ان کی تعظیم وتکریم ہونے لگی، جدھر جاتے پرے کے پرے ملائکہ کے ان کے پیچھے جاتے، ایک روز اللہ تعالیٰ سے اس کا سبب پوچھا، خطاب ہوا اے آدم جو نور تیری پیشانی میں جلوہ گر ہے وہی تعظیم وتوقیر کا سبب ہے، عرض کی: الٰہی اسے میرے کسی عضو میں منتقل فرما کہ میں اسے دیکھوں پس وہ ان کے سیدھے ہاتھ کے کلمہ کی انگلی میں منتقل کیا گیا جب انہوں نے اسے دیکھا تو کلمہ شہادت پڑھا اور قرہ عینی بك یا محمد کہہ کر سلام کیا اور انگلی کو چوم کر آنکھوں سے لگایا۔

www.waseemziyai.com

هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ

اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے ف۲۷ تو شیطان نے جنت سے انہیں لغزش

عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا اور ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا

عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ

دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے ف۲۸ پھر سیکھ لیے آدم نے

(۲۷) ترجمہ: اور ہم نے فرمایا اے آدم تو اور تیری بی بی (حوا) اس جنت میں رہو کھاؤ اس جنت سے بے روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے۔

توضیح: یہ پچھلی آیت کا تتمہ ہے، یعنی آدم علیہ السلام کو خلعت نیابت ملنے اور مسجود ملائکہ بننے کے بعد ہم نے ان سے فرمایا اے آدم تو اور تیری زوجہ (حوا) جو ان کی تسلی کے لیے ان کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئی تھی، رہو اور کھاؤ اور کھاؤ اس جنت میں سے بے روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا یعنی اس کو نہ کھانا کہ حد سے بڑھ جانے والوں میں سے ہو جاؤ گے یعنی نافرمان ٹھہرو گے۔

تنبیہ: جس درخت کے پاس جانے اور اسے کھانے کی ممانعت کی گئی تھی وہ درخت مشہور ہے کہ گیہوں کا تھا، مگر سدی و سعید ابن جبر کہتے ہیں کہ وہ انگور کا تھا، اور مجاہد و قتادہ کے نزدیک وہ انجیر کا تھا، اور بعض نے کھجور کا کہا ہے واللہ تعالیٰ اعلم، اور وَلَا تَقْرَبَا سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کے پاس بھی جانا نہیں چاہیے اس خوف سے کہ کہیں اس کے مرتکب نہ ہو جاؤ، آیت میں اللہ تعالیٰ نے اگرچہ ظلم کی نسبت آدم علیہ السلام کی طرف کی ہے مگر ہمیں ان پر ظلم کا اطلاق کرنا، انہیں ظالم کہنا گناہ، اور عمداً کہنا کفر ہے، اللہ تعالیٰ ان کا مالک ہے وہ جس لفظ سے چاہے یاد کرے ہمیں کوئی حق نہیں ہے کہ ان کی شان میں کوئی کلمہ بے ادبی کا زبان سے نکالیں اور کلام الٰہی کی ریس کریں، اسے نظیر بنا کر انبیا علیہم السلام کی توہین کریں، ہمیں انبیا علیہم السلام کی تعظیم و توقیر کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ ان کی شان میں بے ادبی کرنے کا۔

(۲۸) تو شیطان نے جنت سے انہیں (آدم و حوا) کو لغزش دی اور جہاں وہ رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا اور ہم نے ان سے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن ہوگا اور تمہیں ایک وقت تک زمین پر ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

توضیح: یعنی جب آدم و حوا جنت میں رہنے لگے تو شیطان نے انہیں لغزش دی یعنی ورغلایا اور ان سے قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، میں تمہیں ایسا درخت بتاؤں جس کے کھانے سے تم ہمیشہ زندہ رہو، سورہ اعراف میں اس کا پورا بیان ہے اور جہاں وہ رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا گیا یعنی جنت سے، اور ہم نے ان سے فرمایا کہ نیچے اترو یعنی جنت سے زمین پر جاؤ مع اپنی اولاد کے جو تمہارے صلب میں ہیں آپس میں ہر ایک دوسرے کا دشمن ہوگا یعنی تمہاری ذریت میں سے ایک کا دوسرا دشمن ہوگا اور تمہیں ایک وقت تک زمین پر ٹھہرنا ہے اور اس کی چیزیں برتنا یعنی وقت موت یا قیامت تک۔ یہاں چند باتیں سمجھنے کی ہیں: اول یہ کہ وہ کون سی جنت تھی جس میں آدم کو رہنے اور پھر نکلنے کا حکم دیا، جمہور اہل سنت کا مذہب ہے کہ وہ بہشت ہے جو آسمان پر ہے اور وہ بنی آدم کی پیدائش سے پہلے پیدا ہو چکی تھی، کیوں کہ آیت میں ﴿اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ﴾ [الاعراف:۲۴] اس پر دلالت کر رہا ہے کہ ہبوط کے معنی اوپر سے نیچے اترنا ہیں، اور زمین پر رہنے بسنے کو نہ فرمایا جاتا جیسا کہ بعض نے گمان کیا ہے کہ وہ ابھی پیدا ہی نہیں کی گئی ہے۔ دوسرا

www.waseemziyai.com

مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا

اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ ہم نے فرمایا:

اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ

تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو

تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ

میری ہدایت کا پیرو ہوا اسے نہ کوئی اندیشہ نہ کچھ غم اور وہ جو

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع ۴

کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا۔ ف ۲۹

یہ کہ آدم وحوا کو زمین پر جانے کا حکم ہوا تو آدم علیہ السلام سراندیپ میں اتارے گئے جہاں اب تک ان کے آثار و برکات پائے جاتے ہیں، اور حوا جدہ میں اتاری گئیں اور عرفات میں ان دونوں کی ملاقات ہوئی، اکثر مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے۔ (حقانی) تیسرا یہ کہ شیطان جنت میں کیسے داخل ہوا اور کس طرح آدم وحوا کو ورغلایا، اس میں بعض کا قول یہ ہے کہ اس نے جنت کے دروازہ پر کھڑے ہو کر اور انہیں بلا کر ورغلایا، اور بعض نے کہا ہے کہ بشکل چوپایہ بن کر جنت میں داخل ہوا اور جنت کے محافظوں نے اسے نہیں پہچانا، بعض نے کہا کہ سانپ سے جو خازن جنت تھا شیطان کا دوستانہ تھا وہ اس کے پیٹ میں داخل ہو کر جنت میں گیا واللہ اعلم عنداللہ (سراج و بیضاوی) چوتھا یہ کہ آدم علیہ السلام سے جو خطا سرزد ہوئی وہ بھول تھی یا خطائے اجتہادی تھی ارادی نہ تھی کہ انہوں نے ولا تقربا سے جو صیغہ نہی ہے نہی تنزیہی سمجھی جس کا کرنا خلاف اولیٰ ہو نہ نہی تحریمی جس کا کرنا گناہ ہوتا ہے، اور خطائے اجتہادی گناہ نہیں، بھول کر خطا کرنے میں مواخذ نہیں کہ انبیا علیہم السلام معصوم ہیں ان سے خطائے ارادی سرزد ہونا ناممکن، اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: ﴿فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۱۵﴾ اور عتاب اس لیے فرمایا گیا کہ آدم علیہ السلام نے اسباب نسیان کو نگاہ نہ رکھا اور خاصان خدا کی ذرا سی فروگذاشت اور ادنی سی لغزش باعث عتاب الٰہی ہوتی ہے جس کی نظیر سورۂ عبس میں ہے۔ ع: جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے۔

توضیح (۲۹) یعنی پھر سیکھ لیے آدم نے کچھ کلمے جو اللہ تعالیٰ نے الہام فرمائے اور وہ ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا﴾ [الاعراف: ۲۳] تھے، وہ انہیں پڑھتے اور رو رو کر اپنے رب سے دعا کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بیشک وہی بندوں کی بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے مہربان، ہم نے فرمایا تم جنت سے اتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے یعنی کتاب و رسول آئے تو جو کوئی تم میں ہدایت کا پیرا ہو یعنی اس پر عمل کیا ایمان لایا اور میری طاعت کی اسے نہ کوئی دنیوی اندیشہ ہے نہ آخرت کا کچھ غم ہے وہ بے غم جنت میں داخل ہوگا، اور جو کفر کریں گے اور میری آیتوں یعنی کتابوں کو جھٹلائیں گے ان پر ایمان نہ لائیں گے وہ دوزخ میں رہنے والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ہے نہ وہ مریں گے اور نہ اس سے نکالے جائیں گے۔

تنبیہ: حضرت آدم علیہ السلام نے زمین پر آنے کے بعد تین سو سال تک ندامت کی وجہ سے آسمان کی طرف نہیں دیکھا، اور اپنی خطا پر روتے رہے اور اس قدر روئے کہ ان کے آنسوں تمام اہل زمین کے آنسوؤں کے مجموعہ سے بڑھ گئے اور خدا سے مغفرت کی دعا کرتے رہے، ایسی حالت میں یاد آیا کہ میں نے پیدا ہو کر عرش پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا تھا اور جانا تھا کہ بارگاہ الٰہی میں وہ رتبہ کسی کا نہیں ہے جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے کہ اللہ نے اپنے نام کے ساتھ ان کا نام عرش پر لکھا ہے، پس آپ نے اپنی

www.waseemziyai.com

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا

اے یعقوب کی اولاد یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا

بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ

عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور خاص میرا ہی ڈر رکھو اور ایمان لاؤ اس پر جو میں نے اتارا

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍ بِهٖ ۪ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ

اس کی تصدیق کرتا ہوا جو تمہارے ساتھ ہے اور سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو اور میری آیتوں کے بدلے

ثَمَنًا قَلِيْلًا ۠ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ

تھوڑے دام نہ لو اور مجھی سے ڈرو۔ ف۳۱ اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ

دعا میں یہ اضافہ فرمایا اسئلك بحق محمد ان تغفرلی خطیئتی الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو صدقہ اور طفیل میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میری خطا کو معاف کر دینا، بس اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے دن ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی خطا بخش دی، جبرائیل نے آکر زمین کے سب جانوروں میں ان کی خلافت کا اعلان کیا اور ان کی فرماں برداری کا حکم دیا سب نے منظور کیا، اس سے معلوم ہوا کہ انبیا علیہم السلام کے وسیلہ سے دعا کرنا اور بحق فلاں یا بجاہ فلاں کہنا جائز ہے اور سنت آدم علیہا السلام ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق واجب نہیں ہے مگر وہ اپنے محبوبوں کو اپنے فضل وکرم سے حق دیتا ہے اور ان کے وسیلہ سے دعا قبول کرتا ہے (عزیزی بروایت طبرانی)

(۳۰) جب اللہ تعالیٰ توحید ونبوت اور مبدا ومعاد کو بیان کر چکا تو اس کی تائید میں عام نعمتوں کا ذکر فرما کر اور بنی اسرائیل کو مخصوص نعمتیں یاد دلا کر اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور فرماتا ہے اے یعقوب کی اولاد! یاد کرو تم میرے وہ احسان جو میں نے تم پر کیے تھے یعنی تمہارے باپ دادا پر جیسے فرعون کے ظلم سے بچانا اور اسے غرق کرنا اور تمہارے لیے دریا میں راستہ پیدا کرنا، میدان تیہ میں تم پر بادل سے سایہ کرنا، من وسلویٰ اتارنا، اور میری اطاعت کر کے ان احسانات کا شکریہ ادا کرو اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا، یعنی تم نے جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا وعدہ کیا تھا اسے پورا کرو ایمان لاؤ میں تمہارے عہد کو جو میں نے تم سے اس پر ثواب دینا اور جنت میں داخل کرنے کا کیا تھا اسے پورا کروں گا اور اپنا عہد پورا نہ کرنے میں مجھی سے ڈرو نہ میرے غیر سے اور ایمان لاؤ اس قرآن پر جو میں نے اتارا ہے جو تصدیق کرتا ہے تورات کی جو تمہارے ساتھ ہے اور اہل کتاب میں تم سب سے پہلے منکر نہ بنو کہ تمہارے بعد والے تمہاری اتباع کریں اور ان کا گناہ تم پر ہو، اور میری آیتوں (نعت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بدلے جو تمہارے پاس ہے تھوڑے دام میں نہ لو اور مجھی سے ڈرو یعنی نعت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس خوف سے نہ چھپاؤ اور نہ متغیر کرو کہ ان کے ظاہر کرنے سے دنیا کا نفع جاتا رہے گا اور لوگوں سے پھر کچھ مال حاصل نہ ہوگا۔ اس آیت کا شان نزول علمائے یہود ہیں، سراج میں ہے کہ علمائے یہود نے عوام کے مال اور کھیتوں کی پیداوار میں سالانہ اپنا کچھ حصہ مقرر کر رکھا تھا، انہیں خوف ہوا کہ اگر ہم نعت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظاہر کریں گے تو ہمارا یہ نفع ہاتھ سے جاتا رہے گا پس انہوں نے حضور کی نعت جو تورات میں تھی بدل دی اور حضور کے نام کو چھپایا، اس آیت میں انہیں منع کیا گیا۔ بنی اسرائیل حضرت یعقوب ابن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کا لقب ہے، اس کے معنی عبد اللہ یا صفوۃ اللہ کے ہیں، ان کے بارہ لڑکے تھے اس حساب سے بنی اسرائیل کے بارہ خاندان ہوئے، آیت میں ان سب سے خطاب کیا گیا اور عہد سے مراد وہی اقرار ازلی ہے جو ذریت آدم سے لیا گیا تھا اور اس کی تجدید انبیا کرتے رہے، اور بعض کے نزدیک وہ عہد مراد ہے جس کا بیان ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ﴾ [آل عمران:۸۱] میں ہے۔

www.waseemziyai.com

وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

اور دیدہ و دانستہ حق نہ چھپاؤ۔ ف۳۱ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ

اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو ف۳۲ کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو

وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ

حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں ف۳۳ اور صبر اور نماز سے

وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ

مدد چاہو اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں جنہیں یقین ہے کہ انہیں

مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا ع ۵

اپنے رب سے ملنا ہے اور اسی کی طرف پھرنا ف۳۴ اے اولاد یعقوب! یاد کرو

تنبیہ: لاتشتروا کے مخاطب اگرچہ بنی اسرائیل ہیں لیکن اس میں زجر وتوبیخ ہمارے لیے بھی ہے کہ ہم میں سے بعض علما اور قاضی ومفتی اس کے مرتکب ہوتے ہیں، اغراض دنیوی کے لیے وہ احکام وآیات الٰہی کو غیر محل میں چسپاں کرتے ان میں تاویل کر کے دنیاداروں سے فائدہ اٹھاتے ہیں (عزیزی)

(۳۲) یعنی پانچوں وقت کی نماز پڑھو اور اپنے مالوں کے ہر سال زکوۃ نکال دو اور نماز یا رکوع نماز پڑھنے والوں کے ساتھ پڑھو یعنی اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ، کہ یہود کی نماز میں رکوع نہ تھا اور وہ علاحدہ علاحدہ نماز پڑھتے تھے اس لیے انہیں حکم دیا گیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ان جیسی نماز پڑھیں، اس میں جماعت سے نماز پڑھنے کی ترغیب ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے ستر گنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے جیسا کہ بخاری کی حدیث میں آیا ہے۔

(۳۳) شان نزول: یہ آیت علمائے یہود کے لیے نازل ہوئی ہے کہ وہ دوسرے کو نیک کام کرنے کی ہدایت کرتے تھے اور خود نہ کرتے تھے، حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ بعض علمائے یہود ان یہودیوں سے جو ایمان لے آئے تھے کہتے تھے کہ تم دین اسلام پر قائم رہو: طاعت محمدی کیے جاؤ یہی سچا مذہب ہے اور خود اسلام نہیں لاتے تھے، اللہ تعالیٰ اس سے منع کرتا اور فرماتا ہے کہ کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور اسلام پر قائم رہنے کو کہتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھولتے ہو، انہیں ایمان لانے اور اسلام میں داخل ہونے کا حکم نہیں کرتے ہو حالانکہ تم توریت پڑھتے ہو، اس میں خود عمل نہ کرنے اور دوسروں کو اس کی ہدایت کرنے کی وعید وسزا مذکور ہے، کیا تمہیں عقل نہیں ہے کہ یہ فعل تمہارا برا ہے۔

(۳۴) یہ پہلی آیت کا تتمہ ہے، یعنی جب تم پر خواہشات نفسانی غلبہ کریں یا تمہیں کوئی رنج وغم گھیرے یا تم پر کوئی مصیبت پڑے تو اسے دفع کرنے اور خواہش نفسانی کو توڑنے کے لیے تم صبر کرو روزہ رکھو نماز پڑھو کہ روزہ خواہش نفس کو توڑتا ہے اور نماز خدا کی طرف متوجہ کر کے رنج وغم بھلاتی ہے اور روح کو تازہ کرتی ہے، امام احمد وابوداؤد کی حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب کوئی رنج وغم لاحق ہوتا تھا تو نماز میں مشغول ہو جاتے تھے (حقانی وجلالین) حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا مرنے کے

www.waseemziyai.com

نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا

میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ اس سارے زمانے پر تمہیں بڑائی دی ف۳۵ اور ڈرو

يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا

اس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلا نہ ہوسکے گی اور نہ کافر کے لیے کوئی

شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ

سفارش مانی جائے اور نہ کچھ لے کر اس کی جان چھوڑی جائے اور نہ ان کی مدد ہو ف۳۶ اور یاد کرو جب ہم نے تم کو

قریب ہوا، ان کو خبر کی گئی تو وہ فوراً نماز میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ ان کا بیٹا مر گیا، لوگ دفن کر آئے اور انہیں خبر نہ ہوئی، جب ان سے پوچھا گیا تو فرمایا اس لڑکے کی محبت مجھ پر غالب تھی میں صبر نہیں کر سکتا تھا اس لیے میں نے حکم خدا کی طرف رجوع کیا اور نماز میں مشغول ہو گیا، اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ صبر سے عاجز ہو جاؤ تو نماز سے استعانت کرو، اسی لیے اسے صبر سے موخر کیا گیا ہے (عزیزی) اگرچہ نماز منافقوں پر بیشک ضرور بھاری ہے مگر جو لوگ دل سے میری طرف جھکتے ہیں ان پر بھاری نہیں ہے، انہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب سے ملنا ہے آخرت میں اور انہیں اس کی طرف پھرنا ہے قیامت کے دن، اس مین مومنوں کے لیے مژدہ ہے کہ انہیں آخرت میں دیدار الٰہی نصیب ہوگا۔

تنبیہ: آیت میں صبر کے حقیقی معنی مراد ہیں یعنی مصائب کو برداشت کرنا، عبادت کی مشقت کو جھیلنا، بعض نے صبر سے روزہ مراد لیا ہے کہ وہ صبر کا جز ہے (جلال سیوطی وغیرہ) بیہقی کی حدیث میں ہے: لاایمان لمن لا صبر له، یعنی جس کے پاس صبر نہیں اس کے پاس ایمان نہیں، اور ایک حدیث میں صبر کو نصف ایمان فرمایا گیا ہے اور بقول مجاہد و ابن جریر قرآن عظیم میں ظن کے معنی یقین کے ہیں جیسا کہ اس آیت کے ترجمہ میں لیے گئے ہیں اور جلال محلی وغیرہ نے اختیار کیے ہیں۔

(۳۵) چونکہ بنی اسرائیل کو اولاد نبی اور اہل علم ہونے کا بہت زیادہ غرور ہو گیا تھا اور دوسروں سے تعصب کرنے لگے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں انہیں دوبارہ اپنی نعمتیں یاد دلا کر غرور و تعصب سے باز رہنے اور اپنی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی ہدایت کی اور فرمایا کہ اے اولاد یعقوب! یاد کرو تم میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور تمہارے باپ دادا کو اس زمانہ کے لوگوں پر فضیلت دی، یعنی میرے احسانات و فضیلت کو یاد کرو جو میں نے تمہارے باپ دادا کو دی تھی کہ ان میں انبیا و بادشاہ کیے تھے اور انہیں عزت و وجاہت دی تھی، علم و ایمان دیا تھا پس اس کے شکریہ میں تم میری اطاعت و عبادت کرو اور میری فرمانبرداری کرو۔

تنبیہ: بنی اسرائیل میں چالیس ہزار نبی پیدا ہوئے اور ان پر توریت و زبور و انجیل وغیرہ صحیفے جن کی تعداد چار سو سے زیادہ ہوتی ہے اتارے۔

(۳۶) یعنی اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دوسری جان کا بدلہ نہ ہو سکے گی اور وہ دن قیامت کا ہوگا اور نہ کافر کے لیے کوئی سفارش مانی جائے گی اور نہ کچھ فدیہ و معاوضہ لے کر اس کی جان چھوڑی جائے گی اور نہ ان کی مدد ہوگی جس کے سبب وہ عذاب الٰہی سے بچیں اور دوزخ سے نجات پائیں۔

تنبیہ: یہ آیت کفار کے ساتھ مخصوص ہے، اہل کبائر اس سے مراد نہیں ہیں، اسی لیے ترجمہ میں کفار کا لفظ ظاہر کیا گیا دیگر آیات و احادیث اس کی تائید کرتی ہیں اور یہ آیت قول یہود کے رد میں نازل ہوئی ہے کہ وہ گمان کیا کرتے تھے کہ ان کے باپ دادا قیامت کے دن ان کی سفارش کریں گے (بیضاوی)

www.waseemziyai.com

مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ

فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تم پر برا عذاب کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے

وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ

اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بلا[۱] تھی یا بڑا انعام ہوا ف۳۷ اور جب

فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ

ہم نے تمہارے لیے دریا پھاڑ دیا تو تمہیں بچالیا اور فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے

تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ

ڈبو دیا ف۳۸ اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ فرمایا پھر اس کے پیچھے

(۳۷) یہ اور اس کے بعد کی آیت میں اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ کا بیان ہے یعنی یاد کرو اے اولاد یعقوب جب کہ ہم نے تمہیں یعنی تمہارے آباواجداد کو فرعون والوں کے ظلم سے نجات بخشی کہ وہ تم پر بہت برا عذاب کرتے تھے، تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ رکھتے، اور یہ وہ اس لیے کرتے تھے کہ فرعون نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک آگ نے بیت المقدس سے آکر مصر کو گھیر لیا اور تمام قبطیوں کو جلا دیا اور بنی اسرائیل کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا، اس کی تعبیر کاہنوں سے پوچھی تو انہوں نے کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا وہ تجھے ہلاک کرے گا اور تیری سلطنت جانے کا سبب ہوگا (سراج) اور اس عذاب میں مبتلا کرنے اور اس سے بچانے میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی یا بڑا انعام تھا، بلا یعنی امتحان و آزمائش مصائب میں مبتلا کرنے سے بھی ہوتی ہے اور نعمتیں دینے سے بھی ہوتی ہے، آیت میں دونوں کی باتیں مذکور ہیں ان کی طرف ذلکم سے اشارہ کیا ہے لہٰذا ترجمہ میں دونوں کو ظاہر کیا گیا ہے۔

تنبیہ: اس آیت میں اور بعد کی آیت میں بنی اسرائیل سے خطاب کیا جو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے تاکہ وہ ان احسانوں کو جو ان کے باپ دادا پر اللہ تعالیٰ نے کیے تھے معلوم کر کے ایمان لائیں سرکشی نہ کریں کہ منصف وحق شناش آدمی ممنونِ احسان ہوتا ہے۔ اس وقت کے فرعون کا نام ولید ابن مسعد تھا اور وہ قبطی تھا اور قبطی اسرائیلوں کو مثل شودر کے نیچی ذات سمجھتے تھے اور ان سے ہر قسم کا کام وخدمت لیتے تھے، جب یہ کشت وخون حد سے زیادہ تجاوز کر گیا اور ستر ہزار لڑکے قتل کر دیے گئے اور نوے ہزار حمل گرا دیے گئے تو قبطیوں کے سرداروں نے فرعون سے کہا: اگر اس طرح اولاد اسرائیل قتل کی جاتی رہی تو ہمیں کام اور خدمت کے لیے کوئی میسر نہ آئے گا اس پر فرعون نے ایک سال تک قتل کیے جانے اور ایک سال تک قتل نہ کیے جانے کا حکم دیا، حضرت ہارون اس سال پیدا ہوئے جس میں بچے قتل نہ ہوتے تھے (تلخیص سراج وغیرہ)

(۳۸) یعنی اور یاد کرو جب ہم نے تمہارے لیے دریا پھاڑ دیا اس میں راستہ بنا دیا کہ تم اس میں گذر گئے پس تمہیں فرعون کے ہاتھوں سے بچالیا اور فرعون مع اس کے لشکر اور کنبہ قبیلے والوں کے تمہارے سامنے دریا میں ڈبو دیا اور وہ دریائے قلزم تھا، جب بنی اسرائیل اس سے صحیح وسلامت گذر گئے اور فرعون نے دیکھا کہ اس کا پانی پھٹا ہوا ہے تو اس نے اپنے ساتھ والوں سے کہا کہ دیکھو میری ہیبت سے دریا پھٹ گیا ہے تو اس میں چلو، پس وہ اس کے ساتھ اس میں داخل ہوئے جب بیچ دریا میں پہنچے تو خدا کے حکم سے دریا مل گیا اور وہ سب غرق ہو گئے (ملخصاً از سراج)

تنبیہ: فرعون دسویں محرم کو غرق ہوا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس روز شکریہ کا روزہ رکھا تھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

www.waseemziyai.com

الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ

تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی اور تم ظالم تھے ف۳۹ پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں

بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ

معافی دی کہ کہیں تم احسان مانو ف۴۰ اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور حق و باطل میں تمیز کردینا

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ

کہ کہیں تم راہ پر آؤ۔ ف۴۱ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! تم نے

کے زمانہ کے یہودی بھی اس روز روزہ رکھا کرتے تھے تو حضور نے بھی اس روز روزہ رکھا تو عاشورہ کا روزہ سنت ہوا۔ اس کا بہت ثواب ہے، مسلم کی حدیث میں ہے کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھنا ایک سال پہلے کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

(۳۹) ان آیات میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات بیان فرماتا ہے جو ان کو قلزم سے اترنے کے بعد پیش آئے تا کہ بنی اسرائیل ان کو معلوم کر کے خدا کے شکر گزار اور فرماں بردار ہوں، پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بحر قلزم سے پار ہو کر کوہ طور کے پاس پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ تم تیس دن تک ترک دنیا کر کے ہماری عبادت کرو تا کہ تم میں قلبی و جسمانی کثافت ختم ہو کر روحانی طاقت بڑھ جائے اور خدا سے ہم کلامی کی صلاحیت پیدا ہو، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کے جنگل میں عبادت و ریاضت کے لیے چلے گئے، ان کے جانے کے بعد بنی اسرائیل کو سامری نے جو ایک منافق شعبدہ باز آدمی تھا اس نے لوگوں کو ورغلایا اور جو زیورات قبطیوں سے مانگ کر لائے تھے اسے لے کر انہیں ڈھال کر ایک خوبصورت بچھڑا بنایا اور اس کے پیٹ میں وہ خاک جو اس نے دریائے قلزم کو عبور کرتے وقت حضرت جبرائیل کے گھوڑے کے قدموں کے نیچے سے اٹھائی تھی ڈالی جس کی خاصیت سے بچھڑا بول اٹھا تو اس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہی تمہارا اور موسیٰ کا رب ہے اسے پوجو، چونکہ بنی اسرائیل کی طینت میں محسوس چیزیں پوجنے کا مادہ تھا انہوں نے اسے پوجنا شروع کر دیا، حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانے، ادھر موسیٰ علیہ السلام پر بجائے تیس کے چالیس یوم کر دیے گئے، انہیں حالات کو آیت مذکورہ میں ذکر کیا گیا ہے اور فرمایا گیا کہ جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چالیس رات کا وعدہ فرمایا کہ ہم تمہیں چالیس روز گزرنے کے بعد تورات دیں گے تا کہ اپنی قوم کو سکھاؤ، پھر تم نے موسیٰ کے پیچھے یعنی ان کے چلہ کشی کے لیے جانے کے بعد بچھڑے کی پوجا شروع کر دی جس نے سامری کو تمہارے لیے بنایا تھا اور تم اس کو بنانے اور پوجا کرنے میں ظالم تھے کہ تم نے بے محل عبادت کی اور جو پوجنے کے لائق نہ تھا اسے پوجا۔

تنبیہ: اس بچھڑے کی پوجا سوائے حضرت ہارون کے تمام بنی اسرائیل نے کی تھی قالہ الحسن اور کہا گیا ہے کہ ہارون کے ساتھ بارہ ہزار نے عبادت نہیں کی تھی باقی سب نے کی تھی، بغوی نے اسی کو صحیح بتایا ہے (سراج) مشائخ کرام میں چلہ کشی اس آیت کی بنا پر کی جاتی ہے۔

(۴۰) یعنی پھر بچھڑا بنانے اور اُسے پوجنے کے بعد ہم نے تمہیں معافی دی، تمہارا گناہ بخشا تا کہ تم احسان مانو اور ہماری نعمتوں کا شکریہ ادا کرو۔

(۴۱) یعنی اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ کو کتاب یعنی تورات عطا کی اور حق و باطل میں تمیز کرنے والی اور حلال و حرام میں فرق کرنے والی چیز مرحمت فرمائی تا کہ تم راہ پر آؤ گمراہی سے بچو۔ تنبیہ: فرقان کے معنی فرق کرنے والی چیز کے ہیں اس سے بھی توریت مراد ہے اور

www.waseemziyai.com

ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ

یہ بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ

تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لیے بہتر ہے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی بے شک

هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى

وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ف۴۲ اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم ہرگز تمہارا یقین نہ لائیں گے جب تک

نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تو تمہیں کڑک نے آلیا اور تم دیکھ رہے تھے۔

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلْنَا

پھر مرے پیچھے ہم نے تمہیں زندہ کیا کہ کہیں تم احسان مانو۔ ف۴۳ اور ہم نے

یہ توریت کا وصف ہے کہ وہ حق کو باطل سے جدا کرتی ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے حجت و معجزات مراد ہیں جو حق و باطل میں فرق کرتے ہیں، کفر کو ایمان سے جدا کرتے ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے شرع مراد ہے جو حلال و حرام میں فرق کرتی ہے (بیضاوی)۔

(۴۲) یعنی اور یاد کرو اے بنی اسرائیل جب موسیٰ نے طور سے واپس آ کر یہ حال دیکھا تو اپنی قوم سے جنہوں نے بچھڑے کو پوجا تھا کہ اے میری قوم تم نے بچھڑا پوج کر اپنی جان پر ظلم کیا ہے تو قوم نے کہا: اب ہم کیا کریں فرمایا: پس اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ یعنی اس بچھڑے کی پوجا سے توبہ کرو، بولے کیسے توبہ کریں؟ فرمایا: اسی طرح سے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو، یعنی بچھڑے کو بنانے والے اس کے پوجنے والوں کو قتل کریں، یہ قتل تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لیے بہتر ہے کہ شرک کے گناہ کو دھو دے گا، پس وہ ایک میدان میں جمع ہو کر بیٹھ گئے اور ان پر کالا بادل آیا جس کی تاریکی میں انہیں اپنا پرایا نظر نہ آیا کہ رحم کرتے اور شام تک قتل کرتے رہے یہاں تک کہ ستر ہزار آدمی قتل کر ڈالے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی بیشک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے کی یہ شرط مقرر کی تھی کہ اگر باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو ملے تو اسے قتل کر دے، بنی اسرائیل نے اس حکم کی تعمیل کی تو اللہ تعالیٰ نے قاتل مقتول دونوں کو بخش دیا۔ انہی کی دوسری روایت میں ہے کہ جب قتل کا حکم ہوا تو پوجا کرنے والوں نے اسے قبول کیا اور نہ پوجنے والوں نے انہیں قتل کرنا شروع کر دیا، اس وقت اندھیرا چھا گیا یہاں تک کہ وہ اندھیرا حضرت موسیٰ کی دعا سے دور ہوا اور قتل کا حکم معاف ہوا (ابن جریر) مجاہد کی روایت میں مقتولین کی تعداد ستر ہزار ظاہر کی گئی ہے یہی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے منقول ہے، زہری کہتے ہیں کہ اندھیرا دور ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام مقتولین کی لاشیں دیکھ کر غمگین ہوئے تو وحی آئی اے موسیٰ! کیوں غم کرتے ہو جو قتل ہوئے وہ میرے پاس زندہ ہیں رزق پاتے ہیں اور باقی رہے یہود کی توبہ قبول کی، یہ خوشخبری سن کر حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کا غم دور ہوا۔

۴۳۔ جب بچھڑا پوجنے کی سزا میں بنی اسرائیل کو قتل کرنے کا حکم ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام معذرت کے لیے ستر آدمیوں کو لے کر طور پر گئے، انہوں نے وہاں جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم اپنے رب سے کلام کرو ہم سن کر ایمان لائیں گے، پس

www.waseemziyai.com

عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ

ابر کو تمہارا سائبان کیا اور تم پر من اور سلوٰی اتارا کھاؤ ہماری

طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾

دی ہوئی ستھری چیزیں اور انھوں نے کچھ ہمارا نہ بگاڑا ہاں اپنی ہی جانوں کا بگاڑ کرتے تھے۔ ف۴۴

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ سے ہم کلام ہوئے پس ان کا چہرہ ایسا منور ہوگیا تھا کہ ان کو کوئی دیکھ نہ سکتا تھا تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے صرف اللہ کی باتیں سنیں ہیں ہم جب تک خدا کو علانیہ نہ دیکھیں گے ایمان نہ لائیں گے تب ان پر بجلی گری اور سب جل کر مر گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے عرض کی الٰہی! میں ان کو گواہ بنانے کے لیے لایا تھا اب میں بنی اسرائیل کو جا کر کیا جواب دوں گا تب خدا نے انہیں دوبارہ زندہ فرمایا (معالم وغیرہ) اور سدی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعد قتل بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کو حکم دیا تھا کہ تم ستر آدمی لے کر طور پر آؤ جب وہ لے کر گئے تو انہوں نے اس طرح کیا جیسا کہ مذکور ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا یہ ستر آدمی انہیں بچھڑا پوجنے والوں میں تھے (حقانی) یہی واقعہ آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ اور یاد کرو اے بنی اسرائیل جب کہ تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ لائیں گے جب تک کہ ہم خدا کو علانیہ نہ دیکھ لیں تو تمہیں کڑک نے آلیا پس تم سب مر گئے اور تم دیکھ رہے تھے جو کچھ تم پر گزرا، پھر مرے پیچھے ہم نے تمہیں زندہ کیا یعنی پھر ہم نے تمہیں مرنے کے بعد زندہ کیا تا کہ تم احسان مانو اور ہماری نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ حضرت قتادہ و ربیع بن انس کہتے ہیں کہ صاعقہ سے مراد موت ہے اور یہاں کی موت مقرر نہ تھی) بلکہ یہ موت بطور سزا کے تھی بعد کو وہ زندہ کر دیے گئے تا کہ وہ قدرت الٰہی دیکھیں اور بقیہ زندگی اپنی اپنی پوری کریں، اور بعض نے صاعقہ سے آسمانی آگ مراد لی ہے جس سے وہ جل کر مر گئے۔

تنبیہ: چونکہ اللہ کی شان میں انہوں نے گستاخی کی تھی کہ اسے دیکھنا چاہا تھا اس کی سزا انہیں یہ دی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا میں آنکھوں سے دیکھنا ناممکن ہے اور اس کی طلب حرام ہے اور آخرت میں مسلمانوں کو بلا کیف اس کا دیدار ہوگا، اور بعض خاصان خدا کو دنیا میں ہوسکتا ہے جیسے ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو معراج کی شب ہوا، یہی مذہب اہلسنت ہے۔

۴۴ ۔ اللہ تعالیٰ نے سات نعمتیں یاد دلانے کے بعد آٹھویں نعمت کو اس آیت میں بیان کیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل دریائے قلزم سے اتر کر عرب کے ایک جنگل میں جس کو تیہ کہا جاتا تھا آ کر ٹھہرے تو وہاں کوئی سایہ نہ تھا، گرمی کی بڑی شدت تھی اور کھانے کو کچھ نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ابر کا ان پر سایہ کیا کہ دھوپ کی تپش سے بچیں اور کھانے کے لیے من وسلویٰ آسمان سے اتارا۔ من ترنجبین کی شکل کی کوئی چیز تھی جو رات کو آسمان سے برستی اور صبح کو اس کی روٹی بنا کر کھاتے اور سلویٰ بٹیروں کی شکل کے جانوران کے خیموں کے آس پاس رات کو جمع ہو جاتے اور یہ انہیں پکڑ کے ان کا گوشت کھاتے تھے (حقانی) من وسلویٰ کی تعریف میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے واللہ اعلم عنداللہ، جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے کہ تم پر ابر کا سایہ کیا، تم دھوپ کی تپش سے محفوظ رہے اور میدان تیہ میں تم پر من وسلویٰ اتارا اور تم سے کہا کہ کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری و پاکیزہ چیزیں اور ان کو صبح کے لیے جمع نہ کرنا مگر تم نے انہیں صبح کے لیے جمع کیا اور کفران نعمت کیا پس ان کا اترنا بند کر دیا گیا اور انہوں نے اس نافرمانی سے ہمارا کچھ نہ بگاڑا ہاں اپنی جانوں کا بگاڑ کرتے تھے کہ ان کی نافرمانی کا وبال انہیں پر ہوگا۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ من وسلویٰ کے علاوہ بھی نعمتیں اللہ نے میدان تیہ میں ان پر اتاری تھیں جیسے رات کو ایک نورانی ستون اندھیرا دور کرنے کے لیے ان میں قائم کرنا جس کی روشنی میں وہ چلتے پھرتے کام کرتے تھے اور ان کے کپڑے میلے اور پرانے نہ ہونا اور ان کے بال وناخن نہ بڑھنا کہ حاجت ان کے مونڈنے کترنے کی پڑے اور بچوں کا مع کپڑے کے پیدا ہونا کہ جس قدر بچہ بڑھتا تھا وہ کپڑا بھی بڑھتا تھا (عزیزی)۔

www.waseemziyai.com

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا

اور جب ہم نے فرمایا اس بستی میں جاؤ پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کھاؤ

وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ

اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور قریب ہے کہ

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ

نیکی والوں کو اور زیادہ دیں ف۴۵ تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اس کے

لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا

سوا تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلا ان کی

يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ ع ۶ ۱۳ ۶

بے حکمی کا۔ ف۴۶ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا

۴۵ ۔ جب بنی اسرائیل مشقت سفر سے گھبرا گئے اور میدان تیہ میں پھرتے پھرتے پریشان ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دریائے اردن کے کنارے پر پہنچا کر کنعان کی تمام زمین دکھائی اور موسیٰ سے کہا کہ تم اس میں سے نہیں جانے پاؤ گے کہ تمہاری موت یہیں واقع ہوگی مگر بنی اسرائیل کو آگاہ کر دو کہ میں یہ ملک تمہیں دیتا ہوں اور عنقریب تم اس شہر پری حور کو فتح کرو گے اور تمہیں وہاں طرح طرح کی نعمتیں کھانے کو ملیں گی لیکن جب تم دروازہ شہر میں داخل ہو تو اس کی فتح پر نازاں نہ ہونا بلکہ عاجزانہ سجدہ کرتے ہوئے اور حطۃ کہتے ہوئے داخل ہونا تو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے۔ پس جب حضرت یوشع کے زمانے میں انہوں نے یہ ملک فتح کیا تو بجائے سجدہ کرتے اور حطۃ کہتے ہوئے داخل ہونے کے چوتڑوں کے بل گھسٹتے ہوئے اور حبۃ فی شعرۃ کہتے یعنی تمسخر کرتے ہوئے داخل ہوئے اور داخل ہونے کے بعد طرح طرح کی بدکاریوں میں مبتلا ہوئے، بت پرستی کرنے لگے، تو اللہ نے اس کی سزا میں ان پر عذاب طاعون بھیجا جس سے ستر ہزار آدمی مر گئے، اسی واقعہ کو اللہ تعالیٰ اس آیت میں بیان فرماتا ہے۔

تنبیہ: بستی سے بقول مجاہد بیت المقدس مراد ہے اور بقول ابن عباس اریحا مراد ہے جس میں عمالقہ قوم عاد بستی تھی اور ان کا سردار عوج بن عنق تھا اس کے سات دروازے تھے اور اس میں اور بھی اقوال ہیں (سراج) حضرت عبداللہ ابن عباس وغیرہ کے نزدیک آیت میں سجدہ سے مراد رکوع ہے۔ **فائدہ:** اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جو مقام متبرک جائے ورود نعمت و رحمت الٰہی ہوتے ہیں ان میں ایسی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے کہ ان میں دعا اور توبہ و استغفار کرنا باعث جلد قبول ہونے اور نیک ثمرہ حاصل ہونے کا ہوتا ہے (عزیزی) اسی لیے بزرگان دین کا معمول رہا ہے کہ انبیاء و اولیا کے مزارات و مقامات مقدسہ پر جا کر دعا و استغفار و اظہار طاعت کرتے ہیں، تاکہ جلد قبول ہو اور یہی عرس بزرگان سے مقصود ہے۔

۴۶ ۔ یہ آیت مذکور کا تتمہ ہے، معمر کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ وہ شہر کے دروازے میں سجدہ کرتے حطۃ کہتے ہوئے داخل ہوں انہوں نے اسے بدلا اور چوتڑ کے بل حبۃ فی شعرۃ وفی روایۃ شعیرہ کہتے ہوئے داخل ہوئے (سراج) تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ان پر عذاب طاعون اتارا ان کی بے حکمی اور نافرمانی کے بدلے میں

www.waseemziyai.com

الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ

مارو فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے ہر گروہ نے اپنا

اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي

گھاٹ پہچان لیا کھاؤ اور پیو خدا کا دیا اور

الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ

زمین میں فساد اٹھاتے نہ پھرو ف۴۷ اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر

وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ

نہ ہوگا تو آپ اپنے رب سے دعا کیجیے کہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہمارے لیے نکالے، کچھ

بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ

ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز فرمایا کیا ادنیٰ چیز کو

هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا

بہتر کے بدلے مانگتے ہو اچھا مصر یا کسی شہر میں اترو [وہاں] تمہیں ملے گا جو

سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ

تم نے مانگا ف۴۸ اور ان پر مقرر کردی گئی خواری اور ناداری اور خدا کے غضب میں

اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ

لوٹے یہ بدلا تھا اس کا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور انبیا کو

بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ ع ۷

ناحق شہید کرتے یہ بدلا تھا ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا۔ ف۴۹ بے شک

پس ان میں سے ستر ہزار یا چوبیس ہزار آدمی ایک ساتھ مر گئے، مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: طاعون رجز ہے کہ پہلے لوگ اس کے ساتھ عذاب دیے گئے تھے (عزیزی)

۴۷۔ یہ نواں احسان ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کیا تھا کہ جب وہ فیدیم کے میدان ریگستان میں پہنچے تو وہاں پانی نہ تھا، انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی، آپ نے جناب باری میں عرض کی، حکم ہوا اس پتھر پر اپنا عصا مارو چنانچہ بحکم الٰہی انہوں نے اس پتھر پر اپنا عصا مارا، اس سے بارہ چشمے جاری ہوئے، اور بنی اسرائیل میں بارہ خاندانوں کے لیے جدا جدا چشمہ پیدا ہو گیا، یہ واقعہ کئی بار ہوا ہے ایک تو یہاں دوسرے ایلم میں تیسرے فارس میں، بہر حال موسیٰ علیہ السلام کا لکڑی مار کر پتھر سے پانی نکالنا اتنا تعجب خیز نہیں کہ پتھر سے

www.waseemziyai.com

تو عموماً پانی نکلا ہی کرتا ہے اور چشمے بہا ہی کرتے ہیں نہایت تعجب خیز تو یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلیوں سے کئی بار اس قدر پانی جاری ہوا کہ سیکڑوں آدمیوں نے اسے شکم سیر ہو کر پیا اور اپنے جانوروں کو پلایا جیسا کہ بخاری وغیرہ کی حدیث میں آیا ہے، غرض کہ اسی واقعہ کو اس آیت میں بیان کیا گیا۔

۴۸ ۔ اس آیت میں واذقلتم سے لے کر مَاسَاَلْتُم تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب بنی اسرائیل نے خدا سے سرکشی کی تو اس کی سزا میں خدا نے انہیں چالیس سال تک جنگلوں میں پھرایا، اس عرصہ میں سوائے من وسلویٰ کے اور کوئی چیز انہیں کھانے کی نہ ملی، بمقتضائے طبیعت آدمی کا ایک چیز کھاتے کھاتے دل بھر گیا تو انہوں نے اس کی شکایت موسیٰ علیہ السلام سے کی، چونکہ بمنشائے الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی یہی چاہتے تھے کہ یہ لوگ کنعان میں جا کر بسیں، لہٰذا حضرت موسیٰ نے بھی ان سے فرمایا: کیا تم ادنیٰ چیزوں کو بہتر کے بدلے چاہتے ہو، اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو تم کسی شہر میں اترو وہاں تمہیں یہ چیزیں ملیں گی، اسی کو اللہ تعالیٰ اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم سے تو ایک قسم کے کھانے پر صبر نہ ہوگا یعنی من وسلویٰ پر تو آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں عطا فرمائے، یعنی زمین سے جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں وہ ہمیں کھانے کو دے، یعنی ساگ، پات، ککڑی، گیہوں، مسور اور پیاز تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اے بے وقوفو کیا ادنیٰ وحقیر چیز کو اچھی کے بدلے مانگتے ہو یعنی من وسلویٰ کے بدلے جو بے محنت تمہیں روزانہ ملتا ہے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا کہنا نہ مانا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کی خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ سے دعا کی پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا مصر یا کسی شہر میں اترو، جاؤ وہاں تمہیں ملے گا جو تم نے مانگا یعنی تم کسی شہر میں جا بسو وہاں تمہیں یہ سبزیاں ترکاریاں غلہ وغیرہ جو تم چاہتے ہو ملے گا۔

تنبیہ: مصر سے شہر مصر یا غیر معین شہر مراد ہے، لہٰذا ترجمہ میں دونوں معنی لکھے گئے ہیں، حضرت قتادہ وسدی کے نزدیک مصر سے غیر معین شہر مراد ہے کوئی ہو، اسی کو شیخ ابن کثیر نے اختیار کیا ہے اور یہ بھی بنی اسرائیل کی سخت بے ادبی وگستاخی ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ جیسے اولو العزم پیغمبر علیہ السلام کا نام لے کر خطاب کیا، یا نبی اللہ یا رسول اللہ نہ کہا بلکہ لن نصبر کہنے میں بھی کمال بے ادبی ہے (عزیزی)

۴۹ ۔ اس آیت میں حضرت موسیٰ کے بعد کے واقعات کا ذکر ہے جو بنی اسرائیل پر ان کی سرکشی اور بدکاری کی وجہ سے وقتاً فوقتاً گزرے اور یہ کہ انہوں نے حضرت موسیٰ کے بعد نہایت سرکشی اور نافرمانی اور کفر وبت پرستی اختیار کی اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے بہت سے انبیا بھیجے مگر انہوں نے کسی کی نہ مانی اور انبیا کو قتل کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک زمانہ میں تین سو انبیا اور صلحا قتل کیے جیسا کہ ابوداؤد طیالسی کی روایت میں آیا ہے کہ یہود نے ایک ہی وقت میں تین سو انبیا قتل کیے، پھر حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰ کو اپنے گمان میں سولی چڑھایا تو دریائے غضب الٰہی جوش میں آیا اور ان کی سلطنت وشوکت چھین لی اور سب کی آنکھوں میں انہیں ذلیل وخوار کیا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی سچی فرمائی کہ اب تک انہیں پہلی سی عزت وشوکت اور سلطنت نصیب نہ ہوئی، غیروں کے غلام وماتحت ہوئے، دربدر مارے پھرے، انسان کو غضب الٰہی سے ہر وقت ڈرنا اور اپنی عزت وشوکت اور مال ودولت پر گھمنڈ نہ کرنا چاہیے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے، اور ان پر مقرر کر دی گئی خواری اور ناداری جو ہمیشہ ان پر لازم رہے گی اگرچہ مالدار ہوں اور وہ خدا کے غضب میں لوٹے یہ بدلہ تھا اس کا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے، یعنی انجیل وقرآن اور معجزات وآیت رجم اور نعت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو تورات میں تھی نہیں مانتے تھے اور انبیا کو ناحق شہید کرتے تھے یہ بدلہ تھا ان کی نافرمانیوں کا اور حد سے آگے بڑھنے کا۔

تنبیہ: یہ جملہ پہلے جملہ کی تائید کے لیے لایا گیا ہے، آیت کی اخیر کڑی سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ کفر اور قتل انبیا کے ساتھ گندے عقائد بُرے افعال واقوال اور طرح طرح کی بداعمالیوں کے بھی مرتکب تھے، حضرت عیسیٰ کو جادوگر اور یوسف نجار کا بیٹا کہتے تھے، حضرت مریم کو بدکار کہتے تھے اور گالیاں دیتے تھے اور ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے دشمنی رکھتے تھے، اسی لیے ذلت آخرت کے سوا دنیا میں بھی ذلیل وخوار اور عذاب میں گرفتار کیا گیا۔

www.waseemziyai.com

اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

ایمان والے نیز یہودیوں اور نصرانیوں اور ستارہ پرستوں میں سے وہ کہ سچے دل سے اللہ

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا

اور پچھلے دن پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا

انھیں کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم ف۵۰ اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تم پر

فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ

طور کو اونچا کیا لو جو کچھ ہم تم کو دیتے ہیں زور سے اور اس کے مضمون یاد کرو اس امید پر کہ تمھیں

تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

پرہیزگاری ملے۔ پھر اس کے بعد تم پھر گئے تو اگر اللہ کا فضل اور

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ

اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم ٹوٹے والوں میں ہو جاتے ف۵۱ اور بے شک ضرور تمھیں معلوم ہے

۵۰۔ چونکہ اس سے پہلے آیات میں یہود کا ذلیل وخوار اور قہر الٰہی میں گرفتار ہونا بیان کیا گیا تھا اس سے ان کا مایوس ہونا اور رحمت پروردگار سے ناامید ہونا لازمی تھا لہٰذا اس آیت میں ان کی مایوسی و ناامیدی کو دور کیا گیا ہے کہ ہمیں کسی سے ذاتی عداوت نہیں، یعنی جو ایمان لاکر اچھے کام کرے گا اس کا اجر پائے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا یہودی ونصرانی ہو یا صابی، فرمایا گیا کہ بیشک ایمان والے مسلمان نیز یہودیوں اور نصرانیوں اور ستارہ پرستوں میں سے جو سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اور نیک کام کریں موافق ان کی شریعت کے ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم آخرت۔

تنبیہ: یہودی یہود کی طرف منسوب ہیں جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے لڑکے کا نام تھا اور جنہوں نے حضرت عیسیٰ کی مدد کی تھی انہیں نصاریٰ کہا جاتا ہے، اور صابئین یہود یا نصاریٰ میں سے ایک گروہ ہے جو ستاروں کو پوجتا ہے" وفیه اقوال اُخر" شان نزول: جب حضرت سلمان فارسی نے حضور سے ان لوگوں کی بابت سوال کیا جو دین عیسوی پر مرے تو یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا کر فرمایا کہ یہ آیت تیرے ہمراہیوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ (عزیزی)

۵۱۔ یہ دسواں واقعہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو چلہ کشی کا حکم ہوا اور تورات دینے کا وعدہ کیا گیا اور وہ بحکم الٰہی کوہ طور پر چلہ کشی کرنے اور تورات لینے گئے اور ان کے پیچھے بنی اسرائیل نے بچھڑا پوجنا شروع کر دیا واپس آکر انہوں نے یہ حال دیکھا اور ان سے توبہ کرنے کو کہا جو بشرط قتل نفس قبول کی گئی جیسا کہ گذرا، اس کے بعد حضرت موسیٰ نے ان کے سامنے تورات پیش کی اس کے احکام دیکھ کر انہوں نے کہا کہ ہم سے تو ان پر عمل نہیں ہو سکتا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے منوانے کے لیے بجائے قتل کے یہ شکل اختیار کی کہ ان کے سروں پر پہاڑ کو معلق کیا اور فرمایا کہ تورات پر عمل کرنے کا عہد کرو ورنہ سب دبا کر مار ڈالے جاؤ گے تب انہوں نے مجبور ہو کر اس کے ماننے کا اقرار کیا، اسی واقعہ کی طرف اس

www.waseemziyai.com

اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ﴿۶۵﴾

تم میں کے وہ جنہوں نے ہفتہ میں سرکشی کی تو ہم نے ان سے فرمایا کہ ہوجاؤ بندر دُتکارے ہوئے۔

فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً

تو ہم نے اس بستی کا یہ واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لیے عبرت کردیا اور پرہیزگاروں

لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۶۶﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن

کے لیے نصیحت۔ ف۵۲ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ

تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۖ قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ

ایک گائے ذبح کرو بولے کہ آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں فرمایا خدا کی پناہ کہ

آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ دیکھو باوجود اس عہد و میثاق کے وہ خدا سے پھر گئے اور تورات کو نہ مانا پس اگر وہ قرآن کو نہیں مانتے ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، اسی کو آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے: اور یاد کرو جب ہم نے تم سے احکام تورات پر عمل کرنے کا عہد لیا اور تم پر طور اونچا کیا یعنی اس کو جڑ سے اٹھا کر تمہارے سروں پر کیا جب کہ تم نے احکام تورات قبول کرنے سے انکار کیا اور ہم نے تم سے کہا کہ لو جو کچھ ہم تم کو دیتے ہیں زور سے اور اس کے مضمون یاد کرو یعنی ان پر عمل کرو اس امید پر کہ تم کو پرہیزگاری ملے، پھر اس کے بعد تم پھر گئے اپنے عہد سے تو اگر اللہ کا فضل اور رحمت اس کی تم پر نہ ہوتی قبولِ توبہ اور تاخیر عذاب میں تو تم ٹوٹے والوں میں ہوجاتے۔

۵۲۔ جب اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو اپنے احسان یاد دلا چکا تو اب ان کی نافرمانی اور ناشکری سے جو نتائج پیدا ہوئے تھے انہیں یاد دلاتا ہے تاکہ اور لوگ اس سے عبرت حاصل کریں اور ان واقعات سے عادۃً کوئی واقف نہیں ہوسکتا سوائے علام الغیوب کے نہ کہ وہ جو محض امی ہو، یہود کے ملک میں پرورش نہ پائی ہو اور نہ ان کے علما کی صحبت میں بیٹھا ہو وہ ان واقعات کی خبر دے، یہ اس کے سچا نبی ہونے کے دلیل ہے تو پہلے اس واقعہ کو بیان کرتا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے سینکڑوں برس بعد یہود پر گزرا، وہ یہ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں سمندر کے کنارے ایک بستی ایلہ تھی اس میں رہنے والے یہودیوں نے ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنے کے لیے جو ان پر حرام کیا گیا تھا یہ حیلہ کیا کہ دریا سے کچھ دور گڈھے کھودے اور دریا سے ان تک نالیاں بنائیں، ان نالیوں کے ذریعہ جب ان گڈھوں میں مچھلیاں آکر جمع ہوجاتیں تھیں تو انہیں بند کردیتے تھے اور انہیں پکڑ کر کھاتے تھے، ان کے بعد والوں نے اس کو بھی بند کردیا اور ہفتہ کے دن علانیہ مچھلیاں پکڑ کر کھانے لگے، حضرت داؤد علیہ السلام نے اور دوسرے صالحین نے انہیں ہر چند منع کیا مگر وہ نہ مانے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کی ہلاکت کی دعا کی، آپ کی دعا سے اللہ کا قہر ان پر نازل ہوا اور وہ سب بندر ہوگئے اور تین روز میں وہ سب مرگئے، اسی واقعہ کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اور بیشک ضرور تمہیں معلوم ہے کہ تم میں سے جنہوں نے ہفتہ کے دن سرکشی کی مچھلیاں پکڑنے میں حالانکہ اس روز مچھلیاں پکڑنے کی انہیں ممانعت کی گئی تھی اور وہ ایلہ میں رہنے والے تھے ہم نے ان سے فرمایا کہ ہوجاؤ بندر دھتکارے ہوئے پس وہ بندر ہوگئے اور تین روز میں مرگئے تو ہم نے اس بستی کا یہ واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لیے عبرت کردیا اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت کیا تاکہ وہ اس طرح کی نافرمانی کرنے سے بچیں۔

تنبیہ: قتادہ کہتے ہیں کہ ان کے جوان بندر اور بوڑھے سوئر ہوگئے اور تین روز کے بعد مرگئے، اس وقت اس شہر میں تین قسم کے آدمی تھے: نصیحت کرنے والے اور خاموش رہنے والے اور شکار کرنے والے، ان میں نصیحت کرنے والے جو بارہ ہزار تھے عذاب الٰہی

www.waseemziyai.com

اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا

میں جاہلوں سے ہوں بولے اپنے رب سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں بتادے گائے

هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ

کیسی کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ اور سے ۲

عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا

بلکہ ان دونوں کے بیچ میں تو کرو جس کا تمھیں حکم ہوتا ہے۔ بولے اپنے رب سے

رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ

دعا کیجیے ہمیں بتادے اس کا رنگ کیا ہے کہا وہ فرماتا ہے وہ ایک پیلی

صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا

گائے ہے جس کی رنگت ڈھڈہاتی ۳ دیکھنے والوں کو خوشی دیتی۔ بولے اپنے رب سے

رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ

دعا کیجیے کہ ہمارے لیے صاف بیان کردے وہ گائے کیسی ہے بے شک گایوں میں ہم کو شبہ پڑگیا اور

شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ

اللہ چاہے تو ہم راہ پا جائیں گے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی

تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا

کہ زمین جوتے اور نہ کھیتی کو پانی دے، بے عیب ہے جس میں کوئی داغ نہیں، بولے

الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَاِذْ ع ۸

اب آپ ٹھیک بات لائے تو اسے ذبح کیا اور ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے ق ۵۳ اور جب

سے محفوظ رہے، اور شکار کرنے والے جو ستر ہزار تھے عذاب الٰہی میں مبتلا ہوکر ہلاک ہوئے (عزیزی) اور تیسرے گروہ خاموش رہنے والوں کی نسبت حضرت عباس کے سامنے عکرمہ نے فرمایا کہ یہ لوگ مغفور ہیں، کیونکہ امر بالمعروف فرض کفایہ ہے، یعنی بعض کا ادا کرنا کل کا ادا کرنا ہے، ان کا خاموش رہنا ہی پند و نصیحت قبول کرنے کی دلیل ہے، حضرت عکرمہ کی یہ تقریر حضرت ابن عباس کو بہت پسند آئی اور آپ نے سرور سے اٹھ کر ان سے معانقہ کیا اور پیشانی کو بوسہ دیا (فتح العزیز)

۵۳ ۔ اس آیت میں دوسرا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو بنی اسرائیل میں گذرا تھا جس سے ان کی عدول حکمی اور نکتہ چینی اور تشدد ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت مالدار تھا کوئی اولاد نہ رکھتا تھا، ایک دن اس کے مورث بھتیجے نے مال ملنے کے

www.waseemziyai.com

لالچ میں اسے مار کر دوسرے گاؤں میں ڈال دیا اور اس گاؤں والوں پر اس کے خون کا دعویٰ کر دیا اور ان سے خوں بہا چاہا یہاں تک کہ دونوں گاؤں کے آدمی لڑنے کو تیار ہوئے، بعض سمجھ دار آدمیوں نے ان سے کہا کہ لڑنے سے کیا فائدہ تم حضرت موسیٰ نبی اللہ کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرو جس کا نام وہ بتائیں وہی اس کا قاتل ہے، چنانچہ ان سب نے موسیٰ علیہ السلام سے آکر اظہار واقعہ کیا اور قصاص یا دیت کے طالب ہوئے، مدعا علیہم نے کہا کہ خدا سے دعا فرمائیے کہ قاتل کا نام ظاہر کر دے ہم بے قصور ہیں، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، حکم آیا کہ ان سے کہو کہ ایک گائے ذبح کر کے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کے بدن پر ماریں وہ زندہ ہو کر بتا دے گا، وہ اس پر حضرت موسیٰ سے جھگڑنے لگے جیسا کہ آیت میں بیان فرمایا گیا ہے کہ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا جس میں ایک آدمی مارا گیا تھا اور اس کا مارنے والا معلوم نہ تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کا قاتل معلوم ہونے کی دعا کرنے کو کہا انہوں نے دعا کی پس حکم آیا کہ ان سے کہہ دو خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے کو ذبح کرو تو وہ بولے آپ ہم سے مسخرہ پن کرتے ہیں کہ ایسا جواب دیتے ہیں، اس پر حضرت موسیٰ نے فرمایا: خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں میں سے ہوں یعنی مسخرہ پن کرنے والوں میں ہوں، کیونکہ ہنسی مذاق کرنا جاہلوں کا کام ہے، جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ نے یہ بات ہنسی سے نہیں کہی ہے تو وہ بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ گائے کیسی ہے کس عمر کی ہے، تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا خدا فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی ہے نہ اوسر بلکہ ان دونوں کے بیچ ہے تو کرو جس کا تمہیں حکم ہوتا ہے، تو وہ بولے آپ اپنے رب سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں بتا دے اس کا رنگ کیسا ہے تو حضرت موسیٰ نے کہا خدا فرماتا ہے کہ وہ ایک پیلی گائے ہے جس کی رنگت تیز چمک دار ہے دیکھنے والوں کو خوشی دیتی ہے یعنی جسے دیکھ کر لوگ خوش ہوتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں، تو وہ بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لیے صاف بیان کر دے کہ وہ گائے کیسی ہے، چھوٹی پھرتی ہے یا کام کرتی ہے، بیشک ہم کو گایوں میں شک پڑ گیا ہے اور اللہ چاہے تو ہم راہ پا جائیں گے، تو حضرت موسیٰ نے کہا خدا فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی ہے کہ زمین نہ جوتتی ہے اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہے اور وہ بے عیب ہے جس میں کوئی داغ دھبہ دوسرے رنگ کا نہیں ہے، تو وہ بولے اب آپ ٹھیک بات لائے تو انہوں نے ایسی گائے تلاش کر[illegible] سے ذبح کیا اور وہ ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ اگر وہ اس کے اوصاف نہ پوچھتے تو نہ بیان کیے جاتے اور جو گائے چاہتے ذبح کرتے وہ انہیں کافی ہوتی لیکن انہوں نے اپنے نفسوں پر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی فرمائی کہ ایسی گائے صرف ایک لڑکے کے پاس نکلی جو بہت نیک اور اپنی ماں کا فرماں بردار تھا پس انہوں نے اس کی کھال بھر سونا دیکر خرید لیا (جلالین) بڑی تفسیروں میں اس کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے کہ وہ گائے بنی اسرائیل میں ایک نیک آدمی کی تھی اس کی ایک نیک بی بی اور ایک لڑکا اور ایک بچھیا تھی، مرتے وقت اس نے اس بچھیا کو جنگل میں چھوڑ دیا اور دعا کی الٰہی میں اسے اپنے چھوٹے بچے کے لیے تیری امانت میں دیتا ہوں پھر وہ مر گیا اور بچہ کو اس کی ماں پرورش کرتی رہی، جب لڑکا بڑا ہوا تو بہت سعید اور ماں کا فرماں بردار خدمت گزار نکلا، ایک دن اس کی ماں نے کہا بیٹا تیرے باپ نے تیرے لیے ایک گائے خدا کے سپرد کی تھی جو جنگل میں ہے جا کر لے آ، بیٹے نے جنگل میں جا کر امانت الٰہی کا نام لے پکارا گائے فوراً دوڑتی چلی آئی جو نہایت خوش نما بے داغ تھی نہ بچہ تھی نہ بوڑھی درمیانی عمر کی تھی جیسا کہ آیت میں ہے، لڑکا اسے لے کر ماں کے پاس آیا ماں نے کہا کہ اسے بازار میں لے جا کر بیچ کر اس قیمت سے اپنی بسر اوقات کرو لیکن جو قیمت لگے مجھ سے آ کر کہنا بغیر میرے پوچھے مت دینا، خریدار نے کہا اگر بغیر پوچھے مجھے دیدو گے تو دوگنی قیمت دوں گا لڑکے نے انکار کیا اور ماں سے آ کر کہا ماں نے منع کیا، اسی طرح روزانہ گائے کی قیمت میں وہ آدمی اضافہ کرتا رہا اور ماں منع کرتی رہی، ایک دن ماں نے بیٹے سے کہا کہ اس خریدار سے آج مشورہ کرنا کہ اس گائے کو ابھی بیچیں یا نہ بیچیں، کیونکہ عورت سمجھ گئی تھی یہ خریدار کوئی فرشتہ ہے، لڑکے نے جا کر اس سے ماں کا کہا ہوا کہا تو اس خریدار نے کہا کہ تم ماں سے کہہ دینا کہ اس گائے کو ابھی نہ بیچیں عنقریب بنی اسرائیل کو ایسی گائے کی ضرورت پڑے گی اور وہ اس کی کھال بھر سونا دیکر خرید لیں گے (ملخصاً سراج وعزیزی وغیرہ) ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر وہ انشاء اللہ نہ کہتے تو کبھی وہ گائے کو ذبح نہ کر سکتے تھے، اس سے

www.waseemziyai.com

قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾

تم نے ایک خون کیا تو ایک دوسرے پر اس کی تہمت ڈالنے لگے اور اللہ کو ظاہر کرنا جو تم چھپاتے تھے۔

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ

تو ہم نے فرمایا اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو اللہ یوں ہی مردے جلائے گا اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ

کہ کہیں تمہیں عقل ہو ف۵۴ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہوگئے تو وہ

معلوم ہوا کہ انشاءاللہ ہر نیک کام میں کہنا مستحسن ہے بلکہ قریب استحباب شرعی کے ہے (عزیزی)

۵۴ ۔ یہ آیت گزشتہ آیت کا تتمہ ہے اور واقعہ مذکورہ کا شروع ہے، یعنی اور یاد کرو جب تم نے ایک خون کیا، ایک آدمی کو مار ڈالا جس کا نام عامیل تھا تو تم ایک دوسرے پر اس کے قتل کی تہمت دھرنے لگے اور آپس میں جھگڑنے لگے اور اللہ ظاہر کرتا ہے جو تم چھپاتے ہو، تو ہم نے فرمایا کہ اس مقتول پر گائے کا ایک ٹکڑا مارو پس انہوں نے گائے ذبح کی اور اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا اس پر مارا تو اس نے زندہ ہو کر بتایا کہ فلاں بھتیجوں نے مجھے مارا ہے، پھر وہ بتا کر مر گیا اور بھتیجے اس کے قصاص میں قتل کیے گئے اور اس کی میراث سے محروم رہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یونہی مردے جلائے گا ا یں اپنی نشانیاں دلائل قدرت دکھاتا ہے کہ تمہیں عقل ہو اور یقین کرو کہ جو ذات ایک آدمی کے زندہ کرنے پر قادر ہے وہ بہت سوں کے زندہ کرنے پر قادر ہے۔

تنبیہ: اس پوری آیت اور واقعہ میں چند فائدے ہیں: اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قاتل کا نام نہ بتایا بلکہ گائے ذبح کر کے اس کے گوشت کا ٹکڑا مقتول کے بدن پر مارنے کو کہا، کیونکہ اگر نام بتا دیتا اور موسیٰ علیہ السلام یہود سے کہتے کہ فلاں شخص نے اسے مارا ہے تو ممکن تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلاتے ان کے کہنے پر یقین نہ لاتے اس لیے انہیں نام نہ بتایا بلکہ ان سے گائے کے گوشت کا ٹکڑا مقتول کے مارنے کو کہا تا کہ وہ خود زندہ ہو کر قاتل کا نام بتائے کہ انہیں یقین آئے اور جھٹلانے کی راہ بند ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ اس سے اللہ کو اپنی قدرت کاملہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ظاہر کرنا مقصود تھا تا کہ وہ یقین کر لیں کہ جس نے اس مقتول کو زندہ کیا ہے وہ دوسرے مردوں کو بھی مرنے کے بعد زندہ کر سکتا ہے اور کرے گا۔ تیسرے یہ کہ تمام جانوروں میں ذبح کے لیے گائے کو اس لیے مخصوص کیا کہ بنی اسرائیل نے گائے کو پوجا تھا کہ ان کے دل میں اس کی عظمت تھی، اس عظمت کو ان کے دلوں سے نکالنے کے لیے گائے کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ چوتھے یہ کہ تمام گایوں میں ایسی ہی گائے کو اس لیے مخصوص کیا کہ اس سے فائدۂ توکل ظاہر ہو اور ایک متوکل علی اللہ کی بیوہ اور فرماں بردار یتیم بچہ کو نفع ہو اور اس قدر انہیں مال ملے کہ عمر بھر کو کافی ہو۔ پانچویں یہ کہ گائے کے ذبح کرنے میں تقرب الی اللہ اور ادائے واجب ہو۔ چھٹے یہ کہ قربانی اچھے اور زیادہ قیمت کے جانور کی ہونا چاہیے تا کہ ثواب زیادہ ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین سو دینار کی اونٹنی لے کر قربانی کی۔ ساتویں یہ کہ شفقت علی الاولاد ظاہر ہو (بیضاوی و عزیزی)، آٹھویں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً گائے ذبح کرنے کا حکم فرمایا تھا کوئی گائے بھی وہ ذبح کرتے وہ کافی ہوتی مگر انہوں نے تشدد کیا اس پر تشدد ہوتا گیا جیسا کہ مسلم وغیرہ کی حدیث میں آیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام الٰہی میں حیل و حجت نہ کرنا چاہیے جس قدر حکم ہو اس پر عمل کرنا چاہیے کہ اگر اس میں زیادہ پوچھ گچھ کی جائے گی تو اس قدر اس میں قیدیں اضافہ ہوں گی اور مطلق مقید ہو کر رہ جائے گا تو پھر دقت ہوگی جیسا کہ گائے کے بیان میں ہوا، شرعاً اس کی ممانعت ہے ﴿لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ﴾ الخ [المائدۃ:۱۰۱]۔ (حقانی)

www.waseemziyai.com

كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ

پتھروں کے مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ کڑے[1] اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے

الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا

ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں

لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

کہ اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ تمہارے کوتکوں[1] سے بے خبر نہیں۔ ف۵۵

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ

تو اے مسلمانو! کیا تمہیں یہ طمع[2] ہے کہ یہ یہودی تمہارا یقین لائیں گے اور ان میں کا تو ایک گروہ وہ تھا کہ

كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

اللہ کا کلام سنتے پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستہ بدل دیتے ف۵۶

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى

اور جب مسلمانوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب آپس میں اکیلے ہوں تو

بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ

کہیں وہ علم جو اللہ نے تم پر کھولا مسلمانوں سے بیان کیے دیتے ہو کہ اس سے تمہارے

بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

رب کے یہاں تمہیں پر حجت لائیں کیا تمہیں عقل نہیں کیا نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے

۵۵ ۔ جب گزشتہ آیات میں بنی اسرائیل کو ڈرانے سمجھانے رغبت دلانے کی حد ہوگئی اور ان پر کچھ اثر نہ ہوا تو اس آیت میں ان کی حالت ظاہر کی گئی اور پتھر سے تشبیہ دے کر فرمایا گیا کہ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہوگئے یعنی مقتول کے زندہ ہونے اور اللہ کی نشانیاں دیکھنے کے بعد تمہارے دل بجائے نرم ہونے کے سخت ہوگئے اور تم نے حق قبول نہ کیا تو وہ پتھروں کے مثل ہیں بلکہ پتھروں سے بھی زیادہ کڑے ہیں، اور پتھروں میں تو کچھ وہ پتھر ہیں جو اللہ کے ڈر سے خشوع کرتے اور گر پڑتے ہیں مگر تمہارے دل پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں کہ نرم نہیں ہوتے، اثر قبول نہیں کرتے، اور اللہ تمہاری بداعمالیوں سے بے خبر نہیں ہے، ایک وقت تک تمہیں ڈھیل دے رکھی ہے۔

۵۶ ۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں مسلمانوں کو تسلی دیتا ہے کہ تم ان یہودیوں سے ایمان لانے کی توقع نہ کرو کیوں کہ یہ اس بدطینت شریر خصلت قوم کے افراد ہیں جو کلام الٰہی کو سن کر سمجھ کر بھی بدل ڈالتے تھے تو ان سے امید نہ رکھو کہ وہ تمہاری تصدیق کریں، اسی مضمون کی طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اے مسلمانو! کیا تمہیں امید ہے کہ یہودی تمہارا یقین لائیں گے، ان میں ایک گروہ تھا کہ اللہ کا کلام تورات سنتے تھے پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستہ جان کر بدل دیتے تھے، جیسے آیت رجم و نعت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، پس

www.waseemziyai.com

مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے۔ اور ان میں کچھ اَن پڑھ ہیں جو کتاب

الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ

کو نہیں جانتے مگر زبانی پڑھ لینا یا کچھ اپنی من گھڑت اور وہ نرے گمان میں ہیں۔ ف۵۷ تو خرابی ہے ان کے لیے

يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں پھر کہہ دیں یہ خدا کے پاس سے ہے

لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ

کہ اس کے عوض تھوڑے دام حاصل کریں تو خرابی ہے ان کے لیے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے

ان کے ایمان لانے کی امید نہ رکھو کہ جب ان کے بڑوں کی یہ حالت تھی تو ان سے کیا امید ہو سکتی ہے۔

۵۷۔ یہ گزشتہ آیت کا تتمہ ہے اور یہود کی حالت کا مظہر ہے۔

شان نزول: یہ ہے کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حکم فرمایا کہ مدینہ میں سوائے مسلمانوں کے کوئی داخل نہ ہو تو بعض یہود مسلمانوں کی خبریں معلوم کرنے کی غرض سے منافقانہ طور سے مسلمان ہو گئے تھے اور مسلمانوں سے مل کر اپنا اعتبار جتانے کے لیے کہتے تھے کہ ہماری تورات میں حضور کے اوصاف لکھے ہیں اور انہیں تورات کھول کر دکھاتے تھے، اور جب وہ لوٹ کر اپنے سرداروں کے پاس جا کر بیٹھتے تھے تو وہ انہیں ملامت کرتے اور کہتے کہ تم یہ کیا کرتے ہو کہ اپنی کتاب کی باتیں انہیں بتاتے ہو، کل کو وہ یہی ثبوت میں پیش کریں گے تب یہ آیت نازل ہوئی، یعنی اور جب منافق یہودی مسلمانوں سے ملیں تو کہیں کہ ہم ایمان لائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ وہ نبی برحق ہیں، اور ان کے آنے کی ہماری کتاب تورات میں بشارت دی گئی ہے اور جب وہ آپس میں اکیلے ہوں تو ان کے غیر منافق لوگ ان سے کہیں کیا وہ علم جو اللہ نے تم پر کھولا ہے مسلمانوں سے بیان کیے دیتے ہو یعنی جو نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تورات میں ظاہر کی گئی ہے اسے تم مسلمانوں کو بتائے دیتے ہو کہ وہ اس سے تمہارے رب کے یہاں تمہیں پر حجت لائیں کہ تم نے باوجود علم کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہ کی، کیا تمہیں عقل نہیں ہے کہ مسلمان تم پر اس سے حجت پکڑیں گے، پس تم اس سے باز آؤ، کیا وہ نہیں جانتے ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں، اور ان میں کچھ لوگ ان پڑھ ہیں کہ جو تورات کو نہیں جانتے ہیں مگر زبانی پڑھ لینا یا کچھ اپنی من گڑھت اور وہ لوگ نرے گمان میں ہیں، یعنی کچھ لوگ یہودیوں میں پڑھے ہوئے نہیں ہیں تورات کو جانتے نہیں ہیں کہ اس میں کیا لکھا ہے مگر زبانی جھوٹی باتیں اپنے رئیسوں سے سن کر یقین کر لیتے ہیں اور محض وہ گمان ہی گمان میں ایسی باتیں بناتے ہیں کہ جنت میں سوائے یہود کے اور کوئی داخل نہ ہوگا، اللہ کو ہم سے خصوصیت ہے کہ اس نے ہمیں بیٹا کہا ہے اور محبوب بنایا ہے، ہمارا ہر گناہ معاف ہے اور ہمارے باپ دادا نبی تھے، ان کو یہ قدرت ہے کہ وہ بغیر مرضی خدا کے ہم کو دوزخ سے چھوڑا لیں گے، اور عذاب بھی ہوگا تو چند روز ہوگا، اور استحقاق نبوت ہمارے ہی خاندان کو حاصل ہے کسی اور خاندان کا نبی نہیں ہو سکتا، ہماری شریعت قیامت تک واجب العمل ہے منسوخ ہونے والی نہیں ہے، خدا فرماتا ہے یہ سب بے اصل خیالات ہیں اور محض گمان ہے (حقانی و عزیزی)

www.waseemziyai.com

وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ

اور خرابی ان کے لیے اس کمائی سے۔ ف۵۸ اور بولے ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر

اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ

گنتی کے دن تم فرمادو کیا خدا سے تم نے کوئی عہد لے رکھا ہے جب تو

اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلٰى مَنْ

اللہ ہرگز اپنا عہد خلاف نہ کرے گا یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں۔ ہاں کیوں نہیں جو

كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْۗـَٔتُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

گناہ کمائے اور اس کی خطا اسے گھیر لے وہ دوزخ والوں میں ہے

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰۗىِٕكَ

انھیں ہمیشہ اس میں رہنا اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ع ۱۱ ۹

جنت والے ہیں انھیں ہمیشہ اس میں رہنا۔ ف۵۹ اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا

۵۸ ۔ شان نزول: یہ آیت علمائے بنی اسرائیل کے بارے میں نازل ہوئی کہ ان میں سے بعض اپنی طرف سے کتاب لکھ کر عرب والوں کے ہاتھ فروخت کرتے اور کہتے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اس کے بدلے کچھ دام لیتے اور بعض ان میں سے دنیا کمانے کے لیے عوام کو غلط باتیں اور مسائل اپنے رئیسوں کی مرضی کے موافق لکھ کر دے دیا کرتے اور کہہ دیتے تھے کہ یہ خدا کا حکم تورات میں ہے ،اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کی برائی ظاہر کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی، تو خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں یعنی کتاب اللہ میں تحریف کریں پھر کہہ دیں یہ خدا کے پاس سے ہے کہ اس کے عوض دنیا کمائیں تھوڑے دام حاصل کریں، تو خرابی ہے ان کے لیے انہی کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کے لیے اس کمائی سے جو اس کے بدلے لیتے ہیں، اور تورات میں جو حلیہ مبارک اور اوصاف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور احکام مذکور ہیں انہیں تبدیل کرتے ہیں گویا کہ وہ تین گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں: ایک تو کلام الٰہی میں تحریف کے، دوسرے خدا پر افترا یعنی بہتان کرنے کے کہ یہ خدا کا کلام ہے، تیسرے اس کے بدلے رشوت لینے کے، اس لیے قرآن عظیم کی تفسیر و ترجمہ میں اس طرح الفاظ لکھنا کہ فرق نہ رہے کلام الٰہی سے جدا نہ معلوم ہوں حرام ہے بلکہ اس طرح لکھے جائیں جس سے معلوم ہو کہ وہ قرآن میں داخل نہیں ہیں، قرآن عظیم کو فروخت کرنا اور اس کے لکھنے پر اجرت لینا متاخرین کے نزدیک جائز ہے، حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: قرآن کو فروخت کرنے اور اس کے لکھنے کی اجرت لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (عزیزی)

۵۹ ۔ شان نزول: یہ آیت یہود کے خیالات کی تردید میں نازل ہوئی جب کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہود کو دوزخ میں جانے کا خوف دلایا عذاب الٰہی سے ڈرایا تو وہ بولے کہ ہمیں آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن، یعنی چالیس دن یا سات دن جن میں ہمارے باپ دادا نے گائے پوجی تھی، تو تم فرمادو اے نبی ان سے کیا تم نے خدا سے اس پر کوئی عہد لے لیا ہے کہ اللہ ہرگز اپنا عہد خلاف نہ

www.waseemziyai.com

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۟ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى

کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتے داروں اور یتیموں

وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ

اور مسکینوں سے اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا

پھر تم پھر گئے مگر تم میں کے تھوڑے اور تم رو گردان ہو ف۶۱ اور جب ہم نے

مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ

تم سے عہد لیا کہ اپنوں کا خون نہ کرنا اور اپنوں کو اپنی بستیوں سے

دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ

نہ نکالنا پھر تم نے اس کا اقرار کیا اور تم گواہ ہو۔ پھر یہ جو تم ہو

کرے گا۔ یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے، ہاں کیوں نہیں جو گناہ کمائے اور اس کی خطا اسے گھیر لے وہ دوزخ والوں میں ہے انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ہے، اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنت والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔

تنبیہ: اس آیت میں بقول ابن عباس وقتادہ ومجاہد وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سیئۃ وخطیئہ سے شرک مراد ہے (مدارک وغیرہ) اور فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ [البقرۃ:۸۰] سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ وعہد خلاف نہیں ہو سکتا، اور آیت کفار کے ساتھ مخصوص ہے۔ (سراج وبیضاوی وتفصیل الخلف فی العزیزی)

۶۰ ۔ یہاں سے چند آیات تک اللہ تعالیٰ یہود کے اقرار توڑنے اور احکام الٰہی کے خلاف ورزی کرنے کا ذکر فرماتا ہے کہ اور یاد کرو جب ہم نے تورات میں بنی اسرائیل سے عہد لیا۔ اس پر کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ ا

(ا) حقوق والدین: مسئلہ اگر والدین اپنی خدمت کے لیے نوافل چھوڑنے کو کہیں تو چھوڑ دے، ان کی خدمت نفل سے مقدم ہے۔ مسئلہ: واجبات والدین کے حکم سے ترک نہیں کیے جا سکتے، والدین کے ساتھ احسان کے طریقے جو احادیث سے ثابت ہیں وہ یہ ہیں کہ تہہ دل سے ان کے ساتھ محبت رکھنے، رفتار وگفتار میں، نشست وبرخاست میں ادب لازم جانے، ان کی شان میں تعظیم کے الفاظ کہے، ان کو راضی کرنے کی کوشش کرتا رہے، اپنے نفیس مال کو ان سے نہ بچائے، ان کے مرنے کے بعد ان کی وصیتیں جاری کرے، ان کے لیے فاتحہ، صدقات، تلاوت قرآن سے ایصال ثواب کرے، اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کی دعا کرے، ہفتہ وار ان کی قبر کی زیارت کرے۔ (فتح العزیز) والدین کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھلائی کرو اور لوگوں سے اچھی بات کہو یعنی ان سے نرمی سے بولو، انہیں اچھی باتیں کرنے اور بری باتوں سے باز رہنے کو کہو، ان پر لطف ومہربانی کرو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو، پس تم نے اسے قبول کیا پھر تم اس کے پورا کرنے سے پھر گئے مگر تم میں کے تھوڑے، اور روگرداں ہوا اپنے بزرگوں کی طرح ان باتوں سے اعراض کرتے ہو، حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا" کی تفسیر میں منقول ہے کہ قولوا للناس ماتحبون اِنْ یقال لکم یعنی تم لوگوں سے اس طرح بات کرو جس طرح کہ تم اپنے لیے دوسرے سے بات کرنا پسند کرتے ہو (عزیزی)۔

www.waseemziyai.com

تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ

اپنوں کو قتل کرنے لگے اور اپنے میں ایک گروہ کو ان کے وطن سے نکالا

تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى

ان پر مدد دیتے ہو (ان کے مخالف کو) گناہ اور زیادتی میں اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں

تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ

تو بدلا دے کر چھڑا لیتے ہو اور ان کا نکالنا تم پر حرام ہے تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان

الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ

لاتے اور کچھ سے انکار کرتے ہو تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلا کیا ہے

اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ

مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے

الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا

جائیں گے اور اللہ تمہارے کوتکوں[۱] سے بے خبر نہیں ف[۶۱] یہ ہیں وہ لوگ جنھوں نے

۶۱ ۔ اس آیت میں ان یہود کی برائیاں بیان کی گئی ہیں جو مدینے میں رہتے تھے اور پہلی آیت کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ برائیاں تو ہمارے بزرگوں میں تھیں ہم میں نہیں ہیں ہم بنی یعقوب ہیں، اللہ فرماتا ہے کہ تم کیا اچھے ہو تم بھی خلاف ورزی احکام الٰہی کی کرتے ہو، اور یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا اور کہا کہ اپنوں کا خون نہ کرنا یعنی آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ کرنا، اور اپنوں کو بستیوں سے نہ نکالنا، یعنی ایک تم میں کا دوسرے کو اس کے گھر سے نہ نکالے جلاوطن نہ کرے، پھر تم نے اس کا اقرار کیا اور اسے قبول کیا اور تم گواہ ہو اس پر۔ پھر اے یہودیو! تم اپنوں کو قتل کرنے لگے اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے وطن سے نکالتے ہو، ان پر مدد دیتے ہو گناہ اور زیادتی میں، اور اگر وہ قید ہو کر تمہارے پاس آئیں تو بدلہ دے کر چھڑا لیتے ہو اور حال یہ ہے کہ ان کا نکالنا تم پر حرام ہے، تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور عمل کرتے ہو یعنی قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑاتے ہو، اور کچھ حکموں سے انکار کرتے ہو یعنی ان پر عمل نہیں کرتے ہو خلاف حکم الٰہی کرتے ہو گھروں سے نکالتے ہو اور اس پر مدد کرتے ہو) تو جو تم میں سے ایسا کرے اس کا بدلہ کیا ہے مگر یہ کہ دنیا میں رسوا و ذلیل ہو جیسا کہ بنو قریظہ اور بنی نضیر رسوا و ذلیل ہوئے کہ بنی قریظہ قتل کیے گئے، ان کے بال بچے لونڈی غلام بنائے گئے اور بنو نضیر مدینے سے نکالے گئے، ان پر جزیہ مقرر کیا گیا، اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے اور اللہ تمہارے کوتکوں اور برے فعلوں سے بے خبر نہیں ہے۔ سدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد کرالیا تھا کہ ایک دوسرے کو قتل نہ کرے گا، گھر سے نہ نکالے گا، اور ان کے دشمنوں کی مدد نہ کرے گا اور جو غلام باندی بنی اسرائیل کا پائے گا اسے خرید کر آزاد کرے گا، بنی قریظہ قبیلہ اوس کا حلیف تھا اور بنی نضیر قبیلہ خزرج کا حلیف اور اوس کے اور خزرج کے درمیان پرانی عداوت چلی آرہی تھی، پس ہر ایک ان کا مع اپنے حلیف کے دوسرے سے لڑتا اور ان کی بستیوں کو برباد کرتا اور انہیں گھر سے بے گھر کرتا اور جب وہ قید ہوتے تو فدیہ دیکر چھڑاتا،

www.waseemziyai.com

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۪ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ

آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی تو نہ ان پر سے عذاب ہلکا [ہو] اور نہ ان کی

يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ ع ۱۰

مدد کی جائے۔ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد پے در پے

بِالرُّسُلِ ۪ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ

رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور پاک روح سے اس کی مدد کی

الْقُدُسِ ۭ اَفَكُلَّمَا جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ

تو کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی خواہش نہیں تکبر کرتے ہو

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۪ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ

تو ان میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو ف۶۲ اور یہودی بولے ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں

اور جب ان سے کہا جاتا کہ کیوں فدیہ دیتے ہو تو کہتے کہ ہمیں فدیہ دینے کا حکم ہے، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ کیوں لڑتے ہو کہتے کہ ہم شرم کی وجہ سے لڑتے ہیں کہ ہمارے حلیف ہمیں ذلیل جانیں گے، پس اللہ نے انہیں عار دلائی کہ تم بعض حصے پر کتاب کے ایمان لاتے ہو اور بعض پر نہیں (سراج) گویا چار حکموں سے ایک حکم پر عمل کرتے ہو یعنی قیدی کو فدیہ دیکر چھڑا لیتے ہو اور تین حکموں پر عمل نہیں کرتے ہو یعنی قتل کرنے، بستیاں برباد کرنے، گھروں سے نکالنے اور لڑنے والوں کی مدد کرنے سے پرہیز نہیں کرتے ہو۔

۶۲۔ یعنی اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب تورات عطا کی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں یعنی معجزات عطا فرمائے جیسے مردے زندہ کرنا اور اندھے کو بینا کرنا، کوڑھی کو اچھا کرنا، چھپی ہوئی باتیں بتانا اور مٹی سے پرند یعنی جانور بنا کر جان ڈالنا اور پاک روح سے اس کی مدد کرنا یعنی جبرائیل کو ان کے ساتھ رہنے کا حکم فرمایا کہ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جاتے وہاں جبرئیل علیہ السلام بھی ان کے ساتھ جاتے، تو کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول لے کر وہ آئے جو تمہارے نفس کی خواہش نہیں یعنی جب کوئی رسول تمہارے پاس حق لے کر آئے جو تمہاری خواہش کے خلاف ہو تو تم تکبر کرتے ہو، تو ان میں سے ایک گروہ کو تم جھٹلاتے ہو جیسے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا۔ اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو جیسے کہ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ وغیرہ انبیا علیہم السلام کو شہید کیا۔

تنبیہ: روح القدس سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں اسی کو ابن کثیر نے ترجیح دی ہے اور اسی کی احادیث سے تائید ہوتی ہے، یا روح پاک سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں یا اس سے انجیل مراد ہے جو ان پر نازل کی گئی تھی یا اسم اعظم مراد ہے جس کے ذکر سے وہ مردہ زندہ کرتے تھے (مدارک وسراج) صحیح حدیث میں ہے کہ روح القدس جبرئیل ہیں اور بخاری وغیرہ کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان کے لیے دعا فرماتے "اللّٰھم ایدہ بروح القدس" اے اللہ تو روح القدس کے ساتھ ان کی مدد فرما، اس سے معلوم ہوا کہ تائید روح القدس کی حضور کے بعض امتیوں کو حضور کے طفیل نصیب ہوتی تھی تو حضور کی شان تو ارفع واعلیٰ ہے انہیں تائید روح القدس کی بدرجہ اولیٰ حاصل ہوگی جیسا کہ ابن حبان کی حدیث میں ہے کہ فرمایا سردار انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ روح

www.waseemziyai.com

بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَلَمَّا

بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں ف۶۳ اور جب

جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا

ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق فرماتی ہے اور

مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ

اس سے پہلے [وہ] اسی نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ

مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا

جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔ ف۶۴ کس برے

اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ

مولوں انھوں نے اپنی جان کو خریدا کہ اللہ کے اتارے سے منکر ہوں اس کی جلن سے کہ

يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ

اللہ اپنے فضل سے اپنے جس بندے پر چاہے وحی اتارے تو

القدس میرے سینے میں پھونک مارتا ہے (عزیزی)

۶۳۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہود کی تمام باتیں بدلائل باطل کر دیں اور انہیں کوئی جواب معقول بن نہ پڑا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استہزاءً یہودی بولے ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں اس میں آپ کی بات داخل نہیں ہو سکتی ہے اور نہ ہم اسے ماننے کو تیار ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتا ہے کہ ان کے دلوں پر پردہ نہیں پڑا ہے بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ہے ان کے کفر کے سبب تو ان میں سے تھوڑے ایمان لاتے ہیں، یعنی ان میں سے جن کے دلوں پر لعنت کا پردہ نہیں ہے وہ ایمان لاتے ہیں اور بہت سوں کے دل پر لعنت کا حجاب ہے وہ ایمان نہیں لاتے ہیں کفر کرتے ہیں اور حق بات نہیں مانتے، ترمذی کی حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ بن جاتا ہے پھر وہ نقطہ بڑھتے بڑھتے تمام دل پر چھا جاتا ہے یہاں تک کہ پھر اس میں کوئی حق بات اثر نہیں کرتی ہے ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ [المطففین: ۱۴] سے یہی مراد ہے، اور جب آدمی گناہ سے توبہ و استغفار کر لیتا ہے تو وہ نقطہ مٹ جاتا ہے (حقانی) گویا گناہ کی ظلمت دل پر چھا جاتی ہے وہ حق بات کو دل میں نہیں جانے دیتی، ایسے ہی ان کے دل کفر کرتے کرتے سیاہ ہو گئے ہیں ان میں حق بات داخل نہیں ہوتی۔

شان نزول: اس آیت کا یہ ہے کہ جب یہود کی قبائل اوس و خزرج سے لڑائی تھی اور وہ اپنی شکست دیکھتے تھے تو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے فتح کی دعا کرتے تھے اور اَللّٰھُمَّ ربنا نبتغلك بحق احمد النبی الامی کہتے تھے۔ (حاکم و بیہقی و ابونعیم) تو انہیں فتح حاصل ہوتی تھی اور جب حضور والا تشریف لائے تو منکر ہو گئے ایمان نہ لائے۔ امام احمد و طبرانی نے سلمہ بن قیس سے روایت کی ہے کہ ہمارے محلہ میں ایک یہودی رہتا تھا اس نے ہم سے عذاب و ثواب آخرت کا ذکر کیا، ہم نے اس سے اس کی دلیل پوچھی تو

www.waseemziyai.com

اس نے کہا کہ عنقریب مکہ اور یمن کی طرف ایک نبی مبعوث ہوگا اور اس بات کو ثابت کرے گا، ہم نے پوچھا وہ کب تک ظاہر ہوگا تو اس نے میری طرف نظر کر کے کہا کہ اگر یہ لڑکا عمر طبعی تک زندہ رہا تو دیکھ لے گا، جب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر مشہور ہوئی اور مدینے میں آئے تو ہم نے اس یہودی سے کہا اب حضور پر ایمان کیوں نہیں لاتا تو اس نے شرمندہ ہو کر کہا تھا کہ یہ نبی نہیں ہے (حقانی و عزیزی) اسی طرح ایک بار حضرت معاذ بن جبل وغیرہ صحابہ نے یہود سے کہا تھا کہ تم حضور پرنور پر ایمان کیوں نہیں لاتے ہو، تم تو ان کی بعثت سے پہلے ان کے توسل سے اپنے دشمنوں پر فتحیاب ہونے کی دعا کیا کرتے تھے اور جب ہم مشرک تھے تو تم ہمارے سامنے ان کا حلیہ اور ان کے اوصاف بیان کیا کرتے تھے تو سلام ابن مشکم یہودی نے کہا کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کا ہم ذکر کیا کرتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جب ان کے پاس وہ کتاب قرآن آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب تورات کی تصدیق فرماتی ہے اور اس کتاب کے آنے سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے اور کہتے تھے اے اللہ تو ہمیں اس نبی آخرالزماں کے طفیل ہمارے دشمنوں پر فتح دے جس کی صفت ہم تورات میں پاتے ہیں اور مشرکوں سے کہتے ہیں کہ عنقریب ایسا نبی پیدا ہونے والا ہے جس کے ساتھ ہو کر ہم تمہیں قتل کریں گے مثلِ قتل عاد و روم (مدارک و سراج و ابن کثیر) تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ نبی جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے یعنی حسد و عناد اور خوفِ زوالِ ریاست کی وجہ سے یہود دیدہ و دانستہ ان کے منکر ہو گئے اور ان پر ایمان نہ لائے تو اللہ کی لعنت ہے منکروں پر، یہاں منکروں سے یہود مراد ہیں، قالہ مجاہد وقتادہ وغیرہ (ابن کثیر)

تنبیہ: جب بخت نصر نے شام و بیت المقدس کو برباد کیا یہودیوں کو قتل و غارت کیا ان میں سے کچھ یہودی اِدھر اُدھر بھاگ گئے چونکہ یہود سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات اور جائے پیدائش اور مقام ہجرت سے واقف تھے اس لیے ایک گروہ انہیں کا مدینے میں آ کر رہنے لگا اور ایک جماعت خیبر میں جا کر بسی، ایک مدت کے بعد قبیلہ اوس و خزرج جو ملک سبا کے رہنے والے تھے مدینے میں آئے اور یہودیوں پر غالب ہوئے اور ان پر اس قدر مظالم کیے کہ انہوں نے تنگ آ کر خدا سے دُعا کی کہ الٰہی تو نبی آخرالزماں کے طفیل ہماری مدد کر ہمیں ان پر فتح دے، قبائل اوس و خزرج ان کی یہ دعا سن کر تعجب کرتے تھے اور ان سے پوچھتے یہ کیا بات ہے تو وہ ان سے کہتے کہ عنقریب نبی آخرالزماں پیدا ہوں گے، ہم ان کے ساتھ ہو کر تمہیں ہلاک کریں گے، کچھ دنوں کے بعد اوس و خزرج میں دشمنی پھیلی اور سو برس تک ان میں لڑائی ہوتی رہی، یہود کے جو دو قبیلے بنی قریظہ اور بنی نضیر مدینے میں رہتے تھے اور اوس و خزرج مغلوب تھے ان میں سے بنی قریظہ نے اوس سے اور بنی نضیر نے خزرج سے مدد کرنے کا معاہدہ کیا اور ہر ایک ان میں کا لڑائی کے وقت اپنے حلیف کی مدد کرتا اور جو گرفتار ہوتا ان میں سے کوئی فدیہ دیکر چھڑاتا یہاں تک کہ ہجرت سے پہلے اوس و خزرج میں بہت خوں ریز جنگ ہوئی جو اب تک عرب میں مشہور ہے اسے جنگ یوم البعاث کہا جاتا ہے، جب حضور سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے تشریف فرما ہوئے تو اوس و خزرج ایمان لائے اور انصار کے نام سے مشہور ہوئے آپس کی عداوت ختم ہوئی اور یہودی حسد کی وجہ سے ایمان نہ لائے اور کہہ دیا کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کا ہم ذکر کرتے تھے، انہیں کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔ (مجاہد)

www.waseemziyai.com

بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ

غضب پر غضب کے سزاوار ہوئے اور کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے ف۶۵ اور جب ان سے کہا جائے

لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا

کہ اللہ کے اتارے پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں وہ جو ہم پر اترا اس پر ایمان لاتے ہیں

وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ

اور باقی سے منکر ہوتے ہیں، حالانکہ وہ حق ہے ان کے پاس والے کی تصدیق فرماتا ہوا تم فرماؤ

فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾

کہ پھر اگلے انبیا کو کیوں شہید کیا اگر تمہیں اپنی کتاب پر ایمان تھا ف۶۶

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ

اور بے شک تمہارے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر تشریف لایا پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو معبود بنالیا

وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ

اور تم ظالم تھے اور یاد کرو جب ہم نے تم سے پیمان لیا اور کوہِ طور کو تمہارے سروں پر

الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ

بلند کیا لو جو ہم تمہیں دیتے ہیں زور سے اور سنو! بولے: ہم نے سنا اور نہ مانا

وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ

اور ان کے دلوں میں بچھڑا رچ رہا تھا ف۶۷ ان کے کفر کے سبب، تم فرمادو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو

اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ

تمہارا ایمان اگر ایمان رکھتے ہو ف۶۸ تم فرماؤ اگر پچھلا گھر

عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ

اللہ کے نزدیک خالص تمہارے لیے ہو نہ اوروں کے لیے تو بھلا موت کی آرزو تو کرو اگر

۶۵ ۔ یہ آیت بھی پہلی آیت کا تتمہ ہے اور یہود کی کج روی اور تعصب اور حسد کو ظاہر کرتی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن عظیم کا انکار اس ضد پر کرتے تھے کہ نبی دوسرے خاندان کا کیوں آگیا اور اس پر کتاب کیوں اتاری گئی اس کے مستحق تو ہم تھے، ہم میں ہمیشہ انبیا ہوتے اور کتاب نازل ہوتی آئی ہے، گویا یہود کا انکار کسی شبہہ اور شک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ محض عناد و تعصب کی وجہ سے تھا، اسی کو آیت میں ظاہر فرمایا گیا ہے کہ کس برے مولوں اور داموں سے انہوں نے اپنی جانوں کو خریدا کہ اللہ کے اتارے ہوئے

www.waseemziyai.com

قرآن سے منکر ہوگئے، صرف اس بات سے جلن ہے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے جس بندے پر چاہے وحی اتارے تو وہ غضب پر غضب کے سزاوار ہوئے، ایک تورات کو ضائع کرنے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ ماننے پر غضب الٰہی کے مستحق تھے ہی دوسرے قرآن عظیم اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تصدیق نہ کرنے پر مورد غضب الٰہی ہوئے اور کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

تنبیہ: ﴿فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ﴾ [البقرۃ:۹۰] میں پہلے غضب سے مراد ابن عباس اور مجاہد کے نزدیک تورات کو ضائع کرنا اور اس میں تغیر کرنا اور دوسرے غضب سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرنا مراد ہے، اور سدی کے نزدیک پہلے غضب سے بچھڑا پوجنا اور دوسرے سے حضور کے ساتھ کفر کرنا مراد ہے، اور عکرمہ وابوالعالیہ وقتادہ کے نزدیک اول سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کے ساتھ کفر کرنا اور دوسرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرنا مراد ہے (سراج وابن کثیر)

۶۶ - یہ آیت کریمہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہود کا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننا اور قرآن عظیم کا انکار کرنا محض تعصب اور عناد کی وجہ سے تھا نہ کسی اور وجہ سے، کیوں کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ تم قرآن کریم پر ایمان لاؤ تو وہ اس کے جواب میں یہ کہتے تھے کہ ہم تو اس پر ایمان لائے ہیں جو ہم پر نازل ہوا ہے تو یہ جواب صریح عناد ہی ہے، اس کی کیا خصوصیت کہ جو ان پر نازل ہوا اس پر تو وہ ایمان لائیں اور جو دوسروں پر نازل ہوا اس پر ایمان نہ لائیں اور اپنے عہد کے خلاف کریں، کلام الٰہی سب برابر ہے کسی نبی پر نازل ہوا ہو، اسی کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اور جب ان سے یعنی یہودیوں سے کہا جائے کہ اللہ کے اتارے ہوئے قرآن پر ایمان لاؤ کہتے ہیں کہ وہ جو ہم پر اترا یعنی تورات اس پر ایمان لاتے ہیں اور باقی سے منکر ہوتے ہیں، یعنی انجیل وقرآن کا انکار کرتے ہیں جو تورات کے بعد اترے حالانکہ وہ قرآن حق ہے ان کے پاس والی تورات کی تصدیق فرماتا ہوا تو تم اے حبیب انہیں خاموش کرنے کے لیے فرماؤ کہ پھر تم نے اگلے انبیا کو کیوں شہید کیا اگر تمہیں اپنی کتاب تورات پر ایمان تھا حالانکہ تورات میں انبیا کو قتل کرنے کی مناہی کی گئی تھی اور ان کی طاعت واتباع کا حکم کیا گیا تھا، یہ سرور انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے کے یہود سے خطاب ہے اور انہیں عار دلائی گئی ہے قالہ سدی، (ابن کثیر) اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہود کے قول ﴿نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا﴾ [البقرۃ:۹۱] کو رد فرماتا ہے اور انہیں کے فعل سے ان پر حجت قائم کرتا ہے کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو بتاؤ کہ حضرت موسیٰ جو معجزات تمہارے پاس لے کر آئے تو تم نے انہیں کیوں نہ مانا اور گائے کو کیوں پوجا اور احکام تورات پر عمل کرنے سے کیوں انکار کیا، اور جب تمہارے سروں پر کوہ طور اٹھایا گیا تو تم نے جان کے خوف سے تورات کے احکام پر عمل کرنے کا زبان سے اقرار کیا دل سے نہ کیا، تو تم اپنے دعوے میں کہ ہم اس پر ایمان لائے جو ہم پر نازل ہوا جھوٹے ہو، اگر سچے ہوتے تو تورات کے احکام پر دل سے عمل کرتے۔ اسی کو اس آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ بیشک تمہارے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں جیسے عصا، ید بیضا، دریا کا پھٹ جانا وغیرہ معجزات لے کر تشریف لائے پھر تم نے ان کے جانے کے بعد بچھڑے کو معبود بنالیا، اور یاد کرو جب ہم نے تم سے تورات پر عمل کرنے کا پیمان یعنی اقرار لیا اور جب تم نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا تو ہم نے کوہ طور تمہارے سروں پر بلند کیا اور ہم نے تم سے کہا لو جو ہم تمہیں دیتے ہیں زور کے ساتھ اور سنو تم جو حکم کیے گئے ہو، تم بولے ہم نے سنا اور نہ مانا یعنی ہم نے تیرا قول سنا اور حکم کو نہ مانا اور ان کے دلوں میں بچھڑا رچ رہا تھا، یعنی بچھڑے کی محبت ان کے دلوں میں بھری ہوئی تھی ان کے کفر کے سبب، اے نبی تم ان سے فرمادو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر تم ایمان رکھتے ہو تورات پر یعنی تمہارا گمان غلط ہے تم تورات پر ایمان نہیں رکھتے کہ ایمان بالتوراۃ تکذیب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تمہیں حکم نہیں دیتا ہے بلکہ ان کی تصدیق کرنے کا حکم دیتا ہے اور تم انہیں جھٹلاتے ہو ان پر ایمان نہیں لاتے ہو۔ ۱۲۔

www.waseemziyai.com

صٰدِقِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ

سچے ہو اور ہرگز کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے ان بداعمالیوں کے سبب جو آگے کر چکے اور اللہ

عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٥﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚۛ

خوب جانتا ہے ظالموں کو۔ اور بے شک تم ضرور انہیں پاؤ گے کہ سب لوگوں سے زیادہ جینے کی ہوس رکھتے ہیں

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚۛ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚۛ

اور مشرکوں سے ایک کو تمنا ہے کہ کہیں ہزار برس جیے

وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا

اور وہ اسے عذاب سے دور نہ کرے گا اتنی عمر دیا جانا اور اللہ ان کے کوتک ہے

يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ ع قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى ع ١٠ ١١

دیکھ رہا ہے۔ ف ٦٨ تم فرمادو جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو اس نے تو تمہارے

٦٨ ۔ شان نزول: چونکہ یہود کا منجملہ اور خیالات باطلہ کے ایک خیال یہ بھی تھا کہ ﴿لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا﴾ [البقرۃ:۱۱۱] یعنی جنت میں سوائے یہود کے کسی مذہب وملت کا آدمی داخل نہ ہوگا اور کسی کو سعادت اُخروی نصیب نہ ہوگی اس لیے ہم اپنی کتاب کے سوا کسی دوسری کتاب کو نہیں مانتے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال کی تردید میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اے نبی تم ان سے فرماؤ کہ اگر پچھلا گھر جنت اللہ کے نزدیک خاص تمہارے لیے ہے نہ اوروں کے لیے جیسا کہ تم گمان کرتے ہو تو بھلا موت کی آرزو تو کرو تم اپنے گمان میں سچے ہو کہ وہ خاص تمہارے ہی لیے ہے اور کسی کے لیے نہیں ہے تو اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اس میں داخل ہونے کا ذریعہ اختیار کرو اور وہ ذریعہ موت کی آرزو کرنا ہے کہ جنت بغیر مرے ہوئے نہیں مل سکتی ہے لہٰذا مرنے کی آرزو کرو، کیونکہ جو لوگ جنت اور اس کی نعمتوں کا یقین کامل رکھتے وہ اس کے مشتاق ہوتے ہیں اور اس میں جلد جانے کی آرزو رکھتے ہیں اور دنیا کو اس کے آگے ہیچ سمجھتے ہیں، ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ [التوبۃ:۱۱۱]. یعنی اللہ نے مسلمانوں کے جان ومال جنت کے بدلے مول لے لیے ہیں۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللھم الرفیق الاعلیٰ فرمایا کرتے تھے، یعنی اے اللہ مجھ کو عالم قدس میں پہنچادے، اس لیے سچے مومن شہادت کے آرزو کیا کرتے تھے اور موت کو زندگی پر ترجیح دیا کرتے تھے، چنانچہ اصحاب عشرہ مبشرہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنت کے مشتاق اور موت کے آرزومند رہا کرتے تھے، جنگ احد میں جب ایک صحابی نے حضور سے آخرت کی خوبیاں سنیں تو اپنا توشہ دان پھینک کر کفار سے مقابلہ کے لیے دوڑے اور کہا کہ اب جنت ہی میں جا کر کھائیں گے اور اس کے شوق میں جا کر شہید ہوئے، اور جب حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایران کے سردار رستم کو خط لکھا تو اس کا آخری فقرہ یہ تھا کہ میرے ساتھ وہ قوم ہے جو مرنے کو محبوب رکھتی ہے جیسے عجمی شراب کو محبوب رکھتے ہیں (حقانی وسراج وغیرہ) پس اللہ تعالیٰ پیشین گوئی فرماتا ہے کہ یہ لوگ پکے دنیادار ہیں آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتے ہیں اور جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں یہ ہرگز کبھی موت کی آرزو نہ کریں گے ان بداعمالیوں کے سبب جو آگے کر چکے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو پس ان کے فعل کی انہیں جزا دے گا، اور بیشک تم اے نبی ضرور پاؤ گے کہ سب لوگوں سے زیادہ جینے کی ہوس یہی رکھتے ہیں اور مشرکوں سے ہر ایک کو تمنا ہے کہ کہیں وہ ہزار برس جیے اور اسے اتنی عمر دیا جانا

www.waseemziyai.com

قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى

دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اتارا اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا اور ہدایت

وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ

و بشارت مسلمانوں کو جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں

وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ

اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا ف۶۹ اور بے شک ہم نے

عذاب الٰہی سے دور نہ کرے گا اور اللہ ان کے کوتک برے فعل دیکھ رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ولن یتمنوہ سے مباہلہ اور موت کی دعا کرنا مراد ہے۔ قتادہ وغیرہ کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود سے مباہلہ کے لیے کہا کہ آؤ موت کی دعا کریں جو جھوٹا ہو وہ ہلاک ہو تو انہوں نے مہلت مانگی پھر آ کر آپس میں کہا کہ تم خوب جانتے ہو کہ یہ پیغمبر ہیں اگر ان سے مباہلہ کرو گے تو سب ہلاک ہو جاؤ گے، پھر حضور سے آ کر کہا کہ آپ کے لیے آپ کا مذہب ہے اور ہمارے لئے ہمارا مذہب ہے ہم مباہلہ نہیں کرتے، حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: اگر یہود مباہلہ کرتے تو سب ہلاک ہو جاتے کوئی کہیں نہ بچتا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر یہود موت کی آرزو کرتے تو اپنے تھوک میں ڈوبتے اور مر جاتے کوئی یہودی روئے زمین میں زندہ نہ رہتا (ابن کثیر و بیضاوی وغیرہ) فائدہ: دنیا کی مصیبتوں سے گھبرا کر موت کی آرزو کرنا ناجائز ہے، حدیث میں آیا ہے "لا یتمنین احد کم الموت بضرار نزل به (صحاح)" اور شوق آخرت کے لیے یا حفاظت ایمان کے لیے موت کی دعا کرنا جائز ہے۔

۶۹ ۔ شانِ نزول: اس کا مختلف طور سے بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے میں تشریف لائے اور یہود کو ہدایت کرنا شروع کی تو یہودیوں نے اپنے چند علما کو جن کا سردار عبداللہ بن صوریا تھا حضور کی خدمت میں بھیجا انہوں نے آ کر عرض کیا کہ ہم آپ سے چند باتیں پوچھتے ہیں، اگر آپ نے صحیح جواب دیا تو آپ وہی ہیں جن کے آنے کی خبر موسیٰ علیہ السلام دے گئے ہیں اور پانچ باتیں پوچھیں (۱) اول یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر کس چیز کو حرام کیا تھا (۲) جس نبی کا ذکر تورات میں ہے اس کی کیا علامت ہے (۳) پیٹ کے اندر بچہ نر و مادہ کیسے اور کیوں ہوتا ہے (۴) آپ کے پاس وحی کون لاتا ہے (۵) کڑک اور بجلی کیا ہے، تو حضور نے ان سے ایمان لانے کا اقرار لے کر پانچوں باتوں کا ٹھیک جواب دیا جو انہوں نے تسلیم کیا تب حضور نے ان سے فرمایا کہ اب تم ایمان کیوں نہیں لاتے ہو، بولے جو فرشتہ آپ پر وحی لاتا ہے یعنی جبرئیل وہ ہمارا دشمن ہے، کیونکہ اس نے کئی بار ہمیں عذاب پہنچایا ہے، اگر میکائل ہوتا ایمان لاتے (حقانی بروایت ابن جریر و احمد و طبرانی وغیرہ) اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کا جواب دیا کہ اے نبی تم ان سے فرما دو کہ جو کوئی جبرئیل کا دشمن ہو وہ خدا کا دشمن ہے تو اس جبرئیل نے اللہ کے حکم سے تمہارے دل پر یہ قرآن اتارا ہے جو اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا ہے اور ہدایت کرتا ہے اور بشارت دیتا ہے مسلمانوں کو جنت کی، جو کوئی دشمن ہوا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا کیوں کہ خدا کے فرشتوں اور رسولوں سے عداوت رکھنا کفر ہے اور باعثِ عداوتِ خدا ہے اور خدا کے محبوبوں سے دشمنی رکھنا خدا سے دشمنی رکھنا ہے۔

www.waseemziyai.com

اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا

تمہاری طرف روشن آیتیں اتاریں اور ان کے منکر نہ ہوں گے مگر فاسق لوگ۔ ف۷ اور کیا جب کبھی

عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

کوئی عہد کرتے ہیں ان میں ایک فریق اسے پھینک دیتا ہے بلکہ ان میں بہتیروں کو ایمان نہیں

وَلَمَّا جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ

اور جب ان کے پاس تشریف لایا اللہ کے یہاں سے ایک رسول ان کی کتابوں کی تصدیق فرماتا

فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ

تو کتاب والوں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب اپنے پیٹھ پیچھے پھینک دی گویا وہ

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰي مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ

کچھ علم ہی نہیں رکھتے ف۸ اور اس کے پیرو ہوئے جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلطنت سلیمان کے زمانے میں

۷ ۔ شان نزول: یہ آیت عبداللہ ابن صوریا کے رد میں نازل ہوئی ہے جو علمائے یہود سے تھا، اس نے بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور سے کہا کہ آپ میں کوئی نشانی نہیں ہے اور نہ کوئی شے آپ پر نازل ہوئی کہ ہم آپ کی تصدیق واتباع کریں (ابن کثیر و مدارک) اس کے رد میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اور بیشک ہم نے اے حبیب تمہاری طرف روشن آیتیں اتاریں جو نبی ہونے کی کھلی دلیل ہیں اس کے منکر نہ ہوں گے مگر فاسق یعنی کافر لوگ، لہٰذا ان کا یہ کہنا کہ تم پر کوئی شے نازل نہیں ہوئی اور نہ تم میں کوئی نشانی پائی جاتی ہے محض لغو ہے بالکل غلط۔

تنبیہ: اِلَّا الْفَاسِقُوْنَ کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن عظیم میں جس جگہ کافر کی صفت میں فاسق آیا ہے جیسے یہاں اس سے حد درجہ کا کفر مراد ہے اور جس جگہ اہل ایمان کی صفت میں آیا ہے اس سے گناہ کبیرہ مراد ہے (عزیزی)

۸ ۔ شان نزول: جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مالک بن صیف یہودی کو وہ عہد یاد دلایا جو یہود نے حضور پر ایمان لانے کے متعلق کیا تھا تو اس نے اس عہد سے انکار کیا، اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا: جب کبھی وہ اللہ سے نبی پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا کوئی عہد کرتے ہیں تو ان میں کا ایک فریق اسے پھینک دیتا ہے یعنی عہد توڑ دیتا ہے عمل نہیں کرتا، چنانچہ زمانہ اقدس میں بھی بنی قریظہ اور بنی نضیر نے کئی بار حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاہدہ کیا کہ ہم تمہارے بدخواہ نہ ہوں گے اور مشرکوں کی مدد نہ کریں گے اور ہر دفعہ اس معاہدے کے خلاف کیا اور اپنے عہد کو توڑا جیسا کہ ان سے پہلے یہود کیا کرتے تھے بلکہ بہتیروں کو ایمان نہیں ہے یعنی اکثر ان میں کے ایمان نہیں لاتے ہیں، اور جب ان کے پاس تشریف لایا اللہ کے یہاں سے ایک رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی کتابوں کی تصدیق فرماتا ہوا تو کتاب والوں یعنی یہود سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب تورات اپنے پیٹھ کے پیچھے پھینک دی یعنی اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا، گویا وہ کچھ علم ہی نہیں رکھتے ہیں کہ اس میں کیا ہے۔ سدی کہتے کہ جب یہود نے تورات کو قرآن کے موافق پایا تو انہوں نے تورات کو بھی چھوڑ دیا "ولما جاء هم الخ" میں اسی کا بیان ہے جس سے یہود کی سرتابی اور نقض عہد ثابت ہوتا ہے کہ جب حضور ان کے پاس تشریف لائے اور تورات وغیرہ کی تصدیق کی تو وہ اپنی کتاب کے بھی پابند نہ رہے، اور کتاب اللہ سے مراد

www.waseemziyai.com

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۚ

اور سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیطان کافر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ

اور وہ (جادو) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اترا اور وہ دونوں

مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ

کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں تو اپنا ایمان نہ کھو تو

مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ

ان سے سیکھتے وہ جس سے جدائی ڈالیں مرد اور اس کی عورت میں اور اس سے ضرر نہیں پہنچا سکتے

بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا

کسی کو مگر خدا کے حکم سے اور وہ سیکھتے ہیں جو انھیں نقصان دے گا

يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ

نفع نہ دے گا اور بے شک ضرور انھیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا لیا آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ

اور بے شک کیا بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انھوں نے اپنی جانیں بیچیں کسی طرح انھیں علم ہوتا اور اگر وہ

اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع ۱۲ ۷ ۱۲

ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو اللہ کے یہاں کا ثواب بہت اچھا ہے۔ کسی طرح انھیں علم ہوتا۔ ف۲۷

تورات ہے اسی کو اکثر نے اختیار کیا ہے اور یہی ظاہر ہے اور بعض نے اس سے قرآن عظیم مراد لیا ہے۔ (ابن کثیر و سراج وغیرہ)

۲۷۔ شان نزول: چونکہ یہود من جملہ دیگر بداعمالیوں کے سحر و ساحری کے بھی معتقد تھے اور اس کو دیکھنے اور کرنے میں اس درجہ منہمک رہتے تھے اور اس کو سیکھنے اور کرنے میں اپنی کتاب کو بھی چھوڑ دیا تھا اور اسے سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے اور ان کا علم بتاتے تھے: جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسند رسالت پر جلوہ فرما ہوئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو زمرہ انبیا میں داخل فرمایا تو یہودی بولے کہ دیکھو یہ سلیمان علیہ السلام کو انبیا میں شمار کرتے ہیں انہیں نبی کہتے ہیں حالانکہ وہ معاذ اللہ جادوگر تھے اور نبی نہ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال کو رد کرنے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی براءت اور جادو کی مذمت ظاہر کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی کہ: اور اس کے پیرو ہوئے جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلطنت سلیمان کے زمانہ میں یعنی سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں جو جنات آسمان کی باتیں سن کر آتے اور اس میں اپنی طرف سے جھوٹی باتیں ملا کر کاہنوں کو بتاتے تھے اور کاہن انہیں بیاضوں میں لکھ لیتے تھے اور لوگوں پر ظاہر کرتے تھے کہ جنات غیب جانتے ہیں، جب یہ خبر سلیمان علیہ السلام کو ہوئی تو انہوں نے وہ سب کتابیں لے کر اپنے تخت کے

www.waseemziyai.com

نیچے دفن کردیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد شیاطین نے لوگوں کو ان کتابوں کا پتہ بتایا، لوگوں نے وہ کتابیں نکالیں اور ان میں سحر کی باتیں پائیں تو شیطان نے ان سے کہا کہ اسی سحر کی وجہ سے سلیمان علیہ السلام بادشاہ بنے تھے اور جنات وہوا کو مسخر کیا تھا پس تم بھی اسی کو سیکھو اور اپنی کتابوں کو چھوڑو تو وہ شیطانوں کے بہکاوے سے سحر وساحری میں مشغول ہوئے اور اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کیا، اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام پر سے الزام دفع فرماتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے کفر نہ کیا تھا یعنی وہ جادوگر نہ تھے کہ جادو کفر ہے ہاں شیطان کافر ہوئے وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے، اور وہ جادو جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اترا تھا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے تھے جب تک کہ وہ لوگوں سے بطور نصیحت یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تیری آزمائش ہیں تو اپنا ایمان نہ کھو، یعنی ہم اللہ کی طرف سے تمہاری آزمائش کے لیے آئے ہیں تو جو کوئی اسے سیکھے گا کافر ہوگا اور جو نہ سیکھے گا کہ مومن رہے گا، پس تم اسے سیکھ کر اپنا ایمان نہ کھو، جب وہ ان کا کہا نہ مانتے تو ان سے سیکھتے وہ جادو جس سے جدائی ڈالیں مرد اور اس کی عورت میں، اور اس جادو سے ضرر نہیں پہنچا سکتے کسی کو مگر خدا کے حکم سے، اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں آخرت میں نقصان دے گا نفع نہ دے گا اور بیشک ضرور انہیں یہود کو معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا لیا یعنی کتاب اللہ کو چھوڑ کر سحر سیکھنا کرنا اختیار کیا آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں ہے اور بیشک کیا بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانیں بیچیں، کسی طرح انہیں یہ علم ہوتا کہ وہ بہت بری چیز ہے اس کی وجہ سے وہ دوزخ میں جائیں گے عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے، اور اگر وہ یہود ایمان لاتے نبی پر اور قرآن پر اور پرہیزگاری کرتے سحر وغیرہ گناہ کی باتوں سے بچتے تو ثواب پاتے عذاب الٰہی سے محفوظ رہتے تو اللہ کے یہاں کا ثواب بہت اچھا ہے کسی طرح انہیں یہ علم ہوتا کہ اللہ کے یہاں کا ثواب بہت اچھا ہے اس سے جو انہوں نے اختیار کیا ہے۔

تنبیہ: یہاں چند باتیں جاننا ضروری ہیں: (۱) یہ کہ اہل سنت کے نزدیک سحر کی حقیقت ہے اور معتزلہ کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں محض تخیل ہے (۲) شیخ ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سحر مطلقاً کفر نہیں ہے بلکہ وہ سحر کفر ہے جس سے شرط ایمان میں جو باتیں لازم ہیں ان کا رد لازم آئے اور جو اس شرط ایمان کا رد لازم نہ آئے وہ کفر نہیں (مدارک) یعنی سحر میں کلماتِ شرک وکفر نہ ہوں، بھینٹ نہ چڑھانا پڑے وہ کفر نہیں ورنہ کفر ہے (۳) یہ کہ جادو کرنا کرانا، سیکھنا سکھانا شرعاً حرام ہے بلکہ کفر ہے جیسا کہ آیت سے مفہوم ہو رہا ہے (۴) یہ کہ اسباب خفیہ سے بلا توسل جناب الٰہی کی خلافِ عادات باتوں پر قدرت پانے کو سحر کہتے ہیں اس کی کچھ نہ کچھ تاثیر ضرور ہے محض نظر بندی اور قوت وہمیہ کا مغلوب ہونا نہیں ہے جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ کی روایت میں ہے کہ مدینے میں حضور پر ایک یہودی نے جادو کیا اس سے حضور کچھ علیل ہوگئے (حقانی) (۵) جادو وغیرہ بغیر حکم خدا کے کچھ اثر نہیں کرتا ہے اور نہ ضرر پہنچا سکتا ہے (۶) شیاطین سے مراد بُرے جنات ہیں (۷) ہاروت وماروت شہر بابل میں جو عراق میں ہے دو نیک آدمی فرشتہ خصلت تھے اس لیے وہ فرشتہ مشہور ہوگئے تھے، حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی قول ہے، اور قرأت بکسر لام اس کی موئید ہے۔ فن سحر میں وہ ماہر تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی طاقت بخشی تھی نہ یہ کہ آسمان سے ان پر جادو نازل ہوا تھا وہ اسے لوگوں کو سکھاتے تھے جب وہ نہ مانتے تو انہیں سکھا دیتے تھے جیسا کہ آیت میں ہے، اور بقول بعض وہ فرشتے ہی لوگوں کی آزمائش کے لئے بھیجے گئے تھے، اس کی تائید ملکین سے ہوتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم، ان کے متعلق بعض روایات کی بنا پر جو زہرہ کا قصہ مشہور ہے وہ معتبر نہیں ہے۔

www.waseemziyai.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ

اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ

اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے ۳ے وہ جو کافر ہیں کتابی

الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ

یا مشرک وہ نہیں چاہتے کہ تم پر کوئی بھلائی اترے

رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ

تمہارے رب کے پاس سے اور اللہ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے

۳ے ۔ شان نزول: حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ کرام جمع ہوکر حضور کا وعظ ونصیحت سنا کرتے، جب کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آتی تو حضور سے راعنا کہا کرتے یعنی ہماری رعایت کیجیے، مہر فرمایئے ہم سمجھے نہیں، جب یہود نے مسلمانوں کو یہ لفظ بولتے سنا اور وہ سریانی زبان یا عبرانی زبان میں گالی تھی تو آپس میں کہنے لگے کہ ہم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پوشیدہ برا کہا کرتے تھے اب علانیہ کہا کریں گے پس وہ جب مجلس حضور میں آتے تو راعنا کہتے اور آپس میں ہنستے کہ اس کے معنی ان کی زبان میں احمق تھے وہ مراد لیتے، ایک دن سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے سنا اور سمجھا کہ وہ ان کی زبان سے واقف تھے تو انہوں نے یہود سے کہا: اے اللہ کے دشمنو! تم پر خدا کی لعنت ہو قسم ہے خدا کی اگر اب میں نے تمہیں حضور کی شان میں یہ لفظ کہتے سنا تو تمہاری گردن ماردوں گا تو یہود نے کہا تم بھی تو یہی کہتے لفظ کہتے ہو پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (سراج وعزیزی) اور مسلمانوں سے منع فرمایا کہ اے ایمان والو تم لفظ راعنا نہ کہو جس کے دو معنی ہوتے ہیں تم اگرچہ اسے اچھے معنی میں استعمال کرتے ہو مگر یہود کو اسے برے معنی میں استعمال کرنے کا موقع ملتا ہے اس لیے تم اس لفظ کو بولنا چھوڑ دو تا کہ یہود کو اسے بولنے کا موقع نہ ملے بلکہ اس کے بجائے انظرنا کہا کرو، یعنی حضور ہم پر نظر کریں، اور پہلے ہی سے رسول کے ارشادات بغور سنو تا کہ تمہیں پھر دوبارہ پوچھنے کی حاجت ہی نہ پڑے اور کافروں اور یہودیوں کے لیے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں یہ توہین آمیز الفاظ بولتے ہیں دردناک عذاب ہے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں توہین اور کلمات گستاخانہ والفاظ بے ادبانہ بولنا حرام ہیں بلکہ ایسی تشبیہات دینا جس سے صراحۃً یا کنایۃً یا اشارۃً حضور کی توہین وتنقیص ہوتی ہو کفر ہے اور حضور کا ادب ولحاظ رکھنا مسلمانوں پر لازم وواجب ہے، اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی شان میں ادنیٰ بے ادبی وگستاخی کرنا بھی پسند نہیں یہاں تک کہ حضور پر کسی کام میں سبقت کرنے، حضور کو نام لے کر پکارنے، حضور کے سامنے چلا کر بولنے، حضور کی آواز پر اپنی آواز بلند کرنے کی بھی قرآن عظیم میں ممانعت فرمائی گئی ہے، اور ہمیں ادب وتہذیب سکھایا گیا ہے اور حضور کی تعظیم وتوقیر کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے (کما سیاتی) تو وائے برحال وہابیہ جو اپنی کتابوں میں حضور کی شان میں الفاظ بے ادبانہ لکھتے ہیں اور تشبیہات گستاخانہ دیتے ہیں جن سے توہین شانِ رسالت ہوتی ہے۔ حضور کے صدقے میں یہ شرف ہمیں بخشا ہے کہ قرآن عظیم میں اٹھاسی جگہ یا ایھا الذین امنوا کے خطاب سے سرفراز فرمایا ہے جن میں سے یہ پہلی جگہ ہے، یہ شرف اور یہ خاصہ اسی امت اور اسی کتاب کا ہے کہ پہلی کتابوں میں انبیا علیہم السلام سے خطاب ہوتا تھا نہ ان کی امتوں سے، اور جب دنیا میں اپنے محبوب کی امت کو اس پیارے خطاب سے سرفراز فرمایا ہے تو یقین ہے کہ عقبیٰ میں بھی اسے اہل امن وامان سے لقب فرمائے گا (عزیزی)

www.waseemziyai.com

الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ

فضل والا ہے۔ ف۷۴ جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر

اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ

یا اس جیسی لے آئیں گے۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ کیا تجھے خبر نہیں

اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ

کہ اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور اللہ کے سوا تمہارا

اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ

نہ کوئی حمایتی نہ مددگار۔ ف۷۵ کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے ویسا سوال کرو

تنبیہ: اور اس میں ایمان والوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ قول وفعل میں کفار کی مشابہت نہ کریں حدیث میں ہے " من تشبہ بقوم فھو منھم "جو جس قوم کی مشابہت کرے گا وہ انہیں میں سے ہے۔

۷۴ ۔ شان نزول: یہ آیت ایک جماعت یہود کے حق میں نازل ہوئی جو مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ ہم تمہارے دوست ہیں اور تم پر بھلائی نازل ہونے کو اچھا سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس آیت میں انہیں جھٹلاتا ہے اور ان کا رد فرماتا ہے اور مسلمانوں کو ان کی دشمنی کی خبر دیتا ہے کہ وہ جو کافر ہیں کتابی یا مشرک اہل عرب وہ حسد سے نہیں چاہتے ہیں کہ تم پر کوئی بھلائی (وحی) اترے تمہارے رب کے پاس سے، یعنی یہود اور مشرک حسد وعناد کی وجہ سے یہ نہیں چاہتے ہیں کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی اترے یا مدد نازل ہو اور اللہ اپنی رحمت سے نبوت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے، اہل کتاب کا حسد تو اس وجہ سے تھا کہ ان میں رسول مبعوث کیوں نہیں ہوئے جیسے کہ ہوتے آئے ہیں، اور مشرکین عرب کا حسد اس لیے تھا کہ بنی ہاشم میں نبی کیوں ہوا اور تمام اہل عرب اس کی اطاعت وتابعداری کیوں کریں جیسا کہ ابوجہل کہتا تھا کہ بنی ہاشم نے جو عزت حاصل کی تھی جب ہم نے بھی وہ عزت حاصل کرلی تو انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم میں ایک پیغمبر ہے تم اس کی کیسے برابری کرسکتے ہو تو ہم اسے ہرگز نہ مانیں گے، آیت میں خیر سے وحی مراد ہے یا مدد الٰہی اور یختص برحمتہ سے بقول حضرت علی کرم اللہ وجہہ نبوت مراد ہے اور بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسلام مراد ہے۔

۷۵ ۔ شان نزول: یہ آیت اللہ تعالیٰ نے یہود کے طعن واعتراض کے جواب میں نازل فرمائی جو وہ اسلام اور قرآن پر کیا کرتے تھے کہ یہ کیسا دین اور کیسی وحی ہے کہ کبھی کچھ حکم ہوتا ہے اور کبھی کچھ، اگر وہ حکم الٰہی ہوتا تو کبھی نہ بدلتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہے خدا کا کلام نہیں ہے، اللہ فرماتا ہے کہ یہ بیوقوف اس ردوبدل کی حکمت کو نہیں جانتے کہ جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا دلوں سے بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے، یعنی جب ہم کسی آیت کی تلاوت یا حکم یا تلاوت وحکم دونوں کسی مصلحت سے منسوخ فرماتے ہیں، یا دلوں سے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کی مثل دوسری آیت لے آتے ہیں جو بندوں کے لیے زیادہ مفید اور سہل ہوتی ہے اور اس پر عمل کرنے کا ثواب اس سے بڑھ کر یا برابر ہوتا ہے، کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے اور اسی میں سے نسخ وتبدیل ہے جو بندوں کی ضرورتوں کے موافق کی جاتی ہے، ان کی مصلحتوں کو اللہ ہی خوب جانتا ہے، جیسا وقت وموقع دیکھتا ہے ویسا ہی حکم کرتا ہے، کیوں کہ قانون کی ترمیم کا حاکم کو اختیار ہے، کسی دوسرے کو اس میں دخل دینے واعتراض کرنے کا حق نہیں ہے، کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی تو ان میں جو چاہتا ہے کرتا ہے کسی کو اس میں نکتہ چینی کا کیا

www.waseemziyai.com

كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ

جو پہلے موسیٰ سے ہوا تھا اور جو ایمان کے بدلے کفر لے

فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۰۸﴾ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ

وہ ٹھیک راستہ بہک گیا۔ ف۷۶ بہت کتابیوں نے چاہا کاش

يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ

تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیردیں اپنے دلوں کی جلن سے

اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا

بعد اس کے کہ حق ان پر خوب ظاہر ہوچکا ہے تو تم چھوڑو اور درگزر کرو

حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾

یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حق ہے، اور اللہ کے سوا تمہارا اے محبوب نہ کوئی حمایتی ہے نہ مددگار۔

تنبیہ: نسخ صرف امر و نہی اور حلت و حرمت والی آیات میں ہوتا ہے نہ دوسرے مضامین کی آیت میں (ابن کثیر) اَلَمْ تَعْلَمْ میں دونوں جگہ منکر نسخ سے خطاب ہے یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور مراد اس سے امت ہے (سراج و بیضاوی) اور بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما "اَوْ نُنْسِهَا" سے وہ وحی مراد ہے جو رات میں حضور پر آتی تھی اور وہ صبح کو یاد نہ رہا کرتی تھی (ابن کثیر) طبرانی روایت کرتے ہیں کہ بعض صحابہ نے رات کو نماز میں ایک سورت پڑھنا چاہی مگر نہ پڑھ سکے حالانکہ اسے روز پڑھا کرتے تھے، صبح کو جب صحابہ نے دوسرے صحابہ سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں بھی وہ سورت یاد نہ رہی پس حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا فرمایا: وہ نسخ فرمادی اور دلوں سے بھلادی گئی (ابن کثیر و عزیزی وغیرہ)

ف۷۶۔ شانِ نزول: اس آیت کا مفسرین نے کئی طور سے بیان کیا ہے (۱) بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب رافع ابن حرملہ اور وہب ابن زید نے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ موسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمانی کتاب لائیں اور پتھر سے چشمے بہائیں تو ہم آپ پر ایمان لائیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی (۲) بقول قتادہ و سدی و مجاہد جب کفار قریش نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ اگر آپ کوہ صفا کو سونے کا کردیں اور مکہ کو وسیع کردیں تو ہم ایمان لائیں، حضور نے فرمایا: اچھا یونہی ہوگا مگر بنی اسرائیل کے مائدہ کی طرح ہوگا، تو قریش نے اس سے انکار کیا تب یہ آیت نازل ہوئی (۳) جب کفار قریش نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خدا کو علانیہ دکھانے کو کہا تب یہ آیت نازل ہوئی (۴) جب بعض مسلمانوں نے یہودیوں کے ورغلانے سے شک و شبہ میں پڑ کر بے ڈھنگے سوال کیے تو مسلمانوں کو آگاہ کیا کہ وہ یہود کی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فضول سوال نہ کریں اور یہ آیت نازل فرمائی کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ رسول سے ویسا سوال کرو جو موسیٰ سے پہلے ہوا تھا، یعنی تم اپنے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ویسا ہی سوال کرتے ہو جیسا کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہمیں خدا کو علانیہ دکھادو، اس قسم کے سوالات تمہارے لغو ہیں ایمان لانے کے لیے نہیں ہیں، اور جو ایمان کو بدلے کفر سے اور دلائل واضحہ پر نظر نہ کرے وہ ٹھیک راستہ بہک گیا۔

الثلثة

www.waseemziyai.com

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ

اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اپنی جانوں کے لیے جو بھلائی

خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾

آگے بھیجو گے اسے اللہ کے یہاں پاؤ گے بے شک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ ف۷۷

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ

اور [اہل کتاب] بولے ہرگز جنت میں نہ جائے گا مگر وہ جو یہودی یا نصرانی ہو یہ

اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ق

ان کی خیال بندیاں ہیں تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔ ہاں کیوں نہیں

مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا

جس نے اپنا منہ جھکایا اللہ کے لیے اور وہ نیکو کار ہے تو اس کا نیگ ملے اس کے رب کے پاس ہے اور

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى ۱۳ ع ۹ ۱۳

انہیں نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم ف۷۸ اور یہودی بولے نصرانی

عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ

کچھ نہیں اور نصرانی بولے یہودی کچھ نہیں حالانکہ

يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ

وہ کتاب پڑھتے ہیں اسی طرح جاہلوں نے ان کی سی بات کہی

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

تو اللہ قیامت کے دن ان میں فیصلہ کر دے گا جس بات میں جھگڑ رہے ہیں۔ ف۷۹

تنبیہ: اس آیت میں تنبیہ ہے کہ رسول و نائبان رسول سے فضول سوالات نہ کیے جائیں۔

۷۷ ۔ شان نزول: اس آیت کا سراج وغیرہ میں اس طرح لکھا ہے کہ جب جنگ احد میں مسلمانوں کو حضور کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے شکست ہوئی تو یہودیوں نے حضرت عمار اور حضرت حذیفہ کو بہکانا شروع کیا اور ان سے کہا کہ اگر تم دین حق پر ہوتے تو کیوں شکست کھاتے، اب بھی اگر تم ہمارے دین میں آجاؤ گے تو ہدایت پاؤ گے، حضرت عمار نے ان سے کہا کہ ہم نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ جب تک زندہ رہیں گے تیرے دین اسلام پر قائم رہیں گے اور رسول سے نہیں پھریں گے اور تم جانتے ہو کہ بدعہدی سخت گناہ ہے، تم لوگ بدعہد ہو کہ معاہدۂ تورات کو توڑ بیٹھے، اور حضرت حذیفہ نے بھی اسی قسم کا جواب بالفاظ دیگر دیا، پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر

www.waseemziyai.com

واقعہ عرض کیا فرمایا: تم خیر وفلاح کو پہنچے تو آیت نازل ہوئی کہ بہت سے کتابیوں نے چاہا کہ کاش تمہیں اے مسلمانو ایمان لانے کے بعد بہکا کر کفر کی طرف پھیر دیں اپنے دل کی جلن سے بعد اس کے کہ حق ان پر خوب ظاہر ہو چکا ہے تورات میں ہمارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں تو تم اے مسلمانو انہیں چھوڑ دو اور ان سے درگزر کرو انتقام نہ لو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے ان سے انتقام لینے کا بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور پانچوں وقت کی نماز قائم رکھو اور مالوں کی زکوٰۃ دو اور اپنی جانوں کے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے یعنی زندگی میں جو نماز، روزہ، صدقہ، خیرات وغیرہ نیک کام کرو گے ان کا ثواب اللہ کے یہاں پاؤ گے، بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے اس کی جزا تمہیں دے گا ضائع نہ فرمائے گا۔

تنبیہ: حسد، شرعاً حرام اور سخت گناہ ہے، احادیث میں آیا ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح جلاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو، اور وہ کسی کی نعمت خداداد کے زوال کو چاہتا ہے، اسی کی ایک قسم غبطہ ہے جسے رشک کہتے ہیں جو جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی کی زوال نعمت کو نہ چاہے اور اپنے لیے ویسی نعمت چاہے کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ ایسی ہی نعمت دیتا۔

۷۸۔ شان نزول: اس آیت کا مدینے کے یہودی اور نجران کے نصاریٰ ہیں جو مسلمانوں کو بہکانے اور اسلام سے پھیرنے کے لیے من جملہ اور باتوں کے یہ بھی کہا کرتے تھے کہ جنت میں سوائے یہود یا نصاریٰ کے کسی اور دین کا شخص داخل نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ اس آیت میں ان کے اس مقولہ کو ذکر فرما کر اس کا رد فرماتا ہے کہ اور اہل کتاب بولے ہرگز جنت میں نہ جائے گا مگر وہ جو یہودی ہو یا نصرانی ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ان کی خیال بندیاں ہیں تم اے محبوب ان سے فرماؤ: لاؤ اپنی اپنی دلیل اس پر اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ جنت میں سوائے ہمارے کوئی داخل نہ ہوگا، سعادت اخروی کسی کو حاصل نہ ہوگی، ہاں کیوں نہیں جا سکتا ہے جنت میں وہ جس نے اپنا منہ جھکایا اللہ کے لیے اور وہ نکوکار ہے تو اس کا نیگ اس کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم، یعنی اہل کتاب کا یہ قول غلط ہے، بلکہ جنت میں ہر وہ شخص جائے گا جس نے اللہ کے لیے اپنا منہ جھکایا اور اس کا تابعدار ہوا اور وہ مومن موحد کا نیک عمل ہے، پس اس کے لیے اس کے عمل کا ثواب اس کے رب کے پاس ہے اور وہ دخول جنت ہے اور انہیں آخرت میں نہ کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم ہو۔

۷۹۔ شان نزول: اس آیت کا یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں علمائے یہود اور ایک گروہ نجران کے نصاریٰ کا حاضر ہو کر آپس میں جھگڑنے لگا، یہود میں سے رافع بن حرملہ نے انجیل کا انکار کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کلمات گستاخانہ کہے اور نصرانیوں سے کہا کہ تمہارا مذہب کچھ نہیں، اس پر عیسائیوں میں سے ایک نے تورات سے انکار کیا اور موسیٰ علیہ السلام کی شان میں الفاظ بے ادبانہ کہے اور مذہب کو برا اور لغو کہا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اور یہودی بولے نصرانی کچھ نہیں ہیں، اور نصرانی بولے یہودی کچھ نہیں ہیں، یعنی ان کا مذہب کچھ نہیں ہے حالانکہ وہ دونوں کتاب تورات وانجیل پڑھتے ہیں اور تورات میں تصدیق عیسیٰ کی ہے اور انجیل میں تصدیق موسیٰ کی ہے، علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور اسی طرح جاہلوں مشرکوں نے یہود ونصاریٰ کی سی بات کہی تو اللہ قیامت کے دن ان میں فیصلہ کر دے گا جس بات میں وہ جھگڑ رہے ہیں، یعنی یہود ونصاریٰ کی طرح مشرکین عرب وغیرہ جنہیں کتاب کا علم نہیں اور نہ وہ اہل کتاب تھے وہ بھی ایسا ہی خیال رکھتے ہیں اور اپنے اعمال وعقائد کو حق کہتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے جھگڑے کا فیصلہ کرے گا کہ کون حق پر ہے اور کون حق پر نہیں ہے اور کس کا مذہب حق ہے اور کس کا نہیں اور جو حق پر ہوگا اسے جنت میں داخل کرے گا اور جو حق پر نہ ہوگا دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

www.waseemziyai.com

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ

اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لیے جانے سے

وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا

اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر

خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ

ڈرتے ہوئے ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب

عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ

ف۸۰ اور پورب پچھم سب اللہ ہی کا ہے تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے

۸۰ ۔ شان نزول: اس آیت کا بقول سعید ابن جبیر وعبدالرحمٰن بن زید مشرکین عرب ہیں کہ انہوں نے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو جب کہ وہ مدینے سے مکہ کو عمرہ کرنے کے لیے گئے تھے، عمرہ کرنے سے روکا اور کہا کہ ہم ایسے لوگوں کو مسجد حرام میں نہیں آنے دیں گے جنہوں نے بدر کے روز ہمارے باپ بھائیوں وغیرہ عزیزوں کو قتل کیا تھا، گویا انہوں نے مسلمانوں کو ذکر خدا سے روکا اور مسجد حرام ویران کرنے کی کوشش کی، اور بقول ابن عباس ومجاہد وقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وہ عیسائی ہیں جنہوں نے بخت نصر کی مدد سے بیت المقدس کو خراب کیا اور اس میں کوڑا ڈالا، سوئر ذبح کیے (ابن کثیر) بہر حال بشان نزول کچھ بھی ہو آیت کا حکم عام ہے جو شخص بھی مساجد میں اللہ کا ذکر کرنے سے روکے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے وہ اس حکم میں داخل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں سے روکے ان میں نام خدا لیے جانے سے، یعنی نماز پڑھنے، ذکر الٰہی کرنے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے یعنی ان کو ڈھانے، لوگوں کو ان میں نہ آنے دینے میں، غلاظت ڈالنے کی کوشش کرے جیسا کہ بیت المقدس میں کیا گیا اور سال حدیبیہ حضور اور ان کے صحابہ کو مسجد حرام میں جانے سے اور عمرہ کرنے سے روکا گیا، اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے میں حضور پر مردہ اونٹ کی ناپاک اوجھڑی ڈالی اور ایک بار حضور کی گردن مبارک میں خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے میں ابوجہل نے پٹکا ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ حضور کی آنکھیں ابل آئیں اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خانہ کعبہ کے پاس اس قدر مارا کہ سر سے پاؤں تک خون میں نہا گئے اور حضرت صدیق اکبر کے چبوترہ کو جس پر وہ نماز پڑھا کرتے عبادت کیا کرتے تھے توڑ ڈالا (حقانی) ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے، یعنی یہ لوگ اس قابل نہ تھے کہ مسجدوں میں بے خوف جائیں، چنانچہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان کروادیا کہ اس سال کے اندر کوئی مشرک مسجد حرام میں داخل نہ ہو اور نہ کوئی ننگا طواف کرے، ان کو دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دنیا کی رسوائی اور عذاب آخرت سے بچنے کی دعا فرمایا کرتے تھے، اور خزیٌ سے عام رسوائی مراد ہے (ابن کثیر)

www.waseemziyai.com

اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ

بے شک اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ ف۸۱ اور بولے خدا نے اپنے لیے اولاد رکھی، پاکی ہے اسے بلکہ

لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ

اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کے حضور گردن ڈالے ہیں۔ نیا پیدا کرنے والا آسمانوں

وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

اور زمین کا اور جب کسی بات کا حکم فرمائے تو اس سے یہی فرماتا ہے کہ ہو جا وہ فوراً ہوجاتی ہے ف۸۲

۸۱ ۔ شان نزول: اس کا کئی طرح سے منقول ہے (۱) بروایت عبداللہ بن عامر یہ ہے کہ ہم سفر جہاد میں حضور کے ساتھ اندھیری رات میں نماز میں مشغول ہوئے، اندھیرے کی وجہ سے قبلہ نہ معلوم کر سکے، جدھر جس کی سمجھ میں آیا ادھر منہ کرلیا، صبح کو معلوم ہوا کہ قبلہ رخ نماز نہ پڑھی گئی تو حضور سے اس کا ذکر کیا تب یہ آیت نازل ہوئی (۲) بعض روایات میں ہے کہ نماز سفر کے لیے یہ آیت نازل ہوئی کہ سفر میں سواری پر بیٹھ کر جس طرف سواری کا رخ ہو نفل نماز پڑھنا جائز ہے (ترمذی ونسائی) (۳) ابن عباس ومجاہد وقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کعبہ معظمہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ہوا تو یہود نے اس پر طعنہ دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی (حقانی) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پورب پچھم سب اللہ ہی کا ہے، یعنی تمام زمین اور ہر جہت اللہ ہی کی ہے اور ہر جگہ وہ جلوہ نما ہے تو تم جدھر نماز میں منہ کرو اُدھر وجہ اللہ ہے یعنی اس کا قبلہ ہے بقول مجاہد اسی طرف اللہ ہے، بقول کلبی تو اسی کے لیے سجدہ ہوگا اور اسے اس کا علم ہوگا اور نماز جائز ہوگی کہ جہت قبلہ پہچاننے سے عاجز ہونے پر اٹکل سے نماز پڑھنا جائز ہے اور بعد نماز غلطی معلوم ہونے پر بھی نماز کا دوبارہ پڑھنا لازم نہیں آتا ہے کہ عاجز کا قبلہ جہت قدرت ہے اور اسی پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ اندھیری مسجد میں لوگوں نے مختلف جہات پر نماز پڑھی اٹکل سے تو جائز ہوگی، ان پر مسجد کے درودیوار محراب ٹٹولنا لازم نہیں ہیں (درمختار) اسی لیے پہلے شان نزول میں جب حضور کے روبرو واقعہ ذکر کیا گیا تو حضور نے نماز کو لوٹانے کا حکم نہ فرمایا۔

۸۲ ۔ شان نزول: اس آیت کا یہود ونصاریٰ اور مشرکین عرب ہیں، عیسائی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، اور یہود حضرت عزیز علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، اور عرب کے مشرک ان کی دیکھا دیکھی فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے، اللہ تعالیٰ ان آیات میں ان تینوں گروہوں کا قول ذکر فرما کر ان کا رد فرماتا ہے کہ اور بولے (یہود ونصاریٰ اور مشرک خدا نے اپنے لیے اولاد رکھی ہے، اللہ ان کے جواب میں فرماتا ہے: پاکی ہے اسے اولاد رکھنے سے بلکہ اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اسی میں عزیر ومسیح وملائکہ ہیں اور وہ سب اس کے حضور عاجزی سے گردن ڈالتے ہیں یعنی اس کے تابعدار وفرمانبردار ہیں اور ملکیت ولدیت کے منافی ہے، وہ تو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا یعنی وہ بے نمونہ کے آسمان وزمین کو پیدا کرنے والا ہے اور جب وہ کسی بات کا حکم فرمائے یعنی جب وہ کسی چیز کے بنانے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے وہ یہی فرماتا ہے کہ ہو جا پس وہ چیز فوراً ہوجاتی ہے، حضرت ابن عباس و ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اولاد آدم نے مجھے جھٹلایا اور مجھے گالی دی اور یہ اسے لائق نہ تھا ان کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ میں دوبارہ انہیں نہیں لوٹا سکتا ہوں اور ان کی گالی یہ ہے کہ انہوں نے میرے لیے اولاد رکھی (ابن کثیر)

تنبیہ: اللہ تعالیٰ نے ان سب کے قول کو اس طرح رد وباطل فرمایا ہے کہ تم جو اللہ کے لیے اولاد ٹھہراتے ہو یہ محض تمہارا اللہ تعالیٰ پر افترا اور بہتان ہے، اللہ اولاد سے پاک ومنزہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ کی اولاد نہیں ہوسکتے کہ ملکیت منافی ولدیت

www.waseemziyai.com

وَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْ لَا یُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِیْنَاۤ اٰیَةٌ ؕ

اور جاہل بولے اللہ ہم سے کیوں نہیں کلام کرتا یا ہمیں کوئی نشانی ملے

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ

ان سے اگلوں نے بھی ایسی ہی کہی ان کی سی بات، ان کے دل ایک سے ہیں

قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا

بے شک ہم نے نشانیاں کھول دیں یقین والوں کے لیے بے شک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوش خبری دیتا

وَّ نَذِیْرًا ۙ وَّ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ ﴿۱۱۹﴾ وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ

اور ڈر سناتا اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہوگا ۸۳ اور ہرگز تم سے

الْیَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ

یہود اور نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو تم فرمادو کہ اللہ ہی کی ہدایت

ہے، دوسرے یہ کہ بیٹے کا باپ کی ہم جنس اور مثل ہونا ضروری ہے اور ہم جنس اور مثل خدا نہیں ہیں کہ وہ مخلوق ہیں اور مخلوق، خالق کا ہم جنس اور مثل نہیں ہوسکتی، تیسرے جو چیز آسمان وزمین میں ہے وہ اللہ کی مسخر ومطیع ہے کوئی اس سے سرتابی نہیں کرتا ہے، اگر خدا کے اولاد ہوتی تو وہ [illegible] نے کے سبب مسخر ومطیع نہ ہوتی، چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بغیر مادہ اور بلا نمونہ اور وقفہ کے پیدا فرماتا ہے صرف اس سے یہ کہہ دیتا ہے کہ ہوجا پس وہ فوراً ہوجاتی ہے اور اولاد باپ کے مادہ سے بتدریج پیدا ہوتی ہے تو وہ کیسے خدا کی اولاد ہوسکتی ہے۔

۸۳ ۔ شان نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رافع بن حرملہ یہودی نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ رسول ہیں تو خدا ہم سے کیوں نہیں کہہ دیتا کہ آپ رسول ہیں یا کوئی کھلی ہوئی نشانی کیوں نہیں ظاہر کرتا جس سے ہم پہچان لیں کہ آپ رسول ہیں، تب یہ آیت نازل ہوئی، اسی کو جلال محلی نے اختیار کیا ہے اور قتادہ وغیرہ نے اس سے مشرکین عرب اور مجاہد نے نصاریٰ مراد لیے ہیں (سراج وابن کثیر) بہرحال اللہ تعالیٰ ان سب کا قول ذکر فرما کر اس کا جواب دیتا ہے کہ: اور جاہل کفار بولے اللہ ہم سے کیوں نہیں کلام فرماتا ہے کیوں نہیں کہہ دیتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں یا ہمیں کوئی نشانی ملے جس سے ہم پہچان لیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، ان سے اگلوں نے بھی ایسی ہی کہی ان کی سی بات یعنی ان سے پہلی امتوں کے کفار نے بھی اپنے انبیا سے ایسا ہی کہا تھا اور نشانیاں طلب کی تھیں، ان کے اُن کے دل ایک سے ہیں یعنی ان کے اور ان سے اگلوں کے دل کفر وعناد میں ایک سے ہیں، اس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ بیشک ہم نے نشانیاں کھول دی ہیں ظاہر کردی ہیں یقین کرنے والوں کے لیے، نہ تعصب اور عناد رکھنے والوں کے لیے کہ ان کا باوجود روشن نشانیوں کے اور نشانیاں چاہنا محض سرکشی وعناد ہے، بیشک ہم نے تمہیں اے محبوب، حق قرآن کے ساتھ بھیجا ہے لوگوں کو جنت کی خوشخبری دیتا اور دوزخ کا ڈر سناتا اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہوگا کہ یہ کیوں نہیں ایمان لائے، کیونکہ تم نے حق تبلیغ پورا ادا کیا اور انہیں اللہ کی طرف بلایا اب ہمیں ان سے حساب لینا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلَاغُ وَ عَلَیْنَا الْحِسَابُ ط﴾ [رعد: ۴۰]

www.waseemziyai.com

هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ

ہدایت ہے اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے

مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۲۰﴾ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ

علم آچکا تو اللہ سے تیرا کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ مددگار ف۸۴ جنھیں ہم نے

الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ

کتاب دی ہے وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے منکر

بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ ع ۹ ۱۴

ہوں تو وہی زیاں کار ہیں ف۸۵ اے اولاد یعقوب! یاد کرو میرا احسان

الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا

جو میں نے تم پر کیا اور وہ جو میں نے اس زمانے کے سب لوگوں پر تمھیں بڑائی دی۔ اور ڈرو

۸۴۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہود و نصاریٰ کا تعصب و عناد ظاہر فرما کر آگاہ کر دیا تھا کہ آپ ان کے سامنے کیسے ہی معجزے لائیں وہ آپ پر ایمان نہ لائیں گے اور آپ سے راضی نہ ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے دین کی پیروی نہ کریں، تو آپ کو ان کے ایمان لانے کے درپے نہ ہونا چاہیے، اسی کو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے کہ اور ہرگز تم سے یہود و نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو گے، تم فرما دو ان سے اے محبوب اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے اور ماسوئی اس کے گمراہی ہے، اور اگر تو فرضاً ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا جن کی طرف وہ تجھے بلاتے ہیں بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا بذریعہ وحی کہ اسلام ہی اللہ کا دین ہے تو اللہ سے تیرا کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ مددگار ہوگا۔

تنبیہ: ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ﴾ [البقرۃ:۱۲۰] میں خطاب حضور سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے اور مراد اس سے حضور کی امت ہے جیسا کہ "لیحبطن عملك" میں خطاب حضور سے ہے اور مراد اس سے حضور کی امت ہے (سراج) اس قسم کی تاکید و تہدید جو معصومین کو کی جاتی ہے اس سے ان کی امت کے لوگوں کو زجر و توبیخ کرنا مقصود ہوتا ہے تاکہ وہ یہ جان لیں کہ ہمارے بڑوں کے بارے میں یہ تہدید ہے تو ہم ادنیٰ کس شمار میں ہیں اور کس طرح مطمئن ہوں (عزیزی) شیخ ابن کثیر نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ اس میں امت کے لیے سخت تہدید و وعید ہے یہود و نصاریٰ کے طریقوں کی پیروی کرنے پر بعد اس کے کہ وہ قرآن و سنت کو جان چکے، پس اس میں خطاب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے اور حکم حضور کی امت کو ہے۔

۸۵۔ شان نزول: یہ آیت مومنین اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی جو حبشہ سے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آئے تھے اور مدینے میں آکر مسلمان ہوئے تھے، ان میں بتیس یمن کے تھے اور آٹھ علمائے شام تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنہیں ہم نے کتاب تورات دی ہے وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں یعنی جس طرح کتاب نازل کی گئی ہے اسی طرح وہ اسے پڑھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور جو اس کتاب کو جو انہیں دی گئی ہے منکر ہوں اس طرح سے کہ اس میں تحریف کریں اور جو اس میں ہے اس کی تصدیق نہ کریں تو وہی زیاں کار ہے۔

www.waseemziyai.com

يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ

اس دن سے کہ کوئی جان دوسرے کا بدلا نہ ہوگی اور نہ اس کو کچھ لے کر چھوڑیں

وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿١٢٣﴾ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ

اور نہ کافر کو کوئی سفارش نفع دے اور نہ ان کی مدد ہو۔ ۸۶ اور جب ابراہیم کو

رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ

اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں، عرض کی

وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٢٤﴾ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ

اور میری اولاد سے؛ فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا ۸۷ اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو

مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ

لوگوں کے لیے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی

اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ

ابراہیم و اسمٰعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں

تنبیہ: آیت میں الذین سے مسلمان مراد ہیں اور کتاب سے قرآن عظیم مراد ہے، یا الذین سے اہل کتاب مراد ہیں اور کتاب سے تورات وانجیل مراد ہے (مدارک) اور حق تلاوت بقول حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ہے کہ جب ان آیات کو تلاوت کرے جن میں ذکر جنت ہے تو جنت کی خواستگاری کرے اور جب ان آیات کو پڑھے جن میں دوزخ کا ذکر ہے تو دوزخ سے پناہ مانگے، اور بقول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق تلاوت یہ ہے کہ کتاب الٰہی کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانے اور جس طرح وہ نازل ہوئی ہے اسی طرح پڑھے اس میں تحریف نہ کرے اور نہ ہی بے موقع ان کی تاویل کرے، یہی قول حضرت ابن عباس اور قتادہ وغیرہ اکابر مفسرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔

۸۶۔ شروع سورت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنی نعمتیں یاد دلائی تھیں اور درمیان میں ان کے عیب اور بدکاریاں یاد دلا کر تاکید فرماتا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہی نبی امی ہیں جن کا ذکر تورات وانجیل میں ہے اور جن کے اوصاف پچھلی کتابوں میں بیان کیے گئے ہیں، وہی پہلے بھی تم پر انعامات کثیرہ کے سبب تھے اور اب بھی وہی ذریعہ انعامات الٰہی ہیں، انہیں کے صدقے میں بندوں کو خدا کی نعمتیں ملتی ہیں، لہٰذا تم ان پر ایمان لاؤ اور انہیں کو وسیلۂ نجات بناؤ، ان کے سوا بارگاہ الٰہی میں نہ کسی کی شفارش مانی جائے گی اور نہ کوئی کوشش کارگر ہوگی، یعنی اے اولاد یعقوب یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا کہ فرعون کے مظالم سے میں نے تمہیں نجات دی اور دریا میں تمہارے لیے راستہ بنایا اور فرعون والوں کے ہاتھ سے تمہیں بچایا اور انہیں غرق کیا اور پتھر سے تمہارے پینے کے لیے پانی نکالا اور کھانے کے لیے من وسلویٰ نازل کیا اور ابر کا تم پر سایہ کیا، اور یاد کرو وہ احسان جو میں نے اس زمانے کے سب لوگوں پر تمہیں بڑائی دی کہ تم میں انبیا وعلما وصلحا پیدا کیے اور ڈرو اس دن سے یعنی قیامت کے دن سے کہ اس روز کوئی جان نہ دوسرے کا بدلہ ہوگی اور نہ اس کو کچھ لے کر

www.waseemziyai.com

چھوڑیں گے اور نہ کافر کو کوئی سفارش نفع دے گی اور نہ ان کی مدد ہوگی تو ان کی خام خیالی ہے کہ وہ اپنے باپ دادا کو جو نبی ہوئے ہیں خیال کرتے ہیں کہ وہ انہیں سفارش کر کے دوزخ سے بچالیں گے یا وہ چند روز عذاب دیے جائیں گے پھر چھوٹ جائیں گے۔

۸۷۔ چونکہ یہود و نصاریٰ کا دعویٰ تھا کہ نبوت ہماری خاندانی ہے ہمیشہ سے اولاد اسحٰق میں ہوتی آئی ہے اولاد اسمٰعیل میں کوئی نبی نہیں ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے، اس لیے ہم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں مانتے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعویٰ کی تردید گذشتہ آیات میں بخوبی کردی تھی لیکن اب یہاں سے سیقول تک ان کی تردید دوسرے طریقہ سے فرماتا ہے کہ اسمٰعیل و اسحٰق دونوں ابراہیم کے بیٹے تھے اور ابراہیم کی دعا سے انہیں نبوت ملی تھی اور یہ شرط کی گئی تھی کہ ان کی نافرمان اولاد کو نبوت نہیں ملے گی اور انہوں نے یہ دُعا بھی کی تھی کہ اہل مکہ میں سے کوئی نبی کر، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے بموجب شرط نیک بندوں میں سے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا انتخاب کیا گیا اور انہیں شرف نبوت بخشا گیا، اس میں تمہارے جلنے اور حسد کرنے اور ان پر ایمان نہ لانے کی کوئی وجہ نہیں، کہ حضرت ابراہیم کو مانتے اور ملت ابراہیمی کی پیروی کرنے کا دعویٰ کرتے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے، اسی طرف آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ: اور یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے یعنی ابراہیم نے وہ باتیں پوری کر دکھائیں کہ زندگی بھر ان پر عمل کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں دین میں، تو ابراہیم نے عرض کی اور میری اولاد سے بھی امام بنا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا یعنی میرا وعدۂ نبوت تمہاری اولاد میں سے ظالموں کو نہیں پہنچتا جو ظالم نہ ہوگا اس کو امام بناؤں گا۔

تنبیہ: جن کلمات کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزمائے گئے تھے وہ کیا تھے اس میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ وہ احکام دین تھے، اور بقول قتادہ وہ مناسک حج تھے، یعنی طواف، سعی، رمی، احرام، قیام عرفات وغیرہ، اور بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ شرائع اسلام تین قسم کے تھے جن میں سے دس سورۂ برأۃ کی آیت التائبون الخ میں اور دس سورۂ احزاب کی آیت ﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ﴾ الخ [الاحزاب:۳۵] میں اور دس سورۂ مومنین کی آیت قَدْ افلح سے یحافظون تک، اور سأل سائل میں ھم بشھادتھم قائمون تک بیان کیے گئے ہیں، اور انہیں سے دوسری روایت میں ہے کہ وہ دس چیزیں یہ تھیں: کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مسواک کرنا، کنگھا کرنا، مانگ نکالنا، ناخن کاٹنا، مونچھیں تراشنا، بغلوں کے اور ناف کے نیچے کے بال صاف کرنا، ختنہ کرنا اور پانی سے استنجا کرنا، اور بقول حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابراہیم کی آزمائش چاند سورج ستاروں سے کی گئی جن میں انہوں نے غور کر کے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اور آگ سے امتحان کیا گیا اور صابر رہے اور بیٹے کو ذبح کرنے اور ہجرت کرنے سے آزمایا گیا اور اس میں وہ ثابت قدم رہے اور بقول مجاہد وہ اس کے بعد کی آیات میں ﴿إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ [البقرۃ:۱۲۴] (سراج وابن کثیر) انہیں دس چیزوں کا مسلم کی حدیث میں فطری ہونا فرمایا گیا ہے۔

www.waseemziyai.com

وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا

اور رکوع سجود والوں کے لیے۔ ف۸۸ اور جب عرض کی ابراہیم نے کہ اے رب میرے! اس شہر کو امان والا کردے

وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے جو اُن میں سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں

قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ

فرمایا اور جو کافر ہوا تھوڑا برتنے کو اسے بھی دوں گا پھر اسے عذاب دوزخ کی طرف مجبور کروں گا،

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ

اور وہ بہت بری جگہ ہے پلٹنے کی۔ ف۸۹ اور جب اٹھاتا تھا ابراہیم اس گھر کی نیویں

وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا

اور اسمٰعیل یہ کہتے ہوئے کہ اے رب ہمارے! ہم سے قبول کر بے شک تو ہی ہے سنتا جانتا۔ اے رب ہمارے!

وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠

اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والے اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرماں بردار

وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾

اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بے شک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ

اے رب ہمارے! اور بھیج ان میں ایک رسول انھیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے

۸۸۔ چونکہ یہود من جملہ اور اعتراضوں کے ایک اعتراض یہ بھی کرتے تھے کہ خانہ کعبہ قدیمی عبادت گاہ نہیں ہے اور نہ ابراہیم علیہ السلام نے اسے بنایا ہے اور نہ اسے حاجیوں اور طواف کرنے والوں کے لیے مقرر کیا ہے، یہ عرب کے جاہلوں کا طریقہ مقرر کیا ہوا ہے، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے طریقے کو اپنایا ہے اور ان کے رسم ورواج کو اختیار کیا ہے کہ تمام انبیا علیہم السلام کے خلاف اس کی طرف نماز پڑھتے اور اس کا حج وطواف کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیتوں میں ان کے اس اعتراض کو دفع فرماتا ہے اور خانہ کعبہ کی عظمت وبزرگی وفضل وشرف ظاہر فرماتا ہے کہ: اور یاد کرو اے بنی اسرائیل جب ہم نے اس گھر کو یعنی خانہ کعبہ کو لوگوں کے لیے مرجع اور امان بنایا یعنی رجوع کرنے اور امان پانے کی جگہ بنایا کہ ہر طرف سے لوگ وہاں آتے ہیں اور قتل وغارت سے امن پاتے ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی اپنے باپ کے قاتل کو وہاں پاتا ہے تو بدلہ نہیں لیتا باوجودیکہ عرب میں انتقام لینا لازمی تھا، اور ہم نے لوگوں کو حکم فرمایا کہ ابراہیم کے کھڑے رہنے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ، یعنی اس جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسمٰعیل کو کہ میرا گھر ستھرا کرو ہر قسم کی پلیدگی سے طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں کے لیے یعنی نماز

www.waseemziyai.com

پڑھنے والوں کے لیے۔

تنبیہ: آیت میں بیت سے خانہ کعبہ مراد ہے، اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف نسبت کیا ہے اپنا گھر فرمایا ہے، اور بقول حسن بصری ان طھر سے ہر قسم کی نجاست سے پاک رکھنا مراد ہے، اور بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، بتوں کی پلیدگی سے پاک رکھنا مراد ہے، اور بقول مجاہد وغیرہ فحش کلام اور شرک وکفر کے کلمات سے پاک رکھنا مراد ہے، اور سعید ابن جبیر کے نزدیک طائفین سے وہ لوگ مراد ہیں جو خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے چاروں طرف سے آتے ہیں اور عاکفین سے مکہ میں رہنے والے مراد ہیں، اور مقام ابراہیم بقول ابن عباس وہ جگہ ہے جہاں حجر اسود ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ بنایا تھا اور لوگوں کو اس کی طرف آنے کی آواز دی تھی، اور وہ اس قدر اونچا ہوتا جاتا تھا جس قدر خانہ کعبہ کی دیواریں اونچی ہوتی جاتی تھیں اس پر آپ کے پاؤں کے نشان بن گئے تھے جو باوجود اس قدر زمانہ گزرنے کے اب تک اس پر موجود ہیں۔ حدیث میں ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ مقام ابراہیم ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ہم اسے جائے نماز کیوں نہ بنائیں تو حضور نے فرمایا مجھے اس کا حکم نہیں ہوا ہے، ابھی آفتاب غروب ہونے نہیں پایا تھا کہ آیت ﴿واتخذو امن مقام ابراھیم مصلّی﴾ نازل ہوئی اور اس جگہ نماز پڑھنے کا حکم فرمایا گیا، گویا یہ آیت کا شان نزول ہے۔ یہ ان تین جگہوں میں سے ایک جگہ ہے جہاں حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق وحی نازل ہوئی ہے۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ رکن مقام جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں، اگر انہیں مشرکین کے ہاتھ نہ چھوتے تو مابین مشرق ومغرب ان سے روشن ہو جاتا، ترمذی نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے مگر اس میں یہ ہے کہ اگر اللہ ان کے نور کو ماند نہ کر دیتا تو مشرق ومغرب کا درمیان ان سے روشن ہو جاتا اور اس جگہ نماز پڑھنے کا حکم بعض کے نزدیک استحبابی ہے اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وجوبی ہے، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم پر آئے اور اس کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور آیت مذکورہ تلاوت فرمائی (سراج وحقانی)

۸۹ ۔ یہ پہلی آیت کا تتمہ ہے یعنی اور یاد کرو جب عرض کی ابراہیم نے اے میرے رب! اس شہر مکہ کو امان کر دے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے جو ان میں سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو کافر ہوا تھوڑا برتنے کو اسے بھی دوں گا پھر بعد موت اسے عذاب دوزخ کی طرف مجبور کروں گا اور وہ دوزخ بہت بری جگہ ہے، مطلب یہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مکہ معظمہ کو جائے امن کرنے اور اس میں رہنے والوں کے لیے روزی دینے کی دعا کی اور رہنے والوں میں اللہ اور آخرت پر ایمان لانے کو خاص کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور خانہ کعبہ کو حرم بنایا کہ اس میں آدمی کو نہ قتل کیا جائے اور نہ اس پر ظلم کیا جائے اور نہ اس میں کسی جانور کو شکار کیا جائے اور نہ اس کے آس پاس کی گھاس کاٹی جائے اور اس کے رہنے والوں کو اس طرح روزی پہنچائی کہ جبرئیل علیہ السلام نے بحکم الٰہی طائف کو ملک شام سے منتقل کر کے مکہ میں قائم کیا جہاں پر ہر چیز پیدا ہوتی ہے اور مکہ شریف میں آتی ہے اور وہاں کے رہنے والے انہیں کھاتے ہیں اور چین وآرام سے رہتے ہیں، اور لا ینال عھد الظالمین امامت ونبوت کے متعلق تھا نہ روزی رزق کے ساتھ، اس لیے فرمایا کہ ہم کفار کو بھی مدت العمر روزی دیں گے پھر انہیں ان کے کیے کی سزا دی جائے گی۔

www.waseemziyai.com

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ

اور انھیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انھیں خوب ستھرا فرمادے بے شک تو ہی ہے غالب

ع ۱۵ ۸ ۱۵ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ

حکمت والا۔ ف۹۰ اور ابراہیم کے دین سے کون منہ پھیرے سوا اس کے جو دل کا احمق ہے

وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

اور بے شک ضرور ہم نے دنیا میں اسے چن لیا اور بے شک وہ آخرت میں ہمارے خاص قرب کی قابلیت والوں میں ہے ف۹۱

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى

جبکہ اُس سے اُس کے رب نے فرمایا گردن رکھ، عرض کی میں نے گردن رکھی اس کے لیے جو رب ہے سارے جہان کا اور اسی

بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ

دین کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب [نے] کہ اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے یہ

الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ

دین تمہارے لیے چن لیا تو نہ مرنا مگر مسلمان۔ ف۹۲ بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب

حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ

یعقوب کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: میرے بعد کس کی پوجا کروگے

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا

بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے والدوں ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق کا ایک

وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا

خدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔ یہ ایک امت ہے کہ گزر چکی ان کے لیے ہے جو

۹۰۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی اس دعا کو تذکرہ فرماتا ہے جو انہوں نے خانہ کعبہ بناتے وقت اسے قبول کرنے اور مناسک حج تعلیم کرنے اور اپنی اولاد میں سے امت مسلمہ پیدا کرنے اور ان میں ایک رسول مبعوث فرمانے کے متعلق کی تھی کہ: اور یاد کرو جب اٹھاتا تھا ابراہیم اس گھر یعنی خانہ کعبہ کی نیویں اور دیواریں اور اسمٰعیل یعنی ابراہیم و اسمٰعیل دونوں خانہ کعبہ بناتے تھے اور اسماعیل علیہ السلام پتھر دیتے جاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام انہیں چنتے جاتے تھے، بعض نے کہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام ایک رخ اور اسمٰعیل علیہ السلام دوسرا رخ دیوار کا بناتے تھے، اور بعض نے کہا ہے کہ باری باری سے بناتے تھے (بیضاوی) یہ کہتے ہوئے، اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما اس کی بنا کو بیشک تو ہی سنتا ہے ہمارے قول کو جانتا ہے ہمارے فعل کو کہ ہم خلوص سے کہہ رہے ہیں اے

www.waseemziyai.com

رب ہمارے، اور کر ہمیں اپنے حضور گردن جھکائے رکھنے والا اور کر ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار اور ہمیں ہماری عبادت یا حج کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما یعنی ہم سے اس میں جو فروگذاشت ہو جائے اسے معاف فرما بیشک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب قرآن اور پختہ علم سکھائے جس میں تیرے احکام ہوں اور انہیں خوب ستھرا فرمادے شرک وکفر کی باتوں سے بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی کہ خانہ کعبہ کو وہ عظمت عطا فرمائی جو دوسری مساجد مقدسہ کو نہ دی اور بذریعہ جبرئیل انہیں احکام حج عرفہ کے دن تعلیم فرمائے اور عرفات میں ان سے پوچھا اے ابراہیم تم نے جان لیا تو انہوں نے کہا ہاں، اس لیے اس وقت کو عرفہ اور اس جگہ کو عرفات کہا جاتا ہے اور ان کی ذریت میں امت مسلمہ پیدا فرمائی اور انہیں میں سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا (سراج)

تنبیہ: آیت میں امۃ سے مراد امت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے جس کی طرف آیت ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ﴾ [البقرۃ : ۱۴۳] مشیر ہے اور وہ ذریت ابراہیم و اسمٰعیل سے ہے ، اور ﴿وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا﴾ [البقرۃ:۱۲۹] سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں۔ حدیث میں ہے: ((انا دعوۃ ابی ابراھیم وبشریٰ عیسیٰ ورویا امی)) میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی خوشخبری ہوں اور اپنی ماں کا خواب ہوں کہ انہوں نے دیکھا تھا کہ ان سے ایسا نور ظاہر ہوا جس سے قصور بصرہ وشام روشن ہو گئے (رواہ احمد وبیہقی (مدارک وسراج وحقانی)

۹۱ ۔ شان نزول: اس آیت کا یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن سلام نے جو علمائے یہود سے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے اپنے بھتیجوں سلمہ اور مہاجر سے کہا کہ ذرا تورات تو دیکھو اس میں لکھا ہے کہ میں اولاد اسمٰعیل سے ایک نبی مبعوث کرنے والا ہوں جس کا نام احمد ہوگا تو جو اس پر ایمان لائے گا وہ ہدایت پائے گا اور جو اس پر ایمان نہ لائے گا وہ ملعون ہوگا تو یہ سن کر سلمہ تو مسلمان ہو گئے مگر مہاجر ایمان نہ لایا اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی (سراج) چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بصفات مذکورہ مبعوث فرمائے گئے اور آپ نے ملت ابراہیمی کی پیروی اور تجدید کی اس لیے شریعت اسلامیہ کو نہ ماننے والا ملت ابراہیمی کو نہ ماننے والا اور اس سے پھرنے والا ہوا، لہٰذا آیت مذکورہ میں فرماتا ہے کہ اور ابراہیم کے دین سے کون منہ پھیرے گا سوائے اس شخص کے جو دل کا احمق ہے، یعنی دین ابراہیمی سے کوئی منہ نہ پھیرے گا سوائے اس شخص کے جو دل کا احمق ہوگا، اپنے دل میں غور وفکر نہ کرے گا اور دین ابراہیمی کو ہلکا سمجھے گا اور بیشک ضرور ہم نے دنیا میں اسے چن لیا خلت ورسالت کے لیے اور بیشک وہ آخرت میں ہمارے خاص قرب کی قابلیت رکھنے والوں میں سے ہے جن کے لیے درجات علیہ ہیں۔

تنبیہ: قتادہ وابوالعالیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے باب میں نازل ہوئی جب کہ انہوں نے ملت ابراہیمی کے خلاف طریقہ اختیار کیا جو اللہ کی طرف سے نہ تھا۔

۹۲ ۔ یہ پہلی آیت کی علت ہے کہ ہم نے ابراہیم کو یہ بزرگی اس لیے عطا فرمائی تھی کہ جب اس سے اس کے رب نے فرمایا کہ گردن رکھ یعنی اللہ کا مطیع وتابعدار ہو تو اس نے عرض کی کہ میں نے گردن رکھی، یعنی میں تابعدار ہوا اس کے لیے جو رب ہے سارے جہان کا اور اسی دین کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں اسمٰعیل واسحٰق ومدین ومدیان ورمضان ویقان واسباق وسوخ کو اور یعقوب نے اپنے بارہ بیٹوں کو کہ اے میرے بیٹو بیشک اللہ نے یہ دین اسلام تمہارے لیے چن لیا ہے تو نہ مرنا مگر مسلمان۔

www.waseemziyai.com

كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾

انھوں نے کمایا اور تمہارے لیے ہے جو تم کماؤ اور ان کے کاموں کی تم سے پُرسش[1] نہ ہوگی۔ ف۹۳

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ

اور کتابی بولے یہودی یا نصرانی ہوجاؤ راہ پاؤگے تم فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین

حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ

لیتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ تھے یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو

اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

ہماری طرف اترا اور جو اتارا گیا ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب

وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ

اور ان کی اولاد پر اور جو عطا کیے گئے موسیٰ و عیسیٰ اور جو عطا کیے گئے باقی انبیا اپنے

رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ اٰمَنُوْا

رب کے پاس سے، ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہیں۔ ف۹۴ پھر اگر وہ بھی یوں ہی ایمان لائے

بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِىْ شِقَاقٍ ۚ

جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پاگئے اور اگر منہ پھیریں تو وہ تو نری ضد میں ہیں

فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ

تو اے محبوب! عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا اور وہی ہے سنتا جانتا ہم نے اللہ کی رنگ[1] لی اور

اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۖ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا

اللہ سے بہتر کس کی رنگ اور ہم اسی کو پوجتے ہیں۔ ف۹۵ تم فرماؤ کیا اللہ کے بارے میں ہم سے

۹۳ ۔ شانِ نزول: اس آیت کا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہود نے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یعقوب نے مرتے وقت اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ تم یہودیت پر قائم رہنا تو یہ آیت نازل ہوئی، بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جب کہ اس نے یعنی یعقوب نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: میرے انتقال کے بعد کس کی پوجا کروگے؟ تو وہ بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آبا ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق کا ایک خدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں، یعنی اس کے تابعدار و فرمانبردار ہیں، یہ اولاد ابراہیم کی ایک امت ہے کہ گذر چکی ان کے لئے ہے جو انہوں نے کمایا یعنی جو عمل انہوں نے کیے اس کی جزا وہ پائیں گے اور تمہارے لیے ہے اے یہودیو! جو تم کماؤ گے اور ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہوگی جیسے کہ تمہارے کاموں کی ان سے پرسش نہ

www.waseemziyai.com

ہوگی۔ حضرت عطا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو موت کے وقت مرنے جینے کا اختیار دیا تھا، چنانچہ حضرت یعقوب کو بھی اختیار دیا کہ وہ موت یا حیات کو اپنے لیے اختیار کرلیں تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھنے اور انہیں وصیت کرنے کی مہلت مانگی اللہ نے انہیں مہلت دی تو انہوں نے اپنے بیٹوں پوتوں کو جمع کر کے ان سے کہا کہ میری موت کا وقت آگیا ہے تم یہ بتاؤ کہ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے تو ان سب نے کہا ﴿نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ آبَائِكَ الخ﴾ [البقرۃ:۱۳۳] (سراج) اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اپنے دین کے بزرگوں کی تقلید کرنا اور ان کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جیسا کہ ائمہ دین کا طریقہ اہل سنت نے اختیار کیا ہے اور ان کی تقلید کرتے ہیں۔

تنبیہ: آیت میں چچا کو تعظیماً باپ میں شمار کیا گیا ہے اس لیے کہ چچا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے، حدیث میں ہے حضرت عباس کے حق میں فرمایا گیا ہے "ھذا بقیۃ اٰبائی" یہ میرے باپوں کی بقایا ہیں۔ (مدارک وغیرہ) اور اس ترجمہ کو ام منقطعہ بمعنی بل مان کر ترجمہ کیا ہے اور دیگر مفسرین نے اَم کو بمعنی ہمزۂ انکار لکھا ہے تو اس اعتبار سے آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ کیا تم اے یہود یعقوب کی وفات کے وقت موجود تھے یعنی موجود نہیں تھے پھر تم کیسے کہتے ہو کہ یعقوب نے بیٹوں کو مرنے کے وقت وصیت کی تھی کہ تم یہودیت پر قائم رہنا اور ہر نبی یہودیت پر مرا ہے۔

۹۴ ۔ شان نزول: اس آیت کا بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطلب یہ ہے کہ یہود مدینہ اور نصاریٰ نجران نے مسلمانوں سے دین کے بارے میں جھگڑا کیا اور ہر ایک نے کہا کہ ہمارا دین حق ہے، یہودی بولے کہ ہمارا نبی اور ہماری کتاب افضل ہے اور ہمارا دین سب دینوں سے اچھا ہے اور عیسیٰ و انجیل اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار کیا اور نصاریٰ نے کہا کہ ہمارا نبی اور کتاب افضل ہے اور ہمارا دین سب دینوں سے اچھا ہے اور قرآن اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اور ہر ایک نے مسلمانوں سے کہا کہ تم ہمارا دین اختیار کرو ہدایت پاؤ گے (سراج) اللہ تعالیٰ ان کا قول ذکر فرما کر اس کا جواب دیتا ہے کہ اور کتابی یہود و نصاریٰ بولے یہودی یا نصرانی ہو جاؤ تو راہ پاؤ گے تم فرماؤ ان سے اے نبی! ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے یعنی ہم تو دین ابراہیمی کی پیروی کرتے ہیں جو تمام جھوٹے دینوں سے جدا تھا اور وہ مشرکوں سے نہ تھے، یہ اہل کتاب وغیرہ پر تعریض ہے کہ وہ دین ابراہیمی کے پیرو ہونے کے مدعی تھے مگر شرک کرتے تھے، تم اے ایمان والو! یوں کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا قرآن اور جو اتارا گیا ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب اور ان کی اولاد پر اور جو عطا کیے گئے موسیٰ کو (توراۃ) و عیسیٰ کو (انجیل) اور جو عطا کیے گئے باقی انبیا کو صحیفے اور آیت) اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے ہیں جیسا کہ تم اے یہود و نصاریٰ فرق کرتے ہو کہ بعض پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور اس کا ترجمہ مسلمانوں کو سنانے کے لیے عربی میں کرتے تھے پس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا: تم اہل کتاب کی تصدیق کرو نہ تکذیب کرو اور یوں کہو ﴿آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ﴾ الخ [البقرۃ:۱۳۶] (سراج)۔

۹۵ ۔ اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو الزامی و تحقیقی جواب دینے کے بعد آیت میں یہ ثابت کرتا ہے کہ ہدایت اسلام ہی میں ہے اور فرمایا پھر اگر وہ یہود و نصاریٰ بھی یوں ہی ایمان لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر وہ منہ پھیریں ایمان لانے سے تو وہ نرے ضدی ہیں، تو اے محبوب عنقریب اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا، وہی ہے سنتا ان کے قول کو اور جانتا ان کے احوال کو، پس وہ اپنے قول و فعل سے تمہیں اور تمہارے اصحاب کو کچھ ضرر و نقصان نہیں پہنچا سکتے، اللہ تمہیں ان کے کید و مکر سے محفوظ رکھے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہود مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے خود ہی ذلیل و خوار ہوئے، بنی قریظہ قتل کیے گئے اور بنو نضیر مدینے سے نکالے گئے اور ان پر جزیہ مقرر کیا گیا، اس آیت میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ دشمنوں کی دشمنی سے گھبرائیں نہیں، چونکہ نصاریٰ میں یہ قدیم دستور تھا کہ جب کسی کو

www.waseemziyai.com

فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ

جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی مالک اور تمہارا بھی اور ہماری کرنی ہمارے ساتھ اور تمہاری کرنی تمہارے ساتھ

وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

اور ہم نرے اسی کے ہیں بلکہ تم تو یوں کہتے ہو کہ ابراہیم و اسمٰعیل

وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ قُلْ ءَاَنْتُمْ

و اسحاق و یعقوب اور ان کے بیٹے یہودی یا نصرانی تھے تم فرماؤ کیا تمہیں

اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ

علم زیادہ ہے یا اللہ کو اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جس کے پاس اللہ کی طرف کی کوئی گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا

اور خدا تمہارے کوتکوں[1] سے بے خبر نہیں۔ وہ ایک گروہ ہے کہ گزر گیا ان کے لیے

ع ۱۶ ۱۲ ۱۶ كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾

ان کی کمائی اور تمہارے لیے تمہاری کمائی اور ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہوگی۔ ف ۹۶

وہ عیسائی کرتے تھے یا جب ان کے بچہ پیدا ہوتا تھا تو اسے ایک حوض میں غوطہ دیتے تھے جس میں پانی بھرا رہتا تھا اور اس میں زرد رنگ پڑا ہوتا تھا جسے یہ ماء معمودیہ کہتے تھے اور اسے باعث نجات و کفارہ گناہ خیال کرتے تھے اور اسی پانی اور ظاہری رنگ پر بڑا اعتماد رکھتے تھے (مدارک وحقانی) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس ظاہری و عارضی رنگ میں رنگنے سے کیا فائدہ۔ اصلی رنگ میں رنگو تو اچھا ہے اور وہ اللہ کا رنگ ہے، لہٰذا مسلمانو! تم یوں کہو ہم نے اللہ کی رینی یعنی رنگت لی اور اللہ سے بہتر کس کی رینی رنگت ہے اور ہم اسی کو پوجتے ہیں۔

تنبیہ: ابن عباس و مجاہد و قتادہ وغیرہ کے نزدیک صبغۃ اللہ سے دین اللہ مراد ہے، یعنی دین فطری جس پر آدمی کو اللہ نے پیدا فرمایا ہے اسی پر آدمی کو قائم رہنا اور اسی رنگ میں اسے ہر وقت رہنا چاہیے وہی رنگ اصلی ہے باقی سب عارضی ہیں۔

۹۶ ۔ شان نزول: اس آیت کا یہ ہے کہ یہود نے مسلمانوں سے کہا کہ ہمیں کتاب تم سے پہلے ملی ہے اور ہمارا قبلہ تمہارے قبلہ سے پہلے کا ہے اور ہم میں انبیا ہوتے چلے آئے ہیں ابراہیم و اسحٰق و یعقوب اور ان کی اولاد یہودی تھے، عرب میں کوئی نبی نہیں ہوا، اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی ہوتے تو ہم میں سے ہوتے بنی اسرائیل میں سے ہوتے (حاکم و سراج وغیرہ) اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال کی تردید میں یہ آیت نازل فرمائی، یعنی اے نبی تم فرماؤ کیا اللہ کے بارے میں تم ہم سے جھگڑتے ہو کہ اس نے نبی عرب میں کیا تم میں نہ کیا حالانکہ وہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے، اسے اختیار ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے نبی بنائے اور ہماری کرنی ہمارے ساتھ ہے اور تمہاری کرنی تمہارے ساتھ ہے، یعنی ہم جیسے اعمال کریں گے ان کی جزا ہمیں ملے گی اور تم جیسے اعمال کرو گے اس کی جزا تمہیں ملے گی اور ہم نرے اسی کے ہیں دین میں اور عمل میں نہ تم کہ شرک کرتے ہو تو ہم تم سے زیادہ مستحق نبوت و کرامت ہوئے۔ بلکہ تم یوں کہتے ہو کہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب اور ان کے بیٹے یہودی یا نصرانی تھے، اے نبی! تم فرماؤ کیا تمہیں علم زیادہ

www.waseemziyai.com

www.waseemziyai.com

ہے یا اللہ کو یعنی اللہ کو تم سے زیادہ علم ہے کہ ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی ﴿مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا﴾ الخ [آل عمران: ۶۷] اور ان کی اولاد ان کی تابع تھی اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس کے پاس اللہ کی طرف کی گواہی ہو اور وہ اسے لوگوں سے چھپائے، یعنی اہل کتاب سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا کہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے حنفی ہونے کو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت وغیرہ کی شہادت کو جان بوجھ کر چھپایا جو توراۃ وانجیل میں مذکور تھی، گویا اس میں اہل کتاب پر شہادت چھپانے کی تعریض ہے اور خدا تمہارے کوتکوں برے فعلوں سے بے خبر نہیں ہے کہ تم رسولوں کی تکذیب کرتے اور ان کے متعلق شہادت اللہ کو چھپاتے ہو، وہ ایک گروہ ہے کہ گزر گیا ان کے لیے ان کی کمائی ہے اور تمہارے لیے تمہاری کمائی ہے اور ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہوگی، یعنی اولاد ابراہیم ایک گروہ تھا جو گزر گیا اس نے جو اعمال کیے اس کی جزا وہ پائیں گے اور تم جو اعمال کرو گے اس کی جزا تم پاؤ گے، ان کے اعمال کی تم سے پوچھ گچھ نہ ہوگی۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مَنْ اَظْلَمَ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہود اللہ کی کتاب یعنی توراۃ میں پڑھتے تھے کہ دین اسلام ہی ہے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب اور ان کی اولاد یہودیت و نصرانیت سے پاک تھی اس کا انہوں نے اللہ کے حضور اقرار کیا تھا اور شہادت دی تھی پس اس شہادت اللہ کو جو ان کے پاس تھی اور اس کا انہیں علم تھا، چھپایا

(ابن کثیر)

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا

اب کہیں گے بیوقوف لوگ، کس نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے اس قبلے سے جس پر

عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ

تھے تم فرمادو کہ پورب پچھم سب اللہ ہی کا ہے جسے چاہے سیدھی راہ

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ

چلاتا ہے۔ ف اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر

عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ

گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ف۲ اور اے محبوب! تم پہلے جس قبلے پر تھے

(۱) شان نزول: یہ آیت یہود و مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ قبلہ سے پھر جانے پر لعن طعن کرتے تھے اور مشرکین سے کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر قبلہ میں متردد ہیں، اپنے مولد کی طرف توجہ کی ہے، اب وہ تمہارے دین کی طرف لوٹنے والے ہیں، ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی (معالم) تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی پھر کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا، مگر حقیقت یہ ہے کہ حضور مکہ میں بھی بیت المقدس کی طرف اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ کعبہ سامنے رہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور کعبے کو سامنے رکھتے تھے اور مدینے میں جا کر سترہ مہینے یوں ہی نماز پڑھی پھر کعبے کی طرف پھر گئے۔ (حقانی بروایت بیہقی و ابوداؤد) یہ حضور کا چند ماہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا کسی حکمت الٰہی کی بنا پر تھا، پھر حکمت الٰہی کعبے کی طرف نماز پڑھنے سے متعلق ہوئی تو اسی کا شوق حضور کے دل میں پیدا فرمایا گیا کہ جس کی آرزو میں حضور بار بار آسمان کی طرف دیکھتے تھے اور وحی آنے کا انتظار فرماتے تھے پس خدا نے اپنے پیارے حبیب کی آرزو پوری فرمائی اور حکم دینے سے مخالفوں کے طعن کا جواب (جو علم الٰہی میں اس پر کرنے والے تھے) اس آیت میں دیا، یہود نے تو یہ طعن کی کہ یہ کیسا خدا ہے کہ اسے اپنے حکم کی مصلحت تک معلوم نہیں، کبھی کچھ حکم کرتا ہے اور کبھی کچھ اور، یہ کیسے نبی ہیں کہ باوجود دعوئ اتباع ملت انبیا کے ان کے قبلہ کو چھوڑ کر جاہلوں کے قبلہ کی طرف نماز پڑھنے لگے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کے آنے کی خبر تورات میں دی گئی ہے اور منافقوں کے نزدیک کوئی جہت مرجح نہ تھی وہ محض حسد کی وجہ سے اعتراض کیا کرتے تھے، اور مشرک کہتے تھے کہ آخر کو ہمارے ہی کعبہ کی طرف رخ کیا اور اسے اپنا قبلہ بنایا، اللہ ان سب کے اعتراضوں کا جواب اس آیت میں دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ اب کہیں گے بے وقوف لوگ (یعنی یہود، منافق، مشرک) کہ کس نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے جس پر وہ تھے یعنی جس کی طرف وہ نماز پڑھا کرتے تھے، تم فرمادو اے محبوب ان سے کہ پورب پچھم سب اللہ ہی کا ہے یعنی تمام جہات اللہ ہی کی ہیں، وہ موافق مصلحت کے جس طرف چاہتا ہے اپنے بندوں کو توجہ کرنے کا حکم فرماتا ہے اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں، وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ اسلام کی چلاتا ہے۔

تنبیہ: "سَيَقُوْلُ" غیب کی خبر ہے اور وہ پہلے سے اس لیے دی گئی تا کہ اطمینان قلب ہو، جواب کے لیے پہلے سے تیار رہا جائے وقت پر دقت نہ ہو۔

(۲) شان نزول: اس آیت کا یہ ہے کہ جب رؤسائے یہود نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اپنی برتری اور

www.waseemziyai.com

الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰى

ہم نے وہ اسی لیے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں

عَقِبَیْهِ ؕ وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِیْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَ مَا كَانَ

پھر جاتا ہے اور بے شک یہ بھاری تھی مگر ان پر جنہیں اللہ نے ہدایت کی ف۳ اور اللہ کی

اللّٰهُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۳﴾ قَدْ

شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے بے شک اللہ آدمیوں پر بہت مہربان مہروالا ہے۔ ف۴

سب امتوں پر فوقیت ظاہر کی تو انہوں نے کہا کہ تم ہرگز سب سے بزرگ نہیں ہو سکتے، سب سے بزرگ امت محمدیہ ہے پس ان کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اے امت محمدیہ ہم نے تمہیں سب امتوں سے افضل پیدا کیا ہے تاکہ تم قیامت کے دن لوگوں پر گواہی دو کہ ان کے رسولوں نے انہیں احکام الٰہی پہنچائے اور یہ رسول تمہارے گواہ ہوں کہ انہوں نے تمہیں بتایا۔ روایت ہے کہ قیامت کے دن جب امتیں تبلیغ انبیا سے انکار کریں گی تو اللہ تعالیٰ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام سے شہادت طلب فرمائے گا پس وہ امت محمدی کو گواہ بنائیں گے وہ ان کی شہادت دیں گے تب اور امتیں ان سے جرح کریں گی کہ تمہیں علم کہاں سے ہوا، تو وہ جواب دیں گی کہ ہمیں ہمارے نبی اور کتاب الٰہی سے یہ معلوم ہوا، پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا جائے گا تو حضور اپنی امت کے حال کی اور ان کی عدالت اور سچائی کی شہادت دیں گے (مدارک وسراج)، تنبیہ: اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ امت محمدیہ کی شہادت انبیا علیہم السلام کے حق میں بغیر مشاہدہ کے قبول فرمائی جائے گی خواہ وہ دنیا میں ہوں یا عقبیٰ میں۔ ترمذی وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا، لوگوں نے اسے برا بتایا تو آپ نے "وجبت" فرمایا، پھر دوسرا جنازہ گزرا لوگوں نے اس کی تعریف کی فرمایا "وَجَبَتْ" لوگوں نے عرض کی: حضور نے دونوں کے لیے ایک ہی کلمہ فرمایا تو حضور نے فرمایا: جس کی تم نے برائی کی اس کے لیے آتش دوزخ واجب ہوئی اور جس کو اچھا کہا اس کے لیے جنت واجب ہوئی کہ تم دنیا میں خدا کے گواہ ہو جس کو تم اچھا کہو وہ اچھا ہے اور جس کو تم برا کہو وہ برا ہے (حقانی) شیخ ابوالحسن ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت سے اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے کہ آیت میں اس امت کو عدل فرمایا گیا ہے اور عدل مستحق شہادت وقبول شہادت تو جب وہ کسی شی پر جمع ہوں اور شہادت دیں تو اس کا قبول کرنا لازم (مدارک) حدیث میں ہے: "لا تجتمع امتی علی الضلالۃ" یعنی میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ نیز اس آیت سے امت محمدی کی برتری اور فضیلت سب امتوں پر ظاہر ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قسم کی شہادت کے لیے معائنہ ضروری نہیں ہے یقینی طور سے معلوم ہونا کافی ہے، جیسے ہمیں باعلام نبی کتاب الٰہی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باطلاع الٰہی اگلی امتوں کے حالات معلوم ہوئے اور وہ عنداللہ شہادت کے لیے کافی ہوئے۔

(۳) اس آیت میں چند ماہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے پھر خانہ کعبہ کی طرف پھر جانے کا راز ظاہر فرمایا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ اے محبوب تم پہلے جس قبلہ کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے وہ اس لیے مقرر کیا گیا تھا کہ ہم ظاہر ظہور دیکھیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون نہیں کرتا ہے اور کون اس شک میں پڑ کر کہ (رسول خود اس امر میں متردد ہیں) دین سے پھر جاتا ہے، جیسے کہ ایک جماعت یہودی اس کی وجہ سے دین سے پھر گئی تھی اور قبلہ سے پھر جانا ان لوگوں پر بھاری نہ تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی۔

(۴) شان نزول: اس کا یہ ہے کہ جب مسلمان خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگے تو حیی ابن اخطب وغیرہ یہود نے مسلمانوں کو بہکانے کے لیے کہ بیت المقدس کی طرف جو نمازیں پڑھی ہیں اور جو لوگ تم میں کہ اس کی طرف نماز پڑھ کر مر گئے ہیں ان کا

www.waseemziyai.com

نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ

ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلے کی طرف جس میں تمہاری

وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ

خوشی ہے ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف، اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ

شَطْرَهٗ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ

اسی کی طرف کرو ف۵ اور وہ جنہیں کتاب ملی ہے ضرور جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے

کیا حشر ہوگا۔ یہ سن کر مسلمانوں نے حضور سے آکر عرض کیا کہ ہماری اور ہمارے مرے ہوئے بھائیوں کی ان نمازوں کا کیا حال ہوگا جو بیت المقدس کی طرف پڑھی ہیں تب یہ آیت نازل ہوئی، مطلب یہ ہے کہ اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ تمہارا ایمان یعنی نمازیں جو تم نے بیت المقدس کی طرف پڑھی تھیں اکارت کرے بلکہ انہیں قبول فرما کر ان کا ثواب تمہیں عطا فرمائے گا کہ اللہ آدمیوں پر مہربان اور مہر والا ہے، ان کے اعمال ضائع نہیں فرماتا ہے، تنبیہ: "اِیْمَانَکُم" سے یا تو ایمان کے حقیقی معنی مراد ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان ضائع نہ کرے گا تمہیں ایمان پر ثابت قدم رکھے گا، یا ایمان سے نمازیں مراد ہیں، یعنی تمہاری نمازیں ضائع نہ فرمائے گا بلکہ انہیں قبول فرمائے گا اور اس کا اجر دے گا، یہ معنی موافق شان نزول ہیں اور جلال وغیرہ نے یہی معنی اختیار کیے ہیں۔

(۵) شان نزول: اس کا یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینے میں آکر بحکم الٰہی چند ماہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی مگر حضور کی دلی خواہش اور آرزو یہ تھی کہ خانہ کعبہ کی طرف انہیں نماز پڑھنے کا حکم ہو اور قبلۂ ابراہیمی ان کے لیے قبلہ بنایا جائے کہ اہل عرب دیکھ کر ایمان لائیں اور خدا سے توقع تھی کہ وہ انہیں اس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم فرمائے گا اسی لیے حضور بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھاتے تھے اور وحی کا انتظار فرماتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی، مجاہد کہتے ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحویل قبلہ کو اس وجہ سے محبوب رکھتے تھے کہ یہود کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے دین کے مخالف ہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں تو حضور نے جبرئیل سے کہا کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ کعبہ میرا قبلہ ہو جائے کہ وہ میرے باپ ابراہیم کا قبلہ ہے، جبریل نے عرض کی کہ میں تو آپ کی طرح بندہ ہوں آپ کا رتبہ بڑا ہے آپ اپنے رب سے سوال کریں، جبرئیل یہ کہہ کر چلے گئے، آپ بار بار آسمان کی طرف دیکھتے تھے کہ جبرئیل میری خواہش کے موافق وحی لے کر آئیں پس یہ آیت نازل ہوئی (معالم وغیرہ) مطلب یہ ہے کہ اے محبوب ہم تمہارا بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھانا دیکھ رہے ہیں، تو ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے پھیر دیں گے (اچھا) تو تم ابھی نماز میں اپنا منہ خانہ کعبہ کی طرف پھیر دو اور اے مسلمانو تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ نماز میں اسی طرف کرو۔ تنبیہ: یہ تحویل قبلہ جنگ بدر سے دو ماہ پہلے رجب میں بعد زوال ہوئی تھی، حضور مسجد بنی سلمہ میں نماز ظہر کی دو رکعتیں پڑھ چکے تھے کہ تحویل کا حکم آیا اور مسجد قبا والوں کو صبح کی نماز پڑھتے میں کسی نے خبر دی کہ رات حضور پر وحی نازل ہوئی اور حکم فرمایا گیا کہ وہ کعبہ کی طرف نماز پڑھیں پس وہ سب کعبے کی طرف گھوم گئے (بخاری ومسلم) یہ آیت آیۂ سیقول سے پہلے نازل ہوئی گویا تلاوت میں اس سے مؤخر ہے اور نزول میں مقدم ہے، اور آیت میں "شطر" سے مراد جہت کعبہ ہے، یہی قول حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور مجاہد اور قتادہ وعکرمہ وسعید ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے (ابن کثیر) اس میں اور بھی اقوال ہیں اور "فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ" کا حکم عام ہے اور مسلمانوں سے خطاب ہے کہ وہ زمین میں کہیں ہوں، تری میں ہوں یا خشکی میں ہوں، اور کسی طرف ہوں وہ اپنا منہ نماز پڑھتے میں کعبے کی طرف کریں، اگر سمت قبلہ علامت وشہادت سے انہیں یقیناً معلوم ہو، ورنہ اٹکل سے جدھر ان کا دل گواہی دے کہ یہ سمت کعبہ ہے ادھر نماز پڑھیں اور جو سمت قبلہ معلوم کرنے میں عاجز ہوں تو جس طرف نماز پڑھنے

www.waseemziyai.com

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اور اللہ ان کے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔ ف۶ اور اگر تم ان کتابیوں کے پاس

بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ

ہر نشانی لے کر آؤ وہ تمہارے قبلے کی پیروی نہ کریں گے اور نہ تم ان کے قبلے کی پیروی کرو اور وہ آپس میں بھی ایک

بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۭ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ

دوسرے کے قبلے کے تابع نہیں اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا بعد اس کے کہ تجھے

وقف لازم

مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

علم مل چکا تو اس وقت تو ضرور ستمگار ہوگا۔ ف۷ جنھیں ہم نے کتاب عطا فرمائی

يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۭ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ

وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے اور بے شک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر

وقف منزل

الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

حق چھپاتے ہیں (اے سننے والے) یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے (یا۔حق وہی جو تیرے رب کی طرف سے ہو) تو خبردار!

میں قادر ہوں اس طرف نماز پڑھیں جیسا کہ آیت ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ [البقرۃ:۱۱۵] کے تحت درمختار سے گزرا۔

تنبیہ: نماز میں استقبال قبلہ بشرط قدرت فرض ہے اور علاوہ اس کے بعض جگہ مستحب ہے جیسے کے مرتے وقت اور قبر میں رکھتے وقت قبلہ رو کرنا، وقت تلاوت قرآن وذکر الٰہی ودعا روبقبلہ ہونا، وضو قبلہ رخ کرنا، جانور کو قبلہ رخ ذبح کرنا وغیرہ وغیرہ۔ حدیث میں ہے "خیر المجالس ما استقبل به القبلة "یعنی قبلہ رخ بیٹھنا سب بیٹھکوں سے اچھا ہے مگر وضو وغیرہ کرتے میں قبلہ کی طرف نہ کلی کرے نہ تھوکے اور نہ اس کی طرف منہ کر کے یا پیٹھ کر کے پاخانہ پیشاب کرے نہ بچوں کو کرائے کہ شرعاً ممنوع اور مکروہ تحریمی ہے، اور اس کی طرف محض استنجا کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور جو بھول کر قبلہ کو منہ یا پیٹھ کر کے بیٹھ جائے تو یاد آنے پر پھر جانا مستحب ہے۔ طبرانی کی حدیث میں ہے جو شخص قبلہ کی طرف پیشاب کے لیے بیٹھ گیا پھر یاد آنے پر اس کے احترام کے لیے پھر گیا تو کھڑے ہونے سے پہلے اس کے گناہ معاف ہوں گے۔ (غایۃ الاوطار)

(۶) شان نزول: اس کا یہ ہے کہ جب تحویل قبلہ ہوئی اور مسلمان کعبے کی طرف نماز پڑھنے لگے تو یہود نے کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دل سے قبلہ بناتے ہیں کہ کبھی بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے ہیں کبھی کعبے کی طرف، اگر وہ ہمارے قبلہ پر قائم رہتے تو ہم امید کرتے کہ وہ وہی نبی ہیں جن کا ہم انتظار کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (سراج) کہ اور وہ جنہیں کتاب یعنی تورات ملی ضرور جانتے ہیں کہ کعبے کی طرف پھر جانا ان کے رب کی طرف سے حق ہے، یہ ان کی کتاب تورات میں صاف لکھا ہوا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبے کی طرف پھر جائیں گے اسے وہ چھپاتے ہیں، اللہ ان کے کوتکوں، برے فعلوں سے بے خبر نہیں ہے،

(۷) شان نزول: اس کا یہ ہے کہ جب یہود نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خانہ کعبہ کے قبلہ ہونے پر ثبوت مانگا تو یہ آیت نازل ہوئی (سراج) مطلب یہ ہے کہ اے محبوب اگر تم ان کتابیوں کے پاس قبلہ کے بارے میں اپنی سچائی پر کوئی نشانی بھی لاؤ تب

www.waseemziyai.com

الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ

توشک نہ کرنا اور ہر ایک کے لیے توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے تو یہ چاہو کہ نیکیوں میں

مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾

اوروں سے آگے نکل جائیں، تم کہیں ہو اللہ تم سب کو اکٹھا لے آئے گا بے شک اللہ جو چاہے کرے۔ ف۸

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ

اور جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور وہ

لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَمِنْ حَيْثُ

ضرور تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔ اور اے محبوب!

بھی وہ حسد وعناد کی وجہ سے تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے اور نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کروگے، اور وہ یہود ونصاریٰ خود آپس میں ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں ہیں کہ یہود کا قبلہ بیت المقدس ہے اور نصاریٰ کا قبلہ سورج نکلنے کی جگہ ہے، تو کیسے تمہارے قبلہ کی پیروی کریں گے، اور اگر تم اے نبی حق معلوم ہونے قرآن اترنے کے بعد ان کی خواہشوں پر جن کی طرف وہ بلاتے ہیں چلو گے تو اس وقت ضرور ستمگار رہو گے، یہ خطاب نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے ہے مگر مراد اس سے حضور کی امت ہے، یعنی اگر تم باوجود حق پہچاننے کے بھی یہود ونصاریٰ کی خواہشوں کو پورا کروگے تو ضرور ستمگار رہو گے (سراج ومدارک وابن کثیر)

تنبیہ: ﴿وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ﴾ [البقرۃ:۱۴۵] سے یہود کی خواہشوں اور امیدوں کو منقطع کرنا مقصود ہے کہ وہ امید رکھتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھیں گے۔

(۸) یہ گذشتہ آیت کا تتمہ ہے اور تائید ہے، مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب اپنی کتابوں میں لکھا ہونے کے سبب اس نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں مگر حسد وعناد کی وجہ سے انکار کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام سے اس معرفت کو پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے جب حضور کو دیکھا تو ایسا پہچانا جیسے اپنے بیٹے کو پہچانتا ہوں بلکہ حضور کا پہچاننا بیٹے کے پہچاننے سے بہت زیادہ ہے کہ بیٹے میں شبہہ خیانت زوجہ ہوتا ہے اور حضور کو پہچاننے میں یہ شبہ بھی نہیں (سراج ومعالم) اور ان کتابیوں میں سے ایک گروہ جان بوجھ کر حق کو یعنی امر قبلہ اور نعت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھپاتا ہے حالانکہ یہ بات حق ہے تیرے رب کی طرف سے یا وہی حق ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو، تو خبردار تم امر قبلہ میں شک نہ کرنا اور ہر امت کے لیے توجہ کی ایک سمت ہے یعنی قبلہ وہ اسی کی طرف نماز میں اپنا منہ کرتا ہے تم تو اے مسلمانو! نیکیوں میں سب سے آگے نکل جانا چاہو، حاصل یہ ہے کہ جب ایک بات ثابت ہو جائے تو اس میں شک وشبہہ کرنا اسے چھپانا اور اس میں کسی کی مخالفت کا خوف نہ کرنا چاہیے بلکہ اسے حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

تنبیہ: ﴿فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾ [البقرۃ:۱۴۷] میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب ہے مگر مراد اس سے بھی حضور کے امتی ہیں اور انہیں تعلیم وتنبیہ کی گئی ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں وہی حق ہے اس میں شک وشبہہ نہ کریں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما "وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہر مذہب وملت والے کا ایک قبلہ ہے جس کی طرف وہ اپنا رخ کرتا ہے اور پسند کرتا ہے اور اللہ کا قبلہ وہی ہے جو مسلمانوں کا ہے۔

www.waseemziyai.com

خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا

تم جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو۔اور اے مسلمانو

كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ

تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی طرف کرو کہ لوگوں کو تم پر

حُجَّةٌ ۗ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۗ وَلِاُتِمَّ

کوئی حجت نہ رہے۔ مگر جو ان میں ناانصافی کریں تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور یہ اس لیے ہے کہ میں

نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۙ﴿۱۵۰﴾ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ

اپنی نعمت تم پر پوری کروں اور کسی طرح تم ہدایت پاؤ۔ ف۹ جیسے ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے

يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا

وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۚ﴿۱۵۱﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ

اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو

(۹) اس حکم میں پہلے حکم کی تکرار فرمائی گئی ہے تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں وہ اچھی طرح بیٹھ جائے اور وہ یہود کے بہکانے میں نہ آئیں اور یہود کی امید منقطع ہو جائے کہ بیت المقدس کی طرف لوٹ آنے کی امید رکھتے تھے۔

تنبیہ: (لِلنَّاسِ الخ) سے بقول ابو العالیہ ومجاہد وعطا وضحاک وغیرہ اہل کتاب ومشرکین مراد ہیں اور ابن کثیر نے صرف اہل کتاب مراد لیے ہیں تو آیت کہ یہ معنی ہوں گے تاکہ مشرکوں، یہودیوں کو قبلہ کے بارے میں تم سے جرح کرنے اور جھگڑنے کی کوئی گنجائش نہ رہے کہ یہود کہتے تھے ہمارے دین کی تو مخالفت کرتے ہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور مشرکین کہتے تھے کہ ملت ابراہیم کے پیرو بنتے ہیں اور ان کے قبلہ کی مخالفت کرتے ہیں، پس تم ان کے طعنوں سے نہ ڈرو، میرے حکم کے خلاف کرنے سے ڈرو، تنبیہ: ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ﴾ یہاں تک کہ کعبے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم تین مرتبہ فرمایا گیا ہے جو بظاہر بے فائدہ اور خلاف فصاحت وبلاغت معلوم ہوتا ہے مگر ایسا نہیں ہے کہ پہلی بار ذکر کرنے سے تعمیم حال مقصود ہے یعنی جس حال میں ہو تم کعبے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو، یا یہ کہ پہلا حکم اس کے لیے ہے جو مکہ میں کعبہ کے پاس ہو اور دوسری بار میں تعمیم مکان کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جس جگہ ہو کعبے کی طرف نماز پڑھو یا ان کو حکم ہے جو مکہ میں ہوں مگر کعبہ کے پاس نہ ہوں، اور تیسری بار میں تعمیم زمانہ مراد ہے یعنی ہر وقت اور زمانہ میں صبح وشام، ظہر وعصر اور زمانہ جہاد وغیر جہاد میں تم کعبے ہی کی طرف نماز پڑھو۔ یا یہ حکم مکہ سے باہر والوں کے لیے ہے، دوسرے یہ کہ نسخ قبلہ کا حکم سب سے پہلے ہوا ہے تو دلوں میں یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ یہ حکم دوامی نہ ہو چند روز بعد پھر بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ہو اور اس خیال کو یہود کا بہکانا اور تقویت دینا تھا اور ورغلانے کا سلسلہ برابر جاری تھا جس سے مسلمانوں کو بہکنے کا گمان پیدا ہوتا تھا لہٰذا اس حکم کی بار بار تکرار وتاکید کی گئی تاکہ مسلمانوں کو خوب معلوم ہو جائے کہ یہ حکم بدل نہیں سکتا اور یہود کو مایوسی ہو کہ اب یہی حکم دائمی اور لازمی ہے (وفیہ توجیہات اُخر)

www.waseemziyai.com

وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ع ۱۸ ۵ ۲

اور میری ناشکری نہ کرو۔ ف۱۰ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ

بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔ ف۱۱ اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں

(۱۰) یہ گذشتہ آیت کا تتمہ ہے کہ اس میں نعمت پوری کرنے کا ذکر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہماری طرف بھیجنا بھی نعمت الٰہی اور احسان خداوندی ہے ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ الخ [آل عمران:۱۶۴] اسی کو اس آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ میں نے تمہیں، تمہیں میں سے ایک رسول یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھیجا کہ وہ تم پر ہماری آیتیں یعنی قرآن عظیم پڑھتا ہے اور تمہیں شرک وکفر کی باتوں سے اور برے اخلاق سے پاک کرتا ہے اور تمہیں وہ کتاب یعنی قرآن کے اسرار ودقائق اور دین کے احکام اور وہ باتیں بتاتا ہے جن کو ہم نہیں جانتے تھے تو تم میری تسبیح وتہلیل کرو اور میری تحدیث نعمت کرو اور میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور ناشکری نہ کرو یعنی میری طاعت کرو، معصیت نہ کرو کہ جس نے خدا کی طاعت کی اس نے خدا کا شکر کیا اور جس نے خدا کی معصیت کی اس نے خدا کی ناشکری کی (معالم) ﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ﴾ [البقرۃ:۱۵۲] کا یہ مطلب ہے کہ بندہ جس طرح خدا کو برائی یا بھلائی کے ساتھ یاد کرتا ہے اسی طرح خدا بندے کو یاد کرتا ہے۔ دیلمی وابن عساکر کی حدیث میں ہے کہ جو میرا تابعدار بندہ مجھے ذکر کرے گا تو مجھ پر حق ہے کہ میں اسے اپنی مغفرت کے ساتھ ذکر کروں اور جو میرا نافرمان بندہ مجھے یاد کرے گا میں اسے برائی اور عذاب کے ساتھ یاد کروں گا۔ اور ابن جریر نے سدی سے روایت کی ہے جو بندہ ایمان دار خدا کو یاد کرتا ہے خدا اپنی مغفرت اور رحمت کے ساتھ اسے یاد کرتا ہے، اور جو کافر خدا کو یاد کرتا ہے اللہ اسے عذاب ولعنت کے ساتھ یاد کرتا ہے اور ابن عباس سے اس کی تفسیر میں روایت ہے کہ میرا ذکر اپنے ذکر پر قیاس کرو، اگر تم بھلائی کے ساتھ یاد کرو گے میں بھی تمہیں بھلائی کے ساتھ یاد کروں گا اور جو تم مجھے برائی کے ساتھ یاد کرو گے میں بھی تمہیں برائی کے ساتھ یاد کروں گا (عزیزی) ذکر وشکر کی فضیلت میں بہت سی احادیث آئی ہیں، خدا جسے چاہتا ہے اسے توفیق عطا فرماتا ہے۔ مسلمانوں کو اس میں مسابقت کرنا چاہیے۔

(۱۱) چونکہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ آیت میں اپنی نعمت پوری کرنے کا وعدہ فرمایا تھا اور ان کا شکر کرنے اور ناشکری نہ کرنے اور خدا کو یاد کرنے کا ذکر فرمایا گیا تھا لیکن اس کی مشقت برداشت کرنے اور اس کی ادائیگی کے لیے کسی سہارے کو ذکر نہیں فرمایا تھا، لہٰذا اس آیت میں اس کے سہارے کو ذکر فرماتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم میری اطاعت اور فرماں برداری وعبادت کی مشقت پر صبر ونماز سے مدد چاہو، اس سے میری طاعت آسان اور مشقت معلوم نہ ہوگی کہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے، وہ ان کی مصیبت ومشقت میں مدد فرماتا ہے۔

تنبیہ: صبر کے فضائل بہت ہیں من جملہ ان کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ستر ۷۰ جگہ مع فوائد اس کی تعریف فرمائی ہے اور اس کے ثواب کو بے اندازہ فرمایا ہے ﴿اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [الزمر:۱۰] اور روزہ صبر کا جزو ہے، اس کی بابت فرمایا گیا ہے "اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ" اور صابروں کو اللہ کی معیت حاصل ہوتی ہے اور وہ ان کی مدد فرماتا ہے اور ان پر اپنی درودیں اور رحمتیں نازل فرماتا ہے ﴿اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ﴾ [البقرۃ:۱۲۵] ﴿وَيُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ﴾ اور صحیح حدیث میں اسے نصف ایمان فرمایا گیا ہے بلکہ حضرت علی وحضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صبر کو کامل ایمان فرمایا ہے اور نماز سے مدد چاہنے کو اس لیے فرمایا گیا ہے کہ وہ جامع ذکر وصبر وشکر وسکون ہے، تمام بری باتوں سے باز رکھتی ہے ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [العنکبوت:۴۵] اور اس میں مشغول ہونے سے رنج وغم دور اور بلاء ومصیبت ٹل جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی امر مضطرب کرتا تو آپ نماز میں مشغول ہو جاتے اور جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی

www.waseemziyai.com

اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ

مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں ف۱۲ اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے

مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ

کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا

اور خوش خبری سنا ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم

لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ قف

اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت

اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسی غشی طاری ہوئی کہ لوگ ان کے پاس سے مردہ سمجھ کر ہٹ گئے تو ان کی بیوی مسجد میں آئیں اور آیۂ مذکور پڑھ کر نماز میں مشغول ہو گئیں، تھوڑی دیر گزری تھی کہ انہیں افاقہ ہوا (عزیزی) حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا تو ندا ہوگی کہاں ہیں صابر لوگ وہ قبل حساب جنت میں جائیں پس ایک گروہ لوگوں کا کھڑا ہوگا، فرشتے اس سے کہیں گے کہاں جاتے ہو وہ کہیں گے جنت میں، فرشتے کہیں گے کیا بغیر حساب کے، وہ کہیں گے ہاں، فرشتے کہیں گے تم کون ہو، وہ کہیں گے ہم صابرین ہیں، فرشتے کہیں گے کہ تم نے کیا صبر کیا تھا، وہ کہیں گے کہ ہم نے اللہ کی اطاعت پر اور اللہ کی معصیت سے صبر کیا تھا یہاں تک کہ ہم نے وفات پائی تو فرشتے کہیں گے کہ تم ٹھیک کہتے ہو، جاؤ جنت میں داخل ہو ﴿فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِيْنَ﴾ [آل عمران:۱۳۶] یہ ہے ﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [الزمر:۱۰] (ابن کثیر)

(۱۲) شان نزول: اس کا یہ ہے کہ جنگ بدر میں جو چودہ مسلمان مہاجرین و انصار شہید ہوئے تھے ان کا نام لے کر لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ فلاں فلاں مر گئے دنیوی نعمتیں ان سے چھوٹ گئیں تب یہ آیت نازل ہوئی (مدارک و سراج) اور یہ رد ہے مشرکوں کا کہ وہ کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بے فائدہ اپنے کو قتل کراتے اور دنیا کا عیش و آرام چھوڑتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ شان نزول میں جو لوگوں کا کہنا مذکور ہے وہ مقولہ مشرکین یا منافقین کا ہے نہ کہ مؤمنین کا کہ اہل ایمان تو دنیا کی زندگی میں موت کو ترجیح دیتے تھے اور شوق شہادت رکھتے تھے (جامع البیان) نیز اس میں جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب اور خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں کے رتبہ کا اظہار ہے کہ: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں کہ ان کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں جنت میں جہاں چاہتی ہیں پھرتی ہیں، کھاتی ہیں پیتی ہیں، اور جو مرتبہ خدا نے انہیں عطا فرمایا ہے اس پر وہ خوش ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں ہے، کہ جو راہ خدا میں شہید ہوئے انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں رزق دیے جاتے ہیں خوش ہیں وہ اس سے جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہید زندہ ہیں ان کی روحوں کو رزق دیا جاتا ہے تو اس سے انہیں فرحت و سرور حاصل ہوتا ہے جیسا کہ فرعون والوں کی روحوں پر صبح و شام عذاب نار پیش ہوتا ہے تو وہ اس درد سے بے چین ہوتے ہیں۔ مجاہد سے مروی ہے کہ شہداء کو جنت کے پھل کھانے کو دیے جاتے ہیں اور کپڑے پہننے کو اور اس کی خوشبو سونگھتے ہیں (مدارک و بیضاوی) اور ارواح جواہر ہیں اور اپنی ذات کے ساتھ قائم ہیں انسان کے مرنے کے بعد بھی وہ باقی رہتی ہیں اور ان میں حس و ادراک اور شعور قائم رہتا ہے، یہی جمہور صحابہ اور تابعین کا قول ہے اور اس پر آیات و احادیث دلالت کرتی ہیں (سراج و بیضاوی)۔

www.waseemziyai.com

تنبیہ: آیت میں شہدا کو تشریفاً مخصوص کیا گیا ہے ورنہ جملہ محبوبان خدا اولیاء اللہ زندہ ہیں مرتے نہیں ہیں، اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرماتے ہیں اور ہماری آنکھوں سے چھپ جاتے ہیں اور اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے ہیں اور جو تصرفات زندگی میں وہ کرتے تھے وہ بعد وفات بھی کرتے ہیں، خصوصاً انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ ان کے جسموں کو بھی اللہ نے زمین پر کھانا حرام فرمایا ہے، حدیث میں ہے "ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء" (ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ وصحیح حاکم) شیخ مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں، "اولیائے خدا نقل کردہ شدہ اند ازیں دار فانی بدار البقا زندہ اند نزد پروردگار خود و مرزوق اند و خوشحال اند و مردم را آنرا شعور نیست" یعنی اولیائے خدا اس دار فانی سے دار بقا کی طرف نقل کیے جاتے ہیں اور وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس اور کھاتے پیتے اور خوشحال رہتے ہیں آدمیوں کو اس کا شعور نہیں ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہیں، اسی لیے کہا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کی زندگی اور موت برابر ہے، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح الصدور میں اولیاء اللہ کی حیات کے متعلق چند روایات تحریر فرمائی ہیں ان کا ماحصل بھی وہی ہے جو مذکور ہوا "ومن شاء فلینظر فیه"۔

تنبیہ: ﴿لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ [البقرۃ:۱۵۴] سے وہ لوگ مراد ہیں جو جہاد میں محض اللہ کے لیے شہید ہوئے، ان کا بڑا مرتبہ ہے حقیقی شہداء وہی ہیں، انہیں ان کے خون بھرے کپڑوں میں بغیر نہلائے نماز پڑھ کر دفن کرنے کا حکم ہے، ہاں جو جیز ان کے جسم پر کفن سے زائد ہو جیسے زرہ بکتر ہتھیار وغیرہ اسے علاحدہ کر لینے اور جو کفن سے کم ہو اسے پورا کرنے کا حکم ہے۔ ان کے علاوہ بھی بعض کو شہید فرمایا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں آخرت میں شہادت کا ثواب ملے گا مگر دنیا میں حقیقی شہدا کے احکام ان پر جاری نہ ہوں گے جیسے طاعون یا پیٹ کی بیماری سے یا دریا میں ڈوب کر یا دیوار مکان وغیرہ سے دب کر مرنے والا، بخاری کی حدیث میں پانچ ذکر کیے گئے ہیں ان کے علاوہ علامہ جلال الدین سیوطی وغیرہ علماء نے بتیس سے زائد دوسری احادیث سے اخذ کر کے لکھے ہیں جو درالمختار وردالمحتار وغیرہ میں مذکور ہیں یہاں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں، باقی شہید کی تعریف اور اس کے احکام ومسائل کتب فقہ میں دیکھے جائیں۔

www.waseemziyai.com

وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ ۚ

اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔ ف۱۳ بے شک صفا و مروہ اللہ کے نشانوں سے ہیں

فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ

تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے

وَ مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ

اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔ ف۱۴ بے شک وہ جو ہماری اتاری ہوئی

(۱۳) چونکہ گزشتہ آیت میں صبر کا حکم اور اس کا ثواب بیان کیا گیا تھا اور یہ بغیر مصیبت اور سختی اٹھائے نہیں مل سکتا، لہٰذا اس آیت میں بیان کیا جاتا ہے کہ تمہیں ضرور طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کر کے دیکھا جائے گا کہ تم صبر کرتے ہو یا نہیں، اگر تم نے ان مصیبتوں میں صبر کیا اور امتحان میں پاس ہو گئے تو ضرور تم زمرۂ صابرین میں داخل کیے جاؤ گے اور اس کا ثواب پاؤ گے۔ مطلب یہ ہے کہ اے امت محمدی ہم تمہیں ڈر اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں میں نقصان دے کر آزمائیں گے اور اے نبی تم ان صبر کرنے والوں کو خوشی سنا دو کہ جن پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی درودیں اور رحمتیں ہیں، تخصیص ان چیزوں کی اس لیے کی گئی ہے کہ ان میں نقصان ہونا نفس پر بہت گراں گزرتا ہے کیونکہ ان چیزوں سے آدمی کو محبت ہوتی ہے اور بھوک سے آدمی بے قرار ہو جاتا ہے اور ان چیزوں سے آزمانے کی اطلاع پہلے سے اس لیے دی گئی ہے کہ اس کے لیے آدمی کو تیار رہنا چاہیے۔ حدیث میں ہے کہ جس نے مصیبت واقع ہونے کے وقت استرجاع کیا (یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا) اللہ اسے اس کا بدلا دے گا اور اس کا انجام بخیر کرے گا اور اس کا نیک خلیفہ بنائے گا جس سے وہ راضی ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چراغ بجھ گیا تو حضور نے استرجاع فرمایا، اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یہ تو چراغ تھا فرمایا: جو چیز مسلمان کو اذیت دے، بری معلوم ہو، وہ مصیبت ہے (مدارک وجلالین) طبرانی کی روایت میں ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جوتی کا قبالہ ٹوٹ جانے پر استرجاع فرمایا، صحابہ نے عرض کی کیا یہ مصیبت ہے؟ فرمایا: جو مسلمان کو مکروہ معلوم ہو مصیبت ہے، اسی طرح ابوداؤد نے مراسیل میں روایت کی ہے کہ "کل ما ساء المؤمن فھو مصیبۃ" جو چیز مسلمانوں کو ناگوار ہو وہ مصیبت ہے، حضرت سعید ابن جبر فرماتے ہیں کہ کسی امت کو نہیں دیا گیا جو اس امت کو دیا گیا یعنی استرجاع، طبرانی کی روایت میں ہے کہ فرمایا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری امت کو ایک ایسی چیز دی گئی ہے جو اگلی امتوں میں سے کسی کو نہیں دی گئی اور وہ مصیبت کے وقت استرجاع ہے (جامع البیان) اور صبر و استرجاع صرف زبان ہی سے نہ ہو بلکہ زبان و قلب دونوں سے ہو (سراج و بیضاوی)۔ تنبیہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آیت میں خوف سے مراد دشمن کا خوف ہے اور جوع سے قحط اور نقص اموال سے ہر قسم کے مال کا تلف ہونا مراد ہے خواہ مرنے سے ہو یا چوری اور آگ لگنے سے یا اور کسی سے ہو (معالم) اور مفسر سیوطی نے لکھا ہے کہ نقصان جان سے بھی عام مراد ہے خواہ قتل سے ہو یا بیماری و وباء سے یا موت سے ہو۔ شیخ ابن کثیر نے اس میں دوست احباب، اعزہ و اقارب اور اولاد کو بھی داخل کیا ہے اور ثمرات سے پھلوں کا تلف ہونا مراد ہے خواہ آفات ارضی و سماوی سے اولاد کا مرنا اور بھوک سے روزۂ رمضان مراد لیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب کسی بندے کا بچہ مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی، کیا تم نے اس کے دل کے نور کو قبض کیا، دل کا پھل توڑ لیا (حالانکہ وہ خوب جانتا ہے) فرشتے عرض کرتے ہیں: ہاں، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کے لیے جنت میں گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو (سراج و معالم) اور ابتلا

www.waseemziyai.com

سے یہاں فرماں بردار و نافرمانی میں تمیز کرنا مقصود ہے اور "بشی ء" سے اس طرف اشارہ ہے کہ جن مصیبتوں سے تمہیں آزمائیں گے وہ بہت تھوڑی ہوں گی بہ نسبت ان کے جن سے تمہیں محفوظ رکھا ہے، یا ان مصیبتوں سے بہت کم ہوں گی جو تمہارے دشمنوں کو آخرت میں لاحق ہوں گی اور ﴿إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ﴾ میں اس طرف اشارہ ہے کہ مصیبت پہنچتے ہی صبر کرے اور استرجاع پڑھے، جیسا کہ حدیث میں ہے "الصبر عند الصد مة الاولیٰ" یعنی صبر وہی ہے جو صدمہ پڑتے وقت ہو (جامع البیان) بلا و مصیبت میں صبر کرنے والوں کا بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔ حدیث میں ہے کہ مسلمان کو جو مصیبت و اذیت، رنج و غم، درد و الم پہنچتا ہے حتی کے جو کانٹا اس کے چبھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کی خطائیں جھاڑتا اور معاف فرماتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ہمیشہ مسلمان مرد و عورت کو اس کے جان و مال و اولاد میں بلا پہنچتی ہے یہاں تک کہ وہ خطاؤں سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے۔

(۱۴) اس آیت میں صبر کی فضیلت بیان کرنے کے بعد اس کا نتیجہ و ثمرہ دکھایا گیا ہے کہ صفا و مروہ جو مکہ میں خانہ کعبہ کے متصل دو پہاڑیاں ہیں وہ حضرت ابراہیم و حضرت ہاجرہ کے صبر کا نتیجہ ہیں کہ اس کے سبب خدا کی نشانیاں اور مقدس مقام ہوئے۔

شان نزول: اس کا یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں صفا و مروہ پر بت رکھتے تھے، ان کا طواف کیا جاتا تھا اور انہیں چوما جاتا تھا، اسلام آنے کے بعد مسلمانوں نے اس کا طواف کرنا مکروہ اور برا سمجھا اور حضور سے اس کی بابت پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی، مطلب یہ ہے کہ صفا و مروہ اللہ کے دین کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں ہے، کہ ان دونوں کے پھیرے کرے یعنی ان دونوں کے درمیان سعی کرے اور کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ ان کی نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سعی کرنا صفا و مروہ کے درمیان سنت ہے کہ آیت میں ﴿فَلَا جُنَاحَ﴾ سے تخییر مستفاد ہوتی ہے یہی قول امام احمد کا ہے اور امام مالک و امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک سعی رکن حج ہے اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک واجب ہے اگر نہ کی جائے گی تو قربانی لازم آئے گی (بیضاوی وغیرہ) ابن کثیر نے شان نزول مذکورہ کے متعلق کئی روایتیں نقل کی ہیں اور نیز اس میں اور مدارک وغیرہ میں لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں صفا و مروہ پر دو بت رکھے تھے، لوگ ان کا طواف وغیرہ کرتے تھے اور انہیں چومتے اور چھوتے تھے، ان میں سے ایک بت کا نام اساف اور دوسرے کا نام نائلہ تھا، اساف ایک مرد تھا اور نائلہ ایک عورت تھی ان دونوں میں آشنائی تھی جب یہ دونوں طواف کرنے گئے تو انہوں نے وہاں زنا کیا پس یہ دونوں پتھر کے کر دیے گئے، انہیں جاہلوں نے عبرت کے لیے ایک کو صفا پر اور دوسرے کو مروہ پر رکھا پھر کچھ دنوں کے بعد ان کا طواف اور مسح وغیرہ کرنے لگے، جب اسلام آیا تو تمام بت توڑے گئے تو تمام مسلمان ان کے درمیان طواف کرنا بھی برا جانتے تب انہیں ہدایت کی گئی کہ ﴿فَلَا جُنَاحَ﴾ ان کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں، کیونکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ کو مع ان کے بچے حضرت اسمٰعیل علیہ اسلام کے اس بے آب و گیاہ میدان میں بحکم الٰہی چھوڑ گئے اور ان کے مشکیزہ کا پانی ختم ہو گیا اور وہ بچہ کو بے قرار دیکھ کر اکیلا چھوڑ کر پانی کی تلاش میں کبھی اس پہاڑی پر اور کبھی اس پہاڑی پر دوڑتی تھیں اور خدا سے دعا کرتی تھیں اس وقت وہاں رحمت الٰہی نازل ہوئی اور ندا ہوئی کہ اے ہاجرہ تیری دعا قبول ہوئی اور تیرے بچے کے لیے چشمہ جاری کر دیا جو تجھے بھوک پیاس سے بے غم کر دے گا، یہ چشمہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ایڑیاں رگڑنے کی جگہ ظاہر ہوا تھا، جب حضرت ہاجرہ نے آ کر دیکھا کہ چشمہ کا پانی بہہ رہا ہے تو آپ نے اس کو روکنے کے لیے اس کے آس پاس مٹی کا مینڈھا باندھا، حدیث میں ہے کہ اگر ہاجرہ اسے نہ روکتیں تو وہ چشمۂ جاریہ ہوتا۔ گویا حضرت ہاجرہ کا پانی کی تلاش میں درمیان صفا و مروہ دوڑنا اور دعا کرنا سعی کی اصل ہے اور اس جگہ دعا قبول ہونے اور رحمت الٰہی نازل ہونے کے سبب وہ جگہ مقدس و متبرک ہو گئی ہے اور اب تو اس جگہ بت بھی نہیں رہے ہیں تو اس کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور فرق درمیان حج و عمرہ کے یہ ہے کہ حج میں عرفات کو جانا اور وہاں سے طواف کعبہ کے لیے آنا شرط ہے اور عمرہ میں یہ شرط نہیں، دوسرے حج وقت مقررہ پر سال میں ایک بار ہوتا ہے اور عمرہ روز ہو سکتا ہے کوئی وقت اس کے لیے مقرر نہیں ہے لیکن سعی دونوں کے لیے ضروری ہے۔

www.waseemziyai.com

مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى

روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ لوگوں کے لیے ہم اسے

الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

کتاب میں واضح فرماچکے ان پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی لعنت مگر وہ

تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ

جو توبہ کریں اور سنواریں اور ظاہر کردیں تو میں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی ہوں بڑا توبہ قبول کرنے والا

الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ

مہربان۔ ف۱۵ بے شک وہ جنھوں نے کفر کیا اور کافر ہی مرے ان پر

لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ

لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی، ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ ان پر سے

عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

عذاب ہلکا ہو اور نہ انھیں مہلت دی جائے۔ ف۱۶ اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی

(۱۵) شان نزول: اس آیت کا صرف یہود ہیں جنہوں نے نعت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آیت رجم وغیرہ احکام توریت کو چھپایا (معالم) یا یہود ونصاریٰ دونوں مگر حکم اس کا عام ہے جو حق کو چھپائے وہ اس میں داخل ہے اور اس کے لیے یہ وعید شدید ہے۔ حدیث میں ہے جو شخص سوال کیا جائے کسی بات سے اور وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن آگ کی لگام دیا جائے گا (ترمذی وابن ماجہ)، مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ہماری اتاری ہوئی باتوں اور ہدایت کو تورات میں واضح کردینے کے بعد لوگوں سے چھپاتے ہیں جیسے نعت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آیت رجم وغیرہ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے یعنی وہ رحمت الٰہی سے دور ہیں اور لعنت کرنے والوں یعنی ملائکہ کی ان پر لعنت ہے مگر جو لوگ ان میں سے توبہ کریں اور اپنے اعمال درست کریں اور جو وہ چھپاتے ہیں اسے وہ ظاہر کریں تو میں ان کی توبہ قبول کروں گا اور میں بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں۔

تنبیہ: آیت "لاعنین" سے بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، تمام خلق سوائے جن وانس کے مراد ہیں، اور قتادہ وابوالعالیہ کے نزدیک ملائکہ ومؤمنین مراد ہیں اور وہی کہتے ہیں کہ قیامت کے دن کافر ٹھہرایا جائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے گا پھر ملائکہ پھر تمام آدمی اس پر لعنت کریں گے، اور عطا کے نزدیک جن وانس مراد ہیں اور حسن بصری کے نزدیک تمام عباد اللہ مراد ہیں اور مجاہد کے نزدیک بہائم مراد ہیں کہ وہ گنہگاروں پر گناہوں کی وجہ سے لعنت کرتے ہیں، ابن کثیر کہتے ہیں کہ بعض مخلوق کی لعنت بزبان حال ہوتی ہے اور بعض کی بزبان قال ہوتی ہے۔

(۱۶) یہ گزشتہ آیت کا تتمہ ہے، اس میں ان کافروں کا مآل بیان فرمایا گیا ہے جو عمر بھر کفر وشرک ہی میں رہے اور اسی پر مرے، مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا اور اسی پر مرے ان پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی سب کی، وہ دنیا وآخرت میں اسی کے مستحق ہیں اور آدمیوں سے صرف مسلمان مراد ہیں یا تمام آدمی مراد ہیں کہ قیامت کے دن بعض ان کا بعض پر لعنت کرے گا کما

www.waseemziyai.com

الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ

بڑی رحمت والا مہربان۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات

وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ

و دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے

وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ

اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے جلا دیا

مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۖ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ

اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل

الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَمِنَ

کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے ان سب میں عقلمندوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔ ف۱۷ اور کچھ

قال تعالیٰ ﴿كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا﴾ [الاعراف:۳۸] وقال تعالیٰ ﴿يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ [العنکبوت:۲۵] وہ اس لعنت یا آگ میں ہمیشہ رہیں گے ان پر سے عذاب ذرا دیر ہلکا نہ ہوگا، اور نہ انہیں توبہ واستغفار کی مہلت دی جائے گی۔

تنبیہ: آیت سے مستفاد ہوتا ہے کہ جس شخص کا یقیناً کفر پر مرنا معلوم ہو اس پر لعنت کرنا جائز ہے ورنہ نہیں اور غیر معین طور پر لعنت کرنا مطلقاً جائز ہے، جیسے لعنت ہے کافروں پر، ظالموں پر، فاسقوں پر، جھوٹوں پر۔

(۱۷) شان نزول: پہلی آیت ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ جب نازل ہوئی کہ کفار نے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خدا کے اوصاف بیان کرنے کو کہا اور دوسری آیت ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ﴾ [البقرۃ:۱۶۴] اس وقت نازل ہوئی جب کفار نے خدا کے اوصاف سن کر اس کی دلیل مانگی (جلالین وغیرہ) پس آیت میں آٹھ دلیلیں بیان فرمائی گئیں۔ (۱۔۲) یہ کہ آسمان وزمین اور ان میں عجائب قدرت پیدا کرنا (۳) رات ودن کا بدلنا، ایک کے بعد دوسرے کا آنا، روشن وتاریک ہونا، گھٹنا بڑھنا (۴) دریا میں پانی پر کشتی کا چلنا جس سے لوگ نفع اٹھاتے ہیں کہ اس پر سوار ہو کر سامان تجارت وغیرہ رکھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں اور وہ ڈوبتی نہیں ہے ہوا سے چلتی ہے ﴿وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ﴾ [یونس:۲۲] فلک کا لفظ واحد وجمع دونوں میں استعمال ہوتا ہے، فرق صرف یہ ہے کہ واحد کے لیے مذکر اور جمع کے لیے مؤنث بولا جاتا ہے۔ قرآن عظیم میں یوں ہی وارد ہوا ہے (معالم) (۵) آسمان سے پانی برسانا جس سے مری ہوئی خشک زمین زندہ ہری ہوتی ہے اور اس پر ہر قسم کی گھاس اگتی ہے (۶) زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانا جو اس سے پلتے بڑھتے ہیں (۷) ہواؤں کا چاروں طرف چلانا کبھی پوربائی کبھی پچھیاؤ کبھی جنوبی کبھی شمالی، کبھی گرم کبھی سرد، کبھی تیز کبھی ہلکی چلانا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: سب سے بڑا لشکر اللہ تعالیٰ کا پانی اور ہوا ہے (معالم) (۸) وہ بادل جو آسمان وزمین کے بیچ میں خدا کے حکم کا تابع دار ہے جہاں حکم ہوتا ہے وہاں فوراً جا کر برستا ہے، ان سب چیزوں میں عقل مندوں اور فکر وغور کرنے والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں جن سے وہ معلوم کرے کہ ان کا کوئی خالق وصانع ہے، اور اس کی وحدانیت والوہیت کے قائل ہوتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ خرابی ہے اس شخص کے لیے جس نے اس آیت کو پڑھا اور اس میں غور وفکر نہ کیا (سراج ومدارک) اور اسماء بنت یزید کی روایت ہے کہ فرمایا سید

www.waseemziyai.com

النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ

لوگ اللہ کے سوا اور معبود بنالیتے ہیں کہ انھیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ

اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں اور کیسی ہو اگر دیکھیں ظالم وہ وقت جب کہ

الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ

عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گا اس لیے کہ سارا زور خدا کو ہے اور اس لیے کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ جب

تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ

بیزار ہوں گے پیشوا اپنے پیروؤں سے اور دیکھیں گے عذاب اور کٹ جائیں گی

بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ

ان کی سب ڈوریں اور کہیں گے پیرو، کاش ہمیں لوٹ کر جانا ہوتا (دنیا میں) تو ہم ان سے توڑ دیتے

كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا

جیسے انھوں نے ہم سے توڑ دی، یونہی اللہ انھیں دکھائے گا ان کے کام ان پر حسرتیں ہوکر اور وہ

هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا ع ۲۴

دوزخ سے نکلنے والے نہیں۔ ف۱۸ اے لوگو! کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال

عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ ان دونوں آیتوں میں اسم اعظم ہے یعنی ﴿اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَاحِدٌ﴾ [البقرۃ:۱۶۳] میں اور ﴿الٓمّٓ، اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ [آل عمران:۲] میں (سراج) اس حدیث کو ترمذی وابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور دیلمی کی روایت میں ہے کہ سرکش جنوں پر کوئی چیز ان آیتوں سے زیادہ سخت نہیں ہے۔

تنبیہ: ہوائیں آٹھ قسم کی ہیں، چار ان میں سے رحمت کی ہیں اور چار عذاب کی اور "الٰھکم" میں خطاب عام ہے اور ﴿وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ﴾ [البقرۃ:۱۶۴] میں کشتی اور جہاز پر سوار ہونے والے، مال لادنے، اس سے نفع اٹھانے کے جواز کی طرف اشارہ ہے اور کشتی بنانے کا طریقہ سب سے پہلے نوح علیہ السلام کو تعلیم فرمایا تھا۔

(۱۸) آیات گزشتہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود اور اپنی وحدانیت وقدرت پر آٹھ دلیلیں بیان فرمائی تھیں لیکن بعض جاہل بیوقوف باوجود ان روشن دلائل کے بھی مخلوق کو خدا کا شریک ٹھہراتے تھے اور ان سے محبت کرتے تھے، انہیں مشرکین کا حال ان آیتوں میں بیان فرمایا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگ اپنی جہالت اور گمراہی کے سبب اللہ کے سوا اور چیزوں کو معبود بنالیتے ہیں کہ انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں، ان کے سامنے عاجزی سے جھکتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں اور ایمان والوں کے برابر کسی کی محبت نہیں ہے کہ وہ کسی سختی اور مصیبت میں اللہ تعالیٰ سے نہیں پھرتے اور مشرک سختی کے وقت اپنے معبودوں سے پھر جاتے ہیں، اور کیسا ہوگا جب دیکھیں گے ظالم وہ وقت جب کہ عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گا اس لیے کہ سارا زور اللہ کو ہے اور اس لیے کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (اور

www.waseemziyai.com

طَيِّبًا ۫ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ

پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تو تمہیں یہی حکم دے گا

بِالسُّوْۗءِ وَالْفَحْشَاۗءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَاِذَا

بدی اور بے حیائی کا اور یہ کہ اللہ پر وہ بات جوڑو جس کی تمہیں خبر نہیں۔ ف۱۹ اور جب

قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ

ان سے کہا جائے اللہ کے اتارے پر چلو تو کہیں بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر

وہ وقت) جب کہ بیزار ہوں گے پیشوا اپنے پیروکاروں سے اور دیکھیں گے عذاب یعنی جبکہ ان کے پیشوا ان کو گمراہ کرنے سے انکار کریں گے اور وہ عذاب دیکھیں گے اور کٹ جائیں گی ان کی ڈوریں (جو دنیا میں محبت اور دوستی کی تھیں) اور کہیں گے پیروں لوگ کاش ہمیں دنیا میں پھر لوٹ کر جانا ہوتا تو ہم ان سے یعنی پیشواؤں سے علاقہ مودت توڑ دیتے جیسے کہ آج انہوں نے یعنی پیشواؤں نے ہم سے رسم مروت توڑ دی۔ یوں ہی اللہ انہیں سکھائے گا ان کے برے کام حسرتیں ہو کر، یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے برے کام انہیں حسرت وندامت بنا کر دکھائے گا، اور وہ دوزخ سے نکلنے والے نہیں ہیں، یعنی ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ تنبیہ: ﴿يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ﴾ [البقرۃ:۱۶۵] کا یہ مطلب ہے کہ مشرکین اپنے بتوں کو خدا کی طرح محبوب رکھتے ہیں کہ انہوں نے بتوں کو اللہ کا شریک کیا پس انہیں اللہ کے برابر سمجھا (زجاج) یا یہ مطلب ہے کہ وہ بتوں کو ایسا محبوب رکھتے ہیں جیسا کہ مسلمان اللہ کو محبوب رکھتے ہیں، لیکن مسلمانوں کا خدا کو محبوب رکھنا ان سے بہت زیادہ ہے کہ مسلمان کسی حال میں بھی خدا سے نہیں پھرتے ہیں اور مشرکین سختی میں اپنے بتوں سے پھر جاتے ہیں بلکہ وہ جس پتھر کو پوجتے ہیں اس سے اچھا خوبصورت پتھر مل جانے پر اول کو چھوڑ دیتے ہیں (معالم) اور اللہ فرماتا ہے ﴿يحبونهم و يحبونه﴾ یعنی اللہ انہیں یعنی مسلمانوں کو محبوب رکھتا ہے اور وہ اللہ کو محبوب رکھتے ہیں، بندے کا اللہ سے محبت کرنا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت وعبادت کرے اور اس کی مرضی پر چلے، اور اللہ کا بندے سے محبت کرنا یہ ہے کہ وہ بندے کے اکرام کا ارادہ فرمائے اور اپنی طاعت کی توفیق اسے عطا فرمائے (سراج)

(۱۹) شان نزول: یہ آیت ان کفار کے حق میں نازل ہوئی جو بتوں کے نام پر جانور چھوڑ دیتے تھے اور انہیں کھانا اور ان سے کام لینا حرام جانتے تھے، جنہیں بحیرہ، سائبہ، وصیلہ کہا جاتا تھا، جیسا کہ آج کل بھی بعض مشرکین اپنے دیوتاؤں کے نام پر گائے، بیل، بچھڑا، بچھیا چھوڑ دیتے ہیں (سراج وغیرہ) مطلب یہ ہے کہ خدا کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں کرنا چاہیے، انہیں کھانا پینا استعمال میں لانا چاہیے اور اس حکم میں ہر وہ شخص داخل ہے جو ایسا کرے کفار ہی کی خصوصیت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے لوگو! کھاؤ جو چیز زمین میں حلال اور پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو (یعنی اس کی پیروی نہ کرو اس کے کہے پر نہ چلو) بے شک تمہارا وہ کھلا دشمن ہے اور دشمن کے کہے پر چلنا خطا اور باعث ہلاکت و بربادی ہے دشمن کو ہمیشہ دشمن ہی سمجھنا چاہیے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا﴾ [الفاطر:۶] بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے پس تم بھی اسے دشمن بناؤ، وہ تمہیں بدی یعنی گناہ کے کام اور بے حیائی (کی باتیں کرنے) کا حکم دے گا اور یہ کہ اللہ پر وہ بات جوڑو جس کی تمہیں خبر نہیں ہے (یعنی اللہ نے جو چیزیں حرام نہیں کی ہیں انہیں کہو کہ یہ حرام کی ہیں) تنبیہ: آیت میں "کلوا" امر اباحت ہے یعنی زمین کی حلال و پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے مباح ہیں، انہیں کھاؤ، اور خطوات شیطان سے مراد اس کی پیروی کرنا اس کے راستوں پر چلنا ہے، اور ابو مجاز کے نزدیک گناہوں کی نذر ماننا مراد ہے۔ شعبی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی اور مسروق سے فتویٰ پوچھا تو انہوں نے اسے دنبہ ذبح

www.waseemziyai.com

اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

اپنے باپ دادا کو پایا، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں نہ ہدایت

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً

اور کافروں کی کہاوت اس کی سی ہے جو پکارے ایسے کو کہ خالی چیخ پکار کے سوا

وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کچھ نہ سنے بہرے گونگے اندھے، تو انہیں سمجھ نہیں ف۲۰ اے ایمان والو!

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ

کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کو

تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ

پوجتے ہو اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت

وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ

اور وہ جانور جو غیرِ خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو

کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ یہ نذر خطوات شیطان سے ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مثل اس کے مروی ہے کہ جب ایک شخص نے ان کے ساتھ کھیرا کھانے سے انکار کیا اور نا کھانے کی وجہ اسے اپنے اوپر حرام کر لینا ظاہر کی تو آپ نے فرمایا یہ نذر خطوات شیطان سے ہے اور کہا کہ کفارہ دے، اور قتادہ وسدی کے نزدیک ہر گناہ خطوات شیطان ہے اور سوء وفحشاء میں تمام گناہ صغیرہ وکبیرہ اور افعال ذمیمہ داخل ہیں (ابن کثیر و جامع البیان)

(۲۰) شان نزول: جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفار قریش اور مشرکین عرب کو اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہود کو اسلام کی طرف بلایا اور انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم اپنے باپ دادا کے دین کی اتباع کریں گے، تب یہ آیت نازل ہوئی (معالم) ممکن ہے کہ دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہو کہ مشرک سائبہ اور بحیرہ اور وصیلہ کو حرام کہتے تھے اور یہود اونٹ کا گوشت اور دودھ اور چربی اور ناخن والے جانور جو ان کی شریعت منسوخہ میں حرام تھے، حرام سمجھتے تھے، جب ان سے کہا گیا کہ خدا کی حلال کردہ چیزوں کو حرام مت کرو تو انہوں نے یہ جواب دیا جو آیت میں مذکور ہے۔ بہر حال اس آیت میں خدا کی حلال اور پاک کردہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام کرنے اور باپ دادا کی غلط پیروی کرنے اور خلاف شرع رسم ورواج پر عمل کرنے کو منع فرمایا گیا ہے، ارشاد ہوتا ہے کہ اور جب ان سے کہا جائے (کہ) اللہ کے اتارے پر چلو (یعنی خدا کی حلال وحرام کردہ چیزوں کو سمجھو اور ان پر عمل کرو) تو کہیں (نہیں) بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو (چلتے) پایا، یعنی بتوں کو پوجنے اور بحیرہ وسائبہ کو حرام جاننے میں ہم تو اپنے باپ دادا کی پیروی کریں گے کہ وہ ہم سے بہتر تھے (کیا وہ باپ دادا کی پیروی کریں گے) اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں (دین کی باتوں کو سمجھنے کی) اور نہ ہدایت (پائی انہوں نے حق کی طرف) اور کافروں کی کہاوت ان کی سی ہے جو پکارے ایسے کو کہ خالی چیخ پکار کے سوا کچھ نہ سنے (یعنی صرف آواز سنتا ہے مگر سمجھتا کچھ نہیں ہے وہ) بہرے (ہیں سماع حق سے) گونگے (ہیں حق بولنے سے) اندھے (ہیں راہ حق دیکھنے میں تو انہیں سمجھ نہیں (ہے)

www.waseemziyai.com

عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

اس پر گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ف۲۱ وہ جو چھپاتے ہیں اللہ کی اتاری

مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ

کتاب اور اس کے بدلے ذلیل قیمت لے لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں

بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ

آگ ہی بھرتے ہیں اور اللہ قیامت کے دن ان سے بات نہ کرے گا اور نہ انہیں ستھرا کرے

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى

اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی

وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ

اور بخشش کے بدلے عذاب تو کس درجہ انہیں آگ کی سہار ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ نے

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ

کتاب حق کے ساتھ اتاری اور بے شک جو لوگ کتاب میں اختلاف ڈالنے لگے وہ ضرور پرلے سرے کے

(۲۱) چونکہ اس سے پہلے آیت میں عام لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ ہماری حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور حلال کردہ چیزوں کو حرام نہ بناؤ۔ اس آیت میں خاص مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے کہ اے ایمان والو (تم) کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری (حلال) چیزیں اور اللہ کا احسان مانو (یعنی اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے حلال اور پاکیزہ چیزیں تمہیں کھانے کو دیں اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔ اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں: مردار (یعنی بغیر ذبح کیے ہوئے مردہ جانور) اور خون بہنے والا اور سور کا گوشت (مع تمام اجزا کے) اور وہ جانور جو وقت ذبح غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو (جیسا کہ مشرک لوگ ذبح کرتے وقت اپنے معبودوں، دیوی دیوتاؤں کا نام لیا کرتے تھے، یعنی باسم لات وعزیٰ کہا کرتے تھے) تو جو: چار ہو (یعنی کوئی اور چیز اسے کھانے کو نہ ملے بقدر ضرورت اسے کھالے) نہ یوں خواہش سے کھائے (اور) نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر (اس کے کھانے کا) گناہ نہیں (ہے) اللہ بخشنے والا مہربان ہے، مطلب یہ ہے کہ جس کو ان چیزوں کے سوا کوئی دوسری حلال چیز کھانے کو نہ ملے اور بہت بھوکا ہو تو اسے بھوک رفع کرنے اور زندہ رہنے کی بقدر ان چیزوں میں سے کھالینا روا ہے کہ زندگی برقرار رکھنا فرض ہے مگر نہ تو پیٹ بھر کھائے اور نہ خواہش شوق سے لذت حاصل کرنے کے لیے کھائے اور نہ ضرورت سے زیادہ کھائے کہ پیٹ بھر کر یا شوق سے یا ضرورت سے زیادہ کھانا حرام و گناہ ہے، یہی قول سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، یوں ہی اگر وقت اضطرار نہ کھائے گا اور مر جائے گا تو گنہگار ہوگا اور حالت اضطرار میں کسی غیر کا رکھا ہوا کھانا بے اجازت اس کے کھانا روا ہے اس وقت مردار کو نہ کھائے اسے کھائے۔ تنبیہ: آیت میں صرف چار چیزیں کھانا حرام فرمائی گئی ہیں، اول: بغیر ذبح شرعی مرا ہو جانور خواہ وہ خود مرا ہو یا بغیر ذبح مارا گیا ہو مثلاً بندوق یا غلیل یا اینٹ پتھر سے یا گلا گھونٹ کر مارا گیا ہو یا پہاڑ سے گر کر مرا ہو یا درندے نے مارا ہو یا زندہ جانور سے کوئی ٹکڑا کاٹ لیا ہو کہ وہ بھی مردار میں داخل ہے (کما فی حدیث الترمذی) مگر مردار کا دودھ جو تھنوں میں بھرا ہوا ہو اور سخت انڈہ اور زندہ بچہ جو مردار کے پیٹ سے نکلا ہو ذبح کر کے کھانا جائز ہے اور یونہی مردہ مچھلی اور ٹڈی کا کھانا جائز ہے کہ وہ خاص کی گئی ہیں اس

www.waseemziyai.com

حکم سے مستثنیٰ ہیں مگر وہ مچھلی جو دریا میں مر کر پانی میں تیر آئی ہو جسے طافی کہتے ہیں مردار ہے، مردار کا صرف کھانا حرام ہے اس کی کھال، بال، اون، ہڈی، سینگ، کھر، پٹھے، کام میں لانا اور ان سے نفع اٹھانا جائز ہے، دوسرے: خون جو بہنے والا ہو (کما قال اللہ تعالیٰ ﴿اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا﴾ اور قدرۃً جما ہوا خون حلال ہے جیسے جگر و تلی حلال کیے گئے ہیں (ابن ماجہ)، تیسرے: سور کا گوشت بلکہ اس کے تمام اجزائے بدن سے نفع اٹھانا حرام ہے کہ وہ نجس العین ہے کوئی جز اس کا پاک نہیں ہے، چوتھے: وہ جانور جو وقت ذبح غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو، مگر وہابیہ اس آیت میں اس جانور کو بھی داخل کرتے ہیں جو کسی پیغمبر یا ولی کے پہلے سے نامزد کیا گیا ہو اور اسے ایصال ثواب کے لیے ذبح کیا جائے تو ایسا جانور ان کے یعنی وہابیہ کے نزدیک حرام ہے اور کرنے والا مشرک ہے اگرچہ وقت ذبح بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ہی ذبح کیا گیا ہو، یہ وہابیہ کی کھلی ہٹ دھرمی اور حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اس سے پہلی آیت میں اپنی حلال کی ہوئی چیزیں حرام کرنے کو منع فرمایا ہے اور وہ اسے حرام بناتے اور اس کے کرنے والے کو مشرک کہتے ہیں، اور اُھل کے معنیٰ مطلقاً نامزد کرنے کے لیتے ہیں خواہ ذبح سے پہلے کسی کے نامزد کیا گیا ہو یا وقت ذبح اس کا نام لیا گیا ہو حالانکہ آیت میں اہلال سے اہلال وقت ذبح مراد ہے جو "بہ" سے مستفاد اور آیت "وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ۔ سورۂ مائدہ، آیت ۳" اس پر دال ہے، عامہ مفسرین نے اس کے یہی معنیٰ لکھے ہیں، اور ضحاک و قتادہ اور مجاہد وغیرہ سے اس کی تفسیر اسی طرح منقول ہے اور اس کے موافق حضرت مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترجمہ کیا ہے، یعنی اور وہ جانور جو وقت ذبح غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو، جیسا کہ اس وقت کے مشرک بت پرست اپنے بتوں کے لیے ان کا نام لے کر جانور ذبح کیا کرتے تھے، باسم اللات والعزیٰ پکارا کرتے تھے وہی آیت میں مراد ہے، تفسیر جلالین و بیضاوی و سراج المنیر و مدارک و ابن کثیر و معالم التنزیل و کشاف و جامع البیان و تفسیر ابن عباس و خازن و احمدی وغیرہ میں ہے: ای ذبح علیٰ اسم غیرہ تعالیٰ، والاھلال رفع الصوت و کانوا یرفعونہ عند الذبح لالھتھم. یعنی وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اور اہلال کے معنیٰ آواز اٹھانے کے ہیں اور وہ لوگ اپنے معبودوں کے لیے جانور ذبح کرتے وقت آواز اٹھایا کرتے تھے (یعنی ان کا نام پکارا کرتے تھے) یہ الفاظ جلالین کے ہیں، یوں ہی باقی تفاسیر مذکورہ میں بالفاظ مختلفہ متقاربہ ہے اور سب میں عند الذبح کی قید ہے اور اس سے ذبائح مشرکین مراد ہیں، بلکہ تفسیر احمدی میں اس کے یہی معنیٰ لکھ کر بطور تنبیہ خاص اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے کہ "ومن ھھنا الخ" یعنی اور اس جگہ سے معلوم ہوا کہ اولیا کے لیے نذر مانی ہوئی گائے جیسا کے ہمارے زمانہ میں اس کی رسم ہے حلال و پاک ہے کہ اس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا ہے اگرچہ پہلے سے لوگوں نے ان کی نذر کیا تھا (یعنی ان کے نامزد کر رکھا تھا) بلکہ بعض وہابیہ کے سلسلہ کے استاد و پیر و مرشد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اپنے ترجمہ قرآن میں اس آیت کے معنی لکھے ہیں اور اس میں ذبح کی قید لگائی ہے، فرماتے ہیں کہ آنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا، یعنی اور وہ جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کی آواز بلند کی جائے، یہ تو اقوال مفسرین و مترجمین اس آیت کے متعلق تھے۔ اب ذرا اقوال فقہائے کرام بھی اس مسئلہ کے متعلق ملاحظہ ہوں جن کے فتاویٰ پر مسلمانوں کے جان و ایمان کا مدار ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کا دار و مدار اور حلت و حرمتِ ذبیحہ اور شرک و کفر ذابح کا انحصار قصد و نیت ذابح پر ہے، اور نیت بھی ذبح کرتے، چھری پھیرتے وقت کی معتبر ہے نہ اس سے پہلے کی۔ ردالمحتار میں ہے "اعلم ان المدار علی القصد عند ابتداء الذبح" یعنی مدار کار قصد و نیت وقت ذبح پر ہے نہ اس سے پہلے کی، پھر یہ نیت بھی کس کی معتبر ہے ذبح کرنے والے کی نہ مالک و ذبح کرانے والے کی، پس اگر مالک و ذبح کرانے والا مسلمان ذبح کے وقت کھڑا ہوا ہزار بار اللہ کا نام لیتا رہے، اللہ کے لیے ذبح کرائے مگر ذابح مسلمان غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کر دے تو ذبیحہ حرام، اور جو مالک ذبح کرانے والا کافر ہو تو ذبح کرتے وقت ہزار بار غیر اللہ کا نام لے غیر اللہ کے لیے ذبح کرائے مگر ذابح مسلمان ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لے کر ذبح کر دے تو ذبیحہ حلال، فتاویٰ عالم گیری میں ہے: "مسلم ذبح شاہ المجوسی لبیت نارھم او الکافر لالھتھم توکل لانہ سمی اللہ تعالیٰ" یعنی کسی مسلمان نے کسی مجوسی کی بکری اس کے آتش کدہ کے لیے یا کسی کافر کی ان کے معبودان باطل کے لیے اللہ کا نام لے کر ذبح کی تو حلال ہے کھائی جائے گی۔

www.waseemziyai.com

بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ع ۲۱ ۱۵

جھگڑالو ہیں۔ ف۲۲ کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ

ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب

وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ

اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں

ردالمحتار میں ہے "وتشترط التحية من الذابح واحترز عما لو سمى به غيره فلا تحل "یعنی ذابح کا ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہنا شرط ہے اگر کسی غیر نے کہی تو حلال نہیں۔ بلکہ اگر کسی نے ذبح کرتے وقت بلافصل اللہ کے نام کے ساتھ غیر کا نام ملایا اور یوں کہا بسم اللہ محمد رسول اللہ، یا بسم اللہ تقبل من فلان تو یوں کہنا مکروہ ضرور ہے مگر جانور حلال ہے، اولیٰ یہ ہے کہ اس طرح نہ کہے کما فی الهداية والكنز والدر المختار ورد المحتار . اگر بقول وہابیہ محض جانور کو پہلے سے کسی کے نامزد کرنے، کسی کی طرف اسے اضافت کرنے ہی پر حرمت وشرک کا مدار وانحصار ہوگا تو تمام قربانیوں عقیقوں وغیرہ کے جانور قبل ذبح کسی نہ کسی کے نامزد ہوتے ہیں اور کسی نہ کسی کی طرف اضافت کیے جاتے ہیں اور مدار صاحب کے مرغ اور سید احمد کبیر صاحب کی گائے کی طرح فلاں کی قربانی کا فلاں کے عقیقہ کا فلاں کے ہدی کا جانور کہے جاتے ہیں۔ بلکہ حدیث میں ہے کہ جس نے مسلمان کے لیے ذبح کیا وہ جانور آتش دوزخ سے اس کا فدیہ ہوگا (رواه الحاكم فى تاريخه) اس سے ظاہر کہ ذبیحہ میں غیر کی نیت اور اس کی طرف نسبت مطلقاً کفر کیا حرام بھی نہیں بلکہ ثواب ہے۔ تو ایک حکم عام کفر وحرام کیونکر صحیح ہوسکتا ہے، اسی لیے علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ مطلق نیت غیر کو موجب حرمت وشرک جاننے والا سخت جاہل اور قرآن وحدیث اور عقل کا مخالف ہے کہ قصائی بھی بہ نیت حصول نفع دنیا جانور کو ذبح کرتے ہیں، اور بیاہ شادیوں، ولیموں میں لوگوں کو کھانا کھلانے کی نیت سے جانور ذبح کیے جاتے ہیں اور مہمان اور حاجی اور مجاہد کے آنے کی خوشی میں جانور ذبح کیے جاتے ہیں تو یہ سب جانور بھی بہ عقائد وہابیہ حرام ہونا چاہیے کہ نیت غیر ان میں بھی پائی گئی مگر انہیں کوئی حرام نہیں کہتا بلکہ وہابیہ خود انہیں کھاتے ہیں اور حرف انکار زبان پر نہیں لاتے ہیں۔ درمختار میں ہے کہ مہمان کے لیے جانور ذبح کرنے سے حرام نہیں ہوتا ہے کہ وہ سنت خلیل ہے اور اکرام مہمان اکرام خدا ہے۔ ردالمحتار میں ہے کہ بزازی نے کہا جو اسے (اس گمان پر کہ وہ آدمی کے اکرام کے لیے ذبح کیا گیا ہے پس وہ "اهل به لغير الله "میں داخل ہے) حلال نہ جانے وہ خلاف قرآن وحدیث وعقل ہے کہ اس میں شک نہیں کے قصائی نفع کے لیے ذبح کرتے ہیں، اگر وہ یہ جانتے کہ نفع کی نیت سے جانور حرام ہوجائے گا تو ذبح نہ کرتے، تو اس جاہل حرام خیال کرنے والے کو چاہیے کہ وہ قصائیوں کا ذبح کیا ہوا اور بیاہ شادیوں، عقیقوں کے لیے ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت نہ کھائے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ "وما اهل به لغير الله" سے وہ جانور مراد ہے جس پر ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام ذابح نے لیا ہو، نہ وہ جانور مراد ہے جو پہلے سے کسی کے لیے نامزد کیا ہو اور ذبح کے وقت خدا کا نام لے کر اسے ذبح کیا ہو (هذا تلخيص ما فى الفتاوى الرضويه لشيخنا المترجم رضى الله تعالىٰ عنه)

(۲۲) شان نزول: یہ آیت علماء ورؤسائے یہود کے حق میں نازل ہوئی کہ انہوں نے عوام کی کھیتی باڑیوں میں اپنا حصہ مقرر کر رکھا تھا اور علاوہ اس کے رشوتیں اور تحفے بھی لیتے تھے اور خلاف حق فیصلہ کرتے تھے اور سردار ورئیس بنے بیٹھے تھے اور توقع رکھتے تھے کہ وہ نبی جن کی صفت توراۃ میں ہے ہم میں سے ہوگا، جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریش میں مبعوث ہوئے اور انہیں نفع دنیوی زائل ہونے کا خوف پیدا ہوا تو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور حلیہ شریف میں تحریف کرنا اور اسے چھپانا شروع

www.waseemziyai.com

وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى

اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور

الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ

زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت

وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

اور سختی میں اور جہاد کے وقت، یہی ہیں جنھوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی

الْمُتَّقُوْنَ ۝۱۷۷ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي

پرہیزگار ہیں۔ ق۲۳ اے ایمان والو! تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے

الْقَتْلٰى ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ

خون کا بدلا لو آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت

کیا، جب عوام نے وہ بدلی ہوئی نعت دیکھی اور حضور کو اس کے مطابق نہ پایا تو وہ ایمان نہ لائے (سراج و مدارک) اسی کو اس آیت میں بیان فرمایا گیا جو ترجمہ سے ظاہر ہے۔

تنبیہ: آیت میں کتاب سے مراد تورات ہے جس میں نعت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرقوم تھی اسے وہ بدلتے اور چھپاتے تھے اور اسے بدلنے اور چھپانے کے بدلے حقیر چیز لیتے تھے اور اپنا نفع فوت ہونے کی وجہ سے اسے ظاہر نہ کرتے تھے، اور پیٹ میں آگ بھرنے کے یہ معنی ہیں کہ حق چھپانے کے بدلے جو مال انہوں نے لے کر کھایا اس کا مآل آگ میں لے کر جانا ہے یا وہ قیامت کے دن ان کے پیٹ میں آگ کی طرح جوش کرے گا یا حقیقۃً آگ ہو جائے گا اور یہ عذاب انہیں اس لیے دیا جائے گا کہ اللہ نے کتاب حق کے ساتھ اتاری اور انہوں نے اسے چھپایا جھٹلایا اور اس میں اختلاف کیا کہ بعض پر ایمان لائے اور بعض پر ایمان نہ لائے۔

(۲۳) شان نزول:۔ اس کا یہود و نصاریٰ ہیں کہ نصاریٰ نے بیت اللحم یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی جگہ کو جو کہ بیت المقدس سے جانب شرق واقع ہے قبلہ قرار دے رکھا تھا اور اس کی طرف رخ کر کے گھر بنانے کو نیکی سمجھتے اور "یہود" کوہِ طور اور بیت المقدس کی طرف جو جانب غرب واقع ہے اس طرف منہ کرنے کو نیکی شمار کرتے تھے (جلال سیوطی) اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی جس کا مطلب یہ ہے کہ اے اہل کتاب! مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنا اصل نیکی نہیں ہے بلکہ نیکی یہ ہے کہ بندہ اللہ پر اور قیامت پر اور تمام ملائکہ پر اور سب کتابوں پر اور تمام پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال صرف کرے یا باوجود مال محبوب ہونے کے اسے راہ خدا میں خرچ کرے۔ رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں کو دے، غلام آزاد کرائے، قیدی چھڑائے، قرض دار کا قرض ادا کرے اور نماز ادا کرتا اور زکوٰۃ دیتا رہے اور اپنا وعدہ اور عہد جو اللہ سے یا لوگوں سے کیا ہو اسے پورا کرنے والے اور مصیبت و سختی اور راہِ خدا میں جہاد کے وقت صبر کرنے والے یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی بات ایمان لانے اور نیکی کا دعویٰ کرنے میں سچی کی اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔ حضرت قتادہ و ربیع و مقاتل رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ یہود کا مغرب کی طرف اور نصاریٰ کا مشرق کی طرف نماز پڑھنا نیکی نہیں ہے جیسا کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ منسوخ ہو چکا بلکہ نیکی وہ باتیں ہیں جو اس آیت میں بتائی گئی ہیں،

www.waseemziyai.com

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ

تو جس کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہوئی تو بھلائی سے تقاضا ہو اور اچھی طرح

بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى

ادا، یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارا بوجھ ہلکا کرنا ہے اور تم پر رحمت، تو اس کے بعد

بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي

جو زیادتی کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اور خون کا بدلا لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقل مندو!

الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

کہ تم کہیں بچو۔ ف۲۴ تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں کسی کو موت آئے

اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى

اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں کے لیے موافق دستور

الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ

یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر۔ تو جو وصیت کو سن سنا کر بدل دے اس کا گناہ انہیں

اور جب کہ مخاطب مسلمان ہوں تو حضرت عبداللہ بن عباس ومجاہد وعطا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام نیکیاں نماز ہی میں منحصر نہیں بلکہ نیکی وہ ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہیں۔

تنبیہ: اس آیت میں رشتہ داروں کو اس لیے مقدم کیا گیا ہے کہ ان کا حق سب سے زیادہ ہے جب کہ وہ حاجت مند ہوں۔ حدیث میں ہے کہ مساکین کو دینا ایک صدقہ ہے، اور رشتہ داروں کو دینا صدقہ اور صلہ رحمی ہے (مدارک) کیونکہ ان کے دینے میں دوہرا ثواب ہوتا ہے صدقہ کا اور صلہ رحمی کا۔ بیہقی وغیرہ کی حدیث میں آیا ہے کہ اہل قرابت کو صدقہ دینا بہتر وافضل ہے اور ترمذی وغیرہ صحاح کی حدیث میں ہے: انہیں صدقہ دینا دوہرا ثواب رکھتا ہے اور ان پر صدقہ کرنے سے مراد صدقہ نافلہ ہے نہ زکوٰۃ کہ اسے بعد کو ذکر کیا گیا ہے۔ ترمذی وابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ فرمایا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مال میں سوائے زکوٰۃ کے اور حق بھی ہے اور یہی آیت پڑھی، اور بخاری نے تاریخ میں روایت کی ہے کہ حضور سے پوچھا گیا کہ مال میں زکوٰۃ دینے کے بعد اور کوئی حق واجب ہے فرمایا ہاں اور یہ آیت پڑھی۔ اور یہ آیت جامع کمالاتِ انسانیہ ہے کہ اس میں صراحۃً وضمناً اعتقاد وعمل اور حسن معاشرت اور تہذیب نفس واخلاق وغیرہ کو تعلیم فرمایا گیا ہے اور ان پر عمل کرنے والوں کو صادق فی الدین اور پرہیزگار کہا گیا ہے، حدیث میں ہے "من عمل بھذہ الایۃ فقد استکمل الایمان" یعنی جس نے اس آیت پر عمل کیا اس نے ایمان کو کامل کر لیا (سراج وبیضاوی)

(۲۴) شان نزول: مدینے میں یہود کے دو گروہ تھے بنو قریظہ اور بنو نضیر۔ اسلام سے پہلے ان دونوں میں لڑائی ہوئی، بنو قریظہ مغلوب ہوئے، انہوں نے قسم کھائی کہ ہم بدلہ لیں گے اور ایک مرد کے بدلے دو مرد اور ایک عورت کے بدلے دو عورتیں اور غلام کے بدلے آزاد قتل کریں گے اور زخم کے بدلے دوگنا زخم لگائیں گے، اور ان میں یہ دستور تھا کہ قریظی کے بدلے نضیری بوجہ شرافت قتل نہیں کیا جاتا تھا بلکہ سو وسق کھجوریں تاوان میں دی جاتی تھیں اور نضیری کے بدلے قریظی قتل کیا جاتا تھا اور جو تاوان لیا جاتا تو دوگنا لیا جاتا، اس

www.waseemziyai.com

واقعے کا ذکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی (سراج وابن کثیر) اور سعید ابن جبیر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اوس وخزرج کے بارے میں نازل ہوئی کہ اسلام سے پہلے ان میں سخت لڑائی ہوئی تھی جس میں قبیلۂ خزرج کے بہت سے آدمی مارے گئے تھے، جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو یہ دونوں قبیلے مسلمان ہوئے مگر ان کے دلوں میں بدلہ لینے کا خیال بھرا ہوا تھا، انہوں نے اوس والوں سے کہا کہ ہم تو ہر غلام کے بدلے آزاد کو اور ہر عورت کے بدلے مرد کو قصاص میں ماریں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی (ابن کثیر) اور انہیں حکم ہوا کہ اے ایمان والو تم پر فرض ہے جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ (اس طرح لو کہ) آزاد (مرد) کے بدلے آزاد (مرد) اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت کو قتل کرو۔ پھر یہ حکم آیت ﴿ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ﴾ [المائدۃ:۴۵] سے منسوخ ہوگیا اور قصاص میں صرف دین میں مساوی ہونے یعنی مسلمان ہونے کا اعتبار کیا گیا اور مرد عورت، آزاد غلام، امیر غریب ادنیٰ اور اعلیٰ کا فرق اٹھا دیا گیا، پس آزاد کے بدلے غلام اور غلام کے بدلے آزاد اور عورت کے بدلے مرد اور مرد کے بدلے عورت اور امیر کے بدلے غریب اور غریب کے بدلے امیر اور اعلیٰ کے بدلے ادنیٰ اور ادنیٰ کے بدلے اعلیٰ قتل کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر ایک کو دس نے مل کر مارا ہوگا تو دسوں اس کے بدلے قتل کیے جائیں گے، اس لیے کہ مسلمان سب خون میں برابر ہیں جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے اور آیت میں " النفس بالنفس " آیا ہے (مدارک) تو جس کو بعض ورثائے مقتول کچھ بدلہ لے کر خون معاف کردیں تو بھلائی سے یعنی لطف ونرمی سے دیت کا مطالبہ کریں نہ سختی ودرشتی سے اور نہ طے شدہ سے زیادہ طلب کریں اور قاتل انہیں بلا حیل وحجت وبلا تاخیر وکمی کے دیت ادا کردے، یہ حکم قصاص وعفو ودیت اللہ کی طرف سے تمہارا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ہے، اور یہ تم پر رحمت ہے کہ اس نے تم پر اس قدر آسانی کی، یہود کی طرح صرف قصاص اور نصاریٰ کی طرح صرف عفو بلا دیت واجب نہیں کیا، اس کے بعد یعنی عفو وقبول دیت کے بعد جو قصاص لے گا اس کے لیے دردناک عذاب ہے، آخرت میں آگ کا دنیا میں قصاص کا۔ اور اے عقل مندو! خون کا بدلہ خون ریزی سے بچو۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ " الانثیٰ بالانثیٰ " اس لیے فرمایا گیا ہے کہ وہ عورت کے بدلے مرد کو قتل نہیں کرتے تھے بلکہ مرد کے بدلے مرد اور عورت کے بدلے عورت کو قتل کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے " انَّ النفس بالنفس " فرمایا اور آزاد عورت ومرد کو اور غلام باندی کو قصاص میں برابر رکھا (ابن کثیر) اور سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک آزاد غلام کے بدلے اور مسلمان کافر ذمی کے بدلے قتل کیا جائے گا، لعموم الآیۃ۔ یہی مذہب حضرت علی کرم اللہ وجہہ وابن مسعود و سعید ابن مسیب وابراہیم نخعی وقتادہ وحاکم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے اور ائمہ اربعہ کے نزدیک ایک کے بدلے ایک جماعت قتل کی جائے گی کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک غلام کے بدلے سات کو قتل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر تمام اہل صنعا اس پر جمع ہوتے تو سب کو قتل کرتا اور اس پر کسی صحابی نے ان کی مخالفت نہ کی تو یہ مسئلہ مثل اجماع کے ہوا (ابن کثیر)

تنبیہ: چند صورتیں حکم قصاص سے مستثنیٰ ہیں (اول) یہ کہ مسلمان کسی کافر حربی کو قتل کرے تو باجماع اس میں قصاص نہیں ہے۔ ذمی ومعاہد کے قتل میں قصاص ہے (دوسرے) خطا سے کسی کو قتل کیا مثلاً شکار کے نشانہ لگا رہا تھا کہ کسی مسلمان کے لگ گیا یا مسلمان کو مجمع کفار میں اس کی وضع قطع سے نہ پہچان سکا بلکہ کافر سمجھ کر قتل کردیا تو قصاص لازم نہ آئے گا (تیسرے) باپ نے بیٹے کو قتل کردیا تو قصاص لازم نہ آئے گا دیت لازم ہوگی (چوتھے) مالک نے اپنے غلام یا باندی کو قتل کیا تو نہ قصاص لازم آئے گا نہ خوں بہا (عزیزی) امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک قاتل کو اس چیز سے قتل نہ کیا جائے گا جس سے اس نے قتل کیا بلکہ اسے تلوار سے قتل کیا جائے گا کہ حدیث میں ہے " لا قود الا بالسیف " یعنی سوائے تلوار کے کسی شے سے قتل نہیں ہے (ابن ماجہ) اور نہ مساجد میں حد جاری کی جائے کہ " لاتقام الحدود فی المساجد " حدیث میں آیا ہے (بغوی) تو یہ پھانسی وغیرہ سے مارنا غیر مشروع ہوا۔ مسئلہ قتل مسلم گناہ کبیرہ ہے جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا ہے اور قصاص سیاست دنیا کے لیے ہے اور ورثا کو معاف کردینے سے حق دنیوی معاف ہوتا ہے نہ حق آخرت، اور قصاص لینے کا حق حاکم کو ہے نہ عوام کو اور مطالبہ کا حق ورثائے مقتول کو ہے (حقانی) مسئلہ: قتل خطا وشبہ عمد میں قصاص نہیں ہے دیت ہے جس کی تعداد سو اونٹ اور دس ہزار درہم ہیں۔

www.waseemziyai.com

يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ

بدلنے والوں پر ہے بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔ پھر جسے اندیشہ ہوا کہ وصیت کرنے والے نے کچھ بے انصافی یا

اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ ع ۲۲ ۲۶

گناہ کیا تو اس نے ان میں صلح کرادی اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ف۲۵

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض

مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ

ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے گنتی کے دن ہیں تو تم میں

مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى

جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں اور جنہیں

(۲۵) زمانۂ جاہلیت میں باپ کے تمام مال و جائداد کا مالک یعنی وارث بیٹا ہوتا تھا، دوسرے ورثا کو کچھ نہیں ملتا تھا اس آیت میں ماں باپ وغیرہ وارثوں کے لیے تہائی مال کی وصیت فرض کی گئی لیکن وارثوں کے لیے بعد نزول آیت میراث سے اس آیت کا حکم منسوخ ہوگیا اور غیر وارثوں کے لیے جن کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے یا جو وارث محروم الارث ہوگئے ہیں ان کے لیے اس کا حکم باقی رہا اور وہ بھی وجوبی نہیں ہے بلکہ تہائی مال تک ان کے لیے وصیت کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور برضامندی کل مال کی کسی کے لیے وصیت کرسکتا ہے اسی کو اس آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے قریب علامات موت ظاہر ہونے پر اگر مال دار ہوں حسب دستور عدل وانصاف کے ساتھ اپنے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا فرض ہے اور یہ وصیت پرہیزگاروں پر واجب ہے، پس وصیت کیے ہوؤں اور گواہوں میں سے وصیت کو سن کر جو بدلے اس کا گناہ بدلنے والوں پر ہے، بے شک اللہ وصیت کرنے والے کا قول سنتا ہے اور بدلنے والوں کا فعل دیکھتا ہے انہیں اس کی جزا دے گا۔ پھر جو حاضرین میں سے وصیت کرنے والے کی وصیت میں ناانصافی و گناہ دیکھے وہ اس میں موافق شرع اصلاح کرے اس میں اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مجاہد کے نزدیک یہ اصلاح وقت وصیت ہو اور دوسروں کے نزدیک اگر بعد موت ہو تو بھی حرج نہیں ہے (معالم)

تنبیہ: آیت میں ﴿ تَرَكَ خَيْرًا ﴾ سے ابن عباس ومجاہد وقتادہ وغیرہ کے نزدیک مطلقاً مال مراد ہے (ابن کثیر) اور بعض نے کہا ہے کہ مال کثیر مراد ہے نہ قلیل جیسا کہ حدیث عائشہ وحضرت علی رضی اللہ عنہما سے مفہوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خیر سے مال کثیر مراد لیا (سراج وغیرہ) اور معروف سے عدل وانصاف مراد ہے پس امیر کو غریب پر ترجیح نہ دی جائے اور تہائی مال سے زیادہ کی وصیت نہ کی جائے جیسا کہ سعید ابن مالک سے مروی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: کیا میں اپنے کل مال کی وصیت کروں (وفی حدیث البخاری ثلثین) فرمایا نہیں، عرض کی نصف کی کروں، فرمایا نہیں، ثلث اور ثلث بھی بہت ہے، تجھے اپنے وارثوں کو غنی چھوڑنا بہتر ہے اس سے کہ انہیں فقیر چھوڑے کہ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلائیں یعنی لوگوں سے سوال کریں (سراج) اور ثلث سے کم وصیت کرنا محبوب ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے۔ مسئلہ: وصیت میں ناحق تغیر تبدل کرنا گناہ ہے اور

www.waseemziyai.com

الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ

اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلا دیں ایک مسکین کا کھانا پھر جو اپنی طرف

خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو ف۲۶

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی

اس میں بدلنے والوں کے لیے وعید ہے، یہ آیت جمہور مفسرین کے نزدیک آیت میراث اور حدیث ترمذی لا وصیة للوارث سے منسوخ ہے۔

(۲۶) چونکہ گزشتہ آیت میں قصاص کا حکم فرمایا گیا تھا جو حیاتِ دنیوی کا موجب تھا اس آیت میں روزہ کا حکم فرمایا گیا ہے جو حیات ابدی کا ذریعہ کہ روزہ سے انسان کی مادی قوتیں گھٹتی اور روحانی قوتیں بڑھتی ہیں اور کثافت جسمانی دور ہوکر پاکیزگی پیدا ہوتی ہے اور اسے اس خاکی جسم کو چھوڑنے کے بعد حیاتِ ابدی حاصل ہوتی ہے، مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلی امتوں پر فرض تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے کہ روزہ گناہوں سے باز رکھتا ہے اور خواہش نفسانی کو توڑتا ہے جو گناہوں کی جڑ ہے، بخاری کی حدیث میں ہے کہ روزہ آدمی کے لیے وجاء ہے یعنی آدمی کی خواہش نفسانی کو توڑتا ہے اسے خصی کرتا ہے، وہ گنتی کے دن ہیں رمضان کے تو تم میں جو کوئی (ان دنوں) بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے اور جس میں بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو اور اچھا ہونے کی امید نہ ہو وہ ہر روزے کے بدلے روزانہ دونوں وقت پیٹ بھر کر ایک مسکین کو کھانا کھلائے پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے یعنی ایک مسکین سے زیادہ کو کھلائے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے، اور روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بھلا ہے نہ رکھنے اور کھانا دینے سے اگر تم یہ جانو کہ کھانا دینے سے زیادہ رکھنے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

تنبیہ: آیت میں صیام سے صیامِ رمضان مراد ہیں، اور کَمَا كُتِبَ میں فرضیت نفس صوم کی تشبیہ ہے نہ تعداد کی کہ اگلی امتوں پر بھی روزے فرض تھے مگر اس کمیت و کیفیت کے ساتھ فرض نہ تھے جیسے کہ امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض ہوئے، یہ خاص اسی کا حصہ ہے، اور مِنْ قَبْلِكُمْ سے بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اہل کتاب مراد ہیں کہ یہود پر عاشورہ کے دن اور ہفتہ کے دن اور چند دوسرے دن روزہ رکھنا فرض تھا، اور نصاریٰ پر رمضان کے روزے رکھنا فرض تھے مگر اس میں ترمیم کی کہ وہ شدید گرمی اور سردی میں روزہ نہ رکھتے اور اس کے بدلے موسم ربیع میں پچاس روزے رکھتے تھے۔ تیس فرض کے اور بیس تاوان و ترمیم کے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے کہ روزہ اصلی اور قدیم عبادت ہے، زمانہ آدم علیہ السلام سے آج تک کوئی امت اس سے خالی نہیں رہی (عزیزی) اور اس تشبیہ میں مسلمانوں کو تسکین دی گئی ہے کہ روزے تمہیں پر فرض نہیں کیے گئے ہیں بلکہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض تھے اور وہ گنتی کے چند روز ہیں بہت سے نہیں ہیں۔ حضرت معاذ، ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ بھی مروی ہے کہ اگلی امتوں پر ہر ماہ میں تین روزے فرض تھے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ یہ طریقہ حضرت نوح علیہ السلام سے ابتدائے اسلام تک رہا پھر وہ صوم رمضان سے منسوخ ہوا۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ﴾ [البقرة:۱۸۵] سے منسوخ ہے کہ ابتدائے اسلام میں روزہ رکھنے یا فدیہ دینے کا اختیار دیا گیا تھا پھر وہ منسوخ ہوا، اور بعض مفسرین کے نزدیک وہ منسوخ نہیں ہے بلکہ لا مقدر ہے ترجمہ اسی کے موافق کیا گیا ہے۔ یہی قول سعید بن جبیر وغیرہ کا ہے جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے (سراج وغیرہ)

www.waseemziyai.com

مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ

اور فیصلے کی روشن باتیں تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے

وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ

اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں،

اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ

اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور اس لیے کہ تم گنتی پوری کرو

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ

اور اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور کہیں تم حق گزار ہو۔ ف۲۷ اور اے محبوب! جب تم سے

عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ

میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے

(۲۷) یہ آیت پہلی آیت کا تتمہ اور توضیح ہے کہ پہلی آیت میں روزوں کی تعداد واضح نہیں کی گئی تھی، اس میں روزوں کی تعداد کو واضح کر دیا گیا اور فرمایا گیا کہ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا لوگوں کے لیے ہدایت اور رہ نمائی ہے اور فیصلے کی روشن باتیں ہیں جو حق کی طرف رہ نمائی کرتی ہیں اور حق کو باطل سے جدا کرتی ہیں، تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے، اور جو بیمار یا سفر میں ہو (روزے نہ رکھ سکے) تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے (یہ تعمیم کے بعد تخصیص ہے، تکرار نہیں ہے کہ ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ﴾ میں مقیم، مسافر، بیمار، سب داخل تھے، ان میں سے بیمار و مسافر کو خاص کیا گیا اور ان کے لیے افطار مباح کیا گیا، اور بہت بوڑھے اور روزہ کی طاقت نہ رکھنے والے کے لیے وہی پہلی آیت کا حکم بتقدیر لا باقی رکھا گیا اور یہ مریض اور مسافر اور بوڑھے کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت اور رخصت اس لیے عطا فرمائی گئی ہے کہ اللہ تم پر احکام میں آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا، اور اس لیے کہ تم گنتی پوری کرو (یعنی جو روزے تم نے حالت مرض یا سفر میں نہ رکھے ہوں انہیں اچھے ہو کر یا سفر سے واپس آ کر قضا کر کے گنتی پوری کرو) اور اللہ کی بڑائی بولو (اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی) مرض و سفر میں روزے ترک کرنے پھر انہیں پورے کرنے کی یا احکام دین جاننے کی راہ دکھائی) اور کہیں تم حق گزار ہو یعنی اللہ کا شکر ادا کرو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ روزہ داروں پر حق ہے کہ وہ عید کا چاند دیکھ کر تکبیر کہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ﴾ مطلب یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھنا فرض تھا۔ جب رمضان کے روزے ہجرت کے دوسری سال فرض ہوئے تو یہ روزے فرض نہ رہے سنت ہوئے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں رکھا کرتے تھے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے اور رمضان کے روزوں میں مریض و مسافر اور بوڑھے آدمی کے لیے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو یہ آسانی کی گئی ہے کہ اگر مریض کو مرض بڑھنے کا خوف ہو اور مسافر کو روزہ رکھنا دشوار ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے بلکہ مسافر کو بحالت دشواری افطار افضل ہے، اور جو روزہ رکھنا دشوار نہ ہو تو روزہ رکھنا مندوب ہے اور ان پر ان روزوں کی قضا واجب ہے جب وہ دونوں قضا کرنے پر قادر ہوں تو انہیں قضا کریں یعنی ان کے بدلے روزہ رکھیں خواہ پے در پے رکھیں یا متفرق، اور حاملہ اور دودھ پلانے والی کا بھی یہی حکم ہے کہ جب انہیں اپنے یا بچے کے ہلاک ہونے کا گمان غالب ہو پھر ان کی قضا کریں اور بوڑھے آدمی کو

www.waseemziyai.com

ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو روزانہ دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا واجب ہے اگر کھانا کھلانے کی قدرت رکھتا ہو ورنہ استغفار کرے یہی احناف کرام کا مذہب ہے اور اکثر کا قول ہے اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اور جو مسافر زوال سے پہلے مقیم ہوا سے روزہ رکھنا واجب ہے اور جو مقیم روزہ دار سفر کو جائے تو اسے روزہ پورا کرنا واجب ہے (درمختار وغیرہ) فائدہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے رمضان کی پہلی تاریخ کو اترے اور تورات چھ رمضان کو اور انجیل و زبور تیرہ یا اٹھارہ رمضان کو اتریں اور قرآن عظیم ۲۴ رمضان کو نازل ہوا اور حضرت جبرئیل آدم علیہ السلام پر بارہ مرتبہ وحی لے کر آئے اور حضرت ادریس پر چار بار اور حضرت ابراہیم پر بیالیس بار اور حضرت نوح پر پچاس بار اور حضرت موسیٰ پر چوالیس بار اور حضرت عیسیٰ پر دس بار اور جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایک ہزار چوبیس مرتبہ وحی لے کر آئے، صلوٰت اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم (سراج وابن کثیر) اور صحف ابراہیم وتوراۃ اور انجیل و زبور ایک دم نازل ہوئیں، اور قرآن عظیم لوح محفوظ سے رمضان کی شب قدر میں بیت العزت یعنی آسمان دنیا پر ایک دم نازل ہوا اور وہاں سے تھوڑا تھوڑا حسب ضرورت وواقعات نازل ہوتا رہا بیس سال تا تیئس سال جیسا کہ مشہور ہے حضرت ابن عباس سے یہی مروی ہے (ابن کثیر)

تنبیہ: ماہ رمضان کا فضل وشرف تو اسی سے ظاہر ہے کہ اس میں قرآن جیسی متبرک کتاب نازل ہوئی اور اس میں ایک رات ایسی رکھی گئی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے کہ اس میں اللہ رب العزت تجلی فرماتا ہے اور اس کے فرشتے نازل ہوتے ہیں علاوہ بریں احادیث میں اس کی اور اس میں روزہ رکھنے کی فضیلت وثواب بہت آیا ہے جس میں سے کچھ مختصر طور سے براہ آگاہی عوام یہاں لکھا جاتا ہے کہ اس ماہ مبارک میں شیاطین اور سرکش جنات قید کیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند اور جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، اور منادی ندا کرتا ہے کہ اے طالب خیر جلدی کر اور اے طالب شر ٹھہرا رہ، اور رمضان کی ہر رات دوزخی دوزخ سے آزاد کیے جاتے ہیں۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے شعبان کے اخیر خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! تم پر ایسے بزرگ مہینے نے سایہ کیا ہے کہ جس میں ایک رات قدر کی ہزار مہینوں سے افضل ہے، اللہ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں اور اس کی راتوں میں قیام کرنا (نماز پڑھنا) نفل فرمایا ہے، جو اس مہینے میں تقرب کے لیے نیک کام کرے گا گویا اس نے فرض ادا کیا (یعنی فرض کا ثواب پائے گا) اور جو اس میں فرض ادا کرے گا اسے ستر کا ثواب ملے گا یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے، اور اس میں رزق زیادہ دیا جاتا ہے، اس میں جس نے کسی کا روزہ افطار کرایا وہ اس کے گناہوں کی بخشش کا موجب اور دوزخ سے رہائی پانے کا باعث ہوگا، اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا، اور افطار کرنے والے کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی، اور یہ ثواب بہت سے کھانے پر منحصر نہیں بلکہ ایک گھونٹ دودھ یا پانی یا ایک چھوہارے سے کھلوانے میں ملے گا اور جس نے سیراب کیا کسی روزہ دار کو اللہ اسے میرے حوض کوثر کے پانی سے سیراب فرمائے گا کہ اس کے بعد وہ پیاسا نہ ہوگا یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو اور یہ، وہ مہینہ ہے کہ جس کے اول میں رحمت ہے اور درمیان میں مغفرت اور آخر میں دوزخ سے آزادی، پس اس میں چار خصلتیں اختیار کرو اور انہیں بکثرت کرو، ان میں دو سے خدا راضی ہوگا اور دو سے تمہیں بے پرواہ کرے گا: ایک ان میں سے لا الٰہ الا اللہ ہے دوسری استغفار ہے کہ ان دونوں سے خدا راضی ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اللہ سے جنت طلب کرو، چوتھے یہ کہ اللہ کی دوزخ سے پناہ مانگو کہ یہ تمہیں بے پرواہ کریں گی اور اس ماہ مبارک میں روزہ رکھنے کا ثواب بے اندازہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم کا ہر نیک کام دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک بڑھتا ہے مگر روزہ کہ وہ میرے ہی لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دیتا ہوں کہ روزہ دار اپنا کھانا پینا اور خواہش میرے لیے ہی چھوڑتا ہے، اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک افطار کے وقت دوسرے رب سے ملاقات کے وقت، اور البتہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور اچھی ہے، اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک کا نام ریان ہے، اس میں سوائے روزہ دار کے کوئی داخل نہ ہوگا اور قیامت کے دن روزہ اور قرآن بندہ کی شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا اے رب میں نے اسے دن میں کھانے اور خواہش نفس پورا کرنے سے روکا تھا پس میری شفاعت قبول فرما۔ قرآن کہے گا اے رب میں نے اسے رات کو سونے سے روکا

www.waseemziyai.com

فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ

تو انہیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔ ف۲۸ روزوں کی

لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ

راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لیے حلال ہوا وہ تمہاری لباس ہیں اور تم

لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ

ان کے لباس، اللہ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے

فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ

تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا تو اب ان سے صحبت کرو اور طلب کرو جو

تھا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما پس دونوں کی شفاعت قبول ہوگی (سراج) اور فرمایا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس نے ثواب کی امید سے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ بخشے جائیں گے اور جس نے امام کے ساتھ ثواب کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کیے جائیں گے اور روزہ آتش دوزخ سے بچاؤ ہے اور روزہ دار کے لیے پانچ بزرگیاں ہیں: اول یہ کہ افطار کے وقت اس کی دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کے خاموش رہنے میں تسبیح کا ثواب ملتا ہے اور تمام ہڈیاں اس کی تسبیح کرتی ہیں، تیسرے یہ کہ ہر نیک کام اس کا دس گنا ثواب رکھتا ہے، چوتھے یہ کہ روزے کی حالت میں اس کی دعا قبول ہوتی ہے، پانچویں اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں (بیہقی) اور روزہ آدمی کے بدن کی زکوٰۃ ہے (ابن ماجہ) اور جو کوئی روزہ دار کے سامنے کھاتا پیتا ہے فرشتے روزہ دار کے لیے دعائے استغفار کرتے ہیں اور ہر جوڑ اور ہڈی اس کے بدن کی تسبیح میں مشغول ہوتی ہے (ترمذی وغیرہ) بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے: ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک جو گناہ روزہ دار سے سرزد ہوتے ہیں انہیں روزہ ساقط کر دیتا ہے۔

تنبیہ: حدیث قدسی مذکور میں اللہ تعالیٰ نے روزہ کو اپنے لیے اس لیے مخصوص فرمایا ہے (حالانکہ تمام عبادتیں اسی کے لیے ہیں اور وہی ان کی بندہ کو جزا دیتا ہے) کہ روزہ میں ریا نہیں ہوتی کہ کوئی شخص اسے دیکھ نہیں سکتا ہے تاوقتیکہ روزہ دار خود اسے ظاہر نہ کرے اور اس کے ظاہر کرنے میں بھی جھوٹ اور سخی کا احتمال ہوتا ہے اور عمل بے ریا خدا کو محبوب و پسندیدہ ہے، دوسرے یہ کہ بیہقی سے مروی ہے کہ سفیان ابن عیینہ سے ایک شخص نے "الصوم لی" کے معنی پوچھے تو انہوں نے کہا کہ قیامت کے دن جب حساب خلق ہوگا اور جس کا قرض جس پر آتا ہوگا اس کی تمام نیکیاں اسے دلائی جائیں گی اور جب روزہ کی باری آئے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ میرے لیے ہے اسے چھوڑ دے اور صاحب حق کو ثواب دے کر اسے راضی کر دے گا اور روزہ اسے لے کر بہشت میں داخل ہوگا (عزیزی) باقی روزہ کی تعریف اور احکام و مسائل کتب فقہ میں دیکھنا چاہیے۔

(۲۸) شان نزول: میں اس آیت کے کئی روایتیں ہیں ان میں سے یہاں دو لکھی جاتی ہیں: ایک روایت میں ہے کہ ایک بدوی نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ہمارا پروردگار ہمارے پاس ہے کہ ہم اس سے آہستہ سے دعا کریں یا دور ہے کہ ہم اسے پکاریں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش ہوئے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسری روایت میں ہے کہ لوگوں نے ایک غزوہ میں حضور کے ساتھ جاتے ہوئے اونچے نیچے پر زور زور سے تکبیر کہی تو حضور نے ان سے فرمایا: اے لوگو! تم کسی غائب یا بہرے کو نہیں پکارتے ہو بلکہ تم سننے اور دیکھنے والے کو پکارتے ہو، تم جسے پکارتے ہو وہ تمہاری سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے، تو حضور

www.waseemziyai.com

کے قول کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی (ابن کثیر) بہر حال شان نزول کوئی ہو مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا کرنے والوں کی دعا سنتا ہے اور قبول فرماتا ہے، اسی کو آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ اے محبوب! جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو (فرمادو کہ) میں (ان سے) نزدیک ہوں (اپنے علم سے ان کے تمام حالات کی خبر رکھتا ہوں، جیسا کہ ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ [ق:۱۶] میں کمال علم کی طرف اشارہ ہے، دعا قبول کرتا ہوں میں پکارنے والے کی جب وہ مجھے پکارے (اور دیتا ہوں جو وہ مانگے) تو انہیں بھی چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں (یعنی ایمان پر دائم وقائم رہیں) اور کہیں وہ راہ پائیں۔

تنبیہ: أُجِيبُ وعدۂ الٰہی ہے اس میں خلاف نہیں ہوسکتا، لیکن ظہور اجابت کبھی اسی وقت ہوتا ہے اور کبھی دیر میں اور کبھی آخرت پر موقوف ہوتا ہے اور کبھی اس کے لیے جو بہتر ہوتا ہے وہ ہوتا ہے (مدارک) بعض کہتے ہیں کہ معنیٰ اس آیت کے اور آیت ﴿ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [غافر:۶۰] کے خاص ہیں اگرچہ لفظ عام ہیں یعنی معنیٰ اس کے یہ ہیں کہ میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں اگر چاہتا ہوں یا اگر دعا میری قضا کے موافق ہوتی ہے تو قبول کرتا ہوں یا اگر دعا محالات سے نہیں ہوتی ہے تو قبول کرتا ہوں یا وہ دعا قبول کرتا ہوں جو اس کے لیے بہتر ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے اگر وہ کسی گناہ کی یا قطع رحمی کی نہ ہو۔ بہر حال قبولیت دعا کے لیے آداب وشرائط ہیں کہ جن کے پائے جانے پر دعا قبول ہوگی ورنہ نہ ہوگی، من جملہ ان کے حلال کمائی کھانا اور سچ بولنا ہے (سراج) مسلمانوں کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ آج کل کتنے فیصدی مسلمان حلال روزی کھاتے ہیں اور سچ بولتے ہیں تو ان کی دعا نہ قبول ہونے کی شکایت بے جا ہے، پھر بھی انہیں مایوس ہوکر دعا ترک نہ کرنا چاہیے کہ اللہ اور اللہ کا رسول سچا ہے اس کا وعدہ سچا ہے وہ ضرور بندوں کی دعا قبول فرماتا ہے کبھی ہو کہیں ہو ہوگی ضرور، دعا کی ترغیب اور فضیلت وقبولیت میں بہت سی احادیث آئی ہیں، من جملہ ان کے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے حیا فرماتا ہے کہ بندہ اس کی طرف دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے اور وہ اسے خالی ہاتھ پھیر دے (رواہ احمد وترمذی) اور جو مسلمان ایسی دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ یا قطع رحمی نہ ہو اسے اللہ فوراً قبول فرماتا ہے یا اسے آخرت کے لیے اکٹھا رکھتا ہے یا اس کے بدلے اس سے برائی دور فرماتا ہے (رواہ احمد) اور دعا ہر ایک کی قبول ہوتی ہے جب تک کہ جلدی نہ کرے یعنی یہ نہ کہے کہ میں نے دعا کی پس قبول نہ ہوئی اور دعا کرنا چھوڑ دے (احمد ومسلم) اور اے لوگو، تم اللہ سے اس حال میں سوال کرو کہ تم اس کے قبول ہونے کا یقین رکھتے ہو کہ قلب غافل کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے (احمد وترمذی) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم ایک چیز میرے اور تیرے درمیان ہے اور وہ دعا ہے کہ تو کرتا ہے اور میں قبول فرماتا ہوں (رواہ حافظ ابوبکر)۔

تنبیہ: اس آیت کو روزوں کے درمیان احکام میں اس لیے ذکر فرمایا گیا ہے کہ بندے روزے پورے ہونے پر دعا کی کوشش کریں بلکہ ہر روزے کے افطار کے وقت دعا کیا کریں کہ حدیث میں آیا ہے کہ روزہ دار کی افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے (ابوداؤد طیالسی) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما افطار کے وقت اپنے اہل وعیال کو بلاتے تھے اور دعا کرتے تھے۔ ابن ماجہ کی حدیث میں انہیں سے ہے کہ افطار کے وقت روزہ دار کی دعا رد نہیں ہوتی ہے (ترمذی ونسائی وابن ماجہ) امام احمد کی حدیث ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی ہے: امام عادل کی، مظلوم کی اور روزہ دار کی افطار سے پہلے۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ مسلمان کی اپنے بھائی غائب کے لیے دعا قبول ہوتی ہے۔ ابن ماجہ وترمذی کی حدیث میں ہے کہ دعا سے زیادہ بزرگ اللہ پر کوئی شے نہیں اور قضا کو دعا ہی رد کرتی ہے اور دعا نفع دیتی ہے نازل ہوئی اور نہ نازل ہوئی بلا سے، پس اے بندو دعا کو لازم پکڑو (ترمذی) اور باپ کی بیٹے کے لیے اور مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے (ترمذی وابوداؤد) حاجی کی دعا واپسی تک اور مجاہد کی دعا فارغ ہونے تک اور مریض کی دعا اچھے ہونے تک قبول ہوتی ہے (بیہقی) حضرت مترجم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعا کے آداب وغیرہ میں ایک مبسوط رسالہ ہے جس کا نام "احسن الوعائی آداب الدعا" ہے۔

www.waseemziyai.com

اللّٰهُ لَكُمْ وَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ

اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے ظاہر ہوجائے سپیدی کا ڈورا

مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ

سیاہی کے ڈورے سے پوپھٹ کر پھر رات آنے تک روزے پورے کرو

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ

اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو یہ اللہ کی حدیں ہیں

فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

ان کے پاس نہ جاؤ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انھیں

يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ

پرہیزگاری ملے۔ ف۲۹ اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں

(۲۹) یہ آیت احکام روزے کا تتمہ ہے۔ شان نزول: اس کا یہ ہے کہ شروع اسلام میں نماز عشا پڑھنے اور افطار کر کے سو جانے کے بعد کھانا پینا صحبت کرنا جائز نہیں تھا جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں آیا ہے، ایک دن رمضان میں قیس بن ابوصرمہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ محنت ومشقت کرنے کے بعد اپنے گھر آئے اور انہوں نے بعد افطار اپنی بیوی سے کھانا مانگا، کھانا تیار نہ تھا تیار کرنے میں دیر ہوئی وہ سو گئے، جب بی بی نے انہیں جگایا تو انہوں نے نہ کھایا اور کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ کروں گا اور بغیر کچھ کھائے دوسرے دن روزہ رکھ لیا، دوپہر تک وہ بہت نڈھال ہوگئے اور غش آ گیا، بعد افاقہ خدمتِ اقدس میں آ کر عرض حال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی، یوں ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شب بعد سونے کے اپنی بی بی سے صحبت کی صبح کو نادم وپشیمان روتے ہوئے حضور کی خدمت اقدس میں آ کر عذر کیا اور معافی چاہی، ان کی دیکھا دیکھی اور بعض صحابہ نے بھی صحبت کرنے کا اقرار کیا پس ان سب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی (سراج وغیرہ) اور مسلمانوں کو غروب آفتاب سے صبح صادق تک کھانے پینے اور صحبت کرنے کی رخصت واجازت دی گئی اور فرمایا گیا کہ روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس (صحبت کے لیے) جانا تمہارے لیے حلال ہوا، وہ تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو (یہ کنایہ ہے احتیاج اور معانقہ سے جیسے کہ رَفَث کنایہ ہے جماع سے، یعنی عورتیں مردوں کی اور مرد عورتوں کے حاجت مند ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو لپٹتے اور چپٹتے ہیں جیسے کہ لباس کے حاجتمند ہوتے ہیں اور ان کے بدنوں پر لپٹا چپٹا ہوتا ہے، اور حضرت ابن عباس ومجاہد وحسن وقتادہ وسدی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ: هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ کے یہ معنی ہیں کہ ان سے تمہاری اور تم سے ان کی تسکین ہوتی ہے، اور ربیع ابن انس کہتے ہیں کہ عورتیں تمہارا فرش ہیں اور تم ان کے لحاف ہو، پھر فرمایا اللہ نے کہ اللہ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے (یعنی تم اللہ کے اس حکم میں) خیانت کرتے تھے جو تمہیں عشا کے بعد کھانے پینے صحبت سے باز رہنے کا دیا گیا تھا) تو اس نے (توبہ کرنے سے پہلے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا (جو تم نے کیا تھا) تو اب (بعد معافی ان سے روزوں کی رات میں) صحبت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو (اس میں چاہیے کہ وہ نعمت بقول ابن عباس وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اولاد کی طرف اشارہ ہے، نیز یہ کہ صحبت بغرض اولاد ہونا چاہیے کہ وہ نعمت الٰہی ہے اور خلق شہوت اور نکاح سے

www.waseemziyai.com

مقصود وہی ہے) اور تمام رات کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے ظاہر ہو جائے سپیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پو پھٹ کر (یعنی صبح صادق صبح کاذب سے جدا ہو جائے اور اس کی سفیدی رات کی سیاہی سے الگ معلوم ہونے لگے۔ گویا صبح کی سفیدی اور رات کی سیاہی کو درازی میں سفید و سیاہ ڈورے سے تشبیہ دی گئی ہے کہ صبح کی سفیدی پہلے ایک سرخ دھاری کنارۂ آسمان پر ظاہر ہوتی ہے پھر وہ آسمان پر پھیلتی جاتی ہے اس دھاگے کے ظاہر نہ ہونے تک رات رہتی ہے اور ظاہر ہونے کے بعد رات تمام ہو جاتی ہے اور کھانے پینے کا وقت ختم اور روزہ کا وقت شروع ہو جاتا ہے (آگے ارشاد ہوتا ہے کہ پھر رات آنے تک روزے پورے کرو یعنی اس سفیدی کے ظاہر ہونے کے وقت سے آفتاب غروب ہونے تک روزہ رکھو۔ اس میں روزے کی ابتدا اور انتہا بیان فرمائی گئی ہے، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب آئے رات اس جگہ سے اور جائے دن اس جگہ سے آفتاب غائب ہو جائے تو روزہ دار روزہ افطار کرے (سراج) اور صبح تک کھائے پیے اور اعتکاف میں نہ عورتوں سے صحبت کرے اور جو اعتکاف میں ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو (ضحاک کہتے ہیں کہ بعض لوگ اعتکاف میں سے رات میں آ کر اپنی عورتوں سے صحبت کرتے تھے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ یہ احکام مذکورہ فالآن سے لے کر فی المسجد تک اللہ کی حدیں ہیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کی ہیں، پس تم ان کے پاس نہ جاؤ، اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے (اللہ کی حدود سے بچنے کے سبب)۔

تنبیہ: من الفجر میں اس طرف اشارہ ہے کہ تاخیر غسل صبح تک جائز ہے اور جنابت منافی روزے کے نہیں ہے۔ یہی مذہب ائمہ اربعہ و جمہور علما کا ہے لحدیث البخاری اور ﴿أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ [البقرۃ: ۱۸۷] سے ممانعت صوم وصال نکلتی ہے، اسی لیے احادیث مسلم و بخاری وغیرہ میں اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے، اور وہ پے در پے روزہ رکھنا ہے، اور فِي الْمَسَاجِدِ سے ظاہر ہے کہ اعتکاف ہر مسجد میں جائز ہے اور مرد کو سوائے مسجد کے اور کہیں اعتکاف جائز نہیں، عورت کو گھر میں جائز ہے اور معتکف کو راتوں میں بھی عورتوں سے صحبت کرنا حرام و مفسد اعتکاف ہے (سراج و مدارک) اعتکاف تین قسم ہے: واجب و سنت مؤکدہ ان کے علاوہ مستحب و سنت غیر مؤکدہ ہے (علمگیری و درمختار) اعتکاف مستحب کے لیے روزہ شرط نہیں نہ اس کے لیے وقت مقرر ہے بلکہ مسجد میں اعتکاف کی نیت کی جب تک مسجد میں ہے معتکف ہے چلا آیا اعتکاف ختم ہو گیا، یہ بغیر محنت ثواب مل رہا ہے اسے نہ کھونا چاہیے بلکہ مسجد کے دروازہ پر لکھ دینا چاہیے کہ اعتکاف کی نیت کر لو اعتکاف کا ثواب پاؤ گے، جو ناواقف ہیں انہیں معلوم ہو جائے گا جو جانتے ہیں ان کے لیے یاددہانی ہے، اور اعتکاف مسجد میں تقرب الٰہی کے لیے بیٹھنا ہے۔ اس میں ذکر الٰہی کرنا لغو و فضول باتوں سے بچنا چاہیے بے ضرورت مسجد سے نہ نکلے۔ اعتکاف سنت کفایہ ہے، شہر میں کسی نہ کسی کو کرنا چاہیے، ایک کے کرنے سے سب کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا ورنہ سب تارک سنت ہوں گے۔ حدیث میں ہے کہ حضور رمضان شریف کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ وفات پائی۔ پھر حضور کے بعد ازواج مطہرات اعتکاف کیا کرتی تھیں، یہ آیت بعض صحابہ کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ مسجد میں اعتکاف کیا کرتے تھے اور رات کو گھر جا کر صحبت کرتے ور پھر غسل کر کے مسجد میں لوٹ آتے تھے پس وہ اس سے منع کیے گئے (معلم) اور بَاشِرُوْهُنَّ امر اباحت ہے یعنی تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں عورتوں سے صحبت کرنا مباح ہے نہ واجب و لازم (مدارک) اور رَفَثَ سے مراد جماع ہے، حضرت عبداللہ بن عباس و عطار و مجاہد و قتادہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی قول ہے (ابن کثیر) اور مِنَ الْفَجْرِ خَيْطُ الْاَبْيَضِ اور خَيْطُ الْاَسْوَدِ کا بیان ہے۔ بعض صحابہ سے اس کے سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی انہوں نے حقیقۃً اسے سیاہ و سفید ڈورا سمجھا، چنانچہ عدی ابن حاتم اپنے تکیہ کے نیچے سفید و سیاہ ڈورا رکھ لیا تھا اور بعض صحابہ نے اپنے پاؤں میں باندھ لیا تھا جب انہیں سیاہ ڈورا سفید ڈورے سے جدا نظر آنے لگتا تو کھانا پینا ترک کرتے تھے۔ جب عدی ابن حاتم نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا تو حضور نے تبسم فرما کر کہا تیری گردن بہت چوڑی ہے یا تیرا تکیہ بہت چوڑا ہے یعنی تو بڑا نا سمجھ ہے، اس سے صبح کی سفیدی رات کی سیاہی سے جدا ہونا مراد ہے۔ سہیل ابن سعد کہتے ہیں جب خیط

www.waseemziyai.com

اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ

کے پاس ان کا مقدمہ اس لیے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھالو

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ ع ۲۳ ۶ ۷

جان بوجھ کر۔ ف۳۰ تم سے نئے چاند کو پوچھتے ہیں تم فرمادو: وہ وقت کی علامتیں ہیں

لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا

لوگوں اور حج کے لیے ف۳۱ اور یہ کچھ بھلائی نہیں کہ گھروں میں پچھیت توڑ کر آؤ،

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

ہاں بھلائی تو پرہیزگاری ہے اور گھروں میں دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو

ابیض اور خیط اسود کے سمجھنے میں بعض صحابہ سے غلطی فہمی ہوئی تو اس کے بیان میں من الفجر نازل ہوئی (سراج) اور فجر تک کھانے پینے کی اجازت دینا سحری کے مستحب ہونے پر دلالت کرتا ہے اور وہ مسنون ہے احادیث میں اس کے کھانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ بخاری و مسلم کی روایت میں ہے تسحروا فان فی السحور برکۃ یعنی سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ فرق ہمارے اور اہل کتاب کے روزہ میں سحری کھانا ہے۔ امام احمد کی حدیث میں ہے کہ سحری کھانا برکت ہے اسے نہ چھوڑو اگرچہ ایک لقمہ یا ایک گھونٹ پانی ہی ہو، اللہ اور اللہ کے فرشتے درود بھیجتے ہیں سحری کھانے والوں پر اور سحری میں تاخیر اور افطار میں تعجیل مستحب ہے مگر نہ اس قدر کہ روزہ قضا کرنا پڑے۔ بعض لوگ بہت زیادہ رات سے سحری کھالیتے ہیں یہ خلاف سنت ہے، امام احمد کی حدیث میں ہے کہ میری امت جب تک افطار میں عجلت اور سحری میں تاخیر کرتی رہے گی خیر پر رہے گی۔ احمد و ترمذی کی حدیث میں ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ مجھے بندوں میں وہ زیادہ محبوب ہے جو افطار جلد کرے روزہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے صحبت کرنے سے باز رہنے کو کہتے ہیں، اس کے احکام و مسائل کتب فقہ میں دیکھے جائیں۔

(۳۰) شان نزول: عبدان حضرمی نے امرء القیس کندی پر ایک قطعہ زمین کا دعویٰ کیا اور گواہ کوئی نہ تھا تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امرء القیس سے قسم کھانے کو کہا، اس نے قسم کھانے کا ارادہ کیا تو حضور نے اس کے سامنے آیت: ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَناً قَلِيْلاً ﴾ [آل عمران: ۷۷] تلاوت فرمائی پس وہ قسم کھانے سے باز رہا اور زمین عبدان کو دیدی تو یہ آیت نازل ہوئی (سراج) مطلب یہ ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طور سے چرا چھپا کر زبردستی چھین کر، جھوٹ بول کر، دھوکا فریب دے کر، جوئے وغیرہ بازیوں سے حاصل کر کے سودے کر کے خیانت کر کے، رہزنی کر کے لوٹ کر نہ کھاؤ اور نہ جان بوجھ کر جھوٹی مقدمہ بازی کر کے حکام کو رشوت دے کر، ڈگریاں حاصل کر کے ایک دوسرے کا مال کھاؤ، حق ہضم کرو جو گناہ سے بھرا ہوا ہے بلکہ اخیر صورت تو بہت سے گناہوں پر مشتمل ہے، مثلاً جھوٹا دعویٰ کرنا، جھوٹا بیان دینا، جھوٹی گواہی دلوانا، جھوٹا حلف خود بھی اٹھانا اور گواہوں سے بھی اٹھوانا، اپنے موافق حکم کرنے کے لیے رشوت دینا، ناجائز کام میں ناجائز روپیہ اٹھانے کے لیے مال صرف کرنا وغیرہ باتیں جو مقدمات میں کرنا پڑتی ہیں اور کرائی جاتی ہیں سب ناجائز و حرام و گناہ ہیں اور اس آیت سے ان سب باتوں کی ممانعت و حرمت ثابت ہوتی ہے، اور جان کر ان باتوں کا کرنا اور زیادہ گناہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جھگڑہ میں مدعی و مدعا علیہ سے فرمایا کہ میں آدمی ہوں اور تم میرے پاس مقدمہ لے کر آتے ہو اور بعض تم میں کا اپنی حجت بیان کرنے میں بعض سے زیادہ تیز و

www.waseemziyai.com

طرار ہوتا ہے تو میں اس کی حجت سن کر اس کے حق میں فیصلہ کرتا ہوں، پس جس شخص کے لیے اس کے بھائی کے ذرا سے (مال کا) حق کا فیصلہ کیا جائے تو وہ ہرگز اس کے لیے نہیں جس کا میں نے اس کے لیے حکم کیا ہے وہ آگ کا ٹکڑا ہے۔ پس اسی طرح وہ دونوں روئے اور ہر ایک نے کہا کہ میرا حق میرے صاحب کے لیے ہے (مدارک) اس کے لیے بخاری و مسلم کی روایت میں آیا ہے، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جس کے قبضے میں کسی کا مال ہو اور اس پر گواہ نہ ہو اور وہ انکار کرے اور حکام سے مقدمہ کرائے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ فلاں کا حق ہے اور وہ جان کر حرام کھاتا اور گناہ میں پڑتا ہے، یہی مجاہد و قتادہ و حسن وسدی وغیرہ سے روایت ہے کہ مقدمہ نہ کرے جب کہ وہ اپنے آپ کو ظالم جانتا ہے۔ پس یہ آیت یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ قضائے قاضی باطن میں نافذ نہیں ہوتی ظاہر میں ہوتی ہے اور حقیقت میں حکم حاکم کسی شی کو متغیر نہیں کرتا ہے جو شی نفس الامر میں حرام ہوگی وہ حلال نہ ہوگی اور جو حلال ہوگی وہ حرام نہ ہوگی۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ قضائے قاضی حرام کو تیرے لیے حلال نہ کرے گی اور نہ باطل کو تیرے لیے جائز کرے گی، قاضی تو آدمی ہے خطا بھی کرتا ہے اور صواب کو بھی پہنچتا ہے وہ تو جیسا ثبوت و شہادت اس کے سامنے گذرے گی اس کے موافق فیصلہ کرے گا (ابن کثیر)

(۳۱) شان نزول: حضرت معاذ بن جبل اور ثعلبہ ابن غنم نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے چاند کے متعلق دریافت کیا کہ یہ شروع میں ڈورے کی طرح باریک کیوں ظاہر ہوتا ہے پھر بڑھتے بڑھتے پورا ہو جاتا ہے پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ جیسا ظاہر ہوا تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے، سورج کی طرح ایک حالت پر کیوں نہیں رہتا ہے، اس میں کیا حکمت ہے، تو یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں اس کی حکمت بتائی گئی (سراج و بیضاوی) مطلب یہ ہے کہ اے محبوب لوگ تم سے نئے چاند کے بڑھنے پھر گھٹنے کی حکمت پوچھتے ہیں، تم ان سے فرما دو کہ وہ لوگوں کے لیے وقت پہچاننے اور پھر حج کرنے کی نشانیاں ہیں۔ اس سے حج کا وقت جانا جاتا ہے اور لوگ اپنی کھیتی باڑی اور تجارت وغیرہ کاموں کا وقت پہچانتے ہیں اور حمل و عدت و حیض و نفاس کے دن اور بچہ کو دودھ پلانے اور چھٹانے کی مدت شمار کرتے ہیں اور اس کی تاریخوں سے سال و ماہ بنتے، جنتریاں بنائی جاتی ہیں اور روزے رکھے جاتے ہیں، اگر وہ ایک حالت پر رہتا تو ان باتوں میں دقت پیش آتی اور کس ذریعہ سے اوقات پہچانتے، اور سال و ماہ کیسے مقرر کرتے۔ حاکم و عبدالرزاق کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاندوں کو لوگوں کے لیے اوقات پہچاننے کی علامت مقرر کیا ہے، پس چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو، اگر بادل ہو تو پورے تیس دن شمار کرو۔ یوں ہی اگر ۲۹ رمضان کو بادل ہو اور کہیں سے چاند کی خبر نہ آئے تو تیس روزے پورے کرو۔

تنبیہ: اَھِلّہ ہلال کی جمع ہے اور ہلال پہلی، دوسری، تیسری رات کے چاند کو کہتے ہیں پھر اس کو قمر کہتے ہیں، چاند کے حساب سے اوقات نکالنے کو علم توقیت کہتے ہیں۔ حضرت مترجم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس علم کے بھی ماہر تھے، ہر ماہ نقشۂ اوقات نماز بنا کر اپنی مسجد میں آویزاں کرایا کرتے تھے اور ہر سال جنتری ماہِ صیام جس میں اوقات سحر و افطار وغیرہ بہت سے شہروں کے ہوتے تھے چھپوا کر تقسیم کرایا کرتے تھے۔

www.waseemziyai.com

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ

اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ ف۳۲ اور اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں

وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ

اور حد سے نہ بڑھو اللہ پسند نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو۔ اور کافروں کو جہاں

ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ

پاؤ مارو اور انھیں نکال دو جہاں سے انھوں نے تمھیں نکالا تھا اور ان کا فساد تو

مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ

قتل سے بھی سخت ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک وہ تم سے

فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ

وہاں نہ لڑیں اور اگر تم سے لڑیں تو انھیں قتل کرو کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر

انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ

وہ باز رہیں تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور ان سے لڑو یہاں تک [کہ] کوئی فتنہ نہ رہے

وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾

اور ایک اللہ کی پوجا ہو پھر اگر وہ باز آئیں تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى

ماہ حرام کے بدلے ماہ حرام اور ادب کے بدلے ادب ہے تو جو تم پر زیادتی

عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

کرے اس پر زیادتی کرو اتنی ہی جتنی اس نے کی اور اللہ سے ڈرتے رہو

(۳۲) شانِ نزول: میں اس آیت کی مختلف روایات آئی ہیں، بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں احرام باندھنے کے بعد گھروں میں دروازے سے داخل ہونا گناہ خیال کرتے تھے اور ابتدائے اسلام تک یہی خیال رکھتے، اگر بعد احرام گھر میں جانے کی ضرورت ہوتی تو پچھواڑے سے دیوار پھاند کر داخل ہوتے اور اسے نیکی شمار کرتے (سراج) مطلب یہ ہے کہ یہ کچھ بھلائی نہیں ہے کہ تم حالت احرام میں گھروں کے اندر دروازے سے داخل نہ ہو پیچھے سے دیوار توڑ کر داخل ہو اور اسے نیکی اور بھلائی سمجھو بلکہ بھلائی تو پرہیزگاری میں ہے، اور حالت احرام میں گھروں میں دروازے سے داخل ہونے اور جاہلیت کا طریقہ ترک کرنے میں ہے، یا صاحب نیکی وہ ہے جو اللہ سے خوف کرے زمانۂ جاہلیت کی باتوں کو چھوڑے اور گھروں میں حالت احرام میں بھی دروازے سے داخل ہو اور اللہ سے ڈرو اس میں جو اس نے تمہیں کرنے نہ کرنے کا حکم فرماتا ہے تاکہ تم فلاح پاؤ۔

www.waseemziyai.com

وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾

اور ایک اللہ کی پوجا ہو پھر اگر وہ باز آئیں تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى

ماہ حرام کے بدلے ماہ حرام اور ادب کے بدلے ادب ہے تو جو تم پر زیادتی

عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

کرے اس پر زیادتی کرو اتنی ہی جتنی اس نے کی اور اللہ سے ڈرتے رہو

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا

اور جان رکھو کہ اللہ ڈر والوں کے ساتھ ہے۔ ف۳۳ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے

(۳۳) شان نزول: شروع اسلام میں مسلمانوں کو جدال وقتال کی اجازت نہ تھی بلکہ تحمل و برداشت کی ہدایت تھی۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ، پھر کفار کے مظالم سے تنگ ہونے پر انہیں ہجرت کا حکم فرمایا گیا تھا، اسی کے بموجب مسلمان حبشہ اور مدینہ کو ہجرت کر گئے تھے، جب مدینے سے سال حدیبیہ ایک ہزار چار سو مسلمان عمرہ کرنے کو نکلے تو مشرکین نے انہیں حدیبیہ پر روکا اور عمرہ کو نہ جانے دیا آخر کو اس پر صلح ہوئی کہ اس سال واپس جائیں اور اگلی سال آکر عمرہ وطواف کریں۔ تین روز مکہ ان کے لیے خالی کر دیا جائے گا۔ دوسرے سال حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج وقضائے عمرہ کی تیاری کی تو مسلمانوں کو اس امر کا خوف پیدا ہوا کہ کہیں مشرک اس سال بھی انہیں نہ روکیں اور اپنا وعدہ پورا نہ کریں اور ان سے حرم میں حرام کے مہینوں میں لڑیں کہ مسلمان زمانہ حج وحالت احرام میں لڑنا برا جانتے تھے پس یہ آیت نازل ہوئی (سراج) اور اس میں انہیں بطور مدافعت لڑنے کا حکم فرمایا گیا نہ خود ابتدا کرنے کا۔ یہ سب سے پہلی آیت ہے جس میں جہاد کا حکم فرمایا گیا ہے اور لڑائی میں سبقت نہ کرنے کا حکم اس آیت میں ہے وہ سورۂ برأۃ کی آیت سے منسوخ ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر کفار تم سے لڑیں تو تم بھی اللہ کی راہ میں اللہ کا دین پھیلانے اللہ کا بول بالا کرنے شرک وکفر مٹانے کے لیے ان سے لڑو مگر لڑائی میں حد سے زیادہ نہ بڑھو یعنی لڑائی میں پہل نہ کرو اور زیادتی نہ کرو، عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو نہ مارو، جو لڑنے کے قابل نہ ہو یا تم سے نہ لڑے اسے قتل نہ کرو، کھیتی باڑی وغیرہ باغ نہ اجاڑو (کمافی الحدیث) کہ اللہ حد سے بڑھنے والوں، زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے اور کفار کو حرم میں یا حل میں جہاں کہیں پاؤ مارو اور انہیں مکہ سے نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے کہ ان کا فتنہ وفساد شرک وکفر اور انہیں حج سے روکنا جرم اور احرام میں انہیں قتل کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے جسے تم برا سمجھتے ہو، اور مسجد حرام کے پاس احتراماً ان سے نہ لڑو جب تک کہ وہ تم سے وہاں نہ لڑیں، اور اگر وہ تم سے وہاں لڑیں تو تم بھی انہیں وہاں قتل کرو کہ کافروں کی یہی سزا ہے۔ ﴿جزاء سیئۃ مثلھا﴾ پھر اگر کفار شرک وکفر سے باز رہیں تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے، اور یہاں تک ان سے لڑو کہ فتنۂ شرک باقی نہ رہے اور ایک اللہ کی عبادت ہونے لگے، پھر اگر وہ شرک وکفر سے اور قتال فی الحرم سے باز آئیں تو ان پر زیادتی نہ کرو، ظالموں پر کرو کہ وہ مستحق ہیں۔ ماہ حرام کے بدلے ماہ حرام ہے اور ادب کے بدلے ادب ہے تو جو ماہ حرام میں حرم کے اندر حالت احرام میں تم پر زیادتی کرے اور اس کا ادب واحترام نہ کرے تم بھی اس پر اسی قدر زیادتی کرو۔ جس قدر اس نے تم پر زیادتی کی ﴿فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾ [النحل:۱۲۶] اور اس کا کچھ خیال نہ کرو کہ تم حرم میں ہو، احرام باندھے ہو، ماہ حرام ہے اور زیادتی کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ ڈر والوں کے ساتھ ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے

www.waseemziyai.com

تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾

ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بھلائی والے ہو جاؤ، بے شک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں۔ ف۳۴

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۭ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ

اور حج و عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو جو میسر آئے

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ

اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں

مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ

بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے تو بدلا دے روزے یا خیرات

اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۪ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا

یا قربانی پھر جب تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر

یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں اور جب انہوں نے یہ کہا تو ان کا جان و مال مجھ سے محفوظ ہو گیا سوائے حق (اسلام کے جو ان پر ثابت ہو) اور حساب اس کا اللہ پر ہے۔

تنبیہ: مسجد حرام سے کل حرم مراد ہے کہ اس میں قتال حرام ہے (مدارک وغیرہ) جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ آسمان و زمین پیدا ہونے کے وقت سے حرم میں کسی کے لیے لڑنا حلال نہیں ہوا مگر میرے لیے ایک ساعت کو حلال کیا گیا پھر وہ قیامت تک کے لیے حرام ہو گیا، اور حرم خانۂ کعبہ کے آس پاس کی زمین کو کہتے ہیں اور اس کے سوا سب حل ہے اور احرام حج و عمرہ کی نیت کرنے کو کہتے ہیں اور شہر حرام شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ، رجب ہیں، اور فتنہ سے شرک مراد ہے، یہی مجاہد، قتادہ، ضحاک، ربیع، عکرمہ، حسن وغیرہ سے مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جس سال حدیبیہ پر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روکے گئے تھے وہ چھٹی سال ہجرت کی تھی اور ذی قعدہ کا مہینہ تھا۔ امام احمد سے روایت ہے کہ حضور ماہِ حرام میں جہاد نہ کرتے مگر جب کہ کفار جہاد کرتے۔ اور ماہ حرام جب آجاتا تو ٹھہر جاتے (ابن کثیر) اور آیت میں فتنہ سے مراد فتنہ شرک ہے نہ فتنۂ غیر کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فتنہ کے بارے میں سوال کیا گیا، فرمایا: وہ مشرکین سے قتال ہے اور ان پر داخل ہونا فتنہ کو مٹانا ہے نہ ملک گیری کے لیے قتال کرنا (معالم)

(۳۴) شان نزول: اس کا یہ ہے کہ قسطنطنیہ کی لڑائی میں ایک شخص کفار کی صف میں اکیلا گھس کر جب وہ اسے پراگندہ کر کے نکلا تو لوگوں نے کہا کہ اس نے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالا، اس پر حضرت ابوایوب انصاری نے کہا کہ تم لوگ آیت کی غلط تاویل کرتے ہو یہ تو ہم گروہ انصار کے حق میں نازل ہوئی ہے جب کہ اللہ نے دین اسلام کو عزت دی اور قوی کر دیا تو ہم نے آپس میں کہا کہ اب ہم اہل و عیال میں جا کر رہیں اور اپنے مالوں کی اصلاح کریں تو یہ آیت نازل ہوئی، اس روایت کو بالفاظ مختلفہ ابوداؤد و ترمذی و نسائی وغیرہ نے ذکر کیا ہے، گویا جہاد کو ترک کر کے اہل و عیال میں جا کر رہنا ہلاکت میں پڑنا ہے۔ پس حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کے نزول کے بعد ہمیشہ جہاد کرتے رہے یہاں تک آخری جہاد ان کا قسطنطنیہ کا تھا جو زمانۂ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہوا اور اسی میں وہ شہید ہوئے اور وہیں دفن ہوئے، اور اسی شان نزول کو خطیب و بیضاوی نے اختیار کیا ہے اور اسی کی تائید ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث

www.waseemziyai.com

اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي

قربانی ہے جیسی میسر آئے پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں

الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذٰلِكَ

رکھے اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ یہ پورے دس ہوئے یہ

لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

حکم اس کے لیے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو

ع ۲۴ ۸ ۸ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ

اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ ف۳۵ حج کے کئی مہینے ہیں جانے ہوئے

سے ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ آخر کو اس امت کے لوگ جہاد چھوڑ کر دنیا کے کاروبار میں مشغول ہو جائیں گے تو ان کے دشمن ان پر غالب ہوں گے، پھر یہ لوگ بطریق کفارا اپنی حالت درست کرنے پر آمادہ ہوں گے اور اللہ کی قسم ان کی حالت کبھی درست نہ ہوگی جب تک کہ اپنے دین کے طریقہ کو اختیار نہ کریں، علاوہ اس کے اور روایات بھی اس کے شان نزول میں آئی ہیں جو ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کی ہیں۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ خدا کی راہ میں یعنی جہاد میں اپنی جان اور مال خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو، یا اپنے نفسوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو کہ جہاد ترک کرنا جہاد میں خرچ نہ کرنا اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑنا ہے کہ اس سے دشمن قوی ہو کر تمہیں ہلاک کرے گا، اور بھلائی کرو اللہ بھلائی کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

تنبیہ: بظاہر آیت کا حکم عام ہے، یعنی جو چیز باعث ہلاکت ہو اس میں نہ پڑو، مثلاً اکیلے دشمن کی صف میں نہ گھس جاؤ، آگ میں، دریا میں، کوئیں میں نہ کود پڑو، سانپ کے منہ میں انگلی نہ دو، درندہ کے سامنے نہ جاؤ، زہر وغیرہ مہلک چیز نہ کھاؤ، بغیر توشہ اور بغیر ہتھیار کے جہاد میں نہ جاؤ جیسا کہ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکیلے صف دشمن میں گھس جانے والے آدمی کو بلا کر یہ آیت سنائی اور خود ایک جہاد میں سخت سردی کی وجہ سے غسل نہ کیا اور تیمم سے نماز پڑھی پڑھائی، جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی اس پر حضور نے مسکرا کر صرف یہ فرمایا: اے فقیہ عمرو بن عاص، اس کے سوا اور کچھ نہ فرمایا (کمافی الصحاح) اس سے معلوم ہوا کہ ان کا اجتہاد صحیح تھا اور ان کے نزدیک آیت کا حکم عام تھا۔

(۳۵) چونکہ گزشتہ آیات میں روزوں اور جہاد کے احکام بیان کیے گئے تھے اور جہاد کی شان نزول میں حج وعمرہ کرنے پر صلح کی گئی تھی لہٰذا ان آیات میں حج وعمرہ کے بعض مسائل بیان کیے گئے اور باقی آئندہ آیات میں بیان ہوں گے، مطلب یہ ہے کہ اللہ کے لیے حج وعمرہ پورا کرو، اس کے تمام ارکان مع سنن ومستحبات کے ادا کرو، اگر کسی وجہ سے تم اسے پورا نہ کر سکو مثلاً دشمن حج کرنے سے روکے نہ ادا کرنے دے جیسا کہ سال حدیبیہ ہوا، یا کوئی مرض وغیرہ عذر لاحق ہو جس کی وجہ سے تم اسے پورا نہ کر سکو تو تم قربانی کے لیے اونٹ، گائے، بکری، دنبہ میں سے جو جانور میسر ہو وہ خانہ کعبہ بھیجو اور تم اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک کہ تمہاری قربانی کا جانور حرم میں قربان کی جگہ نہ پہنچ جائے، پھر جو تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں جوئیں پڑ جائیں، زخم لگ جائے یا سر میں درد ہو اور اس کی وجہ سے وہ احرام کے اندر سر منڈائے تو اس کے بدلے تین روزے رکھے یا نصف صاع گیہوں چھ مسکینوں میں صدقہ دے یا بکری ذبح کرے، ان تینوں باتوں میں سے جو اسے آسان ہو اس کا کرنا واجب ہے۔ حدیث میں ہے کہ کعب بن عجرہ سے حضور نے فرمایا: شاید تیرے سر میں جوئیں پڑ گئی

www.waseemziyai.com

ہیں، عرض کیا ہاں، فرمایا: سر منڈا دے اور تین روزے رکھ یا چھ مسکینوں کو کھانا دے یا بکری ذبح کر، کعب کہتے ہیں کہ یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی ہے (سراج) یوں ہی حالت احرام میں جو بغیر عذر سر منڈائے اس پر ان باتوں میں سے ایک کا کرنا واجب ہے اور جو سر منڈانے سے پہلے خوشبو یا تیل یا سلا ہوا کپڑا استعمال کرے اس کا بھی یہی حکم ہے (سراج) پھر جب تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے یعنی عمرہ سے فارغ ہو کر حج کی نیت کرے تو وہ قربانی کرے جیسی میسر آئے، پھر جسے قربانی کرنے کا مقدور نہ ہو یا مل نہ سکے تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے، ایام تشریق سے بچ کر اور سات روزے حج سے فارغ ہو کر، گھر آ کر یا راستے میں یا منیٰ سے لوٹ کر رکھے یہ پورے دس روزے ہوئے جن کا رکھنا واجب ہے، یہ حکم اس کے لیے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو احکام الٰہی کے کرنے میں اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے۔

تنبیہ: وَاَتِمُّوْا، میں اس طرف اشارہ ہے کہ عمرہ کو شروع کرنے کے بعد پورا کرنا لازم ہے اور مَحِلّه سے قربانی کی جگہ مراد ہے اور تلك عشرةٌ كاملة میں اس طرف اشارہ ہے کہ روزوں میں کمی زیادتی نہیں ہے، فَاِن احصرتم سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک صرف دشمن کا روکنا مراد ہے اور دوسروں کے نزدیک حصر عام ہے خواہ دشمن کے روکنے سے ہو یا مرض وغیرہ کسی عذر سے ہو کہ حدیث احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ میں مَنْ كَسَرَ اَوْ عَرَجَ اَوْ وَجَعَ اَوْ مَرَضَ آیا ہے۔ ہڈی ٹوٹنے یا لنگڑا ہونے یا سر میں درد ہونے یا بیمار ہونے سے حلال ہونا اور سال آئندہ قضا کرنا جائز ہے۔ یہی حضرت عبداللہ ابن مسعود اور ابن زبیر و علقمہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے، اور سفیان کہتے ہیں کہ ہر تکلیف دینے والی چیز سے احصار ہے (ابن کثیر) اور ﴿حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرة:۱۹۶] سے وہ لوگ مراد ہیں جو احرام باندھنے کی جگہ کے اندر رہتے ہوں۔

تنبیہ: یہاں بعض الفاظ کے اصطلاحی معنی بھی جان لینا چاہیے تاکہ آیت کا مطلب بخوبی سمجھ میں آجائے، حج افعال مخصوصہ کو کہتے ہیں اور وہ احرام باندھ کر طواف خانۂ کعبہ کرنا، عرفات میں ٹھہرنا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا اور حلق کا کرانا ہے۔ عمرہ میں یہ قید نہیں کہ ایام حج ہی میں ہو بلکہ سال میں جب چاہے کرے کہ علاوہ حج کے اس کا کرنا سنت ہے۔ ھدی اس جانور کو کہتے ہیں جو کسی حاجی کی طرف سے حرم میں قربانی کرنے کو بھیجا جائے جب کہ وہ احرام باندھنے کے بعد کسی عذر کی وجہ سے حج نہ کر سکے، احرام حج و عمرہ کی نیت کرنے کو کہتے ہیں، عمرہ احرام باندھ کر صرف طواف کعبہ کرنے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے بعدہٗ حلق کرنے کو کہتے ہیں، میقات احرام باندھنے کی جگہ کو کہتے ہیں جو ہر طرف سے آنے والے کے لیے علیحدہ علیحدہ مقرر ہیں۔ حج تین طرح ہوتا ہے: اول افراد یعنی صرف حج کے لیے احرام باندھنا اور پھر حج ادا کر کے احرام کھولنا۔ دوسرے قران، یعنی حج و عمرہ کے ساتھ احرام باندھنا اور مکہ پہنچ کر پہلے عمرہ کرنا پھر بغیر احرام کھولے ہوئے حج کرنا، یہ اگر قربانی پر قادر نہ ہو تو دس روزے رکھے۔ تین نویں ذی الحجہ تک اور سات حج سے فارغ ہو کر جیسا کہ آیت میں مذکور ہے۔ آیت میں تمتع سے یہی مراد ہے، ان تینوں میں افضل کون ہے اس میں اختلاف ہے، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک قران سنت و افضل ہے، اور کیفیت حج یہ ہے کہ احرام باندھنے کی جگہ پہنچ کر حج کا یا حج و عمرہ کا احرام باندھے پھر مکہ جا کر طواف کعبہ کرے جسے طواف قدوم کہتے ہیں، پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے، پھر آٹھویں ذی الحجہ کو منیٰ میں جائے، پھر نویں تاریخ عرفات میں جا کر ٹھہرے، پھر شام کو وہاں سے چل کر رات کو مزدلفہ میں رہے، پھر صبح کو وہاں سے چل کر دسویں کو منیٰ میں آ کر رمی جمار کرے، یعنی منارے کو کنکریاں مارے، پھر قربانی کر کے سر منڈائے یا بال کتروائے پھر جا کر طواف کرے جس کو طواف زیارت کہتے ہیں، پھر وہاں سے منیٰ میں آ کر دو یا تین روز تک رمی جمار کرے، ان میں بعض باتیں فرض ہیں اور بعض واجب اور بعض سنت ہیں جن کی تفصیل کتب فقہ میں کی گئی ہے بلکہ حضرت مترجم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج و زیارت کے مسائل مفصل طور سے اپنے رسالہ "انوار البشارہ فی مسائل الحج والزیارۃ" میں بیان فرمائے ہیں اور حج کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔

www.waseemziyai.com

فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ

تو جو ان میں حج کی نیت کرے تو نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو نہ کوئی گناہ نہ کسی سے جھگڑا

فِي الْحَجِّ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ

حج کے وقت تک اور تم جو بھلائی کرو اللہ اسے جانتا ہے ف۳۶ اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر

الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۝۱۹۷ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

توشہ پرہیزگاری ہے اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو! ف۳۷ تم پر کچھ گناہ نہیں

اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا

کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو تو جب عرفات سے پلٹو تو اللہ کی یاد

اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ

کرو مشعر حرام کے پاس اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی اور بے شک

(۳۶) یہ پہلی آیت کا تتمہ ہے اور اس میں حج وعمرہ کرنے کے مہینے بتائے گئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حج کے کئی مہینے مشہور و معروف ہیں تو جو شخص ان مہینوں میں حج کا احرام باندھے، تلبیہ کہے تو نہ ان میں عورتوں سے صحبت کا تذکرہ کرے نہ کوئی گناہ کی بات کرے نہ کسی سے لڑے جھگڑے کہ یہ باتیں حج میں کرنا ممنوع و گناہ ہیں، اور تم جو بھلائی اور نیک کام اس میں کرو گے جیسے صدقات و خیرات دینا، اچھی باتیں کرنا اللہ اسے جانتا ہے اس کی جزا تمہیں دے گا۔

تنبیہ: حج کے مہینے شوال و ذی قعدہ اور دس روز ذی الحجہ کے ہیں، یہی اکابر صحابہ اور تابعین سے مروی ہے، امام اعظم کے نزدیک دسواں دن بھی ایام حج میں داخل ہے اور ان ایام سے پہلے احرام باندھنا مکروہ ہے۔ اور افعال حج ادا کرنا صحیح نہیں ہے، اگر کسی نے کیے تو اسے پھر سے ایام حج میں افعال حج کرنا ہوں گے۔ اور رفث سے مراد عورتوں سے صحبت کرنا یا صحبت کی طرف مائل کرنے والی باتیں کرنا ہے اور فسوق سے بقول ابن عباس وغیرہ گناہ کی باتیں وغیرہ کرنا مراد ہیں یا گالیاں بکنا فحش کلامی کرنا مراد ہے کہ حدیث میں سباب المسلم فسوقٌ آیا ہے، ابن جریر کہتے ہیں کہ فسوق سے وہ باتیں مراد ہیں جن کے کرنے کی احرام میں ممانعت ہے، اور جدال سے ساتھیوں یا خدام کے ساتھ لڑنا جھگڑنا مراد ہے۔ حدیث میں ہے جس شخص نے حج کیا اور اس نے رفث و فسق نہ کیا وہ ایسا ہو گیا جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ حضرت جابر کی روایت میں ہے جس نے حج کیا اور مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہے اس کے پچھلے گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔

(۳۷) شان نزول: اس آیت کا بخاری اور ابوداؤد کی روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ یمن کے کچھ لوگ متوکل بن کر حج کو نکلے، جب مکہ پہنچے تو لوگوں سے سوال کرنے لگے اور لوگوں پر بھاری ہوئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بغیر توشہ کے حج کو جانے کی ممانعت فرمائی گئی۔ اکثر مفسرین نے اس کا یہی شان نزول لکھا ہے، مطلب یہ ہے کہ حج کو توشہ ساتھ لے کر جاؤ کہ لوگوں سے سوال نہ کرنا پڑے کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے یعنی سوال سے بچنا، اور کسی کے آگے سوال نہ کرنا پڑے اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو۔ ابن ابی حاتم نے مقاتل و ابن حبان سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو فقراء و مساکین میں سے ایک نے عرض کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) ہم ایسی چیز نہیں پاتے ہیں جسے زاد راہ بنائیں تو حضور نے فرمایا کہ اتنا زاد راہ لو کہ لوگوں سے مانگنا نہ پڑے۔

www.waseemziyai.com

كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ

تم اس سے پہلے بہکے ہوئے تھے ف۳۸ پھر بات یہ ہے کہ اے قریشیو! تم بھی وہیں سے پلٹو جہاں سے

النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ

لوگ پلٹتے ہیں اور اللہ سے معافی مانگو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ف۳۹ پھر جب

مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ

اپنے حج کے کام پورے کرچکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے ف۴۰ بلکہ اس سے زیادہ اور کوئی

النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ

آدمی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں دے، اور آخرت میں

مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً

اس کا کچھ حصہ نہیں۔ اور کوئی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں بھلائی دے

وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا

اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا ایسوں کو ان کی کمائی سے

كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِىْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ

بھاگ ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے ف۴۱ اور اللہ کی یاد کرو گنے ہوئے دنوں میں

النصف

(۳۸) شان نزول: بخاری وابوداؤد کی روایت میں ہے کہ مکہ معظمہ کے اطراف میں عکاظ ومجنہ وذوالمجاز تجارتی منڈیاں تھیں، اہل عرب سالانہ ان میں جمع ہوکر خرید وفروخت کرتے تھے مگر موسم حج میں اس سے پرہیز کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اللہ کو یاد کرنے کے دن ہیں نہ خرید وفروخت کرنے کے، اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ خیال باطل کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔ امام احمد وغیرہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک شخص نے آکر کہا کہ ہم مکہ کو کرائے پر سواریاں لاتے ہیں اور نیت حج بھی کرتے ہیں تو ہمارا حج صحیح ہوتا ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ حج صحیح نہیں ہوتا ہے، تو آپ نے فرمایا تمہارا حج صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک شخص نے ایسا ہی سوال کیا تھا اس پر حضور خاموش رہے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی، بہرحال آیت سے موسم حج میں تجارت کی رخصت ثابت ہوتی ہے مگر جو تجارت کرنا برا سمجھے اسے تجارت کرنا اولیٰ ہے کہ اس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور دوسرے کو تجارت نہ کرنا اولیٰ ہے، اگر کرنے تو گناہ نہیں، مطلب یہ ہے کہ تم پر موسم حج میں تجارت کرکے اللہ کا رزق تلاش کرنے میں کچھ گناہ نہیں ہے تو جب تم عرفات میں ٹھہر کر لوٹو تو رات کو مزدلفہ میں ٹھہر کر مشعر حرام کے پاس اللہ کو یاد کرو، تکبیر وتہلیل کہو اور اللہ کا ذکر کرو جس طرح تمہیں بتایا ہے اور بے شک تم ہدایت سے پہلے بہکے ہوئے تھے، یعنی اللہ کے ذکر کرنے کا طریقہ نہیں جانتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبل قزح کے پاس ٹھہرے اور صبح تک اللہ کا ذکر کرتے رہے۔ (مسلم)۔

تنبیہ: آیت سے ظاہر ہے کہ عرفات میں اور مزدلفہ میں ٹھہرنا واجب ہے اور عرفات کو عرفات اس لیے کہتے ہیں کہ وہاں

www.waseemziyai.com

حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت حوا کو پہچانا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں مناسک حج جانے تھے اور مزدلفہ اس لیے کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت حوا سے اس جگہ ملے تھے اور اس جگہ دو نمازیں ملا کر پڑھی جاتی ہیں (مدارک) ابن جریر و عوفی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روای کہ موسم حج میں خرید و فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ احرام سے پہلے ہو یا بعد کو۔ مجاہد و قتادہ و عکرمہ و سعید ابن جبیر وغیرہ کا بھی یہی قول ہے، اور عرفات و مزدلفہ میں ٹھہرنے کا وقت زوال یوم عرفہ سے یوم النحر کی صبح تک ہے، اور سوائے بطن عرنہ کے کل عرفات اور سوائے بطن محسر کے کل مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے، مشعر حرام سے جبل قزح مراد ہے جو آخر مزدلفہ میں پہاڑ ہے۔

(۳۹) شان نزول: چونکہ قریش ہمیشہ سے خانہ کعبہ کے مجاور و منتظم تھے اس کی کنجی ان کے سپرد تھی اس وجہ سے انہوں نے ہر بات میں اپنے لیے ایک امتیازی شکل قرار دے رکھی تھی اور اس میں دوسرے قبائل کی ہم سری کو اپنی بے عزتی خیال کرتے تھے، تمام قبائل عرب حج کے موقع پر عرفات میں جمع ہوا کرتے تھے مگر قریش ان کے ساتھ عرفات میں ٹھہرنے کو اپنی توہین خیال کرتے اور کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ ہیں، محافظ حرم ہیں، حرم سے باہر نہیں جائیں گے اور مزدلفہ ہی میں ٹھہر کر مکہ لوٹ آتے تھے (سراج وغیرہ) لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا اور سب کے ساتھ عرفات سے چلنے کا حکم فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ اے قریشیو! تم بھی وہیں سے لوٹو جہاں سے اور لوگ لوٹتے ہیں، یعنی تم بھی اوروں کی طرح عرفات میں ٹھہر کر مکہ میں آؤ اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو کہ یہ مقامات محل اجابت دعا و استغفار ہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ قریش اور ان کے ہم خیال مزدلفہ میں ٹھہرتے اور باقی سب عرب عرفات میں ٹھہرتے تھے۔ جب اسلام آیا تو اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ عرفات میں جائیں اور وہاں ٹھہریں پھر وہاں سے مکہ کو آئیں، یہی قول حضرت ابن عباس اور مجاہد و عطا و قتادہ و سدی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے، اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور اس پر اجماع نقل کیا ہے (ابن کثیر) اور بعض کے نزدیک سب مسلمانوں سے خطاب ہے۔

تنبیہ: اس آیت سے ثابت ہے کہ جماعت و جمہور مسلمین کی مخالفت نہ کرنی چاہیے اور ناس سے سائر عرب مراد ہیں، وفیہ اقوال اُخر۔

(۴۰) شان نزول: زمانہ جاہلیت میں لوگ حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں جمع ہوتے تھے اور تین روز تک اپنے باپ دادا کے فضائل اور خوبیاں اور جدال و قتال کے واقعات اور اپنی بہادری اور فتح مندی کا اظہار کیا کرتے تھے اور اپنے اپنے خاندان کی تعریفوں میں فصیح و بلیغ نظمیں اور قصائد پڑھتے تھے، جب مسلمان ہوئے تو انہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں باپ دادا کے ذکر کی جگہ اپنا ذکر کرنے، تکبیر و تہلیل و تسبیح اور حمد و ثنا کرنے کا حکم فرمایا، یعنی جب تم اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو منیٰ میں ٹھہر کر اللہ کا ذکر کرو جیسا کہ اپنے باپ دادا کا ذکر کیا کرتے تھے اور ان کے مفاخر اس میں بیان کیا کرتے تھے بلکہ باپ دادا کے ذکر سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرو اور مقصود اس سے کثرت ذکر الٰہی پر انہیں برانگیختہ کرنا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جیسے چھوٹا بچہ اپنے باپ کے سوا کسی کو یاد نہیں کرتا ہے ایسے ہی تم اللہ کے سوا اور کسی کو یاد نہ کرو (معالم)

(۴۱) شان نزول: پہلی آیت تو ان لوگوں کے متعلق ہے جو حج میں آ کر یوں دعا کرتے تھے کہ: الٰہی اس سال خوب پانی برسا، فراخ سالی کر، اولاد دے۔ اور دوسری آیت ان مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی جو حج میں آ کر دین و دنیا کی بہتری کی دعا کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں سے بعض تو وہ ہیں جو دنیا ہی میں اپنا حصہ مانگتے ہیں اور کہتے ہیں: اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں جو حصہ دینا ہے دیدے تو انہیں دنیا ہی میں دیا جاتا ہے اور آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں ہے، اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو دونوں جہاں کی بھلائی چاہتے ہیں اور کہتے ہیں اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے نعمتیں وغیرہ عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی دے جنت و رویت و شفاعت و مغفرت عطا فرما اور عذاب دوزخ سے بچا، ایسوں ہی کو ان کی کمائی سے حصہ ہے، یعنی یہی وہ لوگ ہیں جن کو ان کی کمائی کا، حج و دعاء وغیرہ اعمال کا ثواب ملے گا اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ آدھے دن میں تمام خلق کا حساب فرمائے گا، اور حسن کہتے ہیں کہ اللہ آنکھ مارنے سے بھی جلد حساب کرنے والا ہے۔

www.waseemziyai.com

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ

تو جو جلدی کرکے دو دن میں چلا جائے اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو رہ جائے تو اس پر گناہ نہیں،

لِمَنِ اتَّقٰى ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَمِنَ

پرہیزگار کے لیے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے۔ ف۴۲ اور بعض

النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ

آدمی وہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں اس کی بات تجھے بھلی لگے اور اپنے دل کی بات پر اللہ

عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي

کو گواہ لائے اور وہ سب سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔ اور جب پیٹھ پھیرے تو

الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ

زمین میں فساد ڈالتا پھرے اور کھیتی اور جانیں تباہ کرے اور اللہ فساد سے

تنبیہ: یہ مشرکوں اور مسلمانوں کی حالت کا بیان ہے اور اس میں مشرکوں کی مذمت اور مسلمانوں کی مدح ہے اور مقصود اس سے دونوں جہاں کی بھلائی چاہنے پر آمادہ کرنا ہے، اور حسنہ کی تفسیر میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی حسنہ سے نیک عورت اور آخرت کی حسنہ سے جنت مراد ہے، اور انہیں سے دوسری روایت میں ہے کہ دنیا کی حسنہ سے نیک عورت اور آخرت کی حسنہ سے حوریں مراد ہیں، اور عذاب نار سے بری عادت والی عورت مراد ہے۔ اور سدی کہتے ہیں کہ دنیا کی حسنہ سے حلال رزق اور آخرت کی حسنہ سے مغفرت وثواب مراد ہے، اور حسن کہتے ہیں کہ دنیا کی حسنہ سے علم وعبادت اور آخرت کی حسنہ سے جنت مراد ہے (سراج) بہرحال اس دعا میں یعنی ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾ الخ [البقرۃ:۲۰۱] میں دونوں جہاں کی بھلائی طلب کرنے کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے اور احادیث میں اس کی ترغیب دی گئی ہے۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ حضور کون سی دعا زیادہ پڑھا کرتے تھے تو انہوں نے کہا کہ رَبَّنَا اٰتِنَا الخ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن سائب سے راوی کہ انہوں نے رکن کے درمیان حضور کو یہی دعا پڑھتے سنا۔ ابن مردویہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں رکن پر نہیں گزرا مگر ایک فرشتہ کو ان پر آمین کہتے پایا پس جب تم اس پر گزرو تو رَبَّنَا اٰتِنَا الخ کہو (ابن کثیر)

(۴۲) شان نزول: زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ دو روز منیٰ میں ٹھہرتے اور رمی جمار کرنے کو واجب جانتے تھے اور تیسرے روز وہاں ٹھہرنے کو گناہ خیال کرتے تھے اور انہیں بعض لوگ تین روز منیٰ میں ٹھہرنا ضروری سمجھتے تھے، ان دونوں فرقوں کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی، مطلب یہ ہے کہ رمی جمار کرتے وقت اللہ کو تکبیر کے ساتھ یاد کرو۔ گنے ہوئے دنوں ایام تشریق میں، تو جو شخص جلدی سے رمی کرکے دو دنوں میں منیٰ سے چلا جائے اس پر کچھ گناہ نہیں ہے، اور جو تیسرے روز بھی رہے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں ہے۔ گویا انہیں منیٰ میں تین روز تک ٹھہرنے کا اختیار ہے، دو روز میں رمی جمار کرکے چلے جائیں یا تین روز ٹھہریں اور یہ گناہ کی نفی حج میں پرہیزگار کے لیے ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تمہیں اس کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

تنبیہ: ﴿اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ سے ایام تشریق مراد ہیں اور ذکر سے تکبیرات ایام تشریق مراد ہیں جو ہر نماز فرض کے بعد اور رمی جمار کے وقت کہنا چاہیے۔ حدیث میں ہے کہ یہ دن کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے ہیں (احمد ومسلم وغیرہ)

www.waseemziyai.com

الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ

راضی نہیں۔ اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر، تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی

فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ

ایسے کو دوزخ کافی ہے اور وہ ضرور بہت برا بچھونا ہے۔ ف۴۳ اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے

ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اللہ کی مرضی چاہنے میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔ ف۴۴ اے

اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ

ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ

بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور اگر اس کے بعد بھی بچلو کہ تمہارے پاس روشن

الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ

حکم آچکے تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ کاہے کے انتظار میں ہیں مگر یہی کہ

(۴۳) شان نزول: اس کا اَخنس ابن شریق ہے کہ وہ بہت خوب صورت اور شیریں کلام تھا۔ بظاہر مسلمان ہو گیا تھا اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ سے تقرب بڑھانے کے لیے میٹھی میٹھی باتیں کرتا اور کہتا کہ میں تو مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا دوست ہوں مگر باطن میں سخت منافق تھا۔ ایک رات حضور کے پاس سے لوٹ کر جا رہا تھا راستے میں جو مسلمانوں کے کھیت اور گدھے نظر پڑے تو کھیتوں میں آگ لگا دی اور گدھوں کی کوچیں کاٹ دیں (سراج وجلال) انہیں واقعات کو ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے مگر آیات کا حکم عام ہے، مطلب یہ ہے کہ بعض آدمیوں میں سے وہ آدمی ہے جس کی بات تمہیں دنیا کی زندگی میں اچھی معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنا قول باور کرانے کو اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ بناتا ہے، یعنی اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ وہ تمہیں اور مسلمین کو اور اسلام کو دوست رکھتا ہے حالانکہ وہ سب سے زیادہ تم سے اور تمہارے پیروؤں سے زیادہ جھگڑا کرنے اور دشمنی رکھنے والا ہے، اور جب وہ تمہارے پاس سے جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلاتا پھرتا ہے اور کھیتوں کو اور جانوں کو ہلاک کرتا ہے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا، اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر فساد پھیلانے میں تو اسے اور ضد چڑھتی ہے گناہ کرنے کی بوجہ کفر کے، ایسے شخص کے لیے دوزخ کافی ہے اور وہ ضرور بہت بُرا بچھونا ہے۔

تنبیہ: ﴿اَلَدُّ الْخِصَامِ﴾ [البقرۃ:۲۰۴] سے حسن کے نزدیک جھوٹا قول مراد ہے، اور قتادہ کے نزدیک گناہ میں سخت ہونا باطل پر اڑنا جھگڑنا مراد ہے، حدیث میں آیا ہے کہ مبغوض تر لوگوں کا اللہ کے نزدیک سخت جھگڑالو ہے (بخاری وسراج) اس آیت سے چند باتوں کی ممانعت نکلتی ہے: اول جھوٹی بات پر اللہ کو گواہ بنانا اس کی تائید کے لیے خدا کی قسم کھانا گناہ ہے۔ دوسرے ناحق جھگڑنے والا آدمی برا ہے اللہ کو مبغوض ہے۔ تیسرے کسی کی کھیتی باڑی وغیرہ کو اجاڑنا، جانوروں کو ہلاک کرنا ظلم ہے اور اپنے مال کو تلف و برباد کرنا حرام ہے۔ چوتھے زمین پر فتنہ وفساد پھیلانا جائز نہیں، اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا ہے۔

(۴۴) شان نزول: یہ آیت صہیب ابن سنان کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ جب وہ مکہ سے مدینے کو ہجرت کر کے چلے تو مشرکین نے انہیں راستے میں گھیرا تو انہوں نے سواری پر سے اتر کر ترکش سے تیر نکالا اور کفار سے کہا تم جانتے ہو کہ میں مشہور تیر انداز

www.waseemziyai.com

يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ

اللہ کا عذاب آئے چھائے ہوئے بادلوں میں اور فرشتے اتریں اور کام ہو چکے

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ ع ۲۵

اور سب کاموں کی رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔ بنی اسرائیل سے پوچھو ہم نے کتنی روشن

اٰيَةٍ بَيِّنَةٍ ۭ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُ فَاِنَّ

نشانیاں انہیں دیں اور جو اللہ کی آئی ہوئی نعمت کو بدل دے تو بے شک

اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ

اللہ کا عذاب سخت ہے۔ ف۴۵ کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی آراستہ کی گئی ف۴۶ اور مسلمانوں

ہوں جب تک میرے پاس تیر رہیں گے تیروں سے مقابلہ کروں گا پھر تلوار سے کام لوں گا، جب تھک جاؤں گا تو تم مجھے پکڑ سکو گے، اس درمیان میں تمہارے سینکڑوں آدمی مارے جائیں گے، بہتر یہ ہے کہ تم مجھے جانے دو اور اگر مال کی ضرورت ہے تو مکہ میں فلاں فلاں کے پاس میرا مال ہے وہ تم جا کر لے لو کفار اس پر راضی ہو کر مکہ واپس گئے اور وہ مدینے کو چل دیے تو حضور پر یہ آیت نازل ہوئی اور آپ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا گیا، حضور نے ارشاد فرمایا صہیب نے بڑے نفع کی تجارت کی ہے اور ادھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جماعت صحابہ کے ساتھ ان کے استقبال کو گئے اور ان سے مل کر کہا کہ تمہاری تجارت بہت نفع کی ہوئی تو انہوں نے کہا کہ بتاؤ تو کیا بات ہے خدا تمہاری تجارت میں بھی نفع دے، لوگوں نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھ کر کہا کہ یہ تمہارے حق میں نازل ہوئی ہے، اور بعض نے کہا کہ وہ زبیر و مقداد کے حق میں اتری اور بعض نے کہا کہ وہ ہر مجاہد کے حق میں ہے (سراج و ابن کثیر) مطلب یہ ہے کہ بعض لوگوں میں سے وہ شخص ہے جو اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان بیچتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔

۴۵ ۔ شان نزول: بقول عکرمہ یہ آیت ایک گروہ یہود کے حق میں نازل ہوئی جو اسلام لے آئے تھے اور انہوں نے حضور سے یوم سبت کی تعظیم کرنے اور رات کو تورات پڑھنے کی اجازت چاہی تھی تو انہیں شعائر اسلام قائم کرنے اور ان میں مشغول ہونے کا حکم ہوا تھا (ابن کثیر) مطلب یہ ہے اے ایمان والو! تم اسلام میں پورے داخل ہو یعنی اس کی تمام باتوں پر عمل کرو اور اس کے سوا کسی شریعت پر عمل نہ کرو اور شیطان کے قدموں پر مت چلو، یعنی اس کے طریقوں پر مت چلو اس کی پیروی مت کرو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور دشمن کی باتوں پر چلنا موجب ہلاکت ہے، اور اگر اسلام کی حقانیت بدلائل واضحہ معلوم ہو جانے کے بعد بھی تم اس سے ہٹے، اس کی تمام باتوں کو اختیار نہ کیا تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے اور ان سے اس کا بدلہ لے گا اور سزا دے گا، نہیں انتظار کرتے ہیں یہ لوگ مگر اس کا کہ اللہ کا عذاب چھائے ہوئے بادلوں میں ان پر آئے اور فرشتے اتریں اور حکم ہو چکے ان کی ہلاکی کا اور اللہ ہی کی طرف آخرت میں سب کام لوٹیں گے۔ اے محبوب! بنی اسرائیل سے انہیں شرمندہ اور چپ کرنے کے لیے پوچھو کہ ہم نے انہیں کتنی نشانیاں دیں مگر انہوں نے کفر کیا، جو اللہ کی آئی ہوئی نعمت کو بدلے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

تنبیہ: اس آیت میں ان لوگوں کے لیے سخت تہدید و وعید ہے جو اسلام میں داخل نہیں ہوتے ہیں یا پورے طور سے داخل نہیں ہوتے ہیں۔ اور ابن عباس و قتادہ و سدی و عکرمہ وغیرہ نے اسلام مراد لیا ہے اور اسی کو اکثر مفسرین نے اختیار کیا ہے۔ بغوی کہتے ہیں کہ اس قسم کی آیات کے ظاہر پر ایمان لانا چاہیے اور انکی تاویل میں نہ پڑنا چاہیے، اسی پر ائمہ سلف اور علمائے اہل سنت کا عمل ہے۔

(۴۶) شان نزول: یہ آیت ابو جہل وغیرہ مالدار مشرکین کے حق میں نازل ہوئی جو اپنے مال و دولت پر اتراتے اور غریب

www.waseemziyai.com

مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ

سے ہنستے ہیں اور ڈر والے ان سے اوپر ہوں گے قیامت کے دن اور خدا

مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۲۱۲ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ فَبَعَثَ اللّٰهُ

جسے چاہے بے گنتی دے۔ لوگ ایک دین پر تھے پھر اللہ نے

النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

انبیا بھیجے خوش خبری دیتے اور ڈر سناتے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری

لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ

کہ وہ لوگوں میں ان کے اختلافوں کا فیصلہ کردے اور کتاب میں اختلاف انھیں نے ڈالا

اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ

جن کو دی گئی تھی بعداس کے کہ ان کے پاس روشن حکم آچکے آپس کی سرکشی سے تو اللہ نے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ

ایمان والوں کو وہ حق بات سوجھا دی جس میں جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے، اور اللہ جسے

يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۲۱۳ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا

چاہے سیدھی راہ دکھائے۔ کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی

مسلمانوں پر ہنستے تھے، یا عبداللہ ابن ابی کے یا بنو قریظہ و بنو نضیر کے سرداروں کے متعلق نازل ہوئی جو دولت و ریاست کے نشہ میں غربائے مسلمین مہاجرین کو حقیر سمجھتے اور ان کی ہنسی مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) انہیں لوگوں کے ساتھ غالب ہونے کا گمان رکھتے ہیں (معالم) بہر حال آیت سے عام مال دار کفار مراد ہیں جو دنیوی ثروت و جاہ و مال و دولت کے گھمنڈ میں مفلس مسلمانوں کو ستاتے اور ان کی ہنسی اڑاتے تھے، مطلب یہ ہے کہ کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی آراستہ کی گئی پس وہ اسے پسند کرتے ہیں اور مسلمانوں پر ان کے فقر و افلاس کی وجہ سے ہنستے ہیں اور دنیاوی مال و دولت کی وجہ سے وہ اپنے کو ان سے بلند مرتبہ خیال کرتے ہیں حالانکہ اللہ سے ڈرنے والے شرک سے بچنے والے قیامت کے دن ان سے اوپر کے درجہ میں ہوں گے یعنی اعلیٰ علیین میں اور کفار اسفل السافلین میں ہوں گے۔ اللہ دنیا و آخرت میں جس کو چاہتا ہے بے گنتی روزی دیتا ہے۔

تنبیہ: اس آیت میں اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوا سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک عبداللہ ابن مسعود، عمار ابن یاسر وصہیب و بلال و خباب وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مراد ہیں۔

(۴۷) پہلی آیتوں میں بیان کیا گیا تھا کہ کفار دنیا کی چیزوں کو پسند کرتے ہیں اور ان کے حصول کے باعث، عزت اور برتری خیال کرتے ہیں اور نادار و غریب مسلمانوں کو اس کی وجہ سے حقیر سمجھتے اور ان پر ہنستے ہیں، ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار روزی رزق عطا فرماتا ہے اس میں مومن و کافر کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ ان آیتوں میں فرمایا گیا ہے کہ کفر ایک عارضی شی ہے اصل

www.waseemziyai.com

میں تو سب ایک دین فطری پر موحد پیدا کیے گئے ہیں، جب دنیا کی آراستگی اور خواہشات نفسانی نے ان پر غلبہ کیا اور شیطان نے انہیں ورغلایا تو وہ کفر وشرک میں مبتلا اور دین فطری سے برگشتہ ہوئے، مطلب یہ ہے کہ پہلے سب لوگ ایک دین پر تھے پھر مختلف ہوئے۔ بعض ایمان پر قائم رہے اور بعض کافر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف انبیائے کرام بھیجے جو مومنین کو جنت کی خوشخبری دیتے اور کافرین کو دوزخ کا ڈر سناتے تھے اور سچی کتاب اتاری کہ وہ لوگوں میں ان کے دینی اختلاف کا فیصلہ کردے، اور کتاب میں اختلاف روشن حکم آنے کے بعد آپس کی سرکشی اور حسد سے انہیں لوگوں نے ڈالا جن کو کتاب دی گئی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے حکم سے وہ حق بات سمجھادی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

تنبیہ: کتاب سے جنس کتاب مراد ہے اور لِيَحْكُمَ سے اللہ یا کتاب یا نبی مراد ہے، تفتازانی نے ثانی کو ترجیح دی ہے اور ابن حبان نے اول کو ترجیح دی ہے۔ اور یہ معنی کیے ہیں کہ اللہ نے کتاب اتاری تا کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں میں فیصلہ کرے اور امة واحدة کی تفسیر میں ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ ذریت آدم علیہ السلام مراد ہے جو روز میثاق ان کی پشت سے ظاہر کی گئی تھی اور اس سے اقرار ربوبیت لیا گیا تھا۔ بعد آدم علیہ السلام کے وہ مختلف ہوئی اور اس کے بعد وہ کبھی امة واحدہ نہیں ہوئی، اور کلبی کہتے ہیں کہ اس سے کشتی نوح کے لوگ مراد ہیں جو مومن تھے اور بعد وفات نوح علیہ السلام مختلف ہوئے۔ قتادہ وعکرمہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک سب لوگ ایک دین اسلام پر تھے پھر وہ مختلف ہوئے تو اللہ نے نبی بھیجے اور سب سے پہلے نوح علیہ السلام بھیجے گئے۔ ابن جریر نے بذریعہ قتادہ و عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کی ہے کہ آدم ونوح علیہما السلام کے درمیان دس قرن گذرے ہیں جن میں سب لوگ امة واحدة یعنی ایک شریعت حقہ پر تھے پھر ان میں اختلاف ہوا تو اللہ نے انبیا بھیجے یہی مجاہد کا قول ہے (سراج وابن کثیر) فائدہ: امام احمد کی روایت میں ہے کہ کل انبیا (تقریباً) ایک لاکھ چوبیس ہزار آئے جن میں تین سو تیرہ رسول تھے اور قرآن کریم میں پچیس مذکور ہیں اور مع ذو القرنین وعزیر ولقمان (علیہما السلام) کے بعض کہ نزدیک نبی ہیں، اٹھائیس ہوتے ہیں (سراج) بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اس کا ربط آیت ﴿اُدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ [البقرة:۲۰۸] سے ہے تو یہ معنی ہوں گے کہ جو لوگ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے وہ ایک دین ومذہب پر تھے پھر وہ ظلم وحسد کی وجہ سے مختلف ہوئے تو اللہ نے ان کی ہدایت کے لیے اور ان کے اختلافات مٹانے کے لیے انبیا بھیجے جو بعد موسیٰ علیہ السلام کے آئے اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی جیسے زبور حضرت داؤد پر، توراۃ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تا کہ یہ کتاب ان کے اختلافات کا فیصلہ کردے، یہ قول نظم قرآن کے مطابق ہے اور ماقبل ومابعد کے موافق ہے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے سوائے اس کے کہ ناس کو ایک قوم کے ساتھ مخصوص کرنا ہوگا جو خلاف ظاہر ہے مگر وہ الف لام عہدی ماننے سے زائل ہوگا (کبیر) اور ان کا اختلاف یہ تھا کہ یہود، نصاریٰ کے متعلق کہتے تھے کہ وہ کسی دین پر نہیں ہیں اور نصاریٰ یہود کے متعلق کہتے تھے کہ وہ کسی دین پر نہیں ہیں اور ہر ایک نے اپنا اپنا قبلہ الگ کرلیا تھا۔ یہود نے بیت المقدس کو اور نصاریٰ نے بیت اللحم کو اپنا قبلہ مقرر کیا تھا علاوہ اس کے اور بھی بہت سی دینی باتوں میں مختلف اور متفرق ہوگئے تھے اور یہ تفرقہ اور اختلاف دلائل واضحہ آنے کے بعد ہوا تھا جیسا کہ دوسری آیت سے مفہوم ہو رہا ہے ﴿وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾ [البینة:۴] یعنی اہل کتاب دلائل آنے کے بعد مختلف ومتفرق ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے مومنین کو ہدایت فرمائی اور اہل کتاب کے اختلاف سے انہیں محفوظ رکھا اور فرمایا ﴿فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ﴾ [البقرة:۲۱۳] یعنی جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے تھے اس سے اللہ نے مسلمانوں کو بچایا اور حق کی طرف ہدایت فرمائی۔ حدیث میں ہے کہ پچھلے قیامت کے دن پہلے ہوں گے، اور ہم سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے سوائے اس کے کہ اہل کتاب ہم سے پہلے کتاب دیے گئے اور ہم ان کے بعد دیے گئے پس وہ جن باتوں میں اختلاف رکھتے تھے ان میں اللہ نے ہمیں ہدایت فرمائی۔ آج کا دن (جمعہ) وہ ہے جس کی طرف اللہ نے ہمیں ہدایت فرمائی اور لوگ اس میں ہمارے تابع ہیں اور کل (ہفتہ) یہود کے لیے ہے اور

www.waseemziyai.com

يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ

تم پر اگلوں کی سی روداد نہ آئی پہنچی انھیں سختی اور شدت

وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ

اور ہلا ہلا ڈالے گئے یہاں تک کہ کہہ اٹھا رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے: کب آئے گی اللہ کی

اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ

مدد سن لو! بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔ ۴۸ تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں؟ تم فرماؤ

مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ

جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں

پرسوں (اتوار) نصاریٰ کے لیے ہے۔ اور ابن زید کہتے ہیں کہ انہوں نے جُمُعَہ میں اختلاف کیا یعنی یہود نے ہفتہ اور نصاریٰ نے اتوار اختیار کیا اور ہمیں اللہ نے جُمُعَہ کی طرف ہدایت فرمائی اور وہ قبلہ میں مختلف ہوئے، یہود و نصاریٰ نے بیت المقدس کا استقبال کیا ہمیں اللہ نے قبلہ کی ہدایت فرمائی۔ اور وہ نماز میں مختلف ہوئے کسی نے اس میں صرف رکوع کیا، سجدہ نہ کیا اور کسی نے صرف سجدہ کیا رکوع نہ کیا اور کوئی اس میں چلتا پھرتا باتیں کرتا ہے، پس ہمیں اللہ نے ہدایت فرمائی (اور نماز کی کیفیت و کیفیت بتائی) اور وہ روزوں میں مختلف ہوئے بعض نے ان میں سے آدھے تہائی دن روزہ رکھا اور بعض نے کھانوں سے روزہ رکھا پس اللہ نے ہمیں ماہ رمضان کی ہدایت فرمائی (اور روزہ کی کیفیت و کیفیت بتائی) اور وہ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں مختلف ہوئے، یہود نے کہا وہ یہودی تھے اور نصاریٰ نے کہا وہ نصرانی تھے اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے حق کی طرف راہ دکھائی کہ انہیں حَنِيْفًا مُّسْلِمًا بتایا، ﴿مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا﴾ [آل عمران: ۶۷] فرمایا اور یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اختلاف کیا، یہود نے انہیں جھٹلایا اور ان کی والدہ ماجدہ پر بہتان عظیم رکھا اور نصاریٰ نے انہیں خدا اور خدا کا بیٹا بتایا پس ہمیں اللہ نے ہدایت فرمائی کہ انہیں روح اللہ اور کلمۃ اللہ فرمایا (ابن کثیر)

(۴۸) اس آیت میں مسلمانوں کو مالی و جسمانی تکالیف پر صبر و تحمل کرنے اور دنیوی ناکامی پر ثابت قدم رہنے بددل نہ ہونے کی ہدایت فرمائی گئی ہے اور انہیں تسکین دی گئی ہے کہ وہ گھبرائیں نہیں۔

شان نزول: قتادہ و سدی کہتے ہیں کہ یہ آیت غزوۂ خندق کے متعلق نازل ہوئی ہے جب کہ مسلمان دشمنوں کے خوف اور تنگدستی اور محنت و مشقت اور سردی وغیرہ ہر قسم کی تکلیفوں اور اذیتوں میں گھرے ہوئے تھے، پریشان تھے اس وقت مسلمانوں کو تسکین دینے اور اطمینان دلانے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی (سراج وغیرہ) مطلب یہ ہے کہ کیا تم اے مسلمانو! اس گمان میں ہو کہ بغیر آزمائے اور تکلیف اٹھائے جنت میں چلے جاؤ گے، اور ابھی تم پر اگلے نبیوں اور مسلمانوں کی سی سختی اور مصیبت نہیں آئی ہے جو انہیں سختی اور شدت بھوک اور مرض کی سختی تھی اور ہلا ہلا ڈالے گئے تھے اور وہ طرح طرح کی بلاؤں اور خوفِ دشمن سے یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں نے کہا کہ اللہ کی مدد کب آئے گی جس کا وعدہ اللہ نے کیا ہے تاکہ ہماری سختی دفع ہو، پس وہ اللہ کی طرف سے جواب دیے گئے کہ سنو، اللہ کی مدد حسب وعدہ قریب آنے کے ہے۔

www.waseemziyai.com

وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

اور راہ گیر کے لیے ہے اور جو بھلائی کرو بے شک اللہ اسے جانتا ہے ف۴۹

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا

تم پر فرض ہوا خدا کی راہ میں لڑنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگے

وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو، اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ

يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ ع ۲۶ ۱۰

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ف۵۰ تم سے پوچھتے ہیں ماہ حرام میں

(۴۹) شان نزول: اس کا بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ ہے کہ عمرابن جموح انصاری نے جو ایک بوڑھے مالدار آدمی تھے نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے پوچھا کہ ہم مال میں سے کیا خرچ کریں اور کس کو دیں، اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی (سراج) مطلب یہ ہے کہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں اے محبوب کیا خرچ کریں، تم ان سے فرمادو کہ جو کچھ مال تم نیک کاموں میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافر کے لیے ہے اور یہی اس کے مستحق ہیں اور تم جو بھلائی کرو گے بے شک اللہ اسے جانتا ہے اس کی جزا تمہیں دے گا۔

تنبیہ: یہ آیت بقول حسن صدقات نافلہ کے متعلق ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ زکوٰۃ سے منسوخ ہے، صحیح اول ہے کہ زکوٰۃ ماں باپ کو نہیں دی جاتی۔

(۵۰) گزشتہ آیت میں خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کا حکم فرمایا گیا تھا اس آیت میں جان قربان کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے، کیونکہ قوم کی بقا اور دینی قیام جان و مال کی قربانی پر منحصر ہے، ابتدا میں تحمل و برداشت کا مسلمانوں کو حکم تھا پھر مدینے میں انہیں مدافعت کرنے کا حکم ہوا، اب انہیں کفار سے مطلق جہاد کا حکم فرمایا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم پر کفار سے خدا کی راہ میں جہاد کرنا فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں مشقت کی وجہ سے طبعاً ناگوار ہے اور قریب ہے کہ تمہیں کوئی بات بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو کہ بظاہر بعض چیزوں کی طرف بخواہش نفس طبیعت مائل ہوتی ہے اور باطن میں وہ موجب ہلاکی اور نقصان دہ ہوتی ہیں، اور بعض چیزوں میں بظاہر محنت و مشقت ہوتی ہے ان سے طبیعت بھاگتی ہے حالانکہ باطن میں وہ چیزیں ان کے لیے نافع اور موجب بقاو قیام ہوتی ہیں۔ یونہی قتال میں بظاہر محنت و مشقت ہے اس لیے برا معلوم ہوتا ہے مگر باطن میں وہ ان کے حق میں بہتر ہے کہ اس میں بہت بڑا اجر و ثواب ہے، مال غنیمت ملتا ہے، کفار پر غلبہ حاصل ہوتا ہے، اور اس کا ترک بظاہر اچھا معلوم ہوتا ہے مگر باطن میں بہت برا ہے کہ اس میں غلبۂ کفار ہے جو موجب ذلت و خواری اور غلامی اور اجر سے محرومی ہے، اس برائی بھلائی کو اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے ہو۔ پس تم اپنی رائے پر مت چلو اور ظاہری حالات نفع نقصان کو نہ دیکھو بلکہ اللہ کے حکم پر فوراً عمل کرو کہ اس میں تمہاری بہتری اور فلاح ہے۔

تنبیہ: جہاد فرض کفایہ ہے اگر غلبۂ کفار نہ ہو ورنہ فرض عین ہے اور ﴿عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا﴾ الخ [البقرۃ:۲۱۶] معنی عام ہے۔ ہر بات اس میں داخل ہے۔

www.waseemziyai.com

قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

لڑنے کا حکم تم فرماؤ اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا

وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۫ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ

اور اس پر ایمان نہ لانا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے بسنے والوں کو نکال دینا اللہ کے نزدیک

عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ

یہ گناہ اس سے بھی بڑے ہیں اور ان کا فساد قتل سے سخت تر ہے اور ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے

حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ

یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر بن پڑے اور تم میں جو

مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہوکر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

دنیا میں اور آخرت میں (الف) اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں [اس میں]

خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ

ہمیشہ رہنا۔ ف۵۱ وہ جو ایمان لائے اور وہ جنھوں نے اللہ کے لیے اپنے گھر بار چھوڑے اور

(۵۱) شان نزول: اس کا یہ ہے کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مختصر دستہ فوج کا بسرداری عبداللہ ابن جحش بطن نخلہ کی طرف روانہ کیا، راستہ میں ایک قریشی قافلہ سے ان کا مقابلہ ہوا، اس لڑائی میں عمر بن حضرمی مارا گیا، یہ رجب کا آخری دن تھا۔ صحابہ اسے ۳۰ر جمادی الآخرہ سمجھتے تھے اس پر کفار نے اعتراض کیا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنے صحابہ کو محترم مہینوں میں لڑنے کی اجازت دیتے ہیں، ماہ حرام کی حرمت کا بھی لحاظ نہیں کرتے ہیں، مسلمانوں نے حضور سے آکر ان چاروں مہینوں میں لڑنے کا حکم پوچھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور جب یہ نازل ہوئی تو عبداللہ ابن انیس نے مومنین مکہ کو لکھا کہ اگر مشرک تمہیں ماہ حرام میں لڑنے کی غیرت دلائیں، طعنہ دیں تو تم انہیں مکہ سے مسلمانوں کو نکالنے اور اس میں نہ جانے دینے اور شرک کرنے کی شرم دلاؤ طعنہ دو (سراج) یوں ہی سدی نے ابن عباس و ابن مسعود سے روایت کی ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) (ابن کثیر) مطلب یہ ہے کہ اے محبوب تم سے اگر حرام کے مہینوں میں لڑنے کا حکم پوچھتے ہیں تو تم ان سے فرماؤ کہ اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے یعنی خدا کے دین سے لوگوں کو روکنا اور اللہ پر ایمان نہ لانا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے بسنے والوں کو وہاں سے نکالنا یعنی مکہ جانے سے مسلمانوں کو روکنا اور وہاں سے انہیں نکال دینا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور ان کا فساد شرک ماہ حرام میں قتل سے بھی بڑھ کر ہے، اور وہ کفار ہمیشہ تم سے اے مسلمانو لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر پھیر سکیں، اور تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہوکر مرے تو ان لوگوں کا کیا کرایا اکارت گیا، یعنی ان کے نیک اعمال برباد ہوئے دنیا و آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

www.waseemziyai.com

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

اللہ کی راہ میں لڑے وہ رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ق۵۲

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ

تم سے شراب اور جوے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ دنیوی

لِلنَّاسِ ز وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ ؕ

نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے ق۵۳ اور تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں

قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ﴿۲۱۹﴾

تم فرماؤ جو فاضل بچے اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان کرتا ہے کہ کہیں تم

تنبیہ: مرتد ہونا، دین سے پھر جانا، تمام اعمال صالحہ کو مطلقاً باطل کر دیتا ہے، اُن کا کوئی اجر وثواب نہیں ملتا ولا یزالون میں عداوت کفار کے دائمی ہونے کی خبر دی گئی ہے۔

(۵۲) شان نزول: جب گزشتہ آیت میں عبداللہ بن جحش وغیرہ کو یعنی رجب کی پہلی تاریخ میں لڑنے والوں کو گناہ سے بری فرمایا گیا تو انہوں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا یہ لڑائی ہماری جہاد ہوگی تو یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کے لیے اپنے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں دین بلند کرنے کے لیے اور رحمت وثواب الٰہی کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے مسلمانوں پر۔

(۵۳) شان نزول: جب حضرت امیر المومنین فاروق اعظم اور معاذ بن جبل وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ شراب سے عقل جاتی رہتی ہے اور جوئے سے مال برباد ہوتا ہے ہمیں ان کے متعلق حکم دیجیے کہ ہم کیا کریں، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (معالم) مطلب یہ ہے کہ اے محبوب؟ شراب اور جوئے کے متعلق لوگ پوچھتے ہیں، تم ان سے فرمادو کہ ان دونوں میں تمہارے لیے بڑا گناہ ہے، ان کے سبب لڑائی جھگڑا گالی گلوچ اور فحش باتیں سرزد ہوتی ہیں اور لوگوں کے لیے ان میں کچھ دنیاوی نفع بھی ہے کہ شراب سے لذت وفرحت وسرور حاصل ہوتا ہے اور جوئے سے بے محنت ومشقت مال ملتا ہے، اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔

تنبیہ: نفع سے مراد لذت وفرح ہے نہ شفا کہ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ اللہ نے جو چیز حرام فرمائی ہے اس میں شفا نہیں ہے، اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ شراب دوا نہیں ہے داء ہے یعنی بیماری ہے، اسی لیے ائمہ کرام نے دوا میں بھی استعمال کرنا حرام فرمایا ہے۔ شراب کی حرمت میں چار آیتیں نازل ہوئی ہیں: پہلے جو آیت مکہ میں نازل ہوئی تھی اس سے اس کی حلت نکلتی تھی اور لوگ اسے استعمال کرتے تھے، جب اس سے عقل جانے کی صحابہ نے شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی، اس کے بعد عبدالرحمٰن ابن عوف نے لوگوں کی دعوت کی اور اس میں شراب پلائی، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اسے پی کر نماز پڑھائی، اس میں بجائے لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ۔ سورۂ کافرون، آیت ۲ کے أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ پڑھا تو آیت ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى﴾ [النساء:۴۳] نازل ہوئی، حبان ابن مالک نے لوگوں کو شراب پلائی تو لوگ آپس میں لڑے جھگڑے اور بیان شافی چاہا تو سورۂ مائدہ کی آیت نازل ہوئی جس میں بالکل اس کا پینا حرام کیا گیا (مدارک) شراب کو بتدریج حرام فرمانے میں یہ حکمت تھی کہ اہل عرب شراب کے بہت عادی تھے، ایک دم حرام کرنے میں انہیں دشواری ہوتی لہٰذا بتدریج حرام ہوگئی (سراج)۔

www.waseemziyai.com

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَيَسْـَٔـلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ

دنیا و آخرت کے کام سوچ کر کرو ۵۴ اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں تم فرماؤ ان کا بھلا کرنا

خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ

بہتر ہے اور اگر اپنا ان کا خرچ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے

وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۲۰ وَلَا تَنْكِحُوا

اور اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈالتا بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ ۵۵ اور شرک والی عورتوں سے نکاح

الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ

نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہوجائیں اور بے شک مسلمان لونڈی مشرکہ سے اچھی اگرچہ

(۵۴) شان نزول: اس کا یہ ہے کہ ایک بار حضرت معاذ و حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے پاس ہر قسم کا مال ہے اور ہمیں خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کا حکم ہے، یہ فرمایئے ہم خدا کی راہ میں کیا خرچ کریں تو یہ آیت نازل ہوئی، مطلب یہ ہے کہ لوگ تم سے اے محبوب! پوچھتے ہیں کہ وہ خدا کی راہ میں کس قدر خرچ کریں، تم ان سے فرماؤ کہ جو کچھ تمہاری حاجت سے فاضل بچے اور تمہیں اس کی حاجت نہ ہو وہ خدا کی راہ میں خرچ کرو، اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم دنیا و آخرت کے کام سوچ کر کرو اور جس کا کرنا تمہارے لیے بہتر ہو وہ کرو۔

تنبیہ: ابتدائے اسلام میں حاجت سے زیادہ بچا ہوا مال صدقہ کر دینا واجب تھا جب زکوٰۃ فرض ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہوا (مدارک) عَفْوَ سے قتادہ و عطا و سدی کے نزدیک خرچ سے بچا ہوا مال مراد ہے، اور مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے حالت غنیٰ میں صدقہ کرنا مراد ہے کہ ایک بار ایک شخص سونے کا انڈا جو اسے مال غنیمت میں ملا تھا حضور کی خدمت میں لے کر آیا اور کہا یہ لیجیے میں اسے صدقہ کرتا ہوں۔ حضور نے اس کے لینے سے اعراض کیا تو اس نے اصرار کیا حضور نے اسے لے کر زور سے اس کے مارا کہ اگر اس کو لگ جاتا تو سر پھوٹ جاتا، پھر فرمایا تم میں کا ایک آدمی تمام مال صدقہ کرنا اور خود لوگوں کا محتاج ہو کر بیٹھنا چاہتا ہے، صدقہ نہیں ہے مگر حالت غنا میں یعنی صدقہ اتنا کرے کہ خود محتاج ہو کر نہ بیٹھ رہے ﴿ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ ﴾ الخ [الاسریٰ:۲۹] (سراج) ایک حدیث میں ہے کہ بہتر صدقہ وہ ہے جو غنا کی حالت میں ہو اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھوں سے بہتر ہے۔ (معالم)۔

(۵۵) شان نزول: اس کا یہ ہے کہ جب یتیموں کے مال کے پاس جانے کی ممانعت فرمائی گئی تو جو لوگ یتیموں کی پرورش کرتے تھے انہیں بہت دشواری ہوئی اور انہوں نے ڈر کے مارے یتیموں کا کھانا پینا مال وغیرہ علاحدہ کر دیا تو یتیموں کو اس سے دشواری پیش آئی اور ان کا بچا ہوا کھانا ضائع اور مال تجارت میں نقصان ہونے لگا، مجبوراً صحابہ کرام نے حضور سے عرض کیا کہ تو یہ آیت نازل ہوئی (معالم وغیرہ) مطلب یہ ہے کہ اے محبوب تم سے لوگ یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں کہ انہیں ساتھ رکھنے میں بھی دشواری ہے اور علاحدہ کر دینے میں بھی دشواری ہے کیا کریں، تم ان سے فرما دو کہ ان کے ساتھ بھلائی کرنا، ان کے مال کی اصلاح کرنا کہ وہ بڑھے اور کم نہ ہو بہتر ہے علاحدہ کر دینے اور چھوڑ دینے سے، اور اگر تم اپنا اور ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے اور اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈالتا بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

تنبیہ: اس آیت سے ثابت ہے کہ یتیموں کا مال اپنے مال میں بغرض اصلاح ملانے میں حرج نہیں اور بغرض فساد و بدنیتی ملانے میں گناہ ہے۔

www.waseemziyai.com

اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ

وہ تمہیں بھاتی ہو اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بے شک مسلمان غلام مشرک

مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا

سے اچھا اگرچہ وہ تمہیں بھاتا ہو، وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ

اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے اور اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے کہ کہیں وہ

يَتَذَكَّرُوْنَ ۝۲۲۱ وَيَسْـَٔـلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا ع ۲۷ ۵ ۱۱

نصیحت مانیں۔ ف۵۶ اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے

(۵۶) شان نزول: اس آیت کا معالم میں اس طرح لکھا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ابن ابی مرثد کو مسلمانوں کو مکہ سے خفیہ لے آنے کے لیے بھیجا، وہاں ان کی عناق نامی ایک عورت سے دوستی تھی، جب اس نے سنا تو وہ ان کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ مجھ سے خلوت کرو تو انہوں نے اس عورت سے کہا کہ میرے اور تیرے درمیان اسلام حائل ہے تو اس نے کہا کہ مجھ سے نکاح کرلو تو انہوں نے کہا کہ ہاں یہ ہوسکتا ہے، میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشورہ کرلوں پس انہوں نے واپس آکر حضور سے اجازت چاہی اس پر اول آیت نازل ہوئی اور دوسری آیت حضرت حذیفہ یا حضرت رفاعہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ انہوں نے اپنی باندی سے نکاح کرلیا اور لوگوں نے ان پر طعن کی اور عار دلائی کہ تم نے باندی سے نکاح کرلیا اور ایک مشرکہ کو پیش کیا (سراج) مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو تم شرک والی عورت سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہوجائیں اور بے شک مسلمان لونڈی مشرکہ آزاد عورت سے اچھی ہے اگرچہ مشرکہ عورت اپنی خوب صورتی کی وجہ سے بھاتی ہو پسند ہو؟ اور مسلمان عورتوں کو مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں اور بے شک مسلمان غلام آزاد مشرک سے اچھا ہے اگرچہ مشرک اپنے مال و جمال کی وجہ سے تمہیں بھاتا ہو پسند ہو کہ یہ مشرک لوگ تمہیں آگ کی طرف بلاتے ہیں یعنی ایسی باتوں کی طرف بلاتے ہیں جو موجب نار ہیں اور اللہ تمہیں اپنے رسولوں کی زبانی جنت و بخشش کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے، اور اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے کہ کہیں وہ نصیحت پائیں، پس تمہیں مشرکوں سے نکاح کرنا جائز نہیں اور اللہ کی نصیحت، ماننا اللہ کے حکم پر چلنا لازم ہے کہ اس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے، اور مشرکوں سے نکاح کرنے میں دین و دنیا دونوں کی بربادی ہے کہ اختلاف مذہب کی وجہ سے گھر دوزخ ہوجائے گا، ہر وقت خانہ جنگی رہے گی، باہم محبت والفت نہ ہوگی، اولاد خراب ہوگی، اس میں مشرکہ کی تربیت کا اثر آئے گا اور گھر میں کفریہ باتیں ہونے لگیں گی، اگر ان سے چشم پوشی کی جائے گی تو خود گنہگار ہوگا۔

تنبیہ: مشرکہ سے یہاں غیر کتابیہ مراد ہے کہ وہ ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ [المائدۃ:۵] سے مخصوص ہے اور اس کے ساتھ یعنی کتابیہ کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے اگرچہ نہ کرنا اولیٰ ہے (کمافی الفتح) اور مسلمہ کا نکاح مشرک سے خواہ کتابی ہو یا غیر کتابی باجماع امت ناجائز ہے اور باندی سے نکاح جائز ہے، اسے برا سمجھنا اور اس پر طعن کرنا برا ہے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ عورت سے چار باتوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے: مال، جمال، شرافت نسبی، دین داری۔ تم کو دین دار عورت تلاش کرنا چاہیے۔ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باندیوں سے نکاح فرمایا ہے اور حضور کا فعل ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔

www.waseemziyai.com

النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ

الگ رہو حیض کے دنوں اور ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں پھر جب پاک ہوجائیں

فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ

تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمھیں اللہ نے حکم دیا۔ بے شک اللہ پسند رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو

وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ

اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔ تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتی میں

اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ

جس طرح چاہو اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمھیں

مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً

اس سے ملنا ہے۔ اور اے محبوب! بشارت دو ایمان والوں کو۔ ف۵۷ اور اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ

(۵۷) شان نزول: اس کا یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ علاوہ اور باتوں کے عورتوں کو اچھوت کی طرح اپنے سے بالکل علاحدہ رکھتے تھے نہ ان کے ساتھ کھاتے پیتے نہ انہیں گھر کی کوئی چیز چھونے دیتے تھے اور نہ ان کی چھوئی ہوئی چیز کو استعمال کرتے تھے اور نصاریٰ حائضہ عورتوں سے بالکل پرہیز نہیں کرتے تھے جس طرح اور دنوں میں ان کے ساتھ رہتے بستے تھے اسی طرح ایام حیض میں ان کے ساتھ رہتے بستے، صحبت و مباشرت کرتے تھے، اہل جاہلیت بھی ان کی دیکھا دیکھی ایسا ہی کرتے تھے۔ جب اسلام آیا اور اس نے افراط و تفریط سے بچنے اور اعتدال کا راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا تو بعض لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حائضہ عورتوں کے ساتھ برتاؤ کرنے کے متعلق دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں حائضہ عورتوں کا حکم اور ان سے صحبت کرنے کا طریقہ اور محل بتایا گیا جو ان آیات میں مذکور ہے، مطلب یہ ہے کہ اے محبوب تم سے لوگ حیض کا حکم پوچھتے ہیں کہ اس میں عورتوں کے ساتھ کیا کیا کیا جائے، تم ان سے فرماؤ، وہ ناپاکی ہے تو تم حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ رہو یعنی ان سے صحبت نہ کرو جب تک کہ وہ حیض سے پاک نہ ہوجائیں۔ پھر جب وہ حیض سے پاک ہوجائیں تو ان کے پاس جاؤ یعنی ان سے صحبت کرو جہاں اللہ نے تمہیں صحبت کرنے کا حکم دیا ہے اور وہ فرج ہے، بیشک اللہ پسند کرتا ہے گناہوں سے توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو یعنی حیض کی پلیدی سے بچنے والوں کو، تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ یہود کہا کرتے تھے کہ جو شخص پیچھے سے آگے کی طرف عورت سے جماع کرے گا بچہ بھینگا پیدا ہوگا لوگوں نے اس کا ذکر حضور سے آکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم جس طرح چاہو ان سے صحبت کرو، یعنی کھڑے ہو کر بیٹھ کر لیٹ کر کروٹ سے، پیچھے سے آگے کے مقام میں اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو اور ہر کام میں اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ قیامت کے دن تمہیں اس سے ملنا ہے، تو وہ اس روز تمہارے اعمال کی جزا دے گا اور اے محبوب بشارت دو ایمان والوں کو ثواب کی۔

تنبیہ: وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۲۲ سے مراد صحبت کرنا ہے اور صحبت کرنے کے سوا حائضہ عورتوں کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا ان سے لپٹنا چپٹنا، بوس و کنار کرنا، ان کی چھوئی ہوئی، پکائی ہوئی چیز استعمال کرنا جائز ہے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حالت جنابت میں ایک برتن سے غسلا کرتے تھے اور میں حالت

www.waseemziyai.com

حیض میں حضور کا سر مبارک دھلایا کرتی تھی اور میں حالت حیض میں پانی وغیرہ پیتی تھی اور بچا ہوا حضور کو دے دیتی تھی، حضور اسے اسی برتن سے پی لیتے تھے۔ اور حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ میں اور حضور ایک چادر میں تھے کہ مجھے حیض آیا پس میں علاحدہ ہوگئی تو حضور نے پوچھا پھر مجھے اپنے ساتھ چادر میں کرلیا (معالم) مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حائضہ عورتوں کا حکم پوچھا گیا تب یہ آیت نازل ہوئی اور حضور نے فرمایا" اِصْنَعُوا کُلَّ شَئی الا نکاح "یعنی حائضہ عورتوں کے ساتھ سب کام کرو مگر صحبت نہ کرو۔ اور کشاف میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے اعتزال کو ظاہری معنی پر محمول کر کے عورتوں کو گھروں سے علاحدہ کر دیا، اس پر بعض بدویوں نے حضور سے آکر عرض کیا کہ سردی سخت ہے اور کپڑے تھوڑے ہیں اگر حائضہ کو کپڑے دے دیئے جائیں گے تو گھر کے لوگ سردی میں مرجائیں گے اور جو انہیں نہ دیے جائیں گے تو وہ سردی میں مرجائیں گی، پس حضور نے ان سے فرمایا کہ تمہیں حائضہ عورتوں سے صحبت کرنے کو منع کیا گیا ہے نہ کہ انہیں عجمیوں کی طرح گھر سے نکال دینے کا۔ بیضاوی نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے، یہی قول ابن عباس اور مجاہد و حسن و عکرمہ کا ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور اس کی حرمت پر علما کا اجماع ہے، لیکن حیض بند ہونے کے بعد جب تک عورت غسل نہ کرلے اس سے صحبت کرنا جائز نہیں اور اگر حیض پورے دس روز بعد بند ہوا ہو تو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک صحبت کرنا جائز ہے، اور جو دس روز سے کم میں بند ہوا ہو تو غسل کے بعد یا غسل کے بقدر وقت گذر جانے کے بعد صحبت کرے اور جو کسی نے غلبۂ شہوت میں حائضہ سے صحبت کرلی تو اسے توبہ و استغفار کرنا چاہیے اور حلال جان کر کرنے سے کفر لازم آئے گا۔ اور فَاْتُوا ھُنَّ کنایہ ہے صحبت کرنے سے اور امر اباحت کے لیے ہے نہ وجوب کے لیے، یعنی پاک ہونے کے بعد ان سے صحبت کرنا مباح و جائز ہے۔ حضرت ابن عباس و مجاہد وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ من حیث امر کم اللہ سے مراد پیشاب کا مقام۔ تو اس سے پاخانے کے مقام میں وطی کرنے کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْن سے وہ لوگ مراد ہیں جو حیض کی پلیدی سے پرہیز کرتے ہیں اور اس حالت میں عورتوں سے صحبت نہیں کرتے، اور حَرْثٌ لَّکُمْ سے موضع حرث یعنی کھیتی کرنے کی جگہ مراد ہے اور یہ کنایہ ہے وطی کرنے کی جگہ سے کہ جس طرح زمین جوت کر اس میں بیج ڈالا جاتا ہے اسی طرح اس میں وطی کر کے نطفہ ڈالا جاتا ہے، گویا وطی کرنے کی جگہ کو زمین سے اور نطفہ کو بیج سے اور اولاد کو پیداوار سے تشبیہ دی گئی ہے، اور اَنّٰی شِئْتُمْ سے کیفیت وطی مراد ہے یعنی موضع مذکور میں تم جس طرح چاہو کرو۔ امام احمد ابن عباس سے راوی ہے کہ جب بعض انصار نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وطی کرنے کے متعلق پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی اور حضور نے فرمایا جس طرح چاہو عورتوں سے فرج میں وطی کرو۔ اسی طرح دوسری روایتوں میں بھی آیا ہے اور بہت سی روایات میں دُبر میں وطی کرنے کی حرمت و ممانعت اور اس پر وعید آئی ہے جو ابن کثیر میں مذکور ہیں، من جملہ ان کے امام احمد وغیر کی روایات میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کے پاخانہ کے مقام میں وطی کرنے کی ممانعت فرمائی (وفی روایۃ) جو شخص عورت کے پاخانہ کی جگہ وطی کرے گا اللہ اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا (وفی روایۃ) وہ شخص ملعون ہے جو عورت کے پاخانہ کی جگہ وطی کرے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ عورتوں کی پاخانہ کی جگہ وطی کرنا حرام ہے، یہی قول سیدنا امام اعظم اور امام شافعی اور امام احمد اور سعید ابن مسیب وغیرہ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ہے، اور قدموا لانفسکم کی تفسیر ابن جریر نے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ کی ہے کہ صحبت بسم اللہ کہہ کر کی جائے اور بعض کے نزدیک نیک بچہ پیدا ہونے کی نیت سے کی جائے (ابن کثیر) حدیث میں ہے کہ جب صحبت کا ارادہ کرے تو یہ دعاء پڑھ کر کرے بسم اللہ اَللّٰھُمَّ جنبنا الشیطان وجنبی الشیطان فیما رزقنا۔ تو بچہ شیطان کے ضرر سے ہمیشہ محفوظ رہے گا (معالم)

تنبیہ: حیض وہ خون ہے جو ماہوار عورت کو بلا کسی عارضہ کے آتا ہے کم سے کم مدت اس کی تین دن اور زیادہ مدت دس دن ہیں، ان ایام میں حائضہ کو نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، طواف کرنا، قرآن پڑھنا، چھونا، مسجد میں جانا منع ہے، اور جو روزے ایام حیض میں نہیں ہوئے ہیں انہیں قضا کرے اور نماز کو قضا نہ کرے یہی حکم نفاس کا ہے۔ باقی احکام حیض و نفاس کتب فقہ میں دیکھیے۔

www.waseemziyai.com

لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ

نہ بنالو کہ احسان اور پرہیزگاری اور لوگوں میں صلح کرنے کی قسم کرلو اور اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ

سنتا جانتا ہے۔ ف۵۸ اللہ تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں میں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے ہاں

يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ

اس پر گرفت فرماتا ہے جو کام تمہارے دل نے کیے اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔ ف۵۹ وہ جو

يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ

قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی انہیں چار مہینے کی مہلت ہے پس اگر اس مدت میں پھر آئے

(۵۸) شانِ نزول: اس کا یہ ہے کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی کی قرآن عظیم میں صراحت فرمائی گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ میں جو مصارف اپنے خالہ زاد بھائی مسطح کو دیا کرتا تھا وہ نہ دوں گا وہ تہمت لگانے والوں میں تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہ کہ نعمان ابن بشیر نے حضرت عبداللہ ابن رواحہ کی بہن کو طلاق رجعی دیدی تھی چند روز بعد نعمان نے صلح کرنے اور رجوع کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت رواحہ نے قسم کھائی کہ میں نعمان سے بات نہ کروں گا اور نہ میاں بیوی میں صلح ہونے دوں گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (سراج و بیضاوی) بہرحال شانِ نزول کچھ بھی ہو اس قسم کے واقعات ہوتے رہتے تھے اور لوگ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر قسمیں کھایا کرتے تھے اس کی ممانعت اس آیت میں فرمائی گئی، مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بنالو یعنی بات بات پر اللہ کی قسم نہ کھاؤ کہ اس کے سبب احسان اور پرہیزگاری اور صلح کرنے کی قسم کرلو کہ اس میں خدا کے نام کی عظمت و وقعت کم ہوگی، یا یہ معنی ہیں کہ تم اپنی اچھی بری قسموں میں اللہ کو آڑ نہ بناؤ کہ نیکی اور بھلائی اور صلح کرنے سے باز رہو اور اللہ تمہاری قسموں کو سنتا اور نیتوں کو جانتا ہے کہ کس غرض سے تم نے قسم کھائی ہے۔ پس اگر بھلائی نہ کرنے یا برائی کرنے کی تم نے قسم کھائی ہو اور اس کے خلاف کرنا بہتر ہو تو تم قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ دو۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ جب تم کسی بات پر قسم کھالو اور اس کے خلاف کو اپنے لیے بہتر دیکھو تو اسے کرو اور قسم کا کفارہ دیدو۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ تم اپنی قسم کے لیے نام الٰہی کو نشانہ نہ بناؤ کہ نیکی نہ کرو بلکہ نیکی کرو اور قسم کا کفارہ دو، یہی مسروق اور شعبی اور مجاہد اور قتادہ اور حسن وغیرہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے (ابن کثیر) اور جب نیک باتوں سے باز رہنے پر قسم کی ممانعت فرمائی گئی اور ان کو توڑ کر کفارہ دینے کی ہدایت کی گئی تو اس سے بری باتوں پر قسم کھانے کی ممانعت اور نیک کام کرنے پر قسم کھانے کی اجازت بدرجۂ اولیٰ معلوم ہوئی۔ حاصل یہ ہے کہ آیت میں نیک کام نہ کرنے کی قسم کھانے اور بکثرت بات بات پر قسم کھانے کی ممانعت ہے اور بہت کم بضرورت قسم کھانے کی اجازت ہے۔ اول معنی عموم پر دلالت کرتے ہیں اور ثانی معنی شانِ نزول کے موافق ہیں کہ آیت نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار رفاعہ سے فرمایا کہ اپنی بہن کو اپنے بہنوئی کو لوٹادے، اور تیسری بار میں فرمایا اگر تو اللہ اور آخرت پر ایمان لایا ہے (احمدی و زاہدی)۔

(۵۹) چونکہ گزشتہ آیت میں قسم کی قسموں اور ان کے حکم کو بیان کیا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ تمہیں ان قسموں میں نہیں پکڑتا ہے جو بے ارادہ زبان سے نکل جائیں، جیسے باتیں کرتے میں تمہارے منہ سے بلا قصد و ارادہ (واللہ) نکل جائے، ہاں ان قسموں پر اللہ تمہیں پکڑتا ہے جو قصداً تم نے کھائی ہوں اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

www.waseemziyai.com

تنبیہ اول: قسم کی تین قسمیں ہیں (اول) یمین لغو ہے جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے یا کوئی بات کو اپنے گمان میں صحیح وسچا سمجھ کر اس پر قسم کھائے مگر واقع میں وہ جھوٹ ہو، یہ قسم شرعاً ساقط الاعتبار ہے اس میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ (دوسری قسم) یمین منعقد ہے جو آئندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر کھائی جائے، اس کے خلاف کرنے پر کفارہ واجب ہوگا یعنی ایک غلام آزاد کرنا، اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دس محتاجوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا، یا تن ڈھکنے کے قابل متوسط درجہ کا کپڑا دینا ہوگا، اور اس کی بھی قدرت نہ ہو تو متواتر تین روزے رکھنا ہوں گے (تیسری قسم) یمین غموس ہے جو قصداً جان کر کسی گزری ہوئی بات پر جھوٹی قسم کھائی جائے، یہی قول ابن عباس ومجاہد وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے، یہ کبیرہ گناہ ہے اور اس کا گناہ اس قدر زیادہ ہے کہ کفارہ سے بھی نہیں دھلتا ہے، آدمی کو اس میں توبہ واستغفار کرنا لازم ہے، یہی قول سیدنا امام اعظم وامام مالک وامام احمد کا ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس میں بھی کفارہ ہے۔

تنبیہ دوم: پہلی قسم کے معنی میں اقوال علما مختلف ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس میں دو روایتیں منقول ہیں: ایک میں یہ ہے کہ یمین لغو ہے کہ آدمی اپنے گھر میں بات کرتے میں لا واللہ وبلیٰ واللہ کہے یعنی اللہ کی قسم ایسا نہیں ہے اور اللہ کی قسم ایسا ہے (رواہ ابوداؤد وغیرہ) دوسری میں ہے کہ لغو یہ ہے کہ کسی بات کو سچ جان کر آدمی قسم کھائے اور واقع میں وہ جھوٹ ہو، سیدنا امام اعظم اور امام مالک وامام احمد رضی اللہ عنہم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

تنبیہ سوم: قسم توثیق وتاکید کلام اور دوسرے کو باور کرانے کے لیے کھائی جاتی ہے اور وہ اسم ذات واسمائے صفات باری تعالیٰ کے سوا کسی اور شی کی قسم کھانے سے منعقد نہیں ہوتی ہے نہ اس کا وہ حکم ہے جو ذکر کیا گیا۔ تو اگر کسی نے اللہ کے نام کے سوا کسی اور شی کی قسم کھائی مثلاً یوں کہا: اپنے باپ یا اپنے بیٹے یا اپنی جان کی قسم ہے جیسا کہ متعارف ہے تو وہ جائز ومشروع ہے اور جو محض فضول وبے فائدہ کھائی ہو تو مکروہ ہے مگر شرک وگناہ نہیں ہے جیسا کہ سرگروہ وہابیہ نے تقویۃ الایمان میں اور تھانوی صاحب نے بہشتی زیور میں اسے شرکیات میں داخل کیا ہے اور فقیر نے اصلاح بہشتی زیور میں اس کا رد کیا ہے کہ اس قسم کی قسمیں احادیث میں عمر فاروق وحضرت صدیق اکبر وحضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں بلکہ خود حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے اَفْلَحَ وَاَبِیْہِ فرمایا ہے، یہ سب غیر اللہ کی قسمیں ہیں، اگر انہیں حدیث نہی سے پہلے کی کہا جائے تو اس کا ثبوت کہنے والے کے ذمہ ہے۔ ہمارے نزدیک تو یہ سب غیر اللہ کی قسمیں ہیں اور وہ مشروع ہیں کہ ان سے توثیق وتاکید مطلوب ہے، اور جس قسم میں توثیق وتاکید حاصل ہو وہ جائز ومشروع ہے، نہ کہ شرک وگناہ۔ ہاں جو قسم بغرض وثیقہ نہ ہو محض فضول وبے فائدہ ہو یا رائے وتعظیم غیر اللہ ہو تو وہ ضرور ممنوع اور موردِ نہی ہے۔ عامہ علماء اس کے قائل ہیں اور یہی مفتیٰ بہ ہے۔ درمختار میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ؟ کیا غیر خدا کی قسم کھانی مکروہ ہے، کہا گیا: ہاں مکروہ ہے بوجہ نہی کے کہ اکثر علما اسے مکروہ کہتے ہیں اور یہی مفتیٰ بہ ہے خصوصاً ہمارے زمانے میں اور نہی قسم غیر اللہ کو انہوں نے اسی پر محمول کیا ہے کہ جس سے توثیق مطلوب نہ ہو جیسے کہ لوگ فضول بے وجہ جان کی، باپ کی، قسمیں کھاتے ہیں جس سے توثیق مطلوب نہیں ہوتی ہے۔ غایۃ الاوطار میں اس کے آگے ہے، یعنی ممنوع وہ قسم بغیر اللہ ہے جو بلا قصد عرب اپنی گفتگو میں کھاتے تھے، تو اگر قسم بغیر اللہ میں قصد متعلق ہو بطور وثوق کے تو قسم کا پورا کرنا واجب ہوگا۔ کذا فی حاشیہ حلبی۔ فتح القدیر میں ہے کہ حلف بغیر اللہ مانند طلاق وعتاق کے حلف کے بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے بسبب اس صحیح حدیث کے کہ جو قسم کھاوے خدا کی کھاوے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور عمل حدیث کا یہ ہے کہ قسم بحرف قسم ہو سوا تعلیق کے۔

تنبیہ چہارم: کراہت والے قول کو قیل سے تعبیر کرنا ہی بتا رہا ہے کہ وہ قول ضعیف ہے عمل کرنے کے قابل نہیں ہے، اور جب مدار قسم وثیقہ پر ہوا تو باپ کی، بیٹے کی، سر کی، جان کی، اور ان کے سوا اور اشیا کی قسم کھانا برابر ہے جب کہ توثیق وتاکید کے لیے ہو نہ تعظیم غیر اللہ کے لیے ہو اور نہ فضول وبے فائدہ ہو۔

www.waseemziyai.com

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ

تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر چھوڑ دینے کا ارادہ پکا کرلیا تو

اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ

اللہ سنتا جانتا ہے ف۶ اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین

قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ

حیض تک اور انھیں حلال نہیں کہ چھپائیں وہ جو اللہ نے

اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ

ان کے پیٹ میں پیدا کیا اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں اور ان کے شوہروں کو

اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ

اس مدت کے اندر ان کے پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے اگر ملاپ چاہیں اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا

الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ

ان پر ہے شرع کے موافق اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے اور اللہ

(۶۰) شان نزول: اس آیت کا تفسیر احمدی میں اس طرح منقول ہے کہ اہل عرب جب اپنی بی بی سے دل برداشتہ ہوتے تو اسے غیرت کی وجہ سے طلاق تو نہ دیتے کہ دوسرے سے نکاح کرلے گی، مگر اس کے پاس نہ جانے کی قسم کھالیتے پھر نہ اس کے پاس جاتے اور نہ اسے چھوڑتے، اس سے عورتوں کو بہت تکلیف ہوتی تھی کہ وہ معلق ہوکر رہ جاتی تھیں نہ دوسرے سے نکاح کرسکتی تھیں اور نہ اول سے نباہ، پس اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ایسی قسموں کا حکم بیان فرما کر عورتوں کی تکلیف اور پریشانی رفع فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی عورتوں کے پاس نہ جانے کی یعنی ان سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھالیتے ہیں انہیں چار مہینے کی مہلت ہے، پس اگر وہ اس مدت میں پھر آئے یعنی عورتوں سے صحبت کی تو عورت کو ان کی قسم سے جو ضرر و نقصان پہنچا ہے اسے اللہ بخشنے والا مہربان ہے، اور اگر اس سے انہوں نے چھوڑ دینے کا پکا ارادہ کرلیا ہے تو اللہ ان کے قول کو سنتا اور ان کے ارادہ کو جانتا ہے، شرع میں اس قسم کی قسم کو ایلا کہا جاتا ہے، اس کی مدت چار ماہ ہے خواہ قسم میں اس کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو، یا چار ماہ سے زیادہ کی ہو اور جو چار ماہ سے کم مدت مقرر کی ہوگی تو ایلا نہ ہوگا اور ایلا میں صراحۃً قربت کا لفظ ہونا اور کہتے وقت عورت کا مرد کے نکاح میں ہونا ضروری ہے ورنہ ایلا نہ ہوگا۔ مثلاً منکوحہ یا مطلقہ رجعیہ سے یوں کہے کہ خدا کی قسم میں تجھ سے قربت نہ کروں گا، یا چار ماہ یا سال بھر قربت نہ کروں گا اور حکم اس کا یہ ہے کہ اگر وہ چار ماہ کے اندر عورت سے صحبت کرے گا تو نکاح باقی رہے گا اور قسم کا کفارہ دینا واجب ہوگا ورنہ چار ماہ بعد عورت کو طلاق بائنہ ہوجائے گی اور وہ مرد کے نکاح سے نکل جائے گی، یہی قول حضرت عثمان و حضرت علی و ابن عمر و امام اعظم وغیرہ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ہے۔ مسئلہ: اگر مرد اس درمیان میں بیمار ہوجائے صحبت کرنے کے قابل نہ رہے تو صرف زبان سے صحبت کرنے کا وعدہ کرلے اور جب قادر ہو تو اسے پورا کرے اور کم مدت کی صورت میں عورت مرد کے نکاح میں رہے گی اور مرد پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا خواہ وہ اس سے صحبت کرے یا نہ کرے۔

www.waseemziyai.com

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ

غالب حکمت والا ہے۔ ف۶۱ یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ

بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا

چھوڑ دینا ہے ف۶۲ اور تمہیں روا نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ واپس لو

اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا

مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں

حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ

ٹھیک انہی حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلا دے کر عورت چھٹی لے یہ اللہ کی

اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ

(۶۱) شان نزول: چونکہ گذشتہ آیت میں ایلا کا بیان تھا اور وہ متضمن طلاق کو تھا اور طلاق کے لیے عدت لازمی تھی اور زمانہ جاہلیت میں لوگ عورت کو پریشان کرنے کے لیے عدت میں بہت سختی کرتے، سال سال بھر عورت کو عدت میں رکھتے تھے، نہ اس کا خرچ اٹھاتے تھے نہ اسے دوسرے سے نکاح کرنے دیتے، اس سے عورتوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی، حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ کو ان کے شوہر نے طلاق دیدی تھی، انہوں نے آکر بارگاہ رسالت میں شکایت عرض کی تو یہ آیت نازل ہوئی اور عدت کی مدت مقرر کی گئی اور طلاق والی عورت کے احکام بیان فرمائے گئے۔ مطلب یہ ہے کہ طلاق والی عورتیں اپنی جانوں کو تین حیض تک نکاح کرنے سے روکے رہیں اور انہیں حلال نہیں ہے کہ جو اللہ نے ان کے پیٹ میں حمل یا حیض پیدا کیا ہے اسے کسی غرض سے چھپائیں اگر وہ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں، اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے اندر ان کے پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے اگر وہ عورت سے اچھی طرح رکھنے کے لیے ملاپ کرنا چاہیں نہ اسے ستانے کے لیے، اور عورتوں کا مردوں پر ایسا ہی حق ہے جیسا کہ مردوں کا عورتوں پر ہے شرع کے موافق، اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے دنیا و آخرت میں اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

تنبیہ: امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک قروء سے حیض مراد ہے اور یہی اکابر صحابہ و تابعین کا قول ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور ابوداؤد وغیرہ کی حدیث "دعی الصلوٰۃ ایام اقرائك" اس کی تائید کرتی ہے تو آزاد عورت وطی کی ہوئی ہو اور اسے حیض آتا ہو اس کی عدت کی میعاد تین حیض ہے، اور باندی کی دو حیض ہیں جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی حدیث میں آیا ہے، باقی عورتوں کی عدت کی مدت آئندہ آیات میں بیان کی گئی ہے اور یہ پہلی آیت ہے جو عدت کے متعلق نازل ہوئی ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ﴾ [البقرۃ:۲۲۸] میں حقوق زوج و زوجہ کی طرف اشارہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زوج و زوجہ کا حق پوچھا گیا فرمایا جو تو کھاوہ اسے کھلا، جو تو پہن وہ اسے پہنا، اور اس کے منہ پر نہ مار اور اسے بدصورت نہ کر اور اسے اکیلا نہ چھوڑ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ میں عورتوں کے لیے خود کو آراستہ کرنا پسند کرتا ہوں جیسا کہ اپنے لیے عورت کا آراستہ ہونا پسند کرتا ہوں (ابن کثیر)

(۶۲) شان نزول: چونکہ پہلی آیت میں مردوں کو طلاق دینے کے بعد رجوع کرنے کا حق دیا گیا تھا اور طلاق کی کوئی مقدار

www.waseemziyai.com

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ

ظالم ہیں۔ ف۶۳ پھر اگر تیسری طلاق اسے دے تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند

زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ

کے پاس نہ رہے پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں اگر

ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا

سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں نباہیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنھیں بیان کرتا ہے

مقرر نہ تھی، اس لیے بعض لوگ عورتوں کو تکلیف دینے کے لیے بے تعداد طلاقیں دیتے تھے اور جب ان کی عدت ختم ہونے کے قریب ہوتی تو رجوع کر لیتے، پھر طلاق دیتے پھر رجوع کرتے، اس اثناء میں نہ ان سے بیبیوں کا سا برتاؤ کرتے اور نہ انہیں چھوڑتے کہ وہ دوسرے سے نکاح کر لیں۔ چنانچہ ایک بار ایک انصاری نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تجھے نہ شوہر والی رکھوں گا اور نہ بے شوہر والی اور اسے طلاق دیدی، جب اس کی عدت ختم ہونے کے قریب ہوئی تو رجوع کر لیا، کئی بار یوں ہی کیا تو عورت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آکر شکایت کی، انہوں نے حضور سے آکر عرض کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور طلاق کی تعداد مقرر کی گئی (ابن کثیر و کبیر) مطلب یہ ہے کہ طلاق رجعی دو بار تک ہے، پھر ان کے بعد عورت کو بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ بھل منسی سے اسے چھوڑ دینا ہے، یعنی اس کی عدت گذر جانے دینا اور رجوع نہ کرنا ہے تاکہ وہ دوسرے سے نکاح کرے اور معلق نہ رہے، اور دو طلاقیں بھی ایک دم نہ دی جائیں بلکہ ایک طلاق دینے کے بعد اگر دوسری طلاق کی ضرورت پڑے تو دی جائے ورنہ نہ دی جائے، شرعاً سب سے بہتر طریقہ طلاق دینے کا یہ ہے کہ عورت کو پاکی کی حالت جس میں اس سے صحبت نہ کی ہو ایک طلاق صریح دی جائے اور طلاق دینے کے بعد اگر مرد عورت سے رجوع کرنا چاہے یعنی اسے اپنے نکاح میں رکھنا چاہے تو عدت کے اندر اسے بھلائی کے ساتھ روک لے اس سے رجوع کر لے، اور جو اسے نکاح میں نہ رکھنا چاہے تو اسے نہ روکے اور بھل منسی سے اس کی عدت گذر جانے دے، یہ نہ کرے کہ اسے دق و پریشان کرنے کے لیے طلاق دے اور جب اس کی عدت ختم ہونے کے قریب ہو تو رجوع کر لے پھر طلاق دیدے پھر رجوع کر لے جیسا کہ بعض اہل عرب کیا کرتے تھے، یہی آیت کا مفہوم ہے اس طرح صرف ایک طلاق میں مرد کا مقصد پورا ہو جائے گا دوسری طلاق کی ضرورت نہ ہوگی کہ طلاق شرعاً ناپسندیدہ ہے ضرورت سے جائز رکھی گئی ہے، اور مرد کو تین طلاق تک کا مالک و مختار کیا ہے جن میں سے دو کا ذکر اس آیت میں کیا ہے اور ایک کا آئندہ آیت میں آئے گا۔

تنبیہ: شرعاً طلاق تین قسم کی ہوتی ہے: رجعی، بائنہ، مغلظہ۔ رجعی یہ کہ طلاق دینے کے بعد مرد کو رجوع کرنے کا حق ہوگا، یعنی بعد طلاق عدت کے اندر عورت سے زبانی کہہ دے کہ میں نے تجھ سے رجوع کیا یا عورت کے ساتھ مساس کرے یعنی صحبت کرے، اسی کا ذکر اس آیت میں ہے۔ اور بائنہ یہ کہ بعد طلاق رجعی عورت کی عدت گزر جائے یا اسے بالفاظ کنایہ یہ طلاق دے اس کے بعد مرد کو رجعت کا حق نہیں رہتا، اس کے بعد اگر وہ عورت کو اپنے پاس رکھنا چاہے اور عورت کو بھی منظور ہو تو اس سے دوبارہ نکاح کرے، اور مغلظہ یہ ہے کہ اسے تین طلاقیں دے، اس کے بعد مرد عورت سے نہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے، اس کا ذکر آئندہ آیت میں آئے گا باقی احکام و مسائلِ طلاق کتب فقہ میں دیکھیے۔

(۶۳) شان نزول: اس کا ثابت ابن قیس اور ان کی بی بی جمیلہ ہیں کہ ثابت ابن قیس خوبصورت نہ تھے اور جمیلہ سے بہت محبت کرتے تھے مگر جمیلہ ان سے نفرت کرتی تھی، اس لیے باہم رنجش اور بدمزگی رہتی تھی، بالآخر ایک دن جمیلہ نے حضور سے آکر عرض کی

www.waseemziyai.com

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

دانش مندوں کے لیے۔ ف۶۴ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد آ لگے

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَّلَا

تو اس وقت تک یا بھلائی کے ساتھ روک لو یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دو اور انہیں

تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ

ضرر دینے کے لیے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو اور جو ایسا کرے گا وہ اپنا ہی نقصان

نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۠ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ

کرتا ہے اور اللہ کی آیتوں کو ٹھٹا نہ بنالو اور یاد کرو اللہ کا احسان

کہ میرا دل اس سے بے حد نفرت کرتا ہے اور خوف ہے کہ حقوق شوہری میں کمی واقع ہونے کی وجہ سے مجھ سے مواخذہ ہو، آپ مجھے اس سے علاحدہ کر دیجیے، حضور نے پہلے تو انہیں سمجھایا جب دیکھا کہ نباہ ان کا مشکل ہے تو حضور نے ثابت سے کہا، اس نے کہا بہتر ہے مگر میں نے اس کو ایک باغ دیا ہے وہ اسے واپس کر دے، جمیلہ نے کہا باغ کے ساتھ کچھ اور بھی لے کر مجھے چھوڑ دیجیے، پس آپ نے فرمایا زیادہ نہیں اسے باغ لے کر چھوڑ دے۔ ثابت نے باغ لے کر اسے چھوڑ دیا۔ یہ پہلا خلع ہے جو اسلام میں واقع ہوا (حقانی وغیرہ) اس روایت کو بہت سے محدثین نے بطرق والفاظ مختلفہ مع زیادتی وکمی کے روایت کیا ہے اور عورت کا نام بھی مختلف لیا ہے جو ابن کثیر نے ذکر کی ہیں، مطلب یہ ہے کہ اے شوہرو! تمہیں عورتوں کو مہر وغیرہ میں دی ہوئی چیز میں سے کچھ واپس لینا روا نہیں ہے مگر جب کہ دونوں کو اللہ کی حدیں قائم نہ کرنے کا اندیشہ ہو پھر اگر تمہیں اپنے مقام پر خوف ہو کہ وہ دونوں زوج وزوجہ ٹھیک طور سے انہیں حدوں پر قائم نہ رہیں گے جو اللہ نے ان کے لیے مقرر کی ہیں تو ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ عورت مرد کو بدلہ دے کر چھٹی لے لے، یعنی عورت اپنے نفس کے بدلے مال دے کر مرد سے طلاق حاصل کر لے، اس دینے لینے میں مرد وعورت پر کچھ گناہ نہیں ہے، یہ احکام نکاح وطلاق وخلع وغیرہ اللہ کی حدیں ہیں اُن سے آگے نہ بڑھو، اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی ظالم ہیں۔

تنبیہ: بظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر زن وشوہر کو حقوق زوجیت نہ ادا ہو سکنے کا خوف ہو تو خلع کرنا جائز ہے ورنہ نہیں جیسا کہ زہری اور نخعی اور داؤد وظاہری کا مذہب ہے مگر جمہور علماء کہتے ہیں کہ خوف ہو یا نہ ہو خلع درست ہے کہ کراہت مانع نفاذ نہیں۔

فائدہ: اگر خوف نشوز عورت کی طرف سے ہو کہ وہ سرکشی ونافرمانی کرتی ہو تو مرد کو بلا کراہت اپنی دی ہوئی چیز یا کچھ اور لے کر اسے چھوڑ دینا درست ہے، اور جو نشوز مرد کی جانب سے ہو کہ وہ عورت کو ناحق مارتا پیٹتا، تکلیف دیتا ہو کہ وہ تنگ آ کر اسے مہر چھوڑ دے، یا مال دے کر اس سے چھٹکارا حاصل کر لے تو باتفاق ائمہ حرام ہے کہ سورہ نساء میں ہے ﴿ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ ﴾ [النسآء:19] فرمایا گیا ہے اور جو نشوز دونوں کی جانب سے ہو تو مرد کو قضاءً مال لینا جائز ہے عند اللہ جائز نہیں اور بلا وجہ وبلا خوف عورت کو خلع کرنا کچھ مال دے کر طلاق لینا مکروہ ہے کہ حدیث میں ہے: جو عورت بلا خوف مرد سے طلاق چاہے گی اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے (ترمذی وامام احمد) اور خلع یا طلاق بالمال سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور پوری عدت لازم آئے گی، اور مرد کو عدت خلع میں بلا رضامندی عورت رجوع کرنے کا حق نہ ہوگا، ہاں اور طلاق دے سکتا ہے، یہی مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے اور یہی حضرت علی وحضرت عثمان وابن مسعود وحسن بصری وشعبی وغیرہ اکابر صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہے۔

(۶۴) شان نزول: اس آیت کا عائشہ بنت عبدالرحمٰن ہیں کہ انہوں نے پہلے شوہر رفاعہ سے طلاق پانے اور عدت گزارنے

www.waseemziyai.com

عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ

جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب و حکمت اتاری تمہیں نصیحت دینے کو،

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ ع ۲۹ ۱۲ ۱۳

اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے ف۶۵ اور جب تم عورتوں کو

النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ

طلاق دو اور ان کی میعاد پوری ہوجائے تو اے عورتوں کے والیو! انہیں نہ روکو اس سے کہ اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں

اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ

جب کہ آپس میں موافق شرع رضامند ہوجائیں یہ نصیحت اسے دی جاتی ہے جو

کے بعد عبدالرحمٰن ابن زبیر سے نکاح کرلیا تھا مگر انہوں نے قبل صحبت طلاق دیدی تو عائشہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے رفاعہ کے ساتھ پھر نکاح کرنے کی اجازت چاہی تو حضور نے فرمایا: جب تک نکاح کے بعد صحبت نہ ہو پہلے شوہر سے نکاح کرنا درست نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر دو طلاق کے بعد تیسری طلاق عورت کو دی تو اب وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی جب تک وہ دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے یعنی دوسرے مرد سے نکاح کر کے وطی نہ کرائے، (کما فی حدیث البخاری و مسلم) پھر اگر وہ دوسرا بعد وطی اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر زوجہ اور شوہر اول پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ عدت کے بعد نکاح جدید کر کے آپس میں مل جائیں اگر سمجھتے ہوں وہ دونوں کہ اللہ کی حدیں نباہیں گے، یعنی حقوق زوجیت اچھی طرح ادا کریں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں بیان فرماتا ہے اللہ سمجھنے والوں کے لیے۔

تنبیہ: اس آیت کا ربط آیت ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ﴾ [البقرۃ:۲۲۹] سے ہے اور یہ تیسری طلاق کا بیان ہے اور اس کے درمیان خلع کا ذکر یہ بات معلوم ہونے کے لیے کیا گیا ہے کہ طلاق کبھی بلا عوض ہوتی ہے اور کبھی بعوض ہوتی ہے اور نکاح سے مراد وطی ہے اور دوسرے شخص سے بشرط طلاق نکاح کرنا مکروہ ہے اور نکاح کے بعد مرد کو عورت سے وطی کرنا لازمی ہے ورنہ حلالہ نہ ہوگا، اس تیسری طلاق کو شرع میں طلاق مغلظہ کہتے ہیں اور اس کے احکام و مسائل کتب فقہ میں دیکھیے۔

(۶۵) شان نزول: اس کا ثابت ابن قیس ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور جب اس کی عدت گزرنے کے قریب ہوئی تو رجوع کیا تین بار ایسا ہی کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عدت پوری ہونے کو ہو تو اس وقت انہیں یا بھلائی کے ساتھ روک لو یعنی زبان سے کہہ کر یا صحبت کر کے رجوع کرلو یا بھلائی کے ساتھ انہیں چھوڑ دو، یعنی ان کی عدت پوری ہوجانے دو اور یہ روکنا یا چھوڑنا اس لیے نہ ہو کہ حد سے بڑھو اور عورتوں کو ضرر دینے ان سے مال لینے ان کی عدت بڑھانے کے لیے ایسا کرو، اور جو ایسا کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے کہ اپنے نفس کو عذاب کے لیے پیش کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس و مجاہد و قتادہ و مسروق و ضحاک و حسن وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں کہ لوگ اپنی عورتوں کو طلاق دیتے جب ان کی عدت گذرنے کے قریب ہوتی تو ان کو ضرر دینے کے لیے رجوع کرلیتے پھر طلاق دیتے پھر رجوع کرتے تاکہ ان کی عدت دراز ہوجائے اور وہ دوسرے سے نکاح نہ کرسکے، اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور اس پر وعید آئی۔ (ابن کثیر) اور فرمایا کہ اللہ کی آیتوں کو ٹھٹھا نہ بناؤ جیسا کہ بعض لوگ طلاق دے کر یا غلام آزاد کر کے کہہ دیتے تھے کہ ہم نے تو یوں ہی مذاق میں کہہ دیا تھا، مذاق میں طلاق دیدی تھی یا غلام آزاد کر دیا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضور نے فرمایا جس نے قصداً یا مذاقاً طلاق دی یا غلام آزاد کیا یا نکاح کیا، کرایا وہ جائز ہوگیا۔ رواہ ابن ابی حاتم و اصلہ

www.waseemziyai.com

مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ وَاللّٰهُ

تم میں سے اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ تمہارے لیے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے اور اللہ

يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۲۳۲ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ ف۶۶ اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو

حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ۭ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَى

پورے دو برس اس کے لیے جو دودھ کی مدت پوری کرنی چاہے اور جس کا

حدیث ابوداؤد و ترمذی وابن ماجه " ثلثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ النِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ وفی روایةه الحرية (ابن کثیر) آگے ارشاد ہوتا ہے۔ اور اللہ نے جو تم پر احسان کیے ہیں انہیں یاد کرو کہ اسلام جیسا دین سب دینوں سے اعلیٰ اور اپنا حبیب جیسا نبی تمام نبیوں سے افضل تمہیں عطا فرمایا، اور یاد کرو جو تم پر کتاب وحکمت اتاری تمہیں نصیحت دینے کو ان پر عمل کر کے میرا شکر ادا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے اس پر کوئی بات کوئی چیز چھپی نہیں ہے۔

تنبیہ: کتاب سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد سنت ہے یا احکام کتاب ہیں اور عورت کو ضرر دینے کے لیے روکنا اور اس پر تعدی کرنا حرام ہے، اور آیات اللہ و مسائل شرع کو ہنسی مذاق سمجھنا ان پر عمل نہ کرنا ان کے خلاف تاویلیں کرنا ممنوع وحرام ہے بلکہ شرع کی باتوں کی تصداً اہانت کرنا ان کا ہنسی مذاق اڑانا کفر ہے۔

(۶۶) شان نزول: اس کا معقل ابن یسار ہیں کہ ان کی بہن کو عبداللہ ابن عاصم نے طلاق دیدی تھی اور عدت گذر گئی تھی، بعد عدت عبداللہ نے پھر ان سے نکاح کرنا چاہا اور انہیں پیغام نکاح بھیجا انہوں نے منظور کیا مگر معقل نے ان سے کہا کہ میں ہرگز تم سے نکاح نہ ہونے دوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، پس معقل نے عبداللہ کو بلا کر ان کے ساتھ بہن کا نکاح کر دیا (ابن کثیر) مطلب یہ ہے جب تم عورتوں کو طلاق دیدو ان کی میعاد وعدت پوری ہو جائے تو اے عورتوں کے والیو تم انہیں ان کے پہلے شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ وہ دونوں آپس میں موافق شرع بسر کرنے پر رضامند ہو جائیں، یہ نصیحت اسے دی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ اور قیامت پر یقین رکھتا ہو، یہ نہ روکنا تمہارے لیے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے اور ان کے لیے بھی جنہیں زنا میں پڑنے کا اندیشہ ہو، اور اللہ جانتا ہے اس کی مصلحتوں کو اور تم نہیں جانتے ہو پس تم اس کے حکم پر چلو اور جیسا کہ اس نے فرمایا ہے اس پر عمل کرو۔

تنبیہ: فلا تعضلوهنّ الخ میں اشارہ ہے کہ عورتوں کو اپنی مرضی سے نکاح کرنا جائز ہے اور خطاب اولیائے عورت کو ہے کہ وہ نکاح سے نہ روکیں، یا ان پہلے شوہروں کو ہے جو عورتوں کو بعد عدت نکاح کرنے سے جبراً روکتے تھے اور انہیں نکاح نہیں کرنے دیتے تھے، یا خطاب ہر اس شخص کو ہے جو نکاح سے روکے۔ بہر حال عورتوں کو خود نکاح کر لینے کی اجازت اور انہیں نکاح کرنے سے روکنے کی ممانعت ہے۔ خواہ وہ پہلے شوہر سے نکاح کریں یا دوسرے مرد سے اور خواہ نکاح اول ہو یا ثانی، اور اولیا کا انہیں غیر کفو میں یا مہر مثل سے کم پر نکاح کرنے سے روکنا اس میں داخل نہیں ہے کہ وہ حق اولیا ہے اگرچہ بلحاظ خصوص شان نزول آیت سے عورت کا شوہر اول سے دوبارہ نکاح کرنا مفہوم ہوتا ہے مگر بلحاظ عموم یہ سب باتیں اس سے مستفاد ہوتی ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کا شان نزول عام مروی ہے یعنی جو ایسا کرے اسے منع کیا گیا ہے جیسا کہ علی ابن طلحہ اور عوفی نے ان سے روایت کی ہے، اور مسروق وزہری وضحاک و ابراہیم نخعی کا اس کے موافق قول ہے (ابن کثیر) اور مدارک واحمدی میں ان میں سے بعض کی تصریح کی گئی ہے۔

www.waseemziyai.com

الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ

بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا پہننا ہے حسب دستور کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے گا

اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ

مگر اس کے مقدور بھر، ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچے سے اور نہ اولاد والے کو اس کی اولاد سے

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ

یا ماں ضرر نہ دے اپنے بچے اور نہ اولاد والا اپنی اولاد کو اور جو باپ کا قائم مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے

مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ

پھر اگر ماں باپ دونوں آپس کی رضا اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور اگر تم چاہو کہ

تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ

دائیوں سے اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو بھی تم پر مضائقہ نہیں جب کہ جو دینا ٹھہرا تھا

اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

بھلائی کے ساتھ انہیں ادا کردو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے کام

بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا

دیکھ رہا ہے۔ ف۶۷ اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ

يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ

چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب ان کی عدت

(۶۷) چونکہ اس سے پہلے طلاق والی عورتوں کے احکام بیان ہوئے تھے اور ان کی گود میں دودھ پیتے بچے ہوتے تھے ان بچوں کے متعلق کوئی حکم نہیں کیا گیا تھا کہ کون انہیں دودھ پلائے اور کب تک پلائے اور کون انہیں پالے اور کون ان کا خرچ اٹھائے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان سب باتوں کو بیان فرمایا، مطلب یہ ہے کہ اور مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں پورے دو برس، اور یہ حکم اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے، اور جس کا بچہ ہو اس پر عورتوں کا روٹی، کپڑا موافق دستور شہر کے لازم ہے جب کہ وہ مطلقہ ہوں، کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے گا مگر اس کے مقدور بھر، ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے ضرر نہ دیا جائے کہ اسے دودھ پلانے کے لیے مجبور کیا جائے، یا اس سے بچہ علاحدہ کرلیا جائے، اور نہ باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے ضرر دیا جائے کہ اس کی طاقت سے زیادہ خرچ طلب کیا جائے، اور جو باپ کا قائم مقام ہو اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے، یعنی اس پر بھی بچہ کی ماں کو روٹی کپڑا دینا اور ضرر نہ دینا واجب ہے اگر بچہ کا باپ مرگیا ہو، پھر اگر ماں باپ دونوں آپس کے مشورہ سے قبل دو سال کے کسی مصلحت سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور جو تم دائیوں سے دودھ پلوانا چاہو تو بھی تم پر اس میں مضائقہ نہیں ہے جب کہ ٹھہری ہوئی اجرت بھلائی کے ساتھ انہیں ادا کردو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

www.waseemziyai.com

اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ

پوری ہوجائے تو اے والیو! تم پر مواخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملے میں

بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

موافق شرع کریں اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ اور تم پر گناہ نہیں

فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاۗءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ

اس بات میں جو پردہ رکھ کر تم عورتوں کے نکاح کا پیام دو یا اپنے دل میں

فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا

چھپا رکھو اللہ جانتا ہے کہ اب تم ان کی یاد کرو گے ہاں ان سے

تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۬ وَلَا

خفیہ وعدہ نہ کر رکھو مگر یہ کہ اتنی ہی بات کہو جو شرع میں معروف ہے اور

تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۭ وَاعْلَمُوْٓا

نکاح کی گرہ پکی نہ کرو جب تک لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے اور جان لو

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

کہ اللہ تمہارے دل کی جانتا ہے تو اس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ

تنبیہ: یرضعن خبر بمعنی امر ہے اور امر برائے ندب ہے یا برائے وجوب ہے جب کہ بچہ دوسری عورت کا دودھ نہ پئے، یا دودھ پلانے والی عورت نہ ملے، یا باپ اجرت دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو، اور والدات سے مائیں مراد ہیں یا مطلقہ عورتیں مراد ہیں انہیں دودھ پلانے کا روٹی کپڑا دینا لازم ہے۔ حاصل یہ ہے کہ باپ پر بچہ کو دودھ پلوانا واجب ہے ماں پر واجب نہیں، اگر وہ خوشی سے دودھ پلانے پر راضی ہو تو اچھا ہے ورنہ اس پر جبر نہ کیا جائے گا، باپ دودھ پلائی رکھ کر یا مطلقہ کو اجرت دے کر دودھ پلوائے کہ وہ احق ہے۔ اور حولین کاملین سے مدت رضاعت کا بتانا مقصود ہے کہ وہ پورے دو سال ہے جیسا کہ ابو یوسف و امام محمد وغیرہ کا مذہب ہے، مگر امام اعظم کے نزدیک مدتِ رضاعت ڈھائی سال ہے وحمله وفصاله ثلثين شهراً۔ اور ماں باپ کی طرف اضافت کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ماں باپ بچہ پر مہر و شفقت کریں، اسے تکلیف نہ دیں، اور لمن اراد میں اشارہ ہے کہ دو سال سے کم دودھ پلانا بھی روا ہے جب کہ بچہ کو ماں کا دودھ نقصان دیتا ہو یا اسے دودھ پینے کی حاجت نہ رہی ہو۔

www.waseemziyai.com

ع ۳ ۱۴

غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ

بخشنے والا حلم والا ہے۔ ف۶۸ تم پر کچھ مطالبہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو جب تک

تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ

تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا کوئی مہر مقرر کرلیا ہو اور ان کو کچھ برتنے کو دو مقدور والے پر

قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى

اس کے لائق اور تنگ دست پر اس کے لائق حسب دستور کچھ برتنے کی چیز، یہ واجب ہے

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ

بھلائی والوں پر اور اگر تم نے عورتوں کو بے چھوئے طلاق دے دی اور

فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ

ان کے لیے کچھ مہر مقرر کرچکے تھے تو جتنا ٹھہرا تھا اس کا آدھا واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں یا

(۶۸) چونکہ عدت دو طرح کی ہوتی تھی۔ عدتِ طلاق وعدت وفات، لہٰذا پہلی قسم کو معہ اس کے حکم کے گذشتہ آیات میں بیان کیا گیا اور دوسری قسم کو معہ اس کے احکام کے اس آیت میں بیان کیا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ اور تم میں سے جو لوگ مریں اور بیویاں چھوڑیں وہ بیویاں چار مہینہ دس دن اپنے آپ کو باہر نکلنے، زینت کرنے سے روکے رہیں۔ تو جب ان کی عدت پوری ہوجائے تو تم پر مواخذہ نہیں ہے اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملے میں موافق شرع کے کریں، یعنی زینت اور نکاح کی بات چیت، اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ اور اے مردو! تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اس بات میں کہ پردے کے اندر یعنی در پردہ تم عورتوں کے نکاح کا پیام دو نہ صاف طور سے، مثلاً ان سے یوں کہو، تم بہت خوبصورت ہو، تم بہت اچھی ہو، تمہاری مثل دوسری نہیں ہے کہ ایسے الفاظ اس کے سامنے کہنے میں اظہار مقصد بھی ہے اور صاف طور سے ذکر بھی نہیں ہے، یا اپنے دل میں قصد نکاح کو چھپا رکھو اللہ جانتا ہے کہ تم ان کی یاد کرو گے انہیں بغیر پیام نکاح دیئے نہ رہو گے، اس لیے یہ تعریض تمہارے لیے مباح کردی۔ لیکن ان سے خفیہ وعدہ نکاح نہ کر رکھو مگر اتنی ہی بات کہو جو شرع نے بتائی ہے، یعنی تعریض نکاح، اور نکاح کی گرہ پکی نہ کرو یعنی ان سے نکاح نہ کرو یا ان سے نکاح کا پکا وعدہ نہ لو جب تک کہ لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچے، یعنی ان کی عدت ختم نہ ہوجائے، اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی بات جانتا ہے پس تم اپنے عزم وارادہ میں اس سے ڈرو کہ وہ سزا دے گا اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

تنبیہ: عدت وفات کے اندر صراحۃً پیغام نکاح دینا حرام ہے اور معتدہ رجعیہ کو سوائے اس کے شوہر کے دوسرے کو صراحۃً یا تعریضاً پیام دینا حرام ہے اور عدت کے اندر کسی معتدہ سے نکاح کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے، اور یہ چار مہینے دس دن عدت ان عورتوں کے لیے ہے جو وقت وفات شوہر حاملہ نہ ہوں، اور جو حاملہ ہوں تو ان کی عدت وضع حمل ہے جس کو دوسری آیت میں بیان کیا گیا ہے اور حدیث مسلم وبخاری میں آیا ہے۔ اور بالمعروف میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر وہ خلاف شرع کریں تو ان کے اولیاء کو انہیں روکنا اور منع کرنا لازم ہے ورنہ وہ گنہگار ہوں گے، اور عدت وفات عورتوں پر واجب ہے خواہ مرد نے اس سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو کہ عموم آیت اس پر دلالت کرتا ہے۔ اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو جس کا شوہر بلا وطی کیے مرگیا تھا عدت وفات پوری کرنے کا حکم فرمایا، اس پر ایک شخص نے شہادت دی تھی کہ حضور نے بھی فلاں عورت کو ایسا ہی حکم فرمایا تھا (رواہ احمد) اور عدت وفات میں عورت کو سوگ کرنا یعنی بناؤ

www.waseemziyai.com

يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَلَا

وہ زیادہ دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اے مرد! تمہارا زیادہ دینا پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے اور

تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾ حٰفِظُوْا

آپس میں ایک دوسرے پر احسان کو بھلا نہ دو بے شک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے ف۶۹ نگہبانی کرو

عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ

سب نمازوں اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے پھر اگر

خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا

خوف میں ہو تو پیادہ یا سوار جیسے بن پڑے پھر جب اطمینان سے ہو تو اللہ کی یاد کرو جیسا

سنگار نہ کرنا چاہیے اور سرمہ مسّی، مہندی، تیل پھلیل خوشبو وغیرہ اشیائے تزئین ترک کرنا واجب ہے مگر بضرورت جائز ہے جیسے گھر سے نکلنا، باقی مسائل عدت وسوگ کتب فقہ میں دیکھیے۔

(۶۹) شان نزول: اس کا یہ ہے کہ ایک انصاری نے ایک عورت بنی حنفیہ سے بلا مہر مقرر کیے نکاح کیا پھر اسے قبل صحبت کیے طلاق دیدی تو یہ آیت نازل ہوئی اور حضور نے اس سے فرمایا اسے متعہ دے اگرچہ تیری ٹوپی ہو یعنی قلیل ہو (معالم) چونکہ گزشتہ آیات میں نکاح وطلاق کے احکام بیان کیے گئے تھے اور مہر لوازمات نکاح وطلاق سے تھا اس میں چار صورتیں درپیش ہوتی تھیں (اول) یہ کہ نکاح کے وقت کچھ مہر مقرر کیا ہو اور عورت سے صحبت کی ہو پھر اسے طلاق دی ہو اس میں کل مہر وعدت واجب ہے، (دوسرے) یہ کہ مقرر نہ کیا ہو اور نہ صحبت کی ہو اور طلاق دی ہو اس میں مہر وعدت واجب نہیں متعہ واجب ہے (تیسرے) یہ کہ مہر مقرر کیا ہو مگر صحبت نہ کی ہو اس میں آدھا مہر واجب ہے اور عدت نہیں (چوتھے) یہ کہ مہر مقرر نہ کیا ہو اور صحبت کی ہو پھر طلاق دی ہو اس میں مہر مثل وعدت واجب ہوگی۔ پہلی صورت کا بیان ضمناً گذر چکا اور دوسری اور تیسری صورت کا بیان اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔ اور چوتھی صورت کا بیان آیت: فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ میں کیا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ جن عورتوں کے ساتھ تم نے نکاح کے بعد نہ صحبت کی ہو نہ خلوت کی ہو اور نہ وقت نکاح ان کا کچھ مہر مقرر کیا ہو، اگر تم انہیں طلاق دو تو تم پر کوئی مطالبہ یا کوئی گناہ نہیں ہے ہاں امیر اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب اپنی حیثیت کے موافق حسب دستور شہر اسے کچھ برتنے کو دے، یہ بھلائی کرنے والوں پر واجب ہے جو نصف مہر سے زیادہ نہ ہو، اور وہ شرعاً کم سے کم ایک جوڑے کپڑے ہیں، اور جو تم نے قبل خلوت کیے انہیں طلاق دی اور ان کا مہر مقرر کر چکے تھے، تو جس قدر مہر ٹھہرا تھا اس کا آدھا عورت کو دینا واجب ہے۔ ہاں اگر یہ عورتیں اس میں سے کچھ چھوڑیں یا بالکل نہ لیں یا مرد انہیں نصف سے زیادہ یا کل دے تو روا ہے، اور اے مردو! تمہارا زیادہ دینا پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے اور آپس میں ایک دوسرے کے احسان کو نہ بھلا دو بے شک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے پس اس کی جزا تمہیں دے گا۔

تنبیہ: ﴿بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ [البقرۃ: ۲۳۷] سے شوہر مراد ہے۔ طبرانی کی حدیث میں بھی یہی ہے اور یہی اس کی تفسیر میں حضرت علی وابن عباس اور سعید ابن مسیب اور ابن جبیر وغیرہ اکابر صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے اور یہی قول امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے۔

www.waseemziyai.com

عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ

اس نے سکھایا جو تم نہ جانتے تھے۔ ف۷ اور جو تم میں مریں اور بیبیاں چھوڑ جائیں

اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ

وہ اپنی عورتوں کے لیے وصیت کرجائیں سال بھر تک نان و نفقہ دینے کی بے نکالے

فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ

پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس کا مواخذہ نہیں جو انھوں نے اپنے معاملہ میں مناسب

مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ

طور پر کیا، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اور طلاق والیوں کے لیے بھی مناسب طور پر نان و نفقہ ہے

حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ

یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر۔ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے تمہارے لیے اپنی آیتیں کہ کہیں تمہیں

(۷۰) بعض مفسرین نے اس آیت کا شان نزول یہ لکھا ہے کہ لوگ عصر کی نماز میں دیر کرتے تھے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہونے کے قریب ہوجاتا، اور بعض روایات میں آیا ہے کہ مسلمان اہل کتاب کی طرح نماز میں اشارہ اور باتیں کیا کرتے تھے، اس کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی (ذکرہ فی بیان السبحان) مطلب یہ ہے کہ تم سب نمازوں کی حفاظت ونگہبانی کرو اور بیچ کی نماز کی، اس طرح کہ ان کو ہمیشہ ان کے وقت میں معہ ان کے شرائط وفرائض وواجبات وسنن ومستحبات کے ادا کرو جیسا کہ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے۔ حضور سے پوچھا گیا کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا یعنی وقت مستحب پر (آگے فرمایا) اور اللہ کے حضور ادب سے چپکے کھڑے ہو نماز پڑھتے میں بات چیت نہ کرو، جیسا کہ بخاری کی حدیث زید بن ارقم سے ہے کہ ہم نماز میں باتیں کیا کرتے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی اور ہمیں سکوت کا حکم کیا گیا اور کلام کرنے سے منع کیا گیا۔ اور معاویہ ابن الحکم نے جب نماز میں کلام کیا تو حضور نے ان سے منع فرمایا کہ یہ نماز جس میں باتیں کرنا روا نہیں ہیں بلکہ یہ صرف تسبیح اور تکبیر اور ذکر الٰہی ہے (مسلم) اور جب حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حبشہ سے لوٹ کر نماز پڑھتے میں حضور کو سلام کیا تو حضور نے جواب نہ دیا اور بعد نماز جواب دیکر فرمایا: اللہ نے نماز میں کلام کرنے کو منع فرمایا ہے (اس لیے میں نے جواب نہ دیا (آگے ارشاد ہوتا ہے) پھر اگر تم خوف میں ہو، یعنی دشمن وغیرہ کا تمہیں خوف ہو تو پیادہ یا سوار جس طرح بن پڑے نماز پڑھو، ٹھہر کر چلتے میں ہو، کھڑے ہوکر، بیٹھ کر، اشارہ سے، قبلہ رخ وغیر قبلہ رخ، پھر جب خوف جاتا رہے اطمینان ہوجائے تو اللہ کی یاد کرو، نماز پڑھو جیسا اس نے تمہیں سکھایا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

تنبیہ: یہ صلوٰۃ خوف کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے باقی کا بیان سورۂ نساء میں ہے مگر امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک چلتے میں اور لڑتے میں نہ پڑھے جب ٹھہرنا میسر ہو تو پڑھے۔

تنبیہ: صلوٰۃ وسطیٰ میں اختلاف ہے کہ وہ کون سی ہے کہ ہر نماز وسطیٰ ہوسکتی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ نماز عصر ہے کہ حضور نے یوم احزاب اس کے فوت ہوجانے پر کفار کے لیے ہلاکت کی دعا کی اور فرمایا، انہوں نے ہمیں بیچ کی نماز عصر سے مشغول کیا اللہ ان کے گھر والوں کو آگ سے بھردے، اور فرمایا: یہ وہ نماز ہے جس سے سلیمان (علیہ السلام) مشغول ہوئے یہاں تک کہ آفتاب چھپ گیا۔ اور مصحف حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں والصلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر آیا ہے، اور اس لیے کہ وہ دن اور رات کی نمازوں کے بیچ میں ہے، یہی

www.waseemziyai.com

تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ ع ۱۵

سمجھ ہو۔ ﴿۲۴۳﴾ اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا تھا انہیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ

اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ

ہزاروں تھے موت کے ڈر سے تو اللہ نے ان سے فرمایا مرجاؤ پھر انہیں زندہ فرمادیا، بے شک

اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾

اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ

اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ سنتا جانتا ہے۔ ہے کوئی

قول امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور اکثر علماء نے اسے اختیار کیا اور صحیح کہا ہے (مدارک) اور ابن کثیر نے بہت طریقوں سے اختیار کیا ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ نمازِ عصر ہے، اور حضرت حفصہ کے مصحف میں ہونے کی حدیث بھی انہوں نے کئی طریقوں سے ذکر کی ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے غلام یونس سے اپنے مصحف میں صلوٰۃ وسطیٰ کے بعد وصلوٰۃ العصر لکھوایا اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یونہی سنا ہے، پھر یہ قراءت منسوخ ہوگئی کما فی روایۃ لمسلم۔ اور مصحف عثمان میں اس کا ذکر نہ کیا گیا اور نہ قراءت سبعہ میں سے کسی سے نقل ہوا اور نہ نقل متواتر سے ثابت ہوا، پس وہ لفظ قرآن میں داخل نہیں ہے اور نماز عصر کی حفاظت کرنے کی تاکید میں چند احادیث ذکر کی ہیں۔ ایک میں ہے کہ جس نے نماز عصر فوت کی گویا اس نے اپنے اہل وعیال و مال کو چھوڑ دیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ بادل کے روز خفیہ نماز پڑھو کہ جس نے عصر ترک کی اس کے تمام عمل اکارت ہوئے۔ تیسری میں ہے کہ یہ نماز تم سے پہلوں پر پیش کی گئی تھی انہوں نے اسے ضائع کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ جس نے اسے ادا کیا اس کو دو چند ثواب ملے گا، اور امام مالک و شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک نماز صبح ہے، اور بعض نے اس سے ظہر کی نماز مراد لی ہے، اور بعض نے مغرب وعشا کی نماز مراد لی ہے، اور بعض نے نماز جمعہ مراد لی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس کو اور نمازوں سے علاحدہ ذکر اس لیے کیا ہے کہ وہ سب نمازوں میں اہم اور ثواب میں سب سے زیادہ ہے کہ اس وقت رات دن کے فرشتے جمع ہوتے کما فی الحدیث اور وہ لوگوں کے کاموں میں مشغول ہونے کا وقت ہے اس نماز کا خیال نہیں رہتا ہے اکثر ناوقت پڑھی جاتی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس پر تنبیہ و تاکید فرمائی اور اسے کھول کر بیان نہیں فرمایا تاکہ لوگ سب نمازوں کی محافظت وادا کرنے کی کوشش اور اسے تلاش کریں جیسا کہ لیلۃ القدر اور ساعت اجابت یوم جمعہ و اسم اعظم کو مبہم رکھا ہے کہ لوگ ان کے تلاش کرنے میں کوشش کریں اور قوموا سے نماز میں قیام فرض ہونے کا ثبوت ہے، اور احکام نکاح وطلاق کے درمیان ذکر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ نکاح وطلاق وعدت دنیاوی مشغولات ہیں اور نماز وروزہ وغیرہ اخروی ہیں، دنیوی مشغولات میں پڑ کر آدمی اخروی کاموں کو جو باعث نجات ہیں نہ بھول جائے اور ان سے غفلت نہ کرے۔

(۱۷) شان نزول: اس کا معالم وسراج میں اس طرح لکھا ہے کہ حکم ابن حارث جب طائف سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تو ان کے ساتھ ان کے بی بی، بچے اور ماں باپ بھی تھے۔ مدینے میں آکر ان کا انتقال ہوا تو حضور نے ان کا ترکہ والدین اور اولاد کو تقسیم کر دیا، بی بی کو کچھ نہ دیا اور اولاد کو حکم دیا کہ ان کے شوہر کے ترکہ میں سے ایک سال کا نفقہ اور رہنے کو جگہ دیدیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ: اور تم میں جو لوگ مریں اور بیبیاں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں کے لیے سال بھر تک نان نفقہ دینے کی

www.waseemziyai.com

ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا

جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ اس کے لیے بہت گنا

كَثِیْرَةً ؕ وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَی

بڑھا دے اور اللہ تنگی اور کشائش کرتا ہے اور تمہیں اسی کی طرف پھر جانا۔ ف۷۲ اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا

الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ

بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو جو موسیٰ کے بعد ہوا جب اپنے ایک پیغمبر سے بولے

ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ

ہمارے لیے کھڑا کردو ایک بادشاہ کہ ہم خدا کی راہ میں لڑیں، نبی نے فرمایا: کیا تمہارے انداز ایسے ہیں کہ

وصیت کر جائیں بغیر نکالے ہوئے، یعنی انہیں سال بھر تک گھر سے نہ نکالا جائے۔ پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اے اولیائے میت اس کا مواخذہ نہیں ہے جو انہوں نے اپنے معاملہ میں مناسب طور پر موافق شرع کے کیا، یعنی سوگ کرنا، نفقہ چھوڑنا، زینت اختیار کرنا، گھر سے نکلنا وغیرہ اور طلاق والیوں کے لیے بھی مناسب طور سے نان نفقہ واجب ہے پرہیزگاروں پر۔ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے تمہارے لیے اپنی آیتیں کہ کہیں تمہیں سمجھ ہو۔

تنبیہ: ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب کوئی شخص مرجاتا تو اس کی عورت کو اس کے ترکہ میں سے سوائے ایک سال کے نان نفقہ اور رہنے کی جگہ کے کچھ نہ دیا جاتا تھا، اور اسے اختیار تھا کہ وہ سال عدت کا شوہر کے گھر میں گذارے یا دوسری جگہ چلی جائے۔ چلے جانے کی صورت میں اس کا نان نفقہ ساقط ہو جاتا تھا، اسی کو آیت میں بیان فرمایا گیا ہے، پھر حکم منسوخ فرمایا گیا۔ ایک سال کے نان ونفقہ کا حکم تو آیت میراث سے منسوخ ہوا اور ایک سال عدت کا حکم آیت: ﴿اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا﴾ [البقرۃ:۲۳۴] سے منسوخ ہوا۔ یہی جمہور مفسرین متقدمین ومتاخرین کا مختار ہے اور یہ آیت مکرر نہیں ہے بلکہ تعمیم بعد تخصیص ہے بلکہ پہلی آیت غیر ممسوسہ کے متعلق تھی اور یہ ممسوسہ وغیر ممسوسہ دونوں کو شامل ہے اور اس میں مطلقات کو بھی نفقہ دینے کا حکم ہے۔ پہلی آیت کے نزول کے بعد جب ایک شخص نے کہا کہ ہم چاہیں احسان کریں یا نہ کریں تو یہ آیت نازل ہوئی (ابن کثیر) اور متاع سے یہاں مراد نان ونفقہ ہے نہ متعہ جس کا پہلے ذکر ہوا، اور بعض کے نزدیک یہاں بھی متعہ ہے تو امام شافعی کے نزدیک واجب ہوگا اور ہمارے نزدیک مستحب ہوگا اور ﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ﴾ سے قریب المرگ لوگ مراد ہیں کہ مرے ہوئے شخص سے وصیت غیر متصور۔

(۷۲) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد پر ابھارنے اور آمادہ کرنے اور مرنے کا خوف ان کے دل سے نکالنے اور سننے والوں کو تعجب میں ڈالنے کے لیے بنی اسرائیل کے زمانہ کا ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے کہ ان کی ایک بستی میں طاعون پھیلا، ہزاروں آدمی بھاگ کر جنگلوں میں جا کر بسے مگر موت نے وہاں بھی انہیں نہیں چھوڑا اور خدا کے حکم سے ایک دم سب مرگئے اور گل سڑ گئے صرف ہڈیاں پڑی رہ گئیں، ایک زمانہ کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کا ان پر گزر ہوا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تیسرے خلیفہ تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے انہیں زندہ کرنے کی دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سے سب کو زندہ کر دیا۔ مدتوں وہ زندہ رہے مگر موت کا اثر ان کے بدنوں سے زائل نہ ہوا جو کپڑا پہنتے تھے وہ کفن ہو جاتا تھا پھر وہ اپنی اپنی موت کے وقت مرے اور انہیں یقین ہو گیا کہ خدا ہی مارتا ہے اور خدا ہی جلاتا اور زندہ رکھتا ہے، تو ایسا ہی مجاہدین کو بھی یقین رکھنا چاہیے اور موت کے خوف سے جہاد سے پیٹھ پھیرنا نہ چاہیے کہ موت

www.waseemziyai.com

سے مفر نہیں، اور جہاد میں مرنا ویسے مرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ موت کے وقت افسوس کرتے تھے کہ میں نے عمر بھر جہاد کیا اور جسم میں کوئی جگہ ایسی نہیں جس میں ضرب نہ آئی ہو، اب بستر پر مرتا ہوں۔ اس قصہ کو ارباب تفاسیر و تواریخ نے بالفاظ مختلفہ بہت طول طویل لکھا ہے، فقیر نے اس کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے تھے تو ان سے اللہ نے فرمایا مرجاؤ پس وہ مرگئے، پھر انہیں اُن کے نبی حزقیل کی دعا سے زندہ فرمایا، بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے مگر اکثر ناشکرے ہیں۔ چوں کہ اس قصے کے ذکر سے مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنا اور ترغیب مقصود تھی اس لیے اس کے بعد فرمایا اور لڑو اللہ کی راہ میں اس کے دین کو بلند کرنے کے لیے اور جان لو کہ اللہ تمہاری باتیں سنتا ہے تمہارے حالات جانتا ہے اس کی تمہیں جزا دے گا۔ ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے یعنی اس کی راہ میں جہاد وغیرہ میں بخوشی خرچ کرے تو اللہ اس کے لیے بہت گنا بڑھا دے، دس گنے سے سات سو گنے تک بلکہ اس سے زیادہ اور اللہ تنگی کرتا ہے جس کے رزق میں چاہتا ہے اور کشائش کرتا ہے جس کے رزق میں چاہتا ہے آزمائش کے لیے اور تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے آخرت میں، پس وہ تمہارے اعمال کی تمہیں جزا دے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب آیت ﴿مَّثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ الخ﴾ [البقرۃ:۲۶۱] نازل ہوئی تو حضور نے رب زدنی امتی فرمایا تو آیت ﴿مَّنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ﴾ الخ [البقرۃ:۲۴۵] نازل ہوئی تب پھر حضور نے فرمایا رب زدنی امتی تو آیت ﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [زمر:۱۰] نازل ہوئی۔ امام احمد وغیرہ کی روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حسنہ کو دو لاکھ گنا بڑھاتا ہے، سدی کہتے ہیں کہ اس کا اندازہ اللہ ہی جانتا ہے۔ اور کعب احبار سے مروی ہے کہ اللہ کے ثواب دینے کی مقدار سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا اور یہ آیت پڑھی اور فرمایا اضعافًا كَثِيْرَةً کو کون شمار کرسکتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابو وحداح نے حضور سے عرض کیا "کیا اللہ ہم سے قرض چاہتا ہے" فرمایا: 'ہاں' عرض کی مجھے اپنا ہاتھ دیجیے، حضور نے ہاتھ ان کی طرف بڑھایا تو انہوں نے ہاتھ میں ہاتھ لے کر عرض کیا "میں نے اپنے رب کو اپنا احاطہ قرض دیا" جس میں چھ سو درخت کھجور کے تھے اور اس میں ان کے بال بچے رہا کرتے تھے، پھر اپنی بیوی کو آواز دے کر کہا کہ اس میں سے نکل آؤ وہ میں نے اپنے رب کو قرض دیدیا (سراج وابن کثیر)۔

تنبیہ: وَهُمْ اُلُوْفٌ کی تفسیر میں بہت اختلاف ہے، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ چار ہزار تھے جیسا کہ بخاری کی روایت میں ہے اور انہیں سے آٹھ ہزار بھی مروی ہیں۔ بعض نے نو ہزار بعض نے دس ہزار بعض نے تیس بعض نے چالیس بعض نے ستر ہزار بیان کیے ہیں، اور قرض حسن سے مراد یہاں جہاد میں خرچ کرنا ہے کہ پہلے جہاد کا حکم فرمایا اور جہاد کے لیے خرچ چاہیے تھا تو مال خرچ کرنے کے لیے فرمایا گیا تا کہ سامان جہاد اس سے فراہم کیا جائے، اور اس قصہ میں عبرت ہے اور دلیل قاطع ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی مردوں کو اسی طرح زندہ فرمائے گا اور موت سے کہیں مفر نہیں ہے اور طاعون وغیرہ وباء سے بھاگنا اور جہاں وبا ہو وہاں جانا گناہ ہے، آدمی کو اللہ کی تقدیر پر صابر و شاکر رہنا چاہیے۔ صحیح احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے جن کو بخاری و مسلم و امام احمد نے روایت کیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے: طاعون سے بھاگنے والا کفار سے لڑائی میں بھاگنے والے کی مانند ہے۔ ایک حدیث میں ہے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام کو جارہے تھے راہ میں معلوم ہوا کہ وہاں وبا پھیلی ہے بس حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی جگہ وبا پھیلی ہوئی سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جہاں تم ہو، وہاں پھیلے تو اس سے نہ بھاگو پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوٹ آئے (بغوی بسندہ)

تنبیہ: الم تر میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب ہے اسی کو حضرت مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اختیار کیا ہے اور رویت سے بصیرت قلبی یعنی علم مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب اگلے پچھلوں کا علم عطا فرمایا تھا اس کے بعد ایسے خطابات فرمائے ورنہ صحت خطاب میں تاویلات بعیدہ اختیار کرنا ہوں گی۔ قریب کی راہ چھوڑ کر راہِ بعید اختیار کرنا عقل سے بعید

www.waseemziyai.com

عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ

تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر نہ کرو بولے ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ

راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم نکالے گئے ہیں اپنے وطن اور اپنی اولاد سے تو پھر جب ان پر

عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۴۶﴾

جہاد فرض کیا گیا منہ پھیر گئے مگر ان میں کے تھوڑے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔ ۷۳

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْٓا

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا: بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے بولے

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ

اسے ہم پر بادشاہی کیونکر ہوگی اور [ہم] اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے

ہے۔ واللہ الھادی من یشاء۔

(۷۳) یہ قصہ بھی مسلمانوں کو جہاد پر ابھارنے کے لیے بیان کیا گیا ہے، اس میں عبرت بھی ہے اور اللہ پر بھروسہ کرنے، دشمن کی کثرت اور شان وشوکت پر نظر نہ کرنے، ان سے مرعوب نہ ہونے کی ہدایت بھی ہے، مطلب یہ ہے کہ اے محبوب کیا تم نے بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو نہیں دیکھا جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا جب کہ وہ اپنے ایک پیغمبر سے بولے (جن کا نام بقول مجاہد وعمر ابن اسحاق) شمویل اور بقول سدی شمعون تھا، اور وہ لاوی ابن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں تھے، چونکہ لاوی کی نسل میں بعد غلبہ عمالقہ سوائے ایک حاملہ عورت کے کوئی باقی نہ رہا تھا، بنی اسرائیل اس کی بہت حفاظت کرتے تھے، اس امید پر کہ اس کے بطن سے لڑکا پیدا ہو اور ہماری گئی ہوئی عزت ووجاہت کو واپس کرے اور وہ عورت بھی دعا کرتی تھی، چنانچہ اس عورت کے لڑکا پیدا ہوا اور اس نے بہت اچھی تربیت پائی اور بعد بلوغ اللہ تعالیٰ نے اسے نبوت عطا فرمائی، یہی وہ نبی علیہ السلام ہیں جن کی طرف آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے، ان سے بنی اسرائیل نے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ بناؤ جس کے ساتھ ہم خدا کی راہ میں لڑیں اور وہ ہمارا انتظام کرے۔ اور یہ درخواست اس بنا پر کی تھی کہ بنی اسرائیل میں ہمیشہ یہودا ابن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں بادشاہ ہوا کرتا تھا اور لاوی ابن یعقوب کی اولاد میں نبی ہوا کرتا تھا اور بادشاہ کا تقرر نبی کرتا تھا اور وہ نبی کا فرماں بردار رہتا تھا، اور جس کو نبی بادشاہ بنا دیتا تھا اسے سب لوگ تسلیم کرتے تھے، ایک ہی آدمی نبی اور بادشاہ نہیں ہوا کرتا تھا۔ جب انہوں نے نبی علیہ السلام سے بادشاہ بنانے کی درخواست کی تو نبی علیہ السلام نے ان سے منع فرمایا کہ تمہارا انداز ایسا ہے کہ اگر تم پر جہاد لازم کیا جائے تو تم نہ لڑو گے، تو انہوں نے کہا کہ ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم اپنے وطن اپنی اولاد سے نکالے گئے ہیں، یعنی جالوت شاہ عمالقہ نے ہمیں قتل وغارت، ذلیل وخوار کیا ہے اور گرفتار کر کے لے گیا ہے، ایسی حالت میں ہمیں لڑنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ پس جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو وہ منہ پھیر گئے جہاد سے بزدل ہو کر بیٹھ رہے، مگر ان میں کے تھوڑے سے اپنے قول پر جمے رہے اور وہ تین سو تیرہ تھے موافق اعداد اصحاب بدر جو طالوت کے ساتھ دریا عبور کر گئے تھے، اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو یعنی جہاد سے بزدل ہو کر بیٹھ رہنے والوں کو۔

www.waseemziyai.com

يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۭ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ

مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی فرمایا: اسے اللہ نے تم پر چن لیا اور اسے

بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ

علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۴۷ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ

اور اللہ وسعت والا علم والا ہے ف۷۴ اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ

يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ

آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں

اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکے کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے، بے شک اس میں بڑی نشانی ہے

لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۲۴۸ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ ع ۳۶

تمہارے لیے اگر ایمان رکھتے ہو۔ ف۷۵ پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر شہر سے جدا ہوا بولا

(۷۴) جب بنی اسرائیل نے حضرت شمویل سے بادشاہ مقرر کرنے کی درخواست کی اور اس کے ساتھ جہاد کرنے کی رغبت ظاہر کی تو حضرت شمویل بادشاہ کی تلاش میں نکلے۔ انہیں حکم الٰہی ہوا کہ تمہیں جو شخص تمہاری لکڑی کی برابر قد میں ملے اسے بادشاہ مقرر کرو۔ چنانچہ انہیں ایک ایسا آدمی ملا جس کا نام طالوت تھا اور وہ موچی یا سقہ یا چرواہا تھا جو بہت تندرست اور قوی الجثہ اور سب بنی اسرائیل سے زیادہ علم والا تھا، تو ان کے نبی نے ان سے کہا کہ: اور بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے، تو وہ بولے اسے ہم پر بادشاہی کیونکر ہوگی کہ وہ نہ یہودا کی اولاد سے ہے اور نہ لاوی کی نسل سے ہے اور نہ اس کے پاس مال و دولت ہے جس کے ذریعہ سے وہ لوگوں کو اپنا کرے اور مہمات ملکی انجام دے۔ ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں، تو ان سے ان کے نبی نے فرمایا: اسے اللہ نے بادشاہت کے لیے تم پر چن لیا ہے اور اسے علم میں اور جسم میں کشادگی زیادہ دی ہے اور یہی دونوں باتیں بادشاہ میں ہونا ضروری ہیں اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے، جیسے تمہیں فرعون سے ملک دلایا اور فقیر سے غنی بنایا، تمہیں اس میں دخل دینے اور اعتراض کرنے کا کیا مجاز ہے، اور اللہ وسعت والا علم والا ہے یعنی اس کا فضل وسیع ہے اور علم کامل ہے ذرا دیر میں اپنے فضل سے فقیر کو غنی کر دیتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے جو بادشاہت کے لائق ہے اور جو نالائق ہے شرافت نسبی اور مال و دولت کی اس کے آگے کوئی حقیقت نہیں ہے۔

(۷۵) جب شمویل علیہ السلام نے ان کے اعتراضوں کا معقول جواب دیا تو کہنے لگے، اس کا کیا ثبوت ہے کہ اللہ نے اسے بادشاہ بنایا ہے تو ان کے نبی علیہ السلام نے فرمایا: اس کی بادشاہی کی یہ نشانی اور ثبوت ہے کہ تمہارے پاس وہ تابوت آئے جس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے دلوں کا چین اور سکون ہے اور جس میں موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی کچھ چھوڑی ہوئی چیزیں ہیں جسے فرشتے اٹھائے ہوئے لائیں گے۔ بیشک اس میں میری سچائی اور طالوت کی بادشاہت پر تمہارے لیے بڑی نشانی اور ثبوت ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اس پر وہ راضی ہوئے اور فرشتے بحکم الٰہی اس تابوت کو لے کر آئے اور طالوت کے سامنے لا کر رکھ دیا، یہ سب معاملہ بنی اسرائیل

www.waseemziyai.com

اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ

بے شک اللہ تمھیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے تو جو اس کا پانی پیے وہ میرا نہیں اور جو

لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً ۢ بِيَدِهٖ ۚ

نہ پیے وہ میرا ہے مگر وہ جو ایک چلو اپنے ہاتھ سے لے لے

فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ

تو سب نے اس سے پیا مگر تھوڑوں نے پھر جب طالوت

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ

اور اس کے ساتھ کے مسلمان نہر کے پار گئے بولے ہم میں آج طاقت نہیں جالوت

وَجُنُوْدِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ

اور اس کے لشکروں کی، بولے وہ جنھیں اللہ سے ملنے کا یقین تھا کہ بارہا

فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ

کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ

دیکھ رہے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ ان کے راضی ہونے کے بعد طالوت تلاش تابوت میں نکلے تو انہیں فرشتے تابوت کو ایک چھکڑے پر لادے ہوئے ملے اور ان کے حوالے کیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ جب عمالقہ تابوت لے گئے تو انہیں راست نہ آیا، جہاں رکھا وہاں کوئی نہ کوئی مصیبت پیش ہوئی تو قیدیوں میں سے ایک عورت نے ان سے کہا کہ جب تک اسے واپس نہ کرو گے یہی مصیبتیں پیش رہیں گی اور اسی کی وجہ سے بنی اسرائیل مصیبت میں گرفتار ہوئے۔ پس انہوں نے تابوت کو ایک گاڑی پر لاد کر بنی اسرائیل کی طرف ہانک دیا۔ راہ میں فرشتوں نے اس پر قبضہ کیا اور اسے طالوت کے سامنے لاکر رکھ دیا تو سب نے یقین کیا اور ان کی بادشاہت تسلیم کی۔

تنبیہ: تابوت سے وہ صندوق مراد ہے جو حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوا تھا، اس میں انبیاء علیہم السلام کی صورتیں تھیں اور وہ ان سے منتقل ہوتا ہوا موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تھا، اس میں توریت کی تختیوں کے ٹکڑے اور ایک پیمانہ (من) اور کپڑے اور جوتا اور عصائے موسیٰ، جبہ یا عمامہ ہارون علیہما السلام بھی تھا۔ اس کی برکت سے بنی اسرائیل چین و آرام سے رہتے تھے، اپنے دشمنوں پر ہمیشہ غالب ہوتے تھے اور اسے تابوت سکینہ کہتے تھے، آیت میں اسے سکینہ فرمایا گیا ہے، وہ صندوق شمشاد کی لکڑی کا سونا منڈھا ہوا تین گز اور دو گز کا تھا، جب بنی اسرائیل کی بداعمالیاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط فرمایا اور قوم عمالقہ کو جو ان کی سب سے بڑی دشمن تھی اور وہ بحر روم کے کنارے مصر و فلسطین کے درمیان رہتی تھی ان کا بادشاہ جالوت تھا وہ بنی اسرائیل پر غالب آیا اور انہیں قتل و غارت کیا اور ان کے مردوں عورتوں کو گرفتار کر کے اور وہ تابوت ان سے چھین کر لے گیا جن میں چار سو چالیس شہزادیاں تھیں ان پر بڑی بڑی تکلیفیں دیں اور ذلیل و رسوا کیا اور ان پر جزیہ مقرر کیا۔

تنبیہ: آیت سے ظاہر ہے کہ بزرگان دین انبیاء اولیاء و صالحین کی استعمال کی ہوئی بچی ہوئی چیزیں تبرک ہوتی ہیں، ان سے برکت حاصل کی جائے ان کی عظمت اور توقیر کی جائے۔ وہابیہ ایسی چیزوں کی کوئی قدر و منزلت نہیں کرتے ہیں کہ ان کی قدر و منزلت کرنے

www.waseemziyai.com

مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا

صابروں کے ساتھ ہے ف۷۶ پھر جب سامنے آئے جالوت اور اس کے لشکروں کے، عرض کی

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى

اے رب ہمارے! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمارے پاؤں جمے رکھ اور کافر لوگوں پر

الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ

ہماری مدد کر۔ تو انھوں نے ان کو بھگا دیا اللہ کے حکم سے اور قتل کیا داؤد نے

جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ

جالوت کو اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھایا ف۷۷

انہیں متبرک سمجھنے سے لوگوں کے دلوں میں اولیاء اللہ کی تعظیم جاگزیں ہوتی ہے اور تعظیم غیر اللہ ان کے نزدیک شرک ہے۔ وما ھو الا الضلال .

(۷۶) جب بنی اسرائیل نے طالوت کی بادشاہت قبول کر لی اور اس کے ساتھ جہاد کرنے پر آمادہ ہو گئے تو طالوت نے ان میں سے ستر یا اسی جوان چھانٹے اور انہیں بیت المقدس سے لے کر چلا، وہ سخت گرمی کا زمانہ تھا اور پانی کی قلت تھی لوگوں کو شدت کی پیاس لگی تھی تو انہوں نے طالوت سے پانی مہیا کرنے نہر جاری کرنے کو کہا تو نبی علیہ السلام نے ان سے کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے جو اُردن اور فلسطین کے درمیان ہے تا کہ تم میں فرماں بردار اور نافرمان معلوم ہو جائے، تو جو شخص تم میں سے نہر کا پانی پیئے گا وہ میرا نہیں ہے یعنی میرے تابعداروں میں سے نہیں ہے، اور جو اس کا پانی نہیں پیئے گا وہ میرا ہے یعنی میرے تابعداروں میں سے ہے۔ مگر وہ جو ایک چلو اپنے ہاتھ سے لے لے اور اس پر قناعت کر لے اس سے زیادہ لے کر نہ پیئے، یہ ان کے لیے رخصت تھی۔ پس جب وہ نہر پر پہنچے تو سب نے اس نہر سے پانی خوب پیا مگر ان میں سے تھوڑوں نے نہ پیا صرف ایک چلو پر اکتفا کیا، خدا کی قدرت سے وہ ایک چلو پانی ان کے اور ان کے جانوروں کے لیے کافی ہوا اور سب کی پیاس بجھ گئی تسکین ہو گئی اور نہر سے اتر گئے تعداد ان کی تین سو دس سے کچھ زیادہ تھی، موافق عدد اصحاب بدر کہ بغوی نے اسی کو صحیح کہا ہے اور اسی کی تائید حضرت براء کی روایت سے ہے جو بخاری میں ہے کہ اصحاب بدر کی تعداد اصحاب لوط کے برابر تھی اور تین سو تیرہ بھی روایت کیے گئے ہیں۔ مگر سیر ہو کر پانی پینے والوں کی پیاس نہ بجھی بلکہ بڑھ گئی اور ان کے ہونٹ سیاہ ہو گئے اور نہر کے کنارے پڑے رہے (سراج) پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ کے مسلمان نہر کے پار گئے تو ان سے وہ لوگ جنہوں نے خوب پانی پیا تھا، بولے، آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے تو ان سے بطور نصیحت جہاد پر ابھارنے کے لیے وہ لوگ بولے جنہیں آخرت میں اللہ سے ملنے کا یقین تھا اور جنہوں نے ایک چلو پانی پر صبر کیا تھا، کہ بارہا کم جماعت زیادہ گروہ پر غالب آئی ہے خدا کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے ان کی مدد کرتا اور انہیں فتح دیتا ہے دشمن کی کثرت کی پرواہ نہ کرنا چاہیے، خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیے مگر انہوں نے نہ مانی اور طالوت کے ساتھ نہ گئے۔

(۷۷) جب طالوت کے ساتھ قلیل جماعت رہ گئی اور کثیر جدا ہو گئی تو طالوت اس قلیل جماعت کو لیکر جالوت کے مقابلے میں آیا جس کو اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ پھر جب سامنے آئے طالوت جالوت اور اس کے لشکر کے اور صف بندی کی اور لڑنے کے لیے تیار ہوئے تو اللہ سے عرض کی اے رب ہمارے ہم پر صبر نازل فرما اور ہمارے پاؤں جمے رکھ کہ کافروں کے سامنے سے ہٹنے نہ پائیں اور کافروں پر ہماری مدد کر۔ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی پس انہوں نے کفار کو بھگا دیا اللہ کے حکم سے اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور اللہ

www.waseemziyai.com

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّ

اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے

لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ

تو ضرور زمین تباہ ہوجائے مگر اللہ سارے جہان پر

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ

فضل کرنے والا ہے۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں

اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ

کہ ہم اے محبوب! تم پر ٹھیک ٹھیک

بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ

پڑھتے ہیں اور تم بے شک

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

رسولوں میں ہو ۷۸

نے داؤد کو سلطنت وحکمت یعنی نبوت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھایا، یعنی زرہ بنانا، جانوروں کی بولی سمجھنا، ان کے ہاتھ میں لوہے کا نرم ہونا، خوش گلوئی اور شیریں آواز عطا ہونا جس کو سن کر وحشی جانور اور پرند مست ہوجاتے اور ان کے گرداگرد جمع ہوجاتے، اور جاری پانی اور چلتی ہوا رک جاتی تھی، آج تک لحن داؤدی مشہور ہے۔ (سراج)۔

تنبیہ: واقعہ یہ ہوا کہ جب طالوت اپنی قلیل جماعت کو لیکر جالوت کے مقابلے میں آئے تو انہوں نے لوگوں کو جرأت دلانے کے لیے اعلان کیا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا، اس سے میں اپنی لڑکی کا نکاح کردوں گا اور حضرت شمویل علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ اللہ سے دعا کریں کہ جالوت کا قاتل معلوم کردیں، چنانچہ حضرت شمویل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی معلوم ہوا کہ ایشا کا بیٹا جوان کے ساتھیوں میں ہے جالوت کو قتل کرے گا۔ ایشا کے بارہ بیٹے تھے، حکم دیا کہ انہیں حاضر کرو، ان کے بیٹوں میں گیارہ خوبصورت اور طاقتور تھے اور ایک بیٹا دبلا پتلا تھا، ایشا نے ان گیارہ بیٹوں کو لاکر حاضر کیا اور ایک کو نا قابل سمجھ کر پیش نہیں کیا۔ حضرت شمویل نے دیکھ کر فرمایا: ان میں کوئی قابل نہیں ہے بارہویں بیٹے کو لاؤ۔ جب حضرت داؤد سامنے لائے گئے تو فرمایا، ہاں! یہی جالوت کو قتل کرے گا پھر اپنے ہاتھ سے انہیں زرہ پہنائی اور لڑنے کو بھیجا۔ حضرت داؤد سے راہ میں تین پتھروں نے کہا کہ ہمیں اٹھالو ہم سے تم جالوت کو قتل کروگے تو انہوں نے وہ پتھر اٹھا کر اپنے توبڑے میں رکھے اور اللہ کے بھروسہ پر جالوت کے سامنے آئے اور ان پتھروں کو گوپھن میں رکھ کر اس کے سر پر مارا کہ بھیجا پاش پاش ہوگیا اور مرگیا، یہ دیکھ کر اس کی فوج بھاگ گئی اور حضرت داؤد نے جالوت کی لاش لاکر طالوت کے سامنے ڈالدی تو حسب وعدہ اس نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت داؤد سے کردیا اور چالیس سال تک طالوت نے بادشاہت کی پھر اس کے بعد حضرت داؤد بادشاہ بنائے گئے۔ حضرت داؤد بنی اسرائیل میں سب سے پہلے وہ شخص ہیں جن کو نبوت اور بادشاہت عطا ہوئی اور طالوت کے بعد انہوں نے ستر سال بادشاہی فرمائی۔

www.waseemziyai.com

(۷۸) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد فرض کرنے کی علت و مصلحت بیان فرمائی ہے جو ظاہر میں لوگوں کو بُرا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں جانیں تلف ہوتی ہیں اور گراں گذرتا ہے کہ اس میں مشقت جھیلنا پڑتی ہیں، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ فرمائے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے، دنیا برباد ہو جائے، امن و چین زمانہ سے اٹھ جائے، ظالم و زبردست لوگ، کمزوروں، غریبوں، بیکسوں پر ظلم کریں، انہیں ستائیں اور مشرکین مسلمانوں کو قتل و غارت کریں، ان کی مساجد کو خراب کریں، اللہ کے ذکر کو بلند نہ ہونے دیں۔ مگر اللہ سارے جہاں پر فضل فرمانے والا ہے کہ بعض سے بعض کو دفع کرتا ہے، یہ ہزاروں کا مرنا پھر زندہ ہونا اور طالوت کا بادشاہ ہونا اور تابوت کا پھر ملنا اور جالوت جیسے زبردست کا ایک کمزور کے ہاتھ قتل ہونا اور اس کی فوج کثیر کا قلیل جماعت سے بھاگنا وغیرہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم اے محبوب تم پر ٹھیک ٹھیک پڑھتے ہیں اور تم بے شک رسولوں سے ہو کہ بغیر پڑھے اور سنے ایسی خبریں دیتے ہو جو تمہاری رسالت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس میں کفار کے قول لَسْتَ مُرْسَلًا کو بتاکید رد فرمایا گیا ہے۔

تنبیہ: اس قصہ میں اسرائیلیات کی آمیزش اور اختلاف مفسرین میں بہت زیادہ ہے۔ فقیر نے اسے معالم و ابن کثیر و سراج و کبیر وغیرہ معتبر تفاسیر سے اخذ کر کے ترجمہ میں موقع بہ موقع درج کیا ہے، وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلیٰ اله وبارك وسلم۔

www.waseemziyai.com

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ

اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ

اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی اور اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے آپس میں

مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ

نہ لڑتے بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آچکیں لیکن وہ تو مختلف ہوگئے ان میں

مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ

کوئی ایمان پر رہا اور کوئی کافر ہوگیا اور اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے مگر

اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا ع ۳۳ ۱۵

اللہ جو چاہے کرے ف اے ایمان والو! اللہ کی راہ میں ہمارے

(۱) چونکہ آیات مذکورہ میں رسولوں کا ذکر کیا گیا تھا مگر ان کا فرق مراتب ظاہر نہیں کیا گیا تھا، ان آیات میں ان کا فرق مراتب ظاہر کیا گیا اور بتایا گیا کہ رسولوں کے درجات باعتبار فضائل خصوص کے مختلف ہیں اور بعض ان کے بعض سے افضل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ رسول ہیں کہ ہم نے انہیں ایک کو دوسرے پر افضل کیا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ﴾ [الاسریٰ: ۵۵] بے شک ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی کہ ان میں کسی سے اللہ نے بلا واسطہ کلام فرمایا ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر اور ہمارے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے شب معراج میں عرش پر بفاصلہ قوسین او ادنیٰ کلام فرمایا جس سے دونوں کلاموں کا فرق ظاہر ہے۔ اور حدیث ابن حبان میں آیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی کلام کیا تھا۔ [ابن کثیر] مگر اُس کا کلام جنس کلام بشر سے نہ تھا اس کی کیفیت وہی جانتا ہے یا وہ جس سے کلام کیا، اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا، جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ انہیں سب پر فضیلت و سیادت عطا فرمائی، طرح طرح کی خصوصیات سے نوازا، جہاں بھر کے لیے رحمت اور رسول بنا کر بھیجا، سلسلہ نبوت ان پر ختم فرمایا، معجزات کثیرہ انہیں عطا فرمائے جن میں سب سے بڑا معجزہ قرآن عظیم ہے جو قیامت تک باقی رہے گا اور جس کا مثل آج تک کوئی نہ لا سکا، اور ان کی امت کو سب امتوں پر افضل کیا، اور ان کی شریعت کو سب شریعتوں کا ناسخ بنایا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا ہوئیں کہ مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں: میرا رعب لوگوں کے دلوں میں ڈالا گیا، میرے لیے زمین پاک کرنے والی اور مسجد بنائی گئی کہ جہاں چاہو نماز پڑھو، پانی نہ ملے تو اس سے پاکی حاصل کرو، اور میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھا، اور مجھے شفاعت دی گئی اور پہلے نبی کسی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا اور میں تمام لوگوں سارے جہان کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ میں جوامع کلم دیا گیا یعنی جن کے لفظ تھوڑے اور معنی بہت ہیں اور مجھ پر نبوت ختم کی گئی۔ پھر آگے ارشاد ہوتا ہے: اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلی نشانیاں دیں جیسے مردے جلانا، اندھوں کو بینا کرنا، کوڑھی

www.waseemziyai.com

رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ

دیے میں سے خرچ کرو وہ دن آنے سے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہے نہ کافروں کے لیے دوستی

وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا

نہ شفاعت، اور کافر خود ہی ظالم ہیں ف۲ اللہ ہے جس کے سوا کوئی

هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي

معبود نہیں وہ آپ زندہ اور اوروں کا قائم رکھنے والا اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند اسی کا ہے جو

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا

کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے

جذامی کو اچھا کرنا، جانور بنا کر اس میں روح ڈالنا، بچپن میں بات چیت کرنا اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی۔ یعنی جبرئیل ہر وقت ان کے ساتھ رہتے جہاں وہ جاتے ان کے ساتھ جاتے۔ اور اگر اللہ ان سب کی ہدایت چاہتا تو ان کے بعد والے، یعنی بنی اسرائیل آپس میں نہ لڑتے بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آچکی تھیں لیکن وہ دین میں مختلف ہوئے، بعض نے بعض کو گمراہ و بے دین کہا، ان میں کوئی ایمان پر رہا اور کوئی کافر ہو گیا، اور اگر اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے نہ مختلف ہوتے مگر اللہ جو چاہے کرے جسے چاہے توفیق دے جسے چاہے نہ دے۔

تنبیہ: ﴿وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾ [البقرۃ:۲۵۳] سے عامہ علما کے نزدیک حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں اور نام ظاہر نہ کرنے میں حضور کی عظمت شان و رفعت مکان کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی یہ ایسے ہیں کہ ان کا نام ذکر کیا جائے یا نہ کیا جائے سمجھنے والے انہیں کو سمجھیں گے۔ اور بخاری و مسلم کی حدیث میں جو "لا تفضلونی علی الانبیاء" آیا ہے وہ تواضعاً آپ نے فرمایا ہے، یا اپنی رائے سے فضیلت دینے کی نفی ہے نہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں فضیلت دی ہے اسے ظاہر کرنے، اس پر یقین لانے کی جو احادیث و آیات کثیرہ سے ثابت ہے، اور بڑے بڑے علما نے اپنی تالیفات منیفہ میں انہیں جمع فرمایا ہے، اور حضرت مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور کے فضائل و خصائص اور سید الانبیاء والمرسلین ہونے میں ایک مبسوط رسالہ مسمی بہ "تجلی الیقین بان نبینا سیدا لمرسلین" تحریر فرمایا ہے اور اس میں بہت سی آیتوں اور حدیثوں سے حضور کی افضلیت و سیادت ثابت فرمائی ہے اور ضمن کلام میں ایمان افروز باتیں بیان کی ہیں۔ اور آیت اس پر دلیل ہے کہ مدارج انبیا علیہم السلام جدا جدا ہیں اور ان میں بعض کو بعض پر بدلائل قطعیہ فضیلت دینا جائز ہے اور ﴿ما اقتتل﴾ سے اختلاف مراد ہے کہ وہ باعث جدال و قتال ہوتا ہے۔

(۲) چونکہ پچھلی آیات میں جہاد کا حکم فرمایا گیا تھا اور وہ مہمات دین سے تھا اس کے ساز و سامان کے لیے خرچ کی ضرورت تھی لہذا اس آیت میں تاکیداً اس کا حکم فرمایا گیا ہے اگرچہ راہ خدا میں خرچ کرنے کا حکم گزر چکا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ: اللہ کے دیے ہوئے میں سے اللہ کی راہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں قیامت کا دن آنے سے پہلے خرچ کرو کہ اس روز نہ خرید و فروخت کام آئے گی نہ جان کے بدلے مال دینا کام آئے گا اور نہ کسی کی دوستی اور سعی کارگر ہوگی اور نہ کسی کی شفاعت نفع دے گی سوائے اس کے جس کو اللہ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا، اور کافر خود ہی ظالم ہیں کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کرتے ہیں اور غیر محل میں خرچ کرتے ہیں۔

تنبیہ: عطا سے مروی ہے کہ انھوں نے اس پر اللہ کی حمد فرمائی کہ اس نے ﴿وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ [البقرۃ:۲۵۴] فرمایا: اور "والظالمون هم الكافرون" نہ فرمایا: کہ اس طرح فرمانے میں ظالم مسلمان بھی زمرۂ کفار میں داخل ہو جاتے۔

www.waseemziyai.com

بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ

حکم کے جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے اور وہ نہیں پاتے اس کے

مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا

علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے اس کی کرسی میں سمائے ہوئے ہیں آسمان و زمین اور اسے

يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾ لَاۤ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ ۙ

بھاری نہیں ان کی نگہبانی اور وہی ہے بلند بڑائی والا ف۳ کچھ زبردستی نہیں دین میں،

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَىِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ

بے شک خوب جدا ہوگئی ہے نیک راہ گمراہی سے تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر

بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ

ایمان لائے اس نے بڑی محکم گرہ تھامی جسے کبھی کھلنا نہیں، اور اللہ

(۳) چونکہ قرآن عظیم کا طریقہ یہ ہے کہ توحید واحکام وقصص وغیرہ باتوں کو اس طرح ملا جلا کر موقع اور محل کے مناسب بیان کرتا ہے کہ پڑھنے والوں کا اس کے پڑھنے میں دل لگے، لہذا اس آیت میں بھی جہاد اور اس کے مناسب قصے اور اس کی علت ومصلحت ومنفعت ذکر کرنے کے بعد اپنی الوہیت ووحدانیت اور اپنی قدرت وصفات کو ذکر فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ آپ زندہ اور ہمیشہ رہنے والا اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے، اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند آتی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ بنی اسرائیل سے کہہ دو کہ میں اپنی قدرت سے آسمان وزمین کو روکے ہوئے ہوں، اگر مجھے اونگھ یا نیند آتی تو وہ زائل ہو جاتے گر جاتے۔ [مدارک] آگے ارشاد ہوتا ہے: جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اسی کا ہے، یعنی وہ اس کا مالک وخالق ہے۔ وہ کون ہے جو اس کے بے حکم وبغیر اجازت اس کے یہاں سفارش کرے، یعنی ایسا کوئی نہیں ہے جو بغیر اس کے دربار میں کسی کی سفارش کرے۔ اس میں زعم مشرکین کا رد ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارے بت ہماری شفاعت کریں گے، اور خیال یہود کا رد وبطلان ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارے بزرگ ہماری شفاعت کریں گے۔ ہاں جس کو شفاعت کرنے کی اس کی سرکار سے اجازت ہوگی وہ شفاعت کرے گا جس کی خبر حدیث شفاعت میں دی گئی ہے اور "واشفع تشفع" فرمایا گیا ہے۔ بعض جاہل شفاعت سے بھی انکار کرتے اور ﴿وَمَآ أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ﴾ [الانعام: ۱۰۷] سے دلیل پکڑتے ہیں۔ وہ مخلوق کے تمام اگلے پچھلے حالات جانتا ہے اور مخلوق اس کے علم کو نہیں پاتی ہے مگر وہ جتنا چاہے، یعنی مخلوق اللہ کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتی مگر اتنا جو اس نے اپنے رسولوں کے ذریعہ بتایا، اس کی کرسی میں آسمان وزمین سمائے ہوئے ہیں اور ان کی نگہبانی اسے بھاری نہیں ہے اور وہی بلند بڑائی والا ہے اپنی خلق پر۔

تنبیہ: اس آیت کو آیت الکرسی کہتے ہیں، اس میں جو کرسی کا لفظ فرمایا گیا ہے اس سے حقیقۃً یا تو بعینہٖ کرسی مراد ہے، اور وہ اس قدر بڑی ہے جس میں ساتوں آسمان وزمین سما جائیں جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ساتوں آسمان اللہ کی کرسی میں ایسے ہیں جیسے ڈھال میں چند درہم پڑے ہوں۔ قاله ابن عباس رضی الله تعالی عنه۔ [جلال] یا علم مراد ہے یا ملک مراد ہے یا عرش مراد ہے۔ [حسن] یا وہ عرش کے سوا ہے جو عرش کے نیچے ہے یا سامنے ہے اور آسمان وزمین اس کے بیچ میں ہے، قاله السدی. حدیث میں ہے کہ ساتوں آسمان کرسی میں ایسے ہیں جیسے کسی جنگلی میدان میں ایک حلقہ پڑا ہو اور عرش کا فضل کرسی پر ایسا ہے جیسے میدان کو اس حلقہ پر۔ اس

www.waseemziyai.com

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

سنتا جانتا ہے۔ اللہ والی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیریوں سے نور

النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ

کی طرف نکالتا ہے، اور کافروں کے حمایتی شیطان ہیں وہ انہیں نور سے

اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ اَلَمْ تَرَ

اندھیریوں کی طرف نکالتے ہیں، یہی لوگ دوزخ والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا۔ ف۴ اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا تھا

اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ

اسے جو ابراہیم سے جھگڑا اس کے رب کے بارے میں اس پر کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی

اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ

جبکہ ابراہیم نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے بولا میں جلاتا

آیت کریمہ کا فضل وشرف اور ثواب بہت ہے۔ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد اسے پڑھے گا اسے سوائے موت کے کوئی چیز جنت میں جانے سے نہ روکے گی یعنی وہ مرنے کے بعد جنت میں جائے گا۔ [نسائی وابن حبان] اور جو اسے سوتے وقت پڑھے گا اللہ اسے اور اس کے پڑوسیوں کو امن میں رکھے گا۔ [بیہقی] اور فرمایا حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: کہ آیۃ الکرسی سورۂ بقرہ کی سردار ہے اور جس گھر میں آیۃ الکرسی پڑھی جاتی ہے اس میں تین دن تک شیاطین داخل نہیں ہوتے ہیں اور اس میں ساحر وساحرہ چالیس روز تک داخل نہیں ہوتے ہیں، یعنی اس میں سحر (جادو) کا اثر نہیں ہوسکتا ہے۔ اور جو اسے رات کو پڑھ کر سوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کے لیے صبح تک ایک فرشتہ مقرر فرماتا ہے۔ [مدارک] امام احمد ومسلم کی حدیثوں میں ہے کہ افضل واعظم آیت قرآن عظیم میں آیت الکرسی ہے اور وہ ربع قرآن ہے یعنی اس کا ثواب چہارم قرآن کے برابر ہے اور وہ قرآن کی آیتوں میں بزرگ تر ہے اور جو اسے پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر فرماتا ہے کہ دن بھر اس کی نیکیاں لکھے اور برائیاں مٹائے [ابن کثیر]

(۴) شان نزول: اس کا یہ ہے کہ اسلام سے پہلے جن انصاریوں کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی وہ نذر کیا کرتے تھے کہ اگر یہ بچہ زندہ رہے گا تو ہم اسے یہودی کردیں گے۔ جب قبیلہ بنونضیر مدینہ سے نکالا گیا تو ان میں ایسے بچے بھی تھے جن کو یہودی بنا دیا گیا تھا ان کے والدین پر ان کا جانا شاق ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کی کہ ہم نے اپنے بچوں کو اس لیے یہودی بنا دیا تھا کہ ہم مشرک تھے اور یہودی اہل کتاب تھے ہم انہیں اپنے سے اچھا خیال کرتے تھے، اب چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین اسلام عطا فرمایا ہے لہذا ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنے بچوں کو بھی جبریہ مسلمان کرلیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں ممانعت فرمائی گئی۔ [رواہ ابن جریر عن السدی] بعض روایات میں ہے کہ حصین سالمی انصاری کے دو لڑکے شام کے عیسائی تاجروں نے عیسائی بنا لیے تھے جب وہ جانے لگے تو لڑکوں نے بھی ان کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا تو ان پر ان کا جانا گراں گزرا اور انھوں نے حضور سے آکر پوچھا کیا میں انہیں جبریہ مسلمان کرلوں تو یہ آیت نازل ہوئی اور حضور نے انہیں جبریہ مسلمان کرنے سے منع فرمایا:۔ [ابن کثیر] مطلب یہ ہے کہ دین اسلام قبول کرنے میں کچھ زبردستی نہیں ہے کہ نیک راہ گمراہی سے خوب اچھی طرح جدا ہوگئی ہے، یعنی ایمان کفر سے جدا وممتاز ہوگیا ہے پس جو چاہے نیک راہ اختیار کرے ایمان لائے اسلام میں داخل ہو اور جو چاہے گمراہی اختیار کرے کفر وشرک میں پڑا رہنا پسند کرے۔ تو جو شیطان کو نہ مانے اور

www.waseemziyai.com

وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ

اور مارتا ہوں ابراہیم نے فرمایا تو اللہ سورج کو لاتا ہے پورب سے

فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

تو [اس کو] پچھم سے لے آ تو ہوش اڑ گئے کافر کے، اور اللہ راہ نہیں دکھاتا

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ

ظالموں کو۔ ف۵ یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ ڈھئی پڑی تھی

عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ

اپنی چھتوں پر بولا اسے کیونکر جلائے گا اللہ اس کی موت کے بعد تو

اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑی مضبوط گرہ تھامی جسے کبھی کھلنا نہیں ہے، اور اللہ سنتا جانتا ہے اس کے اقرار و اعتقاد کو، اللہ والی و مددگار ہے مسلمانوں کا، انہیں کفر و شرک وغیرہ کی اندھیریوں سے نور ایمان و عرفان کی طرف نکالتا ہے، اور کافروں کے حمایتی شیطان ہیں وہ انہیں نور ایمان سے کفر و شرک وغیرہ کی اندھیریوں کی طرف نکالتے ہیں، یعنی انہیں بہکا کر اسلام سے پھیرتے ہیں اور مرتد بناتے ہیں یا اسلام لانے سے روکتے اور شرک و کفر کی تعلیم و تلقین کرتے ہیں، یہی لوگ دوزخی ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

تنبیہ: یہ آیت بعض کے نزدیک آیت سیف سے منسوخ ہے اور بعض کے نزدیک مخصوص باہل کتاب ہے اور بعض کے نزدیک عام ہے۔ اس آیت پر اور اس کے شان نزول پر وہ لوگ غور کریں جو اسلام پر یہ الزام رکھتے ہیں کہ وہ اسلام جبریہ تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے کہ اگر اللہ کو جبراً اسلام پھیلانا منظور ہوتا تو ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ [البقرۃ:۲۵۶] نہ فرماتا: اور اپنے رسول کو یہ حکم نہ فرماتا کہ ﴿ادْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ الخ ' [النحل:۱۲۵] یعنی اے نبی! تم دین اسلام کی طرف لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ۔ ﴿وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ﴾ [ق:۴۵] تم ان پر جبر کرنے والے نہیں ہو۔ جبراً کسی کو مسلمان کرنے سے اسلام کو کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا کہ وہ بے دلی سے بظاہر مسلمان ہوگا اور دل میں کفر و نفاق کو پوشیدہ رکھے گا، مسلمانوں کے راز کی باتوں کی کفار کو خبر دیتا رہے گا اور جب موقع پائے گا اسلام سے پھر جائے گا کفار میں مل جائے گا۔ اسلام وہی خوب ہے جو خوش دلی سے بلا کسی جبر و دباؤ کے اور بغیر کسی لالچ کے جان و دل سے قبول کیا جائے۔

(۵) گزشتہ آیت میں یہ فرمایا گیا تھا کہ مسلمانوں کا اللہ والی و مددگار ہے اور وہ انہیں اندھیرے سے نکال کر اجالے میں لاتا ہے اور انہیں راہ راست پر چلاتا ہے، اس کے ثبوت میں حضرت ابراہیم اور نمرود کا مناظرہ ذکر فرماتا ہے کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کی مدد فرمائی اور انہیں نمرود پر مناظرہ میں غالب فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب کیا تم نے اسے نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے وجود یا شان میں جھگڑا کیا اس غرور پر کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی۔ جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس کو اپنے رب کی طرف بلایا اور دعوی نبوت کیا تو اس نے پوچھا، تیرا رب کون ہے جس کی طرف تو بلاتا ہے، تو ابراہیم علیہ السلام نے اس کے جواب میں کہا: میرا رب وہ ہے جو مارتا اور جلاتا ہے۔ تو وہ بولا میں مارتا اور جلاتا ہوں اور اس کے ثبوت میں اس نے دو قیدیوں کو کہ ان میں ایک کو رہائی مل چکی تھی اور دوسرے کو قتل کی سزا سنادی گئی تھی لہذا اس نے رہائی ملنے والے کو قتل کر دیا اور سزا یافتہ کو رہا کر دیا، جب ابراہیم علیہ السلام نے اس کی یہ غباوت و حماقت دیکھی کہ وہ " یحیی ویمیت " کے معنی نہیں سمجھتا ہے تو اس سے زیادہ واضح دلیل پیش کی اور کہا کہ اللہ سورج کو پورب سے

www.waseemziyai.com

اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ

اللہ نے اسے مردہ رکھا سو برس پھر زندہ کردیا فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا؟ عرض کی دن بھر

يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى

ٹھہرا ہوں گا یا کچھ کم، فرمایا نہیں بلکہ تجھے سو برس گزر گئے اور اپنے کھانے اور پانی کو

طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ

دیکھ کہ اب تک بو نہ لایا اور اپنے گدھے کو دیکھ (کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں) اور یہ اس لیے کہ تجھے

اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا

ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیونکر ہم انھیں اٹھان دیتے ہیں پھر انھیں گوشت

لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ

پہناتے ہیں جب یہ معاملہ اس پر ظاہر ہوگیا بولا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ

قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْىِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ

کرسکتا ہے۔ ف۶ اور جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے! مجھے دکھا دے تو کیونکر مردے جلائے گا فرمایا

لاتا ہے تو اس کو پچھم سے لے آ تو اس کافر کے ہوش اڑ گئے مبہوت و متحیر ہو کر رہ گیا کہ سورج کو پچھم سے لانا اس کی قوت سے باہر تھا اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا ہے۔

تنبیہ: نمرود کنعانیوں میں بہت بڑا بادشاہ گزرا ہے، اس کی عمر چار سو سال کی تھی، خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور خدا کے وجود سے انکار۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی کے وقت میں تھے، اس نے انہیں قید کیا تھا اور آگ میں ڈالا تھا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ مشرق سے مغرب تک زمین کے مالک دو مسلمان اور دو کافر بادشاہ ہوئے ہیں۔ حضرت سلیمان و ذوالقرنین، اور کافر نمرود و بخت نصر۔ مقاتل کہتے ہیں کہ یہ مناظرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود میں اس وقت ہوا تھا جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت توڑا تھا اور اس نے انہیں قید کیا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آگ میں ڈالنے کے بعد قحط پڑا تھا، لوگ غلہ لینے نمرود کے پاس آتے تو ان سے پوچھتا تمہارا رب کون ہے؟ جو اسے رب کہتا اسے غلہ دیتا۔ حضرت ابراہیم بھی اس کے پاس غلہ لینے گئے تو اس نے ان سے بھی یہی سوال کیا تو آپ نے اسے جواب دیا جو آیت میں ذکر کیا گیا ہے تو اس نے انہیں غلہ نہیں دیا۔ پس آپ اپنے پلہ میں ریتا بھر کر لائے اور وہ ریتے کی گٹھری رکھ کر سو گئے تو ان کی بی بی نے گٹھری کھول کر دیکھا اس میں غلہ نکلا پس انہوں نے اسے پکایا اور آپ کے پاس لائیں آپ نے پوچھا یہ کہاں سے آیا۔ کہا تم ہی تو لائے تھے۔ پس آپ نے جان لیا کہ اللہ نے انہیں دیا ہے پس اللہ کا شکر ادا کیا۔ [سراج] اس آیت سے معاندین سے مناظرہ کا جواز ثابت ہے۔

(۶) ان آیات کو گزشتہ آیات کی تائید میں اپنی شان ربوبیت و قدرت ظاہر کرنے کے لیے ذکر فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم نے اس شخص کو دیکھا جو ایک ڈھئی ہوئی بستی پر گزرا اور اس کے ساتھ ایک گدھا اور کچھ انجیر اور شیرۂ انگور تھا تو اس نے اس بستی کو تباہ ہوا دیکھ کر کہا: کہ اللہ اس کے بسنے والوں کو مدت کے بعد کیسے جلائے گا۔ یہ کہہ کر وہ سو گیا تو اللہ نے اسے سو برس مردہ رکھا، پھر اس کو زندہ کیا تا کہ وہ اپنی کیفیت دیکھے اور قدرت الٰہی کا معائنہ کرے اور اس سے پوچھا تو یہاں کتنے زمانے ٹھہرا تو اس نے عرض کی: دن بھر یا دن سے کچھ کم

www.waseemziyai.com

اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ

کیا تجھے یقین نہیں عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے فرمایا تو اچھا

اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ

چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلالے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر

مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

رکھ دے پھر انہیں بلا، وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے اور جان رکھ کہ اللہ غالب

حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ ع ۳۵ ۲

حکمت والا ہے۔ ف ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی طرح

ٹھہرا ہوں گا۔ اور یہ اس بنا پر کہا تھا کہ شروع دن میں وہ سویا تھا اور سوتے میں اس کی روح قبض کی گئی تھی اور غروب کے وقت وہ زندہ کیا گیا تھا۔ پس اس نے ایک دن یا اس سے کچھ کم کا گمان کیا۔ تو اللہ نے فرمایا: نہیں تجھے سو برس گزر گئے۔ تو اپنے کھانے پینے کو دیکھ کہ وہ باوجود اتنا زمانہ گزرنے کے اب تک نہیں سڑا ہے۔ اور اپنے گدھے کو دیکھ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں۔ جب اس نے گدھے کو دیکھا تو وہ کب کا مر کر گل سڑ گیا تھا اس کی ہڈیاں پڑی چمک رہی تھیں۔ اور یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ ہم تجھے لوگوں کے لیے بعد مرنے کے زندہ ہونے کی نشانی کریں اور اپنے گدھے کی ہڈیوں کو دیکھ کہ ہم کیسے انہیں اٹھاتے اور متحرک کرتے ہیں پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں۔ تو اس نے ان کی طرف دیکھا تو گدھا گوشت پوست سے مرکب ہو کر زندہ ہو گیا اور بولنے لگا۔ پس جب اس نے یہ خدا کی قدرت کا تماشا دیکھا تو بولا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

تنبیہ: وہ شخص جس کا ذکر آیت میں فرمایا گیا ہے اکثر کے نزدیک حضرت عزیر ہیں۔ اور بعض نے خضر اور بعض نے حزقیل کہا ہے۔ اور بستی سے مراد بیت المقدس ہے جس کو بخت نصر نے تباہ و برباد کیا تھا اور اس کی عمارتوں کو ڈھایا تھا اور اس کے بسنے والوں کا قتل عام کیا تھا اور باقی ماندہ کو گرفتار کر کے لے گیا تھا۔ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے چار سو برس پہلے کا ہے جب کہ بنی اسرائیل نے حضرت شعیا علیہ السلام کو شہید کیا تھا اور وہ طرح طرح کی بداعمالیوں میں مبتلا ہو گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر شاہ بابل کو مسلط فرمایا جس نے ان کا اور ان کی بستی کا یہ حال کیا تھا۔ جب اس پر حضرت عزیر علیہ السلام کا گزر ہوا تو انہوں نے اس بستی کو تباہ و برباد ہوا دیکھ کر مشاہدۂ قدرت کرنے اور اپنا علم بڑھانے کے لیے تعجباً کہا کہ انہیں اللہ بعد مرنے کے کیسے زندہ کرے گا پس اللہ نے انہیں مشاہدۂ قدرت کرانے کے لیے موت دی پھر جلایا جس کو آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور اللہ کا ان سے سوال کرنا انہیں تنبیہ کرنے کے لیے تھا، جب وہ سو برس کے بعد زندہ ہو کر اپنے گھر آئے تو دروازہ پر ایک بوڑھی عورت اندھی بیٹھی ہوئی ملی، اس سے پوچھا عزیر کا گھر یہی ہے اس نے رو کر کہا ہاں یہی ہے اور انہیں مرے ہوئے سو برس ہوئے تو بولے کہ میں عزیر ہوں اس نے کہا اگر تم عزیر ہو تو میری آنکھیں اچھی کر دو، آپ نے دعا کی اس کی آنکھیں اچھی ہو گئیں اور اس نے دوڑ کر ان کے بیٹوں کی خبر کو جو ایک سو دس برس کے بوڑھے ہو گئے تھے انہیں بھی یقین نہ آیا مگر جب ان کی پشت میں مسہ دیکھا جو عزیر کے تھا تو انہیں یقین آیا، اور بنی اسرائیل نے کہا کہ ہم میں سوائے عزیر کے کسی کو توریت یاد نہ تھی پس انہوں نے توریت پڑھ کر سنائی تو سب نے یقین کیا اور عزیر ابن اللہ کہا۔ [سراج عن ضحاک وقتادہ]

(۷) یہ تیسرا قصہ ہے جو گزشتہ آیات کے مضمون کی تائید کرتا ہے اور اس کی شان ربوبیت وقدرت ظاہر کرتا ہے۔ مطلب یہ

www.waseemziyai.com

حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ

ہے جس نے اوگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ

يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ ع ۳۵ ۲

اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لیے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ ف۸ وہ جو اپنے مال

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ

اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دیے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ

ان کا نیگ ف۹ ان کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔ اچھی بات

ہے کہ اور یاد فرمایئے اے نبی! جب کہ عرض کی ابراہیم نے اے میرے رب! مجھے دکھادے کہ تو کیوں کر مردے جلائے گا۔ تو اللہ نے فرمایا کیا تجھے مردے جلانے کا یقین نہیں ہے۔ تو ابراہیم نے عرض کی یقین کیوں نہیں ہے مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے اور لوگوں پر تیری قدرت ظاہر ہو جائے۔ پس اللہ نے فرمایا: تو چار پرندے لے کر ان کا گوشت پوست پر وغیرہ ریزہ ریزہ کر کے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس دوڑے چلے آئیں گے اور جان لے کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بموجب فرمان الٰہی کے چار پرندے لیے اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے چار پہاڑوں پر رکھ دیا اور ان کے سر اپنے پاس رکھ لیے اور انہیں پکارا پس ان کے اجزا اڑ کر اپنے دوسرے اجزا سے مل گئے اور پھر اپنے اپنے سر سے آکر جڑ گئے۔ ان پرندوں میں ایک کوا، ایک مور، ایک مرغ، ایک کبوتر تھا۔ [قاله المجاهد وابن جرير] اور انہیں اس لیے مخصوص کیا تھا کہ وہ پیروں سے بھی آدمی کی طرح چلتے تھے۔ تنبیہ: ضحاک وحسن وقتادہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خدا سے ایسا سوال کرنے کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے ایک مرے ہوئے جانور کو سمندر کے کنارے پڑا ہوا دیکھا کہ اسے دریائی اور صحرائی جانور نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں اور اس کے جو ریزے گرتے ہیں انہیں ہوا اڑا لے جاتی ہے تو انہیں تعجب ہوا اور انہوں نے جناب باری میں عرض کی کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ تو ان کے اجزا کو جمع فرمائے گا مگر میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیسے جمع فرمائے گا تا کہ مجھے علم یقین سے عین الیقین ہو جائے۔ پس اللہ نے انہیں اپنی قدرت کا مشاہدہ کرایا جس طرح کہ آیت میں فرمایا گیا ہے۔ [سراج وغیرہ] حضرت ابن عباس وقتادہ سے مروی ہے کہ ان جانوروں میں سے ہر ایک کے چار حصے کر کے چار پہاڑوں پر رکھے تھے۔ اور سدی وابن جریج کہتے ہیں کہ ان کے سات حصے کر کے سات پہاڑوں پر رکھے تھے اور سر ان کے اپنے پاس روک لئے تھے۔ [واللہ تعالیٰ اعلم]

(۸) جب آیات گزشتہ میں خدا کی ذات وصفات وقیامت وغیرہ کا کافی ثبوت ہو چکا تو اب اس آیت میں قیامت کی تیاری اور توشۂ آخرت مہیا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال اس دانہ کی طرح ہے جس نے سات بالیں اگائیں جس کی ہر بالی میں سو دانے ہیں یعنی جس نے ایک دانہ بویا اس کا پیڑ نکلا اس پیڑ میں سات شاخیں نکلیں، ہر شاخ میں ایک ایک بالی آئی، اور ہر بالی میں سو دانے پڑے، تو اس دانہ بونے والے کو سات سو دانے ایک دانہ کے بدلے میں ملے۔ یونہی خدا کی راہ میں ایک پیسہ خوشی اور نیک نیتی سے خرچ کرنے والے کو سات سو پیسے یعنی سات سو گنا ثواب ملتا ہے۔ اور اسی پر بس نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ جس کے لیے چاہتا ہے اور مستحق زیادتی دیکھتا ہے بڑھاتا ہے کہ وہ فضل وسیع رکھنے والا مستحق کو جاننے والا ہے۔

www.waseemziyai.com

مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ

کہنا اور در گزر کرنا اس خیرات سے بہتر جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ

حَلِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ

حلم والا ہے۔ ف۹ اے ایمان والو! اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر

كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ

اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہ لائے

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ

تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک چٹان کہ اس پر مٹی ہے اب اس پر زور کا پانی پڑا جس نے اسے نرا پتھر

تنبیہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک فی سبیل اللہ سے مراد جہاد و حج ہے یعنی جو لوگ جہاد و حج میں خرچ کرتے ہیں انہیں سات سو گنا ثواب ملتا ہے۔ اور مکحول کے نزدیک اس سے مراد صرف جہاد میں خرچ کرنا ہے کہ خرچہ جہاد کا ثواب احادیث میں سات سو گنا فرمایا ہے۔ جیسا کہ امام احمد و ترمذی و ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور ایک حدیث میں حج کا ثواب مثل جہاد کے فرمایا ہے جسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ لہذا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جہاد و حج دونوں اس سے مراد لیے ہیں اور سعید ابن جبیر نے اس سے اللہ کی طاعت میں خرچ کرنا مراد لیا ہے۔ بہر حال اس سے ہر ایک نیک کام میں خرچ کرنا مراد ہو سکتا ہے خواہ وہ جہاد ہو یا حج ہو یا صدقہ و خیرات ہو یا دیگر امور خیر ہوں کہ بندے کی نیکیاں دس سے سات سو گنے تک بڑھتی ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھائی جاتی ہیں اس کی کوئی حد نہیں ہے کہ گزشتہ آیت میں ﴿اضعافاً کثیرۃ﴾ فرمایا گیا ہے، اس کا شمار سوائے اللہ تعالیٰ کے کون کر سکتا ہے۔

(۹) شان نزول: اس کی یہ ہے کہ غزوۂ تبوک کی تیاری کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار دینار نقد، ایک ہزار سواریاں مع ساز و سامان کے دی تھیں جن میں نو سو پچاس گھوڑے اور پچاس اونٹ تھے اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے چار ہزار دینار نقد دیے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضور نے ان کے مال میں برکت کی دعا فرمائی۔ [سراج] مطلب یہ ہے کہ جو لوگ بخوشی خاطر اپنے مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دے کر نہ احسان دھرتے ہیں اور نہ طعنہ دے کر تکلیف دیتے ہیں ان کے دیے کا نیک اور ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں آخرت میں کچھ اندیشہ ہوگا اور نہ کچھ غم۔ چونکہ بعض وقت دینے کو آدمی کے پاس کچھ نہیں ہوتا ہے اور سائل اڑ جاتا ہے اس کے لیے فرمایا جاتا ہے کہ سائل سے اچھی بات کہنا اور در گزر کرنا اور نرمی سے جواب دینا اس خیرات سے بہتر و افضل ہے جس کے بعد ستانا ہو، یعنی دینے کے بعد احسان جتانا، طعنے دینا، عار دلانا، سختی سے گفتگو کرنا ہو جس سے سائل کا دل دکھے اسے تکلیف پہنچے اور وہ نادم و پشیماں ہو۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ کوئی صدقہ اللہ کو قول معروف سے زیادہ محبوب نہیں ہے، اور اللہ بے پروا حلم والا ہے اسے بندوں کی خیرات کی پروا نہیں ہے اور ان کے عذاب کو محض اپنے حلم سے موخر کرنے والا ہے۔ گویا نہ دینا اور نرمی سے سائل کو منع کر دینا ایسے دینے سے بہتر ہے جس کا دے کر احسان جتایا جائے کہ احسان جتانا بڑا گناہ ہے اور مسلمان کا دل دکھانا بھی گناہ ہے۔ احادیث میں دینے پر احسان جتانے اور مسلمان کا دل دکھانے کی ممانعت فرمائی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے نہ کلام کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ ان میں سے ایک منان ہے، یعنی دی ہوئی چیز پر احسان جتانے والا۔ [رواہ مسلم وغیرہ] اور نسائی کی حدیث میں ہے کہ منان جنت میں نہ جائے گا۔ اور بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جس نے مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ تنبیہ: مسجد میں سوال کرنا اور سائل کو دینا منع ہے جب کہ وہ لوگوں کی گردنیں اولانگتا ہو۔ [درمختار]

www.waseemziyai.com

صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

کر چھوڑا اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو

الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ

راہ نہیں دیتا۔ ف اور ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہنے میں خرچ کرتے ہیں

اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ

اور اپنے دل جمانے کو اس باغ کی سی ہے جو بھوڑ پر ہو اس پر زور کا پانی پڑا تو

اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

دونے میوے لایا پھر اگر زور کا مینہ اسے نہ پہنچے تو اوس کافی ہے اور اللہ تمہارے کام

(۱۰) یہ گزشتہ آیات سے وابستہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم اپنے صدقوں کے ثواب احسان دھر کر ایذا دے کر باطل نہ کرو اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے اور سخی مشہور ہونے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اس کا ثواب باطل کرتا ہے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتا ہے اور وہ منافق ہے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک چکنے پتھر پر کچھ مٹی پڑی ہو، اب اس پر زور کا پانی پڑا جس نے مٹی دھو کر اسے نرا صاف پتھر کر دیا، اسی طرح ریا ان کے عمل کے ثواب کو دھو دیتا ہے، یہ منافق ریا کار اور دکھاوے کے لیے مال خرچ کرنے والے اپنی کمائی سے کسی چیز کو نہ پائیں گے یعنی کسی چیز سے نفع نہ اٹھائیں گے کہ اس کا انہیں کچھ ثواب نہ ملے گا سب رائیگاں ہوگا اور اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا ہے۔

تنبیہ: دکھاوے اور شہرت اور ناموری کے لیے کوئی کام کرنا باطل ہے اس کا کچھ ثواب نہیں ملتا ہے۔ آیت میں اشارہ ہے کہ ریا صفت منافق ہے مسلمان کو اس سے بچنا اور ہر کام خلوص دل اور نیک نیتی سے خاص اللہ کے لیے کرنا چاہئے۔ بھتیرے مسلمانوں کی خیر خیرات اور نیک کاموں میں آج بھی ریا و نمود ٹپکتا ہے خلوص نہیں پایا جاتا جس سے ان کا کیا کرایا سب ملیامیٹ ہوتا ہے، اس سے مسلمانوں کو بچنا ضروری ہے کہ ریا بڑا گناہ ہے احادیث میں اسے شرک اصغر فرمایا گیا اور علماء نے اسے شرک خفی سے تعبیر کیا ہے۔ حدیث میں ہے میں تم پر سب سے زیادہ شرک اصغر کا خوف کرتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کی: شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا: ریا۔ قیامت کے دن دکھاوے کے لیے نیک کام کرنے والوں سے کہا جائے گا کہ تم اپنے عملوں کی جزا ان سے لو جن کے دکھانے کے لیے وہ کام کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے اول قاری اور مجاہد اور مال دار بلائے جائیں گے۔ قاری سے پوچھا جائے گا کہ تو نے قرآن پڑھ کر کیا عمل کیا۔ عرض کرے گا میں اسے رات دن پڑھا کرتا تھا تو اللہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے، تو قاری کہلوانے کے لیے پڑھا کرتا تھا۔ اور مجاہد سے سوال ہوگا ہم نے تجھ پر جہاد فرض کیا تھا تو نے کیا کیا؟ عرض کرے گا میں لڑا یہاں تک کہ قتل ہوا، تو اللہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے بہادر کہلوانے کے لیے جہاد کیا تھا۔ اور مال دار سے سوال ہوگا کہ میں نے تجھے اس قدر مال دیا تھا تو نے اس میں کیا کیا؟ عرض کرے گا میں نے اسے صلہ رحمی اور خیر خیرات میں صرف کیا۔ فرمائے گا تو جھوٹا ہے۔ تو نے اسے اپنے کو سخی کہلوانے کے لیے خرچ کیا۔ یہ تینوں آدمی اول خلق اللہ ہیں جن سے آتش جہنم بھڑکائی جائے گی۔ [سراج] اسی پر نماز روزہ وغیرہ دوسرے اعمال کو قیاس کر لینا چاہیے جو خالص اللہ کے لیے نہیں کیے جاتے بلکہ دکھاوے اور شہرت و ناموری کے لیے یا کسی دوسری غرض و نیت سے کیے جاتے ہیں یا ملامت و بدنامی کے خوف سے کیے جاتے خواہ وہ کام دینی ہوں یا دنیوی کہ ان سب پر مواخذہ ہوگا۔ ریا کی مذمت و وعید دیگر احادیث میں بھی آئی ہیں جو بخوف طوالت ترک کی گئیں۔

www.waseemziyai.com

بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ

دیکھ رہا ہے ف۱۱ کیا تم میں کوئی اسے پسند رکھے گا کہ اس کے پاس ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ

جس کے نیچے ندیاں بہتیں اس کے لیے اس میں ہر قسم کے پھلوں سے ہے اور اسے بڑھاپا

الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ

آیا اور اس کے ناتواں بچے ہیں تو آیا اس پر ایک بگولا جس میں آگ تھی

فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾ ع

تو جل گیا ا ایسا ہی بیان کرتا ہے اللہ تم سے اپنی آیتیں کہ کہیں تم دھیان لگاؤ ف۱۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا

اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو اور اس میں سے جو ہم نے

لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ

تمہارے لیے زمین سے نکالا اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو کہ دو تو اس میں سے اور تمہیں ملے

تنبیہ: بعض کے نزدیک صدقہ کا ثواب احسان جتانے سے بالکل باطل ہو جاتا ہے کچھ نہیں ملتا ہے اور احسان جتانے کا گناہ علاحدہ ہوتا ہے جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ صدقہ کا ثواب ملتا ہے مگر مضاعف نہیں ہوتا ہے اور احسان جتانے کا گناہ جدا ہوتا ہے۔

(۱۱) چونکہ گزشتہ آیتوں میں منافقوں ریاکاروں کا خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کا نتیجہ و مآل ذکر فرمایا تھا اور مسلمانوں کو اس طرح خرچ کرنے سے منع فرمایا تھا، اس آیت میں مسلمانوں کے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا نتیجہ و مآل ذکر فرماتا ہے تاکہ دیکھنے والے موازنہ کر کے دیکھیں اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا جو طریقہ اچھا ہو اسے اختیار کریں۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنا مال اللہ کی رضا چاہنے میں اور اپنے دل جمانے کو باعتقاد ثواب خرچ کرتے ہیں ان کی کہاوت اس باغ کی سی ہے جو بھوڑ پر یعنی ایک سی اونچی زمین پر ہو اس پر زور کا پانی پڑا تو وہ بہ نسبت دوسرے باغ کے دونے میوے لایا اور جو زور کا مینہ اسے نہ پہنچے تو اوس یا ہلکا سا جھلا اسے کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے پس ان کی جزا دے گا۔ اسی طرح خلوص سے خدا کی راہ میں تھوڑا یا بہت سا مال خرچ کرنا بہت زیادہ پھل لاتا ہے اور بڑھتا ہے۔

(۱۲) پہلی آیت میں راہ خدا میں خرچ کرنے کی مثال ایک پرنفع باغ سے دی تھی، اس آیت میں بھی باغ سے مثال دی ہے مگر اس کے ضمن میں منافقوں، ریاکاروں، احسان جتانے والوں کی حالت ظاہر کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تم میں کوئی اسے پسند کرے گا کہ اس کے پاس ایک باغ ہو کھجوروں انگوروں کا جس میں نہریں بہتی ہوں، اس میں ہر قسم کے پھل اس کے لیے ہوں اور اسے بڑھاپا آیا کہ مزدوری سے عاجز ہوا اور اس کے چھوٹے چھوٹے کمزور بچے ہیں جو محنت مزدوری کے قابل نہیں ہیں۔ پس اس پر ایک بگولہ ہوا کا آیا جس میں آگ تھی جس سے وہ باغ جل گیا اور وہ بوڑھا آدمی اور اس کی اولاد ہاتھ مل کر حیران ہو کر رہ جائیں۔ یعنی کوئی اسے پسند نہیں کرے گا کہ اس کا ایسا باغ ایسے وقت میں جل جائے۔ یونہی منافقوں ریاکاروں احسان جتانے والوں کی حالت ہے کہ ان کا دیا ہوا اسی طرح رائیگاں ہوگا اور انہیں آخرت میں اس سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ اللہ تم سے اپنی آیتیں ایسے ہی بیان کرتا ہے کہ کہیں تم دھیان کرو۔

www.waseemziyai.com

بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾

تو نہ لوگے جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو، اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ سراہا گیا ہے۔ ف۱۳

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۗءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً

شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا اور اللہ تم سے وعدہ فرماتا ہے بخشش

مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ

اور فضل کا اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے

(۱۳) گزشتہ آیات میں خدا کی راہ میں مطلقا خرچ کرنے کا حکم فرمایا گیا تھا جو صدقات واجبہ و نافلہ وغیرہ کو شامل تھا اور اس کی کیفیت بیان نہیں کی گئی تھی کہ کیسا ہونا چاہئے اچھا یا برا۔ اس آیت میں صدقہ واجبہ یعنی زکاۃ کو مع اس کی کیفیت کے بیان فرمایا گیا ہے۔

شان نزول: اس کا وہ انصار ہیں جو اپنے باغوں کی ناقص و خراب کھجوریں اچھی کھجوروں میں ملا کر اصحاب صفہ کے لیے مسجد نبوی میں لٹکا جاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور برا اور ردی مال خدا کی راہ میں دینے سے منع فرمایا گیا۔ [ابن کثیر] مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں سے کچھ دو اور اس میں سے کچھ دو جو ہم نے تمہارے لیے زمین میں سے نکالا ہے، غلہ پھل وغیرہ۔ اور ان میں سے ناقص و خراب دینے کا ارادہ نہ کرو۔ اور حال یہ ہے کہ اگر تمہیں ایسی ناقص و خراب چیز دی جائے تو تم اسے نہ لو گے مگر آنکھیں سکوڑ کر بے دلی سے (تو تم خدا کی راہ میں ایسی خراب چیزیں کیسے دیتے ہو) اور جان لو کہ اللہ بے پرواہ ہے تمہارے صدقہ سے، سراہا گیا ہے ہر حال میں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اگر تمہاری چیز کے بدلے کوئی خراب چیز لا کر دے تو تم کبھی اسے اچھی کے حساب میں نہ لو گے۔ حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ اگر تمہیں ایسی خراب چیز ہدیہ بھیجی جائے تو اسے لینے میں تامل کرو گے اور بے دلی سے لو گے تو کیسے ایسی خراب چیز اللہ کے لیے دینے میں راضی ہوتے ہو جو اپنے لیے پسند نہ کرو گے، لیکن اگر تمام مال خراب ہو تو خراب دینا روا ہے۔ [سراج]

تنبیہ: ﴿ما کسبتم﴾ سے ثابت ہے کہ تجارت، صنعت و حرفت سے جو مال پیدا کیا جائے اس میں زکاۃ واجب ہے اور کسب کرنا مباح ہے۔ بڑے بڑے انبیا، اولیاء، صحابہ، تابعین کسب کرتے اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ پاکیزہ تر کھانا وہ ہے جو کسب کر کے کھایا جائے۔ اور اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھانا سب سے بہتر ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھایا کرتے تھے۔ اور ﴿مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ﴾ [البقرۃ: ۲۶۷] سے اناج اور پھلوں، میووں، ترکاریوں، ساگ پات وغیرہ میں جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں عشر واجب ہوگا۔ [سراج] حاصل یہ ہے کہ اس آیت سے تین مسئلے نکلتے ہیں: سونا چاندی تجارتی مال پر جب کہ بقدر نصاب ہو زکاۃ واجب ہے۔ اور زمین سے جو غلہ، میوہ، پھل، ترکاری پیدا ہوتی ہے ان میں عشر یعنی ان کا دسواں حصہ دینا واجب ہے جب کہ اسے خود محنت کر کے پانی نہ دیا ہو ورنہ بیسواں حصہ۔ اور زمین سے نکلی ہوئی سونا چاندی وغیرہ دھاتوں کی کان میں پانچواں حصہ دینا واجب ہوتا ہے۔ اور آیت مذکورہ میں صدقہ سے بعض کے نزدیک زکاۃ مراد ہے کہ بصیغہ امر حکم فرمایا گیا ہے۔ یہی حضرت علی سے مروی ہے۔ اور بعض کے نزدیک صدقہ مستحبہ مراد ہے۔ اور اکثر کے نزدیک ہر قسم کا صدقہ مراد ہے واجبہ ہو یا نافلہ ہو۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں اچھا اور کھرا مال خدا کی راہ میں دینے کا حکم فرمایا ہے اور ناقص اور خراب مال دینے کی ممانعت فرمائی ہے کہ اللہ پاک ہے اور پاک ہی چیز کو قبول فرماتا ہے اور ﴿طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جو چیز تم نے حلال و جائز طریقہ سے پیدا کی ہو اس میں سے اچھی اور عمدہ چیز خدا کی راہ میں دو کہ اللہ حرام مال کو بری چیز کو قبول نہیں فرماتا ہے۔ حدیث میں ہے جو مال حرام طور سے کما کر خیرات کرے گا وہ قبول نہ ہوگا اور نہ اس مال میں برکت ہوگی۔ [احمد]

www.waseemziyai.com

يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا

حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی اور نصیحت نہیں مانتے مگر

الْأَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾ وَمَا أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ

عقل والے۔ اور تم جو خرچ کرو یا منت مانو اللہ کو

يَعْلَمُهُ ۗ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ

اس کی خبر ہے اور ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں۔ ف۱۴ اگر خیرات علانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے

وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن

اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لیے سب سے بہتر ہے اور اس میں تمہارے کچھ گناہ

(۱۴) چونکہ گزشتہ آیات میں صدقہ وخیرات کرنے کا حکم فرمایا گیا تھا، اس سے بخیل طبیعتوں میں شیطان یہ خیال پیدا کرتا تھا کہ اگر تم اپنے مال خدا کی راہ میں یونہی خرچ کرتے رہے تو چند روز میں مال ختم ہو جائے گا اور تم فقیر ہو جاؤ گے اس خیال کو اس آیت میں دفع فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان تمہیں خیرات کرنے سے فقیر محتاج ہونے کا خوف دلاتا ہے اور کنجوسی سکھاتا ہے اور دل میں یہ خیال پیدا کرتا ہے کہ اگر تم اپنا مال خدا کی راہ میں یونہی خرچ کرو گے تو چند روز میں تمہارا مال ختم ہو جائے گا اور تم فقیر محتاج ہو جاؤ گے اور بے حیائی کی باتوں کا اور زکاۃ نہ دینے اور صدقہ وخیرات نہ کرنے کا حکم کرتا ہے۔ اور اللہ تم سے خیرات کرنے کے بدلے گناہ بخشنے اور زیادہ رزق دینے کا وعدہ فرماتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا علم والا ہے۔ جو اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے اسے جانتا اور اسے جزا دیتا ہے تو خدا کے وعدہ کا یقین کرو اور شیطانی خیالات میں نہ پڑو۔ فقر ومحتاجی کا خوف نہ کرو کہ وہ تمہارا دشمن ہے اور دشمن ہمیشہ یونہی بہکایا کرتا اور نقصان پہنچایا کرتا ہے اللہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے یعنی علم قرآن یا علم شریعت یا تفقہ فی الدین یا علم نافع عطا فرماتا ہے اور جسے اللہ کے یہاں سے علم نافع ملا اسے بہت سی بھلائی ملی جو اسے سعادت ابدیہ کی طرف لے جائے گی اور نصیحت کو عقل مند لوگ ہی مانتے ہیں اور اس سے نفع اٹھاتے ہیں۔ اور ﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ﴾ الخ کو درمیان نفقہ کے ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ علم میں بھی زکاۃ ہے اور وہ دوسروں کو سکھانا پڑھانا ہے۔ کہ حدیث میں آیا ہے جس علم سے نفع نہیں اٹھایا جاتا ہے وہ اس خزانے کی طرح ہے جس کی زکاۃ نہ دی گئی ہو۔ [احمدی] اور تم جو تھوڑا یا بہت علانیہ یا چھپا کر صدقہ دو گے یا بشرط یا بے شرط منت مانو گے اور اسے پورا کرو گے اسے اللہ جانتا ہے اس کی تمہیں جزا دے گا۔ اور ظالموں کا (جو زکاۃ وصدقات سے منع کریں یا گناہ کی نذر کریں یا بیجا خرچ کریں ان کا کوئی مددگار نہیں ہے جو انہیں اللہ کے عذاب سے بچائے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "أنفق أنفق عليك" یعنی تو میری راہ میں خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ اور حضرت اسماء سے مروی ہے کہ ان سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خرچ کر اور شمار نہ کر کہ اللہ تجھ سے شمار کر کے حساب لے گا اور بچا کر نہ رکھ کہ اللہ بھی بچا کر رکھے گا۔ یعنی اگر تو خرچ کرنے سے ہاتھ روکے گا تو اللہ تجھے دینے سے ہاتھ روکے گا۔ [سراج]

تنبیہ: ﴿أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ﴾ [البقرۃ: ۲۷۰] سے مشروعیت نذر ثابت ہے اور اس کا پورا کرنا بعینہ واجب ہے جب کہ کسی کار خیر کو معین کر کے کی ہو۔ جیسے کوئی کہے کہ اللہ کے لیے حج کروں گا یا روزے رکھوں گا اور یہ اعتقاد نہ ہو کہ وہ نذر قضائے الٰہی کو پھیر دے گی۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ نذر قضائے الٰہی کو مانع نہیں ہوتی ہے اور جو معین نہ کی ہو صرف یہ کہا ہو کہ اللہ کے لیے مجھ پر نذر ہے تو اس میں کفارہ لازم آئے گا۔ حدیث میں ہے جس نے نذر معین کر کے کی اس پر شئی معین لازم ہے اور جس نے نذر معین کر کے نہ کی اس پر کفارۂ یمین لازم ہے۔ [کبیر]

www.waseemziyai.com

سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ

گھٹیں گے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ ف۱۵ انھیں راہ دینا تمہارے ذمے لازم نہیں

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ

ہاں اللہ راہ دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم جو اچھی چیز دو تو تمہارا ہی بھلا ہے

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ

اور تمھیں خرچ کرنا مناسب نہیں مگر اللہ کی مرضی چاہنے کے لیے اور جو مال دو تمھیں پورا

تنبیہ: نذر کے معنی کسی غیر واجب شئے کو اپنے ذمہ پر واجب کر لینا ہیں۔ وہ دو قسم کی ہوتی ہے: ایک نذر شرعی دوسری نذر عرفی۔ نذر شرعی یہ ہے کہ بندہ اللہ سے نزدیکی حاصل کرنے کے لیے کسی غیر واجب شئی کو جو عبادت مقصودہ میں سے ہو اپنے ذمہ پر واجب کر لے۔ یہ قسم نذر کی اللہ عزوجل کے ساتھ مخصوص ہے اور غیر اللہ کے لیے اسے کرنا حرام و باطل ہے۔ اور نذر عرفی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی بزرگ کسی معزز کو خوش کرنے اسے اپنی طرف متوجہ اور ملتفت کرنے کے لیے کوئی چیز اس کے سامنے پیش کرے یا پیش کرنے کا وعدہ کرے۔ یہ قسم نذر کی غیر اللہ کے لیے ہوتی ہے اور اس کا اطلاق غیر اللہ کے لیے بکثرت ہوتا ہے اور روز مرہ بولا جاتا ہے۔ حکیم صاحب، ڈاکٹر صاحب، وکیل صاحب کو نذرانہ دیا، مولوی صاحب راجہ صاحب پیر صاحب کو نذر دی۔ بادشاہوں ولی عہدوں کو جو تخت نشینی یا سال گرہ کے وقت امرا و زراء اراکین سلطنت وغیرہ علی حسب مراتب جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ نذر کہی جاتی ہے۔ نئے زمین دار کو کاشت کار لوگ جو اول بار پیش کرتے ہیں اسے بھینٹ نذرانہ کہتے ہیں۔ اور نیاز کا لفظ تو اس سے بھی زیادہ عام ہے، ہر شخص کہتا ہے اور لکھتا ہے مجھے ان سے نیاز حاصل ہے، میں آپ کا نیاز مند ہوں، نیاز مند عبداللہ وغیرہ، اسی طرح سے محبوبان خدا اولیاء اللہ کے حضور جو چیز پیش کی جاتی ہے یا ان کے نام پر خیرات کی جاتی ہے اسے نیاز، نذر، منت کہتے ہیں اور جو چیز ان کے مزار پر بھیجی جاتی ہے اسے چڑھاوا بولتے ہیں۔ اس سے تقرب و عبادت غیر اللہ مقصود نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو نذر اولیائے کرام اللہ تعالیٰ ہی کی نذر ہے کہ جو چیز کسی ولی اللہ کی نذر کی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے نام پر دی جاتی ہے اور اس کا ثواب اس ولی اللہ کی روح کو پہنچایا جاتا ہے۔ تو اس معنی کر اس قسم کی نذر بلا شک و شبہ جائز و روا ہے اور نذر شرعی سے جدا ہے۔ مگر وہابیہ اس قسم کی نذر کو بھی شرک کہتے ہیں اور نیاز و نذر کی چیز کا کھانا حرام بتاتے ہیں۔ چنانچہ امام الوہابیہ نے ''تقویۃ الایمان'' میں نذر و نیاز و منت کو شرک لکھا ہے اور اس کے کرنے والے کو مشرک کہا ہے۔ ان کی اتباع میں اکابر وہابیہ نے بھی بہشتی زیور کے حصہ اول میں اسے شرکیات میں داخل کیا ہے اور حصہ سوم بیان منت میں صراحۃً اسے حرام و شرک لکھا ہے اور منت کی چیز کو کھانا حرام بتایا ہے جس کا رد فقیر نے اصلاح بہشتی زیور حصہ اول میں بخوبی کیا ہے۔

(۱۵) شان نزول: اس کی حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا نصف مال لا کر خدمت حضور میں پیش کیا، فرمایا اپنے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑ آئے؟ عرض کی نصف ان کے لیے چھوڑ آیا ہوں کہ اتنے میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا کل مال چھپا کر لائے اور خدمت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پیش کیا، فرمایا: تم اپنے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑ آئے؟ عرض کی اللہ اور اللہ کے رسول کا وعدہ، حضرت عمر یہ سن کر رو پڑے اور بولے اے ابوبکر! میرے ماں باپ تجھ پر قربان میں نے جس امر خیر میں تجھ پر سبقت کرنا چاہی نصیب نہ ہوئی۔ آپ ہم سب سے آگے بڑھ گئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [ابن کثیر] مطلب یہ ہے کہ علانیہ خیرات کرنا بہت اچھی بات ہے اور چھپا کر فقیروں کو دینا تمہارے لیے سب سے بہتر و افضل ہے اور اس میں تمہارے گناہ گھٹیں گے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے کہ تم نے چھپا کر خیرات کی یا علانیہ۔ بعض روایات میں ہے

www.waseemziyai.com

اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ

ملے گا اور نقصان نہ دیے جاؤ گے۔ ف۱۶ ان فقیروں کے لیے جو راہِ خدا میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ

روکے گئے زمین میں چل نہیں سکتے نادان انھیں

اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ

تونگر سمجھے بچنے کے سبب تو انھیں ان کی صورت سے پہچان لے گا لوگوں سے سوال نہیں کرتے

کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ علانیہ صدقہ دینا افضل ہے یا چھپا کر دینا؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [سراج] حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ صدقات نافلہ کو چھپا کر دینا علانیہ دینے سے ستر گنا افضل ہے اور صدقۂ واجبہ کو علانیہ دینا چھپا کر دینے سے پچیس گنا افضل ہے۔ [بیضاوی وغیرہ] مگر آیت سے چھپا کر دینے کی افضلیت ظاہر ہوتی ہے کہ چھپا کر دینے میں ریا داخل نہیں ہوتا ہے بخلاف علانیہ کے اگرچہ اس کی نیت نہ ہو۔ حدیث میں ہے کہ سات آدمی قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوں گے اس میں ایک وہ ہے جس نے چھپا کر خیرات کی، اس طرح کہ اس کے دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہوئی [بخاری و مسلم] ہاں اگر وہ ایسا ہو جس کو دیکھ کر لوگ اقتدا کریں اس کو ظاہر کر کے دینا افضل ہے۔ اور زکوٰۃ کو علانیہ دینا افضل ہے تا کہ لوگ اس کی اقتدا کریں اور اس پر نہ دینے کا شبہ نہ کریں جیسے نماز فرض کہ مسجد میں پڑھنا افضل ہے اور نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہیں [سراج] امام احمد وغیرہ کی ایک بڑی حدیث میں ہے کہ خلق میں سخت تر یعنی افضل وہ آدمی ہے جو اپنے سیدھے ہاتھ سے خیرات کرتا ہے اور اسے الٹے ہاتھ سے چھپاتا ہے۔ ابوذر کی روایت میں ہے کہ میں نے حضور سے پوچھا کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا چپکے سے فقیر کو دے دینا اور یہ آیت پڑھی۔ شیخ ابن کثیر کا رجحان اسی طرف ہے اور ائمہ حنفیہ کا مختار یہ ہے۔ بعض اس کے خلاف کے قائل ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ صدقہ کا لفظ فرض ہے اور زکوٰۃ مستحبہ نافلہ پر بھی بولا جاتا ہے کہ قولہ تعالیٰ ﴿خذ من اموالہم صدقۃ﴾ یعنی ان کے مالوں سے صدقہ لو۔ حدیث میں ہے "نفقۃ المرء علی عیالہ صدقۃ" یعنی آدمی کا اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا صدقہ ہے لہٰذا آیت میں دونوں مراد ہو سکتے ہیں لیکن آیت اور احادیث سے چھپا کر صدقہ دینے کی افضلیت ظاہر ہے کہ چھپا کر دینا بہتر بتایا ہے اور زکوٰۃ کا علانیہ فقراء کو دینا چھپا کر دینے سے بہتر افضل ہے تا کہ شبہ سے محفوظ رہے۔

(۱۶) شانِ نزول: شروع میں ہر فقیر کو خیرات دی جاتی تھی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ جب مسلمان فقیروں کی زیادتی ہوئی تو نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے مشرک فقیروں کو خیرات دینے کی ممانعت فرمائی تا کہ مسلمان فقیروں کی حاجت روائی ہو اور کافر فقیر تنگ ہو کر مسلمان ہو جائیں تو یہ آیت نازل ہوئی اور سب کو دینے کا حکم فرمایا گیا۔ [رواہ ابن ابی شیبہ] اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حج کیا تو ان کے پاس ان کی مشرکہ ماں ان سے کچھ مانگنے آئیں تو انہوں نے انہیں منع کر دیا تو یہ آیت اتری۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسلام سے پہلے بعض مسلمان اپنے مشرک و یہودی رشتہ داروں کو خیرات دیا کرتے تھے جب وہ اسلام لائے تو انہیں ان کو خیرات دینا ناگوار ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [سراج] بہر حال مطلب یہ ہے کہ اے نبی فقرائے مشرکین کو ہدایت کرنا اور مسلمان بنانا تم پر لازم نہیں ہے کہ اس کے واسطے انہیں خیرات دینے کی ممانعت کرو۔ ہاں اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا راہ اسلام دکھاتا ہے اور تم جو اچھی چیز خدا کی راہ میں دو گے تو اس کا ثواب آخرت میں تمہیں کو ملے گا اگرچہ اس سے دنیا میں فقیر نفع اٹھائیں گے، لہٰذا لوگوں کو اس کے دینے سے روکنا اور منع کرنا نہ چاہیے، اور تمہیں خرچ کرنا نہ چاہیے مگر اللہ کی رضا چاہنے کے لیے نہ کسی اور غرض کے لیے، اور جو مال تم راہ خدا میں خرچ کرو گے اس کا پورا ثواب تمہیں ملے گا اس میں ذرا کمی نہیں کیے جاؤ گے۔

تنبیہ: یہ حکم صدقہ نافلہ کا ہے نہ صدقہ واجبہ کا کہ صدقہ فقیر محتاج کو دینا جائز ہے۔

www.waseemziyai.com

اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ اَلَّذِيْنَ

کہ گڑگڑانا پڑے اور تم جو خیرات کرو اللہ اسے جانتا ہے۔ ف۱۷ وہ جو

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ

اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر ان کے لیے ان کا نیگ ہے

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ

ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔ ف۱۸ وہ جو سود کھاتے

(۱۷) شان نزول: اس کا اصحاب صفہ ہیں یہ قریب چار سو آدمی تھے، اپنا گھر بار، مال ومتاع چھوڑ کر مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آئے تھے اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور مسجد شریف کے چبوترہ پر بسر کرتے تھے۔ تلاوت قرآن وتعلیم احادیث ان کا کام تھا، نہ انہیں کھانے پینے کی فکر تھی نہ کوئی اور دنیوی غم تھا، اگر کسی نے کچھ کھانے کو لا کر دے دیا کھالیا ورنہ بھوکے سو رہے، اگر کہیں تبلیغ وغیرہ دینی کام میں ان کی ضرورت ہوتی تو بجالاتے اور چھوٹے دستہ فوج میں بھی وقت ضرورت بھیجے جاتے۔ غرض کہ ہمہ وقت دینی کاموں میں مشغول رہتے اور دنیوی معاملات سے علاحدہ۔ مدینہ میں نہ ان کا گھر تھا نہ کوئی رشتہ دار تھا نہ مدینہ سے باہر کمائی کرنے جاتے تھے۔ ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ صدقہ ان فقیروں کے لیے ہے جو راہ خدا میں روکے گئے ہیں اور دینی کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے زمین پر چل پھر کر اپنی روزی تلاش نہیں کر سکتے ہیں اور نہ کسی سے سوال کرتے ہیں، انہیں جاہل نادان لوگ نہ مانگنے کی وجہ سے مال دار سمجھتے ہیں تو انہیں اے دیکھنے والے ان کی محتاجوں جیسی صورت اور حالت دیکھ کر پہچان لے گا کہ یہ لوگوں سے سوال نہیں کرتے ہیں کہ گڑگڑانا پڑے اور تم جو خیرات کرو گے اللہ اسے جانتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حیادار بردبار سوال سے بچنے والے کو محبوب رکھتا ہے اور بے حیا اور بہت الحاح وزاری کے ساتھ سوال کرنے والے کو مبغوض رکھتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر لاد کر لانا اور اس سے گزر کرنا لوگوں سے کوئی چیز مانگنے سے بہتر ہے۔ تیسری حدیث میں ہے جس نے سوال کیا اس حال میں کہ اس کے پاس اتنا ہو کہ وہ اسے سوال سے بے پرواہ کرے تو قیامت کے دن اس کا سوال اس کے منہ پر کھرونچیں مارے گا۔

تنبیہ: بے ضرورت شدید سوال کرنا لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا حرام ہے، احادیث صحیحہ میں اس کی ممانعت ومذمت فرمائی گئی ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ مال دار اور کسب کی طاقت رکھنے والے کو سوال کرنا حرام ہے مگر فقیر ضرورت شدید رکھنے والے اور قرض دار باعث رسوائی کو حرام نہیں ہے۔ [مشکاۃ] آج کل بہت سوں نے اسے پیشہ بنالیا ہے ان کو اس سے باز رہنا اور اپنی حالت کو بدلنا لازم ہے ورنہ گنہگار مستحق عذاب نار ہوں گے۔

۱۸۔ شان نزول: یہ آیت حضرت ابوبکر وحضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں نازل ہوئی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار ایک ہزار دینار دن میں اور ایک ہزار رات میں اور ایک ہزار علانیہ اور ایک ہزار چھپا کر خیرات کیے تھے۔ اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پاس صرف چار درہم تھے، انہوں نے ایک درہم دن میں اور ایک رات میں اور ایک علانیہ اور ایک چھپ کر خیرات کیا تھا۔ [سراج] مطلب یہ ہے کہ جو لوگ رات اور دن میں، علانیہ اور چھپا کر اپنے مال خیرات کرتے ہیں ان کے لیے ان کا ثواب اللہ کے پاس ہے۔ ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

تنبیہ: آیت میں صدقہ کرنے کی ترغیب ہے اور جملہ اوقات واحوال میں خیرات کرنے کی دلیل ہے۔

www.waseemziyai.com

الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ

ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط

الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ

بنا دیا ہو یہ اس لیے کہ انھوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے اور اللہ نے حلال کیا

الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ

بیع اور حرام کیا سود تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے

مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

جو پہلے لے چکا اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے اور جو اب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہیں

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ

وہ اس میں مدتوں رہیں گے اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکر بڑا گنہگار۔ ف۱۹ بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے

الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ

کام کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کا نیگ ان کے رب کے پاس ہے

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

اور نہ انھیں کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔ ف۲۰ اے ایمان والو!

(۱۹) چونکہ مال کی زیادتی دنیا میں بھی ہوتی ہے اور آخرت میں بھی۔ پس آخرت میں مال بڑھنے کی صورت تو مفصل طور سے گزشتہ آیات میں گزر چکی کہ وہ خدا کی راہ میں دینے سے سینکڑوں گنا بڑھتا ہے اور وہ سب آخرت میں دینے والے کو ملتا ہے۔ اب دنیا میں مال بڑھنے کی صورت بیان فرمائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اصل مال کو سود پر دیا جائے یا اسے تجارت میں لگایا جائے تو وہ بڑھے گا تو سود سے جو مال بڑھے گا وہ حرام ہوگا اور تجارت سے جو بڑھے گا وہ حلال ہوگا۔ اس کی تفصیل اس آیت میں فرمائی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن آسیب زدہ، خبطی مرگی والے کی طرح بدحواس کھڑے ہوں گے اور یہ حال ان کا اس لیے ہوگا کہ انہوں نے دنیا میں خدا پر بے جا اعتراض کیا تھا اور کہا تھا کہ بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے۔ یعنی جس طرح سود سے مال بڑھتا ہے اسی طرح بیع سے مال بڑھتا ہے تو سود بھی بیع کی طرح حلال ہوا۔ اس کے رد میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے، اس لیے کہ بیع میں خوشی سے ایک چیز دوسری چیز کے معاوضہ میں دی جاتی ہے وہ حلال ہے۔ اور سود کے معاوضہ میں کوئی چیز نہیں دی جاتی ہے بلکہ وہ اصل سے زیادہ بلا معاوضہ جبراً وصول کیا جاتا ہے اور مال مسلم بغیر عوض لینا حرام ہے، لہٰذا سود حرام ہوا تو جس نے اس کے رب کے پاس سے نصیحت پائی اور وہ سود کھانے سے باز رہا تو اس ممانعت سے پہلے کے لیے ہوئے سود کا مواخذہ نہ ہوگا اور نہ اسے واپس کرنا

www.waseemziyai.com

12
12

پڑے گا، اس کی معافی کا کام خدا کے سپرد ہے وہ معاف کرنے والا ہے۔ اور جو اب ایسی حرکت کرے گا یعنی بعد ممانعت سود کھائے گا وہ مدتوں دوزخ میں رہے گا۔ یا اب جو اسے بیع کی مانند حلال جان کر کھائے گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اپنے کفر کی وجہ سے۔ اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور پالتا، بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ پسند نہیں کرتا ہے ناشکرے اور بڑے گنہگار کو۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ صدقہ کو قبول فرماتا ہے اور اسے پالتا بڑھاتا ہے جیسے کہ تم میں کوئی بچہ کو پودے کو پالتا پرورش کرتا ہے۔ امام احمد کی روایت میں ہے کہ کوئی مال صدقہ دینے سے کم نہیں ہوتا ہے۔

تنبیہ: بیع کے معنی ہیں ایک مال کو دوسرے مال سے بدلنا۔ اور وہ نفع اٹھانے کے لیے مشروع و جائز کی گئی ہے۔ اور ربوٰ کے معنی بھی زیادتی اور نفع کے ہیں تو بیع اور ربوٰ کے معنی میں اجمال اور وابہام رہا کہ کونسی زیادتی حلال اور کونسی زیادتی حرام فرمائی گئی ہے، اس اجمال وابہام کو حدیث "الحنطة بالحنطة الخ" نے دور کر دیا اور بیان کر دیا کہ جب دو چیزیں جنس میں اور قدر میں یعنی ناپ تول میں متحد ہوں تو انہیں برابر سرابر نقد بیچنا حلال ہوگا اور ان میں زیادتی کمی کر کے بیچنا یا ادھار بیچنا حرام و سود ہوگا۔ مثلاً چاندی کو چاندی کے بدلے یا گیہوں کو گیہوں کے بدلے برابر سرابر نقد بیچا تو جائز و حلال ہوگا اور زیادتی کے ساتھ بیچنا یا ادھار بیچنا حرام و سود ہوگا، جیسے تولہ بھر چاندی یا سیر بھر گیہوں سوا تولہ چاندی یا سوا سیر گیہوں کے بدلے نقد یا ادھار بیچے۔ اور اگر وہ دونوں چیزیں جنس میں متحد اور قدر میں مختلف ہوں جیسے گیہوں اور جَو تو انہیں زیادہ کو نقد بیچنا حلال ہوگا اور ادھار بیچنا حرام ہوگا۔ اور اگر وہ دونوں چیزیں جنس و قدر میں متحد نہ ہوں تو ان میں زیادتی اور ادھار دونوں جائز ہوگا۔ جیسے روپیہ سے غلہ، کپڑا وغیرہ بیچنا خریدنا۔

تنبیہ: حدیث مذکور میں جو چیزیں وزنی ہیں یعنی اس وقت تول کر بیچی جاتی تھیں اور جو چیزیں کیلی ہیں یعنی اس وقت پیمانہ سے ناپ کر دی جاتی تھیں وہ ہمیشہ وزنی اور کیلی ہی رہیں گی اگرچہ اختلاف رواج کے باعث وزنی کیلی اور کیلی وزنی ہو جائے۔ اور جن چیزوں میں بعلت مذکورہ ربوٰ ثابت ہوگا ان میں کھرا کھوٹا اچھا برا سب برابر ہوگا یہ نہ ہوگا کہ کھری چاندی کے بدلے کھوٹی چاندی اور اچھے گیہوں کے بدلے ردی گیہوں زیادہ لیے جائیں بلکہ برابر لیے جائیں گے ورنہ سود ہوگا۔ اور سود جیسے بڑھنے سے ہوتا ہے ویسے ہی ادھار سے ہوتا ہے۔ مثلاً تولہ بھر چاندی کو تولہ بھر چاندی کے بدلے نقد بیچا تو جائز ہے اور ادھار بیچا تو حرام۔ اگر روپیہ یا اور کوئی چیز جن میں ربوا ہوتا ہے کسی کو اس شرط پر قرض دی کہ اس سے زیادہ دینا یا میرا یہ کام کرنا تو سود ہوگا۔ سود کا مسئلہ نہایت اہم اور مشتبہ ہے اس کی مزید تفصیل و تحقیق کتب فقہ میں دیکھ کر عمل کیا جائے اور اس کے شبہہ سے بھی بچا جائے، اس کی تمام قسمیں حرام ہیں اور قرآن و حدیث میں ان پر سخت وعیدات وارد ہیں۔ اول اس کے کھانے والے آسیب زدوں مرگی والوں کی طرح قیامت کے دن اٹھیں گے۔ دوسرے ممانعت کے بعد اس کو کھانے والے دوزخی ہیں اور اسے حلال جان کر کھانے والے کافر ہیں وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ تیسرے سود کے مال کو اللہ ہلاک کرتا ہے۔ چوتھے سود خواروں کو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑنے کا اعلان کر دو۔ حدیث صحیح میں سود کے دینے اور لینے اور لکھنے اور گواہی کرنے والے پر لعنت آئی ہے۔ [مسلم وغیرہ] بیہقی کی حدیث میں ہے کہ سود کے تہتر دروازے ہیں سب میں ہلکا اور خفیف یہ ہے جیسے کسی نے اپنی ماں سے زنا کیا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) ابن ماجہ و ابوداؤد و احمد کی حدیث میں ہے لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں سود کھائیں گے۔ پوچھا گیا کیا سب لوگ سود کھائیں گے فرمایا جو نہ کھائے گا اسے اس کا بخار پہنچے گا۔ ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ حضور نے حجۃ الوداع میں فرمایا آگاہ ہو کہ جاہلیت کے تمام سود ساقط ہو گئے اب تمہارے لیے اصل مال ہے اس میں زیادتی ہے نہ نقصان۔

(۲۰) گزشتہ آیت میں سود خواروں اور سود کو بیع کے مثل کہنے والوں کا ذکر ہوا تھا اس آیت میں سود نہ کھانے والوں خدا کے حکم کی تعمیل کرنے والوں کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی عادت کریمانہ اسی طرح جاری ہے کہ جہاں کہیں نہ ماننے والوں کے لیے کوئی وعید ذکر فرماتا ہے تو اس کے ساتھ ماننے والوں کے لیے وعدۂ انعام بھی ذکر فرماتا ہے اور ﴿یا ایھا الذین امنوا﴾ سے یہاں بعض کے نزدیک وہ لوگ مراد ہیں جو سود کے حرام ہونے پر ایمان لائے تھے۔ [مدارک] باقی مطلب آیت کا ترجمہ سے واضح ہے۔

www.waseemziyai.com

اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾

اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود، اگر مسلمان ہو

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ

پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا اور اگر تم توبہ کرو

فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ

تو اپنا اصل مال لے لو، نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ نہ تمہیں نقصان ہو ف۲۱ اور اگر

كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ

قرض دار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا

لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ

تمہارے لیے اور بھلا ہے اگر جانو اور ڈرو اس دن سے جس میں

اِلَى اللّٰهِ ۡ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ ع ۳۸ ۴۸ ۲

اللہ کی طرف پھرو گے اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا ف۲۲

(۲۱) شان نزول: یہ آیت بنی ثقیف کے حق میں نازل ہوئی کہ ان کا بنی مغیرہ پر کچھ قرض آتا تھا، جب اس کی ادائیگی کا وقت آیا تو انہوں نے اصل اور ممانعت سے پہلے کے سود کا مطالبہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور بنی ثقیف نے کہا کہ ہم میں اللہ و رسول سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ [مدارک وغیرہ] مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی رہا ہوا سود چھوڑ دو اگر تم اپنے ایمان میں سچے ہو کہ اللہ کے حکم پر عمل کرنا سچے مومن کی علامت و شان ہے۔ پس اگر تم ایسا نہ کرو گے جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے تو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا یقین رکھو۔ اور جو تم پچھلا سود لینے سے توبہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو نہ تم کسی کو زیادہ لے کر نقصان پہنچاؤ اور نہ تمہیں نقصان ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سود خواروں سے کہا جائے گا کہ وہ اپنے ہتھیار اٹھائیں اور لڑائی کے لیے تیار ہوں۔

(۲۲) شان نزول: جب پچھلا سود لینے کی ممانعت ہوئی تو بنی ثقیف نے بنی مغیرہ سے اصل روپیہ کا سخت تقاضا کیا اور فوراً ادا کرنے کو کہا، بنی مغیرہ نے مہلت چاہی تو انہوں نے مہلت نہ دی اور کہا کہ جب ہم نے سود چھوڑ دیا تو اصل وصول کرنے میں کیوں مہلت دیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر قرض داروں میں سے کوئی قرض دار تنگ دست ہو اس وقت اس کے پاس دینے کو نہ ہو تو اسے مہلت دو آسانی ہونے تک یعنی اس کے پاس روپیہ آنے تک اور قرض بالکل اس کو چھوڑ دینا معاف کر دینا تمہارے لیے اچھا ہے مہلت دینے سے اگر تم اس کی اچھائی اور کثرت ثواب کو جانو۔ اور ڈرو اس دن سے جس میں اللہ کی طرف پھرو گے یعنی روز قیامت سے پھر اس روز ہر شخص کو اس کی کمائی پوری دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ اہل معانی فرماتے ہیں کہ اللہ کی لڑائی آگ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لڑائی تلوار ہے۔ یعنی دنیا میں ان کے لیے تلوار ہے اور عقبیٰ میں ان کے لیے عذاب نار ہے۔

تنبیہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی جب جبرئیل امین اسے لے کر

www.waseemziyai.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ

اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو

وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا

اور چاہیے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ

عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ

اسے اللہ نے سکھایا ہے تو اسے لکھ دینا چاہیے اور جس پر حق آتا ہے وہ لکھاتا جائے اور اللہ سے

اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ

ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے پھر جس پر

الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ

حق آتا ہے اگر بے عقل یا ناتواں ہو یا لکھا نہ سکے تو اس کا

وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ

ولی انصاف سے لکھائے ف۲۳ اور دو گواہ کر لو اپنے مردوں میں سے پھر اگر

آئے تو کہا کہ اسے سورۂ بقر کی دو سو اسی آیتوں پر رکھو۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف نو، دس رات یا باختلاف روایات کچھ زیادہ زندہ رہے۔ [مدارک وغیرہ] اور اس آیت سے قرض دار کو مہلت دینے یا اسے بالکل معاف کر دینے کی بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ جس نے غریب تنگ دست کو مہلت دی یا معاف کیا اللہ اسے اس روز اپنے سائے میں جگہ دے گا جس روز سوائے اس کے کسی کا سایہ نہ ہوگا۔ دوسری حدیث میں جو شخص اپنے قرض دار کو ڈھیل دے گا اسے ہر روز اتنے روپے صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ تیسری حدیث میں ہے جس نے تنگ دست کو مہلت دی یا معاف کیا اللہ اس سے قیامت کی سختی دور فرمائے گا۔ چوتھی روایت میں ہے کہ ایک شخص کی روح سے فرشتے ملاقات کریں گے اور اس سے پوچھیں گے تو نے کوئی نیک کام کیا ہے۔ وہ کہے گا نہیں۔ فرشتے کہیں گے خوب یاد کر تو وہ کہے گا میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے آدمیوں سے کہتا تھا کہ امیر کو مہلت دینا اور غریب تنگ دست سے در گزر کرنا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا تم بھی اس شخص سے درگزر کرو۔ [سراج] امام احمد کی روایت میں ہے کہ جو کوئی یہ چاہے کہ اس کی دعا قبول ہو اور اس کی سختیاں دور ہوں تو وہ غریب تنگ دست پر آسانی کرے۔ انہیں کی دوسری روایت میں ہے جس نے تنگ دست کو مہلت دی یا معاف کیا اسے اللہ تعالیٰ جہنم کی آنچ سے محفوظ رکھے گا اور جس نے تنگ دست کو خوش حال ہونے تک کی مہلت دی اللہ اس کے گناہوں میں توبہ کرنے تک کی مہلت دے گا۔

(۲۳) یہ قرآن عظیم کی سب سے بڑی آیت ہے اور آیت مداینت کہلاتی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اموال میں احتیاط کرنے کے لیے ابھارا ہے کہ وہ مصالح معاش و معاد کا سبب ہیں اور حلال و حرام میں واقع ہونے کا باعث ہیں، اگرچہ بظاہر یہ آیت معاملۂ دین کے متعلق ہے، مگر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے بیع سلم مراد ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے بیع سلم کو اپنی کتاب میں حلال فرمایا ہے اور بہت بڑی آیت اس کے متعلق قرآن عظیم میں نازل فرمائی ہے اور وہ یہ ہے۔

www.waseemziyai.com

[احمدی عن الہدایہ] انہیں سے مروی ہے کہ یہ آیت بیع سلم میں نازل ہوئی ہے جب کہ اللہ نے سود حرام کیا تو اس کے عوض سلم کو مباح کیا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ کھجوروں میں دو دو تین تین سال کے لیے بیع سلم کرتے تھے۔ پس حضور نے فرمایا جو بیع سلم کرے، بہر حال اس سے بیع سلم بھی مراد ہو سکتی ہے اور دوسرے دیون بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ وہ سب کو شامل ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اے ایمان والو! جب تم ایک مدت مقررہ کے لیے کسی سے کسی دین کا معاملہ کرو یعنی کوئی ادھار لین دین کرو خواہ وہ بیع سلم ہو یا کوئی اور دین تو اسے مضبوطی اور یادداشت کے لیے لکھ لو۔ اور لکھنے والے کو تمہارے درمیان دین کا کاغذ تمسک ٹھیک ٹھیک لکھنا چاہیے نہ اس میں مال کی کمی زیادتی کرے نہ مدت کی، اور جب وہ لکھنے کے لیے بلایا جائے تو اس کے لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اسے لکھنا سکھایا ہے ویسے ہی وہ بھی لکھے اور دونوں کو نفع پہنچائے، اس میں بخل و سستی نہ کرے اور جس پر حق آتا ہے وہ لکھاتا جائے بتاتا جائے کہ اس نے اتنا قرض اتنی مدت کے وعدہ پر لیا ہے، اور اس کے لکھانے میں اللہ سے ڈرے کہ جو اس کا رب ہے اور حق میں کچھ کمی نہ کرے۔ پھر جس پر حق آتا ہے اگر وہ بے عقل یا کمزور ہو بچپنے یا پڑھاپے کے سبب یا گونگا یا جاہل ہونے کی وجہ سے لکھا نہ سکے تو اس کا ولی و وارث انصاف سے صحیح صحیح لکھائے۔

تنبیہ: ﴿إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ﴾ [البقرۃ:۲۸۲] سے یا کسی چیز کو ادھار خریدنا مراد ہے یا ادھار بیچنا مراد ہے۔ اول میں چیز نقد اور قیمت ادھار ہوتی ہے اور دوسری میں قیمت نقد اور چیز ادھار ہوتی ہے اور دین کو لکھنا مباح ہے واجب نہیں ہے۔ اور ﴿وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ﴾ [البقرۃ:۲۸۲] دلیل ہے اس کی کہ کاتب احتیاط کے ساتھ لکھے، لکھنے میں زیادتی کمی نہ کرے ورنہ مواخذہ دار ہوگا اور کاتب عالم شرائط وثیقہ ہونا چاہیے۔ اور کاتب کو لکھنے سے انکار کرنا منع ہے۔ تفسیر احمدی میں زاہدی سے ہے کہ شروع اسلام میں لکھنے کا حکم تھا، کاتب وشاہد کم ہونے کی وجہ سے پھر منسوخ ہو گیا۔ اور کتابت یادداشت کے لیے ہوتی ہے اور بھولنے پر کام آتی ہے۔ چنانچہ امام احمد کی ایک طویل حدیث میں آیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی ذریت میں حضرت داؤد علیہ السلام کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے ان کی عمر پوچھی۔ فرمایا: ساٹھ برس۔ عرض کی کچھ بڑھا دے۔ فرمایا: تیری عمر میں سے بڑھا دوں۔ پس آدم علیہ السلام نے اپنی عمر میں سے چالیس برس انہیں دیئے تو ان سے اس کی تحریر لکھا کر فرشتوں کی اس پر گواہی کرائی۔ جب آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا اور موت کے فرشتے آئے تو انہوں نے ان سے کہا میری عمر کے ابھی چالیس برس باقی ہیں۔ فرشتے بولے تم نے اپنی عمر کے چالیس اپنے بیٹے داؤد کو دیے ہیں تو آدم علیہ السلام نے انکار کیا پس وہ تحریر ان کے سامنے پیش کی گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہزار برس حضرت آدم علیہ السلام کے اور سو برس حضرت داؤد کے پورے کر دیے۔ اور اگر ﴿إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ [البقرۃ:۲۸۲] سے بیع سلم مراد لی جائے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ تو یہ جاننا چاہیے کہ بیع سلم شرعاً وہ بیع ہے جس میں چیز کی قیمت پہلے دینا اور چیز بعد کو مدت مقررہ پر لینا ہو، گویا خریدی ہوئی چیز ادھار رہتی ہے۔ بیع سلم میں قیمت کو راس المال اور بیچی ہوئی چیز کو مسلم فیہ کہتے ہیں۔ مثلاً دس روپیہ کے گیہوں دس سیر کے حساب سے فصل پر دینا ٹھہرے اور روپے پیشگی دیدے تو روپیہ راس المال ہوا اور گیہوں مسلم فیہ ہوئے اور یہ بیع سلم ہوئی۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک بیع سلم کے جواز کی سات شرطیں ہیں۔ چیز معلوم ہو۔ اور چیز کی قسم۔ اور صفت۔ مقدار اور دینے کی مدت۔ اور جگہ۔ اور قیمت کی مقدار معلوم ہو۔ اور دین عام طور سے قرض ادھار کو کہتے ہیں لیکن اصل میں دین اور قرض میں فرق ہے کہ دین میں مدت ادائیگی مقرر ہوتی ہے اور وہ ذمہ پر واجب ہوتا ہے اور اختتام مدت پر دائن کو اس کے مطالبہ کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اور خلاف جنس ادائیگی ہوتی ہے۔ اور قرض میں اس کا مثل وہم جنس واپس کرنا لازم ہوتا ہے اور اس میں مدت ادائیگی مقرر نہیں ہوتی ہے، اسی لیے قرآن عظیم میں اسے قرض حسن فرمایا گیا ہے۔ یعنی بلا مدت و مطالبہ کا قرض۔ اور قرض دینے والا جب کسی کو دے تو اس پر کوئی نفع کسی قسم کا نہ لے ورنہ سود ہوگا کہ حدیث میں ہے کہ جس قرض سے نفع اٹھایا جائے وہ سود ہے۔ گویا وہ ایک قسم کا صدقہ ہے اسی لیے دینے والے کو تاخیر مطالبہ میں روزانہ صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ [کمافی الحدیث] رہا یہ کہ قرض میں قرض لینے والے کو مدت ادائیگی کا ذکر کرنا جائز ہے یا نہیں۔ تو

www.waseemziyai.com

لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ

دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں، ایسے گواہ جن کو پسند

الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا

کرو کہ کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس ایک کو دوسری یاد دلادے اور

يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا

گواہ جب بلائے جائیں تو آنے سے انکار نہ کریں اور اسے بھاری نہ جانو کہ دَین چھوٹا ہو

اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ

یا بڑا اس کی میعاد تک لکھت کر لو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور اس میں

لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً

گواہی خوب ٹھیک رہے گی اور یہ اس سے قریب ہے کہ تمہیں شبہہ نہ پڑے مگر یہ کہ کوئی سردست کا سودا

تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ

دست بدست ہو تو اس کے نہ لکھنے کا تم پر گناہ نہیں

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ

اور جب خرید فروخت کرو تو گواہ کر لو اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر دیا جائے نہ گواہ کو یا نہ لکھنے والا ضرر دے نہ گواہ

وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ

اور جو ایسا کرو تو یہ تمہارا فسق ہوگا اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے۔

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ

اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ ف۲۴ اور اگر تم سفر میں ہو اور

حدیث ابورافع سے اس کا جواز ثابت ہے کہ حضور نے ایک یہودی سے رجب کا چاند دیکھے جانے کی مدت کے وعدہ پر آٹا قرض منگایا۔ [رواہ البزار وابو یعلی کما فی الاتقان] نیز بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اور عطا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ قرض میں مدت لگانا جائز ہے جیسا کہ آج کل رائج ہے۔

(۲۴) یہ آیت مداینت کا جز ہے اس میں قرض پر گواہ بنانے اور اس کا کاغذ لکھنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اور اس دین پر اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد دو عورتیں گواہ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو اور یہ دو عورتوں کا گواہ ہونا اس لیے ہے کہ اگر ان میں سے بوجہ نقصان عقل شہادت بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے اور گواہ جب گواہی کے لیے بلائے جائیں تو آنے سے انکار نہ کریں اور کتابت کو بھاری نہ جانو خواہ دین چھوٹا ہو یا بڑا اس کی میعاد تک لکھت کر لو۔ یہ لکھنا اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف

www.waseemziyai.com

تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا

لکھنے والا نہ پاؤ تو گرو ہو قبضہ میں دیا ہوا اور اگر تم میں ایک کو دوسرے پر اطمینان ہو

فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا

تو وہ جسے اس نے امین سمجھا تھا اپنی امانت ادا کرے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ اور

الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہگار ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو

عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا ع ۳۹ ۷

جانتا ہے۔ ف۲۵ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے

کی بات ہے۔ اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی اور شک واقع نہ ہوگا کہ لکھا ہوا دین مدت وغیرہ سب باتوں کو یاد دلائے گا۔ مگر یہ کہ سودا تمہارے درمیان نقد ہاتھوں ہاتھ ہو تو لکھنے کی ضرورت نہیں اور نہ لکھنے کا تم پر گناہ نہ ہوگا۔ اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ کرلو کہ گواہی اختلاف دور کرتی ہے اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر دیا جائے اور نہ کسی گواہ کو، یا صاحب حق کو نہ لکھنے والا ضرر دے اور نہ گواہ۔ اور جو تم ایسا کرو گے تو یہ نافرمانی ہوگی اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہارے کاموں کی مصلحت سکھاتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

تنبیہ: آیت میں امر، ہر دو جگہ اباحت کے لیے ہے۔ یعنی لکھنا اور گواہ بنانا واجب نہیں ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک عورتوں کی شہادت مرد کے ساتھ سوائے حدود و قصاص کے سب باتوں میں معتبر ہے نہ تنہا عورتوں کی۔ مگر ولادت و ازالہ بکارت و عیوب نساء میں صرف ایک عورت کی شہادت معتبر ہے اور گواہوں کا عادل مسلم ہونا شرط ہے جس کی طرف ﴿مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ﴾ [البقرۃ:۲۸۲] سے اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اپنا مسلمان ہوگا اور عادل کو ہر ایک پسند کرے گا اور ﴿لَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ﴾ سے گواہی کا فرض کفایہ ہونا معلوم ہو رہا ہے، اور گواہوں کو گواہی سے انکار کرنا گناہ ہے جب کہ وہ گواہی کے لیے بلائے جائیں۔ نقد لین دین میں لکھنے کی اور گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور کاتب و گواہ کا صاحبان حق کو کاغذ میں تحریف کرکے یا صحیح شہادت نہ دے کر ضرر دینا گناہ ہے۔ یا یہ معنی ہیں کہ صاحبان حق کاتب و شاہد کو ضرر و تکلیف نہ دیں، ان کا گواہی دینے کو آنے جانے کا خرچہ دے دیں اگر وہ قریب ہوں اور بے ضرورت انھیں آنے جانے کی تکلیف نہ دیں۔

(۲۵) یہ آیت بھی آیت مداینت کا تتمہ ہے اور یہ دوسرا طریقہ لین دین کا بتایا گیا ہے اور اس میں کوئی چیز رہن رکھ کر روپیہ وغیرہ کوئی چیز لینے اور شہادت نہ چھپانے کا ذکر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم سفر میں ہو اور لین دین کی ضرورت پڑے اور کوئی لکھنے والا نہ ملے تو کوئی چیز اطمینان کے لیے رہن رکھ دو۔ اور جو تم میں ایک کو دوسرے پر اطمینان ہو تو رہن رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مدیون، دائن کا دین ادا کردے اور اس کی ادائیگی میں اللہ سے ڈرو، بلاوجہ اس میں تاخیر اور خیانت نہ کرو، نیک نیتی سے بلا تاخیر ادا کردو، اور گواہی نہ چھپاؤ جب کہ گواہی کے لیے بلائے جاؤ اور جو گواہی چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا کہ دل رئیس الاعضاء محل شہادت ہے جب وہ گنہگار ہوگا تو باقی اعضا بھی گنہگار ہوں گے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ شہادت کا چھپانا اکبر الکبائر ہے۔

تنبیہ: سفر میں کاتب نہ ملنے کی حالت میں جو رہن رکھنے کو فرمایا گیا ہے یہ محض توثیقاً ہے ورنہ رہن سفر و حضر میں باوجود کاتب موجود ہونے کے بھی جائز ہے جیسا کہ اصحاب صحاح نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنی زرہ ایک

www.waseemziyai.com

فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ

جی میں ہے یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا تو جسے چاہے گا بخشے گا

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ

اور جسے چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ف۲۶ رسول ایمان لایا اس پر

بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

جو اس کے رب کے پاس سے اس پر اترا اور ایمان والے سب نے مانا اللہ

وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۫

اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے

وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا

اور عرض کی کہ ہم نے سنا اور مانا تیری معافی ہو اے رب ہمارے! اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ ف۲۷

يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ

اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر، اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی

یہودی کے پاس بیس صاع جو کے بدلے رہن رکھی. اور "رھن مقبوضة" سے رہن کی مشروعیت اور اس میں قبضہ کا شرط ہونا ثابت ہے۔ اور ﴿ولا تکتموا﴾ گواہوں سے خطاب ہے۔

(۲۶) شان نزول: جب یہ آیت نازل ہوئی صحابہ کرام پر بہت گراں گزری اور انھوں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نماز، روزہ، جہاد، زکاۃ وغیرہ اعمال کے مکلف کیے گئے تھے انہیں کی ہم میں طاقت نہ تھی اب یہ آیت نازل ہوئی ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے ہیں تو حضور نے فرمایا: کہ تم اللہ کے حکم کو بغیر چون و چرا کے مان لو، یہود و نصاریٰ کی طرح حیل و حجت نہ کرو "سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا" نہ کہو بلکہ "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْر" کہو۔ وہ تمہاری طاقت اور اپنے حکم کو جانتا ہے تو انہوں نے بھی کلمات عاجزانہ کہنا شروع کیے اس کے بعد ہی ﴿آمَنَ الرَّسُوْلُ﴾ نازل ہوئی جب اس کے موافق دعا کی تو اللہ نے اس آیت کے حکم کو ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرۃ:۲۸۶] سے منسوخ فرمایا۔ [رواہ مسلم وغیرہ] یہی قول حضرت علی و عبداللہ ابن مسعود و ابن عمر و حضرت عائشہ و ابو ہریرہ وغیرہ ایک جماعت صحابہ و تابعین کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور بعض کے نزدیک وہ محکم ہے منسوخ نہیں ہے۔ باقی آیت کا مطلب ترجمہ سے واضح ہے۔

(۲۷) شان نزول: اس کا اس سے پہلی آیت میں ذکر کیا گیا۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ رسول اور مسلمان اس پر ایمان لائے جو رسول اس کے رب کی طرف سے اترا۔ اور سب نے مانا اللہ اور فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے ہیں کہ ان میں سے بعض پر ایمان لائیں اور بعض پر ایمان نہ لائیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کہا۔ اور کہا کہ ہم نے حکم الٰہی کو سنا اور مانا، ہم تجھ سے تیری معافی کا سوال کرتے ہیں اے رب ہمارے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

تنبیہ: رسول سے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم مراد ہیں اور ﴿بما انزل﴾ سے قرآن عظیم مراد ہے۔

www.waseemziyai.com

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ

اے رب ہمارے! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے! اور ہم پر

اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا

بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا اے رب ہمارے! اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال

مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟

جس کی ہمیں سہار نہ ہو اور ہمیں معاف فرمادے اور بخش دے

وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا

اور ہم پر مہر کر تو ہمارا مولیٰ ہے تو

عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾

کافروں پر ہمیں مدد دے۔ ف۲۸

ع ۴۰ ۸

(۲۸) شان نزول: یہ آیت بھی شان نزول مذکورہ کے تحت ہے اور صحابہ کرام کی شکایت مذکورہ دور کرنے اور انہیں اطمینان دلانے کے لیے نازل ہوئی اور اس سے اول آیت کا حکم منسوخ ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ہے، جو اس نے نیک کام کیے اس میں اس کا فائدہ ہے اور جو اس نے برے کام کیے اس میں اس کا نقصان ہے اور جو کام اس نے نہیں کیے دل میں ان کے کرنے کا خیال گزرا ان کا مواخذہ اس سے نہ ہوگا کہ وہ اس کی طاقت سے باہر ہیں، اور وہ اس طرح دعا کیا کرے ﴿ربنا الخ﴾ باقی آیت کا مطلب ترجمہ سے واضح ہے۔

تنبیہ: ﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ [البقرۃ:۲۸۶] سے ظاہر ہے کہ جب تک بندہ کوئی فعل نہیں کرے گا اس کی سزا و جزا کا مواخذہ اس سے نہ ہوگا اگرچہ اس نے اس فعل کے کرنے کا عزم و ارادہ کیا ہو، اس سے دل میں پیدا ہونے والے وسوسے اور خیالات خارج ہیں کہ وہ بندہ کی طاقت سے باہر ہیں۔ حدیث میں ہے اللہ نے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والے خیالات کو معاف فرمایا ہے جب کہ وہ انہیں نہ کریں یا کہیں نہیں۔ رہا یہ کہ برے کام کے عزم کا مواخذہ ہوگا یا نہیں تو جمہور کے نزدیک ہوگا۔ شیخ ابو منصور اور شمس الائمہ حلوانی کا اسی طرف میلان ہے۔ اسی لیے عزم کفر کو کفر کہا گیا ہے۔ [مدارک] اور بعضوں کے نزدیک نہیں ہوگا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ جو بندہ بدی کا قصد کرے اسے نہ لکھو۔

تنبیہ: اس دعا میں چند باتیں تعلیم فرمائی گئی ہیں۔ اول:۔ خطا و نسیان سے درگزر چاہنا۔ حدیث میں ہے میری امت سے بھول چوک اور زبردستی گناہ کرانا اٹھا لیا گیا ہے یعنی اس پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ [رواہ احمد وابوداؤد] دوسرے بھاری بوجھ اور احکام شاقہ سے بچانا۔ تیسرے طاقت سے زیادہ بوجھ نہ رکھنا۔ چوتھے گناہ معاف کرنا، بخشنا، رحم فرمانا، کفار کے مقابلہ میں مدد کرنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی امت مرحومہ کی دعا قبول فرمائی کہ جو بوجھ اور احکام شاقہ ان سے اگلوں پر تھے وہ اس پر نہ رکھے گئے اور ہر کام میں ان کے لیے آسانی کی گئی۔ مثلاً اگلوں پر چوتھا حصہ مال کا زکاۃ میں دینا فرض تھا ہم پر چالیسواں حصہ فرض کیا گیا ہے۔ ان کی توبہ بغیر قتل قبول نہیں ہوتی تھی ہماری صرف زبان سے کہنے اور استغفار کرنے سے قبول ہوتی ہے۔ ان کا نجس کپڑا اس قدر کاٹنے سے پاک ہوتا تھا ہمارا صرف تین بار دھونے سے اور نچوڑنے سے پاک ہوتا ہے۔ وہ جو نسیان کرتے تھے فوراً عذاب دیے جاتے اور جب کوئی خطا کرتے تھے تو کوئی حلال

www.waseemziyai.com

چیز ان پر حرام کی جاتی تھی اور جو گناہ رات کو کرتے تھے وہ صبح ان کے دروازے پر لکھا پایا جاتا تھا۔ اپنے محبوب کی امت پر یہ نوازش واکرام ہے کہ ان کا خطا ونسیان معاف فرمایا۔ گناہوں کو چھپایا اور ان کے لیے تمام طیبات حلال فرمائے جیسا کہ ان کے حق میں فرمایا گیا ہے ﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ [الاعراف: ۱۵۷] دور کرتا ہے وہ بوجھ ان کے اور وہ احکام شاقہ جو ان پر تھے۔ حدیث میں ہے کہ میری امت سے خسف ومسخ وغرق دور کیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اللہ کو لائق نہیں ہے کہ اے محبوب تم ان میں ہو اور وہ انہیں عذاب دے، اللہ انہیں عذاب نہیں دینے والا ہے اس حال میں کہ وہ استغفار کرتے رہیں گے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی باتیں ہم سے اٹھائی گئیں اور تکالیف شاقہ سے بچایا گیا اور طرح طرح کی آسانیاں اور تخفیفیں احکام میں کی گئیں۔ حضرت سعید ابن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ﴿غُفْرَانَكَ رَبَّنَا﴾ وغیرہ الفاظ کی تفسیر میں راوی کہ اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتا ہے: میں نے تجھے بخش دیا اور مواخذہ نہ کروں گا اور نہ تجھ پر بوجھ رکھوں گا اور نہ تجھ پر ایسا بوجھ لادوں گا جس کے اٹھانے کی طاقت تو نہیں رکھتا ﴿واعف عنا﴾ میں نے تجھے معاف کیا اور تجھ پر رحم کیا اور کافروں کے مقابلہ میں تیری مدد کی۔ [احمدی] مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب یہ دعا پڑھتے تھے تو اس کے ہر کلمہ کے بعد کہتے تھے۔ "قد فعلت" [سراج] فائدہ: ان آیات کی فضیلت احادیث بخاری ومسلم وترمذی وغیرہ میں بہت آئی ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک فرشتے نے حاضر ہو کر خوش خبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو نور عطا فرمائے ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کیے گئے۔ ایک سورۂ فاتحہ ہے اور دوسرا سورۂ بقر کی آخری آیتیں ہیں، ان میں سے کوئی حرف نہیں پڑھو گے مگر دیے جاؤ گے اور جو کوئی ان دونوں آیتوں کو رات میں پڑھے گا وہ اسے کافی ہوں گی یعنی قیام لیل سے یا شر جن وانس اور جملہ مکروہات۔ دوسری روایت میں ہے کہ جو کوئی بعد عشا ان آیات اخیرہ کو پڑھے گا وہ قیام لیل کے لیے کافی ہوں گی، یعنی اسے قیام لیل کا ثواب ملے گا اور جس گھر میں وہ تین رات پڑھی جائیں گی اس میں شیطان کا دخل نہ ہوگا۔ دارمی کی حدیث میں ہے کہ حضور سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنی امت کو کونسی آیت کا ثواب پہنچانا زیادہ پسند ہے؟ فرمایا: فاتحہ اور سورۂ بقرہ کا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خزائن رحمت تحت العرش سے ہیں جو اس امت کو دی گئی ہیں، وہ دنیا وآخرت کی ہر خیر وبرکت پر مشتمل ہیں۔ انھیں کی دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو دو آیتوں پر ختم فرمایا ہے جو مجھے خزانہ تحت العرش سے عطا ہوئی ہیں، لہٰذا ان کو سیکھو اور اپنی عورتوں کو سکھاؤ کہ وہ صلاۃ ہیں اور قربان ہیں اور دعا ہیں، یعنی ان کے پڑھنے سے رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے، قرب خدا حاصل ہوتا ہے، اور اس کی جناب میں عرض حاجت کی جاتی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعد دفن میت کے سرہانے شروع سورۂ بقرہ کی آیتیں مُفْلِحُوْن تک اور پائینتی سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں یعنی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر تک پڑھنا مستحب ہے (شامی) کہ باعث آسانی جواب نکیرین اور موجب تخفیف عذاب قبر ہوگا کہ تلاوت قرآن مطلقاً باعث خیر وبرکت وموجب ورود رحمت ہے، نہ کہ ایسی معظم ومتبرک آیات کو پڑھنا جن کی فضیلت احادیث صحیحہ سے ثابت ہو اور میت کو اس وقت سخت ضرورت ہو، یونہی بعد دفن میت قبر پر اذان کہنا علمائے اہل سنت کے نزدیک مندوب ومستحب ہے کہ وہ اللہ کا ذکر ہے اور ذکر الٰہی باعث ورود رحمت ومغفرت ودافع عذاب ہے، کچھ عجب نہیں بلکہ امید واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے عذاب قبر دور فرمائے اور سوالات نکیرین کا جواب اپنے ذکر کی برکت سے آسان فرمائے کہ اذان میں ان کی تلقین ہے بلکہ خود اذان کی بابت ماثور ہے کہ وہ جس جگہ ہوگی عذاب الٰہی اس جگہ سے دور ہوگا، شیطان بھاگے گا، آگ ٹھنڈی ہوگی، علاوہ اس کے میت کے لیے اس میں اور فائدے بھی ہیں جو حضرت مترجم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رسالہ "ایذان الاجر فی اذان القبر" میں بیان کیے ہیں اور قبر پر عذاب کہنے کو شرعاً مندوب ومستحب بلکہ فرد سنت لکھا ہے، مگر وہابیہ کے نزدیک قبر پر اذان کہنا بدعت وگناہ ہے، ان کی عادت ہے کہ جس بات کے ناجائز ہونے کی ان کے پاس کوئی دلیل نہ ہو اسے بدعت کہہ دیا کرتے ہیں اگرچہ اس کی اصل شرع میں پائی جاتی ہو۔

www.waseemziyai.com

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرَانَ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۲۰۰ رُكُوْعَاتُهَا ۲۰

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَيْكَ

اللہ ہے جس کے سوا کسی کی پوجا نہیں آپ زندہ اور اوروں کا قائم رکھنے والا۔ اس نے تم پر یہ

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ

سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور اس نے اس سے پہلے توریت

وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۭ اِنَّ

اور انجیل اتاری۔ لوگوں کو راہ دکھاتی اور فیصلہ اتارا۔ بے شک

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ

وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوئے ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب،

ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا

بدلا لینے والا ہے۔ ف۲۹ اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں نہ

(۲۹) یہ سورت مدینے میں نازل ہوئی اس کا نام آل عمران ہے کہ اس میں آل عمران کا قصہ ذکر کیا گیا ہے۔ بسم اللہ اور الم کی تفسیر شروع سورۂ بقر میں دیکھنا چاہیے۔

شان نزول: کلبی اور ربیع ابن انس کہتے ہیں کہ یہ وفد نصاریٰ نجران کے حق میں نازل ہوئی جو حضور سے مناظرہ کرنے آئے تھے، وہ ساٹھ آدمی تھے جن میں چودہ اشراف تھے، ان چودہ میں تین آدمی سردار و صدر وفد تھے، ان کا نام عبد مسیح، ایہم، ابو حارثہ تھا۔ ابو حارثہ بڑا پادری تھا، عصر کے وقت مسجد نبوی میں داخل ہو کر مشرق کی طرف نماز پڑھی، حضور نے فرمایا: پڑھنے دو۔ پھر عبد مسیح اور ایہم حضور کی طرف مخاطب ہوئے پس حضور نے ان سے فرمایا: تم اسلام لاؤ؟ بولے: ہم آپ سے پہلے اسلام لا چکے، تو حضور نے فرمایا: تم غلط کہتے ہو۔ تین وجہوں سے تم اسلام میں داخل نہیں ہوئے۔ اول اللہ کے لیے بیٹا مانتے ہو۔ دوسرے صلیب کی عبادت کرتے ہو۔ تیسرے خنزیر کھاتے ہو۔ بولے: عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہ تھے تو ان کا باپ کون تھا؟ تو حضور نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے ہو کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ بولے: ہاں۔ پھر حضور نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے ہو کہ ہمارا رب زندہ ہے مرنے والا نہیں ہے اور عیسیٰ پر فنا طاری ہوئی بولے ٹھیک ہے۔ پھر فرمایا: کیا تم نہیں جانتے ہو کہ ہمارا رب سب چیزوں کی حفاظت کرتا ہے رزق دیتا ہے بولے ٹھیک ہے۔ فرمایا: پس بتاؤ کہ عیسیٰ ان میں سے کوئی کام کر سکتے ہیں؟ بولے نہیں۔ پھر حضور نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ پر کوئی چیز آسمان و زمین کی چھپی نہیں ہے۔ بولے ہاں۔ فرمایا: تو کیا عیسیٰ اس میں سے کچھ جانتے ہیں سوائے اس کے جو اللہ نے انہیں بتایا تھا؟ بولے نہیں۔ پھر حضور نے فرمایا: ہمارے رب نے عیسیٰ کو رحم مادر میں جیسا چاہا بنایا، اور ہمارا رب نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے، بولے ٹھیک ہے۔ فرمایا: کیا تم نہیں جانتے ہو کہ عیسیٰ کو ان کی ماں نے حمل میں رکھا پھر انہیں جنا تھا جیسے دوسری عورتیں حمل رکھتی اور بچہ جنتی ہیں پھر انہیں اور بچوں کی طرح کھلایا پلایا، سب نے کہا ٹھیک ہے۔ پس حضور نے فرمایا: تو کیسے ہو سکتا ہے کہ عیسیٰ خدا کے بیٹے ہوں؟ یہ سن کر سب خاموش ہو گئے۔ [سراج] محمد ابن اسحاق کی روایت

www.waseemziyai.com

فِي السَّمَآءِ ۝۵ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ لَآ اِلٰهَ

آسمان میں۔ وہی ہے کہ تمہاری تصویر بناتا ہے ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے اس کے سوا

اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۶ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا ف۳ وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ

مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا

آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے

الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ

وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں

ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ

گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ل ڈھونڈھنے کو اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے

میں یہ زیادہ ہے کہ جب وہ لاجواب ہوئے تو حضور نے ان سے فرمایا اگر تمہیں اب بھی شبہہ ہے تو آؤ ہم تم مباہلہ کریں تو انہوں نے کہا کہ ہم مشورہ کر کے اس کا جواب دیں گے اور آپس میں آ کر کہا کہ یہ شخص بلاشبہ خدا کا سچا رسول ہے اگر ہم اس سے مباہلہ کریں گے تو ہم پر خدا کا غضب نازل ہوگا اور سب ہلاک ہو جائیں گے اور وہ گھر واپس گئے پس اللہ تعالیٰ نے ان کے خیالات کے رد میں ابتدائے سورت سے آیت مباہلہ تک آیات نازل فرمائیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہیں ہے۔ وہ خود زندہ ہے دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے اس نے تم پر اے نبی سچی کتاب اتاری، یعنی قرآن جو اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے اور اس قرآن سے پہلے توریت اور انجیل اتاری جو اس وقت کے لوگوں کو راہ ہدایت دکھاتی ہے، گمراہی سے بچاتی ہے، اور حق و باطل میں فیصلہ کرنے والا قرآن اتارا۔ بے شک وہ جو اللہ کی آیتوں کے منکر ہوئے یعنی قرآن عظیم وغیرہ کتب کے، ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ اور اللہ غالب بدلا لینے والا ہے نافرمانوں سے۔

تنبیہ: فرقان سے مراد یا تو سب کتب سماویہ ہیں کہ وہ حق و باطل میں فیصلہ کرنے والی ہیں یا صرف قرآن عظیم ہے کہ وہ حق و باطل میں فیصلہ کرتا ہے اور وہ عظمت شان ظاہر کرنے کے لیے مکرر ذکر کیا گیا ہے، سلف سے اس کی یہی تفسیر مروی ہے۔ [ابن جریر عن قتادہ] اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے چوتھی کتاب زبور مراد ہے۔

فائدہ: حدیث میں ہے کہ اسم اعظم قرآن کی تین سورتوں میں ہے۔ (۱) سورۂ بقر میں ﴿اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ (۲) سورۂ آل عمران میں ﴿الٓمّٓ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ اور (۳) سورہ طٰہٰ میں ﴿وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ﴾ اور روایت کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اسم اعظم پوچھا، کہا: الحی القیوم ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام جب مردہ زندہ کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو فرماتے تھے یا حی یا قیوم۔ اور کہا گیا ہے کہ آصف بن برخیا نے تخت بلقیس آنے کے وقت یہی دعا کی تھی۔ [سراج] لیکن اکثر علمائے محققین کے نزدیک اسم اعظم اللہ ہے۔

(۳۰) اس آیت سے اللہ تعالیٰ کو اپنی الوہیت ثابت کرنا اور زعم نصاریٰ، ابنیت والوہیت مسیح کو باطل کرنا مقصود ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ پر زمین و آسمان میں کچھ چھپا نہیں ہے، کیوں کہ اس کا علم تمام دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز کو گھیرے ہوئے ہے، وہی ہے کہ ماں کے پیٹ میں تمہاری صورت جیسی چاہتا ہے بناتا ہے، اچھی، بری، کالی، گوری، کامل، ناقص، مرد کی، عورت کی۔ اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں

www.waseemziyai.com

وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ

اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۷ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ

اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے ف۳۱ اے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے

هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝۸

کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو ہے بڑا دینے والا۔ ف۳۲

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا

اے رب ہمارے! بے شک تو سب لوگوں کو جمع کرنے والا ہے اس دن کے لیے جس میں کوئی شبہ نہیں بے شک اللہ کا

يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝۹ ع اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ ۱ ۹

وعدہ نہیں بدلتا ف۳۳ بے شک وہ جو کافر ہوئے ان کے مال

وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝۱۰ۙ كَدَاْبِ

اور ان کی اولاد اللہ سے انہیں کچھ نہ بچا سکیں گے اور وہی دوزخ کے ایندھن ہیں۔ جیسے

ہے، وہ عزت والا حکمت والا ہے۔

تنبیہ: اس میں وفد نجران کا رد ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا کہ وہ غیب کی خبریں دیتے تھے اور بتاتے تھے کہ تو نے گھر میں یہ کیا اور یہ کھایا اور مردے زندہ کرتے تھے، کوڑھی اور اندھے کو اچھا کرتے تھے، مٹی کا پرند بنا کر اس میں روح ڈالتے تھے۔ اللہ فرماتا ہے کہ عیسیٰ اللہ کے بیٹے کیسے ہو سکتے ہیں کہ اللہ نے انہیں ماں کے پیٹ میں صورت عطا فرمائی اور مصور مصور کا باپ نہیں ہوتا ہے، اور حضرت عیسیٰ کا بعض باتوں کی خبر دینا یا کوڑھی اندھے کو اچھا کرنا یا پرند بنا کر اس میں جان ڈالنا اس پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے تھے بلکہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ نے انہیں یہ کرامت اور معجزے عطا فرمائے تھے۔ حدیث میں ہے کہ نطفہ رحم میں چالیس روز رہ کر خون بستہ ہوتا ہے، پھر چالیس روز میں گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہے، پھر اللہ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کی صورت بناتا ہے جیسا حکم ہوتا ہے، پھر نر و مادہ اور شقی و سعید ہونا اور رزق و عمر اس کی پوچھ کر لکھ لیتا ہے۔

(۳۱) جب عیسائی اپنا مدعا ثابت کرنے سے عاجز ہوئے تو کہنے لگے کہ آسمانی کتابوں میں مسیح کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے اور آپ کے قرآن میں ان کو روح اللہ و کلمۃ اللہ کہا گیا ہے، اس لیے ہم انہیں خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ اور نیز جب اللہ کا قول "الم" نازل ہوا تو یہود نے بقاعدہ ابجد حساب لگا کر اس میں یہ تاویل کی کہ امت محمدیہ کی بقا صرف اکہتر سال ہے، ہم ایسے دین کا کیسے اتباع کریں جس کی بقا صرف اکہتر سال ہے۔ تو حضور یہ سن کر مسکرائے تو یہود نے پوچھا کیا اس کے سوا کچھ اور ہے فرمایا: آلمص، تو بولے یہ تو اول سے زیادہ ہے۔ کیا اس کے سوا کچھ اور ہے۔ فرمایا: آلمر تو کہنے لگے ہم پر بات خلط ملط ہو گئی، ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ کس پر عمل کریں، پس ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [تفسیر احمدی از زاہدی] بہر حال یہود و نصاریٰ نے الفاظ قرآن: الم، روح اللہ، کلمۃ اللہ وغیرہ کی غلط تاویل کی اور انہیں غلط معنی پہنائے ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ وہی ہے جس نے اے نبی تم پر کتاب اتاری اس کی

www.waseemziyai.com

کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری مشتبہ ہیں یعنی صاف معنی نہیں رکھتی ہیں، جیسے ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ [طٰہٰ:۵] ﴿يَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِهِمْ﴾ وغیرہ تو جن کے دلوں میں کھوٹ اور کجی ہے وہ مشتبہ آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی میں جانے اور برا پہلو ڈھونڈنے کو، اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اور پختہ علم والے کہتے ہیں کہ ہم ان مشتبہ آیات پر ایمان لائے محکم و مشتبہ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ اور نصیحت نہیں مانتے ہیں قرآن کی مگر عقل والے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ قرآن عظیم کی بعض آیات محکم ہیں، یعنی ان کے معنی صاف ہیں مراد ان کی ظاہر ہے ان میں کوئی احتمال اور اشتباہ نہیں ہے، اور بعض آیات متشابہ ہیں یعنی ان کے معنی صاف نہیں ہیں ان میں اشتباہ و احتمال ہے۔ آیات محکمات پر اہل حق راسخ فی العلم یعنی اہل سنت و جماعت عمل کرتے ہیں اور متشابہات پر ایمان لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محکم و متشابہ سب ہمارے رب کے پاس سے ہیں۔ اور متشابہات کی اہل ہوا، بدعتی و گمراہ لوگ پیروی کرتے ہیں، ان کا متشابہات کی پیروی کرنا اور ان کے معانی ڈھونڈنا لوگوں کو گمراہ کرنے فتنہ میں ڈالنے کے لیے ہے۔

تنبیہ: متشابہات کے اتارنے کا فائدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا امتحان ہو جائے اور اہل حق گمراہ ہونے سے جدا و ممتاز ہو جائیں کہ اہل حق متشابہات پر ایمان لائیں گے اور گمراہ ان کے معانی میں تاویلیں ٹٹولیں گے۔ وہ اہل ہوا بدعتی گمراہ فرقے ہیں۔ جیسے رافضی، خارجی، مرجیہ، قدریہ، وغیرہ۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ جب تم متشابہات کی پیروی کرنے والوں کو دیکھو تو ان سے ڈرو کہ اللہ نے ان کا نام زیغ رکھا ہے۔ امام احمد کی حدیث میں ہے کہ وہ خوارج ہیں، ان کا زور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے زمانہ میں ہوا اور نہروان میں انہیں قتل کیا گیا اور جو باقی رہے تھے ان میں بعد کو بہت سی شاخیں پھوٹیں اور اہل بدع و ہوا پیدا ہوئے۔ پھر قدریہ پھر معتزلہ پھر جہمیہ وغیرہ پیدا ہوئے جن کی خبر حدیث میں دی گئی تھی کہ میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے، سب دوزخ میں جائیں گے مگر ایک۔ پوچھا گیا وہ ایک کون ہے؟ فرمایا: جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔ یعنی اہل سنت و جماعت۔ [ابن کثیر] مالک ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ "راسخون" کون ہیں فرمایا: عالم باعمل اور ان کے غیر نے کہا: کہ جس کے علم میں چار باتیں پائی جائیں وہ راسخ فی العلم ہیں۔ ایک تقویٰ، دوسرے تواضع، تیسرے زہد، چوتھے مجاہدہ۔ اس میں اختلاف ہے کہ متشابہات کی تاویل اللہ ہی جانتا ہے یا راسخون فی العلم بھی جانتے ہیں۔ مجاہد اور ربیع کا قول ہے کہ راسخون فی العلم بھی ان کی تاویل جانتے ہیں۔ اور حضرت ابی ابن کعب اور حضرت عائشہ و ابن زبیر وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں کہ ان کی تاویل سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ قول ثانی اوجہ و اشبہ بظاہر الایۃ ہے، اسی کو حضرت مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اختیار کیا ہے اور جمہور حنفیہ اسی کے قائل ہیں اور اکثر صحابہ اسی کی طرف گئے ہیں اور اسی پر روایۃ عبدالرزاق عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما دلالت کرتی ہے کہ وہ "الا اللہ" کے بعد "ویقول الراسخون" پڑھتے تھے، اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ واؤ استینافیہ ہے۔ (کمالین)

(۳۲) یعنی جب راسخون فی العلم کسی کو متشابہات میں پڑا ہوا دیکھتے ہیں تو اللہ سے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے رب! ہمارے دل ہدایت کرنے کے بعد حق سے نہ پھیر جیسے کہ متشابہات کی پیروی کرنے والوں کے دل حق سے پھیر دیئے ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے ثابت قدمی عطا فرما۔ بیشک تو بڑا دینے والا ہے۔ اے رب ہمارے! بے شک تو سب لوگوں کو قیامت کے دن جمع کرنے والا ہے۔ بے شک اللہ کا وعدہ نہیں بدلتا ہے، خلاف نہیں ہوتا ہے اس نے جس سے جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا۔

(۳۳) پچھلی آیتوں میں اہل ایمان کی حالت بیان کی گئی تھی اس آیت میں کفار کی حالت کا بیان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کافروں کے مال و اولاد اللہ کے عذاب سے انہیں ذرا نہیں بچا سکتے ہیں اور وہ دوزخ کے ایندھن ہیں ان کفار کا طریقہ فرعون والوں اور ان سے اگلوں کی طرح ہے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑا اور اللہ کا عذاب سخت ہے اسی طرح اللہ ان کفار کو بھی پکڑے گا اور عذاب میں مبتلا کرے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس و عکرمہ و مجاہد وغیرہ نے ﴿كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ﴾ [اٰل عمران:۱۱] کی تفسیر "کصنیع ال فرعون" کی ہے یعنی مثل طریقہ و روش آل فرعون کے۔ اور دوسرے مفسرین نے داب کے معنی عادت، حال، شان طرز کے بھی لیے ہیں مآل سب کا ایک ہے۔

www.waseemziyai.com

اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ

فرعون والوں اور ان سے اگلوں کا طریقہ، انھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو اللہ نے

بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ

ان کے گناہوں پر ان کو پکڑا اور اللہ کا عذاب سخت۔ فرما دو کافروں سے، کوئی دم جاتا ہے کہ تم مغلوب ہوگے

وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ

اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا بچھونا۔ بے شک تمہارے لیے نشانی تھی

فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ

دو گروہوں میں جو آپس میں بھڑ پڑے ایک جتھا اللہ کی راہ میں لڑتا اور دوسرا کافر

يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

کہ انھیں آنکھوں دیکھا اپنے سے دونا سمجھیں اور اللہ اپنی مدد سے زور دیتا ہے جسے چاہتا ہے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ

بے شک اس میں عقلمندوں کے لیے ضرور دیکھ کر سیکھنا ہے۔ ف۳۴ ف۳۵ لوگوں کے لیے آراستہ کی گئیں ان

(۳۴) شان نزول:۔ جب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم جنگ بدر فتح کر کے واپس آئے تو بازار بنی قینقاع میں یہود کو جمع کر کے فرمایا: کہ اے یہودیو! خدا سے ڈرو کہیں تم پر بھی ایسا ہی غضب نازل نہ ہو جیسا کہ قریش پر ہوا لہذا قبل ایسا ہونے کے تم ایمان لے آؤ ورنہ قریش کا سا حال تمہارا بھی ہوگا تم جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں جیسا تم اپنی کتابوں میں پاتے ہو۔ تو یہود نے جواب دیا: قریش ناتجربہ کار تھے لڑائی کے داؤ پیچ سے واقف نہ تھے ان کو شکست دے کر آپ کو مغرور نہ ہونا چاہئے جب ہم سے مقابلہ ہوگا تو معلوم ہوگا کہ ہم کس قدر بہادر ہیں تو یہ آیت ''اولی الابصار'' تک نازل ہوئی۔ [سراج] مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! تم ان کافر یہودیوں سے کہہ دو کہ عنقریب تم مغلوب ہوگے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ آیت میں مغلوب ہوگے فرمایا گیا۔ شکست کھاؤ گے نہیں فرمایا گیا کہ شکست جنگ کے ساتھ مخصوص ہے اور مغلوب ہونا شکست وقتل وغارت جلاوطنی وتقرر جزیہ وغیرہ سب کو شامل ہے۔ اور یہی ہوا کہ جنگ بدر کے بعد ہی یہود کو سخت ذلت اٹھانا پڑی۔ بنو قریظہ قتل کیے گئے، بنو نضیر جلاوطن کیے گئے، خیبر فتح ہوا، یہودیوں کو شکست ہوئی انہوں نے جزیہ دینا قبول کیا اور اللہ تعالی کا ارشاد حرف بحرف پورا ہوا اور یہود کو دنیا میں ہر قسم کی ذلت نصیب ہوئی اور آخرت میں انہیں ایمان نہ لانے کے باعث جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بعد نزول اس آیت کے یہودیوں سے فرمایا کہ اللہ نے تمہیں مغلوب فرمایا اور تمہیں جہنم کی طرف ہانکا۔ یہ بھی صریح اعجاز ہے۔

(۳۵) یہ پچھلی آیت کا تتمہ ہے اس میں بدر کی لڑائی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ مختصر واقعہ جنگ بدر کا یہ ہے کہ جب سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تب بھی کفار کی سازشوں، ریشہ دوانیوں سے چین نہ ملا اور مدینہ کے یہود و منافقین کو مسلمانوں کے تنگ کرنے اور مدینے سے نکال دینے پر آمادہ کیا اور جو مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے انہیں مدینہ آنے سے روکتے اور تکلیفیں دیتے تھے بالآخر مسلمانوں نے بھی ایسی تدابیر کرنا چاہیں جن سے کفار کا زور ٹوٹے اور اسلام کو تقویت پہنچے۔ ایک دن معلوم ہوا کہ

www.waseemziyai.com

ابوسفیان کا تجارتی قافلہ ملک شام سے واپس آرہا ہے پس حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قافلہ پر حملہ کرنے اور اسے لوٹنے کے لیے مسلمانوں کو جمع فرمایا اور انہیں لے کر بدر پر پہنچے اور قافلہ کے انتظار میں وہاں ٹھہر گئے (بدر اس مقام کا نام ہے جہاں بدر ابن مخلد کا بنایا ہوا کنواں ہے اس کی وجہ سے اس جگہ کو بدر کہا جاتا ہے) ابوسفیان کو بھی کسی طرح مسلمانوں کے ارادہ کی خبر ہوگئی اور اس نے فوراً اس کی خبر قریش کو کی اور خود دوسرے راستے سے بچ کر نکل گیا۔ قریش یہ خبر پا کر ایک جماعت کثیر اپنے ساتھ لے کر بدر پر آپہنچے۔ چونکہ مسلمان ان سے تعداد میں بہت کم اور بے سروسامان تھے مسلمانوں نے حضور سے عرض کی کہ ہم لڑائی کے سامان سے یہاں نہیں آئے تھے بلکہ قافلہ کو لوٹنے آئے تھے تو حضور نے انہیں تسکین دی اور فرمایا: اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ مجھے قافلہ دے گا یا کفار پر فتح عطا فرمائے گا اور میدان بدر میں پھر کر سرداران کفار کے مرنے کی جگہ بتائی۔ مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی جن میں ۷۷ مہاجرین اور ۲۳۶ انصار تھے اور ان کے پاس ستر اونٹ، دو گھوڑے، چھ زرہیں، اور اسی تلواریں تھیں باقی سب پیدل اور بے ہتھیار کے لٹھ، پتھر، اور تیر لیے ہوئے تھے۔ مہاجرین کے علم بردار حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تھے اور انصار کے علم بردار سعد ابن عبادہ تھے اور کفار مکہ کی تعداد نو سو پچاس، ساز وسامان سے لیس تھی۔ عتبہ ابن ربیعہ اور ولید ابن عتبہ اور شیبہ اور ابوجہل وغیرہ ان کی فوج کے علم بردار وسردار تھے۔ شروع میں مسلمانوں کو کفار کی تعداد زیادہ نظر آئی اور کفار کو مسلمان کم نظر آئے لیکن جب لڑائی شروع ہوئی اور فرشتے مسلمانوں کی مدد کو آئے تو کفار مسلمانوں کو اپنے سے زیادہ دیکھتے تھے اور مسلمان کفار کو اپنے سے کم دیکھتے تھے۔ کفار کی طرف سے عتبہ اور شیبہ اور ولید لڑنے کو نکلے اور مسلمانوں کی طرف سے حضرت حمزہ وحضرت علی مرتضیٰ وحضرت عبیدہ ان کے مقابلہ کو نکلے۔ حضرت حمزہ نے عتبہ کو اور حضرت علی نے ولید کو قتل کیا اور شیبہ بھی مارا گیا اور ابوجہل کو معوذ ومعاذ دو لڑکوں نے قتل کیا۔ پھر حضور نے مٹھی بھر کنکریاں لے کر اور ﴿شاهت الوجوه﴾ کہہ کر کفار کے ماریں پس وہ کنکریاں کفار کی آنکھوں میں پڑیں اور انہوں نے بھاگنا شروع کیا۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی، تمام سرداران قریش مارے گئے اور ستر گرفتار کیے گئے، مکہ میں کہرام مچ گیا گھر گھر صف ماتم بچھ گئی۔ یہ پہلی فتح تھی جو ہجرت کے دوسرے سال اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا فرمائی اسی واقعہ کی طرف آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بے شک تمہارے لیے نشان عبرت تھی ان دو گروہوں میں جو بدر کے دن آپس میں لڑ پڑے تھے ایک گروہ ان میں کا راہ خدا میں لڑتا تھا اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا جو مسلمانوں کو ظاہر ظہور آنکھوں سے دیکھ کر اپنے سے دوگنا سمجھے اس لیے کہ اپنے سے زیادہ دیکھ کر مرعوب ہوں نامرد ہو جائیں بھاگتے نظر آئیں۔ یا یہ معنی ہیں کہ مسلمانوں نے کفار کو اپنی تعداد سے دونا دیکھا یعنی ۶۲۶ اللہ اپنی مدد سے جس کو چاہتا ہے قوی کرتا ہے جیسا کہ اہل بدر کی مدد فرما کر انہیں قوی کیا۔ بے شک اس میں عقل مندوں کے لیے ضرور دیکھ کر سیکھنا ہے۔

تنبیہ: ﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ﴾ میں خطاب مشرکین قریش سے ہے یا یہود سے۔ اور "یرونهم مثليهم" کے یہ معنی ہیں کہ کفار نے لڑتے وقت مسلمانوں کو اپنے سے تعداد میں دونا دیکھا یعنی انیس سو ۱۹۰۰ ریا مسلمان انہیں تعداد میں دونے نظر آئے یعنی ۶۲۶ یا مسلمانوں کو کفار نے دونا دیکھا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کافروں کو شروع میں اپنے سے دونا دیکھا پھر دوبارہ دیکھا تو زیادہ نہ پایا، پھر دیکھا تو اپنے سے کم پایا تو میں نے اپنے پاس والے آدمی سے پوچھا کہ تم انہیں ستر پاتے ہو تو اس نے کہا کہ میں سو دیکھتا ہوں۔ بات یہ تھی کہ لڑائی سے پہلے مسلمان مشرکوں کو کم دکھائی دیے تاکہ وہ دلیر ہوں بھاگیں نہیں، اور لڑائی کے وقت مسلمان مشرکوں کو زیادہ نظر آئے تاکہ وہ مرعوب اور نامرد ہو کر بھاگ جائیں اور مسلمانوں کو کفار کم دکھائے گئے تاکہ مسلمان دلیر ہوں۔ [معالم وغیرہ]

www.waseemziyai.com

الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ

خواہشوں کی محبت عورتیں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے

وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ

چاندی کے ڈھیر اور نشان کیے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی، یہ جیتی دنیا کی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ

پونجی ہے اور اللہ ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا ف۳۶ تم فرماؤ کیا میں تمہیں

بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ

اس سے بہتر چیز بتادوں پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ

نیچے نہریں رواں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور ستھری بیبیاں اور اللہ کی

اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا

خوشنودی اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے ف۳۷ وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے

(۳۶) اس آیت میں دنیا کی دل فریبی مع بے ثباتی ذکر فرمائی گئی ہے تاکہ مسلمان دنیا کی چیزوں سے دل نہ لگائیں اور جو اللہ کے پاس ہے اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں کہ وہ دنیا کی چیزوں سے بدرجہا بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے لیے خواہشوں کی محبت آراستہ کی گئی ہے، یعنی ان کے نفس جن چیزوں کی خواہش کرتے ہیں انہیں آراستہ کیا گیا ہے اور وہ عورتیں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر اور عمدہ عمدہ چھٹے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی باڑی دنیا کی پونجی ہے اور اللہ کے پاس اس سے بہتر ٹھکانہ ہے اور وہ جنت ہے جس میں ہر قسم کی پائیدار نعمتیں ہیں۔

تنبیہ: جمہور کے نزدیک مذکورہ بالا چیزوں کو بندوں کی آزمائش کے لیے اللہ تعالیٰ نے مزین فرمایا ہے، اور حسن کے نزدیک شیطان نے مزین کیا ہے۔ [مدارک] اور قنطار سے مال کثیر مراد ہے اور بعض روایتوں میں اس کی تعداد بھی آئی ہے اور مزین کی ہوئی چیزیں اگر بہ نیت محمود دوست رکھی جائیں تو جائز و روا ہے ورنہ گناہ ہے۔ مثلاً عورتیں اگر عفت و تکثیر امت کے لیے دوست رکھی جائیں تو مرغوب و مندوب۔ اور محبت اولاد بہ نیت تکثیر نسل و امت محمود اور بغرض تفاخر غیر محمود اور دوستی مال کی فخر و تکبر کے لیے مذموم اور قربات الٰہی میں خرچ کرنے کے لیے محمود و ممدوح، یونہی گھوڑے اور جانور اور کھیتیاں وغیرہ بغرض تفاخر و تکبر رکھنا مذموم اور بہ نیت خیر رکھنا جائز و محمود اور یہ دونوں پہلو احادیث سے ثابت ہیں۔ [ابن کثیر ملخصا]

(۳۷) شان نزول:۔ جب آیت ﴿زین للناس﴾ نازل ہوئی تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے ہمارے رب اب تو نے ہمارے لیے دنیا کی چیزوں کو زینت دے دی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [رواہ ابن جریر] مطلب یہ ہے کہ اے نبی! تم اپنی قوم سے فرماؤ کہ کیا میں تمہیں ان دنیوی چیزوں سے بہتر چیز بتادوں پرہیزگاروں کے لیے۔ ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور ستھری بی بیاں ہیں اور اللہ کی خوشنودی ہے اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے پس ہر ایک کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔

www.waseemziyai.com

13
13

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ

تو ہمارے گناہ معاف کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ صبر والے اور سچے

وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ

اور ادب والے اور راہ خدا میں خرچنے والے اور پچھلے پہرے معافی مانگنے والے ف۳۸ اللہ نے گواہی دی کہ

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ

اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر، اس کے سوا

اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا

کسی کی عبادت نہیں، عزت والا حکمت والا۔ ف۳۹ بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے اور

اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ

پھوٹ میں نہ پڑے کتابی مگر بعد اس کے کہ انھیں علم آچکا

النصف

تنبیہ: حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے پوچھے گا کیا تم راضی ہوئے؟ جنتی عرض کریں گے ہم کیوں نہ راضی ہوتے کہ تو نے ہمیں وہ دیا جو کسی کو نہ دیا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تمہیں افضل چیز دوں گا عرض کریں گے اے رب اس سے بڑھ کر اور کون سی چیز ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے اپنی رضا تمہارے لیے حلال کی اس کے بعد تم پر کبھی ناراض نہ ہوں گا۔ پس اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ اللہ کی نعمتوں میں دنیا کی نعمتیں ادنی ہیں اور نعیم جنت وسطی ہیں اور اللہ کی رضا سب سے اعلی نعمت ہے ﴿رزقنا الله ولسائر المسلمين﴾ [سراج، ورواه البغوی بسنده]

(۳۸) یہ ان لوگوں کی صفت ہے جن کا پہلی آیت میں ذکر ہوا ہے اور صابرین وہ لوگ ہیں جو طاعت وعبادت کی مشقتوں اور دنیا کی سختیوں اور مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں ان کا فضل وشرف اسی پارہ میں آیۃ ﴿اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ [البقرۃ:۱۵۳] اور آیۃ ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ﴾ [البقرۃ:۱۵۵] کے تحت مفصل گزرا۔ اور صادقین، قتادہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو سچی نیت اور نیک دل اور زبان ظاہر وباطن میں یکساں رکھتے ہیں۔ اور قانتین سے اطاعت وعبادت کرنے والے۔ اور متصدقین سے خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے۔ اور مستغفرین سے پچھلی رات کو اٹھ کر دعا کرنے والے، خدا سے معافی مانگنے والے مراد ہیں کہ وہ وقت نیند اور غفلت اور قبولیت دعا کا ہوتا ہے۔ حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ وہ لوگ شروع رات میں نوافل پڑھتے تھے جب صبح قریب ہوتی تھی تو دعا واستغفار کرتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ روزانہ تہائی رات رہے فرماتا ہے کہ ہے کوئی جو دعا کرے اور میں قبول کروں، ہے کوئی جو مجھ سے مانگے میں اسے دوں، ہے کوئی جو استغفار کرے اور میں اسے بخشوں۔ اور حسن نے حکایت کی ہے کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اے بیٹے تو مرغ سے کم مت ہو کہ وہ صبح کو آواز دیتا ہے اور تو پڑا سوتا رہے۔ [سراج]

(۳۹) شان نزول:۔ اس کی بروایت کلبی یہ ہے کہ ملک شام کے دو عیسائی عالم مدینہ آئے اور شہر کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ شہر تو مدینۃ النبی آخر الزماں معلوم ہوتا ہے۔ پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حلیہ مبارک دیکھ کر پہچانا اور کہا کہ آپ محمد ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرمایا: ہاں، بولے کیا آپ احمد ہیں؟ فرمایا: ہاں میرا نام محمد بھی ہے اور احمد بھی ہے۔ بولے ہم آپ سے ایک بات پوچھتے ہیں اگر آپ نے ٹھیک جواب دیا تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے۔ حضور نے فرمایا: اچھا پوچھو، بولے کہ بتائیں کہ علم الٰہی میں سب سے بڑھ کر

www.waseemziyai.com

بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾

اپنے دلوں کی جلن سے اور جو اللہ کی آیتوں کا منکر ہو تو بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ ف۴۰

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ

پھر اے محبوب! اگر وہ تم سے حجت کریں تو فرمادو میں اپنا منہ اللہ کے حضور جھکائے ہوں اور جو میرے پیرو ہوئے اور

لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ

کتابیوں اور اَن پڑھوں سے فرماؤ کیا تم نے گردن رکھی پس اگر وہ گردن رکھیں جب

اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ ع ۲

تو راہ پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو تم پر تو یہی حکم پہنچادینا ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

کون سی گواہی ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اپنے نفس پر گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں اور انبیاء اور علماء نے گواہی دی کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا و مافیہا پیدا کرنے سے پہلے خود ہی اپنے نفس پر شہادت دی اور فرمایا: نہیں ہے اللہ کے سوا کوئی معبود۔ [معالم] وہ عزت والا حکمت والا ہے۔ بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے اور وہی اللہ کو محبوب و پسند ہے، اور نہیں پھوٹ میں پڑے یہود و نصاریٰ مگر علم توحید آنے کے بعد اپنے دلوں کی جلن سے۔ اور جو اللہ کی آیتوں کا منکر ہو تو بے شک اللہ اس سے جلد حساب لینے والا ہے۔

تنبیہ: حدیث میں ہے جس نے سوتے وقت یہ آیت پڑھی اللہ اس سے ستر ہزار مخلوق پیدا فرماتا ہے جو اس کے لیے قیامت تک استغفار کرتے ہیں اور جس نے اس کے پڑھنے کے بعد یہ کہا ﴿وانا اشهد بما شهد الله﴾ اور اپنی اس شہادت کو اللہ کی ودیعت میں دیا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ بے شک میرے بندے کا میرے پاس عہد ہے اور میں اس عہد کے وفا کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہوں لے جاؤ میرے بندے کو جنت میں۔ [مدارک وسراج رواہ الطبرانی والبیهقی] امام احمد کی روایت میں حضرت زبیر سے ہے کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو عرفات میں اس آیت کو پڑھتے سنا اور اس کے اخیر میں حضور نے فرمایا: ﴿وانا على ذالك من الشاهدين يارب﴾ اور شہادۃ اللہ کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اپنی وحدانیت مخلوق پیدا کرنے سے پہلے ہی ظاہر فرمادی اور ایسے دلائل و آیات اس پر قائم کردیے جن کو دیکھنے کے بعد توحید بالکل واضح اور نمایاں ہو جاتی ہے اور فرشتوں اور علماء کی شہادت، اللہ کی الوہیت و وحدانیت کا اقرار کرنا اور دل سے اس کی تصدیق کرنا ہے۔ اور یہود و نصاریٰ کے اختلاف سے یا تو ان کا توحید میں مختلف ہونا مراد ہے کہ یہود نے عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا اور نصاریٰ تثلیث کے قائل ہوئے۔ یا نبوت حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مختلف ہونا مراد ہے کہ بعض ایمان لائے اور اکثر ایمان نہ لائے اور بعض کے نزدیک انبیا پر ایمان لانے میں مختلف ہوئے کہ بعض ان کے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور باقی انبیا پر ایمان نہ لائے اور یہ اختلاف آپس میں حسد رکھنے کی وجہ سے ہوا۔ [سراج] کلبی کہتے ہیں: کہ آیت ﴿وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ﴾ الخ [ال عمران:۱۹] یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ انہوں نے دین اسلام قبول نہ کیا اور نبوت حضور میں معلوم ہو جانے کے بعد اختلاف کیا [معالم اور ﴿اُولُوا الْعِلْمِ﴾ کو ملائکہ کے برابر ذکر کرنے سے علمائے حق کی فضیلت و علو شان ظاہر ہوتی ہے۔

(۴۰) پچھلی آیت میں دین اسلام کی حقانیت اور اس کا دین الٰہی ہونا بیان کیا گیا تھا، اس آیت میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر با

www.waseemziyai.com

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ

وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے

وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ

اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں، انھیں خوش خبری دو دردناک

اَلِيْمٍ ﴿۲۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫

عذاب کی۔ یہ ہیں وہ جن کے عمل اکارت گئے دنیا و آخرت میں

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا

اور ان کا کوئی مددگار نہیں ف۴۱ کیا تم نے انھیں نہ دیکھا جنھیں کتاب کا ایک

وجود اسلام کی حقانیت اور دین الٰہی ثابت ہونے کے وفد نجران اسے نہ مانیں اور اس میں جھگڑا کریں تو تم اے محبوب ان سے فرمادو کہ میں اور میرے پیرو اپنا منہ اللہ کے حضور جھکائے ہوئے ہیں، یعنی اسلام لائے ہوئے ہیں اور وہ دین قدیم وقویم ہے اس کی حقانیت تمہارے نزدیک بھی ثابت ہے میں کوئی نئی چیز لے کر نہیں آیا ہوں جس میں تم مجھ سے جھگڑا کرتے ہو ﴿تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ [اٰل عمران:۶۴] اور یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب سے فرماؤ کیا تم نے گردن جھکائی اسلام لائے۔ پس اگر وہ گردن جھکائیں اسلام لائیں جب تو وہ راہ پائیں گے اور اگر وہ اسلام سے منہ پھیریں تو تم پر صرف حکم الٰہی ان تک پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ معالم میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے اہل کتاب کو سنائی تو وہ بولے ہم تو مسلمان ہیں، خدا کے احکام کو بدل وجان مانتے ہیں تو حضور نے ان سے فرمایا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ عزیر و عیسیٰ (علیہما السلام) خدا کے رسول اور اس کے بندے تھے، بولے معاذ اللہ کہ وہ بندے ہیں۔ تب آیت: ﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ﴾ [اٰل عمران:۲۰] نازل ہوئی۔

تنبیہ: یہ حکم قبل حکم جہاد کے تھا۔ [جلال] اور جمہور کے نزدیک ﴿فَاِنْ حَآجُّوْكَ﴾ سے وفد نجران مراد ہے، اور بعض کے نزدیک ﴿ءَاَسْلَمْتُمْ﴾ استفہام بمعنی امر ہے۔

(۴۱) پچھلی آیت میں اللہ کے حضور سر جھکانے اسلام لانے کو فرمایا گیا تھا اس پر اہل کتاب وغیرہ کہہ سکتے تھے کہ ہم تو دین حق پر ہیں اور حکم الٰہی بجالاتے ہیں تمہارے دین میں کیوں داخل ہوں جیسا کہ یہود نے جواب دیا تھا جو پچھلی آیت کے شان نزول میں گزرا اس خیال کا رد اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔ مطلب آیت کا ترجمہ سے واضح ہے اور لوگ جنھوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا اور انبیا اور نصیحت کرنے والوں کو قتل کیا وہ بنی اسرائیل تھے کہ انہوں نے ایک دن میں تینتالیس پیغمبروں اور ایک سو ستر نصیحت کرنے والوں کو قتل کیا۔ اور یہود نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کئی بار قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں بچالیا ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ [المائدۃ:۶۷] حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا قیامت کے دن سب سے سخت عذاب کس کا ہوگا فرمایا: جس نے کسی نبی کو قتل کیا ہوگا یا اس سے منع کرنے والے نصیحت کرنے والے کو قتل کیا ہوگا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی، پھر فرمایا: اے ابوعبیدہ بنی اسرائیل نے ایک دن میں سورج بلند ہونے تک ۴۳ انبیاء کو قتل کیا اور سورج ڈوبنے سے پہلے ۱۷۰ مسلمانوں کو جنہوں نے انہیں قتل سے باز رہنے کی نصیحت کی تھی قتل کیا تھا۔ اللہ نے انہیں کا ذکر اس آیت میں فرمایا ہے۔ [رواہ البغوی وابن ابی حاتم] حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے دن چڑھے تک تین سو انبیا کو قتل کیا

www.waseemziyai.com

مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى

حصہ ملا کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ وہ ان کا فیصلہ کرے پھر ان

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا

میں کا ایک گروہ اس سے روگرداں ہو کر پھر جاتا ہے یہ جرأت انھیں اس لیے ہوئی کہ وہ کہتے ہیں ہرگز ہمیں

النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۖ وَّغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا

آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دنوں اور ان کے دین میں انھیں فریب دیا اس جھوٹ نے

يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۚ وَوُفِّيَتْ

جو باندھتے تھے تو کیسی ہوگی جب ہم انھیں اکٹھا کریں گے اس دن کے لیے جس میں شک نہیں اور ہر

كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ

جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ ف۴۲ یوں عرض کر: اے اللہ ملک کے

تھا اور پچھلے دن ان کی کھیتیاں فروخت کرنے کا بازار لگایا تھا۔ [ابن کثیر] بات یہ تھی کہ بنی اسرائیل میں ہر فرقہ کی ہدایت کے لیے بکثرت نبی آئے اور ہر شہر و بستی میں سو، سو، پچاس، پچاس نبی ہوا کرتے تھے ان پر صرف وحی آتی تھی کتاب نازل نہیں ہوئی تھی پس ہر نبی اپنی قوم کو نصیحت کرتا تھا وہ اسے قتل کر ڈالتے تھے اور جو انہیں قتل کرنے سے منع کرتا تھا اسے بھی قتل کر ڈالتے تھے یوں ایک دن میں انہوں نے اتنے انبیاء و صلحا کو قتل کیا تھا جیسا کہ معالم میں ہے۔ تو ممکن ہے کہ ابو عبیدہ کی روایت میں صرف ایک شہر کی تعداد بیان کی گئی ہو اور حضرت عبداللہ ابن مسعود کی روایت میں کل شہروں کی تعداد ملا کر بیان کی ہو۔

(۴۲) شان نزول: عکرمہ و سعید، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ ایک بار نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم یہود کے مدرسہ میں تشریف لے گئے اور انہیں دین کی طرف بلایا تو ان میں نعیم ابن عمر اور حارث ابن زید بولے کہ آپ کس دین پر ہیں؟ فرمایا: دین ابراہیمی پر، تو بولے وہ تو یہودی تھے۔ تب حضور نے فرمایا: اچھا توریت لاؤ وہ ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی، یہود اس پر راضی نہ ہوئے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اور کلبی انہیں سے راوی کہ خیبر کے یہودیوں میں سے کسی نے زنا کیا، زانی کی سزا توریت میں رجم تھی مگر اس میں انہوں نے ترمیم کر رکھی تھی کہ رذیل کو رجم کرتے اور شریف کو تجلید کرتے تھے، یہ زانی وزانیہ شریف تھے انہیں یہ سزا دینی مناسب نہ سمجھی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس فیصلہ کے لیے آئے۔ حضور نے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا: یہ سن کر یہود بولے یہ ظلم ہے ایسا حکم نہیں ہے۔ تو حضور نے فرمایا: اچھا ہمارے تمہارے درمیان توریت فیصلہ کر دے گی، تم میں بڑا عالم کون ہے؟ بولے: ابن صوریا، اسے بلایا گیا اور توریت منگوائی گئی اور اس سے پڑھنے کو کہا جب وہ آیت رجم پر پہنچا تو وہ اس پر اپنا ہاتھ رکھ کر آگے پڑھنے لگا، حضرت عبداللہ ابن سلام نے اسے ٹوکا اور اس کا ہاتھ ہٹا کر آیت رجم پڑھی۔ بالآخر حضور نے دونوں کو سنگسار کرایا اور یہودی ناراض ہو کر چلے گئے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ [معالم و جلال] مطلب یہ ہے کہ یہاں کتاب سے توریت مراد ہے اور جنہیں توریت سے کچھ حصہ ملا ہے علمائے یہود ہیں، جب وہ توریت کے بموجب کسی معاملہ میں فیصلہ کے لیے بلائے جاتے تھے تو وہ اس سے انکار اور اعراض کرتے تھے اور یہ توریت سے انکار و اعراض کرنا ان کا محض اس گھمنڈ پر ہے کہ وہ کہتے ہیں ہمیں عذاب نار چند روز ہوگا۔ یعنی بقدر ایام گوسالہ پرستی پھر چھٹی ہوگی کہ اللہ نے یعقوب علیہ السلام سے وعدہ کر لیا ہے کہ تیری ذریت کو عذاب نہ دے گا۔ ان افتراؤں نے انہیں دھوکے میں ڈالا ہے کہ انہوں

www.waseemziyai.com

الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۚ وَتُعِزُّ

مالک! تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت

مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

دے، اور جسے چاہے ذلت دے ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بے شک تو سب کچھ

قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۚ وَتُخْرِجُ

کر سکتا ہے تو رات کا حصہ دن میں ڈالے اور دن کا حصہ رات میں ڈالے اور مردے سے

الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۚ وَتَرْزُقُ

زندہ نکالے اور زندے سے مردہ نکالے اور جسے

مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ

چاہے بے گنتی دے۔ ف۴۳ مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں

نے اپنے کو اللہ کا بیٹا، اللہ کا پیارا سمجھ رکھا ہے، تو کیا حال ہوگا ان کا جب کہ ہم انہیں قیامت کے دن جمع کریں گے اور ہر شخص اپنے اعمال کی پوری جزا پائے گا نہ اس میں کمی ہوگی نہ زیادتی۔

(۴۳) شان نزول: جب فتح مکہ کے بعد نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے مسلمانوں کو ملک روم وفارس کے فتح کرنے کی خوش خبری سنائی تو یہود ومنافق بولے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ ومدینہ کافی نہ ہوا جو ملک روم وفارس فتح کرنے کی خواہش ہوئی بھلا ان میں سلطنت روم وفارس فتح کرنے کی کہاں طاقت ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ [معالم ومدارک] اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ جب مسلمانوں نے حضور کے ساتھ مدینہ کے آس پاس خندق کھودنا شروع کیا تو اس میں ایک بہت بڑا پتھر نکلا جو کسی سے نہ ٹوٹا۔ اس کی خبر حضور کو کی گئی۔ پس حضور نے آکر اس پتھر پر ضرب لگائی جس سے وہ ٹوٹ گیا اور اس میں ایک ایسی چمک ظاہر ہوئی جس سے مدینہ کے دونوں کنارے روشن ہو گئے پس سب نے اللہ اکبر کہا اور حضور نے فرمایا اس چمک میں مجھے حیرہ کے مکانات نظر آئے۔ پھر دوبارہ ضرب لگائی تو اس میں پھر چمک پیدا ہوئی اور حضور نے فرمایا کہ اس میں مجھے روم کے سرخ مکانات نظر آئے۔ پھر تیسری بار ضرب لگانے سے بھی اس میں روشنی ظاہر ہوئی اور حضور نے فرمایا: کہ اس میں مجھے صنعا کے مکانات نظر آئے اور جبرئیل نے مجھ سے آکر کہا کہ آپ کی امت ان سب ممالک کی مالک ہوگی۔ تو منافقوں نے مسلمانوں سے کہا تم اپنے نبی کی جھوٹی باتوں پر تعجب نہیں کرتے ہو حالانکہ تم خوف کے مارے خندق کھود رہے ہو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی [سراج] مطلب آیت کا ترجمہ سے واضح ہے کہ اے محبوب! تم اللہ سے یوں عرض کرو الخ۔ کلبی کہتے ہیں کہ "تؤتی الملک" سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم مراد ہیں اور تنزع الملک سے روساء وسرداران قریش مراد ہیں، یونہی تعز من تشاء سے حضور اور حضور کے اصحاب مراد ہیں اور "تذل من تشاء" سے ابوجہل وغیرہ کفار ان مکہ مراد ہیں۔ [سراج] کہ اللہ نے مسلمانوں کو ملک عرب وعجم کا مالک بنا کر عزت دی اور کفار ان مکہ وغیرہ سے یہ ملک نکال کر انہیں ذلت دی اور حضور کی اس پیشین گوئی کو صرف چھ سال کے اندر سچا فرمایا۔

فائدہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے ہر نماز کے بعد آل عمران کی دو آیتیں ﴿شهد الله﴾ سے ﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾ [ال عمران:۱۹] تک اور ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ﴾ [ال

www.waseemziyai.com

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ

مسلمانوں کے سوا اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا

اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى

مگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرو اور اللہ تمھیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور

اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۲۸ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ

اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے۔ ۴۴ تم فرمادو کہ اگر تم اپنے جی کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو

يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ

اللہ کو سب معلوم ہے اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور ہر

عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۲۹ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ

چیز پر اللہ کا قابو ہے۔ جس دن ہر جان نے جو بھلا کام کیا

مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْۗءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ

حاضری پائے گی اور جو برا کام کیا امید کرے گی کاش مجھ میں اور اس میں

عمران:۲۶] سے ﴿بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ تک مع آیت الکرسی وسورۂ فاتحہ کے پڑھیں اس کا جنت میں ٹھکانہ ہوگا اور وہ عمرہ قدس میں رکھا جائے گا۔ اور اللہ اس کی طرف ہر روز ستر بار نظر عنایت فرمائے گا اور ستر حاجتیں اس کی روا فرمائے گا اور اس کو ہر دشمن اور ہر حاسد سے اپنی پناہ میں رکھے گا اور اس کی مدد فرمائے گا۔ [سراج ومعالم] طبرانی وابن ابی الدنیا حضرت معاذ سے راوی کہ انہوں نے حضور سے قرض دار ہونے کی شکایت کی تو حضور نے انہیں یہ آیت ﴿قل اللهم مالك الملك﴾ تا ﴿بغير حساب﴾ تعلیم فرمائی۔ کہ اسے پڑھ کر کہا کریں اے رحمٰن الدنیا والاخرہ اے رحیم الدنیا والآخرہ تو ہی دنیا وآخرت میں جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے منع کرتا ہے، مجھ پر رحم فرما ایسی رحمت کہ اس کے سوا میں دوسرے کی رحمت سے بے پروا ہو جاؤں۔ اے اللہ مجھے مالدار کردے محتاجی سے اور میرا قرضہ ادا کردے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اسم اعظم ہے جو اس کے ساتھ دعا کرے گا قبول ہوگی۔ [رواہ الطبرانی ابن کثیر]

(۴۴) شانِ نزول:۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ابن الحقیق اور قیس ابن زید کی حجاج ابن عمرو یہودی سے دوستی تھی، بعض مسلمانوں نے انہیں حجاج سے دوستی رکھنے سے منع کیا کہ کہیں وہ انہیں بہکا نہ دے ان لوگوں نے نہ مانا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور کلبی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت عبداللہ ابن ابی منافق اور اس کے ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ وہ یہود اور مشرکین سے دوستی رکھتے تھے اور انہیں مسلمانوں کی خبریں پہنچایا کرتے تھے اور مقاتل وابن حبان کہتے ہیں: کہ یہ آیت حاطب ابن بلتعہ کے حق میں نازل ہوئی کہ انہوں نے اپنے اہل وعیال کے تحفظ کے خیال سے مشرکین کو خط لکھا تھا اور مسلمانوں کے ارادے کی انہیں خبر دی تھی بعد کو انہیں معافی دی گئی تھی کہ وہ سچے مسلمان تھے۔ [معالم وسراج] بہر حال حکم عام ہے اور مسلمانوں کو کفار سے موالات کرنا قطعاً ممنوع وحرام ہے مگر مجبوری۔ باقی مطلب آیت کا ترجمہ سے واضح ہے۔ اور موالات کرنے والوں کے لیے یہ سخت وعید ہے کہ وہ اللہ

www.waseemziyai.com

ع ۱۱

اَمَدًۢا بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾

دور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔ ف۴۵

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ

اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور

لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ

تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ف۴۶ تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ

کی ولایت سے خارج ہیں۔ ﴿فلیس من اللہ فی شیء﴾

(۴۵) یہ پچھلی آیت کا تتمہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کو کفار سے موالات کرنے کی ممانعت کی گئی تھی اس سے یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ ظاہر میں ان سے موالات کرنا ممنوع ہے نہ دل میں چھپا کر۔ اس خیال کو اس آیت میں دفع فرمایا گیا ہے کہ اے محبوب تم مسلمانوں سے کہہ دو کہ خواہ تم دل میں چھپا کر کفار سے موالات کرو یا ظاہر طور سے کرو اللہ کو اس کا علم ہے اس کی سزا تمہیں دے گا۔ باقی آیت کا مطلب ترجمہ سے واضح ہے۔

تنبیہ: کفار سے موالات ظاہر و پوشیدہ ہر طرح حرام ہے، اس پر وعید شدید وارد ہے اور متعدد جگہ قرآن عظیم میں اسکی ممانعت فرمائی گئی ہے مگر بحالت مجبوری اس کی اجازت ہے وہ بھی زبان سے نہ دل و جان سے قالہ ابن عباس وغیرہ۔ [ابن کثیر]

(۴۶) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کچھ قریشی کعبہ کے اندر بتوں کی پوجا کر رہے تھے اور انہیں خوب سجایا اور آراستہ کیا تھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کعبہ میں داخل ہوئے اور یہ حالت دیکھ کر فرمایا: اے قریشیو! واللہ تم اپنے باپ دادا حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل (علیہما السلام) کے طریقہ سے پھر گئے۔ تو وہ بولے ہم تو انہیں اللہ کی محبت اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے پوجتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [سراج] بعض نے کہا ہے کہ جب یہود نے اپنے کو اللہ کا بیٹا، اللہ کا محبوب بتایا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض کہتے ہیں: کہ یہ وفد نجران کے حق میں نازل ہوئی جب کہ انہوں نے کہا: ہم تو اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لیے مسیح کی عبادت کرتے ہیں۔ بہر حال آیت کا حکم عام ہے اور وہ مدعیان محبت خدا کے آزمانے کی بے مثل کسوٹی ہے، آج کل بھی بہت سے اس کے دعوے دار بنتے ہیں مگر اس کسوٹی پر سچے نہیں اترتے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے محبوب! تم ان مدعیان محبت سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ان کے گناہوں کو جو میری فرمانبرداری کرتے ہیں اور ان سے کہہ دو کہ اللہ و رسول کی اطاعت کرو اس میں جس کا وہ تمہیں حکم کریں، پھر اگر وہ اطاعت سے منہ پھیریں تو اللہ کو کافر خوش نہیں آتے ہیں۔ یعنی وہ انہیں دوست نہیں رکھتا ہے، وہ عذاب دیے جائیں گے۔ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ زمانہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بعض لوگوں نے یہ گمان کیا تھا کہ وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں پس اللہ نے ان کے قول کی ان کے فعل سے تصدیق کرنا چاہی۔ تو جو دعوی محبت الٰہی کرے اور سنت رسول اللہ کی ممانعت کرے وہ جھوٹا ہے اسے کتاب اللہ جھوٹا بتا رہی ہے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو عبداللہ ابن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی طاعت کو اللہ کی طاعت کی طرح ٹھہراتے ہیں اور ہمیں اپنی محبت کا حکم کرتے ہیں جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی محبت کا دم بھرا تھا تو آیت: ﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ﴾ نازل ہوئی۔ [سراج] بغوی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا: میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی مگر جو انکار کرے گا، صحابہ نے پوچھا کہ کون انکار کرے گا؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

www.waseemziyai.com

تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا

منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔ بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح

وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ

اور ابراہیم کی آل اور عمران کی آل کو سارے جہان سے یہ ایک نسل ہے ایک

بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ

دوسرے سے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ ﴿۴۷﴾ جب عمران کی بی بی نے عرض کی اے رب میرے!

اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ

میں تیرے لیے منّت مانتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے کہ خالص تیری ہی خدمت میں رہے تُو تو مجھ سے قبول کر لے، بے شک تو ہی ہے

تنبیہ: آیت میں دو باتیں ذکر فرمائی گئی ہیں ایک تو بندہ کا اللہ سے محبت رکھنا دوسرے اللہ کا بندے سے محبت رکھنا۔ علما فرماتے ہیں: کہ بندہ کے اللہ سے محبت رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اللہ کی معرفت حاصل کرے اس کی ذات وصفات کو پہچانے اس کا خوف کرے، دن رات اس کا مطیع وفرمانبردار رہے ہر وقت اس کا ذکر کرے۔ حدیث میں ہے جو اللہ سے محبت رکھے گا اس کا ذکر زیادہ کرے گا۔ اور اللہ کے بندے سے محبت رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ اس سے راضی ہو اور خوش ہو، ملائکہ اور مخلوق میں اس کی تعریف کرے اور اس کی خطائیں معاف کرے۔ حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو جبرئیل سے فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ پس وہ اسے دوست رکھتے ہیں اور تمام آسمان والوں میں ندا کرتے ہیں کہ فلاں شخص کو اللہ دوست رکھتا ہے تم بھی اسے دوست رکھو پس وہ سب اسے دوست رکھتے ہیں پھر زمین میں اس کی مقبولیت اور محبت پیدا ہوتی ہے اور تمام خلق اسے محبوب رکھتی ہے۔ [مسلم] لیکن یہ محبت الٰہی بغیر محبت واتباع واطاعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاصل نہیں ہو سکتی ہے کہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو مشروط باتباع محمد رسول اللہ کیا ہے اور ﴿فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ [اٰل عمران: ۳۱] فرمایا ہے اور مشروط بغیر شرط پایا نہیں جا سکتا ہے اسی لیے حدیث میں فرمایا گیا ہے "من احبنی فقد احب اللہ" یعنی جس نے مجھے محبوب رکھا اس نے خدا کو محبوب رکھا۔ اور "من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ" یعنی جس نے میری اطاعت کی پس اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ بلکہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿مَّنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ [النساء: ۸۰] جس نے رسول کی اطاعت کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ تو حضور کی محبت واطاعت عین محبت واطاعت خدا ہے بلکہ اسے اصل ایمان بلکہ ایمان کی بھی جان کہا جائے تو بجا ہے۔ حدیث میں ہے " لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (وفیہ روایۃ) من اھلہ ومالہ (وفیہ روایۃ من نفسہ "یعنی تم میں کا کوئی مسلمان نہیں ہوتا ہے جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اس کے بیٹے اس کی جان ومال سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ رزقنا اللہ تعالیٰ ولجمیع المسلمین حب سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

(۴۷) شان نزول:۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ جب یہود نے اپنے کو ابراہیم واسحاق ویعقوب (علیہم السلام) کی اولاد بتایا اور کہا کہ ہم ان کے دین پر ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی اللہ نے انہیں اسلام کے لیے چھانٹ لیا ہے اور تم غیر دین اسلام پر ہو۔ [معالم] تو تم کیسے ان کے برابر ہو سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے منتخب فرماتا ہے وہ اپنے

www.waseemziyai.com

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ؕ

سنتا جانتا۔ پھر جب اُسے جنا، بولی اے میرے رب! یہ تو میں نے لڑکی جنی

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا

اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ جنی، اور وہ لڑکا جو اس نے مانگا اس لڑکی سا نہیں اور میں نے اس کا نام

مَرْيَمَ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۳۶﴾

مریم رکھا اور میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں راندے ہوئے شیطان سے۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا

تو اسے اس کے رب نے اچھی طرح قبول کیا اور اسے اچھا پروان چڑھایا اور اسے

زَكَرِيَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ

زکریا کی تنہبانی میں دیا، جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے

قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ

کہا: اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے، بے شک

زمانے کے دوسرے لوگوں سے افضل ہوتا ہے اور اس کی اطاعت لازم وواجب ہوتی ہے۔ اس سے یہ خیال بھی رد ہو گیا کہ یہ تو ہم جیسا ایک شخص ہے یا ہمارے خاندان کا ایک فرد ہے اپنی اطاعت کرانا چاہتا ہے ہم کیوں اس کی اطاعت کریں کہ خود خاندانی ہونا موجب اطاعت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا اسے برگزیدہ کرنا موجب اطاعت ہے۔

تنبیہ: آل ابراہیم سے ان کے لڑکے حضرت اسماعیل وحضرت اسحاق اور ان کی اولاد مراد ہے۔ حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی ہوئے حضور کے سوا اور کوئی نبی ان کی اولاد میں نہیں ہوا۔ اور حضرت اسحاق کی اولاد میں حضرت عیسیٰ تک برابر نبی ہوتے رہے اور آل عمران سے ان کے لڑکے حضرت موسیٰ وہارون اور حضرت عیسیٰ مراد ہیں کہ عمران دو تھے ایک تو عمران ابن مصہر جو حضرت موسیٰ وہارون کے والد تھے اور لاوی ابن یعقوب کی اولاد میں تھے۔ اور دوسرے عمران ابن ماثان جو حضرت مریم کے باپ اور حضرت عیسیٰ کے نانا تھے اور یہودا ابن یعقوب کی اولاد سے تھے اور حضرت یحییٰ کے خالو اور حضرت زکریا کے ساڑھو تھے اور ان عمرانوں کے درمیان اٹھارہ سو برس کا فاصلہ ہوا ہے۔ تو آیت میں آل عمران سے دونوں مراد ہو سکتے ہیں کہ دونوں کی اولاد میں نبی ہوئے ہیں مگر آئندہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمران سے عمران بن ماثان حضرت مریم کے والد مراد ہیں ابن کثیر نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

تنبیہ: آیت کریمہ سے عامہ بشر کا ملائکہ سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے کہ عالمین میں ملائکہ داخل ہیں اور اس میں سے آدم ونوح وغیرہ افراد بشر کو برگزیدہ کیا گیا ہے تو وہ لامحالہ ملائکہ سے افضل ہوئے کہ مقصود آیت سے بیان تفضیل جنس بشر علی الملائکہ ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ رسل بشر رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ عامہ بشر سے افضل ہیں بوجہ رسول ہونے کے اور عامہ بشر عامہ ملائکہ سے افضل ہیں۔ خلافا للمعتزلہ وبعض الاشاعرۃ والفلاسفۃ۔ [احمدی]

www.waseemziyai.com

اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا

اللہ جسے چاہے بے گنتی دے ﴿۴۸﴾ یہاں پکارا زکریا

رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ

اپنے رب کو، بولا: اے رب میرے! مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد، بے شک تو ہی

سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ

ہے دعا سننے والا۔ تو فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ

بے شک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحییٰ کا جو اللہ کی طرف کے ایک کلمے کی تصدیق کرے گا

وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى

اور سردار اور ہمیشہ کے لیے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے بولا اے میرے رب! میرے لڑکا

يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ

کہاں سے ہوگا مجھے تو پہنچ گیا بڑھاپا اور میری عورت بانجھ فرمایا:

كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ

اللہ یوں ہی کرتا ہے جو چاہے عرض کی اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی کردے فرمایا

اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ

تیری نشانی یہ ہے کہ تین دن تو لوگوں سے بات نہ کرے مگر اشارے سے اور اپنے رب کی

(۴۸) چونکہ اس سے پہلی آیت میں آل عمران کا منتخب ہونا بیان فرمایا گیا تھا اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیتوں میں مسلسل آل عمران کی کیفیت اور حضرت مریم و حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی پیدائش وغیرہ کا پورا حال بیان فرمایا گیا ہے۔ عمران ابن ماثان اگرچہ نبی نہ تھے مگر رئیس بنی اسرائیل تھے اور نہایت متقی و پرہیزگار امام بیت المقدس تھے۔ ان کے کوئی اولاد نہ تھی ایک دن ان کی بی بی حنہ ایک پیڑ کے نیچے بیٹھی تھیں، دیکھا کہ ایک جانور اپنے بچے کو بھرا رہا ہے تو ان کے دل میں بچہ کا شوق پیدا ہوا اور انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے لڑکا عطا فرما چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی اور وہ حاملہ ہوئیں تو انھوں نے اس خیال سے کہ ان کے لڑکا ہوگا نذر مانی کہ میرے پیٹ سے جو بچہ پیدا ہوگا اسے میں صرف بیت المقدس کی خدمت کے لیے چھوڑ دوں گی الٰہی تو میری نذر قبول فرما۔ (اس قسم کی نذر اس وقت جائز تھی) جب عمران سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا تم نے یہ کیا کیا معلوم نہیں لڑکا ہوگا یا لڑکی، اگر لڑکی ہوئی تو خدمت بیت المقدس کے لائق نہ ہوگی۔ پس دونوں غمگین ہوئے اس اثنا میں عمران کا انتقال ہوگیا اور حنہ کے خلاف امید لڑکی پیدا ہوئی جو بیت المقدس کی خدمت کے لائق نہ تھی کہ خادم بیت المقدس لڑکے ہوتے تھے۔ تو حنہ نے بہت حسرت سے معذرت کے طور پر عرض کی اے رب میں نے لڑکی جنی ہے (اور اللہ خوب

www.waseemziyai.com

جانتا ہے جو کچھ وہ جنی اور وہ لڑکا جو اس نے مانگا تھا اس لڑکی سا نہیں ہوتا) اور میں نے اس کا نام مریم (عابدہ) رکھا اور میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں شیطان سے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ ہر بچہ کو وقت پیدائش شیطان چھوتا ہے تو بچہ چیختا چلاتا ہے مگر مریم اور ان کا بچہ یعنی حضرت عیسیٰ حنہ کی دعا کے سبب شیطان کے مس سے محفوظ رہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مریم کو خاص طور سے قبول فرمایا۔ ان سے پہلے کوئی لڑکی بیت المقدس کی خدمت کے لیے قبول نہیں ہوئی تھی۔ اور بہت اچھی طرح بلا کسی نقص و عیب کے انہیں پالا پرورش کیا کہ وہ ایک دن میں اس قدر بڑھتی تھیں جس قدر ایک سال میں کوئی بچہ بڑھتا ہے۔ جب حضرت مریم کی ماں انہیں لے کر منتظمان بیت المقدس کے پاس گئیں اور ان سے کہا لو یہ نذر تو ہر ایک نے ان کے لینے کی خواہش کی کہ وہ ان کے امام کی لڑکی تھی تو حضرت زکریا نے جو ان کے خالو تھے کہا کہ میں اس کی پرورش کا زیادہ حق دار ہوں کہ اس کی خالہ ایشاع بنت فاقوذ میری بی بی ہے وہ اسے ماں کی طرح پالیگی اس پر کوئی راضی نہ ہوا، بالآخر یہ طے ہوا کہ قرعہ ڈالو جس کے نام قرعہ نکلے وہ اسے پرورش کرے۔ چنانچہ وہ سب اپنے اپنے تورات لکھنے کے قلم لے کر نہر اردن پر آئے اور وہ انیس آدمی تھے سب نے اپنے اپنے قلم اس شرط پر نہر میں ڈالے کہ جس کا قلم پانی پر ٹھہرا رہے گا وہی اس کی پرورش کا مستحق ہوگا۔ پس خدا کی قدرت سے حضرت زکریا کا قلم پانی پر ٹھہرا رہا اور سب کے بہہ گئے تین بار ایسا ہی ہوا۔ پس حضرت زکریا نے حضرت مریم کو پرورش کے لیے لے لیا اور ان کے رہنے کے لیے بیت المقدس میں ایک بہت بلند غرفہ بنایا جس میں سیڑھی کے ذریعہ چڑھا جاتا تھا اور ان کے سوا اس میں کوئی نہیں جا سکتا تھا جب وہ کہیں جاتے تھے تو اس میں تالا ڈال جاتے تھے اور جب وہ ان کی ضروریات کی چیزیں ان کے پاس لے کر جاتے تو ان کے پاس بے فصل کے میوے پاتے۔ ایک دن انہوں نے حضرت مریم سے پوچھا کہ یہ میوے تیرے پاس کہاں سے آتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ وہ اللہ کے پاس سے جنت سے میرے لیے آتے ہیں اللہ جسے چاہتا ہے بے محنت و مشقت رزق دیتا ہے۔ [معالم و سراج] اور یہ جواب انھوں نے بچپنے ہی میں دیا تھا۔ اور پستان سے دودھ کبھی نہیں پیا، جنت کے میوے کھا کر پرورش پائی۔ اور یہ ان کی کرامت تھی، نہ معجزہ۔ جیسا کہ حضرت سیدہ کی یہ کرامت تھی کہ زمانہ قحط میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن بھوکے تھے، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دو روٹیاں اور گوشت کا ٹکڑا ایک طباق میں ڈھک کر بھیجا، حضور اسے لے کر ان کے پاس آئے اور اسے کھولنے کو فرمایا: جب کھولا تو وہ طبق روٹیوں اور گوشت سے بھرا ہوا تھا۔ پس انہوں نے پوچھا کہ اے فاطمہ یہ کہاں سے آیا عرض کی اللہ کے پاس سے آیا ہے تو حضور نے فرمایا: الحمد للہ کہ تجھے اللہ نے بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار کے مانند کیا پھر حضور نے انہیں اور حضرت علی اور حسن و حسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم کو ساتھ لے کر کھایا یہاں تک کہ سب کا پیٹ بھر گیا اور کھانا ویسے ہی بچ رہا تو اسے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پڑوسیوں کو تقسیم فرمایا۔ یہ کرامت اولیا کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ [بیضاوی]

تنبیہ: ﴿سمیتها مریم﴾ میں دلیل ہے اس پر کہ بچہ کا نام پیدا ہونے کے بعد ہی رکھنا چاہئے جیسے کہ فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: میرے رات لڑکا ہوا ہے میں نے اس کا نام اپنے باپ ابراہیم کے نام پر رکھا ہے۔ اور انس ابن مالک اپنے بھائی کو بعد پیدا ہونے کے حضور کی خدمت میں لائے پس آپ نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔ ایک صحابی نے عرض کی میرے رات لڑکا ہوا ہے اس کا کیا نام رکھوں فرمایا: عبدالرحمٰن۔ [بخاری و مسلم] پس عقیقہ والی حدیث جو امام احمد و اصحاب سنن نے روایت کی ہے وہ اس کے معارض نہیں ہے کہ اس میں عقیقہ کے دن تک تاخیر کی اجازت ہے یا اسی نام کو عقیقہ میں مقرر کرنے کی ہدایت ہے، مگر اولیٰ اول ہے۔ ممکن ہے کہ عقیقہ کرنے سے پہلے بغیر نام کے بچہ مر جائے اور وہ قیامت کے دن اللہ سے شکایت کرے۔ جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے۔

www.waseemziyai.com

كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ ع ۴ ۱۱ ۱۲

بہت یاد کر اور کچھ دن رہے اور تڑکے اس کی پاکی بول۔ ف۴۹ اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک

اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ

اللہ نے تجھے چن لیا اور خوب ستھرا کیا اور آج سارے جہان کی عورتوں سے تجھے پسند کیا اے مریم!

اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ

اپنے رب کے حضور ادب سے کھڑی ہو اور اس کے لیے سجدہ کر اور رکوع والوں کے ساتھ رکوع کر۔ یہ

الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ

غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے

اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ اِذْ قَالَتِ

کہ مریم کس کی پرورش میں رہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے اور یاد کرو جب

الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ

فرشتوں نے مریم سے کہا: اے مریم! اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمے کی جس کا نام ہے

الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ

مسیح عیسیٰ، مریم کا بیٹا رو دار ہوگا دنیا اور آخرت میں اور

الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾

قرب والا اور لوگوں سے بات کرے گا پالنے میں اور پکی عمر میں اور خاصوں میں ہوگا۔

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكِ

بولی اے میرے رب! میرے بچہ کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ نہ لگایا فرمایا اللہ

(۴۹) جب حضرت زکریا نے حضرت مریم کے پاس بے فصل کے میوے آتے دیکھے تو جان لیا کہ جو بے وقت میوے لانے پر قادر ہے وہ بے وقت بڑھاپے میں اولاد دینے پر بھی قادر ہے۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ سے آدھی رات کو نماز پڑھتے میں دعا کی کہ اے اللہ تو مجھے اپنے پاس سے ستھرا بیٹا عطا فرما۔ باقی مطلب آیت کا ترجمہ سے واضح ہے، آیت میں دلیل اس پر ہے کہ آدھی رات کو نماز پڑھ کر دعا کرنا، حاجت چاہنا چاہیے کہ قبول ہو اور اس میں حضرت زکریا کی دعا سے حضرت یحییٰ کا پیدا ہونا اور ان کی صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنی قوم کے سردار اور نبی اور خاصان خدا سے ہوں گے عورتوں سے پرہیز کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کریں گے۔ چنانچہ ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام خالہ زاد بھائی تھے (گزشتہ تحقیق کے مطابق ماموں بھانجے تھے) اور یحییٰ کی ماں حضرت مریم سے کہا کرتی تھیں کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ تیرے پیٹ کے بچے کو سجدہ کرتا ہے یہی ان کی

www.waseemziyai.com

اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ

یوں ہی پیدا کرتا ہے جو چاہے جب کسی کام کا حکم فرمائے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا،

فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا

وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ اور اللہ اسے سکھائے گا کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل۔ اور رسول ہوگا

اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ

بنی اسرائیل کی طرف یہ فرماتا ہوا کہ میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ

اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا

میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ

اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سپید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے

اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ

حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو بے شک

ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ اور تصدیق کرتا آیا ہوں

يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ

اپنے سے پہلی کتاب توریت کی اور اس لیے کہ حلال کروں تمہارے لیے کچھ وہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں

وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۖ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ

اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں، تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ بے شک

تصدیق ہے۔ ربیع ابن انس کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت یحییٰ نے حضرت عیسیٰ کی تصدیق کی۔ اور حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ سے چھ ماہ بڑے تھے اور حضرت عیسیٰ کے اٹھائے جانے سے پہلے حضرت یحییٰ قتل کیے گئے۔ حضرت عیسیٰ نے انہیں تبلیغ بنی اسرائیل کے لیے مقرر کیا تھا انہوں نے انہیں قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ کا ان پر غضب نازل ہوا کہ بخت نصر نے آ کر ایک دن میں ستر ہزار بنی اسرائیل قتل کیے باقی کو گرفتار کر کے لے گیا۔ اور ﴿ان لا تکلم الناس﴾ کے یہ معنی ہیں کہ سوائے اللہ کے ذکر کے لوگوں سے بات نہ کریں گے نہ یہ کہ بالکل زبان گنگ ہوگی۔ اور محراب سے مسجد۔ اور ملائکہ سے جنس ملائکہ یعنی جبرئیل مراد ہیں۔

www.waseemziyai.com

اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۵۱﴾ فَلَمَّاۤ

میرا تمہارا سب کا رب اللہ ہے تو اسی کو پوجو یہ ہے سیدھا راستہ۔ ف۵۰ ف۵۱ ف۵۲ پھر جب

اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ قَالَ

عیسیٰ نے ان سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں؟ اللہ کی طرف،

الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَ اشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾

حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں

رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنْزَلْتَ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۳﴾

اے رب ہمارے! ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے اتارا اور رسول کے تابع ہوئے تو ہمیں حق پر گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ﴿۵۴﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤی ع ۵ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے اور یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ!

اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اُٹھا لوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کر دوں گا

وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۚ

اور تیرے پیروؤں کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا

(۵۰) اس آیت کا ربط ﴿اِذْ قَالَتِ امْرَاَةُ عِمْرَانَ﴾ [آل عمران: ۳۵] سے ہے اور اس کے درمیان میں حضرت زکریا اور یحییٰ کا ذکر بطور جملہ معترضہ کے واقع ہوا ہے۔ اور اس میں حضرت مریم کی فضیلت ظاہر فرمائی گئی ہے کہ اللہ نے انہیں برگزیدہ کیا کہ ان کی نذر قبول کی اور انہیں اچھی طرح پالا اور جنت سے انہیں رزق دیا اور شرک و کفر اور گناہوں کی نجاست اور حیض کی پلیدی سے پاک وصاف کیا اور انہیں جہان بھر کی عورتوں سے پسند کیا۔ اور انہیں اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے اور اس کے لیے رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع و سجود کرنے یعنی جماعت سے نماز ادا کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت مریم نماز میں اس قدر کھڑی رہتی تھیں کہ ان کے ٹخنے ورم کر گئے تھے اور ان سے خون پیپ بہنے لگا تھا۔ انہیں اوصاف کی بنا پر بعض نے ان کے نبی ہونے کا گمان کیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ وہ نبی نہ تھیں۔ بیضاوی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ کبھی کوئی عورت نبی نہیں ہوئی اور آیت ﴿وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیهم﴾ سے اس پر استدلال کیا ہے۔ یعنی ہم نے تم سے پہلے مرد ہی رسول بنا کر بھیجے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔ اور حضرت جبرئیل کا ان سے خطاب بطور وحی نہ تھا بلکہ کرامت مریم یا ارہاص عیسیٰ علیہ السلام تھا۔ اور ﴿نساء عالمین﴾ سے صرف ان کے زمانہ کی عورتیں مراد ہیں اور حضرت مریم کو ان پر فضیلت دی گئی تھی نہ ہر زمانہ کی عورتوں پر، کہ صحیح احادیث بخاری و مسلم اور ترمذی وغیرہ میں ''خیر نسائها خدیجة بنت خویلد'' اور ''خیر نسائها مریم بنت عمران'' فرمایا گیا ہے۔ یعنی اپنے زمانے کی عورتوں سے حضرت خدیجہ افضل ہیں اور اپنے زمانہ کی عورتوں سے حضرت مریم افضل ہیں۔ اور فضیلت عائشہ کی عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی کھانوں پر۔ اور یہ کسی

www.waseemziyai.com

ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾

پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو میں تم میں فیصلہ فرمادوں گا جس بات میں جھگڑتے ہو۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا

تو وہ جو کافر ہوئے میں انھیں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب

وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کروں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے

فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ

اللہ ان کا نیگ انھیں بھرپور دے گا اور ظالم اللہ کو نہیں بھاتے۔ یہ ہم تم پر پڑھتے ہیں

نہیں ہے کہ کوئی عورت سوائے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تمام زمانہ کی عورتوں سے افضل ہو۔ اور یہ سب غیبی خبریں ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو مطلع فرمایا: اور ملائکہ سے یہاں بھی جنس ملائکہ یعنی جبرئیل مراد ہیں۔

تنبیہ: ﴿إِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ﴾ [آل عمران: ۴۴] سے امور نزاعیہ میں دفع نزاع کے لیے اور کسی ایک کو چند اشخاص میں سے ترجیح دینے کے لیے قرعہ ڈالنے کا جواز مستفاد ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر کو جاتے تو اپنی بی بیوں میں سے ساتھ لے جانے کے لیے قرعہ ڈالتے۔ لاٹری کو اس پر قیاس نہ کیا جائے کہ وہ ناجائز و حرام ہے جوئے کے مانند ہے۔

(۵۱) اس آیت میں حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دی گئی ہے اور ان کا نام مع لقب اور کنیت کے بتایا گیا ہے اور ان کے بعض اوصاف ذکر فرمائے گئے ہیں۔ کہ اس کا لقب مسیح اور نام عیسیٰ اور کنیت ابن مریم ہے۔ وہ دنیا و آخرت میں بڑے مرتبہ والا ہوگا اور اللہ کے مقربوں سے ہوگا اور بچپنے میں پالنے میں لوگوں سے باتیں کرے گا اور سن کہولیت کو پہنچے گا لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے گا اور صالحین سے ہوگا۔

تنبیہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت مریم کی طرف اس لیے منسوب کیا کہ وہ کلمہ کن سے بے باپ کے پیدا کیے گئے تھے بخلاف دوسرے لڑکوں کے کہ وہ باپ کے نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں ان کی طرف نسبت کیے جاتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں اپنی ماں کی برأت ظاہر کرنے کے لیے کلام کیا تھا، جب کہ یہودیوں نے ان پر تہمت زنا لگائی تھی جیسا کہ سورۂ مریم میں آئے گا۔

(۵۲) جب حضرت مریم کو فرشتہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خوش خبری سنائی تو انہوں نے متعجب ہو کر کہا کہ میرے لڑکا کیسے ہوگا کہ بچہ بغیر مرد کے چھوئے ہوئے نہیں ہوتا ہے اور مجھے کسی مرد نے نہیں چھوا ہے، فرمایا: اللہ کا حکم ایسا ہی ہے کہ تیرے بغیر مرد کے چھوئے ہوئے بچہ پیدا ہو کہ اللہ جب کوئی کام کرنا یا کسی شئی کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس سے فرمادیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس بچہ کے اوصاف و فضائل و معجزات بیان فرمائے کہ اللہ اسے لکھنا سکھائے گا، اور علم نبوت اور توراۃ و انجیل تعلیم فرمائے گا (بغیر کسی کے پڑھائے لکھائے، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہترین خوش نویس تھے، اور علم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے اور حافظ توراۃ و انجیل تھے) اور اسے رسول بنا کر بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گا، وہ بنی اسرائیل کو دعوت دے گا اور ان سے کہے گا کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے اپنی سچائی پر نشانی لے کر آیا ہوں (جب انہوں نے بنی اسرائیل سے یہ کہا تو انہوں نے کہا وہ کیا نشانیاں ہیں جو اپنی سچائی پر لے کر آئے ہو۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مٹی سے پرند بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑنے والا ہوتا ہے (چنانچہ انہوں نے بنی اسرائیل کے سامنے مٹی سے چمگادڑ کی شکل بنائی اور اس میں پھونک ماری وہ اڑنے لگا، اور جب

www.waseemziyai.com

ان کی آنکھوں سے غائب ہوا تو مر کر گر گیا۔ اور سب جانوروں میں چمگادڑ کو اس لیے مخصوص کیا کہ بنی اسرائیل نے اس کی فرمائش کی تھی، یا اس لیے کہ اس کی خلقت سب پرندوں میں کامل ہے اور انسان کے مشابہ ہے کہ اس کے دانت، کان اور اس کی مادہ کی چھاتیاں ہوتی ہیں۔ اور حیض بھی آتا ہے۔ اور اس کے بچے بھی ہوتے ہیں، انڈے نہیں دیتا ہے۔ اور ہنستا ہے اور دن میں نہیں دیکھتا ہے۔ اور فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے میں مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور انہیں اس لیے خاص کیا کہ اس وقت طبابت کا بہت زور تھا جالینوس وغیرہ موجود تھے مگر تمام اطبا انہیں اچھا کرنے سے عاجز تھے اور معجزہ حسب ضرورت وقت عطا فرمایا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سحر و ساحری کا بہت زور تھا انہیں اس کے باطل کرنے کا معجزہ عطا فرمایا گیا تھا اور ہمارے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے زمانے میں فصاحت و بلاغت کا بہت زور تھا۔ لہٰذا قرآن عظیم جیسا کلام معجز نظام عطا فرمایا جس کی مثال لانے سے وہ آج تک عاجز رہے اور باوجود تحدی کے آج تک نہ لا سکے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک دن میں پچاس ہزار اندھے اور کوڑھی بشرط ایمان اچھے کیے۔ اور فرمایا: میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے، چنانچہ انہوں نے ان کے سامنے بقول ابن عباس رضی اللہ عنہ عاذر نامی ایک شخص کو اور ایک بڑھیا کے بیٹے کو اور ایک عشر وصول کرنے والے کی لڑکی کو زندہ کیا جو عرصہ تک زندہ رہے اور ان کے اولاد ہوئی اور سام ابن نوح کو زندہ کیا وہ تھوڑی دیر بعد مر گیا۔ اور فرمایا: میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو جس کو کسی نے نہیں دیکھا۔ پس جو چیز جو شخص کھاتا اسے بتاتے اور جو گھر میں جمع کرتا اس کی خبر دیتے، مکتب کے لڑکوں کو بتا دیتے کہ تمہارے باپ نے یہ چیز کھائی ہے وہ گھر جا کر ماں باپ سے وہی چیز ضد کر کے مانگتے۔ اور فرمایا: میں توریت موجودہ کی تصدیق کرنے اور بعض حرام چیزیں تمہارے لیے حلال کرنے آیا ہوں۔ جیسے مچھلی، اونٹ کا گوشت، اور بے پنجوں کے جانور جو شریعت موسوی میں بنی اسرائیل پر ان کے ظلم کے باعث حرام کر دیے گئے تھے۔ اور یہ بشارت حضرت مریم کو اس لیے پہلے سے کی گئی تھی کہ ان کے دل سے بے باپ کے بچہ جننے کا خوف نکل جائے اور لوگوں کی ملامت و طعن و تشنیع کا اندیشہ نہ رہے اور وہ اس بچے کے فضائل دیکھ کر خوش ہوں کہ اللہ نے انہیں ایسا مرتبہ والا بیٹا عطا فرمایا۔ مختصر واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا یہ ہے کہ جب حضرت مریم سن بلوغ کو پہنچیں تو ایک دن غسل کر کے اپنے حجرے میں بیٹھی تھیں کہ حضرت جبرئیل بشکل آدمی انہیں نظر آئے تو انہوں نے ان سے کہا کہ اے شخص اگر تو پاک دامن ہے تو یہاں کیوں آیا۔ جبرئیل نے کہا میں فرشتہ ہوں خدا کے حکم سے آیا ہوں یہ کہہ کر حضرت جبرئیل نے ان کے گریبان میں پھونک ماری جس سے وہ حاملہ ہو گئیں جب وضع حمل کے دن قریب آئے اور دردزہ شروع ہوا تو حضرت مریم بیت اللحم کے ایک گوشہ میں کھجور کے ایک خشک درخت کے نیچے جا کر پڑ گئیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، ان کی برکت سے وہ خشک درخت سرسبز ہوا اور اس میں کھجوریں آئیں۔ جب یہود کو معلوم ہوا تو وہ گروہ کے گروہ دیکھنے کو آتے اور حضرت مریم کو ملامت کرتے کہ تو تو پاک دامن تھی تو نے یہ کیا کیا۔ چونکہ حضرت مریم کو جبرئیل نے یہ سب باتیں بتا دی تھیں انہوں نے یہود سے کہا کہ تم اس بچہ سے پوچھو۔ بولے ہم اس سے کیا پوچھیں، یہ بولنے کے قابل کب ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود بول اٹھے اور حضرت مریم کی پاکدامنی کی شہادت دی۔

تنبیہ: اس میں اختلاف ہے کہ شریعت موسوی کو شریعت عیسوی نے بالکل منسوخ کر دیا تھا یا اس کے بعض احکام منسوخ کیے تھے۔ اول کو بیضاوی نے اختیار کیا ہے اور "لاحل لکم" کو اس پر دلیل بنایا ہے۔ اور شیخ ابن کثیر کہتے ہیں کہ بعض احکام توریت کو منسوخ کیا تھا نہ کل کو اور یہی صحیح ہے۔ اور قول ابن انس اور روایت ابن منبہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام شرع موسوی پر عمل کرتے تھے اور ہفتہ کے دن تعظیم کرتے تھے اور استقبال بیت المقدس کرتے تھے اور بنی اسرائیل سے کہتے تھے کہ میں تمہیں توریت کے خلاف نہیں بلاتا ہوں سوائے اس کے کہ جو بعض چیزیں تم پر حرام کی گئی تھیں انہیں تمہارے لیے حلال کروں اور تمہارے ذمہ سے گناہ دور کر دوں، مگر ان بدبختوں نے کچھ نہ سنا اور ان کے معجزات کو جادو بتایا اور انہیں اور ان کی ماں کو برا کہنا گالیاں دینا شروع کیں، اور دن بدن ان کی سرکشی اور دشمنی بڑھتی گئی یہاں تک کہ ان کے قتل کے درپے ہوئے اور ان کے ہلاک کرنے کی فکریں کرنے لگے۔

www.waseemziyai.com

مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ

کچھ آیتیں اور حکمت والی نصیحت، ۵۳ ف ۵۴ عیسیٰ کی کہاوت اللہ کے نزدیک

اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ

آدم کی طرح ہے اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ اے سننے والے! یہ

رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا

تیرے رب کی طرف سے حق [ہے] تو شک والوں میں نہ ہونا، پھر اے محبوب! جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے

جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا

کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرمادو آؤ ہم تم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں

وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ

اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت

عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ

ڈالیں یہی بے شک سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا

(۵۳) پس جب عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی یہ حالت دیکھی اور یقین کرلیا کہ یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے، راہ راست پر نہ آئیں گے تو انہوں نے لوگوں سے پکار کہا کہ کون میرا مددگار ہے اللہ کی طرف بلانے اور اس کے دین کی مدد کرنے میں۔ تو ان میں سے بارہ آدمیوں نے کہا ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں اور وہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے ایمان پر گواہ بنایا اور حواری کہلائے جن کے نام شمعون، اندریاس، یعقوب،، یوحنا، فیلیوس، برثوعا، متی، یعقوب ثانی، مہدی، شمعون، یہودا تھے۔ اور انہوں نے خدا سے عرض کی اے ہمارے رب ہم انجیل پر ایمان لائے اور عیسیٰ کا ہم نے اتباع کیا، تو ہمیں وحدانیت و رسالت پر شہادت دینے والوں میں شمار فرما۔ اور کفار بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مکر کیا کہ ان کے قتل کرنے کے لیے ایک آدمی کو خفیہ مقرر کیا اور ان کے حواریوں میں سے یہودا نامی ایک شخص کو لالچ دے کر توڑ لیا، اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کل حال ان سے کہہ دیا کہ ان کے پاس کوئی قوت اور ہتھیار وغیرہ نہیں ہیں پس یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گھیر کر پکڑ لیا اور ایک مکان میں لاکر بند کیا۔ اللہ نے ان کا مکر انہیں پر لوٹا دیا اور ان کو ان کے مکر کی سزا دی کہ جس کو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مکان سے لاکر سولی دینے کے لیے بھیجا تھا اسی کو ان کے مشابہ کردیا اور حضرت عیسیٰ کو آ[illegible] پر اٹھالیا۔ بنی اسرائیل نے اس آدمی کو حضرت عیسیٰ کے مشابہ پاکر سولی چڑھا دیا اور وہ دھوکے میں رہے کہ یہی عیسیٰ ہیں اور آج تک اسی دھوکہ میں ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی دیے گیے۔

تنبیہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مددگاروں کو حواری اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ اجلے پوش صاف عقیدہ کے تھے۔ یا کپڑوں کو دھویا اور اجلا کیا کرتے تھے، کہ حوار کے معنی سفید خالص کے ہیں۔ سدی و مجاہد کہتے ہیں کہ وہ چند شکاری اجلے پوش تھے، حسن کہتے ہیں کہ وہ دھوبی تھے کپڑے دھویا اور سفید کیا کرتے تھے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ وہ صاف دل تھے اس لیے انہیں حواری کہا گیا۔ بہرحال حواریوں سے مددگاران عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ جیسا کہ یوم خندق حضور نے حضرت زبیر

www.waseemziyai.com

رضی اللہ کی نسبت فرمایا: ''لکل نبی حواری وحواری الزبیر'' یعنی ہر نبی کے لیے مددگار ہوتے ہیں اور میرا مددگار زبیر ہے۔ [بخاری ومسلم] اس لحاظ سے قریش میں سے حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وحمزہ وزبیر وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب حضور کے حواری تھے۔ [معالم] اور شاہدین سے انبیا مراد ہیں یا امت محمدیہ مراد ہے کہ وہ روز قیامت سب پر شاہد ہوگی گویا حواریوں نے امت اسلامیہ میں شمار ہونے کی دعا کی یہی حضرت ابن عباس سے اس کی تفسیر میں مروی ہے۔ [ابن کثیر]

(۵۴) یہ گزشتہ آیت کا تتمہ ہے اور مکر اللہ کا ظرف ہے کہ جب یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قید کیا اور آپس میں انہیں سولی دینے کا فیصلہ کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بتقاضائے بشریت بہت غمگین ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے امداد چاہی پس اللہ تعالیٰ نے انہیں تسکین دینے کے لیے فرمایا: کہ اے عیسیٰ! تم غمگین نہ ہو یہ تمہیں قتل نہیں کر سکتے میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف زندہ اٹھالوں گا اور تجھے ان کافروں سے پاک کردوں گا محفوظ رکھوں گا، اور تیرے پیروں یعنی نصاریٰ کو قیامت تک کافروں یعنی یہودیوں پر غالب رکھوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کچھ دنوں بعد فیطوس نے آکر بیت المقدس کو تباہ وبرباد کیا لاکھوں یہودیوں کو قتل کیا اور ہزاروں کو قید کر کے لے گیا، باندی غلام بنایا، اس وقت سے اب تک دنیا میں کوئی یہود کی حکومت نہ ہوئی اور یہودی کبھی عیسائیوں پر غالب نہ آئے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے ہاتھ سے اس طرح بچایا کہ ایک بادل کا ٹکڑا بھیجا وہ حضرت عیسیٰ کو اٹھا کر آسمان پر لے چلا تو آپ کی ماں آپ سے لپٹ گئیں اور روئیں تو آپ نے ان سے کہا کہ اب ہم تم قیامت کے دن جمع ہوں گے اور ملیں گے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ کی عمر ۳۳ سال کی تھی۔ بعد اس کے ان کی ماں چھ سال زندہ رہیں۔ [جلال] ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد نصاریٰ میں اختلاف پیدا ہوا، بعض تو ایمان پر قائم رہے اور خدا کو ایک اور حضرت عیسیٰ کو خدا کا بندہ اور رسول جانتے رہے اور بعض نے انہیں خدا، خدا کا بیٹا کہا اور بعض تثلیث کے قائل ہوئے، ان سب کا رد قرآن عظیم نے کیا ہے۔ صحیح بخاری ومسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قریب زمانہ قیامت کے آسمان سے اتریں گے، صلیب کو توڑیں گے اور جزیہ اٹھائیں گے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ وہ سات برس اور ابوداؤد طیالسی کی روایت میں ہے کہ وہ چالیس سال زندہ رہیں گے پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کے جنازے کی نماز پڑھیں گے۔ غالباً ابوداؤد کی حدیث میں پوری مدت ان کی زمین پر رہنے کی بیان کی گئی ہے جو قبل رفع ۳۳ سال تھی اور بعد نزول سات سال، کل چالیس سال ہوئی۔

تنبیہ: آیت میں ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ فرمایا گیا ہے: اس کے معنی ایک تو پورا کرنے کے ہیں دوسرے قبضہ کرنے کے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: کہ میں تمہاری عمر پوری کروں گا، یا تمہیں اپنے قبضہ میں کروں گا اور کفار کے ہاتھ سے تمہیں قتل نہ ہونے دوں گا۔ [بیضاوی] اور بعض نے اس کے معنی نیند کے لیے ہیں کہ وہ مثل موت کے ہے اور کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ پر نیند طاری ہوئی اور سوتے میں وہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ مگر یہ معنی روایت جلال سے ٹکراتے ہیں جس میں آپ کا جاگتے میں آسمان پر اٹھایا جانا اور ان کی والدہ کا انہیں لپٹ کر رونا اور ان کا انہیں تسکین دینا مذکور ہے۔ اور جلال بالالتزام ارجح واضح اقوال لکھتے ہیں۔ پس جن روایات میں حضرت عیسیٰ کا تھوڑی دیر کے لیے مرنا پھر زندہ ہو کر آسمان پر اٹھایا جانا آیا ہے وہ محض غیر معتبر اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں کسی اثر میں ان کا پتہ نہیں ہے صحیح یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے اور قیامت کے قریب نازل ہوں گے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی مرسلاً یہی روایت ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹیں گے۔ بلکہ آیت: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ﴾ [النساء:۱۵۷] میں صاف طور سے فرمایا ہے کہ انہیں یہود نے قتل کیا اور نہ سولی چڑھایا بلکہ انہیں مشتبہ کیا تھا۔ ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ [النساء:۱۵۹] بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔

www.waseemziyai.com

إِلَّا اللَّهُ ۖ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ

کوئی معبود نہیں اور بے شک اللہ ہی غالب ہے حکمت والا۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں

عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ

تو اللہ فسادیوں کو جانتا ہے۔ ۵۵ تم فرماؤ: اے کتابیو! ایسے کلمے کی طرف آؤ جو

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا

ہم میں تم میں یکساں ہے یہ کہ عبادت نہ کریں مگر خدا کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں اور

يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا

ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنالے اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ مانیں

(۵۵) شان نزول:۔ اس کی سراج میں اس طرح لکھی ہے کہ جب وفد نجران جو حضور سے مناظرہ کرنے آیا تھا لا جواب ہوا جس کا ذکر شروع سورۂ آل عمران میں کیا گیا ہے تو کہنے لگا کہ آپ تو حضرت مسیح کو گالی دیتے ہیں تو حضور نے ان سے فرمایا: کہ میں تو انہیں گالی نہیں دیتا ہوں بلکہ یہ کہتا ہوں کہ وہ خدا کے بندے اور اس کے پیغمبر تھے، بولے یہی تو گالی ہے۔ اچھا آپ کوئی اور ایسا آدمی بتا سکتے ہیں جو بے باپ کے پیدا ہوا ہو پس یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم جیسی ہے کہ اللہ نے ان کے پتلے کو مٹی سے بنایا پھر اس سے کہا زندہ ہو جا پس وہ زندہ ہو گیا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز کہ عیسیٰ بے باپ کے ماں سے پیدا ہوئے اور آدم بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے، یونہی عیسیٰ سے کن فرمایا: پس وہ بے باپ کے پیدا ہوئے۔ یہ بات بالکل حق ہے اللہ کی جانب سے اس میں کسی کو شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ پھر باوجود اس کے اگر وہ اسے نہ مانیں اور تم سے حجت کریں تو ان سے کہہ دو کہ آؤ ہم تم دونوں اپنی اپنی اولاد اور عورتوں اور اپنے نفسوں کو بلائیں اور جمع ہو کر دعا کریں کہ عیسیٰ کے بارے میں جو جھوٹا ہو اس پر خدا لعنت کرے، تو وفد نجران بولا ہمیں مشورہ کرنے کی مہلت دیجئے، حضور نے انہیں مہلت عطا فرمائی، انہوں نے آپس میں آ کر مشورہ کیا تو عاقب نے ان سے کہا تم جانتے ہو کہ یہ نبی ہیں اور جس قوم نے نبی سے مباہلہ کیا وہ ہلاک ہوئی ان سے صلح کر لینی چاہئے، ادھر حضور نے مباہلہ کی تیاری کی اور اپنے ساتھ حسن و حسین و فاطمہ و علی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو لے کر نکلے اور ان سے فرمایا: میں جب دعا کروں تو تم آمین کہنا اتنے میں وفد نجران کے آدمی بھی آئے اور ان کے بڑے صدر وفد نے حضور اور اولاد حضور کو دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا اے گروہ نصاریٰ میں وہ صورتیں دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ اللہ سے پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹ جانے کی دعا کریں گے تو ہٹ جائے گا ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ سب ہلاک ہو جاؤ گے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا، پس سب نے مباہلہ کرنے سے انکار کیا، تب حضور نے ان سے فرمایا: کہ اسلام لاؤ اس سے بھی انہوں نے انکار کیا، تو حضور نے ان سے لڑنے کو کہا تو انہوں نے کہا کہ ہم کو عرب سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے ہم آپ سے اس پر صلح کرتے ہیں کہ آپ ہم سے نہ لڑیں اور ہمیں ذلیل نہ کریں اور ہمارے دین سے ہمیں نہ پھیریں ہم آپ کو اس کے بدلے ہر سال دو ہزار کپڑے نصف صفر میں نصف رجب میں اور تیس زرہ اور تیس گھوڑے اور تیس اونٹ اور تیس ہر قسم کے ہتھیار دیا کریں گے۔ پس حضور نے منظور کیا اور فرمایا قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عذاب الٰہی اہل نجران کے قریب تھا اگر وہ مباہلہ کرتے تو سب بندر اور سور ہو جاتے اور اہل نجران کی اللہ ایسی بیخ کنی کرتا کہ درختوں پر جانور تک باقی نہ رہتا اور ایک سال کے اندر تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور مباہلہ کے لیے نکلے تو آپ بالوں کی بنی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے تھے کہ

www.waseemziyai.com

فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ

تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ ف۵۶ اے کتاب والو! ابراہیم کے بارے میں کیوں

اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا

جھگڑتے ہو توریت و انجیل تو نہ اتری مگر ان کے بعد، تو کیا

تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ

عقل نہیں! سنتے ہو! یہ جو تم ہو اس میں جھگڑے جس کا تمہیں علم تھا

فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ

تو اس میں مجھ سے کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ

نہیں جانتے ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ ہر باطل سے

حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ

جدا مسلمان تھے اور مشرکوں سے نہ تھے بے شک سب لوگوں سے

حضرت حسن آئے آپ نے انہیں چادر میں داخل کیا پھر حسین آئے انہیں داخل کیا پھر حضرت فاطمہ اور حضرت علی آئے تب آپ نے فرمایا: ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً﴾ [الاحزاب:۳۳] رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ [معالم، سراج وجلالین]

تنبیہ: ﴿فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾ [ال عمران:۶۰] میں خطاب عام ہے یا خطاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے اور مراد اس سے حضور کی امت ہے۔ انہیں امر عیسیٰ میں شک کرنے کی ممانعت کی گئی ہے اور حق پر ثابت قدم رہنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ [جامع البیان وسراج ومعالم]۔

(۵۶) جب آیت سابقہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود و نصاریٰ کے تمام شبہات بدلائل قاطعہ رد کر دیے تو اب اس آیت میں دوسری طرح سے انہیں دعوت اسلام دی جاتی ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی تم ان یہود و نصاریٰ سے کہو کہ اگر تم میری نہیں مانتے ہو تو اس کلمہ کی طرف آؤ اور اس پر عمل کرو جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے سب انبیاء و رسل اس میں متفق ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو سوائے اللہ کے رب نہ بنائے۔ یعنی رب جیسی ان کی تعظیم و تابعداری نہ کرے جیسی کہ تم اپنے علماء و مشائخ کی کرتے ہو۔ پس اگر وہ اس سے اعراض کریں اور نہ مانیں تو تم ان سے کہو کہ تم اس پر گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں اللہ کے آگے گردن جھکائے ہوئے ہیں۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً﴾ [التوبۃ:۳۱] نازل ہوئی تو عدی ابن حاتم نے کہا کہ ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے ہیں۔ تو حضور نے اس سے فرمایا: کیا وہ تمہارے لیے چیزوں کو حرام و حلال نہیں کرتے ہیں اور تم ان کے کہنے پر عمل کرتے ہو تو اس نے اقرار کیا، فرمایا: یہی تو آیت میں فرمایا گیا ہے۔ [سراج]

www.waseemziyai.com

بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ

ابراہیم کے زیادہ حق دار وہ تھے جو ان کے پیرو ہوئے اور یہ نبی اور ایمان والے اور ایمان والوں کا

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ۭ

والی اللہ ہے۔ کتابیوں کا ایک گروہ دل سے چاہتا ہے کہ کسی طرح تمھیں گمراہ کر دیں

وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

اور وہ اپنے ہی آپ کو گمراہ کرتے ہیں اور انہیں شعور نہیں ۵۷ اے کتابیو! اللہ کی

تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

آیتوں سے کیوں کفر کرتے ہو حالاں کہ تم خود گواہ ہو اے کتابیو! حق میں

(۵۷) شان نزول اس کی سراج ومعالم میں یہ بیان کی گئی ہے کہ جب وفد نجران مدینہ میں آیا اور یہود سے ملاقات کی تو وہ دونوں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ یہود نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور ہم ان کے دین پر ہیں اور سب سے زیادہ ان کے قریب ہیں۔ اور نصاریٰ نے کہا کہ وہ نصرانی تھے ہم ان کے دین پر ہیں ہم سب سے زیادہ ان کے قریب ہیں، پس حضور نے ان سے فرمایا: تم دونوں فریق حضرت ابراہیم سے اور ان کے دین سے بری ہو، وہ حنیف ومسلمان تھے اور میں ان کے دین پر ہوں، پس تم دین اسلام کا اتباع کرو۔ تو یہود بولے: اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! تم تو یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں رب بنالیں۔ جیسا کہ نصاریٰ نے مسیح کو بنایا ہے۔ اور نصاریٰ بولے: اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! تم تو یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں ایسا سمجھیں جیسا کہ یہود عزیر علیہ السلام کو سمجھتے ہیں۔ پس اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔ اور فرمایا گیا اے یہود ونصاریٰ تم کیوں ابراہیم کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو حالانکہ توریت وانجیل ان کے بہت دنوں بعد اتری اور یہودیت ونصرانیت ان کے نزول کے بعد حادث ہوئی کیا تمہیں عقل نہیں ہے اور اپنے قول کے بطلان کو سمجھتے نہیں ہو کہ حضرت موسیٰ حضرت ابراہیم کے تقریباً ایک ہزار سال بعد ہوئے اور ان پر توراۃ نازل ہوئی اور یہودیت حادث ہوئی اور حضرت عیسیٰ حضرت ابراہیم کے تقریباً دو ہزار سال بعد ہوئے اور ان پر انجیل اتری اور انجیل کے نزول کے بعد نصرانیت پھیلی تو حضرت ابراہیم کیسے یہودی یا نصرانی ہوئے۔ سنتے ہو اے جھگڑنے والو تم جو موسیٰ اور عیسیٰ کے بارے میں جھگڑے اس کا تو تمہیں کچھ علم تھا اب تم اس معاملہ میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو کہ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے بلکہ وہ حنیف ومسلمان تھے تمام ادیان باطلہ سے ایک دین مستقیم کی طرف مائل خالص موحد تھے اور مشرکین سے نہ تھے تو تمام لوگوں سے ابراہیم کے وہ لوگ زیادہ حقدار تھے جو ان کے پیرو ہوئے اور ان سے خاص طور سے تعلق رکھا اور یہ نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کی امت کے مسلمان ان کے زیادہ حقدار ہیں کہ انہوں نے ان کے دین کی اکثر باتوں کی موافقت کی اور ان پر عمل کیا۔ پس وہ یہ کہنے کے لائق ہیں کہ ہم دین ابراہیمی پر ہیں نہ تم لوگ۔ اور اللہ ایمان والوں کا مددگار ومحافظ ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کہ ہر مسلمان حضرت ابراہیم کا ولی ہے یعنی ان کے ساتھ نزدیکی اور تعلق رکھتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ہر نبی کے لیے انبیا میں سے ولی ہوتے ہیں اور میرا ولی میرا باپ اللہ کا خلیل ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی: [ترمذی وابن ابی حاتم]

تنبیہ: ترجمہ میں کتاب والوں سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں۔ اور ﴿مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [البقرۃ:۱۳۵] سے مشرکین قریش کا بھی رد ہو گیا کہ وہ اپنے کو دین ابراہیمی پر کہتے تھے اور شرک کرتے تھے۔ اور آیت سے ثابت ہے کہ جس بات کا علم نہ ہو اس میں

www.waseemziyai.com

تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَقَالَتْ

باطل کیوں ملاتے ہو اور حق کیوں چھپاتے ہو حالاں کہ تمہیں خبر ہے۔ ف۵۸ اور

طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کتابیوں کا ایک گروہ بولا وہ جو ایمان والوں پر اترا صبح کو اس پر

وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا

ایمان لاؤ اور شام کو منکر ہو جاؤ، شاید وہ پھر جائیں اور یقین نہ لاؤ

اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى

مگر اس کا جو تمہارے دین کا پیرو ہے تم فرمادو کہ اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے (یقین کاہے کا نہ لاؤ)

اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ

اس کا کہ کسی کو ملے جیسا تمہیں ملا یا کوئی تم پر حجت لا سکے تمہارے رب کے پاس تم فرمادو

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾

کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ف۵۹

جھگڑا کرنا حجت کرنا برا ہے۔ بلکہ معلوم بات میں بھی بے ضرورت بحث و جھگڑا نہ کرنا چاہئے ﴿حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ﴾ [ال عمران:۶۶] میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ حدیث میں ہے جس نے جھگڑا نہ کیا اگرچہ وہ حق پر ہو تو میں اس کا ضامن ہوں اللہ اس کو جنت کی سیرگاہ میں ایک مکان عطا فرمائے گا اور اسی سے یہ معلوم ہوا کہ اسرائیلیوں کی اکثر روایات جہالت پر مبنی ہیں۔ [مواہب]

(۵۸) شان نزول:۔ جب مدینہ کے یہودیوں نے حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حذیفہ اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بہکانا اور اسلام سے پھیرنا اور اپنے دین میں داخل کرنا چاہا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [معالم وغیرہ] اور فرمایا گیا کہ اہل کتاب کا ایک گروہ دل سے چاہتا ہے کہ کسی طرح وہ تمہیں ورغلا کر گمراہ کردیں، اسلام سے پھیر دیں اور نہیں گمراہ کرتے ہیں وہ مگر اپنے نفسوں کو کہ اس کا وبال انہیں پر عائد ہوگا اور مسلمان ان کے قول کو نہیں مانیں گے اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ اے کتابیو اللہ کی آیات یعنی قرآن عظیم کا جو نعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مشتمل ہے کیوں انکار کرتے ہو۔ یا یہ معنی ہیں کہ اے کتابیو! تم توراۃ و انجیل میں جو آیات محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق ہیں ان سے کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ حق ہے۔ اے کتابیو تم حق میں باطل کو کیوں ملاتے ہو یعنی اس میں کیوں تحریف کرتے اور سچ میں کیوں جھوٹ ملاتے ہو اور حق کو یعنی نعت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیوں چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ حق ہے۔

(۵۹) شان نزول:۔ جب بظاہر مسلمانوں کو ورغلانے سے کچھ کام نہ چلا تو عبداللہ ابن صیف اور عدی ابن زید اور حارث ابن عوف نے خفیہ آپس میں یہ مشورہ کیا کہ صبح کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور شام کو ان سے پھر جاؤ اور کہو کہ ہم نے توریت میں لکھی

www.waseemziyai.com

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ

اور کتابیوں میں کوئی وہ ہے کہ اگر تو اس کے پاس ایک ڈھیر امانت رکھے تو وہ تجھے ادا کر دے گا

وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ

اور ان میں کوئی وہ ہے کہ اگر ایک اشرفی اس کے پاس امانت رکھے تو وہ تجھے پھیر کر نہ دے گا مگر جب تک تو

عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ

اس کے سر پر کھڑا رہے یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں اَن پڑھوں کے معاملے میں ہم پر کوئی

سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۷۵ بَلٰى

مواخذہ نہیں، اور اللہ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھتے ہیں ہاں

مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۷۶

کیوں نہیں جس نے اپنا عہد پورا کیا اور پرہیزگاری کی اور بے شک پرہیزگار اللہ کو خوش آتے ہیں۔ ف۶۰

ہوئی نشانیاں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہیں پائیں اس لیے ہم پھر گئے۔ شاید مسلمان یہ دیکھ کر اور دھوکہ میں آکر دین اسلام سے پھر جائیں۔ قتادہ وسدی وحسن کہتے ہیں کہ بارہ عالم یہود خیبر سے آئے تھے انہوں نے آپس میں اس طرح مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا تھا۔ [معالم] چنانچہ ایسا کیا کہ صبح کو ایمان لاتے نماز میں شریک ہوتے اور مسلمانوں پر اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے دوپہر کو پھر جاتے۔ [ابن کثیر] اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے مکر سے آگاہ کیا۔ اور فرمایا: کہ کتابیوں کے ایک گروہ نے آپس میں کہا کہ وہ جو قرآن مسلمانوں پر اترا ہے صبح کو اس پر ایمان لاؤ اور شام کو اس سے پھر جاؤ شاید مسلمان یہ دیکھ کر اسلام سے پھر جائیں اور یہ خیال کریں کہ اگر اسلام حق ہوتا تو یہ لوگ باوجود عالم ہونے کے اس سے نہ پھر جاتے۔ اور اپنے لوگوں سے یہ بھی کہہ دیا اور سمجھا دیا کہ تم یقین نہ لاؤ مگر اس کا جو تمہارے دین کا پیرو ہو کہ تمہارا دین سچا اور حق ہے یا تم تصدیق نہ کرنا مگر صرف اس کی جو تمہارے دین کے موافق ہو کہ تمہارا دین حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے معترضا جواب میں فرمایا: کہ اے محبوب! تم ان سے فرمادو کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے اس کے سوا گمراہی ہے یعنی اسلام ہی حق وہدایت ہے اس کے سوا دوسرا دین اختیار کرنا گمراہی ہے تو تمہارا یہ کہنا اور اپنے سفلوں کو یہ سمجھانا محض غلط ہے کہ جو یہودیت کی موافقت نہ کرے اس کو سچا نہ جانو اور اس کی تصدیق نہ کرو کہ تمہاری مثل دوسرے کو بھی کتاب وحکمت وفضیلت دی گئی ہے کہ اگر دوسرے کے لیے بھی ایسا ہی مانو گے تو تمہاری خصوصیت جاتی رہے گی اور وہ دوسرا اس میں شریک ہو جائے گا یا وہ خدا کے روبرو تم پر حجت قائم کرے گا کہ! ہوں نے باوجود قرآن کو ماننے کے یہودیت کو نہ چھوڑا اسلام نہ لائے، کیوں کہ قرآن اسلام میں داخل ہونے کو کہتا ہے اس لیے نہ اس پر ایمان لاؤ نہ اسے سچا مانو کہ مسلمان تم پر حجت پکڑیں اور تمہیں لاجواب ہونا اور اپنی فضیلت کو کھونا پڑے۔ اللہ اس کے جواب میں فرماتا ہے: کہ اے محبوب تم ان سے کہو کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت علم والا ہے اپنی رحمت سے جسے چاہتا ہے خاص کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ غرض کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان مکاروں کے فریب سے آگاہ فرمایا اور ان کے کید ومکر اور ضرر سے محفوظ رکھا۔ یہ پوری آیت کا مطلب ہے جس میں مفسرین نے مختلف توجیہیں کی ہیں۔

(۶۰) شان نزول:۔ چونکہ یہود میں خائن اور بددیانت لوگ بھی تھے اور دیانت وامانت دار بھی تھے اللہ تعالیٰ اس آیت میں ان دونوں قسم کے لوگوں کا ذکر فرماتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن سلام کے پاس ایک یہودی نے دو ہزار اوقیہ سونا امانت رکھا تھا جب اس نے ان

www.waseemziyai.com

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا

وہ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے ذلیل دام لیتے ہیں

اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا

آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں اور اللہ نہ ان سے بات کرے نہ ان کی طرف

يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ

نظر فرمائے قیامت کے دن اور نہ انھیں پاک کرے اور ان کے لیے دردناک عذاب

اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ

ہے اور ان میں کچھ وہ ہیں جو زبان پھیر کر کتاب میں میل کرتے ہیں

لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ

کہ تم سمجھو یہ بھی کتاب میں ہے اور وہ کتاب میں نہیں اور کہتے ہیں

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى

یہ اللہ کے پاس سے ہے اور وہ اللہ کے پاس سے نہیں اور اللہ پر

اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ

دیدہ و دانستہ جھوٹ باندھتے ہیں ف۶۱ کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ

سے طلب کیا تو انہوں نے فوراً لاکر اسے دے دیا۔ اور کعب ابن اشرف کے پاس ایک قریش نے ایک اشرفی امانت رکھی تھی جب اس سے طلب کیا تو اس نے دینے سے انکار کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی اور ان کی حالت بیان کی جو ترجمہ سے ظاہر ہے۔ اور "قنطار" سے مال کثیر اور "دینار" سے مال قلیل مراد ہے۔ مقاتل کہتے ہیں کہ ﴿مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنطَارٍ﴾ [آل عمران: ۷۵] سے عبداللہ ابن سلام وغیرہ مومنین اہل کتاب مراد ہیں اور؟ کفار یہود مراد ہیں۔ جیسے کعب ابن اشرف اور اس کے اصحاب۔ اور اسی کی مثل ابن عباس سے مروی ہے۔ اور "اُمِّيِّينَ" سے مراد اہل عرب ہیں کہ وہ بے پڑھے تھے اور یہود کے دین کے مخالف تھے اور مخالف دین کا مال مارنا یہود کے نزدیک حلال تھا وہ کہتے تھے کہ ہماری کتاب میں یونہی لکھا ہے، اللہ نے اس آیت میں ان کی تکذیب فرمائی۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ حضور نے اس آیت کے نزول کے وقت فرمایا: کہ خدا کے دشمنوں نے جھوٹ کہا، زمانہ جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے ہے یعنی منسوخ و متروک ہے مگر امانت کہ وہ نیک و بد کی بھی ادا کی جائے گی۔ اور قرض امانت میں داخل ہے واجب الادا ہے، صحیح حدیث میں آیا ہے کہ امانت میں خیانت کرنا منافق کی علامت ہے۔ [سراج و معالم]

(۶۱) شان نزول میں اس کے اختلاف ہے، عکرمہ کہتے ہیں کہ وہ علمائے یہود کے حق میں نازل ہوئی کہ انہوں نے اپنی وجاہت اور ذرائع معاش برقرار رہنے کے لیے تورات میں سے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے اوصاف و فضائل اڑا دیے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی کہتے ہیں کہ ایک شخص بازار میں اپنا مال جھوٹی قسمیں کھا کر بیچتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے اس مال کی اتنی قیمت ملتی تھی تاکہ

www.waseemziyai.com

اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا

اللہ اسے کتاب اور حکم ملے و پیغمبری دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ

عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ

اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ ہاں یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم

تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ

کتاب سکھاتے ہو اور اس سے کہ تم درس کرتے ہو اور نہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ

تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ

فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا ٹھہرا لو کیا تمہیں کفر کا حکم دے گا بعد اس کے کہ

کوئی مسلمان اسے خرید لے اس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [بخاری] حضرت اشعث ابن قیس کہتے ہیں کہ میرا ایک یہودی سے زمین کا جھگڑا تھا میں اسے خدمت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں لایا اور واقعہ عرض کیا، فرمایا: کوئی گواہ ہے عرض کیا نہیں۔ فرمایا: اس سے قسم لو میں نے عرض کی یہ تو قسم کھالے گا اور میرا مال ہضم کرلے گا۔ فرمایا: جو شخص جھوٹی قسم کھا کر مال حاصل کرے گا وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس پر غضب فرمائے گا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ بہر حال شان نزول کوئی بھی ہو حکم عام ہے ہر عہد و میثاق اور قسمیں اس میں داخل ہیں خواہ اللہ و رسول کے ساتھ ہوں یا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہوں ان کا وفا کرنا واجب ہے اور نہ وفا کرنا سخت گناہ ہے۔ اور مطلب آیت کا ترجمہ سے ظاہر ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تین آدمیوں سے قیامت کے دن کلام نہ فرمائے گا نہ ان کی طرف نظر رحمت کرے گا اور نہ ان کی خطا معاف فرمائے گا اور ان کے لیے عذاب الیم ہوگا۔ راوی حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا وہ کون آدمی ہیں؟ فرمایا: نیچا پائجامہ پہننے والا اور چغل خور اور جھوٹی قسمیں کھا کر مال بیچنے والا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جھوٹی قسم کھا کر مسلمانوں کا مال ہضم کرنے والا اور عصر کے بعد جھوٹی قسم کھانے والا کہ میں نے تجھے تیرے مال سے زیادہ دیا ہے اور اپنی حاجت سے زائد پانی مانگنے والے کو نہ دینے والا۔ [سراج] تیسری حدیث میں ہے جس نے جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارا اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام اور دوزخ واجب کرے گا۔ صحابہ نے عرض کی اگرچہ تھوڑی سی چیز ہو فرمایا: اگرچہ پیلو کی بالشت بھر لکڑی ہو تین بار یہی فرمایا۔ [معالم]

تنبیہ: آیت میں "عَهْدِ اللّٰهِ" سے وہ عہد مراد ہے جو انہوں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور امانت ادا کرنے کا کیا تھا اسے اپنی ریاست برقرار رکھنے کے لیے توڑا اور دنیا کی حقیر چیز سے بدلا اور خدا کی جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے مال کو بیچتے اور تجارت کو فروغ دیتے ہیں ان کا کوئی حصہ آخرت میں نہیں ہے اور قیامت میں اللہ بوجہ ناراضگی ان سے کلام نہ کرے گا اور نہ بہ نظر رحمت انہیں دیکھے گا اور نہ انہیں خطاؤں سے پاک کرے گا۔ اور "فریقا" سے کعب ابن اشرف اور حیی ابن اخطب اور مالک ابن صیف وغیرہ ان کے ساتھی مراد ہیں اور ﴿يَلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ﴾ [ال عمران: ۷۸] سے مراد یہ ہے کہ وہ توراۃ کو اس طرح زبان پھیر کر پڑھتے ہیں کہ جاہلوں کو ان کا تحریف کیا ہوا اصلی معلوم ہو اور اسے اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ نہ وہ کتاب ہے اور نہ وہ اللہ کا کلام ہے اور قفال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ وہ عمداً اعراب الفاظ میں تغیر و تحریف کرتے ہیں جس سے الفاظ کے معنی بدل جاتے ہیں۔ [کبیر] اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے توراۃ میں آیت رجم اور نعت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو متغیر کیا تھا اور بدل ڈالا تھا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ دونوں کے حق میں نازل ہوئی کہ انہوں نے توراۃ و انجیل میں تحریف کی تھی اور اللہ کے کلام میں جو نہ تھا وہ انہوں نے اس میں ملا دیا تھا۔ [خازن]

www.waseemziyai.com

اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ ع ۸ ۹ ۱۶

تم مسلمان ہو لیے ف۶۳ اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا

لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ

جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول

مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ

کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا: کیوں تم نے اقرار کیا؟

وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا

اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا، فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ

(۶۲) شانِ نزول:۔ محمد ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت مدینہ کے یہود اور نجران کے نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی جبکہ علمائے یہود اور نجرانی عیسائی خدمت حضور میں حاضر ہوئے آپ نے ان کو دعوت اسلام دی تو ابو رافع یہودی نے کہا آپ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح عیسائی، مسیح کی عبادت کرتے ہیں اسی طرح ہم آپ کی کریں۔ جب سردار نصاریٰ نے ابو رافع کا یہ قول سنا تو وہ بھی کہنے لگا کہ ہاں آپ ہم سے یہی چاہتے ہیں اور اسی کی ہمیں دعوت دیتے ہیں، تو حضور نے ان سے فرمایا: معاذ اللہ میں سوائے خدا کے کسی کی عبادت کرانا نہیں چاہتا ہوں اور نہ میں کسی کو اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس لیے بھیجا گیا ہوں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ مقاتل اور ضحاک کہتے ہیں کہ یہ آیت نجرانی عیسائیوں کے رد میں نازل ہوئی کہ وہ کہتے تھے حضرت مسیح نے ہمیں اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ معالم میں لکھا ہے کہ کسی صحابی نے حضور سے عرض کیا کہ ہم حضور کو اسی طرح سلام کرتے ہیں جس طرح آپس میں ہم کرتے ہیں کیا حضور کو ہم سجدہ کیا کریں تو حضور نے فرمایا: اللہ کے سوا کسی غیر کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ تمہیں اپنے نبی کی تعظیم و توقیر کرنی چاہئے اور ان کے اہل کا حق پہچاننا چاہئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ جلال نے آخرین کو مختصر بیان کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کو خدا نے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائی ہے اسے لائق نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے یہ کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ بلکہ یہ کہے گا کہ تم اللہ والے ہو جاؤ (کتاب پڑھنے پڑھانے کے سبب عالم فقیہ باعمل بن جاؤ کہ تعلیم و تعلم کا فائدہ یہی ہے کہ اس پر عمل کر کے ربانی بن جاؤ خدا پرست اور اللہ والے ہو جاؤ جیسا کہ ابن الحنفیہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال پر کہا: کہ اس امت کا ربانی فوت ہو گیا) اور نہیں حکم کرے گا وہ تمہیں یہ کہ تم ملائکہ کو اور نبیوں کو خدا ٹھہرا لو (جیسا کہ صابیہ نے فرشتوں کو، یہود نے عزیر کو، نصاریٰ نے عیسیٰ کو رب بنایا) کیا وہ تمہیں مسلمان ہونے کے بعد کفر کا حکم کرے گا (ہرگز نہیں یہ اس کے لائق نہیں ہے) حضرت ابن عباس نے "بشر" سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کتاب سے قرآن مراد لیا ہے تو یہ معنی ہوں گے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب کہ انہیں اللہ نے قرآن دیا ہے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ یہ کہیں کہ میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر۔ اور مقاتل اور ضحاک نے "بشر" سے حضرت عیسیٰ مراد لیے ہیں۔ آیت کا اخیر جملہ دلالت کرتا ہے کہ خطاب ان مسلمانوں سے ہے جنھوں نے سجدے کی اجازت چاہی تھی۔ اور ربانی کے معنی علماء نے مختلف بیان کیے ہیں اور وہ رب کی طرف بزیادتی الف نون منسوب ہے۔ یعنی رب کو اچھی طرح جاننے پہچاننے والا، یا وہ تربیت سے ماخوذ ہے اور الف نون اس میں مبالغہ کے لیے ہے اور واحد اس کا ربان ہے یعنی علم میں کمال حاصل کرنے والا اور اس کی پرورش کرنے والا اور اسے پھیلانے والا۔ [خازن وغیرہ]

www.waseemziyai.com

وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ

اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ ف۶۳ تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ

فاسق ہیں تو کیا اللہ کے دین کے سوا اور دین چاہتے ہیں؟ اور اسی کے حضور گردن رکھے ہیں جو

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور اسی کی طرف پھریں گے۔ ف۶۴

(۶۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی رفعت شان وعظمت مکان اور فضل وشرف ظاہر فرماتا ہے اور تمام انبیاء ومرسلین صلوۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین سے حضور پر ایمان لانے اور حضور کی مدد کرنے کا عہد ومیثاق لیتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے محبوب یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا الی آخر ترجمہ۔ اور ''رسول مصدق'' سے عامہ علما کے نزدیک حضور سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں۔ حضرت مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالہ "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" میں آیت مذکورہ کا ترجمہ فرمانے کے بعد لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام اجل ابو جعفر طبری وغیرہ محدثین اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے راوی کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیا بھیجے سب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد فرمائے اور اپنی امت سے اسی مضمون کا عہد لے۔ یونہی ابن جریر اور ابن عساکر وغیرہ نے عالم قرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں سدی سے روایت کیا جس کو امام اجل سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خصائص کبریٰ میں ذکر فرمایا۔ اسی عہد ربانی کے مطابق ہمیشہ انبیا علیہم السلام حضور کے مناقب ومحامد اپنی پاک مجالس میں ذکر فرماتے اور اپنی امتوں سے حضور پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے رہے یہاں تک کہ وہ پچھلا مژدہ رساں حضرت مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوۃ اللہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کہتا تشریف لایا اور جب وہ سب ستارے مہ پارے ممکن غیب میں گئے تو اس آفتاب عالم تاب خاتمیت نے طلوع اجلال فرمایا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔ ابن عساکر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں آدم اور ان کے بعد کے سب انبیاء علیہم السلام سے پیشین گوئی فرماتا رہا اور قدیم امتیں حضور کی تشریف آوری کی خوشیاں مناتی اور حضور کے توسل سے اپنے دشمنوں پر فتح مانگتی آئیں جس کا ذکر قرآن عظیم میں فرمایا گیا ہے کہ ﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ﴾ الخ [البقرۃ:۸۹] یعنی وہ لوگ اس نبی کے ظہور سے پہلے کافروں پر اس کے وسیلہ سے فتح چاہتے پھر جب وہ جانا پہچانا ان کے پاس تشریف لایا تو منکر ہو بیٹھے۔ سو خدا کی پھٹکار ہے منکروں پر۔ علماء فرماتے ہیں کہ جب یہود مشرکوں سے لڑتے تو دعا کرتے تھے الٰہی تو ہمیں ان پر اس نبی آخر الزماں کے صدقہ میں فتح دے جس کی نعت ہم تورات میں پاتے ہیں۔ پس انہیں فتح دی جاتی، اسی بیان الٰہی کے سبب حضور فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آج موسیٰ دنیا میں ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا کچھ گنجائش نہ ہوتی۔ [رواہ احمد وغیرہ] اور یہی سبب ہے کہ جب آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو باوجود منصب نبوت پر فائز ہونے کے حضور کے امتی بن کر رہیں گے، حضور ہی کی شریعت پر عمل کریں گے اور حضور کے ایک امتی ونائب امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے، حدیث میں ہے کہ تم لوگوں کا کیسا حال ہوگا جب کہ ابن مریم تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ [رواہ البخاری ومسلم]

(۶۴) شان نزول:۔ اس کی معالم وغیرہ میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ اہل کتاب میں سے یہود بھی دین ابراہیمی کے مدعی

www.waseemziyai.com

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى

یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اترا

اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ

ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں پر اور جو کچھ ملا

مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ

موسیٰ اور عیسیٰ اور انبیا کو ان کے رب سے، ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق

مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ

نہیں کرتے اور ہم اسی کے حضور گردن جھکائے ہیں۔ اور جو اسلام کے سوا

دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا

کیونکر اللہ ایسی قوم کی ہدایت چاہے جو ایمان لاکر کافر ہو گئے اور گواہی دے چکے تھے

اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

کہ رسول سچا ہے اور انھیں کھلی نشانیاں آچکی تھیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ

نہیں کرتا۔ ان کا بدلا یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں

وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

اور آدمیوں سب کی۔ ہمیشہ اس میں رہیں نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو

تھے اور نصاریٰ بھی دین ابراہیمی کے مدعی تھے انہوں نے اپنا دعویٰ فیصلہ کے لیے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے فرمایا: تم دونوں دین ابراہیمی پر نہیں ہو۔ تو وہ کہنے لگے ہم آپ کے اس فیصلہ کو نہیں مانتے اور آپ کے مذہب کو قبول نہیں کر سکتے تب یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کیا وہ اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین چاہتے ہیں حالانکہ آسمان و زمین میں جو چیز ہے وہ خوشی اور ناخوشی سے اللہ ہی کے آگے گردن جھکائے ہوئے ہیں اور اسی کی طرف پھریں گے کہ وہ مرجع خلائق ہے۔ "طوعاً و کرھاً" کے معنی میں اختلاف ہے، حسن کہتے ہیں کہ آسمان والے خوشی سے اسلام لائے اور زمین والوں میں بعض خوشی سے اسلام لائے اور بعض بخوف جان و مال مسلمان ہوئے وغیرذٰلک۔

فائدہ: طبرانی کی حدیث میں ہے کہ بدخلق غلام باندی، لڑکا لڑکی، اور سرکش جانور کے کان میں یہ آیت پڑھ کر پھونکے گا تو وہ اللہ کے حکم سے سیدھا ہو جائے گا۔

www.waseemziyai.com

وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

اور نہ انھیں مہلت دی جائے۔ مگر جنھوں نے اس کے بعد توبہ کی

وَاَصْلَحُوْا ۗ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ

اور آپا سنبھالا تو ضرور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ف۶۵ بے شک وہ جو ایمان لا کر کافر

اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی اور وہی

الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ

ہیں بہکے ہوئے۔ وہ جو کافر ہوئے اور کافر ہی مرے

فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ

ان میں کسی سے زمین بھر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا

ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ

اگرچہ اپنی خلاصی کو دے

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

ان کے لیے دردناک عذاب ہے

وَّمَا لَهُمْ مِّنْ

اور ان کا [کوئی]

نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾ ع ۹ ۱۱ ۱۷

یار نہیں۔ ف۶۶

(۶۵) شان نزول:۔ اس کی معالم وغیرہ میں یہ بیان کی گئی ہے بارہ مسلمان مرتد ہوکر مدینہ سے مکہ چلے گئے ان میں حارث ابن سوید بھی تھے بعد کو پشیمان ہوئے اور حارث نے اپنے بھائی جلاس ابن سوید کو لکھا کہ حضور سے عرض کرو کہ حارث توبہ کرنا چاہتا ہے کیا اس کی توبہ قبول ہوگی؟ جلاس نے حضور سے عرض کیا: حضور نے قبول توبہ کا وعدہ فرمایا اس پر آیت: ﴿الا الذین تابوا﴾ نازل ہوئی۔ جلاس نے یہ آیت انہیں لکھ کر بھیج دی۔ حارث اسی وقت تائب ہوکر مدینہ کو چل دیے اور پکے مسلمان ثابت ہوئے۔ اور باقیوں کے حق میں ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ سے وَلَا هُمْ ينظرون﴾ کا نزول رہا کہ وہ اسلام نہ لائے مرتد ہی رہے۔ ابن جریر نے بطریق عکرمہ ابن عباس سے مثل اس کے روایت کی ہے اور نسائی اور حاکم اور ابن حبان نے بھی ایسی ہی روایت کی اور عبدالرزاق نے حارث کا کافر ہونا پھر اسلام لانا وغیرہ روایت کیا ہے۔ [ذکرہ ابن کثیر فی تفسیرہ]

(۶۶) شان نزول:۔ ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ توریت و انجیل میں حضور اکرم صلی

www.waseemziyai.com

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف پاکر ایمان لائے۔ پھر جب حضور مبعوث ہوئے تو ان پر ایمان نہ لائے اور اس پر یہ زیادتی کی کہ اپنے عناد پر جمے رہے۔ اور حسن وقتادہ کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ یہود کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت موسیٰ پر ایمان لائے پھر حضرت عیسیٰ وانجیل کا انکار کر کے کافر ہوئے پھر حضور کی رسالت کا انکار کر کے کفر میں اضافہ کیا۔ اور کلبی کہتے ہیں کہ وہ ان گیارہ آدمیوں کے حق میں نازل ہوئی جو حارث کے ساتھ مرتد ہو کر مکہ گئے تھے، فتح مکہ کے دن ان میں سے جو ایمان لایا اس کی توبہ قبول ہوئی اور جو ان میں سے کافر مرا اس کی توبہ قبول نہ ہوئی اور وہ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ﴾ [البقرۃ:۱۶۱] میں داخل ہوا کہ جان نکلنے کے وقت کی توبہ مقبول نہیں ﴿وليست التوبة للذين الخ﴾ [معالم] ان کی توبہ قبول نہ ہوگی کہ دم نکلنے کے وقت کی توبہ قبول نہیں ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ بندہ کی توبہ قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ غرغرہ نہ کرے۔ [ترمذی] بلکہ آیت ﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّيْ تُبْتُ الْآنَ﴾ [النساء:۱۸] اس پر صراحۃ دلالت کرتی ہے کہ ﴿لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ﴾ [آل عمران:۹۰] سے وہ لوگ مراد ہیں جو کفر پر مرے اور غرغرہ سے پہلے انہوں نے توبہ نہ کی اور ایمان نہ لائے کہ غرغرہ کے وقت کا ایمان وتوبہ بالاتفاق مقبول نہیں ہے۔

www.waseemziyai.com

لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ

وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا راہنما اس میں کھلی نشانیاں ہیں

مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ

ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں ہو اور اللہ کے لیے لوگوں پر

حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ

اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ

غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۖ

سارے جہان سے بے پروا ہے ف۳ تم فرماؤ اے کتابیو! اللہ کی آیتیں کیوں نہیں مانتے

میں بھی اسے حلال سمجھتا ہوں۔ بولے وہ تو ملت ابراہیمی ونوح میں حرام تھا۔ پس ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [مدارک وسراج] اور فرمایا گیا کہ بنی اسرائیل کے لیے سب کھانے حلال تھے مگر وہ کھانا جو یعقوب نے تورات اترنے سے پہلے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا اور ابراہیم اس سے پہلے گزرے ہیں تو ان کی طرف اس کی حرمت منسوب کرنا غلط ہے، تورات میں یہ کہاں لکھا ہے کہ ابراہیم پر اونٹ کا گوشت حرام تھا۔ اے نبی! تم ان سے کہہ دو کہ اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو توراۃ لا کر پڑھو تا کہ تمہاری سچائی معلوم ہو جائے پس وہ مبہوت ہو کر رہ گئے اور توراۃ نہ لائے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس جو کوئی یہ بات ثابت وظاہر ہونے کے بعد کہ تحریم اللہ کی جانب سے نہ تھی یعقوب کی طرف سے تھی خدا پر جھوٹ باندھے تو وہی ظالم ہے۔

تنبیہ: اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ مقاتل وکلبی کہتے ہیں کہ جب یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کی بیماری ہوئی تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ مجھے اس سے شفا دے گا تو میں اونٹ کا گوشت کھانا چھوڑ دوں گا، پس اللہ نے انہیں شفا دی، انہوں نے اونٹ کا گوشت کھانا چھوڑ دیا اور ان کے بعد اس کی حرمت بدستور بنی اسرائیل پر قائم رہی۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کی بیماری ہوئی تو حکیموں نے ان سے کہا کہ تم اونٹ کا گوشت کھانا چھوڑ دو تو انہوں نے اپنے اوپر حرام کیا۔ سدی کہتے ہیں کہ جو چیز قبل نزول توراۃ حرام کی تھی وہ بعد نزول بھی حرام رہی۔ ضحاک کہتے ہیں کہ کوئی چیز ان میں سے ان پر حرام نہ تھی انہوں نے خود باتباع یعقوب علیہ السلام اسے اپنے اوپر حرام کیا اور اللہ کی طرف اس کی اضافت کی۔ [سراج ومعالم]

(آیت نمبر ۹۶/۹۷) ۳ شان نزول: چونکہ یہود کا بعد تحویل قبلہ مسلمانوں پر یہ اعتراض تھا کہ وہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں حالانکہ بیت المقدس خانہ کعبہ سے افضل ہے اور سب انبیا اس کی طرف نماز پڑھتے آئے ہیں۔ ان کے اس خیال کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [سراج وغیرہ] اور فرمایا گیا تمہارا یہ خیال غلط ہے، سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے مقرر ہوا یا بنایا گیا وہ یہی ہے جو مکہ میں ہے کہ اسے آدم سے پہلے فرشتوں نے بنایا تھا۔ اس کے بعد بیت المقدس بنایا گیا۔ ان دونوں کی بنا میں چالیس سال کا فاصلہ ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سب سے پہلے گھر کے بارے میں پوچھا گیا فرمایا مسجد حرام ہے۔ پھر بیت المقدس ہے۔ پھر سوال کیا گیا کہ ان دونوں میں کس قدر فاصلہ ہے۔ فرمایا: چالیس سال کا۔ پھر طوفان نوح میں خراب ہونے کے بعد اسی بنیاد پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے دوبارہ بنایا۔ اور بیت المقدس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا تھا۔ حضرت ابن زبیر فرماتے ہیں: مکہ کو "بکۃ" اس لیے فرمایا گیا ہے کہ جو کوئی اس کی بے حرمتی کرنے کا قصد کرتا ہے اس کی گردن توڑ دی جاتی ہے۔ پھر اس گھر

www.waseemziyai.com

کی صفت وفضیلت بیان فرمائی جاتی ہے کہ وہ گھر برکت والا ہے۔ ہزاروں ظاہری و باطنی برکتوں سے بھرا ہے اور سارے جہان کو راہ بتانے والا ہے کہ ان کا قبلہ اور عبادت گاہ ہے، اس میں کھلی نشانیاں ہیں۔ من جملہ ان کے ایک مقام ابراہیم ہے جو چند نشانیوں پر مشتمل ہے۔ دوسرے جو اس میں داخل ہوا وہ قتل و غارت، حدود و قصاص وغیرہ سے مامون ہوا۔ اور اس میں حجر اسود ہے اور حطیم ہے اور زمزم ہے اور اس میں نیکیاں بڑھتی ہیں اور گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور کوئی جانور اس پر سے اڑ کر نہیں جاتا ہے اور نہ اس کے آس پاس کی گھانس کاٹی جاتی ہے۔ اور نہ اس کے کسی جانور کو شکار کیا جاتا ہے اور نہ اس میں کوئی جانور کسی جانور کو ستاتا ہے اور اس کی جو بے حرمتی کرتا ہے اس کو فوراً سزا دی جاتی ہے جیسا کہ ابرہہ اور اس کے لشکر کو جو اس کی بے حرمتی کرنے آیا تھا ذرا دیر میں ابابیلوں نے آکر ہلاک کیا جس کا تذکرہ سورۂ فیل میں فرمایا گیا ہے۔ اور اساف و نائلہ کو پتھر کا کر دیا کہ انہوں نے وہاں زنا کیا تھا بخلاف بیت المقدس کے کہ وہ کئی بار مسمار کیا گیا اور اس میں قتل عام کیا گیا۔ تو خانہ کعبہ شرف و عظمت اور قدامت میں اس سے بڑھ کر ہے اور کہا گیا ہے کہ اس میں داخل ہونے والا عذاب نار سے مامون رہتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو کوئی دونوں حرموں میں سے ایک میں مرے گا وہ قیامت کے دن آگ سے مامون اٹھایا جائے گا۔ یعنی حرم مکہ و حرم مدینہ میں۔ [ابوداؤد و دار قطنی] دوسری حدیث میں ہے کہ جو حرم مکہ کی گرمی ایک ساعت برداشت کرے گا اس سے جہنم سو برس کی راہ دور کیا جائے گا۔ [مدارک] ایسے بزرگ گھر کی زیارت کا لوگوں کو حکم فرمایا جاتا ہے کہ اللہ کے لیے ان لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو اس کی طرف جانے کی طاقت رکھتے ہوں۔ استطاعت کی تفسیر حاکم وغیرہ کی حدیث میں زاد راہ و سواری فرمائی گئی ہے۔ مگر فقہائے کرام نے اس میں صحت بدن و امن راہ اور سفر کی قدرت اور عورت کے ساتھ محرم کا ہونا اضافہ فرمایا ہے کہ وہ استطاعت میں داخل ہیں۔ اور زاد راہ میں آنے جانے کا پورا خرچ جو اس کے اہل و عیال کے خرچ سے واپس آنے تک فاضل ہو مراد لیا ہے۔ یعنی جو شخص ان سب باتوں پر قادر ہو اس پر حج کو جانا واجب ہے۔ اور نفس وجوب حج کے لیے مسلمان عاقل بالغ آزاد ہونا شرط ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے سب دین والوں کو جمع کر کے فرمایا: کہ اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ پس حج کرو تو مسلمانوں نے اسے مانا۔ اور پانچ دین والوں نے اسے ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ ہم اس پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہم اس کی طرف نماز پڑھیں اور نہ حج کریں۔ اور پانچ دین والے یہود، نصاریٰ، مجوس صابی، مشرک، بت پرست تھے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ نے فرمایا: اور جو منکر ہو حج سے باوجود استطاعت کے حج کو نہ جائے تو اللہ تعالیٰ دنیا بھر سے بے پروا ہے۔ حدیث میں ہے جو شخص باوجود زاد راہ پر قادر ہونے کے حج کو نہ گیا اور وہ مرا تو وہ یہودی مرے یا نصرانی۔ (ترمذی)

تنبیہ: جمہور کے نزدیک اس آیت سے وجوب حج ثابت ہے اور کہا گیا ہے کہ ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ [البقرۃ:۱۹۶] سے ثابت ہے۔ اور اول اظہر ہے۔ اور متعدد احادیث میں آیا ہے کہ حج ارکان اسلام سے ہے اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے اور وہ عمر میں ایک بار بالاجماع مکلف پر فرض ہے۔ امام احمد وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس حج کرو تو ایک شخص نے پوچھا کیا ہر سال یا رسول اللہ؟ پس حضور خاموش رہے۔ یہاں تک کہ تین بار اس نے پوچھا۔ پس آپ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج فرض ہوتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔ الحدیث۔ دوسری روایت میں ہے "الحج مرة فمن زاد فهو تطوع" حج ایک مرتبہ فرض ہے پس جو اس سے زیادہ کرے وہ نفل ہے۔ [ابن کثیر] باقی حج کی کیفیت وغیرہ سورۂ بقرہ میں تحت آیت ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ گزری۔ اور مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ بنایا تھا اور اس پر ان کے پیروں کے نشان بن گئے تھے اور وہ باوجود اس قدر زمانہ گزرنے کے اور لوگوں کے ہاتھوں میں رہنے کے اس پر باقی ہیں۔ بلکہ وہ چند آیت پر مشتمل ہے۔ اول سخت پتھر کا نرم ہونا۔ دوسری اس پر نشان قدم بننا۔ تیسری اس کے بعض حصہ کا نرم ہونا اور بعض کا سخت رہنا۔ چوتھی اس پر نشان قدم رہنا۔ پانچویں اس کا اس قدر بلند ہوتا جانا جس قدر چنائی اونچی ہوتی جاتی تھی۔ چھٹی اس کا اس قدر دشمنان اسلام کے ہاتھ سے اب تک محفوظ رہنا اور ان کی دست برد سے بچا رہنا۔ (مدارک و سراج)

www.waseemziyai.com

وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ

اور تمہارے کام اللہ کے سامنے ہیں۔ ف۴ تم فرماؤ اے کتابیو! کیوں اللہ کی راہ سے

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ

روکتے ہو اسے جو ایمان لائے اسے ٹیڑھا کیا چاہتے ہو اور تم خود اس پر گواہ ہو

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا

اور اللہ تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔ اے ایمان والو! اگر تم کچھ کتابیوں

فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾

کے کہے پر چلے تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر کر چھوڑیں گے ف۵

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ

اور تم کیوں کر کفر کرو گے تم پر تو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف فرما ہے

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ يٰٓاَيُّهَا ع ۱۰ غ ۱۱

اور جس نے اللہ کا سہارا لیا تو ضرور وہ سیدھی راہ دکھایا گیا۔ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ

ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر

مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۚ وَاذْكُرُوْا

مسلمان۔ اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا اور اللہ کا

(آیت نمبر ۹۸) ۴۔ یہ آیات سابقہ کا نتیجہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب تم کیوں خدا کی آیات عقلیہ ونقلیہ کو جو قرآن کے سچا ہونے پر دلالت کرتی ہیں نہیں مانتے۔

تنبیہ: آیت میں اہل کتاب کو خطاب کے ساتھ مخصوص کرنا دلیل ہے اس پر کہ ان کا کفر سب سے زیادہ قبیح ہے کہ وہ توراۃ وانجیل پر اپنا ایمان بتاتے ہیں حالانکہ وہ دونوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ اور دوبارہ استفہام وخطاب مبالغہ کے لیے اور یہ تفریع کرنے کے لیے کیا گیا ہے کہ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرنا اور لوگوں کو خدا کے راستے سے روکنا دونوں قبیح اور موجب عذاب ہیں۔ [بیضاوی]

(آیت نمبر ۹۹/۱۰۰) ۵۔ شان نزول: جب اوس وخزرج کو شاس بن قیس وغیرہ یہودیوں نے ان کی پرانی عداوت یاد دلا کر بہکانا اور فتنہ میں ڈالنا اور اسلام سے پھیرنا چاہا۔ قریب تھا کہ ان میں پرانی عداوت کی آگ بھڑک اٹھے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ پس حضور نے مع صحابہ کے آکر ان سے فرمایا: کیا تم جاہلیت کی باتیں یاد کرتے ہو حالانکہ میں تمہارے بیچ میں ہوں اور اللہ نے تمہیں اسلام عطا کیا اور تمہارے درمیان الفت ومحبت واقع کی۔ پس انہوں نے جان لیا کہ یہ نزغہ شیطان اور یہود کی شیطانیت ہے۔ پس وہ روئے اور آپس میں بغل گیر ہوئے۔ اور تابعداروں کی طرح حضور کے ساتھ ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [مدارک ومعالم] اور انہیں

www.waseemziyai.com

نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ

احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ

تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے اور تم ایک غارِ دوزخ کے کنارے پر تھے

فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

تو اس نے تمہیں اس سے بچادیا اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم ہدایت پاؤ۔ ف۶

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا

اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے اور ان جیسے نہ ہونا

بلکہ جملہ مسلمانوں کو نصیحت اور ہدایت کی گئی کہ تم اہل کتاب کے بہکائے میں نہ آؤ۔

(آیت نمبر ۱۰۱/۱۰۲/۱۰۳) ۶۔ شان نزول: یہ پچھلی آیت کا تتمہ ہے اور اوس وخزرج کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ ان میں کے دو آدمیوں یعنی ثعلبہ ابن غنم اوسی اور اسد ابن دراہ خزرجی نے بعد اسلام فخر کیا، اوسی نے کہا کہ ہم میں فلاں فلاں شخص ایسے اور ایسے ہیں اور خزرجی نے کہا کہ ہم چنین وچنان مناقب کے لوگ ہیں۔ اس پر بات بڑھی اور جھگڑا ہونے کی نوبت پہنچی تو حضور ان میں تشریف لائے اور جھگڑا کرنے سے باز رکھا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [معالم] پھر فرماتا ہے: ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔ اور اللہ کی رسی سب مل کر مضبوط تھام لو اور آپس میں بعد اسلام کے متفرق نہ ہو جیسا کہ اہل کتاب ہوئے اور تم زمانہ جاہلیت میں تھے۔

تنبیہ: حبل اللہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دین اللہ مراد ہے۔ اور قتادہ وسدی کے نزدیک قرآن عظیم مراد ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ان هذا القرآن هو حبل الله المتين وفوز المبين﴾ [الحدیث] وفيه اقوال أخر۔ [معالم] اور قرآن کو حبل اللہ اس لیے کہا گیا ہے کہ رسی کو مضبوط پکڑنے والا گرنے سے محفوظ رہتا ہے ایسا ہی کتاب اللہ کو پکڑنے والا اس پر عمل کرنے والا گمراہی سے محفوظ رہتا ہے اور دوزخ میں گرنے سے بچا رہتا ہے۔ [کمالین] آیت: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ [ال عمران: ۱۰۳] میں مسلمانوں کو دو باتوں کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ کی رسی یعنی دین اسلام اور کتاب اللہ کو سب مل کر مضبوط پکڑیں اس پر عمل کریں ادھر ادھر نہ بہکیں۔ دوسرے یہ کہ آپس میں متفق ومتحد ہو کر رہیں اور باہم میل ومحبت رکھیں افتراق و انتشار پیدا نہ کریں کہ محبت والفت اور اتحاد واتفاق نعمت الٰہی ہے جو مسلمانوں کو عطا فرمائی ہے، جو ان کی ترقی اور قوت وشوکت کا باعث ہے اور عداوت وناانفاقی مثل آگ کے ہے جو ذرا دیر میں جلا کر بھسم کر دیتی ہے اور باعث تباہی وبربادی ہوتی ہے۔ اسی لیے آئندہ آیت میں فرمایا گیا ہے کہ یہود ونصاریٰ کی طرح متفرق ومختلف نہ ہو۔ صحیح حدیث میں مسلمانوں کو یہی تعلیم فرمایا گیا ہے اور انہیں مثل ایک عمارت کے اور ایک تن واحد کے فرمایا گیا ہے کہ جیسے عمارت کا ایک جز دوسرے جز کو مضبوط کیے ہوتا ہے اور بدن کا کوئی عضو دکھنے سے سارا بدن بے قرار ہو جاتا ہے اسی طرح مسلمانوں کی حالت ہونا چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کی پشت وپناہ رہیں اور اگر ایک مسلمان کو کوئی دکھ درد ہو تو سب بے قرار ہو جائیں۔ [رواہ البخاری ومسلم] غرض کہ مسلمانوں کو آیت میں اتحاد واتفاق سے رہنے کی ہدایت اور متفرق ومختلف ہونے کی

www.waseemziyai.com

كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ

جو آپس میں پھٹ گئے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انھیں آچکی تھیں اور

لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿۱۰۵﴾ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا

ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ جس دن کچھ منھ اونجالے ہوں گے اور کچھ منھ کالے تو وہ

الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۫ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا

جن کے منھ کالے ہوئے کیا تم ایمان لا کر کافر ہوئے تو اب

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ

عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلا۔ اور وہ جن کے منھ اونجالے ہوئے

فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ

وہ اللہ کی رحمت میں ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں

نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلّٰهِ

کہ ہم ٹھیک ٹھیک تم پر پڑھتے ہیں اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا اور اللہ ہی کا ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ كُنْتُمْ ع ۱۱ ۱۲

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔ تم

ممانعت فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آیت نمبر ۱۰۴ تا ۱۰۹) ۷۔ یہ آیات بھی آیات گذشتہ سے پیوستہ ہیں، ان میں فرمایا گیا ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو دوسرے لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائیں اسلام کی دعوت دیں اور اچھی باتیں کرنے کا حکم دیں اور بری باتیں کرنے سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ اور ان لوگوں جیسے نہ ہوں جو آپس میں پھٹ گئے متفرق ہو گئے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی، بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن نشانیاں آچکی تھیں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

تنبیہ: اس آیت سے وجوب امر بالمعروف ونہی عن المنکر ثابت ہے۔ اور وہ فرض کفایہ ہے "ولا تکن" صیغہ امر ہے اور "منکم" میں "من" تبعیضیہ ہے تو یہ معنی ہوں گے کہ تم میں کے بعض لوگ ایسے ہونا واجب ہیں۔ اور خیر سے افعال حسنہ مراد ہیں اور معروف سے موافق شرع باتیں مراد ہیں جو شرعاً وعقلاً اچھی ہوں۔ اور منکر سے وہ باتیں مراد ہیں جو شرعاً وعقلاً قبیح و بری ہوں۔ یا معروف سے طاعت اور منکر سے معاصی مراد ہیں۔ اور فرض کفایہ اسے کہتے ہیں جو بعض کے کرنے سے سب کے ذمہ سے ساقط ہو جائے ورنہ سب گنہگار۔ حدیث میں ہے کہ جو قوم گناہوں میں مبتلا ہوئی اور ان میں وہ لوگ ہیں جو منع کرنے پر قادر ہوں اور منع نہ کریں اللہ ان سب کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ دوسری حدیث میں ہے جو شخص کسی کو برا کام کرتا دیکھے اسے ہاتھ سے منع کرے۔ اگر ہاتھ سے منع کرنے پر قادر نہ ہو تو زبان سے منع کرے۔ اور زبان سے بھی منع کرنے پر قادر نہ ہو تو اسے اپنے دل سے برا جانے اور یہ کمزور تر ایمان کا درجہ ہے۔ پھر

www.waseemziyai.com

خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ

بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے

عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا

منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا،

لَّهُمْ ۚ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١١٠﴾ لَن يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى ۖ

ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر۔ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا

وَإِن يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ ﴿١١١﴾ ضُرِبَتْ

اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہ ہوگی۔ ف۸ ان پر

جس شخص نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنے ذمہ کرلیا ہو یا امام نے اسے اس کے لیے مقرر کیا ہو تو اس پر فرض عین ہو جاتا ہے اور اسے محتسب کہا جاتا ہے۔ پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کا کرنے والا اس کا اہل ہو اور وہ موجب فتنہ وفساد اور زیادتی گناہ نہ ہو۔ موقع ومحل اور حال زمانہ دیکھ کر کرے اور کسی کے پوشیدہ گناہ کی تلاش نہ کرے اور جو وہ خود نہ کرتا ہو دوسروں کو اس کا امر نہ کرے۔ پس جو شخص اس کا اہل ٹھہرے وہ پہلے اپنے نفس کو امر کرے۔ پھر اپنے اہل وعیال کو پھر اپنے کنبہ والوں اور دوست واحباب کو پھر دوسروں کو کرے اور اس کے کرنے کے قاعدے اور طریقے جانتا ہو۔ مثلاً پہلے نرمی سے بتائے یا منع کرے پھر سختی سے اور جہاں نرمی کی ضرورت ہو وہاں نرمی اور جہاں سختی کی ضرورت ہو وہاں سختی سے امر ونہی کرے۔ [تفسیر احمدی] حدیث میں ہے: جس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وہ زمین میں اللہ کا اور اس کے رسول کا اور اس کی کتاب کا خلیفہ ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے کہ افضل الجہاد امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے۔ امام احمد کی حدیث میں ہے: حضور سے پوچھا گیا کہ بہتر لوگوں کا کون ہے؟ فرمایا: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آئے گا جس میں مردار گدھا انہیں امر ونہی کرنے والے سے زیادہ محبوب ہوگا۔ [سراج ومدارک] اور ﴿ولتکن﴾ خطاب عامہ امت کو ہے مگر مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو امر ونہی کرنے کے لائق ہوں کہ ہر شخص اس کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اسی سے فرض کفایہ لیا گیا ہے۔ [بیضاوی] اور ﴿الَّذِينَ تَفَرَّقُوا﴾ سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں کہ وہ بعد حق بات معلوم ہو جانے کے دین میں مختلف اور متفرق ہوئے۔ حدیث میں ہے کہ اہل کتاب دین میں بہتر فرقے ہو گئے اور یہ امت تہتر فرقے ہوگی۔ سب کے سب دوزخ میں جائیں گے مگر ایک فرقہ (اور وہ اہل سنت وجماعت ہے) [رواہ الامام احمد وغیرہ] اس لیے آیت میں مسلمانوں کو مجتمع ہونے کا حکم فرمایا گیا ہے اور متفرق ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ اور دن سے قیامت کا دن مراد ہے۔ اور منہ اجالا مومنین کا ہوگا اور منہ کالا کافروں کا ہوگا۔ اور گویا منہ اجالا ہونا کنایہ بہجت وسرور سے ہے۔ اور منہ کالا ہونا کنایہ حزن وملال سے ہے۔ [جامع البیان وغیرہ] اور ﴿بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾ میں ایمان سے مراد ایمان یوم میثاق ہے۔ تو تمام کفار مخاطب ہوں گے۔ یہی حضرت ابی کا قول ہے اور یہی ظاہر ہے۔ وفیہ اقوال أُخر۔ [مدارک] اور اختلاف منہی عنہ سے مراد اختلاف فی الاصول ہے نہ فروع کہ اختلاف امت فی الفروع رحمت ہے۔ [بیضاوی]

(آیت نمبر ۱۱۰/۱۱۱) ۸۔ شان نزول: جب یہود نے مسلمانوں سے کہا کہ ہم تم سے بہتر وافضل ہیں کہ ہمارا دین تمہارے دین سے پہلے کا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں امت محمدیہ کا فضل وشرف اور ان کا تمام امتوں سے بہتر ہونا بیان کیا گیا تاکہ اہل کتاب وغیرہ اسلام کی طرف مائل وراغب ہوں۔ اور یہ آیت فضیلت امر بالمعروف پر بھی دلالت کرتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے امت محمدیہ تم

www.waseemziyai.com

عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ

جمادی گئی خواری جہاں ہوں امان نہ پائیں مگر اللہ کی ذور اور آدمیوں کی

النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ

ذور سے اور غضب الٰہی کے سزاوار ہوئے اور ان پر جما دی گئی محتاجی

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ

یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے اور پیغمبروں کو ناحق

بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ

شہید، یہ اس لیے کہ نافرماں بردار اور سرکش تھے۔ سب ایک سے نہیں،

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ

کتابیوں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں

وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ

اور سجدہ کرتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم

بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ

اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور یہ

اللہ کے علم میں ان سب امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، تم بھلائی کرنے کا حکم دیتے ہو اور برائی کرنے سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر اہل کتاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاتے تو ان کے لیے اچھا ہوتا۔ ان میں کچھ مسلمان ہیں، جیسے عبداللہ ابن سلام اور ان کے اصحاب اور زیادہ کافر ہیں وہ تمہیں اے مسلمانو سوائے زبان سے ستانے کے اور کوئی ضرر و نقصان نہ پہنچائیں گے، اگر وہ تم سے لڑیں گے تو بھاگ جائیں گے اور تمہیں قتل نہ کر سکیں گے۔ پھر تمہارے مقابلہ میں ان کی مدد نہ ہوگی۔ ان پر ذلت و خواری جمادی گئی ہے جہاں کہیں ہوں ان کے لیے عزت و قوت اور امان نہ ہوگی مگر اللہ کی اور مسلمانوں کے عہد و ذمہ میں۔ یعنی اللہ اور مسلمان کے سوا کہیں انہیں امان نہ ملے گی اس طرح کہ وہ ایمان لائیں یا ذمی یا مستامن بنیں یا جزیہ دینے کا عہد کریں۔ اور وہ غضب الٰہی کے سزاوار ہوئے اور ان پر محتاجی جمادی گئی ہے۔ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے تھے سرکش اور نافرمان ہونے کے سبب۔

تنبیہ: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ﴾ [البقرۃ:۱۱۰] میں خطاب عام ہے صحابہ وغیرہ سب اس میں داخل ہیں یہی صحیح ہے، اس پر حدیث احمد "جعلت امتی خیر الامم" دلالت کرتی ہے۔ اور بہت سی احادیث میں ان کا افضل و شرف اور خیر الامم ہونا بیان ہوا ہے۔ اور یہاں ﴿بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ﴾ [اٰل عمران:۱۱۲] سے عہد و ذمہ مراد ہے۔ اور اہل کتاب پر ذلت و فقر جما دینے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ان سے کہیں کسی وقت کسی حال میں چھٹ نہیں سکتے ہیں، اور آیت ﴿لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ﴾ [اٰل عمران:۱۱۱] اس وقت نازل ہوئی جب کہ یہود نے عبداللہ ابن سلام اور ان کے اصحاب کو ایذا دینی چاہی تو انہیں تسکین دی گئی۔ قالہ المقاتل۔ [معالم]

www.waseemziyai.com

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ

لوگ لائق ہیں۔ اور وہ جو بھلائی کریں ان کا حق نہ مارا جائے گا اور اللہ

عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ

کو معلوم ہیں ڈر والے ف۹ وہ جو کافر ہوئے ان کے مال

وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

اور اولاد ان کو اللہ سے کچھ نہ بچائیں گے اور وہ جہنمی ہیں ان کو ہمیشہ اس میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ

رہنا کہاوت اس کی جو اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس

رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ۭ

ہوا کی سی ہے جس میں پالا ہو وہ ایک ایسی قوم کی کھیتی پر پڑی جو اپنا ہی برا کرتے تھے تو اسے بالکل مار گئی

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہ خود اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں۔ ف۱۰ اے ایمان والو!

(آیت نمبر ۱۱۲ تا ۱۱۵) ۹۔ شان نزول: یہ آیت عبداللہ ابن سلام اور ان کے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی اور اس میں مومنین اہل کتاب کی تعریف اور کفار کی مذمت فرمائی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس و مقاتل فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ ابن سلام اور ان کے ساتھی ایمان لائے تو علمائے یہود بولے کہ ہم میں کے برے اور شری آدمی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان لائے۔ اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو اپنے باپ دادا کا دین نہ چھوڑتے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [معالم وغیرہ] مطلب یہ ہے کہ سب اہل کتاب ایک سے نہیں ہیں۔ کچھ ان میں سے وہ ہیں جو حق پر قائم ہیں۔ اللہ کی آیتیں رات میں پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں۔ اور یہ لوگ نیکوں میں سے ہیں اور سراہنے کے لائق ہیں۔ اور بعض ان میں سے ایسے نہیں ہیں اور نہ نیکوں سے ہیں۔ اور جو لوگ بھلائی کریں گے ان کا حق نہیں مارا جائے گا بلکہ انہیں اس کا ثواب ملے گا،

تنبیہ: آیتوں سے قرآن عظیم پڑھنا مراد ہے اور راتوں کو سجدہ کرنے سے نماز عشا یا تہجد پڑھنا مراد ہے۔ اور اسے اس طرح اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ اہل کتاب نماز عشا نہیں پڑھتے تھے۔ اور بعض اوقات نماز میں سجدہ نہیں کرتے تھے یونہی اس کے بعد کے اوصاف بھی ان میں نہیں پائے جاتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عشا میں دیر کی، صحابہ انتظار میں تھے، پھر تشریف لاکر وجہ تاخیر یہ بیان فرمائی کہ تمہارے سوا کوئی دین والا ان گھڑیوں میں اللہ کی یاد نہیں کرتا ہے۔ [بیضاوی و جامع البیان]

(آیت نمبر ۱۱۶/۱۱۷) ۱۰۔ چونکہ گزشتہ آیت میں یہ فرمایا گیا تھا کہ کفار کے مال و اولاد کچھ نفع نہ دیں گے۔ اس سے بظاہر یہ شبہہ ہوتا تھا کہ جو کفار اپنے مال نیک کاموں میں صرف کرتے ہیں انہیں اس کا ثواب ملنا چاہئے کہ انہیں اس کے ثواب سے محروم رکھنا ظلم کے مترادف ہے۔ اس آیت میں اس شبہہ کو بصورت تمثیل دفع فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ بغیر ایمان لائے دنیا کی زندگی میں

www.waseemziyai.com

لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ
غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے،
قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ
بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا، اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے، ہم نے
بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ
نشانیاں تمہیں کھول کر سنادیں اگر تمہیں عقل ہو سنتے ہو! یہ جو تم ہو، تم تو انہیں چاہتے ہو
وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ
اور وہ تمہیں نہیں چاہتے اور حال یہ کہ تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے
وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ
اور اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چبائیں غصے سے تم فرما دو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن میں
اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫
اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔ تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگے
وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ
اور تم کو برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں اور اگر تم صبر اور پرہیزگاری کیے رہو تو ان کا داؤں
كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ وَاِذْ غَدَوْتَ ع ۱۲ ۱۱ ۳
تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا، بے شک ان کے سب کام خدا کے گھیرے میں ہیں۔ ف۱۱ اور یاد کرو اے محبوب! جب تم صبح کو

برائی یا بھلائی میں مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس ہوا کی سی ہے جس میں پالا ہو یا گرمی ہو، وہ ایسی قوم کی کھیتی میں پڑی جو کفر و معصیت کر کے اپنا ہی برا کرتے تھے۔ پس اسے وہ ہوا مار گئی تباہ و برباد کر گئی۔ جیسے پالے اور تسار یا سخت لُو سے کھیتی ماری جاتی اور جل جاتی ہے اور کھیت والے کے کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے اسی طرح ان کا نیک کاموں میں مال خرچ کرنا کچھ مفید نہیں ہوتا ہے۔ ضائع اور برباد ہوتا ہے۔ تو یہ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ یا یہ معنی ہیں کہ کفار اپنے نفقات کو لائق قبول نہیں بناتے ہیں، اس لیے اللہ انہیں قبول نہیں کرتا ہے اور ان پر ثواب نہیں دیتا۔ تو یہ خود ان کا قصور ہے نہ خدا کا ظلم۔

تنبیہ: قتادہ و ضحاک و حسن وغیرہ کے نزدیک "صر" سے پالا بھری ہوئی ہوا مراد ہے، اور ابن عباس و مجاہد وغیرہ کے نزدیک آگ سے بھری ہوئی ہوا یعنی لو مراد ہے اور بالعکس۔

(آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۰) ۱۱۔ چونکہ بعض مسلمان بوجہ ہمسائیگی یا رشتہ داری کفار سے میل جول رکھتے تھے اور انہوں نے زمانہ جاہلیت میں عہد و پیمان کر لیا تھا اس لیے ان کو اپنا راز دار سمجھتے تھے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو کفار کی دشمنی سے آگاہ کیا گیا ہے، انہیں حکم فرمایا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے سوا کفار کو اپنا راز دار اور دوست نہ بنائیں۔ ان پر اعتماد نہ کریں خواہ وہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرک بت

www.waseemziyai.com

مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ

اپنے دولت خانے سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے اور اللہ سنتا

عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى

جانتا ہے۔ جب تم میں کے دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ نامردی کر جائیں اور اللہ ان کا سنبھالنے والا ہے اور

اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ

مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیے۔ اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل

اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرو کہ کہیں تم شکر گزار ہو۔ جب اے محبوب! تم مسلمانوں سے فرماتے تھے

اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے

پرست وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمانو! اپنوں کے سوا غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہارے ساتھ برائی کرنے میں کمی نہ کریں گے۔ ان کی آرزو ہے کہ جس قدر ہو تمہیں ایذا پہنچے اچھا ہے۔ یعنی وہ تمہارا مضرتوں میں پڑنا سختیوں میں مبتلا ہونا پسند کرتے ہیں۔ اور اس کی آرزو رکھتے ہیں، ان کی دشمنی تمہارے ساتھ ان کی باتوں سے ظاہر ہے کہ مشرکین کو تمہاری خفیہ باتوں کی خبر دیتے ہیں اور تمہیں برا کہتے ضرر و نقصان پہنچانا چاہتے ہیں عداوت و دشمنی تمہاری ان کے سینوں میں چھپی ہوئی ہے۔ وہ بہت زیادہ ہے اس سے جو ظاہر کرتے ہیں۔ ان کی عداوت کی نشانیاں ہم نے کھول کر سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو تو ان سے دوستی نہ کرو۔ سنتے ہو اے موالات کرنے والو تم تو انہیں دوستی و قرابت کی وجہ سے چاہتے ہو۔ اور وہ تمہیں دینی مخالفت کی وجہ سے نہیں چاہتے ہیں۔ تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور وہ تمہاری کتاب پر ایمان نہیں رکھتے تو تم ان سے عداوت رکھنے کے مستحق اور قطع موالات کرنے کے سزاوار ہو۔ اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب وہ اکیلے ہوں تو تم پر غصہ سے انگلیاں چبائیں۔ اے نبی تم ان سے فرمادو کہ مرجاؤ تم اپنے غصہ میں۔ یعنی مرتے وقت تک تم جلن و غصہ میں رہو گے اور تمہاری آرزو پوری نہ ہوگی۔ خوشی دیکھنا نصیب نہ ہوگی۔ اللہ ان کے دلوں کی بات خوب جانتا ہے جس کو وہ چھپائے ہوئے ہیں۔ اگر تمہیں کوئی بھلائی منفعت پہنچے جیسے فتح و نصرت مال غنیمت تو انہیں برا لگے ملال ہو اور جو کوئی تمہیں برائی پہنچے جیسے شکست و نقصان جان و مال تو اس پر وہ خوش ہوں۔ اور اگر تم اے مسلمانو ان کے ستانے اور ان کی دوستی سے پرہیز کرتے رہو گے تو ان کا مکر و فریب تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا۔ بے شک ان کے سب کام خدا کے گھیرے میں ہیں وہ انہیں جانتا ہے۔ پس اس کی انہیں سزا دے گا۔

تنبیہ: ﴿ان تمسکم الخ﴾ کا ﴿واذا لقوا﴾ سے اتصال ہے۔ اور ﴿قبل موتوا الخ﴾ جملہ معترضہ ہے، اور ﴿اذا لقوا﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت سے منافق مراد ہیں۔ اور بطانہ کے معنی استر کے ہیں اس مناسبت سے، اندرونی باتوں کو جاننے والے کو بطانہ کہا جاتا ہے جس کا ترجمہ راز دار ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے ایک حیرہ کے نصرانی کو جو فن کتابت میں ماہر تھا منشی بنانے کو کہا۔ تو آپ نے انکار فرمایا: اور کہا کیا میں اپنے کو چھوڑ کر غیر کو راز دار بناؤں۔ پس یہ اثر و آیت دلیل ہے کہ ذمی وغیرہ کو راز داری کے کاموں میں ملازم نہ رکھنا چاہیے کہ راز فاش ہو۔ یونہی حدیث "لاتستضیئوا بنار المشرکین" کی تفسیر میں حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ اپنے کاموں میں مشرکوں سے مشورہ نہ کرو۔ [ابن کثیر]

www.waseemziyai.com

مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ

اتار کر۔ ہاں کیوں نہیں، اگر تم صبر و تقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آپڑیں

هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا ف۱۲

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۚ

اور یہ فتح اللہ نے نہ کی مگر تمہاری خوشی کے لیے اور اسی لیے کہ اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا

اور مدد نہیں مگر اللہ غالب حکمت والے کے پاس سے اس لیے کہ

مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَيْسَ

کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ذلیل کرے کہ نامراد پھر جائیں۔ یہ

(آیت نمبر ۱۲۱ تا ۱۲۵) ۱۲۔ جمہور کے نزدیک اس آیت میں جنگ احد کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور اس میں اس روز مسلمانوں کے صبر نہ کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم نہ ماننے سے جو ذلت و نقصان اٹھانا پڑا اس کا بیان ہے۔ یہی حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف اور ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے اور یہی صحیح ہے۔ مختصر واقعہ جنگ احد کا یہ ہے کہ جب کفار مسلمانوں سے لڑنے اور جنگ بدر کا بدلا لینے کے لیے تین ہزار فوج لے کر مدینہ کے قریب احد کے پاس آ کر ٹھہرے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے آنے کی خبر ہوئی تو بعد نماز جمعہ مسلمانوں سے مشورہ کیا تو عبداللہ ابن ابی منافق کے گروہ کی رائے ہوئی کہ مدینہ میں رہیں۔ اگر یہاں کفار آئیں تو ان کا مقابلہ کیا جائے اور حضور کی بھی یہی مرضی تھی۔ مگر مسلمانوں کے دوسرے گروہ کی مدینہ سے باہر نکل کر لڑنے کی رائے ہوئی کہ گھر سے باہر نکل کر نہ لڑنے سے کفار کی ہمت بڑھ جائے گی۔ وہ مسلمانوں کو کمزور سمجھیں گے۔ تب حضور ہتھیار جنگ لگا کر باہر آئے تو انہوں نے معذرت کی اور کہا کہ اگر آپ کی رائے باہر نکل کر لڑنے کی نہیں ہے تو مدینہ ہی میں رہ کر مقابلہ کیجیے۔ فرمایا: کسی نبی کو یہ لائق نہیں کہ وہ ہتھیار لگا کر بے لڑے لوٹے۔ اب جو خدا چاہے گا وہ ہوگا۔ تو مسلمان بھی ایک ہزار کے قریب جمع ہوئے اور حضور انہیں ہفتہ کے دن ۷ رشوال ۳ھ کو ساتھ لے کر چلے۔ راہ میں سے ابن ابی اپنے تین سو آدمیوں کے گروہ کو لے کر واپس ہوا، کہ اس کی رائے کے خلاف تھا اور اس سے دوسرے مسلمانوں کو بزدل بنا کر جہاد سے لوٹانا مقصود تھا۔ چنانچہ اسے لوٹتا دیکھ کر بنو سلمہ و بنو حارثہ کے دل میں بھی لوٹنے کا خیال پیدا ہوا مگر اللہ نے انہیں ثابت قدم رکھا اور لوٹنے کے خیال کو ان کے دل سے دور کیا۔ پس حضور بقیہ سات سو آدمی لے کر میدان احد میں آئے اور پہاڑ کو پشت پر لے کر مورچے قائم کیے اور پچاس آدمی بسرداری عبداللہ ابن جبیر درہ پہاڑ پر مقرر کیے۔ اور حکم فرمایا: کہ وہ یہاں سے نہ ہٹیں خواہ فتح ہو یا شکست۔ اگر کفار ادھر سے آئیں تو انہیں دفع کریں، پھر لڑائی شروع ہوئی۔ شروع میں تو مسلمان غالب ہوئے۔ اور کفار بھاگ پڑے مگر آخر میں لڑائی کی ہوا پلٹ گئی اور مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ حضرت حمزہ وغیرہ جلیل القدر صحابی شہید ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان مبارک پر ایک پتھر آ کر لگا جس سے حضور کے آگے کے چار دانت ٹوٹ گئے سر زخمی ہوا۔ خود کی کڑی فرق مبارک میں گھس گئی۔ کفار نے یورش کی، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ حضور کو بچاتے بچاتے شل ہو گیا۔ لیکن پھر مسلمانوں کو ہوش آیا اور خیال ہوا کہ ہم حضور کو اکیلا چھوڑ کر بھاگے ہیں تو سب لوٹ پڑے اور اس دلیری سے لڑے کہ کفار بھاگ نکلے اور

www.waseemziyai.com

مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ انہیں واقعات کی طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اس روز آل عمران کی ساٹھ آیتیں اتریں ان میں سے ایک یہ ہے، اس میں ارشاد ہوتا ہے کہ جب تم صبح کو اپنے گھر یعنی حجرۂ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکلے، مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے اور لڑائی کے لیے صفیں درست کرتے ہوئے اور اللہ سنتا اور جانتا ہے، تمہارے اقوال اور احوال کو جو تم نے تیر اندازوں کی جماعت سے کہا تھا اور جو تم میں اختلاف رائے ہوا تھا اور عبداللہ ابن ابی اپنے گروہ کو لے کر واپس لوٹا تھا اور اسے لوٹتا دیکھ کر جب تم میں کے دو گروہ بنوسلمہ خزرجی اور بنوحارثہ اوسی کا ارادہ ہوا تھا کہ نامرد ہو جائیں، گھر کو لوٹ جائیں تو اللہ نے انہیں سنبھالا یعنی مرد بنایا ثابت قدم رکھا۔ اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے نہ قلت و کثرت پر۔ پھر اسی کو مسلمانوں کے ذہن میں بٹھانے کے لیے انہیں واقعہ جنگ بدر یاد دلاتا ہے کہ دیکھو بے شک اللہ نے تمہاری بدر میں مدد فرمائی جب تم بالکل بے سروسامان تھے۔ صرف تین سو تیرہ آدمی تھے، ان میں بھی سوا بعض کے سب بے ہتھیار تھے اور دشمن ایک ہزار سروسامان سے آراستہ تھے۔ تو اس وقت اللہ ہی نے تمہاری مدد فرمائی اور باوجود قلیل ہونے کے تمہیں کثیر پر غالب کیا۔ تو اللہ سے ڈرو، اس کے شکرگزار ہو۔ یاد فرمایئے اے محبوب! جب تم مسلمانوں سے ان کے دلوں کو تسکین و اطمینان دلانے کے لیے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے بھیج کر تمہاری مدد کرے۔ ہاں کیوں نہیں ہے یعنی کافی ہے۔ پھر فرمایا: اگر تم صبر کرو گے دشمن کی کثرت پر اور اللہ سے ڈرو گے نافرمانی کرنے میں اور دشمن اسی دم تم پر آپڑیں گے تو اللہ تمہاری مدد کے لیے پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا جیسا کہ جنگ بدر میں تم نے صبر کیا تو اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا کہ فرشتوں کو تمہاری مدد کے لیے بھیجا جو عمامہ باندھے ہوئے گھوڑوں پر سوار تھے، اور یہ بدر میں فتح اللہ تعالیٰ نے اس لیے عطا فرمائی تھی کہ تم خوش ہو اور تمہارے دلوں کو چین ملے اور تم اپنی قلت اور دشمن کی کثرت سے گھبرا نہ جاؤ کہ مدد اللہ غالب حکمت والے ہی کے پاس سے ہوتی ہے، ساز و سامان و امداد ملائکہ پر منحصر نہیں ہے۔ اور یہ اس لیے کہ کفار کا ایک حصہ کاٹ دے ہلاک کر دے یا انہیں ذلیل کرے کہ وہ نامراد پھر جائیں بھاگ جائیں۔ جیسا کہ یوم بدر ہوا کہ ستر سرداران قریش مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اور باقی بڑی ذلت و خواری کے ساتھ بھاگ گئے۔ اور جو امیدیں دل میں ٹھان کر آئے تھے وہ پوری نہ ہوئیں۔

تنبیہ: یہاں تین ہزار فرشتوں سے مدد فرمانا بیان کیا گیا ہے اور سورۂ انفال میں ایک ہزار سے بیان فرمایا گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ شروع میں ایک ہزار فرشتے آئے، پھر تین ہزار ہوئے، پھر پانچ ہزار ہوئے جیسا کہ آگے فرمایا گیا ہے ﴿يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ﴾ [اٰل عمران: ۱۲۵] اور بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ آیت ﴿إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ﴾ [اٰل عمران: ۱۲۲] بنوحارثہ و بنوسلمہ کے حق میں نازل ہوئی۔ اور فرشتوں کی علامت و رنگ عمامہ میں اختلاف ہے۔ عروہ ابن زبیر سے روایت ہے کہ ان کی علامت عمامہ تھی جن کا رنگ زرد تھا کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس روز زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ ویسے ہی فرشتے بھی زرد عمامہ باندھ کر آئے۔ یہی ہشام و کلبی کا قول ہے۔ اور حضرت علی و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ان کے عمامے سفید تھے۔ اور ضحاک سے روایت ہے کہ ان کے گھوڑوں کی کلغی سفید اون کی تھی۔ اور مجاہد کہتے ہیں کہ ان کے گھوڑوں کی دُمیں کٹی ہوئی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے بدر کے دن فرمایا: اپنی کوئی علامت مقرر کرو کہ فرشتوں نے اپنی ٹوپیوں اور خودوں میں سفید اون لگائی ہے۔ جیسا کہ فوج کے رسالہ پلٹنوں کی کوئی نہ کوئی علامت شناخت کے لیے مقرر ہوتی ہے۔ فرشتے سوائے یوم بدر کے کہیں نہیں لڑے، آتے تھے مگر لڑتے نہیں تھے۔ [سراج و معالم] اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ واقعہ بدر کا ہے یا احد کا ہے۔ حسن بصری، عامر شعبی، ربیع وغیرہ کے نزدیک بدر کا واقعہ ہے۔ اور وہ ﴿اذ تقول﴾ کو ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ﴾ [اٰل عمران: ۱۲۳] کے متعلق کہتے ہیں۔ مجاہد و عکرمہ اور ضحاک وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ احد کا ہے۔ مگر مسلمانوں کے صبر نہ کرنے اور بھاگ پڑنے کی وجہ سے امداد نہیں کی گئی۔ اور وعدہ کو ﴿اذ غدوت﴾ کے متعلق کرتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ احد کے ضمن میں واقعہ بدر کو مسلمانوں کی تقویت کے لیے ذکر کیا گیا ہے کہ جنگ احد بعد جنگ بدر ہوئی تھی۔

www.waseemziyai.com

لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ

بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انھیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کہ وہ

ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ

ظالم ہیں۔ ف۱۳ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، جسے

يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ يٰٓاَيُّهَا ع ۱۳ ۹ ۴

چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان۔ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ

ایمان والو! سود دُونا دُون نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ ج وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ ج

اس امید پر کہ تمھیں فلاح ملے اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار رکھی ہے

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ ج وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ

اور اللہ و رسول کے فرماں بردار رہو اس امید پر کہ تم رحم کیے جاؤ اور دوڑو اپنے

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ

رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑان میں سب آسمان و زمین آجائیں پرہیزگاروں کے لیے

لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ

تیار رکھی ہے وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں اور غصہ پینے والے

(آیت نمبر ۱۲۶ تا ۱۲۸) ۱۳ شان نزول: جب جنگ احد میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے حکم کے خلاف حضور کو اکیلا چھوڑ کر مسلمان بھاگ پڑے صرف حضرت صدیق اکبر و حضرت علی و حضرت عباس و حضرت طلحہ چند رفقاے خاص رہ گئے تو اس وقت حضور نے سواری سے اتر کر نہایت دلیری سے خود لڑنے کا قصد فرمایا۔ اسی حالت میں حضور کے ایک پتھر آ کر لگا جس سے آگے کے چار دانت شہید ہوئے اور سر میں چوٹ آئی خون بہہ کر چہرہ مبارک پر آیا۔ اس وقت حضور نے کفار کے حق میں بددعا کرنا چاہی اور فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے دانت توڑے اور چہرے کو خون سے رنگین کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضور کو تنبیہ کی گئی کہ وہ بددعا نہ کریں کہ ان میں اور ان کی اولاد میں سے مسلمان ہوں گے۔ اگر یہ ہلاک ہو گئے تو کون اسلام لائے گا۔ چنانچہ انہیں میں سے بعد کو حضرت خالد ابن ولید جیسے بہادر لوگ مسلمان ہوئے اور اسلام کے سچے حامی و مددگار ثابت ہوئے۔ اگر حضور بددعا فرماتے تو یقیناً یہ سب ہلاک ہو جاتے۔ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ احد کے دن حضور نے حارث ابن ہشام اور صفوان ابن امیہ پر لعنت فرمائی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [سراج] حاصل ارشاد یہ ہے کہ تمہارے ہاتھ میں یہ بات نہیں ہے بلکہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ پس تم صبر کرو یہاں تک کہ اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے، یعنی اسلام لانے کی یا ان پر عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں۔

www.waseemziyai.com

الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔ ف۱۴

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ

اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی اور اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے

فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۫ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۫ وَلَمْ يُصِرُّوْا

اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے اور اپنے کیے

عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ

پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔ ایسوں کا بدلا ان کے رب کی

رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ

بخشش اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں

وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ ۫ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ

اور کاموں کا کیا اچھا نیگ ہے تم سے پہلے کچھ طریقے برتاؤ میں آچکے ہیں

(آیت نمبر ۱۲۹ تا ۱۳۴) ۱۴۔ شان نزول: زمانہ جاہلیت میں بنی ثقیف بنی نضیر کو ایک مدت مقررہ کے لیے سودی روپیہ قرض دیتے تھے اور وقت پر نہ ادا ہونے کی صورت میں اس کے سود کو اصل رقم میں شامل کر کے اس پر آئندہ سود لگایا کرتے تھے۔ اس طرح سود در سود بالائے سود ہو کر قرض دار کی تمام مال و جائیداد ان کے قبضہ میں آجاتی تھی۔ اس سود در سود کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ اہل طائف کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ ایک درہم قرض دے کر دو لیتے تھے۔ انہیں اس طرح سود لینے اور اسے حلال سمجھنے سے منع کیا گیا۔ [احمدی] یعنی اے ایمان والو سود دونا دون نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو سود کھانے میں تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے اور اللہ و رسول کے فرمانبردار رہو تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔ آیت میں دونا دون سود کھانے کی قید محض ان کی عادت کی بنا پر لگائی ہے ورنہ سود مطلقاً حرام ہے۔ جیسا کہ آیت ﴿احل اللہ البیع وحرم الربوٰ﴾ کے تحت گزرا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں مسلمانوں کو تہدید کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو جیسے سود وغیرہ کو حلال نہ جانیں جس پر عذاب ناروا جب کیا گیا ہے۔ [خازن] سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: یہ قرآن عظیم بھر میں سب سے زیادہ خوف ناک آیت ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے اس آگ کا وعدہ فرمایا ہے جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے اگر وہ محارم اللہ سے نہ بچیں گے۔ [مدارک وغیر] اور ﴿اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ [آل عمران: ۱۳۳] سے ظاہر ہے کہ جنت اور دوزخ پیدا ہو چکی ہیں موجود ہیں۔ اور اس کی چوڑائی آیت میں بطور تمثیل بیان فرمائی گئی ہے نہ فی نفسہ، مطلب یہ ہے کہ اگر جنت کی چوڑائی کو بیان کیا جا سکتا تو یہی کہا جا سکتا کہ وہ آسمان و زمین کے مثل ہے۔ [ابن عباس] زہری کہتے ہیں کہ: آیت میں جنت کا صرف عرض بیان کیا گیا ہے طول کا علم خدا کو ہے۔ امام احمد کی حدیث میں ہے کہ ہرقل نے حضور سے پچھوایا کہ آپ جنت کا عرض آسمان و زمین کے برابر کہتے ہیں تو نار کہاں ہے۔ حضور نے فرمایا: سبحان اللہ جب دن آتا ہے تو رات کہاں ہوتی ہے۔ یوں ہی یہود نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ جب جنت کا عرض اس قدر ہے تو آگ کہاں

www.waseemziyai.com

فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

تو زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوْا

یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے۔ ف۱۵ اور نہ سستی کرو

وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنْ

اور نہ غم کھاؤ تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔ اگر

يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ

تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ

الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں اور اس لیے کہ اللہ پہچان کرادے ایمان والوں کی

ہے۔ فرمایا: جب رات آتی ہے تو دن کہاں ہوتا ہے اور جب دن آتا ہے تو رات کہاں ہوتی ہے۔ تو یہود بولے اس کی مثل تورات میں ہے۔ معنی اس کے یہ ہیں کہ جہاں اللہ چاہتا ہے سوتے ہیں۔ اور حضرت انس بن مالک سے پوچھا گیا کہ جنت آسمان میں ہے یا زمین میں۔ فرمایا: کون سا زمین و آسمان جس میں جنت سما سکتی ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ وہ کہاں ہے؟ فرمایا: ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش کے نیچے۔ [سراج وابن کثیر] اور مغفرت کی طرف دوڑنے سے ان چیزوں کی طرف دوڑنا مراد ہے جو موجب مغفرت ہوں یعنی اعمال صالحہ۔ اگرچہ اس سے دوسرے معنی بھی مراد لیے گئے ہیں مگر وہ سب اعمال صالحہ کے تحت داخل ہیں۔ [خازن وغیرہ] اور غصہ کھانے والوں اور لوگوں کو معاف کرنے والوں کا بڑا ثواب ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس نے اپنے غصہ کو باوجود انتقام پر قادر ہونے کے کھایا تو اللہ اس کے قلب کو امن وایمان سے بھر دے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ میری امت میں غصہ کھانے والے کم ہیں اگلی امتوں میں زیادہ تھے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ بہادر وہ نہیں ہے جو کشتی میں دوسرے کو پچھاڑے۔ بلکہ بہادر وہ ہے جو غصہ میں اپنے نفس پر قابو رکھے۔ بعض روایات میں ہے کہ قیامت کے دن منادی ندا کرے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن کے اجر اللہ پر ہیں۔ پس کوئی نہیں اٹھے گا مگر وہ شخص جس نے معاف کیا ہوگا۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ جس کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، اس پر بھی وہ ٹھنڈا نہ ہو تو لیٹ جائے۔ انہیں کی حدیث میں ہے کہ غصہ شیطان سے ہے اور شیطان آگ سے ہے اور پانی آگ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ پس جب کوئی تم میں کا غصہ ہو تو وضو کرے۔ حاکم کی حدیث میں ہے کہ جو خوش ہو اس سے کہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے جائیں اور اس کے درجہ بلند کیے جائیں تو وہ اسے معاف کرے جس نے اس پر ظلم کیا ہو، اور دے اسے جس نے محروم کیا ہو، اور صلہ رحمی کرے۔ ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ قیامت کے دن منادی ندا کرے گا، کہاں ہیں لوگوں کو معاف کرنے والے اپنے رب کے پاس آئیں اور اپنے ثواب لیں۔ اور مسلمانوں کے لیے حق ہے کہ وہ معاف کرے اور جنت میں داخل ہو۔ [ابن کثیر] مروی ہے کہ ایک بار حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رؤسائے قریش کی دعوت کی۔ باندی کھانا لا رہی تھی کہ اس کے ہاتھ سے شوربے کا پیالا فرش پر گر گیا آپ نے اس کو غصہ کی نظر سے دیکھا۔ اس نے یہ آیت پڑھی۔ آپ نے فرمایا: جا میں نے تجھے معاف کیا۔ تو اس نے ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [ال عمران: ۱۳۴] پڑھا: آپ نے فرمایا جا میں نے تجھے آزاد کیا۔

(آیت نمبر ۱۳۵ تا ۱۳۸) ۱۵۔ شان نزول: ابوسعید تمار سے ایک حسین عورت چھوارے لینے آئی تو انہوں نے اس سے کہا کہ گھر

www.waseemziyai.com

وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِيُمَحِّصَ

اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔ اور اس لیے کہ

اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ

اللہ مسلمانوں کا نکھار کر دے اور کافروں کو مٹادے ف۱۶ کیا اس گمان میں ہو کہ

تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ

جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی

الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ص

آزمائش کی اور تم تو موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس کے ملنے سے پہلے

میں اچھے چھوارے رکھے ہیں، پس اسے گھر لے جا کر لپٹایا پیار کیا۔ پس اس عورت نے کہا اللہ سے ڈرو، تو انہوں نے چھوڑ دیا اور نادم ہوئے۔ پھر حضور کی خدمت میں آ کر عرض حال کیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور مقاتل وسدی کہتے ہیں کہ ایک ثقفی نے ایک انصاری کی عورت کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اس کا قصہ طویل ہے سراج میں مذکور ہے۔ ان کی بابت ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ بڑا گناہ کریں جیسے زنا یا اپنی جانوں پر ظلم کریں یعنی زنا سے کم سزا کا جرم کریں۔ جیسے غیر عورت کو پیار کرنا۔ پھر اللہ کے حکم کو اور وعید کو یاد کر کے اور نادم و پشیماں ہو کر اپنے گناہوں کی معافی چاہیں، توبہ کریں اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں ایسوں کا بدلہ مغفرت و جنت ہے اللہ کی طرف سے۔ حدیث میں ہے کہ کبیرہ گناہ استغفار کے ساتھ اور صغیرہ گناہ اصرار کے ساتھ نہیں رہتا ہے۔ یعنی کبیرہ گناہ استغفار سے معاف ہو جاتا ہے اور صغیرہ گناہ اصرار سے صغیرہ نہیں رہتا ہے کبیرہ ہو جاتا ہے۔

تنبیہ: آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ گناہوں پر اصرار کرنے والوں کے لیے مغفرت نہیں ہے جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں: مگر اہل سنت کے نزدیک جو اسلام پر مرے گا وہ جنت میں جائے گا۔ اور اصرار کرنے والوں کی مغفرت اللہ کی مشیت پر موقوف ہے چاہے اسے بخشے چاہے نہ بخشے۔۔ حدیث میں ہے کہ جس مومن بندہ نے گناہ کرنے کے بعد اچھی طرح وضو کیا پھر دو رکعت نماز پڑھ کر استغفار کیا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کرتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے جس بندہ نے گناہ کرنے کے بعد کہا: اے رب! میں نے گناہ کیا پس تو مجھے معاف کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ بخشتا ہے، اور مواخذہ کرتا ہے پس اس کے لیے بخشتا جاتا ہے۔ تیسری حدیث میں ہے کہ اللہ فرماتا ہے: اے ابن آدم! جو تو مجھ سے دعا کرے گا اور امید رکھے گا تو میں بخشوں گا جو تو نے کیا۔ اے ابن آدم اگر تو شرک نہ کرے گا، زمین بھر خطائیں لے کر مجھ سے ملے گا تو میں زمین بھر مغفرت کے ساتھ تجھ سے ملوں گا۔ اور اے ابن آدم اگر تو بلندی آسمان تک گناہ کرے گا، پھر استغفار کرے گا تو میں بخش دوں گا۔ چوتھی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے مجھے مغفرت گناہ پر قادر سمجھا اسے میں بخش دوں گا اور نہیں پرواہ کروں گا میں جب تک کہ وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ ثابت بنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو شیطان رویا۔ [سراج]

(آیت نمبر ۱۳۹/۱۴۰/۱۴۱/۱۴۲) ۱۶۔ شان نزول:۔ جب جنگ احد میں مسلمانو کو شکست ہوئی اور پانچ مہاجر اور ستر انصار شہید ہوئے اور مسلمانوں کے دل شکستہ ہوئے تو انہیں تسکین دینے اور انہیں ابھارنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایسے ہی طریقے اور واقعات گزر چکے ہیں کہ جب کافروں اور دین داروں سے مقابلہ ہوا تو شروع میں کفار کو غلبہ ہوا مگر آخر میں مسلمان ہی غالب رہے۔ اے مسلمانو! ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ رسولوں کو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔ یہ لوگوں کو دکھانا اور

www.waseemziyai.com

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۭ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

اور جو آخرت کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ عطا کریں۔ ف۱۸

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا

اور کتنے ہی انبیا نے جہاد کیا ان کے [ساتھ] بہت خدا والے تھے تو نہ سست پڑے

لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ

ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انھیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا

اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔ وہ کچھ بھی نہ کہتے تھے سوا اس دعا کے

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا

کہ اے ہمارے رب! بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں ہم نے اپنے کام میں کیں اور ہمارے قدم جمادے۔

(آیت ۱۴۴/۱۴۵) ۱۸۔شان نزول: اس کی یہ ہے کہ جب جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی زخمی ہو کر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے۔تو شیطان نے یا کسی اور نے آواز دی کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مارے گئے۔اور ابن قمیہ نے جس کو حضور نے زخمی کیا تھا لوٹ کر مشرکوں سے کہا کہ میں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کیا تو یہ سن کر لوگوں میں اضطراب واقع ہوا۔ اور منافق بولے کہ اگر محمد نبی ہوتے تو نہ مارے جاتے۔اور بعض نے کہا کہ جب محمد نہ رہے تو اپنا مذہب کیوں نہ اختیار کر لیا جائے۔اور بعض مسلمان ہمت ہار کر بھاگ کھڑے ہوئے اور بعض نے کفار سے امان چاہنے کو اچھا خیال کیا۔اور بعض پختہ ایمان والوں نے کہا کہ جب رسول اللہ نہ رہے تو ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔جس حق پر حضور نے جان دی اسی پر ہم بھی جان دیں گے اور لڑیں گے یہاں تک کہ اللہ ہمیں فتح دے یا شہید کر کے رسول اللہ سے ملائے۔غرض کہ یہ لوگ سراسیمگی کی حالت میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔کہ کعب ابن مالک نے حضور کو پہچانا اور مسلمانو سے پکار کر کہا کہ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ وسلامت۔یہ آواز سن کر سب آ کر جمع ہوئے تو حضور نے انہیں ملامت فرمائی، انہوں نے معذرت کی اور کہا کہ یہ خبر سن کر ہمارے دل ٹوٹ گئے تھے اور اوسان خطا ہو گئے تھے۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔اور انہیں تنبیہ فرمائی گئی کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ایک رسول ہیں خدا نہیں ہیں۔ان سے پہلے اور رسول ہو چکے ہیں تو کیا اگر وہ اور رسولوں کی طرح انتقال فرمائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔یعنی اسلام چھوڑ کر کافر ہو جاؤ گے۔اور جو دین سے پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اپنا نقصان کرے گا۔اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں یعنی دین پر قائم رہنے والوں کو صلہ دے گا۔طبرانی کی حدیث میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حضور کی حیات ہی میں فرمایا کرتے تھے کہ جب خدا تعالیٰ نے ہمیں ہدایت کی تو واللہ اب ہم الٹے پاؤں نہیں پلٹیں گے۔واللہ اگر حضور کی وفات ہو گئی یا شہید ہوئے تو مرتے دم تک اسی راہ پر لڑیں گے۔جس پر رسول اللہ لڑے۔اور زہری نے ابن عباس سے روایت کی کہ حضور کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر میں سے نکلے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مردہ کہے گا میں اسے قتل کروں گا۔تو حضرت عمر کو بٹھا کر حضرت ابوبکر نے بعد حمد فرمایا: جو شخص محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پوجتا تھا تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات پا گئے۔اور جو خدا کو پوجتا تھا تو

www.waseemziyai.com

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا

اور ہمیں ان کافر لوگوں پر مدد دے تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام دیا

وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ يٰۤاَيُّهَا ع ۱۵ ۶

اور آخرت کے ثواب کی خوبی اور نیکی والے اللہ کو پیارے ہیں۔ ف۱۹ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى

ایمان والو! اگر تم کافروں کے کہے پر چلے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں

اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ

لوٹا دیں گے پھر ٹوٹا کھا کے پلٹ جاؤ گے بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ سب سے بہتر

النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ

مددگار۔ کوئی دم جاتا ہے کہ ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈالیں گے کہ

اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ

انھوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا جس پر اس نے کوئی سمجھ نہ اتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے

اللہ زندہ ہے مرے گا نہیں۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ تب یہ آیت لوگوں کو یاد ہوئی اور لوگوں نے اسے بار بار پڑھنا شروع کیا۔ [ابن کثیر] پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کوئی جاندار بے حکم خدا مر نہیں سکتا سب کا وقت لکھا رکھا ہے نہ اس سے پہلے کوئی مر سکتا ہے اور نہ اس کے بعد کوئی زندہ رہ سکتا ہے۔ تو تمہارا جہاد سے بھاگنا موت سے بچا نہیں سکتا۔ اور نہ جہاد میں رہنا مار سکتا ہے۔ اور جو اپنے کیے کا ثواب دنیا میں چاہے گا ہم اس میں سے اسے دیں گے۔ اور جو آخرت کا انعام چاہے گا ہم اس میں سے اسے دیں گے۔ اور عنقریب ہم شکر کرنے والوں کا یعنی درّہ پر جمے رہنے والوں کو اس کا صلہ عطا کریں گے۔ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہیں حضور نے پہاڑ کے درہ پر کفار کو روکنے کو مقرر فرمایا تھا۔ اور وہ خلاف حکم حضور درہ خالی چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنے چلے گئے تھے۔ کہ انہوں نے دنیا میں اپنے کیے کا بدلا چاہا وہ انہیں دیا گیا۔ اور جو ان میں سے درہ پر جمے رہے اور شہید ہوئے انہیں آخرت کا انعام دیا جائے گا اور وہ دس آدمی مع عبداللہ ابن جبیر تھے۔ جو وہیں شہید ہوئے مگر درہ سے نہ ہٹے۔

(آیت ۱۴۶/۱۴۸) ۱۹۔ یہ گزشتہ آیت کے مضمون کی تائید ہے اور اس سے جنگ احد سے بھاگنے والوں کو عتاب آمیز طرز میں جہاد پر جوش دلانا مقصود ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ افتاد صرف تمہیں پر نہیں پڑی ہے اور نہ یہ کوئی نئی بات ہے بلکہ کتنے ہی انبیا نے جہاد کیا۔ ان کے ساتھ بہت سے خدا والے تھے تو نہ وہ جہاد کی مصیبتوں سے اور نہ قتل انبیاء سے سست ہوئے اور نہ جہاد سے کمزور ہوئے۔ اور نہ وہ جہاد میں کافروں سے دبے لچے۔ انبیا کے قتل ہونے اور خود مصیبتوں میں مبتلا ہونے کے وقت سوائے یہ دعا مانگنے کے کچھ بھی نہیں کہتے تھے: کہ اے رب بخش دے ہمارے گناہ اور وہ جو زیادتیاں ہم نے اپنے کاموں میں کی ہیں۔ اور جہاد میں ہمارے قدم جما دے۔ اور ہمیں ان کافروں پر مدد دے غالب فرما۔ تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام دیا کہ ان کی مدد کی انہیں عزت دی۔ انہیں غالب فرمایا اور آخرت میں انہیں بہترین ثواب عطا فرمائے گا۔ اور اللہ کو نیکی والے پیارے ہیں۔

www.waseemziyai.com

وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ

اور کیا برا ٹھکانا، ناانصافوں کا۔ ف۲۰ اور بے شک اللہ نے تمہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ

اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى

جب کہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور حکم میں

الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ

جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تمہاری خوشی کی بات تم میں کوئی

يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ

دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا [تھا] پھر تمہارا منہ ان سے پھیر دیا

لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

کہ تمہیں آزمائے اور بے شک اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے۔

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ

جب تم منہ اٹھائے چلے جاتے تھے اور پیٹھ پھیر کر کسی کو نہ دیکھتے اور دوسری جماعت میں ہمارے

اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ

رسول تمہیں پکار رہے تھے تو تمہیں غم کا بدلا غم دیا اور معافی اس لیے سنائی کہ جو ہاتھ سے گیا

(آیت ۱۴۹ تا ۱۵۱) ۲۰۔ شان نزول:۔ جنگ احد میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو منافقوں نے ان سے کہا کہ اپنے دین اور اپنے بھائیوں کی طرف لوٹ آؤ۔ اور بعض نے کہا کہ ابوسفیان سے امان مانگو۔ وہ تمہیں اپنے دین میں لوٹا لیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [بیضاوی وغیرہ] مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! اگر تم ان کافروں کے کہنے پر چلو گے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں لوٹا دیں گے۔ یعنی کفر کی طرف پھیر دیں گے۔ پس تم ٹوٹا کھا کے نقصان اٹھا کے پلٹ جاؤ گے۔ بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ سب سے بہتر مددگار ہے، تو اسی کی فرمانبرداری کرو نہ کفار کی۔ عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں رعب وخوف ڈالیں گے کہ انہوں نے بے دلیل اللہ کا شریک ٹھہرایا۔ جیسا کہ جنگ احد کی واپسی میں راہ میں ابوسفیان وغیرہ کفار نے آپس میں کہا کہ تم نے بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا تھوڑے سے رہ گئے تھے انہیں بھی قتل کیا ہوتا تاکہ قصہ ختم ہوتا۔ چلو پھر انہیں لوٹ کر مارو۔ پس اللہ نے ان کے دلوں میں خوف وہراس اور بزدلی پیدا فرمائی کہ وہ نہ لوٹے۔ [خازن وسراج] بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: مجھے پانچ چیزیں عطا ہوئی ہیں جو کسی نبی کو نہ ملیں۔ میرا رعب دشمنوں کے دل میں ڈالا گیا۔ زمین میرے لیے پاک اور مسجد کی گئی۔ مال غنیمت میرے لیے حلال کیا گیا۔ شفاعت مجھے دی گئی۔ اور میں تمام خلق کی طرف بھیجا گیا۔ عوفی ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں راوی کہ اللہ نے ابی سفیان کے دل میں رعب ڈالا وہ مکہ کو لوٹ گیا۔ [ابن کثیر]

تنبیہ: کہا گیا ہے کہ یہ آیت عام ہے مسلمانوں کو لازم ہے کہ کسی کافر کی تابعداری نہ کریں۔ اس کی بات نہ مانیں۔

www.waseemziyai.com

وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ

اور جو افتاد پڑی اس کا رنج نہ کرو اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ پھر

عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ

غم کے بعد تم پر چین کی نیند اتاری کہ تمہاری ایک جماعت کو گھیرے تھی

وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ

اور ایک گروہ کو اپنی جان کی پڑی تھی اللہ پر بے جا گمان کرتے تھے

الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ

جاہلیت کے سے گمان، کہتے اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے؟ تم فرمادو کہ

الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ

اختیار تو سارا اللہ کا ہے اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے

يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ

کہتے ہیں ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔ تم فرمادو کہ اگر

كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى

تم اپنے گھروں میں ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا اپنی قتل گاہوں تک

مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ

نکل کر آتے اور اس لیے کہ اللہ تمہارے سینوں کی بات آزمائے اور جو کچھ

مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے بے شک وہ

تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ

جو تم میں سے پھر گئے جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں انھیں شیطان ہی نے لغزش دی ان کے بعض

مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ ع ۱۶ ۷

اعمال کے باعث اور بے شک اللہ نے انھیں معاف فرمادیا بے شک اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔ ف ۲۱ ف ۲۲

(آیت ۱۵۲ تا ۱۵۵) ۲۱۔ شان نزول: جب مسلمان جنگ احد سے مدینہ واپس آئے تو انمیں سے بعض نے کہا کہ خدا نے تو ہم سے فتح کا وعدہ کیا تھا پھر شکست کیوں ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اسرار: مطلب یہ ہے کہ بے شک اللہ نے اپنا وعدہ تمہیں سچ کر دکھایا

www.waseemziyai.com

جب کہ تم شروع میں اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے اور وہ بھاگتے تھے۔ یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور رسول کے حکم میں جھگڑا ڈالا اور اس کی نافرمانی کے بعد اس کے کہ اللہ تمہیں تمہاری خوشی کی بات دکھا چکا تھا یعنی فتح تمہاری ہو چکی تھی کہ بعض تم میں کے مرکز چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنے دوڑے اور بعض وہیں جمے رہے، اور قتل ہوئے۔ تو فتح شکست سے بدل گئی کہ تم میں کا کوئی دنیا چاہتا تھا اور کوئی آخرت چاہتا تھا۔ پھر تمہارا منہ آزمانے کے لیے ان سے پھیر دیا اور تمہارا قصور معاف کیا اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے۔

تنبیہ: وعدہ سے وعدہ فتح مراد ہے اور ''حس''. کے معنی قتل کے ہیں اور تنازع کے معنی اختلاف رائے ہونے کے ہیں کہ جب مشرکین بھاگے تھے تو جو لوگ درّۂ احد پر مقرر تھے ان میں اختلاف رائے ہوا، ان میں سے اکثر نے کہا کہ اب مشرک بھاگ نکلے ہم یہاں کھڑے ہو کر کیا کریں چلو مال غنیمت لوٹیں، اور بعض نے کہا کہ ہم خلاف حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہٹ نہیں سکتے اور یہ صرف دس آدمی تھے باقی چالیس مال لوٹنے کو چلے گئے۔ جب خالد ابن ولید و عکرمہ ابن ابی جہل نے یہ دیکھا تو ان پر حملہ کیا اور وہ دسوں شہید ہوئے پس لڑائی کی ہوا پلٹ گئی اور مسلمان بھاگ نکلے۔ بس یہی شکست کا سبب ہوا۔ اسی کو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے ﴿مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا﴾ سے مال غنیمت لوٹنے کو جانے والے۔ اور ﴿مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ﴾ [ال عمران: ۱۵۲] مال غنیمت لوٹنے کو نہ جانے والے درہ سے نہ ہٹنے والے مراد ہیں۔ [معالم وغیرہ]

(توضیح ۲۲) یہ آیات بھی جنگ احد کے متعلق ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم اپنی اس نافرمانی کو یاد کرو جب تم منہ اٹھائے چلے جاتے تھے اور خوف و دہشت کی وجہ سے پیٹھ کر کے کسی کو نہ دیکھتے تھے۔ اور دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکارتے کہ " الیّ یا عباداللہ"۔ اے اللہ کے بندو میری طرف آؤ، تو تمہیں غم کا بدلہ غم دیا یعنی رسول کو جو تم نے غم مخالفت دیا اس کے بدلے تمہیں غم شکست و فوت مال غنیمت دیا اور جو ''با'' کو بمعنی ''علی'' لیا جائے گا تو یہ معنی ہوں گے کہ تمہیں غم پر غم دیا، ایک تو مال غنیمت نہ ملنے کا دوسرے شکست ہونے کا۔ اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ پھر تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری جس نے تمہاری ایک جماعت کو گھیر لیا کہ وہ اپنی ڈھالوں کے سائے میں اونگھ گئے۔ تلواریں ہاتھ سے گر پڑیں جیسا کہ بخاری نے حضرت ابی طلحہ سے روایت کی ہے کہ میں بھی انہیں اونگھنے والوں میں تھا یہاں تک کہ تلوار گر پڑی پھر اٹھائی پھر گر پڑی۔ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لڑائی تیز ہوئی اور خوف زیادہ ہوا تو اللہ نے ہم پر نیند اتاری پس ہم میں کوئی ایسا نہ تھا جس کی ٹھوڑی سینہ کو نہ لگی ہو یعنی وہ اونگھا نہ ہو۔ اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں: لڑائی میں اونگھ اللہ کی جانب سے ہے اور نماز میں شیطان کی طرف سے۔ اور فرماتا ہے تبارک وتعالیٰ: اور ایک گروہ کو اپنی جان کی پڑی تھی۔ وہ اللہ پر بے جا گمان کرتے تھے جاہلیت کے سے گمان اس لیے مدد نہیں ہوئی۔ یہ گروہ منافقوں کا تھا جنہیں نہ دین کا غم تھا نہ رسول کی فکر تھی بلکہ وہ یہ گمان کرتے تھے کہ رسول اور مسلمان یہاں سے زندہ بچ کر جائیں گے ہی نہیں۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے اور وہ کہتے تھے کہ اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے۔ یعنی فتح و نصرت میں ہمارا بھی حصہ ہے، تم فرما دو ان سے اے نبی کہ اختیار تو سارا اللہ کو ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جسے چاہتا ہے فتح دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے شکست دیتا ہے۔ وہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے۔ جس کا بیان یہ ہے کہ وہ اپنے دل میں کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔ تم ان سے فرما دو: اے نبی اگر تم گھروں میں ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا اپنی قتل گاہوں تک نکل کر آتے اور قتل ہوتے ان کا گھروں میں بیٹھنا موت سے نہ بچاتا کہ اللہ کا حکم ضرور پورا ہو کر رہتا۔ اور یہ احد میں جو کچھ ہوا اس لیے ہوا کہ اللہ تمہارے سینوں کی بات آزمائے۔ اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے اور اللہ تمہارے دلوں کی بات جانتا ہے۔ اس پر کوئی شئ چھپی نہیں۔ یہ لوگوں پر ظاہر کرنے کے لیے آزمائش کی ہے۔ بے شک جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں اور سوا بارہ آدمیوں کے باقی لوگ لڑائی سے پھر گئے تھے انہیں شیطان ہی نے بہکایا تھا ان کے بعض اعمال کے باعث اور وہ رسول کی مخالفت تھی اور بے شک اللہ نے انہیں معاف فرما دیا۔ بے شک اللہ بخشنے والا کرم والا ہے۔ قفال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں: ﴿غماً بغم﴾ سے صرف دو ہی غم مراد نہیں ہیں جیسا کہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے بلکہ غموں کا

www.waseemziyai.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ

اے ایمان والو! ان کافروں کی طرح نہ ہونا جنھوں نے [اپنے] بھائیوں کی نسبت کہا

اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا

جب وہ سفر یا جہاد کو گئے کہ ہمارے پاس ہوتے تو

مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ

نہ مرتے نہ مارے جاتے اس لیے کہ اللہ ان کے دلوں میں اس کا افسوس رکھے

وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۱۵۶ وَلَىِٕنْ قُتِلْتُمْ

اور اللہ جلاتا اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ اور بے شک اگر تم

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ

اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مرجاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت

خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۱۵۷ وَلَىِٕنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِاِلَى اللّٰهِ

ان کے سارے دھن دولت سے بہتر ہے۔ اور اگر تم مرو یا مارے جاؤ تو اللہ ہی کی طرف

تُحْشَرُوْنَ ۝۱۵۸ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ

اٹھنا ہے ف۲۳ تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب! تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر

پے در پے پہنچنا مراد ہے۔ جن میں بعض سراج میں لکھے ہیں۔ حضرت ابن عباس وعبدالرحمٰن ابن عوف سے مروی ہے پہلا غم ہزیمت اور دوسرا غم خبر شہادت حضور ہے جو سب سے زیادہ بڑا تھا۔ [رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم] اور جو بارہ آدمی حضور کے ساتھ گئے تھے اور انہوں نے جانبازی کی یہ ہیں: (۱) حضرت ابوبکر (۲) حضرت عمر (۳) حضرت علی (۴) حضرت طلحہ (۵) حضرت زبیر (۶) حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف (۷) حضرت سعید بن مالک (۸) حضرت ابوعبیدہ مہاجرین سے، اور (۹) خباب ابن منذر (۱۰) ابودجانہ (۱۱) حارث ابن حمنہ (۱۲) سعید ابن معاذ، انصار سے۔ اور بعض نے اس سے زیادہ شمار کیے ہیں بہرحال مشہور بارہ ہی ہیں۔ بعد کو اضافہ ہوتے گئے کہ منتشر تھے۔ [کمالین] حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس روز اسی (۸۰) زخم آئے تھے اور حضور کو بچاتے بچاتے ہاتھ شل ہوگیا تھا۔ [رواہ البخاری] اس روز مسلمان دوطرفہ حملہ سے ایسے گھبرا گئے تھے کہ اپنے ہی آدمیوں کو دشمن کا آدمی سمجھ کر قتل کرنے لگے تھے اور دوست و دشمن سے تمیز نہ رہی تھی۔ چنانچہ حضرت حذیفہ کے والد کو قتل کیا باوجودیکہ حذیفہ کہتے رہے کہ یہ میرے والد ہیں۔ مگر کسی نے نہ سنا۔ اسی گھبراہٹ میں بہت سے انصاری شہید ہوئے۔ ان آیات سے بہت سی باتیں مستفاد ہوتی ہیں مگر ان کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

(آیت ۱۵۶ تا ۱۵۸) ۲۳۔ ان آیات کا تعلق بھی جنگ احد سے ہے کہ منافق کہتے تھے اگر جنگ ہمارے اختیار میں ہوتی تو ہم گھر سے باہر نہ نکلتے اور یہاں نہ ہوتے، اس کا جواب پچھلی آیات میں دے کر ان آیات میں مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ ایسے اعتقاد نہ رکھیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم کافروں کی طرح نہ ہونا جنھوں نے اپنے بھائیوں کی نسبت کہا (جب وہ سفر

www.waseemziyai.com

فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۪ فَاعْفُ عَنْهُمْ

تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ

اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر

عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ

بھروسا کرو بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ اگر اللہ تمہاری مدد کرے

فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ

تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو ایسا کون ہے جو پھر تمہاری مدد

بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ

کرے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیے۔ ف۲۴ اور کسی نبی پر یہ گمان نہیں ہو سکتا

یا جہاد کو گئے اور مر گئے یا مارے گئے (کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے نہ مارے جاتے۔ یعنی ان کی طرح یوں نہ کہنا اور ایسا اعتقاد نہ رکھنا کہ وہ تقدیر الٰہی کے منافی ہے۔ ایسا کہنے کی ممانعت اس لیے کی گئی ہے کہ اللہ ان کے دلوں میں اس قول کا افسوس رکھے یعنی عاقبت میں ان کے اس قول کو ان کے لیے باعث افسوس وحسرت بنائے اور مسلمان اس سے محفوظ رہیں۔ اور اللہ جلاتا ہے اور مارتا ہے گھروں میں بیٹھے رہنا موت سے نہیں بچا سکتا ہے۔ اور بے شک اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد میں مارے جاؤ گے یا مر جاؤ گے تو اللہ کی بخشش اور رحمت ان کے سارے دھن ودولت سے بہتر ہے۔ اور اگر تم مرو یا مارے جاؤ تو اللہ کی طرف اٹھنا ہے۔

تنبیہ: کافروں سے منافق مراد ہیں۔ اور بھائیوں سے یا تو نفاق میں ان کی موافقت کرنے والے لوگ مراد ہیں یا رشتہ کے بھائی مراد ہیں۔

(آیت ۱۵۹ تا ۱۶۰) ۲۴۔ جنگ احد میں جو لوگ بھاگے تھے مدینہ میں پہنچ کر مخلص مسلمان انہیں حقارت سے دیکھتے تھے اور کسی بات میں ان سے صلاح نہیں لیتے تھے، اس سے ان کی دل شکنی ہوتی تھی۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے کچھ نہ کہا تھا اور نہ برتاؤ میں فرق کیا تھا۔ اس آیت میں بظاہر ان سے درگزر کرنے اور ان کے استغفار کرنے اور ان کا مومنین سے کاموں میں مشورہ لینے کو فرمایا گیا ہے تاکہ ان کی دل شکنی نہ ہو۔ مگر حقیقت میں اس سے امت محمدیہ کو بتانا اور سکھانا مقصود ہے، کیوں کہ انہوں نے انہیں حقارت کی نظر سے دیکھا تھا اور ان سے مشورہ لینا ترک کیا تھا نہ حضور نے۔ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! کیسی اللہ کی مہربانی ہے کہ تم ان کے لیے نرم دل ہوئے۔ اگر تند مزاج اور سخت دل ہوتے تو تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے (بھاگ جاتے) تو تم انہیں معاف فرماؤ جو کچھ انہوں نے کیا۔ اور ان کی شفاعت کرو۔ یعنی ان کے گناہوں کی بخشش چاہو۔ اور ان کے دل خوش کرنے کے لیے لڑائی وغیرہ کے کاموں میں ان سے مشورہ کرو۔ چنانچہ حضور بہت زیادہ ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے کسی کو لوگوں میں حضور سے زیادہ مشورہ کرتے نہ دیکھا۔ یعنی حضور سب سے زیادہ اپنے کاموں میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ حسن کہتے ہیں کہ اگرچہ حضور کو مشورہ کی حاجت نہ تھی مگر اس کا طریقہ جاری ہونے کے لیے حکم فرمایا گیا ہے۔ معالم۔ کعب احبار کہتے ہیں کہ انجیل کی کتابوں میں حضور کے یہی اوصاف مذکور تھے۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ فبما رحمۃ خلق محمدی کا

www.waseemziyai.com

اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ

کہ وہ کچھ چھپا رکھے اور جو چھپا رکھے وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی چیز لے کر آئے گا پھر

تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ

ہر جان کو ان کی کمائی بھرپور دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ تو کیا جو

اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ

اللہ کی مرضی پر چلا وہ اس جیسا ہوگا جس نے اللہ کا غضب اوڑھا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا

اور کیا بری جگہ پلٹنے کی۔ وہ اللہ کے یہاں درجہ درجہ ہیں اور اللہ ان کے کام

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا

دیکھتا ہے۔ ف۲۵ بے شک اللہ کا بڑا احسان ہو مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول

بیان ہے جس کے ساتھ آپ مبعوث فرمائے گئے تھے۔ پھر فرماتا ہے اور جب مشورہ کر کے کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو نہ مشورہ پر۔ بے شک توکل کرنے والے اللہ کو پیارے ہیں۔ اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔ (جیسا کہ یوم بدر میں ہوا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو ایسا کون ہے جو تمہاری مدد کرے۔ (جیسا کہ جنگ احد میں ہوا) اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے نہ غیر پر۔ احادیث میں اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کی بہت تعریف آئی ہے۔ بعض احادیث میں حضور نے انہیں ان ستر میں شمار فرمایا ہے جو بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ اور فرمایا ہے: کہ اگر تم اللہ پر پورا توکل کرو گے تو تمہیں پرندوں کی طرح روزی دے گا جو صبح کو بھوکے اٹھتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے سوتے ہیں۔ [معالم]

(آیت ۱۶۱ تا ۱۶۳) ۲۵۔ شان نزول: جنگ بدر میں جو مال غنیمت ملا تھا اس میں سے ایک چادر گم ہوگئی تھی تو کسی منافق نے حضور پر شبہہ کیا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [رواہ الترمذی وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما] اور سراج و معالم میں اس کی اور بھی شان نزول لکھی ہیں بہر حال اس میں حضور کی براءت ظاہر کی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ کسی نبی پر یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ وہ مال غنیمت میں سے کچھ چھپا کر رکھے کہ خیانت منافی نبوت ہے اور انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ ان سے خیانت کا سرزد ہونا ناممکن ہے نہ کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت شبہہ کرنا۔ اور جو کوئی مال غنیمت میں سے کچھ چھپا رکھے گا وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی ہوئی چیز گردن پر لے کر آئے گا۔ تو اسے اس کی پوری سزا دی جائے گی۔ اس کو بطور عموم بیان فرمایا جاتا ہے: کہ پھر ہر جان کو اس کی کمائی بھرپور دے جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ تو کیا جو اللہ کی مرضی پر چلا اور خیانت وغیرہ معصیت سے دور رہا وہ اس جیسا ہوگا، جس نے اللہ کا غضب اوڑھا۔ (خیانت وغیرہ معصیت میں پڑا) اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کیا بری جگہ پلٹنے کی ہے۔ وہ اللہ کے یہاں درجہ درجہ ہیں۔ اور اللہ ان کے کام دیکھتا ہے۔ یعنی اللہ کے یہاں ان کے درجے علاحدہ علاحدہ ہیں ان کے موافق انہیں ثواب و عذاب دے گا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی مرضی پر چلنے والوں اور غضب الٰہی اوڑھنے والوں کے اللہ کے نزدیک مختلف درجے ہیں۔ پس جو اللہ کی مرضی پر چلا اس کے لیے اجر عظیم ہے اور جس نے اللہ کا غضب اوڑھا اس کے لیے عذاب الیم ہے۔ [معالم]

تنبیہ: مال غنیمت میں غلول کرنے کی مذمت و حرمت میں اور غلول کرنے والوں کی سزا میں بہت سی احادیث آئی ہیں جو ابن

www.waseemziyai.com

مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا اور انھیں

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ف۲۶

اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ

کیا جب تمھیں کوئی مصیبت پہنچے کہ اس سے دونی تم پہنچا چکے ہو تو کہنے لگو کہ یہ کہاں سے آئی

قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾

تم فرمادو کہ وہ تمہاری ہی طرف سے آئی بے شک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾

اور وہ مصیبت جو تم پر آئی جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لیے کہ پہچان کرادے ایمان والوں کی۔

کثیر نے ذکر کی ہیں۔ آیت میں کسی پر بدگمانی کرنے امانت میں خیانت کرنے کی ممانعت ظاہر ہے۔ اور دوسری آیات و احادیث سے بھی اس کا حرام و گناہ ہونا ثابت ہے مسلمانوں کو اس سے بچنا لازم ہے۔

(آیت ۱۶۴) ۲۶۔ گزشتہ آیت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سے خیانت کا الزام دفع کیا گیا تھا اور فرمایا گیا تھا کہ ان سے جرم خیانت سرزد نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ معصوم ہیں اس کی مزید تاکید فرمائی گئی ہے کہ وہ معصوم ہی نہیں بلکہ ان کی ذات کریمہ بہت سے اوصاف کی حامل ہے اور وہ مومن کے لیے نعمت الٰہی ہیں انہیں بندوں کے اخلاق کی درستی اور ہدایت وارشاد کے لیے بھیجا گیا ہے تو وہ ایسی قبیح حرکت خود کیسے کرسکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بے شک اللہ کا مسلمانوں پر بڑا احسان ہوا کہ اس نے ان میں انہیں میں سے ایسا ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیتیں قرآن عظیم پڑھتا ہے اور انہیں گناہوں اور برے عقائد و اخلاق سے پاک کرتا ہے اور انہیں قرآن وحکمت و سنت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ یعنی فسق و فجور قتل و غارت و کفر و شرک و بت پرستی وغیرہ میں مبتلا تھے۔

تنبیہ: آیت میں ''رسول'' سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں اور مومنین کو اس لیے خاص کیا کہ حضور کی بعثت سے انہوں نے زیادہ فائدہ اٹھایا اور ان کے نفسوں میں سے بھیجنے کے یہ معنی ہیں کہ ان کی جنس سے ان کی مثل عربی میں کلام کرنے والا آدمی بھیجا۔ کوئی فرشتہ یا جن یا کوئی عجمی آدمی نہیں بھیجا تاکہ وہ اسے اپنے مثل اپنی ہم جنس سمجھ کر اس کی طرف مائل ہوں اس سے انسیت حاصل کریں اور اس کی بات کو سمجھیں اس سے فائدہ اٹھائیں۔ کہ جنس اپنے جنس کی طرف طبعاً مائل و راغب ہوتی ہے۔ اور اس سے انسیت و الفت کرتی ہے اگر ان کا ہم جنس و زبان ان میں نہ بھیجا جاتا تو وہ اس سے وحشت کرتے اور اس کا کلام سمجھنے اس سے بات چیت کرنے میں انہیں دقت ہوتی۔ یا یہ معنی ہیں کہ انہیں ان کی نسل سے ان کے قبیلہ و خاندان سے عربی قریشی ذریۃ ابراہیم و اسماعیل سے رسول بھیجا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عرب میں کوئی قبیلہ کوئی خاندان ایسا نہ تھا جس سے حضور کو قرابت و رشتہ نہ ہوتا کہ وہ اس کو اپنا ہم قبیلہ و ہم خاندان اپنا عزیز و قریب سمجھ کر اس پر ایمان لائیں۔ اس کی مدد و اعانت کریں اور اسے اپنا فخر خاندان سمجھیں۔ یہ خدا کا احسان جس کا ذکر آیت شریفہ میں فرمایا گیا ہے اور یہ احسان اہل عرب پر کیا گیا ہے مگر تمام مسلمان اس میں داخل ہیں کہ حضور کی بعثت تمام عرب و عجم کے لیے تھی اور حضور کا اتباع سب پر واجب ہے۔ اور ایک قراءت میں ﴿اَنفسِهم﴾ آیا ہے۔ اور یہی قراءت حضرت فاطمہ

www.waseemziyai.com

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ

اور اس لیے کہ پہچان کرادے ان کی جو منافق ہوئے اور ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں

اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ

لڑو یا دشمن کو ہٹاؤ بولے اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے وہ

يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ

اس دن ظاہری ایمان کی بہ نسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب ہیں، اپنے منہ سے کہتے ہیں جو

فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ

ان کے دل میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں وہ جنھوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا

وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ

اور آپ بیٹھ رہے کہ وہ ہمارا کہنا مانتے تو نہ مارے جاتے، تم فرمادو: تو اپنی ہی

الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ

موت ٹال دو اگر سچے ہو ف۲۷ اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہے جس کے یہ معنی ہوں گے کہ تم میں نفیس تر اور شریف تر رسول بھیجا۔ حدیث میں ہے کہ اللہ نے عرب وعجم دو فرقے کیے۔ ان میں عرب کو افضل کیا اور مجھے ان میں رکھا۔ پھر عرب کے دو فرقے کیے: قریش اور غیر قریش اور ان میں قریش کو افضل کیا اور مجھے ان میں رکھا تو میں تمام اقوام وقبائل سے بہتر وافضل ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم سے اسماعیل کو اور اولاد اسماعیل سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو چھانٹ لیا اور بنی ہاشم سے مجھے برگزیدہ کیا۔

(آیت ۱۶۵ تا ۱۶۸) ۲۷۔ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ منافق مسلمانوں کو بہکانے کے لیے یہ کہتے تھے کہ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچے نبی تھے اور ان سے خدا نے مدد کا وعدہ کیا تھا تو یہ شکست کیوں ہوئی۔ اس کا جواب اگرچہ ضمنا ہو چکا ہے۔ مگر اس آیت میں مکمل دیا گیا ہے۔ اگر اس کو ان آیات کی شان نزول قرار دیا جائے تو روا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا یہ زیبا ہے کہ جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے (جیسی کہ احد میں پہنچی حالانکہ تم اس سے دونی بدر کے دن پہنچا چکے ہو کہ: ان کے اس روز ستر مارے گئے اور ستر قید ہوئے اور تمہارے احد میں صرف ستر شہید ہوئے) تو تعجب سے کہنے لگو یہ مصیبت کہاں سے آئی ہم تو مسلمان تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں موجود تھے۔ تم فرمادو ان سے اے محبوب! کہ وہ مصیبت تمہاری طرف سے آئی ہے، تمہاری ہی بلائی ہوئی ہے۔ کہ تم نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے پر اصرار کیا اور باوجود شدید ممانعت کے مرکز چھوڑ کر مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے پس یہ مصیبت نازل ہوئی، بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ اور وہ مصیبت جو تم پر آئی جس دن دونوں فوجیں ملیں اور تمہیں شکست ہوئی یعنی یوم احد وہ اللہ کے حکم سے تھی، اور اس لیے تھی کہ پہچان کرادے اللہ ایمان والوں کی اور منافقوں کی کہ کون اس میں سچا مسلمان ہے اور کون جھوٹا ہے۔ اور جب عبداللہ ابن ابی وغیرہ منافق لڑائی سے لوٹنے لگے تو ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں سے لڑو یا ہم میں رہ کر انہیں دفع کرو ہٹاؤ کہ تکثیر سواد باعث دفع ہوتی ہے۔ تو بولے اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ

www.waseemziyai.com

سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ

ہرگز انھیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شاد ہیں

بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا

اس پر جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی

بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے نہ کچھ غم۔

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ

خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی اور یہ کہ اللہ ضائع نہیں کرتا

اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ۚ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ

اجر مسلمانوں کا ف۲۸ وہ جو اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے کہ انھیں

اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾ ۚ

زخم پہنچ چکا تھا ان کے نکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لیے بڑا ثواب ہے۔

دیتے اور اس روز حاضری دیتے۔ یعنی آج ہم لڑائی کے ارادے سے نہیں آئے ہیں وہ آج بہ نسبت ایمان کے کھلے کفر سے قریب ہیں۔ کہ انہوں نے مسلمانوں کا ساتھ چھوڑا اور جھوٹا عذر کیا۔ وہ اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہے یعنی وہ زبان سے اسلام ظاہر کرتے ہیں دل میں اسلام نہیں رکھتے ہیں۔ کفر چھپائے ہوئے ہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو وہ چھپا رہے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جو مارے گئے تھے۔ اور آپ جہاد سے بیٹھ رہے اگر وہ ہمارا کہا مانتے تو نہ مارے جاتے جیسا کہ ہم نہ مارے گئے۔ تو تم فرمادو ان سے اے حبیب اگر تم قول میں سچے ہو تو اپنی موت ٹال دو۔

تنبیہ: اکثر کے نزدیک یہ مقولہ ابن ابی کا ہے اور اصم کے نزدیک ان لوگوں کا ہے جو جہاد سے بیٹھ رہے تھے۔ [سراج] اور دونوں فوجوں سے کفار و اہل اسلام مراد ہیں۔ اور آخر آیت عبداللہ ابن ابی اور اس کے گروہ کے حق میں نازل ہوئی۔ [خازن]

(آیت ۱۶۹ تا ۱۷۱) ۲۸۔ شان نزول: یہ آیت حضرت قتادہ و ربیع ابن انس و ضحاک کے نزدیک حضرت حمزہ وغیرہ شہدائے احد کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ احد کے روز جو لوگ شہید ہوئے انہیں اللہ کے یہاں ہر طرح کا آرام ملا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ جو نعمت ہمیں ملی ہے اس کی خبر ہمارے بھائیوں کو ہو جاتی تا کہ وہ جہاد میں سستی نہ کرتے۔ تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ [رواہ الحاکم امام احمد ابن جریر] مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرو۔ بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ روزی رزق پاتے ہیں۔ شاد ہیں وہ اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔ اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ان سے ابھی نہیں ملے کہ ان پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم ہے۔ یعنی وہ ان کے امن و چین سے رہنے کی خوشیاں مناتے ہیں کہ شہدا کو ان کا جو ابھی شہید نہیں ہوئے ہیں، امن و چین سے رہنا معلوم ہوتا ہے۔ اور خوشیاں مناتے ہیں وہ خدا کی نعمت اور فضل کی۔ اور یہ کہ اللہ ضائع نہیں کرتا ہے اجر مسلمانوں کا۔ سدی کہتے ہیں شہدا کو ایک پرچہ دیا جاتا ہے جس میں شہید: د

www.waseemziyai.com

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ

وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لیے جتھا جوڑا تو ان سے ڈرو

فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا

تو ان کا ایمان اور زائد ہوا اور بولے اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز تو پلٹے

بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ

اللہ کے احسان اور فضل سے کہ انہیں کوئی برائی نہ پہنچی اور اللہ کی خوشی پر

اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ

چلے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ وہ تو شیطان ہی ہے کہ اپنے دوستوں سے

اَوْلِيَاۗءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَا

دھمکاتا ہے تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو ف۲۹ اور اے محبوب!

کران سے ملنے والوں کا نام اور دن لکھا ہوتا ہے۔ پس وہ اسے پڑھ کر ایسے خوش ہوتے ہیں۔ جیسے کسی کو غائب کے آنے کی خوشی ہوتی ہے۔ [جامع البیان]

تنبیہ: آیت میں خطاب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے ہے یا تمام مومنین سے ہے۔ اور ﴿یرزقون﴾ سے شہدا کا حال بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ اللہ کے پاس زندوں کی طرح کھاتے پیتے عیش وآرام میں خوش وخرم رہتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: کہ تمہارے بھائی جو احد میں شہید ہوئے ان کی روحوں کو اللہ تعالیٰ نے سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھا ہے۔ وہ جنت کی نہروں میں گھومتے ہیں اور جنت کے میوے کھاتے ہیں اور سونے کی قندیلوں میں جو عرش کے سایہ میں معلق ہیں رہتے ہیں۔ [مدارک] معالم میں ہے کہ شہدا زندوں کی طرح کھاتے پیتے ہیں اور اللہ کے لیے عرش کے نیچے رکوع وسجود کرتے ہیں اور وہ قبر میں گلتے سڑتے نہیں ہیں اور نہ زمین انہیں کھاتی ہے۔ اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ باقی حالات شہدا کے سورۂ بقرہ میں تحت آیت کریمہ ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ﴾ [البقرۃ:۱۵۴] گزرے۔ خازن میں ہے اس حدیث میں دلیل ہے کہ جنت پیدا ہو چکی ہے اور روحیں فنا نہیں ہوتی ہیں باقی رہتی ہیں، یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: کہ حدیث امام احمد "نسمة المومن طائر" الحدیث۔ میں ہر مومن کے لیے بشارت ہے کہ اس کی روح بشکل طائر جنت میں رہتی ہے سیر کرتی پھرتی ہے اور اس کے پھل کھاتی ہے۔ اور اللہ کی نعمتوں اور اس کی کرامتوں کو دیکھتی ہے اور اس سے مستفیض ہوتی ہے۔ فرق یہ کہ ارواح شہدا سبز پرندوں کے پوٹوں میں ستاروں کی طرح ہوتی ہیں اور قندیلوں میں زیر عرش رہتی ہیں۔ اور عام مومنین کی روحیں بشکل پرند جنت میں پھرتی ہیں۔ میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ میرا بھی ایمان پر خاتمہ کرے۔

(آیت ۱۷۲ تا ۱۷۵) ۲۹:۔ شان نزول: جب مسلمان جنگ احد سے لوٹ کر مدینہ آئے اور کفار مکہ کو گئے تو اتوار کی صبح کو کسی نے مسلمانوں کو خبر دی کہ ابوسفیان مقام روحا میں اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ تم نے بڑی غلطی کی کہ جو چند مسلمان باقی رہ گئے تھے انہیں زندہ جانے دیا اگر انہیں بھی مار دیتے تو قصہ ختم ہو جاتا۔ چلو پھر لوٹ کر انہیں بھی مار لیں۔ یہ سن کر حضور نے منادی کرادی کہ کل جو لوگ میرے ساتھ تھے وہ لڑائی کے لیے پھر تیار ہو جائیں۔ یہ سن کر کے جاں نثاران حضور باوجود زخموں سے چور ہونے کے لڑائی کے لیے

www.waseemziyai.com

يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ

تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر پر دوڑتے ہیں وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے،

شَيْـًٔا ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ

اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لیے

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ

بڑا عذاب ہے۔ وہ جنھوں نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا

يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ

اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ف۳۰ اور ہرگز کافر اس گمان میں

ہوئے اور جس حال میں تھے اسی حال میں حضور کے ساتھ چل کھڑے ہوئے۔ بعض کو بعض اٹھا کر لے چلے جب حمراء الاسد میں جو مدینہ سے آٹھ میل ہے پہنچے تو وہاں معبد خزاعی ملا اس نے جا کر ابوسفیان سے کہا کہ مسلمان تمہارے پیچھے جماعت کثیر لے کر آرہے ہیں، یہ سن کر وہ گھبرایا اور خوف زدہ ہو کر مع اپنے ساتھیوں کے مکہ کو چلا گیا اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بعض نے اس کا نزول بدر صغریٰ کے متعلق لکھا ہے۔ [سراج وغیرہ] ابن کثیر نے اس آیت کی شان نزول میں متعدد روایات ذکر کی ہیں۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے باوجودیکہ وہ جنگ احد میں زخم کھا کر خستہ حال ہو چکے تھے ان کے نیکوں اور پرہیزگاروں کے لیے آخرت میں بڑا ثواب ہے کہ انہوں نے رسول کی فرمانبرداری کی وہ ستر آدمی تھے۔ نعیم بن مسعود اشجعی نے آکر کہا ابی سفیان اور اس کے اصحاب نے تمہارے مٹانے کے لیے جتھا جوڑا ہے لشکر جمع کیا ہے تو تم ان سے ڈرو۔ اور یہ کہنے کے لیے ابوسفیان نے نعیم کو لالچ دے کر حضور کے پاس بھیجا تھا تاکہ مسلمان خوفزدہ ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو مسلمانوں کا ایمان اس کے اس قول سے اور زائد ہوا۔ اور وہ بولے کہ اللہ ہم کو بس کافی ہے وہ کیا اچھا کارساز ہے۔ اور وہ حضور کے ساتھ گئے اور ابوسفیان کے دل میں اللہ نے رعب ڈالا تو وہ مکہ کو چلا گیا مدینہ نہ آیا۔ پس پلٹے وہ یعنی مسلمان اللہ کے احسان اور فضل سے کہ انہیں کوئی برائی نہ پہنچی۔ یعنی لڑائی نہ کرنی پڑی قتل و زخمی نہ ہوئے۔ اور اللہ کی خوشی پر چلے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ وہ یعنی نعیم ابن مسعود شیطان سے ہے کہ اپنے دوستوں سے مسلمانوں کو دھمکاتا ہے تاکہ وہ ڈر کر جہاد سے باز رہیں۔ تو تم اے مسلمانو! ان سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو کہ مقتضائے ایمان یہی ہے۔

تنبیہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا تو یہی کلمہ ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ [ال عمران: ۱۷۳] انہوں نے پڑھا تھا۔ اور یہی حضور نے نعیم سے "ان الناس" من کر پڑھا۔

فائدہ: یہ کلمہ ہر حاجت کے لیے بعد نماز صبح پانچ سو بار پڑھا جائے تو انشاء اللہ حاجت بر آئے۔ وہ مشائخ قادریہ کے معمولات سے ہے۔ حدیث میں ہے کہ تمہیں مہم پیش آئے۔ اور ایک روایت میں ہے جب تم پر کوئی امر غلبہ کرے تو ﴿حسبنا الله ونعم الوكيل﴾ کہو۔ [احمد و ابن ماجہ وغیرہ] طبرانی کی روایت میں ہے کہ جب کسی چیز کا خوف ہو تو یہ کلمہ کہے اللہ اس کو اس کے خوف سے بچائے گا۔ ابونعیم کی روایت میں ہے کہ یہ کلمہ ہر خائف کے لیے امان ہے۔

(توضیح ۳۰) (آیت ۱۷۶/۱۷۷) شان نزول:۔ یہ آیت بعض کے نزدیک کفار مکہ اور منافقوں کے حق میں نازل ہوئی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جو مرتد ہو گئے تھے ان کے ارتداد سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غم لاحق ہوا تھا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ اے محبوب! تم ان لوگوں کا غم نہ کرو جو کفر پر دوڑتے ہیں۔ وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے اپنا ہی نقصان کریں گے اور اللہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ رکھنا

www.waseemziyai.com

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ

نہ رہیں کہ وہ جو ہم انھیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لیے بھلا ہے ہم تو اسی لیے انھیں ڈھیل دیتے ہیں

لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ

کہ اور گناہ میں بڑھیں اور ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ اللہ مسلمانوں کو اسی حال پر

الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰي مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ

چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَي الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ

اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمھیں غیب کا علم دے دے، ہاں اللہ چن لیتا ہے

رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا

اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ

وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ

اور پرہیزگاری کرو تو تمہارے لیے بڑا ثواب ہے۔ ف۳۱ اور جو بخل کرتے ہیں

نہیں چاہتا ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

تنبیہ: پہلی آیت سے مرتد مراد ہیں اور دوسری آیت سے کافر مراد ہیں۔ [مدارک]

(توضیح ۳۱) (آیت ۱۷۸/۱۷۹) شان نزول: مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت مشرکین مکہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اور عطا کہتے ہیں کہ بنو قریظہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ [سراج و معالم] مطلب یہ کہ کافر ہرگز اس گمان میں نہ رہیں کہ ہمارا انہیں ڈھیل دینا ان کے لیے بھلا ہے ہم تو انہیں اس لیے ڈھیل دیتے ہیں کہ وہ گناہ میں پڑیں۔ یعنی زیادہ گناہ کریں۔ اور ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے آخرت میں۔ اے منافقو اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں ہے جس پر تم ہو۔ جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے یعنی اللہ مخلص مسلمانوں کو منافقوں میں ملا ہوا نہیں چھوڑے گا بلکہ منافقوں کو مسلمانوں سے الگ کر کے دکھائے گا اور ان کے نفاق کی رسول کو خبر دے گا۔ سراج و معالم میں اس آیت کی شان نزول بروایت کلبی یہ لکھی ہے کہ قریش نے کہا اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تم یہ گمان کرتے ہو کہ جو ہمارے دین پر ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا اور اللہ اس پر غضب فرمائے گا۔ اور جو تمہارا دین اختیار کرے گا اللہ اس سے راضی ہوگا اور وہ جنت میں جائے گا تو ہمیں خبر دو کہ کون تم پر ایمان لائے گا اور کون نہ لائے گا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور سدی کہتے ہیں: کہ حضور نے فرمایا: میری امت اپنی صورتوں میں مجھ پر پیش کی گئی۔ اور مجھے بتایا گیا جو ان میں سے مجھ پر ایمان لائے گا اور جو نہ لائے گا۔ جب یہ خبر منافقوں کو پہنچی تو وہ استہزاءً بولے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گمان کرتے ہیں کہ وہ انہیں جانتے ہیں جو ان پر ایمان لائیں گے اور جو نہ لائیں گے اور وہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ہیں۔ حالانکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہمیں نہیں جانتے ہیں۔ پس اس کی خبر حضور کو ہوئی تو آپ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر بعد حمد و ثنائے الٰہی فرمایا: اس قوم کو کیا ہوا ہے کہ میرے علم میں طعن کرتے ہیں۔ نہیں پوچھو گے تم مجھ سے کسی شئی کو جو تمہارے اور قیامت کے درمیان ہونے والی ہے مگر میں اسے بتاؤں گا۔ پس عبداللہ ابن حذیفہ نے کہا: کون انکار کرتا ہے۔

www.waseemziyai.com

بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ

اس چیز میں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے

لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ

عنقریب وہ جس میں بخل کیا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا اور اللہ ہی وارث ہے

ع ۱۸ ع ۹ وقف لازم

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ لَقَدْ سَمِعَ

آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ ف۳۲ بے شک

اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ

اللہ نے سنا جنھوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی

سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ

اب ہم لکھ رکھیں گے ان کا کہا اور انبیا کو ان کا ناحق شہید کرنا اور فرمائیں گے

فرمایا: حذافہ۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: کہ یا رسول اللہ! ہم اللہ کے رب اور اسلام کے دین اور قرآن کے امام اور آپ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ پس حضور ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ [المائدۃ:۹۱] کہہ کر منبر سے اتر آئے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا اور اس کی یہ شان نہیں ہے کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔ یعنی اللہ عام لوگوں کو علم غیب نہیں دیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے علم غیب عطا فرماتا ہے۔ تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اگر ایمان لاؤ گے اور پرہیز گاری کرو گے تو تمہارے لیے بڑا ثواب ہے۔

تنبیہ: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ﴾ [آل عمران:۱۷۹] میں فرقہ باطنیہ کا رد ہے کہ وہ اپنے امام کے لیے بغیر رسالت کے علم غیب مانتے ہیں۔ اور فرقہ وہابیہ کا بھی رد ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں۔ علمائے اہل سنت کے ان کے رد میں متعدد رسائل و تحریرات ہیں جن میں ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو علم غیب عطا فرمایا۔ اور خصوصا اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم عطا فرمایا۔ من جملہ ان کے حضرت مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چھوٹے بڑے کئی رسالے ہیں۔ سب سے بڑا رسالہ ''الدولۃ المکیہ'' ہے جو مکہ معظمہ میں تصنیف فرما کر اس پر علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات کرائیں۔

(آیت ۱۸۰) ۳۲۔ یہ آیت زکاۃ نہ دینے والوں کے حق میں نازل ہوئی۔ [جامع البیان] مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خدا کے دیے ہوئے مال میں بخل کرتے ہیں اس کی زکاۃ نہیں دیتے ہیں وہ اسے ہرگز اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں۔ بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے۔ کہ عنقریب وہ مال قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے جو تحت آیہ ''ما کنزتم'' ذکر کی گئی ہیں۔ اور اللہ ہی وارث ہے آسمان و زمین کا اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب اسی کا ہے۔ پھر تم کیوں اسے راہ خدا میں دینے سے بخل کرتے ہو اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے پس وہ اس کی تمہیں جزا دے گا۔

تنبیہ: مال محبوب ہونے کی وجہ سے حقوق واجبہ میں سے خدا کے دیے ہوئے مال کو خرچ نہ کرنا بخل ہے۔ اس میں اپنے نفس یا اپنے اہل و عیال والدین کے نفقہ میں کمی کرنا بھی داخل ہے۔ بعض مفسرین نے اسے مخصوص بزکات کیا ہے یعنی زکاۃ دینے میں بخل و کنجوسی کرنا۔ بخل کی مذمت بہت سی احادیث میں آئی ہیں۔

www.waseemziyai.com

ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ

کہ چکھو آگ کا عذاب۔ یہ بدلا ہے اس کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور

اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ ۚ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ

اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ ۱۲ وہ جو کہتے ہیں اللہ نے ہم سے قرار کر لیا ہے

اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ

کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک ایسی قربانی کا حکم نہ لائے جسے آگ کھائے

قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ

تم فرمادو مجھ سے پہلے بہت رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور یہ حکم لے کر آئے جو تم کہتے ہو

فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ

پھر تم نے انہیں کیوں شہید کیا اگر سچے ہو تو اے محبوب! اگر وہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو

كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ

تم سے اگلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں اور صحیفے اور چمکتی کتاب

(آیت ۱۸۱/۱۸۲) ۳۳۔شان نزول: سعید ابن جبیر حضرت ابن عباس سے راوی کہ جب آیۃ ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ [البقرۃ:۲۴۵] نازل ہوئی تو یہودی بولے کہ اللہ فقیر ہے کہ ہم سے قرض مانگتا ہے اور ہم غنی ہیں۔ حسن ومجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور محمد ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک بار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہود کے مدرسہ میں گئے۔ وہاں بہت سے یہودی اپنے ایک بڑے عالم فخاص کے پاس جمع تھے۔ صدیق اکبر نے فخاص سے کہا کہ تو خدا کا خوف کر اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لا۔ وہ سچے رسول ہیں توریت میں لکھے ہوئے ہیں۔ فخاص بولا واللہ ہم اللہ کے محتاج نہیں ہیں اور وہ ہمارا محتاج ہے۔ اگر وہ غنی ہوتا تو ہم سے قرض نہیں مانگتا۔ اور وہ ہمیں سود کھانے کو منع کرتا ہے اور خود ہم سے قرض مانگتا ہے۔ اس پر کئی سو گنا سود دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر کو غصہ آیا اور اس کے ایک تھپڑ مارا اور اس سے کہا کہ خدا کی قسم اگر ہمارے اور تمہارے درمیان عہد نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔ فخاص نے حضور سے آکر شکایت کی حضور نے صدیق اکبر سے جواب طلب کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: کہ اس نے خدا کی شان میں بہت سخت لفظ کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ مجھے اس واسطے غصہ آیا اور میں نے اسے مارا۔ فخاص نے اس کہنے سے انکار کیا۔ پس صدیق اکبر کی تصدیق اور فخاص کی تکذیب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [رواہ ابن ابی حاتم۔ سراج ومعالم] مطلب یہ ہے کہ بے شک اللہ نے ان لوگوں کا کہا سنا۔ جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی ہیں۔ اور اب ہم ان کے اعمال نامہ میں ان کا یہ کہا اور انبیاء کا ناحق شہید کرنا لکھ رکھیں گے یعنی ان کا یہ قول اور ان کے باپ دادا کا فعل جس پر وہ راضی ہیں۔ پس جزا دیں گے ہم ان کے قول وفعل کی اور بواسطہ ملائکہ ہم ان سے فرمائیں گے کہ چکھو آگ کا عذاب اس کے بدلہ میں جو تم نے کیا ہے اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے۔

تنبیہ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ﴾ [اٰل عمران:۱۸۱] نہایت سخت کلمہ ہے جو یہود نے خدا کی شان میں کہا کیونکہ یہ کھلا کفر

www.waseemziyai.com

الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ

لے کر آئے تھے۔ ف۳۴ ہر جان کو موت چکھنی ہے اور تمہارے بدلے تو

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ

قیامت ہی کو پورے ملیں گے تو جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ

اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے اور بے شک ضرور تمہاری آزمائش ہوگی تمہارے مال

وَاَنْفُسِكُمْ ۟ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ

اور تمہاری جانوں میں اور بے شک ضرور تم اگلے کتاب والوں اور

الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ

مشرکوں سے بہت کچھ برا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو

ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔ ف۳۵ اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں

ہے اور اللہ و رسول کے ساتھ استہزا ہے، اس لیے اس کو قتل انبیا کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کے لکھنے کو فرمایا ہے، گویا یہ کلمہ قتل انبیاء کے برابر ہے۔

(آیت ۱۸۳/۱۸۴) ۳۴۔ شان نزول: جب حضور نے یہود سے ایمان لانے کو کہا: تو کعب ابن اشرف اور حیی ابن اخطب وغیرہ یہود نے کہا: آپ اپنے کو رسول گمان کرتے اور ہم سے ایمان لانے کو کہتے ہیں، اور ہمیں تورات میں یہ حکم کیا گیا ہے کہ ہم جب تک نبی سے قبول نذر کا معجزہ نہ دیکھ لیں اس پر ایمان نہ لائیں، اگر تم یہ معجزہ دکھاؤ تو ہم ایمان لائیں، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [معالم] سدی کہتے ہیں: کہ توارت میں رسول پر ایمان لانے کی یہ شرط ضرور تھی مگر اس کے ساتھ یہ بھی تھا کہ حضرت مسیح اور محمد علیہما السلام پر بغیر قربان ایمان لانا۔ کہ وہ بغیر قربان کے آئیں گے [سراج] قربان کا معجزہ اسے کہا جاتا تھا کہ بعض انبیاے بنی اسرائیل اللہ کے نام کی کوئی شئی نکال کر جنگل یا پہاڑ پر رکھ دیتے تھے اور دعا کرتے تھے۔ تو آسمان سے ایک آگ آکر اسے جلا دیتی تھی۔ یہ اس کی قبولیت کی علامت ہوتی تھی۔ چونکہ حضور یہ معجزہ لے کر نہ آئے تھے۔ اس لیے یہود نے اسے اپنے ایمان لانے کا بہانہ اور عذر ٹھرایا۔ اللہ تعالی نے ان کے اس عذر کا اس آیت میں جواب دیا۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ تم سے کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم سے اقرار کر لیا ہے۔ کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں۔ جب تک وہ ایسی قربانی کا حکم نہ لائیں جسے آگ کھائے یعنی جلائے۔ تم ان سے اے [illegible] دو کہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور یہ حکم لے کر آئے جو تم مجھ سے طلب کرتے ہو۔ اگر تم اپنے اس قول میں سچے تھے تو ان انبیاء پر ایمان کیوں نہ لائے جنھوں نے یہ معجزہ دکھایا اور انہیں کیوں قتل کیا۔ تو معلوم ہوا کہ تم اپنے قول میں جھوٹے ہو۔ ایمان کا لانا اسی معجزہ پر موقوف نہیں ہے۔ حضور کو تسلی دینے کے لیے فرمایا گیا ہے کہ اے محبوب اگر وہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو تم غم نہ کرو کہ تم سے اگلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں اور صحیفے اور کتاب لے کر آئے تھے۔

(آیت ۱۸۵ تا ۱۸۶) ۳۵۔ شان نزول: جب یہ آیت ﴿قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ﴾ [السجدۃ:۱۱] نازل ہوئی تو لوگوں نے

www.waseemziyai.com

الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ

کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا تو انھوں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا

وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا

اور اس کے بدلے ذلیل دام حاصل کیے تو کتنی بری خریداری ہے

تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا

اور ہرگز نہ سمجھنا انھیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کیے

بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ

ان کی تعریف ہو ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا اور ان کے لیے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى

دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور اللہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ ع ۱۹ ۱۰

ہر چیز پر قادر ہے۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور

الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ ۙ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ

رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے جو اللہ کی یاد

حضور سے کہا کہ یہ بنی آدم کے لیے ہے اس میں جن اور وحوش اور طیور کا ذکر کہاں ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [خازن] نیز اس میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو تسلی و تشفی اور صبر کی تلقین کی گئی ہے۔ کہ تمہارے تکذیب کرنے والے ہمیشہ زندہ ہی نہیں بیٹھے رہیں گے۔ ایک نہ ایک دن مریں گے اور اپنے اعمال کی جزا پائیں گے اور تمہیں صبر کا پھل ملے گا۔ مطلب یہ ہے کہ ہر جان کو موت چکھنی ہے اور تمہارے بدلے قیامت ہی کو ملیں گے۔ جو شخص آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا اور دنیا کی زندگی بے کار کا مال ہے اس سے ذرا دیر نفع اٹھایا جاتا ہے پھر وہ فنا ہو جاتا ہے، بے شک ضرور تمہاری آزمائش ہوگی تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں میں۔ بے شک ضرور تم اگلی کتاب والوں یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے بہت کچھ برا سنو گے اور اگر تم اس پر صبر کرو گے اور بچتے رہو گے تو بڑی ہمت کا کام ہے۔

تنبیہ: اخیر آیت کی شان نزول بخاری میں یوں بیان کی ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعد بن عبادہ کی عیادت کو گئے اور ابن اُبی کے جلسہ پر ہو کر گزرے جس میں ہر مذہب کے لوگ جمع تھے آپ نے وہاں ٹھہر کر انہیں اسلام کی دعوت دی تو ابن اُبی نے کچھ ایسے کلمات کہے جو مسلمانوں کو ناگوار گزرے۔ حضرت رواحہ نے اس کا جواب دیا۔ لوٹ پھیر میں بات بڑھی، گالی گلوچ ہونے لگی اور ہاتھا پائی کی نوبت پہنچی تو حضور نے سب کو ٹھنڈا کیا اور خود اٹھ کر سعد بن عبادہ کے گھر چلے گئے اور ان سے ابن ابی کی شکایت کی۔ سعد نے عرض کیا کہ اسے تو لوگ یہاں اپنا بادشاہ بنانے والے تھے مگر حضور کی تشریف آوری کی وجہ سے ایسا نہ ہوا اس کی اسے جلن ہے۔ حضور اسے معاف فرمائیں۔ پس حضور نے معاف فرمایا۔ اسی کی طرف آیت میں "تسمعن" سے اشارہ فرمایا گیا۔ زہری کہتے ہیں کہ اخیر آیت کعب

www.waseemziyai.com

اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ

کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں

وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ

غور کرتے ہیں اے رب ہمارے! تو نے یہ بیکار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب

النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا

سے بچالے۔ اے رب ہمارے! بے شک جسے تو دوزخ میں لے جائے اسے ضرور تو نے رسوائی دی اور

لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ

ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں۔ اے رب ہمارے! ہم نے ایک منادی کو سنا

لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۣ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا

کہ ایمان کے لیے ندا فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے، اے رب ہمارے! تو ہمارے گناہ بخش دے

وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا

اور ہماری برائیاں محو فرمادے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر اے رب ہمارے! اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے

عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر بے شک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ

تو ان کی دعا سن لی ان کے رب نے کہ میں تم میں کام والے کی محنت اکارت نہیں کرتا

ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ

مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو تو وہ جنھوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے

دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ

نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے، میں ضرور ان کے سب گناہ

ابن اشرف وغیرہ کے حق میں اتری کہ وہ حضور کی ہجو کیا کرتے تھے اور مسلمانوں کو گالیاں دیتے تھے اور برا کہتے اور ان عورات کو اشعار میں برے الفاظ سے یاد کرتے اور مشرکوں کو ان کے قتل پر ابھارتے تھے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اور انہیں صبر کرنے کی تلقین کی گئی۔ واحدی کہتے ہیں کہ یہ حکم قبل نزول آیۃ سیف تھا بعد کو منسوخ ہوا۔ اور قفال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ وہ منسوخ نہیں ہے قصہ احد کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اس میں جو ایذا ئے کفار پر صبر کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے وہ منافی جہاد نہیں ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس میں مجاہدہ کفار پر صبر کرنے کو کہا گیا ہے۔ ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾ [الاحقاف: ۳۵] [سراج]

www.waseemziyai.com

سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا

اتار دوں گا اور ضرور انھیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں اللہ کے پاس کا ثواب

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ

اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔ ف۳۶ اے سننے والے! کافروں کا شہروں میں اہلے گہلے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۚ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ

پھرنا ہرگز تجھے دھوکا نہ دے تھوڑا برتنا ہے پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ

اور کیا ہی برا بچھونا۔ لیکن وہ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے جنتیں ہیں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا

جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ان میں رہیں اللہ کی طرف کی مہمانی اور جو

(آیت ۱۸۷ تا ۱۹۵) ۳۶۔ شان نزول:۔ یہ آیت ﴿وَمَا يَشْتَرُوْنَ﴾ تک یہود کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ اپنے آپ کو اہل کتاب اور اطاعت شعار کہتے تھے مگر حضور پر ایمان نہ لاتے تھے اور حضور کے اوصاف اور احکام طیبہ چھپاتے تھے۔ اور ﴿لَا تحسبن﴾ سے ﴿عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ تک منافقوں کے حق میں نازل ہوئی جو جہاد میں جاتے وقت ادھر ادھر چلے جاتے تھے اور اس پر خوش ہوتے تھے اور جب حضور جہاد سے واپس آتے تو آکر معذرت کرتے اور نہ شامل ہونے کی وجہ ظاہر کرتے تاکہ ان کو نہ جانے پر ملامت نہ کی جائے۔ بلکہ تعریف کی جائے۔ اور بھی اس کی شان نزول ہیں۔ [رواہ البخاری سراج وغیرہ] مطلب یہ ہے کہ اور یاد کرو جب کہ اللہ نے اہل کتاب سے توراۃ میں عہد لیا کہ تم اس میں جو ہے اسے ضرور لوگوں سے بیان کر دینا اسے نہ چھپانا۔ تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا۔ یعنی اس پر عمل نہ کیا اور اس کے بدلے ذلیل وحقیر دام اپنے سفلوں سے لئے اور اسے ان سے چھپایا کہ نفع فوت نہ ہو۔ تو یہ کتنی بری خریداری ہے۔ اور جو لوگ اپنے کیے پر خوش ہوتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ بغیر کیے ان کی تعریف ہو انہیں تم ہرگز عذاب سے دور نہ سمجھنا۔ ایسوں کو عذاب الٰہی سے دور نہ جاننا (یہ پہلے جملہ کی تاکید ہے) اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے۔ اور اللہ ہی کے لیے ہے زمین وآسمان کی بادشاہی۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تنبیہ: پہلی آیت دلیل ہے اس پر کہ علماء پر حق بات کو بیان کرنا اور جس بات کا انہیں علم ہوا سے بے علموں کو بتانا واجب ہے۔ اور اسے اپنے نفع یا دفع اذیت یا بخل بالعلم یا کسی اور غرض فاسد کے لیے چھپانا گناہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس نے علم کو اس کے اہل سے چھپایا اللہ اس کے منہ میں آگ کی لگام دے گا۔ اور دوسری آیت میں وعید ہے بے جا بات پر خوش ہونے والے اور لوگوں سے اس پر تعریف چاہنے والوں کے لیے۔ [مدارک] حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اللہ نے یہ اہل علم سے عہد لیا ہے۔ پس جو کوئی کسی چیز کا علم رکھتا ہو وہ دوسرے کو بتائے اور چھپانے سے بچے کہ وہ مہلکہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر اللہ نے اہل کتاب سے عہد نہ لیا ہوتا تو میں کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اس قدر مواخذہ جاہلوں سے نہیں کیا ہے جس قدر عالموں سے کیا ہے۔ [سراج وغیرہ]

شان نزول:۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب اہل مکہ نے حضور سے معجزہ طلب کیا۔ تو یہ آیت

www.waseemziyai.com

عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ

اللہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے لیے سب سے بھلا ف۳۷ اور بے شک کچھ کتابی ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان

بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا

لاتے ہیں اور اس پر جو تمہاری طرف اترا اور جو ان کی طرف اترا ان کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے

يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ

اللہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل دام نہیں لیتے یہ وہ ہیں جن کا ثواب

نازل ہوئی۔[خازن] اور فرمایا گیا کہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے اور رات و دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں اور معجزات کافی ہیں۔ جو لوگ ان میں فکر و غور کرتے ہیں وہی اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اسے ہر بات پر قادر سمجھتے ہیں اور اللہ و رسول پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے لیے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں۔ اللہ بھی ان کی دعا قبول کرتا اور مغفرت فرماتا ہے۔

تنبیہ: حضرت ابن عباس نے ﴿یذکرون اللہ﴾ کی تفسیر "یصلون بحسب الطاقة" فرمائی ہے۔ یعنی وہ کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، لیٹ کر جس طرح نماز پڑھنے پر قادر ہوتے ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ نماز کھڑے ہو کر پڑھ۔ پس اگر کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ اور جو بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکے تو پہلو پر یعنی چت لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھ۔ یہی تفسیر اس کی حضرت علی و ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ مگر باقی مفسرین نے اس سے اللہ کا ذکر ہر حال میں مراد لیا ہے کہ آدمی ان تین حالتوں سے خالی نہیں ہوتا ہے جیسا کہ سورہ نساء میں فرمایا گیا ہے: ﴿فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِكُمْ﴾[النساء:۱۰۳][معالم] اور عقل مند لوگ زمین و آسمان کی پیدائش میں غور و فکر کر کے خدا کے وجود اور اس کی کمال صنعت کا یقین کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ بے کار اور بے فائدہ نہیں بنا ہے، حدیث میں ہے کہ خرابی ہو اسے جس نے یہ آیت پڑھی اور اس میں فکر و غور نہ کیا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ تفکر سے زیادہ کوئی عبادت نہیں ہے۔[مدارک] مگر یہ تفکر اور غور و خوض خدا کی ذات میں نہ ہونا چاہیے بلکہ اس کی مخلوق اور بنائی ہوئی چیزوں اور نعمتوں میں ہونا چاہیے جیسا کہ بخاری کی حدیث میں آیا ہے۔ اور "منادی" سے حضرت ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم مراد ہیں کہ حضور کی شان میں داعیا الی اللہ فرمایا گیا ہے۔ اور قرطبی کے نزدیک قرآن عظیم مراد ہے کہ وہ رشد و ہدایت کرتا ہے۔ اور اچھوں سے انبیاء و صالحین مراد ہیں۔ اور یہ آیت ﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ﴾ الخ[آل عمران:۱۹۵] اس وقت نازل ہوئی جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں مردوں کی ہجرت کا تو ذکر کیا ہے۔ عورتوں کی ہجرت کا ذکر کہیں نہیں کیا ہے۔[رواہ الترمذی، سراج وغیرہ] اور سعید ابن منصور سے مروی ہے کہ مہاجرات میں سب سے پہلے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہجرت کی تھی۔

(آیت ۱۹۶ تا ۱۹۸) ۳۷۔ شان نزول: جب بعض مسلمانوں نے کفار کی مرفہ الحالی اور فارغ البالی اور اپنے افلاس اور تنگ دستی کا شکوہ حضور سے کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کو کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے دیکھا جس کے نشان جسم مبارک پر بن گئے تھے۔ پس آپ روئے اور عرض کی یا رسول اللہ! قیصر و کسریٰ عیش و عشرت میں بسر کریں اور حضور رسول خدا ہو کر اس عسرت سے گزر کریں۔ پس حضور نے یہ سن کر فرمایا: اے عمر! کیا تمہیں یہ خوش نہیں ہے کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو۔[سراج و معالم، رواہ البخاری] مطلب یہ ہے کہ کافروں کا شہروں میں آزادانہ خوش و خرم پھرنا تجھے دھوکہ نہ دے کہ وہ تھوڑا برتنا ہے۔ یعنی وہ اسے تھوڑی دیر برتیں گے نفع اٹھائیں گے پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ کیا ہی برا بچھونا ہے۔ لیکن جو لوگ اپنے رب سے

www.waseemziyai.com

عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ ف۳۸ اے ایمان والو! صبر کرو

اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع ۲۰ ۱۱ ۱۱

اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو۔ ف۳۹

ڈرتے ہیں ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اللہ کی طرف کی مہمانی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ ان کے لیے سب سے بھلا ہے۔

۳۸۔ شان نزول: حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جس روز نجاشی شاہ حبش نے وفات پائی ان کے وفات پانے کی خبر جبرئیل نے آکر حضور کو سنائی۔ تو حضور نے صحابہ سے فرمایا: اپنے بھائی نجاشی کی نماز پڑھنے کے لیے نکلو کہ وہ زمین غیر میں مرا ہے۔ پس سب میدان بقیع میں جمع ہوئے اور اس وقت حضور کے لیے حبشہ تک زمین کھولدی گئی تھی کہ حضور نے ان کا جنازہ دیکھا اور ان پر نماز پڑھی اور چار تکبیریں کہیں اور ان کی بخشش کی دعا کی۔ اس پر منافق بولے: دیکھو ایک حبشی نصرانی کے لیے نماز پڑھی جس کو نہ کبھی دیکھا اور نہ وہ ان کے دین میں تھا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ [معالم] مطلب یہ ہے کہ بے شک کچھ کتابی ایسے ہیں جو اللہ اور قرآن اور توراۃ وانجیل پر ایمان لائے ہیں۔ ان کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ وہ اللہ کی آیتوں کے بدلے دام نہیں لیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

تنبیہ: روایتِ شان نزول کو جنازہ غائب پر نماز پڑھنے کی دلیل نہ ٹھہرایا جائے اور اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ غائب جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے۔ کہ نجاشی کا جنازہ غائب نہ تھا بلکہ حاضر اور سامنے موجود تھا کہ حضور کے لیے حبشہ تک کی زمین کھول دی گئی تھی حضور نے ان کا جنازہ دیکھا اور اس پر نماز پڑھی۔ جس کی تصریح خود روایت شان نزول میں موجود ہے جو صحاح ستہ کی ہے۔ اور یہی سب صحابہ کے گمان میں تھا کہ جنازۂ نجاشی سامنے ہے۔ جیسا کہ ابن حبان اور ابو عوانہ کی صحیح میں روایت کیا گیا ہے۔ تو یہ مخصوص بحضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بہ نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوا نہ ہر غائب کے لیے۔ مدینہ منورہ سے باہر جہاد میں بڑے بڑے صحابہ شہید ہوئے اور ان کی شہادت کی خبریں آئیں مگر کبھی کسی کے جنازہ کی نماز حضور یا خلفاے حضور نے نہیں پڑھی سوائے نجاشی کے۔ دوسرے یہ کہ نجاشی کے جنازہ کی نماز پڑھنے سے ان کے اسلام کو ظاہر کرنا تھا کہ منافقوں کے خیال میں وہ نصرانی تھے۔ اسی بنا پر انہوں نے اعتراض کیا تھا۔ حضور نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھ کر ان کا مسلمان ہونا ظاہر فرمایا جس کی طرف آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ حضرت مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلہ کی تحقیق "الھادی الحاجب" میں فرمائی ہے جس کا حاصل یہی ہے۔

(آیت ۲۰۰) ۳۹۔ اس آیت میں چار باتوں کا حکم فرمایا گیا ہے جو تمام اسلامی ہدایات کا نچوڑ ہے اور قرآن کے جملہ نصائح کا خلاصہ ہے۔ اول یہ کہ اے مسلمانو! تم صبر کرو، دنیا کی ہر مصیبت و بلا، دکھ درد، رنج و غم، بیماری و تنگ دستی، بھوک و پیاس، قحط و وبا، اولاد کی موت، جان و مال کے نقصان، دشمنوں کے خوف، ایذا رسانی، دشنام دہی پر حکام کی زیادتی، اور ناانصافی اور ظلم و جور پر طاعت و عبادت کی مشقتوں، جہاد کی تکلیفوں، خواہشات نفسانی روکنے کی دشواریوں پر۔ دوسرے یہ کہ جہاد کی سختیوں پر صبر کرنے میں دشمنوں سے آگے رہو۔ یا دوسروں کو صبر کی تلقین کرو۔ تیسرے یہ کہ اسلامی ملک کی سرحدوں کی نگہبانی کرو، ان پر فوج رکھو، رات کو چوکی و پہرہ دو تا کہ بدشمن تمہیں ہوشیار دیکھ کر خوف کریں اور اسلامی سرحدوں میں گھسنے کا قصد نہ کریں۔ حدیث میں ہے جس نے نگہبانی کی اللہ کی راہ میں ایک رات و دن تو وہ ایک ماہ کی نماز و روزہ اور رات کی نماز کے برابر ہے ثواب میں۔ [رواہ الترمذی] امام بخاری کی روایت میں ہے کہ وہ دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہے۔ ترمذی وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ مرابط فی سبیل اللہ اگر مر جائے گا تو اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہے گا اور وہ قبر کے فتنہ سے

www.waseemziyai.com

www.waseemziyai.com

بے خوف رہے گا۔امام احمد کی حدیث میں ''وأمن من فزع الاکبر'' زائد ہے۔یعنی وہ ہول قیامت سے امن میں رہے گا۔اور انہیں کی دوسری حدیث میں ہے: جس شخص نے کسی اسلامی سرحد کی تین روز نگہبانی کی اسے ایک سال کی نگہبانی کا ثواب ملے گا۔انہیں کی تیسری حدیث میں ہے ایک رات اللہ کی راہ میں نگہبانی کرنا ہزار روزے رکھنے اور ہزار رات قیام کرنے سے افضل ہے۔یا یہ معنی ہیں کہ آپس میں ربط واتحاد رکھو، ایک ہو کر رہو، ایک دوسرے کی مدد کرتے خیر خبر لیتے رہو۔چوتھے یہ کہ ہر امر میں اللہ سے ڈرتے رہو۔کسی دوسرے کا خوف دل میں نہ لاؤ، اور جن باتوں کے کرنے اور نہ کرنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے ان کو اسی کے خوف سے کرو یا کسی دوسرے کے خوف سے کوئی کام نہ کرو۔

فائدہ: حدیث میں ہے تم زہراوین یعنی سورۂ بقرہ اور آل عمران کو پڑھو کہ وہ قیامت کے دن بادل کی طرح آئیں گی اور اپنے پڑھنے والے کے لیے جھگڑیں گی یعنی اس کی شفاعت کریں گی۔[مدارک ومسلم] طبرانی کی حدیث میں ہے کہ جو جُمُعہ کے دن سورہ آل عمران پڑھے گا اس پر آفتاب ڈوبنے تک اللہ اور اس کے فرشتے درود پڑھتے رہیں گے یعنی اللہ اس پر رحمت نازل فرماتا اور فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔[سراج] دارمی کی حدیث میں صرف ملائکہ کا لفظ ہے۔اور دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے رات کو آخر آل عمران کی آیتیں۔یعنی ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ﴾[البقرۃ:۱۶۴] سے آخر تک پڑھیں اسے قیام لیل کا ثواب ملے گا۔[مشکاۃ]

سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۱۷۶ رُكُوْعَاتُهَا ۲۴

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا

وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ

کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت پھیلا دیے

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ

اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بے شک اللہ ہر وقت تمہیں

رَقِيْبًا ۝۱ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠

دیکھ رہا ہے۔ ف۴۰ اور یتیموں کو ان کے مال دو اور ستھرے کے بدلے گندا نہ لو

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝۲ وَاِنْ

اور ان کے مال اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ بے شک یہ بڑا گناہ ہے۔ ف۴۱ اور اگر

(۴۰) (آیت ۱ [سورۂ نساء]) چونکہ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں ہر قسم کے گناہوں میں مبتلا رہتے تھے۔ منجملہ ان کے قطع رحمی کرتے تھے۔ اور عورتوں کی عزت و حرمت نگاہ نہ رکھتے تھے اور ان کے حقوق غصب کرتے ان پر ظلم و جور کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں مردوں اور عورتوں کی پیدائش کا ذکر فرما کر بتاتا ہے کہ عورت و مرد پیدائش میں برابر اور حقوق میں مساوی ہیں ان پر ظلم کرنے ان کے حقوق مارنے اور قطع قرابت کرنے میں خدا سے ڈرا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اے لوگو اللہ کے عذاب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان یعنی آدم سے پیدا کیا۔ ان کی بائیں پسلی سے ان کی تسکین خاطر کے لیے حضرت حوا۔ اور آدم و حوا سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر تم آپس میں ایک دوسرے سے مانگتے اور یوں کہتے ہو کہ خدا کے واسطے ہمیں یہ دے دو۔ ہمارا یہ کام کر دو۔ اور رشتہ داروں سے قطع رحمی کرنے میں خدا سے ڈرو۔ بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔ مسلم و بخاری کی حدیث میں ہے کہ رحم عرش کے ساتھ معلق ہے۔ کہتا ہے جس نے مجھے جوڑا اللہ اسے جوڑے اور جس نے مجھے قطع کیا اللہ اسے کاٹے۔ انہیں کی دوسری حدیث میں ہے کہ جس کو پسند ہو کہ اس کے رزق میں فراخی اور عمر میں برکت ہو وہ صلہ رحمی کرے۔ انہیں کی تیسری حدیث میں ہے کہ قاطع رحم جنت میں نہ داخل ہوگا۔ قرطبی کہتے ہیں کہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا واجب اور قطع رحمی کرنا حرام ہے بالاتفاق۔

(آیت ۲) ۴۱۔ شان نزول:۔ یہ آیت قبیلہ غطفان کے ایک شخص کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ اپنے بھتیجے کا سرپرست تھا اس کے پاس بھتیجے کا مال تھا۔ اس نے بالغ ہو کر چچا سے اپنا مال مانگا چچا نے دینے سے انکار کیا۔ معاملہ دربار رسالت میں پیش ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی تب اس نے بھتیجے کو مال دیا۔ اور دوسرا جز آیت کا ان لوگوں کے حق میں نازل ہوا جن کے پاس یتیموں کا مال تھا اور جب اس کے دینے کا وقت آتا تو وہ یتیم کے اچھے اور کھرے مال کو برے اور کھوٹے مال سے بدل لیتے تھے۔ جیسا کہ نخعی و زہری اور سدی سے منقول ہے۔ اور تیسرا جز آیت کا ان لوگوں کے حق میں نازل ہوا جو یتیم کے مال کو اپنے مال میں ملا کر اس طرح خرچ کرتے تھے کہ اپنا کم اس کا

www.waseemziyai.com

خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ

تمھیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں

النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً

تمھیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝۳ وَ اٰتُوا النِّسَآءَ

یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو ف۴۲ اور عورتوں کو

صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ

ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمھیں کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ

زیادہ خرچ ہوتا۔ان تینوں باتوں کی اس آیت میں مخالفت کی گئی ہے اور انہیں بڑا گناہ فرمایا گیا ہے۔مطلب یہ ہے کہ یتیموں کا مال بالغ ہونے کے بعد انہیں دے دو اور ستھرے مال کے بدلے گندا مال نہ دو۔اور اپنے مال کو ان کے مال میں اس طرح ملا کر نہ کھاؤ کہ ان کا زیادہ خرچ ہو اور تمہارا کم ہو ایسا بڑا گناہ ہے ۔جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں کو یتیموں کا ولی بننے میں حرج و دقت لاحق ہوئی تو آیت ﴿وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ﴾ [البقرۃ:۲۲۰] نازل ہوئی۔

تنبیہ:اس سے ثابت ہے کہ یتیموں کا مال مارنا،کھانا اور ان کا مال انہیں نہ دینا،اور ان کے کھرے مال کے بدلے کھوٹا مال دینا، ان کے مال کو اپنے مال میں ملا کر اس طرح کھانا کہ ان کا مال زیادہ خرچ اور اپنا کم،یا ان کے مال کو ان کی حاجت سے زیادہ صرف کرنا یا ان کے مال کی نگہداشت میں کوتاہی کرنا کہ نقصان ہو بڑا گناہ ہے۔اور یتیم شرعا اس کو کہتے ہیں جس کا باپ مرگیا ہو بالغ ہونے سے پہلے اسے یتیم کہا جائے گا۔اور جب وہی بالغ ہو جائے گا کسی کفیل کی اسے ضرورت نہ رہے گی تو شرعا اسے یتیم نہ کہا جائے گا۔حدیث میں ہے " لا یتیم بعد الحلم "یعنی بلوغ کے بعد یتیم نہیں ہے۔ [مدارک]

(آیت ۳) ۴۲۔شان نزول: زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کی سرپرستی میں جو یتیم لڑکیاں ہوتی تھیں وہ انہیں ان کے حسن و جمال و مال کی وجہ سے اپنے قبضہ میں ہونے کے سبب سے خود ان سے نکاح کر لیتے تھے۔اور مہر بھی کم باندھتے تھے اور پھر ان کے حقوق ادا نہ کرتے تھے۔اس کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی۔اور بعض ان میں سے آٹھ آٹھ دس دس عورتیں اپنے تصرف میں رکھتے تھے۔مگر ان میں عدل یعنی ایک سا برتاؤ نہ کرتے تھے۔اس کی ممانعت بھی اس آیت میں کی گئی اور ان کے لیے عورتوں کی تعداد مقرر کر دی گئی کہ وہ اس سے زیادہ عورتیں اپنے نکاح میں نہ رکھیں۔اپنی پسند کی دو دو، تین تین، چار چار عورتیں اپنے نکاح میں لاؤ۔پھر اگر ان میں بھی تمہیں برابر نہ رکھ سکنے کا اندیشہ ہو۔تو صرف ایک ہی عورت سے نکاح کرو۔یا جن باندیوں کے تم مالک ہو ان پر اکتفا کرو۔کہ باندیوں کے حقوق و خرچ آزاد عورتوں کے برابر نہ ہوں گے۔یہ صرف ایک پر یا باندیوں پر اکتفا کرنا ناانصافی نہ کرنے کے بہت قریب ہے۔بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ ان سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی فرمایا یہ آیت ایسی یتیمہ کے حق میں نازل ہوئی ہے جو اپنے ولی کی پرورش میں ہو اور خوبصورت ہو اس وجہ سے ولی کو وہ اچھی معلوم ہوتی ہو اور وہ اس سے کم مہر پر نکاح کر لینا چاہتا ہو۔ایسے ولیوں کو منع فرمایا کہ وہ ایسی یتیمہ سے نکاح نہ کرے یا اگر کرے تو پورے مہر پر کرے۔ورنہ دوسری عورتوں میں سے جو اسے پسند ہوں نکاح کرے۔عکرمہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی کہ قریش کے لوگ دس یا دس سے زیادہ عورتیں نکاح میں رکھتے

www.waseemziyai.com

هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ﴿۴﴾ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ

رچتا پچتا ۴۳ اور بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہاری

قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۵﴾

بسر اوقات کیا ہے اور انہیں اس میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ

اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھ

رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا

ٹھیک دیکھو تو ان کے مال انہیں سپرد کردو اور انہیں نہ کھاؤ حد سے بڑھ کر اور اس جلدی میں

اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا

کہ کہیں بڑے نہ ہو جائیں اور جسے حاجت نہ ہو تو وہ بچتا رہے اور جو حاجت مند ہو

فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ

وہ بقدر مناسب کھائے، پھر جب تم ان کے مال انہیں سپرد کرو تو ان پر گواہ کر لو

تھے۔[خازن] قیس ابن حارث کہتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو میرے پاس آٹھ عورتیں تھیں میں نے حضور سے ذکر کیا: فرمایا: ان میں چار پسند کر لے۔[ابوداؤد] جب غیلان ثقفی ایمان لائے تو ان کے پاس دس عورتیں تھیں وہ بھی ایمان لائیں تو حضور نے فرمایا: ان میں سے چار اختیار کر لے۔[ترمذی وغیرہ] تو آیت واحادیث واجماع امت سے ثابت ہے کہ چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنا سوائے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی مسلمان کو جائز نہیں۔

(آیت ۴) ۴۳۔شان نزول:۔زمانہ جاہلیت میں مرد عورتوں کا مہر ادا نہیں کرتے تھے۔اور جو ادا کرتے وہ ان کے ولیوں اور وارثوں کو دیتے تھے۔جو اپنے صرف میں کرتے تھے انہیں کچھ نہیں دیتے تھے اور بعض لوگ عورت کو دے کر واپس لینا گناہ سمجھتے تھے ان سب کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں اس فعل وخیال سے ممانعت کی گئی۔مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے مہر خوشی سے دو ہاں اگر وہ خوش دلی سے تمہیں اپنے مہر میں سے کچھ دیں تو اسے رچتا پچتا کھاؤ۔یعنی اس کا کھانا تمہیں جائز وخوش گوار ہے۔بغیر ان کی خوشی کے تمہیں ان کا مہر اپنے صرف میں کرنا جائز نہیں۔اور روایت کی گئی ہے کہ کچھ لوگ عورتوں کو دی ہوئی چیز کو لینا گناہ خیال کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے خیال کو دور کیا اور فرمایا اگر عورتیں تمہاری دی ہوئی چیز اپنی خوشی سے تمہیں دیں تو اس کا کھانا تمہارے لیے جائز ہے۔[سراج] شعبی سے روایت ہے کہ ایک مرد مع اپنی عورت کے قاضی شرع کے پاس آیا جس کو عورت نے کوئی چیز دی تھی، پھر اس سے واپس لینا چاہتی تھی قاضی شرع نے اسے واپس کرنے کا حکم فرمایا۔تو مرد نے آیت ﴿فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ الخ﴾ پڑھی تو قاضی شرع نے کہا کہ اگر وہ تجھے بخوشی خاطر دیتی تو واپس کیوں مانگتی۔اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے قاضیوں کو لکھا کہ عورتیں خوشی سے اور خوف سے دیتی ہیں پس جو عورت شوہر کو کچھ دے اور پھر وہ واپس لینا چاہے تو اس کے لیے یہ جائز ہے۔[سراج]

تنبیہ: آیت میں خطاب شوہروں اور اولیائے عورت دونوں کو ہے۔عورت کا مہر بعد نکاح مرد پر واجب ہوتا ہے۔خواہ مقرر کیا

www.waseemziyai.com

وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۶ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ

اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو۔ ف۴۴ مردوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ

وَالْاَقْرَبُوْنَ ۪ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا

اور قرابت والے، اور عورتوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے،

قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۭ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝۷ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى

ترکہ تھوڑا ہو یا بہت، حصہ ہے اندازہ باندھا ہوا پھر بانٹتے وقت اگر رشتے دار

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۸

اور یتیم اور مسکین آجائیں تو اس میں سے انھیں بھی کچھ دو اور ان سے اچھی بات کہو

ہو یا نہ کیا ہو۔ اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

(آیت ۶/۵) ۴۴ شان نزول:۔ چونکہ پیشتر یتیموں کے مال کو انہیں دینے کا مطلقاً حکم کیا تھا اس میں بے عقل و بے شعور اور عقل مند سمجھ دار سب داخل تھے اس آیت میں اسے مقید کیا گیا ہے اور یہ آیت "وَابْتَلُوا الْيَتَامٰى الخ" ثابت ابن رفاعہ اور ان کے چچا کے حق میں نازل ہوئی کہ ان کے باپ مر گئے تو ان کے چچا نے حضور سے آکر پوچھا کہ میرے بھائی کا لڑکا یتیم میرے پاس ہے، میرے لئے اس کے مال سے کس قدر حلال ہے اور کب میں اس کا مال اسے دوں تو یہ آیت نازل ہوئی (خازن) مطلب یہ ہے کہ بے عقل و بے وقوف مردوں عورتوں کو ان کے مال جو تمہارے پاس ہیں نہ دو کہ وہ بسر اوقات کے لیے ہیں وہ اسے بے ڈھنگے طور سے خرچ کر ڈالیں گے۔ تم انہیں اس میں سے کھلاؤ پہناؤ اور تم اچھی طرح ان سے سمجھا کر کہہ دو کہ جب تم بڑے کاروبار کرنے کے لائق ہو جاؤ گے تو تمہیں تمہارے مال دے دیے جائیں گے اور تم انہیں قبل دینے کے آزماتے اور ان کی حالت دیکھتے رہو کہ وہ اپنے دنیوی کام کے قابل اور مال میں تصرف کرنے کے لائق ہوئے یا نہیں۔ اس طرح سے کہ پہلے انہیں تھوڑا سا مال دے کر دیکھو کہ وہ اسے ٹھیک طور سے صرف کرتے ہیں یا نہیں۔ [عندالامام] یہاں تک کہ بالغ قابل نکاح ہو جائیں۔ تو اگر تم ان میں کاروبار کرنے اور مال کو ٹھیک طور سے صرف کرنے کی لیاقت اور سمجھ دیکھو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو، ورنہ نہ کرو جب تک کہ اٹھارہ سال کے نہ ہو جائیں۔ [عندالامام] وہو قول ابن عباس۔ اور تم اس خوف سے ان کے مال جلد جلد خرچ نہ کر ڈالو کہ کہیں وہ بڑے ہو کر اپنے مال تم سے نہ لے لیں اور تمہارے قبضہ سے ان کے مال نکل جائیں۔ اور تم میں جو ان کا مال کھانے کی حاجت نہ ہو مثلاً وہ کھاتا پیتا ہو تو وہ ان کا مال کھانے سے بچتا رہے۔ اور جو حاجت مند ہو تو وہ بقدر مناسب یعنی بقدر عمل خود کھائے۔ امام احمد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضور سے آکر کہا کہ میں محتاج ہوں اور ایک یتیم میری ولایت میں ہے۔ تو فرمایا تو اپنے یتیم کے مال میں سے کھا اور بہت سا خرچ کرنے والا نہ ہو۔ پھر جب تم ان کے مال انہیں سپرد کرو تو ان پر گواہ کر لو اور اللہ کافی ہے حساب کرنے کو۔

تنبیہ: یہ مال دیتے وقت گواہ بنانے کا حکم ارشادی ہے۔ یعنی بغرض مصلحت دنیوی ہے کہ بعد کو جھگڑا واقع نہ ہو، اور یہ آیت میں خطاب یتیموں کے ولیوں اور سرپرستوں سے ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے آیت مذکورہ کے معنی یہ بیان فرمائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو مال تمہاری بسر اوقات کے لیے تم کو دیا ہے تم اپنے جورو بچوں کو نہ دو کہ تم ان کے دست نگر ہو جاؤ بلکہ اپنے قبضہ میں رکھو اور اس میں سے انہیں کھلاؤ پہناؤ۔ اور یتیموں کے ولی عام طور سے ان کا مال اس خوف سے بڑے ہو کر لیں گے جلد جلد صرف کر ڈالتے تھے اس کی ممانعت میں یہ آیت ولا تاکلوا نازل ہوئی اور آیت فاذا دفعتم الیہم اموالہم کے متعلق ہے۔

نوٹ: آیت نمبر ۷، ۸، ۹ کی تفسیر موجود نہیں ہے

www.waseemziyai.com

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا

اور ڈریں وہ لوگ کہ اگر اپنے بعد ناتواں اولاد چھوڑتے تو ان کا کیسا انھیں خطرہ

عَلَيْهِمْ ص فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ

ہوتا تو چاہیے کہ اللہ سے ڈریں اور سیدھی بات کریں وہ جو یتیموں کا مال

اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط وَسَيَصْلَوْنَ

ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دم جاتا ہے کہ بھڑکتے دہڑے میں جائیں گے۔

سَعِيْرًا ۝۱۰ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ق لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ج فَاِنْ ع ۱۰ ۱۲

ف۴۵ اللہ تمھیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر پھر اگر

كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ج وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً

نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہے

فَلَهَا النِّصْفُ ط وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا

تو اس کا آدھا اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا

تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ج فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ

اگر میت کے اولاد ہو پھر اگر اس کے اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے

فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ج فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ

تو ماں کا تہائی پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی [ہوں] تو ماں کا چھٹا بعد

بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ط اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ ج لَا تَدْرُوْنَ

اس وصیت کے جو کر گیا اور دین کے تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ

(آیت ۱۰) ۴۵۔شان نزول:۔اس کی مقاتل وابن حبان نے یہ بیان کی ہے کہ بنی غطفان کا ایک شخص مرثد نامی اپنے یتیم بچے کے مال کا ولی ہوا، اس کا سب مال کھا گیا اس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔[معالم وخازن] اس آیت میں یتیموں کا ناحق مال کھانے والوں کا حال و مآل بیان فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔یعنی وہ کھایا ہوا قیامت کے دن ان کے پیٹ میں آگ ہو جائے گا اور وہ عنقریب دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے اور روایت کی گئی ہے کہ یتیموں کا مال کھانے والے قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے جائیں گے کہ ان کی قبروں سے اور کان ناک منہ سے دھواں نکلتا ہوگا جس سے لوگ پہچانیں گے کہ یہ یتیموں کا مال کھانے والے ہیں۔[مدارک] سدی کہتے ہیں: اس کے کان ناک منہ سے آگ کی لپٹیں نکلتی ہوں گی جس سے وہ پہچانا جائے گا۔ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیامت کے دن ایک قوم

www.waseemziyai.com

اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا یہ حصہ باندھا ہوا ہے اللہ کی طرف سے، بے شک اللہ

كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ

علم والا حکمت والا ہے۔ اور تمہاری بیبیاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر

لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ

ان کی اولاد نہ ہو پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے

مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ

جو وصیت وہ کر گئیں اور دَین نکال کر اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا

الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ

چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو پھر اگر تمہارے

لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ

اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں جو وصیت تم کر جاؤ

تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ

اور دَین نکال کر اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ

امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ

چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں ہر ایک کو چھٹا پھر اگر

كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ

وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں میت کی

وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ

وصیت اور دَین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو یہ اللہ کا ارشاد ہے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ

اور اللہ علم والا حلم والا ہے۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ

اپنی قبروں سے اٹھے گی کہ ان کے منہ آگ اگلتے ہوں گے۔ [ابن کثیر]

www.waseemziyai.com

وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

اور اللہ کے رسول کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ

فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

ان میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے

وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ

اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے خواری کا

مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾ ع وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا ع ۲ ۱۳

عذاب ہے ﴿۱۴﴾ اور تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کریں ان پر خاص اپنے میں کی

عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ

چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو

(آیت ۱۱ تا ۱۴) ۴۶۔ شان نزول:۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے۔ میں بے ہوش تھا حضور نے پانی منگا کر وضو فرما کر بقیہ مجھ پر چھڑکا جب میں ہوش میں آیا تو میں نے عرض کیا میرے مال میں حضور کا کیا حکم ہے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ [سراج] ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت جابر کے حق میں اخیر جز کلالہ والا نازل ہوا ہے۔ اصل شان نزول اس کا وہ ہے جو انہیں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سعد ابن ربیع کی بی بی نے آ کر حضور سے عرض کیا کہ یہ لڑکیاں سعد کی ہیں جو احد میں شہید ہوئے۔ ان کا سب مال ان کے چچا نے لے لیا۔ ان کے لیے کچھ نہ چھوڑا بغیر مال کے ان سے کون نکاح کرے گا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حضور نے ان کے چچا سے کہلا بھیجا کہ سعد کے ترکہ میں سے اس کی بی بی کو آٹھواں حصہ اور اس کی دونوں لڑکیوں کو تہائی دے دو باقی تم لے لو۔ [احمد وغیرہ] چونکہ گزشتہ آیت میں میت کے ترکہ میں مردوں عورتوں کو حصہ دار بتایا تھا مگر ان کے حصہ کو بیان نہیں کیا تھا کہ کس قدر کس کس کا ہوگا اس آیت میں ان کے حصے بیان کئے گئے ہیں۔ کیوں کہ وارث کئی قسم کے ہوتے ہیں جن کی تصریح کتب فرائض میں کی گئی ہے۔ یہاں ان میں سے بعض کا حصہ بیان کیا گیا ہے۔ اور وارثوں میں اول اولاد میت کا حصہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر بیٹا بیٹیوں کے ساتھ ہو تو اسے دو بیٹوں کے برابر حصہ ملے گا یعنی بیٹی سے دونا۔ مثلاً ایک بیٹا دو بیٹی ہوں تو بیٹے کو دو سہام اور ہر بیٹی کو ایک ایک سہام ملے گا یعنی اگر جائز ہوتا تو حضور یہ حکم نہ فرماتے۔ پھر چار بھی اس وقت رکھنا روا ہے جب ان میں عدل و انصاف کر سکتا ہو ورنہ ایک پر یا باندیوں پر اکتفا کرے۔ اور عدل کے یہ معنی ہیں کہ ان سب عورتوں کے ساتھ جو اس کے نکاح میں ہوں ایک سا برتاؤ کرے سب کو برابر روٹی کپڑا وغیرہ خرچ دے۔ ہر ایک کے پاس رہنے کی باری۔ ایک ایک دو دو دن مقرر کرے اس سے زیادہ کسی کے پاس نہ رہے جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے۔ حدیث میں جو شخص دو عورتیں رکھے گا اور ان میں عدل نہ کرے گا وہ قیامت کے دن ایک طرف کو جھکا ہوا آئے گا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اپنی عورتوں میں باری مقرر کرتے تھے اور عدل فرمایا کرتے تھے۔ آدھا آدھا اور جو ایک بیٹا بیٹی ہو تو بیٹے کو دو اور بیٹی کو ایک سہام ملے گا۔ یعنی دو تہائی اور ایک تہائی۔ اور جو صرف ایک بیٹا ہو اور بیٹی نہ ہو۔ اور نہ صاحب فروض میں سے کوئی وارث ہو تو کل ترکہ اسے ملے گا۔ ورنہ صاحب فرض کا حق دے کر باقی مال جو بچے گا وہ اسے ملے گا۔ اور جو صرف بیٹیاں ہو بیٹا نہ ہو اور وہ ایک سے زائد ہوں تو ان سب کو جمہور صحابہ اور ائمہ اربعہ کے نزدیک ترکہ کا دو تہائی ملے گا جو ان پر برابر

www.waseemziyai.com

تقسیم ہوگا۔ اور جو ایک لڑکی ہو تو اسے ترکہ میں سے آدھا ملے گا۔ آیت میں اگرچہ ایک لڑکی اور دو سے زائد لڑکیوں کا حصہ بیان کیا گیا ہے دو لڑکیوں کا بیان نہیں کیا ہے لیکن حدیث میں جو شان نزول میں گزری حضور کا سعد کی دو لڑکیوں کو دو تہائی دلانا صراحۃ دلیل ہے اس کی کہ دو لڑکیوں کا حصہ بھی دو تہائی ہے۔ پھر میت جن کی اولاد میں ہو ان کا حصہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ ماں باپ میں سے ہر ایک کا ترکہ میں چھٹا حصہ ہے اگر میت کے بیٹا یا بیٹی ہو اور جو میت کے بیٹا بیٹی نہ ہو صرف ماں باپ ہوں اور نہ زوج وزوجہ ہو تو اس وقت ماں کو کل ترکہ کی ایک تہائی ملے گی اور جو اس کے ساتھ زوج یا زوجہ ہوگی تو اس کا حصہ دے کر باقی ایک تہائی ماں کو ملے گی اور باقی باپ کو ملے گا۔ اور یہی حکم دادا کا ہے اگر باپ نہ ہو۔ اور پوتا قائم مقام لڑکے کے ہوتا ہے۔ پھر اگر میت کے دو یا دو سے زیادہ بہن بھائی سگے یا سوتیلے ہوں اور باپ بھی ہو تو اس وقت ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اور باقی باپ کو ملے گا۔ بھائی بہنوں کو باپ کے ہوتے کچھ نہ ملے گا۔ یہ وارثوں کو جو حصہ ملے گا وہ میت کی وصیت پوری کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد ملے گا۔ بلکہ ترکہ سے پہلے میت کی تجہیز وتکفین کا خرچ موافق شرع کے کیا جائے گا۔ پھر اس کا قرض ادا کیا جائے گا پھر وصیت پوری کی جائے گی پھر جو بچے گا وہ وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ تم کیا جانو کہ تمہارے باپوں اور بیٹوں میں کون زیادہ مفید اور کام آنے والا ہے یہ تو اللہ ہی خوب جانتا ہے اور یہ حصے اس کے مقرر کیے ہوئے ہیں۔ پس تم ان پر عمل کرو۔ اور زمانہ جاہلیت کے دستور کو چھوڑ دو۔ پھر زوج اور زوجہ کے حصہ بیان فرماتا ہے کہ تمہارا حصہ تمہاری بی بیوں کے ترکہ میں آدھا ہے۔ اگر ان کے تم سے یا تمہارے غیر سے اولاد نہ ہو اور جو اولاد ہو تو چوتھائی ہے۔ بعد وصیت پوری کرنے ادا اور قرض کرنے کے۔ اور تمہارے ترکہ میں تمہاری بی بیوں کا چہارم ہے خواہ کئی ہوں اگر اولاد نہ ہو اور جو اولاد ہو تو آٹھواں حصہ ہے۔ پھر فرماتا ہے رب تبارک وتعالیٰ کہ اگر ایسے کسی مرد یا عورت کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ اور اولاد کچھ نہ چھوڑے ہوں اور ماں کی طرف سے اس کا ایک بھائی اور بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے۔ اور جو بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب ترکہ کی ایک تہائی میں برابر کے شریک ہیں، اور پورا کرنے وصیت کے اور ادا کرنے قرض کے جس میں وارثوں کو نقصان نہ دیا گیا ہو، یعنی وارثوں کو نقصان پہنچانے کی غرض سے وصیت نہ کی ہو اور نہ فرضی قرض کا اقرار کیا ہو۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ ضرر دینا یہ ہے کہ بغیر لیے قرض کا اقرار کرے اور اس کی ادائیگی کی وصیت کرے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ضرر دینے کو زندگی اور وقت موت مکروہ جانا اور اس سے منع فرمایا۔ [سراج] گویا ضرار بالوصیت کبیرہ گناہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں وصیت سے ضرر دینے والے مرد وعورت کے لیے۔ ''فتحب لهما النار'' فرمایا گیا ہے۔ اور ابن عباس سے روایت ہے کہ ''الاضرار فی الوصیة من الکبائر'' [رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر] یعنی وصیت میں ضرر دینا کبیرہ گناہوں سے ہے۔

تنبیہ: آیت مذکورہ میں بعض وارثوں کے حصے بیان فرمائے گئے ہیں۔ حدیث میں وارثوں کے حصہ جاننے اور حصہ کشی کرنے کو یعنی علم فرائض سیکھنے اور سکھانے کو فرمایا گیا ہے۔ اور اس کے سیکھنے اور سکھانے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ معالم وبیہقی وابن ماجہ وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کی ہے۔

تنبیہ: جاننا چاہئے کہ کافر مسلمان کا، اور قاتل مقتول کا، اور دار الحرب میں رہنے والا اور دار الاسلام میں رہنے والے کا اور غلام آزاد کا وارث نہ ہوگا اور حصہ نہ پائے گا۔ اور اولاد میں وہ حمل بھی داخل ہے جو وقت مر نے مورث کے اس کی بیوی کو یقیناً ہو اس کا حصہ محفوظ رکھا جائے گا۔ اور اولاد میں میت کا پوتا اور پر پوتا بھی داخل ہے اگر بیٹا نہ ہو تو پوتا اس کے قائم مقام ہوگا اور حصہ پائے گا۔ اور اولاد میں خنثیٰ بھی شامل ہے یعنی وہ بچہ جس کے مرد وعورت دونوں کی علامت ہو تو جس سے وہ پیشاب پھرتا ہوگا وہی مانا جائے گا اور اسی کے موافق حصہ پائے گا۔ اور جو دونوں سے پیشاب پھرتا ہو تو پہلے جس مقام سے پیشاب نکلتا ہو وہی شمار ہوگا۔ اور اولاد جمع ولد کی ہے۔ ایک سے زیادہ پر اس کا اطلاق ہوگا۔ اور دو کا جمع میں شمار ہوگا۔

www.waseemziyai.com

حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ

یہاں تک کہ انہیں موت اٹھالے یا اللہ ان کی کچھ راہ نکالے ﴿۱۵﴾ اور تم میں جو

يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ

مرد عورت ایسا کام کریں ان کو ایذا دو پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نیک ہو جائیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو،

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ

بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ﴿۱۶﴾ وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے

يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ

وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی ہی دیر میں توبہ کر لیں

يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ

ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے ﴿۱۷﴾ اور وہ توبہ ان کی نہیں

لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ

جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہے

اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ

اب میں نے توبہ کی اور نہ ان کی جو کافر مریں ان کے لیے

(آیت ۱۵) ۱۷۔ چونکہ زمانہ جاہلیت میں زنا کی سزا مقرر نہ تھی۔ لہذا ابتدائے اسلام میں اس کی سزا ایذا دینا مقرر کی گئی جو آئندہ آیت میں ہے۔ پھر یہ سزا مقرر کی گئی جو اس آیت میں مذکور ہے۔ پھر یہ حکم بھی سورۂ نور کی آیت سے منسوخ ہوا۔ اور زانی و زانیہ کو سنگسار یا درے لگانے کا حکم ہوا۔ ابن عباس و عکرمہ و حسن و قتادہ و ضحاک و عطا وغیرہ علماء کا بھی یہی قول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کریں تو ان پر اپنوں میں چار مردوں کی گواہی لو پس اگر وہ گواہی دیں یا وہ اقرار کریں یا حمل ظاہر ہو تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو اور لوگوں سے نہ ملنے دو یہاں تک کہ وہ مر جائیں یا اللہ ان کی رہائی کی کوئی راہ نکالے۔ مسلم وغیرہ کی حدیث میں ہے۔ جب ان کی حد بیان فرمائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "خذ واعنی خذوا عنی قد جعل الله لهن سبيلا" یعنی اے لوگو! لو مجھ سے یہ حکم اللہ نے ان عورتوں کی راہ نکال دی۔ کہ بے بیاہا اور بے بیاہی اگر زنا کرے تو درے لگائے جائیں اور بیاہی اور بیاہا زنا کرے تو سنگسار کیا جائے۔ یہ حدیث اس آیت کا بیان واقع ہوئی ہے۔ اور شہر بدر کرنا جو حدیث میں ہے وہ سیاست و تعزیر کے لیے ہے جو رائے امام پر منحصر ہے۔ جیسا وہ مناسب سمجھے عمل کرے۔ یہی قول امام اعظم کا ہے۔ اور مالک و اوزاعی کہتے ہیں کہ عورت کو شہر بدر نہیں کیا جائے گا کہ شہر بدر کرنے میں عورت کو زیادہ فتنہ میں ڈالنا ہے۔ اور اسی کی مثل حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔ [خازن]

تنبیہ: آیۃ میں "فاحشۃ" سے زنا مراد ہے۔ اور ﴿اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ﴾ سے معلوم ہو رہا ہے کہ چار سے کم کی گواہی زنا میں قبول نہیں، اور وہ مرد مسلمان ہوں کہ عورتوں کی حدود میں اور کافر کی مسلمان پر گواہی جائز نہیں۔ اور خطاب شوہر کو ہے یا اس کے قائم مقام کو ہے کہ وہ اس پر چار آدمیوں کی گواہی لے کر حکم دیں۔ [سراج]

www.waseemziyai.com

اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ

ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ۴۸ اے ایمان والو! تمھیں حلال نہیں

لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ

کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی اور عورتوں کو روکو نہیں اس نیت سے کہ جو

مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ

مہر ان کو دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو مگر اس صورت میں کہ صریح بے حیائی کا کام کریں اور ان سے

بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ

اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمھیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمھیں ناپسند ہو اور اللہ

(آیت ۱۶ تا ۱۸) ۴۸۔ یہ آیت نزول میں پہلی آیت سے مقدم ہے اور تلاوت میں موخر ہے کہ ابتدائے اسلام میں زنا کی سزا صرف ایذا دینا تھا جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ پھر اس کی سزا گھروں میں بند رکھنا مقرر ہوئی جس کا ذکر اس سے پہلی آیت میں ہے۔ پھر وہ بھی سورۂ نور کی رجم و درے والی آیت سے منسوخ ہوئی۔ یہی قول حسن بصری کا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ پہلی آیت اور یہ آیت ساتھ ساتھ نازل ہوئی ہیں، مگر پہلی آیت میں زانیہ عورتوں کی سزا کا بیان ہے اور اس آیت میں زانی مردوں کا حکم ہے۔ خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ۔ بہر حال یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا۔ پھر وہ آیت سورۂ نور سے منسوخ ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ تم میں جو عورت و مرد بدکاری کریں ان کو ایذا دو مار پیٹ کرو، لعنت و ملامت کرو شرم و عار دلاؤ۔ پھر اگر وہ اپنے فعل سے توبہ کریں اور نیک کام کریں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو انہیں ایذا نہ دو۔ بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے یہ توبہ قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کیا ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنی جہالت و نادانی کی وجہ سے گناہ کریں پھر تھوڑی دیر میں نادم ہو کر توبہ کریں۔ ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے یعنی ان کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور یہ توبہ قبول کرنا ان کے لیے نہیں ہے جو مرتے دم تک گناہ کریں یہاں تک کہ جب مرنے لگیں دم نکلنے لگے اور فرشتے موت کے نظر آنے لگیں تو کہیں اب میں نے توبہ کی تو ان کی اس وقت کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ جیسا کہ اس وقت کا ایمان قبول نہیں ہوتا ہے۔ کہ وہ بالاختیار نہ ہوئی بلکہ حالت اضطرار میں ہوئی۔ ترمذی کی حدیث میں ہے اللہ بندے کی توبہ غرغرہ سے پہلے کی قبول کرتا ہے۔ یعنی دم حلق میں آنے غرغر کرنے سے پہلے کی۔

تنبیہ: آیت مذکورہ میں قبول توبہ کی دو شرطیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ایک تو جہالت سے گناہ کرنا۔ دوسرے گناہ کرنے سے قریب ہی توبہ کرنا۔ بظاہر ان شرطوں سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جو شخص نادانی سے گناہ کر کے جلد توبہ کرے اس کی توبہ قبول ہوگی ورنہ نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ جو دانستہ یا نادانستہ گناہ کر کے دم حلق میں آنے سے پہلے توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول ہوگی۔ ابن جریر و عبدالرزاق حضرت قتادہ سے راوی کہ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا متفقہ قول ہے کہ بندہ خدا کی جو نافرمانی اور گناہ جان کر یا بغیر جانے کرتا ہے وہ جہالت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آیت میں جہالت سے ہر وہ گناہ مراد ہے جو بندہ نے جان کر یا بغیر جانے کیا ہو اور ﴿من قریب﴾ کے معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مروی ہیں کہ موت کے فرشتے نظر آنے سے پہلے توبہ کرے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ علامات موت ظاہر ہونے سے پہلے توبہ کرے۔ حسن کہتے ہیں کہ موت کا گھر چلنے سے پہلے توبہ کرے۔ اور یہی حدیث ترمذی میں آیا ہے۔ گویا گناہ کرنے اور دم حلق میں آنے کے درمیان کے زمانہ کو ﴿من قریب﴾ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ [معالم و ابن کثیر]

www.waseemziyai.com

اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ

اس میں بہت بھلائی رکھے ف۴۹ اور اگر تم ایک بی بی کے بدلے دوسری بدلنا

زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ

چاہو اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو

اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ

کیا اسے واپس لو گے جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ سے اور کیونکر اسے واپس لوگے

وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾

حالانکہ تم میں ایک دوسرے کے ساتھ بے پردہ ہو لیا اور وہ تم سے گاڑھا عہد لے چکیں ف۵۰

(آیت ۱۹) ۴۹۔شان نزول:۔زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی شخص بی بی چھوڑ کر مرتا تو اس کا سوتیلا بیٹا وغیرہ وارث عورت پر یا اس کے خیمہ پر چادر ڈال دیتے اور اس کے وارث بن جاتے۔پھر چاہتے تو اس کو بغیر مہر کے اپنے نکاح میں لاتے۔یا اس کا دوسرے سے مہر لے کر نکاح کر دیتے۔یا اس کو بٹھائے رکھتے کسی سے نکاح نہ کرنے دیتے یہاں تک کہ وہ عورت تنگ ہو کر انہیں مہر وغیرہ مال جو اسے میت سے ملا تھا دے کر خلاص ہوتی یا وہ مرجاتی تو اس کے مال کے وارث ہوتے۔اور جو وہ چادر ڈالنے سے پہلے میکے چلی جاتی تو آزاد ہو جاتی۔شروع اسلام تک یہی طریقہ جاری تھا۔یہاں تک کہ ابوقیس انصاری مرے تو ان کی بی بی کبیشہ پر اس کے سوتیلے بیٹے قیس نے آکر چادر ڈال دی اور اس کا وارث بن گیا۔اور اسے تنگ کرنے لگا تا کہ وہ اسے فدیہ دے۔کبیشہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ قیس میرا وارث بن گیا نہ مجھے روٹی کپڑا دیتا ہے نہ میرے پاس آتا ہے نہ مجھے چھوڑتا ہے کہ میں دوسرے سے نکاح کرلوں۔پس حضور نے اس سے فرمایا کہ صبر کر گھر میں بیٹھ کر حکم کا انتظار کر۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[معالم وغیرہ] علاوہ اس کے یہ بھی ان کا دستور تھا کہ جب عورت انہیں مبغوض ہوتی تو اس کو دیا ہوا مہر واپس لینے کے لیے تنگ کرتے نہ اسے طلاق دیتے کہ وہ اور سے نکاح کرے۔نہ اس کے ساتھ نیک برتاؤ کرتے کہ وہ دل جمعی سے بیٹھے۔ان سب باتوں کی اس آیت میں ممانعت کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تمہیں زبردستی عورتوں کا وارث بن جانا حلال نہیں ہے اور نہ انہیں اس غرض سے روکنا جائز ہے کہ تم نے جو انہیں مہر دیا تھا اس میں سے کچھ واپس لے لو۔مگر جب کہ وہ کھلا بے حیائی کا کام کریں تو انہیں روکنا تنگ کرنا جائز ہے یعنی تمہارے لیے اس سے اولاد نیک صالح پیدا کرے جو باعث خیر کثیر ہو اس کا ربط آیت ۴ ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ سے ہے۔ یعنی ان کے مہر خوشی سے ادا کرو اور ان کے ساتھ اچھی طرح زندگی بسر کرو اور اس میں بدخلق بدشکل مکروہ عورت سے بھی بھلائی اور نیک برتاؤ کرنے اور اس کی بری عادت پر صبر کرنے پر برانگیختہ کرنا اور اسے چھوڑنے طلاق دینے سے باز رکھنا مقصود ہے۔حدیث میں آیا ہے جو مرد اپنی عورت کی بری عادت پر صبر کرے گا وہ حضرت ایوب جیسا ثواب پائے گا۔اور جو عورت اپنے خاوند کی بری عادت پر صبر کرے گی وہ آسیہ کی طرح ثواب پائے گی۔[امام غزالی] حدیث میں آیا ہے کہ تم میں بہتر شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں تم سب میں اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں۔غرض کہ بری عورت کے ساتھ زندگی گزارنا مندوب و باعث اجر ہے۔یہی آیت و حدیث کا حاصل ہے۔

(آیت ۲۰/۲۱) ۵۰۔شان نزول:۔زمانہ جاہلیت میں لوگ ایسا بھی کیا کرتے تھے کہ جب انہیں کوئی دوسری عورت حسین و مال دار مل جاتی تو وہ اسے اپنے نکاح میں لانے کے لیے موجودہ عورت پر تہمت زنا وغیرہ لگاتے اور اسے تنگ کرتے تا کہ وہ پریشان ہو کر

www.waseemziyai.com

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ

اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو مگر جو ہو گزرا

اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ ع ۳ ۸ ۱۴

وہ بے شک بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت بری راہ ف۵۱ حرام ہوئیں تم پر

اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ

تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں

الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ

اور تمہاری مائیں جنھوں نے دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور تمہاری عورتوں کی

ان کا دیا ہوا مہر واپس کر کے خلاصی حاصل کرے ایسا کرنے کو اس آیت میں منع فرمایا گیا۔ اور انہیں توبیخ کی گئی ہے۔ [احمدی] گویا یہ پہلی آیت کا تکملہ ہے اور اس میں دیا ہوا مہر واپس لینے کی سخت ممانعت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم کسی وجہ سے موجودہ عورت کے بدلے دوسری عورت کرنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال مہر میں دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو کہ اس میں تمہاری خطا ہے نہ اس کی۔ کیا تم دیے ہوئے مال کو جھوٹ بول کر کھلے گناہ میں پڑ کر لینا چاہتے ہو اور کیوں کر اسے واپس لو گے حالانکہ تم میں کا ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو چکا ہے۔ یعنی صحبت کر چکا ہے جس کے بدلے مہر دیا گیا تھا۔ اور وہ عورتیں تم سے سخت عہد لے چکیں ہیں نکاح کے وقت کہ تم ان کا مہر اور حقوق ادا کرو گے۔ [ابن عباس مجاہد و سعید ابن جبیر] یا اللہ و رسول نے تم سے ان کے بارے میں عہد لیا ہے کہ تم ان کے مہر ادا کرو گے انہیں اچھی طرح رکھو گے پس اس عہد کو پورا کرو۔ اور آیت میں زوج سے زوجہ مراد ہے جو فاحشہ سرکش نہ ہو۔ [معالم] حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے خطبہ میں چار سو درہم سے زیادہ مہر باندھنے کی ممانعت کی۔ تو اس پر ایک عورت نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین جو حق ہمیں اللہ نے دیا ہے اس سے تم کیوں منع کرتے ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ ﴿وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا﴾ [النساء: ۲۰] فرماتا ہے: پس اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہر ایک عمر سے زیادہ جاننے والا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ مہر باندھنا جائز ہے کتنا ہی ہو۔ کہ "قنطاراً" کے معنی مال کثیر کے ہیں جو شمار نہ ہو سکے۔ [سراج وغیرہ] رواہ احمد و ترمذی و ابو یعلی وغیرہ] مگر کم مہر باندھنا بہتر ہے۔ اور دینے سے مراد اپنے اوپر لازم کرنا ہے خواہ ابھی ادا کیا ہو یا نہ ادا کیا ہو۔ [مواہب] اور افضی کے معنی صحبت کرنے کے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مجاہد و سدی کے نزدیک اور امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک خلوۃ صحیحہ کے ہیں کہ اسی سے مہر مؤکدہ ہوتا ہے۔

(آیت ۲۲) ۵۱۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے باپ کی منکوحہ عورتوں سے نکاح کر لیا کرتے تھے چنانچہ ابو قیس انصاری مرے تو ان کے بیٹے قیس نے ان کی بی بی کو پیام نکاح دیا۔ انہوں نے کہا کہ میں تجھے بیٹا سمجھتی ہوں۔ اب تو مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کر لوں۔ پس وہ خدمت اقدس میں آئی۔ اور حال بیان کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [معالم] اور [ ] نے کہا کہ یہ صفوان اور اسود کے حق میں اتری۔ اور فرمایا گیا کہ تم اپنے باپ دادا کی منکوحہ عورتوں سے نکاح نہ کرو کہ ایسا کرنا سخت بے حیائی اور باعث غضب الٰہی ہے اور بہت برا طریقہ ہے۔ لیکن اب سے پہلے جو تم یہ گناہ کر چکے ہو وہ اسلام سے مٹ گیا۔ معاف ہو گیا۔

تنبیہ: آیت میں نکاح سے مراد وطی ہے۔ یعنی باپ کی وطی کی ہوئی عورتوں سے نکاح نہ کرو خواہ ان سے وطی بنکاح کی گئی ہو۔ یا

www.waseemziyai.com

نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ

مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان بیبیوں سے جن سے تم

دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ز

صحبت کر چکے ہو، پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں میں حرج نہیں

وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ لا وَاَنْ

اور تمہارے نسلی بیٹوں کی بیبیں اور دو

تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط

بہنیں اکٹھی کرنا مگر جو ہو گزرا،

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾

بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ف۵۲

بغیر نکاح یہی ہمارا مذہب ہے اور اسے اکثر مفسرین نے اختیار کیا ہے اور ان سے نکاح کرنے کو عقلاً اور شرعاً و عرفاً قبیح بتایا گیا ہے۔ کہ عقلی کی طرف ''فاحشہ'' سے اور شرعی کی طرف ''مقتا'' سے اور عرفی کی طرف ''سبیلا'' سے اشارہ فرمایا ہے۔ [احمدی] قاضی بیضاوی کہتے ہیں کہ باپ کی منکوحات سے نکاح کرنا سخت قبیح ہے کسی امت کو اس کی اجازت نہ تھی۔ اور اہل مروت کے نزدیک مبغوض ہے۔ حضرت براء ابن عازب سے مروی ہے: کہ میرے ماموں کو حضور نے اس شخص کا سر لینے کو بھیجا جس نے اپنے باپ کی عورت سے نکاح کیا تھا (معالم)۔

(آیت ۲۳) ۵۲۔ چونکہ ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ﴾ میں یہ بیان نہیں تھا کہ کون کون سی عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے اور کس کس سے جائز ہے اور زمانہ جاہلیت میں محرمہ اور غیر محرمہ عورتوں میں تمیز نہیں کرتے تھے۔ لہذا اس آیت میں جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام تھا انہیں بیان فرمایا گیا ہے اور ان کے سوا حلال کیا گیا۔ تو وہ عورتیں جو حرام کی گئی ہیں از روئے آیات و احادیث کے سترہ ہیں۔ سات از روئے نسب کے۔ ماں، بہن، بیٹی، بھانجی، بھتیجی، پھوپی، خالہ۔ اور دو از روئے رضاعت کے رضاعی ماں اور رضاعی بہن۔ اور از روئے صہریت کے۔ یعنی نکاح کے بی بی کی ماں اور اس بی بی کی لڑکی جس سے صحبت کی ہو اور وہ لڑکی غیر سے ہو اور اپنے بیٹے کی بی بی۔ اور دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا اور باپ کی منکوحہ اور شوہر والی عورت۔ اور پھوپی بھانجی اور خالہ بھانجی کو جمع کرنا۔ پس ان سب سے بالا جماع نکاح کرنا حرام ہے۔ پھر ان میں بعض ہمیشہ کے لیے حرام ہیں۔ جیسے ماں بیٹی بہن وغیرہ نسبی۔ اور بعض ہمیشہ کے لیے حرام نہیں ہیں۔ جیسے سالی بی بی کو طلاق دینے یا مرنے کے بعد اور منکوحہ غیر مدخولہ کی لڑکی غیر سے ہو اور شوہر والی عورت جب کہ اس کا شوہر مر جائے یا طلاق دیدے۔ اور عدت گزر جائے اور بی بی کی خالہ یا پھوپی یا بھانجی یا بھتیجی بعد طلاق دینے یا مر جانے بی بی کے۔ پس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اے مسلمانو! حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں (ماؤں میں دادیاں نانیاں داخل ہیں) اور تمہاری بیٹیاں۔ لڑکیوں میں نواسیاں پوتیاں اور ان کی اولاد در اولاد داخل ہے۔ اور تمہاری بہنیں خواہ وہ سگی ہوں یا سوتیلی اور ان کی اولاد در اولاد۔ اور تمہاری پھوپیاں۔ یعنی باپ دادا پردادا کی بہنیں۔ اور تمہاری خالائیں یعنی ماں نانی پرنانی کی بہنیں اور تمہاری بھتیجیاں اور بھانجیاں یعنی بھائی بہن کی لڑکیاں اور ان کی اولاد در اولاد اور تمہاری رضاعی مائیں یعنی وہ عورتیں جنہوں نے تمہیں مدت رضاعت میں دودھ پلایا ہو اگرچہ ایک ہی دفعہ بچہ نے چوسا ہو۔ [امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک] یہی قول حضرت عبداللہ ابن عباس و حضرت عبداللہ ابن عمر و سعید ابن مسیب وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا

www.waseemziyai.com

ہے۔[سراج] تو مدت رضاعت نکلنے کے بعد عورت کا دودھ پینے سے حرمت ثابت نہ ہوگی اور مدت رضاعت صاحبین کے نزدیک دو سال ہیں۔اور امام اعظم کے نزدیک ڈھائی سال ہیں۔اور دودھ کی بہنیں یعنی جن لڑکیوں نے تمہاری رضاعی ماں کا دودھ پیا ہو خواہ وہ رضاعی ماں کی اپنی لڑکی ہوں یا اس نے کسی غیر کی لڑکی کو تمہارے ساتھ دودھ پلایا ہو۔یا تمہاری سگی ماں نے تمہارے ساتھ کسی غیر کی لڑکی کو دودھ پلایا ہو تو یہ سب تمہاری رضائی بہنیں ہوں گی اور تم پر حرام ہوں گی۔آیت میں صرف ماں بہن رضائی کو ذکر فرمایا ہے۔اصول وفروع کو شامل اور حرمت میں قائم مقام نسب کے ہو۔جیسا کہ حدیث بخاری ومسلم میں آیا ہے کہ" یحرم من الرضاعۃ مایحرم من النسب" یعنی نسب سے جو عورتیں حرام ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہیں۔مگر رضاعت سے صرف حرمت نکاح ہے نہ وراثت وغیرہ احکام۔ [خازن] اور تمہاری عورتوں کی مائیں۔یعنی تمہاری ساس خواہ ساس دیا ساس۔جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں آیا ہے کہ جس آدمی نے کسی عورت سے نکاح کیا تو اس کے لیے اس عورت کی ماں سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔خواہ صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۔یعنی صرف نکاح کرنے سے حرام ہوگی۔تابعین وعلماء کا بھی یہی مذہب ہے اور جن عورتوں سے تم نے صحبت کی ان کی وہ لڑکیاں جو تمہارے غیر سے ہوں حرام ہیں۔اور جو تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو ان لڑکیوں سے نکاح کرنے میں حرج نہیں،ترمذی کی حدیث میں ہے:جس مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا تو اس عورت کی لڑکی سے نکاح کرنا حلال نہیں۔اور اگر اس عورت سے صحبت نہ کی ہو تو اس کی لڑکی سے نکاح کرنا حلال ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مرد کو اپنی منکوحہ مدخولہ عورت۔یا رضاعی ہوں۔اور ان لڑکیوں کی اولاد در اولاد سے نکاح کرنا حرام ہے۔اور نہ منکوحہ غیر مدخولہ کی لڑکیوں سے،اور ربیبہ زوجہ کی لڑکی کو جو غیر سے ہو اور گود میں۔اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں (بیٹوں میں پوتے پر پوتے بھی داخل ہیں۔ان کی بی بیاں حرام ہیں۔خواہ صلبی بیٹے ہوں یا رضاعی ہوں۔آیت میں صلبی ہونے کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ اس سے جس کو بیٹا بنایا ہو وہ خارج ہو جائے کہ اس کی بی بی سے نکاح کرنا جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اور یہ اس لیے کہ ان کی عورتوں سے نکاح کرنے میں حرج ودقت نہ ہو۔[کما سیاتی] اور دو بہنیں نسبی یا رضائی نکاح میں اکھٹی کرنا مگر جو کر چکے ہوں اسے اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔یونہی خالہ بھانجی اور پھوپی بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے،جیسا کہ بخاری ومسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ اس میں قطع رحمی ہوگی۔ہاں علاحدہ علاحدہ ان سے نکاح کرنا جائز ہے۔مثلاً خالہ یا پھوپی کو طلاق دے کر ان کی بھانجی بھتیجی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ قاعدہ کلیہ اس میں یہ ہے کہ جن دو عورتوں میں ایک کو مرد اور دوسری کو عورت تصور کیا جائے اور ان کے درمیان نکاح حلال ہو تو انہیں نکاح میں جمع کرنا حلال ہے اور جو ان میں نکاح کرنا حرام ہو تو انہیں نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔زمانہ جاہلیت میں دو بہنوں سے نکاح کیا کرتے تھے۔اور اگلی شرائع میں بھی یہ جائز تھا،چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے نکاح میں دو بہنیں جمع تھیں۔لیا ام یہودا۔اور راحیل ام یوسف علیہ السلام۔عطاء اور سدی نے ﴿الا ما قد سلف﴾ سے بھی یہی مراد لیا ہے۔[معالم] اور دو بہنوں کو نکاح میں اکھٹا کرنے۔کے یہ معنی ہیں کہ دو بہنوں سے ایک وقت میں نکاح نہ کرے اور نہ ایک سے نکاح کرنے کے بعد دوسری سے نکاح کرے۔خواہ وہ دونوں نسبی بہنیں ہوں یا رضائی ہوں یا باندیاں ہوں یا ایک نکاحی دوسری باندی ہو۔اگر ایسا کیا ہو تو ان میں سے ایک کو طلاق دے۔اور باندی کی بہن سے صحبت کرنا ترک کرے۔ضحاک ابن فیروز دیلمی اپنے باپ سے راوی کہ انہوں نے خدمت نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم میں حاضر ہو کر کہا:یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!میں مسلمان ہوا ہوں اور میرے تحت میں دو بہنیں ہیں۔فرمایا:ان میں سے ایک کو جس کو چاہے طلاق دیدے۔[ترمذی]

www.waseemziyai.com

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ

اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری ملک میں آجائیں یہ اللہ کا نوشتہ ہے

عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ

تم پر اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو

مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ

قید لاتے نہ پانی گراتے تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو، ان کے بندھے ہوئے

اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ

مہر انہیں دو اور قرار داد کے بعد اگر تمہارے آپس میں کچھ رضا مندی ہو جائے

مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنْ

تو اس میں گناہ نہیں بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے۔ ف اور تم

(آیت ۲۴) ۱۔ شان نزول:۔ جزء اول اس آیت کا بروایت ابی سعید خدری ان عورتوں کے بارے میں نازل ہوا جو ہجرت کر کے مدینہ آئیں تھیں اور انہوں نے مدینہ آکر مسلمانوں کے ساتھ نکاح کیا۔ پھر ان کے شوہر آئے تو اللہ نے مسلمانوں کو ایسی عورتوں سے جن کے شوہر ہوں نکاح کرنے سے منع کیا۔ اور دوسرا جز اس کا بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر کی قیدی عورتوں کے بارے میں نازل ہوا۔ اور ترمذی وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنگ اوطاس کی گرفتار کی ہوئی عورتوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ بہرحال یہ آیت، آیتِ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ﴾ کا تکملہ ہے اس میں بقیہ محرمات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شوہر والی عورتیں بھی تم پر حرام ہیں خواہ وہ مسلمہ ہوں یا غیر مسلمہ جب تک کہ ان کے شوہر انہیں چھوڑ نہ دیں۔ مگر کافروں کی عورتیں جو گرفتار ہو کر تمہاری ملک میں آئیں اور ان کے شوہر دار الحرب میں ہوں ان سے تمہیں بوجہ دارین بعد استبرائے رحم صحبت کرنا جائز ہے جیسا کہ مسلم کی روایت میں آیا ہے کہ یوم اوطاس کچھ عورتیں قید ہو کر آئیں، جن کے شوہر نہیں آئے تھے اور وہ ہمیں ملیں۔ ہم نے ان سے صحبت کرنا مکروہ سمجھا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ ان محرمات مذکورہ کے علاوہ باقی عورتیں تم پر حلال ہیں۔ تم انہیں اپنے مالوں سے تلاش کرو۔ یعنی ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کرو۔ بغیر نکاح کے ان سے صحبت نہ کرو۔ تاکہ نطفہ ضائع نہ ہو۔ مال برباد نہ ہو۔ دین و دنیا کے نقصان میں نہ رہو۔ ترجمہ میں جو ''قید میں لاتے نہ پانی گراتے'' فرمایا گیا ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ قید نکاح میں لاتے نہ زنا سے نطفہ گراتے ہوں۔ پس جن عورتوں کو تم نکاح میں لانا چاہو ان کے مہر مقررہ انہیں دو اور مہر مقرر ہونے کے بعد اگر تم دونوں آپس میں مہر کی زیادتی یا کمی پر راضی ہو جاؤ تو اس میں گناہ نہیں ہے کہ عورت کو اپنا کل یا جز مہر معاف کرنا یا تمہیں مہر مقررہ سے اسے کچھ زیادہ دینا جائز و روا ہے۔

تنبیہ: ﴿مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ﴾ کی قید سے ظاہر ہے کہ نکاح بغرض حصول عفت ہونا چاہئے نہ محض شہوت رانی اور خواہش نفسانی بجھانے کے لیے کہ مقصود اصلی نکاح سے عفت و عصمت کا محفوظ رکھنا اور افزائش نسل و تکثیر امت ہے۔ اور کہا گیا ہے: کہ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ﴾ نکاح موقت کے بارے میں ہے جو شروع میں دو تین روز کے لیے جائز ہوا تھا پھر اس کی ممانعت فرمائی گئی جسے متعہ کہتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے مباح فرمایا تھا پھر اس سے قیامت تک کے لیے ممانعت فرمائی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میرے پاس کوئی ایسا آدمی نہ لایا جائے جس نے کسی عورت سے ایک

www.waseemziyai.com

لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ

میں بے مقدوری کے باعث جس کے نکاح میں آزاد عورتیں ایمان والیاں نہ ہوں تو ان سے نکاح کرے

فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

جو تمہارے ہاتھ کی ملک ہیں ایمان والی کنیزیں اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب

بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ

جانتا ہے تم میں ایک دوسرے سے ہے تو ان سے نکاح کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے

وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا

اور حسب دستور ان کے مہر انہیں دو قید میں آتیاں نہ مستی نکالتی اور نہ

مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ

یار بناتی جب وہ قید میں آجائیں پھر برا کام کریں تو ان پر

نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ

اس سزا کی آدھی ہے جو آزاد عورتوں پر ہے یہ اس کے لیے جسے تم میں سے

الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ يُرِيْدُ

زنا کا اندیشہ ہے اور صبر کرنا تمہارے لیے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ

اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لیے صاف بیان کر دے اور تمہیں اگلوں کی روشیں بتا دے

وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ

اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور اللہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمانا

مدت مقررہ کے لیے نکاح کیا ہو ورنہ میں ان دونوں کو سنگسار کروں گا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کی طرف رجوع فرمایا اور توبہ فرمائی۔ [سراج] حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور نے فتح خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے کو منع فرمایا جس کو فرقہ رافضیہ جائز کہتا بلکہ ثواب بتاتا ہے اور اپنے امام کی روایت سے پھرتا ہے۔ [بخاری و مسلم] یہی مذہب جمہور صحابہ و تابعین کا ہے۔ ابو عبید کہتے ہیں: کہ نکاح متعہ کتاب و سنت سے منسوخ ہے۔ اس پر تمام ائمہ و علمائے حجاز و شام و عراق کا اجماع ہے۔ ابن جوزی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آیت سے متعہ ثابت ہی نہیں ہوتا ہے کہ اس میں ﴿مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ﴾ کی قید ہے۔ غرض کہ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ﴾ سے نکاح صحیح مراد ہے نہ نکاح متعہ کہ وہ منسوخ و حرام ہے۔ اور ﴿اُجُوْرَهُنَّ﴾ سے مہر مراد ہیں۔ [خازن وغیرہ]

www.waseemziyai.com

عَلَيْكُمْ ۚ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا

چاہتا ہے اور جو اپنے مزوں کے پیچھے پڑے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت

عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾

الگ ہو جاؤ اللہ چاہتا ہے کہ تم پر تخفیف کرے اور آدمی کمزور بنایا گیا ف۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر

اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ

یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بے شک

اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا

اللہ تم پر مہربان ہے۔ اور جو ظلم زیادتی سے ایسا کرے گا

(آیت ۲۵ تا ۲۸) ۲۔ آیت گزشتہ میں آزاد عورتوں سے مہر دے کر نکاح کرنے کا حکم تھا، نادار آدمی کو ایسا کرنا دشوار تھا اور مجرد رہنا بھی خطرہ سے خالی نہ تھا لہذا اس آیت میں ان کے لیے آسان طریقہ تعلیم فرمایا گیا: مطلب یہ ہے کہ تم میں جو آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کا مقدور نہ رکھتا ہو وہ مسلمان باندیوں سے نکاح کرے۔ کہ ان کا مہر بھی کم ہوگا اور حقوق بھی زیادہ نہ ہوں گے۔ پس ان سے نکاح کرنے کو عار نہ سمجھو۔ اور ان کے مالکوں سے اجازت لے کر نکاح کرو۔ اور ان کے مہر حسب رواج انہیں دو۔ یا ان کے مالکوں کو دو۔ اور وہ باندیاں جن سے تم نکاح کرو، پاک دامن عفت پسند ہوں نہ ظاہر ظہور بدکار ہوں اور نہ چھپ کر یار بنانے والی ہوں۔ اور ترجمہ میں جو "قید میں آتیاں"، نہ مستی نکالتی، نہ یار بناتی" فرمایا گیا ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ وہ عورتیں قید نکاح میں آتیاں یعنی آنے والی ہوں نہ مستی نکالتی زنا کراتی ہوں نہ چھپ کر یار بناتی ہوں۔ پس اگر وہ نکاح کرنے کے بعد بدکاری کریں تو ان کی سزا آزاد عورتوں کی سزا سے آدھی ہے۔ یعنی پچاس کوڑے۔ یہ باندیوں سے نکاح کرنا تم میں سے اس کے لیے جائز ہے جسے زنا میں پڑنے کا اندیشہ ہو۔ اور باندیوں سے نکاح نہ کرنے پر صبر کرنا تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تمہاری اولاد غلام نہ ہو اور تم اہانت سے بچے رہو۔ حدیث میں ہے: کہ آزاد عورتیں گھر کی اصلاح ہیں اور باندی گھر کی ہلاکی ہے۔ [سراج] باقی ترجمہ پڑھیے۔

تنبیہ: باندیوں سے نکاح کرنے کی تین شرطیں ہیں۔ ایک تو اس کا مسلمان ہونا۔ دوسرے خود زنا میں پڑنے کا خوف ہونا۔ تیسرے آزاد عورت سے نکاح کرنے کا مقدور نہ ہونا۔ یہ شرطیں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک احترازی نہیں ہیں استحبابی ہیں۔ کہ باوجود مقدور اور بغیر خوف زنا کے بھی باندی سے نکاح کرنا ان کے نزدیک جائز ہے۔ یونہی کتابیہ باندی سے بھی ان کے نزدیک نکاح جائز ہے کہ اہل کتاب سے بالاتفاق نکاح جائز ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے یہ توسیع فرمائی ہے کہ باندی اور کتابیہ سے باوجود مالدار ہونے کے نکاح حلال فرمایا، یہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور حسن بصری اور ابن مسیب و مجاہد و زہری سے مروی ہے۔ [خازن] اور ﴿وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ﴾ [النساء:۲۷] سے مراد یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ زانی مراد ہیں۔ جو اپنی سوتیلی بہنوں اور بھانجیوں بھتیجیوں سے نکاح حلال جانتے تھے۔ اور خواہش نفسانی پورا کرنے کے لیے بہانے ڈھونڈتے تھے اور مسلمانوں کو بھی بہکاتے تھے جب اللہ نے انہیں حرام فرمایا: تو کہنے لگے تم خالہ اور پھوپی کو حرام کہتے ہو

www.waseemziyai.com

فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۳۰ اِنْ

تو عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔ اگر

تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دیں گے

وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝۳۱ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ

اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔ ف۳ اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں

بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ وَلِلنِّسَاۗءِ

ایک کو دوسرے پر بڑائی دی مردوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لیے

دران کی لڑکیوں کو حلال جانتے ہو۔ یونہی بہنوں اور بھائیوں کی اولاد کو سمجھو پس یہ آیت نازل ہوئی اور آگاہ کیا گیا کہ تمہیں بھی اپنی طرح زانی بنانا چاہتے ہو۔[مدارک وسراج] اور ﴿ان تبتغوا باموالکم﴾ دلیل ہے۔ اس امر کی کہ نکاح میں مہر لازم ہے اگر مقرر نہ کیا جائے گا جب بھی مہر مثل دینا لازم ہوگا۔[مدارک] اور مہر کی تعداد شرعاً کم سے کم دس درم ہیں۔ اور زیادہ کی تعداد مقرر نہیں ہے جو آپس میں ٹھہر جائے وہی لازم ہوگا۔ مگر بہتر یہ ہے کہ بہت سا مہر نہ باندھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مہر کی تعداد مقرر کرنا چاہتے تھے مگر ایک عورت کے ٹوکنے سے باز رہے اور فرمایا جیسے چاہو کرو۔ کما مر۔

(آیت ۲۹ تا ۳۱) ۳۔ گزشتہ آیت میں خاص عورتوں کے حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ اچھی طرح گزر کرنے کی تعلیم دی گئی تھی اس آیت میں عام معاشرت اور اصلاح اخلاق کا حکم دیا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کہ اے مسلمانو! تم آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق غیر مشروع طور پر چرا چھپا کر، زبردستی چھین کر، جھوٹ بول کر، فریب دے کر، قتل وغارت کر کے، سود اور جوئے سے لے کر نہ کھاؤ اور نہ اپنا مال بے جا طور سے صرف کرو مگر یہ کہ وہ مال برضامندی باہمی تجارت سے حاصل ہوا ہو تو اس کا کھانا تمہارے لیے جائز وحلال ہے اور اپنی جانیں قتل نہ کرو یعنی خودکشی نہ کرو زہر کھا کر کنوئیں ندی میں گر کر ستی ہو کر نہ مرو۔ یا آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ جیسا کہ حضور نے حجۃ الوداع میں فرمایا: آگاہ ہو کہ میرے بعد کافر نہ ہونا کہ بعض تم میں کا بعض کی گردن مارے۔ یا باطل طور سے مال کھا کر اپنے نفس کو قتل نہ کرو۔ یا ایسی باتوں میں پڑ کر اپنے نفس کو ہلاک نہ کرو جو دنیا وآخرت میں موجب ہلاکی ہوں۔[سراج وغیرہ] اور جو ظلم وزیادتی سے ایسا کرے گا یعنی ناحق کسی کا مال کھائے گا کسی کو قتل کرے گا عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے۔ اور یہ اللہ پر آسان ہے۔ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہے جن کی تمہیں ممانعت کی گئی ہے۔ تو تمہارے اور گناہ بخش دیں گے۔ اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

تنبیہ: کبیرہ گناہ وہ ہیں جن پر قرآن وحدیث میں وعید نازل ہوئی ہے۔ جیسے زنا، قتل، چوری، جھوٹی گواہی، ماں باپ کی نافرمانی وغیرہ۔ ان کی تعداد قریب سات سو کے حضرت ابن جبیر وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ تو جو ان سے بچے گا اللہ اس کی سیآت کو طاعت سے جھاڑ دے گا۔ یا اس کی نیکیاں چھوٹے گناہوں کو صاف کر دیں گی۔ ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ [ھود: ۱۱۴] ''السیئات'' سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جو کبائر کے علاوہ ہوں وہ طاعت سے جھڑ جاتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو کبائر سے بچا رہا اس کے لیے پانچوں نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک اپنے درمیان کے گناہوں کو جھاڑنے والے ہیں۔[مسلم] ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ صغیرہ اصرار کے ساتھ

www.waseemziyai.com

نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

ان کی کمائی سے حصہ اور اللہ سے اس کا فضل مانگو بے شک اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ

سب کچھ جانتا ہے۔ ف۴ اور ہم نے سب کے لیے مال کے مستحق بنا دیے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ

وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ

اور قرابت والے اور وہ جن سے تمہارا حلف بندھ چکا انہیں ان کا حصہ دو بے شک

اور کبیرہ توبہ واستغفار کے ساتھ نہیں رہتا ہے۔[سراج]

تنبیہ: آیت سے ظاہر ہے کہ ناحق باطل طور سے کسی کا مال کھانا حرام ہے وموجب عذاب نار ہے۔ اور آپس میں برضامندی باہمی ایک دوسرے کا مال کھانا جائز وحلال ہے۔ اور تجارت کو اس لیے خاص کیا گیا ہے کہ زیادہ تر مال اس سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اور قتل خواہ اپنا ہو یا دوسرے مسلمان کا بہت بڑا گناہ ہے۔ اس کی سزا جہنم ہے۔[کمافی الایۃ] اور حدیث میں ہے جس نے اپنے نفس کو دنیا میں کسی چیز کے لیے قتل کیا وہ قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔ دوسری روایت میں ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے مجھ پر نفس کشی میں جلدی کی پس اس پر میں نے جنت حرام کی۔[سراج] بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ جو پہاڑ سے گر کر، زہر کھا کر، پیٹ میں چھرا بھونک کر مرا وہ دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا، دیگر حدیث میں ہے کہ جو اپنے آپ کو جس چیز سے قتل کرے گا قیامت تک اس کو اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا۔[حقانی]

(آیت ۳۲) ۴۔ شان نزول:۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یا کسی اور صحابیہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ عورتوں کو میراث میں مردوں سے نصف حصہ ملتا ہے تو کیا نیک اعمال میں بھی انہیں نصف اجر ملے گا۔ یونہی بعض صحابہ نے یہ خواہش کی تھی کہ ہمیں میراث کی طرح ہر نیکی کا دو چند ثواب ملتا۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ آرزو بھی کی تھی کہ کاش ہم مرد ہوتے اور جہاد کرتے اور مردوں کی برابر جہاد کا ثواب پاتے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور ایسی آرزوؤں کی ممانعت کی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ تم اس چیز کی خواہش وآرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک دوسرے پر بڑائی دی ہے۔ دنیا میں مال وجاہ سے اور عقبیٰ میں زیادہ ثواب اور بلند درجات سے تاکہ یہ حسد وبغض تک نہ پہنچائے مردوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے۔ پس تم ایک دوسرے کے فضل کو دیکھ کر رشک نہ کرو بلکہ تم بجائے اس کے اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ اللہ سے اس کا فضل طلب کرو کہ اللہ سوال کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جو اللہ کا فضل طلب نہیں کرتا ہے اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ اور اللہ خیر کثیر بندہ سے روکتا ہے اور کہتا ہے کہ جب تک بندہ مجھ سے نہیں مانگے گا نہ دوں گا۔[مدارک]

تنبیہ: دوسرے کے مال وجاہ اور مرتبہ کو دیکھ کر جلنا اور اس کے زوال کو چاہنا حسد ہے اور حسد گناہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حسد نیکیوں کو ایسے کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھاتی ہے۔ اور دوسری قسم اس کی غبطہ ہے یعنی رشک جس میں کسی کی زوال نعمت کو چاہنا نہیں ہوتا ہے بلکہ ویسی ہی نعمت اپنے لیے چاہنا ہوتا ہے۔ کہ خدا ہمیں بھی ایسی ہی دیتا یہ جائز ہے۔ حدیث میں ہے "لا حسد أي لا غبطة إلا في الاثنين" الحديث۔[بخاری وسراج] مگر اللہ کو یہ بھی پسند نہیں ہے۔

www.waseemziyai.com

اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ

ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔ ف۵ مرد افسر ہیں عورتوں پر

بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ

اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لیے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِيْ

تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا اور

تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ

جن عورتوں کی نافرمانی کا تمھیں اندیشہ ہو تو انھیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ

وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور انھیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو بے شک اللہ

كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا

بلند بڑا ہے اور اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک پنچ

مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ

مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ

(آیت ۳۳) ۵۔شان نزول:۔ میں اس آیت کی مختلف روایات وارد ہیں۔امام بخاری نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی ہے کہ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آئے تو حضور نے مہاجرین وانصار میں بھائی چارہ کرایا۔اور یہ قول واقرار ہوا کہ انصار مرے تو مہاجر بھائی اس کا وارث ہو اہل قرابت وارث نہ ہوں۔لیکن اسلام قوی ہونے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی اور پچھلا حکم منسوخ ہوا۔اور ترکہ کے مستحق اہل قرابت قرار پائے،اور بنائے ہوئے بھائی کے لیے وصیت کا حکم باقی رہا۔مطلب یہ ہے کہ ہم نے سب کے لیے مال کے مستحق بنادیے ہیں تو ماں باپ اور قرابت والے جو کچھ چھوڑ جائیں وہ انہیں دیا جائے۔اور وہ جن سے تمہارا حلف بندہ چکا قول وقرار ہو چکا ہے ان کا حصہ دو۔یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا پھر وہ ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ [النساء:۳۳] سے ونیز آیۃ ﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ﴾ [الانفال:۷۵] سے منسوخ ہو گیا۔مگر امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک منسوخ نہیں ہے کہ اس سے عقد موالات مراد ہے جو شرعا جائز ہے۔اور عامہ صحابہ کے نزدیک انہیں وقت نہ ہونے ذوی الارحام کے حصہ دیا جائے گا۔

تنبیہ:" موالی" سے بقول حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ورثہ وعصبہ مراد ہیں۔ابن جریر کہتے ہیں: کہ ابن عم کو اہل عرب مولی کہتے تھے۔

www.waseemziyai.com

بَيْنَهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝۳۵ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا

ان میں میل کر دے گا بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے ف۶ اور اللہ کی بندگی کرو [اور] اس کا شریک کسی کو

تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـــًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى

نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں

وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ

اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی

وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ

اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا

(آیت ۳۴/۳۵) ۶۔ شان نزول:۔ ایک بار سعد ابن ربیع انصاری نے اپنی بی بی حبیبہ بنت زید کے منہ پر کسی بے جا حرکت پر تھپڑ مارا انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر شکایت کی اور دادخواہ ہوئیں۔ حضور نے بدلہ لینے کا حکم فرمایا: تو یہ آیت نازل ہوئی۔ پس حضور نے فرمایا: جو میں نے چاہا تھا اس کا غیر خدا نے چاہا۔ پس جو اللہ نے چاہا وہی بہتر ہے۔ [ابن کثیر] مطلب یہ ہے کہ مرد عورتوں پر افسر ہیں ان کی اصلاح و درستی کے لیے مقرر ہیں۔ ان سے معمولی بات کا بدلہ لینا بے ادبی ہے اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے۔ علم و عقل میں قوت و عزت میں، فنون حرب میں احتیاط میں، کمال نماز و روزہ میں، جہاد و نبوت و خلافت و امامت میں، اذان و اقامت اور خطبہ میں، اور جمعہ میں، تکبیرات تشریق میں، حدود و قصاص کی شہادت میں، طلاق میں، نکاح میں، دو چند حصہ پانے میں نسبوں کے ان کی طرف نسبت کیے جانے میں داڑھی مونچھ میں۔ اور اس لیے کہ مردوں نے ان پر اپنا مال خرچ کیا ہے۔ نکاح میں، مہر میں، نفقہ میں۔ حدیث میں ہے اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم کرتا تو عورت کو شوہر کے لیے سجدہ کرنے کا حکم کرتا۔ [سراج] تو نیک بخت عورتیں اپنے شوہروں کا ادب و لحاظ کرنے والی اطاعت کرنے والی ہیں۔ خاوند کے پیچھے اس کے گھر کی مال کی اپنی حفاظت رکھتی ہیں۔ یا اس کا راز چھپاتی ہیں جس طرح اللہ نے انہیں حفاظت کا حکم دیا ہے۔ حدیث میں ہے بہتر عورت وہ ہے کہ جب تو اس کی طرف دیکھے تو خوش ہو۔ اور جب تو اسے کوئی حکم کرے تو اطاعت کرے اور جب تو غائب ہو تو وہ تیرے مال کی اپنے نفس کی حفاظت کرے۔ [سراج] اور جن عورتوں سے تمہیں نافرمانی کا اندیشہ ہو تو پہلے انہیں سمجھاؤ خوف دلاؤ اور ان سے الگ سوؤ، اظہار ناراضگی کرو پھر بھی اگر وہ نہ مانیں تو انہیں بطور تنبیہ منہ بچا کر مارو۔ اس طرح کے بدن پر نشان نہ پڑے زخم نہ آئے ہڈی نہ ٹوٹے۔ پھر اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو ان پر کوئی زیادتی نہ کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ ہم ان کے افسر ہیں اور صاحب اختیار ہیں۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: عورتوں کے حق میں میری وصیت سنو کہ عورتیں تمہارے قید نکاح میں ہیں اس کے سوا تم ان کے کسی شئی کے مالک نہیں ہو۔ ہاں جب کہ وہ کھلی بے حیائی کریں تو ان سے الگ سوؤ۔ اور انہیں اس طرح مارو کہ ان کے بدن پر نشان نہ آئے۔ پس اگر وہ فرمانبرداری کریں تو ان کو چھوڑ دو۔ ان پر زیادتی نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ناحق سے خطا عورت کو مارنا پیٹنا تکلیف دینا جائز نہیں ہے۔ ان کے مارنے کی ممانعت دوسری حدیثوں میں بھی آئی ہے۔ انہیں نہ مارنا اولیٰ ہے۔ [خازن] پھر فرماتا ہے تبارک و تعالیٰ اگر تم کو میاں بی بی میں جھگڑے کا خوف ہو تو برضامندی باہمی ایک پنچ اپنے لوگوں میں سے اور ایک پنچ عورت کے لوگوں میں سے مقرر کرو۔ اگر وہ دونوں پنچ مل کر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا۔

www.waseemziyai.com

مُخْتَالًا فَخُوْرًا ﴿۳۶﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ

کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا ﴿۳۶﴾ جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کے لیے کہیں

وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا

اور اللہ نے جو انھیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں اور کافروں کے لیے ہم نے ذلت کا عذاب

مُّهِيْنًا ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَاۗءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کو خرچتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اللہ

وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَاۗءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾

اور نہ قیامت پر اور جس کا مصاحب شیطان ہوا تو کتنا برا مصاحب ہے۔

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا

اور ان کا کیا نقصان تھا اگر ایمان لاتے اللہ اور قیامت پر اور اللہ کے دیے میں سے اس کی راہ میں

رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ

خرچ کرتے اور اللہ ان کو جانتا ہے۔ اللہ ایک ذرہ بھر ظلم

تنبیہ: پنچوں کا مرد و عورت کے اقارب سے ہونا مندوب ہے۔ اس لیے کہ وہ دونوں بہ نسبت غیر کے ان کے حال سے زیادہ واقف ہوں گے اور وہ دونوں کے وکیل ہوں۔ مرد کے وکیل کو خلع اور طلاق دینے کا اختیار ہو۔ اور عورت کے وکیل کو اسے قبول کرنے کا اختیار ہو اور وہ دونوں وکیل مرد، مسلمان، آزاد، عادل ہوں۔ ایک آدمی کو حکم بنانا جائز نہیں ہے۔ اور جو زوج زوجہ پنچ بنانے پر راضی نہ ہوں۔ تو حاکم وقت ان میں فیصلہ کرے ظالم سے مظلوم کا حق دلائے۔ [سراج] اور پنچ مقرر کرنے کا خطاب یا تو حاکم کو ہے یا زوجین کو ہے یا کنبہ برادری والوں اہل اصلاح کو ہے کہ خطاب بصیغہ جمع ہے۔ تو بعض پر حمل کرنے سے جمع پر حمل کرنا اولی ہے۔ [خازن]

(آیت ۳۶) ۷۔ گزشتہ آیات میں صرف معاشرت ازدواجی اور اصلاحی خانگی کا بیان تھا۔ ان آیات میں معاشرت عامہ کا طرز اور ان کے حقوق کی ادائیگی اور اصلاح نفس و تہذیب و اخلاق وغیرہ کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صرف ایک اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی شئی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس دور کے پڑوسیوں اور سفر و حضر کاروبار میں ساتھ رہنے والوں صحبت میں بیٹھنے والوں اور مسافروں مہمانوں اور اپنے باندی غلاموں سے بھلائی کرو۔ بے شک اللہ کو کوئی اترانے والا کوئی شیخی مارنے والا خوش نہیں آتا ہے۔ بندہ کو اللہ کی دی ہوئی نعمت پر اترانا فخر کرنا نہیں چاہیے۔ حدیث میں ہے کہ اگلے زمانہ میں ایک شخص بہت عمدہ چادریں اوڑھے اتراتا اور فخر و تکبر کرتا تھا۔ کہ زمین میں دھنسا دیا گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص کپڑا پہن کر اترائے گا اور فخر و تکبر کرے گا اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔ [سراج] اس لیے فخریہ طور پر ٹخنوں سے نیچا پائجامہ پہننا منع ہے۔ حدیث میں ہے: ٹخنوں سے نیچے ازار آگ میں ہے۔ خبردار تو ازار نہ لٹکانا۔ کہ وہ مخیلہ ہے۔ اور ٹخنوں سے نیچا پائجامہ فخریہ پہننے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی ہے۔ جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث میں ہے۔ بلکہ ٹخنوں سے نیچا پائجامہ بنانے میں کوئی کپڑا حد سے زیادہ بڑھانے میں صرف بے جا اور خلاف سنت ہونے کا گناہ علحدہ ہوتا ہے۔

www.waseemziyai.com

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ

نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دونی کرتا اور اپنے پاس سے

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا

بڑا ثواب دیتا ہے۔ تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب!

بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا

تمہیں ان سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں اس دن تمنا کریں گے وہ جنھوں نے کفر کیا اور رسول کی

الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾ يٰٓاَيُّهَا

نافرمانی کی کاش انھیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کر دی جائے اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے ف۸ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا

ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ۲۴ ۶

تنبیہ: قرآن واحادیث میں ان لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے بطریق احسن پیش آنے کی ہدایت وترغیب فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ماں باپ کی تو ہر امر جائز میں فرمانبرداری کرنے اور انہیں قول وفعل سے خوش رکھنے کا حکم ہے۔ اور ان کے کسی فعل پر گرفت کرنے انہیں اُف کرنے کی ممانعت کی گئی ہے کہ اللہ کی خوش نودی ماں باپ کی خوش نودی میں ہے۔ اور اللہ کی ناراضی ماں باپ کی ناراضی میں ہے۔ اور یتیم کے بارے میں حدیث میں آیا ہے: کہ جو شخص اللہ کے واسطے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا اس کے ہر بال کے بدلے جن پر اس کا ہاتھ گزرے گا نیکی لکھی جائے گی۔ اور جو یتیم کے ساتھ احسان کرے گا میں اور وہ اس طرح جنت میں ہوں گا اور اپنی انگلیاں ملا کر حضور نے دکھائیں۔ اور فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: میں اور یتیم کا کفیل پرورش کرنے والا جنت میں ہوں گا۔ اور پڑوسیوں کے ساتھ تو ہمیشہ جبرئیل حضور کو بھلائی کرنے کی وصیت کرتے تھے۔ جس سے حضور کو گمان گزرتا تھا کہ کہیں وہ وارث نہ ہو جائیں۔ اور فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا ہے وہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے۔ اس کے ساتھ احسان کرے۔ اور غلام اور باندیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کو یہاں تک فرمایا گیا کہ جو تم کھاؤ پہنو وہ انہیں کھلاؤ پہناؤ اور ان کی طاقت سے زیادہ کام ان سے نہ لو۔ اور کام میں ان کی مدد کرو۔ [سراج] بخاری ومسلم کی روایت میں ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ عمر میں برکت ہو اور رزق میں فراخی ہو وہ اہل قرابت سے صلہ رحمی کرے۔ انہیں کی روایت میں ہے کہ بیواؤں اور مسکینوں کے واسطے سعی کرنے والا جہاد کرنے والے اور نماز میں سستی نہ کرنے والے اور ہمیشہ روزہ رکھنے والے کی طرح ہیں۔

(آیت ۳۷ تا ۴۲) ۸۔ شان نزول:۔ یہ آیت بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکرم ابن زید وحیی ابن اخطب وغیرہ یہود کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ ان مسلمانوں کو جو ان سے ملتے جلتے تھے۔ بہکایا کرتے اور کہا کرتے تھے۔ کہ بھائیو! تم اپنا مال خرچ کرنے میں جلدی نہ کیا کرو اور نہ خیرات میں صرف کیا کرو ورنہ مفلس قلانچ ہو جاؤ گے۔ فاقہ کرنے لگو گے کوئی قرض بھی نہ دے گا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور یہ گزشتہ آیت کا تکملہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خرچ واجب میں خود بھی کنجوسی کریں اور دوسروں سے بھی کنجوسی کرنے کو کہیں اور خدا نے جو انہیں اپنے فضل سے علم ودولت دی ہے اسے لوگوں سے چھپائیں ان کے لیے وعید شدید ہے کہ وہ خود بھی گناہ کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی گناہ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور بجائے تحدیث نعمت کے نعمت الٰہی کو چھپاتے اور کفران نعمت کرتے ہیں اور کافروں

www.waseemziyai.com

تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ

کہو اسے سمجھو اور نہ ناپاکی کی حالت میں بے نہائے مگر مسافری میں اور اگر تم

مَّرْضٰۤی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ

بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے

النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ

عورتوں کو چھوا اور پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم [کرو] تو اپنے منہ

وَاَیْدِیْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ

اور ہاتھوں کا مسح کرو بے شک اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔ ف۹ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا

اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَیُرِیْدُوْنَ

جن کو کتاب سے ایک حصہ ملا گمراہی مول لیتے ہیں اور چاہتے ہیں

کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ دو خصلتیں کسی مومن میں جمع نہیں ہوتی ہیں۔ بخل اور بد خلقی۔ اور بخل سے بدتر کوئی بیماری نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کوئی نعمت دیتا ہے تو اس کا دیکھنا بندہ پر محبوب رکھتا ہے۔ اور دوسرا مذموم پہلو اس کا یہ بیان فرمایا جاتا ہے کہ اور وہ لوگ جو اپنے مال کو لوگوں کے دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے ہیں وہ شیطان کے ساتھی ہیں۔ اور جن کا شیطان مصاحب ہوا تو وہ کتنا برا مصاحب ہے۔ گویا خدا کی دی ہوئی نعمت کو نہ صرف کرنا یا اسے خدا کے لیے نہ صرف کرنا، بلکہ اپنی شہرت اور ناموری اور دکھاوے کے لیے کرنا کہ سخی مشہور ہو نہایت مذموم و گناہ ہے۔ اس کے بعد اس کی حالتیں بیان فرمائی گئی ہیں جو ترجمہ سے ظاہر ہیں۔ اور ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ﴾ الخ [النساء:۴۱] کا یہ مطلب ہے کہ وہ وقت کیسے حسرت و یاس کا ہوگا جب کہ ہم ہر امت کے نبی کو ان پر گواہ بنائیں گے اور وہ نبی ان کو احکام الٰہی پہنچانے اور ان کے نہ ماننے اور ان کے خلاف ورزی کرنے کی گواہی دے گا۔ اور ان سب انبیاء کے سچا ہونے پر حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گواہی دیں گے۔ اس وقت وہ لا جواب ہوں گے۔ اور یہ آرزو کریں گے کہ کاش ہمیں مٹی میں دبا کر ہم پر زمین برابر کر دی جاتی ﴿وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا﴾ [النبأ:۴۰] وہ اس وقت اللہ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے کہ ان کے اعضا ان کے ہر فعل کی گواہی دیں گے۔ رہی یہ بات کہ حضور ان سب پر کیسے بغیر مشاہدہ گواہی دیں گے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور کو علم اولین و آخرین عطا فرمایا گیا تھا۔ اور صبح و شام تمام امت کے اعمال حضور کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ اسی علم کے موافق حضور گواہی دیں گے۔ اس کی تفصیل آیت: ﴿أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ﴾ [البقرۃ:۱۴۳] کے تحت گزری۔

(آیت ۴۳) ۹۔ شان نزول:۔ میں اس آیت کی کئی روایتیں منقول ہیں۔ ترمذی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ ایک بار قبل حرمت شراب حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے مہاجرین و انصار کی دعوت کی بعد کھانا کھلانے کے شراب پلائی پھر مغرب کی نماز سب نے پڑھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز پڑھائی۔ نشہ میں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ [الکافرون:۱] میں ہر جگہ بجائے ''لا اعبد'' کے ''اعبد'' پڑھا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ شراب حرام ہونے سے پہلے لوگ بحالت نشہ نماز میں شریک ہو جایا کرتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے

www.waseemziyai.com

جن کو سفر یا حضر میں وضو یا غسل کی حاجت ہوتی اور پانی نہ میسر ہوتا، اور ایک قول یہ ہے کہ ان انصاریوں کے حق میں نازل ہوئی جو بیمار ہوتے۔ اٹھ کر وضو نہ کر سکتے۔ اور نہ کوئی وضو کرانے والا ہوتا۔ انہوں نے حضور سے اپنی مجبوری ظاہر کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور امام بخاری و مسلم نے اس کی شان نزول یہ بیان کی ہے کہ ایک سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار گم ہو گیا۔ اس کی تلاش کے لیے لشکر کو ایسی جگہ ٹھہرایا گیا جہاں پانی نہ تھا۔ لوگوں کو تکلیف ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی اور ہار بھی مل گیا۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ شراب کے نشہ میں نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ ہوش میں آ کر اپنا پڑھا ہوا سمجھو اور نہ ناپاکی کی حالت میں بغیر نہائے نماز پڑھو۔ مگر مسافری کی حالت میں جب کہ پانی نہ ملے تو تیمم سے نماز پڑھو۔ یہی قول حضرت علی و ابن عباس و سعید ابن جبیر و مجاہد و قتادہ رضی اللہ عنہم کا ہے اور اسی کو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اختیار کیا ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ اگر تم بیمار ہو جاؤ اور پانی ضرر دیتا ہو یا سفر میں ہو اور تمہیں وضو یا غسل کی ضرورت ہو یا پاخانہ پیشاب سے فارغ ہو کر استنجے کی حاجت ہو یا عورتوں سے صحبت کی ہو اور تمہیں اتنا پانی نہ ملے جس سے تم وضو یا غسل یا استنجا کر سکو یا اس کے استعمال پر کسی وجہ سے قادر نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ اس طرح کہ اس پر ایک دفعہ ہاتھ مار کر چہرے پر پھیرو۔ دوبارہ ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرو کہ سب جگہ پر ہاتھ پھر جائے ذرا سی جگہ بغیر ہاتھ پھیرے باقی نہ رہے ورنہ تیمم نہ ہوگا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

تنبیہ: سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک زمین یا جنس زمین سے تیمم کرنا جائز ہے۔ خواہ وہ مٹی ہو یا اینٹ پتھر کنکر ہو۔ باقی احکام تیمم کے کتب فقہ میں دیکھیے۔ اور تیمم اس امت کے خصائص سے ہے۔ حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: ہمیں دوسرے لوگوں پر تین چیزوں کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے۔ اول یہ کہ ہماری صفیں ملائکہ کی صفوف کی مثل کی گئیں۔ دوسرے ہمارے لیے روئے زمین مسجد کی گئی (جہاں چاہیں نماز پڑھیں) تیسرے اس کی مٹی ہمارے لیے پاک و مطہر کی گئی کہ جب ہمیں پانی نہ ملے تو ہم اس سے تیمم کریں۔ [رواہ مسلم]

تنبیہ: بعض کے نزدیک ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ﴾ [النساء:۴۳] سے نماز کی جگہ مراد ہے۔ بحذف مضاف یعنی مسجد۔ اور "عَابِرِیْ سَبِیْلٍ" سے مسجد میں گزرنا مراد ہے تو یہ معنی ہوں گے کہ حالت نشہ میں اور ناپاکی کی حالت میں مسجد میں نہ جاؤ مگر جب کہ کوئی راستہ سوائے مسجد میں ہو کر گزرنے کے نہ ہو تو مجبوراً اس میں گزرنا روا ہے، نہ ٹھہرنا۔ اور یہ مسجد میں سے گزرنے کی رخصت ان لوگوں کے لیے تھی جن کے گھر کے دروازے مسجد نبوی میں تھے وہ حالت جنابت و غیر جنابت میں پانی وغیرہ لینے کے لیے مجبوراً مسجد میں ہو کر گزرتے تھے۔ یہی قول ابن مسعود و انس ابن مالک و حسن وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ [خازن] اور "سکاریٰ" جمع سکران ہے۔ یعنی نشہ میں ہو اور نشہ سے یہاں شراب کا نشہ مراد ہے۔ جیسا کہ شان نزول والی روایت اور قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ظاہر ہے۔ اور سوائے ضحاک کے عامہ علماء کا یہی قول ہے۔ اگرچہ دوسرے نشہ بھی مراد ہو سکتے ہیں جب کہ وہ اس حد تک ہوں کہ عقل زائل ہو جائے۔ بات سمجھ میں نہ آئے۔ اور ﴿لَمَسْتُمُ النِّسَآءَ﴾ سے مراد عورت سے صحبت کرنا ہے۔ یہی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ اور یہی قول حضرت علی و ابی ابن کعب و حسن و مجاہد و قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ جیسا کہ طلاق والی آیتوں میں ﴿مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ﴾ [البقرۃ:۲۳۷] سے بالاتفاق جماع مراد ہے۔ اور بعض کے نزدیک "ملامست" سے مباشرت مراد ہے۔ اگر بغیر جماع ہو کہ مس کے معنی ہاتھ سے چھونے کے ہیں۔ اور یہ قول ابن عمر و شعبی و نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ اسی پر امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ مسئلہ متفرع کیا ہے کہ عورت کو چھونا ناقض وضو ہے۔ ہمارے نزدیک عورت کو چھونا ناقض وضو نہیں ہے۔ مگر جب کہ مذی نکلے تو اس صورت میں مذی ناقض وضو ہوئی نہ عورت کو چھونا۔ کہ بخاری کی روایت میں حضور کا سجدہ میں جاتے وقت حضرت عائشہ کے پاؤں کو سمیٹ لینے کے لیے دبانا آیا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ محض عورت کو چھونا ناقض وضو نہیں ہے ورنہ حضور ضرور وضو فرماتے۔ اور آیت میں جو حد نشہ کی بیان فرمائی گئی ہے وہ نماز کے لیے ہے نہ اجرائے حد کے لیے۔ اور یہ آیت دلیل ہے کہ بحالت نشہ کلمہ کفر زبان سے نکل جانے سے آدمی کافر نہیں ہوتا ہے۔ کہ ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ میں عمداً "لا" نہ پڑھنے سے کفر لازم آتا ہے مگر یہاں حکم کفر نہ فرمایا گیا۔ بلکہ مومن کہا گیا اور

www.waseemziyai.com

اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

کہ تم بھی راہ سے بہک جاؤ اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے

وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ

والی اور اللہ کافی ہے مددگار۔ کچھ یہودی کلاموں کو

الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ

ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنیے آپ

مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ

سنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبانیں پھیر کر اور دین میں طعنہ کے لیے اور اگر وہ

قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ

کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور حضور ہم پر نظر فرمائیں تو ان کے لیے بھلائی اور راستی میں زیادہ ہوتا

وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ يٰۤاَيُّهَا

لیکن ان پر تو اللہ نے لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو یقین نہیں رکھتے مگر تھوڑا اے

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ

کتاب والو! ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا تمہارے ساتھ والی کتاب کی تصدیق فرماتا

مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ

قبل اس کے کہ ہم بگاڑ دیں کچھ منہوں کو تو انہیں پھیر دیں ان کی پیٹھ کی طرف یا انہیں لعنت کریں

كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا

جیسی لعنت کی ہفتہ والوں پر اور خدا کا حکم ہو کر رہے۔ ف بے شک اللہ اسے

حضور نے بھی اسے برقرار رکھا اور اس پر اجماع ہے۔ [مدارک]

(آیت ۴۴ تا ۴۷) ۱۰۔ شان نزول: یہ آیت رفاعہ ابن زید یہودی کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ دین اسلام میں نکتہ چینی کیا کرتا تھا۔ اور اسے برا بتایا کرتا تھا اور مسلمانوں کو بہکایا کرتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تم نے ان یہودیوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب سے کچھ حصہ ملا ہے۔ یعنی عالم توراۃ ہیں وہ ہدایت کے بدلے گمراہی مول لیتے ہیں۔ اور تمہیں اپنی طرح گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے۔ اور تمہیں خبر دیتا ہے تاکہ تم ان کے بہکانے میں نہ آؤ اور اللہ تمہارا ولی و مددگار ہے۔ تمہیں ان کے مکر سے بچانے والا ہے۔ ان میں سے کچھ یہودی کلاموں کو یعنی نعت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و آیت رجم وغیرہ کو اس کی جگہ سے پھیرتے ہیں۔ اور جب حضور انہیں کوئی حکم فرماتے ہیں تو علانیہ عنادا کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارا کہنا سن لیا مانیں گے نہیں۔ یا بظاہر "سمعنا" کہتے ہیں اور دل میں مانیں

www.waseemziyai.com

يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ

نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جس نے

يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔ ف۱۱ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا

يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾

جو خود اپنی ستھرائی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ستھرا کرے اور ان پر ظلم نہ ہوگا دانۂ خرما کے ڈورے برابر

گے نہیں کہتے ہیں۔ اور زبانیں پھیر کر دبا کر دین کا استہزا اور توہین شان رسالت کرنے کے لیے ایسے الفاظ بولتے ہیں جن کے ایک معنی اچھے اور دوسرے برے ہوں۔ اور برے معنی مراد لیتے ہیں اور کہتے ہیں سنیے آپ سنائے نہ جائیں۔ یعنی بری بات۔ اور مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ آپ بہرے ہو جائیں۔ اور ''راعنا'' کہتے ہیں یعنی ہماری رعایت کیجیے اور مراد اس سے گالی ہوتی ہے۔ ان کی لغت میں وہ گالی ہے بمعنی احمق۔ جس کے کہنے کی ممانعت پہلے کی جا چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ بجائے اس کے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور حضور ہم پر نظر فرمائیں گے کہتے تو ان کے لیے بہتر اور درست ہوتا لیکن انہوں نے بہتر راہ اختیار نہ کی تو اللہ نے ان کے کفر کے سبب لعنت ان پر کی تو یقین نہ لائے، مگر تھوڑا غیر قابل شمار۔ یا ایمان نہ لائے مگر تھوڑے۔ جیسے عبداللہ ابن سلام وغیرہ۔ پھر ان کے عیوب ذکر فرمانے کے بعد انہیں ایمان لانے کی ترغیب مع تخویف کرتا ہے کہ اے اہل کتاب تم قرآن پر ایمان لاؤ جو ہم نے اتارا ہے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرتا ہے اس سے پہلے کہ ہم منہ پر لر پیچھے کی طرف کر دیں یا انہیں لعنت کریں یعنی مسخ کریں۔ جیسا کہ اصحاب سبت کو کیا سور و بندر بنا دیا۔ اور خدا کا حکم ہو کر رہے گا۔ چنانچہ عبداللہ ابن سلام ایک قافلہ میں شام سے آرہے تھے انہوں نے یہ آیت سنی اور گھر جانے سے پہلے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لائے۔ اور کہا مجھے یہ اچھا معلوم ہوا کہ میں اپنے اہل میں قبل مسخ ہونے کے جاؤں۔ یونہی کعب احبار نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جب یہ آیت سنی تو ایمان لائے۔ اور کہا اے رب میں ایمان لایا۔ اس آیت کی وعید کے خوف سے۔ [سراج و معالم وغیرہ] اور اصحاب سبت کا قصہ اوپر گزر چکا ہے۔ کہ وہ ایک بستی کے یہودی تھے ان پر ہفتہ کے دن شکار ماہی حرام کیا گیا تھا۔ انہوں نے نہ مانا اور اس کے لیے یہ حیلہ تراشا کہ گڑھے کھودے اور دریا سے ان گڑھوں تک نالیاں بنائیں۔ ہفتہ کے دن بکثرت مچھلیاں آتی تھیں اور ان نالیوں کی راہ سے گڈھوں میں بھر جاتی تھیں۔ یہ ان کا راستہ جانے کا روک دیتے اور اتوار کو انہیں پکڑ کر کھاتے۔ اس وقت کے صالحین نے انہیں منع کیا مگر وہ اس فعل سے باز نہ آئے تو عذاب الٰہی نازل ہوا اور وہ بندر ہو گئے۔ یہی زمانہ حضور کے یہود سے کہا گیا۔ کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے۔ اور اپنی حرکات سے باز نہ آؤ گے تو ذلیل و خوار ہو گے تمہاری صورتیں بگاڑ دی جائیں گی تمہاری آنکھ، ناک، کان سب غائب کر دیئے جائیں گے یا تم مسخ کر دیے جاؤ گے۔ اور یہ وعید بعض کے ایمان لانے سے اٹھ گئی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ باقی ہے قبل قیام ساعت یہود میں طمس و مسخ واقع ہونے سے پوری ہوگی۔ [سراج وغیرہ]

تنبیہ: ﴿أَن نَّطْمِسَ وُجُوهًا﴾ الخ [النساء:۴۷] کے معنی حضرت عبداللہ ابن عباس و عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ مروی ہیں کہ تم ایمان لاؤ قبل اس کے کہ ہم تمہارے منہ آنکھ ناک کان وغیرہ مثل گدی کے سپاٹ کر دیں۔ اور یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ ہم تمہارے چہرے آگے سے پیچھے کر دیں کہ الٹے چلنے لگو۔ [قالہ القتادۃ والعوفی۔ [ابن کثیر]

(آیت ۴۸) ۱۱۔ شان نزول: یہ آیت وحشی ابن حرب قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کے ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی جب کہ وہ اپنے فعل پر نادم و پشیماں ہوئے اور اسلام لانا چاہا اور دل میں یہ خیال گزرا کہ جب آیت ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ

www.waseemziyai.com

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾

دیکھو کیسا اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور یہ کافی ہے صریح گناہ۔ ف۱۲

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ

کیا تم نے وہ نہ دیکھے جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا ایمان لاتے ہیں

بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ

بت اور شیطان پر اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں سے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ

زیادہ راہ پر ہیں۔ یہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جسے خدا

اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ ؕ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ

لعنت کرے تو ہرگز اس کا کوئی یار نہ پائے گا کیا ملک میں ان کا کچھ حصہ ہے

فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ ۙ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ

ایسا ہو تو لوگوں کو تل بھر نہ دیں۔ یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو

اللّٰهِ إِلٰهاً آخَرَ﴾ [الفرقان:۶۸] نازل ہو چکی ہے اور ہم نے شرک وقتل وزنا وغیرہ گناہ کیے ہیں۔ تو ہمیں اسلام لانے کے بعد نجات کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ اس وقت ﴿إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً﴾ [مریم:۶۰] نازل ہوئی۔ اس پر یہ خدشہ پیدا ہوا کہ یہ کیسے یقین ہو سکتا ہے کہ ہم ایمان کے بعد نیک اعمال ہی کریں گے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حضور نے انہیں لکھ کر بھیجی تو وہ حاضر ہو کر ایمان لائے بعد ایمان لانے کے حضور نے ان سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کرنے کی کیفیت پوچھی اس نے بتائی تو حضور نے ان سے فرمایا: تجھے خرابی ہو اپنا منہ مجھے نہ دکھا تو وہ ملک شام چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔ [سراج ومعالم] یہ آیت اسی سورت میں دو جگہ واقع ہوئی ہے۔ یہ پہلی جگہ ہے جس کی یہ شان نزول ہے۔ اور یہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت ﴿یا عبادی الخ﴾ نازل ہوئی اور اس میں تمام گناہوں کو معاف کرنے کا وعدہ فرمایا گیا تو صحابہ نے پوچھا کیا شرک بھی معاف ہوگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [ابن جریر] مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک جلی کرنے کو بغیر توبہ کے نہیں بخشتا ہے۔ خواہ وہ فعلی ہو یا اعتقادی اور اس سے نیچے کے گناہ خواہ کبیرہ ہوں جس کو چاہتا ہے معاف کرتا ہے۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے بہت بڑا گناہ کا طوفان باندھا۔ حدیث میں ہے کہ جو اللہ سے بغیر اس کے ساتھ شرک کیے ملے گا جنت میں داخل ہوگا اور اسے کوئی گناہ ضرر نہیں دے گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: کہ قرآن عظیم میں مجھے اس سے زیادہ کوئی بھی آیت پیاری نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ شرک کا گناہ قبل غرغرہ توبہ کرنے سے معاف ہوتا ہے۔ اور اس کے علاوہ گناہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ جس کو اللہ چاہتا ہے بغیر توبہ معاف فرماتا ہے۔ اور توبہ سے سب کے گناہ بخشتا ہے۔ [مدارک]

(آیت ۴۹/۵۰) ۱۲۔ شان نزول: ایک بار چند علمائے یہود اپنے لڑکوں کو ساتھ لے کر حضور کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے کیا ان بچوں پر کوئی گناہ ہے؟ فرمایا: نہیں۔ تو بولے: واللہ انہیں کی طرح ہم بھی بے گناہ ہیں ہم رات میں جو گناہ کرتے ہیں وہ دن میں معاف ہو جاتے ہیں اور جو دن میں کرتے ہیں وہ رات میں معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [سراج ومعالم]

www.waseemziyai.com

اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی

وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ

اور انہیں بڑا ملک دیا ف۱۳ تو ان میں کوئی اس پر ایمان لایا اور کسی نے اس سے منہ

عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ

پھیرا اور دوزخ کافی [ہے] بھڑکتی آگ جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب

نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا

ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے

لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ

کہ عذاب کا مزہ لیں بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اور جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ہم انہیں باغوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں رواں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہودی اپنے مرے ہوئے بچوں کو اپنی شفاعت اور معافی گناہ کا ذریعہ کہتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے خیال خام کو رد فرمایا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جو خود اپنا گناہ ہونے سے پاک ہونا بیان کرتے تھے۔ بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے گناہوں سے پاک کرتا ہے۔ اور ان پر کھجور کے ڈورے کے برابر یعنی ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا۔ نیکی اور بدی کی پوری پوری جزا و سزا دی جائے گی۔ خود اپنے آپ گناہوں سے پاک کہنے سے پاک نہ ہوں گے بلکہ اللہ کے پاک کرنے سے پاک ہوں گے۔ دیکھو اے نبی! اللہ پر یہ لوگ اپنے تزکیہ میں کیا جھوٹ باندھ رہے ہیں اور یہ صریح گناہ ان کے لیے کافی ہے۔

تنبیہ: آیت کا مفہوم عام ہے ہر وہ شخص اس کے تحت داخل ہے جو اپنے آپ کو معصوم و پاک سمجھے یا دوسرے کو بلا علم و یقین معصوم و پاک جانے یا کسی کی جھوٹی مدح کرے۔ اور جو وصف اس میں نہ ہو وہ اس کی طرف منسوب کرے۔ یا اپنے میں جو وصف نہ ہو وہ اپنی طرف نسبت کرنے میں خوش ہو یا خاموش رہے۔ یہ سب ممنوع و مذموم و گناہ ہے۔ اور لوگ اس سے غافل ہیں اسے اچھا جان کر کرتے کراتے ہیں۔ بڑے بڑے القاب و خطابات سے کسی کو یاد کرنا بھی اسی میں داخل ہے جب کہ وہ اس کا اہل نہ ہو۔ ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے تم مدح کرنے سے بچو کہ وہ ذبح کرنا ہے۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور نے ہمیں مدح کرنے والوں کے منہ میں مٹی بھرنے کو فرمایا۔

(آیت ۵۱ تا ۵۴) ۱۳۔ شان نزول: ۔ کعب ابن اشرف اور حیی ابن اخطب وغیرہ جنگ بدر کے بعد قریش کو پرسا دینے اور انہیں بدلہ لینے کے لیے آمادہ کرنے کو مکہ گئے اور ان سے بعد افسوس اظہار مدعا کیا اور ان کی مدد کرنے کو کہا۔ قریش نے ان سے کہا تم بھی اہل کتاب ہو اور مسلمانوں کے پاس بھی کتاب ہے ہمیں تمہارا اعتبار نہیں جب تک کہ تم ہمارے ان دونوں بتوں جبت و طاغوت کو سجدہ نہ کرو گے ہم تمہارا اعتبار نہ کریں گے۔ پس کعب نے فوراً قریش کے کہنے سے بتوں کو سجدہ کیا اور کہا کہ ہم نے تو تمہارے اعتبار کے لیے سجدہ کیا اب تم بھی ہمارے اطمینان کے لیے یہ کرو کہ ہمارے اور تمہارے تیس تیس آدمی کعبہ سے لپٹ کر رب کعبہ کی قسم کھا کر باہم شریک رہنے

www.waseemziyai.com

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ز وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا

ان میں ہمیشہ رہیں گے ان کے لیے وہاں ستھری بیبیاں ہیں اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ

ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ

ہی سایہ ہوگا بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بے شک اللہ

نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ ف۱۴ اے

اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور اُن کا جو تم میں حکومت والے ہیں

اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معاہدہ کریں۔ قریش نے بلا عذر ایسا ہی کیا۔ اثنائے گفتگو میں قریش نے یہودیوں سے پوچھا کہ تمہارے نزدیک ہم میں اور مسلمانوں میں سے حق پر کون ہے۔ یہودیوں نے عناداً جواب دیا کہ مسلمانوں سے تم اچھے ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [سراج] مطلب یہ ہے کہ کیا تم نے اے نبی! ان اہل کتاب کو نہیں دیکھا جو بت وشیطان پر ایمان لاتے ہیں۔ اور کافروں کو مسلمانوں سے زیادہ اچھا اور حق پر بتاتے ہیں۔ انہیں لوگوں پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے۔ اور جن پر خدا نے لعنت کی ان کا تو کوئی یار و مددگار نہ پائے گا کہ اسے عذاب الٰہی سے بچائے، کیا ملک میں ان کا کچھ حصہ ہے، اگر ایسا ہو تو وہ لوگوں کو بخل کی وجہ سے تل بھر بھی چیز نہ دیں۔ یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے کتاب، حکمت ونبوت وعزت دی ہے۔ اور عورتیں ان کے لیے حلال کی ہیں۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر نبی ہوتے تو عورتوں سے اعراض کرتے۔ اور نبوت تو بنی اسرائیل کا حق تھا انہیں کیسے مل گیا۔ اور اس کے زوال کو چاہتے ہیں، تو تم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے کیسے حسد کرتے ہو اس پر کہ جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے۔ حالانکہ ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو کتاب وحکمت عطا فرمائی تھی۔ اور انہیں بڑا ملک دیا تھا تو ان میں سے کوئی ان پر ایمان لایا۔ اور کوئی نہ لایا۔ باوجودیکہ وہ بنی اسرائیل سے تھے۔ اس کے لیے دوزخ کی بھڑکتی آگ کافی ہے۔ باقی ترجمہ پڑھئے۔

تنبیہ: "الناس" سے یہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ [ابن عباس وحسن ومجاہد] اور اولاد ابراہیم سے مراد داؤد وسلیمان ہیں کہ انہیں بادشاہت ونبوت اور مال ومنال اہل وعیال عطا ہوئی تھیں داؤد علیہ السلام کے ننانوے بی بیاں تھیں اور سلیمان علیہ السلام کے ایک ہزار بی بیاں اور تین سو باندیاں تھیں، اور جبت وطاغوت دو بت تھے جنہیں مشرکین مکہ پوجتے تھے، اور کہا گیا ہے کہ جبت سے مراد بت ہے اور طاغوت سے شیاطین مراد ہیں۔ اس میں دوسرے اقوال بھی ہیں۔ اور بعض تفسیروں میں روایت شان نزول میں کعب ابن اشرف وغیرہ کا جنگ احد کے بعد مکہ جانا جو مرقوم ہے یہ یا تو سہو کاتب ہے کہ بجائے بدر کے احد لکھ گیا۔ یا مفسرین کا سہو ہے۔ صحیح یہ ہے کہ کعب ابن اشرف وغیرہ جنگ بدر کے بعد مشرکین کو پرسا دینے اور بدلا لینے پر آمادہ کرنے کے لیے گئے تھے۔ اس کے بعد جنگ احزاب واحد ہوئی۔

(آیت ۵۵ تا ۵۸) ۱۴۔ شان نزول: جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ فتح فرمایا اور خانہ کعبہ میں جانے کا ارادہ کیا تو اس کی کنجی عثمان ابن ابی طلحہ سے طلب کی کہ وہ ہمیشہ سے خانہ کعبہ کے مجاور وکلید بردار تھے وہ کنجی لے کر آئے اور حضور کو دینے لگے تو حضرت

www.waseemziyai.com

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ

پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ و رسول کے حضور رجوع کرو اگر

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴿۵۹﴾ ع ۸ ۵

اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔ ف۱۵

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ

کیا تم نے انھیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اترا

وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ

اور اس پر جو تم سے پہلے اترا پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ بنائیں اور

اُمِرُوْۤا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا

ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انھیں دور

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت تو میرے سپرد ہے، کنجی بھی مجھے عطا فرمائی جائے۔ اس پر عثمان نے ہاتھ کھینچ لیا۔ پھر حضور نے کنجی طلب کی پھر حضرت ابن عباس نے یہی کہا۔ پھر عثمان نے ہاتھ کھینچ لیا۔ تو حضور نے فرمایا: اے عثمان اگر تو خدا پر ایمان لایا ہے تو کنجی مجھے دے۔ عثمان نے حضور کو کنجی دیتے ہوئے کہا کہ یہ امانت ہے مجھی کو واپس دیجیے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کنجی دینے سے انکار کرنے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عثمان کا ہاتھ مروڑ کر کنجی چھین لی اور خانہ کعبہ کھول کر اندر گئے اور حضور بھی اندر تشریف لے گئے تو حضرت علی نے حضور سے وہی کہا جو حضرت عباس نے کہا تھا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حضور نے خانہ کعبہ کی کنجی عثمان کو بلا کر ہمیشہ کے لیے سپرد کی۔ اور انہوں نے مرتے وقت اپنے بھائی شیبہ کو سپرد کی اور وہ ان کی اولاد میں رہی۔ بعض مفسرین نے دونوں روایتوں کو خلط ملط کر کے بہ زیادتی و کمی الفاظ نقل کیا ہے اور دھوکا کھایا ہے کہ عثمان کا کنجی واپس پانے کے بعد ایمان لانا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ وہ صلح حدیبیہ کے سال ایمان لائے تھے۔ جیسا کہ ابن عبدالبر و ابن مندہ و ابن اثیر نے ذکر کیا ہے بلکہ حضور کا ان سے یہ فرمانا کہ مجھے کنجی دے اگر تو اللہ و رسول پر ایمان لایا ہے۔ دلالت کرتا ہے کہ وہ ایمان لا چکے تھے اگر ایمان نہ لائے ہوتے تو حضور ان سے ''ان کان یومن باللہ و رسولہ'' نہ فرماتے۔ [خازن وغیرہ] بہرحال شان نزول اگرچہ خاص ہے مگر باتفاق مفسرین اس کا حکم عام ہے۔ ہر امانت دار کو امانت ادا کرنا اور حاکم کو عدل و انصاف کے ساتھ جھگڑا فیصل کرنا واجب ہے ورنہ مواخذہ ہوگا۔ خواہ امانت اللہ کی ہو جیسے نماز روزہ وغیرہ۔ یا بندہ کی ہو جیسے کسی کا رکھا ہوا عاریت لیا ہوا مال ان کے راز، یا اپنے نفس کی ہو جیسے آنکھ ناک کان وغیرہ اعضاء وغیرہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو ان کے محل میں صرف کر کے گناہ کی باتوں سے انہیں بچائے۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! اللہ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ تم جن کی امانتیں تمہارے پاس ہوں انہیں سپرد کر دو اور حکم دیتا ہے کہ جب لوگوں میں کسی جھگڑے کا فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو کسی کی رو و رعایت اس میں نہ کرو۔ اللہ تمہیں بہت خوب نصیحت فرماتا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ امام عادل کو اپنے عرش کے سایہ میں رکھے گا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو امام عادل سب سے زیادہ محبوب ہوگا اور اللہ کے قریب تر ہوگا اور سب سے زیادہ مبغوض اللہ کو امام جابر و ظالم ہوگا۔ اور اشد عذاب میں گرفتار ہوگا۔ اور خائن بھی سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوگا۔

(آیت ۵۹) ۱۵۔ شان نزول: ایک بار حضور نے ایک دستہ فوج کا بسرداری حضرت خالد ابن ولید جہاد کے لیے روانہ کیا اس

www.waseemziyai.com

میں حضرت عمار ابن یاسر بھی تھے۔ جب یہ لوگ کفار کی ایک بستی کے قریب پہنچے تو صبح کو حملہ کرنے کی غرض سے رات کو قیام کیا۔ کفار کو بھی ان کے آنے کی خبر ہوئی۔ تو وہ رات ہی کو بستی خالی کر کے بھاگ گئے۔ صرف ایک آدمی چھوڑ گئے۔ جس نے تمام لوگوں کا سامان اکٹھا کر کے جلا دیا۔ پھر رات ہی میں مسلمانوں کی فوج میں آ کر حضرت عمار سے ملا۔ اور ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور سب حال بیان کیا اور کہا کہ اگر میرا یہ ایمان کچھ مفید ہو تو مجھے امان دیجیے ورنہ اجازت دیجیے کہ میں بھاگ جاؤں۔ تو حضرت عمار نے اس سے فرمایا: تم اطمینان رکھو تمہارا ایمان مفید ہے، جب صبح کو مسلمانوں نے بستی پر چڑھائی کی تو وہاں سوائے اس مسلمان کے کوئی نظر نہیں آیا۔ حضرت خالد نے اسے گرفتار کر لیا، حضرت عمار نے ان سے کہا کہ اسے چھوڑ دو یہ میری امان میں ہے، حضرت خالد نے کہا کہ تم امان دینے والے کون تھے سپہ سالار تو میں تھا۔ جب یہ جھگڑا بڑھ کر دربار رسالت میں پہنچا تو حضور نے حضرت عمار کی امان برقرار رکھی اور فرمایا: پھر کبھی امیر کے خلاف امان نہ دینا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ [رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم عن السدی ویؤیدہ روایۃ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما] اس کی شان نزول میں دوسری روایات بھی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم اللہ و رسول کا حکم مانو اور تم میں جو صاحب حکم ہوں ان کا حکم مانو پھر اگر تم میں جھگڑا ہو تو اس میں اللہ و رسول کی طرف رجوع کرو یعنی اس کا فیصلہ کتاب و سنت کے موافق چاہو اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ اللہ و رسول کی طرف اپنے جھگڑوں میں رجوع کرنا اور موافق شرع فیصلہ کرانا تمہارے لیے بہتر ہے اور انجام اس کا اچھا ہے۔ اس سے کہ تم اپنی رائے سے فیصلہ کرو یا کسی اور سے فیصلہ کراؤ۔

تنبیہ: آیت میں پہلے اللہ کی اطاعت کرنے اس کے احکام کی پیروی کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ یعنی قرآن عظیم میں جو احکام مذکور ہیں ان پر عمل کرو قرآن عظیم کو اپنا دستور العمل بناؤ چونکہ قرآن عظیم میں احکام کی تفصیل نہیں ہے اس میں صرف اصول و قواعد ہیں اور بے شمار باتوں کی طرف اشارہ و کنایہ فرمایا گیا ہے جن کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا لہذا اس کے بعد ﴿وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ فرمایا، حضور کی اطاعت کا حکم دیا کہ حضور قرآن عظیم کی تفسیر ہیں یعنی قرآن کے اشارات و کنایات، معانی و مطالب وہی خوب سمجھ سکتے تھے کہ ان پر قرآن عظیم نازل ہوا تھا اس لیے حضور کے احکام ماننے اور حضور کی اطاعت کرنے کا حکم کیا گیا۔ اور حضور کی جائز یا ناجائز کی ہوئی باتوں اور حرام و حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال یا حرام یا جائز ناجائز سمجھنے کا حکم فرمایا گیا۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ بعض پیٹ بھرے پلنگ پر لیٹ کر کہیں گے کہ ہم کو قرآن کافی ہے اس میں جو حلال و حرام ہے وہی حلال و حرام ہے حالانکہ حضور نے بھی بہت سی چیزیں حرام و حلال اور بہت سی باتیں جائز و ناجائز فرمائی ہیں اور وہ سب آیات قرآنیہ کی تفسیر ہیں، مگر چونکہ دنیا میں پیدا ہونے والی لاتعداد باتوں کی تفصیل و تشریح مکمل طور سے ارشادات حضور میں بھی نہ تھیں لہذا اس کے بعد فرمایا گیا ﴿وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ [النساء:۵۹] یعنی اور جو تم میں صاحبان حکم ہوں جو قرآن و حدیث سے ہر چیز کا حکم نکال کر تمہیں بتا سکیں ان کی اطاعت کرو اور ان کے حکم مانو۔ اس پوری آیت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آج کل بہت سے لوگ گمراہ ہوئے، اہل قرآن نے صرف قرآن عظیم کو اپنا معمول بنایا احادیث و آثار کو قابل توجہ نہ سمجھا اور گمراہ ہوئے۔ اور اہل حدیث نے صرف احادیث پر عمل کرنا اختیار کیا اقوال صحابہ و ائمہ و علماء کو قابل التفات نہ سمجھا اور گمراہی میں پڑے۔ غرض کہ آیت میں اللہ و رسول اور صاحبان حکم کے حکم پر عمل کرنے کا حکم ہے نہ صرف ایک کے۔ اس لیے کہ اگر کتاب اللہ میں کسی بات کا حکم نہ ملے تو احادیث و آثار میں تلاش کر کے اس پر عمل کرو اور جو ان میں بھی نہ ملے تو ائمہ مجتہدین جو حکم فرمائیں اس پر عمل کرو تب تم مومن باللہ کہنے کے سزاوار اور ﴿اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ کے مصداق ہو گے۔ اور آیت اس پر بھی دلیل ہے کہ صاحبان حکم کی اطاعت کرنا اور ان کا حکم ماننا اس وقت واجب ہے جب کہ وہ موافق شرع کے حکم کریں ورنہ ان کا حکم ماننا واجب نہیں ہے کہ "لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق" [رواہ البخاری] یعنی اللہ کی معصیت میں کسی مخلوق کی طاعت نہیں ہے خواہ وہ کوئی ہو امیر و حاکم ہو یا آقا و شوہر ہو یا مفتی و قاضی ہو۔ روایت کی گئی ہے کہ مسلمہ ابن عبدالملک ابن مروان نے ابوحازم سے کہا کیا تمہیں میری اطاعت کا حکم نہیں کیا گیا ہے۔ تو ابوحازم نے کہا تم سے طاعت کو نکال بھی دیا گیا ہے جب تم حق کے خلاف کرو۔ بقولہ تعالیٰ: ﴿فان تنازعتم الخ﴾ [مدارک] حضرت ابن عباس اور جابر ابن عبداللہ اور

www.waseemziyai.com

بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ

بہکادے اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری کتاب اور رسول کی طرف آؤ

رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ

تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔ کیسی ہوگی جب ان پر کوئی افتاد

مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ

پڑے بدلا اس کا جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا پھر اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اللہ کی قسم کھاتے

اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا

کہ ہمارا مقصود تو بھلائی اور میل ہی تھا ف۱۶ ان کے دلوں کی تو بات اللہ

فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

جانتا ہے تو تم ان سے چشم پوشی کرو اور انہیں سمجھاؤ اور ان کے معاملے میں ان سے

حسن وعطا اور مجاہد وابو العالیہ اور امام احمد وامام مالک وامام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک ﴿اولی الامر منکم﴾ سے علماء وقاضی ومفتی اور ائمہ مجتہدین مراد ہیں۔ اور دوسروں کے نزدیک حکام وسلاطین مراد ہیں جب کہ وہ کتاب وسنت پر عمل کرتے اور شرع کے موافق فیصلہ کرتے ہوں ان کے حکم کی تابعداری واجب ہے اس سے سرتابی کرنا اور اپنی رائے پر چلنا گناہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: "السمع والطاعة" یعنی اپنے امیر کی ہر بات سننا اور اس کا حکم ماننا ہر شخص پر واجب ہے خواہ وہ اسے اچھی معلوم ہو یا بری جب تک کہ وہ کسی گناہ کا حکم نہ کرے "فلا سمع ولا طاعة" اس وقت نہ سننا واجب ہے اور نہ طاعت کرنا۔ حدیث حجۃ الوداع میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: اے لوگو اللہ سے ڈرو اور امیر صاحب حکم کی اطاعت کرو اپنے رب کی جنت میں داخل ہوگے [سراج] محی السنۃ بسند خود راوی کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور نے ابوذر سے فرمایا: سن اور اطاعت کر اگرچہ حبشی غلام کی ہو۔ بخاری ومسلم میں بھی یہ روایتیں آئی ہیں۔

(آیت ۶۰ تا ۶۲) ۱۶۔ شان نزول:۔ ایک یہودی اور منافق میں جھگڑا ہوا منافق بولا چلو کعب ابن اشرف سے فیصلہ کرائیں وہ بڑا عالم ہے۔ یہودی بولا نہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس چلو وہ فیصلہ کردیں گے چنانچہ دونوں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض حال کیا۔ حضور نے واقعہ سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ کیا۔ منافق اس پر راضی نہ ہوا اور دونوں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے۔ یہودی نے حضور کے فیصلہ کرنے کا حال بیان کیا۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منافق سے اس کی تصدیق کی۔ اس نے اقرار کیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں ٹھہرا کر گھر میں گئے اور تلوار لا کر منافق کی گردن ماردی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور جبرئیل نے حضور سے کہا کہ عمر نے حق وباطل میں فیصلہ کردیا۔ پس حضور نے عمر سے فرمایا: "انت الفاروق" تم فاروق ہو۔ پس اس روز سے ان کا لقب فاروق ہوا۔ [جلال ومعالم] حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جلاس ابن صامت اور معقب

www.waseemziyai.com

قَوْلًا بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

رسا بات کہو اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول

لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں ف۱۷ تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے

حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا

جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ

مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا

نہ پائیں اور جی سے مان لیں اور اگر ہم ان پر فرض کرتے کہ اپنے آپ کو قتل

اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ

کر دو یا اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر

ابن قتیبہ وغیرہ مدعی اسلام تھے اور ان کی قوم میں بعض پکے مسلمان تھے۔ ایک جھگڑے میں مسلمانوں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیصلہ کرانے کا مشورہ دیا مگر انہوں نے انکار کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ ابو برزہ کاہن یہودیوں کے جھگڑے فیصل کیا کرتا تھا۔ بعض مسلمانوں نے بھی اپنے جھگڑوں میں اس کی طرف رجوع کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بہر حال شان نزول کچھ بھی ہو آیت کا حکم عام ہے ہر وہ شخص اس حکم میں داخل ہے جو کتاب وسنت سے اعراض کر کے کسی دوسرے کی طرف رجوع کرے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تم نے انہیں دیکھا جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں اور شیطان کو یعنی کعب ابن اشرف کو اپنا پنچ بنانا چاہتے ہیں۔ انہیں تو یہ حکم تھا کہ وہ اسے نہ مانیں۔ اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں حق سے دور بھگا دے اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ و رسول کے حکم کی طرف آؤ تا کہ وہ فیصلہ کر دیں تو تم منافقوں کو اس سے دوسرے کی طرف منہ موڑ کر جاتے ہوئے دیکھو گے کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ تم حق کے ساتھ فیصلہ کرو گے کسی کی رورعایت نہ کرو گے اور نہ رشوت لو گے تو کیسی ہوگی جب ان پر ان کے کفر و معاصی کے سبب کوئی افتاد و مصیبت پڑے گی اور اس کو دفع نہ کر سکیں گے جیسے کہ قتل منافق کی افتاد پڑی تو مجبور ہو کر عناد کرتے ہوئے تمہارے حضور حاضر ہوں گے اور اللہ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہمارا مقصود تو غیر سے فیصلہ کرانے میں بھلائی اور میل تھا نہ آپ سے مخالفت ان کے نفاق اور جھوٹے عذر کو اللہ خوب جانتا ہے تم ان سے چشم پوشی کرو اور انہیں نصیحت کرو سمجھاؤ اور ان کے معاملہ میں مؤثر و رسا بات کہو اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ خدا کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے تا کہ اس کی اطاعت خدا کی اطاعت اور اس کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ٹھہرے تو جو رسول کی اطاعت سے سرتابی کرے گا وہ مسلمان نہیں ہے۔ [بیضاوی]

(آیت ۶۳/۶۴) ۱۷۔ یہ آیت گزشتہ آیت کا تتمہ ہے اور اس میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت شان و رفعت مکان ظاہر فرمائی گئی ہے کہ اس میں خطاب سے التفات فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں یعنی گناہوں میں

www.waseemziyai.com

پڑیں جیسا کہ وہ شیطان کو اپنے معاملہ میں پنچ بنا کر گنہگار ہوئے تو توبہ کرنے کے لیے اے محبوب تیرے حضور حاضر ہوں۔ پس اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

تنبیہ: جاننا چاہئے کہ اس آیت کا حکم جیسا کہ حضور کی حیات میں تھا ویسا ہی بعد وفات بھی ہے اور قیامت تک رہے گا حضور کی حیات وممات یکساں ہے اور احکام باقی ہیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مسجد نبوی میں جب ابو جعفر نے پوچھا کہ میں قبلہ رو ہو کر دعا کروں یا حضور کی طرف متوجہ ہو کر دعا کروں تو امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: تم رسول اللہ کی جانب سے کیوں منہ پھیرتے ہو۔ وہ تو تمہارے اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کے اللہ کی جناب میں قیامت تک وسیلہ ہیں تم انہیں کی جناب میں توجہ کرو اور انہیں سے تم اپنی ہر حاجت ومراد میں شفاعت چاہو اور انہیں کو وسیلہ بناؤ۔ پس اللہ ان کی شفاعت تیرے حق میں قبول فرمائے گا۔ کہ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُوْكَ﴾ الخ النساء:۶۴ [شفا شریف] امام جلیل حضرت عبداللہ ابن احمد نسفی نے اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک اعرابی حضور کے دفن کے بعد آیا اور اس نے اپنے آپ کو قبر اطہر پر ڈال دیا اور اس کی خاک اٹھا کر اپنے سر پر ڈالی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے جو کچھ فرمایا وہ میں نے سنا کہ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُوْكَ﴾ الخ، اور میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور آپ کے حضور اس لیے آیا ہوں کہ آپ میرے لیے استغفار کریں۔ پس قبر اطہر سے آواز آئی جا بخش دیا گیا۔ اور امام حافظ الحدیث شیخ اسماعیل ابن کثیر دمشقی نے بھی اپنی تفسیر میں اسی طرح کی حکایت لکھی ہے اور کہا ہے کہ اسے ایک جماعت نے ذکر کیا ہے جن میں سے شیخ ابن منصور صباغ بھی ہیں انہوں نے اپنی کتاب میں اس مشہور حکایت کو عتبی سے اخذ کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں روضہ انور پر حاضر تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے السلام علیک یا رسول اللہ کہہ کر کہا میں نے اللہ کا کلام: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُوْكَ﴾ الخ، سنا اب میں حضور کے دربار میں اپنے گناہ سے استغفار کرنے آیا ہوں اور حضور کو خدا کی بارگاہ میں اپنا شفیع بناتا ہوں۔ پھر حضور کی شان میں دو شعر پڑھے اور چلا گیا۔ اس درمیان میں میری آنکھ جھپک گئی تو میں نے خواب میں حضور کو دیکھا اور مجھ سے حضور نے فرمایا: اے عتبی اعرابی سے جا کر مل اور اسے خوش خبری سنا کہ اللہ نے اسے بخش دیا، بعض مفسرین نے ان دونوں واقعات کو ایک ہی عتبی تصور کیا ہے اور میرے نزدیک یہ واقعہ پہلے واقعہ سے جدا ہے کہ پہلے واقعہ میں اعرابی کا بعد دفن قبر اطہر پر آنا مذکور ہے جو قرب زمانہ پر دلالت کرتا ہے اور حضرت عتبی کا واقعہ بعد زمان پر دلالت کرتا ہے تو دونوں واقعے ایک نہ ہوئے جدا جدا ہوئے کہ ہر گنہگار ہر وقت ہر زمانہ میں دربار رسالت میں آ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگ سکتا ہے۔ اور اعرابی کا قبر شریف کی مٹی اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنا بھی ممکن ہے کہ اس وقت قبر مطہر کھلی ہوئی خام تھی بہر حال اعرابی کا بارگاہ حضور میں آنا اور حضور کے وسیلہ سے اپنے گناہ کی مغفرت چاہنا اور حضور کا اسے بخشش گناہ کی خوش خبری سنانا بعید از قیاس نہیں ہے کہ آیت کا بھی یہی حکم ہے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کے لیے مامور فرمایا ہے اس میں کلام نہ کرے گا مگر وہابیہ جیسا بداعتقاد۔ اگرچہ اس کی سند مذکور نہیں ہے لیکن ہمیں صاحب مدارک و شیخ ابن کثیر کے حکایت کیے ہوئے واقعہ پر اعتماد کرنا چاہئے کہ وہ ہم سے ہر طرح فائق تھے اور بے تحقیق بات لکھنے والوں میں نہ تھے۔ ”والعلم عندالله لانسي، الظنّ بهما“ حضرت مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ایک قصیدہ میں فرماتے ہیں: جو وقت حاضری مدینہ منورہ میں عرض کیا تھا

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤں کہ ہے گواہ — پھر رد ہوں کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

من زار تربتی وجبت له شفاعتی — ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے

اور یہ آیت اس کی بھی دلیل ہے کہ گنہگاران امت کو بعد گناہ انبیاء اولیاء وغیرہ محبوبان خدا کی طرف رجوع کرنا اور ان کے توسل سے بارگاہ الٰہی میں توبہ واستغفار کرنا اور ان سے اپنے لیے دعائے مغفرت کرانا چاہئے تاکہ جلد قبول ہو اسی قبیل سے بیعت مشائخ کرام وپیران عظام ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

www.waseemziyai.com

اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾

وہ کرتے جس بات کی انھیں نصیحت دی جاتی ہے تو اس میں ان کا بھلا تھا اور ایمان پر خوب جمنا۔

وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا

اور ایسا ہوتا تو ضرور ہم انھیں اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتے۔ اور ضرور ان کو سیدھی راہ کی

مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ

ہدایت کرتے۔ ف۱۸ اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ

جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ

(آیت ۶۵ تا ۶۸) ۱۸۔ شان نزول:۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کھیت حاطب ابن بلتعہ انصاری کے کھیت سے اوپر اور پہلے واقع ہوا تھا اسی لیے وہ اسے پہلے پانی دینا چاہتے تھے۔ اور انصاری اپنے کھیت کو پہلے پانی دینا چاہتا تھا جب یہ جھگڑا حضور کی خدمت میں پہنچا تو حضور نے حضرت زبیر کے حق میں فیصلہ کیا انصاری اس پر ناراض ہوا۔ اور بولا یارسول اللہ یہ فیصلہ آپ نے اس لیے کیا ہے کہ وہ آپ کے پھوپی زاد بھائی ہیں۔ پس یہ سن کر حضور کے چہرے پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ مجھے علم ہے کہ یہ آیت اسی معاملہ میں نازل ہوئی ہے۔ [بخاری واحمد ونسائی] مگر بظاہر ان آیتوں کا تعلق ماقبل کی آیتوں سے ہے اور اس میں منافقوں کا حال ظاہر کر کے مسلمانوں کو اطاعت رسول پر ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ آیت ﴿وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ﴾ الخ [النساء:۶۶] ثابت ابن قیس اور ایک یہودی کی باہمی مفاخرت پر نازل ہوئی۔ مجاہد وشعبی کہتے ہیں کہ یہ آیت بشر منافق کے حق میں نازل ہوئی کہ اس نے ایک یہودی کے ساتھ جھگڑے میں اپنا جھگڑا فیصلہ کے لیے ایک شیطان کے سپرد کرنا چاہا تھا۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ تمہارے رب کی قسم اے محبوب! وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک کہ وہ اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں یا تمہاری سنت وشریعت کو حاکم نہ بنائیں پھر وہ اپنے دلوں میں تمہارے فیصلہ سے رکاوٹ نہ پائیں اور اسے جان ودل سے بلا کسی شک وتردد کے مان لیں جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ تم میں کا کوئی مومن نہ ہوگا جب تک کہ اس کی خواہش نفس میری شریعت کے تابع نہ ہو۔ اگر ہم ان پر اپنی جانوں کا قتل کرنا یا اپنے گھر چھوڑ کر نکل جانا فرض کرتے جیسا کہ بنی اسرائیل پر قتل نفس واجب کیا تھا اور مصر سے نکل جانے کا حکم دیا تھا تو ان میں سے تھوڑے ہی اس پر عمل کرتے۔ اور اگر وہ لوگ اس پر عمل کریں جس کی انہیں نصیحت دی جاتی ہے۔ یعنی اطاعت رسول کی تو اس میں ان کا بھلا تھا اور ایمان پر جمنا ثابت قدم رہنا تھا اگر ایسا ہوتا تو ہم ضرور انہیں اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتے اور ضرور ان کو سیدھی راہ دکھاتے۔ [ابن عباس] حضرت حسن اور قتادہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمار بن یاسر وابن مسعود وغیرہ بعض اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا: قسم اللہ کی اگر ہمیں حکم ہوتا تو ہم ضرور ایسا کرتے مگر اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس سے بچایا۔ اس کی خبر جب حضور کو ہوئی تو فرمایا: بے شک میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے دلوں میں ایمان پہاڑ سے زیادہ مستحکم ہے۔ [سراج]

تنبیہ: روایت شان نزول سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ نہر اور گول سے پہلے اوپر والے کھیت کو بھرا جائے۔ پھر اس سے نیچے بعد والے کھیت کو بھرا جائے۔ وعلی ہذا الترتیب ہر کھیت والا اپنے کھیت کو بھرے اس میں جھگڑا نہ کرے۔ آج کل بھی آب پاشی کے وقت یہی جھگڑا ہوتا ہے ایسا نہ کرنا چاہئے اور اسی ترتیب سے اپنے اپنے کھیت کو بھرنا چاہئے۔

www.waseemziyai.com

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کافی ہے

عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ

جاننے والا۔ ف۱۹ اے ایمان والو! ہوشیاری سے کام لو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو

اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ

یا اکٹھے چلو۔ اور تم میں کوئی وہ ہے کہ ضرور دیر لگائے گا پھر اگر تم پر

مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾

کوئی افتاد پڑے تو کہے خدا کا مجھ پر احسان تھا کہ میں ان کے ساتھ حاضر نہ تھا۔

وَلَىِٕنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ

اور اگر تمہیں اللہ کا فضل ملے تو ضرور کہے گویا تم میں

(آیت ۹۶/۷۰)۱۹۔شان نزول:۔ یہ آیت حضرت ثوبان حضور کے آزاد کردہ غلام کے حق میں نازل ہوئی وہ بہت دبلے ہو گئے تھے اور ان کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا اور ان کے چہرے سے حزن وملال پایا جاتا تھا اسی حال میں وہ ایک دن حضور کے سامنے آئے تھے۔ حضور نے ان کا حال دریافت فرمایا: تو انہوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ نہ مجھے کوئی مرض ہے نہ درد و تکلیف ہے مگر مجھے حضور کو بغیر دیکھے چین نہیں پڑتا ہے اور یہ فکر رہتی ہے کہ بعد وصال میرا کیا حال ہوگا اور آخرت میں مجھ پر کیسی گزرے گی۔ جب کہ حضور نبیوں کے ساتھ جنت میں ہوں گے اور میں حضور کو نہ دیکھ سکوں گا۔ [معالم وسراج] قتادہ کہتے ہیں: کہ یونہی بعض دیگر صحابہ نے عرض کیا کہ یہاں ہمیں بغیر دیکھے حضور کے چین نہیں پڑتا ہے جنت میں حضور کے مراتب عالیہ ہوں گے ہم حضور تک کیسے پہنچ سکیں گے اور حضور کی زیارت کیسے کر سکیں گے اور بغیر دیکھے ہمیں چین کیوں کر آئے گا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں تسکین دی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ جو اللہ و رسول کا حکم مانے گا وہ نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے اپنا فضل کیا ہے اور یہ کیا اچھے ساتھی ہیں کہ ان کی معیت سے وہ جنت میں نفع اٹھائے گا اور ان کی زیارت سے صبح وشام مشرف ہوگا اگرچہ ان لوگوں کے درجے بلند اور مرتبے رفیع ہوں گے۔ مگر وہ مانع زیارت ورویت نہ ہوں گے یہ سب اللہ کے فضل سے ان پر ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اعلیٰ درجے والے نیچے درجوں والوں سے اتر کر ملا کریں گے اور ان کے ساتھ جنت میں پھرا کریں گے۔ [جامع البیان] بعض احادیث میں آیا ہے کہ جو جس سے محبت رکھتا ہوگا وہ قیامت کے دن اس کے ساتھ ہوگا۔

تنبیہ: جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے ان کا بیان ﴿مِنَ النَّبِيّٖنَ الخ﴾ ہے اور ان میں سے اول قسم انبیاء علیہم السلام ہیں ان کا مرتبہ سب سے فوق ہے کہ وہ علم وعمل میں درجہ کمال سے تجاوز کر کے درجہ تکمیل تک پہنچے پھر صدیق ہیں جو اپنی سچائی اور تصدیق کلام الٰہی وکلام رسالت پناہی میں حد کمال کو پہنچ جاتے اور انبیاء علیہم السلام کے یاروں میں سب سے افضل شمار ہوتے ہیں۔ اور ان میں بھی مراتب ہیں جیسے کہ انبیائے کرام میں مراتب ہیں تو جیسے ہمارے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سب انبیاء میں افضل ہیں اسی طرح سب صدیقوں میں حضرت ابوبکر صدیق اکبر وافضل ہیں اسی لیے بعض مفسرین نے نبیین سے ذات گرامی حضور مراد لی ہے اور صدیقین سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد لیے ہیں۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ میں نے جس کسی پر بھی اسلام پیش کیا اسے اس میں کچھ تامل ہوا

www.waseemziyai.com

وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾

اس میں کوئی دوستی نہ تھی اے کاش میں ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی مراد پاتا۔ ف۲۰

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

تو انھیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے جو دنیا کی زندگی بیچ کر

بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ

آخرت لیتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب آئے تو عنقریب

نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

ہم اسے بڑا ثواب دیں گے۔ اور تمھیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ

اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے جو یہ

سوائے ابوبکر کے کہ وہ فوراً ایمان لائے۔ اہل معرفت لکھتے ہیں کہ یہی مرتبہ قطب الاقطاب ہے اور وہ ہر زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے اور اس کے دو وزیر دائیں بائیں ہوتے ہیں۔ پس حضور کے وزیر حضرت ابوبکر و عمر تھے جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں آیا ہے کہ میرے دو وزیر سماوی جبرئیل و میکائیل ہیں اور دو وزیر ارضی ابوبکر و عمر ہیں پھر بعد حضور حضرت ابوبکر کے دائیں وزیر حضرت عمر ہوئے اور بائیں عثمان پھر عثمان کے دائیں وزیر حضرت علی اور بائیں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوئے۔ اور جو بجائے صدیق اکبر جانشین ہوتا گیا وہ خدا کے فضل سے صدیق ہوتا گیا۔ پھر صدیقوں کے بعد شہداء کا مرتبہ ہے یعنی جنھوں نے بھی محض اللہ کا دین پھیلانے کے لیے جہاد میں اپنی جانیں قربان کیں پھر ان کے بعد صالحین کا درجہ ہے جو اپنے حسنِ عمل سے زمرۂ مقبولانِ خدا میں داخل ہوئے۔ [مواہب]

فائدہ: امام احمد کی حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے حضور سے عرض کیا میں نے صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھا اور پانچوں وقت کی نماز پڑھی اور اپنے مال کی زکاۃ دی اور رمضان کے روزے رکھے تو آپ نے فرمایا: جو ایسے حال پر مرے گا وہ قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں، شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

(آیت ۷۱ تا ۷۳) ۲۰۔ شانِ نزول:۔ جب مسلمان کہیں جہاد کے لیے جانے کو تیار ہوتے تو عبداللہ ابن ابی وغیرہ منافق کوئی نہ کوئی حیلہ بہانہ کر کے ان کے ساتھ جانے سے باز رہتے۔ اور جب اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوتی تو خوش ہو کر کہتے کہ خدا نے ہم پر بڑا فضل کیا کہ ہم ساتھی نہ تھے ورنہ ہم پر بھی یہی مصیبت پڑتی اور جو مسلمانوں کی فتح ہوتی، مال غنیمت ملتا، تو افسوس کرتے اور کہتے کاش ہم بھی ساتھ جاتے اور ہمیں بھی مال غنیمت ملتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ان کا حال بیان کیا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! جہاد میں ہوشیاری سے کام لو خواہ دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا سب اکھٹے ہو کر چلو اور تم میں کوئی جہاد میں جانے سے ضرور دیر لگائے گا اور بہانہ ٹٹولے گا۔ جیسے عبداللہ ابن ابی اور اس کے ساتھی۔ پھر اگر تم پر کوئی افتاد پڑے تو وہ خوش ہو کر کہے کہ خدا کا مجھ پر احسان تھا کہ میں ان کے ساتھ حاضر نہ تھا اور جو تمھیں اللہ کا فضل ملے۔ یعنی فتح میسر ہو مال غنیمت ملے تو وہ ضرور نادم ہو کر کہے کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو مجھے بھی مال غنیمت میں حصہ ملتا گویا اس میں کوئی دوستی وشناسائی نہ تھی۔ یہ جملہ معترضہ درمیان، ''کہے'' ''اور کاش'' کے واقع ہے۔

تنبیہ: چونکہ منافق مسلمانوں میں ملے رہتے تھے اس لیے ﴿منکم﴾ فرمایا گیا ہے۔ اور خطاب تمام لشکر والوں سے کیا گیا ہے

www.waseemziyai.com

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا

دعا کر رہے ہیں کہ اے رب ہمارے ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں

مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ اَلَّذِيْنَ

اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔

اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ

ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی

سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ

راہ میں لڑتے ہیں تو شیطان کے دوستوں سے لڑو بے شک شیطان کا داؤ

ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا ع ۱۰ ۷

کمزور ہے ف۲۱ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روک لو اور نماز

جس میں منافق بھی شامل ہیں پھر منافقوں کا حال ﴿لیبطئن﴾ سے بیان فرمایا گیا ہے۔

(آیت ۷۴ تا ۷۶) ۲۱۔ شان نزول: جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر حد سے زیادہ ظلم وستم کرنا شروع کیے۔ عرصہ حیات تنگ کیا اور ان میں برداشت کی قوت نہ رہی تو انہیں مدینہ کو ہجرت کرنے کا حکم ملا۔ تب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع بڑے بڑے صحابہ کے مدینہ کو چلے گئے۔ لیکن پھر بھی بہت سے کمزور و بیمار مرد، عورتیں، بچے اور غلام، باندیاں اور جو کفار کی قید میں تھے مجبورانہ آ سکے وہیں رہ گئے ان پر کفار اور زیادہ ظلم کرنے اور تکلیفیں دینے لگے تاکہ وہ اسلام چھوڑ کر پھر کافر ہو جائیں وہ بیچارے مظلوم ظلم و تکلیفیں سہتے اور اپنی رہائی کی اللہ سے دعا کرتے تھے چونکہ مظلوم کی دعا جلد قبول ہوتی ہے خدا نے ان کی رہائی کا سامان کیا کہ جہاد فرض کیا اور انہیں رہائی نصیب ہوئی جس کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انہیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہئے جو دنیا کی زندگی کو بیچ کر آخرت مول لیتے ہیں۔ اور جو اللہ کی راہ میں لڑے گا پس مارا جائے گا یا غالب آئے گا اسے ہم دونوں صورتوں میں عنقریب بڑا ثواب دیں گے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ نے اس شخص کی کفالت کی ہے جو اس کی راہ میں جہاد کرنے کو محض جہاد کی نیت سے گھر سے نکلا نہ کسی اور نیت سے کہ اسے جنت میں داخل کرے گا یا اسے مع ثواب و مال غنیمت گھر واپس کرے گا۔ ظاہر حدیث دلیل ہے اس کی کہ جو سفر جہاد میں مرا اگرچہ شہید نہ ہوا وہ بھی جنت میں جائے گا اور اسے ثواب ملے گا۔ پھر بطور توبیخ مسلمانوں سے فرمایا جاتا ہے کہ اے مسلمانو! تمہیں کیا ہوا ہے یعنی کون سی چیز تمہیں مانع ہے اس سے کہ تم خدا کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کو چھڑانے کے لیے نہ لڑو جن کو کفار نے ہجرت سے روک رکھا ہے اور انہیں اذیتیں دے رہے ہیں اور وہ اپنی رہائی کی دعائیں کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے اور ہمارا مددگار پیدا فرما کہ ہمیں کفار کے پنجہ ظلم سے بچائے۔ تو جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کافر لوگ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو تم شیطان کے دوستوں سے لڑو۔ بے شک شیطان کا داؤں کمزور ہے ایمان والوں کے مقابلہ میں نہیں چل سکتا ہے۔

تنبیہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں اور میری ماں بھی ان ہی کمزوروں میں سے تھے جن کا ذکر آیت میں فرمایا گیا ہے۔ [بخاری] دوسری روایت میں ہے کہ حضور ان کی رہائی کی دعا فرمایا کرتے تھے۔ پس اللہ نے ان بے کس مظلوموں کی

www.waseemziyai.com

الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا

قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ

ان میں بعضے لوگوں سے ایسا ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈریے یا اس سے بھی زائد

وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ

اور بولے اے رب! ہمارے تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا تھوڑی مدت تک ہمیں اور

قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ

جینے دیا ہوتا تم فرمادو کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے اور ڈر والوں کے لیے آخرت

اتَّقٰى ۟ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ

اچھی اور تم پر تاگے برابر ظلم نہ ہوگا ف۲۲ تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آلے گی

دعا قبول فرمائی اور پہلی دعا کا یہ نتیجہ نکلا کہ اللہ نے غیب سے سامان مہیا فرما کر کچھ لوگوں کو پنجۂ کفر سے چھڑایا اور وہ مدینہ چلے آئے، جیسے سلمہ ابن ہشام وعیاش ابن ربیعہ ووولید وغیرہ۔ اور دوسری دعا کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمانوں نے فتح مکہ کیا اور بقیہ رہا ہوئے اور حضور نے عتاب ابن اسید کو مکہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ انہوں نے ظالموں سے مظلوموں کا حق دلایا اور انہیں سزا دی۔ [ابن کثیر]

(آیت ۷۷) ۲۲۔ شان نزول:۔ جب کفار مکہ نے مسلمانو کو بہت تنگ کیا غیر قابل برداشت اذیتیں دیں تو عبدالرحمٰن ابن عوف اور مقداد ابن اسود اور سعد ابن وقاص وغیرہ صحابہ نے حضور سے عرض کی کہ جب ہم مشرک تھے تو سب ہماری عزت کرتے تھے کوئی ہمیں ٹیڑھی نظر سے نہیں دیکھ سکتا تھا اب جب کہ ہم مسلمان ہوئے تو سب ہمیں فقیر سمجھتے اور ایذائیں دیتے ہیں ہم کو ان سے مقابلہ کی اجازت دیجئے۔ فرمایا: تمہیں صبر کرنے اور اپنی اصلاح کرنے اور نماز پڑھنے اور صدقہ دینے کا حکم ہے مگر جب مدینہ میں آئے اور ان کو جہاد کا حکم ہوا تو بعض ضعیف الایمان گھبرائے اور تنگ دل ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [حاکم عن ابن عباس] مجاہد کے نزدیک اس کا نزول منافقوں کے حق میں ہے۔ بہرحال مطلب یہ ہے کہ کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جنہوں نے مکہ میں کفار سے لڑنے کی اجازت چاہی اور ان سے کہا گیا تھا کہ تم کفار سے نہ لڑو اور نماز پڑھو، زکاۃ دو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے بعض لوگ کفار سے ایسا ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ۔ اور بولے اے ہمارے رب تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا تھوڑی مدت تک ہمیں اور جینے دیا ہوتا تم ان سے فرمادو کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے اور عذاب الٰہی سے ڈرنے والوں کے لیے آخرت اچھی ہے اور تم پر تاگہ برابر یعنی ذرا سا بھی ظلم نہ ہوگا پس تم جہاد کرو موت سے نہ ڈرو کہ جہاں کہیں بھی تم ہوگے موت تمہیں آئے گی اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو پس تم موت کے خوف سے جہاد ترک نہ کرو۔

تنبیہ: جن لوگوں نے ایسا کہا تھا وہ کون تھے اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ وہ منافقین سے تھے کہ ﴿لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ﴾ [النساء: ۷۷] کہنا مومنین کی شان سے بعید تھا اور بعض نے کہا ہے وہ ضعیف الایمان لوگ تھے خوف و بزدلی کی وجہ سے انہوں نے ایسا کہا تھا۔ پھر انہوں نے توبہ کر لی تھی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ مسلمان تھے جب ان پر جہاد فرض ہوا تو بزدلی کی وجہ سے منافق ہوگئے اور جہاد کو نہ گئے۔ [سراج وغیرہ] اور زکوۃ سے آیت میں بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدقہ وخیرات مراد ہے کہ مکہ میں

www.waseemziyai.com

وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا

اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو، اور انہیں کوئی بھلائی پہنچے تو کہیں

هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ

یہ اللہ کی طرف سے ہے اور انہیں کوئی برائی پہنچے تو کہیں یہ

مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا

حضور کی طرف سے آئی تم فرمادو سب اللہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کوئی

يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ز

بات سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے۔ اے سننے والے تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے

وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ

اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور اے محبوب! ہم نے تمہیں، سب لوگوں کے لیے رسول بھیجا

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ

اور اللہ کافی ہے گواہ ف۲۳ جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے

صرف نماز پڑھنے صدقہ دینے اور تحمل و برداشت کرنے کا حکم تھا صدقہ کی کوئی تعداد معین نہ تھی اور نہ اس مال کی کوئی تعداد مقرر تھی جس پر صدقہ واجب ہوتا ہے بلکہ اپنی حاجت سے زائد مال کو صدقہ کرنے کا حکم تھا۔ مدینہ میں آکر زکاۃ فرض ہوئی اور جہاد بھی فرض ہوا اور صدقہ کی مقدار معین ہوئی۔ اور جو آیت کا نزول منافقوں کے حق میں مانا جائے تو زکاۃ سے اس کے اصل معنی مراد ہوں گے۔

(آیت ۷۸/۷۹) ۲۳۔ شان نزول:۔ مدینہ میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد یہود اور منافقین مدینہ کا یہ حال تھا کہ جب ان میں کوئی نقصان پہنچتا تو وہ حضور پر الزام لگاتے اور حضور کے آنے کو اس کا سبب ٹھہراتے اور جو انہیں نفع ہوتا تو اسے اتفاقیہ اللہ کی طرف سے بتاتے۔ ان کے اس باطل عقیدہ کو رد کرنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر یہود و منافقین کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے یعنی نفع ہوتا ہے جیسے فراخ سالی جہاد میں کامیابی مال میں نفع تو اسے من جانب اللہ بتاتے ہیں اور جو انہیں کوئی برائی پہنچتی ہے جیسے قحط سالی بیماری لڑائی میں شکست مال میں نقصان تو اسے حضور کی طرف منسوب کرتے اور حضور کی سبز قدمی بتاتے ہیں۔ اللہ نے ان کی تردید و تکذیب میں فرمایا: کہ تم اے محبوب ان سے فرمادو کہ یہ برائی بھلائی سب اللہ کی جانب سے ہے۔ پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ اے سننے والے سمجھ لے کہ تجھے جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے اللہ کے فضل سے ہے اور تجھے جو برائی پہنچتی ہے وہ خود تیری طرف سے ہے یعنی تیرے گناہوں کے سبب سے ہے جیسا کہ آیت ﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾ [الشوریٰ: ۳۰] میں فرمایا گیا ہے کہ جو مصیبت تمہیں پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کے کیے ہوئے کے سبب پہنچی۔ حدیث میں ہے کہ مسلمانوں کو جو مشقت و سختی پہنچتی ہے یہاں تک کہ کانٹا بھکنے اور جوتے کی کیل نکل آنے سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ اس کے گناہوں کے سبب ہوتی ہے۔ پس برائی بھلائی کی نسبت اللہ کی طرف حقیقۃً ہے کہ وہ اس کا خالق ہے اور برائی کی نسبت بندے کی طرف مجازاً ہے کہ وہ اس کے گناہ کرنے کے سبب پہنچتی ہے۔ اور اے محبوب ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے نہ صرف اہل عرب کے لیے

www.waseemziyai.com

تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا

منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔ اور کہتے ہیں ہم نے حکم مانا پھر جب

بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِىْ

تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو ان میں ایک گروہ جو کہہ گیا تھا اس کے خلاف رات کو

تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى

منصوبے گانٹھتا ہے اور اللہ لکھ رکھتا ہے ان کے رات کے منصوبے تو اے محبوب! تم ان سے چشم پوشی کرو اور اللہ پر

اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ

بھروسا رکھو اور اللہ کافی ہے کام بنانے کو۔ ف۲۴ تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ

مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَا

غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے ف۲۵ اور جب

جیسا کہ یہود گمان کرتے ہیں اور اس پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ﴾ [السبأ: ۲۸] نہیں بھیجا ہم نے تمہیں اے محبوب مگر تمام لوگوں کے لیے خوش خبری دینے اور ڈر سنانے والا اور اے محبوب آپ سب لوگوں سے فرما دیجیے کہ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ [الاعراف: ۱۵۸] اے لوگو میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف جس کی حکومت آسمان و زمین میں ہے۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: ”ارسلت الی الخلق کافة“ میں تمام مخلوق الٰہی کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(آیت ۸۰/۸۱) ۲۴۔ شان نزول: اس کی معالم و سراج میں یہ لکھی ہے کہ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی تو منافق بولے یہ شخص چاہتا ہے کہ ہم اسے رب بنالیں جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو بنالیا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے اللہ کے حکم سے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہیں بھیجا ہے بلکہ ان کے ڈرانے کو بھیجا ہے اگر وہ نہیں مانتے ہیں تو تم غم نہ کرو کہ تم اپنا فرض منصبی ادا کر چکے اب ہمیں ان سے حساب لینا ہے ﴿فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ [الرعد: ۴۰] یہ حکم جہاد سے پہلے تھا۔ اور وہ منافق جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے حکم مانا یا ہمارا کام حکم ماننا ہے۔ پھر جب وہ تمہارے پاس سے جاتے ہیں تو ان میں کا ایک گروہ رات کو اس کے خلاف منصوبہ گانٹھتا ہے جو تم سے کہہ گیا تھا یا تم نے جو ان سے کہا تھا اور اللہ ان کے رات کے منصوبے ان کے نامہ اعمال میں لکھ لیتا ہے۔ تو اے محبوب تم ان سے چشم پوشی کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اللہ کافی ہے تمہارے کام بنانے کو۔

(آیت ۸۲) ۲۵۔ چونکہ مشرکین مکہ قرآن عظیم کو کلام الٰہی نہیں سمجھتے تھے۔ اس میں شک و شبہہ کرتے تھے۔ بلکہ صاف کہتے تھے کہ یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہے۔ وہ اسے خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں ان کے اس خیال کے رد میں علاوہ دیگر آیات کے یہ آیت بھی نازل ہوئی اور اس میں ایسی دلیل پیش کی گئی جو عام فہم ہے ہر جاہل اسے بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ قرآن عظیم کو خدا کا کلام نہیں سمجھتے ہیں وہ کیا قرآن عظیم میں غور و فکر نہیں کرتے ہیں۔ اس کے معنی میں نظر نہیں کرتے ہیں۔ کہ اگر غیر خدا کا کلام

www.waseemziyai.com

جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ

ان کے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں اور اگر

اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ

اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بات میں کاوش کرتے

مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا

ہیں اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے مگر

قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾ فَقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ

تھوڑے ف۲۶ تو اے محبوب! اللہ کی راہ میں لڑو تم تکلیف نہ دیے جاؤ گے مگر اپنے دم کی اور مسلمانوں کو

الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ

آمادہ کرو قریب ہے کہ اللہ کافروں کی سختی روک دے اور اللہ کی آنچ سب سے سخت تر

ہوتا تو ضرور وہ اس میں بہت اختلاف پاتے۔ یعنی اس کے معنی و مطالب فصاحت و بلاغت اور نظم الفاظ اور اخبار بالغیب وغیرہ میں بے حد تفاوت اور تباین و تناقض دیکھتے حالانکہ اس میں اختلاف کثیر تو درکنار اختلاف قلیل بھی نہیں پایا جاتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کلام الٰہی ہے کلام بشر نہیں ہے۔

(آیت ۸۳) ۲۶۔ شان نزول: ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ آیت منافقوں اور کمزور ایمان والوں کے حق میں نازل ہوئی جو غلط افواہیں اڑاتے تھے اور اسلام کی باتوں کو بغیر تصدیق کیے اور بغیر سوچے سمجھے مشہور کر دیتے تھے جس سے اسلام کو نقصان پہنچتا تھا اور مسلمانوں کے دل ٹوٹتے اور حضور کو دکھ ہوتا تھا [جلال] جامع البیان اور ابن کثیر میں اس کی شان نزول یہ لکھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور نے اپنی بی بیوں کو طلاق دیدی ہے۔ پس انھوں نے آکر حضور سے دریافت کیا حضور نے انکار فرمایا:۔ پس حضرت عمر نے بلند آواز سے لوگوں میں اس کا اعلان کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بہر حال آیت میں غلط افواہیں پھیلانے اور اسلام کی خفیہ باتیں ظاہر کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب ان کے پاس کوئی خبر اسلامی لشکر سے اطمینان یا ڈر کی آتی ہے تو وہ اسے بلا تحقیق کئے مشہور کر دیتے ہیں۔ اگر وہ اس میں رسول کی طرف اور اپنے ذی اختیار لوگوں صحابہ کرام کی طرف رجوع لاتے۔ یعنی ان سے اپنی خبر کی تحقیق کرتے تو ضرور اس کی حقیقت جان لیتے کہ وہ صحیح ہے یا غلط ہے۔ مشہور کرنے کے قابل ہے یا نہیں ہے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔ یعنی کافر و گمراہ ہو جاتے مگر تھوڑے مومن خالص اس کی اتباع سے بچ جاتے جیسے زید ابن عمر ابن نفیر اور ورقہ ابن نوفل وغیرہ۔

تنبیہ: بغیر تحقیق کیے کوئی خبر مشہور کرنا گناہ ہے حدیث میں ہے کہ آدمی کے لیے یہی جھوٹ کافی ہے کہ جو بات سنے اسے بلا تصدیق بیان کرے۔ [مسلم و ابو داؤد] امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے ثابت ہے کہ جاہل عوام کو احکام حوادث میں ائمہ و علماء کی تقلید کرنا واجب ہے۔

www.waseemziyai.com

بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ

ہے اور اس کا عذاب سب سے کڑا ف۲۷ جو اچھی سفارش کرے اس کے لیے

لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ

اس میں سے حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لیے اس میں سے حصہ

مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ

ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ف۲۸ اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے

فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو، بے شک اللہ ہر چیز پر

حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا

حساب لینے والا ہے اللہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ وہ ضرور تمہیں اکٹھا کرے گا قیامت کے دن

النصف

(آیت ۸۴) ۲۷۔شان نزول:۔اس کی معالم میں یہ لکھی ہے کہ جب جنگ احد کے بعد ابوسفیان سے وعدہ کرنے کے موافق سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر صغرا میں جہاد کے لیے جانے کا ارادہ کیا تو نعیم ابن مسعود نے آکر مسلمانوں کو کفار کی کثرت و شوکت سے ڈرایا تو بعض ضعیف الایمان لوگ جہاد میں جانے سے رکے تو یہ آیت نازل ہوئی اور حضور نے فرمایا: کہ اگر کوئی نہ جائے گا تو میں تنہا جاؤں گا۔ بالآخر حضور ستر صحابہ کو لے کر حسب وعدہ وقت مقررہ پر بدر صغرا میں پہنچے لیکن ابوسفیان ڈر کے مارے نہ آیا۔ بدر صغرا میں ایک بازار لگا کرتا تھا۔ مسلمانوں نے تین روز ٹھہر کر وہاں خرید و فروخت کی اور پھر امن و چین سے بانفع مدینہ میں واپس آئے اس کا ذکر سورۂ آل عمران میں تحت آیت کریمہ ﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ الخ [آل عمران: ۱۷۲] ہو چکا ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ کہ اے محبوب تم اللہ کی راہ میں اکیلے لڑو اور مسلمانوں کو جہاد کے لیے آمادہ کرو قریب ہے کہ اللہ کافروں کی سختی کو روک دے لڑائی نہ لڑنا پڑے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ابوسفیان ڈر کے مارے نہ آیا اور مسلمان بغیر لڑے واپس ہوئے۔

(آیت ۸۵) ۲۸۔شان نزول:۔مجاہد ابن جبیر کہتے ہیں کہ یہ آیت لوگوں کی سفارشات و شفاعات کے بارے میں نازل ہوئی جو ایک دوسرے کی کرتے تھے۔ [ابن کثیر] اور اس میں مسلمانوں کو نیک کاموں میں سعی سفارش کرنے اور ناجائز سفارش سے باز رہنے کو فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو کوئی کسی کی اچھی موافق شرع سفارش کرے گا اس میں سے اس کو حصہ ملے گا یعنی وہ اس کا اجر و ثواب پائے گا۔ اور جو بری خلاف شرع کسی کی سفارش کرے گا اس میں سے اس کو حصہ ملے گا یعنی اس کے گناہ سے حصہ پائے گا۔ مثلاً کسی نے کسی نیک کام کی سفارش کی تو اس کے ثواب میں سے حصہ پائے گا اور جو برے کام میں سفارش کی تو اس کے عذاب میں حصہ پائے گا۔ لہذا مسلمانوں کو جائز سفارشات میں حصہ لینا چاہئے اور ناجائز سفارشات سے بچنا چاہئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ ایک آدمی حضور کے پاس کچھ مانگنے یا حاجت طلب کرنے کو آیا۔ پس حضور نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: شفاعت کرو اجر پاؤ گے۔ خدا اپنے نبی کی زبان سے جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے۔ [سراج و بخاری] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: شفاعت حسنہ مسلمانوں میں اصلاح کرنا ہے اور شفاعت سیئہ ان کی برائی کرتے پھرنا ہے۔ [معالم] حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں سفارش کرنے والوں کو محض سفارش کرنے سے ثواب ملے گا خواہ اس کی شفاعت قبول ہو یا نہ ہو کہ آیت میں ﴿من یشفع﴾ بلا شرط قبولیت فرمایا گیا ہے۔

www.waseemziyai.com

ع ۱۱ ۸

رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝۸۷ فَمَا لَكُمْ فِي

جس میں کچھ شک نہیں [اور] اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ف۲۹ تو تمھیں کیا ہوا کہ

الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا

منافقوں کے بارے میں دو فریق ہو گئے اور اللہ نے انھیں اوندھا کر دیا ان کے کوتکوں کے سبب کیا یہ چاہتے ہو کہ اسے راہ دکھاؤ

مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝۸۸

جسے اللہ نے گمراہ کیا اور جسے اللہ گمراہ کرے تو ہرگز تو اس کے لیے کوئی راہ نہ پائے گا۔

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاۗءً فَلَا تَتَّخِذُوْا

وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ کہیں تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو تم سب ایک سے ہو جاؤ تو ان میں کسی کو

مِنْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ

اپنا دوست نہ بناؤ جب تک اللہ کی راہ میں گھر بار نہ چھوڑیں پھر اگر وہ منہ پھیریں تو انھیں پکڑو

(آیت ۸۶/۸۷) ۲۹۔ پہلی آیات میں دشمنان دین سے لڑنے کو فرمایا گیا تھا اس میں آپس میں تواضع انکساری کرنے غرور کو توڑنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے اچھا لفظ جواب میں کہو یا وہی لفظ کہہ دو جو اس نے کہا ہو۔ مثلاً کوئی تم سے السلام علیکم کہے تو اس کے جواب میں تم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہو اور جو وہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے تو تم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہو۔ اور جو وہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے تو تم اس کی مثل کہو۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک شخص نے السلام علیکم کہا حضور نے اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا۔ اور دوسرے نے آکر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا تو حضور نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ اور تیسرے نے آکر السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ کہا تو حضور نے وعلیک فرمایا: تو اس نے کہا حضور نے میرے حق میں کمی کی اور یہ آیت پڑھی۔ پس حضور نے فرمایا تو نے کوئی فضل چھوڑا ہی نہیں لہذا میں نے اسی کی مثل تجھ پر لوٹ دیا۔ یعنی جو تو نے کہا تھا وہی میں نے کہہ دیا یہی اس کی انتہا تھی۔ [سراج] امام احمد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضور کو آکر السلام علیك کہا۔ پس حضور نے جواب دیا اور فرمایا: "عشر" یعنی دس نیکیاں۔ پھر دوسرے شخص نے آکر السلام علیك ورحمة الله کہا۔ پس حضور نے جواب دیا اور فرمایا: "عشرین" یعنی بیس نیکیاں۔ پھر تیسرے نے آکر السلام علیك ورحمة الله وبركاته کہا۔ پس حضور نے جواب دے کر فرمایا: ثلثین "یعنی تیس نیکیاں ملیں۔ [رواہ ابو داؤد والترمذی]

تنبیہ: جملہ مفسرین کے نزدیک آیت میں تحیت سے مراد سلام ہے اور وہ طریقہ اہل اسلام ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد فرشتوں پر جا کر سلام کرنے کا حکم فرمایا اور کہا کہ جو فرشتے اس کے جواب میں کہیں اسے سنتے رہنا وہی تیری اور تیری اولاد کی تحیۃ ہے پس انھوں نے جا کر فرشتوں پر سلام کیا۔ فرشتوں نے اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا۔ پس وہی طریقہ ان کی اولاد میں رائج ہوا۔ مدارک میں ہے کہ سلام تحیۃ اہل اسلام ہے کہ اہل عرب وقت ملاقات حیاک اللہ کہا کرتے تھے یعنی اللہ تجھے زندہ رکھے عمر دراز کرے۔ پس اسلام نے اس کے بدلے السلام علیکم کہنے کا حکم فرمایا کہ وہ فلاح دارین پر مشتمل تھا۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ ہر شناسا وغیر شناسا پر سلام کرو۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ تم آپس میں سلام کیا کرو محبت پیدا ہوگی۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ جب تم اپنے بھائی مسلمان سے ملو تو اس پر سلام کرو۔ پس سلام کرنا سنت ہے اور جواب سلام دینا فورا

www.waseemziyai.com

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾

اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو نہ دوست ٹھہراؤ نہ مددگار ف۳۰

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ

مگر وہ جو ایسی قوم سے علاقہ ۳۱ رکھتے ہیں کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے یا تمہارے پاس یوں آئے کہ

حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

ان کے دلوں میں سکت نہ رہی کہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں اور اللہ چاہتا تو

لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا

ضرور انہیں تم پر قابو دیتا تو وہ بے شک تم سے لڑتے پھر اگر وہ تم سے کنارہ کریں اور نہ لڑیں اور صلح کا

اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾ سَتَجِدُوْنَ

پیام ڈالیں تو اللہ نے تمہیں ان پر کوئی راہ نہ رکھی اب کچھ اور تم ایسے

اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى

پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امان میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امان میں رہیں جب کبھی ان کی قوم انہیں

واجب ہے اگر دیر کر کے دے گا تو جواب نہ ہوگا اور گنہگار ہوگا۔ اور سلام کرنا سنت کفایہ ہے اور سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہے کہ اگر چند میں سے ایک نے کیا تو سب کی طرف سے ہو گیا اور جو ان میں سے ایک نے جواب دیا تو سب کی طرف سے جواب ہو گیا اور کسی نے جواب نہ دیا تو سب گنہگار مواخذہ دار ہوں گے۔ اور جو ایک معین شخص پر سلام کیا جائے تو اس پر جواب دینا فرض عین ہے اگر نہ دے گا تو گنہگار ہوگا۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ گزرنے والی جماعت میں سے ایک کا سلام کرنا اور بیٹھی ہوئی جماعت سے ایک کا جواب دینا کافی ہے۔ اور ابتدائے سلام افضل ہے کہ حدیث میں آیا ہے اللہ سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہے جو پہلے سلام کرے۔ یا اللہ کے نزدیک پہلے سلام کرنے والا اولی ہے۔ [ترمذی و احمد] اور کسی سے ملتے وقت بات چیت کرنے سے پہلے سلام کرنا مستحب ہے اور چھوٹوں کو بڑوں پر، اور سوار کو پیدل پر، اور پیدل کو بیٹھے ہوئے پر، اور تھوڑوں کو بہتوں پر، اور گزرنے والے کو بیٹھے ہوئے پر سلام کرنا چاہیے جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں آیا ہے۔ باقی احکام سلام و ردّ سلام وغیرہ میں نے اسوۂ حسنہ میں مفصل لکھے ہیں اسے دیکھیے۔

(آیت ۸۸/۸۹) ۳۰۔ شان نزول میں ان آیات کی مختلف روایات آئی ہیں۔ شیخ ابن کثیر کہتے ہیں کہ جب جنگ احد جاتے میں راہ میں سے عبداللہ ابن ابی اور اس کے ساتھی لوٹ آئے تو ان کے بارے میں مسلمانوں کے دو فریق ہو گئے ایک کی رائے تھی کہ وہ مرتد ہو گئے انہیں قتل کرنا چاہئے دوسرے کی رائے تھی کہ وہ مسلمان ہیں قابل قتل نہیں ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [رواہ احمد و بخاری و مسلم و بغوی بسندہ] اور محی السنۃ نے معالم میں بروایت مجاہد لکھا ہے کہ بعض مشرک مکہ سے مدینہ کو آئے اور کہا کہ ہم مسلمان ہو کر آئے ہیں چند روز کے بعد وہ بہانہ کر کے مدینہ سے مکہ کو بھاگ گئے اور راہ میں سے ایک خط حضور کو بھیج دیا کہ چونکہ ہمیں مدینہ کی آب و ہوا موافق نہیں آئی اس لیے ہم چلے آئے ہم ویسے ہی مسلمان ہیں جیسے تھے۔ ان کے متعلق صحابہ کے دو گروہ ہو گئے ایک نے کہا وہ مرتد ہو گئے دوسرے نے کہا وہ مرتد نہیں ہوئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ کچھ لوگ مکہ میں ایسے

www.waseemziyai.com

الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ

فساد کی طرف پھیرے تو اس پر اوندھے منہ گرتے ہیں پھر اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور صلح کی گردن نہ ڈالیں

وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ

اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو

ع ۱۲ ۹

وَاُولٰۗىِٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝۹۱ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ

اور یہ ہیں جن پر ہم نے تمہیں صریح اختیار دیا اور مسلمان کو نہیں پہنچتا

اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـــًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـــًٔا فَتَحْرِيْرُ

کہ مسلمان کا خون کرے مگر ہاتھ بہک کر اور جو کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کرے تو اس پر ایک مملوک

تھے جنہوں نے زبان سے اقرار اسلام کیا تھا اور باطن میں مشرکوں سے ملے ہوئے تھے اتفاق سے وہ کسی کام کے لیے مکہ سے باہر نکلے اور آپس میں کہا کہ اگر مسلمان ہمیں راہ میں ملیں گے تو ہم ان سے مقابلہ کریں گے یہ خبر مسلمانوں کو بھی کسی ذریعہ سے ہوئی تو مسلمانوں میں سے بعض نے کہا کہ وہ مرتد ہو گئے ہیں چلو ان کو قتل کریں اور بعض نے کہا کہ وہ ہماری طرح زبان سے اقرار اسلام کرتے ہیں ہم انہیں کیسے قتل کر سکتے ہیں اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ [رواہ ابن ابی حاتم] بہر حال مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو گئے ان کے کفر پر متفق نہ رہے۔ اور اللہ نے انہیں ان کے برے فعلوں کے سبب سے اوندھا کر دیا ہے یعنی کفر و معاصی کی طرف پھیر دیا ہے۔ تو تم کیسے انہیں مسلمان سمجھتے ہو۔ کیا تم اسے راہ دکھانا اور ہدایت پانے والوں شمار کرنا چاہتے ہو جسے اللہ نے گمراہ کیا اس کے لیے تو ہرگز ہدایت کرنے کی راہ نہ پائے گا وہ تو عداوت کی وجہ سے یہ چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح تم کافر ہو جاؤ تو تم ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ اگرچہ وہ اظہار اسلام کریں جب تک وہ ایمان لا کر اللہ کی راہ میں گھر بار نہ چھوڑیں۔ پس اگر وہ اس سے منہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں سے کسی کو دوست و مددگار نہ بناؤ مگر ان کو جو تمہارے معاہدے والوں سے ملے ان کی پناہ میں آئے۔ جیسا کہ حضور نے ہلال ابن عویمر اسلمی سے معاہدۂ امان اس کے اور اس کی پناہ میں آنے والے کے لیے کیا تھا یا جو تمہارے پاس اس وجہ سے آئیں کہ ان میں تم سے یا تمہارے ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑنے کی طاقت نہ رہی ہو۔ تو ان سے تعرض نہ کرو پکڑنے اور قتل کرنے کے ساتھ۔ جیسے کہ بنی خلج نے معاہدہ کیا تھا کہ وہ نہ اپنی قوم کے ساتھ مسلمانوں سے لڑیں گے اور نہ مسلمانوں کے ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑیں گے اگر وہ تم سے کنارہ کریں اور نہ لڑیں اور صلح کا پیغام دیں تو اللہ نے تمہیں ان پر پکڑنے اور قتل کرنے کی کوئی راہ نہیں رکھی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ تم مشرکوں کو جہاں پاؤ پکڑو اور قتل کرو سوا ان مشرکوں کے جو تمہارے معاہدے میں ہوں یا معاہدے والوں میں پناہ لیں یا جو تم سے لڑنے کی طاقت نہ رکھیں یا جو تم سے لڑنا نہ چاہیں صلح کرنا چاہیں تو انہیں نہ پکڑو اور نہ قتل کرو۔ بخاری کی حدیث میں ہے جس نے معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی بو نہ سونگھے گا۔ اور عنقریب دوسرے لوگ تم ایسے پاؤ گے جو تم سے بھی امن میں رہنا چاہتے ہیں اور اپنی قوم سے بھی۔ جیسے قبیلہ اسد و غطفان کے لوگ کہ مدینہ میں آ کر معاہدہ کر کے مامون ہو جاتے ہیں اور جب اپنی قوم میں جاتے ہیں تو کفر کرتے ہیں اور معاہدہ توڑتے ہیں اور برے الفاظ حضور و اصحاب حضور کی شان میں کہتے ہیں۔ اور جب کبھی ان کی قوم فساد کی طرف پھیرتی ہے یعنی مشرک کرنے یا مسلمانوں سے لڑنے کی طرف تو اس پر اوندھے گرتے ہیں۔ پس اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور صلح کا پیغام نہ دیں اور اپنے ہاتھ لڑائی سے نہ روکیں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے پکڑنے اور قتل کرنے کا ہم نے تمہیں صریح اختیار دیا ہے ان کے غدر کے سبب۔

www.waseemziyai.com

رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ

مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور خوں بہا کہ مقتول کے لوگوں کو سپرد کی جائے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں

فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ

پھر اگر وہ اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور خود مسلمان ہے تو صرف ایک مملوک

مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ

مسلمان کا آزاد کرنا اور اگر وہ اس قوم میں ہو کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خوں بہا

مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

سپرد کی جائے اور ایک مسلمان مملوک آزاد [کرنا] تو جس کا ہاتھ نہ پہنچے وہ لگاتار

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۙ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾

دو مہینے کے روزے رکھے یہ اللہ کے یہاں اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ ف۳۱

تنبیہ: ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ﴾ سے یہاں تک کئی آیات۔ آیت ﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً﴾ [التوبۃ:۳۶] سے منسوخ ہیں۔ اور "اِلَّا الَّذِيْنَ" صرف پکڑنے اور قتل کرنے سے استثنا ہے نہ موالات سے کہ کفار سے موالات کسی حال میں روا نہیں ہے۔ [معالم] اور یہاں ہجرت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بلا غرض دنیوی محض ثواب حاصل کرنے کے لیے نکلنا ہے۔ [سراج]

(آیت ۹۰ تا ۹۲) ۳۱۔ شان نزول:۔ یہ آیت حضرت عیاش ابن ربیعہ اور حارث ابن ہشام کے بارے میں نازل ہوئی کہ عیاش مسلمان ہو کر مدینہ چلے راہ میں حارث نے انہیں دھوکہ دے کر گرفتار کر لیا اور بہت مارا پیٹا برا بھلا کہا، عیاش نے غصہ میں قسم کھائی کہ میں تجھے جب موقع پاؤں گا قتل کروں گا اس کے بعد حارث بھی مسلمان ہو کر مدینہ چلے گئے اور عیاش پہلے ہی مدینہ چلے گئے تھے حارث کا ایمان لانا انہیں معلوم نہ تھا۔ ایک جگہ موقع پا کر اپنی قسم پوری کرنے کو انہوں نے حارث کو مار ڈالا بعد کو ان کا مسلمان ہونا معلوم ہوا تو گھبرا کر حضور کے پاس آئے اور عرض حال کیا۔ اس پر یہ آیت نازل اتری۔ اور ابن کثیر نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ابو درداء کے حق میں نازل ہوئی کہ انہوں نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا تھا جس نے بظاہر کلمہ پڑھا تھا اور بعد قتل حضور کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ وہ دراصل کافر تھا اپنے بچاؤ کے لیے کلمہ پڑھتا تھا۔ اس پر حضور نے ان سے فرمایا: تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا۔ حضرت عروہ ابن زبیر کی روایت میں ہے کہ جنگ احد میں حضرت حذیفہ کے والد مسلمانوں کے ہاتھ سے سراسیمگی کی حالت میں قتل ہو گئے بعد کو مسلمانوں کو بڑا ملال ہوا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بہر حال شان نزول کچھ بھی ہو آیت کا حکم عام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو مسلمان کا ناحق خون کرنا لائق نہیں ہے مگر غلطی سے ہاتھ بہک کر۔ اور جو کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کرے مثلاً کسی کافر کے یا شکار کے گولی یا تیر مار رہا تھا وہ کسی مسلمان کے لگ گئی اور وہ مر گیا یا کسی کو کافر سمجھ کر مارا وہ مسلمان نکلا تو اس پر ایک مسلمان غلام اس کے کفارہ میں آزاد کرنا واجب ہے اور اس کے وارثوں کو خون بہا دینا لازم ہے جو ان پر مثل ترکہ کے تقسیم ہوگا۔۔ جیسا کہ حدیث ضحاک میں آیا ہے۔ [بیضاوی] مگر یہ کہ وہ خون بہا نہ لیں معاف کریں۔ پھر اگر مقتول تمہارے دشمنوں کی قوم کا ہو اور وہ خود مسلمان ہو مثلاً دار الحرب میں مسلمان ہوا تھا اس کا ایمان لانا معلوم نہ تھا اسے کسی مسلمان نے کافر سمجھ کر مار دیا تو تم پر صرف ایک غلام آزاد کرنا ہے دیت نہیں ہے کہ وہ دار الحرب میں تھا۔ اور جو وہ مقتول اس قوم کا ہے جس سے تمہارا معاہدہ ہے جیسے ذمی تو اس کے لوگوں کو پورا خون بہا دینا اور غلام آزاد کرنا ہے۔ خواہ وہ مقتول مسلمان ہو یا ذمی۔ پس

www.waseemziyai.com

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا

اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلا جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے

وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ يٰٓاَيُّهَا

اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے تیار کر رکھا ہے بڑا عذاب۔ ف۳۲ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا

ایمان والو! جب تم جہاد کو چلو تو تحقیق کر لو اور جو تمہیں سلام کرے

لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ

اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں تم جیتی دنیا کا اسباب چاہتے

الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ

ہو تو اللہ کے پاس بہتیری غنیمتیں ہیں پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر

جو کوئی غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ دو مہینہ کے متواتر روزے رکھے یہ اللہ کے یہاں اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

تنبیہ: دیت یعنی خوں بہا کی مقدار امام اعظم کے نزدیک سو اونٹ یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درم ہیں جو تین سال میں قاتل کے کنبہ برادری والے سوائے باپ دادا اور اولاد کے اپنے مال سے ادا کریں نہ قاتل کے مال سے۔ اور قاتل اپنے مال سے صرف غلام آزاد کرے اور جو غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھے درمیان میں سوائے حیض ونفاس اور بیماری کے افطار نہ کرے۔ اگر بغیر عذر شرعی افطار کرے گا تو پھر سے از سر نو رکھنا ہوں گے۔ روزے کے بدلہ یہاں ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ باقی احکام دیت وغیرہ کتب فقہ میں دیکھئے۔ اور قتل عمد کا حکم مفصل سورۂ بقر میں تحت آیۃ کریمہ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ﴾ [البقرۃ:۱۷۸] گزرا۔

(آیت ۹۳) ۳۲۔ شان نزول اس کی معالم میں یہ لکھی ہے کہ مقیس ابن ضبابہ اور اس کا بھائی ہشام مسلمان ہو کر مدینہ میں آئے کسی نے ہشام کو مدینہ میں قتل کر دیا اس کی لاش بنی نجار کے محلہ میں پڑی ملی مقیس نے حضور سے آ کر عرض حال کیا حضور نے بنی نجار کو حکم بھیجا کہ تم اگر قاتل کو جانتے ہو تو اسے پکڑ کر مقیس کے حوالے کرو کہ اس سے قصاص لیا جائے اور جو نہ جانتے ہو تو آپس میں چندہ کر کے مقتول کا خون بہا ادا کرو۔ بنی نجار نے عرض کیا ہم قاتل سے واقف نہیں ہیں مگر اللہ اور اللہ کے رسول کا حکم ہمیں منظور ہے اور چندہ کر کے اس کا خون بہا مقیس کو ادا کر دیا۔ مقیس لے کر چلا راہ میں خیال آیا کہ قصاص بدلہ نہ لینے کی بدنامی میرے نام کے ساتھ ہمیشہ رہے گی۔ لہٰذا اس نے فہری شخص کو جس کو حضور نے اس کے ساتھ بنی نجار کے پاس بھیجا تھا قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہانک کر مکہ لے گیا اور مرتد ہو گیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قصداً مارے گا وہ مدتوں جہنم میں رہے گا اور اس پر خدا کا غضب ولعنت ہے اور اس کے لیے بڑا عذاب رکھا ہے۔

تنبیہ: یہاں ''خلود'' سے مراد بہت دنوں جہنم میں رہنا ہے نہ ہمیشہ کہ مومن ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا۔ اور قتل مسلم کبیرہ گناہ ہے اور کبائر اہل سنت کے نزدیک توبہ کرنے یا اللہ کے چاہنے سے معاف ہو جاتے ہیں۔ سوائے شرک کے کہ اسے اللہ معاف نہیں فرماتا ہے ﴿وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ﴾ [النساء:۴۸] جمہور ائمہ سلف وخلف کا یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے خلافاً لابن عباس رضي

www.waseemziyai.com

اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾ لَا

اللہ نے تم پر احسان کیا تو تم پر تحقیق کرنا لازم ہے بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ ف۳۳

يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ

برابر نہیں وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد سے بیٹھ رہیں اور وہ کہ

سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ

راہ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اللہ نے اپنے مالوں

وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ

اور جانوں سے جہاد والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے بڑا کیا اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور

اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ

اللہ نے جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے۔ اس کی طرف سے درجے

اللہ تعالی عنہما، والمراد به التشدد كما قال البيضاوی وروی البيهقی خلافه عنه. [سراج] اور قتل عمد میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک کفارہ نہیں ہے۔ اور قتل عمد وخطا کے درمیان ایک اور قتل ہے جسے شبہ بالعمد کہا جاتا ہے اور وہ کسی کو ایسی چیز سے قتل کرنا ہے جس سے غالب موت نہیں واقع ہوتی ہے۔ جیسے پتلی لکڑی ہلکے اینٹ پتھر سے کسی کو قصدا مارا اور وہ مر گیا تو اس میں قصاص نہیں ہے دیت ہے۔ اور کفارہ میں کافر غلام آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔

تنبیہ: جان بوجھ کر کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالی نے اسے کئی جگہ شرک کے ساتھ بیان فرمایا ہے جس سے اس کی اہمیت وعظمت ظاہر ہوتی ہے اور اس کی سزا بھی نہایت سخت سنگین یعنی مدتوں جہنم میں رہنا اور مورد غضب ولعنت الٰہی ہونا رکھی گئی ہے۔ اور احادیث میں بھی اسے اکبر الکبائر فرمایا گیا ہے اور اس کی سخت وعیدات ذکر فرمائی گئی ہیں۔ قیامت کے دن سب سے پہلے لوگوں میں خون کا فیصلہ کیا جائے گا جیسا کہ حدیث بخاری ومسلم میں ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک دنیا کا زوال مسلمان کو قتل کرنے سے زیادہ حقیر ہے۔ [ترمذی] دوسری حدیث میں ہے کہ اگر اہل آسمان وزمین مسلمان کے قتل پر جمع ہوتے تو سب کو اوندھے منہ دوزخ میں ڈالتا۔ [ترمذی] تیسری حدیث میں ہے جو مسلمان کے قتل میں اعانت کرے گا اگرچہ ذرا سے کلمہ سے ہو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی پیشانی پر خدا کی رحمت سے دور لکھا ہوگا۔ [ابن ماجہ]

(آیت ۹۴) ۳۳۔ شان نزول اس کی بروایت ابن جریر یہ لکھی ہے کہ ایک بار سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایک دستہ فوج کا بسرداری غالب ابن فضالہ اہل فدک کی طرف روانہ کیا اہل فدک خبر پا کر بھاگ گئے۔ صرف ایک مسلمان شخص عامر ابن اخبط باقی رہ گئے مگر وہ اس خیال سے کہ کہیں دشمنوں کا لشکر نہ ہو اپنی بکریاں لے کر پہاڑی میں جا چھپے جب فوج قریب آ گئی اور لشکر والوں نے تکبیر کہی تو وہ تکبیر کی آواز سن کر خوشی خوشی کلمہ پڑھتے ہوئے نکل آئے حضرت اسامہ نے اس خیال سے کہ اس نے جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا ہے انہیں قتل کر دیا اور ان کی بکریوں پر قبضہ کیا۔ پس حضور یہ سن کر بہت رنجیدہ اور غضب ناک ہوئے اور ان کے واسطے استغفار کیا اور خون بہا دیا۔ بیضاوی نے شان نزول اش کا مرداس اور مقداد کو قرار دیا ہے کہ انہیں بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آیا تھا اور اسے خطائے اجتہادی پر محمول کیا ہے۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! جب تم جہاد کے لیے سفر کرو اور کوئی شخص تمہارے سامنے کلمہ پڑھتا ہوا آئے اور سلام

www.waseemziyai.com

ع ۱۳ ۵ ۱۰

وَمَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور بخشش اور رحمت اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ف ۳۴ وہ لوگ جن کی

تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا

جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے؟ کہتے ہیں ہم

مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً

زمین میں کمزور تھے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی

فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا

کہ تم اس میں ہجرت کرتے تو ایسوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت بری جگہ پلٹنے کی مگر

الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً

وہ جو دبالیے گئے مرد اور عورتیں اور بچے جنھیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے

وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ

نہ راستہ جانیں تو قریب ہے کہ ایسوں کو اللہ معاف فرمائے

وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ

اور اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ

فِى الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ

زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے نکلا

کرے تو تم اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے تو نے اپنا جان و مال بچانے کے لیے کلمہ پڑھا ہے اور اسے مال غنیمت ملنے کی غرض سے بلا تحقیق کیے مار دو اللہ کے پاس ایسی غنیمتیں بہت ہیں جو تمہیں بے پرواہ کر دیں گی۔ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے کہ اپنا ایمان مشرکوں سے چھپاتے تھے۔ [ابن کثیر] یا اپنا جان و مال صرف کلمہ پڑھ کر محفوظ رکھتے تھے۔ [جلال] اللہ نے تم پر احسان کیا کہ تمہارے ایمان کو مشتہر کیا اور تمہیں اس پر قائم رکھا تو تم پر مسلم و غیر مسلم کی تحقیق کرنا لازم ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ جب مسلمان کسی شہر یا بستی یا گاؤں یا قبیلہ پر گزریں اور کوئی علامت اسلام وہاں پائیں تو انہیں لازم ہے کہ وہ اس میں قتل و غارت نہ کریں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوئی لشکر یا دستہ فوج کا کہیں بھیجتے تو اسے ہدایت فرما دیتے کہ جب تم کہیں مسجد دیکھو یا اذان کی آواز سنو تو انہیں قتل نہ کرو۔ [رواہ الترمذی وابوداؤد]

(آیت ۹۵/۹۶) ۳۴۔ شان نزول:۔ چونکہ گزشتہ آیت میں سفر جہاد میں خوب تحقیق کرنا لازم کیا گیا تھا کہ کہیں غلطی سے کوئی مسلمان قتل نہ ہو جائے۔ اس سے خیال پیدا ہوتا تھا کہ جہاد سے گھر بیٹھ کر عبادت کرنا ہی بہتر ہے کہ لڑائی کی بھیڑ بھاڑ میں ممکن ہے کوئی مسلمان کسی مسلمان کے ہاتھ سے مارا جائے۔ اور اس کا وبال ذمہ پر عائد ہو۔ اس خیال کو دفع کرنے اور مجاہدین کا فضل و شرف ظاہر کرنے

www.waseemziyai.com

کے لیے ان آیات کا نزول ہوا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آیت ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ [النساء:۹۵] حضرت ام مکتوم اور عبداللہ ابن جحش کے حق میں نازل ہوئی کہ ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ ہم معذور ہیں نابینا ہیں اگر ہماری آنکھیں ہوتیں تو خدا کی قسم ہم بھی جہاد کرتے اور کافروں کو مارتے۔ اور بخاری میں زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مجھے حضور نے لکھنے کو فرمایا۔ پس ابن ام مکتوم آئے اور انہوں نے حضور سے عرض کیا کہ اگر میں بینا ہوتا تو اللہ کی قسم جہاد کرتا۔ پس اللہ نے اس میں ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ اضافہ فرمایا۔ اور بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ "القاعدین" سے وہ لوگ مراد ہیں جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اور "المجاھدین" سے شرکائے جنگ بدر مراد ہیں۔

تنبیہ: آیت میں تین قسم کے مسلمان ذکر کیے گئے ہیں اول راہ خدا میں جہاد کرنے والے دوسرے بغیر عذر جہاد کو نہ جانے والے گھر میں بیٹھ کر عبادت کرنے والے تیسرے معذوری کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہونے والے۔ اور دوسرے قسم کے مسلمانوں کی بابت فرمایا گیا ہے کہ وہ دونوں ثواب میں برابر نہیں ہیں مجاہدین کا ثواب قاعدین سے بہت زیادہ ہے اور انہیں دونوں پر درجوں فضیلت ہے اور بھلائی کرنے جنت میں داخل کرنے کا دونوں سے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے ان کی نیک نیتی کے سبب۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ جنت میں سو درجہ ہیں جو اللہ نے مجاہدین کے لیے بنائے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ تم اللہ سے جنت الفردوس مانگو کہ وہ اعلیٰ اور اوسط جنت ہے اس کے اوپر عرش رحمٰن ہے اس سے جنت کی نہریں بہتی ہیں۔ اور "أُولِي الضَّرَرِ" سے اندھے لنجے اپاہج مراد ہیں جو جہاد کرنے کے قابل نہ ہوں وہ مجاہدین کے برابر ہیں ثواب میں۔ [معالم] حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور جنگ تبوک سے لوٹ کر مدینہ کے قریب آئے تو فرمایا: مدینہ میں ایسی قوم ہے جو ہر جنگل و ہر جگہ تمہارے ساتھ تھی۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا یا رسول اللہ! اور وہ مدینہ میں بیٹھے رہے۔ فرمایا: ہاں وہ مدینہ میں رہے عذر کی وجہ سے ساتھ نہ جا سکے یعنی انہیں جہاد کے جانے والوں کے برابر ثواب ملے گا۔ [رواہ بخاری] اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ "القاعدین درجة" سے معذور مراد ہیں۔ اور "القاعدین درجات منه" سے غیر معذور مراد ہیں ابن کثیر نے اسی کو پسند کیا ہے۔

تنبیہ: آیت مذکورہ سے جہاد کی فضیلت بخوبی ظاہر ہے اور احادیث میں بھی اس کی بہت فضیلت و ثواب آیا ہے۔ حاکم کی حدیث میں ہے کہ اللہ کے لیے صف قتال میں کھڑا ہونا ستر برس کی عبادت سے افضل ہے۔ ترمذی کی حدیث میں ہے جو اللہ کا دین بلند کرنے کے لیے راہ خدا میں ذرا دیر لڑے گا اس کے لیے جنت واجب ہوگی۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ مجاہد کی مثال رات بھر نماز پڑھنے اور تلاوت کرنے اور دن بھر روزہ رکھنے والے کی سی ہے یہاں تک کہ وہ اپنے گھر لوٹ آئے۔ مسلم وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے جہاد کے لیے اونٹنی پیش کی تو حضور نے اس سے فرمایا: تجھے اس کے بدلے سات سو اونٹنیاں ملیں گی۔ اور بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جس نے کسی غازی کے لیے سامان درست کیا اس نے جہاد کیا اور جس نے مجاہد کے پیچھے اس کے اہل و عیال کی خبر گیری رکھی وہ بھی مجاہد ہے یعنی اسے بھی جہاد کا ثواب ملے گا۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ جس نے جہاد نہ کیا اور نہ جہاد کرنے کی آرزو کی وہ شعبہ نفاق پر مرا۔ اور جاننا چاہئے کہ جہاد کا حکم بالاجماع منسوخ نہیں ہوا ہے۔ اب بھی باقی ہے اور تا قیامت باقی رہے گا۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ جہاد جاری ہے جب سے مجھے اللہ نے مبعوث فرمایا ہے یہاں تک کہ میری پچھلی امت دجال سے لڑے گی اسے ظالم کا ظلم اور عادل کا عدل باطل نہ کرے گا۔ کذا فی الفتح۔ اور اس کی فرضیت آیات و احادیث سے ثابت ہے اور وہ مسلمانوں پر واجب ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ تم پر ہر برے اور اچھے امیر کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہے اس کا وجوب کبھی بعض مسلمانوں کے کرنے سے سب کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے جیسے کہ نماز جنازہ بعض کے پڑھنے سے سب کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے ورنہ سب گنہگار ہوتے ہیں اور کبھی وہ ہر مسلمان پر فرض عین ہوتا ہے جب کہ دار الاسلام پر کفار کی چڑھائی ہو اور امیر المسلمین کی جانب سے نفیر عام ہو یونہی مسلمان قیدیوں کو چھڑانا مسلمانوں پر واجب ہے اور امیر المسلمین کو اسے جاری رکھنا معطل نہ ہونے دینا لازم ہے تا کہ اللہ کا دین پھیلتا اور اللہ کا کلمہ بلند ہوتا رہے۔ [ہذا خلاصۃ مافی التفاسیر وغیرہا]

www.waseemziyai.com

مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ

اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا

اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ ع ۱۴ ۱۱

تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ف۳۵ اور جب تم

فِى الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ قف

زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو

اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا

اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بے شک کفار تمہارے

لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ

کھلے دشمن ہیں۔ اور اے محبوب! جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو

فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۖ قف فَاِذَا

تو چاہیے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب

(آیت ۹۷ تا ۱۰۰) ۳۵۔ شان نزول:۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو بعض مسلمانوں نے حضور کے ساتھ ہجرت کی اور بعض نے نہ کی۔ جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی ان میں تین قسم کے مسلمان تھے۔ ایک تو وہ جنہوں نے اپنے مال و جائیداد کی وجہ سے ہجرت نہیں کی تھی۔ دوسرے وہ جنہوں نے راہ میں مارے جانے کے خوف سے ہجرت نہیں کی تھی۔ تیسرے وہ جو اپنی کمزوری اور معذوری سے ہجرت نہیں کر سکتے تھے وہ غلام، باندی، عورتیں، بچے اور تنگ دست مسلمان تھے۔ جب جنگ بدر درپیش ہوئی تو کفار نے ان مسلمانوں پر بھی دباؤ ڈال کر اپنی جمعیت بڑھانے کے لیے اپنے ساتھ لیا مجبوراً یہ لوگ جنگ بدر میں کفار کے ساتھ آئے۔ ان میں بعض تو لڑائی میں مارے گئے۔ مسلمانوں کو ان کے مارے جانے کا بہت رنج ہوا۔ اور کچھ گرفتار ہو کر مدینہ آئے۔ ان میں حضرت عباس اور عقیل اور نوفل بھی تھے۔ حضور نے حضرت عباس سے فدیہ طلب کیا تو حضرت عباس نے کہا کیا ہم نے آپ کی طرح کلمہ شہادت نہیں پڑھا ہے اور آپ کے قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھی ہے۔ فرمایا: تم لڑائی میں پکڑے گئے ہو۔ ان تینوں قسم کے مسلمانوں کا ان آیات میں حکم بیان فرمایا گیا ہے اور انہیں کے حق میں اس آیت کا نزول ہوا ہے۔ پس پہلی اور دوسری قسم کے مسلمانوں کے حق میں ارشاد ہوتا کہ موت کے فرشتے ان سے پوچھیں گے تم کاہے میں تھے تم نے ہجرت کیوں نہیں کی تھی؟ وہ کہیں گے: ہم کمزور تھے۔ تو فرشتے کہیں گے کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ اس میں ہجرت کرتے کفرستان مکہ سے نکل کر پاکستان مدینہ میں داخل ہوتے۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے اور ان دونوں کے اس خیال کو رد کرنے کے لیے کہ ہجرت کرنے سے ہمارا گھر بار مال و جائیداد چھوٹے گا راہ میں ہمیں کفار مار ڈالیں گے فرماتا ہے: اور جو اللہ کے لیے اپنا گھر بار مال و جائیداد چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور اسے سب کچھ ملے گا نیت نیک ہونا چاہئے۔ حدیث میں ہے سفر کرو غنیمتیں پاؤ گے۔ دوسری حدیث میں ہے جہاد کرو غنیمتیں پاؤ گے اور ہجرت کرو فلاح پاؤ گے۔ [طبرانی] اور جو وہ راہ میں مر جائے گا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہوگا۔ ان خیالات کی تائید

www.waseemziyai.com

سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ ۪ وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا

وہ سجدہ کر لیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی

فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ

اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہیے کہ اپنی پناہ اور اپنے ہتھیار لیے رہیں کافروں کی

كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ

تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر

مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ

جھک پڑیں اور تم پر مضائقہ نہیں اگر تمہیں مینھ کے سبب تکلیف ہو

اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۭ

یا بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی پناہ لیے رہو

پر ترک ہجرت نہ کرنا چاہیے۔ پھر تیسرے قسم کے مسلمانوں کی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ جو کمزور مرد عورتیں بچے دبائے گئے اور انہیں کوئی تدبیر بن نہ پڑی اور نہ وہ راستہ جانتے تھے عنقریب اللہ انہیں معاف فرمائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں اور میری ماں کمزوروں میں سے تھے اور رسول اللہ ان کے لیے دعا کرتے تھے۔ جب ہجرت نہ کرنے پر یہ وعید شدید نازل ہوئی تو حضرت جندع یا جندب ابن ضمرہ نے جو مکہ میں بیمار تھے اور ہجرت کرنے کے قابل نہ تھے اپنے بیٹوں سے بلا کر کہا کہ مجھے ابھی جس حالت میں بھی ہوں پلنگ پر لٹا کر کاندھوں پر لاد کر مدینہ لے چلو کہ اگر میں یہاں مر جاؤں گا تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گا کہ میں راستہ سے اور اپنی تدبیر سے واقف ہوں۔ پس ان کے لڑکے انہیں کاندھوں پر لاد کر مدینہ کو لے چلے راہ میں مقام تنعیم میں ان کا انتقال ہو گیا، حضور کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ [طبری] بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت ابن القیس خزاعی کے حق میں اتری۔

تنبیہ: آیت مذکورہ کی شان نزول اگرچہ خاص ہے لیکن باتفاق علما حکم عام ہے جو شخص حج یا عمرہ یا جہاد یا تحصیل علم دین یا حلال روزی تلاش کرنے یا اور کسی نیک کام کے لیے بخلوص نیت گھر سے نکلے گا تو اس کا نکلنا اللہ ہی کے لیے ہوگا اگر وہ راہ میں قبل اتمام مر جائے گا تو اس کو اس کے فعل کا ثواب پورا اللہ کے فضل سے ملے گا۔ [مدارک وغیرہ] ابویعلیٰ کی حدیث میں ہے کہ جو حج وعمرہ اور جہاد کے لیے گھر سے نکلا اور مر گیا اسے حج وعمرہ وجہاد کا ثواب قیامت تک ملتا رہے گا۔ [ابن کثیر] اور ہجرت اگرچہ بعد فتح مکہ نہیں رہی لیکن ان مسلمانوں پر ہجرت کرنا اب بھی واجب ہے جو کفار کے ملک میں رہتے ہوں اور کھلم کھلا فرائض دینی نہ ادا کر سکتے ہوں اور وہ ہجرت کرنے پر قادر ہوں یا جب قادر ہوں ان کو ہجرت واجب ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو ایک جگہ سے دوسری جگہ اپنے دین کے لیے بھاگے گا اگرچہ بالشت بھر ہو اس کے لیے جنت واجب ہوگی اور وہ اپنے باپ ابراہیم اور اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت میں ہوگا۔ [بیضاوی و مدارک] بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ میں اس شخص سے بری ہوں جو مشرکوں میں مقیم رہے گا اگر وہ باوجود قدرت کے اپنے مال و جائیداد کے چھوٹنے یا راہ میں مارے جانے کے خوف سے ہجرت نہ کرے گا تو وہ سخت گنہگار مستحق نار ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو لوگ جان بچانے کے لیے یا کسی اور غرض سے ہجرت کریں گے وہ ہجرت کے ثواب سے محروم رہیں گے۔ حدیث میں ہے کہ اعمال کی جزا نیت پر ہے جو جیسی نیت کرے گا ویسی ہی جزا پائے گا۔ پس جس نے اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے ہجرت کی اس کی ہجرت ان کے لیے ہوگی اور

www.waseemziyai.com

مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ

اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا

اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ ع ۱۴ ۱۱

تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ف۳۵ اور جب تم

فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ قف

زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو

اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا

اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بے شک کفار تمہارے

لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ

کھلے دشمن ہیں۔ اور اے محبوب! جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو

فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۖ قف فَاِذَا

تو چاہیے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب

(آیت ۹۷ تا ۱۰۰) ۳۵۔ شان نزول:۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو بعض مسلمانوں نے حضور کے ساتھ ہجرت کی اور بعض نے نہ کی۔ جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی ان میں تین قسم کے مسلمان تھے۔ ایک تو وہ جنہوں نے اپنے مال و جائیداد کی وجہ سے ہجرت نہیں کی تھی۔ دوسرے وہ جنہوں نے راہ میں مارے جانے کے خوف سے ہجرت نہیں کی تھی۔ تیسرے وہ جو اپنی کمزوری اور معذوری سے ہجرت نہیں کر سکتے تھے وہ غلام، باندی، عورتیں، بچے اور تنگ دست مسلمان تھے۔ جب جنگ بدر درپیش ہوئی تو کفار نے ان مسلمانوں پر بھی دباؤ ڈال کر اپنی جمعیت بڑھانے کے لیے اپنے ساتھ لیا مجبوراً یہ لوگ جنگ بدر میں کفار کے ساتھ آئے۔ ان میں بعض تو لڑائی میں مارے گئے۔ مسلمانوں کو ان کے مارے جانے کا بہت رنج ہوا۔ اور کچھ گرفتار ہو کر مدینہ آئے۔ ان میں حضرت عباس اور عقیل اور نوفل بھی تھے۔ حضور نے حضرت عباس سے فدیہ طلب کیا تو حضرت عباس نے کہا کیا ہم نے آپ کی طرح کلمہ شہادت نہیں پڑھا ہے اور آپ کے قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھی ہے۔ فرمایا: تم لڑائی میں پکڑے گئے ہو۔ ان تینوں قسم کے مسلمانوں کا ان آیات میں حکم بیان فرمایا گیا ہے اور انہیں کے حق میں اس آیت کا نزول ہوا ہے۔ پس پہلی اور دوسری قسم کے مسلمانوں کے حق میں ارشاد ہوتا کہ موت کے فرشتے ان سے پوچھیں گے تم کاہے میں تھے تم نے ہجرت کیوں نہیں کی تھی؟ وہ کہیں گے: ہم کمزور تھے۔ تو فرشتے کہیں گے کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ اس میں ہجرت کرتے کفرستان مکہ سے نکل کر پاکستان مدینہ میں داخل ہوتے۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے اور ان دونوں کے اس خیال کو رد کرنے کے لیے کہ ہجرت کرنے سے ہمارا گھر بار مال و جائیداد چھوٹے گا راہ میں ہمیں کفار مار ڈالیں گے فرماتا ہے: اور جو اللہ کے لیے اپنا گھر بار مال و جائیداد چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور اسے سب کچھ ملے گا نیت نیک ہونا چاہئے۔ حدیث میں ہے سفر کرو غنیمتیں پاؤ گے۔ دوسری حدیث میں ہے جہاد کرو غنیمتیں پاؤ گے اور ہجرت کرو فلاح پاؤ گے۔ [طبرانی] اور جو وہ راہ میں مر جائے گا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہوگا۔ ان خیالات [illegible]

www.waseemziyai.com

سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ ۪ وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا

وہ سجدہ کر لیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی

فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ

اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہیے کہ اپنی پناہ اور اپنے ہتھیار لیے رہیں کافروں کی

كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ

تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر

مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ

جھک پڑیں اور تم پر مضائقہ نہیں اگر تمہیں مینھ کے سبب تکلیف ہو

اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۭ

یا بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی پناہ لیے رہو

پر ترک ہجرت نہ کرنا چاہیے۔ پھر تیسرے قسم کے مسلمانوں کی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ جو کمزور مرد عورتیں بچے دبائے گئے اور انہیں کوئی تدبیر بن نہ پڑی اور نہ وہ راستہ جانتے تھے عنقریب اللہ انہیں معاف فرمائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں اور میری ماں کمزوروں میں سے تھے اور رسول اللہ ان کے لیے دعا کرتے تھے۔ جب ہجرت نہ کرنے پر یہ وعید شدید نازل ہوئی تو حضرت جندع یا جندب ابن ضمرہ نے جو مکہ میں بیمار تھے اور ہجرت کرنے کے قابل نہ تھے اپنے بیٹوں سے بلا کر کہا کہ مجھے ابھی جس حالت میں بھی ہوں پلنگ پر لٹا کر کاندھوں پر لاد کر مدینہ لے چلو کہ اگر میں یہاں مر جاؤں گا تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گا کہ میں راستہ سے اور اپنی تدبیر سے واقف ہوں۔ پس ان کے لڑکے انہیں کاندھوں پر لاد کر مدینہ کو لے چلے راہ میں مقام تنعیم میں ان کا انتقال ہو گیا، حضور کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ [طبری] بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت ابن القیس خزاعی کے حق میں اتری۔

تنبیہ: آیت مذکورہ کی شان نزول اگرچہ خاص ہے لیکن باتفاق علما حکم عام ہے جو شخص حج یا عمرہ یا جہاد یا تحصیل علم دین یا حلال روزی تلاش کرنے یا اور کسی نیک کام کے لیے بخلوص نیت گھر سے نکلے گا تو اس کا نکلنا اللہ ہی کے لیے ہوگا اگر وہ راہ میں قبل اتمام مر جائے گا تو اس کو اس کے فعل کا ثواب پورا اللہ کے فضل سے ملے گا۔ [مدارک وغیرہ] ابویعلیٰ کی حدیث میں ہے کہ جو حج وعمرہ اور جہاد کے لیے گھر سے نکلا اور مر گیا اسے حج وعمرہ وجہاد کا ثواب قیامت تک ملتا رہے گا۔ [ابن کثیر] اور ہجرت اگرچہ بعد فتح مکہ نہیں رہی لیکن ان مسلمانوں پر ہجرت کرنا اب بھی واجب ہے جو کفار کے ملک میں رہتے ہوں اور کھلم کھلا فرائض دینی نہ ادا کر سکتے ہوں اور وہ ہجرت کرنے پر قادر ہوں یا جب قادر ہوں ان کو ہجرت واجب ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو ایک جگہ سے دوسری جگہ اپنے دین کے لیے بھاگے گا اگرچہ بالشت بھر ہو اس کے لیے جنت واجب ہوگی اور وہ اپنے باپ ابراہیم اور اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت میں ہوگا۔ [بیضاوی و مدارک] بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ میں اس شخص سے بری ہوں جو مشرکوں میں مقیم رہے گا اگر وہ باوجود قدرت کے اپنے مال و جائیداد کے چھوٹنے یا راہ میں مارے جانے کے خوف سے ہجرت نہ کرے گا تو وہ سخت گنہگار مستحق نار ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو لوگ جان بچانے کے لیے یا کسی اور غرض سے ہجرت کریں گے وہ ہجرت کے ثواب سے محروم رہیں گے۔ حدیث میں ہے کہ اعمال کی جزا نیت پر ہے جو جیسی نیت کرے گا ویسی ہی جزا پائے گا۔ پس جس نے اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے ہجرت کی اس کی ہجرت ان کے لیے ہوگی اور

www.waseemziyai.com

اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ

بے شک اللہ نے کافروں کے لیے خواری کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پھر جب تم نماز پڑھ چکو

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ

تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے پھر جب مطمئن ہو جاؤ

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا

تو حسب دستور نماز قائم کرو بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا

مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِى ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ

فرض ہے ف۳۶ اور کافروں کی تلاش میں سستی نہ کرو اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے

فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا

تو انہیں بھی دکھ پہنچتا ہے جیسا تمہیں پہنچتا ہے اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو

اس کا ثواب ملے گا اور جس کی ہجرت دنیا کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہوگی۔ [بخاری و مسلم]

(آیت ۱۰۱ تا ۱۰۳) ۳۶۔ شان نزول: چونکہ جہاد کے لیے سفر کرنا پڑتا تھا اور قبیلہ بنی نجار کے بعض لوگوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ ہم کو تجارت وغیرہ کے لیے سفر کرنا پڑتا ہے ایسی حالت میں ہم نماز کس طرح پڑھیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور انہیں سفر میں نماز قصر کرنے کا حکم فرمایا گیا۔ چونکہ قصر کی کیفیت وکمیت اور وجوب وجواز میں علماء کا اختلاف ہے۔ لہذا ہم اختلاف کو چھوڑ کر صرف مذہب حنفی کو لکھتے ہیں۔ پس جاننا چاہئے کہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک قصر سے مراد نماز کو کم کر کے پڑھنا ہے۔ یعنی چار رکعت والی نماز دو رکعت پڑھے اور مغرب فجر پوری پڑھے۔ جس کی طرف ''من'' تبعیضیہ سے اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اور سفر سے ہر سفر مراد ہے۔ خواہ طاعت کا ہو یا معصیت کا خواہ جہاد کے لیے ہو یا تجارت وغیرہ کے لیے ہو خوف ہو یا نہ ہو کہ حضور وصحابہ حضور ہر سفر میں قصر فرمایا کرتے تھے اور خوف کی قید اس کے ساتھ تغلیبی ہے اس کا کوئی مفہوم نہیں ہوتا ہے۔ کہ اس وقت زیادہ تر جہاد کے لیے ہی سفر کیا جاتا تھا۔ اور وہ خوف سے خالی نہیں ہوتا تھا جیسا کہ حضرت یعلی ابن امیہ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا اب ہم کس لیے قصر کرتے ہیں جب کہ ہم امن سے ہو گئے؟ تو انہوں نے فرمایا: مجھے بھی ایسا ہی تعجب ہوا تھا جیسا کہ تجھے ہوا۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا تو حضور نے فرمایا: یہ اللہ نے تم پر صدقہ فرمایا ہے پس تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ [رواہ احمد و مسلم وترمذی] اور بخاری و مسلم کی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ پہلے دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر وہ سفر میں برقرار رکھی گئی اور حضر میں چار رکعات کر دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں پوری نماز پڑھنا جائز نہیں ہے قصر کرنا واجب ہے اور قصر عزیمت ہے نہ رخصت۔ اور چونکہ قصر سے نقصان نماز کا خیال دل میں گزرتا تھا لہذا دل جمعی کے لیے ﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ [النساء: ۱۰۱] فرمایا گیا۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں پوری نہ قصر تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے۔ [مدارک۔ رواہ احمد ونسائی وابن ماجہ] اور ترمذی وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور مکہ سے مدینہ کو تشریف لے گئے اور بلا خوف دو رکعت نماز پڑھی۔ اور سفر کم سے کم تین دن ورات کا پیدل یا اونٹ کی متوسط چال سے صبح سے دوپہر تک آرام کے ساتھ ہو کسی اور سواری سے یا غیر متوسط چال سے معتبر نہیں ہے۔ آج کل کے انگریزی میلوں کے حساب سے وہ چون میل ہوتا

www.waseemziyai.com

ہے مگر مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیق سے ستاون میل ہوتے ہیں اس سے کم میں قصر نماز واجب نہیں۔[کذا فی فتاویٰ رضویہ] اور قول اللہ تعالیٰ کا: ﴿اِنْ خِفْتُمْ الخ﴾ ﴿اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾ سے بظاہر ملا ہوا ہے مگر حقیقت میں اس سے جدا ہے۔ اور ﴿وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ﴾ سے ملا ہوا ہے۔ جیسا کہ ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ پہلے آیت صرف ﴿اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾ تک نازل ہوئی تھی۔ پھر ایک سال کے بعد جب لوگوں نے حضور سے نماز خوف کے بارے میں پوچھا تو آیت ﴿اِنْ خِفْتُمْ الخ﴾ نازل ہوئی۔[خازن] اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب کفار نے حضور کو صحابہ کے ساتھ جمع ہو کر ظہر کی نماز پڑھتے دیکھا تو آپس میں کہا کہ یہ تو بڑا اچھا موقع حملہ کرنے کا تھا تو ان میں سے بعض نے کہا جانے دو عصر کی نماز انہیں ماں باپ اولاد سے زیادہ محبوب ہے جب اس کے پڑھنے میں مشغول ہوں اس وقت حملہ کر کے انہیں قتل کرنا۔ پس جبرئیل نے آ کر حضور کو کفار کے منصوبہ کی خبر دی اور کہا یہ نماز خوف ہے۔ اور تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے: ﴿وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ الخ﴾ اور اسی کے مثل ابن عیاش مرزوقی سے مروی ہے کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ عسقان میں مشرکوں کے مقابلہ میں تھے پس ہم نے ظہر کی نماز جمع ہو کر پڑھی تو مشرکوں نے دیکھ کر کہا کہ ہم نے غفلت کی مسلمانوں کو نماز پڑھتے میں حملہ کر کے مار لیتے۔ پس یہ آیت ظہر و عصر کے درمیان نازل ہوئی۔[خازن و سراج] یہ سبب نزول ﴿واذا کنت فیھم الخ﴾ کا ہے اور خطاب اس میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے ہے۔ اور بعد حضور ائمہ مسلمین کو ہے جیسا کہ آیت ﴿خذ من اموالھم صدقۃ﴾ میں خطاب حضور کو ہے اور حضور کے بعد ائمہ مسلمین کو ہے پس اس کا مفہوم مخالف نہیں ہے کہ بعد حضور صحابہ کرام اس پر عمل کرتے آئے اور جب آیت میں اس کا حکم حضور کو فرمایا گیا تو امت کو اس کا اتباع لازم و واجب ہے۔ حدیث ''صلوا کما رائتمونی اصلی'' اس پر دال ہے۔ پھر نماز خوف باجماعت پڑھنے کا طریقہ تعلیم فرمایا جاتا ہے کہ اے محبوب جب تم ان میں تشریف فرما ہو اور نماز میں تم ان کی امامت کرو تو ان کے دو گروہ کرو ایک گروہ ان میں کا مع معمولی ہتھیاروں کے جو نماز میں مخل نہ ہوں تمہارے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھے اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابلہ میں حفاظت کے لیے کھڑا رہے۔ جب پہلا گروہ ایک رکعت پوری کرے تو پیچھے ہٹ جائے اور دشمن کے مقابلہ میں جا کر کھڑا ہو جائے۔ اور دوسرا گروہ جو شریک نماز نہ تھا اور دشمن کے مقابلہ میں کھڑا تھا وہ آ کر مع ہتھیاروں کے تمہارے ساتھ دوسری رکعت پڑھے۔ کافر چاہتے ہیں کہ تمہیں نماز میں ہتھیار وغیرہ سے غافل پا کر یکایک تم پر حملہ کریں اور تمہیں پکڑیں اور قتل کریں اور جو تمہیں مینہ، بیماری، کمزوری کی وجہ سے ہتھیار باندھنے میں دقت و تکلیف ہو تو ہتھیار کھول کر رکھ دینے میں بھی مضائقہ نہیں ہے۔ مگر دشمنوں سے ہوشیار رہو اور اپنے بچاؤ کا سامان مہیا رکھو پھر جب نماز پڑھ چکو تو اللہ کو کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں یاد کرو اور جب مطمئن ہو جاؤ تو حسب دستور نماز پڑھو کہ نماز مسلمانوں پر وقت پر فرض ہے۔ بعض نے اس کے یہ معنی لیے ہیں کہ میدان جنگ میں جس طرح ممکن ہو نماز پڑھو مگر امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک لڑائی لڑتے میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ جب اطمینان ہو جائے تو نماز پڑھے۔ اور ہتھیار باندھ کر نماز پڑھنے کی علت و حکمت ﴿فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً﴾ [النساء:۱۰۲] بیان فرمائی گئی ہے۔ یعنی ہتھیار بند نماز پڑھنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ کہیں کفار تمہیں بے ہتھیار دیکھ کر ایک دم پر ٹوٹ نہ پڑیں اور تم نہتے ہو۔

تنبیہ: آیت میں دونوں گروہوں کی باقی ایک ایک رکعت کا حکم بیان نہیں کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ امام دوسری رکعت پڑھا کر تنہا سلام پھیرے کہ نماز پوری ہو گئی اور پہلا گروہ آ کر اپنی دوسری رکعت اکیلا بغیر قراءت پڑھے اور سلام پھیر کر چلا جائے۔ پھر دوسرا گروہ آئے اور اکیلا اپنی دوسری رکعت مع قراءت پڑھے اور سلام پھیرے یہی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ اور یہی مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔[کما فی الھدایہ وغیرہ] اس طریقہ کے سوا نماز خوف ادا کرنے کے اور طریقہ بھی مروی ہیں۔ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے بعد نزول آیت: ذات الرقاع و ذات النخل میں نماز خوف ادا فرمائی۔[کما رواہ البخاری و مسلم] حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ آیت ﴿اَنْ تَضَعُوْا اَسْلِحَتَكُمْ﴾ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ زخمی تھے ہتھیار باندھنے کے قابل نہ تھے انہیں ہتھیار کھول کر رکھ دینے کی اجازت دی گئی۔ اور ﴿خُذُوْا حِذْرَكُمْ﴾ خاص حضور کے حق

www.waseemziyai.com

يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ

وہ نہیں رکھتے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ف۳۷ اے محبوب! بے شک ہم نے تمہاری طرف

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا

سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے اور

تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾ ۙ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

دغا والوں کی طرف سے نہ جھگڑو۔ اور اللہ سے معافی چاہو بے شک اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۶﴾ ۚ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ

بخشنے والا مہربان ہے۔ اور ان کی طرف سے نہ جھگڑو جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿۱۰۷﴾ ۚ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ

بے شک اللہ نہیں چاہتا کسی بڑے دغاباز گنہگار کو۔ آدمیوں سے

النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا

چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے اور اللہ ان کے پاس ہے جب دل میں وہ بات تجویز کرتے ہیں

لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾

جو اللہ کو ناپسند ہے اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَمَنْ يُّجَادِلُ

سنتے ہو! یہ جو تم ہو دنیا کی زندگی میں تو ان کی طرف سے جھگڑے، تو

میں نازل ہوئی کہ حضور غزوۂ بنی محارب اور بنی انمار سے فارغ ہو کر ہتھیار رکھ کر قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے بارش ہو رہی تھی حضور اور صحابہ کے درمیان پانی بھر گیا تھا پس حویرث ابن حارث حضور کو تنہا دیکھ کر پہاڑ سے تلوار لے کر اترا اور یکا یک حضور کے سر پر آ کر حضور سے کہا کہ اب کون تمہیں بچائے گا فرمایا: اللہ۔ پس اس نے تلوار مارنے کو اٹھائی کہ منہ کے بل گر پڑا تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ پس حضور نے تلوار اٹھا کر اس سے کہا کہ اب تجھے کون بچائے گا۔ بولا کوئی نہیں۔ فرمایا: کلمہ پڑھ، اس نے کہا کلمہ تو نہیں پڑھوں گا مگر عہد کرتا ہوں کہ نہ میں کبھی آپ سے لڑوں گا اور نہ آپ کے دشمنوں کی مدد کروں گا پس حضور نے اسے تلوار دے کر چھوڑ دیا۔

(آیت ۱۰۴) ۳۷۔ شان نزول:۔ جب جنگ احد سے واپس ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض مسلمانوں سے فرمایا: کہ تم کفار کی خبر لاؤ کہیں وہ تمہیں غافل پا کر لوٹ نہ پڑیں اور دھوکہ دے کر حملہ نہ کریں تو مسلمانوں نے وجہ خستہ حال اور زخمی ہونے کے حضور کے حکم کی تعمیل میں کچھ سستی کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [جلال] اور فرمایا گیا کہ تم کفار کی تلاش میں زخمی و گھائل ہونے کی وجہ سے سستی نہ کرو کہ اگر تمہیں دکھ پہنچا ہے تو انہیں بھی تمہاری طرح دکھ پہنچا ہے مگر وہ تمہارے مقابلہ سے نہ تھکے تو تم کیسے ان کے مقابلہ سے تھکتے ہو۔ حالانکہ تم اللہ سے مدد و ثواب کی امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے ہیں تو تمہیں ان سے زیادہ لڑائی میں کوشش کرنا اور خبر رکھنا چاہیے۔

www.waseemziyai.com

21
21

اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾

ان کی طرف سے کون جھگڑے گا اللہ سے قیامت کے دن، یا کون ان کا وکیل ہوگا۔ ف۳۸

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ

اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو

اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ

اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔ اور جو گناہ کمائے تو اس کی کمائی اسی کی

عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـَٔةً

جان پر پڑے اور اللہ علم و حکمت والا ہے اور جو کوئی خطا

(آیت ۱۰۵ تا ۱۰۹) ۳۸۔ شان نزول:۔ یہ آیت بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ طعمہ ابن ابیرق کے حق میں نازل ہوئی کہ اس نے ایک پڑوسی کی زرہ چرا کر ایک یہودی کے پاس رکھ دی، جب اس کی تلاش ہوئی تو وہ یہودی کے پاس سے برآمد ہوئی، یہودی نے کہا کہ یہ زرہ طعمہ نے میرے پاس امانت رکھی تھی۔ طعمہ نے رکھنے سے انکار کیا اور قسم کھائی اور یہودی پر اس کی تہمت لگائی۔ طعمہ کے کنبہ والوں نے حضور سے آکر درخواست کی کہ آپ طعمہ کی طرف سے یہودی سے مواخذہ کریں ورنہ طعمہ بدنام ہو جائے گا حضور نے یہودی سے مواخذہ کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی اور طعمہ کی طرف داری سے ممانعت فرمائی گئی۔ [معالم] ابن جریر و امام ترمذی وغیرہ محدثین نے بروایت محمد ابن اسحاق چرانے کا قصہ بشیر کی طرف منسوب کیا ہے اور بشیر کو سبب نزول قرار دیا ہے کہ اس نے رفاعہ ابن زید کے گھر میں کوٹل (نقب) لگا کر زرہ اور گیہوں کا آٹا چرایا۔ بعد تحقیق معلوم ہوا کہ بشیر نے چوری کی ہے تو حضرت قتادہ نے حضور کی خدمت میں آکر عرض حال کیا حضور نے بشیر سے پوچھا اس نے انکار کیا اور قسم کھائی اور لبید ابن سہل پر تہمت لگائی۔ لبید نہایت غیور اور شریف آدمی تھا تلوار کھینچ کر بشیر پر آپڑا اور اس سے کہا تو چوری ثابت کر ورنہ تجھے قتل کروں گا بشیر ڈر گیا اور بولا میں نے تمہارا نام نہیں لیا ہے تو لبید لوٹ گئے۔ پھر بشیر کے کنبہ والوں نے حضور کی خدمت میں آکر کہا کہ قتادہ و رفاعہ کا بشیر پر تہمت لگانا صحیح نہیں ہے اس پر حضور نے حضرت قتادہ سے فرمایا کہ تم نے بلا ثبوت بشیر پر کیوں تہمت لگائی؟ حضرت قتادہ نے رفاعہ سے جا کر حضور کا فرمانا کہا وہ خدا پر بھروسہ کر کے چپکے ہو رہے اس پر ان آیات کا نزول ہوا اور ان میں لبید کو بری کیا گیا اور بشیر کو جھوٹا قرار دیا گیا جب بشیر کی چوری کھل گئی اور مال برآمد کر کے رفاعہ کو دے دیا گیا تو بشیر مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا۔ [ملخصا از ابن کثیر] مطلب آیات کا یہ ہے کہ اے محبوب ہم نے تم پر سچی کتاب اتاری ہے تاکہ تم لوگوں میں اس طرح فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ بتائے اور چوروں دغابازوں (طعمہ کی یا بشیر کی) طرف داری نہ کرو اور نہ ان کی طرف سے جھگڑو جو اپنی جانوں کو چوری وغیرہ گناہوں کی خباثت میں ڈالتے ہیں اللہ بڑے دغاباز گنہگار کو محبوب نہیں رکھتا ہے انہیں ان کی سزا دے گا وہ شرم کے مارے لوگوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے ہیں یعنی اپنی چوری لوگوں سے چھپاتے ہیں اللہ سے نہیں چھپا سکتے اللہ ان کے پاس ہے اس پر ان کا حال روشن ہے اور جو بات وہ اپنے خیال میں تجویز کرتے ہیں وہ اللہ کو ناپسند ہے جیسے قسم کھا کر چوری سے انکار کرنا یہودی یا لبید پر تہمت لگانا اللہ ان کے سب کاموں کو گھیرے ہوئے ہے اور انہیں جانتا ہے سنتے ہو (اے قوم طعمہ و بشیر) تم تو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑتے ہو قیامت کے دن ان کی طرف سے کون جھگڑے گا یا کون ان کا وکیل ہوگا جب کہ اللہ انہیں عذاب میں گرفتار کرے گا (کوئی نہیں)

تنبیہ: کتاب سے مراد قرآن عظیم ہے اور خطاب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے ہے کہ آپ کو بذریعہ وحی و قرآن اللہ نے جو

www.waseemziyai.com

اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا

یا گناہ کمائے پھر اسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے اس نے ضرور بہتان اور کھلا گناہ

مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ ع ۱۶ ۱۳

اٹھایا۔ ف۳۹ اور اے محبوب! اگر اللہ کا فضل و رحمت تم پر نہ ہوتا تو ان میں کے کچھ لوگ

مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ۭ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ

یہ چاہتے کہ تمہیں دھوکا دے دیں اور وہ اپنے ہی آپ کو بہکا رہے ہیں اور تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے

شَيْءٍ ۭ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ

اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ

تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ النصف ۴

جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے ف۴۰ ان کے اکثر مشوروں میں کچھ

علم دیا ہے اس کے موافق فیصلہ کیجیے نہ اپنی رائے سے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آیت میں ﴿بما ارٰك الله﴾ فرمایا گیا ہے "رأیت" نہیں فرمایا گیا ہے۔ [رواہ ابن ابی حاتم عنہ۔ کمالین] اور آیت میں ارادہ کرنے پر معافی چاہنے کا حکم از قبیل "حسنات الابرار سیات المقربین" ہے اور یہ بھی آیت سے ثابت ہے کہ کوئی شخص کسی کے جھوٹے معاملے میں وکالت نہ کرے اور نہ بیجا طرف داری کرے۔ بلکہ حق و سچ کی پیروی کرے کہ کسی کی کوئی بات اللہ سے چھپی نہیں ہے اس کا خوف کریں اس کے آگے شرم سے سر جھکائیں۔

(آیت ۱۱۰ تا ۱۱۲) ۳۹۔ یہ آیات بھی گزشتہ آیات سے تعلق رکھتی ہیں کہ ان میں طعمہ یا بشیر کو جو انہوں نے چوری کی تھی اور جھوٹی قسم کھا کر چوری سے انکار کیا تھا اور لبید وغیرہ پر اس کی تہمت لگائی تھی اور ان کے کنبہ والوں نے ان کی طرف داری کی تھی اور حضور کو دھوکہ دینا چاہا تھا ہدایت فرمائی گئی ہے بلکہ جملہ گنہگاروں سے فرمایا گیا ہے کہ جو کوئی کسی قسم کا گناہ کرے پھر وہ خالص دل سے اللہ سے توبہ و استغفار کرے اللہ اس کا گناہ معاف فرمائے گا۔ اور ان پر رحم کرے گا کہ اللہ بڑا غفور و رحیم ہے اور جو کوئی گناہ کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے کرتا ہے کہ اس کا وبال اسی پر ہوتا ہے کسی دوسرے کو اس سے ضرر و نقصان نہیں پہنچتا ہے جیسا کہ آیت ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ [الانعام: ۱۶۴] میں ہے۔ اور جو کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ کر کے کسی بے گناہ کے سر دھرے گا اس نے بلاشبہ بہتان اور کھلا گناہ کیا یہ آیت کا خلاصہ مطلب ہے ترجمہ واضح ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جو کوئی کسی قسم کا گناہ کرتا ہے چھوٹا ہو یا بڑا۔ پھر وہ استغفار کرتا ہے تو اللہ اسے معاف فرماتا ہے اور اسے اپنی رحمت سے سرفراز کرتا ہے اگرچہ اس کے گناہ آسمان و زمین و پہاڑ سے بڑے ہوں۔ امام احمد کی حدیث میں ہے جو کوئی مسلمان گناہ کرتا ہے پھر وہ دو رکعت نماز پڑھ کر اس گناہ سے استغفار کرتا ہے تو بخشا جاتا ہے۔ [ابن کثیر] حضرت ابو درداء سے مروی ہے: ﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ اس آیت سے منسوخ ہے۔ [سراج] گویا گنہگاران امت کے لیے یہ نوید جانفزا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ "کسب" وہ فعل ہے جس کو آدمی اپنے نفع یا نقصان کے لیے کرے اس معنی کر خدا کا کسب افعال نہیں ہے کہ پیدائش خلق میں خدا کی کوئی غرض نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی نفع ہے۔

(آیت ۱۱۳) ۴۰۔ اس آیت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسکین دی گئی ہے کہ تمہیں کوئی گمراہ نہیں کر سکتا ہے اور نہ ضرر پہنچا سکتا ہے کہ اللہ تمہارا نگہبان ہے اس نے تم پر قرآن اور احکام شرع نازل فرمائے ہیں اور جو باتیں تم نہیں جانتے تھے جن امور غیبیہ سے

www.waseemziyai.com

نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ

بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح

النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ

کرنے کا اور جو اللہ کی رضا چاہنے کو ایسا کرے اسے عنقریب ہم

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

بڑا ثواب دیں گے۔ ف۴۱ اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ

تم آگاہ نہ تھے وہ سب تمہیں بتا دیے ہیں اور یہ اللہ کا آپ پر بہت بڑا فضل وکرم ہے تو پھر کیسے کوئی بہکا سکتا ہے دھوکہ دے سکتا ہے۔ اگر اللہ کا آپ پر فضل وکرم نہ ہوتا تو ضرور طعمہ اور بشیر کی قوم آپ کو بہکاتی اور خلاف حق فیصلہ کراتی جیسا کہ اس نے چاہا تھا۔

تنبیہ: ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ [النساء:۱۱۳] سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جملہ علوم غیبیہ کا عالم بنایا تھا تمام امور مخفیہ اور اسرار باطنیہ سے آگاہ فرمایا تھا۔ کسی شی کی اس میں تخصیص نہیں ہے "مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ" ہر بات ہر چیز کو شامل ہے۔ کہ لفظ "ما" یا لفظ "کل" کسی کلام منفی یا مثبت پر داخل ہوتا ہے تو وہ اس کی خصوصیت کو دور کر کے عمومیت پیدا کرتا ہے۔ جس کے نظائر قرآن وحدیث وکلام عرب میں بکثرت ہیں اور اہل عرب پر روشن ہیں انہیں میں سے "مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ" اور "تبیانا لکل شئی" ہے۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل نے میرے لیے دنیا اٹھالی میں اس کو اور اس میں قیامت تک جو ہونے والا ہے ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو۔ ترمذی وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ میں نے اللہ عزوجل کو اس حال میں دیکھا اس نے اپنا ید قدرت میرے دونوں کاندھوں کے درمیان رکھا پس میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس کی "فتجلی لی کل شئی وعرفت" پس مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔ بخاری کی حدیث میں بجائے "عرفت" کے "علمت مافی السموات والارض" ہے یعنی میں نے جان لیا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ ایک دن سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک خطبہ فرمایا، بیچ میں سوائے نماز عصر وظہر کے کچھ نہ کیا "فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیامة" پس اس میں ہمیں جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا سب بتا دیا۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم ماکان وما یکون عطا فرمایا۔ گزشتہ وآئندہ کی ہر چیز اور ہر بات کا عالم بنایا۔ مگر وہابیہ تعصب وہٹ دھرمی یا وسوسۂ شیطانی ونفسانی کی بنا پر اس کا انکار کرتے ہیں اور اسے خاصۂ خدا بتاتے ہیں۔ قرآن مسلمانوں کا دین وایمان ہے اس کی ہر آیت اور ہر لفظ پر ایمان لانا واجب ہے اس میں آیت نفی واثبات دونوں موجود ہیں اور دونوں کا ماننا فرض ہے۔ تو لامحالہ جن آیات میں حصر یا نفی علم غیب کی گئی ہے۔ اس سے علم ذاتی وحقیقی مراد ہوگا۔ اور جن آیات سے دوسرے کے لیے علم غیب ہونا ثابت ہوتا ہے اس سے علم عطائی اور اضافی مراد ہوگا ورنہ آیات میں تطبیق ناممکن ہوگی اور بعض پر ایمان لانا اور بعض پر ایمان نہ لانا لازم آئے گا اور ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ [البقرۃ:۸۵] کا مصداق ہوگا۔

(آیت ۱۱۴) ۴۱۔ یہ بھی آیات گزشتہ کا تتمہ ہے اس میں فرمایا گیا ہے کہ اے لوگو! بہت سے مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں ہوتی ہاں جو شخص مجلس شوریٰ میں خیرات دینے یا نیک بات کرنے یا لوگوں میں صلح کرنے یا میل جول رکھنے کا مشورہ دے تو اس میں بہتری اور بھلائی ہے۔ مگر یہ نیک مشورہ بھی اللہ کی رضا چاہنے کے لیے ہو نہ کسی غرض دنیوی کے لیے تو ہم عنقریب اسے بہت اجر وثواب دیں گے اس کی نیکی کو ضائع نہ کریں گے۔

www.waseemziyai.com

لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ

اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے

جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ

دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی ف۴۲ اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ

اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے

تنبیہ: آیت سے ثابت ہے کہ نیک کاموں میں مشورہ کرنے کے لیے مجلس منعقد کرنا جائز وروا ہے اور برے کاموں میں مشورہ کرنے کے لیے جلسے کرنا ممنوع وناجائز ہے، اور لوگوں کو ہمیشہ نیک کام کا مشورہ دے برے کام کا مشورہ نہ دے ورنہ خود بھی گنہگار ہوگا اور جو اس کے مشورہ پر عمل کرے گا وہ بھی گنہگار ہوگا اور صدقہ کا مشورہ دینے میں تمام صدقات واجبہ ونافلہ داخل ہیں۔ اور ''معروف'' میں تمام نیک کام اور لوگوں کے ساتھ حسن وسلوک ونیک برتاؤ آ گیا اور '' اصلاح بین الناس '' میں مسلمانوں کے درمیان صلح اور میل جول کرانا ان کی آپس کی خانہ جنگیاں اور نفاق وشقاق دور کرنا اور ان کی ہر قسم کی اصلاح کرنا داخل ہے اور اس کا بڑا اجر وثواب ہے۔ حدیث میں ہے کہ اولاد آدم کا ہر کلام اس کے لیے مضر ہے نہ مفید مگر جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قسم کا ہو یا اللہ کا ذکر ہو۔ ابوسفیان ثوری نے ایک آدمی کو کہتے سنا کہ یہ حدیث کس قدر شدید ہے۔ پس انہوں نے اس سے کہا کیا تو نے اللہ کا قول ﴿لَّا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ﴾ [النساء:۱۱۴] نہیں سنا وہ یہی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کیا میں تمہیں روزہ نماز اور صدقہ سے افضل درجہ نہ بتاؤں صحابہ نے کہا ہاں بتائیے ۔ فرمایا: دو روٹھے ہوؤں میں اصلاح کرنا ان میں میل ملاپ کرانا ہے۔ [رواہ الترمذی] تیسری حدیث میں ہے کہ وہ جھوٹ نہیں ہے جو لوگوں میں صلح کرانے کے لیے بولے۔ [سراج۔ رواہ البخاری ومسلم] بزار کی حدیث میں ہے کہ حضور نے صحابہ سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک تجارت نہ بتاؤں؟ عرض کی ہاں فرمائیں۔ فرمایا: لوگوں میں اصلاح کرنے کی کوشش کرو جب کہ ان میں جھگڑا واقع ہو اور انہیں ملاؤ جب کہ وہ ایک دوسرے سے دور ہوں یعنی ان میں بغض وعداوت ہو۔ [ابن کثیر]

(آیت ۱۱۵) ۴۲۔ شان نزول: یہ آیت بھی گزشتہ آیات کا تتمہ ہے کہ جب طعمہ کی یا بشیر کی چوری کھل گئی اور مال مسروقہ برآمد ہو گیا تو ہاتھ کٹنے کے خوف سے وہ مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا اور وہاں جا کر سلافہ بن سعد کے یہاں ٹھہرا اور حضور اور اصحاب حضور کی ہجو کرنا شروع کی حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا جواب دیا جب وہ اشعار سلافہ نے سنے تو اس کا سامان اپنے یہاں سے نکال کر پھینک دیا اور کہا تجھ سے مجھے کبھی خیر نصیب نہ ہوگی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [معالم ورواہ الترمذی وحاکم] آیت کا نزول اگرچہ خاص ہے مگر حکم عام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو کوئی رسول کا خلاف کرے اور مسلمانوں کی راہ سے جدا چلے بعد اس کے کہ اسے راہ حق ظاہر ہو چکی ہے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے ٹھہرنے کی۔

تنبیہ: اس آیت سے قرآن وحدیث کی طرح اجماع کا حجت قطعیہ ہونا ثابت ہے۔ اور اس کی مخالفت حرام ہے اور اس کا ماننا واجب ہے کہ آیت میں سبیل مسلمین کے خلاف چلنا حرام کہا گیا ہے اور اس پر وعید شدید فرمائی گئی ہے تو اس کا اتباع واجب ہوا جیسا کہ اہل سنت کا مذہب ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجماع کے حجت ہونے کا ثبوت قرآن سے پوچھا تو آپ نے اسی آیت کو تلاوت فرمایا (خازن)

www.waseemziyai.com

ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ

وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔ ق۴۳ یہ شرک والے اللہ کے سوا نہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو

وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ

اور نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو جس پر اللہ نے لعنت کی اور بولا

لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ

قسم ہے میں ضرور تیرے بندوں میں سے کچھ ٹھہرایا ہوا حصہ لوں گا قسم ہے میں ضرور انھیں بہکا دوں گا اور ضرور انھیں آرزوئیں دلاؤں گا

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ

اور ضرور انھیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انھیں کہوں گا کہ وہ

خَلْقَ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز بدل دیں گے اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ

خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ

صریح ٹوٹے میں پڑا۔ شیطان انھیں وعدے دیتا ہے اور آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں وعدے نہیں دیتا

اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا

مگر فریب کے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور اس سے بچنے کی جگہ نہ

مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ

پائیں گے۔ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کچھ دیر جاتی ہے کہ ہم انھیں باغوں میں لے جائیں گے

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ

جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں اللہ کا سچا

(آیت ۱۱۶) ۴۳۔ شان نزول: ایک بوڑھے اعرابی شخص نے حضور کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ میری تمام عمر گناہوں میں کٹی مگر شرک کبھی نہیں کیا، نہ معلوم میری مغفرت ہوگی یا نہیں؟ تب یہ آیت نازل ہوئی (معالم وغیرہ بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کہا گیا ہے یہ طعمہ کے حق میں نازل ہوئی کہ مشرک مرا تھا (جامع البیان وخازن)

تنبیہ: یہ آیت اس پارے میں پہلے بھی گزر چکی ہے اور اس کی تفسیر بھی کر دی گئی ہے، فرق دونوں آیتوں میں صرف اتنا ہے کہ گذشتہ آیت کے آخر میں ﴿فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا﴾ ہے اور اس کا شان نزول جدا ہے کہ وہ اہل کتاب کے حق میں تھی یا قاتل حمزہ کے حق میں تھی اور اس آیت کے آخر میں ﴿فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا﴾ ہے اور سبب نزول اس کا مشرکین ہیں، حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: مجھے یہ آیت بہت محبوب ہے (ترمذی)

www.waseemziyai.com

حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ

وعدہ اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ ف۴۴ کام نہ کچھ تمہارے خیالوں پر ہے اور نہ

اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا

کتاب والوں کی ہوس پر جو برائی کرے گا اس کا بدلا پائے گا اور

يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ

اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا نہ مددگار اور جو کچھ

الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ

بھلے کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل

(آیت ۱۱۷ تا ۱۲۲) ۴۴۔ ان آیات میں مشرکوں کی حالت اور شیطان کا مقولہ اور اس کا لوگوں کا بہکانا وغیرہ بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی اس کے ان مسلمانوں کو جو شیطان کے بہکانے میں نہ آئیں گے، دخول جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ مشرک اللہ کو چھوڑ کر عورتوں اور سرکش شیطان کو پوجتے ہیں جس پر اللہ نے لعنت کی اور وقت لعنت اس نے اللہ سے کہا ضرور میں تیرے بندوں سے مقرر کیا ہوا حصہ لوں گا یعنی میں انہیں بہکاؤں گا اور اپنا پیرو بناؤں گا اور تیری عبادت سے پھیروں گا اور ان کے دلوں میں طرح طرح کی آرزوئیں اور برے خیال ڈالوں گا، کہ تمہیں دنیا میں جینا ہے مرنا نہیں، تم دنیا کے خوب مزے اڑاؤ اور عشرت میں بسر کرو، اور ضرور ان سے کہوں گا کہ وہ جانوروں کے کان چیریں اور اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو بدل دیں، اور جس نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا اور اس کی پیروی کی وہ صریح ٹوٹے میں پڑا نقصان میں رہا، شیطان ان سے جھوٹے وعدے کرتا اور آرزوئیں دلاتا اور مکر و فریب کرتا ہے، اس کی پیروی کرنے والوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے، وہ اس سے بچ نہیں سکتے ہیں، اور جو ایمان لائے اور نیک کام کیے عنقریب ہم انہیں جنتوں میں داخل کریں گے جن میں نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اللہ سے زیادہ کسی کی بات سچی نہیں ہے۔ چونکہ مشرک جن بتوں کو پوجتے تھے ان کے نام عورتوں جیسے رکھتے تھے، لہٰذا آیت میں انہیں عورتیں کہا گیا ہے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ مشرک فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اور انہیں عورتوں کی شکل بنا کر پوجتے تھے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ ﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا﴾ [الزخرف:۱۹] اس لیے انہیں عورت کہا گیا۔ حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ ہر بت میں کوئی نہ کوئی شیطانی یا شیطان گھسا ہوتا تھا اور وہ اسے پوجتے تھے یا شیطان کی پیروی کرتے تھے اس لیے شیطان کو پوجنا فرمایا گیا ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ مشرک بتوں کے نام پر جانوروں کے کان چیر کر چھوڑ دیتے تھے جنہیں بحیرہ و سائبہ کہا جاتا تھا تاکہ لوگ اس میں تصرف نہ کریں اس لیے کان چیرنا فرمایا گیا ہے، اور تغیر خلق اللہ سے بقول حضرت ابن عباس و قتادہ و ضحاک وغیرہ رضی اللہ عنہم اللہ کے دین کو بدلنا متغیر کرنا، اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرنا اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کرنا مراد ہے، مگر عامہ علماء کے نزدیک اس سے اللہ کی فطرت و ساخت کو متغیر کرنا مراد ہے، یعنی اللہ کی بنائی ہوئی شکل و صورت کو بگاڑنا مقصود ہے جیسے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا کو نیل سے گودنا گدوانا، کالا منہ ٹیلے ہاتھ پاؤں کرنا، مصنوعی بال بڑھانا، آدمیوں غلاموں کو خصی کرنا، مردوں کو ہجڑا زنخا زنانہ بننا، کان ناک چھدوانا، ڈاڑھی مونچھ صفا کرا کر مخنثوں جیسی شکل بنانا، زینت کے لیے دانتوں میں سونے کی پھلیاں کیلیں جڑوانا وغیرہ جس سے بناوٹ الٰہی متغیر ہو، بیضاوی وغیرہ نے اسی عام معنی کو پسند کیا ہے۔ غرض کہ آیت سے فطرت کو متغیر کرنے والی باتوں کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، اور شرعاً وہ سب باتیں جو فطرت الٰہی کو متغیر کریں ناجائز و گناہ ہیں احادیث میں ان کی ممانعت آئی ہے۔ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہجڑوں سے کام خدمت لینا

www.waseemziyai.com

الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ

کیے جائیں گے اور انھیں تل بھر نقصان نہ دیا جائے گا۔ اور اس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا منہ

وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ

اللہ کے لیے جھکادیا اور وہ نیکی والا ہے اور ابراہیم کے دین پر چلا جو ہر باطل سے جدا تھا

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنایا اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ ۱۸ ع ۱۱ ۱۵

زمین میں اور ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے ۴۵ اور تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں

قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ

تم فرمادو کہ اللہ تمھیں ان کا فتویٰ دیتا ہے اور وہ جو تم پر قرآن میں پڑھا جاتا ہے ان

يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ

یتیم لڑکیوں کے بارے میں کہ تم انھیں نہیں دیتے جو ان کا مقرر ہے اور انھیں نکاح میں بھی لانے سے

تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا

منہ پھیرتے ہو اور کمزور بچوں کے بارے میں اور یہ کہ

عورتوں میں ان کو آنے جانے دینا بھی مکروہ و ناجائز ہے۔

(آیت ۱۲۳ تا ۱۲۶) ۴۵۔ شان نزول:۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک جگہ چند یہود و نصاریٰ اور مسلمان بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے یہود بولے کہ ہم انبیاء کی اولاد ہیں سب سے افضل ہیں ہم ہی جنت میں جائیں گے۔ نصاریٰ نے کہا کہ جنت میں صرف ہم جائیں گے کیوں کہ ہمارے نبی خدا کے بیٹے ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوئے۔ اب ہم گناہوں سے پاک ہیں ہم پر کسی قسم کا عذاب نہ ہوگا۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں سب رسولوں کے سردار ہیں اور ہم ان کی امت ہیں اس لیے ہم ہی جنت میں جائیں گے۔ اس شیخی اور فخر و مباہات پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ [سراج رواہ ابن جریر] مطلب یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونا اور ثواب ملنا تمہارے خیالوں پر موقوف نہیں ہے اور نہ اہل کتاب کی ہوس پر منحصر ہے بلکہ عمل صالح پر اس کا مدار ہے جو برے کام کرے گا وہ اس کا بدلہ دنیا و آخرت میں پائے گا خواہ وہ مشرک ہو یا اہل کتاب ہو اور وہ اللہ کے سوا کوئی حمایتی و مددگار نہ پائے گا اور جو مرد یا عورت بھلے کام کرے گا بشرطیکہ وہ مسلمان ہو تو وہ جنت میں جائے گا اور اس کا ثواب پائے گا اس میں ذرا سی بھی کمی نہ کی جائے گی اور اس کے دین سے کس کا دین بہتر ہے جس نے اپنا منہ اللہ کے لیے جھکا دیا اور دین ابراہیمی پر چلا اور نیک کام کیے اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا خالص دوست بنایا۔

تنبیہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جب آیت ﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ [النساء:۱۲۳]

www.waseemziyai.com

نازل ہوئی تو مسلمانوں کو بہت گراں معلوم ہوئی انہوں نے حضور سے عرض کی ہم میں سوائے حضور کے کون ایسا ہے جس نے برا عمل نہ کیا ہو تو حضور نے فرمایا: دنیا میں جو ایک نیکی کرے گا اس کی دس نیکیاں شمار ہوں گی اور جو ایک برائی کرے گا اس کی ایک شمار ہوگی تو دس نیکیوں میں سے ایک کم ہو جانے سے اس کا کیا بگڑے گا نقصان تو اس کا ہوگا جس کی اکائیاں دہائیوں پر غالب ہوں گی اور آخرت میں نیکیوں اور برائیوں کا مقابلہ کیا جائے گا پس ہر برائی کے بدلے ایک نیکی گرائی جائے گی اور جو نیکیاں زائد بچیں گی ان کے بدلے جنت اسے دی جائے گی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے اور اس میں فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو ان کی برائی کی جزا دنیا ہی میں تکلیفوں میں مبتلا کر کے دیدیجاتی ہے یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو کر اللہ سے ملیں گے اور دوسروں کو قیامت کے دن ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ مسلمان کو دنیا میں جو درد دکھ تکلیف ہوتی ہے اس سے اس کے گناہ جھڑتے ہیں اور اسے ثواب ملتا ہے حتی کہ کانٹا چبھنے کا۔ مسروق کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اہل کتاب بولے ہم تو برابر ہیں۔ پس۔ آیت ﴿وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ﴾ [النساء:۱۲۴] نازل ہوئی اور اس میں مسلمانوں کی فضیلت غیر مسلمین پر ظاہر کی گئی۔ [خازن]

تنبیہ: آیت میں اگر اللہ نے ابراہیم کو اپنا خلیل فرمایا ہے: تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اپنا خلیل بتایا ہے: اور مزید برآں یہ کہ انہیں اپنا حبیب کہا ہے۔ صحیحین میں ہے کہ حضور نے اپنے آخری خطبہ میں فرمایا: "صاحبكم خليل الله" تمہارا صاحب اللہ کا خلیل ہے۔ اسی میں دوسرے طریق سے ہے کہ اللہ نے مجھے اپنا خلیل بنایا جیسا کہ ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا۔ مسلم کی حدیث میں ہے "اتخذالله صاحبكم خليلا" اللہ نے تمہارے صاحب کو اپنا خلیل بنایا۔ ترمذی وابن مردویہ کی حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام بیٹھے ہوئے حضور کا انتظار کر رہے تھے اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ تعجب کی بات ہے کہ اللہ نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا اور موسیٰ کو کلیم بنایا اور عیسیٰ کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہا کہ حضور تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے تمہارا کلام اور تعجب سنا بے شک وہ لوگ ایسے ہی ہیں "الا وانی حبيب الله ولا فخر" خبردار ہو جاؤ میں اللہ کا حبیب ہوں اور کوئی فخر نہیں ہے۔ دارمی کی حدیث میں ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں تو میں حبیب اللہ ہوں۔ ابن عساکر کی حدیث میں ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اگر میں نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا تو تمہیں اپنا حبیب بنایا۔ حکیم ترمذی کی حدیث میں ہے کہ اللہ نے حضور سے فرمایا: ﴿أوثرن حبيبي على خليلي﴾ اپنی عزت وجلال کی قسم بے شک میں اپنے حبیب کو اپنے خلیل ونجی پر فضیلت دوں گا اور یہ امر ظاہر ہے کہ درجہ محبوبیت درجہ خلت سے فوق ہے کہ خلیل وہ ہے جو خدا کی رضا چاہے اور محبوب وہ ہے جس کی خدا رضا چاہے جس پر آیت وحدیث شاہد ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرۃ:۱۴۴] اے محبوب ہم نے تمہارا بار بار منہ اٹھا کر آسمان کو دیکھنا دیکھا تو ہم تمہیں اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس کی طرف تم پھرنا پسند کرتے ہو۔ پس پھیر لو تم اپنا منہ مسجد حرام کی طرف۔ وقال تعالیٰ: ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾ [الضحیٰ:۵] اور عنقریب تمہارا رب تمہیں اس قدر دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے فرمایا: میں ہرگز راضی نہ ہوں گا جب تک ہر امتی کو جنت میں داخل نہ کرالوں گا۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھ سے کہے گا۔ اے محمد تو راضی ہوا، میں عرض کروں گا اے رب میں راضی ہوا۔ حدیث شفاعت میں ہے کہ اللہ حضور سے فرمائے گا "سل تعطه واشفع تشفع" تم مانگو دیے جاؤ گے اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔ یعنی تم جو مانگو گے دیے جاؤ گے اور جس کی شفاعت کرو گے وہ بخشا جائے گا کہ اس کا عموم ہر چیز کو شامل ہے اور ہر بات اس میں داخل ہے کسی شئی کی تخصیص نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک بار حضور نے ابراہیم وعیسیٰ علیہم السلام کا قول جو انہوں نے اپنی اپنی امتوں کے بارے میں اللہ سے عرض کیا تھا، پڑھ کر "اللهم امتي امتي" فرمایا: اور رونے لگے فوراً خطاب ہوا "سنرضيك في امتك ولا نسوءك" ہم تمہیں تمہاری امت کے معاملہ میں راضی کر دیں گے غمگین نہ کریں گے۔ یہ ہے شان محبوبیت کہ جس بات سے محبوب راضی وخوش ہو وہی کی جائے۔

www.waseemziyai.com

لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ

یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھلائی کرو تو اللہ کو اس کی

عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا

خبر ہے۔ ۴۶ اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ

تو ان پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح خوب ہے

وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

اور دل لالچ کے پھندے میں ہیں اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری کرو تو اللہ کو

كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا

تمہارے کاموں کی خبر ہے اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ

بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا

عورتوں کو برابر رکھو چاہے کتنی ہی حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو اُدھر میں

كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾

لٹکتی چھوڑ دو اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری کرو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(آیت ۱۲۷) ۴۶۔شان نزول: حضرت عبید ابن حصین نے ایک بار حضور سے عرض کیا میں نے سنا ہے کہ آپ بیٹی کو نصف اور بہن کو نصف میراث دلاتے ہیں حالانکہ زمانہ جاہلیت میں میراث میں وہ حصہ پاتا تھا جو شریک جنگ ہوتا تھا اور مال غنیمت میں حصہ پاتا تھا۔تو حضور نے ان سے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا ہی حکم فرمایا ہے اور یہ آیت پڑھی۔[بیضاوی] نیز حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چچازاد بہن یتیم ہوگئی تھی اور اسے باپ کی میراث میں سے بہت سامان ملا تھا مگر بدصورت تھی اس وجہ سے حضرت جابر اس سے نکاح کرنا پسند نہیں کرتے تھے اور دوسرے شخص سے بھی مال کے لالچ میں اس کا نکاح نہیں کرتے تھے اس امید پر کہ شاید پہلا حکم منسوخ ہو جائے یا کوئی صورت تخفیف کی نکل آئے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔[رواہ ابن ابی حاتم عن السدی] مطلب یہ ہے کہ اے نبی لوگ تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں کہ ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے اور میراث میں سے انہیں کیا دیا جائے تو تم ان سے فرمادو کہ اللہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے اور پہلے بھی قرابت میں یتیم لڑکیوں کے بارے میں فتویٰ دے چکا ہے کہ تم انہیں ان کا حصہ مقررہ نہیں دیتے ہو اور تم ان سے ان کی بدصورتی کی وجہ سے نکاح کرنے سے بھی منہ پھیرتے ہو اور دوسرے سے بھی ان کا نکاح نہیں کرتے ہو کہ مال ہاتھ سے نکل جائے گا پس ان کے بارے میں اللہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے کہ ایسا نہ کرو۔اور چھوٹے بچوں کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے کہ تم ان کے حقوق ادا کرو کہ اہل عرب عورتوں کی طرح یتیموں کو بھی میراث سے حصہ نہیں دیتے تھے اور یتیموں کے ساتھ میراث و مہر میں عدل و انصاف کرنے کا تمہیں فتویٰ دیتا ہے اور تم جو بھلائی کرو گے اللہ اسے جاننے والا ہے اس کی جزا تمہیں دے گا۔

www.waseemziyai.com

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا

اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کشائش سے تم میں ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ کشائش والا

حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا

حکمت والا ہے۔ ۱۷ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں، اور بے شک تاکید فرمادی ہے ہم نے

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَاِنْ

انہیں جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے اور تم کو کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر

تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ

(آیت ۱۲۸ تا ۱۳۰) ۱۷۔ شان نزول:۔ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے جب حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے عرض کی میں قیامت کے دن حضور کی زوجہ ہونے کا فخر حاصل کرنا چاہتی ہوں اور اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو ہبہ کرتی ہوں آپ مجھے طلاق نہ دیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [رواہ الترمذی وغیرہ] پس حضور نے انہیں طلاق نہ دی اور حضرت عائشہ کے پاس دو دن رہنا اختیار کیا اس کو مختلف طریقوں سے اصحاب صحاح وسنن نے روایت کیا ہے جن کو ابن کثیر نے ذکر کیا ہے۔ اور بخاری وغیرہ میں اور بھی روایات اس کی شان نزول میں مروی ہیں بہر حال حکم عام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو ان دونوں پر گناہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح خوب ہے بد دلی اور جدائی سے کہ طلاق اللہ کو مبغوض ہے۔ [کما فی حدیث ابی داؤد] اور صلح اس طرح ہو کہ عورت زوجیت میں برقرار رہنے کے لیے اپنی باری کا دن چھوڑنے یا مہر وخرچ میں کمی کرنے پر راضی ہو جائے اور شوہر اسے مان لے کہ آدمی کی طینت میں بخل ہے اور دل لالچ کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں اور اگر تم ان کے ساتھ نیکی اور پرہیز گاری کرو گے تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ پس اس کی انہیں جزا دے گا اور تم سے یہ ہرگز نہ ہو سکے گا کہ تم عورتوں کو محبت میں برابر رکھو چاہے کتنی ہی حرص وکوشش کرو کہ یہ تمہارے امکان سے باہر ہے مگر یہ تو نہ ہو کہ تم ایک طرف پورے جھک جاؤ اور اس کے پاس شب وروز رہو اور اسی کو خرچ دو اور دوسری کو بیچ میں لٹکتا چھوڑ دو کہ نہ اس کے پاس جاؤ اور نہ اسے خرچ دو اور نہ اسے طلاق دو کہ وہ دوسرے آدمی سے نکاح کر لے۔ حدیث میں ہے جس کی دو عورتیں ہوں اور وہ ان میں ایک کی طرف مائل وراغب ہوگا وہ قیامت کے دن ایک طرف کو جھکا ہوا اٹھے گا اور اگر تم نیکی اور پرہیز گاری کرو گے یعنی آپس میں صلح اور نیک برتاؤ کرو گے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو زوج وزوجہ میں صلح نہ ہو اور وہ دونوں جدا جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کشائش وفضل سے ہر ایک کو دوسرے سے بے پرواہ کر دے گا۔ روزی رزق دے گا اس طرح کہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کر لے گی اور مرد دوسری عورت سے نکاح کر لے گا۔

تنبیہ: آیت: ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا﴾ الخ [النساء:۱۲۹] بروایت ابی ملیکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی کہ حضور انہیں سب بیبیوں سے زیادہ محبوب رکھتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ محبت خود اختیاری نہیں ہے اور اس کی زیادتی کمی میں مواخذہ نہیں ہے علاوہ اس کے دوسری باتوں میں عدل وبرابری کرنا لازم ہے ورنہ مواخذہ ہوگا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بی بیوں میں عدل فرمایا کرتے اور جناب باری میں عرض کیا کرتے تھے کہ یہ تو میری تقسیم ہے جس کا میں مالک ہوں پس مجھ سے مواخذہ نہ کرنا جس کا تو مالک ہے یعنی محبت کا۔ [مدارک رواہ الترمذی وغیرہ]

www.waseemziyai.com

غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى

بے نیاز ہے سب خوبیوں والا۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ

بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ

کافی ہے کارساز۔ اے لوگو! وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور اوروں کو لے آئے

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا

اور اللہ کو اس کی قدرت ہے۔ جو دنیا کا انعام چاہے

فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع

تو اللہ ہی کے پاس دنیا و آخرت دونوں کا انعام ہے اور اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ ف۴۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۗءَ لِلّٰهِ

اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لیے گواہی دیتے،

وَلَوْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ

چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا، یا رشتہ داروں کا جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا

فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ

فقیر ہو بہر حال اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے، تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ پڑو اور اگر

(آیت ۱۳۱ تا ۱۳۴) ۴۸۔ یہ آیات سابقہ کا تتمہ اور اس کی علت ہے اور مطلب ترجمہ سے ظاہر ہے اور ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ [البقرۃ:۲۸۴] کی تکرار تاکید کے لیے ہے اور ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ﴾ سے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کافر و منافق مراد ہیں جو حضور سے عداوت رکھتے تھے اور آخرین سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دوستی رکھنے والے مراد ہیں۔ روایت کی گئی ہے کہ جب آیت: ﴿ان یشاء یذھبکم﴾ نازل ہوئی تو حضور نے حضرت سلمان فارسی کی پیٹھ پر ہاتھ مار کر فرمایا: کہ یہ آخرین سے ہے۔ [سراج] اور بعض کے نزدیک آخرین سے ائمہ علمائے متاخرین مراد ہیں جو صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلے اور سنت کو زندہ کیا۔ اور آیت: ﴿من کان یریدالدنیا﴾ مشرکین و منافقین کے حق میں نازل ہوئی کہ مشرک بعد موت زندہ ہونے اور قیامت کے قائل نہ تھے اور بتوں کو اس لیے پوجتے تھے کہ ان کے ذریعہ سے دنیا کی بھلائی ملے اور اس کے شر سے بچے رہیں اور منافق مال غنیمت ملنے کے لیے شریک ہوا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے خیال ناقص کے رد میں فرماتا ہے کہ اللہ کے پاس دنیا و آخرت کی نعمتیں ہیں عقلمند وہ ہے جو دنیا و آخرت کے ثواب کو چاہے ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً﴾ [البقرۃ:۲۰۱] کہے۔ معنی یہ ہیں جو اپنے عمل کا اجر دنیا میں چاہے گا اسے دنیا ہی میں ملے گا نہ آخرت میں جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا﴾ [الاسریٰ:۱۸] اور جو نہ آخرت میں چاہے گا اسے دنیا میں بھی بقدر مقرر ملے گا اور آخرت میں پورا ملے گا۔

www.waseemziyai.com

تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰۤاَيُّهَا

تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے ف۴۹ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

ایمان والو! ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اپنے ان رسول پر اتاری

وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ

اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں

وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ

اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔ بے شک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا

وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر اور کفر میں

(آیت ۱۳۵) ۴۹۔شان نزول:۔ سدی کہتے ہیں یہ آیت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی کہ ایک فقیر و غنی نے اپنا جھگڑا حضور کے سامنے پیش کیا۔ حضور کی عادت فقیروں کے ساتھ رحم کی تھی۔ اور یہ خیال فرمایا۔ کہ فقیر غنی پر ظلم نہیں کرتا ہے۔ پس حضور کو حکم فرمایا گیا کہ وہ ہر فقیر و غنی کے ساتھ عدل اختیار کریں۔ [خازن] اور کہا گیا کہ یہ آیت مقیس انصاری کے حق میں اتری کہ انہوں نے خدمت حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے باپ پر قرض ہے اور میں شاہد ہوں مگر اس کے افلاس کی وجہ سے شہادت دینا نہیں چاہتا ہوں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ بہر حال آیت میں ان اعمال کا لب لباب اور اسلام کا سنگ بنیاد ظاہر کرنا مقصود ہے جن پر پہلے عمل کرنے کی ہدایت کی جا چکی ہے اور جن پر تمام روحانی و جسمانی ترقیات کا دار و مدار ہے اور وہ دو باتیں ہیں اعتدال و توسط اور صدق و خلوص پہلی بات کو شروع آیت میں اور دوسری بات کو اس کے بعد ظاہر فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اے مسلمانو تم عدل و انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ یعنی عقائد میں، اعمال میں، اخلاق میں، عصمت و عفت، شجاعت و مروت، عزم و ارادت، عبادت و قناعت، جود و سخا، صبر و رضا وغیرہ تمام اوصاف میں توسط و اعتدال قائم رکھو، دنیوی معاملات میں، امور خانہ داری میں، ہر شخص کے ساتھ بلکہ ہر انسان و حیوان کے ساتھ اعتدال میانہ روی ملحوظ رکھو کھانے پینے پہننے وغیرہ میں بھی حد اعتدال سے آگے نہ بڑھو غرض کہ ہر کام ہر بات میں میانہ روی اور توسط اختیار کرو۔ اور دوسری بات کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ کے لیے سچی گواہی دیتے رہو چاہے اس میں تمہارا نقصان ہی ہو یا تمہارے ماں باپ عزیز و اقارب کا خواہ وہ مال دار ہوں یا فقیر ہوں ادائے شہادت میں کسی کی رعایت و مروت نہ کرو اور نہ اپنے نفع و نقصان کا خیال کرو اللہ ان سے زیادہ حق دار ہے۔ تمام دینی و دنیوی معاملات میں ہمیشہ حق و صداقت اور عدل و انصاف کو اختیار کرو اچھے کو اچھا اور برے کو برا حرام کو حرام اور حلال کو حلال کہو کسی کی ملامت کا خوف نہ کرو جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ الخ [المائدۃ:۸] کسی قوم کی بدگوئی و ملامت تمہیں عدل سے باز نہ رکھے عدل کرو کہ وہ پرہیزگاری کے قریب تر ہے۔ اور اپنی خواہشوں کے پیچھے نہ پڑو کہ حق سے جدا ہو جاؤ اگر تم شہادت میں ہیر پھیر کرو گے یعنی بات بنا کر کہو گے یا ادائے شہادت سے منہ پھیرو گے تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے اس کی جزا تمہیں دے گا کہ کتمان شہادت گناہ کبیرہ ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ ﴿كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ﴾ الخ [النساء:۱۳۵] کے یہ معنی ہیں کہ تم شہادت میں جس پر بھی ہو عدل پر قائم رہو اور اللہ کے

www.waseemziyai.com

كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ

بڑھے اللہ ہرگز نہ انہیں بخشے نہ انہیں راہ دکھائے۔ ف۵ خوشخبری دو

الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ۙ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ

منافقوں کو کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ

بناتے ہیں کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں تو عزت تو ساری اللہ کے لیے

جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ

ہے اور بے شک اللہ تم پر کتاب میں اتار چکا کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو

اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ

سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات

حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ ۚ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ

میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بے شک اللہ کافروں اور منافقوں

وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۙ﴿۱۴۰﴾ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ

سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔ وہ جو تمہاری حالت تکا کرتے ہیں تو اگر

كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۚ وَاِنْ كَانَ

اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے کہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر

واسطے شہادت دو جیسا کہ تمہیں حکم فرمایا گیا ہے۔ [خازن] اور اپنے نفس پر شہادت دینے کے یہ معنی ہیں کہ تم اس کا اقرار کرو۔

(آیت ۱۳۶/۱۳۷) ۵۰۔ شان نزول:۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب عبداللہ ابن سلام وغیرہ مومنین اہل کتاب نے یہ کہا کہ یارسول اللہ ہم حضور پر اور قرآن پر اور حضرت موسیٰ وعزیر اور توراۃ پر ایمان لائے اس کے علاوہ اور کسی کو ہم نہیں مانتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [معالم وغیرہ] مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو تم ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور ان کتابوں پر جو ان سے پہلے اتاریں اور جس نے اللہ اور فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کے دن کو نہ مانا وہ ضرور بہت دور کی گمراہی میں پڑا جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے کہا ہم سب پر ایمان لائے کسی میں فرق نہ کریں گے۔ [معالم] پھر یہود کی حالت کو بیان کیا جاتا ہے کہ جو لوگ موسیٰ پر ایمان لائے پھر کافر ہوئے گائے کو پوج کر پھر ایمان لائے بعد آنے موسیٰ کے میقات سے پھر کر۔ پھر کافر ہوئے عیسیٰ کو نہ مان کر پھر اور کفر میں بڑھے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان نہ لا کر اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا جب تک کہ وہ کفر پر قائم رہیں گے اور نہ انہیں راہ حق دکھائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کتاب اول سے قرآن اور کتاب دویم سے جملہ کتب مراد ہیں۔

www.waseemziyai.com

لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ

کافروں کا حصہ ہو تو ان سے کہیں کیا ہمیں تم پر قابو نہ تھا اور ہم نے تمہیں

الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ

مسلمانوں سے بچایا تو اللہ تم سب میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اور اللہ

لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ ع ۲۰ ۱۷

کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں

وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَاۗءُوْنَ

اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا اور جب نماز کو کھڑے ہوں تو ہارے جی سے

النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ ۙ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ ص

لوگوں کا دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا بیچ میں ڈگمگا رہے ہیں

لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ

نہ ادھر کے نہ اُدھر کے اور جسے اللہ گمراہ کرے تو اس کے لیے کوئی

سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ

راہ نہ پائے گا۔ ف۵۱ اے ایمان والو! کافروں کو دوست نہ بناؤ مسلمانوں کے سوا

(آیت ۱۳۸ تا ۱۴۳) ۵۱۔ یہ آیت گزشتہ آیت کا تکملہ ہے اور منافقوں کی حالت کا بیان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی! تم منافقوں کو خوش خبری دو دردناک عذاب کی جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار کو دوست بناتے ہیں کیا وہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ان کی دوستی سے عزت ملے گی تو عزت تو ساری اللہ کے قبضہ میں ہے کفار کے پاس کہاں ہے اور وہ اللہ سے محبت رکھنے والوں اور اس پر ایمان لانے والوں کے لیے ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [المنافقون:۸] یعنی عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لیے ہے نہ کفار کے لیے اور بے شک اللہ قرآن میں اتار چکا ہے یعنی سورۂ انعام میں کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جاتا ہے اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں کی طرح گنہگار ہو گے کہ تم اعراض پر قادر ہو۔ بے شک اللہ کافروں اور منافقوں کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

تنبیہ: آیت میں ایسی مجالس میں مسلمانوں کو بیٹھنے کی ممانعت کی گئی ہے جن میں دین کی باتوں کی ہنسی اڑائی جاتی ہو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس میں ہر بدعتی اور دین میں نئی بات پیدا کرنے والا داخل ہے ان کے پاس نہ بیٹھے۔ علما فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کفر پر راضی ہونا کفر ہے اور جو کسی ناجائز کام پر راضی ہوا یا کرنے والوں کے ساتھ خوشی سے بیٹھا اگرچہ مرتکب نہ ہوا وہ ان کی مثل گنہگار ہوگا۔ پھر ان کی دوسری حالت ظاہر فرماتا ہے کہ وہ جو تمہاری حالت تکا کرتے ہیں حوادثات کا انتظار کیا کرتے ہیں اگر تمہیں فتح نصیب ہوتی ہے تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے ہمیں بھی غنیمت سے حصہ دو اور جو کفار کو کچھ حصہ فتح کا ملتا ہے تو ان سے کہتے ہیں کیا ہمیں تم پر قابو نہ تھا ہم نے تمہیں مسلمانوں کے ہاتھ سے بچایا اگر ہم چاہتے تو تمہیں گرفتار یا قتل کراتے اور

www.waseemziyai.com

الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ

کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کے لیے صریح حجت کر لو بے شک

الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ لا

منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا

مگر وہ جنھوں نے توبہ کی اور سنورے اور اللہ کی رسی مضبوط تھامی اور

دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَسَوْفَ

اپنا دین خالص اللہ کے لیے کر لیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب

يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾

اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ

اور اللہ تمھیں عذاب دے کر کیا کرے گا

مسلمانوں کو نہ روکتے اور ان کی خبریں تمہیں لا کر نہ دیتے۔ لہذا ہمیں بھی کچھ حصہ دو۔ اللہ فرماتا ہے: کہ اللہ تم سب میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا کہ مسلمانوں کو جنت اور منافقوں کو دوزخ میں داخل کرے گا اور کافروں کو مسلمانوں پر حجت میں غالب ہونے کی کوئی راہ نہ دے گا نہ دنیا میں نہ عقبیٰ میں۔ پس کافر کی شہادت مسلمانوں پر حجت میں معتبر نہ ہوگی اور نہ وہ ولی نکاح ہوسکتا ہے اور نہ مسلمان کا وارث ہوگا۔ [وغیر ذلك من المسائل يتفرع عليه] پھر ان کی تیسری حالت ظاہر فرماتا ہے کہ بے شک منافق اپنے گمان میں اپنا کفر چھپا کر اور اسلام ظاہر کر کے اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں تا کہ وہ قتل و غارت سے محفوظ رہیں اور اللہ ہی انہیں غافل کر کے مارے گا یا انہیں ان کے فریب کی جزا دے گا اس طرح کہ قیامت کے دن مسلمانوں کی طرح وہ بھی نور دیے جائیں گے۔ پس مسلمان تو اپنے نور کی روشنی میں پل صراط سے گزر جائیں گے اور ان کے نور کی روشنی پل صراط پر ٹھنڈی ہو جائے گی۔ [معالم] پس وہ پل صراط سے نہ گزر سکیں گے دوزخ میں گریں گے۔ یا اس طرح سے کہ اپنے نبی کو ان کے حال سے آگاہ کر کے انہیں دنیا میں رسوا کرے گا اور آخرت میں عذاب دے گا اور وہ مسلمانوں کے ساتھ ہارے جی سے لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز کو کھڑے ہوتے ہیں اور وہ اللہ کو بہت تھوڑا دکھانے کے لیے یاد کرتے ہیں۔ یا وہ صرف دکھانے کے لیے بعض وقت نماز پڑھتے اور بعض وقت نہیں پڑھتے۔ جب کہ کوئی نہیں دیکھتا ہے۔ بیچ میں ڈگمگا رہے ہیں نہ ادھر کے ہیں اور نہ ادھر کے یعنی وہ کفر و ایمان میں مذبذب ہیں نہ خلوص دل سے ایمان لاتے ہیں اور نہ صراحۃ کفر کا اقرار کرتے ہیں بیچ میں لٹکے ہوئے ہیں۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کے لیے کوئی راہ ہدایت نہ پائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ منافقوں کی مثال اس بکری جیسی ہے کہ دو گلوں کے درمیان ہو کبھی اس گلے میں جائے کبھی اس گلے میں جائے کسی ایک میں قائم نہ ہو متحیر ہو کر ادھر ادھر پھرے۔ [بخاری و مسلم] یونہی منافق کبھی مسلمانوں کے گروہ میں آتے ہیں کبھی کفار کے گروہ میں جاتے ہیں۔ اور مذبذب ہیں کہ کس میں شامل ہوں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مسلمانوں کو بے دلی سے نماز پڑھنے کھڑا ہونا

www.waseemziyai.com

اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَ

اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ اور

كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا

اللہ ہے صلہ دینے والا

عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

جاننے والا۔ ف۵۲

مکروہ ہے کہ صفت منافق ہے رغبت اور خوش دلی سے پڑھنا چاہئے۔

(آیت ۱۴۴ تا ۱۴۷) ۵۲۔ منافقوں کے اوصاف و حالات بیان کرنے کے بعد اس آیت میں مسلمانوں کو ان کے اوصاف اختیار کرنے اور ان سے دوستی رکھنے کی ممانعت کی جاتی ہے۔ کہ ان کے اوصاف بیان کرنے کا یہی مقصد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم مسلمانوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ان سے موالات کر کے اور ان کی خصلتیں اختیار کر کے اپنے اوپر اللہ کی صریح محبت قائم کر لو کہ تم بھی انہیں جیسے ہو بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار عذاب دوزخ سے بچانے والا نہ پائے گا مگر ان میں جنھوں نے نفاق سے توبہ کی اور نیک کام کر کے سنور گئے اور اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑا اور اپنا دین خالص اللہ کے لیے کر لیا تو وہ مسلمانوں کے ساتھ ہوں گے اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا یعنی جنت میں داخل کرے گا اگر تم اللہ کا حق مانو گے اور اس پر ایمان لاؤ گے تو اللہ تمہیں اس کا صلہ دے گا۔

تنبیہ: آیت سے ظاہر ہے کہ منافق کافر مجاہر سے بدتر ہیں انہیں قیامت کے دن بہت سخت عذاب دیا جائے گا کہ وہ علاوہ کفر کے خدا کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور اسلام و مسلمین کی ہنسی اڑاتے ہیں اور مسلمانوں کی باتیں کفار سے جا کر کہتے ہیں جس سے اسلام کو نقصان پہنچتا ہے۔

www.waseemziyai.com

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ

اللہ پسند نہیں کرتا بری بات کا اعلان کرنا مگر مظلوم سے

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا

اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ اگر تم کوئی بھلائی علانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے

عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ

درگزرو تو بے شک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے ف وہ جو

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ

اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کردیں

وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا

اور کہتے ہیں ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے

بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا

بیچ میں کوئی راہ نکال لیں۔ یہی ہیں ٹھیک ٹھیک کافر اور ہم نے

(آیت ۱۴۸/۱۴۹)(۱) شان نزول:۔ ایک شخص مدینہ میں آکر کسی کے یہاں مہمان ہوا۔ اس نے اس کی مہمانی قبول نہ کی تو اس نے میزبان کو برا کہنا شروع کیا اس لیے کہ شروع اسلام میں مہمان نوازی ضروری تھی اگر کوئی مہمانی قبول نہ کرتا تو مہمان کو میزبان سے اپنا حق ضیافت زبردستی وصول کرنے کا حق ہوتا تھا اس پر یہ آیۃ نازل ہوئی۔ حضرت عتبہ ابن عامر کہتے ہیں: کہ ہم نے حضور سے عرض کی کہ آپ ہمیں کہیں بھیجتے ہیں تو ہم کسی قوم میں جا کر اترتے ہیں وہ ہماری ضیافت نہیں کرتے ہیں ایسی صورت میں ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا: جب تم کسی قوم میں جا کر اترو اور وہ تمہاری مہمان داری نہ کریں تو تم ان سے اپنا حق مہمانی وصول کرو۔ مجاہد کہتے ہیں: کہ یہ آیت مہمان کے حق میں نازل ہوئی ہے جب کہ وہ کسی قوم میں مہمان ہو اور وہ اس کی ضیافت نہ کریں تو اسے شکایت کرنے کا حق ہے۔ (سراج) مقاتل کہتے ہیں: کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں اتری ہے کہ انھیں ایک شخص نے حضور کے سامنے برا کہا۔ جب کئی بار اس نے برا کہا تو حضرت ابوبکر نے اس کا جواب دیا تو حضور کھڑے ہو گئے۔ تب ابوبکر نے حضور سے کہا: کہ اس نے آپ کے سامنے مجھے گالیاں دیں تو آپ نے اس سے کچھ نہ فرمایا اور جب میں نے رد کیا تو آپ کھڑے ہو گئے۔ حضور نے فرمایا: ایک فرشتہ تیری طرف سے جواب دے رہا تھا جب تو نے خود اسے جواب دیا تو وہ فرشتہ چلا گیا اور اس کی جگہ شیطان آ گیا بس میں کھڑا ہو گیا۔ (خازن) بہرحال آیت کا حکم عام ہے اگرچہ شان نزول خاص ہے اور اس میں ہر کسی کو کسی کی بری بات مشہور کرنے کی مذمت کی گئی ہے اور مہمان کو میزبان سے اپنا حق ضیافت وصول کرنے کا حق جو ابتدائے اسلام میں تھا وہ اس سے منسوخ ہو گیا، اب وہ صرف سنت اسلام و طریقہ خلیل اللہ علیہ السلام ہے۔ اور امام احمد وغیرہ کے نزدیک واجب ہے اس حدیث کی وجہ سے کہ "لیلة الضیف واجبة الخ۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ بری بات کے اعلان کو کسی سے پسند نہیں کرتا ہے مگر مظلوم سے کہ وہ ظالم کے ظلم کو اور جو ظالم نے مظلوم کے ساتھ برائی کی ہو اسے لوگوں پر ظاہر کر سکتا ہے۔ اس کا مواخذہ اس سے نہ ہوگا۔ اور تم جو بھلائی علانیہ یا چھپ کر کرو گے یا برائی سے درگذر کرو گے، تو

www.waseemziyai.com

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ

کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ جو اللہ اور اس کے [سب] رسولوں پر ایمان لائے

وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ

اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انھیں عنقریب اللہ ان کے ثواب دے گا

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ ع ۲۱ ۱۱ ۱

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۲ اے محبوب! اہل کتاب تم سے سوال کرتے ہیں کہ

عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ

ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دو تو وہ تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے

فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ

کہ بولے ہمیں اللہ کو علانیہ دکھادو تو انھیں کڑک نے آلیا ان کے گناہوں پر،

اللہ اسے سننے والا جاننے والا معاف کرنے والا ہے۔ ان دونوں لفظوں میں تمام بھلائیاں برائیاں داخل ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور سے پوچھا کہ میں اپنے غلام کا قصور کتنی بار معاف کروں فرمایا: دن میں ستر بار۔ (ترمذی وابوداؤد) مجاہد کہتے ہیں: اگر کوئی کسی میں دین ودنیا کی کوئی برائی دیکھے تو اسے مشہور نہ کرتا پھرے کہ وہ غیبت میں داخل ہوگا مگر مظلوم کو ظالم کی شکایت کرنا اور اس کا ظلم ظاہر کرنا جائز ہے۔ علی بن طلحہ کہتے ہیں: اگر کوئی کسی کو برا کہے، گالی دے تو اسے بھی اسی قدر اس کا برا کہنا گالی دینا جائز ہے مگر درگذر کرنا بہتر ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ کسی کو بددعا دینا خدا کو ناپسند ہے مگر مظلوم ظالم کو بقدر ظلم بددعا دے سکتا ہے، لیکن خدا کے سپرد کرنا بہتر ہے اور ظلم سے زائد بددعا دینا ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ [الشوریٰ:۴۱] جس نے ظالم سے ظلم کے بعد بدلا لیا تو ایسوں پر مواخذہ نہیں ہے۔ ترمذی کی حدیث میں ہے: جس نے ظلم کرنے والے کے حق میں بددعا کی اس نے بدلا لے لیا یعنی اس کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ مسلم کی حدیث میں ہے: جب دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کریں تو پہل کرنے والے پر گناہ ہے جب تک مظلوم اس سے تجاوز نہ کرے۔ مدارک میں ہے: کہ اللہ جہر وغیر جہر دونوں کو پسند نہیں کرتا ہے مگر جہر غیر جہر سے زیادہ مذموم ہے۔ احادیث میں مہمان نوازی کی فضیلت وثواب بہت آیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو اللہ وآخرت کے دن پر ایمان لایا ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے کہ مہمان کا اکرام اکرامِ خدا ہے۔ اگر وہ مہمان کے ساتھ کھانا کھانے کی کرامت وفضیلت جانتا تو کبھی اکیلا کھانا نہ کھاتا اور جب کوئی مہمان کسی کے یہاں آتا ہے تو اپنا رزق لے کر آتا ہے اور جب جاتا ہے تو میزبان کے گناہ بخشے جاتے ہیں مہمان کی خدمت کرنا محمود ہے اور اس سے کام لینا مذموم ہے۔ ضیافت تین دن ہے اس کے بعد صدقہ کا ثواب ہوگا، اگر زیادہ ٹھہرے گا۔ اور مہمان کو لازم ہے کہ تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرے اور میزبان سے ایسی چیز کی فرمائش نہ کرے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور اس پر گراں گزرے۔

(آیت ۱۵۰ تا ۱۵۲) (۲) شان نزول:۔ یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی اور کہا گیا ہے کہ یہود اور نصاریٰ دونوں کے حق میں نازل ہوئی کہ یہود موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا اور انجیل وقرآن کو نہ مانا اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا۔ [خازن] مطلب یہ ہے کہ بے شک جو لوگ اللہ

www.waseemziyai.com

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا

پھر بچھڑا لے بیٹھے بعد اس کے کہ روشن آیتیں ان کے پاس آچکیں تو ہم نے یہ معاف

عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ

فرمادیا اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ دیا پھر ہم نے اُن پر طور کو اونچا کیا

بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا

ان سے عہد لینے کو اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور ان سے فرمایا کہ ہفتے میں

تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا

حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا ف۳ تو ان کی

نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ

کیسی بدعہدیوں کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور اس لیے کہ وہ آیاتِ الٰہی کے منکر ہوئے اور انبیا کو ناحق شہید

بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا

کرتے اور ان کے اس کہنے پر کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللہ نے ان کے

اور اس کے رسول کو نہیں مانتے ہیں اور اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لائے اور بعض پر نہیں لائے اور ایمان و کفر کے بیچ میں ایک نئی راہ نکالنا چاہتے ہیں یہی ٹھیک ٹھیک کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے کسی میں فرق نہیں کیا انہیں اللہ عنقریب ثواب دے گا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ﴿أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ﴾ [النساء:۱۵۲] سے امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہے کہ وہ سب پر ایمان لائے کسی میں تفریق نہ کی۔

(آیت ۱۵۳/۱۵۴) (۳) شان نزول: جب فخاص اور کعب ابن اشرف وغیرہ یہودیوں نے حضور سے کہا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو حضرت موسیٰ کی طرح آسمان سے ایک دم اتری ہوئی کتاب لائیے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [مدارک و معالم] ابن جریج کہتے ہیں: کہ یہود یہ چاہتے تھے کہ ہر ایک کے نام آسمان سے جدا جدا خط آئے جس میں لکھا ہو کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرو اور بعض نے کہا ہے کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ آسمان سے علانیہ کتاب اترے کہ ہم دیکھتے ہوں۔ [ابن کثیر] قتادہ اور سدی کہتے ہیں کہ ان کا یہ سوال عناداً تھا طلب حق کے لیے نہ تھا۔ حسن کہتے ہیں: کہ اگر طلب حق کیلیے سوال کرتے تو ضرور ایسا ہی ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب یہود تم سے کہتے ہیں کہ تم موسیٰ کی طرح آسمان سے ایک دم ایک کتاب اتار دو تو یہ سوال ان کا کچھ بڑا نہیں ہے کہ ان کے باپ دادا تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے ہیں کہ اللہ ہمیں علانیہ دکھا دو اور وہ ان کے پیرو ہیں۔ جیسا کہ سورہ بقرہ میں فرمایا گیا ہے۔ ﴿وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّاعِقَةُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ﴾ الخ [البقرۃ:۵۵]. تو انہیں ان کی سرکشی اور بے محل سوال کرنے کے سبب کڑک نے پکڑ لیا۔ پھر بچھڑا پوجنے لگے بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن نشانیاں آچکی تھیں۔ جیسے عصا۔ ید بیضا۔ دریا میں راہ پیدا ہونا وغیرہ تو ہم نے انہیں یہ معاف کیا۔ اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ دیا ایسا غلبہ کہ جب آپ نے انہیں قبول توبہ کے لیے اپنے نفسوں کو قتل کرنے کا حکم کیا تو انہوں نے مانا۔ ان سے عہد لینے کے لیے ان پر کوہ طور کو اٹھا لیا۔ اور ان سے فرمایا بستی کے دروازہ میں سجدہ کرتے

www.waseemziyai.com

بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ

کفر کے سبب ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے۔ اور اس لیے کہ انھوں نے کفر کیا اور مریم پر

بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ

بڑا بہتان اٹھایا۔ اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے

مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ

رسول کو شہید کیا اور ہے یہ کہ انھوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کے لیے اس کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ

اور وہ جو اس کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں

مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ

انھیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی اور بے شک انھوں نے اس کو قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے

اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا

اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ کوئی کتابی ایسا نہیں جو

لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾ ۚ

اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا ف۴

داخل ہوں۔ اور زمانہ داؤد میں ان سے فرمایا کہ ہفتہ کے دن حد سے نہ بڑھو یعنی شکار ماہی نہ کرو۔ اور ہم نے ان سے ان باتوں پر سخت عہد لیا پس انہوں نے نقض عہد کیا۔

تنبیہ: صاعقہ سے بجلی کی کڑک مراد ہے یا آسمان سے آگ نازل ہونا مراد ہے کہ وہ سب اس سے جل کر مر گئے تھے۔ پھر اللہ نے انہیں حضرت موسیٰ کی دعا سے زندہ کیا۔ اور سجدہ سے مراد جھکے ہوئے بستی میں داخل ہونا ہے، وہ بجائے اس کے چوتڑوں کے بل گھسٹتے ہوئے اس میں داخل ہوئے۔ اور وہ بستی بیت المقدس تھی۔ یا اریحا یا ایلیا تھی ان سب باتوں کا ذکر سورہ بقرہ میں ہو چکا ہے یہاں حضور کو تسلی دینے کے لیے ذکر کی گئی ہیں۔

(آیت ۱۵۵ تا ۱۵۹) (۴) اس آیت میں یہود کی بقیہ سرکشیاں و بدعہدیاں کفر پرستیاں بیان کی گئیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے یہود کی بدعہدیوں کے سبب ان پر لعنت کی اور اس لیے کہ آیات الٰہی کا انکار کرتے تھے اور انبیا کو ناحق شہید کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ ہمارے دلوں پر غلاف پڑا ہے اس میں کوئی نصیحت داخل نہیں ہو سکتی ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے جس کے سبب وہ نصیحت نہیں سنتے ایمان نہیں لاتے ہیں مگر تھوڑے سے جیسے عبداللہ ابن سلام اور ان کے ساتھی۔ اور اس لیے کہ انہوں نے عیسیٰ کو نہیں مانا۔ اور مریم پر بہت بڑا بہتان دھرا زنا کی تہمت لگائی۔ اور فخر یہ کہا کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کیا۔ اور نصاریٰ نے بھی اس کی تصدیق کی اللہ نے ان کی تکذیب کی اور فرمایا کہ انہوں نے نہ عیسیٰ کو قتل کیا اور نہ سولی چڑھایا بلکہ اللہ نے ان کے لیے عیسیٰ کی صورت کا ایک شخص بنا دیا جسے انہوں نے سولی چڑھایا اور جو لوگ عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ ضرور شبہ میں

www.waseemziyai.com

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ

تو یہودیوں کے بڑے ظلم کے سبب ہم نے وہ بعض ستھری چیزیں کہ ان کے لیے حلال تھیں

لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ

ان پر حرام فرمادیں اور اس لیے کہ انھوں نے بہتوں کو اللہ کی راہ سے روکا۔ اور اس لیے کہ وہ سود لیتے حالانکہ

نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

اس سے منع کیے گئے تھے اور لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے اور ان میں جو کافر ہوئے

مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ

ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ہاں جو ان میں علم میں پکے

وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

اور ایمان والے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو اے محبوب! تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا

وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان

بڑے ہوئے ہیں اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں انہیں اس کی کچھ خبر نہیں ہے کہ انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔ روایت ہے کہ جب یہود کے ایک گروہ نے علانیہ حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں کو گالیاں دیں انہیں ساحر اور حرامی اور ان کی ماں کو ساحرہ اور زانیہ کہا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے بددعا کی پس وہ بندر اور سور ہو گئے۔ تو یہود ان کے مارنے کو جمع ہوئے۔ پس اللہ نے عیسیٰ کو خبر کی کہ وہ انہیں آسمان پر اٹھائے گا۔ اور یہود کے ہاتھ سے انہیں بچائے گا۔ اور یہود کو شبہ میں ڈالے گا پس انہوں نے اپنے حواریوں سے کہا کہ تم میں سے کون میری شکل بنے گا۔ اور قتل ہونے اور سولی چڑھنے اور میرے ساتھ جنت میں داخل ہونے پر راضی ہے تو ان میں سے ایک شخص راضی ہوا۔ پس اللہ نے اسے ان کے مشابہ کر دیا اسے یہود نے عیسیٰ خیال کر کے سولی چڑھایا قتل کیا۔ [مدارک وسراج] رواہ النسائی وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما] اور وہ لوگ جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا تھا تین قسم کے تھے: بعض تو کہتے تھے کہ خدا نے یعنی عیسیٰ نے جب تک ہم میں رہنا چاہا رہے وہ خود ہی آسمان پر چڑھ گئے۔ یہ یعقوبیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور بعض کا خیال تھا کہ عیسیٰ خدا کے بیٹے تھے خدا نے انہیں اپنے پاس بلالیا یہ نسطوریہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور بعض کہتے تھے کہ عیسیٰ خدا کے بندہ اور رسول تھے خدا نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا یہ مسلمان تھے۔ رواہ احمد و ابن اسحاق وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم مطولاً . اور جو آدمی بشکل عیسیٰ کر دیا گیا تھا اسے دیکھ کر بعض نے کہا کہ ہم نے یقیناً عیسیٰ کو قتل کیا تو بعض نے کہا کہ اگر تم نے عیسیٰ کو مارا ہے تو تمہارا ایک آدمی کہاں گیا۔ اور بعض نے کہا کہ چہرہ تو اس کا عیسیٰ کے مشابہ ہے مگر باقی بدن اس کا مشابہ عیسیٰ نہیں ہے۔ پس اس طرح کا اختلاف ان میں واقع ہوا یہ اختلاف ان کا ظنی تھا۔ جس کی طرف آیۃ میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ پھر اس کی تائید میں فرمایا گیا یقیناً انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا اور کیفیت رفع آل عمران میں گذری اور کوئی یہودی ایسا نہ رہے گا جو عیسیٰ کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لائے یعنی انہیں خدا کا بندہ خدا کا رسول نہ کہے اور

www.waseemziyai.com

ع ۲۲ ۱۰ ۲

الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ

لانے والے ایسوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔ ف۵ بے شک اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف

اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ

وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور اس سے بعد کے پیغمبروں کو بھیجی اور ہم نے ابراہیم

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ

اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب

وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ وَرُسُلًا

اور یونس اور ہارون اور سلیمان کو وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔ اور، اور رسولوں کو

قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ

جن کا ذکر آگے ہم تم سے فرما چکے اور ان کو جن کا ذکر تم سے نہ فرمایا

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ

اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے کہ

عیسیٰ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ کی حدیث میں آیا ہے کہ عیسیٰ قریب قیامت زمانہ امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آسمان سے نازل ہوں گے اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے دنیا میں اسلام پھیلائیں گے صلیب کو توڑیں گے سوئروں کو قتل کریں گے جزیہ کو موقوف کریں گے دجال کو ماریں گے گویا کہ ان کے نزول کے بعد جو اہل کتاب ہوں گے وہ سب ان پر ایمان لائیں گے یہی قول حسن بصری وقتادہ وابن جبیر وابن عباس وغیرھم کا ہے اور عکرمہ نے اس کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ ہر یہودی اور نصرانی اپنے مرنے سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا اور ان کی تصدیق کرے گا۔ اور قیامت کے دن ان کی گواہی یہود پر یہ ہوگی کہ انہوں نے میری تکذیب کی، میری ماں پر تہمت لگائی، میرے مارنے کا ارادہ کیا اور عیسائیوں پر یہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے میری تعلیم کے خلاف کیا، مجھے خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیا میں ان کے عمل وعقیدہ سے بری ہوں میں جب تک ان میں رہا ان کی نگرانی کرتا رہا بعد میرے انہوں نے جو کیا اس کا تجھے علم ہے۔

(آیت ۱۶۰ تا ۱۶۲) (۵) آیات سابقہ میں یہود کی سرکشیاں بیان کی گئی ہیں۔ اس آیت میں ان کی سرکشیوں کی سزا جو دنیا میں انہیں دی گئی تھی وہ بیان کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے یہودیوں کے ظلم کے سبب ستھری چیزیں جو ان پر حلال کی گئی تھیں حرام کر دیں جیسا کہ سورۂ انعام میں فرمایا گیا ہے: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ﴾ الخ [الانعام: ۱۴۶] اور سورۂ بقرہ میں تحت آیۃ کریمہ: ﴿كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ﴾ [آل عمران: ۹۳] ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور اس لیے کہ وہ بہتوں کو اللہ کی راہ سے روکتے تھے اسلام لانے سے باز رکھتے تھے اور اس لیے کہ وہ سود کھاتے تھے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ اور اس لیے کہ وہ لوگوں کا مال ناحق باطل طور سے رشوت وغیرہ میں لے کر کھاتے تھے باقی ترجمہ پڑھیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: آیہ کریمہ: ﴿لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ﴾ الخ [النساء: ۱۶۲] حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی۔

www.waseemziyai.com

لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا

رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے اور اللہ غالب

حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ

حکمت والا ہے۔ ف۶ لیکن اے محبوب! اللہ اس کا گواہ ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا وہ اس نے اپنے علم سے اتارا ہے

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ؕ﴿۱۶۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور فرشتے گواہ ہیں اور اللہ کی گواہی کافی۔ وہ جنھوں نے

كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾

کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بے شک وہ دور کی گمراہی میں پڑے۔

(آیت ۱۶۳)(۶) شان نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سکن وعدی ابن زید وغیرہ یہودیوں نے حضور سے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ نے کسی پر وحی وکتاب نہیں نازل کی تب ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [خازن وغیرہ] مطلب یہ ہے کہ اے محبوب بے شک ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسی کہ نوح اور ان کے بعد کے پیغمبروں پر بھیجی تھی۔ جن کے نام آیت میں مذکور ہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہود بولے اس میں موسیٰ کا ذکر نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے آیۃ ﴿وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ﴾ [النساء:۶۴] نازل فرمائی اور اس میں موسیٰ کو ذکر فرمایا۔ [خازن] اور وحی بھیجی تھی ان رسولوں کی طرف جن کا ذکر ہم نے تم سے اس سے پہلے کیا ہے۔ اور جن کا ذکر نہیں کیا ہے اور داؤد پر زبور نازل کی اور موسیٰ سے کلام کیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح تنبیہ میں فرماتے ہیں کہ زبور شریف میں ڈیڑھ سو (۱۵۰) سورتیں چھوٹی بڑی تھیں جس وقت حضرت داؤد علیہ السلام زبور پڑھا کرتے تھے تو جنگل کے چرند و پرند آکر ان کے آس پاس جمع ہو جاتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ سے حضور نے فرمایا کہ اگر تو گذشتہ رات مجھے ملتا تو میں تیری قرأت سنتا۔ بے شک تجھے لحن داؤدی سے کچھ حصہ دیا گیا ہے اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں دیکھتے تو کہتے کہ مجھے قرآن سنا۔ پس وہ پڑھتے۔ [سراج، رواہ البخاری ومسلم] اس سے معلوم ہوا کہ وہ نہایت عمدہ آواز سے قرآن عظیم پڑھتے تھے جو مشابہ لحن داؤدی تھی۔ حضرت ابوذر غفاری نے حضور سے تعداد انبیا پوچھی فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار پھر پوچھا ان میں رسول کتنے تھے فرمایا تین سو تیرہ (۳۱۳) جن میں سب سے پہلے رسول آدم ہیں اور آخری تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ان میں سے چار عربی ہوئے ہیں۔ ہود وصالح وشعیب ومحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔

تنبیہ: آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیا کو مفصل جاننا شرط ایمان نہیں ہے ورنہ وہ سب بیان کئے جاتے بلکہ ان سب پر ایمان لانا شرط ہے اور وہ رفع حجت کے لیے بھیجے گئے تھے۔ [مدارک] حدیث مذکور بہت طویل ہے اس میں اور بہت سی باتوں کی تعلیم ہے ابن کثیر نے اسے پورا ذکر کیا ہے اور ابن جوزی نے اس کی سند میں کلام کیا ہے۔ اور امام احمد کی روایت میں جس کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے ان کی تعداد ایک لاکھ مذکور ہے اور بعض روایات میں جو صحیح الاسناد ہیں آٹھ ہزار انبیا کا آنا مذکور ہے۔

تنبیہ: آیت میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرنا فرمایا گیا ہے۔ اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ قاضی بیضاوی نے اس کے تحت لکھا ہے کہ خدا کا حضرت موسیٰ سے کلام فرمانا انتہائے مراتب وحی ہے جو ان کے ساتھ مخصوص ہے اور ہمارے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو یہ فضیلت دی تھی کہ جو کمالات اور انبیا کو جدا جدا دئے تھے ان کے مثل حضور کو عطا فرمائے تھے یعنی وہ سب حضور کی ذات گرامی میں جمع کیے گئے تھے ان میں کلام بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سے شب معراج آسمان پر بلا واسطہ کلام فرمایا۔ ابن عساکر کی

www.waseemziyai.com

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ

بے شک جنھوں نے کفر کیا اور حد سے بڑھے اللہ ہرگز انھیں نہ بخشے گا [اور] نہ انھیں

طَرِيقًا ﴿١٦٨﴾ إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ

کوئی راہ دکھائے۔ مگر جہنم کا راستہ کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ

عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿١٦٩﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِن

اللہ کو آسان ہے۔ اے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ

رَّبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ وَإِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ

تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے تو ایمان لاؤ اپنے بھلے کو اور اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں

وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧٠﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا

اور زمین میں ہے، اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ ف۷ اے کتاب والو! اپنے دین میں

حدیث میں ہے کہ جب صحابہ نے حضور سے عرض کیا کہ اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا، موسیٰ سے کلام کیا، آدم کو صفی کیا، عیسیٰ کو روح فرمایا، حضور کو کیا فضل و شرف بخشا؟ تو فوراً جبرئیل آئے اور وحی کی کہ آپ کا رب جل وعلا فرماتا ہے اگر میں نے ابراہیم کو خلیل بنایا تو تمہیں حبیب کیا، اور جو میں نے موسیٰ سے زمین پر کلام کیا تو تم سے میں نے آسمان پر کلام کیا۔ [الحدیث] یہی عقیدہ علمائے اہل سنت کا ہے۔

تنبیہ: آیت میں سب سے پہلے حضرت نوح کو اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ﴾ [الصّٰفّٰت: ۷۷] اور یہ کہ انبیائے شریعت میں وہ سب سے پہلے نبی ہیں اور سب سے پہلے انہی سے تبلیغ رسالت کے بارے میں سوال ہوگا اور انہیں کی امت کو عذاب ہوگا اور سب سے بڑی عمر انہی کو دی گئی۔ ایک ہزار برس کے ہوئے نہ ان کے دانت گرے نہ ان کی قوت گھٹی۔

تنبیہ: آیت میں سب سے پہلے حضرت نوح کو اس لیے ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ ابوالبشر ثانی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ﴾ اور یہ کہ انبیاے شریعت میں وہ سب سے پہلے نبی ہیں اور سب سے پہلے انھیں سے تبلیغ رسالت کا سوال ہوگا اور انہیں کی امت کو عذاب ہوگا اور سب سے بڑی عمر انہیں دی گئی ایک ہزار برس کے ہوئے نہ ان کے دانت گرے نہ بال سفید ہوئے۔ اور نہ ان کی قوت گھٹی۔

(آیت ۱۶۶ تا ۱۷۰) (۷) شان نزول: جب ایک گروہ یہود سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے نبی برحق ہونے کو خوب جانتے ہو کہ میری نبوت کی بشارتیں تمہاری کتاب میں موجود ہیں لیکن تم عناد سے انہیں نہیں مانتے ہو تو یہود بولے کہ ہماری کتاب میں تمہارے نبی ہونے کی کوئی بشارت نہیں ہے اور نہ ہمیں تمہارے نبی ہونے کا علم ہے۔ [جامع البیان] ان کے علاوہ کفار مکہ نے یہی کہا تھا کہ ہم نے یہود سے تمہاری بابت پوچھا تھا تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم انہیں نہیں جانتے ہیں اور نہ ہم انہیں اپنی کتاب کے موافق پاتے ہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [ابن کثیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما] مطلب یہ ہے کہ اے محبوب اللہ گواہ ہے اس پر جو اس نے تمہاری طرف اتارا ہے وہ اس نے اپنے علم سے مصالح خلق کے موافق اتارا ہے اور فرشتے بھی اس پر گواہ ہیں کہ وہ خدا ہی کا کلام ہے خدا ہی نے اسے اتارا ہے اگر یہ لوگ اس کی تصدیق نہیں کرتے ہیں تو نہ کریں اللہ کی گواہی اس کی سچائی پر کافی ہے۔ باقی ترجمہ پڑھیئے۔

تنبیہ: اللہ کی گواہی کے یہ معنی ہیں کہ اللہ اپنے اتارے ہوئے کو معجزات باہرہ سے ثابت فرماتا ہے جیسے کہ دعویٰ گواہوں سے

www.waseemziyai.com

فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى

زیادتی نہ کرو اور اللہ پر نہ کہو مگر سچ مسیح عیسیٰ

ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ز

مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کے یہاں کی ایک روح،

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۫ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ

تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین نہ کہو باز رہو اپنے بھلے کو،

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي

اللہ تو ایک ہی خدا ہے پاکی اسے اس سے کہ اس کے کوئی بچہ ہو، اسی کا مال ہے جو

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ ع ۲۳ ۳

آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ کافی کارساز۔ ف۸ ہرگز

ثابت ہوتا ہے اور فرشتوں کی گواہی کے یہ معنی ہیں کہ وہ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور آیت سے قول معتزلہ رد ہوتا ہے کہ صفات باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں کیوں کہ اس میں ''بعلمہ'' فرمایا ہے صفت علم کے ساتھ اپنی ذات کو متصف کیا ہے۔[مدارک] روایت ہے کہ جب آیت: ﴿اَنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ﴾ نازل ہوئی تو یہود نے کہا ہم تو شہادت نہیں دیتے ہیں تو (انزلہ بعلمہ) نازل ہوئی اور جب امر نبوت وغیرہ ﴿اَنَّا اَوْحَيْنَا﴾ سے ثابت ہو گیا تو ﴿يَا اَيُّهَا النَّاسُ﴾ فرمایا گیا عام دعوت دی گئی۔[بیضاوی] اور خطاب عام ہے اور ''رسول'' سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں اور ''بالحق'' سے دین اسلام یا قران مراد ہے (خازن)

(آیت ۱۷۱) (۸) شان نزول: یہ آیت عیسائیوں کے حق میں نازل ہوئی کہ ان میں چار فرقہ ہو گئے تھے ایک یعقوبیہ جو حضرت عیسیٰ کو خدا کہتے تھے۔ دوسرے ملکانیہ جو ہم عقیدہ یعقوبیہ تھا۔ تیسرے نسطوریہ جو عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ چوتھے مرقوسیہ جو عیسیٰ کو تین خداؤں میں کا ایک کہتے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ یعقوبیہ عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اور نسطوریہ تین خداؤں کے قائل تھے۔ حسن کہتے ہیں جائز ہے کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ دونوں کے حق میں اتری ہو کہ دونوں نے دین میں حد سے تجاوز کیا تھا یہود نے تفریط کی تھی کہ وہ حضرت عیسیٰ کو نبی نہیں مانتے تھے اور ان کی توہین کرتے تھے اور نصاریٰ نے افراط کی تھی کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا اور تین خداؤں کا ایک کہتے تھے۔ [معالم] بلکہ اپنے احبار و علما کو بھی حد سے بڑھایا انہیں معصوم سمجھا ان کی ہر بات کو مانا۔ ﴿اتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ [التوبۃ:۳۱] مطلب یہ ہے کہ اے کتاب والو یعنی عیسائیو تم اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ کی شان میں سچ بات کہو اس کے لیے شریک و بیٹا نہ بناؤ۔ مسیح ابن مریم اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ اور اس کی طرف سے روح ہی تو ہے جسے اللہ نے مریم کی طرف بھیجا نہ وہ اللہ ہے نہ اللہ کا بیٹا ہے اور نہ وہ تین خداؤں میں کا ایک خدا ہے جیسا کہ تم گمان کرتے ہو۔ اقانیم ثلثہ اب، ابن، روح کے قائل ہو کہ روح و جسم کی ترکیب منافی الوہیت ہے اور نہ مرکب خدا کی طرف منسوب ہو سکتا ہے۔ اللہ اس سے پاک و منزہ ہے پس تم ایک اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین خدا نہ کہو اس کہنے سے باز رہنا اور توحید کا قائل ہونا تمہارے لیے بہتر ہے اللہ صرف ایک ہی ہے وہ پاک ہے اس سے کہ اس کے کوئی بچہ ہو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کے لیے ہے۔ اور اس کا خالق و مالک ہے اور ملکیت منافی ولدیت ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بعض ملک اس کا جز ہو اور یہ جزئیت اجسام میں ہوتی ہے اور اللہ جسم سے پاک ہے۔

www.waseemziyai.com

الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ

مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ نفرت نہیں کرتا اور نہ مقرب فرشتے اور جو

يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا

اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے تو کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان سب کو اپنی طرف ہانکے گا تو وہ جو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ

ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کی مزدوری انھیں بھرپور دے کر اپنے فضل سے اُنھیں

مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ

اور زیادہ دے گا اور وہ جنھوں نے نفرت اور تکبر کیا تھا انھیں

عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾

دردناک سزا دے گا اور اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور

مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ

اتارا تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کی رسّی مضبوط تھامی تو عنقریب اللہ انھیں

فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ؕ ﴿۱۷۵﴾

اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انھیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔ ف۹

تنبیہ: آیت میں روح کی اضافت اللہ کی طرف تشریفا ہے جیسے قرآن کو روح فرمایا گیا ہے۔ کہ ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ [الشوریٰ:۵۲] اور آیت میں اس پر تنبیہ ہے کہ آدمی دین میں افراط وتفریط نہ کرے، حد سے نہ بڑھے۔ اور انبیا علیہم السلام کے مرتبہ کو اتنا نہ بڑھائے کہ خدا کے مرتبہ تک پہونچائے اور نہ اتنا گھٹائے کہ عام مخلوق کی مثل سمجھے جس سے ان کی شان رسالت کی تنقیص ہو اور کفر لازم آئے کہ آدمی افراط وتفریط میں پڑ کر گمراہ بے دین ہو جاتا ہے۔ اسی لیے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اے لوگو تم میرے حق میں اترا کر نہ بڑھنا جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ کو بڑھایا میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اللہ کا بندہ اور رسول سمجھنا کہ میں پسند نہیں کرتا ہوں کہ جو مرتبہ مجھے اللہ نے دیا ہے اس سے مجھے بڑھاؤ۔ [رواہ احمد وابن کثیر] ایک روایت میں ہے کہ میری قبر کو عید نہ بنانا اور قریب وفات فرمایا خدا لعنت کرے یہود ونصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنایا۔ اور ''رسلہ'' میں اشارہ ہے اس طرف کہ صرف عیسیٰ پر ایمان لانا کارآمد نہیں ہے۔ سب رسولوں پر ایمان لانا ضروری اور شرط ایمان ہے۔

(آیت ۱۷۲ تا ۱۷۵) (۹) شان نزول: جب نجران کے عیسائیوں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ کہا کہ آپ عیسیٰ کو عیب لگاتے اور توہین کرتے ہیں۔ وہ تو خدا کے بیٹے ہیں اور آپ انہیں خدا کا بندہ بتاتے ہیں تو حضور نے ان سے فرمایا کہ خدا کا بندہ کہنا تو عیب و

www.waseemziyai.com

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ

اے محبوب! تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے اگر کسی مرد کا انتقال ہو

لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ

جو بے اولاد ہے اور اس کے ایک بہن ہو تو ترکہ میں سے اس کی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر

لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا

بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ترکہ میں ان کا دو تہائی

تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ

اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ

حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ

دو عورتوں کے برابر اللہ تمہارے لیے صاف بیان فرماتا ہے کہ کہیں بہک نہ جاؤ

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ ع ۲۴ ع ۱۵ ۴

اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔ ف۱

عار کی بات نہیں ہے اور نہ اس سے کسی کو انکار ہے پس حضور کی تصدیق میں اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [معالم وغیرہ] مطلب یہ ہے کہ مسیح اللہ کا بندہ بننے سے نفرت و اعراض نہیں کرتا ہے اور نہ مقرب فرشتے اس سے انکار کرتے ہیں اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت و تکبر کریں گے تو عنقریب اللہ ان سب کو اپنی طرف ہانکے گا۔ اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔ ان کی مزدوری بھرپور دے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا کہ جو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا اور نہ آدمی کے دل میں گذرا اور ان لوگوں کو جنہوں نے اس کی بندگی سے نفرت و تکبر کیا دردناک سزا دے گا۔ اور وہ سوا اللہ کے نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ مددگار کہ اللہ کے عذاب سے انہیں بچائے۔ اور آیت میں برہان سے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم مراد ہیں اور نور مبین سے قرآن عظیم مراد ہے۔ اور اللہ کو مضبوط پکڑنے کے یہ معنی ہیں کہ اس پر توکل و بھروسہ کرو اور رحمت سے مراد جنت ہے اور فضل سے مراد زیادتی ثواب ہے۔

(آیت ۱۷۶) (۱۰) شان نزول: یہ آیت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ کلالہ تھے جب حالت مرض میں حضور ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو انہوں نے حضور سے اپنی میراث کا حکم پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [بخاری] کشاف میں اس کی شان نزول یوں لکھی ہے کہ جابر ابن عبداللہ حجۃ الوداع کی سال مکہ کے راستہ میں حضور سے ملے اور پوچھا کہ میری بہن ہے مجھے اس کے ترکہ میں کتنا ملے گا تو یہ آیت اتری پس پہلی آیت بہن کے حصہ کے متعلق ہے اور دوسری بھائی کے حصہ کے متعلق ہے۔ [احمدی] اور کلالہ عرب میں اس شخص کو کہتے تھے کہ جس کے نہ ماں باپ زندہ ہوں اور نہ اولاد ہو۔ کما رواہ ابن ابی شیبۃ وغیرہ وھو قول ابی بکر وعلیہ جمھور الصحابہ والتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنھم وھو مذھب الائمۃ الاربعۃ۔ (ابن کثیر) مطلب یہ ہے کہ اے محبوب تم سے کلالہ کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں تم ان سے فرماؤ کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے اگر کوئی مرد بے اولاد مرے اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں اور اس کے ایک بہن حقیقی یا علاتی ہو تو اس کے کل ترکہ میں سے بہن کو آدھا ملے گا

www.waseemziyai.com

www.waseemziyai.com

جب کہ اس کے کوئی عصبہ ہو ورنہ باقی نصف بھی لوٹ کر اسی کو ملے گا اور بھائی حقیقی اپنی بہن کا کل ترکہ پائے گا۔ جب کے بہن
کے اولاد اور ماں باپ نہ ہوں یعنی کلالہ ہو اور جو اس کے بیٹا ہو تو بھائی کو کچھ نہ ملے گا اور جو بیٹی ہوگی تو اس کا حصہ دے کر
بھائی کو باقی ملے گا جو بھائی بہن ماں کی طرف کے ہوں گے تو انہیں چھٹا حصہ ملے گا جیسا کہ شروع سورت میں
بیان ہوا پھر اگر اس کے دو بہنیں یا اس سے زیادہ ہوں تو انہیں ترکہ کا دو تہائی ملے گا اور جو چند بھائی
بہنیں ہوں تو ان میں مردوں کو عورتوں سے دونا ملے گا اللہ تمہارے لیے صاف بیان
فرماتا ہے کہ کہیں بہک نہ جاؤ۔ بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ آخری
آیت ہے جو فرائض میں نازل ہوئی اور اسے آیۂ صیف کہتے ہیں۔
تنبیہ: شان نزول اس کا اگرچہ خاص ہے مگر حکم عام
ہے اسی لیے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے ورنہ واحد کا
صیغہ لایا جاتا اور اس میں ہر دو شان نزول
کے موافق بھائی و بہن کلالہ کا
حصہ بیان فرمایا گیا
ہے۔

سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۱۲۰ رُكُوْعَاتُهَا ۱۶

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ

اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو تمہارے لیے حلال ہوئے بے زبان

الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ

مویشی مگر وہ جو آگے سنایا جائے گا تم کو لیکن شکار حلال نہ سمجھو جب تم احرام میں ہو بے شک

اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَاۗىِٕرَ

اللہ حکم فرماتا ہے جو چاہے۔ ف۱ اے ایمان والو حلال نہ ٹھہرالو اللہ کے

(آیت ۱)(۱۱) شان نزول: جولوگ دور جاہلیت میں اپنی خواہش نفس سے، خلاف حکم الٰہی جانور حرام کرتے تھے ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تمہارے لیے مویشی حلال ہوئے سوا ان کے جو آگے بیان ہوں گے لیکن حالت حرام میں تم ان کا شکار حلال نہ سمجھو اور اپنے قول پورے کرو۔ اللہ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے۔ یعنی تم نے اللہ و رسول سے یا جس کسی سے جو عہد کیا ہو اسے پورا کرو اگر وہ خلاف شرع نہ ہو اس میں دور جاہلیت کے عہد بھی داخل ہیں۔ اسلام سے ان کی تقویت ہوئی ان کا پورا کرنا ہی واجب ہے اگر خلاف شرع نہ ہوں۔ عقود کی تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ ائمہ سلف سے عہود منقول ہے اور اس میں جملہ عہد داخل ہیں۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ منافق جب بات کرے گا جھوٹ بولے گا اور وعدہ کرے گا تو پورا نہ کرے گا اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عہد پورا نہ کرنا منافق کی علامت ہے۔ اور جو جانور حرام کئے گئے ہیں ان کا بیان آیۃ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ و میسرہ سے روایت ہے کہ اس سورۂ پاک میں آیت ﴿وَالْمُنْخَنِقَةُ﴾ سے ﴿إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ [المائدۃ:۱۰۶] تک اٹھارہ حکم فرمائے گئے ہیں جو کسی اور سورۃ میں بیان نہیں کیے گئے ہیں ان کی تفصیل سراج و معالم میں ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ اس میں آیت: ﴿لَا تُحِلُّوا شَعَآئِرَ اللّٰهِ﴾ الخ۔ اور آیت: ﴿فَإِن جَآؤُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ﴾ الخ [المائدۃ:۴۲] منسوخ ہے۔ حضرت قتادہ اور حسن وغیرہ نے "بهيمة الانعام" کی تفسیر میں تین قسم کے جانور بیان کیے ہیں اونٹ، گائے، بکری۔ گائے میں بیل، بھینس بھینسا داخل ہے اور بکری میں دنبہ بھیڑ، مینڈھا داخل ہے۔ ترجمہ میں مویشی سے وہی مراد ہیں ان کے علاوہ جو اور چوپائے ہیں خواہ وہ وحشی جنگلی ہوں یا غیر وحشی گھریلو ہوں۔ ان میں بعض حلال ہیں جیسے ہرن، بارہ سنگھا، چیتل، پاڑہ، نیل گائے، خرگوش، جنگلی گدھا، جسے گورخر کہتے ہیں اور خچر جو گھوڑے سے پیدا ہوا اور گھوڑا احتراماً نہیں کھایا جاتا ہے اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض ان میں حرام ہیں خواہ درندے ہوں یا غیر درندہ جیسے ہاتھی، ریچھ، شیر، بھیڑیا، تیندوا، چیتا، لومڑی، لنگور، گیدڑ، کتا، بلی، بندر، سور، گھریلو گدھے اور خچر جو گدھی سے پیدا ہو۔ کذا فی کتب الفقہ، اور آیت میں حلت سے بعد ذبح شرعی ان کا کھانا مراد ہے کہ حلت کا تعلق فعل سے ہے نہ ذات سے اور محرم کو شکار کرنا حرام ہے، نہ حلال آدمی کے شکار کیے ہوئے جانور کا گوشت کھانا، اسی آیت کو پڑھ کر فیلسوف کندی نے وعدہ کرنے کے بعد ان لوگوں سے انکار کر دیا جو اس کے پاس قرآن عظیم کی مثل کتاب بنوانے گئے تھے۔ اور ان سے کہہ دیا کہ کوئی اس کے مثل نہیں بنا سکتا ہے۔ جب میں نے اس کو کھول کر دیکھا تو سورہ مائدہ کی پہلی آیت پر میری نظر پڑی جس میں وفائے عہد کا حکم اور عہد شکنی کی ممانعت اور تحلیل عام و استثنائے حرام اور کمال قدرت و حکمت چند لفظوں میں بھرا ہے بھلا یہ کس کی طاقت ہے کہ اس قدر مضمون کو چند لفظوں میں ادا کرے۔ [حقانی و مواہب]

www.waseemziyai.com

اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ

نشان اور نہ ادب والے مہینے اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں اور نہ جن کے گلے میں علامتیں آویزاں اور نہ ان کا مال آبرو،

الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا

جو عزت والے گھر کا قصد کر کے آئیں اپنے رب کا فضل اور اس کی خوشی چاہتے اور جب

حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ

احرام سے نکلو تو شکار کر سکتے ہو اور تمھیں کسی قوم کی عداوت کہ انھوں نے تم کو

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ

مسجد حرام سے روکا تھا زیادتی کرنے پر نہ اُبھارے اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ

اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک

اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ

اللہ کا عذاب سخت ہے۔ ف۱۲ ف۱۳ تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت

وقف لازم

الرُّبُع

(آیت ۲)(۱۲) شان نزول:۔ جب مسلمہ بن ہند تجارتی قافلہ کے ساتھ کچھ سامان بیچنے کے لیے لے کر مدینہ آیا اور سامان بیچ کر حضور سے ملا اور بیعت کی جب وہ واپس چلا تو حضور نے فرمایا فاجر آیا اور غادر عہد شکن گیا۔ چناں چہ یمامہ پہنچ کر وہ مرتد ہو گیا۔ پھر کچھ تجارتی سامان لے کے قافلہ کے ساتھ مکہ کو چلا تو مسلمانوں نے اس سے تعرض کرنا چاہا۔ اس کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ عکرمہ وسدی کہتے ہیں کہ یہ آیت حطیم ابن ہند کے بارے میں نازل ہوئی۔ کہ اس نے ایک سال مدینہ کے اونٹوں کے گلہ پر چھاپہ مارا۔ دوسری سال ہدی لے کر عمرہ ادا کرنے مکہ کو گیا راہ میں بعض صحابہ نے اسے چھیڑنا چاہا تو حضور نے انہیں منع فرمایا پس یہ آیت نازل ہوئی معالم میں اس کا پورا قصہ لکھا ہے۔ مطلب آیت کا ترجمہ سے واضح ہے اور شعائر اللہ سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مناسک حج مراد ہیں اور بقول ابن کثیر محارم دین اور بقول مجاہد صفا و مروہ و ہدی مراد ہے بہر حال آیت میں شعائر اللہ سے اللہ کے دین کی نشانیاں مراد ہیں یعنی اللہ کے دین کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو۔ اور جو جانور نشان کر کے خانہ کعبہ میں ذبح کرنے کو بھیجے جائیں اور جو آدمی حج کے لیے قلادہ گلے میں ڈال کر آئیں ان سے تعرض نہ کرو۔ اور حرام کے مہینوں کی عظمت کرو ان میں کسی کو قتل نہ کرو۔ کہ سب شعائر اللہ میں داخل ہیں ان کی حرمت کرنا لازم ہے ہدی وغیرہ الفاظ کی تشریح آیت حج کے تحت گذری۔

تنبیہ: یہ آیت ﴿وَرِضْوَانًا﴾ تک آیہ کریمہ: ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾ [التوبۃ:۵] اور آیت ﴿فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ﴾ [التوبۃ:۲۸] سے منسوخ ہے اور ﴿فَاصْطَادُوْا﴾ امر اباحت ہے یعنی جب تم احرام سے باہر آؤ تو تمہیں شکار کرنا مباح ہے۔ [معالم]

(آیت ۲)(۱۳) شان نزول:۔ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۶ھ میں مع صحابہ کے عمرہ کرنے چلے تو راہ میں مقام حدیبیہ پر کفار نے روکا اور عمرہ کرنے نہ جانے دیا اور لڑنے کو تیار ہوئے۔ بالآخر یہ طے ہوا کہ اس سال مسلمان لوٹ جائیں سال آئندہ

www.waseemziyai.com

الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ

اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا

وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ

اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کر لو،

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ

اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈال کر بانٹا کرنا، یہ گناہ کا کام ہے

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ

آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو ان سے نہ ڈرو

وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ

اور مجھ سے ڈرو، آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی

وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ

اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یوں کہ

مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ

گناہ کی طرف نہ جھکے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ف۱۴ اے محبوب! تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال ہوا؟

آ کر عمرہ کریں اور معاہدہ تحریر ہو گیا حضور واپس چلے آئے مگر مسلمانوں کو کفار کی یہ بات ناگوار گزری اور دو سال کے بعد جب ان میں کچھ قوت آ گئی اور اسلام کو ترقی ہوئی تو انہوں نے ۸ھ میں کافروں سے اس کا بدلہ لینا اور انہیں حج کو جانے سے روکنا چاہا تو یہ آیت نازل ہوئی مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تمہیں کفار کی دشمنی کہ انھوں نے تمھیں سال حدیبیہ مسجد حرام جانے سے روکا تھا زیادتی کرنے پر نہ ابھارے انتقام لینے پر آمادہ نہ کرے کہ تم بھی انھیں روکو اور قتل کرو بلکہ تم ایک دوسرے کی نیک کام میں مدد کرو اور برے کام میں گناہ کی باتوں میں ان کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ''بر'' ہر وہ چیز ہے جس کا تمہیں حکم کیا گیا ہو اور ''اثم'' ہر وہ فعل ہے جس سے شرع نے منع کیا ہو۔ اور ''عدوان'' حدود شرعی سے تجاوز کرنا ہے اور حضرت وابصہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''بر'' وہ ہے جس پر دل کو اطمینان ہو اور ''اثم'' وہ ہے جو دل میں کھٹکتا رہے ابن سمعان کی روایت میں ہے کہ فرمایا حضور نے ''بر'' خوش خلقی ہے اور ''اثم'' وہ ہے جس سے دل میں کھٹکا رہے اور لوگوں پر اس کا ظاہر ہونا برا معلوم ہو۔ پہلی روایت کو بخاری نے تاریخ میں اور دوسری کو ادب میں ذکر کیا ہے اور مسلم و ترمذی و بغوی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

(آیت ۳) (۱۴) گذشتہ آیت میں جو بعض حرام چیزوں کی بابت اجمالاً ﴿وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ فرمایا گیا ہے اس آیت میں ان کی تفصیل بیان کی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ تم پر گیارہ چیزیں حرام فرمائی گئی ہیں۔ (۱) مردار (۲) خون (۳) سور کا گوشت (۴) وہ جانور جو وقت ذبح غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو۔ ان چاروں چیزوں کی تفسیر و تفصیل اور ان سے جتنی چیزیں مستثنیٰ ہیں معہ رد خیال وہابیہ پارہ

www.waseemziyai.com

سیقول میں کی گئی ہے وہاں دیکھنا چاہیے۔اور اسی کی مثل سورۂ انعام ونحل میں ہے اور انہیں بار بار ذکر کرنے سے تاکید مقصود ہے کہ ان کی حرمت اچھی طرح دل میں بیٹھ جائے۔اور گلا گھونٹا ہوا جانور خواہ کسی آدمی یا جانور نے گلا دبایا ہو یا خود پھانسی کھا کر مرا ہو۔[سراج] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ اہل جاہلیت بکری کا گلا گھونٹ کر کھاتے تھے۔[معالم] چوٹ کھا کر مرا ہوا یا لکڑی، اینٹ، پتھر، یا غلہ، گولی سے مارا ہوا جانور کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ لاٹھی وغیرہ سے جانور مار کر کھایا کرتے تھے۔[قتادہ] بعض کا یہ خیال غلط ہے کہ غلیل اور بندوق سے بسم اللہ کہہ کر مارا ہوا جانور بلا ذبح کئے حلال ہے جیسا کہ تیر اور شکاری کتے کا کہ غلہ اور گولی آلہ دھار دار نہیں ہے کہ جسم کو کاٹے اور خون بہائے وہ تو جسم کو پھوڑتا جلاتا ہے نہ کاٹتا اور نہ خون بہاتا ہے تو اسے تیر اور شکاری کتے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔امام احمد کی حدیث میں ہے: ((ولا تاکل من البندوقة الا ماذکیت)) یعنی غلہ سے شکار کیے ہوئے کو نہ کھاؤ مگر وہ جو تو نے ذبح کیا ہو۔اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے غلہ کے شکار کو "وقیذ" فرمایا ہے کما رواہ البخاری. یعنی وہ موقوذہ چوٹ سے مارا ہوا جانور ہے اور وہ حرام ہے اور اینٹ پتھر کنکر سے مارنے کا بھی یہی حکم ہے بخاری وغیرہ کی حدیث میں ہے کنکر پتھر نہ مارو کہ وہ نہ شکار کرتا ہے اور نہ دشمن کو مارتا ہے مگر دانت توڑتا آنکھ پھوڑتا ہے اور گولی غلہ کی مثل ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ غلہ کمزور ہونے کی وجہ سے جسم توڑ کر نہیں نکلتا ہے اور گولی اپنی قوت کی وجہ سے بدن کو توڑ کر نکل جاتی ہے دھار دونوں میں نہیں ہے کہ جسم کو کاٹے اور خون بہائے۔(۷) بلندی پر سے گر کر مرا ہوا جانور خواہ پہاڑ پر سے گر کر مرا ہو یا کنوئیں میں گر کر مرا ہو۔تو اگر ہوا میں کسی جانور کے تیر مارا اور وہ زمین پر گر کر مرا تو حلال ہے جب کہ تیر بسم اللہ پڑھ کر چلایا ہو اور دیگر شرائط بھی پائی جائیں۔اور جو پہاڑ یا درخت پر گرا پھر اس پر سے زمین پر گر کر مرا تو حرام ہے لیکن اگر تیر ہوا میں اس کے حلق میں جا کر لگا ہو تو وہ حلال ہے۔[معالم وسراج] (۸) اور وہ جانور جو کسی دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے مرا ہو۔(۹) اور وہ جانور جو کسی درندہ نے مارا ہو۔

تنبیہ: نمبر ۶ و ۷ و ۸ و ۹ کے جانوروں میں اگر جان باقی ہو اور ذبح کر لیے جائیں تو ان کا کھانا حلال ہے۔﴿الا ماذکیتم﴾ کا تعلق انھیں سے ہے یہی قول حضرت علی بن عباس وحسن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے اہل جاہلیت ان سب کو کھایا کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے انھیں حرام فرمایا کہ وہ حکم میں مردار کے ہیں۔(خازن)

(۱۰) اور وہ جانور جو کسی بت کی تھان پر ذبح کیا گیا ہو۔جیسا کہ اہل جاہلیت بتوں کے تھان پر لے جا کر ذبح کیا کرتے۔ بھینٹ چڑھایا کرتے تھے یا یہ معنی ہیں کہ جو جانور بتوں کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو اگر نصب بمعنی بت لیا جائے مجاہد وقتادہ کہتے ہیں کہ نصب وہ پتھر ہیں جو مشرکوں نے خانہ کعبہ کے آس پاس گاڑ رکھے تھے اور ان کی تعظیم کیا کرتے تھے اور وہاں جانور لے جا کر ذبح کیا کرتے بھینٹ چڑھایا کرتے تھے وہ بت نہ تھے کہ ان کے کوئی شکل بنائی ہوتی۔اور دوسروں نے کہا ہے کہ وہ بت ہیں ان کے نام پر جانور ذبح کیا کرتے تھے یہی قول ابن عباس کا ہے ابن زید کہتے ہیں کہ اس معنی کر ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ اور ﴿وما اهل به لغير الله﴾ ایک ہے [معالم]

(۱۱) اور پانسے ڈال کر کسی چیز کو تقسیم کرنا یا پانسوں سے فال نکال کر کوئی کام کرنا تمہارے لیے حرام ہے کہ یہ گناہ کا کام ہے۔ اہل عرب نے پانسوں کی جگہ تین تیر بے پر و پیکان بنا کر ایک تھیلی میں ڈال کر ہبل نامی بت کے مجاوروں کے پاس رکھے تھے ان میں سے ایک تیر پر "امرنی ربی" اور دوسرے پر "نھانی ربی" تھا اور تیسرا تیر خالی تھا جب انھیں کوئی کام کرنا ہوتا تو مجاوروں کے پاس کچھ چڑھاوا لے کر جاتے اور تھیلی میں ہاتھ ڈال کر تیر نکالتے، اگر "امرنی ربی" لکھا ہوا تیر نکلتا تو اس کام کو کرتے اور "نھانی ربی" لکھا ہوا تیر نکلتا تو وہ کام ایک سال تک نہ کرتے اور جو بغیر لکھا ہوا تیر نکلتا تو دوبارہ سہ بارہ نکالتے یہاں تک کہ لکھا ہوا تیر نکلتا تو اس کے موافق عمل کرتے۔اور یوں بھی کرتے تھے کہ پانسوں کی جگہ انہوں نے کچھ تیر بنا رکھے تھے ان میں کسی تیر پر نصف کسی پر تہائی کسی پر چوتھائی وغیرہ حصے اور "کر" اور "نہ کر" اور "فلاں کرے" اور "فلاں نہ کرے"، وغیرہ الفاظ لکھے ہوئے تھے اور بعض خالی ہوتے تھے۔جب چند آدمیوں میں کوئی چیز تقسیم کرنا ہوتی یا کوئی کام کرنا ہوتا تو ہر ایک ان تیروں سے بے دیکھے ایک تیر نکالتا جس حصہ کا یا جس فعل کے کرنے نہ کرنے کا

www.waseemziyai.com

لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ

تم فرمادو کہ حلال کی گئیں تمہارے لیے پاک چیزیں اور جو شکاری جانور تم نے سدھا لیے انھیں شکار پر دوڑاتے،

تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ

جو علم تمھیں خدا نے دیا اس میں سے انھیں سکھاتے تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لیے رہنے دیں

وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ

اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ کو حساب کرتے

تیر نکلتا وہی اس کا حصہ ہوتا اور وہ اسی کام کو کرتا۔ اور جس کے ہاتھ بغیر لکھا ہوا تیر نکلتا اس کا کوئی حصہ نہ ہوتا اس کو گناہ کی باتیں فرمایا گیا ہے کہ اس میں غیب کا حال دریافت کرنا ہے اور وہ سوا اللہ اور رسول کے کوئی نہیں جانتا ہے۔ [سراج] سعید ابن جبیر کہتے ہیں کہ ''ازلام'' وہ پتھریاں ہیں جن سے وہ کھیلتے تھے۔ اور مجاہد و شعبی بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ عجم کے پانسوں کی طرح تھے جن سے وہ جوا کھیلتے تھے۔ حدیث میں ہے جس نے کاہن کے قول پر عمل کیا اور ''ازلام'' سے حصہ بانٹ کیا یا جانوروں سے بدشگونی لی وہ قیامت کے دن بلند درجہ نہ دیکھے گا۔ [معالم]

تنبیہ: روافض کا تسبیح سے استخارہ دیکھ کر کام کرنا نہ کرنا بھی اسی قبیل سے ہے جو شرعاً جائز نہیں ہے کہ جو طریقہ استخارہ کا احادیث میں مروی ہے اس کے خلاف ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے دین کے تمام احکام و فرائض اور حرام و حلال بیان کر کے اسے مکمل کر دیا تو فرمایا آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی اب وہ تمہارے دین سے پھرنے اور کافر ہونے کی امید نہ کریں گے۔ پس تم ان سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا تو جو شخص بھوک پیاس کی شدت سے ناچار ہو کر، نہ شوق سے گناہ کی طرف مائل ہو کر، ان حرام کی ہوئی چیزوں میں سے بقدر جان رکھنے کے کھائے۔ تو اللہ اسے بخشنے والا مہربان ہے۔

تنبیہ: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ﴾ کا اتصال حرمت علیکم سے ہے۔ اور آیت: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ [المائدۃ:۳] درمیان میں بطور جملہ معترضہ واقع ہے۔ اور آیۃ مذکورہ حجۃ الوداع کی سال عرفات میں جمعہ کے دن بعد عصر نازل ہوئی حضور اس وقت اپنی اونٹنی عضباء پر سوار تھے کہ اس کی پیٹھ وحی کے بوجھ سے ٹوٹنے کے قریب ہوئی تو حضور اس پر سے اتر پڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے ایک یہودی نے کہا کہ تمہاری کتاب میں ایک ایسی آیت ہے کہ اگر وہ ہمارے لیے نازل ہوتی تو ہم اس روز عید مناتے۔ فرمایا وہ کونسی آیت ہے؟ تو اس نے کہا۔ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ فرمایا ہاں میں اس کے نزول کے دن اور مکان کو خوب جانتا ہوں کہ وہ عرفات میں جمعہ کے دن خطبہ پڑھتے میں اتری۔ اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے تو حضور نے ان سے رونے کا سبب پوچھا عرض کی یہ آیت حضور کی وفات کی خبر دے رہی ہے تو حضور نے اس کی تصدیق فرمائی پس حضور بعد اس کے دو ماہ اکیس روز زندہ رہے اور دین کو کامل کر دینے کے یہ معنی ہیں کہ آج ہم نے دین کے تمام فرائض، حرام و حلال، حدود و جہاد کے احکام وغیرہ سب باتیں بیان کر دیں پس اس آیت کے نزول کے بعد کوئی شی حلال و حرام اور فرائض سے نازل نہیں ہوئی، قالہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اتمام نعمت سے مراد مکہ میں امن کے ساتھ داخل ہونا اور اطمینان سے حج کرنا ہے۔ [معالم و سراج]

www.waseemziyai.com

الْحِسَابِ ۝ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

دیر نہیں لگتی۔ ف۱۵ آج تمہارے لیے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتابیوں کا

الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ

کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور پارسا عورتیں

الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ

مسلمان اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب

قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا

ملی جب تم انھیں ان کے مہر دو قید میں لاتے ہوئے نہ مستی نکالتے اور نہ

مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ

آشنا بناتے اور جو مسلمان سے کافر ہو اس کا کیا دھرا سب اکارت گیا اور وہ

(آیت ۴) (۱۵) شان نزول: جب عدی ابن حاتم اور زید بن مہلہل نے حضور سے عرض کی کہ ہم شکاری قوم ہیں خدا نے مردار کو حرام فرمایا ہے تو ہمارے لیے کونسا شکار حلال ہے تو یہ آیت نازل ہوئی دوسری روایت میں ہے کہ جب حضور نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا تو عاصم ابن عدی وغیرہ نے حضور کی خدمت میں آکر عرض کی کہ ہم تو کتوں سے شکار کرتے ہیں اور حضور نے انہیں قتل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور درندوں کے پکڑے ہوئے جانور بھی مردار قرار دیے گئے ہیں اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ کتوں کا شکار کیا ہوا جانور حلال ہے یا حرام اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [معالم وابن کثیر] مطلب یہ ہے کہ اے محبوب تم سے لوگ پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا چیزیں حلال ہوئی ہیں تم ان سے فرمادو کہ تمہارے لیے وہ پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں جن کی حرمت کتاب وسنت واجماع میں نہیں آئی ہے۔ نہ خبیث وپلید چیزیں اور وہ شکار حلال ہے جو اللہ کے بتائے طریقہ پر تمہارے سدھائے ہوئے شکاری جانوروں نے کیا ہو بشرطیکہ تم نے بسم اللہ کہہ کر انہیں شکار پر چھوڑا ہو اور انہوں نے بلا تصرف کے شکار کو تمہارے لیے روکا ہو جیسے شکاری کتے، باز، شاہین، وغیرہ سکھائے ہوئے جانور اور جو انھوں نے شکار میں تصرف کیا ہو خود اس میں سے کچھ کھایا ہو تو ان کا وہ شکار کھانا حرام ہے یہی قول ابن عباس اور عطا و شعبی و امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ یونہی بغیر سدھائے ہوئے سکھائے ہوئے کتے وغیرہ کا شکار یا بغیر بسم اللہ کہے چھوڑے ہوئے کا شکار حرام ہے یہی شرط تیر سے شکار مارنے کی ہے کہ اگر بسم اللہ کہہ کر تیر چھوڑا ہو تو اس سے مرا ہوا جانور حلال ہے ورنہ حرام ہے۔ کمافی حدیث البخاری وغیرہ۔

تنبیہ: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے ان کتوں کے رکھنے کی اجازت دی اور جن سے کوئی نفع اٹھایا جاتا ہو۔ اور جن سے کوئی نفع نہیں اٹھایا جاتا ہو انکے رکھنے کی ممانعت فرمائی۔ [معالم] بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ جو شخص سوا شکاری کتے اور کھیت وغیرہ کی حفاظت کرنے والے کتے کے کوئی کتا پالے گا اس کے ثواب میں ہر روز دو قیراط کم ہوں گے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ایک بار جبرئیل نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے داخل ہونے کی اجازت چاہی پس انہیں اجازت دی مگر وہ جب بھی داخل نہ ہوئے۔ تو حضور نے ان سے فرمایا میں نے تو اجازت دی تھی عرض کی ہاں لیکن ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے ہیں جس میں کتا ہو۔ پس حضور نے ابورافع کو مدینہ کے تمام کتے مارنے کا حکم فرمایا (طبری وغیرہ) اس سے معلوم ہوا کہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے اکثر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے ہیں۔ اور آیت میں خطاب مسلمانوں سے ہے تو مجوسی وبت پرستوں کے چھوڑے ہوئے کتے کا شکار حرام ہے۔ اور ہمارے نزدیک روکنے اور

www.waseemziyai.com

فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ ع ۱ ۵

آخرت میں زیاں کار ہے ف۱۶ اے ایمان والو! جب نماز کو

اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا

کھڑے ہونا چاہو تو اپنے منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا

بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ

مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہولو اور اگر

كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ

تم بیمار یا سفر میں ہو یا تم میں کوئی قضائے حاجت سے آیا

اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا

یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو،

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ

تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو، اللہ نہیں چاہتا کہ

نہ کھانے کی شرط صرف کتے اور اس کے مثل میں ہے نہ باز وشاہین وغیرہ شکاری پرندوں میں کما فی الهداية والمدارك. پھر اگر شکاری جانور کے شکار میں مذبوحہ جانور سے زیادہ جان پائی جائے تو ظاہر روایت میں امام صاحب سے ہے کہ اسے ذبح کیا جائے بغیر ذبح نہ کھایا جائے اور ایک روایت میں بغیر ذبح حلال ہے اگر ذبح کا وقت نہ ملے یا ذبح کرنے کی کوئی چیز نہ ملے کما فی الهداية۔ (احمدی) اور جوارح سے جمہور صحابہ وتابعین وائمہ دین کے نزدیک شکاری کتے اور باز وغیرہ مراد ہیں اسی کو کثیر وابن جریر نے اختیار کیا ہے اور حدیث عدی ابن حاتم کو ذکر کیا ہے کہ انہوں نے حضور سے باز کے شکار کو پوچھا فرمایا جو شکار وہ تیرے لیے پکڑ رکھے اسے کھا۔ اور شکاری جانور کا شکار کو مالک کے لیے روکنا اور اس میں تصرف نہ کرنا اور تیر سے بسم اللہ کہہ کر مارا ہوا شکار کا حلال ہونا بھی حدیث عدی ابن حاتم میں مذکور ہے۔ جسے بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے کہ حضور نے ان سے فرمایا: جب تو اپنا سدھایا ہوا کتا بسم اللہ کہہ کر چھوڑے تو جو شکار وہ تیرے لیے روک رکھے اس کو کھا۔ عرض کی اگرچہ وہ مار ڈالے فرمایا ہاں اگرچہ وہ مار ڈالے الحدیث. اور یہ بھی انہیں کی حدیث میں ہے کہ اگر وہ شکار میں سے کچھ کھالے تو نہ کھا۔ یہی قول صحیح ہے تو جن احادیث میں اس کا حرام ہونا آیا ہے وہ خود پکڑ کر کھا لینے پر محمول ہوں گی اور جو اس نے مالک کا انتظار کرنے کے بعد اس میں سے کچھ کھالیا تو حلال ہے۔ [ملخصا از ابن کثیر وغیرہ]

(آیت ۵) (۱۶) یہ آیت پہلی آیت ﴿أحل لكم الطيبت﴾ کی تاکید ہے اور آئندہ کلام کی تمہید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آج پاک چیزیں تمہارے لیے حلال ہوئیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔ اور مسلمان پارسا عورتیں اور پارسا عورتیں اہل کتاب کی تمہارے لیے حلال ہیں جب کہ تم ان سے ان کے مہر دے کر نکاح کرنے والے ہو، نہ زنا کرنے والے، اور نہ آشنا بنانے والے یعنی نہ ان سے علانیہ زنا کرو اور نہ پوشیدہ۔ قالہ شعبی۔ اور جو مسلمان کافر ہوا اس کا سب کیا ہوا اکارت گیا۔ اور وہ آخرت میں ٹوٹے میں رہے گا۔

www.waseemziyai.com

عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ

تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٦ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ

کہ کہیں تم احسان مانو۔ اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور وہ عہد جو اس نے

وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

تم سے لیا جب کہ تم نے کہا ہم نے سنا اور مانا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ

عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٧ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ

دلوں کی بات جانتا ہے۔ ف۱۷ اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ

تنبیہ: اہل کتاب کے کھانوں سے بالاجماع ان کا ذبیحہ مراد ہے نہ تمام کھانے کہ آیت صید و ذبائح کے بیان میں ہے نہ تمام کھانوں کے بیان میں اور محصنات اہل کتاب سے بقول حسن و شعبی و نخعی و ضحاک ان کی پاکدامن عورتیں مراد ہیں خواہ آزاد ہوں یا باندیاں یہی مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے کہ صحابہ نے یہود یہ و نصرانیہ سے نکاح کئے ہیں۔ اور بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس سے آزاد عورتیں مراد ہیں تو کتابیہ باندی سے نکاح جائز نہ ہوگا یہی امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے، اور اہل کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں جو قبل بعثت اہل کتاب تھے یا اہل کتاب کے دین میں داخل ہو چکے تھے نہ وہ جو بعد بعثت ان کے دین میں داخلا ہوئے ان کا ذبیحہ حرام ہے جیسے نصاریٰ عرب۔ تغلبی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ انہوں نے فرمایا ہم نصاریٰ عرب بنی تغلب کا ذبیحہ نہیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے نصرانیت کی کسی بات پر عمل نہیں کیا سوا شراب پینے کے۔ یہی قول ابن مسعود و امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ نصاریٰ عرب کا ذبیحہ کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے پھر آیت ﴿وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ [المائدۃ:۵۱] تلاوت فرمائی۔ یہی قول حسن و عطا و شعبی و عکرمہ و قتادہ امام مالک و امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے اور اہل کتاب کا بھی وہ ذبیحہ حلال ہے جو انہوں نے اللہ کا نام لے کر کیا ہو نہ غیر اللہ کا نام لے کر کیا ہو۔ یا گردن مڑوڑا ہوا یہی قول حضرت عائشہ و حضرت علی و ابن عمر و ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ اور یہی حنفیہ کا مذہب مفتی بہ ہے لیکن شعبی و عطا اسے حلال بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ نے ان کے ذبیحہ کو حلال فرمایا ہے اور وہ جانتا ہے کہ وہ کیا کہہ کر ذبح کرتے ہیں۔ اور طاؤس و حسن کہتے ہیں کہ اگر تم نے انہیں غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کرتے سنا ہو تو نہ کھاؤ۔ اور جو تم سے غائب ہو تو کھاؤ۔ کہ اللہ نے اسے حلال کیا گویا قول حسن کا مدار علم و یقین پر ہے اور وہ آنکھ سے دیکھنے اور کان سے سننے یا شہادت عدل سے حاصل ہوتا ہے تو اگر یقیناً یہ معلوم ہو جائے کہ اہل کتاب نے غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہے یا مرغی وغیرہ جانور کی گردن مڑوری ہے تو اس کا کھانا حرام ہے ورنہ نہیں۔ یوں ہی مجوسیوں کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے حدیث میں ہے کہ مجوس کے ساتھ اہل کتاب جیسا برتاؤ کرو سوا ان کی عورتوں سے نکاح کرنے کے اور ان کا ذبیحہ کھانے کے رواہ الامام مالک اسی طرح ستارہ پرستوں آفتاب پرستوں بت پرستوں وغیرہ مشرکوں کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔ [ملخصا از سراج و خازن وغیرہ]

(آیت ۶/۷) (۱۷) یہ بھی انہیں اٹھارہ احکام مذکور میں کا ایک حکم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو جب تم نماز پڑھنا چاہو اور بے وضو ہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں سمیت ہاتھ دھوؤ اور چہارم سر کا مسح کرو اور گٹوں سمیت پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو یعنی سر سے پاؤں تک تمام بدن پر تین بار پانی بہاؤ کوئی جگہ خشک نہ رہے۔ اور تین بار کلی غرارہ کرو اور تین

www.waseemziyai.com

لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى

انصاف کے ساتھ گواہی دیتے اور تم کو کسی قوم کی عداوت اِس پر نہ ابھارے

اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو

خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۸ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ

تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ ایمان والے نیکوکاروں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ

بارناک میں پانی ڈالو۔ اور جو تم بیمار ہو پانی ضرر کرتا ہو یا سفر میں ہو یا پائخانہ پیشاب وغیرہ حدث کیا ہو یا عورتوں سے صحبت کی ہو اور ان صورتوں میں تم پانی نہ پاؤ یا اس کے استعمال پر قادر نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمم کرو اس طرح کہ اس پر ایک بار ہاتھ مار کر سارے منہ کا مسح کرو دوبارہ ہاتھ مار کر پورے ہاتھوں کا مسح کرو مع کہنیوں کے اللہ تم پر تنگی رکھنا نہیں چاہتا ہے بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے، تاکہ تم احسان مانو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۔ اور وہ عہد یاد کرو جو اس نے تم سے لیا جب کہ تم نے وقتِ بیعت نبی سے کہا کہ ہم نے سنا اور مانا اور خلاف عہد کرنے میں اللہ سے ڈرو بے شک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

تنبیہ: بعض کے نزدیک ہر نماز کے لیے وضو کرنا واجب ہے جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا وضو نہ ہو تو وضو کرنا واجب ہے اور ہو تو مستحب اور نور علی نور ہے یہی جمہور صحابہ و تابعین کا مذہب ہے کہ احادیث میں ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنا حضور کے فعل سے ثابت ہے کہ یوم خندق حضور نے چار نمازیں ایک وضو سے پڑھیں اور فتح مکہ کے دن ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھیں اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس نے وضو پر وضو کیا اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور فرمایا وضو پر وضو کرنا نور پر نور ہے۔ [معالم] باقی احکام و مسائل وضو و غسل و تیمم کے کتب فقہ میں دیکھے جائیں۔

تنبیہ: اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا انعام اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں طہارت کا حکم دیا اور وضو و غسل کا طریقہ تعلیم فرمایا اگر ہم پانی کے استعمال پر قادر نہ ہوں تو پاک مٹی سے پاکی حاصل کریں تاکہ گناہوں کی پلیدی سے پاک و صاف ہو کر اس کی جناب میں جائیں اور جنت میں داخل ہوں اگرچہ بظاہر اس میں دقت معلوم ہوتی ہے خصوصاً سردی وغیرہ ناگوار وقت میں مگر حقیقت میں کوئی دقت نہیں ہے نہایت آسانی ہے اور بہت سے فائدے ہیں جن کی طرف آخر آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں طہارت کو جزو ایمان اور ترمذی کی حدیث میں نصف ایمان فرمایا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ جب مسلمان بندہ وضو میں کلی کرتا ہے تو اس کے منہ کی تمام خطائیں اور ناک میں پانی ڈالنے سے ناک کی خطائیں اور چہرہ دھونے سے چہرہ کی خطائیں حتی کہ پلکوں کے نیچے تک کی اور ہاتھ دھونے سے ہاتھوں کی حتی کہ ناخون کے نیچے تک کی خطائیں اور مسح کرنے سے سر کی حتی کہ کانوں تک کی خطائیں اور پیر دھونے سے پیروں کی حتی کہ پاؤں کے ناخون کے نیچے تک کی خطائیں نکل جاتی ہیں۔ [رواہ مالك والنسائی ونحوہ مختصراً البخاری ومسلم] اور ایک روایت میں ہے کہ وضو کرنے سے بدن کی تمام خطائیں نکل جاتی ہیں دوسری حدیث میں ہے کہ جو پوری طور سے وضو کر کے کلمہ شہادت پڑھتا ہے اس کے لیے جنت کے سب دروازے کھل جاتے ہیں جس سے چاہے اس میں داخل ہو۔ [مسلم] تیسری حدیث میں ہے کہ کامل طور سے وضو کرنے سے خطائیں معاف ہوتی ہیں اور درجے بلند ہوتے ہیں۔ [مسلم] چوتھی حدیث ہے کہ قیامت کے دن میری امت کی اثر وضو سے پیشانیاں روشن اور اعضائے وضو چمکدار زیور سے آراستہ ہوں گے۔ [بخاری و مسلم] یہ خاص علامت اس روز امت مرحومہ کی ہوگی جو کسی امت کی نہ ہوگی اسی سے وہ دوسری امتوں سے ممتاز ہوں گے اور پہچانے جائیں گے۔ افسوس ہے بے نمازیوں کے

www.waseemziyai.com

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝٩ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ

ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ اور وہ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝١٠ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ

وہی دوزخ والے ہیں ف۱۸ اے ایمان والو! اللہ کا احسان

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ

اپنے اوپر یاد کرو جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو

اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝١١ ع

اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیے اور اللہ سے ڈرو، اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیے۔ ف۱۹

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ

اور بے شک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ

حال پر کہ وہ قیامت کے دن اس علامت سے محروم ہوں گے کہ جب وہ نماز ہی نہیں پڑھیں گے تو وضو کا ہے کے لیے کریں گے۔ اور جب وضو نہ کریں گے تو یہ علامت بھی ان میں نہ پائی جائے گی جس سے وہ پہچانے جائیں پس مسلمانوں کو لازم وواجب ہے کہ وہ وضو کرتے نماز پڑھتے رہیں۔ تاکہ قیامت کے دن وہ اس کرامت سے سرفراز وممتاز ہوں۔

(آیت ۸ تا ۱۰) (۱۸) اس آیت میں عہد ومیثاق یاد دلانے کے بعد اس پر عمل کرنے اور قائم رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور اس پر جمے رہنے عمل کرنے والوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے رہو۔ اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی انصاف نہ کرنے پر نہ ابھارے اپنے پرائے سب کے ساتھ انصاف کرو کسی کی اس میں مروت ورعایت نہ کرو کسی کی ملامت اور برا ماننے کی پرواہ نہ کرو۔ اگرچہ اس میں تمہارا نقصان ہی ہو کہ انصاف کرنا پرہیزگاری کے بہت قریب ہے الخ باقی ترجمہ پڑھیے۔

تنبیہ: اس آیت میں جب کفار کے ساتھ عدل وانصاف کرنے کی یہ تاکید ہے تو مسلمانوں کے ساتھ عدل وانصاف کرنے کی اس سے کہیں زیادہ ہوگی۔ نعمان بن بشیر سے بخاری ومسلم میں روایت ہے کہ میرے باپ نے کچھ عطیہ دیا۔ تو میری ماں نے کہا میں اسے کافی نہیں سمجھتی ہوں جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر گواہی نہ دیں تو میرے باپ مجھے حضور کے پاس لائے اور عرض حال کیا۔ فرمایا: تو نے اپنے سب لڑکوں کو اتنا ہی دیا ہے عرض کی نہیں فرمایا تم لوگ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل کرو میں جور پر گواہی نہیں دیتا ہوں۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تکالیف باوجود کثرت کے دو چیزوں میں منحصر ہیں ایک تو تعظیم امر اللہ میں جس کی طرف "كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ" میں اشارہ ہے دوسری شفقت علی الخلق میں جس کی طرف "شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ" سے اشارہ فرمایا گیا ہے اس کی مثل آیت سورۂ نساء میں گزر چکی ہے، قاضی بیضاوی کہتے ہیں کہ تکرار اس حکم کی اختلاف سبب کی وجہ سے ہے کہ وہ مشرکین کی بابت نازل ہوئی اور یہ یہود کی بابت اور اس سے تاکید ومبالغہ فی العدل مقصود ہے۔ [سراج

(آیت ۱۱) (۱۹) شان نزول: اس کی یہ ہے کہ جب سال حدیبیہ کفار نے مسلمانوں کو حج کرنے سے روکا اور کچھ اوباشوں نے کوہ تنعیم کی طرف سے آکر مسلمانوں پر چھاپہ مارنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے ضرر سے بچایا اور انہیں اس قدر بزدل وبد

www.waseemziyai.com

عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ

سردار قائم کیے اور اللہ نے فرمایا بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں ضرور اگر تم نماز قائم رکھو

وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ

اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ کو

قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ

قرض حسن دو تو بے شک میں تمہارے گناہ اتار دوں گا اور ضرور تمہیں باغوں میں لے جاؤں گا

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ

جن کے نیچے نہریں رواں، پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے

فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ

وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا تو ان کی کیسی بد عہدیوں پر ہم نے انہیں لعنت کی

وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا

اور ان کے دل سخت کر دیے، اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں اور بھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا

مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا

جو انہیں دی گئیں اور تم ہمیشہ ان کی ایک نہ ایک دغا پر مطلع ہوتے رہو گے سوا تھوڑوں

مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

کے تو انہیں معاف کرو اور ان سے درگزرو بے شک احسان والے اللہ کو محبوب ہیں۔ ف۲۰

حواس کیا کہ ایک ایک مسلمان کئی کئی کافر پکڑ کر حضور کے سامنے لایا مگر حضور نے رحم فرما کر انہیں چھوڑ دیا۔ اسی کی طرف آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں واقعہ، صلاۃ خوف کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر آیت ﴿واذا کنت فیھم﴾ الخ کے تحت ہو چکا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو یہود نے حضور اور حضور کے ساتھیوں کو غفلت میں قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اللہ نے بروقت ان کے ارادے سے حضور کو مطلع کیا تھا۔ [معالم] بہر حال مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب ایک قوم نے تم پر حملہ کرنا چاہا تھا تو اللہ نے ان کو تم سے روک دیا تو تم اللہ ہی سے ڈرو اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔

(آیت ۱۲/۱۳) (۲۰) ان آیات میں ایک تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے اس کا جاننا آیت کا مطلب سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مع بنی اسرائیل کے مصر سے نکل کر دشت فاران میں پہونچے تو وہاں حضرت موسیٰ نے بحکم الٰہی بنی اسرائیل کے بارہ گروہوں سے ایک ایک آدمی نقیب بنا کر سرزمین کنعان کی طرف وہاں کی حالت معلوم کرنے کے لیے بھیجا کہ اللہ نے ان سے اس کی فتح کا وعدہ فرمایا تھا۔ جب یہ لوگ جبرون میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ شہر تو نہایت خوب ہے مگر اس کے آدمی بڑے قوی الجثہ اور زور آور ہیں تو انہوں نے آپس میں معاہدہ کیا کہ بنی اسرائیل سے جا کر یہاں کے لوگوں کی قد آوری

www.waseemziyai.com

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا

اور وہ جنھوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے عہد لیا تو وہ بھلا بیٹھے بڑا حصہ

مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ

ان نصیحتوں کا جو انھیں دی گئیں تو ہم نے ان کے آپس میں قیامت کے دن تک بیر اور بغض

الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾ يٰٓاَهْلَ

ڈال دیا اور عنقریب اللہ انھیں بتا دے گا جو کچھ کرتے تھے ف۲۱ اے

اورقوت بیان نہ کرنا ورنہ وہ خوف زدہ ہوکر اس ملک پر چڑھائی نہ کریں گے۔صرف حضرت موسیٰ سے کہہ دینا چنانچہ انہوں حضرت موسیٰ سے آکر وہاں کی حالت بیان کردی۔حضرت موسیٰ نے بھی بنی اسرائیل پر اس کا ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا۔اور نقیبوں کو اس کے پوشیدہ رکھنے کی تاکید کی اور ان سے اس پر عہد لیا لیکن ان میں سے صرف حضرت یوشع اور کالب اس عہد پر قائم رہے باقی قائم نہ رہے اور انہوں نے بنی اسرائیل پر ان کی شوکت وقوت کو ظاہر کردیا اور انہیں ڈرایا۔علاوہ اس کے اللہ نے بھی ان سے عہد لیا تھا کہ سرزمین کنعان میں جاکر میرے احکام پر عمل کرنا اس پر بھی سوائے حضرت یوشع اور کالب کے کسی نے عمل نہ کیا۔تو خدا کا غضب ان پر نازل ہوا کہ وہ وادی تیہ میں چالیس سال سرگرداں و پریشان پھرتے رہے طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہوکر وہیں مرے۔پھر جب حضرت یوشع کے زمانہ میں وہ ملک کنعان پر قابض ہوئے تو طرح طرح کے فسق وفجور میں منہمک ہوئے خدا کو بھول گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف بادشاہوں نے انہیں تباہ و برباد کیا ہمیشہ کے لیے ذلیل وخوار ہوئے۔اسی واقعہ کی طرف ان آیات میں اشارہ فرمایا گیا اور کچھ تفصیل اس کی آئندہ آیات میں کی گئی ہے۔[ملخصا از سراج وغیرہ] مطلب یہ ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان میں بارہ نقیب قائم کیے کہ وہ اپنے اپنے گروہ کے ذمہ دار ہوں اور ان سے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز پڑھتے اور زکاۃ دیتے رہوگے اور میرے جملہ رسولوں پر ایمان لاؤگے ان کی تعظیم ومدد کروگے اور قرض حسنہ دیتے رہوگے صدقات نافلہ کرتے رہوگے تو میں تمہارے گناہ بخش دوں گا اور تمہیں جنت میں داخل کروں گا پھر جس نے اس عہد کے بعد کفر کیا وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا تو انہوں نے بدعہدی کی پس ان کی بدعہدی کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت کردیے کہ وہ اللہ کی باتوں کو انکی جگہ سے بدلتے یعنی ان میں تحریف کرتے ہیں اور بڑا حصہ نصیحتوں کا جو انہیں توراۃ میں کی گئی تھیں بھلا بیٹھے یعنی ان پر عمل نہ کیا۔اور تم اے نبی! سوا ان تھوڑے لوگوں کے جو ایمان لائے سب کی دغا سے ہمیشہ مطلع ہوتے رہوگے تو تم انہیں معاف کرو اور ان سے درگذر کرو۔بے شک احسان والے اللہ کو محبوب ہیں۔یہ آخیر حکم آیت سیف سے منسوخ ہے۔(جلالین وغیرہ) یا توبہ کرنے یا ایمان لانے یا جزیہ قبول کرنے کے ساتھ مقید ہے کما لین) اور یہ نقیبوں کا قیام اس وقت ہوا تھا جب کہ بنی اسرائیل کو عمالقہ سے جہاد کا حکم ہوا تھا اسی طرح حضور نے بارہ نقیب انصار میں قائم فرمائے تھے اور ان سے بیعت لی تھی۔اور انہیں کارپرداز اور اپنی قوم کا ذمہ دار بنایا تھا حدیث میں ہے جب تک لوگوں میں بارہ متولی رہیں گے ان کا کام چلتا رہے۔(بخاری ومسلم) امام احمد کی حدیث میں ہے کہ میری امت میں بارہ خلیفہ ہوں گے جیسے کہ بنی اسرائیل میں بارہ نقیب تھے اس کی اصل بخاری ومسلم میں ہے کہ حضور نے امت میں بارہ خلیفہ ہونے کی خبر دی ہے وہ قریش سے ہوں گے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بارہ خلیفہ ہوں گے مگر ان کے وقت کا تعین نہیں ہے ان میں سے بعض ہوچکے اور بعض ہوں گے ان میں حضرت امام مہدی آخری خلیفہ ہوں گے۔(ملخصا از ابن کثیر)

(آیت ۱۴)(۲۱) گذشتہ آیت میں یہود کی حالت بیان کرنے کے بعد اس آیت میں نصاریٰ کی حالت بیان کی گئی ہے کہ وہ بھی اہل کتاب سے تھے اور احکام الٰہی کی مخالفت کرکے وبال میں پڑے تھے۔اس سے مسلمانوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ وہ احکام الٰہی اور

www.waseemziyai.com

الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ

کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی [وہ] چیزیں جو تم نے

تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

کتاب میں چھپا ڈالی تھی اور بہت سی معاف فرماتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے

نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ

ایک نور آیا اور روشن کتاب، اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے

السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ

راستے اور انہیں اندھیریوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں

اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ بے شک کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ

هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا

مسیح بن مریم ہی ہے تم فرمادو پھر اللہ کا کوئی کیا کر سکتا ہے

اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي

اگر وہ چاہے کہ ہلاک کر دے مسیح بن مریم اور اس کی ماں اور تمام

الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ

زمین والوں کو اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی،

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ

جو چاہے پیدا کرتا ہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ ف۲۲ اور یہودی

عہد خداوندی کی خلاف ورزی نہ کریں ورنہ ان کا بھی یہی حشر ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ جو نصاریٰ ہونے کا دعوی کرتے ہیں ان سے بھی ہم نے عہد لیا کہ میرے احکام کی تعمیل کرنا، اور نبی آخر الزماں پر ایمان لانا، تو انہوں نے بدعہدی کی اور بڑا حصہ نصیحتوں کا جو ہم نے انجیل میں انہیں کی تھیں بھلا دیا یعنی اس پر عمل نہ کیا تو ہم نے ان کے آپس میں قیامت تک بغض و دشمنی ڈال دی کہ وہ چند فرقے ہو گئے اور ہر ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگا اور یونہی یہود و نصاریٰ میں دشمنی ہوئی اور عنقریب آخرت میں اللہ انہیں بتا دے گا جو کچھ کرتے تھے۔ اور اس کی جزا دے گا۔ حسن کہتے ہیں کہ آیت میں دلیل ہے اس پر کہ انہوں نے اپنا نام نصاریٰ خود رکھا تھا۔ اللہ نے نہیں رکھا تھا۔ کہ " قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى " فرمایا گیا ہے۔ (معالم)

(آیت ۱۵ تا ۱۷) (۲۲) اس آیت میں بھی اہل کتاب کی حالت کا بیان ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے

www.waseemziyai.com

وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ

اور نصرانی بولے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں تم فرمادو پھر تمہیں کیوں

بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ

تمہارے گناہوں پر عذاب فرماتا ہے، بلکہ تم آدمی ہو اس کی مخلوقات سے جسے چاہے بخشتا ہے اور جسے چاہے سزا

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ

دیتا ہے اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی اور اسی کی طرف

الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى

پھرنا ہے۔ اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں

فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۫

بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ کبھی تم کہو ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا،

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ ع

تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں اور اللہ کو سب قدرت ہے۔ ف۲۳

ع ۳ ۷

کی دعوت ہے مطلب یہ ہے کہ اے اہل کتاب بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے جو تم پر ظاہر کرتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے توراۃ وانجیل میں چھپا ڈالی ہیں (جیسے آیت رجم اور نبی آخر الزماں کے آنے کی بشارت اور ان کے اوصاف وحلیہ وغیرہ) اور بہت سے معاف فرماتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور روشن کتاب (قرآن عظیم) آیا جس سے اللہ سلامتی ونجات کی راہیں دکھاتا ہے جو اللہ کی مرضی پر چلاتا اور انہیں کفر کی اندھیریوں سے اسلام کی روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ اسلام کی دکھاتا ہے۔ بے شک جنہوں نے مسیح ابن مریم کو اللہ کہا وہ کافر ہوئے اے نبی تم ان سے فرمادو کہ پھر اللہ کا کوئی کیا کرسکتا ہے یعنی اس کا عذاب کون دفع کرسکتا ہے اگر وہ مسیح ابن مریم اور ان کی ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کرنا چاہے یعنی کوئی اسے روکنے والا نہیں ہے اگر مسیح ابن مریم اللہ ہوتے تو اس پر قادر ہوتے لیکن وہ تو بقول تمہارے سولی دیئے گئے اور کچھ نہ کرسکے۔

تنبیہ: خطاب عام ہے اس سے یہود ونصاریٰ دونوں مراد ہیں یہی صحیح ہے۔

(آیت ۱۸/۱۹) (۲۳) شان نزول:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک بار نعمان ابن امی اور بحر ابن عمرو اور شاہین ابن عدی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے انہیں اسلام لانے کی ترغیب دی اور فرمایا خدا سے ڈرو اور مجھ پر ایمان لاؤ تو وہ بولے آپ ہمیں کس سے ڈراتے ہیں ہم تو خدا کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں ہمیں ہرگز عذاب نہ ہوگا اور نصاریٰ کا بھی یہی خیال تھا۔ پس دونوں کے خیال کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [خازن وسراج] اور دوسری آیت یعنی یا اہل الکتاب الخ اس وقت نازل ہوئی جب کے یہود نے مسلمانوں سے یہ کہا کہ موسیٰ کے بعد نہ کوئی نبی بھیجا گیا اور نہ کوئی کتاب نازل ہوئی پھر ہم محمد کو کیسے نبی مانیں اور قرآن کو کتاب الٰہی کہیں۔ [خازن ابن عباس] مطلب یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اے نبی تم ان سے فرمادو کہ اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو اللہ تمہارے گناہوں کے سبب کیوں عذاب دیتا ہے کوئی اپنے بیٹے اور پیارے کو عذاب

www.waseemziyai.com

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اور جب موسیٰ نے کہا اپنی قوم سے اے میری قوم! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو

اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ

کہ تم میں سے پیغمبر کیے اور تمھیں بادشاہ کیا اور تمھیں وہ دیا جو آج

اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ

سارے جہان میں کسی کو نہ دیا اے قوم! اس پاک زمین میں داخل ہو جو

كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾

اللہ نے تمہارے لیے لکھی ہے اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان پر پلٹو گے۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى

بولے اے موسیٰ! اس میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک

يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ رَجُلٰنِ

وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہاں وہ وہاں سے نکل جائیں، تو ہم وہاں جائیں گے۔ دو مرد

مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ

کہ اللہ سے ڈرنے والوں میں تھے اللہ نے انھیں نوازا بولے کہ زبردستی

الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۘ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا

دروازے میں ان پر داخل ہو اگر تم دروازے میں داخل ہو گئے تو تمہارا ہی غلبہ ہے اور اللہ ہی پر بھروسا کرو

دیا کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ تم جھوٹے ہو۔ بلکہ تم اور آدمیوں کی طرح آدمی ہو اس کی مخلوق سے، وہ جسے چاہتا ہے بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے کسی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔ اسی کے لیے ہے آسمان و زمین اور اس کے درمیان کی سلطنت اور اس کی طرف لوٹنا ہے۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔

تنبیہ: ﴿أَبْنَاءُ اللّٰهِ وَأَحِبَّاؤُهُ﴾ [المائدۃ:۱۸] کہنے کہ یہ معنی ہیں کہ وہ قرب و منزلت میں اپنے آپ کو بمنزلہ بیٹے اور محبوب کے شمار کرتے تھے اور خدا کو شفقت و رحمت میں مثل باپ کے سمجھتے تھے۔ نخعی کہتے ہیں کہ یہود نے توراۃ میں یا ابناء احباری دیکھا تھا پس انہوں نے اسے یا ابناء ابکاری سے بدلا اس وجہ سے وہ اپنے آپ کو ابناء اللہ کہنے لگے۔ یا ابناء رسل اللہ مراد ہے۔ [معالم] اور فترت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور کے درمیان کا زمانہ مراد ہے جس میں کوئی رسول نہ آیا اس کی مدت چھ سو یا پانچ سو ساٹھ یا پانچ سو چالیس سال تھی بہر حال یہود و نصاریٰ پر اظہار احسان ہے کہ جب آثار وحی بالکل منقطع ہو گئے تھے اور وہ اس کے حاجت مند تھے تو ہم نے ان کی ہدایت کے لیے رسول بھیجا تا کہ وہ یہ نہ کہیں کہ ہمارے پاس کوئی رسول نہیں آیا۔

www.waseemziyai.com

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا

اگر تمھیں ایمان ہے۔ بولے اے موسیٰ! ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے

مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا

جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ جایئے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو، ہم یہاں

قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ

بیٹھے ہیں۔ موسیٰ نے عرض کی کہ اے میرے رب! مجھے اختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا تو تو ہم کو

بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ

ان بے حکموں سے جدا رکھ فرمایا تو وہ زمین ان پر حرام ہے،

اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۗ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ

چالیس برس تک بھٹکتے پھریں زمین میں تو تم ان بے حکموں کا افسوس نہ

الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا ع ۴ ۷ ۸ وقف لازم

کھاؤ۔ ف۲۴ اور انھیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے

(آیت ۲۰ تا ۲۶) (۲۴) اس آیت میں اس واقعہ کی تفصیل ہے جس کی طرف آیت: ﴿وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ [المائدۃ:۱۲] میں اشارہ فرمایا گیا ہے اور ہم نے مختصر واقعہ اس کے تحت تحریر کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم تم اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو کہ تم میں پیغمبر کئے جو باعث تمہارے شرف کے ہوئے۔ اور تمہیں بادشاہ کیا اور تمہیں وہ دیا جو دنیا میں کسی کو نہ دیا۔ یعنی من وسلویٰ وغیرہ اے قوم تم اس پاک زمین میں جو تمہاری قسمت میں لکھی ہے داخل ہو۔ دشمن کے خوف سے اس سے پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان میں رہو گے تو وہ بولے اے موسیٰ اس میں تو بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں ان سے ہم میں لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ ہم اس میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ وہ اس میں سے نکل نہ جائیں گے جب وہ وہاں سے نکل جائیں گے تو ہم اس میں داخل ہوں گے۔ تو ان میں سے دو آدمیوں نے جو اللہ سے ڈرنے والے تھے جن پر خدا نے انعام کیا تھا یعنی یوشع وکالب نے ان سے کہا کہ تم زبردستی ان پر اس بستی کے دروازے سے گھس جاؤ کہ اللہ نے تم سے وعدہ فرمایا ہے ان کی ظاہری صورت سے نہ ڈرو کہ ان کے دل نہیں ہے اگر تم بستی کے دروازے میں داخل ہو گئے تو تمہیں غالب ہو گے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو۔ تو وہ بولے اے موسیٰ ہم کبھی وہاں نہ جائیں گے جب تک کہ وہ وہاں ہیں آپ اور آپ کا رب وہاں جائے اور ان سے لڑے ہم یہاں بیٹھے ہیں تب موسیٰ نے عرض کی اے رب میرے مجھے سوا اپنے نفس کے اور اپنے بھائی کے کسی پر قابو و اختیار نہیں پس تو ہم کو نافرمانوں سے جدا کر دے تو اللہ نے موسیٰ سے فرمایا کہ اس پاک زمین میں چالیس برس تک داخل ہونا ان پر حرام ہے وہ زمین پر بھٹکتے پھریں گے تم ان نافرمانوں کا افسوس نہ کھاؤ۔ چناں چہ چالیس برس تک میدان تیہ میں بھٹکے پھرے اس سے نکلنے کا راستہ نہ پایا اور سوا یوشع اور کالب کے سب وہیں مرے اور حضرت موسیٰ وہارون کا بھی وہیں انتقال ہوا ایک عرصہ کے بعد یوشع اور کالب ان کی اولاد کو لے کر شام میں داخل ہوئے اور اسے فتح کیا۔ [جامع البیان]

تنبیہ: اس زمین پاک میں اختلاف ہے مجاہد کہتے ہیں وہ حوالی طور ہے ضحاک بیت المقدس بتاتے ہیں، عکرمہ وسدی اریحا کہتے

www.waseemziyai.com

قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ

ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی، بولا

لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ

قسم ہے میں تجھے قتل کر دوں گا، کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے بے شک اگر تو

اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ

اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں

اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ

میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک سارے جہان کا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ

وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

دونوں تیرے ہی پلے پڑے تو تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

تو اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا تو اسے قتل کر دیا، تو رہ گیا نقصان میں

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ

تو اللہ نے ایک کوا بھیجا زمین کریدتا کہ اسے دکھائے کیونکر

ہیں، کلبی دمشق و فلسطین بتاتے ہیں۔ قتادہ کل سرزمین شام مراد لیتے ہیں کہ وہ مسکن انبیا ہے اور ملوک سے مراد صاحب خدم و حشم ہونا ہے۔ ابن عباس اور ابی سعید خدری سے مرفوعا مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں جس کے عورت و خادم اور سواری ہوتی تھی اسے ملک کہا جاتا تھا۔ [ابن ابی حاتم] سدی کے نزدیک ملوک سے وہ آدمی مراد ہیں جو باوجود قبطیوں کے قبضہ میں ہونے کے اپنے کاموں کے مختار تھے ضحاک کہتے ہیں کہ جس کی بڑی بڑی کوٹھیاں مکان ہوتے تھے اس میں نہریں بہتی تھیں انہیں ملوک کہتے تھے۔ [معالم] اور رب سے یہاں بڑے لوگ مراد ہیں یا حضرت ہارون ہیں کہ وہ حضرت موسیٰ سے بڑے تھے۔ [مدارک وغیرہ] اصح یہ ہے کہ یہ جملہ انہوں نے اپنی جہالت اور خدا کی ذات وصفات نہ جاننے کی بنا پر کہا تھا۔ ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ [الانعام:۹۱] [خازن]

تنبیہ: حضرت موسیٰ کے ساتھیوں نے تو حضرت موسیٰ سے "فاذهب أنت وربك فقاتلا" کہا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ نے حضور سے یوم بدر کہا کہ ہم موسیٰ کے ساتھیوں کی طرح نہیں ہیں کہ کہیں جاؤ تم اور تمہارا خدا لڑے، ہمیں تو آپ سمندر میں لے کر چلیں گے تو ہم چلنے کو تیار ہیں آپ تشریف لے چلیں ہم آپ کے داہنی بائیں آگے پیچھے ہو کر لڑیں گے پس حضور کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو گیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی اصحابہ وبارک وسلم۔ [بخاری وابن کثیر] اور اس بستی کے لوگوں کو جبارین اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ بڑے تن وتوش کے قوی ہیکل بقیہ قوم عاد تھے اسرائیلیات میں ان کے اور عوج بن عنق کے متعلق بہت سے قصے مذکور ہیں جو بعض تفسیروں میں نقل کئے گئے ہیں ابن کثیر نے انہیں بے اصل وغیر معتبر لکھا ہے۔

www.waseemziyai.com

سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا

اپنے بھائی کی لاش چھپائے بولا ہائے خرابی میں اس

الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ۚ مِنْ

کوّے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا، تو پچھتاتا رہ گیا اس

اَجْلِ ذٰلِكَ ۚۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا

سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی

بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ

بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا

وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ

اور جس نے ایک جان کو جلالیا اس نے گویا سب لوگوں کو جلالیا اور بے شک ان کے پاس

رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي

ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے پھر بے شک ان میں بہت اس کے بعد

الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔ ف۲۵ وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے

(آیت ۲۷ تا ۳۲) (۲۵) ان آیات میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل وقابیل کا قصہ بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وحضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بیوی کے ایک بطن سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوتا تھا اور یونہی دوسرے بطن سے ہوتا تھا۔ اور اول بطن کی لڑکی دوسری بطن کے لڑکے سے بیاہ دی جاتی تھی۔ پس ایک بار ایک بطن سے ہابیل اور لبوذا پیدا ہوئی اور دوسرے بطن سے قابیل واقلیما پیدا ہوئی چوں کہ اقلیما بہت حسین وخوبصورت تھی قابیل نے خلاف شرع اس سے نکاح کرنا چاہا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے منع کیا تو قابیل نے کہا کہ یہ خدا کا حکم نہیں ہے تمہاری رائے ہے تو آدم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ اچھا تم دونوں اپنی اپنی نذریں جناب الٰہی میں پیش کرو جس کی نذر قبول ہوگی وہی اقلیما کا مستحق سمجھا جائے گا۔ چناں چہ دونوں اس پر راضی ہوئے ہابیل نے ایک دنبہ اور قابیل نے ایک گٹھا ناج کی بالیوں کا جنگل میں جا کر رکھ دیا کہ قبولیت نذر کا یہی طریقہ تھا آسمان سے آگ نازل ہوتی اور جس کی نذر قبول ہوتی تھی اس کے مال کو کھا جاتی تھی۔ چناں چہ آسمان سے آگ آئی اور ہابیل کے دنبہ کو کھا گئی اقلیما کا نکاح ہابیل کے ساتھ ہوگیا قابیل کو ہابیل کی نظر قبول ہونے اور اقلیما سے نکاح ہونے پر حسد ہوا اور موقع کا منتظر رہا جب آدم علیہ السلام ہند سے حج کو گئے اور قابیل کو اپنا خلیفہ بنا گئے قابیل نے ہابیل سے کہا۔ باقی قصہ آیت میں مذکور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی تم اپنی قوم کو آدم کے دو بیٹوں ہابیل وقابیل کی سچی خبر پڑھ کر سناؤ۔ جب کہ ان دونوں نے اپنی اپنی نیاز بارگاہ الٰہی میں پیش کی تو ان میں سے ایک کی ہابیل کی نذر قبول ہوئی۔ کہ وہ نیک نیتی سے تھی اور دوسرے قابیل کی قبول نہ ہوئی کہ وہ بدنیتی سے تھی۔ تو قابیل غضب ناک ہو کر (ہابیل) کا دشمن ہوگیا اور ہابیل سے قسم کھا کر بولا تجھے قتل کروں گا کہ تیری نذر قبول ہوگئی

www.waseemziyai.com

اور میری قبول نہ ہوئی تو ہابیل نے قابیل سے کہا کہ اس میں میرا کیا قصور ہے اللہ اسی کی نذر قبول کرتا ہے جو متقی ہوتا ہے اللہ سے ڈرتا ہے اگر تو مجھے قتل کرے گا تو میں تجھے قتل نہ کروں گا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ تجھی پر پڑے تو تو دوزخی ہو جائے کہ بے انصافوں کی یہی سزا ہے تو اس کے یعنی قابیل کے نفس نے اپنے بھائی ہابیل کے قتل کا چاؤ شوق دلایا اور اس کے قتل پر آمادہ کیا پس قابیل نے ہابیل کو بصرہ میں بیس سال کی عمر میں قتل کر دیا اور وہ دنیا و آخرت کے نقصان میں رہا۔ آخرت کا نقصان تو یہ ہے کہ قیامت تک جو قتل ہوگا اس کے گناہ میں سے بھی اسے حصہ ملے گا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے جو ظلم سے کسی کو قتل کرتا ہے اس کے خون کا ایک حصہ آدم کے پہلے لڑکے کو ملتا ہے کہ اس نے پہلی پہل ظلم سے طریقہ قتل نکالا۔ [بخاری و مسلم و امام احمد و ترمذی] اور حدیث من سن سنة حسنة الخ بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ اور دنیا کا خسارہ یہ ہوا کہ وہ دنیا میں قیامت تک کے لیے بدنام ہوا۔ اور والدین کی نظر سے گرا، جسم کالا ہوا، مقصود حاصل نہ ہوا، اوسان خطا ہو گئے یہ تک نہ جانا کہ بعد قتل لاش کیا کروں پیٹھ پر لادے پھرتا رہا۔ کہ وہ زمین پر بنی آدم کے مرنے کا پہلا واقعہ تھا مردہ کو دفن کرنے کا طریقہ نہ جانتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے دکھانے کے لیے ایک کوا بھیجا جس نے دوسرے مرے ہوئے بھائی کو چھپانے کے لیے اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کریدی اور اس پر مٹی ڈالی تا کہ وہ دیکھ لے کہ اس طرح اپنے مرے ہوئے بھائی کو چھپاتے دفن کرتے ہیں۔ تو قابیل یہ دیکھ کر پچھتایا اور بولا ہائے خرابی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش کو چھپاتا۔ پس اس نے اسی طرح زمین کھود کر ہابیل کی لاش کو دفن کیا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اسی قتل کے سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جسنے کسی جان کو بغیر کسی جان کے قتل کیے ہوئے یا زمین پر بغیر فساد پھیلائے ہوئے یعنی کفر و زنا، رہزنی وغیرہ کیے ہوئے قتل کیا تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا یعنی ان کی حرمت نگاہ نہ رکھی سب کو اس سے قصاص لینے پر متفق ہونا چاہیے۔ اور جس نے ایک جان کو جلایا قتل نہ کیا اس نے گویا سب جانوں کو جلایا یعنی ان کی حرمت نگاہ رکھی پس سب کو اس کا احسان ماننا چاہیے۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔

تنبیہ: مقصود اس قصہ سے ہمیں بتانا اور سکھانا ہے کہ ہم آپس میں بغض و حسد نہ کریں کہ اس سے آدمی بڑے گناہ میں پڑتا ہے جیسے قتل وغیرہ اور ظلم و حسد، بغض و عداوت کا نتیجہ برا ہوتا ہے اس سے عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے نیک و بد کی تمیز نہیں رہتی اور خدا کی جو نذر و عبادت نیک نیتی سے کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے بدنیتی کی قبول نہیں ہوتی ہے جیسا کہ قابیل کو اس کے ظلم و حسد کا نتیجہ ملا اور اس کی بدنیتی کی نذر قبول نہ ہوئی اور اس کی عقل پر پردہ پڑ گیا کہ مردہ دفن کرنا تک سمجھ میں نہ آیا کوے نے آ کر بتایا اور ظالم کے ظلم سے درگذر کرنا بدلا نہ لینا بہتر ہے حدیث میں حضرت ابن ابی وقاص سے مروی کہ میں نے حضور سے پوچھا کہ اگر کوئی گھر میں گھس کر میرے مارنے کو ہاتھ بڑھائے تو میں کیا کروں فرمایا تو آدم کے بیٹے کی طرح ہو جانا اور آیت: ﴿لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ﴾ الخ [المائدۃ:۲۸] پڑھی۔ [رواہ احمد و ترمذی وغیرہ] ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ اس آیت پر سب سے پہلے عمل کرنے والے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے کہ وقت شہادت قرآن عظیم تلاوت فرماتے رہے اور مدافعت نہ کی۔ [ابن کثیر] مجاہد سے مروی ہے کہ اس زمانہ میں یہی حکم تھا کہ دوسرے کے مار ڈالنے کا قصد اور قاتل سے مقابلہ نہ کریں ابن جریج کا بھی ایسا ہی قول ہے، لیکن قرطبی کہتے ہیں: ممکن ہے اس وقت ایسا ہی ہوتا ہو، لیکن ہماری شرع میں جو قتل کی نیت سے حملہ کرے اس کی مدافعت بالاجماع جائز ہے البتہ وجوب میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ روکنا واجب ہے کہ نفس قتل حرام ہے اور حرام سے روکنا واجب ہے۔ [مواہب عن الفتح] روایت کی گئی ہے قابیل بہت گورا تھا ہابیل کو قتل کرنے سے کالا ہو گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے حج سے واپس آ کر ہابیل کو اس سے دریافت کیا: تو اس نے جواب دیا کیا میں اس کا وکیل تھا؟ پس آدم علیہ السلام نے فرمایا تو نے اسے قتل کیا ہے اسی وجہ سے تیرا بدن کالا ہو گیا ہے۔ جب سے اس کی اولاد کالی ہونے لگی حبشی اسی کے نسل سے ہیں۔ [واقدی] اور جو دنبہ حضرت جبرئیل نے بحکم الٰہی جنت سے لا کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بجائے ذبح کیا تھا وہ وہی ہابیل کی نذر والا دنبہ تھا۔ [ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کذا فی جامع البیان] اور ﴿تبوا باثمی واثمك﴾ کے یہ معنی ہیں کہ تو میرے قتل کے گناہ میں اور اپنے دوسرے گناہ میں جو تو نے کیا ہو ماخوذ ہو عامہ مفسرین نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔ شیخ ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت آدم

www.waseemziyai.com

وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ

اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلا یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں، یا ان کے

اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ

ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیے جائیں یہ

خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۳۳ۙ اِلَّا

دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب۔ مگر

الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

وہ جنھوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۳۴ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ ع ۵ ۸

بخشنے والا، مہربان ہے۔ ف۲۶ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف

علیہ السلام کے بیٹوں کے قربان رکھنے اور ایک کے دوسرے کو قتل کرنے کی خبر تو قطعی ہے اس کے علاوہ اس کی کیفیت کہ کیوں اور کیسے اور کہاں قتل کیا اور آدم اس وقت موجود تھے نہ تھے اور سبب عداوت کیا تھا یہ سب روایات یقینی نہیں ہیں نہ ان کی تحقیق و تلاش ضروری ہے بظاہر تاریخی اور اسرائیلیات سے لی ہوئی ہیں اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو کوے بھیجے جو آپس میں لڑے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا اور اپنی چونچ پنجوں سے زمین کرید کر اس مرے ہوئے کوے کو دبا دیا۔ [بیضاوی ابن کثیر عن السدی] ابن جریر نے حسن سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ آدم کے دو بیٹوں نے تمہارے لیے نیکی بدی کی شان ظاہر کر دی تمہیں نیکی لینا چاہیے اور بدی کو چھوڑ دینا چاہیے۔

(آیت ۳۳/۳۴) (۲۶) شان نزول: قبیلہ عرینہ و عکل کے کچھ لوگ مسلمان ہو کر مدینہ میں آ کر رہے تھے۔ مدینہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہ آئی ان کے ہاتھ پاؤں دبلے ہو گئے اور پیٹ بڑھ گیا حضور سے علاج پوچھا فرمایا صدقہ کے اونٹ جو جنگل میں چرتے ہیں وہیں جا کر رہو اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو انہوں نے چند روز یہی کیا اچھے ہو گئے اچھے ہونے کے بعد انہوں نے اونٹ کے چرواہے کو قتل کیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ جب اس کی خبر ہوئی تو حضور نے حضرت عبداللہ بجلی کو مع بیس آدمیوں کے ان کے تعاقب میں روانہ کیا جو انہیں پکڑ کر لائے حضور نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوائے اور آنکھوں میں سلائیاں پھروا کر مدینہ کے باہر دھوپ میں ریت پر ڈلوا دیا جو تڑپ تڑپ کر مرے۔ انہیں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ [رواہ البخاری و مسلم وغیرہما] اور بعض نے اس کا نزول ابو بردہ کے حق میں بیان کیا ہے۔ کہ انہوں نے حضور سے اس شرط پر صلح کی تھی کہ وہ نہ مسلمانوں کا ساتھ دیں گے اور نہ کفار کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑیں گے اس معاہدہ کی انہوں نے خلاف ورزی کی اور چند مسلمانوں کو جو مدینہ آ رہے تھے راہ میں لوٹا مارا تو یہ آیت نازل ہوئی، بہر حال شان نزول کچھ بھی ہو آیت کا حکم عام ہے جو مسلمان یا کافر بادشاہ اسلام سے باغی ہو کر رہزنی کرنے اور زمین پر فساد پھیلانے اور ڈاکہ ڈالنے لگے اس کی یہی سزا ہے۔ [ابن کثیر] مطلب آیت کا یہ ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسولوں سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کا بدلا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کے سیدھے ہاتھ الٹے پاؤں کاٹے جائیں یا وہ شہر سے نکال دیے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے مگر جنہوں نے گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر لی تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے پھر ان سے تعرض نہ کرو۔

www.waseemziyai.com

الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ بے شک وہ

كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ

جو کافر ہوئے جو کچھ زمین میں سب اور اس کی برابر اور، اگر ان کی

لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ

ملک ہو کہ اسے دے کر قیامت کے عذاب سے اپنی جان چھڑائیں تو ان سے نہ لیا جائے گا اور ان کے لیے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ

دکھ کا عذاب ہے دوزخ سے نکلنا چاہیں گے اور وہ اس سے

تنبیہ: آیت میں ''او'' ترتیب کے لیے ہے نہ تخییر کے لیے جیسا کہ بیہقی نے سنن میں عبدالملک ابن عبدالعزیز سے روایت کی ہے کہ قرآن عظیم میں ہر جگہ ''او'' تخییر کے لیے ہے سوا اس آیت کے۔ [کمالین] بس جو ڈاکو کسی کو قتل کرے گا وہ قتل کیا جائے گا۔ اور جو قتل و غارت دونوں کرے گا وہ قتل کیا جائے گا اور سولی بھی دیا جائے گا اور جو صرف مال لوٹے گا قتل نہ کرے گا تو اس کا سیدھا ہاتھ اور الٹا پاؤں کاٹا جائے گا یہی ابن عباس اور اکثر تابعین وائمہ کا قول ہے اور حنفیہ کے نزدیک زجراً اس کے جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھی جائے گی اور جو محض ڈرائے دھمکائے گا قتل وغارت نہ کرے گا وہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک شہر بدر کیا جائے گا اور ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک شہر بدر نہیں کیا جائے گا کہ ان کے نزدیک "ینفوا" سے مراد قید ہے یعنی اسے قید کیا جائے اور شہر بشہر قید خانوں میں منتقل کیا جائے یہی قول ابراہیم نخعی کا ہے اور اسی کو ابن جریر و قرطبی نے اختیار کیا ہے اور مکحول سے روایت ہے کہ اس امت میں سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قید میں رکھنا نکالا اور کہا کہ میں اسے بندر کھوں گا شہر بدر نہ کروں گا کہ وہ اس شہر کے لوگوں کو آزار پہنچائے۔ [مواہب] اور آنکھوں میں سلائیاں لگانا بعد نزول آیت متروک ہوا کہ حضور نے ان کی آنکھوں میں سلائیاں اس وجہ سے پھروائی تھیں کہ انہوں نے چرواہے کی آنکھوں میں ببول کے کانٹے بھونکے تھے اور قبل گرفتاری توبہ کرنا حقوق اللہ کو ساقط کرتا ہے نہ حقوق عباد کو اس لیے إن الله غفور رحيم فرمایا گیا ہے۔ [جلال] بس اگر لوٹا ہوا مال باقی ہوگا تو اس کے مالکوں کو دلایا جائے گا اور جو وہ تلف ہو گیا ہوگا تو اس کی ضمان واجب نہ ہوگی اور مقتول کا قصاص اگر اس کے وارث چاہیں گے تو دلایا جائے گا اور جو وہ معاف کر دیں گے تو معاف ہو جائے گا اور رہزنی سے توبہ قبل گرفتار ہونے کے ہو تو حد ساقط ہوگی اور اس سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ نہ بعد گرفتار ہونے کے کہ بعد گرفتاری حد ساقط نہ ہوگی۔ [کمافی البیضاوی] اس پر صحابہ و حکام مسلمین کا عمل رہا ہے۔ شعبی نے اس کے متعلق متعدد واقعات روایت کئے ہیں۔ [مواہب] اور یہ سزا ان رہزنوں کے لیے ہے جو جنگلوں بنوں میں رہتے ہیں اور جو شہر میں رہتے ہوں ان کا حکم چور کا سا ہے ان کو چوروں جیسی سزا دی جائے گی کہ ان پر حکومت قابو پا سکتی ہے۔ اور اللہ و رسول سے لڑنے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ کے اولیا سے لڑتے ہیں حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے اولیا کی اہانت کی اس نے میرے ساتھ لڑائی کی۔ [مدارک] گویا اولیا اللہ سے لڑنے کو تعظیماً اپنی طرف نسبت کیا ہے۔

www.waseemziyai.com

بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ز وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۷﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ

نہ نکلیں گے اور ان کو دوامی سزا ہے۔ ف۲۷ اور جو مرد یا عورت چور ہو

فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ

تو ان کا ہاتھ کاٹو ان کے کیے کا بدلا اللہ کی طرف سے سزا، اور اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ

غالب، حکمت والا ہے۔ تو جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو اللہ

يَتُوْبُ عَلَيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ

اپنی مہر سے اس پر رجوع فرمائے گا بے شک اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ

(آیت ۳۵ تا ۳۷) (۲۷) گذشتہ آیت میں زمین پر فساد پھیلانے والوں زندگی خراب کرنے والوں کی مذمت تھی۔ جس میں مسلمانوں کو ایسے حرکات سے بچنے کی ضمناً ہدایت تھی۔ اس آیت میں فلاح دنیوی اور نجات اخروی کا ضابطہ کلیہ انہیں تعلیم فرمایا گیا ہے جس کے دو جز ہیں ممنوعات کا ترک اور واجبات کی ادائیگی پہلے جز کو واتقوا اللہ میں اور دوسرے جز کو اس کے بعد کے فقرہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اس کے بعد احکام الٰہی کو نہ ماننے والوں کا حال و مآل بیان کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! اللہ کے عذاب سے ڈرو پرہیزگاری اختیار کرو اچھی باتیں کرو بری باتوں کو چھوڑ دو اور اللہ کی طرف پہنچنے کا وسیلہ ڈھونڈو راہ تلاش کرو جس سے تمہیں قرب الٰہی حاصل ہو۔ اور تم اللہ کی راہ میں اس کا دین بلند کرنے کے لیے جہاد کرو تا کہ تم دنیا و آخرت میں فلاح پاؤ دنیا میں تمہیں عزت و شوکت اور جاہ و جلال حاصل ہو اور عقبیٰ میں دوزخ سے نجات ملے۔ جنت میں داخل ہو خدا کے دیدار سے مشرف ہو۔ کہ اگر کافروں کے پاس جو کچھ زمین میں ہے اور اس کے برابر اور ہو کہ اسے فدیہ دے کر قیامت کے عذاب سے اپنی جان چھوڑائیں تو ان سے نہ لیا جائے گا۔ اور ان کے لیے دکھ کا عذاب ہے وہ دوزخ سے نکلنا چاہیں گے مگر نکل نہ سکیں گے۔ اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے بخاری کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن کافر لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا اگر تیرے پاس زمین بھر سونا ہوتا کیا تو اسے فدیہ دیتا؟ وہ کہے گا ہاں۔ تو اس سے کہا جائے گا کہ میں نے تو اس سے بھی زیادہ آسان چیز تجھ سے چاہی تھی کہ تو شرک نہ کرنا۔ اور مسلم کی حدیث میں یوں ہے کہ اگر تیرے لیے تمام دنیا ہوتی مطلب یہ ہے کہ کافر کے پاس تمام دنیا کا مال ہو اور وہ اسے فدیہ میں دے کر قیامت کے عذاب سے بچنا چاہے تو نہ بچے گا۔ یہ حکم کفار کے ساتھ مخصوص ہے۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے کہ مسلمان سزائے اعمال بھگتنے کے بعد ضرور دوزخ سے رہائی پائے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔

تنبیہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وسیلہ کی تفسیر مایتقرب الی اللہ فرمائی ہے یعنی جس شی سے اللہ کی نزدیکی حاصل ہو اسے تقرب الٰہی کے لیے وسیلہ بناؤ اس میں جملہ انبیا اولیا محبوبان خدا خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔ کہ وہ تقرب الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں کہ تقرب کے تمام ذرائع ان کی ذات گرامی سے وابستہ ہیں اور جملہ وسائل کی اصل ہیں بلکہ حقیقت میں وسیلہ جس کا نام ہے وہ مرتبہ رفیع حضور ہی کے لیے مخصوص ہے اور حضور ہی کا حصہ ہے جیسا کہ مسلم وغیرہ کی حدیث میں آیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے جو خدا کے بندوں میں سے ایک ہی کے لیے ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ تو تم لوگ بعد ختم اذان میرے لیے وسیلہ چاہا کرو دعائے وسیلہ کیا کرو۔ "اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلاۃ القائمۃ اٰت محمدن الوسیلۃ الخ" کہ جو کوئی میرے لیے وسیلہ چاہے گا اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی پس اگر یہاں وسیلہ سے حضور کی ذات گرامی مراد لی جائے تو بجا ہے۔

www.waseemziyai.com

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ

کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی، سزا دیتا ہے جسے چاہے اور بخشتا ہے

لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ

جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ ف۲۸ اے رسول!

لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا

تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو کفر پر دوڑتے ہیں کچھ وہ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں

اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ

ہم ایمان لائے اور ان کے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ

جھوٹ خوب سنتے ہیں 'اور لوگوں' کی خوب سنتے ہیں جو تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے،

الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ

اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں، کہتے ہیں یہ حکم تمہیں ملے تو مانو

(آیت ۳۸ تا ۴۰) (۲۸) شان نزول یہ آیت طعمہ ابن ابیرق کے حق میں نازل ہوئی جس نے زرہ چرائی تھی اس کا قصہ پہلے گذر چکا ہے۔ [احمدی وخازن] مگر حکم عام ہے چوں کہ اس سے پہلے رہزنوں ڈاکوؤں کی سزا بیان کی گئی تھی اور چور بھی اسی قبیل سے تھے لہٰذا اس آیت میں چور کی سزا بیان فرمائی جاتی ہے کہ چرانے والے مرد وعورت کا ان کے کیے کے بدلے میں ہاتھ کاٹو یہ اللہ کی طرف سے ان کی سزا ہے۔ تو جو چرانے کے بعد چوری سے توبہ کرے اور اپنی حالت درست کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرنے والا بخشنے والا مہربان ہے۔ باقی ترجمہ پڑھئے۔

تنبیہ: زمانہ جاہلیت میں بھی چور کی یہی سزا تھی ایک شخص نے خانہ کعبہ کا مال چرایا تھا اس کا ہاتھ کاٹا گیا اسلام نے بھی اسے برقرار رکھا۔ [ابن کثیر] چوں کہ آیت میں مال مسروقہ کی تصریح نہیں ہے اس لیے اس کی تعین مقدار میں صحابہ وتابعین کا اختلاف ہے۔ سیدنا امام اعظم اور ان کے صاحبین اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک دس درم قیمت کی چیز چرانے پر ہاتھ کاٹا جائے گا اس سے کم قیمت کی چیز چرانے پر ہاتھ نہ کاٹا جائے گا جیسا کہ ابوداؤد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضور نے ڈھال چرانے پر ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا جس کی قیمت دس درم تھی۔ یہی قول حضرت علی وابن مسعود وابراہیم نخعی وامام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ اور درم شرعی سوا تین ماشہ چاندی کا ہوتا ہے، چوں کہ چاندی کی قیمت ہر زمانہ میں گھٹتی بڑھتی رہتی ہے لہٰذا اس وقت کے حساب سے چاندی کی قیمت لگائی جائے۔ اس قیمت کی وہ چرائی ہوئی چیز ہونا چاہیے تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ پھر وہ مال محفوظ ومملوک ہو راستہ گلی میں پڑا ہوا نہ ہو۔ اور نہ غیر مملوک ہو اور وہ لوگوں کی نظر سے چھپا کر لے جائے کہ اگر غیر محفوظ وغیر مملوک مال کو کوئی چرا کر اٹھا کر لے گیا تو وہ چور نہ کہا جائے گا اور نہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور جو ظاہر ظہور لوگوں کے سامنے کسی کا مال لے جائے گا وہ چور نہ ہوگا لٹیرا ہوگا اس کی سزا ڈاکو جیسی ہوگی۔ اور پہلی مرتبہ چرانے میں سیدھا ہاتھ پہنچے سے کاٹا جائے گا جیسا دار قطنی کی روایت میں ہے کہ حضور نے صفوان کی چادر چرانے والے کا پہنچے کے جوڑ پر سے ہاتھ

ع ۴ عند المتقدمین ۱۲ منہ الوقف علی الا ول آجور ۱۲

www.waseemziyai.com

وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ

اور یہ نہ ملے تو بچو اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو

لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ

اللہ سے اس کا کچھ بنا نہ سکے گا، وہ ہیں کہ اللہ نے ان کا دل

قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ ۖ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾

پاک کرنا نہ چاہا، انھیں دنیا میں رسوائی ہے اور انھیں آخرت میں بڑا عذاب۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ

بڑے جھوٹ سننے والے بڑے حرام خور تو اگر وہ تمہارے حضور حاضر ہوں تو ان میں فیصلہ فرماؤ

اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ

یا ان سے منہ پھیر لو اور اگر تم ان سے منہ پھیر لوگے تو وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اگر

حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾

ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو، بے شک انصاف والے اللہ کو پسند ہیں۔

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ

اور وہ تم سے کیونکر فیصلہ چاہیں گے حالانکہ ان کے پاس توریت ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے بااین ہمہ

کاٹنے کا حکم فرمایا۔ اور دوبارہ چرانے میں الٹا پاؤں گٹے سے کاٹا جائے گا اور تیسری بار چرانے میں اس کو قید کیا جائے گا ہاتھ پاؤں نہ کاٹا جائے گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہی حکم فرمایا اور کہا کہ میں اللہ سے حیا کرتا ہوں کہ میں اس کے لیے ایک ہاتھ پاؤں بھی نہ چھوڑوں جس سے وہ استنجا کرے اور چلے۔ یہ قول شعبی و نخعی و اوزاعی و امام احمد و امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا ہے۔ اور چرانے کے بعد توبہ کرنے سے حد ساقط نہ ہوگی اور نہ بندہ کا حق ساقط ہوگا پس اگر مال مسروقہ قائم ہوگا تو وہ اس کے مالک کو دے دیا جائے گا اور جو تلف ہو گیا ہوگا تو اس کی ضمان نہ دلائی جائے گی ہاں اگر مالک اسے معاف کر دے گا تو مال بھی نہ دینا پڑے گا یہی مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے کہ یہاں استثنا نہیں ہے اور رہزن والی آیت میں استثنا ہے کما فی الہدایہ وغیرہ۔ حدیث میں ہے ایک عورت نے غزوہ فتح مکہ میں چوری کی وہ حضور میں لائی گئی۔ حضرت اسامہ نے لوگوں کے کہنے سے اس کی سفارش کی پس حضور کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور فرمایا تو اللہ کی حدود میں سفارش کرتا ہے خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا پھر اس عورت کا ہاتھ کٹوایا۔ [ملخصا بخاری و مسلم] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چوری وغیرہ ایسے معاملوں میں جن میں حد و تعزیر واجب ہوتی ہے کسی کی سفارش قبول نہ ہوگی اور نہ سفارش کی جائے باقی مسائل سرقہ اور نباش و طرار یعنی کفن کھسوٹ اور گرہ کاٹ کا حکم کتب فقہ میں دیکھیے۔

www.waseemziyai.com

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ

اور وہ تم سے کیونکر فیصلہ چاہیں گے حالانکہ ان کے پاس توریت ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے بااین ہمہ

يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا ع ۶ ۱۰

اسی سے منہ پھیرتے ہیں اور وہ ایمان لانے والے نہیں۔ ف۲۹ بے شک ہم نے

التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا

توریت اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے

(آیت ۴۱ تا ۴۳) (۲۹) شان نزول:۔ ایک بار خیبر کے کسی رئیس یہودی نے کسی شریف یہودن سے زنا کیا توریت میں اس کی سزا سنگسار کرنا تھی مگر یہود ان کی عزت وشرافت کی وجہ سے سنگسار نہ کرنا چاہتے تھے۔ اس فکر میں تھے کہ کسی طرح ان سے یہ سزا دفع ہو جائے بالآخر اس مقدمہ کو حضور کے سامنے پیش کرنے کی رائے ہوئی اس امید پر کہ شاید حضور ان کی عزت وشرافت کا پاس کر کے یہ سزا نہ دیں اور مدینہ کے یہود کو لکھا کہ اس کا فیصلہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کراؤ۔ اگر وہ سنگساری کا حکم دیں تو نہ ماننا۔ مدینہ کے یہودیوں نے دربار رسالت میں مقدمہ پیش کیا حضور نے توریت کے موافق سنگساری کا حکم فرمایا تو یہود بولے کہ توریت میں تو یہ حکم نہیں ہے تو توریت منگائی گئی اور ابن صوریا نے اسے پڑھنا شروع کیا جب آیت رجم پر پہنچا تو اسے چھوڑ کر آگے پڑھنے لگا عبداللہ بن سلام نے اس کی چوری پر مطلع کیا تو حضور نے ابن صوریا کو قسم دے کر پوچھا تو اس نے مجبور ہو کر کہا کہ رجم کا حکم تو توریت میں موجود ہے مگر ہم لوگ بجائے اس کے شریفوں کے سو کوڑے مار کر منہ کالا کر کے شہر میں پھراتے ہیں بالآخر انہیں سنگسار کیا گیا، یہ طویل قصہ کا خلاصہ ہے جو مسلم وابوداؤد وابن ماجہ وغیرہ میں بروایت ابن عمر مذکور ہے اور مفسرین نے اسے مختلف طور سے ذکر کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے رسول! تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو کفر کی طرف دوڑتے ہیں بعض ان میں کے منہ سے اظہار اسلام کرتے ہیں اور دل سے ایمان نہیں لائے ہیں یعنی منافق۔ اور کچھ یہود میں سے جو خوب سنتے ہیں اپنے علما کی جھوٹی باتوں کو باور کرتے ہیں اور کچھ ان لوگوں کی خوب سنتے ہیں جو تمہارے پاس نہیں آئے وہ اللہ کی باتوں کو بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حکم تمہیں ملے تو ماننا ورنہ نہ ماننا۔ یعنی اہل خیبر یہود مدینہ سے ایسا کہتے ہیں۔ اور جسے اللہ گمراہ کرتا ہے اس کا تم کچھ نہ بنا سکو گے اللہ نے ان کا دل پاک کرنا نہ چاہا۔ دنیا میں اس کے لیے رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے یہ بڑے جھوٹ سننے والے بڑے حرام خور رشوت کھانے والے ہیں تو وہ اگر تمہارے حضور فیصلہ کرانے آئیں تو تم ان کا فیصلہ کرو یا نہ کرو تمہیں اختیار ہے اگر ان کا فیصلہ نہ کرو گے تو وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے کہ اللہ تمہارا نگہبان ہے اور جو ان میں فیصلہ کرو تو انصاف سے کرو کہ انصاف کرنے والے اللہ کو پسند ہیں وہ خدا کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے۔ [کمافی الحدیث معالم] اور یہود تم سے فیصلہ کیوں کرائیں گے حالاں کہ ان کے پاس توراۃ ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے باوجود اس کے اگر وہ اس سے منہ پھیرتے ہیں تو وہ ایمان والے نہیں ہیں اور یہ استفہام تعجبی ہے۔ اور تنبیہ ہے اس پر کہ ان کا تم سے فیصلہ کرانا اپنی آسانی کے لیے ہے نہ معرفت حق اور حکم الٰہی پر عمل کرنے کے لیے۔ [بیضاوی]

تنبیہ: یہ فیصلہ میں اختیار کا حکم آیۃ: ﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ﴾ الخ [المائدۃ:۴۹] سے منسوخ ہے اور فیصلہ کرنا واجب ہے جب کہ قاضی کے پاس وہ اپنا جھگڑا فیصل کرانے آئیں خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا ذمی ہوں یہی حضرت ابن عباس وعطا ومجاہد وعکرمہ وسندی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے اور یہی قول امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے اور امام احمد کے نزدیک وہ معاہدین کے ساتھ مخصوص ہے۔ [خازن وغیرہ] اور حسن وشعبی ونخعی کے نزدیک وہ منسوخ نہیں ہے حکام مسلمین کو فیصلہ کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے اور ﴿يَا اَيُّهَا

www.waseemziyai.com

لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ

فرماں بردار نبی اور عالم اور فقیہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت

كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ

چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے، تو لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ

اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو اور جو اللہ کے اتارے پر

اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۴۴ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ

حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔ ف۳۰ اور ہم نے توریت میں ان پر واجب کیا کہ جان کے

بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ

بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے

الرَّسُوْلُ﴾[المائدۃ:۴۱] خطاب تشریفی وتکریمی وتعظیمی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں اپنے محبوب کو متعدد جگہ ایسے خطابوں سے سرفراز فرمایا ہے کہ کہیں۔﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ [الانفال:۶۴] سے خطاب کیا ہے کہیں ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ﴾ فرمایا ہے کہیں ﴿يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾ [المزمل:۱] کہیں ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾[المدثر:۱] کہہ کر یاد فرمایا ہے بخلاف دیگر انبیا علیہم السلام کے کہ انہیں ان کا نام لے کر خطاب کیا ہے جیسے ﴿يَا آدَمُ اسْكُنْ﴾[البقرۃ:۳۵] ﴿يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ﴾[ھود:۴۸] ﴿يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً﴾[ص:۲۶] ﴿يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ﴾[مریم:۷] ﴿يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ﴾[مریم:۱۲] ﴿يَا مُوسَى إِنِّي أَنَا اللَّهُ﴾[القصص:۳۰] ﴿يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾[ال عمران:۵۵] ﴿يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا﴾ [الصّٰفّٰت:۱۰۴،۱۰۵] تو یہ اللہ تعالیٰ کا دوسرے انبیا کو نام لے کر خطاب کرنا اور حضور کو ان کے پیارے خطابات سے یاد کرنا دلالت کرتا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں حضور سے زیادہ کوئی محبوب و پیارا اور عزت و وجاہت والا نہیں ہے۔ شعر

یا آدم است باپدر انبیا خطاب یا اَیہا النبی است خطاب محمدی

بلکہ حضور کو نام لے کر پکارنے ندا کرنے کی ہمیں ممانعت فرمائی ہے کہ:﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ [النور:۶۳] یعنی تم رسول کو اس طرح نہ پکارو جیسے بعض تم میں کا بعض کو نام لے کر پکارتا ہے بلکہ انہیں تعظیم وتوقیر کے ساتھ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہہ کر یاد کرو جیسا ان کا رب عزوجل انہیں یا أیھا النبی یا أیھا الرسول کہہ کر یاد فرماتا ہے۔ گویا اس میں اولاً اپنے حبیب کی تعظیم وتوقیر مقصود ہے، اور ثانیاً ہمیں تہذیب وادب سکھانا مقصود ہے کہ ہم ان کی شان مدنظر اور ان کا مرتبہ نگاہ رکھیں ان کے مرتبہ کو دوسرے لوگوں کی طرح نہ سمجھیں انہیں بڑے بھائی کے برابر شمار نہ کریں۔

(آیت ۴۴) (۳۰) شان نزول: یہ آیت بقول حضرت ابن عباس وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہود کے حق میں نازل ہوئی ہے اور پہلی آیت کا تتمہ ہے لیکن حسن بصری وسفیان ثوری وابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ اگرچہ آیت کا نزول یہود کے حق میں ہے۔ مگر حکم عام ہے۔ [ابن جریر] مطلب یہ ہے کہ بے شک ہم نے توراۃ کو اتارا اور وہ ہماری ہی کتاب ہے اس میں ہدایت کرنے والی باتیں اور دلوں کو روشن کرنے والا، عقائد درست کرنے والا نور تھا۔ اس کے مطابق ہمارے نبی یہود کو حکم دیتے تھے اور ان کے علما وفقہا حکم کرتے تھے جن سے

www.waseemziyai.com

بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ

دانت اور زخموں میں بدلا ہے پھر جو دل کی خوشی سے بدلا کرادے تو وہ اس کا گناہ اتار دے گا

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ ف۳۱

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

اور ہم ان نبیوں کے پیچھے ان کے نشان قدم پر عیسیٰ بن مریم کو لائے تصدیق کرتا ہوا

يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۫ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ

توریت کی جو اس سے پہلے تھی اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور ہے

وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً

اور تصدیق فرماتی ہے توریت کی کہ اس سے پہلے تھی، اور ہدایت اور نصیحت

کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی وہ اس کے نگراں تھے جب بخت نصر نے کتاب الٰہی تلف کی اور ظالموں نے احکام الٰہی کو درہم برہم کیا تو علما و مشائخ یہود نے بہت کوشش سے توریت کے احکام و ٹکڑے پھر جمع کیے اور اس مجموعہ پر عمل کرنا شروع کیا کہ یہی لوگ اس کے محافظ تھے لیکن بعد کو وہ ہوا و ہوس میں پھنسے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا لالچ میں آکر رشوتیں لے لے کر حکام کے ڈر سے اس کے خلاف فیصلہ کرنا اور اس میں تحریف کرنا شروع کی جس کی بابت فرمایا جاتا ہے۔ کہ تم اے یہود! لوگوں سے اس کے بدلنے اور چھپانے میں نہ ڈرو، مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت رشوت وغیرہ نہ لو جو اللہ کے اتارے ہوئے پر عمل نہ کرے گا وہ کافر ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جو بطور انکار کے اس پر عمل نہ کرے گا وہ کافر ہے اور جو باوجود اقرار کے عمل نہ کرے گا وہ فاسق ہوگا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: یہ حکم یہود وغیرہ سب کے لیے ہے۔ [مدارک] اور نبیوں سے انبیائے بنی اسرائیل مراد ہیں جو بعد موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے۔ حسن و قتادہ و سدی و زہری کہتے ہیں کہ اس سے حضور بھی مراد ہو سکتے ہیں اور جمع کا صیغہ تشریفاً فرمایا گیا ہے کہ حضور نے یہود پر رجم کا حکم فرمایا تھا اور وہ توراۃ میں موجود تھا۔ انباری کہتے ہیں کہ اس میں اہل کتاب کا رد ہے کہ ان کے انبیا یہودی و نصرانی نہ تھے بلکہ مسلمان تھے اور ﴿فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ﴾ [المائدۃ:۴۴] حکام یہود سے خطاب ہے جو حضور کے زمانہ میں تھے جو رشوتیں لیتے اور احکام الٰہی کے خلاف فیصلہ کرتے اور اوصاف حضور کو چھپاتے تھے اور یہ تینوں آیتیں کفار کے حق میں نازل ہوئی ہیں جیسا کہ حضرت براء بن عازب سے مروی ہے اور ابن عباس و قتادہ کا قول ہے و فیہ اقوال اخر۔ [کما فی الخازن]

(آیت ۴۵) (۳۱) شان نزول:۔ اس کی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ مروی ہے کہ یہود عورت کے بدلے مرد کو قتل نہیں کرتے تھے۔ [مدارک] نیز وہ جرم زنا میں غریب کو سنگسار کرتے تھے اور رئیس کو سو کوڑے مار کر کالا منہ کر کے تشہیر کرتے تھے اور بنی نضیر و بنی قریظہ نے یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ اگر کوئی قریظی کسی نضیری کو عمداً قتل کرتا تو اس کا قصاص لیتے بلکہ ایک کے بدلے دو قتل کرتے۔ [احمدی] اور جو نضیری کسی قریظی کو قتل کرتا تو قصاص نہ دیتے خون بہا دیتے تھے۔ اور قتل خطا میں قریظی نضیری سے دونی دیت لیتے اور نضیری کو اِکہری دیت دیتے چوں کہ یہ تفرق حکم توریت کے بالکل خلاف تھی لہذا اس کے رد و ابطال میں یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان پر توراۃ میں واجب کیا تھا کہ جو کوئی کسی کو قتل کرے یا اس کی آنکھ پھوڑے یا ناک کاٹے یا کان کاٹے یا دانت توڑے

www.waseemziyai.com

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ

پرہیزگاروں کو۔ اور چاہیے کہ انجیل والے حکم کریں اس پر جو اللہ نے اس میں اتارا اور جو

يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ

اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں ف۳۲ اور اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ

سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی

وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ

اور ان پر محافظ و گواہ، تو ان میں فیصلہ کرو اللہ کے اتارے سے اور اے سننے والے!

اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً

ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر، ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت

یا کوئی اور زخم لگائے تو اس کے بدلے میں اس کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جائے یعنی اس سے قصاص لیا جائے اگر ممکن ہو پھر اگر وہ اپنی خوشی سے اس کا بدلہ دے دے یا صاحب حق اسے معاف کر دے تو اس کا یا معاف کرنے والے کا گناہ ساقط ہو جائے گا بلکہ معاف کرنے والے کو اس کا ثواب ملے گا حدیث میں ہے جس نے خون کا یا اس سے کم کا بدلہ نہ لیا معاف کیا تو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا جس دن سے وہ پیدا ہوا۔ [مدارک] طبرانی کی حدیث میں ہے کہ جس نے صدقہ کیا کسی شی کو تو اللہ اس کی برابر اس کے گناہ معاف فرمائے گا اور ترمذی وغیرہ کی حدیث میں ہے جو کسی آدمی کے بدن میں کوئی زخم پہنچائے اور وہ اسے معاف کر دے تو اللہ اس کے بدلہ اس کا درجہ بلند فرماتا ہے اور اس کی خطا کو ساقط کرتا ہے۔ جب کوئی معاملہ قصاص کا حضور کے پاس آتا تو آپ اسے معاف کرنے کو فرماتے۔ [ابوداؤد] بعض نے پہلے معنی اختیار کیے ہیں جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور مجاہد و ابراہیم اور زہری کا بھی یہی قول ہے اور بعض نے دوسرے معنی اختیار کیے ہیں جو ابن عمرو ابن العاص و حسن و شعبی و قتادہ سے مروی ہیں اور بلا تکلف سمجھ میں آتے ہیں اور احادیث مذکورہ اس کی مؤید ہیں۔ باقی ترجمہ۔

تنبیہ: حسن بصری فرماتے ہیں کہ یہ حکم اگرچہ بنی اسرائیل کے لیے تھا مگر ہمارے لیے بھی باقی ہے۔ علمائے اصول کہتے ہیں کہ پچھلی شریعتوں کے احکام غیر منسوخہ پر امت اسلامیہ کو بھی عمل کرنا واجب ہے۔ جیسے اس آیت کا حکم ہے مگر زخم کے بدلے زخم کا حکم نہ دیا جائے گا کہ اس کی مثل بہت مشکل ہے اس میں زیادتی کمی اور موت کا اندیشہ ہے اس کے بدلہ تاوان دلایا جائے گا بہرحال اعضائے زخم کے قصاص میں مماثلت لازمی ہے اگر ممکن ہو تو قصاص ہے ورنہ تاوان۔ [احمدی] اور ﴿اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾ [المائدۃ:۴۵] دلیل ہے اس پر کہ مسلمان ذمی کے بدلے مرد عورت کے بدلے اور آزاد غلام کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ [مدارک] اور اس آیت سے ﴿اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى﴾ [البقرۃ:۱۷۸] امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک منسوخ ہے۔

(آیت ۴۶/۴۷) (۳۲) جب یہودیوں نے توریت میں تحریف کی اور احکام الٰہی اور تعلیم موسوی کو بدلا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مع کتاب کے بھیجا جیسا کہ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے ان نبیوں کے پیچھے ان کے نشان قدم پر عیسیٰ ابن مریم کو توراۃ کی تصدیق کرتا ہوا انجیل دے کر بھیجا جس میں ہدایت و نور ہے اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے، تو انجیل والے اس کے مطابق حکم کریں اور اس پر عمل کریں تو جو اس کے مطابق حکم نہ کرے گا وہی فاسق ہوگا۔

www.waseemziyai.com

وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ

اور راستہ رکھا اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا مگر منظور یہ ہے کہ جو کچھ

فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا

تمہیں دیا اس میں تمہیں آزمائے، تو بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو تم سب کا پھرنا اللہ ہی کی طرف ہے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ

تو وہ تمہیں بتا دے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔ ف۳۳ اور یہ کہ اے مسلمان! اللہ کے

بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ

اتارے پر حکم کر اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور ان سے بچتا رہ کہ

يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ

کہیں تجھے لغزش نہ دے دیں کسی حکم میں جو تیری طرف اترا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو

اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا

کہ اللہ ان کے بعض گناہوں کی سزا ان کو پہنچایا چاہتا ہے، اور بے شک بہت

مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ

آدمی بے حکم ہیں۔ تو کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں؟ اور اللہ

(آیت ۴۸)(۳۳) مطلب یہ ہے کہ جب نصاریٰ نے انجیل میں بھی رد وبدل اور افراط وتفریط کی تو ہم نے اے محبوب تمہاری طرف سچی کتاب اتاری جو اگلی کتابوں کی یعنی توراۃ وانجیل کی تصدیق کرتی ہے اور ان پر محافظ وگواہ ہے تو تم اس کے مطابق ان میں فیصلہ کرو اسے چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت وراستہ رکھا ہے اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک امت کر دیتا ایک راستہ پر رکھتا مگر مقصود تو جدا جدا شریعت کرنے میں یہ تھا کہ جو مختلف شرائع تمہیں دیے ہیں اس میں تمہیں آزمائے تاکہ فرماں بردار نافرمان کا حال کھل جائے کہ وہ ایک شریعت بدلنے کے بعد دوسری شریعت کو مانتا ہے یا نہیں تو تم بھلائیوں کی طرف سبقت کرو کہ تم سب کا پھرنا اللہ ہی کی طرف ہے۔ پس وہ تمہیں بتادے گا جس دینی بات میں تم جھگڑتے تھے اور اس کی ہر اک کو جزا دے گا۔

تنبیہ: آیت میں اگرچہ مخاطب حضور ہیں مگر مراد اس سے امت ہے کہ حضور نے کبھی ان کی خواہش کی پیروی نہ کی اور نہ یہ حضور کی ذات سے ممکن تھا۔ اور لکل جعلنا میں خطاب عام ہے اس سے تینوں امتیں مراد ہیں یعنی امت موسیٰ اور امت عیسیٰ اور امت محمد یہ علیہم السلام تو توریت ایک شریعت اور انجیل ایک شریعت اور قرآن ایک شریعت ہے اور دین سب کا ایک ہے یعنی توحید۔ [قالہ قتادہ] (معالم) اور خیرات سے مراد طاعت الٰہی اور اتباع شرع محمدی ہے۔ جس نے سب شرائع کو منسوخ کیا اور وہ آخری شرع ہے پس اس کی طرف سبقت کرو۔ [ابن کثیر] بعض مبتدعین نے قرآن کے مطابق حکم کرنے کے یہ معنی تراشے ہیں کہ مسلمانوں میں قرآن کے مطابق حکم کرو نہ کفار میں یہ بالکل غلط ہے کہ آیت میں کسی کو مخصوص نہیں کیا گیا ہے اس میں کفار ومسلمان سب داخل ہیں اور معاملات کفار میں بھی قرآن عظیم کے موافق حکم کیا جائے گا بلکہ علمائے عراق کے نزدیک عبادات میں بھی وہ مخاطب ہیں اور یہی معتمد ہے۔ [کمافی ردالمحتار کتاب الجہاد]

www.waseemziyai.com

مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا

سے بہتر کس کا حکم یقین والوں کے لیے۔ ف۳۴ اے ایمان والو!

الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ

یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں جو کوئی ان سے

فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ

دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہیں بے شک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا، اب تم انھیں دیکھو گے

فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا

جن کے دلوں میں آزار ہے کہ یہود و نصاریٰ کی طرف دوڑتے ہیں کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی

دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ

گردش آجائے تو نزدیک ہے کہ اللہ فتح لائے یا اپنی طرف سے کوئی حکم

فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ ؕ وَيَقُوْلُ

پھر اس پر جو اپنے دلوں میں چھپایا تھا پچھتاتے رہ جائیں۔ اور ایمان والے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ

کہتے ہیں کیا یہی ہیں جنھوں نے اللہ کی قسم کھائی تھی اپنے حلف میں پوری کوشش سے

(آیت ۴۹/۵۰) (۳۴) شان نزول ایک بار کعب بن اسید اور عبداللہ بن صوریا اور شاہین ابن قیس آپس میں یہ مشورہ کر کے آئے کہ چلو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہکائیں اور کسی معاملہ میں خلاف حکم قرآنی ان سے فیصلہ کرائیں۔ پس انہوں نے آکر حضور سے کہا کہ آپ ہمیں جانتے ہیں کہ ہم سردار یہود ہیں اگر ہم مسلمان ہو گئے تو سب مسلمان ہو جائیں گے ہماری قوم میں ایک جھگڑا ہے وہ فیصلہ کے لیے آپ کے پاس آئے گا۔ آپ اس میں ہمارے موافق حکم دیں اور مقصود اس سے حضور کو دھوکا دینا تھا نہ ایمان لانا تو حضور نے فرمایا تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ میں حکم الٰہی کے مطابق فیصلہ کروں گا اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ [معالم] مطلب یہ ہے اور یہ کہ اللہ کے اتارے کے مطابق ان کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرو اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو اور ان سے بچتے رہو کہیں وہ تمہیں کسی حکم قرآنی میں دھوکا نہ دیں پھر اگر وہ حکم قرآنی سے منہ پھیریں اس کے خلاف چاہیں تو جان لو کہ اللہ ان کے بعض گناہوں کی سزا ان کو دنیا میں دینا چاہتا ہے۔

تنبیہ: یہاں بھی مخاطب حضور ہیں مگر حکم امت کے لوگوں کو ہے قرآن عظیم کو چھوڑ کر کسی دوسرے قانون کے موافق حکم کرنا حرام ہے بلکہ ابن کثیر نے اسے کفر لکھا ہے اور کہا ہے کہ چنگیز خان نے ایک قانون کی کتاب بنائی تھی اس میں کچھ باتیں شرع موسوی کی اور کچھ شرع عیسوی کی اور کچھ شرع محمدی کی جمع کی تھیں اور اس مجموعہ کا نام یاسق رکھا تھا سلاطین تاتار اسی کے موافق حکم کرتے تھے اس سے قانون مروجہ پر عمل کرنے کا حکم بھی معلوم ہو گیا اللہ مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔

www.waseemziyai.com

اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں؟ ان کا کیا دھرا سب اکارت گیا تو رہ گئے نقصان میں۔ ف۳۵ اے

اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ

ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا

يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ز

کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا، مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت،

يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ

اللہ کی راہ میں لڑیں گے "اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے" یہ

فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا

اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ ف۳۶ تمہارے

(آیت ۵۱ تا ۵۳) (۳۵) شان نزول یہ آیت بروایت عکرمہ حضرت ابولبابہ کے حق میں نازل ہوئی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں بنی قریظہ کے پاس یہ حکم لے کر بھیجا تھا کہ وہ بلا شرط قلعہ سے باہر نکل آئیں اور فیصلہ تسلیم کریں چوں کہ ابولبابہ سے ان کی دوستی تھی انہوں نے ابولبابہ سے پوچھا کہ اگر ہم بلا کسی شرط کے قلعہ سے نکل آئے تو ہمارا انجام کیا ہوگا۔ تو ابولبابہ نے بتقاضائے بشریت اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ذبح کئے جاؤ گے۔ [ابن جریر] اور سدی کہتے ہیں کہ جب واقعہ احد لوگوں پر سخت گذرا تو انہوں نے کفار کے غلبہ کا خوف کیا اور کہا کہ ہم یہود کی امان میں چلے جائیں گے۔ اور بعض نے کہا ہم نصاریٰ کی امان میں چلے جائیں گے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ [سراج وغیرہ] بہر حال اس کا حکم عام ہے اور مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں سے ہوگا اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا بے شک اللہ تعالیٰ بے انصافوں کو کفار سے موالات کرنے والوں کو راہ حق نہیں دکھاتا ہے اب تم انہیں دیکھو گے جن کے دلوں میں آزار ہے۔ یعنی شک و نفاق ہے جیسے عبداللہ ابن ابی وغیرہ منافق کہ یہود و نصاریٰ کی دوستی کی طرف دوڑتے ہیں اور عذر یہ کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی آفت پڑی تو مسلمانوں کی دوستی اس وقت کام نہ آئے گی اللہ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ عنقریب اللہ مسلمانوں کو فتح دے گا یا کوئی حکم اپنی طرف سے منافقوں کے رسوا کرنے کا لائے گا تو اس وقت وہ اپنے نفاق اور موالات کفار پر پچھتائیں گے اور ایمان والے ان کی رسوائی دیکھ کر تعجب سے کہیں گے کیا یہی ہیں وہ جنہوں نے اللہ کی پکی قسم کھائی تھی کہ وہ دین میں ہمارے ساتھ ہیں تمہاری مدد کریں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیہ کریمہ ﴿وَاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ﴾ [الحشر:۱۱] میں ان کا قول حکایت فرمایا ہے تو ایسے لوگوں کا کرا دھرا سب اکارت ہے اور وہ دنیا و آخرت کے نقصان میں رہے کہ دنیا میں رسوائی ہوئی اور آخرت میں عذاب میں مبتلا ہوئے اعمال اکارت گئے۔

تنبیہ: آیت میں فتح سے مراد کلبی کے نزدیک فتح مکہ ہے۔ اور ضحاک کے نزدیک فتح خیبر و فدک ہے اور امر من عندہ سے بنی نضیر وغیرہ کو مدینہ سے نکال دینا ہے۔ [معالم] اور ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾ [المائدۃ:۵۱] میں مخالفین اسلام سے دوستی رکھنے کی بہت سخت وعید و ممانعت ہے۔ یہی حکم آج کل کے بے دین و گمراہ فرقوں سے دوستی رکھنے کا ہے۔

(آیت ۵۴) (۳۶) آیات سابقہ میں یہود و نصاریٰ سے دوستی کرنے کی بہت سختی سے ممانعت کی گئی اتنی کہ جو ان سے دوستی

www.waseemziyai.com

کرے گا وہ انہیں میں سے ہوگا اس آیت میں مرتدوں کے کچھ حالات اور مسلمانوں کو ہدایات ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ اس کے بدلہ ایسے لوگ لائے گا جو اللہ کو پیارے ہوں گے اور اللہ انہیں پیارا ہوگا اور وہ مسلمانوں کے ساتھ نرم اور کفار کے ساتھ سخت ہوں گے جیسا کہ آیت: ﴿أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ [الفتح:۲۹] میں فرمایا گیا ہے۔ اور کسی کی ملامت کا وہ اندیشہ نہ کریں گے یہ اوصاف اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

تنبیہ: آیت میں: ﴿وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ﴾ [البقرۃ:۲۱۷] سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں اور زمانہ خلافت حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں اسلام سے پھر گئے تھے۔ یہ اخبار بالغیب سے ہے کہ اس میں ان گروہوں کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو حضور اور خلفائے حضور کے عہد میں مرتد ہونے والے تھے۔ جو گروہ حضور کی حیات میں مرتد ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک تو اسود عنسی کاہن تھا جس نے اطراف یمن پر قبضہ کرلیا تھا عمال کو وہاں سے نکال دیا تھا حضور نے حضرت معاذ بن جبل کو جو وہاں کے گورنر تھے لکھا کہ اس سے قتال کریں بالآخر وہ فیروز دیلمی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جس رات وہ قتل کیا گیا اس کی خبر بہ ذریعہ وحی حضور کو دی گئی۔ صبح کو حضور نے صحابہ سے فرمایا رات اسود کو ایک مبارک شخص نے قتل کیا اور وہ فیروز ہے۔ بس سب مسلمان خوش ہوئے۔ دوسرے یمامہ میں مسیلمہ کذاب تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کر کے بنو حنیفہ کو اسلام سے پھیر کر اپنا ساتھی بنالیا تھا اور حضور کو خط لکھا تھا حضور نے اس کو جواب دیا تھا جس کا قصہ طویل ہے۔ وحشی قاتل امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسے قتل کیا۔ اور کہا زمانہ جہالت میں میں نے بہترین آدمی کو قتل کیا تھا اور حالت اسلام میں بدترین آدمی کو قتل کیا۔ اور تیسرے طلحہ ابن خویلد تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور بنو اسد کو گمراہ کر کے مسلمانوں سے جنگ کی آخر کو شکست کھا کر ملک شام کو بھاگ گیا مگر آخر میں مسلمان ہوگیا مگر یہ دونوں حیات حضور میں مرتد ہوئے تھے اور عہد صدیقی میں قتل کئے گئے۔ اور زمانہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں قبیلہ فزارہ اور غطفان اور بنو سلیم اور بنو یربوع اور بنو بکر اور بنو کندہ اور بنو تمیم اسلام سے پھر گئے تھے حضرت صدیق اکبر نے ان پر بسرداری حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کشی کر کے زیر کیا جن کے قصے طویل ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جب کہ جبلہ ابن ایہم غسانی مع اپنی قوم کے مرتد ہو کر روم چلا گیا تھا اور اس کے مرتد ہونے کا قصہ بھی طویل ہے۔ [سراج] اور ﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ [المائدۃ:۵۴] سے کون لوگ مراد ہیں اس میں مختلف اقوال ہیں حاکم وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ حضور نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ اس کی قوم ہے۔ [جلالین] یعنی اشعریین جو اہل یمن میں سے تھے بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ فرمایا حضور نے تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں جو رقیق چشم اور نرم دل ہیں ایمان کے ساتھ۔ الایمان یمان والحکمۃ یمانیہ اور یہ بھی روایت ہے کہ حضور سے ان کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے حضرت سلمان کے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ وہ یہ ہے اور اس کے ساتھی پھر فرمایا اگر اسلام ثریا۔ [ستارہ] سے معلق ہوتا تو بھی اسے فارس کے بیٹوں میں سے بعض پالیتے۔ [سراج] علما فرماتے ہیں کہ اس سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ابنائے فارس سے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک اس سے اہل قادسیہ مراد ہیں۔ مجاہد کے نزدیک شہر سبا کی ایک قوم مراد ہے۔ سعید ابن جبیر کے نزدیک کندہ کی قوم مراد ہے۔ محمد ابن کعب کہتے ہیں: اس سے قریش کے وہ لوگ مراد ہیں جو سچے اور پکے مسلمان تھے۔ حضرت علی وقتادہ وحسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ اس سے صدیق اکبر اور ان کے ساتھی مراد ہیں کہ آیت کا نزول انہیں کے متعلق ہے کہ انہوں نے مرتدوں کو قتل کر کے فتنہ ارتداد کو مٹایا۔ [معالم] مگر آیت کے حکم میں ہر وہ مسلمان داخل ہے جس میں اوصاف مذکورہ پائے جائیں۔ اور اللہ کو بندہ سے محبت رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اسے بہترین ثواب دیتا ہے اور اسے بزرگی عطا فرماتا ہے اور اس کی تعریف کرتا ہے۔ اور بندہ کو اللہ سے محبت رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اللہ کی طاعت کرے اس کی رضا جوئی میں رہے۔ وہ کام نہ کرے جس سے خدا ناراض ہو۔ [سراج وغیرہ]

www.waseemziyai.com

وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ ع ۸ ۱۲

اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔ ف۳۷ اے

اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ

ایمان والو! جنھوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنا لیا ہے وہ جو تم سے پہلے

اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ

کتاب دیے گئے اور اور کافر ان میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ

ایمان رکھتے ہو اور جب تم نماز کے لیے اذان دو تو اسے ہنسی کھیل بناتے ہیں

(آیت ۵۵/۵۶) (۳۷) شان نزول اس کی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مروی ہے کہ جب آیۃ: ﴿لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اَوْلِيَاءَ﴾ [المائدۃ:۵۱] نازل ہوئی تو مسلمانوں نے ان سے میل جول ترک کیا انہوں نے بھی مسلمانوں سے ملنا چھوڑ دیا۔ عبداللہ ابن سلام نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ہماری قوم نے ہمیں چھوڑ دیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور حضور نے ان پر پڑھی تو انھوں نے کہا کہ میں اللہ کے رب اور آپ کے رسول اور مسلمانوں کے دوست ہونے پر راضی ہوں۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عبادہ کے حق میں نازل ہوئی انہوں نے یہود کی دوستی ترک کر دی تھی اور کہا تھا کہ میں اللہ و رسول سے موالات کرتا ہوں۔ [خازن] مگر عام نزول خاص سے اولیٰ ہے جیسا کہ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب کہ ان سے اس آیت کے متعلق سوال کیا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں تو فرمایا مومن مراد ہیں تو سائل نے کہا کہ لوگ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہتے ہیں فرمایا وہ بھی مومنوں میں ہیں۔ [خازن و معالم] اور یہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت تمام مومنین کے حق میں نازل ہوئی اور حضرت علی ان میں داخل ہیں۔ [ابن کثیر بروایت ابن مردویہ] اور بعض نے بروایت ابن ابی حاتم و ابن جریر اس کی شان نزول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قرار دیا ہے کہ انہوں نے حالت رکوع میں سائل کو اپنی انگوٹھی اتار کر دیدی تھی مگر ابن کثیر و مفسر سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے اس کی تضعیف کی اور امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے بچند وجوہ غیر صحیح بتایا ہے۔ (۱) یہ کہ تاخیر زکاۃ ناجائز ہے نماز میں انگوٹھی دینے سے ادائے زکاۃ میں تاخیر معلوم ہوتی ہے جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی ذات سے بعید ہے اور اس سے صدقہ نافلہ مراد لینا خلاف اصل ہے۔ (۲) نماز پڑھتے میں انگوٹھی دینا اور سائل کی طرف توجہ کرنا خشوع نماز کے منافی ہے جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی شان سے مستبعد ہے۔ (۳) نماز پڑھتے میں انگوٹھی اتار کر دینا عمل کثیر مفسد نماز ہے حضرت علی کی ذات گرامی سے اس کا سرزد ہونا قابل یقین نہیں۔ (۴) حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حیات حضور میں کبھی صاحب نصاب نہ ہوئے کہ زکاۃ

www.waseemziyai.com

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ

یہ اس لیے کہ وہ نرے بے عقل لوگ ہیں۔ ف۳۸ تم فرماؤ اے کتابیو! تمہیں ہمارا کیا برا لگا

مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ

یہی نہ کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور اس پر جو

قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ

پہلے اترا اور یہ کہ تم میں اکثر بے حکم ہیں۔ تم فرماؤ کیا میں بتادوں جو اللہ کے یہاں

ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ

اس سے بدتر درجے میں ہے وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا

وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ

اور ان میں سے کر دیے بندر اور سور اور شیطان کے پوجاری، ان کا ٹھکانا زیادہ برا

مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ

ہے اور یہ سیدھی راہ سے زیادہ بہکے۔ اور جب تمہارے پاس آئیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور

دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا

وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر، اور اللہ خوب جانتا ہے جو

يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

چھپا رہے ہیں۔ اور ان میں تم بہتوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی

وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾ لَوْلَا يَنْهٰهُمُ

اور حرام خوری پر دوڑتے ہیں، بے شک بہت ہی برے کام کررہے ہیں۔ انھیں کیوں نہیں منع کرتے

میں انگوٹھی دیتے صاحب مدارک بیضاوی وغیرہ نے بھی اسے "قیل" سے تعبیر کیا ہے پھر اس کی تاویل کی ہے۔ بہرحال آیت کا مطلب ہے کہ تمہارے دوست، اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے اور زکاۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں انہیں کو تم اپنا دوست بناؤ نہ اپنی قوم کو۔ ان کے چھٹ جانے کا کوئی غم نہ کرو کہ جو اللہ و رسول اور مسلمانوں کو دوست بنائے وہ اللہ کے گروہ سے ہے اور اللہ ہی کا گروہ سب پر غالب ہے کہ اللہ اس کی اعانت و مدد کرتا ہے۔

(آیت ۵۸/۵۷) (۳۸) شان نزول: کلبی سے روایت ہے کہ جب مسلمان نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو یہودی کہتے کہ یہ کھڑے ہیں خدا انہیں کبھی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا نصیب نہ کرے اور جب رکوع و سجدہ کرتے تو ہنستے اور مذاق اڑاتے۔ رواہ ابن ابی حاتم وغیرہ یونہی مدینہ میں ایک عیسائی رہتا تھا جب اذان میں حضور کا نام سنتا تو جل کر کہتا یہ جھوٹا جل جائے۔ ایک رات وہ اور اس کے گھر والے

www.waseemziyai.com

سور ہے تھے خادم آگ لے کر آیا کہیں ایک چنگاری گر گئی اس سے تمام گھر بار جل کر بھسم ہو گیا۔[رواہ الطبرانی وہو مروی عن السدی] اسی طرح رفاعہ ابن زید اور سوید ابن حارث بظاہر مسلمان بنتے تھے اور دل میں نفاق رکھتے تھے اور بعض مسلمان ان سے دوستی رکھتے تھے وھو قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما. ان تینوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور ان سے مسلمانوں کو میل جول رکھنے کی ممانعت فرمائی گئی۔[سراج ومعالم] مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم یہود و نصاریٰ اور کفار کو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنالیا ہے دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم ایمان رکھتے ہو کہ ایمان کا مقتضا یہی ہے۔ اور جب تم نماز کے لیے اذان دیتے ہو تو وہ اسے ہنسی کھیل بناتے ہیں اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور یہ اس لیے کہ وہ نرے بے عقل ہیں کہ دینی بات کا ہنسی کھیل بنانا عقلمند کا کام نہیں۔

تنبیہ: ﴿إذا ناديتم﴾ سے نماز کے لیے اذان دینا ثابت ہے۔[مدارک واحمدی] اور وہ پانچوں نمازوں اور جُمعہ کے لیے سنت مؤکدہ قریب بواجب ہے اس کا ترک گناہ ہے امام محمد و امام ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک جس شہر کے لوگ بالاتفاق اذان کہنا چھوڑ دیں تو انہیں مارنا اور قید کرنا حلال ہے۔ اور اذان کے شروع ہونے کا پہلا سبب تو حضرت جبریل علیہ السلام کا اذان کہنا ہے جب حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج مسجد اقصیٰ میں باجماعت انبیا علیہم السلام نماز پڑھی امامت فرمائی اور ان سب نے حضور کی اقتدا کی۔ مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کا یہی راز تھا کہ حضور کا فضل و شرف سب پر ظاہر و عیاں ہو جائے حضرت مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

اور دوسرا سبب اس کا حضرت عبداللہ ابن زید اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب میں دیکھنا ہے کہ ایک فرشتے نے آسمان سے اتر کر اذان کہی پس انہوں نے حضور سے آکر خواب عرض کی فرمایا سچی ہے۔ اور اس طرح اذان دینے کا حکم فرمایا: (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ والدارمی) نماز کے لیے اذان کہنے کے علاوہ بھی بعض جگہ اذان کہنا مسنون و مستحب ہے، جیسے بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کے کان میں اذان کہنا مسنون ہے۔ حضور نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کان میں اذان کہی: (رواہ الترمذی وابوداؤد) اور ابو یعلی کی حدیث میں ہے جس نے بچہ پیدا ہونے کے بعد بچہ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اس کو ام الصبیان ضرر نہ دے گا۔[جامع الصغیر] اور خطیب اور ابونعیم دلائل میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ مجھے ام فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ جب میں حضور پر گزری تو حضور نے مجھ سے فرمایا کہ تیرے پیٹ میں لڑکا ہے جب تو اسے جنے تو میرے پاس لانا۔ پس میں نے اسے جنا تو حضور کی خدمت میں لے کر گئی پس حضور نے اس کے داہنی کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور اپنا لعاب دہن اسے چٹایا۔

تنبیہ: اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علاوہ دیگر علوم غیبیہ کے اپنے علوم خمسہ مخصوصہ میں سے علم مافی الارحام بھی عطا فرمایا تھا پیٹ میں لڑکا یا لڑکی ہونے کا بھی علم دیا تھا، بلکہ بقیہ علوم مخصوصہ بھی حضور کو عطا فرمائے تھے یعنی علم قیام قیامت، اور روح، اور کل کیا ہوگا، اور پانی کب برسے گا اور کون کہاں اور کب مرے گا۔ ان میں سے بعض کو حضور نے ظاہر فرمایا اور بعض کو بمصلحت و امر الٰہی چھپایا۔ اس کی تصریح خصائص کبریٰ شریف میں کی گئی ہے مگر وہابیہ اس کا مطلقاً انکار کرتے ہیں اور اس کے ماننے والے پر سرک و کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں "وما ھو إلا الضلال" میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر بھی اذان کہنا مندوب و مستحب ہے۔ ردالمحتار میں ہے: "ویندب عند انزال المیت القبر الخ". یعنی میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنا مندوب ہے۔ بلکہ بعض علما نے اسے اس معنی کر سنت کہا ہے کہ وہ فرد سنت ہے اور اس کی اصل سنت سے ثابت ہے اور ممانعت ثابت نہیں ہے۔ اور جس شی کی اصل شرع میں پائی جائے اور ممانعت نہ پائی جائے وہ یقیناً جائز و روا ہے۔ اسی لیے دیگر علما نے اسے مندوب و مستحب لکھا ہے۔ اور اس میں میت کے لیے بہت سے فائدے ہیں۔ وہابیہ اسے بدعت کہتے اور ناجائز بتاتے ہیں۔ یاد رکھو کہ بدعت دین میں ہر نئی نکالی ہوئی بات کو کہتے ہیں۔

www.waseemziyai.com

پس اگر اس بات کی کوئی اصل شرع میں پائی جائے اور وہ مفید و موافق دین ہو وہ بدعت حسنہ ہے۔ اس پر نکالنے والے اور عمل کرنے والے کو ثواب ملتا ہے اور جس بات کی کوئی اصل شرع میں نہ پائی جائے اور نہ اس میں کوئی دینی نفع اور بھلائی ہو بلکہ وہ معارض و مخالف شرع ہو وہ بدعت سیئہ ہے اسکا نکالنے والا اور اس پر عمل کرنے والا دونوں گنہ گار اور مستحق عذاب نار ہوتے ہیں حدیث "من سن سنة حسنة الخ" کا یہی مطلب ہے۔ اور اذان قبر کی اصل شرع میں موجود ہے اور اس میں میت کے لیے بہت فائدے ہیں تو وہ کیسے ناجائز و گناہ ہو سکتی ہے زیادہ سے زیادہ بدعت حسنہ ہوگی۔ جیسے اور بہت سی دین میں نکالی ہوئی باتیں جن پر خود وہابیہ رات دن عمل کرتے ہیں بلکہ خود ایجاد کرتے ہیں جیسے جمعیت علماء وہابیہ نے اپنے اجلاس میں علما کے آنے کے وقت نعرہ لگانا ایجاد کیا جو پہلے نہ تھا یہ بدعت و ناجائز نہ ہوا یہ وہابیہ کی ہٹ دھرمی ہے کہ جو بات خود کریں وہ جائز اور جو سنی کریں وہ بدعت و ناجائز ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾ [الشعراء: ۲۲۷] اب ذرا اس کی اصل اور اس میں میت کے لیے فائدے بھی دیکھیے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور سوال نکرین ہوتا ہے اس وقت شیطان خلل انداز ہوتا ہے اور جواب نکیرین میں بہکاتا ہے لہذا میت کو جواب نکیرین میں ثابت قدم رکھنے کا حکم اور شیطان کو وہاں سے دفع کرنے کی تدبیر ضروری ہے۔ اور صحیح بخاری میں آیا ہے کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے وہ اذان کی آواز سن کر گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے بلکہ ایک حدیث میں آیا ہے جہاں کہیں شیطان کا کھٹکا ہو وہاں اذان کہو بھاگ جائے گا تو اذان قبر خاص حدیثوں سے مستنبط اور حکم شرع کے مطابق اور اعانت و امداد مسلم ہر حال میں واجب خصوصاً اس بے کسی و تنہائی کے عالم میں۔ (۲) حدیث میں ہے کہ حضور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر دفن کے بعد دیر تک تسبیح و تکبیر فرماتے رہے۔ صحابہ کرام نے حضور سے اس کا سبب پوچھا فرمایا: اس نیک مرد پر قبر تنگ ہوئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کشادہ فرمائی اور تکلیف دور کی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خود حضور دیر تک اللہ اکبر فرماتے رہے۔ یہی کلمہ اس اذان میں چھ بار کہا جاتا ہے باقی الفاظ اذان وہ نہ کچھ مضر اور نہ اس امر مسنون کے منافی ہیں بلکہ مفید ہیں کہ ذکر الٰہی ہیں اور ذکر الٰہی مورد رحمت جس کی میت کو اس وقت سخت ضرورت۔ (۳) مرتے وقت کلمہ طیبہ سکھانے یاد دلانے کا حکم دیا تا کہ ایمان پر خاتمہ ہو اور شیطان کے بہکانے سے محفوظ رہے۔ تو بعد مرنے دفن کرنے کے بھی مردہ کو کلمہ سکھانے اور جواب دلانے کا حکم دیا تا کہ ایمان پر خاتمہ ہو اور شیطان کے بہکانے سے بچانے کے لیے اس کی بہت ضرورت اور اذان میں یہی کلمہ تین جگہ مذکور ہے اور اس کے کلمات جواب نکیرین سکھانے والے ہیں کہ وہ تین سوال کرتے ہیں۔ (۱) تیرا رب کون ہے۔ (۲) تیرا دین کیا ہے۔ (۳) تو اس شخص کے متعلق کیا کہتا تھا۔ پس اذان سن کر ان تینوں باتوں کے جواب مردہ کو یاد آجائیں گے کہ پہلے سوال کا جواب اللہ اکبر میں ہے اور دوسرے کا جواب حی علی الصلوٰۃ میں ہے کہ میرا دین وہ ہے جس میں نماز فرض تھی اور تیسرا جواب اشهد أن محمدا رسول الله ہے کہ میں انہیں اللہ کا رسول جانتا تھا۔ تو اذان قبر سے مردہ کو کس قدر عظیم فائدہ ہوگا کہ وہ اسے سن کر شیطان کے دھوکہ سے بچے گا نکیرین کے صحیح جواب دے کر قیامت تک چین و آرام سے قبر میں سوئے گا عذاب قبر اور تنگی گور سے محفوظ رہے گا تو کس قدر بدنصیب ہے وہ جس کے مردے اس سے محروم ہیں۔ (۴) حدیث میں ہے کہ میت کے لیے استغفار کرنا اور جواب نکیرین میں ثابت قدم رہنے کی دعا کرنا چاہیے اور اذان کے بعد کی دعا رد نہیں ہوتی ہے تو اذان کہہ کر میت کے لیے دعا کرنا زیادہ مفید و مقبول۔ (۵) اذان اللہ اور اللہ کے رسول کے ذکر پر مشتمل ہے اور اللہ و رسول کا ذکر دافع عذاب الٰہی اور مورد رحمت و مغفرت الٰہی ہے جس کی میت کو اس وقت اشد ضرورت ہے اور ذکر الٰہی کے لیے کوئی وقت و جگہ و حال مقرر نہیں ہے تو قبر پر اذان کہنا شرعاً جائز و محبوب و مرغوب و نافع و دافع بلکہ خود اذان کی بابت حدیث میں آیا ہے کہ جس جگہ وہ ہوگی وہ جگہ اس روز عذاب الٰہی سے محفوظ رہے گی۔ كذا في ايذان الأجر في أذان القبر۔ مصنفہ حضرت مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

www.waseemziyai.com

الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ

ان کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے، بے شک

مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ

بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔ ف۳۹ اور یہودی بولے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، انہیں کے

اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ

ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے سے لعنت ہے بلکہ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں عطا فرماتا ہے

كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ

جیسے چاہے اور اے محبوب! یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا

طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ

اس سے ان میں بہتوں کے شرارت اور کفر میں ترقی ہوگی اور ان میں ہم نے قیامت تک آپس میں

الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ

دشمنی اور بیر ڈال دیا، جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور

(آیت ۵۹ تا ۶۳)(۳۹)۔شان نزول: ایک بار ابو یاسر وغیرہ یہودیوں نے حضور سے پوچھا کہ آپ کا ایمان کن کن رسولوں پر ہے اور کن کن چیزوں پر ہے؟ فرمایا اللہ اور اس کے تمام نبیوں پر۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لیا تو یہود بولے ہم ان کو نبی نہیں مانتے اور جو انہیں نبی مانے اسے بھی ہم نبی نہیں مانتے ہمارے نزدیک تمہارے دین سے کوئی دین بدتر نہیں ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [معالم وخازن وسراج وہو مروی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما] اور ﴿واذا جاء و کم﴾ منافق یہود کے حق میں نازل ہوئی جو اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے تھے اور حقیقت میں مسلمان نہ تھے۔ [مدارک وخازن] مطلب یہ ہے کہ اے نبی! تم کتابیوں سے جو دین کی ہنسی بناتے ہیں فرمادو کہ تمہیں ہمارا یہی کہنا برا لگا کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہم پر اترا یعنی قرآن اور اس پر جو اس سے پہلے انبیا پر اترا یعنی توراۃ وانجیل وغیرہ اور یہ کہ اکثر تم میں کے بے حکم و نافرمان ہیں کہ حرام کھاتے رشوتیں لیتے ہیں ریاست کے لالچ میں دین باطل پر قائم ہیں پھر ان کے جواب میں فرمایا کہ اے نبی تم ان سے فرمادو کیا میں تمہیں ان لوگوں کو بتادوں جو اللہ کے یہاں اس سے بھی بدتر درجہ ہیں وہ وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور غضب فرمایا اور ان میں سے سور و بندر اور شیطان کے پجاری کردیئے ان کا ٹھکانا بہت برا ہے اور یہ سیدھی راہ سے زیادہ بہکے ہوئے ہیں۔ اور وہ جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے حالاں کہ وہ آتے وقت بھی کافر تھے۔ اور ان میں تم بہتوں کو دیکھو گے کہ وہ گناہ اور زیادتی اور حرام خوری پر دوڑتے ہیں بے شک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں انہیں ان کے پادری علما فقرا اس سے کیوں نہیں منع کرتے ہیں یہ علما کا منع نہ کرنا بہت برا فعل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ قرآن بھر میں یہ سخت تر آیت ہے اور ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ قرآن میں کوئی خوف کی آیت نہیں ہے۔ [سراج]

تنبیہ: جن پر خدا نے لعنت وغضب فرمایا وہ یہود ہیں اور جنہیں ان میں سے بندر کردیا وہ اصحاب سبت ہیں اور جو سور کردیئے گئے وہ اہل مائدہ امت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور ابن عباس سے مروی ہے کہ دونوں مسخ اصحاب سبت میں ہوئے کہ ان کے جوانوں کو بندر

www.waseemziyai.com

فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَوْ اَنَّ

زمین میں فساد کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں، اور اللہ فسادیوں کو نہیں چاہتا۔ اور اگر

اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ

کتاب والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ اتار دیتے اور ضرور انھیں

جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ

چین کے باغوں میں لے جاتے۔ اور اگر قائم رکھتے توریت اور انجیل اور جو کچھ

اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ

ان کی طرف ان کے رب سے اترا تو انھیں رزق ملتا اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے،

مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ يٰٓاَيُّهَا ع ۹ ۱۰ ۱۳

ان میں کوئی گروہ اعتدال پر ہے اور ان میں اکثر بہت ہی برے کام کر رہے ہیں ف۴۰ اے

اور بوڑھوں کو سور کیا گیا۔ اور شیطان کے پجاری وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس کے بہکانے سے گائے کے بچہ کی پوجا کی تھی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ عبدالطاغوت سے کاہنوں کے ماننے والے اور ان کے قول کو سچا جان کر معصیت الٰہی میں پڑنے والے مراد ہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے یہود کو عار دلائی اور انہیں اے سور اور بندروں کے بھائی کہا تو انہوں نے شرم سے سر جھکا لیا۔ [سراج وغیرہ] اور مثوبۃ کے معنی اگرچہ ثواب کے ہیں مگر یہاں بطور طعن بمعنی عذاب کے استعمال کیا ہے جیسا کہ ﴿فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ [ال عمران:۲۱] میں عذاب کو بشارت کہا گیا ہے اور ﴿لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ﴾ [المائدۃ:۶۳] میں علما ومشائخ کو تنبیہ ہے کہ وہ لوگوں کو برے کاموں اور حرام خوری سے روکیں ورنہ وہ خود گنہ گار ہوں گے کہ نہی عن المنکر واجب ہے اور وہ انہوں نے نہ کی اور کیسے کرتے کہ وہ خود حرام خوری رشوت ستانی وغیرہ میں آلودہ تھے۔ اس میں مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ وہ یہود ونصاریٰ جیسی روش اختیار نہ کریں ورنہ وہ بھی عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔ حدیث میں ہے جو کوئی کسی قوم کو گناہ کرتے دیکھ کر بشرط قدرت منع نہ کرے گا وہ بھی عذاب الٰہی میں مبتلا ہوگا۔ [رواہ احمد وابوداؤد] حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ تم سے اگلے لوگ اسی وجہ سے برباد ہوئے کہ ان کے علما وفقہا نے انھیں منع نہیں کیا یہاں تک کہ وہ معاصی میں پڑے۔ [ابن ابی حاتم]

(آیت ۶۴ تا ۶۶) (۴۰) شان نزول: جب اللہ تعالیٰ نے یہود کی سرکشی ونافرمانی اور حضور کی تکذیب کے سبب ان کے رزق میں کمی کی ان کی آمدنی کم ہوگئی بسا اوقات مشکل سے ہونے لگے اس سے پہلے وہ بہت مالدار وفارغ البال تھے۔ [مدارک] تو وہ جل کر کہنے لگے کہ اللہ کا ہاتھ بند ہوگیا ہے چناں چہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فنحاص یہودی نے جو بنی قینقاع کا سردار تھا نہایت گستاخی سے کہا کہ اب خدا کا ہاتھ بند ہوگیا ہے یعنی وہ کنجوس ہوگیا یا فقیر ہوگیا ہے جیسا کہ اسی نے ﴿إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ﴾ [ال عمران:۱۸۱] کہا تھا اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے تھپڑ مارا تھا کما مر۔ اس پر اور یہودی بھی خوش ہوئے تھے اور عکرمہ کی روایت میں اس کا قائل فنحاص ابن قیس ہے۔ [ابن کثیر] اس کے قول کی تردید اور جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ جب یہود نے کہا کہ خدا کا ہاتھ بند ہوگیا ہے یعنی ہمیں رزق دینے میں کنجوسی کرنے لگا ہے تو اللہ نے جواب میں فرمایا کہ ان کے ہاتھ باندھے جائیں یعنی وہ بخیل ہوجائیں اور ان پر لعنت ہے اس کہنے سے بلکہ اللہ کے ہاتھ کشادہ ہیں یعنی وہ بہت جوادو

www.waseemziyai.com

الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا

رسول! پہنچادو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے

بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي

اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا، اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے بے شک اللہ کافروں کو

الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى

راہ نہیں دیتا۔ ف۱۴۱ تم فرمادو اے کتابیو! تم کچھ بھی نہیں ہو جب تک

تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ

نہ قائم کرو توریت اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا

کریم ہے اور دینے والا ہے جسے جس قدر چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اے محبوب! یہ قرآن تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے اترا ہے اس سے ان کے بہتوں کے شرارت وکفر میں زیادتی ہوگئی اور انکے آپس میں ہم نے قیامت کے لیے بیر ودشمنی ڈال دی ہے کہ ہر ایک اور ہر فرقہ ان میں کا دوسرے کے خلاف ہے یہ جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھاتا ہے یعنی یہ جب مسلمانوں سے لڑنا چاہتے ہیں تو اللہ مسلمانوں کی مدد کرتا ہے اور ان میں نااتفاقی ڈال کر اسے ٹھنڈا کرتا ہے۔ یا یہ معنی ہیں کہ یہ جب کسی سے لڑتے ہیں مغلوب ہوتے ہیں اور جب فساد پھیلاتے ہیں تو ان پر کوئی نہ کوئی شخص مسلط کیا جاتا ہے کہ انہیں تباہ وبرباد کرتا ہے، جیسے پہلی بار بخت نصر نے انہیں تباہ و برباد کیا پھر فساد پھیلایا تو رومیوں نے قتل وغارت کیا پھر فساد پھیلایا تو مجوس ان پر مسلط کئے گئے پھر فساد پھیلایا تو مسلمان ان پر مسلط کئے گئے۔ [بیضاوی] اور یہ زمین میں فساد پھیلانے کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں اور اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا ہے انہیں اس کی سزا دے گا۔ اگر وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاتے اور کفر نہ کرتے تو اللہ ان کے گناہ بخشتا اور انہیں مسلمانوں کے ساتھ قیامت کے دن جنت میں داخل کرتا اس سے معلوم ہوا کہ جو کتابی آپ پر ایمان نہ لائے گا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور جو وہ توراۃ وانجیل وغیرہ کتب منزلہ کے احکام پر عمل کرتے تو وہ نیچے اوپر سے کھاتے یعنی ان پر اس قدر رزق وسیع ہوتا کہ ہر طرف سے ملتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کے لیے رزق آسمان سے برستا اور زمین سے اگتا یعنی آسمان سے پانی برستا جس سے پھل تر کاریاں غلہ زیادہ پیدا ہوتا اور زمین خوب اگاتی فراخ سالی ہوتی خشک سالی نہ رہتی ان میں سے تھوڑے اعتدال پر ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں جیسے عبداللہ بن سلام اور نجاشی اور ان کے ساتھی اور بہت سے ان میں بہت برے کام کرتے ہیں۔

تنبیہ: آیت میں ﴿يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ﴾ [المائدۃ:۶۴] کنایہ بخل سے ہے اور ﴿يَدَاهُ مَبْسُوْطَتَانِ﴾ کنایہ جود وکرم سے ہے جیسا آیت: ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ﴾ الخ [الاسریٰ:۲۹] میں فرمایا گیا ہے اور آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ کی اطاعت سے رزق میں زیادتی ہوتی ہے اور آسمان وزمین سے برکتیں نازل ہوتی ہیں اور ایسی جگہ سے رزق ملتا ہے جو گمان میں بھی نہ ہو۔ جیسا کہ آیت: ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا﴾ الخ [الاعراف:۹۶] میں فرمایا گیا ہے۔ [مدارک]

(آیت ۶۷) (۴۱) شان نزول: جب آیت تخییر یعنی ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ﴾ الخ [الاحزاب:۲۸] نازل ہوئی تو حضور نے اسے ان پر اس خیال سے نہ پڑھا کہ کہیں وہ دنیا کو اختیار نہ کرلیں پس یہ آیت نازل ہوئی۔ [سراج] علاوہ اس کے اور بھی شان نزول اس کی مروی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے رسول جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر اترا ہے وہ انہیں پہنچادو ایسا نہ ہو کہ تم اس میں سے کچھ حصہ کسی خوف کی وجہ سے انہیں نہ پہنچاؤ اگر تم نے ایسا کیا تو تم نے پوری تبلیغ نہ کی کہ بعض کو چھپانا مثل کل کے چھپانے کے ہے

www.waseemziyai.com

وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا

اور بے شک اے محبوب! وہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اس سے ان میں بہتوں کو شرارت

وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور کفر کی اور ترقی ہوگی، تو تم کافروں کا غم کچھ نہ کھاؤ۔ بے شک وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

اور اسی طرح یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی ان میں جو کوئی سچے دل سے اللہ و قیامت پر

الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدْ

ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔ ف۴۲ بے شک

چناں چہ حضور نے کبھی کوئی وحی نہیں چھپائی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جو وحی کے چھپانے کا گمان کرے وہ جھوٹا ہے۔ [صحیحین] ہارون اپنے باپ سے راوی کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی نے آکر کہا کہ ہمارے پاس بعض لوگ آکر کہتے ہیں کہ تم اہل بیت کے پاس کچھ ایسی باتیں ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسروں پر ظاہر نہیں فرمایا ہے تو حضرت عبداللہ نے فرمایا ارے تو اتنا نہیں جانتا کہ اللہ نے ما انزل إليك فرمایا ہے خدا کی قسم ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیاہی میں سفیدی کے بقدر بھی نہیں دیا۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ ابن کثیر نے اسے جیدالاسناد کہا ہے۔ ابو جوفہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے پوچھا کیا آپ کے پاس کچھ ایسی وحی بھی ہے جو قرآن میں نہیں ہے فرمایا خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ [بخاری] تو جو یہ گمان کرتے ہیں کہ اہل بیت کے پاس کچھ خفیہ باتیں تھیں اور مصحف فاطمہ و مصحف علی ہونے کے قائل ہیں وہ جھوٹے مفتری ہیں۔ جب یہ آیۃ نازل ہوئی تو حضور نے باقتضائے بشر بارگاہ الٰہی میں عرض کی الٰہی میں اکیلا ہوں اور دشمن چاروں طرف گھیرے ہوئے ہیں تو حضور کی تسکین خاطر کے لیے فرمایا گیا کہ اللہ تمہاری حفاظت و نگہبانی کرے گا۔ دشمن تمہاری جان کو ضرر و نقصان نہ پہنچا سکیں گے کہ اللہ کافروں کو راہ نہیں دکھاتا ہے اس آیہ کے نزول سے پہلے حضور کافروں سے مطمئن نہ تھے خصوصاً یہود سے کہ وہ مار آستین تھے ہر وقت حضور کی جان لینے کی فکر میں لگے رہتے تھے اس لیے شب کو صحابہ کرام باری باری سے پہرا دیتے تھے جنگ احد کے بعد جب رات کو یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے ان سے فرمایا اے لوگو! اب اپنے اپنے گھر جاؤ میرا محافظ و نگہبان خدا ہے اور اس روز سے چوکی پہرا حضور نے موقوف فرمایا رواہ الحاکم واحمد و ترمذی۔ [ابن کثیر وغیرہ] یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب حضور کا خدا نگہبان تھا تو جنگ احد میں زخمی کیسے ہوئے کہ آیت میں حفاظت جان کا وعدہ فرمایا گیا ہے نہ زخم وغیرہ تکالیف سے محفوظ رکھنے کا کہ انبیا کی انواع بلا سے آزمائش ہوتی ہے چناں چہ جب کبھی کسی نے حضور کی جان لینا چاہی اللہ نے اس کے ہاتھ سے حضور کو بچایا جیسا کہ متعدد آیات میں آیا ہے بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت احد میں زخمی ہونے کے بعد نازل ہوئی کہ سورہ مائدہ نزول میں سب سے آخر ہے بیضاوی نے لکھا ہے کہ شاید یہ آیت احکام الٰہی متعلقہ عباد کے متعلق ہے نہ اسرار الٰہی کے متعلق جس کا ظاہر کرنا ممنوع تھا۔

(آیت ۶۸/۶۹) (۴۲) شان نزول: ایک بار سلام ابن مشکم وغیرہ یہود نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ تم اپنے آپ کو ملت ابراہیمی پر بتاتے ہو اور ہماری کتاب پر ایمان لانے کو ضروری کہتے ہو پھر ہمیں کافر کیوں کہتے ہو فرمایا تم نے اپنی کتاب میں تحریف کی اور احکام الٰہی چھپائے تو یہودی بولے کہ ہم تو حق و صداقت پر ہیں اور اپنے دین پر قائم ہیں تو ان کے رد میں یہ آیت نازل

www.waseemziyai.com

اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا

ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے، جب

جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا

کبھی ان کے پاس کوئی رسول وہ بات لے کر آیا جو ان کے نفس کی خواہش نہ تھی ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ

يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ

کو شہید کرتے ہیں اور اس گمان میں رہے کہ کوئی سزا نہ ہوگی تو اندھے اور بہرے ہو گئے پھر اللہ نے

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ

ان کی توبہ قبول کی پھر ان میں بہتیرے اندھے بہرے ہو گئے، اور اللہ ان کے کام

بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ

دیکھ رہا ہے۔ ق۱۴ بے شک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح

ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ

مریم کا بیٹا ہے اور مسیح نے تو یہ کہا تھا اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو

رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

جو میرا رب اور تمہارا رب، بے شک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت

ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! تم ان سے فرمادو کہ اے کتابیو تم کچھ بھی نہیں ہو یعنی کسی دین پر بھی نہیں ہو جب تک کہ تم توریت وانجیل وغیرہ کتب سماویہ کو قائم نہ کرو یعنی ان کے احکام پر پورطور سے عمل نہ کرو اور مجھ پر ایمان نہ لاؤ جس کا حکم اس میں مذکور ہے۔ اور بے شک اے محبوب! جو قرآن تمہارے رب کی طرف سے تم پر اترا ہے اس سے ان میں سے بہتوں کی شرارت اور کفر میں ترقی ہوگئی کہ جب کوئی آیت نازل ہوگی انکار کریں گے پس وہ باعث زیادتی کفر ہوگی پس تم کافروں کے ایمان نہ لانے کا غم نہ کرو بے شک جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں یعنی منافق اور جو یہودی اور نصرانی اور ستارہ پرست ہیں ان میں سے جو کوئی سچے دل سے اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے گا اور اچھے کام کرے گا ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم اس آیت کی تفسیر سورہ بقر میں گزری۔

(آیت ۷۰/۷۱) (۴۳) ان آیات میں یہود ونصاریٰ کی حجت تمام کی گئی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسکین دی گئی ہے مطلب ترجمہ سے واضح ہے، اور عہد سے عہد ایمان مراد ہے اور جب کبھی کوئی رسول ان کے پاس خواہش کے خلاف کوئی حکم لے کر آتا تو ان میں سے بعض کی وہ تکذیب کرتے اور بعض کو قتل کرتے اس خیال سے کہ ان کے قتل وتکذیب میں انہیں کوئی سزا نہ ہوگی۔ اور تکرار عموا وصموا کی اس لیے ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد اپنے اندھے بہرے ہونے سے توبہ کرلی تھی پھر وہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد اندھے بہرے ہوگئے کہ حضور پر ایمان نہ لائے کہا گیا ہے کہ تکذیب انبیا میں یہود ونصاریٰ دونوں شریک ہیں اور قتل انبیا یہود کے ساتھ مخصوص ہے کہ انہوں نے حضرت زکریا ویحییٰ علیہما السلام کو قتل کیا۔ [مدارک]

www.waseemziyai.com

الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾ لَقَدْ

حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ بے شک

كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ وقف لازم

کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے اور خدا تو نہیں

اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ

مگر ایک خدا اور اگر اپنی بات سے باز نہ آئے تو جو ان میں کافر مریں گے

كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ

ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ تو کیوں نہیں رجوع کرتے اللہ کی طرف اور اس سے بخشش مانگتے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ

اور اللہ بخشنے والا مہربان۔ مسیح ابن مریم نہیں مگر ایک رسول

خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ

اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے، اور اس کی ماں صدیقہ ہے، دونوں کھانا

الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾

کھاتے تھے، دیکھو تو ہم کیسی صاف نشانیاں ان کے لیے بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے اوندھے جاتے ہیں۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا

تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارے نقصان کا مالک نہ

نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ

نفع کا اور اللہ ہی سنتا جانتا ہے۔ ف۴۴ تم فرماؤ اے کتاب والو!

(آیت ۷۲ تا ۷۶) (۴۴) شان نزول گذشتہ آیات میں یہ گذر چکا ہے کہ اہل کتاب نے کتاب پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا اور ان میں تحریف کے مرتکب ہوئے تھے اب اس کی تفصیل اور ان کی تردید کی جاتی ہے۔ کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت نصاریٰ نجران کے حق میں نازل ہوئی۔ [تیسیر] مطلب یہ ہے کہ کافر ہیں وہ لوگ جو مسیح ابن مریم کو اللہ کہتے ہیں باوجودیکہ مسیح نے ان سے یہ کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے میں تو تمہاری طرح بندہ ہوں مستحق عبادت نہیں ہوں تو جو کوئی اللہ کا شریک ٹھہرائے گا اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانا نار دوزخ ہے اور بے شک وہ کافر ہیں جو اللہ کو تین خداؤں کا تیسرا کہتے ہیں خدا ایک ہی ہے اس کا کوئی شریک و ثانی نہیں ہے اگر وہ لوگ اپنے قول سے نہ پھرے توحید کے قائل نہ ہوئے اور کافر مرے تو ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ نہیں ہیں مسیح ابن مریم مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ ہے دونوں کھانا کھاتے تھے۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔

www.waseemziyai.com

لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ

اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو جو

ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾ ع ۱۱ ۱۴

پہلے گمراہ ہو چکے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ بہک گئے۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ

لعنت کیے گئے وہ جنھوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد

وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾ كَانُوْا

اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر، یہ بدلا ان کی نافرمانی اور سرکشی کا۔ جو

لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰى

بری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے، ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے ۴۵ ان میں تم

تنبیہ: بعض نصاریٰ تین خداؤں کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ الوہیت درمیان اللہ اور مریم اور مسیح کے مشترک ہے۔ یا یہ کہ اللہ ایک ہے اس کے تین حصہ ہیں اب، ابن، روح القدس، یہ تینوں ایک خدا ہے اور یہ بداہۃ باطل ہے کہ ایک تین نہیں ہوسکتا اور نہ تین ایک ہوسکتے ہیں اس کا قائل فرقہ نسطوریہ اور ملکانیہ ہے۔ لیکن خدا کو از روئے علم کے تیسرا یا دوسرا کہنا کفر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ [المجادلۃ: ۷] کوئی سرگوشی تین آدمیوں میں نہیں ہوتی ہے مگر ان میں کا چوتھا خدا ہوتا ہے۔ اور حضور نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: ((ماظنك باثنين الله ثالثهما)) [سراج] اور بعض حضرت عیسیٰ ہی کو خدا کہتے ہیں اور حلول واتحاد کے قائل ہیں اور وہ فرقہ یعقوبیہ ہے۔ پس دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ اور ماالمسیح ابن مریم الخ میں حضرت مسیح اور ان کی ماں کی الوہیت کی نفی اور عقیدہ نصاریٰ کی تردید کی گئی ہے کہ وہ اور رسولوں کی طرح ایک رسول ہیں ان میں اور دوسرے رسولوں میں کوئی فرق نہیں ہوسکتا کہ کھانا پینا علامت احتیاج وحدوث ہیں اور اللہ اس سے مبرا ہے۔ اور وہ مریم کے بیٹے تھے جسے نصاریٰ بھی مانتے ہیں تو وہ مخلوق زادہ ہوئے اور مخلوق زادہ کیسے خدا ہوسکتا ہے۔ اور وہ کسی کو بالذات نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے اور جو کسی کو بالذات نفع ونقصان نہ پہنچا سکے وہ خدا نہیں ہوسکتا۔ [کما مر تقریرہ بالتفصیل]

تنبیہ: آیت میں حضرت عیسیٰ کو رسول اور حضرت مریم کو صدیقہ فرمایا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مریم نبی نہیں تھیں کہ مرتبہ رسالت فوق مرتبہ صدیقیت ہے جس پر آیت مع النبیین وصدیقین دلالت کرتی ہے یہی حق ہے اور حضرت مریم جنت میں ازواج نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوں گی۔ [سراج]

(آیت ۷۷ تا ۷۹) (۴۵) اہل کتاب کی تردید کے بعد اب روئے سخن تبلیغ کی طرف پھیرا جاتا ہے اور ان کی سرکشیاں اور نافرمانیاں یاد دلائی جاتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی تم ان سے فرمادو کہ اے کتابیو! تم اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو یعنی عیسیٰ کو ان کے مرتبہ سے نہ بڑھاؤ خدا نہ کہو اور نہ انہیں ان کے مرتبہ سے گراؤ ان کی نبوت کا انکار نہ کرو جیسا کہ تم کرتے ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ مخاطب صرف نصاریٰ ہیں اور ایسے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو جو پہلے گمراہ ہو چکے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا یعنی اپنے اسلاف وائمہ گذشتہ کی راہ نہ چلو کہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ لعنت کیے گئے وہ جنھوں نے بنی اسرائیل میں سے کفر کیا بزبان داؤد وعیسیٰ اپنی

www.waseemziyai.com

كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ

بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں کیا ہی بری چیز اپنے لیے خود

اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾

آگے بھیجی یہ کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ

اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور ان نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے

اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ

دوستی نہ کرتے مگر ان میں تو بہتیرے فاسق ہیں۔ ۴۶ ضرور تم مسلمانوں کا سب

عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ

سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم

اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا

مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے ہم

نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا

نصاریٰ ہیں، یہ اس لیے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں

وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور یہ غرور نہیں کرتے ۴۷

نافرمانی اور سرکشی اور بری بات سے دوسروں کو نہ روکنے کے بدلے میں کہ حضرت داؤد کی بددعا سے اصحاب ایلہ مسخ کیے گئے۔ بندر بنا دے گئے اور حضرت عیسیٰ کی بددعا سے اصحاب مائدہ مسخ کیے گئے سور بنا دے گئے جو پانچ ہزار تھے اس کا سبب یہی تھا کہ وہ بری باتوں سے پرہیز نہیں کرتے تھے اور نہ دوسروں کو بری باتوں سے منع کرتے تھے بلکہ ان سے میل جول رکھتے تھے لہذا عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئے۔

(آیت ۸۰/۸۱) (۴۶) شان نزول یہ آیات ان یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف کفار مکہ سے ساز باز اور دوستی کی تھی جیسے کعب ابن مالک وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی تم ان میں سے بہتوں کو دیکھو گے کہ وہ کفار سے دوستی کرتے ہیں یہ بہت بری چیز ہے جو انہوں نے اپنے لیے آگے بھیجی ہے کہ اس کے سبب اللہ کا ان پر غضب ہے اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اگر وہ اللہ و رسول پر اور قرآن پر ایمان لاتے تو کافروں سے دوستی نہ کرتے کہ مقتضائے ایمان یہی تھا مگر ان میں تو بہت سے نافرمان ہیں۔

(آیت ۸۲) (۴۷) شان نزول:۔ اس کی سراج وغیرہ میں یہ لکھی ہے کہ جب مسلمانوں کو کفار مکہ نے بہت ستایا اور ان میں طاقت برداشت نہ رہی تو حضور نے انہیں حبشہ کو ہجرت کر جانے کی اجازت دی، چنانچہ بیاسی مسلمان علاوہ بچوں عورتوں کے حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ مگر کفار نے وہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا ان کے پیچھے بہت سے تحفہ دے کر شاہ نجاشی کے پاس ایک وفد بھیجا۔ وفد نے شاہ حبش

www.waseemziyai.com

www.waseemziyai.com

سے درخواست کی کہ آپ کے یہاں ہمارے چند لوگ آ گئے ہیں انہیں آپ امان نہ دیں ہمارے حوالہ کر دیں وہ حضرت عیسیٰ کو بندہ کہتے ہیں اور فساد پھیلاتے ہیں۔ شاہ حبش نے مسلمانوں کو بلا کر آنے کی وجہ پوچھی، حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے دھڑک اسلام کی حقانیت اور رسالت محمدیہ کی صداقت بیان کی اور قرآن عظیم کے نزول کو ظاہر کیا۔ شاہ حبش نے قرآن کا حصہ سنانے کو کہا، آپ نے سورہ مریم کا ابتدائی حصہ پڑھ کر سنایا۔ نجاشی اور اہل دربار اسے سن کر رونے لگے اور نجاشی مسلمان ہو گیا اور حضرت جعفر سے کہا کہ تم لوگ اطمینان سے رہو تمہیں کوئی تکلیف نہیں دے سکتا اور کفار کے تحفے واپس کر دیے۔ یہ لوگ خائب و خاسر ہو کر وہاں سے واپس ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں یہود و مشرکین کی سخت دلی اور نصاریٰ کی نرم دلی کا اظہار کیا گیا کہ نصاریٰ میں علما و زاہد و عابد اور نرم دل و غیر متکبر ہوئے تھے، ان سے مسلمانوں کو بہت کم ایذا و تکلیف پہنچی تھی۔ اور یہود و مشرکوں میں سخت دل شریر و مفسد بے رحم و حرام خور متکبر تھے ان سے مسلمانوں کو بہت ایذا و تکلیف پہنچی تھی۔ مطلب آیت کا ترجمہ سے ظاہر ہے اور وہ نصاریٰ حبش کے ساتھ مخصوص ہے کہ انہوں نے مسلمان مہاجرین کے ساتھ نیک برتاؤ کیا تھا نہ تمام نصاریٰ کہ وہ مسلمانوں سے عداوت رکھتے اور انہیں ایذا اور تکلیف پہنچانے میں مثل یہود کے تھے۔ [معالم وغیرہ]

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ

اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ

مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا

آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان گئے، کہتے ہیں اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے

مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ

تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے۔ اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ پر اور اس حق پر کہ ہمارے پاس آیا

الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ

اور ہم طمع کرتے ہیں کہ ہمیں ہمارا رب نیک لوگوں کے ساتھ داخل کرے۔ تو اللہ نے

اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ

ان کے اس کہنے کے بدلے انھیں باغ دیے جن کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہ

جَزَاۗءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ

بدلا ہے نیکوں کا اور وہ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ ہیں دوزخ

الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ ع ۱۱

والے۔ ف۱ اے ایمان والو! حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں کہ اللہ نے تمہارے لیے حلال کیا

(آیت ۸۳ تا ۸۶) (۱) شان نزول:۔ اس کی یہ ہے کہ جب حضرت جعفر وغیرہ مہاجرین حبشہ سے واپس ہوئے تو شاہ حبش نے ان کے ساتھ اپنے یہاں کے ستر ۷۰ آدمی کر دیے جن میں شہزادہ حبش بھی تھا تا کہ وہ جا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام سنیں اور ان کے اوصاف اگلی بشارتوں سے ملائیں جن میں باسٹھ حبشی اور آٹھ شامی تھے اور وہ سب گرجوں کے راہب تھے۔ جب وہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور نے ان کے سامنے یٰسین شریف پڑھی جس کو سن کر وہ سب رونے لگے اور اسلام لائے اور بولے یہ کلام کس قدر مشابہ ہے اس کلام کے جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوا تھا جب وہ حبشہ واپس گئے تو حبشہ والوں نے ان سے کہا: کہ تم نے قرآن کی تصدیق کیوں کی؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم سے یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ ہم حق کو سن کر اس کی تصدیق نہ کرتے شاید اللہ تعالیٰ نے اسی میں ہمارے لیے بھلائی رکھی ہو (جلال رواہ بن جریر عن سعید ابن جبیر) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت میں ہے کہ اس سے نجاشی اور اس کے اصحاب مراد ہیں کہ وہ حضرت جعفر سے کلام پاک سن کر رونے لگے تھے (معالم) اور یہی حضرت ابن زبیر سے مروی ہے۔ بہر حال وہ حبشہ کے ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو قرآن عظیم کو سن کر حبشہ میں اور مدینہ میں روئے تھے اور گزشتہ آیات کا تتمہ ہے اس میں حبشہ سے آئے ہوئے وفد کی حالت کا بیان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ اہل حبش آیات قرآن عظیم سنتے ہیں تو اس کے اثر سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان گئے ہیں اور کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے اس پر، پس تو ہمیں حق کی گواہی دینے والوں میں سے لکھ دے۔ اور جس نے انھیں حق کی تصدیق کرنے پر عار دلائی اس سے کہتے ہیں کہ ہم کیوں نہ ایمان لائیں اللہ پر اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے اور کیوں نہ امید رکھیں کہ ہمیں ہمارا رب نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں یا نیکوں

www.waseemziyai.com

لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا

اور حد سے نہ بڑھو، بے شک حد سے بڑھنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔ اور کھاؤ جو کچھ

رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

تمہیں اللہ نے روزی دی حلال پاکیزہ اور ڈرو اللہ سے جس پر تمہیں ایمان ہے۔ ف۲

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا

اللہ تمہیں نہیں پکڑتا تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر ہاں ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے

عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا

جنہیں تم نے مضبوط کیا تو ایسی قسم کا بدلا دس مسکینوں کو کھانا دینا اپنے گھر والوں کو جو

تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ

کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے یا انہیں کپڑا دینا یا ایک بردہ آزاد کرنا تو جو ان میں سے کچھ نہ پائے

کے زمرہ میں داخل فرمائے پس اللہ نے ان کے اس کہنے سے جنت عطا فرمائی جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہی نیکوں کا بدلا ہے اور کفر کرنے والے ہماری آیتیں جھٹلانے والے دوزخی ہیں (تنبیہ) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ شاہدین سے مراد امت محمدیہ یعنی صحابۂ کرام ہیں جنھوں نے توحید و رسالت و قرآن کی تصدیق کی اور قیامت کے دن وہ سب امتوں پر شاہد ہوں گے۔ کما قال تعالیٰ: ﴿لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ [البقرۃ:۱۴۳]

(آیت ۸۷/۸۸) ۲۔ آیت شان نزول اس کی یہ ہے کہ جب صحابۂ کرام نے ترک دنیا کی تعریف اور عبادت و ریاضت کی فضیلت سنی تو بعض صحابہ نے دن کو روزہ رکھنے اور رات کو قیام کرنے، خصی ہونے، عورتوں کے پاس نہ جانے، خوشبو نہ لگانے، گوشت و چکنائی نہ کھانے، بستر پر نہ سونے، ٹاٹ کمبل کے کپڑے پہننے، رہبانیت اختیار کرنے، دنیا کی لذتیں ترک کرنے کا فیصلہ کیا اور ان چیزوں کے چھوڑ دینے کی قسم کھائی تو یہ آیت نازل ہوئی (جلال وغیرہ) اور حضور نے انھیں تنبیہ فرمائی کہ وہ ایسا نہ کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت ایک جماعتِ صحابہ کے حق میں نازل ہوئی جنھوں نے ایسا ارادہ کیا تھا پس حضور نے ان سے فرمایا: کہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور بی بیوں کے پاس بھی جاتا ہوں۔ پس جس نے میری سنت کو اختیار کیا وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری سنت کو اختیار نہ کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (رواہ ابن أبی حاتم ابن کثیر) معالم و سراج میں ہے کہ وہ دس صحابہ تھے جنھوں نے عثمان بن مظعون کے گھر جمع ہو کر مذکورہ بالا چیزوں کو ترک کرنے کی قسم کھائی تھی۔ (۱) حضرت ابوبکر (۲) حضرت علی (۳) ابن مسعود (۴) ابوذر غفاری (۵) سلمان فارسی (۶) سالم (۷) معقل ابن مقرن (۸) مقداد ابن اسود (۹) عبداللہ ابن عمرو بن عاص (۱۰) عثمان ابن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ جب حضور کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے عثمان سے پوچھا انھوں نے اقرار کیا تو حضور نے فرمایا: مجھے اس کا حکم نہیں ہوا ہے۔ پھر فرمایا تمہارے نفسوں کا تم پر حق ہے پس تم روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو اور قیام بھی کرو اور سوؤ بھی کہ میں بھی قیام کرتا ہوں۔ باقی مثل قول ابن عباس ہے اور یہ زیادہ ہے کہ میں گوشت اور چربی کھاتا ہوں۔ پھر حضور نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا: اس قوم کو کیا ہوا ہے کہ انھوں نے ایسا ارادہ کیا ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ میں تمہیں رہبان بننے کا حکم نہیں کرتا ہوں کہ میرے دین میں گوشت ترک کرنا اور عورتوں کے پاس نہ جانا اور خانقاہوں میں گوشہ نشین ہونا نہیں آیا ہے

www.waseemziyai.com

فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا

تو تین دن کے روزے یہ بدلا ہے تمہاری قسموں کا جب قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت

اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ يٰٓاَيُّهَا

کرو اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم احسان مانو۔ ف۳ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ

ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں

عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ

شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ

اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ

تم میں بیر اور دشمنی ڈلوادے شراب اور جوے میں اور تمہیں

اور جب حضرت عثمان نے خصی ہونے کی اجازت چاہی تو فرمایا: جو خصی ہو یا خصی کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ پھر راہب بننے کی اجازت مانگی تو فرمایا: میری امت کی رہبانیت مسجدوں میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرنا ہے۔ کہ اگلے لوگوں نے اپنے نفس پر تشدد کیا پس ان کے ساتھ تشدد کیا گیا اور وہ ہلاک کیے گئے۔ ترمذی وابن ابی حاتم کی حدیث میں آیا ہے کہ ان کے علاوہ بھی بعض لوگوں نے عورتوں سے الگ رہنے گوشت نہ کھانے کی قسم کھائی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم وہ ستھری چیزیں جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں حرام نہ ٹھہراؤ یعنی انہیں حرام نہ سمجھو یا حرام چیز کی طرح ان سے پرہیز نہ کرو یا حلال شئ میں حرام چیز ملا کر کل کو حرام نہ کرو یا قسم کھا کر نذر مان کر انہیں اپنے اوپر حرام نہ بناؤ (کبیر) اور حد سے نہ بڑھو یعنی ان کے کھانے میں زیادتی، کمی نہ کرو یا یہ کہ جو چیزیں اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں انہیں حلال جانو کھاؤ پیو اور جو حرام کی ہیں انہیں حرام جانو ان کے کھانے پینے سے بچو کہ حد سے بڑھنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا ہے پھر تاکید فرماتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے تمہیں حلال و پاک روزی دی ہے اسے کھاؤ اور اللہ سے ڈرو جس پر تمہیں ایمان ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ حلال وہ ہے جو حلال طریق سے حاصل کیا جائے۔ اور طیب وہ ہے جو غذا کیا جائے اور جو غذا نہ کیا جاتا ہو جیسے راکھ مٹی وغیرہ وہ مکروہ ہے [معالم] اسی قبیل سے چونہ، بیلگیر و، پنڈول، کچی ٹھیکری وغیرہ ہیں کہ ان کا بلا ضرورت کھانا یا ضرورت سے زائد کھانا مکروہ ہے، بہر حال خدا کی نعمتوں لذیذ چیزوں سے پرہیز نہ کرنا چاہیے۔ کہ حضور کو خوشبودار اور میٹھی چیزیں اور عورتیں محبوب تھیں اور گوشت کھایا کرتے تھے جیسا کہ حدیث حبب الی میں آیا ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ حضور مرغی کا گوشت اور فالوذا کھایا کرتے تھے اور حلوہ اور شہد محبوب رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ مسلمان شیریں ہے شیرینی کو محبوب رکھتا ہے۔ حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ ان سے ایک آدمی نے کہا: میں نے بستر پر سونا حرام کیا ہے۔ فرمایا سو اور قسم کا کفارہ ادا کرو اور یہ آیۃ پڑھی۔ [سراج] اسی قسم کی اور روایات بھی ہیں۔

(آیت ۸۹) ۳۔ شان نزول:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب گزشتہ آیت نازل ہوئی تو ان صحابہ کو جنھوں نے ترک لذائذ پر قسم کھائی تھی اپنی قسم کی فکر ہوئی اور حضور سے آکر عرض کیا کہ اب ہم کیا کریں ہم تو قسم کھا چکے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [معالم] اور انھیں قسم کا کفارہ دینے کا حکم ہوا۔ اور قسم کی تین قسمیں بیان فرمائی گئیں (۱) لغو (۲) منعقدہ (۳) غموس۔ ان تینوں قسموں کی تعریف اور حکم سورہ بقرہ میں گزرا ہے کہ غلط فہمی سے قسم کھانے کو یمین لغو کہتے ہیں وہ معاف ہے اس میں مواخذہ نہیں ہے۔

www.waseemziyai.com

ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے ؟اور حکم مانو اللہ کا

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا

اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو، پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔ ف۴ جو ایمان لائے اور نیک کام کیے

جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ

ان پر کچھ گناہ نہیں ہے جو کچھ انھوں نے چکھا جب کہ ڈریں اور ایمان رکھیں اور نیکیاں کریں پھر

اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ يٰٓاَيُّهَا ع ۱۲ ۷ ۲

ڈریں اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیک رہیں اور اللہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے ف۵ اے

اور عمداً پکی قسم کھانے کو یمین منعقدہ کہتے ہیں، اس میں قسم توڑنے پر کفارہ دینا لازم ہوتا ہے اور دس فقیروں کو متوسط درجہ کا دونوں وقت پیٹ بھر کر سالن ترکاری سے کھانا کھلانا ہے جیسا کہ اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہوں اور وہ ان کے لے لیے مباح کر دیا جائے اور جو دیا جائے تو نصف صاع گندم یا ایک صاع جو وغیرہ دیا جائے اور اس کی قیمت بھی دینا جائز ہے اور ایک ہی فقیر کو دس روز دینا بھی جائز ہے یہی مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا ہے۔ یا دس غریبوں کو اکثر بدن ڈھکنے کے قابل متوسط درجہ کا بطور تملیک کپڑا دینا ہے جیسے کرتا پائجامہ یا چادر اور پائجامہ (کما روی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ) غلام یا باندی آزاد کرنا ہے جو بالکل مجنون یا اندھا یا دونوں ہاتھ پاؤں کٹا ہوا یا مفلوج نہ ہو۔ یہ کفارۂ قسم ہے اس کا دینا قسم توڑنے پر واجب ہوتا ہے قسم توڑنے سے پہلے دینا امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں۔ اور غلام میں مسلمان ہو نا شرط نہیں ہے۔ تو جو ان تینوں چیزوں میں سے کوئی چیز نہ پائے یعنی ان کے دینے پر قادر نہ ہو تو تین دن متواتر روزہ رکھے جیسا کہ قرات مشہورہ حضرت عبداللہ بن مسعود میں ہے یہی قول امام صاحب کا ہے۔ اور عمداً جھوٹی قسم کھانے کو یمین غموس کہتے ہیں کہ وہ قسم کھانے والے کو گناہ میں غرق کر دیتی ہے۔ اس میں کفارہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک نہیں ہے توبہ واستغفار کرنا لازم ہے کہ وہ بہت بڑا گناہ ہے توبہ واستغفار ہی سے معاف ہو سکتا ہے لیکن جو کوئی نیک کام کرنے یا برے کام سے باز رہنے کی قسم کھائے تو اسے قسم پوری کرنا چاہیے اور جو نیک کام نہ کرنے یا بد کام کرنے کی قسم کھائے تو اسے قسم توڑ دینا اور قسم کا کفارہ دینا واجب ہے۔ جیسا کہ حدیث من حلف علی یمین آیا ہے یہی آیت کا مطلب ہے جو ترجمہ سے واضح ہے۔ تفسیر احمدی میں زاہدی سے منقول ہے کہ اگلی امتوں سے یمین لغو میں مواخذہ ہوتا تھا اور کفارہ نہ تھا، اس امت مرحومہ پر سے لغو میں مواخذہ اٹھا لیا گیا اور منعقدہ میں رفع گناہ کیا گیا ہے گویا یہ ان پر تخفیف وآسانی کی گئی ہے جیسا کہ اور بہت سی باتوں میں تخفیف وآسانی فرمائی گئی ہے۔ ذلك فضل الله۔

(آیت ۹۰ تا ۹۲) ۴۔ شان نزول ایک بار حضرت عتبان ابن مالک نے چند صحابہ کی دعوت کی جن میں حضرت سعد ابن ابی وقاص بھی تھے، چوں کہ اس وقت تک شراب قطعی طور سے حرام نہیں کی گئی تھی اس لیے بعد کھانا کھانے کے شراب پلائی گئی حضرت سعد نے حالت نشہ میں ایک شعر پڑھا جس میں انصار کی مذمت تھی اس پر حاضرین میں سے ایک شخص نے حضرت سعد پر حملہ کیا جس سے ان کا سر پھٹ گیا مجلس میں گڑبڑ مچ گئی۔ اس کی خبر حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ہوئی اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ بھی حاضر خدمت

www.waseemziyai.com

تھے انھوں نے دعا کی الٰہی شراب کے بارے میں مفصل حکم نازل فرما کہ اب تو مسلمانوں میں جھگڑا ہونے لگا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی اور شراب کو ہمیشہ کے لیے حرام فرمایا گیا۔

تنبیہ: شراب کو ایک دم حرام نہ کرنے میں یہ حکمت تھی کہ اہل عرب کا بچہ بچہ اس کا اس قدر عادی تھا کہ بغیر اس کے ان کی زندگی دشوار تھی۔ ایک دم اسے ترک کر دینا بہت دشوار تھا اس لیے وہ بتدریج حرام فرمائی گئی۔ اور یہ تیسری آیت اس کی حرمت کی ہے۔ اس سے پہلے دو آئتیں ﴿یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ﴾ الخ [البقرۃ:۲۱۹] اور ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ﴾ الخ [النساء:۴۳] گزر چکی ہیں اور اس کے ساتھ انصاب وازلام کو یہ ظاہر کرنے کے لیے ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی اور شراب کی حرمت برابر ہے جیسا کہ بزار وابن حبان کی حدیث میں ہے شراب پینے والا بت پوجنے والے کے مثل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمانو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہیں شیطانی کام ہیں تم ان سے بچتے رہو تا کہ فلاح پاؤ۔ شیطان تو تم میں بیر اور دشمنی ڈالتا اور شراب اور جوئے میں تمہیں مشغول کر کے اللہ کی یاد اور نماز سے روکنا چاہتا ہے کیا تم اس سے باز آئے۔ یعنی تم اس سے باز رہو اور اللہ ورسول کا حکم مانو اور ہوشیار رہو اس کے بعد اگر تم پھر جاؤ گے تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف کھلا حکم پہنچا دینا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے رب! ہم اس سے باز آئے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اس وقت ابوطلحہ کے گھر میں دعوت شراب تھی اور میں پلا رہا تھا کہ منادی نے ندا لگائی لوگو! خبردار ہو جاؤ کہ شراب حرام ہوگئی۔ پس خدا کی قسم لوگوں نے یہ سن کر شراب کو منہ نہ لگایا اور ابوطلحہ نے مجھ سے کہا کہ شراب کو گلی میں پھینک آؤ۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ مدینہ کی گلی کوچوں میں شراب بہتی پھرتی تھی [مواہب] ابن جریر کی روایت میں ہے کہ اس آیت کو سن کر ان لوگوں نے جن کے منہ سے پیالے لگے ہوئے تھے علاحدہ کیے اور منہ میں کی شراب اگل دی اور پیٹ میں کی شراب قے کر کے نکال دی اور کہا: اے اللہ! ہم اس سے باز آئے [اکسیر] اس آیت سے جوئے اور شراب کی حرمت قطعیہ ثابت ہے۔ اور اس کی حرمت کو متعدد تاکیدوں سے بیان کیا گیا ہے وہ قطعاً یقیناً مسلمانوں کے سب فرقوں کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے۔

تنبیہ: شراب امام اعظم کے نزدیک انگور اور کھجور کے شیرہ کا نام ہے۔ جو بہت زیادہ جوش دیا گیا ہو اور اس کے پھین نکال کر پھینک دیے گئے ہوں پس وہ حرام لعینہ ونجس العین، نجاست غلیظہ مثل پیشاب کے ہے، اس کا قلیل وکثیر سب برابر ہے اور اس کو حلال جاننے والا کافر ہے اور وہ مال متقوم نہیں ہے اور اس کے تلف کر دینے والے پر ضمان نہیں اور اس کا بیچنا، خریدنا اس سے نفع اٹھانا حرام ہے اور اس کے پینے والے پر حد جاری کی جائے گی اگرچہ نشہ نہ ہو۔ [احمدی] بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! شراب حرم ہوئی اور وہ انگور اور کھجور اور گیہوں اور شہد اور جو سے بنتی ہے اور وہ عقل کھو دیتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شراب ان ہی پانچ چیزوں کی اس وقت بنا کرتی تھی تو وہ انھیں پانچ کے ساتھ مخصوص نہ ہوگی بلکہ جس زمانہ میں جس چیز سے بنائی جاتی ہو اور وہ عقل کو کھو دینے والی ہو، بری بھلی بات میں تمیز نہ رہے وہ شراب ہے اور اس کا پینا باتفاق فقہائے کرام حرام ہے اگرچہ ذرا سی ہو نشہ نہ لائے۔ اور کلیہ اس میں حدیث "کل مسکر حرام" ہے۔ یعنی ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے خواہ وہ پینے کی ہو یا کھانے کی۔ یوں ہی مخدر چیزیں بھی حرام ہیں جیسے بھنگ، چرس، افیون پوست وغیرہ کہ حدیث ابوداؤد میں ہر مسکر ومخدر سے نہی فرمائی گئی ہے [مواہب] اور حدیث میں ہے شراب پر اور شراب کے پینے پلانے والے پر اور خریدنے والے اور اسے بیچنے والے اور بنانے والے اور بنوانے اور اس کے لانے اور منگوانے والے اور اس کی قیمت کھانے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ شراب پینے والے کو قیامت کے دن دوزخیوں کا پسینہ پلایا جائے گا۔ تیسری حدیث میں ہے کہ دنیا میں جس نے شراب پی اور توبہ نہ کی اس پر عقبیٰ کی شراب حرام ہوگی [معالم بسندہ] اور شرابی جنت میں داخل نہ ہوگا [نسائی]

(آیت ۹۳) ۵۔ شان نزول:۔ جب شراب حرام ہوئی اور اس کے مفاسد بیان کیے گئے، تو مسلمانوں کو یہ خیال ہوا کہ اس کی حرمت سے پہلے جو لوگ اسے پی چکے ہیں اور جو اس حال میں شہید ہوئے کہ ان کے پیٹ میں شراب تھی ان کا کیا حشر ہوگا، انہوں نے

www.waseemziyai.com

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ

ایمان والو! ضرور اللہ تمہیں آزمائے گا ایسے بعض شکار سے جس تک

اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى

تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچیں کہ اللہ پہچان کرادے ان کی جو اس سے بن دیکھے ڈرتے ہیں پھر اس کے

بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا

بعد جو حد سے بڑھے اس کے لیے دردناک سزا ہے۔ اے ایمان والو! شکار

الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا

نہ مارو جب تم احرام میں ہو اور تم میں جو اسے قصداً قتل کرے تو اس کا بدلا یہ ہے کہ ویسا ہی

قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ

جانور مویشی سے دے تم میں کے دو ثقہ آدمی اس کا حکم کریں یہ قربانی ہو کعبہ کو پہنچتی

اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ

یا کفارہ دے چند مسکینوں کا کھانا یا اس کے برابر روزے کہ اپنے کام کا وبال چکھے،

عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ

اللہ نے معاف کیا جو ہو گزرا اور جو اب کرے گا اللہ اس سے بدلا لے گا اور اللہ غالب ہے

ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ

بدلا لینے والا۔ ف۶ حلال ہے تمہارے لیے دریا کا شکار اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے فائدے کو

وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ

اور تم پر حرام ہے خشکی کا شکار جب تک تم احرام میں ہو، اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف

اس کی بابت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی [معالم وابن کثیر] مطلب یہ ہے کہ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان پر حرام ہونے سے پہلے شراب پینے اور جوئے کا مال کھانے کا کچھ گناہ نہیں ہے۔ جب کہ وہ خدا سے ڈریں اور ایمان قائم رکھیں، اور نیک کام کریں، پھر ڈریں اور ایمان قائم رکھیں، پھر ڈریں اور نیک رہیں، اللہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے، یعنی انہیں ثواب دیتا ہے۔

تنبیہ: پہلے تقوے سے مراد جملہ محرمات سے بچنا ہے اور دوسرے تقوے سے مراد اس پر قائم رہنا ہے، اور تیسرے تقوے سے جملہ محرمات سے بچنا ہے، اور کہا گیا ہے کہ اول سے مراد کفر سے بچنا ہے اور دوسرے سے تمام کبائر سے بچنا ہے۔

(آیت ۹۴/۹۵) ۶۔ شان نزول:۔ جب ۶ھ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معہ صحابۂ کرام احرام باندھ کر عمرہ کرنے چلے راہ میں مقام حدیبیہ پر ٹھہرے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش وہاں کے وحشی چرند پرند بھیج کر کی جو مسلمانوں کی چھاؤنی میں

www.waseemziyai.com

بیخوف وخطر گھس آتے تھے اوران کے سروں پر منڈلاتے تھے اوران کے کھانے پینے کی چیزیں خراب کرتے تھے جس سے مسلمانوں کو بہت تکلیف ہوتی تھی، مگر وہ بوجہ احرام انھیں شکار نہیں کر سکتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔[رواہ ابن أبی حاتم عن مقاتل]اور ﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ﴾ [المائدۃ:۹۵] کی معالم میں یہ شان نزول لکھی ہے۔ کہ ابوالیسر نے حالت احرام میں ایک وحشی گدھا شکار کیا تھا۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ اور سراج میں ہے کہ حضرت قتادہ نے عمرۂ حدیبیہ میں وحشی گدھا مارا تھا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! اللہ تمہیں ضرور ایسے بعض شکاروں سے آزمائے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچیں۔ یعنی جن کو تم اپنے ہاتھوں سے پکڑ سکو اور نیزوں سے شکار کر سکو اور یہ آزمائش ایسی تھی جیسے کہ اصحاب ایلہ کی ہفتہ کے دن بکثرت مچھلیاں بھیج کر کی گئی تھی مگر وہ امتحان میں فیل ہوئے اور مسلمان امتحان میں پاس ہوئے۔ اور یہ اس لیے تھی کہ اللہ ان لوگوں کی پہچان کرادے جو اس سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں اور اس کے خوف سے شکار نہیں کرتے ہیں۔ اس ممانعت کے بعد جو کوئی حد سے بڑھے گا، شکار کرے گا اس کے لیے درد بھرا عذاب ہے۔ اے ایمان والو! حالت احرام میں تم شکار نہ مارو خواہ وہ ماکول جانور ہو یا غیر ماکول۔ اور تم میں سے قصداً جو شکار مارے تو اس کے بدلے ویسا ہی مویشی پالتو جانور دے جس کو دو ثقہ ماہر آدمی تجویز کریں کہ وہ اس کی مثل ہے جیسا کہ بعض صحابہ کرام سے مختلف اوقات میں شکار کے مثل جانور تجویز کرنا مروی ہے۔ مگر امام اعظم کے نزدیک مثل سے اس کی قیمت مراد ہے، یعنی دو آدمی ثقہ اس کی جو قیمت تجویز کریں پھر اس قیمت کا جانور خرید کر خانۂ کعبہ بھیجا جائے یا اس کا کھانا خرید کر جتنے مسکینوں کو وہ پورا ہو جائے ہر مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع جو چھوارے وغیرہ دیے جائیں یا اس کے بقدر روزے رکھیں جائیں اور جو نصف صاع سے کم ہو یا کم بچے تو اسے صدقہ کر دے یا اس کے بدلے بھی ایک روزہ رکھے کہ ''او'' تخییر کے لیے ہے اختیار ہے کہ تینوں باتوں میں سے ایک کرے۔ [احمدی] کل کھانا ایک فقیر کو دینا یا نصف صاع چند فقیروں کو دینا روا نہیں ہے اور درندہ غیر ماکول کی قیمت بکری کے برابر ہے وہ بکری سے کتنا ہی بڑا ہو خواہ ہاتھی ہو اور چڑیا ٹیٹری وغیرہ غیر مماثل میں ربع صاع صدقہ کرے اور یہ صدقہ ماں باپ دادا اور اولاد اور زوجہ کو دینا روا نہیں۔ (درمختار) اور یہ بدلہ کا جانور کعبہ کو پہنچتا ہوا ہو یعنی وہاں جا کر ذبح کیا جائے اور فقیروں کو بانٹ دیا جائے، نہ اس جگہ ذبح کیا جائے جہاں شکار مارا ہو۔ یا اس کے کفارہ میں چند فقیروں کو کھانا دے یا اس کے برابر روزے رکھے تا کہ اپنے کیے کا وبال چکھے، سزا بھگتے اللہ نے اس سے پہلے کا کیا ہوا معاف کیا اور جو اب کرے گا اللہ اس سے آخرت میں بدلہ لے گا اور اللہ غالب ہے بدلا لینے والا۔

تنبیہ: جمہور علما کے نزدیک محرم کو حالت احرام میں کسی اہلی، وحشی، بری جانور کو مارنا یا اس کے مارنے کی طرف کسی کو اشارہ کرنا روا نہیں ہے۔ اگر ایسا کرے گا تو اس پر اس کی جزا لازم ہوگی خواہ اسے عمداً مارا ہو یا خطا سے ہر صورت میں کفارہ لازم آئے گا۔ اور ہر یار کے شکار کا جدا جدا کفارہ لازم ہوگا۔ مگر اس درندے کے مارنے کا کفارہ لازم نہ ہوگا جس نے اس پر حملہ کیا ہو اور اس نے اسے مار ڈالا ہو۔ اور پالے ہوئے وحشی جانور کے ذبح کرنے پر بھی کفارہ دینا لازم ہے۔ اور ایک دو جوں مارنے میں مٹھی بھر ناج صدقہ کرنا مستحب ہے اور تین سے زیادہ مارنے پر نصف صاع صدقہ کرے۔ اور جنگلی کٹ کھنا کتا اور بھیڑیا اور سانپ، بچھو اور چیل، کوا اور چوہا مارنا جائز ہے، حدیث میں انھیں حل وحرم میں مارنا روا فرمایا ہے اور بعض نے کٹ کھنے کتے اور بھیڑیے میں شیر چیتا وغیرہ درندے جانور بھی داخل کیے ہیں یہی قول زید ابن مسلم اور سفیان ابن عیینہ کا ہے۔ اور مچھر، پسو، مکھی، چیچڑی، کھٹمل، جھنگر، چھپکلی، گرگٹ، بر سیہی، کچھوا، نیولہ، بھنگا، پتنگا، کھجورہ وغیرہ حشرات الارض کا مارنا معاف ہے اس میں کوئی کفارہ نہیں ہے۔ [درمختار وغیرہ] حدیث مذکورہ سے تمام موذی جانوروں کے مارنے کا جواز ثابت ہے۔ [سراج وبیضاوی] اور غیر محرم کا شکار ہوا جانور محرم کو کھانا حلال ہے اگر محرم نے اس کے شکار میں اعانت ودلالت نہ کی ہو۔

www.waseemziyai.com

تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ

تمہیں اٹھنا ہے۔ ف۷ اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا

وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا

اور حرمت والے مہینے اور حرم کی قربانی اور گلے میں علامت آویزاں جانوروں کو، یہ اس لیے کہ تم یقین کرو کہ اللہ جانتا ہے

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْٓا

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور یہ کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ جان رکھو

اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى

کہ اللہ کا عذاب سخت ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان۔ رسول پر نہیں

الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾ قُلْ

مگر حکم پہنچانا اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے اور جو تم چھپاتے ہو۔ تم فرمادو

لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا

کہ ستھرا اور گندہ برابر نہیں اگرچہ تجھے گندے کی کثرت بھائے تو اللہ سے

(آیت ۹۶) ۷۔ گزشتہ آیت میں محرم کو شکار مارنے کی مطلقاً ممانعت فرمائی تھی بحری و بری کی قید نہیں لگائی تھی اس آیت میں اس کو متعین کیا گیا ہے اور بحری جانور کو حالت احرام میں شکار کرنے اور اسے کھانے کو حلال کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دریا کا شکار اور اس کا کھانا حالت احرام و غیر احرام میں تمہارے لیے حلال ہے، تمہارے اور مسافروں کے فائدے کے لیے اور خشکی کا شکار حالت احرام میں تم پر حرام ہے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں اٹھنا ہے۔

تنبیہ: صید البحر سے دریائی جانوروں کا شکار مراد ہے۔ اور دریائی جانور وہ ہیں جو دریا میں پیدا ہوتے اور رہتے ہیں، خشکی میں زندہ نہیں رہ سکتے جیسے مچھلی وغیرہ تو جو جانور خشکی میں پیدا ہوتے ہیں اور دریا میں رہتے یا خشکی اور پانی دونوں میں رہتے ہیں وہ دریائی جانور نہیں ہیں۔ ان دریائی جانوروں میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک سواء مچھلی کے کوئی جانور حلال نہیں بلکہ جو مچھلی دریا میں خود مر کر پانی پر تیرا گئی وہ بھی حرام ہے جسے طافی کہتے ہیں۔ ابن کثیر نے بروایت مردویہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مچھلی تم شکار کرو اور وہ مر جائے اسے کھاؤ اور جو مردہ مچھلی طافی دریا میں ہے اسے نہ کھاؤ۔ اور امام شافعی کے نزدیک سوائے مینڈک کے سب دریائی جانور حلال ہیں، اور جو "طعامہ" کی ضمیر "صید" کی طرف راجع کی جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ دریا کے شکار کیے ہوئے جانوروں میں جو ماکول ہوں انھیں کھاؤ جیسے مچھلی اور غیر ماکول سے نفع اٹھاؤ۔ اور جو "طعامہ" کی ضمیر "بحر" کی طرف راجع کی جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ دریا کا شکار بھی حلال ہے اور دریا کا طعام بھی حلال ہے یعنی وہ مچھلیاں، جو دریا چڑھاؤ کے وقت انھیں کنارے پر ڈال گیا ہو اور مر گئی ہوں، جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ دریا کا پانی پاک ہے اور اس کا مرا ہوا جانور حلال ہے یہی حضرت عمر و ابوبکر و زید ابن ثابت اور ابوایوب وغیرہ صحابہ اور بعض تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مروی ہے اور سعید ابن جبیر و سدی و سعید ابن مسیب سے مروی ہے: کہ صید البحر سے تازہ مچھلی اور طعام البحر سے نمک مل کر خشک کی ہوئی مچھلی مراد ہے، اور حضرت قتادہ کہتے ہیں: کہ طعام البحر

www.waseemziyai.com

اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ع ۱۳

ڈرتے رہو اے عقل والو کہ تم فلاح پاؤ۔ ف۸ اے ایمان والو!

لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ

ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر انہیں اس وقت پوچھو گے کہ

يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

قرآن اتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی، اللہ انہیں معاف فرما چکا ہے اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ مَا

تم سے اگلی ایک قوم نے انہیں پوچھا پھر ان سے منکر ہو بیٹھے۔ ف۹

جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَاۗىِٕبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ

اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چرا ہوا نہ بحار اور نہ وصیلہ اور نہ حامی

وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا

ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افترا باندھتے ہیں اور ان میں اکثر

سے دریائی نمک مراد ہے۔ [سراج وغیرہ]

(آیت ۹۷ تا ۱۰۰) ۸۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ادب کے گھر کو یعنی کعبہ کو لوگوں کے لیے قیام کا باعث کیا ہے وہاں ان کے دین و دنیا کے کام حج و تجارت وغیرہ درست ہوتے ہیں اور اس میں داخل ہو کر امن و چین سے رہتے ہیں اور ہر شئ آسانی سے بہم پہنچتی ہے اور ان کے لیے حرمت والا مہینہ یعنی ذی الحجہ یا حرمت والے سب مہینے (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) اور حرم کی قربانی کے جانور اور پہچان کے لیے ان کے گلے میں پڑے ہوئے قلادے قیام کا باعث کیے کہ وہ قتل و غارت سے محفوظ رہتے ہیں اور ان سے کوئی تعرض نہیں کرتا۔ باقی ترجمہ۔

تنبیہ: ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جو خانہ کعبہ میں قربانی کے لیے بھیجا جائے خواہ وہ بکری ہو یا اونٹ، گائے اور بدنہ صرف اونٹ، گائے کو کہتے ہیں اور قلادہ اس پٹے کو کہتے ہیں جو چمڑہ وغیرہ کا جانور کے گلے میں پہچان کے لیے ڈالا جاتا ہے کہ یہ خانہ کعبہ کی ہدی ہے۔

(آیت ۱۰۱/۱۰۲) (۹) شان نزول میں اس کی مختلف روایات ہیں خلاصہ ان کا یہ ہے کہ بعض لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آکر فضول سوال کیا کرتے تھے بے فائدہ باتیں پوچھا کرتے اور کبھی ایسی باتیں پوچھتے تھے جن کا ظاہر کرنا انہیں برا معلوم ہوتا، ان کے ظاہر کرنے سے ان کا نقصان ہوتا ان پر شاق گزرتا جیسا کہ سراقہ ابن مالک نے آیت حج کے نازل ہونے پر پوچھا: کیا ہر سال فرض ہے؟ حضور نے کچھ جواب نہ دیا، پھر دوسری بار پوچھا جواب نہ دیا۔ جب تیسری مرتبہ پوچھا تب فرمایا: ہر سال فرض نہیں ہے، اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا اور تم اسے نہ کر سکتے مجھ سے وہ باتیں نہ پوچھو جو میں نے چھوڑ دی ہیں کہ تم سے پہلے لوگ بہت سوال کرنے ہی سے ہلاک ہوئے۔ اور جیسے کہ حضور نے فضول سوال کرنے سے غصہ میں آکر فرمایا مجھ سے جو سوال کرو گے اس کا جواب دوں گا تو ایک شخص نے پوچھا میرا ٹھکانا کہاں ہے؟ فرمایا: دوزخ میں۔ اور دوسرے نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذافہ حالاں کہ وہ دوسرے کا بیٹا کہا جاتا تھا۔ اور کسی نے پوچھا میری اونٹنی گم ہو گئی ہے کہاں ہے؟ غرض کہ اسی قسم کے سوالات کرنے کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی اور

www.waseemziyai.com

يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ

نرے بے عقل ہیں۔ اور جب ان سے کہا جائے آؤ اس طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف

قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا

کہیں ہمیں وہ بہت ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ

يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ

کچھ جانیں نہ راہ پر ہوں۔ اے ایمان والو! تم اپنی فکر

اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ

رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو، تم سب کی رجوع اللہ ہی کی طرف ہے

جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو تم کرتے تھے۔ ف اے ایمان والو!

ایسے سوال کرنے اور کرید کرید کر باتیں پوچھنے کی انھیں ممانعت فرمائی گئی کہ نزول قرآن کے وقت ایسی باتیں نہ پوچھو اگر پوچھو گے تو بیان کی جائیں گی اور وہ بعد کو تمہیں بری معلوم ہوں گی اور تمہاری رسوائی اور مشقت میں پڑنے کا باعث ہوں گی جیسا کہ اپنا ٹھکانا پوچھنے والے کو جواب ملا اور اسے برا معلوم ہوا وہ شاید کوئی منافق تھا۔ اور باپ کا پوچھنے والا حرامی نکلا اور رسوا ہوا، اور حج سے سوال کرنے والوں کو فرمایا: کہ اگر میں ہاں کر دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا اور تم مشقت میں پڑتے عمل نہ کر سکتے جیسا کہ ان سے اگلوں نے اسی قسم کے سوالات اپنے انبیاء سے کیے تھے پھر وہ ان کے جوابات پر عمل نہ کر سکے، کافر ہو گئے۔ جیسا کہ قوم ثمود نے ناقہ کا سوال کیا پھر وہ منکر ہو گئے۔ اور قوم موسیٰ نے "ارنا اللہ جھرۃ" کہا اس کے وبال میں مبتلا ہوئے۔ اور قوم عیسیٰ نے نزول مائدہ کا سوال کیا پھر اس کی تکذیب کی، آیت میں اہل ایمان فرمایا گیا ہے کہ ان لوگوں نے اس قسم کے سوالات کیے جب وہ دیے گئے تو منکر ہو گئے پس تم ایسے سوال نہ کرو۔ [خازن] اور جو باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں کی ہیں انھیں نہ پوچھو کہ وہ تمہارے لیے معاف ہیں، پوچھنے سے وہ تم پر لازم ہو جائیں گی پھر تم اس پر عمل نہ کر سکو گے، برا سمجھو گے۔

تنبیہ: یہ سوال کرنے کی ممانعت بھی ہمارے لیے رحمت ہے کہ بے فائدہ سوال کر کے مشکل میں نہ پڑیں اور ان باتوں سے فائدہ اٹھائیں جو بیان نہیں کی گئی ہیں۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ سب سے زیادہ بدنصیب وہ ہے جس کے سوال کرنے کے سبب سے حرام نہ کی ہوئی چیز لوگوں پر حرام کی گئی۔ انہی کی دوسری حدیث میں ہے کہ حضور نے قیل و قال اور اضاعۃ مال اور بکثرت سوال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور نے اغلوطات غلطی میں ڈالنے والے مسائل پوچھنے سے منع فرمایا ہے۔ جامع الاصول کی حدیث میں ہے کہ حضور سے بعض چیزیں پوچھی گئیں تو فرمایا: حلال و حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام یا حلال فرمایا ہے اور جس سے خاموش رہا ہے وہ معاف شدہ چیزوں سے ہے انھیں پوچھ کر تکلیف میں نہ پڑو۔ دوسری روایت میں ہے کہ جو چیزیں اللہ نے بیان نہیں فرمائی ہیں انھیں نہ کریدو نہ کھلواؤ [خازن]

(آیت ۱۰۳ تا ۱۰۵) (۱۰) شان نزول: پہلے فضول باتیں پوچھنے کی ممانعت فرمائی گئی تھی اب اپنی طرف سے چیزوں کی حلت و حرمت قائم کرنے اور باپ دادا کے طریقہ پر چلنے کی ممانعت فرمائی جاتی ہے جیسا کہ مشرکین کیا کرتے تھے اور منع کرنے اور اللہ کے حکم کی طرف بلانے پر جواب دیتے تھے کہ ہمیں اپنے باپ دادا کا طریقہ کافی ہے۔ اور شان نزول ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ کی بقول مجاہد و سعید

www.waseemziyai.com

شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ

تمہاری آپس کی گواہی جب تم میں کسی کو موت آئے وصیت کرتے وقت

ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي

تم میں کے دو معتبر شخص ہیں یا غیروں میں کے دو جب تم ملک میں سفر کو

الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ

جاؤ پھر تمہیں موت کا حادثہ پہنچے ان دونوں کو نماز کے بعد روکو

فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا

وہ اللہ کی قسم کھائیں اگر تمہیں کچھ شک پڑے ہم حلف کے بدلے کچھ مال نہ خریدیں گے

قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ

اگرچہ قریب کا رشتہ دار ہو اور اللہ کی گواہی نہ چھپائیں گے ایسا کریں تو ہم ضرور گنہگاروں میں ہیں۔ پھر اگر

ابن جبیر یہود و نصاریٰ ہیں کہ ان کا گمراہ ہونا ضرر نہ دے گا جب کہ تم راہ پر ہو گے اور کہا گیا ہے کہ مسلمانوں پر کفار کا کفر پر رہنا گراں تھا اور وہ ان کے مسلمان ہونے کی آرزو رکھتے تھے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی اور ان سے فرمایا گیا کہ تم ان کی فکر نہ کرو، اپنی اصلاح کرو تمہیں ان کا گمراہ ہونا ضرر نہ دے گا۔ [خازن و مدارک]

تنبیہ: بخاری کی حدیث میں ہے کہ ''بحیرہ'' اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا دودھ بتوں کے لیے وقف کیا جاتا تھا اور پہچان کے لیے اس کا کان چیر دیا کرتے تھے۔ اور ''سائبہ'' اس جانور کو کہتے تھے جو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اس سے کوئی کام خدمت نہ لیتے تھے جس کو اردو میں ''بجار'' کہتے ہیں۔ اور ''وصیلہ'' اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کے پہلا اور دوسرا بچہ مادہ پیدا ہوتا تھا اسے متبرک سمجھ کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ اور ''حامی'' اس اونٹ کو کہتے تھے جس کے نطفہ سے متواتر دس بچے پیدا ہوتے تھے اسے بھی کام کاج سے آزاد کر دیتے تھے۔ [جلال] اس کے علاوہ بھی بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حامی کے معنی بیان کیے گئے ہیں اور وہ اونٹ ہی پر موقوف نہ تھا بلکہ گائے بکری کو بھی بحیرہ اور سائبہ وغیرہ بناتے تھے۔ اور یہ باتیں اور بدعتیں ان میں زمانہ جاہلیت سے ابتدائے اسلام تک تھیں اور وہ عرب میں عمر ابن لحی کے وقت سے رائج ہوئی تھیں اور وہی ان کا اور بت پرستی کا عرب میں پھیلانے والا تھا۔ [معالم وغیرہ] پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کا خیال رد فرمایا کہ اللہ نے بحیرہ و سائبہ و وصیلہ و حامی کو مقرر و مشروع نہیں کیا ہے نہ اس کا حکم دیا ہے یہ تم اللہ پر افترا کرتے ہو کہ وہ اللہ کا مقرر کردہ ہے اور یہ جو تم اپنے باپ دادا کی تقلید کو کافی بتاتے ہو تو کیا تمہارے جاہل باپ دادا کی تقلید ہی تمہارے لیے کافی ہے؟ یعنی نہیں۔ پھر مسلمانوں سے فرمایا جاتا ہے کہ تم اپنی فکر رکھو، اپنی اصلاح کرتے رہو جب تم راہ پر ہو گے تو اہل کتاب وغیرہ گمراہ لوگ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

تنبیہ: ﴿اولو کان اٰبائھم﴾ الخ میں اس طرف اشارہ ہے کہ جاہل، بے علموں، گمراہوں کی تقلید نہ کی جائے علمائے مھتدین و مجتہدین کی تقلید کی جائے یہاں یہ شبہہ نہ کیا جائے کہ آیت میں صرف اپنے نفس کی اصلاح کو لازم کیا گیا ہے نہ دوسرے مسلمانوں کی اصلاح کرنے کو، آیت میں دوسرے مسلمانوں کی اصلاح کرنا بھی داخل ہے بلکہ ان کی اصلاح اصل میں اپنی ہی اصلاح ہے۔ حاکم وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ حضور سے جب اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو فرمایا: ایک دوسرے کو اچھی باتیں کرنے کا حکم دو اور بری باتوں سے

www.waseemziyai.com

عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ

پتہ چلے کہ وہ کسی گناہ کے سزاوار ہوئے تو ان کی جگہ دو اور کھڑے ہوں ان میں سے کہ اس گناہ یعنی جھوٹی گواہی نے

الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ

ان کا حق لے کر ان کو نقصان پہنچایا جو میت سے زیادہ قریب ہوں تو اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی زیادہ ٹھیک ہے

مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى

ان دو کی گواہی سے اور ہم حد سے نہ ایسا ہو تو ہم ظالموں میں ہوں۔ یہ قریب تر ہے

اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ

اس سے کہ گواہی جیسی چاہیے ادا کردیں یا ڈریں کہ کچھ قسمیں رد کر دی جائیں

اَيْمَانِهِمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع ۱۴

ان کی قسموں کے بعد اور اللہ سے ڈرو اور حکم سنو اور اللہ بے حکموں کو راہ نہیں دیتا۔ ف۱۱

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ

جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا؟ عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں

منع کرو یہاں تک کہ جب تم لوگوں کو بخل کرتے اور خواہش نفس کا تابع اور دنیا میں مشغول اور ہر شخص کو اپنی اپنی رائے پر عمل کرتے دیکھو تو صرف اپنے نفس کی اصلاح لازم پکڑو اور انہیں چھوڑ دو۔ [جلال و معالم] حضرت ابن مسعود و ابن عمر و ابو سعید خدری وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ اس آیت کا یہ زمانہ نہیں ہے بلکہ اس کے بعد ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں تم لوگوں کو نیک کام کی ہدایت کرو گے اور وہ نہ مانیں گے پس اس وقت تم اپنے نفس کی اصلاح مدنظر رکھو یوں ہی حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ ان پر یہ آیت پڑھی گئی تو انہوں نے فرمایا: یہ اس کا زمانہ نہیں ہے لیکن عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ تم امر بالمعروف کرو گے اور وہ نہ مانا جائے گا پس اس وقت تم اپنے نفسوں کو لازم پکڑو یعنی ان کی اصلاح کرو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی بعض لوگوں کو یہ شبہہ پیدا ہوا تھا مگر انھوں نے ان کا شبہہ دفع فرمانے کے لیے فرمایا کہ اے لوگو! تم اس آیت کے معنی غلط سمجھے ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب لوگ گناہ کا کام کرتے کسی کو دیکھیں گے اور وہ اسے منع نہ کریں گے تو اللہ ان پر ایسا عذاب بھیجے گا جو سب پر عام ہوگا [سراج] اور ابن کثیر نے بعض صحابہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ یہ حکم اس وقت کے لیے ہے جب کہ نصیحت کا اثر نہ ہو۔ پس حدیث و آثار مذکور سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر قادر نہ ہونے یا اس کا اثر نہ ہونے کے وقت اسے ترک کرنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ اس آیت میں تمام آیتوں سے زیادہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تاکید ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے ﴿عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾ فرمایا ہے یعنی اپنے دین والوں کی مسلمانوں کی اصلاح کرو انھیں اچھی باتیں بتاؤ بری باتوں سے باز رکھو [خازن]

(آیت ۱۰۶ تا ۱۰۸) (۱۱) شان نزول:۔ ان آیات کی بہت بڑی ہے جس کا مختصر یہ ہے کہ قبیلہ بنی سہیم کا ایک آزاد شدہ غلام بدیل نامی کچھ مال لے کر تجارت کرنے ملک شام کو گیا، اس مال میں ایک چاندی کا کٹورہ سونے کا کام کیا ہوا بھی تھا جو بادشاہ شام کے لیے لے چلا تھا، اس کے ساتھ تمیم داری و عدی ابن بداء عیسائی تاجر بھی تھے، راہ میں بدیل بیمار ہو گیا اور آخر وقت جب اس نے کسی مسلمان کو نہ

www.waseemziyai.com

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ

بے شک تو ہی ہے سب غیبوں کا خوب جاننے والا۔ جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ یاد کر

نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ تُكَلِّمُ

میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی

النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ

تو لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر کا ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت اور توریت

وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْــَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا

اور انجیل اور جب [تو] مٹی سے پرند کی سی مورت میرے حکم سے بناتا پھر اس میں پھونک مارتا

فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ

تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتی، اور تو مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا اور جب

تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ

تو مُردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا، اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس

دیکھا تو اس نے اپنا تمام مال مع کٹورے کے ان عیسائیوں کو سپرد کیا اور وصیت کی کہ وہ مدینہ پہنچ کر میرے وارثوں کو دے دیں اور مال کی فہرست چھپا کر سامان میں رکھ دی۔ عیسائیوں نے مدینہ پہنچ کر اس کا مال اس کے وارثوں کو دے دیا اور کٹورہ چرا کر ایک ہزار درہم کو بیچ ڈالا۔ بدیل کے وارثوں نے عیسائیوں پر کٹورہ کا دعویٰ کیا جو دربار رسالت میں پیش ہوا، حضور نے ثبوت طلب کیا، چوں کہ ان کے پاس کوئی گواہ نہ تھا اس لیے حضور نے عیسائیوں کو قسم دلائی وہ قسم کھا گئے مقدمہ خارج کر دیا گیا، اس وقت یہ آیت لمن الآثمین تک نازل ہوئی۔ چند روز کے بعد وہ کٹورہ ایک سنار کے پاس برآمد ہوا، اس سے پوچھا گیا اس نے کہا کہ یہ کٹورہ تمیم وعدی نے میرے ہاتھ ہزار درہم میں بیچا ہے، اس اثنا میں تمیم مسلمان ہو گیا تھا اس نے پانچ سو درہم اپنے حصے کے بدیل کے وارثوں کو ادا کر دیے تھے اور سب حال ظاہر کر دیا تھا اور فہرست بھی مل گئی تھی پھر بھی عدی نے اقرار نہ کیا تو دوبارہ مقدمہ دربار رسالت میں پیش ہوا تو یہ آیت ﴿فان عثر﴾ الخ نازل ہوئی تو بحکم حضور بعد نماز عصر عمرو ابن عاص و مطلب ابن ابی رفاعہ کو جو بدیل کے قریب تر رشتہ دار تھے قسم دی گئی کیوں کہ وہ منکر تھے انھوں نے کھڑے ہو کر قسم کھا کر کہا کہ ہماری قسم عدی کی قسم سے زیادہ قابل اعتبار ہے، ہمارے علم میں میت نے ان کے ہاتھ کٹورہ نہیں بیچا ہے اور نہ ہبہ کیا ہے، اس پر عدی سے پانچ سو درہم دلائے گئے مگر ہاتھ نہ کاٹا گیا کہ چشم دید کوئی گواہ نہ تھا۔ یہ قصہ مفسرین نے بروایت بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ بالفاظ مختلفہ مع زیادتی و کمی کے لکھا ہے ہم نے اس کا خلاصہ تحریر کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! جب تم مرتے وقت سفر میں وصیت کرنا چاہو تو دو معتبر شخص اپنوں یا غیروں کو گواہ بنا لو۔ پھر مر جانے کے بعد اگر وارثوں کو وصیت میں کچھ شک ہو تو ان دونوں گواہوں کو ٹھہرا کر ان سے بعد نماز عصر قسم لو اور وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ میت نے یوں ہی وصیت کی تھی اور ہم جھوٹی قسم کسی کے لیے نہ کھائیں گے اگرچہ وہ ہمارا قریبی رشتہ دار ہو اور اللہ کی گواہی نہ چھپائیں گے اور اس کے بدلے کچھ مال نہ لیں گے اگر ہم ایسا کریں تو خود ہم گنہگاروں میں ہیں۔ پھر اگر پتہ چلے کہ وہ کسی گناہ کے مرتکب ہوئے مثلاً مال میں خیانت کی اور وہ ان کے پاس نکلا تو کہا کہ ہم نے اسے

www.waseemziyai.com

بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾

روشن نشانیاں لے کر آیا تو ان میں کے کافر بولے کہ یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ، بولے ہم ایمان لائے

وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

اور گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔ جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ [بن مریم]

هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۭ قَالَ

کیا آپ کا رب ایسا کرے گا کہ ہم پر آسمان سے ایک خوان اتارے کہا

اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا

اللہ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو بولے ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں

وَتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ

اور ہمارے دل ٹھہریں اور ہم آنکھوں دیکھ لیں کہ آپ نے ہم سے سچ فرمایا اور ہم اس پر

میت سے خریدا ہے، میت ہمیں اسے دے گئی تھی یا اس کی وصیت کر گئی تھی اور جھوٹی قسم کھائی تو ان کی جگہ دو گواہ جو میت کے قریبی رشتہ دار ہوں اور وصیت میں مستحق ہوں کھڑے ہو کر کہیں کہ پہلے گواہوں کی جھوٹی گواہی سے ہمارا حق مارا گیا ہے اور ہمیں نقصان پہنچا ہے اور یہ دونوں گواہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ سچی ہے اور ہم حد سے نہیں بڑھے ہیں جھوٹ نہیں بولے ہیں اگر ایسا ہو تو ہم ظالموں میں سے ہیں یہ پچھلے گواہوں کی گواہی زیادہ قریب ہے، اس کے جیسی کہ گواہی ادا کرنا چاہیے یا زیادہ قریب اس کے کہ وہ اپنی قسم رد ہونے کے خوف سے صحیح گواہی دیں۔

تنبیہ: آیت میں وصیتوں کا حکم باقی ہے اور شاہدوں کا منسوخ ہے یوں ہی غیر دین والوں کی شہادت کا حکم منسوخ ہے اور بعض کے نزدیک منسوخ نہیں ہے۔ ابتدائے اسلام میں مسلمان کم ہونے کی وجہ سے خصوصاً سفر میں مسلم پر غیر مسلم کی شہادت جائز تھی۔ [سراج] اور یہاں شہادت سے قسم مراد ہے اور گواہوں سے وصی مراد ہے اور ہر نماز کے بعد قسم لینا روا ہے مگر نماز عصر کے بعد قسم لینا اولیٰ ہے کہ اس وقت دن و رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں، اور کہا گیا ہے کہ تمام دین والے عصر کے وقت کی عظمت کرتے تھے اور اس وقت جھوٹی قسم کھانے سے بچتے تھے، اسی لیے مفسرین نے نماز کے ساتھ عصر کی قید لگائی ہے جیسا کہ اس معاملہ میں حضور نے بعد عصر منبر کے پاس قسم لی اور یہی حضرت عباس و دیگر تابعین سے مروی ہے۔ اور منکم سے دو مسلمان عادل گواہ مراد ہیں خواہ وہ کنبہ قبیلہ کے ہوں یا غیر کنبہ قبیلہ کے ہوں اور من غیر کم سے غیر مسلم مراد ہیں جب کہ کوئی مسلمان آدمی نہ ملے۔ شیخ ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نیز دیگر تابعین سے اس کی یہی تفسیر روایت کی ہے اور بعض نے منکم سے کنبہ قبیلہ والے اور من غیر کم سے غیر کنبہ قبیلہ والے مراد لیے ہیں مگر ہوں مسلمان کہ مسلمان پر غیر مسلم کی شہادت بالاجماع صحیح نہیں۔ اور آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قسم کو سخت کرنے کے لیے متبرک مقامات اور اوقات و زمان میں قسم لینا چاہیے جیسے مسجد، جامع مسجد، خانہ کعبہ، نماز کے بعد، عصر کے وقت وغیرہ۔

www.waseemziyai.com

الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا

گواہ ہو جائیں عیسیٰ ابن مریم نے عرض کی اے اللہ! اے رب ہمارے! ہم پر

مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً

آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو، ہمارے اگلوں پچھلوں کی اور

مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا

تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ میں اسے

عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ

تم پر اتارتا ہوں پھر اب جو تم میں کفر کرے گا تو بے شک میں اسے وہ عذاب دوں گا کہ

اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ

سارے جہان میں کسی پر نہ کروں گا ف۱۲ اور جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تو نے

قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ

لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنا لو، اللہ کے سوا عرض کرے گا

(آیت ۱۰۹ تا ۱۱۵) (۱۲) ان آیات میں انبیا علیہم السلام کو قیامت کے دن جمع فرمانے اور ان سے ان کی امتوں کا جواب پوچھنے اور بنی اسرائیل کی نافرمانی و کفرانِ نعمت کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع فرما کر ان سے ان کی امتوں کو ملامت کرنے کے لیے پوچھے گا کہ امتوں نے تمہیں کیا جواب دیا تھا جب تم نے ان سے ایمان لانے کو کہا تھا تو رسول ادباً عرض کریں گے کہ ہم تیرے علم کے مقابلہ میں کچھ نہیں جانتے ہیں تو ان کی تمام کھلی اور چھپی باتوں کا جاننے والا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کے یہی معنی فرمائے ہیں کہ ہمیں ان کا تجھ جیسا علم نہیں ہے تو ان کی ظاہر کی ہوئی اور چھپا کر کی ہوئی باتوں کو جانتا ہے اور ہم ان کی صرف ظاہر کی ہوئی باتوں کو جانتے ہیں تو تیرا علم ہمارے علم سے زیادہ اتم و اکمل ہوا ہمارا علم تیرے علم کے سامنے مثل نہ ہونے کے ہوا۔ [خازن] یا وہ "لَا عِلْمَ لَنَا" اس وجہ سے کہیں گے کہ حول قیامت کی وجہ سے امتوں کا جواب ان سے ذہول ہو جائے گا ذہن سے اتر جائے گا۔ جب اس سے سکون ہوگا تو وہ اپنی اپنی امتوں پر گواہی دیں گے کہ انھوں نے ایسا اور ایسا کیا تھا اور کہا تھا۔ شیخ ابن کثیر نے اس کو پسند کیا ہے اور یہی حضرت حسن بصری و مجاہد و سدی سے بروایت ابن جریر و ابن ابی حاتم مروی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یاد کرو یعنی شکر کرو جب اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کرو میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب کہ میں نے پاک روح جبرائیل سے تیری مدد کی کہ وہ ہر وقت تیرے ساتھ رہتے اور تجھے تعلیم کرتے تھے تو بچپن اور جوانی کی حالت میں لوگوں سے ایک سا کلام کرتا تھا اور جب تجھے کتاب یعنی لکھنا اور حکمت یعنی فہم و فراست اور تورات و انجیل سکھائی اور جب بناتا تھا تو میرے حکم سے مٹی سے پرند کی سی مورت اور اس میں میرے حکم سے پھونک مارتا تھا پس وہ اڑنے لگتی تھی اور تو میرے حکم سے مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اچھا کرتا تھا اور جب مردوں کو میرے حکم سے زندہ کرتا تھا اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تیرے قتل سے باز رکھا آسمان پر اٹھا لیا اور جب تو ان کے پاس معجزات لے کر آیا تو کافروں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے اور جب ہم نے حواریوں یعنی

www.waseemziyai.com

سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ۭ اِنْ كُنْتُ

پاکی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ بات کہوں جو مجھے نہیں پہنچتی اگر میں نے

قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ

ایسا کہا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہوگا، تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے،

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ

بے شک تو ہی ہے سب غیبوں کا خوب جاننے والا۔ میں نے تو ان سے نہ کہا مگر وہی جو مجھے تو نے حکم دیا تھا

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ

کہ اللہ کو پوجو، جو میرا بھی رب اور تمہارا بھی رب، اور میں ان پر مطلع تھا جب تک میں

وقف التعبیر صلی اللہ علیہ وسلم

اصحاب عیسیٰ کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام اور شہد کی مکھیوں کے دل میں ڈالا گیا تھا، تو وہ بولے ہم ایمان لائے اور تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں اور جب حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰ! کیا تیرا رب ایسا کرے گا کہ آسمان سے ہم پر خوان اتارے تو عیسیٰ نے ان سے کہا کہ اللہ سے ڈرو ایسا سوال کرنے سے اگر تم مسلمان ہو تو وہ بولے ہم یہ اس لیے چاہتے ہیں کہ خوان میں سے تبرکات کھائیں اور ہمارے دل کو اطمینان ہو اور ہمارے علم و یقین میں زیادتی ہو اور ہم آنکھوں سے دیکھ لیں کہ آپ نے ہم سے سچ فرمایا ہے اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں۔ جب حضرت عیسیٰ نے یہ جان لیا کہ ان کا یہ سوال زیادتی علم کے لیے ہے نہ از روئے عناد و سرکشی تو انھیں تین روزے رکھنے کا حکم فرمایا اور کہا: جب تم روزے رکھو گے اور افطار کر کے اللہ سے سوال کرو گے تو اللہ تمہیں دے گا پس انھوں نے روزے رکھ کر مائدہ کا سوال کیا تب عیسیٰ علیہ السلام نے غسل فرما کر دو رکعت نماز پڑھ کر اور سر جھکا کر رو کر دعا فرمائی [خازن، سراج] اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ دن ہمارے لیے اور ہمارے اگلے پچھلوں کے لیے عید ہو اور تیری قدرت اور میری نبوت پر نشانی ہو تو اللہ نے عیسیٰ سے فرمایا: کہ میں اسے تم پر اتارتا ہوں پھر جو کوئی تم میں سے اس کے اترنے کے بعد کفر کرے گا تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا کہ دنیا میں کسی کو نہ دوں گا پس فرشتے آسمان سے خوان لے کر اترے جس میں سات روٹیاں اور سات مچھلیاں تھیں پس انھوں نے انھیں خوب سیر ہو کر کھایا۔ [قالہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ] ترمذی وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ آسمان سے خوان اترا جس میں روٹیاں اور گوشت تھا انھیں حکم کیا گیا کہ اس میں چوری نہ کریں اور نہ کل کے لیے بچا کر رکھیں پس انھوں نے چوری کی اور بچا کر رکھا تو اس کی سزا میں وہ مسخ کیے گئے سور، بندر بنا دیے گئے۔ [جلال] اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خوان ایک ہی دن نازل نہیں ہوا تھا بلکہ چند روز تک نازل ہوتا رہا پھر ان کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے اس کا آنا بند ہوا۔ بیضاوی نے روایت نقل کی ہے کہ خوان چالیس روز تک صبح کو آتا زوال تک رہتا سب امیر و غریب اس سے کھاتے تھے۔ اور روایت کی گئی ہے کہ خوان سرخ رنگ کا تھا دو بادلوں میں اترا تھا وہ اسے اترتا دیکھ رہے تھے کہ وہ ان کے سامنے رکھا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رو کر دعا کی اے اللہ! ہمیں شاکرین سے کر اور اس خوان کو ہمارے لیے رحمت بنا نہ عذاب۔ پھر وضو فرمایا اور نماز پڑھی اور روئے پھر اسے بسم اللہ خیر الرازقین کہہ کر کھولا تو اس میں بھنی ہوئی مچھلی بغیر سنے اور کانٹے کی تھی جس سے چکنائی بہتی تھی اور اس کے سر کے پاس نمک اور دم کے پاس سرکہ اور اس کے آس پاس قسم قسم کی سبزیاں سوائے گندنے کے رکھی تھیں اور پانچ روٹیاں تھیں ایک پر شہد، دوسری پر زیتون، تیسری پر گھی، چوتھی پر مکھن، پانچویں پر قدید تھا۔ تو شمعون نے حضرت عیسیٰ سے کہا: کہ یہ طعام دنیا ہے یا آخرت؟ فرمایا: ان دونوں میں سے نہیں ہے بلکہ خدا نے اسے اپنی قدرت سے ایجاد

www.waseemziyai.com

فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ

ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے سامنے

شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ

حاضر ہے۔ اگر تو انھیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے

فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ

تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ ہے وہ دن جس میں سچوں کو

صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ

ان کا سچ کام آئے گا، ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے،

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ

اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، اور یہ ہے بڑی کامیابی۔ اللہ ہی کے لیے ہے

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ

آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کی سلطنت اور وہ

عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع

ہر چیز پر قادر ہے۔ ع ۱۳

کیا ہے۔ کھاؤ جو تم نے مانگا تھا اور شکر کرو اللہ سے اپنے فضل سے زیادہ کرے گا اور دیر تک رکھے گا۔ تو ان ناشکروں نے اس کے علاوہ دوسرا معجزہ چاہا تو حضرت عیسیٰ نے فرمایا: اے مچھلی! اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا پس وہ پھڑکی، پھر جیسی تھی ویسی ہی ہونے کا حکم دیا تو وہ بھنی ہوئی مچھلی ہو گئی پھر خوان اٹھ گیا تو انھوں نے نافرمانی کی پس مسخ کیے گئے روایت طویل ہے [سراج و بیضاوی] ابن جریر نے حضرت عمار سے روایت کی ہے کہ خوان میں جنت کے میوے بھی تھے۔ اور حسن بصری و مجاہد کہتے ہیں کہ خوان نازل نہیں ہوا تھا بلکہ وعید شدید کے باعث وہ اپنے سوال سے پھر گئے تھے کہ شاید اس کے اترنے کے بعد کوئی کفر کرے اور سب عذاب میں مبتلا ہوں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ وہ اترا تھا اسے ملائکہ گھیرے ہوئے تھے اس پر ہر قسم کے کھانے سوائے گوشت کے تھے۔ اور کہا گیا ہے جو کھانا چاہتے تھے اس پر ملتا تھا اور کہا گیا ہے کہ وہ جہاں کہیں ہوتے صبح و شام وہ ان پر نازل ہوتا۔ [مدارک] وفیہ اقوال أخر. حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ سب سے زیادہ عتاب قیامت کے دن منافقوں اور اصحاب مائدہ پر ہوگا۔ [خازن وغیرہ]

تنبیہ: ﴿تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا﴾ کے یہ معنی ہیں کہ ہم اور ہمارے بعد آنے والے اس روز خوشی منائیں، اس کی تعظیم و تکریم کریں، نماز پڑھیں۔ وہ خوان ہفتہ کے دن ان پر اترا تھا اسی لیے نصاریٰ ہفتہ کے دن کو معظم سمجھتے ہیں۔ [خازن]

(آیت ۱۱۶ تا ۱۲۰) (۱۳) آیات گزشتہ میں وہ احسانات ذکر کیے گئے تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کیے تھے جن سے صاف ظاہر تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا نہ تھے اور نہ خدا کے بیٹے تھے بلکہ وہ اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔ ان آیات میں وہ سوال و

www.waseemziyai.com

www.waseemziyai.com

جواب ذکر کیے گئے ہیں جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہوں گے ان سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بندہ و رسول خدا ہونا ثابت ہے اور نصاریٰ کا اس میں صریح رد ہے اور یہ سوال و جواب تمام خلق کے سامنے نصاریٰ کو رسوا اور ملامت کرنے کے لیے کیے جائیں گے۔ مطلب اس کا ترجمہ سے ظاہر ہے۔ مسلم کی حدیث ہے کہ حضور نے قول ابراہیم علیہ السلام ربی انهن اضللن اور قول عیسیٰ علیہ السلام ﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ﴾ الخ [المائدۃ:۱۱۸] پڑھا اور پھر رو کر عرض کی ''اللھم امتی امتی'' پس اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو بھیج کر رونے کا سبب پچھوایا جبریل نے آ کر پوچھا اور جا کر عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا کر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہدے ﴿انا سنرضيك فی أمتك ولانسوءك﴾ ہم تمہیں تمہاری امت کے معاملہ میں راضی و خوش کر دیں گے ناراض و ناخوش نہیں کریں گے۔ نسائی کی حدیث میں ہے کہ حضور اس آیت کو رات بھر کھڑے پڑھتے رہے۔ ابن ابی حاتم و بغوی نے بھی ایسے ہی روایت کی ہے۔

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۱۶۵ رُكُوْعَاتُهَا ۲۰

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ

سب خوبیاں اللہ کو جس نے آسمان اور زمین بنائے اور اندھیریاں

الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝۱ هُوَ

اور روشنی پیدا کی اس پر کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ وہی ہے

الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى

جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک میعاد کا حکم رکھا اور ایک مقرر وعدہ اس کے یہاں ہے

عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝۲ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ؕ

پھر تم لوگ شک کرتے ہو۔ اور وہی اللہ ہے آسمانوں کا اور زمین کا

یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝۳ وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ

اسے تمہارا چھپا اور ظاہر سب معلوم ہے اور تمہارے کام جانتا ہے۔ ف۱۴ اور ان کے پاس

(آیت ۱ تا ۳) (۱۴) پوری سورت رات میں مکہ میں نازل ہوئی سوائے چھ آیات کے وہ مدنی ہیں تین آیت ﴿وما قدروا الله﴾ سے آخر تک اور تین آیت ﴿قل تعالوا﴾ سے آخر تک اور حضور نے اسے رات ہی میں لکھوایا اور اس کے نزول کے وقت ستر ہزار فرشتے اس کے آس پاس تسبیح پڑھتے تھے۔[رواہ طبرانی کذا روی عن ابن عباس وابن مسعود رضی اللہ عنہما] حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضور نے تسبیح کہی اور فرمایا اس کے ساتھ اس کثرت سے فرشتے آئے کہ آسمان ڈھک گیا۔[رواہ الحاکم وغیرہ] اور بیہقی نے انس ابن مالک سے اور ابن مردویہ نے عبداللہ ابن عمر سے روایت کی ہے کہ اس سورت کے ساتھ ایک گروہ ملائکہ کا آیا تھا جس سے مشرق و مغرب بھر گیا تھا اور ان کی تسبیح کی آواز سے زمین گونج گئی تھی اور حضور سبحان اللہ العظیم کہتے ہوئے سجدہ میں گئے۔ ایک روایت میں ہے جو سورہ انعام پڑھتا ہے، اس کے لیے ستر ہزار فرشتے جو اس کے ساتھ آئے تھے اس رات و دن استغفار کرتے ہیں [رواہ لبغوی خازن وغیرہ] قرطبی کہتے ہیں کہ مشرکوں کو قائل کرنے اور اہل بدعت کا رد کرنے اور منکرین حشر و نشر کے سامنے استدلال پیش کرنے کے لیے یہ سورت اصل ہے۔ متکلمین نے اسی پر اصول دین قائم کیا ہے اور عقائد اسلامیہ کا اس سے استخراج کیا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ سورت دو خصوصیتوں کے ساتھ مخصوص ہے ایک تو یہ کہ ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ آئے، دوسری یہ کہ وہ ایک دم نازل ہوئی۔ اس آیت میں اکثر غیر مسلم فرقوں کا رد ہے۔ مطلب اس کا ترجمہ سے ظاہر ہے۔ کعب احبار فرماتے ہیں: کہ یہ آیت اول و آخر آیت توراۃ ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حمد سے شروع فرمایا اور حمد ہی پر ختم فرمایا ہے اس سے بندوں کی تعلیم مقصود ہے کہ وہ یوں کہا کریں: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ. اور ظلمات سے رات اور نور سے دن مراد ہے [سدی] اور کہا گیا ہے کہ ظلمات سے جہل اور نور سے علم یا کفر و ایمان یا جنت و نار مراد ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ نے آسمان کو زمین سے پہلے اور ظلمت کو نور سے پہلے اور جنت کو نار سے پہلے پیدا فرمایا۔ حدیث میں ہے کہ اللہ نے خلق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا پھر اس پر اپنے نور کی روشنی ڈالی پس جس نے یہ

www.waseemziyai.com

اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا

کوئی بھی نشانی ان کے رب کی نشانیوں سے نہیں آتی مگر اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ تو بےشک انہوں نے

بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ

حق کو جھٹلایا جب ان کے پاس آیا تو اب انہیں خبر ہوا چاہتی ہے اس چیز کی جس پر

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ

ہنس رہے تھے۔ کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی

قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا

سنگتیں کھپادیں انہیں ہم نے زمین میں وہ جماؤ دیا جو تم کو نہ دیا اور

السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمْ

ان پر موسلا دھار پانی بھیجا اور ان کے نیچے نہریں بہائیں

فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۶﴾

تو انہیں ہم نے ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کیا اور ان کے بعد اور سنگت اٹھائی۔ ف۱۵

نور پایا اس نے ہدایت پائی اور جس نے نہ پایا گمراہ ہوا۔ [معالم] اور خلقکم میں اولاد آدم سے خطاب ہے کہ ان کے باپ آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے اور وہ ان کی نسل ہیں تو وہ بھی مٹی سے پیدا ہوئے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو ایک مٹھی خاک سے جو تمام زمین سے لی گئی تھی، پیدا فرمایا پس ان کی اولاد موافق زمین کے سرخ و سیاہ و سفید اور نرم و سخت اور پاک و نجس ہوئی۔ [رواہ الترمذی وابوداؤد] اور ''اجل'' سے وقت مقررہ پیدا ہونے اور مرنے اور قیامت قائم ہونے کا مراد ہے۔ علی اختلاف الاقاویل [خازن]

(آیت ۴ تا ۶) (۱۵) یہ آیت اگرچہ اہل مکہ کے حق میں نازل ہوئی مگر حکم اس کا عام ہے ہر سرکش و معاند اور جاہل کو شامل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اہل مکہ کے پاس جو قرآن کی آیات اور قدرت الٰہی کی نشانیاں آئیں تو ان میں انھوں نے غور نہیں کیا اور ان سے اعراض کرتے ہیں پس جب ان کے پاس حق آیا تو انھوں نے اس کو جھٹلایا تو اب انھیں خبر ہوا چاہتی ہے اس چیز کی جس پر وہ ہنس رہے تھے اور جس کی تکذیب کر رہے تھے یعنی اس کی سزا ان پر ظاہر ہوا چاہتی ہے جس پر وہ ہنس رہے تھے کیا انھوں نے اپنے سفروں میں نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی سنگتیں کھپادیں یعنی کتنی امتیں ہلاک کر دیں جنھیں ہم نے زمین میں وہ عروج دیا تھا جو تمھیں نہ دیا اور ہم نے ان پر موسلا دھار یعنی پے در پے پانی برسایا اور ان کے نیچے ندیاں بہائیں یعنی ہر قسم کی انھیں قوتیں اور نعمتیں عطا فرمائیں پھر انھیں ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کیا۔ اور ان کے بعد دوسری امت پیدا کی۔

تنبیہ: ''قرن'' اصل میں زمانہ کو کہتے ہیں اس کی مدت میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ سو برس کا ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انس بن مالک یا عبداللہ ابن بشر سے فرمایا تو ایک قرن یعنی سو برس زندہ رہے گا پس وہ سو برس زندہ رہے۔ اور مراد اس سے اہل زمانہ ہیں یعنی اس زمانہ کی امتیں قومیں جیسا کہ حدیث "خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِىْ" کا مفہوم ہے۔ تو آیت کے یہ معنی ہوئے کہ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی بہت سی امتیں، قومیں ہلاک و برباد کر دیں جن کا نشان بھی نہ رہا جیسے قوم نوح، قوم لوط، قوم عاد و ثمود وغیرہ۔

www.waseemziyai.com

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ

اور اگر ہم تم پر کاغذ میں کچھ لکھا ہوا اتارتے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے

لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۷ وَقَالُوْا

جب بھی کافر کہتے کہ یہ نہیں مگر کھلا جادو۔ اور بولے

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ

ان پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا اور اگر ہم فرشتہ اتارتے تو کام تمام ہو گیا ہوتا پھر

لَا يُنْظَرُوْنَ ۸ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ

انہیں مہلت نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم نبی کو فرشتہ کرتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہی شبہہ رکھتے

مَّا يَلْبِسُوْنَ ۹ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ

جس میں اب پڑے ہیں۔ ف۱۶ اور ضرور اے محبوب! تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ٹھٹا کیا گیا تو وہ

(آیت ۷ تا ۹) (۱۶) شان نزول:۔ چوں کہ کفار مکہ محسوس پرست تھے جو چیز آنکھوں کے سامنے نہ ہوتی اسے تسلیم نہ کرتے اس وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صداقت میں انھیں شبہہ تھا کہ اگر وہ سچے نبی ہوتے تو ان پر ایک بار لکھی لکھائی کتاب ظاہر ظہور فرشتے لے کر آتے یہ تھوڑی تھوڑی خفیہ طور سے آنا اور فرشتے کا سامنے نہ آنا قابل یقین نہیں ہے۔ چنانچہ نضر ابن حارث اور عبداللہ ابن امیہ اور نوفل ابن خویلد نے صاف طور سے حضور سے کہا کہ ہم آپ کی نبوت کی اس وقت تصدیق کریں گے جب آپ خدا کی طرف سے مکمل لکھی ہوئی کتاب لے کر آئیں اور اس کے ساتھ چار فرشتے ہوں جو اس کی تصدیق کریں اور آپ کی نبوت کی شہادت دیں تو یہ آیت نازل ہوئی اور انھیں جواب دیا گیا [سراج وغیرہ] مطلب یہ ہے کہ اے نبی! اگر ہم ان کی خواہش کے موافق کاغذ پر لکھا ہوا اتارتے جسے وہ اپنے ہاتھوں سے چھوتے تب بھی وہ ایمان نہ لاتے اور تعنت وعناد کی وجہ سے اسے کھلا جادو بتاتے جیسا کہ شق القمر میں انھوں نے کہا۔ اور کہا انھوں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا کہ ان کی تصدیق کرتا اور ہم یقین کرتے۔ اس کے جواب میں فرمایا: اور اگر ہم ان کی خواہش کے موافق فرشتہ اتارتے اور وہ اس پر ایمان نہ لاتے تو ان کا کام تمام ہو گیا ہوتا ہلاک کر دیے گئے ہوتے پھر انھیں معذرت اور توبہ کرنے کی مہلت نہ ملتی جیسا کہ اگلی امتوں کو ان کا سوال پورا کرنے اور ایمان نہ لانے کے بعد مہلت نہ دی گئی فوراً ہلاک کر دیے گئے یا یہ کہ فرشتہ آتا تو فرشتے کی صورت دیکھتے ہی ہلاک ہو جاتے مہلت نہ پاتے کہ ان میں فرشتے کو دیکھنے کی تاب نہ ہوتی۔ اور جو ہم فرشتہ کو رسول بناتے جب بھی ہم اسے مرد ہی کی صورت بناتے تاکہ وہ اس کے دیکھنے پر قادر ہوتے۔ جیسا کہ حضرت جبرئیل حضور کی خدمت میں بصورت دحیہ کلبی آئے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس دو فرشتے آدمیوں کی شکل میں آئے اور حضرت ابراہیم ولوط علیہما السلام کے پاس فرشتے آدمی کی صورت میں آئے اور حضور جبرئیل کی اصلی صورت دیکھ کر چیخ کر بے ہوش ہو گئے تب بھی وہ اس پر وہی شبہہ کرتے جواب کر رہے ہیں اور کہتے کہ یہ ہماری طرح بشر ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اگر فرشتہ بصورت اصلی آتا تو وہ اس کے دیکھنے کی تاب نہ لاتے فوراً مر جاتے تو اس کے بھیجنے کا کچھ فائدہ نہ ہوتا تکمیل اغراض نہ ہوتی اور جو بشکل بشر آتا تو بھی اس پر یہی شبہہ کرتے اور اسے اپنے مثل بشر سمجھتے اور حسد وعناد کی وجہ سے اس پر ایمان نہ لاتے

www.waseemziyai.com

ع ۱۰ ۷

بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ سِيْرُوْا

جو اُن سے ہنستے تھے ان کی ہنسی انہیں کو لے بیٹھی تم فرمادو

فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾ قُلْ

زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔ تم فرماؤ

لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ

کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے؟ تم فرماؤ اللہ کا ہے، اس نے اپنے کرم کے ذمے پر

الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ

رحمت لکھ لی ہے بے شک ضرور تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا اس میں کچھ شک نہیں، وہ

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ

جنھوں نے اپنی جان نقصان میں ڈالی ایمان نہیں لاتے۔ اور اسی کا ہے جو کچھ بستا ہے رات اور دن میں

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ

اور وہی ہے سنتا جانتا۔ ف۱۷ تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا کسی اور کو والی بناؤں؟ وہ اللہ جس نے

(آیت ۱۰ تا ۱۳) (۱۷) ان آیات میں حضور کو تسلی دی جارہی ہے اور صبر کرنے کا حکم دیا جارہا ہے اور کفار کو مرعوب کرنے کے لیے فرمایا جارہا ہے کہ اے محبوب! تم کفار کے ہنسی مذاق اڑانے پر صبر کرو بددل نہ ہو کہ تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ٹھٹا کیا گیا تھا، ہنسی مذاق اڑایا گیا تھا تو ان سے ہنسی مذاق کرنے والوں کی ہنسی مذاق کرنے کا وبال انھیں پر پڑا کہ ہلاک کیے گئے۔ ایسے ہی تمہاری ہنسی مذاق کرنے والوں کا وبال انھیں پر پڑے گا کہ ہلاک کیے جائیں گے تمہارا کچھ نہ بگڑے گا تم ان سے فرمادو کہ اے کافرو! تم ذرا زمین پر چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں اور ہنسی اڑانے والوں کا کیا انجام ہوا عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے ان کی بستیاں ویران ہوئیں پس عبرت پکڑو۔ باقی ترجمہ پڑھیے

تنبیہ: آیت میں "کتب" بمعنی "فرض" نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز فرض نہیں ہے بلکہ بمعنی "قضی" ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے بطور فضل واحسان کے اپنی ذات پر رحمت مقدر ومقرر کی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب اللہ نے خلق کو پیدا کیا تو ایک کتاب لکھی اور اسے عرش پر اپنے پاس رکھا اس میں ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔ [بخاری ومسلم] دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ نے جس وقت آسمان وزمین پیدا کیے تو سو رحمتیں پیدا فرمائیں ان میں سے ایک حصہ دنیا والوں کو ملا جس سے وہ آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور ننانوے حصہ آخرت کے لیے رکھیں ہیں جن سے قیامت کے دن بندوں پر رحم فرمائے گا۔ [بغوی ومسلم] ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت حضور کے سامنے آئی جو اپنے بچے کو تلاش کرتی تھی جب وہ ملا تو اس نے اسے اپنی چھاتی سے چپٹا لیا اور اسے دودھ پلایا، پس حضور نے صحابہ سے فرمایا کیا یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈالے گی؟ عرض کی نہیں۔ تو فرمایا: اللہ اپنے بندوں پر اس عورت سے زیادہ رحم کرنے والا ہے یعنی وہ انھیں کیسے آگ میں ڈالے گا۔ [بخاری ومسلم] اسی لیے اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اس نے کافروں نافرمانوں کو ڈھیل دے رکھی ہے کہ ان پر عذاب نازل نہیں کرتا ہے سزا نہیں دیتا ہے اور توبہ قبول فرماتا ہے تاکہ اس کی رحمت کی

www.waseemziyai.com

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۭ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ

آسمان و زمین پیدا کیے اور وہ کھلاتا ہے اور کھانے سے پاک ہے تم فرماؤ مجھے حکم ہوا ہے

اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾

کہ سب سے پہلے گردن رکھوں اور ہرگز شرک والوں میں نہ ہونا۔

قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّىْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ

تم فرماؤ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ اس

يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَاِنْ

دن جس سے عذاب پھیر دیا جائے ضرور اس پر اللہ کی مہر ہوئی اور یہی کھلی کامیابی ہے۔ [اور] اگر

يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ

تجھے اللہ کوئی برائی پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تجھے بھلائی پہنچائے۔

فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۭ

تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر۔

وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ

اور وہی ہے حکمت والا خبردار۔ ف۱۸ تم فرماؤ سب سے بڑی گواہی کس کی؟ تم فرماؤ

طرف متوجہ ہوں۔ اور اس آیت سے ثابت ہے کہ آدمی جب سیاحت کرے تو غافلوں کی طرح نہ کرے بلکہ اگلے لوگوں کے آثار دیکھ کر ان سے عبرت حاصل کرے اور ان میں غور و فکر کرے۔

(آیت ۱۴ تا ۱۸) (۱۸) شان نزول :۔ مقاتل کہتے ہیں جب کفار قریش نے حضور سے کہا کہ تم اپنے باپ دادا کے دین کی طرف لوٹ آؤ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [خازن و سراج] اور حضور کو حکم فرمایا گیا کہ تم ان سے کہہ دو کہ کیا میں اس اللہ کے سوا کسی اور کو والی بناؤں جس نے زمین و آسمان پیدا کیے اور وہ مخلوق کو کھلاتا ہے اور خود کھانے سے پاک ہے۔ باقی ترجمہ پڑھیے

تنبیہ: آیت میں خطابات حضور کو اس لیے کیے گئے ہیں کہ ان سے امت حضور مستفید ہو اور ﴿وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [الانعام: ۱۴] طمع مشرکین قطع کرنے کے لیے کہا گیا ہے جیسا کہ انھوں نے حضور سے دین آبائی کی طرف پھر آنے کی تمنا کی تھی۔ اور ولی سے مراد معبود ہے یعنی میں اللہ کے سوا غیر کو معبود نہیں بناؤں گا۔ [بیضاوی] اور ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ﴾ الخ [الانعام: ۱۷] کے معنی یہ ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا جو مقدر ہو چکا ہے وہی ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ حضور نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا: اے لڑکے! تو جب جو کچھ مانگ اللہ ہی سے مانگ اور اللہ ہی سے مدد چاہ اور جان لے کہ اگر تمام دنیا جمع ہو کر نفع پہنچانا یا نقصان دینا چاہے تو نہیں پہنچا سکتی مگر جو اللہ نے تیری تقدیر میں لکھ دیا ہے۔ [ترمذی] اور یہ خطاب اگرچہ حضور کو ہے لیکن عام ہے ہر شخص کو شامل ہے۔

www.waseemziyai.com

اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۫ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ

کہ اللہ گواہ ہے مجھ میں اور تم میں اور میری طرف اس قرآن کی وحی ہوئی ہے

لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً

کہ میں اس سے تمھیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے تو کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ

اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا

اور خدا ہیں؟ تم فرماؤ کہ میں یہ گواہی نہیں دیتا تم فرماؤ کہ وہ تو ایک ہی معبود ہے اور [بے شک میں] بیزار ہوں ان سے جن کو

تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ

تم شریک ٹھہراتے ہو۔ جن کو ہم نے کتاب دی اس نبی کو پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں

اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ

جنھوں نے اپنی جان نقصان میں ڈالی وہ ایمان نہیں لاتے۔ ف۱۹ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون

(آیت ۱۹/۲۰) (۱۹) شان نزول:۔ایک بار قریش مکہ نے حضور سے کہا کہ تم نبی ہونے کا تو دعوی کرتے ہو مگر اس کی کوئی شہادت نہیں رکھتے ہو ہم نے اہل کتاب سے بھی تمہاری بابت دریافت کیا انھوں نے بھی انکار کیا اب تم اس پر کوئی شہادت لاؤ۔[جلال و معالم] علاوہ اس کے حاتم ابن زید وغیرہ نے بھی حضور سے پوچھا تھا کہ کیا تمہارے نزدیک بجز خدا کے کوئی معبود نہیں ہے؟ فرمایا: ہاں سوا خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور میں یہی پیغام لے کر آیا ہوں اور اسی کی تبلیغ کرتا ہوں اسی کی بابت یہ آیات آخر رکوع تک نازل ہوئیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی! تم ان سے فرماؤ سب سے بڑی گواہی کس کی ہے اللہ کی ہے وہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن اس لیے وحی کیا گیا ہے، اتارا گیا ہے کہ میں بذریعہ اس کے تمھیں عذاب الٰہی سے ڈراؤں اور جن وانس میں سے جسے یہ قرآن پہنچے اسے عذاب الٰہی سے ڈراؤں تو کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور خدا ہیں تم ان سے فرماؤ کہ میں تو یہ گواہی نہیں دیتا ہوں وہ ایک ہی خدا ہے اور میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ پھر اہل مکہ کے قول کی تکذیب و تردید کی جاتی ہے کہ اہل کتاب اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں کہ توریت و انجیل میں ان کی نعت مرقوم ہے جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ ابن سلام مدینہ آئے اور ایمان لائے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے انھیں یہ آیت پڑھ کر سنائی اور معرفت کی بابت پوچھا تو انھوں نے کہا کہ اے عمر! میں نے حضور کو دیکھتے ہی پہچان لیا تھا جیسے اپنے بیٹے کو پہچانتا ہوں بلکہ بیٹے سے زیادہ انھیں پہچانتا ہوں کہ بیٹے میں شبہہ خیانت زوجہ ہوتا ہے اور حضور میں وہ بھی نہیں۔[سراج وغیرہ] اور مراد اس سے علمائے یہود و نصاری ہیں اور اللہ کی شہادت یہ ہے کہ اس نے اپنے نبی کی تصدیق آیات و معجزات سے فرمائی اور شہادت جیسے بقول ہوتی ہے ایسے ہی بفعل ہوتی ہے بلکہ بعض شہادت فعلی شہادت قولی سے اقوی ہے۔ اور اس سے یہ ثابت ہے کہ شئ کا اطلاق اللہ تعالی پر روا ہے کہ شئ موجود کو کہتے ہیں نہ معدوم کو اور اللہ موجود ہے پس شئ ہوا اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ اللہ شئ ہے نہ اور اشیا کی طرح۔[مدارک] اور ومن بلغ میں دلالت ہے اس پر کہ حضور کی بعثت عام ہے عرب ہی پر منحصر نہیں ہے کیوں کہ حدیث میں ہے بعثت الی کل احمر و اسود میں ہر سرخ و سیاہ یعنی عرب و عجم کی طرف بھیجا گیا ہوں اور اس میں دلیل ہے کہ احکام قرآن موجودین وقت نزول و غیر موجودین کو عام ہیں۔ مجاہد کہتے لا نذر کم سے مراد اہل عرب ہیں اور ومن بلغ سے اہل عجم ہیں۔ ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضور نے سب شام و روم و فارس

www.waseemziyai.com

افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾

جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتیں جھٹلائے، بے شک ظالم فلاح نہ پائیں گے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ

اور جس دن ہم سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے فرمائیں گے، کہاں ہیں تمہارے وہ شریک

الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا

جن کا تم دعویٰ کرتے تھے۔ پھر ان کی کچھ بناوٹ نہ رہی مگر یہ کہ بولے

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم کہ ہم مشرک نہ تھے۔ دیکھو کیسا جھوٹ باندھا خود اپنے اوپر

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ

اور گم گئیں ان سے جو باتیں بناتے تھے۔ ف۲۰ اور ان میں کوئی وہ ہے جو تمہاری طرف کان لگاتا ہے

وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ

اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیے ہیں کہ اسے نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں ٹینٹ

وحبش وغیرہ کو خط لکھے اور انھیں اللہ کے دین کی طرف بلایا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کو قرآن پہنچا گویا اسے حضور نے بالمشافہ انذار کیا۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے جس کو قرآن پہنچا گویا اس کو حضور نے ابلاغ کیا بعض احادیث میں ہے کہ میری طرف سے تبلیغ کرو اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تر و تازہ ہے وہ شخص جس نے مجھ سے کوئی بات سنی پھر اسے ویسے ہی لوگوں کو پہنچایا۔ [ترمذی و مواہب وغیرہ]

(آیت ۲۱ تا ۲۴) (۲۰) یہ پہلی آیت کا تکملہ ہے اس میں کفار کو ظالم کہا گیا ہے اور ظالم کو دو قسم کا فرمایا گیا ہے۔ ایک تو وہ جو اللہ پر افترا کرتے ہیں اپنی خواستہ اور ایجاد کی ہوئی باتوں کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں، فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں اور عزیر و عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بتاتے ہیں، اور بحیرہ و سائبہ وصیلہ کو خدا کا حرام کیا ہوا کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو احکام الٰہی کی تکذیب اور حق کا انکار کرتے ہیں یہ ظالم لوگ فلاح نہیں پا سکتے ہیں، اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ذکر فرمایئے جس دن ہم ان سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے بطور ملامت کہیں گے، کہاں ہیں تمہارے وہ شریک یعنی جھوٹے معبود جن کو تم شریک خدا بناتے تھے اب وہ آ کر تمہاری شفاعت کریں۔ تب وہ کوئی بات نہ بنا سکیں گے سوائے اس کے کہ کہیں گے ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم ہے کہ ہم مشرک نہ تھے۔ دیکھو اے نبی! انھوں نے اپنے اوپر کیسا جھوٹ باندھا اور گم گئیں ان سے وہ باتیں جو بناتے تھے کہ ہمارے بت ہماری شفاعت و مدد کریں گے۔ مجاہد فرماتے ہیں: کہ جب اللہ خلق کو جمع فرمائے گا اور مشرک مسلمانوں پر رحمت الٰہی دیکھیں گے تو آپس میں کہیں گے آؤ شرک سے انکار کریں شاید موحدوں کے ساتھ ہماری بھی نجات ہو جائے۔ پس جس وقت اللہ ان سے پوچھے گا ﴿اَيْنَ شُرَكَآئُكُمُ﴾ الخ تو وہ کہیں گے ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا﴾ الخ پس ان کے منہ پر مہر کر دی جائے گی اور ان کے اعضائے جوارح ان پر شہادت دیں گے۔ [مدارک] یوں ہی ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ان سے آ کر ایک شخص نے اس آیت کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے ایسا ہی جواب دیا۔ [مواہب]

www.waseemziyai.com

وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ

اور اگر ساری نشانیاں دیکھیں تو ان پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ جب تمہارے حضور تم سے جھگڑتے حاضر ہوں

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ

تو کافر کہیں یہ تو نہیں مگر اگلوں کی داستانیں اور وہ

يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا

اس سے روکتے اور اس سے دور بھاگتے ہیں اور ہلاک نہیں کرتے مگر اپنی جانیں اور انہیں

يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ

شعور نہیں۔ ف۲۱ اور کبھی تم دیکھو جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے کاش کسی طرح ہم واپس بھیجے جائیں

وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ

اور اپنے رب کی آیتیں نہ جھٹلائیں اور مسلمان ہو جائیں۔ بلکہ ان پر کھل گیا

مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا

جو پہلے چھپاتے تھے اور اگر واپس بھیجے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے

(آیت ۲۶/۲۵)(۲۱) شان نزول:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک بار ابوجہل وابوسفیان وعتبہ و شیبہ وغیرہ سرغنۂ کفار کہیں جمع ہوکر جارہے تھے راہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلاوت قرآن کی آواز ان کے کان میں آئی تو کچھ دیر کھڑے ہوکر سنتے رہے، بعد کو نضر ابن حارث سے کسی نے پوچھا کیوں جی کچھ سمجھ میں آتا ہے جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھ رہے ہیں؟ نضر منہ بگاڑ کر بولا لب تو ہلتے نظر آرہے ہیں مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا بول رہے ہیں اور ہوگا بھی کیا پچھلوں کی کہانیاں ہوں گی جو میں تمہیں سنایا کرتا ہوں۔ کہ نضر عرب کا داستان گو تھا۔ تو ابوسفیان بولا بعض باتیں اس کی حق ہیں تو ابوجہل نے کہا ہرگز ایسا نہ کہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [مدارک ومعالم] مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی وہ ہے جو تمہاری طرف کان لگاتا ہے یعنی سنتا ہے جب کہ تم قرآن پڑھتے ہو اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کردیا ہے کہ وہ اسے نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں ٹینٹ ہے گرانی و بہرا پن جو انھیں حق بات سننے اور قبول کرنے سے منع کرتا اور روکتا ہے اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھیں گے تب بھی وہ ان پر عناداً ایمان نہ لائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ تمہارے حضور آتے ہیں تو تم سے جھگڑتے ہیں اور عناداً کہتے ہیں: کہ نہیں ہے یہ قرآن مگر اگلوں کی داستانیں اور وہ لوگوں کو اس کے ماننے سے منع کرتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں اس پر ایمان نہیں لاتے ہیں اور وہ ایسا کرنے سے اپنی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں انھیں اس کا شعور نہیں ہے۔ اور انھیں سے دوسری روایت میں ہے کہ آیت ﴿يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ﴾ [الانعام:۲۶] ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ لوگوں کو حضور کی ایذا رسانی سے منع کرتے تھے اور خود عار کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے تھے۔ جب حضور نے ان سے ایمان لانے کو کہا تو انھوں نے یہی جواب دیا کہ اگر مجھے قریش کے عار دلانے کا خوف نہ ہوتا تو میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کردیتا یعنی ایمان لے آتا۔ مگر روایت اول اولیٰ واصح ہے۔ محمد ابن حنفیہ اور سدی وضحاک کا یہی قول ہے کہ وہ کفار مکہ کے حق میں اتری ہے۔ اور مجاہد وقتادہ بھی یہی کہتے ہیں اور ابن جریر نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ [معالم وغیرہ]

www.waseemziyai.com

عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا

منع کیے گئے تھے اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔ اور بولے وہ تو یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے اور

نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۭ قَالَ

ہمیں اٹھنا نہیں اور کبھی تم دیکھو جب اپنے رب کے حضور کھڑے کیے جائیں گے فرمائے گا

اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ

کیا [یہ] حق نہیں؟ کہیں گے کیوں نہیں ہمیں اپنے رب کی قسم، فرمائے گا تو اب عذاب چکھو

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ ۭ حَتّٰٓى ع ۳ ۱۰

بدلا اپنے کفر کا۔ بے شک ہار میں رہے وہ جنھوں نے اپنے رب سے ملنے کا انکار کیا یہاں تک کہ

اِذَا جَاۗءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰي مَا فَرَّطْنَا

جب ان پر قیامت اچانک آگئی بولے ہائے افسوس ہمارا اس پر کہ اس کے ماننے میں

فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰي ظُهُوْرِهِمْ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾

تقصیر کی اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہیں ارے[۲۲] کتنا بُرا بوجھ اٹھائے ہیں

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

اور دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل کود اور بے شک پچھلا گھر بھلا ان کے لیے جو

يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ

ڈرتے ہیں تو کیا تمھیں سمجھ نہیں۔ ف[۲۲] ہمیں معلوم ہے کہ تمھیں رنج دیتی ہے وہ بات جو یہ

(آیت ۲۷ تا ۳۲) (۲۲) اس آیت میں عذاب الٰہی کی ہیبت، جہنم کی حالت، کفار کی حسرت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ مطلب ترجمہ سے ظاہر ہے کہ جب کفار آگ پر ٹھہرائے جائیں گے تو ایسا کہیں گے۔ الخ اور خطاب حضور سے ہے اور ﴿وقالوا ان ھی﴾ الخ منکرین حشر ونشر کا مقولہ ہے۔ یا یہ کہ اس کا عطف عادوا پر ہے تو یہ معنی ہوں گے کہ اگر وہ دنیا میں واپس کیے جاتے تو پھر شرک کرتے اور حشر ونشر کا انکار کرتے۔ [مدارک وابن کثیر] اور ﴿وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ﴾ [الانعام:۳۱] کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنی قبروں سے گناہوں کا بوجھ لادے ہوئے اٹھیں گے اس طرح کہ ان کے گناہ قبیح وبدبودار صورت میں ان کے سامنے آئیں گے اور ان پر سوار ہوں گے اور وہ انھیں لادے ہوئے آئیں گے۔ [رواہ ابن ابی حاتم عن السدی] اور ﴿یا حسرتنا﴾ کے یہ معنی ہیں کہ وہ دوزخ میں اپنے ٹھکانے دیکھ کر غم گین ہوں گے۔ جیسا کہ ابن جریر وابن ابی حاتم نے مرفوعا روایت کی ہے۔ [مواہب] اور حیات دنیا سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک حیات مشرکین ہے نہ حیات مومنین کہ حیات دنیا کفار پر وبال ہوگی اور حیات مومنین سبب حصول سعادت ہوگی اور یہ جواب ہے ان کے قول ﴿اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا﴾ [الانعام:۲۹] کا۔

www.waseemziyai.com

يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

کہہ رہے ہیں تو وہ تمھیں نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے

يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا

انکار کرتے ہیں اور تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے تو انھوں نے صبر کیا اس

كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ

جھٹلانے اور ایذائیں پانے پر یہاں تک کہ انھیں ہماری مدد آئی اور اللہ کی باتیں بدلنے والا کوئی نہیں اور

جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِیْ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ

تمھارے پاس رسولوں کی خبریں آہی چکی ہیں اور اگر ان کا منہ پھیرنا تم پر شاق گزرا ہے

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ

تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کر لو یا آسمان میں زینہ

فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ

پھر ان کے لیے نشانی لے آؤ اور اللہ چاہتا تو انھیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا تو اے سننے والے! تو ہرگز

مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ۘ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ

نادان نہ بن۔ مانتے تو وہی ہیں جو سنتے ہیں اور ان مردہ دلوں کو اللہ اٹھائے گا

اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ

پھر اس کی طرف ہانکے جائیں گے ف۲۳ اور بولے ان پر کوئی نشانی کیوں نہ اتری ان کے رب کی طرف سے

(آیت ۳۳ تا ۳۶) (۲۳) شان نزول: ایک بار ابوجہل نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے کبھی تم سے کوئی بات جھوٹی نہ سنی اس لیے ہم تمھیں جھوٹا نہیں کہتے ہیں بلکہ تم جو دین و کتاب لائے ہو اسے جھوٹا سمجھتے ہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [معالم] اور حضور کو تسلی دی گئی اور صبر کی ہدایت کی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کو معلوم ہے کہ تمھیں کفار کا جھٹلانا غم میں ڈالتا ہے تو وہ تمھیں نہیں جھٹلاتے ہیں بلکہ اللہ کی اور اس کی آیات کا انکار کرتے ہیں کہ خدا کے رسولوں کی تکذیب خدا کی تکذیب ہے۔ اور تم سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے ہیں جیسے کہ تم جھٹلائے گئے۔ پس انھوں نے کفار کے جھٹلانے اور ایذا دینے پر صبر کیا یہاں تک کہ ہماری مدد ان کے پاس آئی اور ان کی قوم ہلاک کی گئی۔ پس تم بھی ان کی تکذیب کرنے اور ایذا دینے پر صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تمہاری مدد کرے۔ کما قال تعالیٰ: ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا﴾ [غافر:۵۱] اور اللہ کی باتیں کوئی بدلنے والا نہیں۔ اور تمہارے پاس رسولوں کی خبریں آہی چکی ہیں جو تمہاری تسکین کے لیے کافی ہیں باوجود اس کے اگر ان کا منہ پھیرنا تم پر گراں ہے تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان پر سیڑھی لگا کر ان کے لیے نشانی لے آؤ اور یہ تمہاری طاقت سے باہر ہے تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ کوئی حکم کرے۔ اگر اللہ چاہتا تو انھیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا۔ پس تم نادان نہ بنو تمہارا ان کے ایمان لانے پر حریص ہونا اور ان کے ایمان لانے کی طمع میں معجزہ چاہنا کوئی نفع

www.waseemziyai.com

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا

تم فرماؤ کہ اللہ قادر ہے کہ کوئی نشانی اتارے لیکن ان میں بہت نرے جاہل

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ

ہیں اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں اڑتا ہے

اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ

مگر تم جیسی امتیں ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا پھر اپنے رب کی طرف

يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِ ؕ

اٹھائے جائیں گے ف۲۴ اور جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں

مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾

اللہ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے سیدھے رستے ڈال دے

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ

تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آئے یا قیامت قائم ہو کیا اللہ کے سوا کسی

نہ دے گا کہ تمہارے بلانے کو تو وہی قبول کریں گے جو سمجھتے اور سنتے ہیں یعنی مومن نہ یہ مردہ دل جن کے دلوں پر مہر کر دی گئی ہے ان مُردوں کو تو اللہ ہی قیامت کے دن اٹھائے گا پھر وہ اس کی طرف ہانکے جائیں گے اور اپنے اعمال کی جزا پائیں گے۔

تنبیہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ابوجہل نے حضور سے کہا: کہ ہم تجھے نہیں جھٹلاتے ہیں لیکن جو تو لایا ہے اسے جھٹلاتے ہیں تب یہ آیت نازل ہوئی۔ [حاکم] ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ ایک بار ابوجہل نے حضور سے مل کر مصافحہ کیا جب لوٹا تو اس سے کسی کافر نے پوچھا کہ آج تم نے اس بے دین سے مصافحہ کیوں کیا؟ تو ابوجہل نے کہا کہ واللہ میں جانتا ہوں کہ وہ نبی ہے مگر ہم لوگ عبد مناف والوں کے پیرو کیسے ہو سکتے ہیں۔ زہری وغیرہ کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو طویل ہیں اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ابوجہل وغیرہ سرداران قریش حضور کو جھوٹا نہیں جانتے تھے محض خاندانی عناد اور حسد کی وجہ سے قرآن و رسالت کے منکر تھے۔

(آیت ۳۷/۳۸) (۲۴) یہ آیات سابقہ کے مضمون کا تکملہ ہے مطلب یہ ہے کہ اور کفار نے کہا کہ ان پر اللہ کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری جس سے ان کی تصدیق ہوتی مثل ناقہ، عصا اور مائدہ کے۔ اے نبی! تم ان سے فرماؤ کہ اللہ ایسی نشانی اتارنے پر بھی قادر ہے مگر ان میں کے بہت سے لوگ جاہل ہیں انھیں اس کی حکمت معلوم نہیں ہے کہ اس طرح معجزہ ظاہر کرنے سے ایمان بالغیب نہیں رہتا ہے اور پھر ان پر ایمان نہ لانا ان کا انکار کرنا باعث ہلاکت ہوتا ہے۔ اور نہیں ہے کوئی زمین پر چلنے والا اور اپنے پروں سے اڑنے والا مگر وہ تمہاری طرح امتیں ہیں اور خدا کی نشانی ہیں ان میں غور و فکر کرنا ایمان لانے کے لیے کافی ہے۔ ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہیں رکھا ہے سب کچھ لکھ دیا ہے۔ پھر وہ اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے ان سے حساب لیا جائے گا یہاں تک کہ اگر کسی سینگ والے جانور نے بے سینگ والے جانور کو مارا ہوگا تو ان کے درمیان بھی فیصلہ کیا جائے گا پھر ان سے کہا جائے گا کونوا ترابا تم سب مر کر مٹی ہو جاؤ۔

www.waseemziyai.com

تَدْعُوْنَ ج اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا

اور کو پکارو گے؟ اگر سچے ہو بلکہ اسی کو پکارو گے تو وہ اگر چاہے جس پر

تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى

اسے پکارتے ہو اسے اٹھالے اور شریکوں کو بھول جاؤ گے ف۲۵ اور بے شک ہم نے

اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

تم سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو انہیں سختی اور تکلیف سے پکڑا کہ وہ کسی طرح

يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ

گڑگڑائیں تو کیوں نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو گڑگڑائے ہوتے لیکن

قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا

ان کے تو دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے کام ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے۔ پھر جب انہوں نے بھلا دیا

ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ط حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ

جو نصیحتیں ان کو کی گئیں تھیں ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے یہاں تک کہ جب خوش ہوئے اس پر

اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ

جو انہیں ملا تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا اب وہ آس ٹوٹے رہ گئے۔ تو جڑ کاٹ دی گئی

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ط وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ

ظالموں کی اور سب خوبیوں سراہا اللہ رب سارے جہاں کا ف۲۶ تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر اللہ

(آیت ۳۹ تا ۴۱) (۲۵) یہ آیت بھی مضمون سابق کا تکملہ ہے اور اس وقت نازل ہوئی جب کہ کفار نے حضور سے کہا کہ تمہاری سچائی پر خدا کی طرف سے کوئی آیت و معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا مثل ناقۂ صالح اور رعصائے موسیٰ اور مائدۂ عیسیٰ علیہم السلام کے، اور کہتے تھے: ﴿لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا﴾ الخ [الاسریٰ:۹۰] ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تو ہمارے واسطے زمین سے چشمہ نہ بہائے گا۔ مطلب یہ ہے: جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ بہرے ہیں حق بات سننے سے، اور گونگے ہیں حق بات کہنے سے، کفر کی اندھیریوں میں اللہ جسے چاہے گمراہ کرے جسے چاہے سیدھی راہ چلائے۔ اے نبی تم اہل مکہ سے فرماؤ کہ بتاؤ تو اگر اللہ کا عذاب دنیا میں تم پر آئے یا یکا یک قیامت آجائے جو عذاب پر شامل ہے تو کیا تم اس وقت اللہ کے سوا کسی اور کو مدد کے لیے پکارو گے اگر تم قول میں سچے ہو (نہیں) بلکہ اللہ کو پکارو گے پس وہ اگر سختی کو دور کرنا چاہے گا تو دور کر دے گا۔ اور دوسرے شریکوں کو اس وقت بھول جاؤ گے نہ پکارو گے۔

(آیت ۴۲ تا ۴۵) (۲۶) یہ بھی مضمون سابق کا تکملہ ہے یعنی ہم نے تم سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو انھوں نے انھیں جھٹلایا تو ہم نے انھیں وبا و قحط وغیرہ کی سختی اور تکلیف میں مبتلا کیا کہ کہیں وہ عاجز ہو کر گڑگڑائیں توبہ کریں ایمان لائیں۔ پس وہ ہمارا عذاب

www.waseemziyai.com

اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ

تمہارے کان آنکھ لے لے اور تمہارے دلوں پر مُہر کر دے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے کہ

يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

تمہیں یہ چیزیں لادے دیکھو ہم کس کس رنگ سے آیتیں بیان کرتے ہیں پھر وہ منہ پھیر لیتے ہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ

تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آئے اچانک یا کھلم کھلا تو کون تباہ ہوگا

اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ

سوا ظالموں کے اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشی اور ڈر سناتے

فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾

تو جو ایمان لائے اور سنورے ان کو نہ کچھ اندیشہ نہ کچھ غم

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں انھیں عذاب پہنچے گا بدلا ان کی بے حکمی کا۔ ف۴۷

آنے پر کیوں نہ گڑگڑائے کہ اس سے محفوظ رہتے لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کی نگاہوں میں ان کے کام بھلے کر دکھائے پھر جو نصیحتیں انھیں کی گئی تھیں انھیں بھلا دیا تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے غافل کرنے کے لیے کھول دیے یہاں تک کہ وہ جب خوش ہو گئے اور اترا گئے تو ہم نے انھیں یکا یک پکڑ لیا تو وہ بے آس ہو کر رہ گئے تو ان کی جڑ کاٹ دی گئی یعنی سب ہلاک کر دیے گئے اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے جو رب ہے سارے جہان کا۔ حدیث میں ہے کہ جب تو دیکھے کہ اللہ کسی بندے کو باوجود گناہ کرنے کے دنیا کی چیزیں حسب خواہش اس کے دیتا ہے تو وہ استدراج ہے اور یہ آیت پڑھی [رواہ احمد] یعنی بتدریج اسے عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ زہری نے ﴿فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ [الانعام:۴۴] کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ ہم نے دنیا کی ہر چیز انھیں آسانی سے دے دی۔

تنبیہ: آخر میں ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ رسولوں اور مومنین کو تعلیم دینے کے لیے فرمایا گیا کہ جب انھیں ظالموں کافروں کے شر سے محفوظ کر دیا جائے اور ان پر سے مصیبت و بلا دور کر دی جائے تو وہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ کہیں خدا کا شکر کریں کہ شر اعدا سے محفوظ رکھنا اور بلا و مصیبت کو دفع کرنا بھی خدا کی نعمت ہے۔

(آیت ۴۶ تا ۴۹) (۲۷): ان آیات میں توحید و الوہیت کے دلائل بیان فرمائے گئے ہیں مطلب ترجمہ سے ظاہر ہے۔

تنبیہ: ﴿انظر﴾ کے مخاطب اگرچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں لیکن ہر دیکھنے والا اس میں داخل ہے کہ وہ دلائل وحدانیت و الوہیت میں جو طرح طرح سے بیان کیے گئے ہیں غور کر کے اللہ کی وحدانیت و الوہیت کا اقرار کرے اور ایمان لائے مگر وہ اس سے اعراض کرتے تھے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب الٰہی سے ظالم لوگ ہی ہلاک ہوتے ہیں۔ مگر بعض احادیث میں آیا ہے کہ بدوں کے ساتھ نیک بھی ہلاک ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نیکوں کے لیے وہ وقت فتنہ کا ہوتا ہے اور وہ بلا کی ان کے لیے رحمت ہوتی ہے اور بدوں کے لیے عذاب۔

www.waseemziyai.com

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ

تم فرمادو میں تم سے نہیں کہتا میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں اور نہ

لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي

تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے تم فرماؤ کیا برابر ہو جائیں گے

الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝۵۰ وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ ع ۵ ۹ ۱۱

اندھے اور انکھیارے تو کیا تم غور نہیں کرتے۔ اور اس قرآن سے انہیں ڈراؤ جنھیں خوف ہو کہ

يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ

اپنے رب کی طرف یوں اٹھائے جائیں کہ اللہ کے سوا نہ ان کا کوئی حمایتی ہو نہ کوئی سفارشی اس امید پر کہ

يَتَّقُوْنَ ۝۵۱ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ

وہ پرہیزگار ہوجائیں۔ ف۲۸ اور دور نہ کرو انھیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ

اس کی رضا چاہتے ہیں تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور

حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۲ وَكَذٰلِكَ

ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں پھر انھیں تم دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے۔ اور یوں ہی

(آیت ۵۰/۵۱)(۲۸) شان نزول: جب مشرکین قریش نے ضد اور مکابرہ کے طور پر ایسے معجزے طلب کرنا شروع کیے جو محض بے فائدہ تھے۔ کسی نے کہا کہ مکہ کو وسیع کردیجیے، کسی نے کہا کہ کوہ صفا سونے کا کردیجیے، کسی نے کہا کہ ہمیں اتنی دولت دے دیجیے کہ ہم غنی ہوجائیں۔ تو ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [سراج وغیرہ] مطلب یہ ہے کہ اے نبی! تم ان سے فرمادو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں کہ ان میں سے تمھیں تمہاری خواہش کے موافق دیدوں، اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جانتا ہوں کہ تمہاری گزشتہ وآئندہ کی خبریں بتاؤں۔ کہ وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ آپ ہمیں ہمارے نفع ونقصان کی خبروں سے آگاہ کیا کیجیے تاکہ ہم ان کا انتظام کرلیا کریں، اور یہ نہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں جو ان کی طرح کام کروں۔ کہ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھاتا پیتا، بازار میں پھرتا ہے اور نکاح کرتا ہے۔ میں تو وحی کا تابع ہوں اس کے مطابق کرتا ہوں۔ اے نبی! تم ان سے کہہ دو کیا اندھے اور انکھیارے برابر ہوجائیں گے۔ تم اس میں غور کیوں نہیں کرتے کہ وہ برابر نہیں ہوسکتے ہیں اور اس قرآن سے انھیں ڈراؤ جنھیں خوف ہو کہ وہ اپنے رب کی طرف اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ اللہ کے سوا نہ کوئی ان کا حمایتی ہوگا نہ سفارشی تاکہ وہ پرہیزگار ہوجائیں۔

تنبیہ: اندھے اور انکھیارے سے مراد عالم وجاہل یا کافر ومومن یا گمراہ وہدایت پائے ہوئے ہیں۔ اور "بغتۃ" سے یکایک غفلت میں اور "جھرۃ" سے اعلانیہ عذاب کا آنا مراد ہے۔ اور ابن عباس اور حسن کے نزدیک رات میں یا دن میں عذاب کا آنا مراد ہے۔ اور نفی شفاعت سے بغیر اذن الٰہی شفیع ہونا مراد ہے۔ ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ [البقرۃ:۲۵۵] اس پر دلالت کرتا ہے۔ [معراج ومعالم]

www.waseemziyai.com

فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ

ہم نے ان میں ایک کو دوسرے کے لیے فتنہ بنایا کہ مالدار کافر محتاج مسلمانوں کو دیکھ کر کہیں کیا یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہم میں سے

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

کیا اللہ خوب نہیں جانتا حق ماننے والوں کو۔ ف۲۹ [اور] جب تمہارے حضور وہ حاضر ہوں جو

بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ

ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے فرماؤ تم پر سلام، تمہارے رب نے اپنے ذمۂ کرم پر رحمت لازم کر لی ہے کہ

مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ

تم میں جو کوئی نادانی سے کچھ برائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے

فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ

تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اسی طرح ہم آیتوں کو مفصل بیان فرماتے ہیں اور اس لیے کہ مجرموں کا رستہ

(آیت ۵۲/۵۳)(۲۹) شان نزول:۔ کفار مکہ نے جب حضور سے یہ درخواست کی کہ اگر آپ اپنی مجلس میں بلال وعمار وسالم وغیرہ غربائے مسکین کو نہ آنے دیں تو ہم آپ کے پاس بیٹھیں اور آپ کی باتیں سنیں ممکن ہے کہ ہم انھیں سن کر ایمان لے آئیں کہ ہمیں ان ذلیلوں کے ساتھ بیٹھتے عار وشرم آتی ہے اور ان کے پسینے کی بدبو ہمارا دماغ خراب کرتی ہے۔ حضور نے ان کی درخواست نامنظور کی اور فرمایا کہ میں خدا کے مسلمان بندوں کو اپنے پاس آنے سے منع نہیں کر سکتا ہوں تب انھوں نے کہا کہ اچھا ایک دن ہمارے لیے اور ایک دن ان کے لیے مقرر کر دیجیے۔ اس درخواست کو مان لینے کی حضرت عمر نے آرزو کی اور اسے مان لینے کی طرف حضور کا بھی کچھ رجحان ہوا اور حضرت علی کو ساتھ لے کر ایک گوشہ میں جا بیٹھے پس یہ آیت نازل ہوئی تب حضور نے ان کی درخواست رد فرمائی۔ حضرت سلمان وخباب کہتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے حق میں یعنی فقرائے مسلمین کے حق میں نازل ہوئی پس اس روز سے حضور ہمارے گھٹنے سے گھٹنہ ملا کر بیٹھا کرتے تھے۔ [سراج وغیرہ] مطلب یہ ہے کہ اے نبی! تم ان لوگوں کو اپنے پاس سے دور نہ کرو جو صبح وشام اللہ کی رضا چاہتے ہیں، اس کی عبادت کرتے ہیں تم سے ان کے اعمال کا اور ان سے تمہارے اعمال کا کچھ حساب نہ ہوگا۔ باوجود اس کے اگر تم انھیں اپنے سے دور کرو تو یہ انصاف سے بعید ہے، اور یوں ہی ہم نے ان میں سے ایک دوسرے کے لیے فتنہ یعنی آزمائش بنا دیا ہے۔ کہ مال دار کافر غریب مسلمانوں کو دیکھ کر کہیں کیا یہی ہیں وہ لوگ جو ہم میں سے جن پر اللہ نے احسان کیا ہے۔ اور اللہ ان کے رد میں فرماتا ہے: کیا اللہ حق ماننے والوں کو نہیں جانتا ہے، ضرور جانتا ہے اور انھیں ہدایت کرتا ہے تم اپنی دولت کے گھمنڈ میں انھیں ذلیل وحقیر سمجھتے ہو اور طعنہ دیتے ہو کہ انھیں کو اللہ نے اپنے احسان کے لیے منتخب کیا ہے کیا ایسے ہی لوگ خدا کے انعام واحسان کے مستحق ہیں۔ معالم میں روایت ہے کہ حضور نے ان کے حق میں فرمایا: کہ اے فقرائے مہاجرین! تمہیں قیامت کے دن نور تام کی خوش خبری ہو تم جنت میں امیروں سے پہلے داخل ہو گے۔ حضرت ابن عباس ومجاہد کہتے ہیں کہ صبح وشام سے نماز فجر وعصر مراد ہے اور انھیں سے دوسری روایت میں ہے کہ اس سے پانچوں وقت کی نماز مراد ہے اور نماز فجر وعصر کو تشریفاً خاص کیا گیا ہے۔ اور ﴿ما عليك حسابهم﴾ الخ کے یہ معنی ہیں ان کے اعمال کا تم پر اور تمہارے اعمال کا ان پر بوجھ نہ ہوگا باز پرس نہ ہوگی۔ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ [الانعام:۱۶۴]

تنبیہ: اس آیت سے عصمت انبیا علیہم السلام پر طعن کرنے والوں کا دلیل پکڑنا غلط ہے کہ حضور نے فقرائے مسلمین کو اپنے پاس

www.waseemziyai.com

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ ع ۶ ۵ ۱۲

ظاہر ہو جائے ف۳ تم فرماؤ مجھے منع کیا گیا ہے کہ انھیں پوجوں جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو

اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ

تم فرماؤ میں تمہاری خواہش پر نہیں چلتا یوں ہو تو میں بہک جاؤں اور راہ پر

الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ

نہ رہوں۔ تم فرماؤ میں تو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور تم اسے جھٹلاتے ہو، میرے پاس نہیں

مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ

جس کی تم جلدی مچا رہے ہو حکم نہیں مگر اللہ کا وہ حق فرماتا ہے اور وہ سب سے بہتر

الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ

فیصلہ کرنے والا۔ تم فرماؤ اگر میرے پاس ہوتی وہ چیز جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو مجھ میں

وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ

تم میں کام ختم ہو چکا ہوتا ملے اور اللہ خوب جانتا ہے ستمگاروں کو۔ اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انھیں

اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا

وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور جو پتا گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے

آنے سے روکنے کا ارادہ دینی مصلحت اور کفار کے ایمان لانے کی غرض سے کیا تھا نہ انھیں ذلیل وحقیر سمجھ کر استخفافا کیا تھا۔ گویا حضور نے جانب مصلحت کو ترجیح دے کر اور اولی سمجھ کر ایسا کرنا چاہا تھا جواز قبیل ترک اولی ہے نہ کہ ترک واجبات سے [سراج]

(آیت ۵۴/۵۵) (۳۰) شان نزول:۔ جب کفار مکہ نے بذریعہ ابوطالب حضور سے وہ درخواست کی جو شان نزول آیت اول میں مذکور ہے اس وقت حضور کی خدمت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے انھوں نے عرض کی: کاش حضور ایسا کرتے اور دیکھتے کہ کفار قریش کیا کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں ایسا کرنے کی ممانعت فرمائی جب اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو انھوں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر کیا اور کہا کہ پہلے مجھ سے نادانی سے غلطی ہو گئی تھی معاف فرمایا جاؤں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [ابن جریر بروایت عکرمہ ملخصا وفی نزولہ روایات آخر] مطلب یہ ہے کہ رب تمہارے حضور ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے حاضر ہوں تو ان سے فرماؤ تم پر سلام ہے تمہارے رب نے اپنے فضل وکرم سے اپنے ذمہ پر رحمت لازم کر لی ہے کہ تم میں جو کوئی نادانی سے کچھ برائی کر لے پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور سنور جائے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ہم یوں ہی آیتوں کو مفصل بیان کرتے ہیں تا کہ مجرموں کا راستہ تم پر ظاہر ہو جائے۔ گویا حضرت عمر کا عذر قبول فرمایا گیا اور ان پر مہربانی کی گئی اور فقرائے مہاجرین کو سلامتی اور رحمت الٰہی کی خوش خبری سنائی گئی ہے۔

تنبیہ: سلام سے مراد یا تو اللہ کا سلام پہنچانا مراد ہے۔ یا ابتدائے بسلام مراد ہے کہ ان کا دل خوش ہو۔ [مدارک] عکرمہ کہتے ہیں کہ حضور انھیں دیکھتے ہی پہلے سلام کرتے تھے۔ [خازن]

www.waseemziyai.com

وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ

اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں

مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ

لکھا نہ ہو ف۳۱ اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ دن میں کماؤ

ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ

پھر تمھیں دن میں اٹھاتا ہے کہ ٹھہرائی ہوئی میعاد پوری ہو پھر اسی کی طرف تمھیں پھرنا ہے

يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ ع ۱۳

پھر وہ بتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔ اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر، اور

عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا

تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آتی ہے ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں

وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ

اور وہ قصور نہیں کرتے پھر پھیرے جاتے ہیں اپنے سچے مولیٰ اللہ کی طرف، سنتا ہے! اسی کا حکم ہے

(آیت ۵۶ تا ۵۹) (۳۱) یہ مجرموں کے طریق کار کی وضاحت ہے جو گزشتہ آیت میں فرمایا گیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی! تم ان سے فرماؤ کہ میں ان چیزوں کے پوجنے سے منع کیا گیا ہوں جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ اور میں تمہاری خواہش پر نہیں چلتا اگر چلوں گا تو بہک جاؤں گا اور سیدھی راہ پر نہ رہوں گا میں تو اپنے رب کی روشن دلیل پر ہوں اور تم اسے جھٹلاتے ہو میرے اختیار میں وہ شی یعنی عذاب نہیں ہے جس کی تم جلدی مچاتے ہو جیسا کہ وہ کہتے تھے کہ: ﴿إِن كَانَ هَـٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِندِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ [الانفال:۳۲] یعنی اگر تم سچے ہو تو آسمان سے ہم پر پتھر برساؤ یا عذاب الیم لاؤ۔ اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں ہے وہ حق فرماتا ہے اور سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے فرمادیجیے اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جن کی تم جلدی کر رہے ہو تو مجھ میں تم میں کام ختم ہو چکا ہوتا یعنی فیصلہ ہو گیا ہوتا تم پر عذاب نازل ہوتا جس کی تم جلدی کرتے ہو اور ہلاک ہو گئے ہوتے۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے کہ ان میں کون اور کس وقت مستحق عذاب ہے اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں وہی انھیں جانتا ہے اور جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور جو پتہ درخت سے گرتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور زمین میں جو دانہ ہے اور جو خشک و تر چیز ہے وہ روشن کتاب میں لکھی ہوئی ہے یعنی ہر شی کو وہ جانتا ہے اور وہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

تنبیہ: ''مفاتح الغیب'' سے مراد یا تو غیب کے خزانہ ہیں جن کی طرف پہنچنا بغیر تائید الٰہی ناممکن ہے جیسا کہ طبری نے سدی سے روایت کی ہے اور واحدی نے کہا ہے: کہ مفاتح جمع مفتح بفتح المیم مصدر ہے بمعنی فتح یعنی فتوح الغیب اللہ ہی کے پاس ہے جس پر چاہتا ہے غیب کی باتیں فتح فرماتا ہے۔ یا وہ جمع مفتاح بکسر المیم ہے اور اس سے بطور استعارہ خزانہ غیب کی کنجیاں مراد ہیں اور وہ اللہ کے پاس ہیں یعنی جس طرح بغیر کنجی کے قفل کھولنا اور خزانہ میں داخل ہونا ممکن نہیں ہوتا ہے اسی طرح غیب کا علم بغیر تعلیم الٰہی حاصل نہیں ہوتا ہے گویا اللہ تعالیٰ جمیع معلومات کا عالم ہے بغیر اس کے بتائے کوئی نہیں جان سکتا ہے۔ [کمالین] اور اس سے علوم خمسہ مراد ہیں جو آیت ﴿

www.waseemziyai.com

وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ

اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والا تم فرماؤ وہ کون ہے جو تمہیں نجات دیتا ہے جنگل

وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ

اور دریا کی آفتوں سے جسے پکارتے ہو گڑگڑا کر اور آہستہ کہ اگر وہ ہمیں اس سے بچاوے تو ہم ضرور

مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ

احسان مانیں گے تم فرماؤ اللہ تمہیں نجات دیتا ہے اس سے اور ہر بے چینی سے پھر تم

تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ

شریک ٹھہراتے ہو ف۳۲ تم فرماؤ وہ قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے

اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ

یا تمہارے پاؤں کے تلے سے یا تمہیں بھڑا دے مختلف گروہ کر کے اور ایک کو دوسرے کی سختی

بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ

چکھائے دیکھو ہم کیونکر طرح طرح سے آیتیں بیان کرتے ہیں کہ کہیں ان کو سمجھ ہو ف۳۳ اور اسے جھٹلایا تمہاری

عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ الخ [لقمان:۳۴] میں مذکور ہیں۔ [کما رواہ البخاری] اور کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے یا علم الٰہی۔ [سراج] اور ﴿وما تسقط من ورقه﴾ کے یہ معنی ہیں کہ جو پتہ درخت سے گرتا ہے اور جو اس پر باقی رہتا ہے ان سب کی تعداد اور گرنا نہ گرنا اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور حبة سے مراد وہ دانہ ہے جو زمینوں میں ہے۔ [معالم]

(آیت ۶۰ تا ۶۴) (۳۲) یعنی اللہ وہی ہے جو رات کو سوتے وقت تمہاری روحیں قبض کرتا ہے۔ الخ ترجمہ پڑھیے۔

تنبیہ: رات کو روحیں قبض کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ہر شخص کے ساتھ ایک ایک فرشتہ ہے جو اس کے سوتے وقت اس کی جان پکڑ لیتا ہے پھر اس کو اگر چھوڑ دینے کا حکم ہوتا ہے تو چھوڑ دیتا ہے ورنہ قبض رکھتا ہے۔ [رواہ ابن مردویه وابن کثیر] اور ﴿یرسل علیکم حفظة﴾ سے مراد یا تو وہ فرشتے ہیں جو نامۂ اعمال لکھتے ہیں یا وہ فرشتے ہیں جو بنی آدم کی حفاظت کے لیے مقرر ہیں اور توفته رسلنا سے وہ فرشتے مراد ہیں جو ملک الموت کے ساتھ ہوتے ہیں اور وہ بدن سے روح نکال کر حلق تک لاتے ہیں پھر ملک الموت اسے قبض کرتا ہے اور وہ فرشتے وقت میں جلدی یا دیر نہیں کرتے ہیں۔ کذا روی عن ابن عباس اور "ویعلم ما جرحتم" جملہ معترضہ ہے۔ [ابن کثیر]

(آیت ۶۵) (۳۳) یعنی اے نبی تم کفار مکہ سے پوچھو کہ وہ کون ہے جو تمہیں نجات دیتا ہے۔ آگے ترجمہ پڑھیے۔

تنبیہ: اوپر سے عذاب پہنچنے کے یہ معنی ہیں کہ آسمان سے ان پر پتھر برسائے، بجلی گرائے طوفان باد و باران بھیجے۔ جیسے قوم نوح ولوط وعاد وثمود کے ساتھ کیا گیا۔ اور پاؤں کے تلے سے عذاب آنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ زمین میں دھنسا دیے یا دریا میں غرق کر دیے جائیں جیسا کہ فرعون وقارون کے ساتھ ہوا۔ اور بعض کو بعض سے بھڑا دینے اور سختی چکھانے کے یہ معنی ہیں کہ ان میں پھوٹ ڈالے اور آپس میں لڑا کر ہلاک کرے۔ حدیث میں ہے کہ یہ اخیر لفظ نازل ہوئے تو حضور نے فرمایا یہ زیادہ آسان ہے۔ یعنی آپس کے جدال وقتال

www.waseemziyai.com

قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ز

قوم نے اور یہی حق ہے، تم فرماؤ میں تم پر کچھ کڑوڑا نہیں ہر خبر کا ایک وقت مقرر ہے

وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ

اور عنقریب جان جاؤگے۔ اور اے سننے والے جب تو انھیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو

عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ

ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ

تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ اور پرہیزگاروں پر ان کے

مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ

حساب سے کچھ نہیں ہاں نصیحت دینا، شاید وہ باز آئیں ف۳۴ اور چھوڑدو ان کو

اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ

جنھوں نے اپنا دین ہنسی کھیل بنا لیا اور انھیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا اور قرآن سے نصیحت دو

کا عذاب۔ عذاب الٰہی سے ہلکا ہے۔ [ابن عباس] اور اس سے پہلے الفاظ یعنی ﴿قل ھو القادر﴾ الخ نازل ہونے پر حضور نے اللہ کی پناہ چاہی۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جب حضور نے امت میں جدال وقتال واقع نہ ہونے کی دعا فرمائی تو منع فرمایا گیا۔ [جلال]

(آیت ۶۶ تا ۶۹) (۳۴) یہ گزشتہ آیات کا تتمہ ہے اور اس میں کفار اور نافرمانوں کے پاس جانے اور بیٹھنے کی اس وقت تک ممانعت ہے جب تک وہ آیات قرآن کا ہنسی مذاق اڑاتے رہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی! تمہاری قوم نے قرآن و عذاب کو جھٹلایا حالاں کہ وہ حق ہے اور وہ عذاب الٰہی کے منکر ہو کر پوچھتے ہیں کہ کب آئے گا آپ ان سے فرما دیجیے کہ میں تمہارا محافظ نہیں ہوں میں تو صرف احکام الٰہی پہنچانے والا ہوں۔ ہر خبر کا ایک وقت مقرر ہے اسی وقت وہ واقع ہوتی ہے اور اسی میں سے عذاب ہے جب اس کا وقت آئے گا تو تم پر واقع ہوگا اور اس کے واقع ہونے کو عنقریب تم جان لوگے۔ مقاتل کہتے ہیں: کہ ہر خبر کا جو اللہ نے دی ہے ایک وقت مقرر ہے اس میں وہ بلا تاخیر واقع ہوگی۔ اور کلبی کہتے ہیں: کہ ہر قول و فعل کی حقیقت ہے دنیا میں یا آخرت میں پس جو دنیا میں ہوگا اسے عنقریب تم جان لوگے اور جو آخرت میں ہوگا وہ بھی عنقریب تم پر ظاہر ہوگا۔ [معالم] پھر فرمایا: اور جب ہماری آیتوں میں پڑنے والوں یعنی ان کا ہنسی مذاق بنانے والوں کو دیکھو تو ان سے منہ پھیر لو اور ان کے پاس نہ جاؤ جب تک کہ وہ دوسری بات میں نہ پڑیں یعنی اور باتیں نہ کریں اور جو کہیں تمھیں شیطان بھلا دے اور بھول کر ان میں بیٹھ جاؤ تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو فوراً ان کے پاس سے اٹھ آؤ۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے کہا: کہ اگر ہم ان کے پاس نہ بیٹھیں گے تو انھیں نصیحت کیسے کریں گے اور مسجد میں نماز و طواف کس طرح کر سکیں گے کہ وہ مسجد ہی میں تو ہر وقت ایسی باتیں کرتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [جلال وغیرہ عن ابن عباس] اور انھیں رخصت عطا فرمائی گئی کہ وہ نماز و طواف اور وعظ و نصیحت و تبلیغ اسلام کے لیے اس حال میں بھی ان کے پاس جا سکتے ہیں۔ اور فرمایا گیا کہ پرہیزگاروں پر ان کا کچھ حساب نہیں ہے سوا انھیں نصیحت کرنے کے شاید کہ وہ قرآن کا مذاق اڑانے سے باز آئیں۔

www.waseemziyai.com

نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۛ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ

کہ کہیں کوئی جان اپنے کیے پر پکڑی نہ جائے اللہ کے سوا نہ اس کا کوئی حمایتی ہو نہ سفارشی اور اگر

تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ

اپنے عوض سارے بدلے دے تو اس سے نہ لیے جائیں، یہ ہیں وہ جو اپنے کیے پر پکڑے گئے

لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۷۰ قُلْ اَنَدْعُوْا

انھیں پینے کو کھولتا پانی اور دردناک عذاب، بدلا ان کے کفر کا۔ ف۳۵ تم فرماؤ کیا ہم

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ

اللہ کے سوا اس کو پوجیں جو ہمارا نہ بھلا کرے نہ برا اور الٹے پاؤں پلٹا دیے جائیں بعد

اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۡ لَهٗٓ

اس کے کہ اللہ نے ہمیں راہ دکھائی اس کی طرح جسے شیطانوں نے زمین میں راہ بھلا دی حیران ہے، اس کے

اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ

رفیق اسے راہ کی طرف بلا رہے ہیں کہ ادھر آ، تم فرماؤ کہ اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے

تنبیہ: آیت میں خطاب اگرچہ حضور سے ہے مگر تمام افراد امت اس میں داخل ہیں اور ہر مسلمان کے لیے حکم ہے کہ وہ کافروں، بے دینوں، گمراہوں، فاسقوں کی مجالس میں نہ شریک ہوں ان سے دور رہیں۔ خصوصا عوام دین کی باتوں سے ناواقف لوگ تو قطعی ان کی صحبت میں نہ بیٹھیں اور نہ ان کی باتیں سنیں۔ تفسیر احمدی وغیرہ میں ہے کہ ظالمین کا لفظ کافر، فاسق، بدعتی، گمراہ سب کو شامل ہے اور ان سب کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

تنبیہ: آج کل کے وہابیہ، رافضیہ، خارجیہ، نیچریہ، وغیرہ گمراہ فرقوں کا بھی یہی حکم ہے اور وہ بھی تحت آیۃ کریمہ داخل ہیں ان کی مجالس میں بھی شریک ہونا منع ہے اگر بھول کر ان میں بیٹھ جائے تو یاد ہونے پر ان کے پاس سے اٹھ آئے۔ ایسا ہی آیت ﴿اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ آيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ﴾ الخ [النساء: ۱۴۰] میں حکم فرمایا گیا ہے: یعنی جب تم اللہ تعالی کی آیات کے ساتھ کفر کرتے اور ہنسی بناتے سنو تو ان کے پاس نہ بیٹھو۔ بعض نے آیت مذکورہ کو اس آیت سے منسوخ بتایا ہے صحیح یہ ہے کہ وہ محکم ہے اور جمہور مفسرین اس کے قائل ہیں۔ ان کے پاس بیٹھنے کی اباحت بشرط وعظ و نصیحت ہے۔ [سراج وغیرہ]

(آیت ۷۰) (۳۵) یہ آیات بھی گزشتہ آیات کی کڑی ہیں اور ان میں بھی کفار کی طرف توجہ نہ کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے اے نبی! تم ان لوگوں کو چھوڑ دو ان کی طرف توجہ نہ کرو جنھوں نے اپنا دین ہنسی کھیل بنا لیا ہے اور انھیں دنیا کی زندگی نے فریب میں ڈال دیا ہے۔ بیضاوی نے اس کے یہ معنی لکھے ہیں کہ انھوں نے اپنی خواہش نفس کو اپنا دین بنا لیا ہے جس سے ان کو کوئی نفع نہ ہوگا نہ جلدی نہ دیر میں۔ جیسے بتوں کی پوجا کرنا، بحیرہ وسائبہ کو حرام ٹھہرانا۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔

تنبیہ: آیت میں خطاب حضور سے ہے کہ وہ ان سے اعراض کریں اور ان کے استہزاء و تکذیب کی پرواہ نہ کریں، اپنے فرض منصبی کو ادا کیے جائیں۔ قتادہ و سدی کہتے ہیں کہ یہ اعراض آیت سیف سے منسوخ ہے اور مجاہد کہتے ہیں: کہ وہ مخرج تہدید میں نکلا ہے پس

www.waseemziyai.com

وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ

اور ہمیں حکم ہے کہ ہم اس کے لیے گردن رکھ دیں جو رب ہے سارے جہان کا اور یہ کہ نماز قائم رکھو اور اس سے ڈرو اور

الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

وہی ہے جس کی طرف تمھیں اٹھنا ہے اور وہی ہے جس نے آسمان و زمین ٹھیک بنائے

بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۘ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ

اور جس دن فنا ہوئی ہر چیز کو کہے گا، ہو جا وہ فوراً ہو جائے گی، اس کی بات سچ ہی ہے اور اسی کی سلطنت ہے جس دن

يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾ وَاِذْ

صور پھونکا جائے گا ہر چھپے اور ظاہر کا جاننے والا اور وہی ہے حکمت والا خبردار۔ ف۳۶ اور یاد کرو

قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ

جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا، کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو؟ بے شک میں تمھیں اور تمہاری قوم کو

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کھلی گمراہی میں پاتا ہوں اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی

ان کے نزدیک آیت محکم ہے اور کہا گیا ہے کہ مراد اس سے ترک معاشرت ومخالطت ہے نہ انذار وتخویف۔ "وذکر بہ" اس پر دلالت کرتا ہے۔ [خازن]

(آیت ۷۱ تا ۷۳) (۳۶) شان نزول: جب مشرکوں نے مسلمانوں سے کہا کہ تم دین اسلام چھوڑ کر ہمارے دین کی طرف پھر آؤ تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ [سدی] اور یہ بھی روایت بیان کی گئی ہے کہ عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے باپ سے بتوں کی عبادت کرنے کو کہا تو یہ آیت اتری۔ [سراج] مطلب یہ ہے کہ اے نبی! تم ان سے فرماؤ کہ کیا ہم اللہ کے سوا اس کو پوجیں۔ تا آخر ترجمہ۔

تنبیہ: یہاں شیاطین سے غول بیابانی مراد ہے جو مسافر کو جنگل میں آواز دیتا ہے اور راہ سے بھٹکاتا ہے اور وہ راہ بھٹک کر حیران وپریشان ہو کر بھوک، پیاس کی تکلیف سے ہلاک ہوتا ہے۔ یہ مثال ہے اس کی جو چند رفیقوں کے ساتھ ہو اور اسے غول بیابانی بہکائے اور اس کے ساتھی سیدھی راہ کی طرف پکاریں پس وہ حیران ہو کہ کس طرف جائے۔ اگر غول بیابانی کی آواز پر جاتا ہے تو بھٹک کر ہلاک ہوتا ہے اور جو اپنے ساتھیوں کی آواز پر چلتا ہے تو راہ پاتا ہے اور سلامت رہتا ہے۔ اسی طرح مشرک لوگوں کو گمراہی کی طرف بلاتے ہیں اور ان کو مسلمان ساتھی سیدھی راہ اسلام کی طرف بلاتے ہیں اگر وہ مشرکوں کی راہ اختیار کرتا ہے تو ہلاک ہوتا ہے اور جو مسلمانوں کی راہ اختیار کرتا ہے تو سلامت رہتا ہے۔ اور صور سے مراد قرن ہے جو بشکل سینگ ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے ایک اعرابی نے حضور سے صور کو پوچھا فرمایا وہ قرن ہے اس میں پھونکا جائے گا۔ [رواہ البغوی بسندہ] صور میں حضرت اسرافیل دو بار پھونکیں گے پہلی بار پھونکنے سے خلق مر جائے گی اور دوبارہ پھونکنے سے زندہ ہوگی۔ [رواہ احمد وغیرہ] اور ایک روایت میں ہے کہ تین بار پھونکیں گے۔ اول میں خلق بے ہوش ہوگی۔ دوبارہ میں مرے گی۔ سہ بارہ میں زندہ ہوگی۔ طبرانی کی حدیث میں نفخۂ صور سے لے کر حشر تک کی تمام کیفیت مفصل ذکر کی گئی ہے جو دیگر حدیث میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے وارد ہوئی ہے مگر اس کی اسناد میں کلام کیا گیا ہے۔

www.waseemziyai.com

وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا

اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا ایک تارا دیکھا بولے اسے

رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا

میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا بولے مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے۔ پھر جب چاند چمکتا دیکھا

قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ

بولے اسے میرا رب بتاتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انھیں

الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ

گمراہوں میں ہوتا پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا بولے اسے میرا رب کہتے ہو؟ یہ تو ان سب سے بڑا ہے

فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ

پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے قوم! میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنھیں تم شریک ٹھہراتے ہو میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا

لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ ۚ

جس نے آسمان و زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں۔ ف۳۷

(آیت ۷۴ تا ۷۹) (۳۷) یعنی اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا: تا آخر ترجمہ

تنبیہ: ابراہیم علیہ السلام کے باپ کے دو نام تھے آزر اور تارخ، امام بخاری نے تاریخ میں کہا ہے ابراہیم ابن آزر تھے۔ اور توراۃ میں ان کا نام تارخ تھا اس بنا پر ان کے دو نام ہوئے جیسے یعقوب و اسرائیل ایک ہی شخص کے دو نام تھے، ابن جریر و ابن کثیر نے اس کو ترجیح دی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ابراہیم کے باپ کا لقب آزر تھا اور نام تارخ تھا، بہر حال آیت میں ان کے باپ کو آزر فرمایا گیا ہے۔ [خازن] اور امام زرقانی نے شرح مواہب میں کہا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم کے چچا کا نام تھا۔ آیت میں مجازاً انھیں باپ کہا گیا ہے۔ رئیس المفسرین ابن عباس و مجاہد و سدی و ابن جریج سے یہی منقول ہے۔ اور یہی راجح و صحیح ہے، حضرت مترجم سیدنا اعلیٰ حضرت نے اسی کو ترجیح دی اور آپ کی یہی تحقیق ہے۔ اور ابن منذر نے تاریخ میں لکھا ہے: ﴿مَلَكُوْتَ السَّمَاوَاتِ﴾ [الانعام: ۷۵] کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح ہم نے ابراہیم کو ان کے باپ کی گمراہی اور شرک کی برائی دکھائی اسی طرح ہم نے انھیں آسمان و زمین کی بادشاہی یعنی مخلوق ارضی و سماوی اور ظاہر و پوشیدہ چیز دکھائی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کے سامنے ساتوں آسمان پیش کیے گئے پس انھوں نے انھیں اور ان میں جو کچھ ہے دیکھا یہاں تک کہ عرش و کرسی اور جنت میں اپنا مقام دیکھا پھر ساتوں زمین پیش کی گئیں پس انھوں نے انھیں اور ان میں جو کچھ ہے دیکھا۔ [سراج] اور یہ اس لیے کیا گیا کہ وہ آنکھوں سے دیکھ کر عین الیقین کے مرتبہ پر پہنچیں اور خدا کی وحدانیت پر ان سے استدلال پکڑیں۔ [مدارک] اور یہ جملہ معترضہ ہے اور "فلما جن" کا عطف "قال" پر ہے۔ یعنی پھر جب ان پر رات کا اندھیرا ہوا تو انھوں نے ایک تارا دیکھا۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ تارا زہرا تھا یا مشتری تھا تو انھوں نے اپنی قوم کو تنبیہ کرنے اور ان کا اعتقاد بدلنے کے لیے کہا: تم اپنے گمان میں اسے میرا رب ٹھہراتے ہو۔ الی آخر ترجمہ. یہ مکالمہ حضرت ابراہیم کا اپنے چچا آزر سے اس وقت ہوا ہے جب وہ بڑے ہوئے اور باپ نے اپنے دین کی ترغیب دینا شروع کی کہ اس سے پہلے وہ نمرود کے خوف سے کسی غار یا تہ خانہ میں چھپا

www.waseemziyai.com

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا

اور ان کی قوم ان سے جھگڑنے لگی، کہا کیا اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو وہ تو مجھے راہ بتا چکا اور مجھے ان کا ڈر نہیں

تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ

جنھیں تم شریک بتاتے ہو ہاں جو میرا ہی رب کوئی بات چاہے میرے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے

اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ

تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے۔ اور میں تمہارے شریکوں سے کیونکر ڈروں اور تم نہیں ڈرتے کہ تم نے

اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ

اللہ کا شریک اس کو ٹھہرایا جس کی تم پر اس نے کوئی سند نہ اتاری تو دونوں گروہوں میں

اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ

امان کا زیادہ سزاوار کون ہے اگر تم جانتے ہو۔ وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں

بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَیْنٰهَآ

کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہیں کے لیے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں۔ اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے

اِبْرٰهِیْمَ عَلٰی قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۸۳﴾

ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا فرمائی ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں بے شک تمہارا رب علم و حکمت والا ہے۔ ف۳۸

وقف لازم ع ۱۲ ۱۵ ۹

کر پالے گئے تھے۔ کہ نمرود کو نجومیوں نے خبر دی تھی کہ عنقریب ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو تیری حکومت کے زوال کا باعث ہوگا تو اس نے اسی روز سے مردوں کو عورتوں سے علاحدہ رہنے اور نوزائیدہ بچوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ حضرت ابراہیم اسی سال پیدا ہوئے اور چھپا کر پرورش کیے گئے۔ ان کے پیدا ہونے اور پرورش پانے اور بڑے ہو کر والدین سے مکالمہ کرنے کا قصہ طویل ہے اس میں اور بہت سی باتیں ہیں جو سراج وغیرہ میں مذکور ہیں۔ نمرود اور اس کی قوم بت پرست وستارہ پرست تھی اور آزر بت بنا کر بیچا کرتا تھا۔ جب ابراہیم بڑے ہوئے تو انھیں بھی آزر نے بت بیچنے کو دیے آپ انھیں لے کر بازار میں گئے اور آواز لگائی کہ کون انھیں خریدتا ہے جو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان۔ تو انھیں ان سے کسی نے نہ خریدا تو صبح کو انھیں نہر پر لے گئے اور قوم کی ہنسی بنانے کے لیے ان کے منہ پانی میں ڈبوئے اور ان سے کہا کہ پانی پیو۔ [سراج ومعالم]

(آیت ۸۰ تا ۸۳) (۳۸) یہ گزشتہ آیات کے مضمون کا تتمہ ہے۔ یعنی جب حضرت ابراہیم کی قوم ان کے روشن دلائل سن کر لاجواب ہوئی تو بطور ہٹ دھرمی کے ان سے جھگڑنے لگے اور کہنے لگے کہ اگر تم ہمارے معبودوں کو نہ مانو گے اور برا کہو گے تو وہ تمھیں غارت کر دیں گے۔ اس کا جواب حضرت ابراہیم نے جو انھیں دیا اسے اس آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ پڑھیے ترجمہ

تنبیہ: جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ پر گراں گزری اور انھوں نے حضور سے کہا: ہم میں کون سا ایسا ہے جس نے اپنی جانوں پر ظلم نہ کیا ہو۔ تو حضور نے فرمایا: ایسا نہیں ہے جیسا تم خیال کرتے ہو اس سے مراد شرک ہے جیسا کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا: ﴿یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾ [لقمان: ۱۳] [رواہ البغوی والبخاری ومسلم]

www.waseemziyai.com

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ

اور ہم نے انھیں اسحاق اور یعقوب عطا کیے ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور ان سے پہلے نوح کو

قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ

راہ دکھائی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۙ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ

اور ہم ایسا ہی بدلا دیتے ہیں نیکو کاروں کو۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو یہ سب

مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۙ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى

ہمارے قرب کے لائق ہیں۔ اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر

الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى

فضیلت دی اور ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بعض کو اور ہم نے انھیں چن لیا اور

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ

سیدھی راہ دکھائی۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے کہ اپنے بندوں میں جسے چاہے دے

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ

اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جاتا۔ یہ ہیں جن کو ہم نے

الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا

کتاب اور حکم[1] اور نبوت عطا کی تو اگر یہ لوگ اس سے منکر ہوں تو ہم نے اس کے لیے ایک ایسی

قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ

قوم لگا رکھی ہے جو انکار والی نہیں یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم انھیں کی

اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَمَا ع ۱۰ ۸ ۱۶

راہ چلو تم فرماؤ میں قرآن پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کو ف۳۹ اور

(آیت ۸۴ تا ۹۰) (۳۹) مطلب آیت کا ترجمہ سے ظاہر ہے شیخ ابن کثیر نے لکھا ہے: کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی رضا جوئی کے لیے تمام عزیز و اقارب سے رشتہ قرابت توڑا، یار دوستوں کو چھوڑا، دنیا سے منہ موڑا صرف ایک ندا کے ہو رہے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا اپنا خلیل بنایا دین و دنیا کی بزرگی عطا فرمائی کہ انھیں انبیا کی اولاد میں کیا اور ان کی اولاد میں نبی کیے اور بڑھاپے میں بانجھ عورت حضرت سارہ کے بطن سے ستھرا بیٹا یعنی اسحاق عطا کیا اور جب والدین نے اس کا شکریہ بارگاہ الٰہی میں ادا کیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک صالح پوتا یعنی یعقوب عنایت فرمایا اور انھیں نبوت عطا فرما کر اپنا وعدہ پورا کیا۔ اسی کا ذکر

www.waseemziyai.com

ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔ چوں کہ آیت میں بلا کسی ترتیب کے بعض انبیا علیہم السلام کو ذکر فرمایا گیا ہے لہذا ہم اسی طرح ہر ایک کا مختصر نسب وحال مزید آگاہی کے لیے تحریر کرتے ہیں بلا ترتیب ذکر کرنے کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے۔(۱) حضرت ابراہیم حضرت عیسیٰ سے دو ہزار برس پہلے عراق کے شہر بابل میں زمانہ نمرود میں پیدا ہوئے پھر وہاں سے ہجرت کر کے حران میں آئے وہاں سے یروشلم میں آئے بلاد شام ومصر وعرب میں بھی سیاحت کی۔ آپ کی اولاد عرب وشام میں پھیلی۔ حضرت اسماعیل سے عرب کی قومیں اور حضرت اسحاق سے شام کی قومیں بنی اسرائیل وغیرہ ہیں۔ ملک شام میں وفات پائی اور وہیں قبر ہے۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار برس بعد پیدا ہوئے اور دو سو برس کی عمر پائی۔(۲) حضرت اسحاق حضرت ابراہیم کے چھوٹے بیٹے حضرت سارہ کے بطن سے ملک شام میں پیدا ہوئے وہیں ایک سو اسی برس کی عمر میں وفات پائی۔(۳) حضرت یعقوب ابن اسحاق کنعان میں پیدا ہوئے وہیں وفات پائی۔ (۴) حضرت نوح از اولاد آدم جن کو آدم ثانی کہا جاتا ہے کہ بعد طوفان انھیں کی اولاد میں سب ہوئے۔(۵) حضرت داؤد ابن ایشا نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے۔ جالوت کو انھیں نے قتل کیا تھا اور اس کی جگہ بادشاہ ہوئے تھے جس کا قصہ آیت: ﴿وَقَتَلَ دَاوٗوٗدُ جَالُوْتَ﴾ [البقرۃ:۲۵۱] کے تحت گزر چکا ہے۔ ان کی عمر سو سال کی ہوئی چالیس برس بادشاہت کی ان کا زمانہ عہد موسوی سے ۹۶ برس بعد تھا۔(۶) حضرت سلیمان بن داؤد نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے اور جن ہوا ان کے تابع فرمان تھی۔ ان دونوں نے بحکم الٰہی بیت المقدس بنایا حضرت داؤد نے اس کی بنیاد قائم کی اور حضرت سلیمان نے اسے پورا کیا۔ تیرہ برس کی عمر میں بادشاہت ملی۔ ان کی عمر ۵۳ برس کی ہوئی۔ حضور سے ۱۰۰۷ برس پہلے تھے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ روئے زمین کے بادشاہ دو مومن سلیمان ذوالقرنین اور دو کافر بخت نصر ونمرود ہوئے ہیں۔(۷) حضرت ایوب بن اموس حضرت اسحاق کی اولاد میں پانچویں پشت سے تھے ان کی ماں حضرت لوط کی بیٹی تھیں ان کے باپ حضرت ابراہیم پر ایمان لائے تھے ان کی عمر ترانوے برس کی ہوئی اور ستر برس کی عمر میں بیماری میں مبتلا ہوئے اور تین یا سات یا تیرہ سال مبتلا رہے۔(۸) حضرت یوسف حضرت یعقوب کے لڑکے دوسری بیوی سے تھے کنعان میں پیدا ہوئے جب سوتیلے بھائیوں نے انھیں کنوئیں میں گرایا تو وہ بارہ سال کے تھے پھر غلام بنا کر بیچا بتقدیر الٰہی وزیر مصر بنے پھر مصر کے بادشاہ ہوئے۔ اسی برس کی عمر میں باپ سے ملے اور ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی حضرت موسیٰ سے چار سو برس پہلے ہوئے۔ ان کا قصہ سورہ یوسف میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔(۹) حضرت موسیٰ ابن عمران حضرت یعقوب کی اولاد میں چوتھی پشت سے تھے بنی اسرائیل کے نبی تھے ان کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی۔ ابراہیم سے ۵۶۵ برس بعد ہوئے تھے۔(۱۰) حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے بڑے بھائی تھے یہ دونوں حضرات مصر میں پیدا ہوئے۔ اپنی قوم بنی اسرائیل کو لے کر ملک شام چلے گئے قوم وادی تیہ میں چالیس سال سرگرداں رہی، آپ نے وہیں راہ میں وفات پائی۔ (۱۱) حضرت زکریا دو گزرے ہیں اور دونوں نبی تھے، ایک حضرت عیسیٰ سے پانچ سو برس پہلے ہوئے ہیں جنھوں نے واقعہ بخت نصر کے بعد دوبارہ ہیکل بنائی تھی۔ اور دوسرے زکریا بن اروں جن کے لڑکے حضرت یحییٰ تھے اور قریب عہد عیسوی تھے۔ جب انھیں بیٹے کی بشارت دی گئی تھی تو ان کی عمر بانوے برس کی تھی انھیں یہود نے قتل کیا تھا۔(۱۲) حضرت یحییٰ ابن زکریا جو حضرت عیسیٰ سے چھ ماہ بڑے ان کے ہم عصر تھے کفار نے انھیں قتل کیا تھا۔(۱۳) حضرت عیسیٰ ابن مریم خدا نے انھیں بغیر باپ کے پیدا فرمایا تھا اس لیے وہ ماں کی طرف منسوب کیے گئے ہیں اور قیامت کے دن انھیں کی طرح سب لوگ ماں کی طرف منسوب کر کے پکارے جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذریت میں لڑکی کی اولاد بھی داخل ہے۔(بیضاوی) عبدالملک سے روایت ہے کہ یحییٰ ابن بصر حجاج کے پاس بیٹھے تھے حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر آیا تو حجاج بولا: وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذریت میں نہ تھے۔ تو یحییٰ نے کہا: تو جھوٹا ہے اس نے کہا کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ تو یحییٰ نے یہ آیت: ﴿و عیسیٰ﴾ تک پڑھی کہ اللہ نے خبر دی ہے کہ عیسیٰ اپنی ماں کی نسبت سے ذریت ابراہیم میں تھے تو حجاج نے مانا۔ [رواہ الحاکم وبیہقی وغیرہ] بخاری کی روایت میں ہے کہ حضور نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بابت فرمایا: ((ابنی ھذا سید)) یہ میرا بیٹا سردار ہے۔ فقہ میں اس پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ اگر کسی نے اپنی ذریت کے لیے کوئی وصیت یا وقف یا ہبہ کیا تو اس میں،

www.waseemziyai.com

لڑکی کی اولاد بھی داخل ہوگی۔[مواہب] (۱۴) حضرت الیاس ابن یاسین حضرت ہارون کے بھتیجے اور حضرت اسحاق کی اولاد میں تھے، بخت نصر سے پہلے تھے، مگر اسی زمانے میں کہیں روپوش ہو گئے اور آج بھی باحیات ہیں، یہ اور حضرت خضر علیہما السلام روئے زمین میں گشت فرماتے اور بندگان خدا کی مدد فرماتے ہیں، ہر سال حج بیت اللہ کو جاتے ہیں اور وہاں آب زمزم پیتے ہیں جو غذا کی جگہ پورے سال ان کو کام دیتا ہے۔ (۱۵) حضرت اسماعیل حضرت ابراہیم کے بڑے بیٹے ہاجرہ کے بطن سے تھے ان کی عمر ۱۳۷ برس کی ہوئی وقت وفات حضرت ابراہیم و اسحٰق علیہما السلام کے زندہ تھے۔ (۱۶) حضرت یسع ابن اخطوب جو حضرت الیاس کے شاگرد تھے ان کے قائم مقام ہوئے تھے بعض نے انھیں خضر کہا ہے اور ان کے زندہ ہونے کے قائل ہیں، مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ (۱۷) حضرت یونس ابن متی جو حضرت مسیح سے آٹھ سو برس پہلے تھے۔ اہل نینوا کی طرف مبعوث ہوئے، ان لوگوں نے نافرمانی کی، آپ نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں ان کے لیے بددعا کی، عذاب آنے میں دیر ہوئی اور یہ اس سے پہلے ہی بستی چھوڑ کر چلے آئے کہ عذاب آنے والا تھا، دریا کے کنارے پہنچے اور کشتی میں سوار ہو گئے کہ بستی سے دور چلے جائیں، کشتی تھوڑی دور جا کر ڈوبنے لگی تو ملاح نے کہا کشتی میں کوئی ایسا غلام ہے جو اپنے آقا سے بھاگ کر جا رہا ہے، وہ فوراً دریا میں کود جائے ورنہ سب لوگ ڈوب جائیں گے، انھوں نے دل میں سوچا میں اللہ رب العزت کے حکم کے بغیر اپنی بستی سے چلا ہوں، میں ہی اپنے آقا کا بھگوڑا غلام ہوں، لہٰذا یہ دریا میں کود گئے اور انھیں مچھلی نگل گئی، ایک سال سے لے کر چالیس سال تک اس کے پیٹ میں رہے علی اختلاف اقوال۔ جب مچھلی نے آپ کو کنارے پر لا کر اگل دیا تو آپ کا جسم اتنا نرم و نازک ہو گیا تھا کہ دھوپ برداشت نہیں کر سکتا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے فوراً ایک کدو کا درخت اُگ آیا جس کے بڑے بڑے پتوں نے آپ پر سایہ کیا، جب آپ تندرست ہو گئے تو اپنی بستی کی طرف روانہ ہوئے، وہاں جا کر دیکھا تو سب لوگ خوش و خرم اور آرام سے تھے، معلوم ہوا کہ آپ کے جانے کے بعد جیسے ہی عذاب کے آثار نمودار ہوئے تو تمام اہل بستی نے فوراً باہر نکل میدان میں توبہ و استغفار کی اور حضرت یونس علیہ السلام کا پیغام حق قبول کیا، پھر وہ عذاب کے آثار یکسر ختم ہو گئے اور جبھی سے ہم سب سکون و آرام سے ہیں۔ (۱۸) حضرت لوط ابن ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ اور ﴿قَوْماً لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِيْنَ﴾ [الانعام:۸۹] سے ابن عباس کے نزدیک انصار مراد ہیں اور حسن و قتادہ کے نزدیک انبیاء مذکورین مراد ہیں اور یہ جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان سب کی اقتدا کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ہدایت میں ان کی اقتدا کرنا مراد ہے۔ بخاری کی روایت میں بھی یہی آیا ہے۔ یعنی جو طریقہ ہدایت ان انبیا نے اختیار کیا تھا وہی آپ بھی اختیار کریں۔ اور بعض کے نزدیک ان کے طریقہ پر صبر و تحمل اور اصول دین میں ان کی اقتدا کرنا مراد ہے۔ یعنی آپ بھی انھیں اصول دین پر چلیے اور انھیں کی طرح صبر و تحمل سے کام لیجیے۔ اور بعض کے نزدیک صرف توحید میں ان کی اقتدا کرنا مقصود ہے۔ اور محی السنہ نے اس سے ان کی سنت و سیرت مراد لی ہے یعنی ان کے طریقہ پر چلیے ان کی عادت و خصلت اختیار کیجیے۔

تنبیہ: علمائے کرام نے اس سے حضور کی افضلیت مطلقہ پر استدلال کیا ہے کیوں کہ ہر نبی کسی نہ کسی صفت کے ساتھ مخصوص تھا اور حضور کو ان سب کی اقتدا کا حکم فرمایا گیا تو ان سب کے اوصاف و کمالات کا حضور کی ذات میں جمع ہونا ضروری ہوا اور حضور مجمع جمیع صفات کمالیہ ہوئے اور مجموعہ کی فضیلت ہر ہر چیز پر ظاہر ہے۔ [سراج] اور ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ﴾ [الانعام:۹۰] میں دلیل ہے کہ حضور تمام عالم کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے اور آپ کی دعوت تمام خلق کو عام تھی۔ [خازن]

تنبیہ: اس آیت میں اٹھارہ انبیا علیہم السلام کے نام ذکر فرمائے گئے ہیں علاوہ اَن کے سات پیغمبروں کے نام قرآن عظیم میں اور ذکر فرمائے ہیں۔ حضرت آدم، حضرت ادریس، حضرت شعیب، حضرت ذی الکفل، حضرت ہود، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہم اجمعین۔ جو کل پچیس ہوئے ان پر تفصیلاً اور باقی پر اجمالاً ایمان لانا واجب ہے۔

www.waseemziyai.com

قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ

یہود نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی جب بولے اللہ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں

شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى

اتارا تم فرماؤ کس نے اتاری وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے روشنی اور لوگوں کے لیے

لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ

ہدایت جس کے تم نے الگ الگ کاغذ بنا لیے ظاہر کرتے ہو اور بہت سا چھپا لیتے ہو اور تمہیں وہ سکھایا جاتا ہے

مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ

جو نہ تم کو معلوم تھا نہ تمہارے باپ دادا کو، اللہ کہو پھر انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگی میں

یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ

انہیں کھیلتا ف۴۰ اور یہ ہے برکت والی کتاب کہ ہم نے اتاری تصدیق فرماتی ان کتابوں کی جو آگے تھیں اور اس لیے کہ

وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ

تم ڈر سناؤ سب بستیوں کے سردار کو اور جو کوئی سارے جہان میں اس کے گرد ہیں اور وہ جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں

(آیت ۹۱)(۴۰) شان نزول عکرمہ اور سعید ابن جبیر کہتے ہیں کہ یہ آیت مالک ابن صیف یہودی کے حق میں اتری جو بہت موٹا اور توندیلا تھا۔ ایک بار حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر خواہ مخواہ کی حجتیں کرنے لگا تو حضور نے اس سے فرمایا: تجھے اس خدا کی قسم جس نے موسیٰ پر توریت نازل فرمائی، سچ بتا تو نے توریت میں یہ پڑھا ہے کہ اللہ موٹے عالم کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ یہ سن کر وہ غصہ ہو کر بولا خدا نے کوئی کتاب کسی نبی پر نازل نہیں کی ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اس کی قوم نے اسے اس کہنے پر سرزنش کی اور اسے اپنے جریت سے علاحدہ کر دیا اور کعب ابن اشرف کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ [رواہ البغوی] اور حضرت ابن عباس سے ایک روایت میں ہے کہ وہ یہود کے حق میں اتری ہے کہ انھوں نے آسمان سے کتاب نازل ہونے سے انکار کیا تھا۔ مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ حضرت ابن عباس سے دوسری روایت میں ہے کہ آیت کا نزول قریش کے حق میں ہوا۔ ابن جریر نے اسی کو اختیار کیا ہے اور مجاہد نے اس کی تائید کی ہے کہ یہودی آسمان سے کتاب نازل ہونے کے منکر نہ تھے بلکہ قریش منکر تھے۔ اور یہ سورت و آیت مکی ہے نہ کہ مدنی۔ تطبیق اس کی یہ ہے کہ قریش یہود ہی کے سکھائے پڑھائے تھے جو یہود کہتے تھے وہ قریش کہتے تھے۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ یہود نے اللہ کی قدر نہ کی جیسی کرنی چاہیے تھی یعنی انھوں نے اللہ کو پورے طور سے نہ پہچانا۔ یا اللہ کی عظمت کا پورے طور سے اندازہ نہ کیا اگر وہ اللہ کو پورے طور سے پہچانتے اور اس کی عظمت کو جانتے تو ایسا نہ کہتے، کہ اللہ کے نزدیک کتاب نازل کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے، ان کا یہ کہنا کہ اللہ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اتارا ہے محض غلط و بے دلیل ہے۔ اے نبی! تم ان سے الزام دینے کے لیے پوچھو کہ جو کتاب موسیٰ لوگوں کی ہدایت کے لیے لائے تھے وہ کس نے اتاری تھی؟ جس کے تم نے الگ الگ کاغذ بنائے ہیں۔ یعنی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر لیا ہے اس میں سے جو کچھ مطلب کے موافق ہوتا ہے ظاہر کرتے ہو اور بہت سی باتیں چھپا لیتے ہو جو مطلب کے موافق نہیں ہوتیں۔ جیسے بعثت نبی آخر الزماں کی خبریں اور ان کی نعت و حلیہ و آیۃ رجم وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے زمانہ میں یہود نے توریت کے متفرق اجزاء کر لیے تھے جو اجزاء اپنے

www.waseemziyai.com

بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى

اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ ف۴۱ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو

اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ

اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے مجھے وحی ہوئی اور اسے کچھ وحی نہ ہوئی اور جو

قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ

کہے ابھی میں اتارتا ہوں ایسا جیسا خدا نے اتارا اور کبھی تم دیکھو جس وقت ظالم

غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ

موت کی سختیوں میں ہیں اور فرشتے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں، آج

تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ

تمہیں خواری کا عذاب دیا جائے گا بدلا اس کا کہ اللہ پر جھوٹ لگاتے تھے

وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ

اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے۔ اور بے شک تم ہمارے پاس اکیلے آئے جیسا ہم نے تمہیں

اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ

پہلی بار پیدا کیا تھا اور پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے جو مال متاع ہم نے تمہیں دیا تھا اور ہم تمہارے ساتھ

مطلب کے موافق ہوتے تھے انھیں لوگوں پر ظاہر کرتے تھے اور جو اپنے مطلب کے خلاف ہوتے تھے انھیں لوگوں پر ظاہر نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ دارمی کی روایت میں ہے شاید حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انھیں اوراق میں سے چند ورق لا کر حضور کے سامنے پڑھنے لگے تھے جس کو سن کر حضور ان پر غصہ ہوئے تھے۔ [حقانی] اس سے توریت کو متفرق اجزاء کر لینے کی مذمت ثابت ہوتی ہے۔ [بیضاوی] اسی پر قرآن کو قیاس کر لیا جائے کہ اس کو بھی متفرق اجزا کرنا ممنوع و ناجائز ہوگا۔ پھر فرمایا اور تمہیں وہ سکھایا جو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا تم ان سے کہہ دو کہ وہ اللہ نے اتاری تھی پھر انھیں ان کی بیہودگی میں کھیلتا چھوڑ دو۔

(آیت ۹۲) (۴۱) اوپر کی آیت میں یہود کے قول کو الزامی طور سے رد کیا گیا تھا اس آیت میں تصدیقی طور سے رد کیا جاتا ہے۔ کہ اور یہ برکت والی کتاب قرآن عظیم جو ہم نے اپنے محبوب پر اتاری ہے تصدیق کرتی ہے اگلی کتابوں کی اور اس لیے اسے اتارا کہ تم ڈر سناؤ اہل مکہ کو اور اس کے آس پاس جہاں بھر کی بستیوں میں رہنے والوں کو اور جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں وہ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں۔

تنبیہ: بعض نادانوں کا اس آیت سے یہ شبہہ کرنا اور کہنا کہ حضور کی بعثت صرف مکہ و اطراف مکہ کے رہنے والوں کے لیے تھی غلط ہے۔ کہ حضور تمام جہان کے لیے مبعوث ہوئے تھے جیسا کہ دوسری آیات سے ثابت ہے اور اس آیت میں بھی مکہ اور اس گرد اگرد سے کل عالم مراد ہے۔ اسی لیے اسے ام القریٰ سب بستیوں کی ماں فرمایا گیا ہے کہ وہ جہاں بھر کا قبلہ اور تمام جہان کی بستیوں سے زیادہ عظمت والا اور سب کا سردار وسط دنیا میں واقع ہے۔ اور تمام اعمال میں نماز کو اس لیے خاص کیا ہے کہ وہ عماد دین اور علم ایمان ہے جو اس کی حفاظت کرے گا وہ سائر اعمال کی حفاظت کرے گا۔ [مدارک]

www.waseemziyai.com

شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ

تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھتے جن کا تم اپنے میں ساجھا بتاتے تھے بے شک تمہارے آپس کی ڈور کٹ گئی

وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ

اور تم سے گئے جو دعوے کرتے تھے بے شک اللہ دانے اور گٹھلی کو چیرنے والا ہے

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

زندہ کو مردہ سے نکالے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا یہ ہے اللہ

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ

تم کہاں اوندھے جاتے ہو تاریکی چاک کر کے صبح نکالنے والا اور اس نے رات کو چین بنایا اور سورج

وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ

اور چاند کو حساب یہ سادھا ہے زبردست جاننے والے کا۔ ف۴۲ اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے

النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ

تارے بنائے کہ ان سے راہ پاؤ خشکی اور تری کے اندھیروں میں ہم نے نشانیاں مفصل بیان کر دیں

(آیت ۹۳ تا ۹۶) (۴۲) شان نزول:۔ میں اس کی مختلف اقوال ہیں ابن جریر وابن اثیر اور محی السنہ نے نقل کیا ہے کہ یہ آیت ﴿فمن اظلم﴾ سے ﴿کذبا﴾ تک مالک ابن صیف کے بارے میں اتری ہے۔ کہ اس نے اللہ پر افترا کیا تھا کہ اس نے کسی آدمی پر کتاب نازل نہیں کی ہے اور قتادہ کہتے ہیں کہ وہ مسیلمہ کذاب کے حق میں نازل ہوئی کہ اس نے حضور کے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور گمان کرتا تھا کہ اس پر وحی آتی ہے اور حضور کے پاس اس نے دو قاصد بھیجے تھے حضور نے ان سے پوچھا تم اسے نبی جانتے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں تو حضور نے ان سے فرمایا: کہ اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ رسول کو قتل نہیں کرتے ہیں تو میں تمہیں قتل کرتا۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور نے خواب میں دیکھا تھا کہ میرے ہاتھوں میں دو کنگن پڑے ہیں پس میں نے ان کی تعبیر کی کہ میرے بعد دو جھوٹے پیدا ہوں گے ان میں سے ایک کو مسیلمہ اور دوسرے کو عنسی کہا جائے گا چنانچہ حضور کی تعبیر صحیح ہوئی کہ حضور کے سامنے دونوں ہوئے اور عنسی حضور کے سامنے وفات سے دو روز قبل فیروز کے ہاتھ سے مارا گیا حضور نے اس کے مارے جانے کی خوش خبری صحابہ کو سنائی اور مسیلمہ زمانہ صدیق اکبر میں وحشی قاتل حضرت حمزہ کے ہاتھ سے مارا گیا [سراج] اور اس سے آگے ﴿ما انزل الله﴾ تک سدی کے نزدیک عبداللہ بن سعد کا تب وحی کے حق میں نازل ہوئی کہ جب آیت ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ﴾ الخ نازل ہوئی تو حضور نے اس سے لکھوانی شروع کی جب حضور نے خلقا آخر لکھوایا تو اس کے منہ سے اس کے آگے حضور کے فرمانے سے پہلے اتفاقیہ ﴿فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾ [المؤمنون:۱۴] نکل گیا تب حضور نے فرمایا ہاں یہی اترا ہے لکھو۔ اس پر عبداللہ اترا گیا اور کہنے لگا کہ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی اترتی ہے تو جو وہ خود گڑھتے ہیں تو میں بھی ایسا قرآن بنا سکتا ہوں اور مرتد ہو کر مدینہ سے چلا گیا اور قریش سے مل گیا۔ پھر فتح مکہ کے دن مسلمان ہوا۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے متعلق اتری ہے کہ وہ قرآن عظیم کے معارضہ کا دعوی کرتا تھا اور کلام الٰہی کے مقابلہ میں تک بندی کرتا تھا جیسے ﴿وَالذَّارِيَاتِ ذَرْوًا﴾ [الذاریات:۱] میں اس نے والطاحنات طحنا فالعاجنات عجنا

www.waseemziyai.com

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ

علم والوں کے لیے۔ اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر کہیں تمھیں ٹھہرنا ہے

وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ

اور کہیں امانت رہنا بے شک ہم نے مفصل آیتیں بیان کر دیں سمجھ والے کے لیے اور وہی ہے

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا

جس نے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے ہر اگنے والی چیز نکالی تو ہم نے

مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا

اس سے نکالی سبزی جس میں سے دانے نکالتے ہیں ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے اور کھجور کے گابھے سے،

قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ

پاس پاس گچھے اور انگور کے باغ اور زیتون اور انار

فالخابزات خبزا جیسا یہودہ کلام بنایا تھا۔ اور آیت ﴿ولقد جئتمونا﴾ بھی اسی ملعون کے متعلق نازل ہوئی۔ بہرحال اس آیت کریمہ کے حکم میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اللہ تعالیٰ پر کوئی جھوٹ افترا کرے یا مدعی نزول وحی ہو یا کلام الٰہی کا مقابلہ کرے خواہ وہ اس زمانہ کا ہو یا اس کے بعد ہو جیسے قادیانی، کہ سبب خاص مانع عموم حکم نہیں کذا قال العلماء [سراج] مطلب یہ ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا نبی ہونے کا دعویٰ کیا یا یہ کہا کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالاں کہ اس پر وحی نہیں آئی اور کہے کہ میں بھی قرآن کی مثل اتارتا ہوں قرآن کی مانند بنا سکتا ہوں جیسا کہ وہ کہتے تھے ﴿لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا﴾ [الانفال:۳۱] ان ظالموں کی دیکھو جب کہ یہ موت کی جانکنی کی سختیوں میں پھنسے ہوں گے اور موت کے فرشتے ان کی طرف عذاب دینے یا روح قبض کرنے کے لیے ہاتھ پھیلائے ہوں گے اور ان سے کہیں گے کہ نکالو اپنی جانیں کہ ہم انہیں قبض کریں آج تمہیں خواری کا عذاب دیا جائے گا بدلے میں اس کے جو تم اللہ پر جھوٹ باندھتے تھے۔ اور اس کی آیتوں پر ایمان لانے سے تکبر کرتے تھے اور ان سے کہا جائے گا۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔ روایت کیا گیا ہے کہ کفار کی روحیں جسم میں پھیل جائیں گی اور نکلنے سے انکار کریں گی تو انھیں فرشتے ماریں گے یہاں تک کہ وہ نکلیں گی۔ [جامع البیان] حضرت ابن عباس کے نزدیک غمرات الموت سے سکرات موت مراد ہے اور ملائکہ سے موت کے فرشتے مراد ہیں اور ان کی طرف ہاتھ پھیلانے سے عذاب دینے کے لیے ہاتھ پھیلانا مراد ہے۔ [ابن کثیر ضحاک] اور تنہا خدا کے سامنے جانے سے مراد یہ ہے کہ جب وہ حساب کے لیے لائے جائیں گے تو ان کے ساتھ ان کا مال واولاد وغیرہ کوئی چیز نہ ہوگی۔ اور ﴿كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ [الانعام:۹۴] سے یہ مراد ہے کہ جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار ننگے بدن، ننگے پاؤں، بے ختنہ پیدا کیا تھا ایسے ہی ہمارے پاس آؤ گے۔ یہی احادیث میں آیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مرد عورتیں سب ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور شرم نہ کریں گے؟ فرمایا: وہ وقت بہت سخت ہوگا کوئی کسی کی طرف نظر نہ کرے گا۔ [بخاری ومسلم] اور مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ نکالنے کے یہ معنی ہیں کہ دانہ، گٹھلی، نطفہ سے جو مردہ ہے۔ زندہ بچہ اور لہلہاتا پودا پیدا کرتا ہے اور زندہ آدمی وجانور سے نطفہ، انڈا جو مردہ ہے نکالتا ہے۔

www.waseemziyai.com

مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ

کسی بات میں ملتے اور کسی بات میں الگ، اس کا پھل دیکھو جب پھلے اور اس کا پکنا، بے شک

فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۹۹ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ

اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔ ۴۳ اور اللہ کا شریک ٹھہرایا جنوں کو حالانکہ اسی نے ان کو بنایا

ع ۲ ۶ ۱۸ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۱۰۰

اور اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گڑھ لیں جہالت سے، پاکی اور برتری ہے اس کو ان کی باتوں سے۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ

بے کسی نمونے کے آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اس کے بچہ کہاں سے ہو حالانکہ اس کی

صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۰۱ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

عورت نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔ یہ ہے اللہ

رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى

تمہارا رب اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کا بنانے والا تو اسے پوجو اور وہ

(آیت ۹۷ تا ۹۹) (۴۳) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تخلیق عالم کی نیرنگی اور دنیا کی چیزوں کی طرح بطرح پیدائش دکھا کر اپنی شان قدرت دکھائی ہے اور اپنی ربوبیت والوہیت کو ثابت فرمایا ہے۔ پڑھیے ترجمہ. حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک مستقر سے مراد ماں کا پیٹ ہے اس میں بچہ ٹھہرتا ہے اور مستودع سے مراد باپ کی پیٹھ ہے کہ اس میں نطفہ امانت رہتا ہے۔ حضرت سعید ابن جبیر فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عباس نے پوچھا کیا تو نے نکاح کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ تو فرمایا: آگاہ رہ کہ جو تیری پیٹھ میں امانت ہے اسے عنقریب اللہ نکالے گا [سراج ومعالم] اور ابن مسعود نے اس کا عکس فرمایا ہے اور انھیں سے ایک روایت میں ہے کہ مستقر دنیا اور مستودع آخرت ہے۔ وفیہ اقوال آخر۔

تنبیہ: اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو ایک تو سماے دنیا کی زینت کے لیے پیدا فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ﴾ [الملک:۵] دوسرے شیاطین کے رجم کے لیے پیدا فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلْنَاهَا رُجُوماً لِّلشَّيَاطِينِ﴾ [الملک:۵] تیسرے اس لیے پیدا فرمایا ہے کہ ان سے بری و بحری سفر کی تاریکیوں میں راہ ڈھونڈو کہ اکثر نادان جنگل پہاڑوں میں راہ نہ ملنے کی وجہ سے ہلاک ہوتے تھے اور جاننے والے راہ یاب ہوتے تھے۔ پس اس قدر ستاروں کی چال جاننا اور ان کا علم حاصل کرنا جائز ہے جس سے خشکی وتری میں راہ پہچان لے سمت قبلہ جان لے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: اے لوگو! تم ستاروں سے خشکی وتری میں راہ ڈھونڈنا سیکھو پھر اپنے وہموں کو روکو کہ یہ ستارے آسمان کی زینت اور شیاطین کو رجم کرنے اور راہ ڈھونڈنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جس نے ان تینوں باتوں کے سوا کوئی اور اعتقاد ان کی نسبت کیا وہ گمراہ ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ فرمایا حضور نے: تم ستاروں سے اس قدر سیکھو جس سے خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ ڈھونڈ لو پھر باز رہو۔ [رواہ الخطیب وابن مردویہ] سوا اس کے اور باتوں کے لیے نجوم میں پڑنے ان میں نظر کرنے کی حدیث میں ممانعت فرمائی گئی ہے۔

www.waseemziyai.com

كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ

ہر چیز پر نگہبان ہے آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطے میں ہیں

وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ

اور وہی ہے نہایت باطن پورا خبردار۔ ف۴۴ تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں آئیں تمہارے رب کی طرف سے تو جس نے دیکھا

فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ

تو اپنے بھلے کو اور جو اندھا ہوا تو اپنے برے کو اور میں تم پر نگہبان نہیں۔ اور ہم اسی طرح

نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِتَّبِعْ

آیتیں طرح طرح سے بیان کرتے ہیں اور اس لیے کہ کافر بول اٹھیں کہ تم تو پڑھے ہو اور اس لیے کہ اسے علم والوں پر واضح کر دیں۔ اس پر چلو

مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

جو تمہیں تمہارے رب کی طرف سے وحی ہوتی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ

اور اللہ چاہتا تو وہ شریک نہیں کرتے اور ہم نے تمہیں ان پر نگہبان نہیں کیا اور تم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور نے مجھے نجوم میں نظر کرنے کی ممانعت فرمائی۔[رواہ الخطیب وابن مردویہ] حضرت عائشہ وابو ہریرہ سے بھی ایسی ہی مرفوعا روایت ہے، حضرت ابن عباس سے مرفوعا روایت ہے کہ جس نے نجوم سے علم اقتباس کیا اس نے جادو سے ایک جز اقتباس کیا۔[رواہ ابو داود وابن شیبہ] مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ستاروں کو انھیں تین باتوں کے لیے پیدا فرمایا ہے کفار و مشرکین کی طرح ان کی تاثیرات کا قائل ہونا مطرنا بنوء کذا کہنا گمراہی ہے اور انھیں موثر حقیقی سمجھنا انھیں پوجنا کفر ہے۔العیاذ باللہ۔

(آیت ۱۰۰ تا ۱۰۳) (۴۴) ان آیات میں ﴿وجعلوا للہ﴾ سے ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ تک کفار کا رد ہے پھر اللہ کی وحدانیت اور ربوبیت اور قدرت کا بیان ہے۔کلبی کہتے ہیں کہ آیت ﴿وجعلوا للہ﴾ زندیقوں کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ انھوں نے خالقیت میں اللہ کے ساتھ ابلیس کو شریک کیا اور کہا کہ اللہ خالق نور ہے اور اچھی چیزیں پیدا کرنے والا ہے اور ابلیس خالق ظلمت ہے اور بری چیزیں پیدا کرنے والا ہے۔پس خدا خالق خیر ہے اور ابلیس خالق شر ہے﴿تعالی اللہ عن قولھم علوا کبیرا﴾ اور یہ آیت دلیل قاطع ہے کہ مخلوق شریک خدا نہیں ہو سکتی ہے۔[سراج] یہی مذہب مجوس کا ہے کہ وہ خالق خیر کو ''یزدان'' اور خالق شر کو ''اہرمن'' یعنی شیطان کہتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ کفار نے جنوں کو شیاطین کو اللہ کا شریک ٹھہرایا حالاں کہ اللہ نے انھیں بنایا ہے تو وہ کیسے اللہ کے شریک ہو سکتے ہیں۔اور انھوں نے اپنی جہالت سے اللہ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گڑھ لیں کہ یہود نے عزیر کو اور نصاری نے مسیح کو اللہ کا بیٹا اور بعض عرب نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا۔اللہ پاک و برتر ہے ان کی ان باتوں سے۔وہ بے کسی نمونہ کے آسمان وزمین بنانے والا ہے اس کے بچہ کہاں سے ہوا کہ اس کے عورت ہی نہیں ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور اس نے ہر چیز پیدا کی ہے اور سب کچھ جانتا ہے یہی اللہ تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے وہ ہر شئ کا بنانے والا ہے پس اسی کی عبادت کرو، وہ ہر چیز پر نگہبان ہے سب آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتی ہیں اور اس کے احاطہ میں سب آنکھیں ہیں یعنی اس کی کنہ ذات کو ہر آنکھ نہیں گھیر سکتی ہے اور وہ سب کو گھیرے ہوئے ہے،

www.waseemziyai.com

سب کی حقیقت سے آگاہ ہے ہزاروں بھیدوں سے خبردار ہے اور وہی ہے پورا باطن اور پورا خبردار۔ اور یہ از قبیل لف ونشر ہے یعنی ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ [الانعام:۱۰۳] کے مقابل "اللطیف" ہے۔ اور اس کی (علت) مثل ہے اور ﴿وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾ [الانعام: ۱۰۳] کے مقابل "الخبیر" ہے اور اس کی علت کے مثل ہے۔ در آیت کے یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کو سب آنکھیں نہیں دیکھتی ہیں کہ وہ نہایت لطیف ہے احاطہ بصر میں نہیں آتا ہے اور وہ سب آنکھوں کو دیکھتا ہے اس لیے کہ خبیر ہے ہر شئ باریک سے باریک چیز کو دیکھنے والا ہے اس کی خبر رکھنے والا ہے۔ [بیضاوی ومدارک] حاصل یہ ہے کہ وہ اس قدر لطیف ہے کہ اسے کوئی نہیں دیکھتا ہے اور وہ سب کو دیکھتا ہے جیسے بینائی کہ کوئی اسے نہیں دیکھتا ہے اور وہ سب کو دیکھتی ہے یا وہ انتہائے لطافت کی وجہ سے کسی کو دکھائی نہیں دیتا ہے اور وہ خبیر ہونے کی وجہ سے سب کو دیکھتا ہے۔

تنبیہ: آیت ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ میں نفی ادراک ہے نہ کہ نفی رویت کہ رویت وادراک میں یہ فرق ہے کہ ادراک اس رویت کو کہتے ہیں جس میں بینائی شئ مرئی کو چاروں طرف سے احاطہ کرے اور اس کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے۔ اور رویت محض کسی شئ کے دیکھنے کو کہتے ہیں خواہ احاطہ کرے یا نہ کرے اس کی حقیقت سے آگاہ ہو یا نہ ہو تو بغیر احاطہ کے رویت ہو سکتی ہے اور باوجود رویت کے نفی ادراک ممکن ہے۔ جیسے کہ مومنوں کو ذات وصفات باری تعالیٰ کا علم ہونے کے باوجود آیت ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا﴾ [طٰہٰ:۱۱۰] میں احاطہ علمی کی نفی کی گئی ہے۔ اور حدیث لا احصی ثناء علیک میں باوجود ثنا کے احاطہ ثنا کی نفی کی گئی ہے۔ حضرت سعید ابن مسیب ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بینائیاں اس کا احاطہ نہیں کر سکتی ہیں۔ حضرت عطا کہتے ہیں کہ بینائیاں اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ کسی کی بینائی اللہ تعالیٰ کو دنیا میں نہیں دیکھ سکتی ہے آخرت میں دیدار کرے گی۔ حضرت عکرمہ سے جب ایک شخص نے آیت کا مطلب پوچھا تو فرمایا کیا تم آسمان کو نہیں دیکھتے ہو؟ سائل نے کہا ہاں تو فرمایا کیا تم پورے آسمان کو اپنی نگاہ سے گھیر لیتے ہو۔ یعنی اگر تو گھیر نہیں سکتا ہے تو دیکھ سکتا ہے گویا نفی احاطہ نفی رویت کو مستلزم نہیں ہے۔ بلکہ خود حضور نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ تمام مخلوق جمع ہو کر خدا کا احاطہ نہیں کر سکتی ہے [رواہ ابن ابی حاتم] اور اگر بالفرض آیت میں نفی رویت ہی مراد ہو تب بھی اس کے آگے ابصار ہے اور ابصار سے بالاتفاق جمیع ابصار مراد ہیں اور تمام ابصار کی نفی رویت بعض بصر کی نفی رویت کو مستلزم نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کوئی کہے کہ تمام انسان عالم نہیں ہیں تو یہ جملہ سچا ہے مگر اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ کوئی انسان عالم نہ ہو۔ یہی صورت ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ کہ اس میں تمام آنکھوں کی رویت کی نفی ہے اس سے بعض آنکھوں کے دیکھنے کی نفی نہیں نکلتی ہے بلکہ اس کا اثبات ہوتا ہے کہ سب آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتی ہیں بعض دیکھ سکتی ہیں۔ جیسے قیامت کے دن مومن اسے دیکھیں گے اور کافر نہیں دیکھیں گے جیسا کہ آیت ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ۔ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ [القیامۃ:۲۲،۲۳] میں فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کے چہرے قیامت کے دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھیں گے اور بخاری ومسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ تم عنقریب اپنے رب کو ایسے دیکھو گے جیسے چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو اور کافر اس سے محجوب ومحروم ہوں گے ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾ [المطففین:۱۵] حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کہ جب ایک قوم اپنے کفر کی وجہ سے رویت سے محروم ہوگی تو ثابت ہوا کہ دوسری قوم اپنی اطاعت وایمان کی وجہ سے اسے دیکھے گی۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کہ اگر مومن کو قیامت کے دن اپنے رب کی رویت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کفار کو حجاب سے عار کیوں دلاتا۔ [سراج] اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول اجتہادی ہے رویت دنیا پر محمول ہے نہ رویت آخرت پر کہ رویت آخرت کی وہ خود قائل تھیں بلکہ ان کے قول سے رویت فی الآخرۃ کی نفی ثابت ہی نہیں ہوتی ہے۔ یہی تمام صحابہ وتابعین وائمہ وعلما کا عقیدہ ہے اور اہل سنت کا مذہب ہے کہ قیامت کے روز مومنین خدا کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔ بخلاف فرقہ معتزلہ ورافضیہ وخارجیہ کے کہ وہ اس کا انکار کرتے ہیں اور اسے محال بتاتے ہیں۔ اگر رویت الٰہی محال ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کبھی رویت کی التجا نہ کرتے اور اللہ تعالیٰ اپنی رویت کو پہاڑ کی طرف دیکھنے پر معلق نہ کرتا۔

www.waseemziyai.com

عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا

اُن پر کڑوڑے نہیں۔ ف۴۵ اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ

اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ

اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے یوں ہی ہم نے ہر امت کی نگاہ میں اس کے عمل بھلے کر دیے ہیں پھر انھیں اپنے رب کی

مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ

طرف پھرنا ہے اور وہ انھیں بتا دے گا جو کرتے تھے۔ ف۴۶ اور انھوں نے اللہ کی قسم کھائی

(آیت ۱۰۴ تا ۱۰۷) (۴۵) جب اللہ تعالیٰ مشرکین کا رد اور اپنی ذات وصفات و وحدانیت والوہیت کو واضح کر چکا تو اب بطور نتیجہ واتمام حجت کے فرماتا ہے کہ اے نبی تم ان سے فرمادو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھولنے والی دلیلیں آئیں تو جس نے انھیں دیکھا اور ان میں غور کیا اور ان پر ایمان لایا تو اس نے اپنے بھلے کو ایسا کیا کہ اس کا ثواب اسے ملے گا اور جو ان سے اندھا ہوا یعنی انھیں نہ دیکھا نہ ان میں غور کیا وہ گمراہ ہے اور اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہوگا اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں کہ تمہارے اعمال کی حفاظت کروں میں تو ڈرانے والا ہوں۔ اسی طرح ہم طرح طرح کی آیتیں بیان کرتے ہیں تا کہ وہ عبرت پکڑیں اور اس لیے کہ کافر کہیں کہ تم تو اہل کتاب سے پڑھے ہوئے ہو یا تم نے اگلی کتابیں پڑھی ہیں یہ انھیں میں سے لائے ہو اور اس لیے کہ ہم علم والوں پر واضح کر دیں۔ اے نبی! تم اس پر چلو جو اللہ کی طرف سے تم پر وحی ہوتی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔ اور ان کے کہنے کی طرف توجہ نہ کرو۔ اور اگر خدا چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے۔ اور ہم نے تمھیں ان پر نگہبان نہیں کیا ہے کہ تم ان کے اعمال کی سزا دو اور تم ان پر ذمہ دار نہیں ہو کہ ایمان لانے میں ان پر جبر کرو۔ (یہ حکم قبل حکم قتال تھا)

تنبیہ: جب حضور نے باوجود بے پڑھے لکھے ہونے کے کفار کے سامنے قرآن پڑھا اور صحیح صحیح غیب کی خبریں انھیں سنائیں۔ تب انھیں کچھ نہ بن پڑا تو یہ کہنے لگے کہ تم نے یہ یہود سے پڑھا سیکھا ہے یا اگلی کتابوں میں سے لائے اور ہمارے سامنے بیان کرتے ہو۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب حضور قرآن پڑھتے تو کفار کہتے کہ یہ تم نے یسار و جبر رومی غلاموں سے جو قیدیوں میں آئے ہیں سیکھا ہے۔ اسے ہم پر پڑھتے ہو اور اسے خدا کی طرف سے آیا ہوا بتاتے ہو۔ اور فراء کہتے ہیں کہ وہ اسے یہودیوں سے سیکھا ہوا بتاتے تھے [معالم]

(آیت ۱۰۸) (۴۶) شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب آیت ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ [الأنبياء:۹۸] نازل ہوئی تو مشرکوں نے حضور سے کہا کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے باز رہو ورنہ ہم بھی تمہارے معبودوں کو برا کہیں گے بس یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا؛ اور قتادہ کہتے ہیں کہ مسلمان بتوں کو برا کہا کرتے تھے۔ بس اللہ نے انھیں اس سے منع فرمایا۔ اور سدی کہتے ہیں کہ جب سرداران قریش نے ابو طالب سے جا کر کہا کہ تم اپنے بھتیجے کو ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے منع کر دو ورنہ ہم اس کے معبود کو برا کہیں گے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ [معالم] ممکن ہے کہ دونوں واقعات شان نزول ہوں۔ بہر حال اس میں مسلمانوں کو مشرکوں کے معبودوں کو برا کہنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے کہ کہیں وہ از روئے تعدی و بے علمی کے خدا کو برا نہ کہیں اور فرمایا گیا ہے کہ یہ کافر اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں تم انھیں گالی نہ دو برا نہ کہو کہ وہ لوٹ کر اپنی زیادتی جہالت کی وجہ سے اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے۔ ہم نے یوں ہی ہر امت کی نگاہ میں اس کے عمل بھلے کر دیے ہیں پھر انھیں اپنے رب کی طرف پھیرنا ہے وہ انھیں بتا دے گا جو وہ کرتے تھے اور اس کی جزا دے گا۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اپنے ماں باپ کو گالی نہ دو۔ صحابہ نے عرض کی کوئی اپنے ماں باپ کو کیسے گالی دے گا فرمایا دوسرے کے باپ کو گالی دے گا وہ لوٹ کر اس

www.waseemziyai.com

اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ

اپنے حلف میں پوری کوشش سے کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے، تم فرمادو کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں

وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ

اور تمھیں کیا خبر کہ جب وہ آئیں تو یہ ایمان نہ لائیں گے۔ اور ہم پھیر دیتے ہیں ان کے دلوں اور آنکھوں کو

كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع

جیسا وہ پہلی بار اس پر ایمان نہ لائے تھے اور انہیں چھوڑ دیتے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکا کریں۔ ع

۱۰۹-۱۱۰-۳

کے باپ کو گالی دے گویا یہ دوسرے کے باپ کو گالی دینا اپنے باپ کو گالی دینا ہوگا۔ یہ آیت وحدیث دلیل ہے کہ جو طاعت اور نیک کام معصیت اور برے کام کی طرف پہنچائے اس سے فتنہ وفساد پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہو اسے ترک کرنا واجب ہے۔ [سراج] زجاج کہتے ہیں کہ یہ حکم قبل حکم قتال کے تھا اور ابن انباری کہتے ہیں کہ یہ حکم مکہ میں کمزور ہونے کی وجہ سے تھا جب مسلمانوں میں قوت آگئی تو یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

(آیت ۱۰۹/۱۱۰) (۴۷) شان نزول:۔ ایک بار قریش نے حضور سے کہا: کہ تم کہتے ہو موسیٰ کو عصا دیا گیا تھا جو دشمن کے مقابلہ میں اژدھا بن جاتا تھا اور رات میں چراغ کا کام دیتا تھا، اور عیسیٰ، اندھے، کوڑھیوں کو اچھا کرتے تھے، مردہ زندہ کرتے تھے، صالح نے پتھر سے اونٹنی دودھ دیتی ہوئی نکالی تھی تم بھی کوئی معجزہ دکھاؤ تو حضور نے فرمایا تم کیا معجزہ چاہتے ہو تو وہ بولے کہ کوہ صفا سونے کا ہوجائے اور ہمارے بعض مردے زندہ کرو کہ ہم تمہارے بارے میں ان سے پوچھیں یا ہمیں فرشتے دکھاؤ جو تمہاری شہادت دیں تو حضور نے ان سے فرمایا: اگر ایسا ہو تو تم میری تصدیق کرو گے ایمان لاؤ گے تو انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ ہم سب ضرور ایمان لائیں گے تو حضور نے دعا فرمائی۔ تب حضرت جبرئیل نے آکر کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم تمہاری دعا سے معجزہ ضرور ظاہر کریں گے۔ لیکن معجزہ ظاہر ہونے کے بعد اگر وہ ایمان نہ لائے تو ہم انھیں ہلاک کردیں گے۔ پس حضور نے اپنی قوم کی ہلاکی پسند نہ فرمائی اور خاموش ہو رہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم، قال الشیخ ابن کثیر وله شواهد، بعض روایات میں کوہ صفا کو سونے کا کردینے کے سوا بھی اور باتیں چاہی تھیں جیسا کہ مکہ کو وسیع کردینا، چشمہ نکالنا۔ مطلب یہ ہے کہ کفار مکہ نے اپنی پوری کوشش سے قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس نشانی معجزہ جیسا وہ چاہتے ہیں آیا تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے تم اے نبی ان سے فرمادو کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں وہ جب چاہتا ہے انھیں ظاہر فرماتا ہے میرے قبضہ میں نہیں ہیں میں تو ڈرانے والا ہوں اور تمہیں کیا خبر ہے کہ جب وہ نشانیاں آئیں گی تو یہ ایمان نہ لائیں گے اس کو تو خدا ہی جانتا ہے اور ہم ان کے دلوں کو اور آنکھوں کو حق کے سمجھنے اور دیکھنے سے پھیر دیتے ہیں۔ پس وہ ایمان نہ لائیں گے جیسا کہ پہلے معجزات پر ایمان نہ لائے تھے اور ہم انھیں چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکا کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ﴿كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهٖۤ أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ [الانعام:۱۱۰] کے یہ معنی بیان فرمائیں ہیں کہ پہلی بار سے دار دنیا مراد ہے اگر وہ دار آخرت سے دار دنیا کی طرف لوٹائے جائیں تب بھی وہ ایمان نہ لائیں گے جیسا کہ مرنے سے پہلے دنیا میں ایمان نہ لائے تھے کہ ہم نے ان کے دل اور آنکھیں حق دیکھنے اور حق قبول کرنے سے پھیر دی ہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ﴾ [الانعام:۲۸] یعنی اگر وہ دنیا میں لوٹائے جائیں تو بھی جس شئ سے منع کئے گئے تھے وہی کریں گے۔ [سراج]

www.waseemziyai.com

روزمرہ دینی مسائل وضو غسل، نماز وغیرہ سے متعلق
پہیلیوں پر مشتمل ایک بہترین کتاب

عجائب الفقہ

یعنی

فقہی پہیلیاں

مصنف
فقیہ ملت مفتی
مولانا جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ
ترتیب
مولانا محمد عیسیٰ رضوی

مکتبہ اعلیٰ حضرت
داتا دربار مارکیٹ، لاہور
042-37247301
0300-8842540
0321-8842540

www.waseemziyai.com

تنظیم المدارس درجہ خاصہ سال دوم (طلباء) کے نصاب میں شامل علم منطق کی مشہور زمانہ
کتاب شرح تہذیب ایک بہترین اردو شرح بنام

تنویر التہذیب
شرح تہذیب

مولف

علامہ مولانا حافظ شبیر حسین مدظلہ العالی

سابق مدرس، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مکتبہ اعلیٰ حضرت

داتا دربار مارکیٹ، لاہور

042-37247301
0300-8842540
0321-8842540

www.waseemziyai.com

قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ نیز احوال صحابہ اور اقوال آئمہ اور
علمائے کرام کی روشنی میں ایک انتہائی جامع کتاب

بنام

تحفظ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مصنف

غلامی صحابیٔ رسول خالد بن ولید

مولانا محمد فرحان قادری

خلیفہ مجاز علامہ محمد حسن علی رضوی مسلیسی

مکتبہ اعلیٰ حضرت

داتا دربار مارکیٹ، لاہور

042-37247301
0300-8842540
0321-8842540

www.waseemziyai.com

قرآن پاک کی عام فہم سادہ اور آسان انداز میں مکمل جامع تفسیر جو
عوام الناس اور اہل علم حضرات کے لئے یکساں مفید ہے

بنام تفسیر جوہر الایقان

المعروف

تفسیر رضوی

(جلد دوم)

مصنف

خلیفہ اعلیٰ
حضرت علامہ مولانا حشمت علی رضوی
بریلوی

مکتبہ اعلیٰ حضرت داتا دربار مارکیٹ، لاہور
042-37247301
0300-8842540
0321-8842540

www.waseemziyai.com

پاکستان میں جملہ حقوق اشاعت بحق ادارہ محفوظ ہیں

(جلد دوم)

نام کتاب ۔۔۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے

وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ

اور ہم ہر چیز ان کے سامنے اٹھا لاتے جب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر

اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا

یہ کہ خدا چاہتا لیکن ان میں بہت نرے جاہل ہیں ف۱ اور اسی طرح ہم نے

لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ

ہر نبی کے دشمن کیے ہیں آدمیوں اور جنوں میں کے شیطان کہ ان میں ایک دوسرے پر

اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ

خفیہ ڈالتا ہے بناوٹ کی بات دھوکے کو اور تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

تو انہیں ان کی بناوٹوں پر چھوڑ دو اور اس لیے کہ اس کی طرف ان کے دل جھکیں جنہیں

بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ

آخرت پر ایمان نہیں اور اسے پسند کریں اور گناہ کمائیں جو انہیں کمانا ہے۔ ف۲ تو کیا اللہ کے سوا

(۱۔آیت ۱۱۱) شان نزول: اس کی بقول ابن جریج یہ ہے کہ جب کفار مکہ نے حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مختلف معجزے طلب کیے اور ظہور معجزات کے بعد ایمان لانے کا پکا وعدہ کیا اور سخت قسم کھائی، مگر چوں کہ اللہ کے علم میں وہ ایمان لانے والے نہ تھے عناد و سرکشی کے طور پر ایسا چاہتے تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی۔ [خازن] مطلب یہ ہے کہ اگر ہم ان کی خواہش کے موافق ان کی طرف فرشتے اتارتے، اور ان سے مردے باتیں کرتے، اور ہم ہر چیز ان کے سامنے اٹھا لاتے اکٹھا کرتے جب بھی وہ ایمان نہ لاتے مگر یہ کہ خدا چاہتا، لیکن ان میں بہت سے نرے جاہل ہیں۔ یعنی اگر ہم فرشتوں اور مردوں اور تمام امتوں اور ہر چیز کو رسول کی تصدیق کے لیے جمع کر دیں اور وہ ان کی سچائی پر گواہی دیں تو بھی وہ ایمان نہ لائیں گے۔ کہ علم الٰہی میں ان کا ایمان نہ لانا مقدر ہو چکا ہے تو یہ امید نہ رکھنا چاہیے کہ وہ معجزہ دیکھ کر ایمان لائیں گے کہ اگر خدا کو ان کا مومن بنانا منظور ہوتا تو وہ بغیر طلب معجزہ کے ایمان لاتے۔ لیکن اکثر ان کے اس سے ناواقف ہیں۔ یہ دلیل ہے اس پر کہ تمام اشیاء عالم اللہ کی مشیت سے ہیں حتی کے کفر و ایمان بھی اسی کی مشیت سے ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ جو جب چاہے ایمان لائے اور جب چاہے نہ لائے۔ یہ مذہب اہل سنت و جماعت کا ہے اور اس میں قدریہ و معتزلہ کا رد ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کفار سے ایمان کا ارادہ کیا ہے۔ [خازن]

(۲، آیت: ۱۱۲، ۱۱۳) یہ آیات حضور کو تسکین دینے کے لیے نازل کی گئیں اور ان میں مسلمانوں کو شیاطین جن و انس سے بچنے کی تنبیہ کی گئی اور فرمایا گیا ہے کہ اے نبی جس طرح ہم نے تمہارے لیے یہ کفار جن و انس دشمن کئے ہیں اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے جو تم سے پہلے گزرے آدمیوں، اور جنوں میں کے شیطان دشمن کیے تھے کہ وہ ان میں ایک دوسرے پر خفیہ وسوسے اور بناوٹ کی باتیں دھوکہ

www.waseemziyai.com

اَبْتَغِیْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ اِلَیْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِیْنَ

میں کسی اور کا فیصلہ چاہوں اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری اور

اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا

جن کو ہم نے کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے سچ اترا ہے تو اے

تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ

سننے والے تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو۔ اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ

اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی ہے سنتا جانتا۔ ف۳ اور اے سننے والے!

فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ

زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کہے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے بہکادیں وہ صرف گمان کے پیچھے ہیں

وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ یَّضِلُّ عَنْ

اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون بہکا

دینے کی ڈالتا ہے اگر تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ تو تم انہیں جن کو آخرت پر یقین نہیں ہے انکی بناوٹوں پر چھوڑ دو کہ اس کی طرف ان کے دل جھکیں اور اسے پسند کریں اور گناہ کمائیں جو انہیں کمانا ہے۔ یہ حکم قتال سے پہلے تھا۔ [جلالین]

تنبیہ: عبدالرزاق نے قتادہ سے شیاطین الجن والانس کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جنوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں اور انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں۔ اور انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ آدمیوں کے شیطان جنوں کے شیاطین سے زیادہ سخت ہوتے ہیں کہ جب وہ اغوائے مومنین سے عاجز ہوجاتے ہیں تو آدمیوں کے شیاطین سے مدد لیتے ہیں۔ [ابن کثیر و خازن]

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور نے فرمایا تو نے انس و جن کے شیاطین سے پناہ مانگی۔ میں نے عرض کی: کیا آدمیوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ بلکہ شیطان آدمی اصلی شیطانوں سے زیادہ ضرر پہنچاتے ہیں۔ [معالم] اور سورہ والناس میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت مالک ابن دینار فرماتے ہیں: کہ میں اعوذ باللہ پڑھتا ہوں تو شیطان بھاگ جاتا ہے۔ مگر شیطان آدمی بہت سخت ہیں کہ میری آنکھوں کے سامنے آکر مجھے بہکاتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ برا ہمنشین بدتر ہے شیاطین جن سے۔ [مدارک] اور "یوحی" میں وحی سے مراد دل میں وسوسہ اور برے خیالات ڈالنا ہے اور اس میں دلیل ہے کہ شیاطین کی عداوت انبیاء علیہم السلام سے خدا کے فعل سے اور پیدا کرنے سے ہے اگر وہ چاہتا تو کوئی ان کا دشمن نہ ہوتا۔ [بیضاوی]

(۳، آیت: ۱۱۴، ۱۱۵) شان نزول۔ جب کفار دلائل قرآنیہ کے سامنے لاجواب ہوئے اور اپنے معبودوں کی معبودیت ثابت نہ کرسکے تو مجبور ہوکر بولے کہ اچھا کوئی دوسرا حکم علماء یہود یا نصاریٰ سے مقرر کیجیے جو وہ فیصلہ کرے گا وہ ہمیں منظور ہوگا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ [سراج] اور فرمایا گیا کہ اے نبی تم ان سے کہدو کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کا فیصلہ چاہوں۔ اور کسی دوسرے کو اپنے

www.waseemziyai.com

سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

اس کی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔ تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا

اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ

اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو۔ اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس

اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا

پر اللہ کا نام لیا گیا وہ تو تم سے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا مگر جب

اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ

تمہیں اس سے مجبوری ہو اور بے شک بہتیرے اپنی خواہشوں سے گمراہ کرتے ہیں بے جانے

اور تمہارے درمیان میں قاضی بناؤں حالاں کہ وہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری جس میں حق و باطل کا فیصلہ کیا گیا ہے اور ہر بات کا روشن بیان ہے وہی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی ہے اور جن کو ہم نے توراۃ دی یعنی عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی وہ جانتے ہیں کہ تیرے رب کی طرف سے سچا قرآن اترا ہے کہ ان کی کتابوں میں اس کا وصف مذکور ہے۔ یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ مکی سورتوں میں تو یہود کا قرآن کی تصدیق کرنا۔ اور مدنی سورتوں میں تصدیق نہ کرنا آیا ہے۔ کیوں کہ جب تک حضور مکہ میں رہے اور یہود کو دعوت اسلام نہ دی تھی اس وقت تک یہود قرآن کی تصدیق کرتے تھے اور جب حضور مدینہ میں تشریف لائے اور انہیں دعوت اسلام دی تو وہ منکر ہو گئے اور تصدیق نہ کی یا یہ کہ زبان سے وہ عناداً انکار کرتے تھے اور دل میں اسے حق سمجھتے تھے۔ اور حضور کو نبی جانتے تھے جیسا کہ پچھلی آیات میں گزرا۔ تو اے سننے والے تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو اور تیرے رب کی ہر بات سچ اور انصاف میں پوری ہے یعنی قرآن صدق و عدل میں مکمل ہے اس میں جتنی باتیں ہیں وہ سب سچی ہیں اور جس قدر احکام ہیں وہ سب انصاف کے ساتھ ہیں کوئی بدلنے والا ان میں تحریف کرنے والا نہیں ہے۔ ﴿وانا له لحافظون﴾ یا کوئی نبی یا کتاب اس کے بعد نہیں ہے کہ اس میں نسخ و تبدیل کرے۔ [بیضاوی]

تنبیہ: آیت سے جو غیر اللہ کو حکم و قاضی بنانے کی ممانعت نکلتی ہے اس سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ غیر اللہ کو حکم بنانا جائز نہیں ہے کہ "وھو الذی" الخ سے اسی خیال کو رد فرمایا گیا ہے کہ کتاب مفصل قرآن عظیم کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے ورنہ وہ حق نہ ہوگا خواہ کسی نے کیا ہو۔ قاضی کے لیے علم کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ اور مدعی اور مدعا علیہ کو از روئے کتاب فیصلہ چاہنا لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے معاملہ میں کتاب اللہ سے فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور کچہریوں میں جانے سے بچائے۔ اور انزل علیکم الکتاب میں کتاب سے قرآن عظیم مراد ہے اور اتینھم الکتاب میں کتاب سے مراد توراۃ ہے اور فلاتکونن الخ میں خطاب ہر سننے والے سے ہے یا یہ معنی ہیں کہ علمائے اہل کتاب کے قرآن کو حق اور خدا کی طرف سے اترا ہوا جاننے میں شک نہ کرو اگرچہ اکثر ان میں انکار کرتے ہیں۔ [مدارک] حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے فرمایا: ((لا اشک ولا اسال)) میں شک نہیں کرتا اور نہ سوال کرتا ہوں۔ [جامع البیان] اور "کلمت ربك" سے مراد یا تو احکام و عدو وعید ہیں یا اس سے قرآن عظیم مراد ہے یا کلمہ لا الہ الا اللہ مراد ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رواہ ابن نجار وابن مردویہ عنہ مرفوعاً اور عامر ابن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضور فتح مکہ کے دن بت اپنے ہاتھ سے توڑتے جاتے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے (مواہب)

www.waseemziyai.com

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿١١٩﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ

بے شک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ ف۴ اور چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ،

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿١٢٠﴾

وہ جو گناہ کماتے ہیں عنقریب اپنی کمائی کی سزا پائیں گے۔

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ

اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا اور وہ بے شک حکم عدولی ہے،

وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ

اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑیں اور اگر

اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿١٢١﴾ ع اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ

تم ان کا کہنا مانو تو اس وقت تم مشرک ہو ف۵ اور کیا وہ کہ مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا

(۴۔آیت:۱۱۶تا۱۱۹) شان نزول۔ جب کفار مکہ نے مسلمانوں سے ان کے دلوں میں شبہ ڈالنے کے لیے یہ کہا کہ تم خدا کے معبود ہونے کا تو دعویٰ کرتے ہو اور اپنے ہاتھ کے مارے ہوئے جانور کو کھاتے ہو اور اپنے معبود کے مارے ہوئے جانور کو نہیں کھاتے ہو۔ حالاں کہ اس کا مارا ہوا جانور کھانا اولی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [سراج] اور ابوداؤد و ترمذی کی حدیث میں ہے کہ جب یہود نے حضور سے کہا جسے ہم مارتے ہیں اس کو تو آپ کھاتے ہیں اور جسے اللہ مارتا ہے اسے نہیں کھاتے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ اے سننے والے اگر تو کفار کی جو زمین میں اکثر ہیں پیروی کرے گا تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے گمراہ کر دیں گے وہ مرے ہوئے جانور کے مجادلہ میں صرف اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں اور اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا مارا ہوا جانور کھانا تمہارے مارے ہوئے جانور کے کھانے سے اولی ہے۔ تیرا رب گمراہوں اور ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ بس کھاؤ اس جانور کو جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا گیا ہو اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو ان پر ایمان لائے ہو کہ ایمان کا مقتضا ہے کہ اللہ کے حلال کردہ کو حلال جانو اور اسے کھاؤ اور حرام کردہ کو حرام جانو اسے نہ کھاؤ۔ اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ اس جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا۔ (یعنی کوئی مانع نہیں ہے) کہ اللہ تم سے آیت: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ میں مفصل بیان کر چکا جو تم پر حرام ہوا ہے۔ مگر جب تم مجبور ہو تو جان رکھنے کے بقدر اس میں سے بھی کھا لو وہ اس وقت تمہارے لیے حلال ہے۔ اور بے شک بہت سے بغیر جانے اپنی خواہشوں سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال بناتے ہیں۔ جیسے عمرو ابن لحی وغیرہ مشرکین۔ بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

تنبیہ: اکثر من فی الارض سے مراد کفار ہیں کہ وہ اس وقت اکثریت میں تھے اور مسلمان اقلیت میں تھے اور بعض کے نزدیک ارض سے مراد ارض مکہ ہے۔ [سراج وغیرہ] اور ظن سے مراد ظن مخصوص ہے جو وہ اپنی جہالت اور خودرائی سے بے دلیل اپنے دلوں میں کسی شی کے متعلق پیدا کر لیا کرتے تھے اور آیت میں اس پر تنبیہ ہے کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کے کھانے میں کوئی وسوسہ نہ کرنا چاہیے بے وسوسہ انہیں کھانا چاہیے۔

(۵۔آیت:۱۲۰،۱۲۱) یہ آیات بھی گزشتہ آیات کا تتمہ ہیں اور اس کی شان نزول بھی وہی ہے جو اول میں ذکر ہوئی۔ تفسیر احمدی میں ہے کہ کفار نے حضور سے خود مری ہوئی بکری کو پوچھا کہ اسے کون مارتا ہے۔ فرمایا اللہ مارتا ہے تو بولے تعجب ہے کہ تم جو شکار مارتے ہو

www.waseemziyai.com

اسے حلال کہتے ہو اور جو اللہ مارتا ہے اسے حرام کہتے ہو تو ان کے کہنے سے مسلمانوں کے دل میں بھی شبہ پیدا ہوا۔ یہ شبہ دفع کرنے اور خاطر جمع کرنے کے لیے یہ آیۃ نازل ہوئی۔ یعنی اے مسلمانو تم چھپ کر اور ظاہر ظہور گناہ کرنا چھوڑ دو۔ کہ جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ آخرت میں اپنے کیے کی سزا پائیں گے۔ اور وہ جانور نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو بسم اللہ کہہ کر ذبح نہ کیا گیا ہو خواہ وہ خود مرا ہو، یا کسی درندے نے مارا ہو، یا کسی آدمی نے بغیر بسم اللہ کے ذبح کیا ہو، یا غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہو ایسے جانور کا کھانا حکم عدولی اور گناہ ہے۔ اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں کہ وہ مردار کی حلت میں تم سے جھگڑیں اگر تم ان کا کہنا مانو گے تو اس وقت تم مشرک ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیت: ﴿ولا تاکلو الخ﴾ نازل ہوئی تو اہل فارس نے قریش کو لکھا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قائل کرو کہ تم جو جانور اپنے ہاتھ سے چھری سے ذبح کرتے ہو وہ حلال ہے اور جو اللہ سونے کی تلوار سے ذبح کرتا ہے وہ مردار اور حرام ہے تو آیۃ: ﴿اِنَّ الشَّیَاطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ﴾ نازل ہوئی۔ یعنی شیطان اپنے قریش کے دوستوں کو وحی کرتے ہیں۔ رواہ الطبرانی۔ [مواہب وخازن] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آیۃ ولا تاکلوا مردار منخنقہ کے بارے میں ہے اور عطا کہتے ہیں کہ وہ بتوں کے نام پر ذبح کرنے کے بارے میں ہے۔

تنبیہ: کھلے اور ڈھکے ہوئے گناہ سے کیا مراد ہے، اس میں اختلاف ہے: سدی ومجاہد کہتے ہیں کہ "ظاھر الاثم" سے علانیہ زنا کرنا مراد ہے جیسے بازاری عورتوں سے زنا کرنا اور "باطنہ" سے چھپ کر زنا کرنا مراد ہے جیسے کسی گھریلو عورت سے آشنائی کر کے زنا کرے۔ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ "ظاھر الاثم" سے باپ کی منکوحہ اور بیٹے کی مدخولہ سے نکاح کرنا مراد ہے۔ قتادہ کہتے ہیں "ظاھر الاثم" سے قلیل گناہ اور "باطنہ" سے کثیر گناہ مراد ہے وفیہ اقوال اُخر، لیکن آیت میں کسی گناہ کی تخصیص نہیں ہے ہر قسم کے گناہ کی اس میں ممانعت ہے ظاہری گناہ ہوں یا باطنی ہوں یہی صحیح ہے۔ ظاہری گناہ وہ ہیں جو اعضائے ظاہری سے علانیہ لوگوں کے سامنے کیے جائیں۔ جیسے زنا، چوری، شراب خوری، حرام خوری، جھوٹ، دغا، فریب وغیرہ۔ اور باطنی گناہ وہ ہیں جو اعضائے باطنی سے تعلق رکھیں لوگوں کو محسوس نہ ہوں جیسے بغض وحسد ودشمنی وغرور وعونت وغیرہ۔ اور وہ گناہ جو لوگوں سے چھپ کر کیے جائیں اگرچہ وہ اعضائے ظاہری سے ہوں جیسے چھپ کر زنا کرنا شراب پینا جوا کھیلنا وغیرہ۔ اور گناہ کی تفسیر حدیث میں فرمائی گئی ہے کہ اثم وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو اس کا لوگوں پر ظاہر ہونا پسند نہ کرے۔ رواہ ابن حاتم وغیرہ۔ ظاہر آیت دلالت کرتی ہے کہ گنہ گاروں کو آخرت میں ان کے کیے کی سزا دی جائے گی مگر اہل سنت کے نزدیک وہ توبہ نہ کرنے والوں کے ساتھ مخصوص ہے کہ اگر گناہ سے توبہ نہ کی ہو تو اللہ کی مشیت پر سزا دینا نہ دینا موقوف ہے اور جو اس نے گناہ سے توبہ کر لی تو مستوجب سزا نہ ہوگا کہ حدیث میں آیا ہے گناہ سے توبہ کرنے والا مثل گناہ نہ کرنے والے کے ہے۔ [سراج] اور آیت: ﴿ولا تاکلوا الخ﴾ کا حکم عطا کے نزدیک ذبح ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ ہر کھانے پینے کی چیز اس میں داخل ہے اور بغیر بسم اللہ کیے اس کا کھانا پینا جائز نہیں ہے۔ مگر جمہور کے نزدیک "مما" سے صرف جانور مراد ہیں باقی چیزوں پر بسم اللہ کہنا مسنون ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اور جانوروں سے بھی وہ جانور مراد ہیں جن کو کتاب وسنت نے حرام نہ کہا ہو اور انہیں مسلمان یا کتابی نے بسم اللہ کہ کر ذبح کیا ہو کہ ان کے غیر کا ذبح کیا ہوا جانور اگرچہ بسم اللہ کہہ کر ہی ذبح کیا ہو حرام ہے۔ اور جو کسی مسلمان نے بغیر بسم اللہ کہے جانور ذبح کیا ہو تو اگر اس نے عمداً بسم اللہ نہ کہی ہو تو وہ جانور حرام ہے اور جو بسم اللہ کہنا بھول گیا ہو تو حلال ہے۔ یہی قول حضرت علی وابن عباس وسعید ابن مسیب اور عطا وطاوس وحسن وامام مالک وامام اعظم اور ان کے صاحبین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور سے بھول کر بسم اللہ ترک کیے ہوئے جانور کے متعلق سوال کیا گیا تو حضور نے فرمایا کھاؤ کہ بسم اللہ ہر مسلمان کے دل میں ہے۔ اور امام احمد وامام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مسلمان کا ذبیحہ مطلقاً حلال ہے خواہ عمداً بسم اللہ نہ کہی ہو یا کہنا بھول گیا ہو اور بعض ائمہ کے نزدیک ہر صورت میں حرام ہے عمداً بسم اللہ ترک کی ہو یا سہواً۔

www.waseemziyai.com

وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي

اور اس کے لیے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو

الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا

اندھیریوں میں ہے ان سے نکلنے والا نہیں، یوں ہی کافروں کی آنکھ میں ان کے اعمال بھلے کر دیے

يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٢﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا

گئے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے مجرموں کے سرغنہ کیے

لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾

کہ اس میں داؤں کھیلیں اور داؤں نہیں کھیلتے مگر اپنی جانوں پر اور انہیں شعور نہیں ف۶

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ

اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آئے، کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں بھی ویسا ہی نہ ملے جیسا

رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ

اللہ کے رسولوں کو ملا اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے عنقریب

وقف لازم
وقف منزل

(۶۔آیت:۱۲۲،۱۲۳)شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت امیر حمزہ اور ابو جہل کے حق میں نازل ہوئی، اور زید ابن مسلم کہتے ہیں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو جہل کے متعلق اتری ہے۔ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ عمار ابن یاسر اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ بہر حال آیت کا نزول دو معین شخصوں کے حق میں ہوا ہے جن میں ایک تو بالاتفاق ابو جہل ہے اور دوسرے میں اختلاف ہے اور آیت سے عموم مستفاد ہوتا ہے۔ ہر کافر و مومن اس میں داخل ہے۔ یعنی کوئی مومن کسی کافر کے مساوی نہیں۔[ابن کثیر وھو المختار عند اکثر المفسرین] اور یہ مومن و کافر کے حال کی مثال ہے اور مردہ سے مردہ دل مراد ہے اور حیات سے زندہ دلی مراد ہے اور نور سے نور ایمان یا قرآن مراد ہے اور ظلمت سے کفر و شرک کی تاریکیاں مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کیا وہ شخص جو پہلے کفر کی وجہ سے مردہ دل تھا پھر ہم نے اسے ہدایت کر کے زندہ دل کیا، اور اسے ایک نور دیا جس کی روشنی میں وہ لوگوں میں پھرتا چلتا ہے اور سیدھا راستہ پالیتا ہے، اس شخص کی طرح ہوگا جو اندھیریوں میں پڑا ہے بلا روشنی کے ان سے نکلنے والا نہیں۔ یعنی پہلا شخص مسلمان دوسرے شخص کافر کے برابر نہ ہوگا۔ یوں ہی کفار کی آنکھوں میں ان کے اعمال بھلے کر دیئے گئے ہیں، جیسے کہ مسلمانوں کی آنکھوں میں ایمان و طاعت و عبادت بھلی کر دی گئی ہے۔ اور جس طرح ہم نے فساق مکہ کو ان کا سردار کیا ہے اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس سے مجرموں کے سرغنہ کیے ہیں کہ وہ ان میں داؤں کھیلیں دھوکہ دیں لوگوں کو ایمان لانے سے روکیں اور وہ داؤں نہیں کھیلتے ہیں مگر اپنی جانوں پر کہ اس کا وبال انہیں پر پڑے گا اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ سراج میں ہے کہ کفار نے مکہ کے راستوں پر چار آدمی اس لیے بٹھا دیے تھے کہ وہ باہر سے آنے والوں کو حضور پر ایمان لانے سے روکیں پس وہ ہر آنے والے سے کہتے کہ تم اس شخص سے بچے رہنا کہ یہ ساحر کاہن جھوٹا ہے، یہ ان کا مکر و دھوکا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی تفسیر میں منقول ہے کہ ہم شریر لوگوں کو سردار بنا دیتے ہیں کہ وہ بستی میں سرکشی کریں جب ان کی سرکشی بڑھتی ہے تو ہم عذاب بھیج کر ہلاک کر دیتے ہیں۔[ابن کثیر]

www.waseemziyai.com

اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا كَانُوْا

مجرموں کو اللہ کے یہاں ذلت پہنچے گی اور سخت عذاب بدلا ان کے

يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٤﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ

مکر کا۔ ف۷ اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے

لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا ۙ

اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ تنگ خوب رُکا ہوا کر دیتا ہے

كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ

گویا کسی کی زبردستی سے آسمان پر چڑھ رہا ہے، اللہ یوں ہی عذاب ڈالتا ہے

عَلَي الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢٥﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ

ایمان نہ لانے والوں کو۔ اور یہ تمہارے رب کی سیدھی راہ ہے

فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ

ہم نے آیتیں مفصل بیان کر دیں نصیحت ماننے والوں کے لیے۔ ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے اپنے رب کے یہاں اور وہ

وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٧﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ

ان کا مولیٰ ہے یہ ان کے کاموں کا پھل۔ ف۸ اور جس دن ان سب کو اٹھائے گا اور فرمائے گا، اے

(۷۔ آیت: ۱۲۴) شان نزول: مقاتل کہتے ہیں کہ جب ابوجہل نے اسلام کی روز بروز ترقی دیکھی تو کہا کہ ہم بنی عبد مناف کے ساتھ ہر عزت و شرف میں مساوی رہے، لیکن جب انہوں نے ہم سے شرف میں بڑھنا چاہا تو کہہ دیا کہ ہم میں نبی ہے، اس پر وحی آتی ہے۔ یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ ہم ہرگز خوش نہ ہوں گے اور اسے نہ مانیں گے جب تک کہ ہم پر بھی وحی نازل نہ ہو۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور کہا گیا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے حضور سے یہ کہا تھا کہ اگر نبوت حق ہوتی تو ہم اس کے تم سے زیادہ مستحق تھے کہ ہم عمر و مال میں تم سے بڑھ کر ہیں اور مقصود اس سے یہ تھا کہ ہم متبوع ہوں گے تابع نہ ہوں گے۔ [سراج و معالم] مطلب یہ ہے کہ جب اہل مکہ کے پاس صدق رسول اللہ پر کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز اس پر ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں بھی ویسا ہی نہ ملے جیسا کہ اللہ کے رسولوں کو ملا ہے یعنی نبوت و وحی۔ اللہ اس کے جواب میں فرماتا ہے: اللہ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں رکھے اور تم اس کے اہل نہیں ہو۔ عنقریب مجرموں کو ایسا کہنے والوں کو اللہ کے یہاں ذلت پہنچے گی اور ان کے مکر کے بدلے میں سخت عذاب ہوگا جو وہ لوگوں کو ایمان سے روکنے کے لیے کرتے تھے۔ اس مضمون کی تائید اس حدیث مسلم سے ہوتی ہے کہ جس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے اولاد ابراہیم سے اسماعیل کو انتخاب کیا، اور اولاد اسمعیل سے بنو کنانہ کو، اور بنو کنانہ سے قریش کو، اور قریش میں سے بنی ہاشم کو، اور بنی ہاشم سے مجھے برگزیدہ کیا "فائدہ" بعض بزرگوں نے کہا ہے جو کلمہ "رسل اللہ" پر ٹھہر کر دونوں اللہ کے ناموں کے درمیان دعا کرے قبول ہوگی۔ [اکسیر]

(۸۔ آیت: ۱۲۵ تا ۱۲۷) پہلے فرمایا تھا کہ کفار کفر کی تاریکیوں سے نہیں نکل سکتے اور مومن ایمان کی روشنی میں راہ یاب ہوتے ہیں اور منزل مقصود پر پہونچ جاتے ہیں۔ اب اس کی اصلی وجہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ جسے راہ دکھانا چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول

www.waseemziyai.com

الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓـُٔهُمْ مِّنَ

جن کے گروہ! تم نے بہت آدمی گھیر لیے اور ان کے دوست آدمی عرض کریں گے

الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ

اے ہمارے رب! ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور ہم اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے

اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ

جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی فرمائے گا آگ تمہارا ٹھکانا ہے ہمیشہ اس میں رہو مگر جسے خدا چاہے

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ١٢٨ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ

اے محبوب! بے شک تمہارا رب حکمت والا علم والا ہے۔ اور یوں ہی ہم ظالموں میں ایک کو

بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ١٢٩ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ

دوسرے پر مسلط کرتے ہیں بدلا ان کے کیے کا۔ ف اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ کیا

يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ

تمہارے پاس تم میں سے کے رسول نہ آئے تھے تم پر میری آیتیں پڑھتے اور تمہیں یہ دن

دیتا ہے کہ با آسانی اس میں ایمان داخل ہوتا ہے اور وہ شخص ایمان لے آتا ہے۔ اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ نہایت تنگ کر دیتا ہے کہ اس میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ جس کو راہ دکھانا چاہتا ہے اس کے دل میں نور ڈالتا ہے جس سے وہ کشادہ ہو جاتا ہے اور اسلام قبول کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے حضور سے شرح صدر کی کیفیت پوچھی فرمایا وہ ایک نور ہے جو اللہ قلب میں ڈالتا ہے جس سے وہ کھل جاتا ہے اور کشادہ ہو جاتا ہے۔ [سراج رواہ ابن جریر وحاکم] گویا شرح صدر کنایہ ہے نفس میں قبول حق کی صلاحیت، اور دل میں حق داخل ہونے کی قابلیت واستعداد پیدا کرنے سے۔ اور سینہ کو تنگ کر دینا کنایہ ہے دل میں قبول حق کی صلاحیت نہ پیدا کرنے اور اس میں ایمان داخل ہونے کی راہ بند کرنے سے۔ اور اسے آسمان پر چڑھنے سے مبالغۃً تشبیہ دی ہے کہ جیسے آسمان پر چڑھنا اسے دشوار ہے اور اس کی قدرت سے باہر ہے اسی طرح ایمان لانا اسے دشوار ہے اور اس کی قدرت سے باہر ہے یہ ضرب المثل ہے دشوار ومحال کام کی۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔

(۹۔ آیت: ۱۲۸، ۱۲۹) اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جنات وانسان ہیں۔ اور ان میں بد ونیک ہیں۔ جنات کے بدوں اور سرکشوں کو شیطان کہا جاتا ہے اور انسان کے بدوں اور شریروں کو بھی شیطان سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ پچھلی آیت میں شیاطین الانس والجن فرمایا گیا ہے انہیں کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے، یعنی یاد فرمائیے اے نبی جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا، اور ان سے فرمائے گا: اے گروہ جنات! تم نے بہت سے آدمی گھیرے یعنی بہکا کر گمراہ کر کے اپنے میں ملا لیے تو وہ کچھ جواب نہ دیں گے کہ ان کا جواب معروف ہے۔ اور ان کے دوست انسان جو ان کے بہکائے میں آئے تھے عرض کریں گے اے ہمارے رب ہم میں سے ہر گروہ نے دوسرے سے نفع اٹھایا ہے اب ہم اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی یعنی روز قیامت۔ تو اللہ تعالیٰ ان سے فرشتوں کی زبانی فرمائے گا: آگ تمہارا ٹھکانا ہے ہمیشہ اس میں رہو گے۔ مگر جسے خدا چاہے یہ خالدین سے استثنا ہے اور النار مثوکم، شیطان کے

www.waseemziyai.com

يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

دیکھنے سے ڈراتے کہیں گے ہم نے اپنی جانوں پر گواہی دی اور انھیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا

وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ

اور خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے یہ اس لیے کہ

يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ

تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں، اور ہر ایک کے لیے

مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ

ان کے کاموں سے درجے ہیں اور تیرا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں۔ ف۱ اور اے محبوب! تمہارا رب بے پروا ہے

ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ

رحمت والا، اے لوگو! وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور جسے چاہے تمہاری جگہ لائے

كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ

جیسے تمھیں اوروں کی اولاد سے پیدا کیا بے شک جس کا تمھیں وعدہ دیا جاتا ہے ضرور آنے والی ہے

دوستوں سے خطاب ہے اور اس کے دوستوں میں کافر بھی ہیں اور مومن بھی ہیں جو شیطان کے بہکانے سے مرتکب گناہ ہوئے اور دوزخ میں ڈالے گئے۔ پس کافرین کے لیے خالدین فیھا فرمایا گیا یعنی وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور عصاۃ مومنین کے لیے الا ماشاء اللہ فرمایا یعنی جنہیں اللہ چاہے گا وہ ہمیشہ اس میں نہیں رہیں گے اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد دوزخ سے نکالے جائیں گے یہ الا ماشاء اللہ کا صاف مطلب ہے۔ اور جو مخاطب صرف کافر ٹھہرائے جائیں گے تو الا ماشاء اللہ کے یہ معنی ہوں گے کہ کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے مگر جس وقت اللہ چاہے گا انہیں مائے حمیم (یعنی گرم پانی) پینے کے لیے دوزخ سے باہر نکالے گا کہ مائے حمیم دوزخ سے باہر ہے اس کے پینے کے بعد وہ پھر دوزخ میں لوٹائے جائیں گے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے: ﴿ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ﴾ [الصّٰفّٰت: ٦٨] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ یہ استثنا اس شخص کی طرف راجع ہے جس کا ایمان لانا اللہ کو معلوم ہے۔ پس "ما" بمعنی "مَنْ" ہے۔ [جلال] یا یہ معنی ہیں کہ جس وقت اللہ انہیں دوزخ سے طبقۂ زمہریر کی طرف منتقل کرنا چاہے گا وہ جہنم سے نکل کر زمہریر جائیں گے کہ روایت کیا گیا ہے کہ وہ اس وادی میں داخل کیے جائیں گے جس میں سخت سردی ہوگی یعنی زمہریر میں۔ [سراج و مدارک] اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ وہ آگ سے پناہ مانگیں گے تو انہیں زمہریر کی طرف منتقل کیا جائے گا پھر اس سے بھی پناہ مانگیں گے تو وہ پھر آگ کی طرف لوٹائے جائیں گے پس الا ماشاء اللہ سے یہ وقت نقل مراد ہے۔ [خازن] اور انسان کا جنات سے نفع اٹھانا یہ ہے کہ انہوں نے ان کی مزین کی ہوئی چیزیں برتیں۔ اور جنات کا انسان سے نفع اٹھانا یہ ہے کہ انہوں نے انسان سے اپنی اطاعت کرائی۔ حسن فرماتے ہیں کہ جنوں کا حکم دینا اور انسان کا اس پر عمل کرنا ہی نفع اٹھانا ہے۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔

(۱۰۔آیت: ۱۳۰ تا ۱۳۲) یہ اول آیت کا تکملہ ہے اور ان کے عذر رکیک کی تردید ہے یعنی اے جنات و انسان کے گروہ کیا تمہارے پاس تم میں کے رسول میری آیتیں پڑھتے اور تمہیں اس دن سے ڈراتے نہیں آئے، تو وہ کہیں گے کہ ہم نے اپنی جانوں پر گواہی

www.waseemziyai.com

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ

اور تم تھکا نہیں سکتے، تم فرماؤ اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر کام کیے جاؤ میں اپنا کام کرتا ہوں

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

تو اب جاننا چاہتے ہو کس کا رہتا ہے آخرت کا گھر بے شک ظالم فلاح

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا

نہیں پاتے۔ ف۱۱ اور اللہ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کیے ان میں اسے ایک حصہ دار ٹھہرایا

فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ

تو بولے یہ اللہ کا ہے ان کے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کا تو وہ جو ان کے شریکوں کا ہے

فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ

وہ تو خدا کو نہیں پہنچتا اور جو خدا کا ہے وہ ان کے شریکوں کو پہنچتا ہے

دی یعنی ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول آئے تھے اور ہمیں تبلیغ کی تھی اور یہ اس وقت کہیں گے جس وقت ان کے اعضا ان پر گواہی دیں گے۔ [مقاتل] فرمایا اللہ نے اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکہ میں رکھا کہ ایمان نہ لائے اور خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔ یہ رسولوں کا پہنچنا اس لیے ہے کہ تیرا رب بستیوں کو بسبب ان کے ظلم کے تباہ نہیں کرتا ہے کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں بلکہ ان کی طرف رسول بھیج کر انہیں خبردار کر دیتا ہے جب وہ نہیں مانتے ہیں تو انہیں تباہ کرتا ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے۔ ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ [بنی اسرائیل: ۱۵] کلبی کہتے ہیں کہ اللہ رسول بھیجنے سے پہلے انہیں ہلاک نہیں کرتا ہے عذاب نہیں دیتا ہے۔ باقی ترجمہ پڑھیئے۔ چوں کہ آیت میں منکم کا خطاب جن وانس کو ہے اس لیے ضحاک کہتے ہیں کہ جنات میں بھی رسول ہوتے ہیں، مگر مجاہد وابن جریج وغیرہ وتابعین کہتے ہیں کہ پیغمبر صرف انسانوں ہی میں ہوئے ہیں اور جنات میں نہیں ہوئے ہیں اور منکم سے مراد من مجموعکم ہے یعنی تمہارے مجموعہ میں سے رسول ہوئے ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول تو صرف آدمی ہی ہوتے ہیں ہاں جنات میں کچھ نذیر گزرے ہیں یعنی پیغمبروں کی نیابت میں انہوں نے اپنی قوم کو جا کر ہدایت کی اور عذاب الٰہی سے ڈرایا جیسا کہ لیلۃ العقبہ حضور نے ان جنوں کو جو اسلام لائے تھے جاتے وقت ہدایت کی تھی کہ وہ اپنی قوم کو جا کر میری طرف سے دعوت اسلام دیں اور ڈرائیں تو انہوں نے واپس جا کر ایسا ہی کیا۔ ﴿وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ﴾ [الاحقاف: ۲۹]

(۱۱ آیت: ۱۳۳ تا ۱۳۵) چوں کہ اوپر کی آیت سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید پیغمبروں کے بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کا ذاتی کوئی نفع ہو اس شبہ کو اس آیت میں دفع کیا گیا ہے اور حضور سے خطاب فرمایا گیا ہے کہ اے محبوب تمہارا رب بے پرواہ، رحمت والا ہے اسے خلق و عبادت خلق کی پرواہ نہیں ہے وہ اپنی رحمت سے رسول بھیجتا ہے اور عذاب مؤخر کرتا ہے۔ اے اہل مکہ اگر وہ چاہے تو تمہیں ہلاک کرے اور تمہاری جگہ جسے چاہے لائے جیسے تمہیں اوروں کی اولاد سے پیدا کیا ہے اور انہیں ہلاک کر کے تمہیں ان کا قائم مقام کیا لیکن یہ تمہیں قائم و باقی رکھنا اس کی رحمت ہے۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔

www.waseemziyai.com

سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ

کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں ف۱۲ اور یوں ہی بہت مشرکوں کی نگاہ میں ان کے شریکوں نے

قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ

اولاد کا قتل بھلا کر دکھایا ہے کہ انہیں ہلاک کریں اور ان کا دین ان پر مشتبہ

دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَقَالُوْا

کر دیں اور اللہ چاہتا تو ایسا نہ کرتے تو تم انہیں چھوڑ دو وہ ہیں اور ان کے افترا۔ ف۱۳ اور بولے

هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ

یہ مویشی اور کھیتی روکی ہوئی ہے اسے وہی کھائے جسے ہم چاہیں اپنے جھوٹے خیال سے

وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا

اور کچھ مویشی ہیں جن پر چڑھنا حرام ٹھہرایا اور کچھ مویشیوں کے ذبح پر اللہ کا نام نہیں لیتے

(۱۲۔آیت:۱۳۶) شان نزول: اہل عرب اپنی کھیتی باڑی کے غلہ اور جانوروں میں کچھ اللہ کا اور کچھ بتوں کا حصہ مقرر کرتے تھے۔ اگر کھیتی میں اللہ کا حصہ زیادہ سرسبز وشاداب ہوتا یا اللہ کے حصہ کا جانور موٹا تازہ ہوتا تو اسے بتوں کے حصہ سے بدل دیتے۔ اور جو بتوں کے نام کا حصہ زیادہ سرسبز یا جانور موٹا تازہ ہوتا تو نہ بدلتے۔ اور کہتے کہ اللہ کو حاجت نہیں ہے ہمارے دیوتا کو حاجت ہے۔ یوں ہی اگر اللہ کے حصہ کا غلہ بتوں کے حصہ میں کچھ مل جاتا تو نہ نکالتے اور کہتے کہ اللہ ہی نے زیادہ کیا ہے اور جو بتوں کے حصہ کا اللہ کے حصہ میں کچھ مل جاتا تو نکال لیتے اور کہتے یہ اللہ کو نہیں پہنچتا ہے۔ یعنی اس کے مصارف میں صرف نہیں ہوسکتا ہے اور خدا کے حصہ کو فقرا و مساکین اور مہمانوں میں صرف کرتے اور بتوں کے حصہ کو بتوں کے خادموں پر صرف کرتے۔ ان کی حماقت ظاہر کرنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ ان سب روایات کا خلاصہ ہے جو اس آیت کے شان نزول سے متعلق مختلف طور سے مروی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کفار اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مویشیوں میں سے اللہ کا اور بتوں کا کچھ حصہ مقرر کرتے اور اپنے خیال میں کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے بتوں کا تو جو ان کے بتوں کا حصہ ہوتا وہ تو خدا کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ کا حصہ ہوتا وہ ان کے بتوں کو پہنچتا ہے۔ یعنی اگر خدا کے حصہ میں سے بتوں کے حصہ میں کچھ مل جاتا تو اسے علاحدہ نہ کرتے اور کہتے کہ انہیں اللہ ہی نے زیادہ دیا ہے اور جو بتوں کے حصہ میں سے خدا کے حصہ میں کچھ مل جاتا تو علاحدہ کر لیتے اور کہتے کہ اللہ بے پرواہ ہے۔ مقاتل کہتے ہیں کہ جب انہیں قحط سالی گھیرتی تو اللہ کے حصہ کو اپنے خرچ میں کرتے بتوں کے حصہ کو صرف نہ کرتے۔ [معالم] بیضاوی میں ہے کہ جو جانور اللہ کے لیے مقرر کرتے تھے اگر وہ موٹا تازہ ہوتا تو اسے بتوں کے مقرر کیے ہوئے جانور سے بدل لیتے اور جو بتوں کے لیے مقرر کیے ہوئے جانوروں میں موٹا عمدہ ہوتا تو اسے اللہ کے نام کے جانور سے نہ بدلتے۔ اللہ فرماتا ہے کیسا برا ہے یہ حکم جو وہ کرتے ہیں۔

تنبیہ: بزعمھم سے اشارہ ہے کہ جو باتیں وہ کرتے تھے وہ ان کی اختراعی تھیں خدا کے حکم سے نہ تھیں۔ کہ زعم جھوٹ ملے ہوئے گمان کو کہتے ہیں۔

(۱۳۔آیت:۱۳۷) شان نزول: یہ آیت ان کی دوسری حماقت ظاہر کرنے کے لیے نازل فرمائی گئی کہ بعض قبیلے جیسے ربیعہ و مضر اور بعض عرب، اسلام سے پہلے اپنی لڑکیوں کو افلاس کی وجہ اور ذلت کے خیال سے (کہ اگر وہ زندہ رہیں گی تو ان کا خرچ کہاں سے آئے گا

www.waseemziyai.com

افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ

یہ سب اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے عنقریب وہ انہیں بدلا دے گا ان کے افتراؤں کا۔ ف۱۴ اور بولے جو

بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ

ان مویشی کے پیٹ میں ہے وہ نرا ہمارے مَردوں کا ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے

وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ

اور مرا ہوا نکلے تو وہ سب اس میں شریک ہیں قریب ہے کہ اللہ انہیں ان کی باتوں کا بدلا دے گا، بے شک وہ

حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ

علم، حکمت والا ہے۔ بے شک تباہ ہوئے وہ جو اپنی اولاد کو قتل کرتے ہیں احمقانہ جہالت سے

وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا

اور حرام ٹھہراتے ہیں وہ جو اللہ نے انہیں روزی دی اللہ پر جھوٹ باندھنے کو بے شک وہ بہکے اور

مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ ع وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ ع ۱۶ ۱۱ ۳

راہ نہ پائی ف۱۵ اور وہی ہے جس نے پیدا کیے باغ کچھ زمین پر چھٹے ہوئے اور کچھ بے چھٹے

اور جب بڑی ہوں گی تو ان کی شادی کرنا پڑے گی دوسرے کے تصرف میں آئیں گی ہم خسر کہلائیں گے اس میں ہماری ذلت ہوگی) زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ ان کے اس فعل کی مذمت فرمائی گئی یعنی جس طرح ان کے شرکا نے کھیتی اور جانوں میں حصہ کشی کو بھلا کر دکھایا یوں ہی بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں ان کے شریکوں نے اولاد کا قتل بھلا کر دکھایا کہ انہیں ہلاک کریں اور ان کا دین ان پر مشتبہ کریں کہ وہ پہلے دین اسمٰعیل پر تھے پھر شیاطین کے بہکانے سے اس سے پھر گئے اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے پس تم ان کو اور ان کے افترا کو چھوڑ دو جو وہ خدا پر کرتے ہیں۔

تنبیہ: مجاہد کہتے ہیں کہ شرکا سے مراد شیاطین جن ہیں جن کو وہ خدا کا شریک کہتے تھے اور ان کی پیروی کرتے تھے اور وہ انہیں بری بات کو اچھا کر دکھاتے تھے یا خدام بت خانہ مراد ہیں جو ان کے لیے قتل اولاد کو اچھا بتاتے اور **و لو شاء اللہ مافعلوا** دلیل ہے کہ کل کائنات خدا کی مشیت سے ہے۔ [مدارک]

(۱۴۔ آیت: ۱۳۸) شان نزول: یہ آیت ان کی تیسری اور چوتھی اور پانچویں حماقت ظاہر کرنے کے لیے نازل ہوئی کہ انہوں نے اپنے زعم باطل اور خیال فاسد سے کچھ کھیتیاں اور مویشی حرام کر رکھے تھے کہ ان کا کھانا سوائے مردوں کے اور مردوں میں بھی بت خانہ کے مجاوروں کے کسی کو جائز نہیں بتاتے تھے اور بعض جانوروں پر سوار ہونا حرام کر رکھا تھا جیسے حوامی اور بعض جانوروں پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتے تھے بتوں کا نام لیتے تھے اور ان باتوں کو خدا کا حکم بتاتے تھے پڑھیے ترجمہ یہی مطلب ہے۔ ''حجر'' کے معنی ابن عباس و مجاہد و قتادہ وغیرہ کے نزدیک حرام کے ہیں اور من نشاء سے بت خانہ کے مجاور و خدمت گار مراد ہیں۔

تنبیہ: بعض ناقصات العقل عورتیں آج کل بھی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نیاز کا کونڈا سوا عورتوں کے مردوں کو کھانا ناجائز سمجھتی ہیں اور اسے ڈھک کر نیاز دلاتی ہیں اور بعض جنات اور پریوں کی نیاز دلاتی ہیں ان کا یہ فعل بموجب اس آیت کے ناجائز ہے۔

(۱۵۔ آیت: ۱۳۹، ۱۴۰) شان نزول: یہ آیت ان کی چھٹی حماقت ظاہر کرنے کے لیے نازل کی گئی کہ وہ بعض گابھن مویشیوں

www.waseemziyai.com

وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا

اور کھجور اور کھیتی جس میں رنگ رنگ کے کھانے اور زیتون اور انار کسی بات میں ملتے

وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۪

اور کسی میں الگ کھاؤ اس کا پھل جب پھل لائے اور اس کا حق دو جس دن کٹے

وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً

اور بے جا نہ خرچو بے شک بے جا خرچنے والے اسے پسند نہیں۔ ف۱۶ اور مویشی میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے

وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ

اور کچھ زمین پر بچھے کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمہیں روزی دی اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، بے شک وہ

لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۲﴾ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ

تمہارا صریح دشمن ہے۔ آٹھ نر و مادہ ایک جوڑا بھیڑ کا اور ایک جوڑا

کے پیٹ کے بچہ کو مخصوص کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر زندہ پیدا ہو تو اس کا کھانا صرف مردوں ہی کے لیے حلال ہے عورتوں کے لیے حلال نہیں ہے اور جو وہ مرا ہوا پیدا ہو تو اس کا کھانا مردوں عورتوں دونوں کو حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بے شک تباہ ہوئے وہ جنہوں نے اپنی حماقت و جہالت سے اپنی اولاد کو قتل کیا اور خدا کی دی ہوئی چیز کو حرام ٹھہرایا کہ اولاد نعمت الٰہی ہے اسے کھویا اور نسل میں کمی کی اور خدا کی دی ہوئی حلال چیز کو حرام ٹھہرایا اس کے نفع سے محروم رہے۔ پڑھیے ترجمہ یہی مطلب ہے۔

تنبیہ اول: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وقتادہ و شعبی کہتے ہیں کہ مافی بطون هذه الانعام سے بحائر و سوائب کے پیٹ کا بچہ مراد ہے پس اگر وہ زندہ پیدا ہوتا تو اسے مردوں کے لیے مخصوص کرتے اور جو مرا ہوا پیدا ہوتا تو اسے مرد و عورت دونوں کھاتے۔ [معالم] مگر ابن کثیر نے انہیں کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے پیٹ کا بچہ اور دودھ دونوں مراد ہیں کہ جن جانوروں کو اہل عرب حرام کہتے تھے ان کے دودھ کو بھی حرام سمجھتے تھے۔ جیسے بحیرہ کا دودھ مرد پیتے تھے عورتیں نہیں پیتی تھیں لیکن آیت سے صرف پیٹ کا بچہ ہی مفہوم ہوتا ہے کہ اس کے آگے وإن يكن ميتة . فرمایا گیا ہے وہ اس کی تائید کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تنبیہ دوم: اس آیت سے جنین کا حکم بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر زندہ نکلے تو اسے ذبح کر کے کھانا سب کو بالاتفاق حلال ہے۔ کفار کا اس میں مرد و عورت کی تفریق کرنا مذموم و ناجائز ہے اور جو مرا ہوا نکلے تو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس کا کھانا کسی کو حلال نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر وہ خلقت میں پورا ہو تو اس کا کھانا حلال ہے کہ ماں کی ذکاۃ اس کی ذکاۃ ہے اور جو ناتمام ہو تو اسے کھانا جائز نہیں ہے کفار کا اس میں تفریق کرنا مذموم و باطل ہے۔ [احمدی ملخصا] مسئلہ جنین کا آیۃ مذکورہ سے ثابت ہونا نہ ہونا اور فقہائے کرام پر تعریض کرنا کہ انہوں نے اس مسئلہ کو اس آیت سے ثابت نہیں کیا کہاں تک صحیح اور محمود ہے اس کا فیصلہ اہل علم کریں میرے خیال میں تو مسئلہ جنین اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا ہے ورنہ فقہائے کرام ضرور مسئلہ جنین کو آیہ مذکورہ سے ثابت فرماتے کہ وہ اس آیت سے غافل نہ تھے اور اپنے مابعد سے بدرجہا زیادہ دانا و بینا تھے تو ان پر تعریض کرنا کیسے محمود ہو سکتا ہے وانا لانسیئ الظن بهم۔

(۱۶۔ آیت: ۱۴۱) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا ہے جس سے معبودان باطلہ کی تردید ہوتی ہے۔ اور اس میں درختوں کی پیداوار کو اپنے صرف میں لانے اور فقرا و مساکین پر صدقہ کرنے کی ہدایت اور اسے بے جا اور حاجت سے زائد

www.waseemziyai.com

اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ

بکری کا تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے

اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ

دونوں مادہ پیٹ میں لیے ہیں؟ کسی علم سے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ اور ایک جوڑا

اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ

اونٹ کا اور ایک جوڑا گائے کا، تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ

اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ

یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لیے ہیں؟ کیا تم موجود تھے جب

وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے

صرف کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ باقی ترجمہ پڑھیے

تنبیہ: "معروشات" سے زمین پر یا ٹہنیوں پر پھیلی ہوئی بیلیں مراد ہیں۔ جیسے تربوز خربوزہ کھیرہ ککڑی کدو انگور وغیرہ کی اور "غیر معروشات" سے وہ درخت اور پودے مراد ہیں جو اپنے تنے پر کھڑے ہوتے ہیں زمین پر پھیلے نہیں ہوتے ہیں۔ [ابن کثیر] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ معروشات سے اپنے لگائے ہوئے درخت مراد ہیں اور غیر معروشات سے جنگلی خودرو درخت مراد ہیں۔ اور پھل کھانے کا حکم وجوبی نہیں ہے استحبابی ہے چاہے کھائے چاہے نہ کھائے اور پکنے اور صدقہ دینے سے پہلے بھی اسے کھانا جائز ہے۔

تنبیہ: ﴿وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ﴾ سے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک زمین کی ہر پیداوار مراد ہے۔ تیار ہونے کے وقت جس قدر بھی ہو اس میں عشر یا نصف اگر آبپاشی کی ہو دینا واجب ہے۔ اور جمہور کے نزدیک پانچ وسق سے کم میں عشر واجب نہیں ہے اور بعض کے نزدیک اس سے زکاۃ مفروضہ مراد ہے اور بعض کے نزدیک عشر کے علاوہ جو فقرا و مساکین وقت تیاری حاضر ہوں انہیں اس میں سے کچھ دینا مراد ہے کہ محروم نہ جائیں۔ بیضاوی کہتے ہیں کہ ادائے حق سے حسب معمول کھیتی کٹتے وقت کچھ صدقہ کرنا مراد ہے زکاۃ دینا مراد نہیں ہے کہ آیت مکی ہے اور بعض کے نزدیک حکم مکہ میں تھا جب مدینہ میں عشر واجب ہوا تو یہ حکم منسوخ ہوا۔

تنبیہ: آیت: ﴿ولا تسرفوا﴾ کی شان نزول یہ ہے کہ صحابہ کرام پھل توڑنے کے وقت کچھ فقرا و مساکین کو دیا کرتے تھے۔ پھر اس میں حد سے زیادہ تجاوز کرنے لگے یعنی بہت زیادہ دینے لگے تو یہ آیت نازل ہوئی اور ابن عباس و ابن جریج فرماتے ہیں کہ وہ ثابت ابن قیس کے حق میں نازل ہوئی کہ انہوں نے اپنے باغ کے چھوارے توڑے اور صبح سے شام تک مسکینوں کو بانٹتے رہے یہاں تک کہ بال بچوں کے لیے ایک چھوارہ بھی نہ بچا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ زجاج کہتے کہ اس معنی کر جو اپنا کل مال خرچ کر دے اور اہل و عیال کے لیے کچھ نہ رکھے وہ سرف ہے بہر حال آیت کا حکم عام ہے اور اس میں ہر چیز داخل ہے اور ہر شی میں اسراف ہے اور اسراف کے معنی بے جا اور حاجت سے زیادہ اور حد سے زیادہ صرف کرنے کے ہیں تو یہ معنی ہوں گے کہ اس میں سے کھاؤ مگر زیادہ نہ کھاؤ کہ بدہضمی ہو نقصان دے یا یہ معنی ہیں کہ خرچ کرو مگر بے جا اور حاجت وحد سے زیادہ خرچ نہ کرو۔ سدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اپنے مال کو

www.waseemziyai.com

لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ ع ۱۷

کہ لوگوں کو اپنی جہالت سے گمراہ کرے بے شک اللہ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا۔ ف۱۷

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ

تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام مگر

اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ

یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا بہتا خون یا بد جانور کا گوشت کہ وہ نجاست [ہے] یا

فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ

وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا، تو جو ناچار ہوا نہ یوں کہ آپ خواہش کرے اور نہ یوں کہ ضرورت سے بڑھے تو بے شک

رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ

اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱۸ اور یہودیوں پر ہم نے حرام کیا ہر ناخن والا جانور

اس طرح مت دو کہ خود محتاج ہو جاؤ۔ یہی آیت: ﴿وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ﴾ کا مفہوم ہے اور حدیث میں وضو میں حاجت سے زیادہ پانی صرف کرنے کو منع کیا گیا ہے اگرچہ دریا پر بیٹھ کر کیا جائے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ جس خرچ سے اللہ کے حق میں کمی واقع ہو وہ اسراف ہے اور جو پہاڑ کے بقدر سونا خدا کی راہ میں خرچ کرے وہ مسرف نہیں اور جو ایک درہم یا ایک حبہ معصیۃ الٰہی میں صرف کرے وہ مسرف ہے۔ [سراج]

(۱۷۔ آیت: ۱۴۲ تا ۱۴۴) گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے باغوں کھیتوں اور ان کی پیداوار کا ذکر فرما کر بندوں پر اپنا انعام واحسان ظاہر فرمایا تھا۔ ان آیات میں دوسری قسم کے انعام کا یعنی مویشی پیدا کر کے جو بندوں پر احسان کیا ہے اس کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چوں کہ مویشیوں میں گائے، اونٹ، بھیڑ، بکری کثیر الاستعمال تھے اور انہیں سے زیادہ نفع اٹھایا جاتا تھا اور کفار انہیں چار قسم کے مویشیوں سے بعض کو حلال اور بعض کو حرام بتایا کرتے اور انہیں بتوں پر چڑھایا کرتے تھے لہٰذا انہیں چار قسموں کا آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔

تنبیہ: آیت میں حمولۃً سے بڑے جانور جو بار برداری کے کام آتے ہیں مراد ہیں۔ جیسے اونٹ گائے بیل اور "فرشاً" سے چھوٹے جانور مراد ہیں جیسے بھیڑ، بکری اور انہیں فرش اس لیے کہا ہے کہ وہ زمین سے لگے ہوئے ہوتے ہیں اور انہیں زمین پر پچھاڑ کر ذبح کیا جاتا ہے۔ اور حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ حمولۃً سے بڑے اونٹ اور فرشا سے چھوٹے اونٹ مراد ہیں۔ [رواہ الحاکم] اور ان کے کھانے کا حکم وجوبی نہیں ہے استحبابی ہے۔ اور نبثونی کا یہ مطلب ہے کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ کس دلیل سے تم ان کے صرف نروں یا صرف مادہ کو یا ان کے پیٹ کے بچہ کو حرام کرتے ہو اور اسے خدا کا حکم بتاتے ہو کیا تم اس وقت موجود تھے جب اللہ نے یہ حکم دیا تھا۔ روایت ہے کہ جب اسلام کے احکام مقرر ہوئے تو کفار نے جن کا خطیب مالک ابن عوف تھا حضور سے آکر کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ ہماری ان چیزوں کو حرام بتاتے ہیں جو ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے تو حضور نے اس سے کہا کہ تم نے بعض مویشیوں کو بلا دلیل حرام ٹھہرایا ہے اللہ نے تو یہ آٹھ قسم کے مویشی حلال کیے ہیں اور تم انہیں حرام کہتے ہو تو یہ تحریم کہاں سے آئی نروں کی طرف سے آئی یا ماداؤں کی طرف سے تو وہ خاموش ہو گیا اور کچھ جواب نہ دیا تو حضور نے اس سے فرمایا کہ بولتا کیوں نہیں تو اس نے کہا کہ آپ فرمائیں اور میں سنوں۔ [معالم]

(۱۸۔ آیت: ۱۴۵) یہ گزشتہ آیت کا تکملہ ہے اور عقیدۂ مشرکین کا رد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی تم ان سے فرماؤ کہ میری

www.waseemziyai.com

وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ

اور گائے اور بکری کی چربی ان پر حرام کی مگر جو ان کی پیٹھ میں لگی ہو

اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۠ وَاِنَّا

یا آنت میں یا ہڈی سے ملی ہو ہم نے یہ ان کی سرکشی کا بدلا دیا اور بے شک ہم

لَصٰدِقُوْنَ ۝ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ

ضرور سچے ہیں۔ پھر اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم فرماؤ کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے اور

طرف جو وحی ہوئی ہے اس میں میں کسی کھانے والے پر کوئی شی حرام نہیں پاتا ہوں مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا خون سائل ہو یا سور کا گوشت ہو کہ وہ نجس ہے یا وہ جانور جو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو۔ پس جو شخص وقت نہ ملنے کسی حلال چیز کے، ان حرام کردہ چیزوں میں سے مجبور ہو کر کچھ کھائے نہ اپنی خوشی اور خواہش سے کھائے اور نہ ضرورت سے زیادہ کھائے تو اللہ اسے بخشنے والا مہربان ہے۔

تنبیہ: یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ صرف یہی چار چیزیں جو آیت میں ذکر کی گئیں ہیں حرام ہیں ان کے علاوہ حلال ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ وابن عباس سے روایت کی گئی ہے مگر ایسا نہیں ہے کہ آیت: ﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْمَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ﴾ کے یہ معنی ہیں کہ اس وقت جو مجھ پر وحی آئی ہے اس میں یہی جانور حرام ہیں۔ یا وحی قرآن میں یہی جانور حرام کیے گئے ہیں باقی وحی غیر متلو سے حرام کیے گئے ہیں یا تم جن جانوروں کو حرام ٹھہراتے ہو انہیں میں اپنی وحی میں حرام نہیں پاتا ہوں۔ (مگر یہ جانور) اکثر کا یہی قول ہے کہ حرمت انہیں چار چیزوں پر منحصر نہیں ہے بلکہ ان کے علاوہ بھی اور چیزیں حرام ہیں جو کتاب وسنت میں آئی ہیں جیسے گھریلو گدھے، بلی، کتا اور چنگل اور پنجوں سے پھاڑ کھانے والے درندے اور پرندے اور جن جانوروں کے مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسے سانپ بچھو چوہا چیل کوا چھپکلی گرگٹ وغیرہ اور جن کو مارنے سے منع کیا گیا ہے۔ جیسے چیونٹی شہد کی مکھیاں ہدہد یہ سب حرام ہیں۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے: آگاہ ہو جاؤ کہ میں کتاب دیا گیا ہوں اور اس کی مثل وحی اس کے ساتھ دیا گیا ہوں خبردار ہو کہ عنقریب وہ زمانہ آئے گا کہ پیٹ بھرا شخص اپنی مسند پر بیٹھ کر کہے گا کہ تم قرآن کو لازم پکڑو پس جو کچھ تم اس میں حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو کچھ تم اس میں حرام پاؤ اسے حرام جانو۔ سنو! بے شک جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے وہ اللہ کے حرام کرنے کے مثل ہے آگاہ ہو جاؤ کہ گھریلو گدھا حلال نہیں ہے اور نہ پنجوں چنگل سے پھاڑ کھانے والے جانور حلال ہیں۔ ترمذی کی حدیث میں یوں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریب ہے کہ میری حدیث ایسے شخص کو پہنچے گی جو اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا پس کہے گا کہ ہمارے تمہارے درمیان کتاب اللہ ہے تو جو ہم نے اس میں حلال پایا اسے حلال کیا اور جو اس میں حرام پایا اسے حرام کیا حالاں کہ جو اللہ کے رسول نے حرام کیا وہ بھی مثل اللہ کے حرام کیے ہوئے کے ہے۔ امام احمد وابوداؤد وغیرہ کی حدیث میں یوں ہے کہ میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور میرے حکموں میں کوئی حکم اس کے پاس آئے تو وہ یہ کہے کہ ہم نہیں جانتے جو ہم نے کتاب اللہ میں پایا اس کا اتباع کیا۔ اور باقی چیزوں کا حرام ہونا دیگر احادیث میں آیا ہے اور میتہ سے مچھلی اور ٹڈی کو اور خون سے کلیجی اور تلی کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور منخنقہ، نطیحہ متردیہ اور موقوذہ میتہ میں داخل ہیں۔

تنبیہ: مضمون احادیث مذکورہ آج کل کے فرقہ اہل قرآن پر پورا صادق ہے کہ وہ صرف قرآن پر عمل کرتے ہیں اور جو اس میں ہے اسی کو مانتے ہیں علاوہ اس کے احادیث سے جو ثابت ہے اسے نہیں مانتے ہیں۔ پانچ وقت میں تین وقت کی نماز کے قائل ہیں۔ وما ھو الا الضلال۔

www.waseemziyai.com

بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ

اس کا عذاب مجرموں پر سے نہیں ٹالا جاتا ف۱۹ اب کہیں گے مشرک کہ

اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ

اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا نہ ہم کچھ حرام ٹھہراتے ایسا ہی

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ

ان سے اگلوں نے جھٹلایا تھا یہاں تک کہ ہمارا عذاب چکھا ، تم فرماؤ کیا تمہارے پاس

عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾

کوئی علم ہے کہ اسے ہمارے لیے نکالو تم تو نرے گمان کے پیچھے ہو اور تم یوں ہی تخمینے کرتے ہو

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

تم فرماؤ تو اللہ ہی کی حجت پوری ہے تو وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت فرماتا۔ ف۲۰

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ

تم فرماؤ لاؤ اپنے وہ گواہ جو گواہی دیں کہ اللہ نے اسے حرام کیا

(۱۹۔آیت:۱۴۶،۱۴۷) گزشتہ آیات میں ان جانوروں کا ذکر تھا جو مشرکین خود حرام وحلال کرلیا کرتے تھے ان آیات میں ان جانوروں کا ذکر ہے جو یہودیوں پر اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکشی وظلم کے سبب حرام فرمائے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے یہودیوں پر انکے ظلم و سرکشی کے بدلے ہر ناخن والا جانور اور گائے اور بکری کی چربی حرام کی سوا اس چربی کے جو ان کے پیٹ میں لگی ہو یا آنت یا ہڈی سے ملی ہو اور بے شک ہم اپنے قول میں سچے ہیں کہ ہم نے ان پر ان کی سرکشی وظلم کے سبب یہ چیزیں حرام کی تھیں نہ یعقوب نے جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔

تنبیہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک ناخن والے جانوروں سے وہ جانور مراد ہیں جنکے کھر چرے ہوں پنجہ کشادہ نہ ہوں خواہ وہ مویشیوں میں سے ہوں۔ جیسے اونٹ شتر مرغ وغیرہ یا پرندوں میں سے ہوں رواہ ابن ابی حاتم عنہ۔ اور چربی سے وہ چربی مراد ہے جو اوجھ اور گردہ سے لپٹی ہوتی ہے بعض کے نزدیک دنبہ کی چکتی بھی اس میں داخل ہے اور جو چیز حرام کی گئی تھی اس کا بیچنا بھی ان پر حرام تھا حدیث میں آیا ہے کہ اللہ یہود پر لعنت کرے کہ ان پر چربی حرام کی گئی تھی مگر انہوں نے اسے پگھلا کر فروخت کیا اور اس کی قیمت کھائی۔ [رواہ البخاری ومسلم] اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کا کھانا حرام ہے اسے بیچ کر اس کی قیمت کھانا حرام ہے۔ یہ کلیہ ہے جو حدیث امام احمد وابوداؤد وابن مردویہ سے ثابت ہے کہ۔ ان اللہ لم یحرم علی قوم أکل شیٔ الا حرم علیھم ثمنہ۔ یعنی اللہ نے کسی قوم پر کسی شی کا کھانا حرام نہیں کیا مگر اس کی قیمت بھی ان پر حرام کی ہے۔

(۲۰۔آیت:۱۴۸،۱۴۹) جب آدمی جواب سے عاجز ومجبور ہو جاتا ہے تو تقدیر ومشیت کی طرف دوڑتا ہے اور کہتا ہے کہ تقدیر ہی میں یہ تھا خدا نے یہ چاہا تھا یوں ہی کفار جب جواب سے عاجز ہوئے تو تقدیر ومشیت کی طرف دوڑے اور کہنے لگے کہ اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ کوئی چیز حرام کرتے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پہلے ہی سے ان کے یہ عذر رکیک پیش کرنے کی خبر دی اور اس کا رد

www.waseemziyai.com

فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

پھر اگر وہ گواہی دے بیٹھیں تو تو اے سننے والے! ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جو

بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

ہماری آیتیں جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اپنے رب کا برابر والا ٹھہراتے ہیں ف۲۱

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا

تم فرماؤ آؤ میں تمہیں پڑھ سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا یہ کہ اس کا کوئی شریک نہ کرو

وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ

اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی اور اپنی اولاد قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم

نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا

تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو

بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ

چھپی اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی اسے ناحق نہ مارو یہ

فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ اب وہ یہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا شرک نہ کرتے اور نہ کوئی چیز حرام ٹھہراتے تو ہمارا شرک وتحریم خدا کی مشیت سے ہے اور وہ اس سے راضی ہے انبیا جو اس سے منع کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس نتیجہ کے رد میں فرماتا ہے کہ جیسے یہ لوگ تمہیں جھٹلاتے ہیں اور حق بات ماننے سے گریز کرتے ہیں ایسے ہی ان کے اگلوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور ان کی بات نہ مانی تھی اور ایسا ہی عذر پیش کیا تھا یہاں تک کہ ہمارا عذاب چکھا۔ اے نبی آپ ان سے فرما دیجیے کہ کیا تمہارے پاس اس کا کوئی علم ہے، یقینی دلیل ہے کہ اللہ ان باتوں سے راضی ہے، اگر ہے تو ہمارے سامنے نکالو پیش کر دتم تو نرے گمان اور محض تخمینے سے کہتے ہو۔ اے نبی آپ ان سے فرما دیجیے جب تمہارے پاس کوئی حجت ودلیل نہیں ہے تو اللہ کی حجت ودلیل پوری ہے وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت فرماتا۔

تنبیہ: اس آیت سے جس طرح مشرکین کا رد ہوتا ہے اسی طرح قدریہ وجبریہ کا بھی رد ہوتا ہے کہ آیت میں قول کفار کی تکذیب نہیں ہے بلکہ انہوں نے اپنے قول سے جو نتیجہ اخذ کیا تھا اس کی تکذیب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا گیا: لوگ کہتے ہیں: برائی بتقدیر الٰہی نہیں ہے تو آپ نے کہا کہ ہمارے اور قدریہ کے درمیان یہ آیت حاکم ہے۔ اور علی ابن زید فرماتے ہیں: کہ اس آیت سے قدریہ کی حجت مٹ گئی۔

(۲۱۔ آیت: ۱۵۰) گزشتہ آیت میں کفار کی عقلی دلیل کا رد فرمایا گیا تھا اس آیت میں ان کی نقلی دلیل کا رد فرمایا جاتا ہے جو وہ لا سکتے تھے اور یہ پہلی آیت کا تتمہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی تم ان سے فرماؤ کہ لاؤ تم اپنے گواہ جو اس پر گواہی دیں کہ ان چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے۔ پھر اگر جھوٹی گواہی دیں تو تم ان کے ساتھ گواہی نہ دینا یعنی اسے تسلیم نہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا جو ہماری آیتیں جھٹلاتے اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ کا برابر والا ٹھہراتے ہیں۔

www.waseemziyai.com

وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا

تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر

بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ

بہت اچھے طریقے سے جب تک وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور ناپ اور تول انصاف کے ساتھ

بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا

پوری کرو، ہم کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کے مقدور بھر اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو

وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

اگرچہ تمہارے رشتے دار کا معاملہ ہو اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو یہ تمہیں تاکید فرمائی کہ کہیں

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا

تم نصیحت مانو۔ اور یہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اس پر چلو اور، اور راہیں

السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گی یہ تمہیں حکم فرمایا کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔ ف۲۲

(۲۲۔آیت:۱۵۱تا۱۵۳) شان نزول: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب انہوں نے حضور سے پوچھا کہ ہم پر کون کون چیزیں حرام کی گئی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حضور سے فرمایا: کہ ان سے فرماؤ الخ۔[سراج] اور اس میں دین و دنیا کی فلاح کی دس باتیں ذکر فرمائی گئی ہیں: (۱) کسی شی کو اللہ کا شریک نہ کرو یعنی خدا کی ذات وصفات میں اپنے قول وفعل واعتقاد سے کسی کو شریک نہ کرو شرک جلی وخفی سے بچو۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ جو اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کسی شی کو شریک نہیں کرتا تھا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اس بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں اور قرآن عظیم میں جابجا شرک کی مذمت اور ممانعت فرمائی گئی ہے۔ (۲) ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو نیک برتاؤ اور اچھا سلوک کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور سے پوچھا کونسا عمل سب سے افضل ہے فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض کی اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے۔ فرمایا: ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنا۔[رواہ البخاری ومسلم] قرآن عظیم میں متعدد جگہ ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کو فرمایا گیا ہے اور ان کے ساتھ برائی کرنے انہیں ''ہوں'' کہنے کو حرام فرمایا۔ (۳) فقر وفاقہ کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو جیسا کہ دوسری آیت میں ﴿خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ﴾ آیا ہے۔ اور اولاد سے مراد لڑکیاں ہیں جیسا کہ اوپر گزرا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سے پوچھا کہ سب سے بڑا گناہ وجرم کون سا ہے فرمایا: اللہ کا شریک بنانا۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سا فرمایا: اس خوف سے اولاد کو قتل کرنا کہ وہ رزق میں تیرے ساتھ شرک ہو جائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے املاق کی تفسیر فقر وفاقہ فرمائی ہے۔ ابن کثیر نے کہا ہے: کہ فقر سے مراد موجودہ فقر ہے اور سورۂ اسراء میں اسے عام لیا ہے، یعنی فقر اب موجود ہو یا طاری ہونے کا خوف ہو۔ (۴) ظاہر اور چھپے فواحش کے پاس نہ جاؤ یعنی کوئی بے حیائی کی بات نہ کرو نہ چھپ کر نہ ظاہر ظہور۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں ہے اسی لیے اس نے ظاہر و پوشیدہ بے حیائی کی باتیں کرنے کو حرام فرمایا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ تم لوگ سعد کی غیرت پر تعجب

www.waseemziyai.com

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا

پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی پورا احسان کرنے کو اس پر جو نکوکار ہے اور ہر چیز کی

لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

تفصیل اور ہدایت اور رحمت کہ کہیں وہ اپنے رب سے ملنے پر ایمان لائیں

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾

اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری تو اس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری کرو کہ تم پر رحم ہو۔

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا

کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی

کرتے ہو کہ انہوں نے کہا تھا اگر میں اپنی عورت کے پاس کسی کو دیکھوں تو دو ٹکڑے کر دوں خدا کی قسم میں سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے اس لیے اس نے ظاہر و خفیہ فواحش کو حرام فرمایا۔ [بخاری و مسلم] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ چھپ کر زنا کرنے میں مضائقہ نہیں سمجھتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ و علانیہ زنا کرنے کو حرام فرمایا۔ اور بعض کے نزدیک فواحش سے جملہ معاصی مراد ہیں جس میں زنا بھی داخل ہے کہ لفظ کو معنیٔ اعم پر حمل کرنا خاص پر حمل کرنے سے اولیٰ ہے۔ (۵) جس شخص کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے اسے ناحق قتل نہ کرو۔ حدیث میں ہے کہ مسلمان کا قتل سوا تین صورتوں کے کسی صورت میں روا نہیں ہے۔ ایک یہ کہ شادی شدہ ہو کر زنا کرے۔ دوسرے یہ کہ کسی کو ناحق قتل کرے۔ تیسرے یہ کہ اسلام سے پھر جائے۔ [رواہ مسلم] یوں ہی ذمی اور معاہد کا قتل بھی شرعاً روا نہیں ہے۔ ترمذی کی حدیث میں ہے جس نے کسی ذمی یا معاہد کو قتل کیا اس نے اللہ کا ذمہ توڑا وہ جنت کی بو نہ سونگھے گا۔ (۶) یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر بہت اچھے طریقہ سے جب تک کہ وہ بالغ ہو۔ یعنی ان کا مال بے جا برے طریقہ سے صرف نہ کرو۔ اچھے طریقہ سے صرف کرو جو انہیں مفید ہو اور یہ طریقہ ان کی جوانی تک جاری رکھو۔ جب جوان ہو جائیں تو ان کا مال انہیں حوالہ کر دو۔ (۷) ناپ تول انصاف کے ساتھ کرو اس میں جان کر بدنیتی سے کمی نہ کرو۔ اپنی طاقت بھر صحیح تول کر ناپ کر دو، ڈنڈی نہ مارو باٹ اور گز کم اور ترازو میں پاسنگ نہ رکھو۔ اگر بھول چوک سے تولنے ناپنے میں کمی ہو جائے تو اس کا مواخذہ نہیں معاف ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ [جلال] (۸) جب بات کہو انصاف کی کہو اگرچہ وہ تمہارے رشتہ دار کے معاملہ میں ہو اور ان کا اس میں نقصان ہو جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ﴾ [النساء: ۱۳۵] کہ قول میں شہادت و حکم دونوں داخل ہیں۔ (۹) اللہ کے عہد پورے کرو یعنی تم نے جو اللہ سے وعدہ کیا ہو اس کی نذر مانی ہو اس کی قسم کھائی ہو یا اللہ نے جن باتوں کا تم سے عہد لیا ہے تم پر واجب کی ہیں انہیں پورا کرو۔ (۱۰) یہ کہ اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلو شیطانی راستوں پر نہ چلو۔ مترجم رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کو بھی ماقبل سے مربوط مانا ہے نہ علاحدہ مستقل، جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔ اور بعض نے اسے علاحدہ مانا بہرحال مطلب دونوں کا ایک ہے کہ یہ باتیں جن کے کرنے کا ہمیں حکم کیا گیا ہے میرا سیدھا راستہ ہے۔ اسی پر چلو ادھر ادھر کے راستوں پر نہ چلو ورنہ وہ راستے تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گے یہ حکم تمہیں اس لیے فرمایا ہے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔ یعنی ان باتوں پر عمل کرنا موجب ہدایت ہے زندگی کو پاکیزہ بنانے والا اور اللہ تک پہنچانے والا ہے۔ اگر تم اس پر عمل کرو گے تو پرہیزگار ہو جاؤ گے اور جو دوسرے راستوں پر چلو گے تو بھٹک جاؤ گے گمراہ ہو جاؤ گے اور تم میں پھوٹ پڑ جائے گی کوئی کسی طرف جائے گا کوئی کسی طرف ایک راستہ پر نہ رہو گے متفرق ہو جاؤ گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ اگلی امتوں کی تباہی کا سبب یہی تھا کہ وہ دین

www.waseemziyai.com

وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا

اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی یا کہو کہ اگر ہم پر

الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

کتاب اترتی تو ہم ان سے زیادہ ٹھیک راہ پر ہوتے تو تمہارے پاس تمہارے رب کی روشن دلیل

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ

اور ہدایت اور رحمت آئی تو اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے منہ

عَنْهَا ۭ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْۗءَ الْعَذَابِ بِمَا

پھیرے عنقریب وہ جو ہماری آیتوں سے منہ پھیرتے ہیں ہم انھیں برے عذاب کی سزا دیں گے

كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَوْ

بدلا ان کے منہ پھیرنے کا۔ ف۲۳ کاہے کے انتظار میں ہیں مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا

میں جھگڑے نکال کر مختلف و متفرق ہو گئے تھے اللہ نے مسلمانوں کو اس آیت میں اور نیز دیگر آیات میں اس سے منع فرمایا ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں: لوگو آگاہ رہو کہ اللہ کا سیدھا راستہ صرف ایک ہے جو جنت تک پہنچاتا ہے اور یہی راہ جماعت ہدیٰ ہے اور ہشیار رہو شیطان نے متفرق راہیں نکالی ہیں وہ گمراہی کی راہیں ہیں اور دوزخ میں پہنچاتی ہیں۔ [ابن کثیر] حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ حضور نے اپنے ہاتھ سے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے اس پر چلو۔ پھر اس لکیر کے داہنے بائیں چند لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ سب ٹیڑھی راہیں ہیں اور ہر اک پر شیطان بیٹھا ہے وہ ٹیڑھی راہ کی طرف بلاتا ہے۔ اس سے بچو پھر یہی آیت آخر تک تلاوت فرمائی۔ [رواہ البغوی والنسائی واحمد وحاکم] حضرت کعب احبار فرماتے ہیں: توریت میں سب سے پہلی یہی آیتیں ہیں جو سورہ انعام میں نازل ہوئی ہیں یعنی ﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ﴾ [الانعام: ۱۵۱] [الی آیات الثلاث] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ آیتیں سب کتابوں میں محکمات ہیں ان میں کوئی شی منسوخ نہیں ہے وہ تمام بنی آدم پر حرام کی گئی ہیں اور ام الکتاب ہیں جو ان پر عمل کرے گا جنت میں داخل ہوگا اور ان پر عمل نہ کرے گا دوزخ میں داخل ہوگا۔ [معالم]

(۲۳۔ آیت: ۱۵۴ تا ۱۵۷) یعنی احکام مذکورہ کی تعمیل صرف امت محمدیہ ہی پر واجب نہیں ہے بلکہ ہم اگلی امتوں کو بھی ان کے انبیا کے ذریعہ اسی قسم کے احکام تعلیم کرتے رہے اور نہ یہ قرآن نئی کتاب ہے، بلکہ اس سے پہلے ہم نے انبیا پر کتابیں نازل کی تھیں چناں چہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نیک بندوں پر پورا احسان کرنے کے لیے کتاب دی تھی اس میں ہر شی کی تفصیل اور ہدایت و رحمت ہے تاکہ وہ اللہ سے ملنے پر ایمان لائیں۔ روایت ہے کہ بعد نزول تورات اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو عام طور سے ہلاک نہ فرمایا۔ [سراج] اور یہ برکت والی کتاب یعنی قرآن ہم نے تم پر اتاری باقی ترجمہ پڑھیے۔ الذی احسن سے مراد مومنین ہیں۔ حسن و مجاہد کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں نیک و بد لوگ تھے تورات نیکوں کے لیے نعمت کاملہ تھی اس لیے آیت میں تماماً علی الذی احسن فرمایا گیا ہے۔ اور لقائے رب پر ایمان لانے کے یہ معنی ہیں کہ مر کر زندہ ہونے اور خدا سے ملنے پر ایمان لائیں۔ اور دو گروہوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں یہ دلیل ہے اس پر کہ مجوس اہل کتاب نہیں ہیں۔ [مدارک] چوں کہ یہود و نصاریٰ سے اہل عرب کا میل جول زیادہ تھا اور توریت انہیں کے لیے اتری تھی اور وہ عربی زبان میں نہ تھی اس لیے قرآن عظیم عربی میں نازل فرمایا گیا تاکہ اہل عرب یہ عذر نہ کر سکیں کہ یہ توریت تو یہود و نصاریٰ کے لیے

www.waseemziyai.com

يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ

تمہارے رب کا عذاب آئے یا تمہارے رب کی ایک نشانی آئے جس دن تمہارے رب کی

اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ

وہ ایک نشانی آئے گی کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا جو پہلے ایمان

قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

نہ لائی تھی یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی تم فرماؤ رستہ دیکھو ہم بھی دیکھتے ہیں۔ ف۲۴

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ

وہ جنھوں نے اپنے دین میں جدا جدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہو گئے اے محبوب! تمہیں ان سے

فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا

کچھ علاقہ نہیں ان کا معاملہ اللہ ہی کے حوالے ہے پھر وہ انہیں بتا دے گا جو کچھ

نازل کی گئی ہے اور ہم اس کے پڑھنے اور سمجھنے سے قاصر ہیں اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم ان سے زیادہ ٹھیک راہ پر ہوتے۔ جیسا کہ بعض کفار نے کہا: ﴿لو انزل علینا ماانزل علی الیھود والنصاریٰ لکان خیرا منھم وأھدی﴾ اور یہ اس لیے کہا تھا کہ وہ اپنے آپ کو بڑا عقل مند اور ذہین اور سمجھ دار سمجھتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی حجت قطع کرنے کو قرآن عربی زبان میں اتارا اور فرمادیا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی دلیل یعنی قرآن عظیم آ گیا اب تم کو بجز اس کی پیروی کے کسی عذر کا موقع نہ رہا پس جو کوئی اس سے اعراض کرے گا اور اسے جھٹلائے گا اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہ ہوگا وہ اس کی سزا پائے گا۔

(۲۴۔آیت:۱۵۸،۱۵۹) جب مذکورہ بالا آیتوں میں توحید اور حقانیت قرآن کو ثابت کر دیا گیا۔ اور کفار کے شکوک بھی رفع کر دیئے گئے پھر بھی وہ اسلام کی طرف مائل نہ ہوئے تو اب فرمایا جاتا ہے کہ یہ لوگ کاہے کے انتظار میں ہیں مگر یہ کہ۔ پڑھیے ترجمہ، ''الملئکۃ'' سے ملائکہ موت یا ملائکہ عذاب مراد ہیں۔ اور یاتی ربك سے حکم رب یا عذاب رب مراد ہے۔ یا قیامت کے دن خلق کا فیصلہ کرنے کے لیے اللہ کا بلا کیف آنا مراد ہے اور یہ مثل اس کے ہے جیسا کہ سورہ بقر میں فرمایا گیا ہے: ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ الخ﴾ [البقرہ: ۲۱۰] اور '' بعض ایات '' سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ مغرب کی طرف سے آفتاب طلوع نہ ہوگا جب لوگ اسے دیکھیں گے تو سب ایمان لائیں گے مگر اس وقت ان کا ایمان لانا جو پہلے سے ایمان نہ لائے ہوں گے مفید نہ ہوگا پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ [رواہ البخاری وغیرہ] ابن جریر کی روایت میں ہے کہ اس وقت کی توبہ بھی قبول نہ ہوگی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ''یوم یاتی بعض ایت'' کے متعلق حضور نے فرمایا کہ وہ نشانی مغرب کی طرف سے آفتاب کا طلوع ہونا ہے۔ [ترمذی] ایک روایت میں ہے کہ فرمایا حضور نے اللہ کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں رات کی برائی کرنے والے کے لیے کہ دن میں وہ اس سے توبہ کرے، اور دن کی برائی کرنے والے کے لیے کہ رات میں توبہ کرے یہاں تک کہ آفتاب مغرب سے نکلے۔ اور فرمایا کہ جس نے توبہ کی قبل طلوع ہونے آفتاب کے مغرب سے، اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور فرمایا جب تین چیزیں ظاہر ہوں تو کسی کو ایمان لانا نفع نہ دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا۔ خروج دجال، دابۃ الارض، اور مغرب سے آفتاب کا نکلنا۔ [سراج ومعالم] حضرت حذیفہ

www.waseemziyai.com

يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ

وہ کرتے تھے ف۲۵ جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں اور جو برائی لائے

فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ

تو اسے بدلا نہ ملے گا مگر اس کے برابر اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ ف۲۶ تم فرماؤ بے شک مجھے

رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ

میرے رب نے سیدھی راہ دکھائی ٹھیک دین، ابراہیم کی ملت جو ہر باطل سے جدا تھے

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ

اور مشرک نہ تھے تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا

ابن اسید سے روایت ہے کہ ایک دن ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے تو حضور نے غرفہ سے سر نکال کر فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھو گے۔(۱) آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا۔(۲) دھوئیں کا نکلنا۔(۳) دابۃ الارض کا نکلنا۔(۴) یاجوج وماجوج کا خروج۔(۵) عیسیٰ علیہ السلام کا نزول۔(۶) دجال کا ظہور۔(۷،۸،۹) تین جگہ زمین کا دھنسنا ایک مشرق میں دوسری مغرب میں تیسری جزیرۂ عرب میں۔(۱۰) عدن کے غار سے آگ کا نکلنا جو لوگوں کو محشر کی طرف ہانک کر لے جائے گی۔ لوگ جہاں رات میں رہیں گے آگ بھی وہیں ان کے ساتھ رہے گی اور جہاں وہ دوپہر کو ٹھہریں گے وہیں وہ بھی ان کے ساتھ ٹھہرے گی۔[مسلم] ان میں اول پانچ کا ذکر قرآن عظیم میں آیا ہے، ابن جوزی کہتے ہیں: کہ مغرب سے آفتاب طلوع ہونے کی یہ حکمت ہے کہ ملاحدۂ منجمین یہ گمان کرتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوسکتا ہے پس اللہ تعالیٰ انہیں دکھانے اور ان کا گمان باطل کرنے کے لیے آفتاب کو مغرب سے نکالے گا اور اپنی قدرت ظاہر فرمائے گا۔[خازن] بعض مفسرین کے نزدیک "بعض ایٰت" سے مراد عام ہے آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہو یا خروج دابۃ الارض و دجال ہو۔ اول صحیح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد سب ایمان لائیں گے اگر ان کا ایمان لانا صحیح نہ ہوگا تو دین ایک کیسے ہوگا۔ ان کی وفات کے بعد پھر اکثر کافر ہو جائیں گے۔ اس وقت مغرب سے آفتاب طلوع ہوگا اور ان کا ایمان لانا اور توبہ کرنا قبول نہ ہوگا۔ لوگ صبح کی نماز پڑھ کر بیٹھے ہوں گے کہ آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا اور جب وسط آسمان پر پہونچے گا تو لوٹ جائے گا اور یہ صرف ایک دن ہوگا بعض روایات میں تین دن ہونا آیا ہے اول اصح ہے۔[کمالین] یہ قیامت کی بڑی علامتیں ہیں ان کے علاوہ اور چھوٹی علامتیں ہیں جو مختلف احادیث میں آئی ہیں اور میں نے ان سب کو "آوازِ حق" میں جمع کیا ہے۔ اس آیت سے قیامت سے پہلے علامت کا ظاہر ہونا ثابت ہے اور ان کا رد ہے جو علامات قیامت کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ قیامت اچانک آئے گی اس کی کوئی علامت نہیں ہے۔ بالجملہ علامات قیامت ضرور ظاہر ہوں گی اور مغرب سے آفتاب برآمد ہونے پر درِ توبہ بند ہو جائے گا اس وقت نہ کسی کا ایمان لانا صحیح ہوگا اور نہ توبہ اور نیک کام قبول ہوگا کہ وہ وقت یاس کا ہوگا اس سے پہلے ایمان لانا اور توبہ کرنا قبول ہوگا۔ ضحاک کہتے ہیں کہ جو مومن بعض علامات کے ظہور کے وقت نیک کام کریں گے وہ قبول ہوں گے اور جو کافر اس وقت ایمان لائے گا اور گناہ سے توبہ کرے گا تو وہ قبول نہ ہوگی کہ وہ حالت اضطرار میں ہوئی۔ جیسے کسی امت پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور وہ اس وقت توبہ کریں ایمان لائیں تو وہ انہیں نفع نہیں دیتا ہے کہ وہ عذاب الٰہی دیکھ کر ایمان لائے اور توبہ کرنے پر مضطر ہوئے۔[خازن]

(۲۵۔آیت:۱۵۹) شان نزول:۔ حضرت ابن عباس ومجاہد وقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ سے مروی ہے کہ یہ آیۃ یہود ونصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی جو دین میں متفرق ہوگئے تھے۔ لیکن حضرت ابوہریرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اس امت کے گمراہ

www.waseemziyai.com

وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ

اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو رب سارے جہان کا۔ اس کا کوئی شریک نہیں مجھے یہی حکم ہوا ہے

وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ

اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا اور رب چاہوں حالانکہ وہ ہر چیز کا

شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ

رب ہے اور جو کوئی کچھ کمائے وہ اسی کے ذمے ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ

فرقوں کے بارے میں ہے۔[رواہ الطبرانی] جیسا کہ حضور نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: اے عائشہ! ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا بينهم الخ﴾ اس امت کے اہل بدعت اور اصحاب اہواء ہیں۔[سراج] تطبیق ان دونوں روایتوں میں یوں دی گئی ہے۔ کہ اصل میں آیت کا نزول تو یہود و نصاریٰ کے حق میں ہے مگر اس امت کے گمراہ فرقہ اس میں داخل ہیں۔ گویا اس میں مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ دین میں ایک رہیں متفرق نہ ہوں ورنہ رسول پاک کا ان سے کوئی علاقہ نہ ہوگا وہ اسلام سے جدا سمجھے جائیں گے اور اپنے کیے کی سزا پائیں گے بلکہ بدعتی و گمراہ فرقوں سے دوستی رکھنا پاس بیٹھنا بھی ممنوع و حرام فرمایا گیا ہے جس پر آیت: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى﴾ اور ﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ وغیرہ دلالت کرتی ہیں۔ پڑھیے ترجمہ، حدیث میں آیا ہے کہ میری امت پر ضرور ایسا زمانہ آئے گا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا کہ ان میں بہتر (۷۲) فرقے ہوگئے تھے اور میری امت میں عنقریب تہتر (۷۳) فرقے ہو جائیں گے۔ جن میں سے بہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور وہ جماعت ہے۔[رواہ ابوداؤد و ترمذی] دوسری حدیث میں ہے کہ لوگوں نے اس جنتی فرقہ کی بابت استفسار کیا تو ارشاد فرمایا وہ وہ ہے جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوگا۔ یعنی اہل سنت و جماعت۔ تیسری حدیث میں ہے کہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے جو اس سے جدا ہوا دوزخ میں گرا۔[رواہ الترمذی] ایک حدیث میں ہے کہ ایک روز حضور نے اپنے وعظ میں فرمایا کہ تم میں جو زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا اس وقت تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ اور دانتوں سے خوب مضبوط پکڑے رہو اور نئی باتوں سے بچو کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔[ابوداؤد ترمذی]

(۲۶۔ آیت: ۱۶۰) یعنی جو ایک نیکی کرے گا اسے اس کی مثل دس گنا ثواب ملے گا اور جو ایک برائی کرے گا تو اس کی برابر ہی سزا ملے گی۔ اور سیئہ سے ہر بدی مراد ہے کہ لفظ عام ہے اسے عموم پر حمل کرنا اولیٰ ہے۔ اور ''عشر'' سے عدد مقصود نہیں ہے بلکہ کثرت مراد ہے جیسا کہ بعض روایات میں ستر گنا سے سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ آیا ہے یہ اللہ کا فضل ہے جو ایک فعل کا اس قدر ثواب دیتا ہے اور یہ اللہ کا عدل ہے کہ برائی کا بدلہ برابر دیتا ہے۔ اور وھم لایظلمون کے معنی یہ ہیں کہ ان کی نیکی کا ثواب کم نہ کیا جائے گا اور برائی کا عذاب بڑھایا نہ جائے گا۔[بیضاوی] حدیث میں ہے کہ تمہارا رب رحیم ہے جس نے کسی نیکی کا ارادہ کیا اور کی نہیں اس کی ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جو اس نے وہ نیکی کر لی تو اس کے لیے دس سے سات سو تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو بدی کا ارادہ کرتا ہے اور کرتا نہیں ہے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جو اس نے بدی کو کیا تو ایک بدی لکھی جاتی ہے یا اللہ اسے محو کر دیتا ہے۔[رواہ البخاری و مسلم] حدیث قدسی میں ہے کہ جس نے ایک نیکی کی اس کا ثواب دس گنا یا زیادہ ملتا ہے اور جس نے برائی کی تو اس کا بدلا برابر کا ملتا ہے یا معاف ہوتا ہے اور جو اس قدر گناہ کرے کہ زمین بھر جائے مگر شرک نہ کیا ہو تو اسی قدر اس کی مغفرت ہوتی ہے۔[رواہ مسلم و ابن ماجہ و احمد] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آیت میں صدقات کے سوا حسنات مراد ہیں کہ صدقہ کا ثواب سات سو گنا سے بھی زیادہ ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: کہ گناہ ترک کرنا تین طرح ہوتا ہے۔ ایک تو خدا کے خوف سے ترک کرنا اس کے بدلے اللہ اسے ایک

www.waseemziyai.com

اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ

نہ اٹھائے گی پھر تمہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے وہ تمہیں بتا دے گا جس میں

تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ

اختلاف کرتے تھے۔ ف۲۷ اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ

دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی، بے شک تمہارے رب کو عذاب کرتے

الْعِقَابِ ۣ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾ ع

دیر نہیں لگتی اور بے شک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ ف۲۸

النصف ۲۰ ع ۱۱ ۷

نیکی عطا فرماتا ہے۔ دوسرے بھول کر ترک کرنا ایسے کو عذاب ہے نہ ثواب۔ تیسرے یہ کہ اپنی طاقت بھر بدی کرنے کی کوشش کی اسباب مہیا کیے مگر نہ کر سکا اس کو ایک گناہ کا عذاب ہوگا۔

(۲۷۔ آیت: ۱۶۱ تا ۱۶۴) اس آیت سے پہلے یہ فرمایا گیا تھا کہ حقیقت میں دین ایک ہی تھا لیکن اہل کتاب نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ گروہ ہو گئے رسول کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس آیت میں فرماتا ہے کہ رسول کا ان سے کچھ تعلق نہیں ہے بلکہ دین براہیمی سے بھی تعلق نہیں ہے لہذا ان سے فرماؤ، پڑھیے ترجمہ "نسک" کے معنی سعید ابن جبیر اور ضحاک اور مجاہد و سدی کے نزدیک قربانی کے ہیں اور یہی اس حدیث سے مستفاد ہوتے ہیں جس میں حضور کا یوم النحر دو مینڈھے قربانی کرنا اور وقت ذبح ﴿اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ الخ﴾ پڑھنا آیا ہے نسک کے معنی مطلق عبادت کے بھی ہو سکتے ہیں یعنی میری تمام عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور اول المسلمین کے یہ معنی ہیں کہ میں امت میں پہلا مسلمان ہوں۔ شیخ ابن کثیر کہتے ہیں ملت ابراہیمی کے اتباع کے حکم سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام بہ نسبت حضور کے اکمل تھے کیوں کہ حضور نے دین ابراہیمی کی تکمیل فرمائی۔ اور اسے پورا ادا کیا اس مرتبہ کو کوئی نہ پہنچا اس لیے حضور خاتم الانبیا سید ولد آدم اور صاحب مقام محمود ہوئے کہ اس روز تمام خلق حتی کہ ابراہیم علیہ السلام تک حضور کی طرف رجوع فرمائیں گے اور ﴿أَغَيْرَ اللهِ أَبْغِيْ رَبًّا﴾ کفار کے قول کا جواب ہے کہ وہ حضور کو بتوں کی عبادت کی طرف بلایا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ ولید ابن مغیرہ مسلمانوں سے کہا کرتا تھا کہ تم ہمارے راستہ پر چلو ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے اللہ نے اس کے قول کو اس آیت میں رد فرمایا۔ [خازن] اور استفہام انکاری ہے یعنی میں غیر اللہ کو رب نہیں بناتا ہوں۔ جیسے کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے۔ ﴿قُلْ أَفَغَيْرَ اللهِ تَأْمُرُوْنِّيْ أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُوْنَ﴾ [الزمر: ۶۴] یعنی ان سے فرماؤ اے جاہلو کیا تم مجھے غیر اللہ کے پوجنے کو کہتے ہو۔ [سراج]

(۲۸۔ آیت: ۱۶۵) چوں کہ مکہ کے امیر و مالدار مشرک، مفلس و نادار مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ دیکھو ہم اپنے معبودوں کی بدولت مالدار و خوش حال ہیں اور تم نے انہیں چھوڑ دیا ہے انہیں برا کہتے ہو اس لیے تم افلاس و تنگدستی میں گرفتار ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتا ہے کہ اللہ وہی ہے جس نے الخ۔ پڑھیے ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا ہری بھری رجتی پچتی ہے اللہ تمہیں اس میں خلیفہ کرنے والا ہے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ تم اس میں کیسے عمل کرتے ہو۔ پس تم دنیا سے بچے رہنا عورتوں کے فتنہ میں نہ پڑنا کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں سے شروع ہوا۔ [رواہ مسلم] بیضاوی میں روایت ہے کہ فرمایا: حضور نے سورہ انعام ایک دم مجھ پر نازل ہوئی اس کے ساتھ ہزار فرشتے تسبیح و تحمید بلند آواز سے پڑھتے ہوئے آئے تھے جو کوئی اسے پڑھتا ہے اس کے لیے وہی فرشتے دعا و استغفار کرتے ہیں بقدر اس کی آیات کے۔

www.waseemziyai.com

سُوْرَةُ الْاَعْرَاف مَكِّيَّة بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ٢٠٦ رُكُوْعَاتُهَا ٢٤

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا۔

الٓمّٓصٓ ﴿۱﴾ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ

اے محبوب! ایک کتاب تمہاری طرف اتاری گئی تو تمہارا جی اس سے نہ رکے

لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ

اس لیے کہ تم اس سے ڈر سناؤ اور مسلمانوں کو نصیحت۔ اے لوگو! اس پر چلو جو تمہاری طرف تمہارے

رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ وَكَمْ مِّنْ

رب کے پاس سے اترا اور اسے چھوڑ کر اور حاکموں کے پیچھے نہ جاؤ بہت ہی کم سمجھتے ہو۔ اور کتنی ہی

قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ﴿۴﴾ فَمَا كَانَ

بستیاں ہم نے ہلاک کیں تو ان پر ہمارا عذاب رات میں آیا یا جب وہ دوپہر کو سوتے تھے تو

دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵﴾

ان کے منہ سے کچھ نہ نکلا جب ہمارا عذاب ان پر آیا مگر یہی بولے کہ ہم ظالم تھے ف۲۹

(۲۹۔آیت:اول تا۵)اس سورت میں مبدأ ومعاد کی توضیح اور دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی نعمتوں کی تشریح کی گئی ہے اور اس میں کوئی آیت منسوخ نہیں ہے سب محکم ہیں اور اس کی سب آیات مکی ہیں سوائے ان آیتوں کے: ﴿وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ﴾ سے ﴿وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ﴾ تک۔ حضرت عبداللہ بن عباس وابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہی مروی ہے اور یہی قول حسن ومجاہد وعکرمہ وغیرہ کا ہے اور ﴿الٓمّٓصٓ﴾ کے حقیقی معنی اور مراد سے اللہ اور اللہ کا رسول ہی واقف ہے البتہ تفسیری معنی علما نے بیان فرمائے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کے معنی انا اللہ افصل بیان کیے ہیں یعنی میں ہوں اللہ خوب فیصلہ کرنے والا۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اسی طرح اس کے دوسرے معنی بھی مفسرین نے بیان فرمائے ہیں۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اے محبوب تمہاری طرف قرآن اتارا گیا ہے تم اس سے تنگ دل نہ ہو، کفار کی تکذیب کی پرواہ نہ کرو کہ کتاب اس لیے اتاری گئی ہے کہ تم کفار کو اس سے ڈر سناؤ اور مومنین کو اس سے نصیحت کرو اور ان سے کہہ دو کہ تم اس کی پیروی کرو اسے چھوڑ کر دوسرے حاکموں کی پیروی نہ کرو بلکہ یہ سوچو کہ رسول کی پیروی بہتر ہے یا دوسروں کی مگر تم بہت کم یہ سوچتے سمجھتے ہو جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم بھی دوسروں کی طرح عذاب الٰہی سے ہلاک ہوگے اور جب عذاب آئے گا تو ان کی طرح یہی کہو گے کہ ہم ظالم ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی قوم ہلاک نہیں ہوئی جب تک کہ خود انہوں نے اقرار نہ کرلیا کہ ہم ظالم تھے۔ ابن سنان کہتے ہیں کہ میں نے عبدالملک ابن میسرہ سے پوچھا کہ ایسا کیوں کر ہے؟ کہا اس آیت سے۔ ابن جریر نے اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ آیت وحدیث میں تطابق ہے۔

تنبیہ: ما انزل الیکم قرآن وسنت دونوں کو شامل ہے کہ فرمایا گیا ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ [النجم: ۳، ۴] پس حدیث بھی وحی خفی ہوئی جو خدا کی طرف سے آئے۔ [کبیر و بیضاوی] اور بیاتاً سے رات کو عذاب آنا مراد ہے جیسا کہ قوم لوط پر آیا اور قائلون سے دوپہر کو آرام کرتے میں عذاب آنا مراد ہے جیسے کہ قوم شعیب پر ایک بار رات میں اور ایک بار دن

www.waseemziyai.com

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝٦ فَلَنَقُصَّنَّ

تو بے شک ضرور ہمیں پوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول گئے اور بے شک ضرور ہمیں پوچھنا ہے رسولوں سے تو ضرور ہم

عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝٧ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ

ان کو بتادیں گے اپنے علم سے اور ہم کچھ غائب نہ تھے۔ اور اس دن تول ضرور ہونی ہے تو

مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝٨ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ

جن کے پلے بھاری ہوئے وہی مراد کو پہنچے۔ اور جن کے پلے ہلکے ہوئے تو وہی ہیں

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝٩ وَلَقَدْ

جنھوں نے اپنی جان گھاٹے میں ڈالی ان زیادتیوں کا بدلا جو ہماری آیتوں پر کرتے تھے ف۳۰ اور بے شک

میں عذاب نازل ہوا۔ اور ان وقتوں کو اس لیے خاص کیا ہے کہ ان وقتوں میں لوگ آرام کرتے ہوتے ہیں اور اس میں کفار کے لیے وعید وتخویف ہے۔ [سراج] جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے: ﴿اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ﴾ [الاعراف: ۹۷، ۹۸] کیا اہل قریہ بے خوف ہیں اس سے کہ ہمارا عذاب ان پر رات کو آئے اور وہ سوتے ہوں۔ کیا بستی والے مامون ہیں اس سے کہ ہمارا عذاب ان پر دن میں آئے اور وہ کھیلتے ہوں۔

(۳۰۔ آیت: ۶ تا ۹) گزشتہ آیت میں فرمایا گیا تھا کہ جو انبیا کی مخالفت اور تکذیب کرے گا وہ دنیا میں مبتلائے عذاب ہوگا اس آیت میں ان کی آخرت کی حالت بیان فرمائی گئی ہے کہ بے شک ہم ان سے جن کے پاس رسول بھیجے گئے تھے پوچھیں گے اور رسولوں سے بھی پوچھیں گے پس ہم انہیں اپنے علم سے بتادیں گے اور ہم غائب نہ تھے۔ اور اس روز اعمال کی تول ضرور ہوگی تو جس کی نیکیوں کے پلے بھاری ہوں گے وہی مراد کو پہنچیں گے اور جن کے پلے ہلکے ہوں گے وہ ہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جان ہماری آیتوں پر زیادتی کرنے کی وجہ سے گھاٹے میں ڈالی۔ رسولوں سے تو یہ پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے ہمارا پیام اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا تھا۔ اور امتوں سے یہ پوچھا جائے گا کہ کیا تمہارے پاس ہمارے رسول گئے تھے اور انہوں نے ہمارا پیام تمہیں پہنچایا تھا اور یہ سوال طلب علم کے لیے نہ ہوگا کہ اللہ کو سب حال معلوم ہے بلکہ انہیں سرزنش کرنے اور اتمام حجت کے لیے ہوگا۔ پھر خود ان کا حال بیان فرمائے گا یعنی ان کے نامہ اعمال ان پر بولیں گے اور جو کچھ انہوں نے کیا کرایا ہوگا سب بتادیں گے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے۔ ﴿هٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ﴾ [الجاثیہ: ۲۹] یہ ہماری کتاب ہے جو ان پر حق کے ساتھ بولے گی یعنی گواہی دے گی۔ [معالم] (عن ابن عباس) پھر تبلیغ وتعمیل کے بارے میں پوچھ گچھ کے بعد ان کے اعمال تولے جائیں گے۔ ان کے تولنے کے لیے میزان قائم کی جائے گی اس کی ایک زبان دو پلے ہوں گے اور وہ اس قدر بڑے ہوں گے کہ ایک پلہ میں زمین وآسمان اور جو کچھ اس میں ہے آجائے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے "اخرجه السكاكي" [جلالین وکمالین] اور وزن اعمال اتمام حجت اور اظہار عدل وانصاف کے لیے ہوگا اور اس لیے کہ مسلمان وزن اعمال سے خبردار ہو جائیں اس پر ایمان لائیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ ترازو میں اعمال تولے جائیں گے یا نامہ اعمال تولے جائیں گے یا صاحب اعمال تولے جائیں گے بعض کے نزدیک اعمال تولے جائیں گے اگرچہ وہ عرض ہوں گے مگر قیامت کے دن وہ جوہر ہو جائیں گے ابن عباس وغیرہ کا یہی قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ نیک عمل اچھی صورت میں اور برے عمل بری صورت میں لائے جائیں گے اور وہ میزان میں رکھے جائیں گے اور بعض کے نزدیک نامہ اعمال تولے جائیں گے۔ سراج وبیضاوی میں ہے کہ جمہور کے نزدیک نامہ اعمال میزان میں تولے جائیں گے اس کے ایک زبان اور دو پلے ہوں گے سب لوگ اسے دیکھتے ہوں گے اور وہ عدالت ظاہر کرنے اور عذر قطع

www.waseemziyai.com

کرنے کے لیے قائم کی جائے گی۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن میری امت کا ایک آدمی پکارا جائے گا۔ اس کے ۹۹ رنامۂ اعمال کھولے جائیں گے ہر اک کی درازی بقدر مدنظر ہوگی پھر اس سے پوچھا جائے گا کیا تجھے ان میں سے کسی چیز سے انکار ہے یا فرشتوں نے لکھنے میں تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا پروردگار کچھ نہیں۔ تو اللہ فرمائے گا تجھے کچھ عذر ہے یا تیری کوئی نیکی ہے؟ وہ عرض کرے گا نہیں پروردگار کچھ نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تیری حق تلفی نہ ہوگی پھر ایک پرچہ جس پر اشهدان لا إله إلا الله و أشهد أن محمدا عبده و رسوله لکھا ہوگا نکالا جائے گا۔ وہ عرض کریگا پروردگار اس پرچہ کی اس طومار کی آگے کیا حقیقت ہے۔ ارشاد ہوگا آج تجھ پر ظلم نہ ہوگا پھر وہ پرچہ ایک پلہ میں اور کل اعمال نامے دوسرے پلہ میں رکھے جائیں گے تو پرچہ کا پلہ بھاری ہوگا اور اعمال نامے کا ہلکا۔ [رواہ ابن ماجہ ومردویہ وبیہقی وغیرہ] کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز حضرت آدم علیہ السلام ایک شخص کو دیکھیں گے کہ فرشتے اسے دوزخ میں لیے جاتے ہیں آپ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آواز دیں گے حضور لبیک فرمائیں گے وہ کہیں گے کہ تمہارے ایک امتی کو فرشتے دوزخ میں لیے جاتے ہیں پس حضور بے قرار ہو کر دوڑیں گے اور فرشتوں سے فرمائیں گے اے میرے رب کے فرشتو ذرا ٹھہرو وہ کہیں گے کیا آپ نے اپنے رب کا فرمان ۔ ﴿لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ [التحریم: ٦] نہیں سنا۔ پس حضور بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گے کہ اے میرے رب فرشتے میری اطاعت نہیں کرتے حکم ہوگا۔ اطيعوا محمداً. اطاعت کرو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔ پس آپ ان سے فرمائیں گے اسے میزان پر لے چلو وہ اسے میزان پر لائیں گے آپ اس کے اعمال تلوائیں گے گناہوں کا پلہ بھاری اور نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوگا تب آپ ایک پرچہ نکال کر نیکیوں کے پلہ میں رکھ دیں گے جس پر اس نے درود لکھا ہوگا۔ پس نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائے گا وہ شخص رستگاری پائے گا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔ بعض علما کے نزدیک صاحب اعمال کا وزن ہوگا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: قیامت کے دن موٹے آدمی لائے جائیں گے مگر اللہ کے نزدیک ان کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا پھر آیت: ﴿فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾ [الکھف: ١٠٥] تلاوت فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے مناقب میں ہے کہ فرمایا حضور نے کہ عبداللہ کی پنڈلیاں دیکھ کر تعجب کرتے ہو خدا کی قسم اس کی دونوں پنڈلیاں قیامت کے دن میزان میں کوہ احد سے بھی زیادہ گراں ہوں گی۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اگر یہ تینوں قول صحیح مانے جائیں تو ان میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ بعض کے اعمال کا، بعض کے نامۂ اعمال کا، اور بعض صاحب عمل کا وزن ہوگا۔ اور ان اقوال میں میزان کو واقعی ترازو مانا گیا ہے اور وزن سے واقعی تولنا مراد لیا گیا ہے اور یہی قرآن وحدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے تمام صحابہ کا یہی مذہب تھا اور انہوں نے ان نصوص کا یہی مطلب سمجھا تھا۔ پس جب میزان اور وزن کا ثبوت دلیل یقینی سے ہوا تو اس پر ایمان لانا واجب ہے اگرچہ ہماری عقل اس کے سمجھنے سے قاصر ہے ہم کو اس کا علم اللہ پر چھوڑنا چاہیے اور اس کی کیفیت میں بحث نہ کرنا چاہیے۔ قسطلانی شرح مواقف میں ہے کہ شریعت میں جو صراط و میزان اور حساب اور نامہ اعمال پڑھے جانے اور حوض کوثر اور شہادت اعضا کی خبر دی گئی ہے وہ سب حق ہے اس میں تاویل کی گنجائش نہیں کہ ان سب باتوں پر اللہ قادر ہے اور مخبر صادق نے ان کی خبر دی ہے اور قول مخالف ظاہر ہونے سے پہلے اس پر سب مسلمانوں کا اجماع تھا قرآن وحدیث اس پر ناطق ہیں اس میں شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ [اکسیر] یہی مذہب اہل سنت وجماعت کا ہے خلافاً للمعتزلة. اور بعض نے وزن کے معنی موازنہ کے لیے ہیں یعنی قیامت کے دن نیکی وبدی کا موازنہ ہوگا اور وزن دمیزان بمعنی عدل وقضا ہے۔ یعنی عدل کے ساتھ نیکی وبدی کا مقابلہ کیا جائے گا۔ مجاہد سے یہی مروی ہے اور زجاج کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ رہا یہ کہ مومن وکافر دونوں کے اعمال تولے جائیں گے یا صرف مومن کے، بعض کے نزدیک صرف مومن کے تولے جائیں گے اور کفار کے یوں ہی اکارت جائیں گے۔ اور بعض کے نزدیک دونوں کے تولے جائیں گے۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ داؤد علیہ السلام نے میزان دیکھنے کی خواہش کی پس انہیں دکھائی گئی عرض کی الٰہی اس کے پلے حسنات سے بھرنے کی کس میں طاقت ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں جس سے راضی ہوں گا ایک

www.waseemziyai.com

مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا

ہم نے تمھیں زمین میں جماؤ دیا اور تمہارے لیے اس میں زندگی کے اسباب بنائے بہت ہی کم

تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ ع ۱۰ ۸

شکر کرتے ہو اور بے شک ہم نے تمھیں پیدا کیا پھر تمہارے نقشے بنائے پھر ہم نے ملائکہ سے فرمایا

اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾

کہ آدم کو سجدہ کرو تو وہ سب سجدے میں گرے مگر ابلیس یہ سجدہ والوں میں نہ ہوا۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ

فرمایا: کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا بولا میں اس سے بہتر ہوں

خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا

تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا فرمایا! تو یہاں سے اتر جا

فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾

تجھے نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر غرور کرے، نکل تو ہے ذلت والوں میں

قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾

بولا مجھے فرصت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں۔ فرمایا: تجھے مہلت ہے

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ﴿۱۶﴾ ثُمَّ

بولا تو قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا پھر

لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ

ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور پیچھے اور دہنے

وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اخْرُجْ

اور بائیں سے اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا فرمایا: یہاں سے نکل جا

مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ

رد کیا گیا۔ راندہ ہوا، ضرور جو اُن میں سے تیرے کہے پر چلا، میں تم سب سے جہنم

چھوارے سے اس کا پلہ بھر دوں گا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جبریل صاحب میزان ہوں گے۔ انہیں وزن کرنے اور ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دینے اور مظلوم کی برائیاں ظالم کو دینے کا حکم ہوگا۔ [خازن]

www.waseemziyai.com

مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ

بھر دوں گا ف۳۱ اور اے آدم! تو اور تیرا جوڑا جنت میں رہو تو اس میں سے

حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾

جہاں چاہو کھاؤ اور اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو گے۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا

پھر شیطان نے ان کے جی میں خطرہ ڈالا کہ ان پر کھول دے ان کی شرم کی چیزیں جو اُن سے چھپی تھیں

وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا

اور بولا تمہیں تمہارے رب نے اس پیڑ سے اسی لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم

مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ

دو فرشتے ہوجاؤ یا ہمیشہ جینے والے اور ان سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا

النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا

خیر خواہ ہوں۔ تو اتار لایا انہیں فریب سے پھر جب انھوں نے وہ پیڑ چکھا ان پر ان کی شرم کی چیزیں

(۳۱۔آیت:۱۰تا۱۸)ان آیات میں اولادِ آدم پر اوران کے جدامجد آدم علیہ السلام پر جوانعام واحسان فرمائے گئے تھے ان کا ذکر فرمایا گیا ہے اور شیطان کا انہیں بہکانا اور راندۂ درگاہ ہونا اور اس کا مکالمہ وغیرہ باتیں بیان کی گئی ہیں۔ پڑھیے ترجمہ۔ پہلا احسان تو یہ ہے کہ ہم نے تمہیں زمین میں ٹھہرایا رہنے بسنے کو جگہ دی۔ دوسرا یہ کہ ہم نے اس میں تمہارے لیے زندگی بسر کرنے کے اسباب بنائے تم بہت کم اس کا شکریہ ادا کرتے ہو۔ تیسرا یہ کہ ہم نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر تمہارے نقشے صورتیں بنائیں یعنی پہلے تمہارا مٹی سے خمیر کیا مادّہ بنایا پھر اسے صورت پہنائی یہ خطاب بنی آدم سے ہے مگر مراد اس سے آدم علیہ السلام ہیں۔[بیضاوی] اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ ہم نے تم کو باپ کی پشت میں پیدا کیا اور ماں کے پیٹ میں تمہاری شکل وصورت بنائی۔ چوتھا یہ کہ تمہاری عزت افزائی کے لیے فرشتوں کو انہیں سجدہ تعظیمی کرنے کا حکم دیا پس سب فرشتوں نے انہیں سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا کہ جب میں نے تجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا تو کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے روکا۔ تو اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں کہ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا اور آگ مٹی سے بہتر اور روشن ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو یہاں سے اتر جا تجھے ملائکہ میں رہ کر غرور کرنا لائق نہ تھا پس تو یہاں سے نکل جا بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے۔ حدیث میں ہے جس نے اللہ کے لیے تواضع کی اللہ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ اسے مرتبہ سے گرا دیتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلے جس نے قیاس کیا اور اس میں خطا کی وہ ابلیس ہے پس جو دین میں اپنی رائے سے قیاس کرے گا وہ ابلیس کے ساتھ ہوگا۔[معالم] حسن وابن سیرین فرماتے ہیں کہ ابلیس کا جواب قیاسی تھا اور وہ پہلا قیاس کرنے والا ہے۔ ابن جریر و بیضاوی کہتے ہیں کہ ابلیس نے قیاس میں غلطی پر غلطی کی کہ بالکل عنصر پر فضیلت کو تصور کیا اور جو فضیلت باعتبار فاعل کے ہوتی ہے اس سے غافل رہا کہ سورہ جن میں ﴿ خلقت بیدی ﴾ اور سورہ حجر میں ﴿وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ﴾ [ص: ۷۲] فرمایا گیا ہے اور اس کا جواب متعدد گناہوں پر مشتمل ہے کہ

www.waseemziyai.com

سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا

کھل گئیں اور اپنے بدن پر جنت کے پتے چپٹانے لگے اور انہیں

رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

ان کے رب نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں اس پیڑ سے منع نہ کیا اور نہ فرمایا تھا کہ شیطان

لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۖ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا

تمہارا کھلا دشمن ہے۔ دونوں نے عرض کی اے رب ہمارے! ہم نے اپنا آپ برا کیا تو اگر تو ہمیں نہ بخشے

وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔ فرمایا: اترو تم میں ایک دوسرے کا

عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ

دشمن اور تمہیں زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور برتنا ہے۔ فرمایا:

فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ ع ۲ ۱۵ ۹

اسی میں جیوگے اور اسی میں مرو گے اور اسی میں سے اٹھائے جاؤ گے ف۳۲ اے آدم کی اولاد!

:اول: تو اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ دوسرے: ترک ادب کیا۔ تیسرے: فرشتوں کی جماعت کی مخالفت کی۔ چوتھے: تکبر و غرور کیا۔ پانچویں: آدم علیہ السلام کی تحقیر کی۔ چھٹے: ان سے حسد کیا۔

جب شیطان راندۂ درگاہ ہوا تو بولا مجھے اس روز تک کی مہلت دے جس روز مردے زندہ کر کے اٹھائے جائیں یعنی نفخہ ثانیہ تک کی۔ اس دعا میں بھی شیطان نے چالاکی کی کہ بعد نفخۂ ثانیہ موت نہ ہوگی ہمیشہ زندہ رہیں گے مگر اللہ تعالیٰ دلوں کے حال سے واقف ہے لہٰذا اس کی دعا بمصلحت قبول تو کی مگر وقت معلوم کی قید لگائی جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ﴾ یعنی نفخۂ اولیٰ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھے مہلت ہے۔ تو اس نے کہا کہ قسم ہے اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی اولاد آدم کی تاک میں تیرے سیدھے راستہ پر بیٹھوں گا اور میں ان کے داہنے بائیں آگے پیچھے سے بہکاؤں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔ تو اس سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا نکل جا یہاں سے مردود و راندہ درگاہ ہوا۔ جو ان میں سے تیرے کہنے پر چلے گا میں تم سب سے جہنم بھر دوں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما و مجاہد کہتے ہیں کہ چوں کہ اوپر اور نیچے کی طرف سے بندوں کے پاس آنا اس کی طاقت سے باہر تھا کہ رحمت الٰہی حائل تھی لہٰذا چار سمتوں سے آنے کو کہا ہے اور چار طرف سے آنے کی مراد میں اختلاف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں ہر طرف سے آ کر انہیں بہکاؤں گا اور سب بھلائی کے راستوں سے انہیں روکوں گا اور برائی کے راستوں کو انہیں اچھا کر دکھاؤں گا۔ [ابن جریر] اور شیطان کا بندوں کے پاس بہکانے کو آنا حقیقتاً ممکن ہے ایک بار حضور نے اسے پکڑ لیا تھا یا اس کے وسوسہ ڈالنے کو آنے سے تعبیر کیا ہے اسی لیے حدیث میں ہر جہت سے شیطان سے پناہ مانگنا آیا ہے۔ اللھم احفظنی من بین یدی وعن خلفی وعن یمینی وعن شمالی وعن فوقی واعوذبك اللھم ان اغتال من تحتی. [رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ]

(۳۲۔ آیت: ۱۹ تا ۲۵) یہ آیات گزشتہ آیات کے ساتھ مربوط ہیں جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو دھتکار دیا تو آدم علیہ السلام

www.waseemziyai.com

سے فرمایا تو اور تیری زوجہ جنت میں جا کر رہو اور اس میں جہاں چاہو کھاؤ مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا یعنی اسے نہ کھانا کہ تم حد سے بڑھنے والوں میں ہو گے۔ پس وہ جنت میں جا کر رہنے لگے تو شیطان نے انہیں ورغلایا اور ان کے دل میں خطرہ ڈالا تا کہ ان کی چھپی ہوئی شرمگاہیں کھول دے اور ان سے کہا کہ تمہیں تمہارے رب نے اس پیڑ سے کھانے کو اس لیے منع کیا ہے کہ کہیں تم فرشتے ہو جاؤ یا ہمیشہ زندہ رہنے والے ہو جاؤ اور قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور مسلمان اکثر اللہ کی قسم سے دھوکا کھاتا ہے پس شیطان نے انہیں دھوکا دے کر ان کے مرتبہ سے اتارا۔ [قتادہ] اور وہ پہلا اللہ کی جھوٹی قسم کھانے والا ہے پھر جب انہوں نے شیطان کے دھوکا دینے سے وہ پیڑ چکھا تو ان کی شرم گاہیں کھل گئیں، یعنی لباس نورانی اتر پڑا ہر ایک کی شرم گاہ دوسرے کو نظر آنے لگی اس سے پہلے دکھائی نہیں دیتی تھی۔ [ابن عباس] تب وہ دونوں انہیں بوجہ حیا کے جنت کے پتوں سے چھپانے لگے اور وہ پتے انجیر کے تھے۔ [ابن عباس] اس سے معلوم ہوا کہ بے ضرورت ستر کھولنا طبعاً قبیح ہے اگرچہ تنہا ہو۔ [بیضاوی] اور شرعاً بھی ممنوع ہے حتی کہ غسل خانہ میں بھی ننگا ہو کر نہانا مکروہ ہے۔ [کمافی الطحاوی] تب ان کے رب نے ان سے فرمایا کہ میں نے تمہیں اس پیڑ کے پاس جانے سے منع نہیں کیا تھا اور نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟ تو انہوں نے عرض کی اے ہمارے رب ہم نے برا کیا اپنے نفسوں پر اگر تو ہم پر رحم نہ فرمائے گا اور ہمارا قصور معاف نہ کرے گا تو ہم ضرور نقصان پانے والوں میں سے ہوں گے۔ تو اللہ نے ان سے فرمایا اب تم یہاں سے اترو تم میں کا ہر ایک دوسرے کا دشمن ہو گا یعنی شیطان میں اور تمہاری اولاد میں ہمیشہ عداوت رہے گی۔ اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور اس کی چیزیں برتنا ہے اور اس میں جیو گے اور مرو گے اور اس میں سے قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔

تنبیہ: شیطان اور آدم علیہ السلام کا قصہ قرآن عظیم میں سات جگہ بیان ہوا ہے۔ (۱) سورہ بقرہ میں (۲) اسی سورہ میں (۳) سورہ حجر میں (۴) سورہ بنی اسرائیل میں (۵) سورہ کہف میں (۶) سورہ طہ میں (۷) سورہ ص میں۔ اور اھبطوا کا خطاب آدم وحوا اور ان کی ذریت سے ہے جو ان کی صلب میں تھی یا آدم وحوا اور ابلیس کو ہے۔ حضرت ثابت بنانی سے روایت ہے کہ جب آدم علیہ السلام زمین پر اتارے گئے اور ان کی وفات کا وقت آیا اور فرشتوں نے انہیں گھیرا تو حضرت حوا نے ان کے گرد گھومنا شروع کیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے حوا سے کہا کہ میرے رب کے فرشتوں کا راستہ چھوڑ دے تجھی نے مجھے مصیبت میں ڈالا پس جب ان کی وفات ہوئی تو فرشتوں نے انہیں پانی میں بیری کے پتے ڈال کر ایک بار نہلایا۔ اور خوشبو لگائی اور طاق کپڑوں میں کفنایا۔ اور قبر کھود کر انہیں دفن کیا سراندیپ میں ان کی قبر ہے اور ان کی اولاد سے کہا یہی طریقہ تمہارے لیے مقرر ہوا ہے۔ [سراج ومعالم]

تنبیہ: یہ روایت میت کو غسل وکفن دینے اور دفن کرنے کی اصل اور شریعت قدیمہ ہے۔ کما فی الدر المختار والطحطاوی. اور اس سے مردے کو غسل دینے کے پانی میں بیری کے پتے ڈالنا اور کفن میں خوشبو لگانا ثابت ہے۔ جیسا کہ امام بخاری ومسلم نے روایت کی ہے کہ حضور نے ام عطیہ سے اپنی صاحب زادی (زینب) کے غسل دینے کے وقت اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک صحابی کو نہلاتے وقت پانی میں بیری کے پتے ڈال کر نہلانے کو فرمایا اور حضور اور اصحاب حضور کو ہر حال میں خوشبو لگانا محبوب تھا خواہ زندگی میں لگائی جائے یا مرنے کے بعد لگائی جائے اور وفات کے وقت حضور کے حنوط کی خوشبو ملی گئی۔ کمافی المقامة المسکینة للسیوطی رحمة الله تعالیٰ علیه اور حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قریب وفات مولا علی کرم اللہ وجہہ سے پانی منگا کر غسل فرمایا اور کفن منگا کر پہنا اور کفن میں حنوط کی خوشبو ملی اور فرمایا مجھے کوئی نہ کھولے انہیں کپڑوں میں دفن کیا جائے۔ [رواہ الطبرانی و ابونعیم] اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور سے میت کے حنوط میں مشک ملانے کو پوچھا فرمایا کیا وہ تمہاری سب خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار نہیں ہے۔ (یعنی ہے) رواہ الامام محمد رحمة الله تعالیٰ علیه عن ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه فی کتاب الآثار. اور حنوط عرب میں ایک مرکب خوشبو کا نام ہے جیسے ہمارے یہاں عطر۔ درمختار وغیرہ میں ہے: وھو عطر مرکب من اشیاء طیبة۔ یعنی حنوط عطر مرکب ہے اشیائے خوشبودار سے۔ لہذا ہمارے علمائے کرام وفقہائے عظام نے کفن کو معطر وخوشبودار کرنے کو

www.waseemziyai.com

قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ

بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو اور

التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾

پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بھلا یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ

اے آدم کی اولاد! خبردار تمہیں شیطان فتنے میں نہ ڈالے جیسا، تمہارے ماں باپ کو بہشت سے

مطلقاً جائز فرمایا خواہ وہ عطر مشکی وعنبری وغیرہ کے ملنے سے ہو یا اگر عود وعنبر وغیرہ کی دھونی دینے سے ہو عامہ کتب فقہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے اور تحسنیط وتجمیر اکفان کا حکم دیا گیا ہے بلکہ ہر ہر پارچہ کفن پر علاحدہ علاحدہ خوشبو ملنے چھڑکنے کو بتایا گیا ہے۔ غنیۃ شرح منیہ میں صفت تکفین بیان کرتے ہوئے فرمایا پہلے کفن کی چادر کسی دری یا چٹائی پر بچھائی جائے اور اس پر خوشبو چھڑکی ملی جائے پھر اس پر ازار یعنی دوسری چادر بچھائی جائے اور اس پر خوشبو ملی جائے پھر اس پر کفنی بچھائی جائے اور اس پر خوشبو لگائی جائے پھر اس میں میت کو رکھا جائے اور اس کے سر و داڑھی پر خوشبو لگائی جائے مگر تھانوی صاحب نے بہشتی زیور حصہ دوم میں کفن میں خوشبو لگانے کو جہالت لکھا ہے اور غیر مشروع بتایا ہے گویا تحسنیط وتجمیر اکفان ان کے نزدیک مسنون ومشروع نہیں ہے جہالت ہے۔ ولاحول ولاقوۃ إلاباللہ العلی العظیم. یوں ہی اس میں، کفن یا قبر میں عہد نامہ رکھنے یا میت کے کفن یا سینہ پر کلمہ وغیرہ کوئی دعا لکھنے کو ناجائز لکھا ہے حالاں کہ علماے کرام وفقہاے عظام نے اپنی تصانیف منیفہ میں اس کے جواز کی تصریح فرمائی ہے اور لکھا ہے کہ میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ لکھنے میں مغفرت کی امید ہے۔ اور بعض ائمہ دین نے اپنے وصال کے وقت بہ امید مغفرت وحصول برکت اپنی پیشانی وسینہ پر بسم اللہ لکھنے کی وصیت فرمائی پس وہ لکھی گئی۔ جب وہ خواب میں نظر آئے تو ان سے پوچھا گیا فرمایا جب میں قبر میں رکھا گیا اور ملائکہ عذاب نے آکر میری پیشانی پر بسم اللہ لکھی دیکھی تو بولے تجھے عذاب الٰہی سے امان ہے۔ کمافی الغنیۃ عن کفایۃ الشعبی والتاتار خانیۃ ومنتقی والدرالمختار. اور وجیز امام کردری پھر درالمختار میں بزازیہ سے ہے کہ امام ابوالقاسم صفار نے فرمایا کہ میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ لکھنے میں اس کی مغفرت اور عذاب قبر سے مامون رہنے کی امید ہے۔ اور امام نصیر نے اس کی تائید میں فرمایا کہ یہ میت کے ساتھ عہد نامہ رکھنے کے جواز کی روایت ہے۔ اور شبہ تلوث نجاست وبے ادبی دور کرنے کے لیے فرمایا کہ اصطبل فاروقی میں گھوڑوں کی رانوں پر حبیس فی سبیل اللہ لکھا ہوا تھا۔ بلکہ امام ترمذی نے نوادر الاصول میں روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہ دعا کاغذ پر لکھ کر میت کے سینہ اور کفنی کے درمیان رکھے گا اسے عذاب قبر نہ ہوگا اور نہ وہ منکر نکیر کو دیکھے گا پھر یہ روایت کر کے فرمایا کہ۔ امام طاؤس سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ کلمات لکھنے کی وصیت فرمائی پس وہ ان کے کفن پر لکھے گئے۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جب کفن پر عہد نامہ لکھنے کے جواز اور اس کی اصل کو پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا روایت ترمذی اس کی اصل ہے اور فقیہ ابن عجیل اس کا حکم فرماتے تھے۔ پھر انہوں نے زکوۃ کے جانوروں پر للہ لکھے ہونے پر قیاس کر کے جواز کتابت علی الکفن کا فتوی دیا اور اسے بعض دیگر علما نے برقرار رکھا کہ نیک نیتی سے غرض صحیح کے لیے اس کا کرنا مباح ہوگا کمافی ردالمحتار۔ اور طبرانی کی اسی روایت میں ہے کہ حضور کے چچازاد بھائی کثیر ابن عباس نے اپنے کفن کے کونوں پر لا الہ الا اللہ لکھا تھا اور حضرت مولانا مولوی شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں اپنے والد کے حال میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے وقت وفات وصیت فرمائی کہ ایک پرچہ کاغذ پر ایسے کلمات وابیات جو مناسب معنی عفو ومغفرت ہوں لکھ کر میرے کفن میں رکھنا اور کچھ اشعار اور کلمات لکھنے کو بتائے جو اس میں مذکور ہیں۔ حضرت مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلہ کو مدلل ومفصل

www.waseemziyai.com

يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ

نکالا اتروا دیے ان کے لباس کہ ان کی شرم کی چیزیں انھیں نظر پڑیں بے شک وہ اور اس کا کنبہ

وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ

تمھیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انھیں نہیں دیکھتے بے شک ہم نے شیطانوں کو ان کا دوست کیا ہے

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا

جو ایمان نہیں لاتے۔ ۳۳ اور جب کوئی بے حیائی کریں تو کہتے ہیں ہم نے

عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ

اس پر اپنے باپ دادا کو پایا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا تم فرماؤ: بے شک اللہ بے حیائی کا

بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَمَرَ

حکم نہیں دیتا کیا اللہ پر وہ بات لگاتے ہو جس کی تمھیں خبر نہیں۔ تم فرماؤ!

رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۟ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ

میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور اپنے منہ سیدھے کرو ہر نماز کے وقت اور اس کی عبادت کرو

اپنے رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن میں لکھا ہے یہ اسی کا خلاصہ ہے۔ تو تھانوی صاحب کا قول بلا دلیل ان ائمہ مذکورین کے اقوال کے خصوصاً حدیث ترمذی وروایت طبرانی کے مقابلہ میں کیا وقعت رکھتا ہے اور کیسے معتبر ہوسکتا ہے واللہ الھادی لمن یشاء۔

(۳۳۔ آیت: ۲۶ تا ۲۷) شان نزول ان آیات کی ﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ﴾ تک یہ ہے جو روایات شان نزول کا مجموعہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں سوا قریش کے سب مرد عورتیں برہنہ ہوکر طواف کعبہ کیا کرتے تھے۔ مرد دن میں اور عورتیں رات میں طواف کیا کرتے تھے اور اپنی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ گناہوں کے کپڑوں میں ہم طواف نہیں کرتے ہیں۔ [سراج، معالم] اور ایام حج میں عموماً پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے تھے اور بعض گھی، دودھ، گوشت کھانا ترک کرتے اور اسے ثواب کا کام سمجھتے تھے۔ جب ان سے ایسا کرنے کی وجہ پوچھی جاتی تو کہتے کہ ہمارے بڑے ایسا ہی کرتے تھے ان کے ان خیالات فاسدہ ورسوم مذمومہ کے رد میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے آدم کی اولاد ہم نے تو تمہاری آرائش اور ستر چھپانے کے لیے لباس اتارا یعنی پیدا کیا۔ کما قال: ﴿و انزلنا الحدید﴾ بیضاوی کہتے ہیں کہ اس سے پہلے قصہ آدم اس لیے بیان ہوا کہ معلوم ہوجائے کہ پہلی برائی جو شیطان سے انسان کو پہنچی وہ ستر کھلانا ہے۔ خازن میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام زمین پر اتارے گئے تو ان کے دین ودنیا کی حاجت کی چیزیں مہیا کردی گئیں۔ من جملہ ان کے لباس ہے جس کی ضرورت دین ودنیا کے لیے تھی کہ نماز میں ستر چھپانے اور سردی اور گرمی سے بچنے کے کام آتا ہے پس یہ اللہ کا بندوں پر انعام واحسان ہے جس کا ذکر فرمایا گیا ہے اور پرہیزگاری کا لباس سب لباسوں سے بھلا ہے کہ اس میں ستر پوشی بھی ہے اور زینت بھی ہے۔ حدیث میں ہے جو شخص جیسی خصلت اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ظاہر میں بھی ویسا ہی لباس پہناتا ہے اگر اچھی خصلت ہے تو اچھا لباس [illegible] خصلت ہے تو برا لباس پہناتا ہے پھر آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ یہ لباس پیدا کرنا اللہ کی نشانیوں قدرت کی دلیلوں میں سے ہے کہ کہیں وہ نصیحت پزیر ہوں اور قبیح باتوں سے بچیں اور اس کی نعمت کا شکر ادا کریں۔

www.waseemziyai.com

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَرِيْقًا

نرے اس کے بندے ہوکر جیسے اس نے تمہارا آغاز کیا ویسے ہی پلٹو گے ایک فرقے کو

هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا

راہ دکھائی اور ایک فرقے کی گمراہی ثابت ہوئی انھوں نے

الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو والی بنایا اور سمجھتے یہ ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔ ف۳۴

يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا

اے آدم کی اولاد! اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ اور کھاؤ اور پیو

وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ ع ۳ ۱۰

اور حد سے نہ بڑھو بے شک حد سے بڑھے اسے پسند نہیں۔ تم فرماؤ: کس نے حرام کی

حدیث میں ہے جو شخص نیا کپڑا پہن کر کہے گا: الحمد لله الذی کسانی ما اواری به عورتی واتجمل به فی حیاتی. اور پرانے کو صدقہ کرے گا وہ اللہ کی پناہ میں زندگی میں اور بعد موت رہے گا۔ [رواہ الترمذی وابن ماجہ] پھر فرمایا: اے آدم کی اولاد خبردار شیطان تمہیں فتنہ میں نہ ڈالے جیسا کہ تمہارے ماں باپ کو بہکا کر بہشت سے نکالا، کپڑے اتروائے کہ ان کی شرم گاہیں انھیں نظر آنے لگیں۔ بے شک شیطان اور اس کا کنبہ تمہیں دیکھتا ہے اور تم انھیں لطافت جسم کی وجہ سے نہیں دیکھتے ہو۔ بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا دوست کیا ہے جو ایمان نہیں لاتے ہیں۔

تنبیہ: "وریشا" سے لباس زینت مراد ہے گویا ہم نے تمہارے لیے دو لباس اتارے ایک ستر چھپانے کے لیے دوسرا زینت حاصل کرنے کے لیے۔ کما قال تعالیٰ: ﴿لترکبوها وزینة﴾ وقال ﴿ولکم فیها جمال﴾ حدیث میں ہے اللہ جمیل ہے اور وہ جمال کو محبوب رکھتا ہے۔ [مدارک وغیرہ] اور لباس تقویٰ سے حضرت ابن عباس کے نزدیک اعمال صالحہ واخلاق حسنہ مراد ہیں۔ زید ابن اسلم کہتے ہیں کہ لباس تقویٰ بھی یہی لباس مذکورہ ہے اسے لباس تقویٰ اس لیے کہا گیا ہے کہ آدمی خدا کے خوف سے اس سے اپنا ستر ڈھانکتا ہے پس وہ لباس تقویٰ ہوا۔ [ابن کثیر] اور شیاطین اجسام لطیفہ ہونے کے سبب آدمیوں کو نہیں دکھائی دیتے ہیں وہ اور ان کا قبیلہ از قسم جنات ہیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ قدرت عطا فرمائی کہ وہ آدمی کے رگ وریشہ میں خون کی طرح پھرتا ہے اور آدمیوں کے دلوں میں رہتا ہے۔ سوا اہل اللہ کے۔ کما قال تعالیٰ: ﴿یوسوس فی صدور الناس﴾ بیضاوی وغیرہ نے لکھا ہے کہ شیطان کا نظر نہ آنا جب ہے کہ وہ اپنی اصلی صورت میں ہو اور جو دوسری شکل میں ہو تو دیکھا جاتا ہے کہ اسے شکل بدلنے کی قدرت عطا فرمائی گئی ہے اور بارہا وہ سانپ کتے آدمی کی شکل میں دیکھا گیا ہے۔ سراج میں ہے کہ ہمارے شیخ قاضی زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے اس کا دیکھنا اس جہت سے حق ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ظاہر ہے۔

(۳۴۔ آیت: ۲۸ تا ۳۰) یہ آیات بھی گزشتہ سے پیوستہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا ایسا ہی کرتے تھے۔ اور خدا نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ اے نبی تم ان سے فرماؤ کہ اللہ بے حیائی کے کام کرنے کا حکم نہیں دیتا ہے۔ کیا اللہ پر وہ بات لگاتے ہو جس کی تمہیں خبر نہیں ہے۔ پڑھیے ترجمہ۔

www.waseemziyai.com

زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ

اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی اور پاک رزق

قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ

تم فرماؤ کہ وہ ایمان والوں کے لیے ہے دنیا میں اور قیامت میں تو خاص ان ہی کی ہے،

الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾ قُلْ اِنَّمَا

ہم یوں ہی مفصل آیتیں بیان کرتے ہیں علم والوں کے لیے ف۳۵ تم فرماؤ:

حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ

میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور گناہ

وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ

اور ناحق زیادتی اور یہ کہ اللہ کا شریک کرو جس کی اس نے

تنبیہ: حضرت عبداللہ بن عباس اور مجاہد کے نزدیک یہاں فاحشہ سے مراد برہنہ طواف کرنا ہے اور عطا کے نزدیک اس سے شرک مراد ہے۔ اور وہ ہر برے فعل کا نام ہے تمام گناہ کبیرہ وصغیرہ اس میں داخل ہیں اسے اطلاق پر حمل کرنا ممکن ہے اگرچہ سبب مخصوص ہے۔ [خازن] اور نماز کے وقت منہ سیدھا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ خدا کے لیے۔ خلوص سے قبلہ رخ ہوکر سجدہ کرو نماز پڑھو جہاں کہیں بھی ہو۔ یا یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف سیدھے کھڑے ہوکر متوجہ ہو نہ کسی غیر کی طرف اور اسی قبلہ کی طرف ہر مسجد میں جہاں اس کا وقت ہو ادا کرو تاخیر نہ کرو۔ (بیضاوی) پس آیت دلیل ہے نماز میں قیام فرض ہونے پر اور قبلہ رخ ہوکر پڑھنے پر اور مسجد میں ادا کرنے پر کوئی مسجد ہو۔ [احمدی] جاننا چاہیے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مرد کو ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک اور عورت کو سوا چہرہ اور قدم اور ہتھیلیوں کے تمام بدن نماز میں ڈھانکنا واجب ہے بلکہ اس کا وجوب عام ہے نماز میں ہو یا خارج نماز حتی کہ تنہائی میں بھی بے ضرورت نہ کھولے اور تفصیل اس کی کتب فقہ میں ہے۔

(۳۵۔ آیت: ۳۱، ۳۲) یہ آیت ﴿وَإِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً﴾ سے مربوط ہے کہ میانہ روی ہر کام میں پسندیدہ ہے خواہ وہ لباس ہو یا اور کوئی شی جیسا کہ اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے آدم کی اولاد جب تم مسجد میں جاؤ تو کپڑے پہن کر ستر ڈھک کر جاؤ اور کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو۔ حد سے نہ بڑھو کہ حد سے بڑھنے والے اللہ کو پسند نہیں ہیں اور اے نبی تم ان سے فرماؤ کس نے حرام کی ہے اللہ کی زینت یعنی زینت کی چیزیں اور پاک وحلال رزق جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے جیسے کپڑے، گوشت چکنائی وغیرہ کھانے پینے کی پاک چیزیں جنھیں تم ایام حج وطواف میں حرام کرتے ہو اس میں تمام کھانے، پینے پہننے کی چیزیں آگئیں اے نبی تم ان سے فرماؤ کہ یہ سب چیزیں دنیا میں ایمان والوں کے لیے ہیں اگرچہ تبعاً ان میں غیر بھی شریک ہیں اور آخرت میں تو وہ خاص انھیں کے لیے ہیں کوئی ان میں شریک نہیں۔

تنبیہ: اس آیت سے ستر ڈھانک کر کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کا وجوب ثابت کیا گیا ہے کہ زینت سے لباس اور عند کل مسجد سے نماز مراد ہے کما فی الھدایہ۔ یا یہ معنی ہیں کہ مسجد میں نماز پڑھنے طواف کرنے کے لیے کپڑے پہن کر ستر چھپا کر جاؤ برہنہ نہ جاؤ جیسا کہ اہل جاہلیت کیا کرتے تھے۔ اور نماز اچھے کپڑوں سے پڑھنا سنت ہے اور اس سے نماز میں ستر ڈھانکنے کا وجوب ثابت

www.waseemziyai.com

بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

سند نہ اتاری اور یہ کہ اللہ پر وہ بات کہو جس کا علم نہیں رکھتے۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً

اور ہر گروہ کا ایک وعدہ ہے تو جب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے

وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ

ہو نہ آگے۔ ف۳۶ اے آدم کی اولاد! اگر تمہارے پاس تم میں کے رسول آئیں

يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ

میری آیتیں پڑھتے تو جو پرہیزگاری کرے اور سنورے تو اس پر

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

نہ کچھ خوف اور نہ کچھ غم۔ اور جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں

ہے۔[بیضاوی] بالجملہ ﴿خذوا زینتکم﴾ میں چار قول ہیں: اول یہ کہ طواف کے لیے حکم ہے، دوسرے یہ کہ نماز کے لیے ستر چھپانے کا حکم ہے تیسرے یہ کہ جمعہ وعیدین کے لیے زینت کرنے کا حکم ہے، چوتھے یہ کہ ویسے ہی زینت سے رہنا مراد ہے مختار یہ ہے کہ نماز کے لیے ستر چھپانے کا حکم ہے اور وہ فرض ہے۔ رہا یہ کہ یہ حکم عام ہے یا خاص مسلمانوں کے لیے ہے بعض کے نزدیک تمام بنی آدم کے لیے ہے اور اکثر کے نزدیک خاص مسلمانوں کے لیے ہے۔[احمدی] اور ﴿کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا﴾ کے یہ معنی ہیں کہ کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو۔ یعنی اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام نہ کرو۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں ایام حج میں کیا کرتے تھے اور مسلمانوں نے بعد اسلام بھی ویسا ہی کرنا چاہا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی یا یہ معنی ہیں کہ پیٹ سے زیادہ نہ کھاؤ کہ نقصان کرے معدہ خراب ہو بیماریاں پیدا ہوں۔ حدیث میں ہے کہ معدہ بیماریوں کا گھر ہے۔[احمدی وغیرہ] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ بغیر اسراف اور اترانے کے جو تیرا جی چاہے وہ کھا اور جو تیرا جی چاہے پہن۔[رواہ البخاری وعلقہ] اور امام احمد نے مرفوعاً روایت کی ہے کھاؤ، اور پیو اور پہنو اور صدقہ کرو۔ بغیر اسراف اور بغیر اترانے کے۔ بعض روایت میں ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنا محبوب رکھتا ہے۔[رواہ النسائی وابن ماجہ وغیرہ] بیضاوی کہتے ہیں کہ: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الخ﴾[الاعراف: ۳۲] سے تمام کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں کی اجازت ثابت ہے جب تک کہ کسی دلیل خاص سے ان کی حرمت و کراہت ثابت نہ ہو۔ روایت ہے کہ رشید کے پاس ایک نصرانی طبیب حاذق تھا اس نے علی ابن حسین ابن واقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ علم دو ہیں: علم ابدان و علم ادیان، مگر تمہاری کتاب میں علم طب نہیں ہے۔ فرمایا کہ اللہ نے تمام علم طب کو آدھی آیت میں جمع فرمایا ہے۔ پوچھا وہ کون سی آیت ہے پس آپ نے ﴿کلوا واشربوا ولا تسرفوا﴾ پڑھی۔(سراج)

(۳۶۔آیت:۳۳تا۳۴) شان نزول: کفار کا عقائد مذکورہ کے علاوہ ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ جو برا کام چھپ کر کیا جائے وہ گناہ نہیں ہے جیسے چھپ کر زنا کرنا شراب پینا جوا کھیلنا اس آیت میں اس کی تردید فرمائی گئی ہے کہ جن باتوں سے اللہ نے منع فرمایا ہے وہ علانیہ ہوں یا خفیہ ہر طرح ممنوع و حرام ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی تم ان سے فرماؤ کہ میرے رب نے تو تمام بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی ہوں اور گناہ کرنا اور کسی پر ناحق زیادتی کرنا اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا جس کی کوئی سند نہیں ہے اور اللہ کی طرف

www.waseemziyai.com

وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾

اور ان کے مقابل تکبر کیا وہ دوزخی ہیں انھیں اس میں ہمیشہ رہنا۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیتیں جھٹلائیں،

اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ

انھیں ان کے نصیب کا لکھا پہنچے گا یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے

رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

ان کی جان نکالنے آئیں تو ان سے کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کو تم

اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا

اللہ کے سوا پوجتے تھے کہتے ہیں وہ ہم سے گم گئے اور اپنی جانوں پر آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ

كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ

کافر تھے۔ ف۳۷ اللہ ان سے فرماتا ہے کہ تم سے پہلے جو اور جماعتیں

وہ بات منسوب کرنا جس کا تمہیں علم نہیں ہے حرام ہے اور ہر گروہ کا ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آئے گا تو اس میں ایک ساعت کی تقدیم تاخیر نہ ہوگی۔

تنبیہ: ''فواحش'' میں ہر بے حیائی کا کام داخل ہے اور ''اثم'' میں ہر گناہ داخل ہے خواہ اسے عرف میں گناہ سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں اخلاقی جرم کہتے ہوں۔ بعض کے نزدیک فواحش سے گناہ کبیرہ اور اثم سے گناہ صغیرہ مراد ہیں اور ''بغیر حق'' سے ہر قسم کی ظلم وزیادتی حق تلفی آبروریزی مراد ہے اور وقت مقررہ سے وقت موت یا وقت عذاب مراد ہے یا ہر کام کا وقت مراد ہے جب وہ آئے گا تو ہوگا نہ اس وقت سے پہلے ہوا اور نہ بعد کو اور یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہے جب کفار مکہ نے عذاب کا سوال کیا تھا۔ [معالم] رہی عمر کی کمی بیشی اس میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک عمر میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی ہے۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ وہ لوگ بڑے احمق ہیں جو درازی عمر کی دعا کرتے ہیں۔ اور بعض کے نزدیک عمر میں زیادتی کمی ہوتی ہے جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ صلہ رحمی عمر بڑھاتی ہے۔ تطبیق ہر دونوں کی یہ ہے کہ اجل دو قسم ہے مبرم و معلق۔ مبرم میں زیادتی کمی نہیں ہوتی ہے۔ اور معلق میں ہوتی ہے پس جن احادیث میں عمر بڑھنا آیا ہے اس سے اجل معلق مراد ہے نہ مبرم اور آیت میں اجل مبرم مراد ہے۔

(۳۷۔ آیت: ۳۵ تا ۳۷) یعنی اے اولاد آدم روز ازل تم سے یہ کہہ دیا گیا تھا کہ جب تمہارے پاس رسول میرے احکام لے کر آئے تو تم انھیں ماننا اور ان کے کہے پر چلنا تو جس نے ان کی نصیحت مانی اور پرہیزگاری اختیار کی اعمال درست کیے انھیں آخرت میں کچھ خوف وغم نہ ہوگا اور جنھوں نے انھیں جھٹلایا تکبر کیا وہ دوزخی ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے اللہ پر افترا کیا اور اس کی آیتیں جھٹلائیں انھیں ان کے نصیب کا لکھا پہونچے گا یہاں تک کہ جب موت کے فرشتے ان کی جان نکالنے آئیں گے تو ان سے پوچھیں گے کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے وہ آکر تمہیں عذاب سے بچائیں تو وہ جواب دیں گے کہ وہ تو گم ہو گئے اور وہ

www.waseemziyai.com

الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِی النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ

جن اور آدمیوں کی آگ میں گئیں انھیں میں جاؤ، جب ایک گروہ داخل ہوتا ہے دوسرے پر لعنت

اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤی اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ

کرتا ہے یہاں تک کہ جب سب اس میں جا پڑے تو پچھلے پہلوں کو کہیں گے

رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ

اے رب ہمارے! انھوں نے ہم کو بہکایا تھا تو انھیں آگ کا دونا عذاب دے۔ فرمائے گا

لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا

سب کو دونا ہے مگر تمھیں خبر نہیں اور پہلے پچھلوں سے کہیں گے تو

كَانَ لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

تم کچھ ہم سے اچھے نہ رہے تو چکھو عذاب بدلا اپنے کیے کا ف۳۸

تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا ۴ ع ۱۱

وہ جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان کے مقابل تکبر کیا

تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ

ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں جب تک

خود اپنے کافر ہونے کی گواہی دیں گے۔

تنبیہ: نصیب کا لکھا پہنچنے سے یہ مراد ہے کہ آخرت میں وہ روسیاہ ہوں گے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے۔ ﴿وَیَوْمَ الْقِیَامَةِ تَرَى الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ﴾ [الزمر: ۱۵۹] [ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما] اور حسن وسدی کے نزدیک اس سے مراد عذاب وروسیاہی ہے اور مجاہد وسعید ابن جبیر کے نزدیک سعادت وشقاوت ہے اور ابن عباس وقتادہ کے نزدیک ان کے اعمال خیر وشر مراد ہیں۔ [معالم] حاصل یہ ہے کہ جو کچھ ان کی تقدیر میں لکھا ہوگا وہ انھیں قیامت کے دن ملے گا۔

(۳۸۔آیت: ۳۸، ۳۹) یعنی جب کافر اپنے کفر کا اقرار کرلیں گے تو اللہ ان سے فرمائے گا کہ تم سے پہلے جو اگلی امتوں کے جنات وانسان کے گروہ آگ میں گئے ہیں انھیں میں تم بھی جاؤ۔ جب ایک گروہ ان میں کا جہنم میں داخل ہوگا تو دوسرے گروہ پر جو ان سے پہلے داخل ہوا ہوگا لعنت کرے گا۔ یہاں تک کہ جب سب ان میں داخل ہوجائیں گے تو پچھلے پہلوں سے کہیں گے اے رب ہمارے انھیں نے ہمیں بہکایا تھا انھیں دونا عذاب دے تو اللہ فرمائے گا سب کو دونا ہے مگر تمھیں خبر نہیں ہے اور پہلے پچھلوں سے کہیں گے کہ تم ہم سے کچھ اچھے نہ رہے اپنے کیے کا عذاب چکھو۔

تنبیہ: اگلوں پچھلوں سے مراد یہ ہے کہ اگلی امتوں سے پچھلی امتیں کہیں گی۔ [ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما] یا پچھلے زمانہ والے اگلے زمانہ والوں سے کہیں گے۔ (سدی) یا اتباع کرنے والے متبوعوں سے کہیں گے۔ انھیں دونا عذاب دے کہ انھوں نے براطریقہ نکالا ہم نے اس پر عمل کیا اللہ فرمائے گا دونوں کو دوچند عذاب ہے انہیں ان کے کفر کا اور گمراہ کرنے کا اور تمہیں تمہارے کفر کا اور تقلید کرنے کا۔

www.waseemziyai.com

الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

سوئی کے ناکے اونٹ داخل نہ ہو اور مجرموں کو ہم ایسا ہی بدلا دیتے ہیں

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

انھیں آگ ہی بچھونا اور آگ ہی اوڑھنا اور ظالموں کو ہم ایسا ہی بدلا

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا

دیتے ہیں۔ اور وہ جو ایمان لائے اور طاقت بھر اچھے کام کیے کہ ہم کسی پر طاقت سے

اِلَّا وُسْعَهَآ ۚ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾

زیادہ بوجھ نہیں رکھتے وہ جنت والے ہیں انھیں اس میں ہمیشہ رہنا۔

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ

اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے کھینچ لیے ان کے نیچے نہریں بہیں گی

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ

اور کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی اور ہم راہ نہ پاتے اگر

اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ

اللہ نہ دکھاتا بے شک ہمارے رب کے رسول حق لائے اور ندا ہوئی کہ

تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ

یہ جنت تمھیں میراث ملی صلہ تمہارے اعمال کا۔ ف۳۹ اور جنت والوں نے

(۳۹۔آیت:۴۰تا۴۳)اس آیت میں بھی کفار کی حالت بیان فرمائی گئی ہے۔مطلب یہ ہے کہ جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور تکبر کیا ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں نہ داخل ہو۔باقی ترجمہ پڑھیے

تنبیہ: کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اس کے یہ معنی ہیں کہ جب فرشتے ان کی روحیں قبض کر کے آسمان پر لے جاتے ہیں تو ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے ہیں اور سجین میں انہیں پھینکنے کا حکم ہوتا ہے۔اور مسلمانوں کی روحوں کے لیے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور فرشتے انہیں لے کر ساتویں آسمان تک جاتے ہیں ہر آسمان کے فرشتے ان کا خیر مقدم کرتے ہیں۔جیسا کہ امام احمد وابوداود کی حدیث میں آیا ہے کہ فرشتے مومن کی روح کو جنت کے کفن اور خوشبو میں لے کر آسمان دنیا پر چڑھتے ہیں تو ان کے لیے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور اس کے لیے اسکے فرشتے دعاے مغفرت کرتے ہیں یوں ہی ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں اور ہر آسمان کے فرشتے اس کے لیے دعاے مغفرت کرتے ہیں۔اور کافر کی روح کو کمبل میں لپیٹ کر جب آسمان دنیا پر لے جاتے ہیں تو اس کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے ہیں۔پھر حضور نے آیت:﴿ولا تفتح ابواب السماء﴾ تلاوت

الثلاثة

www.waseemziyai.com

الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا

دوزخ والوں کو پکارا کہ ہمیں تو مل گیا جو سچا وعدہ ہم سے ہمارے رب نے کیا تھا

فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ ۢ

تو کیا تم نے بھی پایا جو تمہارے رب نے سچا وعدہ تمہیں دیا تھا؟ بولے ہاں، اور بیچ میں منادی نے

بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ

پکار دیا کہ اللہ کی لعنت ظالموں پر جو اللہ کی راہ

فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسے مقام سجین میں جو ساتویں زمین میں ہے رکھو پس اس کی روح اس میں پھینک دی جاتی ہے۔ [جلالین وکمالین] اور کفار کا جنت میں داخل ہونا امر محال پر معلق کیا گیا ہے یعنی جس طرح سوئی کے ناکہ میں اونٹ کا داخل ہونا محال ہے اسی طرح کفار کا جنت میں داخل ہونا محال ہے اس سے تاکید منع مقصود ہے کہ وہ کبھی جنت میں داخل نہ ہوں گے اور ان کے لیے آگ اوڑھنا بچھونا ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آگ انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوگی جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے۔ ﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ﴾ [الزمر: ۱۶] [معالم] اور جنتیوں کے سینہ سے کینہ وحسد نکال دینے کے یہ معنی ہیں کہ دنیا میں جو ان کے دلوں میں بغض وحسد تھا وہ باقی نہ رہے گا سب ایک دل بھائی بھائی ہو جائیں گے اور جو اللہ انہیں عطا فرمائے گا اس پر کوئی حسد نہ کرے گا اور ہر اک دوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ کما قال تعالیٰ: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ۔ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ﴾ [الحجر: ۴۷، ۴۸] حسن حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے راوی کہ یہ آیت ہمارے اور اہل بدر کی شان میں ہے اور فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میں امید کرتا ہوں کہ میں اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے ہیں جن کے لیے اللہ نے فرمایا ہے: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ﴾ [معالم] سدی کہتے ہیں کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو اس کے دروازہ کے پاس ایک درخت پائیں گے جس کی جڑ سے دو نہریں جاری ہوں گی پس وہ ان میں سے ایک کا پانی پئیں گے تو ان کے سینہ سے بغض وحسد نکل جائے گا اور وہ پاکیزہ شربت ہوگا اور دوسری میں غسل کریں گے تو ان پر جنت کی خوشگوار ہوا چلے گی اس کے بعد وہ کبھی پراگندہ اور رنجیدہ نہ ہوں گے یعنی ہمیشہ خوش وخرم رہیں گے۔ [ابن کثیر] ﴿وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ الخ﴾ [الاعراف: ۴۳] کے یہ معنی ہیں کہ جنتی جنت میں جاتے وقت یا جنت میں داخل ہونے کے بعد ندا دیے جائیں گے کہ تم اپنے اعمال کے سبب جنت کے وارث ہوئے۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ فرمایا حضور نے آواز دینے والا آواز دے گا کہ تمہارے لیے زندہ رہنا اور نہ مرنا ثابت ہوا اور ثابت ہوا کہ تم نعمت میں رہو گے۔ کبھی محتاج نہ ہو گے پس یہی ہے قول اللہ تعالیٰ کا ﴿وَنُوْدُوْٓا﴾ الخ. ابن کثیر کہتے ہیں کہ اعمال کے سبب رحمت الٰہی ہوئی اور اس کے فضل سے جنت میں داخل ہوئے کہ بخاری کی حدیث میں آیا ہے کہ خبردار رہو کوئی اعمال کے سبب جنت میں داخل نہ ہوگا۔ صحابہ نے عرض کی اور نہ حضور، فرمایا اور نہ میں مگر یہ کے اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل ورحمت سے ڈھانپ لے۔ حاصل یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونا اللہ کے فضل ورحمت سے ہوگا نہ عمل سے۔ یہ نہ کہا جائے کہ آیت میں بسبب اعمال کے جنت ملنا فرمایا گیا ہے کیوں کہ اعمال باعث فضل ورحمت الٰہی ہوں گے اور اس سے جنت ملے گی یا اعمال مقبولہ سے جنت ملے گی اور وہ رحمت الٰہی سے مقبول ہوں گے اور حدیث میں نفی، اعمال غیر مقبول کی ہے۔ [کما فی فتح الباری] مدارک میں ہے کہ جنت کو میراث اس لیے فرمایا گیا ہے کہ وہ بلا عمل، محض اس کے فضل سے ملی ہے جیسے مورث کو میت کی میراث بلا کسی عوض کے ملتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ ہر ایک کے لیے ایک منزل جنت میں ہے اور ایک منزل دوزخ میں ہے۔ پس مومن کافر کی منزل جنت میں میراث پائے گا اور کافر مومن کی منزل دوزخ میں میراث پائے گا یہی اللہ کا قول أورثتموها. [خازن وغیرہ]

www.waseemziyai.com

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

سے روکتے ہیں اور اسے کجی چاہتے ہیں اور آخرت کا انکار رکھتے ہیں۔ ف۴۰

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا ۢ بِسِيْمٰهُمْ ۚ

اور جنت و دوزخ کے بیچ میں ایک پردہ ہے اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے کہ دونوں فریق کو ان کی پیشانیوں

وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَمْ يَدْخُلُوْهَا

سے پہچانیں گے اور وہ جنتیوں کو پکاریں گے کہ سلام تم پر، یہ جنت میں نہ گئے

وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ

اور اس کی طمع رکھتے ہیں۔ اور جب ان کی آنکھیں دوزخیوں کی طرف پھریں گی

قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ

کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں ظالموں کے ساتھ نہ کر۔ اور اعراف والے

الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ

کچھ مردوں کو پکاریں گے جنھیں ان کی پیشانی سے پہچانتے ہیں کہیں گے تمھیں کیا کام آیا

جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا

تمہارا جتھا اور وہ جو تم غرور کرتے تھے کیا یہ ہیں وہ لوگ جن پر تم قسمیں کھاتے تھے

(۴۰۔آیت:۴۴،۴۵) شان نزول:۔ ولید ابن مغیرہ، عاص بن وائل اور ابوجہل وغیرہ بلال وعمار وصہیب وغیرہ مسلمین کو دیکھ کر کہا کرتے تھے کہ یہ تو جنت میں جائیں اور ہم شریف وامیر ہوکر دوزخ میں جائیں یہ نہیں ہوسکتا۔ ان دونوں فریق کا حال اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جنتی دوزخیوں کو قائل ولاجواب کرنے کے لیے پکار کر کہیں گے کہ ہمیں تو وہ شی مل گئی جس کا سچا وعدہ ہمارے رب نے ہم سے کیا تھا۔ یعنی (ثواب) کیا تمہیں بھی وہ شی ملی جس کا وعدہ تمہارے رب نے تم سے کیا تھا۔ (یعنی عذاب) وہ کہیں گے ہاں ملا تو منادی ندا کرے گا کہ خدا کی لعنت ہے ظالموں پر جو اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے تھے اور ٹیڑھا راستہ چاہتے تھے اور آخرت کا انکار کرتے تھے۔

تنبیہ: دوزخیوں سے وہ دوزخی مراد ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے نہ گنہ گار مسلمان۔ اور ٹیڑھی راہ چاہنے سے غیر اللہ کی عبادت چاہنا مراد ہے۔ اور منادی اسرافیل ہوں گے۔ [ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، بیضاوی وغیرہ] ابن کثیر کہتے ہیں کہ جس طرح جنتیوں کا دوزخیوں سے تو بیخاً کہنا آیت میں مذکور ہے اسی طرح جنگ بدر میں جو سرداران قریش مارے گئے تھے اور انھیں چاہ بدر میں ڈال دیا گیا تھا کنوئیں کے کنارے پر کھڑے ہوکر حضور نے ان سے فرمایا تھا: ھل وجد تم ماوعدربکم حقا فانی وجدت ماوعدنی ربی حقا۔ کیا تم نے پالیا وہ جو تمہارے رب نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا کہ میں نے تو وہ پایا جو میرے رب نے مجھ سے سچا وعدہ فرمایا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کیا آپ مردوں سے خطاب فرماتے ہیں؟ فرمایا: خدا کی قسم وہ تم سے زیادہ سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردے زندوں کا کلام سنتے سمجھتے ہیں۔

www.waseemziyai.com

يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ

کہ اللہ ان کو اپنی رحمت کچھ نہ کرے گا ان سے تو کہا گیا کہ جنت میں جاؤ نہ تم کو اندیشہ

تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا

نہ کچھ غم۔ ف۴۱ اور دوزخی بہشتیوں کو پکاریں گے کہ ہمیں اپنے

عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

پانی کا کچھ فیض دو یا اس کھانے کا جو اللہ نے تمہیں دیا کہیں گے بے شک اللہ نے

حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا

ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا ہے۔ جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا اور

وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ

زیست نے انھیں فریب دیا تو آج ہم انھیں چھوڑ دیں گے جیسا انھوں نے اس دن کے ملنے کا خیال چھوڑا تھا

(۴۱۔آیت:۴۶تا۴۹) جنتیوں اور دوزخیوں کا حال بیان کرنے کے بعد اب اس جگہ کا حال بیان فرماتا ہے جو جنت و دوزخ کے درمیان ہے جہاں سے جنتی دوزخی بخوبی نظر آئیں گے اس جگہ کو اعراف کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جنت و دوزخ کے بیچ میں یا اہل جنت و دوزخ کے درمیان ایک پردہ ہے یعنی حد فاصل یعنی دیوار سور ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے ﴿فُضِرَبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ﴾ [الحدید:۱۳] فرمایا گیا ہے۔ [معالم] اسے اعراف کہتے ہیں وہاں کچھ لوگ ہوں گے کہ وہ جنتیوں دوزخیوں کو ان کی نشانیوں سے پہچانیں گے کہ جنتیوں کے چہرے سفید ہوں گے اور دوزخیوں کے کالے ہوں گے اس سے وہ دونوں کو پہچان لیں گے جنتیوں کو پکار کر سلام کریں گے یہ وہ لوگ ہیں جو جنت میں ابھی نہ گئے ہوں گے اور جانے کی تمنا کرتے ہوں گے۔ اور جب وہ دوزخیوں کو دیکھیں گے تو خدا سے پناہ مانگیں گے اور کہیں گے اے رب ہمارے ہمیں ان ظالموں کے ساتھ نہ کرنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اعراف والے دوزخیوں کو اور ان کے حال کو دیکھیں گے تو اللہ کی جناب میں نہایت عاجزی سے کہیں گے کہ الٰہی تو ہمیں ان میں سے نہ کرنا۔ [سراج] اور بعض اہل اعراف دوزخیوں کو ان کی پیشانیوں سے پہچان کر پکار کر کہیں گے کہ آج تمہارا جتھا اور غرور کس کام آیا۔ کلبی کہتے ہیں کہ وہ حد فاصل پر سے پکار کر کہیں گے اے ولید بن مغیرہ اے ابوجہل، اے فلاں، اے فلاں، یعنی سرداران کفار کو جو غربائے مسلمین کو حقیر و ذلیل سمجھتے تھے اور غربائے مسلمین کی طرف اشارہ کر کے دوزخیوں سے کہیں گے کیا یہی ہیں وہ لوگ جن پر تم قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ اللہ ان پر رحمت نہ کرے گا انھیں جنت میں داخل نہ کرے گا دیکھو ان سے کہہ دیا گیا کہ تم جنت میں بے کھٹکے جاؤ۔ اور کہا گیا ہے کہ جب اہل اعراف ان سے یہ کہیں گے اور انھیں عار دلائیں گے تو دوزخی انھیں لوٹ کر عار دلائیں گے۔ کہیں گے کہ وہ تو جنت میں داخل ہوئے تم تو داخل نہ ہوئے تو اہل اعراف سے کہا جائے گا جاؤ تم بھی بے خوف جنت میں داخل ہو جاؤ (سراج) حاکم کی روایت میں ہے کہ اعراف والے اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرما کر کہے گا کھڑے ہو جنت میں جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا۔ [جلالین]

تنبیہ: اور بغوی کہتے ہیں کہ اعراف ایک بلند جگہ کا نام ہے جہاں سے اہل جنت و نار دکھائی دیں گے اور سدی کہتے ہیں کہ اسے اعراف اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں جو لوگ ہوں گے وہ جنتیوں اور دوزخیوں کو پہچانیں گے۔ [سراج] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما و ابن مسعود و حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ وہاں وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی نہ جنت میں جانے

www.waseemziyai.com

وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ

اور جیسا ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔ ف۴۲ اور بے شک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسے ہم نے

عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا

ایک بڑے علم سے مفصل کیا ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے۔ کاہے کے راہ دیکھتے ہیں مگر

تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ

اس کی کہ اس کتاب کا کہا ہوا انجام سامنے آئے جس دن اس کا بتایا انجام واقع ہوگا بول اٹھیں گے وہ جو اسے پہلے

قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا

سے بھلائے بیٹھے تھے ف۴۳ کہ بے شک ہمارے رب کے رسول حق لائے تھے تو ہیں کوئی ہمارے سفارشی

لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

جو ہماری شفاعت کریں یا ہم واپس بھیجے جائیں کہ پہلے کاموں کے خلاف کریں بے شک انھوں نے اپنی جانیں نقصان میں ڈالیں

کے قابل نیکیاں ہوں گی اور نہ دوزخ میں داخل ہونے کے بقدر برائیاں ہوں گی وہ اس جگہ تا حکم الٰہی ٹھہرائے جائیں گے پھر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وفضل سے جنت میں داخل کیے جائیں گے یہ سب سے پیچھے جنت میں جانے والے ہوں گے۔ [معالم] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اعراف جنت ودوزخ کے درمیان سور ہے اور اہل اعراف وہ ہیں جن کی نیکیاں وبدیاں برابر ہوں گی جب اللہ تعالیٰ انھیں معاف کرنا چاہے گا تو وہ نہر حیات میں لے جا کر غوطہ دیے جائیں گے کہ ان کے رنگ درست ہو جائیں گے اور ان کے سینوں پر ایک سفید نشان ہو جائے گا جس سے وہ پہچانیں جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا تمنا کرو جو چاہو تو وہ تمنا کریں گے تو ان سے فرمایا جائے گا کہ تمہارے لیے ہے جو تم نے تمنا کی اور اس سے ستر گنا زیادہ ہے۔ پس وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ [ابن جریر خازن] ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ ان لوگوں کی بابت جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی حضور سے دریافت کیا گیا فرمایا وہ اہل اعراف ہیں بہر حال اس آیت سے جنت ودوزخ کے درمیان اعراف کا ہونا اور اس پر کچھ آدمیوں کا ہونا ثابت ہے اور وہ حق ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ کون لوگ ہوں گے اصح وہی ہے جو ذکر کیا گیا۔ بعض روایت میں آیا ہے کہ اعراف میں وہ لوگ ہوں گے جو بغیر رضائے والدین جہاد گئے اور شہید ہوئے وہ والدین کی نافرمانی کی وجہ سے جنت میں جانے سے روکے گئے ہوں گے اور شہید ہونے کی وجہ سے دوزخ میں نہ ڈالے گئے ہوں گے۔ [طبرانی ابن جریر ابن ماجہ] وفیہ اقوال آخر۔

(۴۲۔ آیت: ۵۰، ۵۱) یعنی جنتیوں کے سوال کے بعد دوزخی اہل جنت سے پکار کر کہیں گے کہ اللہ نے تمہیں جو پانی یا کھانا دیا ہے اس میں سے کچھ ہمیں بھی دو تو جنتی ان سے کہیں گے کہ اللہ نے کافروں پر اسے حرام فرمایا یعنی منع کیا ہے۔ باقی ترجمہ پڑھیے،

تنبیہ: افاضہ کے معنی بہانے کے ہیں مگر یہاں اس سے مراد دینا ہے اور رزق سے عبدالرحمن ابن زید اور سدی کے نزدیک کھانا مراد ہے۔ اور سعید ابن جبیر نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ دوزخی دوزخ کی تپش سے جل بھن کر اپنے باپ بھائی وغیرہ سے پکار کر کہیں گے کہ ذرا سا پانی ہماری طرف بھی بہا دو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ پانی افضل صدقہ ہے پھر اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا۔ [رواہ ابن ابی حاتم] ایک روایت میں ہے کہ جب ابو طالب بیمار ہوئے تو مشرکوں نے ان سے کہا کہ آپ اپنے بھتیجے سے کہیے کہ وہ خوشہ جنت سے منگوا دے اس سے آپ کو صحت ہو جائے گی چناں چہ حضور کے پاس کہلا کر بھیجا گیا آپ

www.waseemziyai.com

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ ع ٦ ١٢

اور ان سے کھوئے گئے جو بہتان اٹھاتے تھے ف۴۳ بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي

اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے (یا۔ آفرینش کا خاتمہ عرش پر جا ٹھہرا)

الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ

رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانکتا ہے کہ جلد اس کے پیچھے لگا آتا ہے اور سورج اور چاند اور تاروں

مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾

کو بنایا سب اس کے حکم کے دبے ہوئے، سن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا، بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہان کا۔ ف۴۴

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾ ج

اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ، بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں

نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِيْنَ﴾ بے شک اللہ نے اسے کافروں پر حرام فرمایا ہے۔ اور انھیں بھول جانے کے مختلف معنی بیان کیے ہیں۔ علی ابن طلحہ نے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ترک کرنے اور چھوڑ دینے کے لکھے ہیں۔ اور عوفی نے برویت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھلائی سے فراموش کرنے اور تکلیف وعذاب سے فراموش نہ کرنے کے لکھے ہیں۔ مجاہد کے نزدیک آگ میں چھوڑ دینے کے اور سدی کے نزدیک رحمت سے الگ کر دینے کے ہیں بہر حال یہ استعارہ ہے کہ ان کے ساتھ بھولنے والوں کا سا معاملہ کیا جائے گا۔ اسی طرح دوسری آیات میں بھی فرمایا گیا ہے کہ ﴿نسوا الله فنسيهم﴾ و ﴿وكذلك ننساهم﴾ کہ بھول چوک اللہ کی جناب میں محال ہے خود فرماتا ہے تبارک وتعالیٰ: ﴿لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى﴾ تو اس کے بھی معنی ہوں گے کہ ہم ان کے ساتھ بھولنے والوں کا سا برتاؤ کریں گے کہ انہیں جہنم میں ڈال کر چھوڑ دیں گے۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کو اللہ تعالیٰ بندہ سے فرمائے گا کہ میں نے تجھے کیا یہ چیزیں نہیں دی تھیں؟ وہ کہے گا نہیں، فرمائے گا: کیا تجھے مجھ سے ملنے کا یقین نہ تھا؟ وہ کہے گا نہیں، پس فرمائے گا آج ہم بھی تجھے بھول جائیں گے جیسے تو ہمیں بھول گیا تھا۔ [مواہب]

(۴۳۔ آیت: ۵۲، ۵۳) جنتیوں اور دوزخیوں وغیرہ کا حال بیان کرنے کے بعد فلاح ونجات اخروی کا راستہ بیان کیا جاتا ہے۔ اگرچہ آیت اہل مکہ کے ساتھ مخصوص ہے مگر مراد اس سے عام لوگ ہیں اور کتاب سے خاص قرآن مراد ہے یا عام کتب سماویہ مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم اہل مکہ کے پاس قرآن لائے جو مفصل ہے اور ایمان والوں کے لیے ہدایت ورحمت ہے کیا وہ اس انتظار میں ہیں کہ کتاب کا لکھا ہوا انجام سامنے آئے۔ جس دن اس کا بتایا ہوا انجام سامنے آئے گا تو کہنے لگیں گے وہ جو پہلے سے اللہ کو بھلائے بیٹھے تھے کہ ہمارے رب کے رسول حق لائے تھے مگر ہم نے ان کی تکذیب کی پس ہے کوئی ہمارے سفارشیوں میں سے جو آج ہماری سفارش کرے یا ہم دنیا میں واپس کیے جائیں تاکہ پہلے کاموں کے خلاف کریں یعنی شرک چھوڑیں توحید اختیار کریں تو ان سے کہا جائے گا کہ اب یہ نہیں ہوسکتا اور یوم سے مراد یوم قیامت ہے۔

(۴۴۔ آیت: ۵۴) یعنی تمہارا رب اللہ ہے الخ پڑھیے ترجمہ۔

تنبیہ: اس آیت سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں زمین وآسمان یعنی کل عالم پیدا کیا پھر اس کے پیدا کر

www.waseemziyai.com

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ

اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کے سنورنے کے بعد اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور طمع سے کرتے

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ

بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔ اور وہی ہے کہ

الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا

ہوائیں بھیجتا ہے اس کی رحمت کے آگے مژدہ سناتی یہاں تک کہ جب اٹھا لائیں بھاری بادل

سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ

ہم نے اسے کسی مردہ شہر کی طرف چلایا پھر اس سے پانی اتارا پھر اس سے طرح طرح کے

الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ

پھل نکالے اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے کہیں تم نصیحت مانو۔ اور جو اچھی زمین ہے

نے کے بعد عرش پر قرار پذیر ہوا اس سے یہ شبہات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) کہ اللہ تعالیٰ معدوم کو فوراً موجود کر دینے پر قادر نہیں ہے۔ (۲) اور سورج کے طلوع سے غروب تک کے درمیانی وقت کو دن کہتے ہیں تو پھر دنیا پیدا کرنے کے لیے چھ دن کی تخصیص کیوں کی گئی ہے اور دن اس وقت کہاں تھا۔ (۳) اور اللہ تعالیٰ جسم اور عوارض جسمانی سے پاک و منزہ ہے پھر عرش پر بیٹھنے مستوی ہونے کے کیا معنی ہیں کہ بیٹھنا سیدھا ہونا قائم ہونا عوارض جسمانی و کیفیات بدنی سے ہیں۔ (۴) اور لفظ ثم عربی میں ترتیب کے لیے آتا ہے اس کے لانے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ٹھہرنے سے پہلے کہیں کھڑا یا بیٹھا یا لیٹا تھا۔

ان شبہات کا ازالہ یہ ہے کہ جمہور مفسرین کے نزدیک ایام سے ایام دنیا ہی مراد ہیں اور دن طلوع و غروب کے درمیانی وقت ہی کو کہتے ہیں مگر دن سے حقیقی دن مراد نہیں ہے بلکہ ان کی مقدار مراد ہے، یعنی تخلیق عالم اتنی مقدار میں ہوئی جو دنیا کے چھ دنوں کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ ایک لمحے یا اس سے کم میں پیدا فرماتا لیکن اتنے عرصہ میں پیدا فرمانا بہ تقاضائے حکمت ہے اور اس سے بندوں کو سبق ملتا ہے کہ وہ بھی یوں ہی اپنے کام بتدریج استقلال کے ساتھ کریں۔ [ابن کثیر و سراج] بلکہ اس سے پورے ایام کو گھیرنا بھی مقصود نہیں ہے۔ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اتنے ایام کی مقدار میں بتدریج تخلیق عالم واقع ہوئی اگرچہ ہم فوراً ایک دم پیدا کر سکنے پر قادر تھے یوں ہی مخلوق بھی اپنے کام بتدریج کرے جلدی نہ کرے۔ اور بعض کہتے ہیں ایام سے ایام آخرت مراد ہیں جس کا ایک دن ہزار برس کے برابر ہوگا البتہ تعیین ایام میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اتوار سے جمعہ تک تمام عالم پیدا ہوا اور جمعہ کے دن تخلیق آدم ہوئی اور ہفتہ کے دن کچھ پیدا نہ ہوا۔ ابن جریر نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور بعض کے نزدیک تخلیق عالم ہفتہ کے دن سے جمعہ تک ہوئی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین ہفتہ کو اور پہاڑ اتوار کو اور درخت پیر کو تمام مکروہات منگل کو اور نور بدھ کو اور تمام جانور جمعرات کو اور آدم کو جمعہ کے دن عصر کے آخر وقت پیدا کیا (مسلم) وفیہ کلام۔ اور عرش کے معنی شاہی تخت کے ہیں اور وہ ایک جسم ہے جو تمام اجسام کو گھیرے ہوئے ہے۔ [بیضاوی] مگر اس کی حقیقت خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کیسا ہے اور استوا کی کیفیت بھی خدا ہی کو معلوم ہے جیسی بھی اس کے لائق ہو۔ یہ جملہ قرآن عظیم میں سات جگہ آیا ہے اس جگہ، سورہ یونس میں، سورہ رعد میں، سورہ طہ میں، سورہ فرقان میں، سورہ سجدہ میں، سورہ حدید میں۔ فرقہ کرامیہ وغیرہ اہل بدعت اس کے حقیقی معنی لے کر گمراہ ہوئے اور معتزلہ نے اس میں تاویل کی مگر اہل سنت نے اس کی کیفیت کو خدا کے سپرد کیا اور اس پر

www.waseemziyai.com

يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا

اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں نہیں نکلتا مگر

نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا ع ۷ ۱۴

تھوڑا بمشکل ہم یوں ہی طرح طرح سے آیتیں بیان کرتے ہیں ان کے لیے جو احسان مانیں۔ ف۴۵ بے شک ہم نے

نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی

غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ

معبود نہیں بے شک مجھے تم پر بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے اس کی قوم کے

مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ يٰقَوْمِ

سردار بولے بے شک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ کہا اے میری قوم!

لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ

مجھ میں گمراہی کچھ نہیں میں تو رب العالمین کا رسول ہوں۔ تمہیں

بلا تاویل ایمان لائے حاصل یہ ہے کہ آیت سے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں مجازی معنی مراد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا پھر تخت عزت وجلال پر متمکن ہو کر تدبیر کائنات وانتظام عالم کی طرف متوجہ ہوا۔ [بیضاوی] جس کی توضیح ﴿يُغْشِي اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ الخ﴾ ہے۔ حضرت ام سلمہ اور امام جعفر صادق وحسن وامام اعظم وامام مالک وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ استوا تو معلوم ہے مگر اس کی کیفیت مجہول ہے، ایمان اس پر لانا واجب ہے، اور اس سے سوال کرنا بدعت ہے، اور اس سے انکار کرنا کفر ہے۔ [مدارک وغیرہ] یوں ہی حضرت مالک ابن انس سے مروی ہے کہ ان سے ایک شخص نے آکر اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپ نے کچھ دیر نیچے سر ڈال کر اٹھایا پھر اس سے فرمایا کہ استوا تو معلوم ہے مگر اس کی کیفیت عقل میں آنے والی نہیں ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس سے سوال کرنا بدعت ہے اور میں تجھے گمراہ خیال کرتا ہوں پھر اسے نکال دینے کا حکم فرمایا۔ حضرت سفیان ثوری واوزاعی ولیث بن سعد وغیرہ علمائے اہل سنت اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ آیات صفات متشابہ ہیں جیسی آئی ہیں ویسے ہی ان کے ساتھ حکم کرو اور بلا کیف ان کا اقرار کرو۔ اور سلف کا اجماع اس پر منعقد ہے کہ آیت کو صرف پڑھ لو ان میں کوئی زیادتی نہ کرو۔ [سراج] پس اس پر بلا کیف تلاش کیے ایمان لانا واجب ہے اور اس کی کیفیت تلاش کرنا بدعت وگمراہی ہے کہ وہ متشابہات سے ہے۔ ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ الخ﴾ بیہقی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کی ہے کہ خدا آسمان پر ہے نہ زمین پر۔ جس نے خدا کے آسمان پر ہونے کا انکار کیا وہ کافر ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ آسمان میں عرش پر ہے وہ اپنی خلق کے قریب ہوتا ہے جیسا چاہتا ہے اور نازل ہوتا ہے جیسا چاہتا ہے۔ اسحٰق ابن راہویہ کہتے ہیں کہ سب اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور ہر شئی کو جانتا ہے یہی قول بخاری ومزنی وغیرہ ائمہ حدیث کا ہے۔ [کمالین]

(۴۵۔ آیت: ۵۵ تا ۵۸) جب اوپر کی آیات سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ تمام عالم کا خالق ومالک اور متصرف ہے اور وہی

www.waseemziyai.com

رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَ

اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا اور تمہارا بھلا چاہتا اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔ اور کیا

عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ

تمہیں اس کا اچنبا ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی تم میں کے ایک مرد کی

لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ

معرفت کہ وہ تمہیں ڈرائے اور تم ڈرو اور کہیں تم پر رحم ہو۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے

سب کا کارساز ہے لہذا اس آیت میں فرماتا ہے کہ اسی سے گڑگڑا کر عاجزی سے چپکے چپکے دعا کرو اور اپنے لائق چیز مانگو کہ دعا میں حد سے تجاوز کرنے والے چلا چلا کر طویل دعا کرنے والے یا اپنے رتبہ سے بڑھ کر مانگنے والے اللہ کو پسند نہیں ہیں اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ شرک وکفر ومعاصی نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے اور اس کی رحمت کی طمع کرتے ہوئے دعا کرو۔ کہ اللہ کی رحمت نیکوں کے قریب ہے صرف موت کا فاصلہ ہے باقی ترجمہ پڑھیے۔

تنبیہ: آیت میں عاجزی سے چپکے چپکے دعا کرنے کو اس لیے فرمایا گیا ہے کہ عاجزی سے دعا کرنے میں خلوص پایا جاتا ہے اور چپکے چپکے دعا کرنے میں ریا داخل نہیں ہوتا ہے۔ اور چلا چلا کر طول طویل دعا کرنے کو خدا پسند نہیں کرتا ہے کہ اس میں خلوص مفقود ہوتا ہے اور ریا داخل ہوتا ہے کہ دعا مغز عبادت ہے اسی لیے بعض نے ادعوا کے معنی اعبدوا کے لیے ہیں۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگلے مسلمان دعا میں نہایت جدوجہد کرتے تھے مگر ان کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی کہ وہ ان کی اور ان کے رب کے درمیان سرگوشی ہوتی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾ اور پوشیدہ دعا کرنا علانیہ دعا کرنے سے ستر گنا زیادہ ہے۔ [معالم] اور دعا میں حد سے تجاوز کرنے کی یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ دعا کرنے والا اپنے لائق چیز مانگے اپنے رتبہ سے بڑھ کر چیز طلب نہ کرے۔ حضرت عبداللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے لڑکے کو یوں دعا کرتے سنا الٰہی میں تجھ سے جنت کے دائیں طرف قصر سفید مانگتا ہوں تو انہوں نے فرمایا اے بیٹے تو خدا سے جنت مانگ اور دوزخ سے پناہ کہ میں نے حضور کو فرماتے سنا ہے کہ عنقریب ایک قوم ہوگی جو دعا میں حد سے تجاوز کرے گی۔ [رواہ احمد وابن ماجہ وابوداؤد] حضرت سعد نے اپنے بیٹے کو دعا کرتے سنا تو انہوں نے یوں ہی اس سے فرمایا: قرطبی کہتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو حکم فرمایا ہے کہ وہ دعا کے وقت خوف وامید رکھے اگر ان میں سے کوئی بات نہ ہوئی تو بندہ ہلاک ہوا یعنی برائی پہنچنے سے بے خوف نہ ہو اور بھلائی پہنچنے کی امید نہ ہوئی۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ ہم حضور کے ساتھ تھے کہ لوگوں نے زور زور سے تکبیر کہی تو حضور نے فرمایا اے لوگو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے ہو بلکہ تم سننے اور دیکھنے والے کو پکارتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ پس عاجزی سے آہستہ دعا کرنا افضل وادب ہے۔ [سراج ومواہب] اور لعلکم تذکرون منکرین بعث سے خطاب ہے۔ آیت میں ریاح کو مبشر آفرمایا گیا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں الریاح مبشرات فرمایا گیا ہے کہ وہ مینہ برسنے کی بشارت دیتی ہے۔ حدیث میں الریاح من روح اللہ ہے کبھی وہ رحمت کے ساتھ آتی ہے اور کبھی عذاب کے ساتھ آتی ہے پس اسے برا نہ کہو اس کے خیر ہونے کا خدا سے سوال کرو اور اس کے شر سے پناہ مانگو۔ [رواہ البغوی] کعب احبار فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تین روز ہوا کو روک لے تو اکثر زمین والے بدبودار ہو جائیں۔ اور ''بلد میت'' سے کافر کو ''بلد طیب'' سے مومن کو اور ''مطر'' سے قرآن عظیم کو تشبیہ دی گئی ہے یعنی کافر مردہ زمین کی مثل ہے کہ اسے مینہ سے کچھ نفع نہیں ہوتا ہے کوئی شی اس سے نہیں اگتی ہے یوں ہی قران عظیم سے اسے کچھ فائدہ نہیں ہوتا ہے اور مومن اچھی زمین کے مثل ہے کہ اسے بارش سے نفع ہوتا ہے ہر شی اس سے پیدا ہوتی ہے یوں ہی مسلمان کو قرآن عظیم سے طرح طرح کے

www.waseemziyai.com

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ

اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھی نجات دی، اور اپنی آیتیں جھٹلانے والوں کو ڈبو دیا،

ع ٨ ٦ ١٥

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ

بے شک وہ اندھا گروہ تھا ﴿٦٤﴾ اور عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود کو بھیجا کہا

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ

اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تمہیں ڈر نہیں؟ اس کی

الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا

قوم کے کافر سردار بولے بے شک ہم تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں اور بے شک

لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ

ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں کہا: اے میری قوم! مجھے بے وقوفی سے کیا علاقہ میں تو

رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ

پروردگار عالم کا رسول ہوں۔ تمہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا ہوں اور تمہارا

فائدے حاصل ہوتے ہیں یا ذریۂ آدم میں طیب بھی ہے اور خبیث بھی ہے۔ [سراج]

(۴۶۔آیت:۵۹تا۶۴) دلائل آثار قدرت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ان آیات میں حضور کو تسلی دینے اور لوگوں کو عبرت دلانے کے لیے قوم نوح وقوم ہود وقوم صالح وغیرہ کا حال بیان فرماتا ہے۔ کہ انہوں نے انبیا علیہم السلام کی کوئی نصیحت نہ سنی اور کہا نہ مانا آخر کو ہلاک وبرباد ہوئے یوں ہی تمہاری تکذیب کرنے والے کہا نہ ماننے والے ہلاک وبرباد ہوں گے۔ پس سب سے پہلے قوم نوح کا حال بیان فرماتا ہے۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔

تنبیہ: حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام زمین والوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے مگر تحقیق یہ ہے کہ حضرت نوح سے پہلے بھی بعض پیغمبر بھیجے گئے تھے جیسے حضرت ادریس وشیث وغیرہ کہ حضرت نوح حضرت آدم کی نویں یا دسویں پشت میں تھے اور گمراہی ان سے پہلے ہی پھیل چکی تھی۔ سبب اس کا بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ تھا کہ جب ان میں کوئی نیک بندہ مرتا تھا تو وہ اس کی قبر کے پاس مسجد بناتے اور مسجد کی دیواروں پر اس کی تصویر کھودتے تھے تاکہ وہ اسے دیکھ کر اور یاد کر کے ویسے ہی نیک کام کرنے کی کوشش کریں۔ رفتہ رفتہ ان کے خیال بدلتے گئے یہاں تک کہ انہوں نے تصویروں کی بجائے ان کی مورتیں بنا کر نصب کیں اور ان کی تعظیم وتکریم کرنے لگے بالآخر انہیں پوجنے لگے۔ اس وقت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے انبیا بھیجنا شروع کیے حضرت نوح کو بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی اور کئی سو برس قوم کو ہدایت کرتے رہے مگر سوا چند نفسوں کے کوئی ایمان نہ لایا حالاں کہ ان کی قوم کے لوگ بکثرت تھے۔ زید ابن اسلم سے روایت ہے کہ قوم نوح اس کثرت سے تھی کہ زمین ان کی سمائی سے تنگ تھی۔ عبدالرحمٰن ابن زید کہتے ہیں کہ قوم نوح سے روئے زمین بھری ہوئی تھی جس وقت عذاب دیے گئے۔ صاحب فتح المنان میں ہے کہ وہ اور ان کی قوم غالباً ملک آرمینا وایشیا کوچک میں آباد تھی۔ چند سال ہوئے کہ ان پہاڑوں کی چوٹی پر

www.waseemziyai.com

نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى

معتمد خیر خواہ ہوں اور کیا تمہیں اس کا اچنبا ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی

رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ

تم میں کے ایک مرد کی معرفت کہ وہ تمہیں ڈرائے اور یاد کرو جب اس نے تمہیں

قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِى الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ

قوم نوح کا جانشین کیا اور تمہارے بدن کا پھیلاؤ بڑھایا تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو کہ کہیں

تُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ

تمہارا بھلا ہو۔ بولے کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کو پوجیں اور جو

يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ

ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انھیں چھوڑ دیں؟ تو لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دے رہے ہو اگر سچے ہو۔ کہا

قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِىْ فِىْٓ اَسْمَآءٍ

ضرور تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب پڑ گیا کیا مجھ سے خالی اُن ناموں میں جھگڑ رہے ہو

سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا

جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اتاری تو راستہ دیکھو

اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿٧١﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ

میں بھی تمہارے ساتھ دیکھتا ہوں۔ تو ہم نے اسے اور اسکے ساتھ والوں کو اپنی ایک بڑی رحمت سے نجات دی

مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٢﴾ ع وَاِلٰى ٩ ٨ ١٢

اور جو ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان والے نہ تھے۔ ع اور

برف میں دبی ہوئی ایک کشتی نکلی تھی جس کے دیکھنے کو دور دور کے سیاح و مورخ خصوصاً اہل یورپ آئے تھے اس کشتی کی نسبت اکثر کا یہ خیال تھا کہ یہ کشتی نوح ہے۔ یہ واقعہ ۱۳۰۰ھ کا ہے۔ اور یوم عظیم سے مراد قیامت کا دن ہے یا طوفان آنے کا دن ہے۔ طوفان کے دن ان کے ساتھ کشتی میں اسی (۸۰) آدمی تھے وہ دسویں رجب کو کشتی میں سوار ہوئے اور طوفان شروع ہوا اور دسویں محرم کو کشتی سے اترے تمام کافر ہلاک ہوئے۔ منہ

(۴۷۔ آیت: ۶۵ تا ۷۲) قوم نوح کے بعد قوم ہود کا حال بیان ہوتا ہے۔ پڑھیے ترجمہ،

تنبیہ: قوم ہود عاد کے نام سے مشہور ہے اس قوم کے لوگ بڑے قد آور شہ زور ہوتے تھے۔ مقاتل و قتادہ کہتے ہیں کہ ان کا سب سے بڑا آدمی بارہ ہاتھ کا ہوتا تھا۔ (یہی قرین قیاس ہے) اور ستر اسی ہاتھ کا ہونا بھی مروی ہے۔ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

www.waseemziyai.com

ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا کہا: اے میری قوم! اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود

غَيْرُهٗ ۭ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً

نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لیے نشانی

فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْۗءٍ فَيَاْخُذَكُمْ

تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۷۳ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاۗءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي

درد ناک عذاب آلے گا۔ اور یاد کرو جب تم کو عاد کا جانشین کیا اور ملک میں

الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ

جگہ دی کہ نرم زمین میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں میں مکان تراشتے ہو

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝۷۴ قَالَ الْمَلَاُ

تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔ اس کی

سے مروی ہے کہ ان کا ایک آدمی اکیلا پتھر کے کواڑ اٹھالیتا تھا جو آج کل کے پانچ سو آدمیوں سے نہ اٹھ سکیں گے۔ بہر حال وہ بہت قوی الجثہ اور لمبے ہوتے تھے۔ عاد کے نام سے دو قومیں موسوم تھیں جو عاد اول اور عاد ثانی کہلاتی تھیں۔ عاد ثانی، عاد اول کی بقیہ نسل تھی ان دونوں کے درمیان سو سال کا فاصلہ تھا اور دونوں سام ابن نوح کی اولاد میں تھے فرق صرف باپ کا تھا عاد اول آدس ابن ارم کے بیٹے تھے جو عرب کے جنوبی حصہ یمن میں رہتے تھے۔ یعنی احقاف میں ﴿وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ﴾ [الاحقاف: ۲۱] اور عاد ثانی عملیق ابن زرقہ کے بیٹے تھے جو مکہ میں رہتے تھے، اس وقت ان کا سردار معاویہ ابن بکر تھا، اس کی ماں قوم عاد سے تھی، انہیں عملیق کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے عمالقہ کہتے تھے۔ عاد اول کی قوم بہت زیادہ چیونٹیوں کی طرح لاتعداد تھی، انہوں نے اپنی قوت و توانائی سے تمام قوموں کو زیر کر لیا تھا۔ حضرت ہود بھی عاد ہی کی نسل سے تھے اور اپنی قوم میں نہایت معزز و ممتاز تھے۔ آپ عبداللہ بن ریاح ابن خلود ابن عاد کے بیٹے تھے۔ جب قوم عاد کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت ہود کو نبی بنا کر بھیجا انہوں نے ان کا کہنا نہ مانا اور نصیحت نہ سنی تو انہیں تین سال تک قحط میں مبتلا رکھا تو انہوں نے حسب دستور مکہ معظمہ میں دعا کرنے کو چار آدمیوں کی سرکردگی میں ستر آدمیوں کا ایک وفد بھیجا۔ یہ وفد مکہ معظمہ آ کر معاویہ ابن بکر سردار عمالقہ کے یہاں ٹھہرا اس نے ان کی بڑی خاطر مدارات کی گوشت کھلوائے شرابیں پلوائیں اور گائنوں کو کچھ اشعار سکھلائے کہ وہ مجلس میں انہیں گائیں جب انہوں نے وہ اشعار گائے تو اہل وفد کو اپنی غفلت کا احساس ہوا۔ چوں کہ مرثد ابن سعد رئیس وفد در پردہ مسلمان ہو چکا تھا اس لیے اس نے کہا کہ واللہ تمہاری دعا سے پانی نہ برسے گا جب تک کہ تم اپنے نبی کا کہنا نہ مانو گے تو انہوں نے مرثد کو مسلمان سمجھ کر اپنے ساتھ سے الگ کر دیا اور خود حرم میں جا کر بارش کی دعا کی کہ تین ٹکڑے بادل کے نمودار ہوئے سفید سرخ سیاہ اور آواز آئی کہ ان میں سے ایک کو انتخاب کر لو انہوں نے سیاہ کو انتخاب کیا کہ سیاہ بادل برسا کرتا ہے۔ پھر وہ ابر قوم عاد کی بستیوں کی طرف چلا آواز آئی کہ کوئی زندہ نہ بچے گا سوا بنو لویذیہ کے جو مکہ میں قوم عاد کی ایک شاخ تھی غرض

www.waseemziyai.com

الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ

قوم کے تکبر والے، کمزور مسلمانوں سے بولے: کیا

مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ

تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب کے رسول ہیں؟ بولے: وہ جو کچھ لے کر بھیجے گئے، ہم

بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ

اس پر ایمان رکھتے ہیں متکبر بولے جس پر تم ایمان لائے ہمیں اس سے

كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ

انکار ہے۔ پس ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے: اے صالح!

ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

ہم پر لے آؤ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو اگر تم رسول ہو۔ تو انھیں زلزلے نے آ لیا

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ

تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ تو صالح نے ان سے منہ پھیرا اور کہا: اے میری قوم!

لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ

بے شک میں نے تمھیں اپنے رب کی رسالت پہنچادی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم

کہ جب وہ ابر کا ٹکڑا آتا ہوا انہوں نے دیکھا تو بولے ھذا عارض ممطرنا اس سے بارش ضرور ہوگی۔ حضرت ہود تو مسلمانوں کو لے کر ایک گوشہ میں بیٹھ گئے پس ابر سے ایک آندھی اٹھی جو آٹھ روز برابر چلتی رہی تمام مکان گر گئے سب لوگ دب کر مر گئے اور جو باہر تھے انہیں ہوا نے اٹھا اٹھا کر پٹکا کہ سب ہلاک ہوئے سوائے حضرت ہود کے اور جو ان پر ایمان لائے تھے کوئی نہ بچا ایک ناقہ سوار نے وفد والوں کو خبر دی انہوں نے ہود کو پوچھا معلوم ہوا وہ صحیح وسلامت ہیں تو مرثد نے چند شعر پڑھے اور حضرت ہود علیہ السلام کے پاس چلا گیا۔ سدی کہتے ہیں: کہ جب ہوا نے ان کے جانور اور آدمی اٹھا اٹھا کر پٹکے تو وہ گھروں میں گھس گئے اور دروازے بند کر لیے ہوا نے ان کے دروازے اکھیڑ کر پھینک دیے مکان ڈھا دیے کہ سب ان میں مر کر رہ گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کچھ کالے جانور بھیجے کہ انہوں نے ان کی لاشیں اٹھا کر دریا میں پھینک دیں اور کہا گیا ہے کہ ہوا نے ان کی نعشیں اڑا کر دریا میں ڈالیں یہ طوفان سات رات اور آٹھ دن رہا۔ کما قال تعالیٰ: ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا﴾ [الحاقة: ٨] بعض نے کہا ہے کہ اس کے بعد حضرت ہود علیہ السلام مسلمانوں کو لے کر مکہ چلے آئے اور ڈیڑھ سو برس کی عمر میں وہیں وفات پائی اور مطاف کعبہ میں دفن کیے گئے۔ کہا گیا ہے کہ رکن اور مقام اور زمزم کے درمیان ننانوے پیغمبر مدفون ہیں ان میں سے ہود علیہ السلام بھی ہیں۔ مگر یہ قول ضعیف ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے حضرت ہود علیہ السلام کی قبر کا حضرموت میں سرخ ٹیلہ میں ہونا اور اس کا ایک حضری کو پتہ دینا مروی ہے۔ ایک روایت میں حضور نے فرمایا ہے کہ جس نبی کی قوم ہلاک ہوتی وہ مع مسلمانوں کے مکہ چلا آتا اور وہیں مرتے دم تک خدا کی عبادت کرتا۔ [معالم] اس سے بعض پیغمبروں کا مکہ معظمہ میں آنا اور وفات پانا معلوم ہوتا ہے۔

www.waseemziyai.com

النّٰصِحِيْنَ ﴿٧٩﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا

خیر خواہوں کے غرضی ہی نہیں۔ ﴿۴۸﴾ اور لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا وہ بے حیائی کرتے ہو جو

سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ

تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہ کی۔ تم تو مردوں کے پاس

شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿٨١﴾ وَمَا كَانَ

شہوت سے جاتے ہو عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے اور اس کی

جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ

قوم کا کچھ جواب نہ تھا مگر یہی کہنا کہ ان کو اپنی بستی سے نکال دو یہ

اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ

لوگ تو پاکیزگی چاہتے ہیں تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت وہ

(۴۸۔آیت:۷۳تا۷۹) قوم ہود کے بعد قوم صالح یعنی ثمود کا حال بیان فرمایا جاتا ہے۔باقی ترجمہ پڑھیے

تنبیہ: چوں کہ قوم صالح ثمود ابن عامر ابن ارم کی اولاد میں تھے اسی لیے وہ ثمود کے نام سے مشہور ہوئے یہ لوگ حجاز وشام کے درمیان حجر میں رہتے تھے ان لوگوں نے پہاڑ کھود کر گھر بنائے تھے جن میں جاڑوں میں رہتے تھے اور نشیبی نرم زمین میں محل بنائے تھے جن میں گرمیوں میں رہتے تھے نہایت مالدار تھے بت پرست تھے رہزنی کرتے تھے علانیہ بدکاری کرتے ہوئے کسی سے نہ شرماتے تھے ان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام ابن عبید بن آسف ابن ماسخ ابن عبید ابن خادر ابن ثمود کو مبعوث فرمایا۔ابن کثیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ قوم ثمود کی عمریں بہت دراز ہوتی تھیں چوں کہ ان کے مکان گر جایا کرتے تھے اس لیے وہ پہاڑ کھود کر مکان بناتے تھے اور بہت فراخی سے بسر کرتے تھے۔جب وہ شرک ومعاصی اور سرکشی میں حد سے بڑھ گئے اور زمین میں فساد پھیلایا تو اللہ نے ان کی ہدایت کے لیے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جو ان میں حسب ونسب میں افضل تھے۔انہوں نے ان کو توحید کی طرف بلایا اور عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے معجزہ طلب کیا اور کہا ہماری عید کے دن عید گاہ کو چلو وہاں ہم اپنے معبودوں کو پکاریں تم اپنے اللہ کا پکارو جس کی دعا قبول ہو اس کا قول مانا جائے۔چناں چہ سب عید گاہ کو گئے مشرکوں نے ہر چند اپنے معبودوں کو پکارا کوئی نہ بولا حضرت صالح علیہ السلام کی موجودگی میں شیطان کا گزر نہ ہوسکا آخر کو سردار قوم جندع ابن عمرو نے صالح علیہ السلام سے کہا کہ اگر تمہاری دعا سے اس پتھر سے خوب تندرست حاملہ اونٹنی پیدا ہوگی تو ہم تم پر ایمان لائیں گے۔پس حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے عہد لیا اور نماز پڑھ کر اللہ سے دعا کی فوراً اس پتھر میں حاملہ جیسی حرکت ہوئی اور وہ پھٹا اور اس سے ایک حاملہ اونٹنی جیسے انہوں نے چاہی تھی نکلی۔جندع اسے دیکھ کر مع اپنے ساتھیوں کے ایمان لایا اور دوسرے لوگ بھی ایمان لانے والے تھے کہ دواب ابن عمرہ اور خباب مالک بت خانہ اور رباب کاہن نے انہیں ایمان لانے سے روکا۔کچھ روز بعد اونٹنی کے بچہ پیدا ہوا اور وہ اونٹنی مع اپنے بچہ کے لوگوں کے سامنے چرتی پھرتی تھی اور ایک دن بیچ کنوئیں پر آکر سب پانی پی جاتی تھی پانی پیتے ہی اس کے تھن دودھ سے بھر جاتے تھے۔سب لوگ اس کا دودھ اپنے اپنے برتنوں میں دوہ لیتے تھے۔گرمی میں وہ وادی کے باہر رہتی تھی اور قوم کے جانور وادی کے اندر رہتے تھے اور سردی میں وہ وادی کے اندر رہتی تھی قوم کے جانور اس سے ڈر کر وادی کے باہر نکل جاتے تھے۔حضرت صالح علیہ السلام نے سب لوگوں کو سمجھا دیا تھا کہ اس اونٹنی کو کوئی آزار نہ پہنچانا

www.waseemziyai.com

ایک دن وہ کنوئیں سے پانی پیا کرے اور ایک دن تم لوگ پیا کرو مگر ان سرکشوں نے نہ مانا اور اونٹنی کو ہلاک کیا کیوں کہ وہ کنوئیں کا سب پانی پی جاتی تھی اور ان کے مویشی اس سے ڈر کر وادی کے باہر بھاگ جاتے تھے اس سے انہیں تکلیف ہوتی تھی ان میں دو عورتیں تھیں ایک عنیزہ جس کی کئی حسین لڑکیاں تھیں دوسری صدوقہ جو خود حسین تھی ان دونوں کے جانور بہت زیادہ تھے وہ حضرت صالح علیہ السلام سے دشمنی رکھتی تھیں اور اونٹنی سے جلتی تھیں۔ عنیزہ نے قدار بدمعاش کو بلا کر کہا کہ میں اپنی لڑکی تجھے دوں گی اگر تو اونٹنی کو قتل کرے گا اور صدوقہ نے اپنے چچا کے بیٹے مصدع بدمعاش سے کہا کہ میں اپنے نفس کو تجھے دوں گی اگر تو اونٹنی کو مارے گا یہ دونوں مع اور سات بدمعاش آدمیوں کے اونٹنی کی تاک میں بیٹھے۔ کما قال تعالیٰ: ﴿وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ [النمل: ۴۸] جب اونٹنی پانی پی کر گھاٹ سے لوٹی تو مصدع نے تیر مارا اور قدار نے تلوار ماری کہ وہ گر گئی پھر سب نے مل کر اسے ذبح کر ڈالا۔ بچہ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور تین بار پکار کر کہا پروردگار میری ماں کیا ہوئی۔ کفار اسے مارنے دوڑے مگر پہاڑ پھٹا اور وہ بچہ اس میں سما گیا۔ جب حضرت صالح علیہ السلام کو خبر ہوئی تو وہ اونٹنی کی لاش پر آ کر روئے اور کافروں سے کہا اب تمہیں تین روز کی مہلت ہے۔ کل تمہارے چہرے زرد، پرسوں سرخ اور اترسوں سیاہ ہو جائیں گے، چوتھے روز عذاب آئے گا۔ [بیضاوی] جب دوسرے روز علامت عذاب ظاہر ہوئی تو انہیں فکر ہوئی اور حضرت صالح علیہ السلام کے پاس آ کر دفع عذاب کی صورت دریافت کرنے لگے، آپ نے فرمایا: اس کے بچہ کو تلاش کرو شاید عذاب دفع ہو جائے، بچہ کو تلاش کیا مگر وہ نہ ملا۔ بیضاوی کہتے ہیں: کہ علامت عذاب دیکھ کر انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو شہید کرنا چاہا مگر وہ فلسطین چلے گئے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جن لوگوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا ان پر یوم عذاب سے پہلے ہی پتھر برسے اور وہ ہلاک ہوئے۔ بہر حال جب یوم عذاب آیا تو سورج نکلتے ہی زلزلہ آیا اور آسمان سے ہیبت ناک آواز آئی جس سے سب مر کر رہ گئے سوا ابو رغال کے جو مکہ گیا ہوا تھا مگر جب وہ حرم سے باہر آیا تو اس پر بھی آسمان سے پتھر گرا جس سے وہ ہلاک ہوا۔

تنبیہ: آیت میں ناقہ کی اضافت اللہ کی طرف تعظیمی ہے جیسے بیت اللہ کی۔ اور مقولہ ان کا استہزائی ہے۔ اور اونٹنی کو بدھ کے دن قتل کیا تھا اور ہفتہ کے دن عذاب آیا۔ اور وہ اونٹنی معجزہ تھی کہ بے ماں باپ کے پہاڑ سے حاملہ پیدا ہوئی اور قوم کے کنوئیں کا سب پانی پی جاتی تھی جس کو تمام قوم پیتی تھی اور وہ پانی اس کے تھنوں میں دودھ ہو جاتا تھا جس کو تمام قوم دوہ لیتی تھی اور اپنے صرف میں کرتی تھی اور یہ بھی معجزہ تھا کہ اس کے بچہ کے لیے پہاڑ پھٹا اور وہ اس میں سما گیا بعدہ حضرت صالح علیہ السلام مکہ چلے گئے اور وہیں اٹھاون سال کی عمر میں وفات پائی اور بیس سال قوم میں رہے۔ [سراج] جمل میں ہے کہ وہ دو سو اسی برس زندہ رہے تھے۔

تنبیہ: قرآن عظیم میں قوم ثمود کے عذاب کو چوں کہ مختلف الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں رجفہ (زلزلہ) فرمایا گیا ہے اور سورہ ہود میں صیحہ (چیخ) کہا گیا ہے اور سورہ الحاقہ میں طاغیہ فرمایا ہے۔ لہٰذا بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں اختلاف نہیں ہے کہ شدید زلزلہ میں گڑگڑاہٹ اور ہولناک آواز بھی ہوتی ہے اس لیے اسے صیحۃ فرمایا گیا اور طاغیہ لفظ کا دونوں پر اطلاق ہوتا ہے کہ اس کے معنی حد سے گزرنے والی چیز کے ہیں۔ اور فتولیٰ عنهم وقال يقوم الخ کا ابن کثیر وغیرہ نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جب سب لوگ ہلاک ہو گئے تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان مردوں سے یہ خطاب کیا اس سے ثابت ہوا کہ مردے سنتے ہیں جس طرح جنگ بدر کے مقتولوں سے حضور نے نام لے لے کر فرمایا تھا کہ مجھے جو میرے رب نے وعدہ کیا تھا وہ میں نے پالیا کیا تم نے بھی وہ سچا وعدہ پالیا جو تمہارے رب نے تم سے کیا تھا۔ اور قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے یہ اس وقت کہا تھا جب کے انہوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ حضرت صالح پر چار ہزار آدمی ایمان لائے تھے آپ انہیں لے کر فلسطین یا حضر موت چلے گئے تھے، تو راہ میں وادی حجر میں قوم ثمود کی اجاڑ بستیوں کے پاس ٹھہرے لوگ انہیں دیکھنے گئے اور ان کے کنوؤں سے پانی بھر کر آٹا گوندھا ہانڈیاں چڑھائیں اور ضروریات میں صرف کیا تو حضور نے ہانڈیاں پھکوائیں اور آٹا گوندھا ہوا اونٹوں کو کھلوایا اور وہاں سے کوچ کر کے اس کنوئیں کے پاس آ کر ٹھہرے جس کا پانی حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پیا کرتی تھی اور لوگوں سے فرمایا جس قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوا ہو اس

www.waseemziyai.com

مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

رہ جانے والوں میں ہوئی اور ہم نے ان پر ایک مینھ برسایا تو دیکھو کیسا انجام ہوا

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ

مجرموں کا ف۴۹ اور مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب کو بھیجا کہا: اے میری قوم!

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ

اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے

کے پاس نہ جاؤ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تمہیں بھی ویسا ہی عذاب نہ پہنچے۔ [رواہ احمد] اس کی اصل بخاری و مسلم میں بھی ہے اس سے معلوم ہوا کہ جہاں عذاب الٰہی نازل ہوا ہو وہاں ٹھہرنا نہ چاہیے۔ اسی لیے فقہائے کرام نے کفار کے محلہ سے جلد گزر جانے کا حکم فرمایا ہے کہ وہاں لعنت الٰہی برستی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب حضور مقام حجر سے گزرے تو فرمایا لوگو معجزہ طلب نہ کرو قوم صالح نے معجزہ طلب کیا تھا تو پہاڑ سے اونٹنی برآمد ہوئی تھی وہ اس نالہ کی راہ سے پانی پینے آتی تھی اور اس نالہ سے نکل جاتی تھی قوم ثمود نے سرکشی کی اسے قتل کر دیا حالاں کہ وہ ایک روز پانی پیتی تھی اور دوسرے روز قوم اس کا دودھ پیتی تھی مگر انہوں نے اسے مار ڈالا پس ان کو ایک ہولناک آواز نے پکڑا اور سب کو ہلاک کیا سوا ایک شخص ابو رغال کے جو اللہ کے حرم میں تھا لیکن جب وہ حرم سے باہر ہوا تو اسکو بھی وہی عذاب پہنچا جو اس کی قوم کو پہنچا تھا۔ [رواہ احمد] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نے طائف کو جاتے ہوئے فرمایا کہ یہ ابو رغال کی قبر ہے جو ثقیف کا جد اعلیٰ تھا اور قوم عاد میں سے تھا مکہ آیا ہوا تھا اس لیے عذاب سے بچ رہا جب مکہ سے نکلا تو اسے اس جگہ عذاب پہنچا اور یہیں دفن ہوا اور اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کے ساتھ سونے کی ایک سلاخ دفن ہے پس لوگوں نے اتر کر تلوار سے کھود کر وہ سلاخ نکال لی۔ [رواہ عبدالرزاق و ابوداؤد و مواہب]

(۸۰ تا ۸۴) قوم ثمود کے بعد قوم لوط کا حال بیان فرمایا جاتا ہے۔ باقی ترجمہ پڑھیے،

تنبیہ: حضرت لوط علیہ السلام ابن حاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے وہ بابل سے ان کے ساتھ ہجرت کر کے حران آئے تھے۔ جب حضرت ابراہیم کنعان واپس آئے تو انہوں نے حضرت لوط کو شہر اردن کی طرف لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا کہ وہ اس وقت نبی بنا دیئے گئے تھے۔ آپ نے علاقہ اردن میں پہنچ کر شہر سدوم میں قیام کیا اور اہل سدوم اور اس کے آس پاس کی بستی والوں کو ہدایت فرمانا شروع کی کہ وہ بت پرستی اور لڑکوں سے علانیہ بدفعلی کرتے تھے مگر انہوں نے ان کی نصیحت نہ مانی اور اپنی بدفعلی سے باز نہ آئے۔ جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو اللہ نے انہیں غارت کرنے کے لیے تین فرشتے بھیجے جو پہلے امرد لڑکوں کی شکل میں دوپہر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے انہوں نے ان کی مہمانی کی۔ روٹیاں اور گوشت ان کے سامنے لا کر رکھا انہوں نے اسے نہ کھایا تو حضرت ابراہیم ڈر گئے اور انہیں دشمن خیال کیا کہ اس زمانہ میں کوئی مخالف اپنے مخالف کے یہاں کھانا نہ کھاتا تھا تو فرشتے بولے آپ خوف نہ کریں ہم نہ فرشتے ہیں سدوم کو غارت کرنے کے لیے آئے ہیں تو حضرت ابراہیم نے ان سے فرمایا وہاں تو لوط اور دوسرے نیک لوگ بھی ہیں تو فرشتے بولے ان کو محفوظ رکھا جائے گا۔ پھر فرشتے وہاں سے چل دیئے اور شام کے وقت شہر سدوم کے پھاٹک پر حضرت لوط سے ملے اور ان سے بولے آج رات ہم آپ کے مہمان رہیں گے۔ یہ خبر پا کر شہر کے لوگوں نے آ کر گھیرا حضرت لوط نے ان کی خوشامد کی اور کہا کہ میرے مہمانوں کو بے عزت نہ کرو، وہ کب ماننے والے تھے کواڑ توڑنے لگے جب فرشتوں نے حضرت لوط کو پریشان و بدحواس دیکھا تو بولے آپ فکر نہ کریں ہم فرشتے ہیں صبح اس شہر کو غارت کریں گے آپ رات ہی میں اس شہر سے نکل جائیں۔ چناں چہ حضرت لوط علیہ

www.waseemziyai.com

رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ

رب کی طرف سے روشن دلیل آئی تو ناپ اور تول پوری کرو اور لوگوں کی چیزیں گھٹا کر نہ دو

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

اور زمین میں انتظام کے بعد فساد نہ پھیلاؤ یہ تمہارا بھلا ہے

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ﴿۸۵﴾ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ

اگر ایمان لاؤ۔ اور ہر راستے پر یوں نہ بیٹھو کہ راہ گیروں کو ڈراؤ

وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا

اور اللہ کی راہ سے انھیں روکو جو اس پر ایمان لائے اور اس میں

عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪

کجی چاہو، اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اس نے تمہیں بڑھادیا

وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾

اور دیکھو فسادیوں کا کیسا انجام ہوا۔

السلام اپنے گھر والوں کو اور مسلمانوں کو لے کر شہر سے نکل گئے ان کی بی بی واعلہ نامی کافرہ تھی وہ پیچھے رہ گئی اور قوم کی تباہی پھر پھر کر دیکھنے لگی کہ اس کے ایک پتھر آ کر لگا وہ مر گئی صبح کو فرشتوں نے شہر کو الٹ دیا گندھک اور آگ کے پتھر برسا کر جلا دیا اس کا دھواں اٹھتا ہوا دور سے حضرت ابراہیم نے دیکھا مجاہد کہتے ہیں کہ جبریل نے آ کر قوم لوط کی بستی کو اپنے پروں پر اٹھا کر آسمان پر لے جا کر وہاں سے الٹ دیا پھر ان پر پتھر برسائے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ۔﴿جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ﴾ [ہود:۸۳][سراج]

تنبیہ: آیت میں اہل سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان پر ایمان لائے تھے اور وامطرنا علیھم مطرا سے مراد پتھر برسانا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے ﴿وامطرنا علیھم حجارۃ من سجیل﴾ اور انظر حضور سے خطاب ہے مگر اس سے امتی مراد ہیں تاکہ وہ اس سے عبرت پکڑیں۔ اور آیت میں تنبیہ ہے اس پر کہ عقل مند آدمی کو اولاد ہونے اور نسل باقی رہنے کے لیے مباشرت کرنا چاہیے نہ محض خواہش بجھانے کے لیے۔ اور وہ عورتوں ہی سے صحبت کرنے سے حاصل ہوتی ہے نہ امردوں سے بلکہ ان سے مباشرت کرنا مرد کو ناکارہ اور امراض متعددہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ روایت کیا گیا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے فعل بد قوم لوط نے کیا اور انہیں شیطان نے ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں آ کر سکھایا پس وہ اس فعل بد کے عادی ہو گئے۔ کلبی کہتے ہیں کہ یہ فعل اول ابلیس نے خود کیا اور قوم لوط کو کرنے کے لیے بلایا۔

مسئلہ: شریعت اسلامیہ میں لواطت قطعاً حرام ہے اس کی سزا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مجرم کو بلندی سے گرانا اوپر سے پتھر برسا کر مارنا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس کی سزا مثل زانی کے ہے اور ایک روایت میں ان کا قول مثل قول امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس کو تم قوم لوط کا فعل کرتے دیکھو تو دونوں کو قتل کرو۔ [رواہ احمد، وابن ماجہ وترمذی وابوداؤد] اور عورتوں سے لواطت بالاجماع حرام ہے مگر اس کی سزا مقرر نہیں ہے۔

www.waseemziyai.com

وَاِنْ كَانَ طَآىِٕفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ

اور اگر تم میں ایک گروہ اس پر ایمان لایا

اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآىِٕفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا

جو میں لے کر بھیجا گیا اور ایک گروہ نے نہ مانا

فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ

تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ ہم میں فیصلہ

بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ

کرے اور اللہ کا فیصلہ سب سے

الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨٧﴾

بہتر ف۵

(۵۰۔آیت:۸۵تا۸۷) قوم لوط کے بعد اہل مدین یعنی قوم شعیب کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ باقی ترجمہ پڑھیے

تنبیہ: مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام تھا وہ عرب کے شمالی مغربی حصہ میں ایک جگہ رہنے لگے تھے اس وجہ سے اس جگہ کا نام بعد کو مدین ہوگیا بلکہ ان کی نسل سے جو قوم بنی اس کا نام بھی مدین ہوگیا۔ ان میں سے حضرت شعیب بھی تھے ان کے باپ کا نام صیفون یا میکیل تھا انہیں خطیب الانبیا کہا جاتا تھا یہ وہی حضرت شعیب ہیں جن کے پاس حضرت موسیٰ مصر سے بھاگ کر آئے تھے اور دس برس رہے تھے اور ان کی لڑکی صفورا سے نکاح کیا تھا مدین کے قریب ایک اور گاؤں تھا جسے ایکہ کہتے تھے قرآن عظیم میں جو اصحاب ایکہ کا قصہ مذکور ہے اس سے قوم شعیب ہی مراد ہے۔ مدین کا نکاح حضرت لوط کی لڑکی سے ہوا تھا ان کی نسل میں خدا نے تھوڑی مدت میں اس قدر برکت کی کہ وہ پوری قوم بن گئی اور پورے علاقہ کو گھیر لیا جب تک وہ ارشادات انبیا پر چلتے رہے سیدھے راستہ پر رہے اور جب ان پر عمل کرنا چھوڑا تو گمراہ ہوئے بت پرستی اور طرح طرح کی بداعمالیاں کرنے لگے منجملہ ان کے ناپ تول میں کمی کرتے پوری چیز ناپ تول کر نہ دیتے معاملات میں دغابازی کرتے۔ شرک و دیگر معاصی میں مشغول رہتے ظلم و تعدی کرتے اور راستہ کے سروں پر بیٹھ کر راہ گیروں کو پریشان کرتے رہزنی کرتے راہ حق سے روکتے حضرت شعیب کے پاس لوگوں کو آنے سے منع کرتے اور ان سے کہتے کہ وہ دغاباز مکار ہے اس کے پاس نہ جانا جیسا کہ آیت میں ان باتوں کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب کو ان کی ہدایت کے لیے مقرر فرمایا آپ نے انہیں نہایت نرمی سے نصیحت فرمائی اور ان کی برائیاں ظاہر کیں اور خدا کے احسانات یاد دلائے اور عذاب الٰہی سے ڈرایا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا آخر کو ان سے فرمادیا کہ ٹھہرے رہو، اللہ میرے تمہارے بیچ فیصلہ فرمائے گا۔

تنبیہ: آیت میں ﴿قد جاءتکم بینة﴾ سے معجزہ مراد ہے کہ ہر نبی کی تصدیق کے لیے معجزہ ضروری ہے شعیب علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ ان کے عصا سے بکریاں ہانکتے وقت آواز نکلتی تھی اور ان کی بکریوں کے بچے آگے سے کالے اور پیچھے سے سفید پیدا ہوتے تھے اگرچہ قرآن میں ان کے معجزہ کا ذکر نہیں ہے جیسے ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اکثر معجزوں کا ذکر نہیں ہے۔ [سراج] اور تفسیر حسینی میں آیات باہرات سے منقول ہے کہ حضرت شعیب کا یہ معجزہ تھا کہ وہ جب پہاڑ پر چڑھنا چاہتے تو پہاڑ ان کے لیے جھک جاتا وہ آسانی سے اس پر چڑھ جاتے۔

www.waseemziyai.com

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ

اس کی قوم کے متکبر سردار بولے اے شعیب! قسم ہے کہ ہم تمہیں

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ

اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ، کہا

اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ

کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں؟ ضرور ہم اللہ پر جھوٹ باندھیں گے اگر تمہارے دین میں

مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ

آجائیں بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں اس سے بچایا ہے اور ہم مسلمانوں میں کسی کا کام نہیں کہ

نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ

تمہارے دین میں آئے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو ہمارا رب ہے ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط

عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا

ہے ہم نے اللہ ہی پر بھروسا کیا اے رب ہمارے! ہم میں اور ہماری قوم میں

بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

حق فیصلہ کر اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر۔ ف اور اس کی قوم کے کافر

مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾

سردار بولے کہ اگر تم شعیب کے تابع ہوئے تو ضرور تم نقصان میں رہو گے۔

(۱۔آیت:۸۸،۸۹) جب حضرت شعیب کے وعظ و پند سے لوگ تنگ ہوئے تو ایک دن ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے ان سے کہا: اے شعیب! قسم ہے ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ یا تم ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔ تو شعیب نے ان سے کہا کیا ہم تمہارے دین پر ہو جائیں اگرچہ ہم اس سے بیزار ہیں، اگر ہم تمہارے دین میں بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں اس سے بچایا ہے آجائیں گے تو ضرور ہم اللہ پر جھوٹ باندھیں گے۔

تنبیہ: قوم کے مقولہ سے یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت شعیب پہلے ان کے مذہب میں تھے جب تو انہوں نے ان سے یہ کہا کہ آپ ہمارے مذہب میں لوٹ آیئے حالانکہ حضرت شعیب علیہ السلام نہ اس وقت تک ان کے مذہب میں تھے اور نہ اس سے پہلے تھے کہ انبیاء علیہ السلام اہل سنت کے نزدیک معصوم ہیں، ان سے کفر و عصیان نہ قبل نبوت سرزد ہوتا ہے نہ بعد نبوت۔ اس شبہہ کا ازالہ یہ ہے کہ کافروں کا خطاب حضرت شعیب علیہ السلام سے نہ تھا بلکہ ان لوگوں سے تھا جو ان پر ایمان لائے تھے، اور ایمان لانے سے پہلے وہ کافر تھے، چونکہ حضرت شعیب ان میں شامل تھے اور وہ لوگ ان کے متبع تھے اس لحاظ سے خطاب حضرت شعیب سے کیا گیا اور اسی لحاظ سے انہوں نے کفار کو جواب دیا۔ یا یہ کہ یہاں عود کے معنی داخل ہونے یا ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونے کے ہیں نہ رجوع

www.waseemziyai.com

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٩١﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

تو انھیں زلزلے نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے شعیب کے جھٹلانے والے،

شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا

گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے، شعیب کو جھٹلانے والے وہی

هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٢﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ

تباہی میں پڑے۔ تو شعیب نے ان سے منہ پھیرا اور کہا، اے میری قوم! میں تمھیں

رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿٩٣﴾

اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور تمہارے بھلے کو نصیحت کی تو کیونکر غم کروں کافروں کا۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ

اور نہ بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی مگر یہ کہ اس کے لوگوں کو سختی

وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿٩٤﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ

اور تکلیف میں پکڑا کہ وہ کسی طرح زاری کریں پھر ہم نے برائی کی جگہ بھلائی بدل دی

حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ

یہاں تک کہ وہ بہت ہوگئے اور بولے بے شک ہمارے باپ دادا کو رنج و راحت پہنچے تے تو ہم نے انھیں

بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩٥﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا

اچانک ان کی غفلت میں پکڑ لیا اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے

لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ

تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے مگر انھوں نے تو جھٹلایا تو ہم نے انھیں

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٦﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا

ان کے کیے پر گرفتار کیا کیا بستیوں والے نہیں ڈرتے کہ ان پر ہمارا عذاب

بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿٩٧﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ

رات کو آئے جب وہ سوتے ہوں۔ یا بستیوں والے نہیں ڈرتے کہ ان پر

کرنے کے۔ [سراج ومعالم]

www.waseemziyai.com

بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ

ہمارا عذاب دن چڑھے آئے جب وہ کھیل رہے ہوں کیا اللہ کی خفی تدبیر سے نڈر ہیں؟ تو

مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ

اللہ کی خفی تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے اور کیا وہ جو زمین کے مالکوں کے بعد اس کے وارث ہوئے

الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ

انھیں اتنی ہدایت نہ ملی کہ ہم چاہیں تو انھیں ان کے گناہوں پر آفت پہنچائیں

وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ

اور ہم ان کے دلوں پر مہر کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سنتے یہ بستیاں ہیں

عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا

جن کے احوال ہم تمھیں سناتے ہیں اور بے شک ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے تو

كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى

وہ اس قابل نہ ہوئے کہ وہ اس پر ایمان لاتے جسے پہلے جھٹلا چکے تھے اللہ یوں ہی چھاپ لگادیتا ہے

قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ

کافروں کے دلوں پر اور ان میں اکثر کو ہم نے قول کا سچا نہ پایا اور ضرور

وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى

ان میں اکثر کو بے حکم ہی پایا۔ ف۲ پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو

(۲۔آیت:۹۰تا۱۰۲) یعنی اور شعیب کی قوم کے کافر سرداروں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ اگر تم شعیب کا اتباع کروگے تو نقصان میں رہوگے تو انہیں سخت زلزلہ نے پکڑا، پس وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑ گئے اور ایسے مرے گویا ان گھروں میں کبھی رہتے ہی نہیں تھے، تو شعیب کو جھٹلانے والے تباہی میں پڑے نہ شعیب کا اتباع کرنے والے۔ یہ کفار کے قول کا رد ہے۔ تو شعیب نے ان سے منہ پھیرا اور کہا: اے میری قوم میں تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور نصیحت کر چکا اب کیسے میں کافروں کا غم کروں۔ کلبی کہتے ہیں: کہ الرجفہ سے زلزلہ مراد ہے۔ اور قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت شعیب اصحاب ایکہ اور اصحاب مدین کی طرف بھیجے گئے تھے۔ پس اصحاب ایکہ تو عذاب ظلہ سے ہلاک کیے گئے اور اصحاب مدین پر حضرت جبرئیل نے آکر ایک چیخ ماری کہ سب ہلاک ہوگئے۔ ظلہ کے معنی سائبان کے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جہنم کا دروازہ کھول دیا تھا اور انہیں شدت کی گرمی میں مبتلا کیا تھا کہ نہ کوئی سایہ کام دیتا تھا اور نہ پانی تو وہ لوگ سردابوں میں گھسے، وہاں باہر سے زیادہ سخت گرمی پائی تو وہاں سے نکل کر جنگل کو بھاگے تو اللہ نے ایک ابر ان پر بھیجا جس میں ٹھنڈک اور خوشبو دار ہوا تھی وہ ان پر چھا گیا یہی ظلہ ہے۔ پس جب انہوں نے اس میں ٹھنڈک اور خوشگوار ہوا پائی تو انہوں نے سب کو اس کے نیچے جمع ہونا چاہا پس اللہ نے ان میں آگ بھڑکائی اور زمین نے ان پر حرکت

www.waseemziyai.com

بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو انھوں نے ان نشانیوں پر زیادتی کی تو دیکھو کیسا

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ قَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ

انجام ہوا مفسدوں کا۔ اور موسیٰ نے کہا اے فرعون! میں

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ

پروردگار عالم کا رسول ہوں۔ مجھے سزاوار ہے کہ اللہ پر نہ کہوں

اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ

مگر سچی بات میں تم سب کے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں تو تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ

اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ ؕ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ

چھوڑ دے بولا: اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو تو لاؤ اگر

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ ۚ وَّنَزَعَ

سچے ہو۔ تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا وہ فوراً ایک ظاہر اژدہا ہوگیا اور

يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ

اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا قوم فرعون کے سردار بولے

اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا

یہ تو ایک علم والا جادوگر ہے تمھیں تمہارے ملک سے نکالا چاہتا ہے تو تمہارا کیا

کی تو سب جل بھن کر بری طرح کباب ہوئے۔ [معالم]

تنبیہ: ﴿یقوم قد أبلغتکم الخ﴾ یہ مقولہ شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم سے بعد مرنے کے تھا۔ یا زندگی میں تھا اس کی توجیہ قوم صالح کے قصہ میں گزری۔ بظاہر یہ مقولہ مرنے کے بعد ہی کا معلوم ہوتا ہے کہ مردوں سے خطاب صحیح ہے اور وہ سنتے ہیں۔ فتح المنان میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور صرف زلزلہ ہی سے موت واقع نہیں ہوئی تھی بلکہ اس میں ہولناک آواز بھی تھی اور آسمان سے آگ کے شرارے بھی برسے تھے اور لپٹیں آئی تھیں جیسا کہ سورۂ شعراء اور حجر میں ہے۔ [جامع البیان] اور ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ الخ﴾ کا یہ مطلب ہے کہ ہم نے جس قریہ میں جو نبی بھیجا قریہ والوں نے اس کی تکذیب کی تو ہم نے انہیں تنگی پھر فراخی سے آزمایا مگر انہوں نے تنگی کے وقت کبھی عاجزی نہ کی اور نہ فراخی کے وقت شکر کیا بلکہ سرکشی کی اور کہا ایسی تنگی فراخی رنج وراحت ہمارے باپ دادا کو بھی پہنچتی رہی ہیں یہ تو زمانہ کی گردش سے ہے تو ہم نے انہیں یکایک عذاب میں پکڑا۔ اور آسمان وزمین کی برکتیں کھول دینے کے یہ معنی ہیں کہ ہم آسمان سے ان کے لیے پانی برساتے اور زمین سے ہر قسم کی چیز اگاتے کثرت سے پیداوار کرتے۔ بیضاوی لکھتے ہیں: کہ یہ کنایہ توسیع خیرات سے ہے، یعنی ہم ہر طرف سے ان پر بھلائی نازل کرتے ہیں اور ﴿اولم یھد للذین الخ﴾ سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ تباہ شدہ بستیوں کے رہنے

www.waseemziyai.com

تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

مشورہ ہے۔ بولے انھیں اور ان کے بھائی کو ٹھہرا اور شہروں میں لوگ جمع کرنے والے بھیج دے۔

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا

کہ ہر علم والے جادوگر کو تیرے پاس لے آئیں اور جادوگر، فرعون کے پاس آئے، بولے

اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ

کچھ ہمیں انعام ملے گا اگر ہم غالب آئیں۔ بولا ہاں اور اس وقت تم

لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ

مقرب ہوجاؤ گے۔ بولے: اے موسیٰ! یا تو آپ ڈالیں یا ہم

الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ

ڈالنے والے ہوں کہا تمھیں ڈالو جب انھوں نے ڈالا لوگوں کی نگاہوں پر جادو کردیا اورانھیں ڈرا دیا

وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا

اور بڑا جادو لائے۔ اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ اپنا عصا ڈال تو ناگاہ

هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ ۚ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ۚ

وہ ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا تو حق ثابت ہوا اور ان کا کام باطل ہوا۔

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ ۚ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ ۩ قَالُوْٓا

تو یہاں وہ مغلوب پڑے اور ذلیل ہوکر پلٹے۔ اور جادوگر سجدے میں گرادیے گئے بولے

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ

ہم ایمان لائے جہان کے رب پر۔ جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا۔ فرعون بولا:

والوں کے بعد جولوگ ان کے مالک ہوئے انہیں تباہ شدہ قوموں کے حالات وواقعات سے عبرت پکڑنی اور نصیحت حاصل کرنا چاہیے کہ وہ جن لوگوں کے جانشین ہوئے ہیں وہ کفر ومعاصی میں منہمک ہونے اور خدا کی نافرمانی کرنے کے سبب تباہ وہلاک ہوئے۔ یونہی اگر وہ کفر ومعاصی میں منہمک ہوں گے اور خدا کی نافرمانی کریں گے تو ہلاک کردیے جائیں گے۔ اور ﴿تلك القرى نقص عليك﴾ سے حضور کو تسکین دینا مقصود ہے کہ وہ کفار کے انکار سے ملول ومحزون نہ ہوں کہ کفار ہر نبی کے ساتھ یونہی کرتے رہے ہیں۔ عاد وثمود اور قوم لوط وشعیب کی بستیاں انبیاء ہی کے انکار وتکذیب کرنے کی وجہ سے اجڑیں، آپ کے تکذیب کرنے والے بھی یونہی ہلاک ہوں گے اور اللہ کا مکر انہیں ذلیل وخوار کرنا ہے۔

www.waseemziyai.com

اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي

تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں یہ تو بڑا جعل ہے جو تم سب نے

الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ

شہر میں پھیلایا ہے کہ شہر والوں کو اس سے نکال دو تو اب جان جاؤ گے قسم ہے کہ میں

اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْٓا

تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سولی دوں گا بولے

اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ ۚ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ

ہم اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں اور تجھے ہمارا کیا برا لگا یہی نہ کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر

رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۭ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ ع ۱۴ ۱۸ ۴

ایمان لائے جب وہ ہمارے پاس آئیں، اے رب ہمارے! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں مسلمان اٹھا ف ۳

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا

اور قوم فرعون کے سردار بولے کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو اس لیے چھوڑتا ہے کہ وہ زمین میں فساد

(۳۔آیت:۱۰۳تا۱۲۶) ان آیات میں حضرت موسیٰ کو فرعون کی طرف بھیجنے کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہاں یہ شبہہ ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ تو بنی اسرائیل کے رسول تھے پھر انہیں فرعون کی طرف کیوں بھیجا گیا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے نبی ہونے سے دوسرے کی طرف بھیجنے کی نفی نہیں ہوتی، اور وہ بنی اسرائیل کے چھڑانے کو تو فرعون کے پاس گئے تھے اور اسے ہدایت کر کے بنی اسرائیل کو چھوڑ دینے کو کہا تھا جیسا کہ آیت میں ہے۔ بہرحال فرعون کے پاس بھیجنا منصوص ہے۔ پڑھیے ترجمہ

تنبیہ: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے جا کر یہ کہا کہ میں معجزہ دے کر اللہ کی طرف سے تیری طرف بھیجا گیا ہوں تو فرعون نے انکار کیا اور ان سے معجزہ طلب کیا۔ پس آپ نے اپنا عصا اس کے سامنے ڈال دیا جو اژدھے کی شکل ہو گیا اور فرعونیوں کی طرف لپکا، فرعون کی اس کی دہشت سے ہوا نکل گئی اور وہ اٹھ کر بھاگا اور درباری بھی اس کی دہشت سے گھبرا کر بھاگے جن میں کئی ہزار کچل کر مر گئے۔ فرعون نے فریاد کی اور کہا کہ اے موسیٰ! تجھے اسی کی قسم ہے جس نے تجھے بھیجا ہے کہ تو اس اژدھے کو پکڑ لے میں سب سے پہلے تجھ پر ایمان لاؤں گا اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دوں گا۔ پس حضرت موسیٰ نے اسے اٹھا لیا تو وہ پھر عصا ہو گیا۔ اور اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ اس قدر چمکتا ہوا نکلا کہ اس کی روشنی آفتاب پر غالب ہوئی اور دیکھنے والوں کی آنکھیں اس کے دیکھنے سے خیرہ ہوئیں تو انہوں نے اسے بند کرنے کی درخواست کی۔ پس حضرت موسیٰ نے مٹھی بند کر لی یا جیب میں ہاتھ ڈال لیا تو روشنی جاتی رہی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ اس کے نور سے زمین و آسمان کا درمیان منور ہو گیا اور بجلی جیسی اس میں چمک تھی۔ [سراج] جب فرعون اور فرعونیوں نے یہ معجزات دیکھے اور کوئی بات نہ بن پڑی تو باہم مشورہ کر کے بولے یہ تو بڑا ساحر ہے تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے۔ اب کیا رائے ہے؟ بولے اسے اور اس کے بھائیوں کو ٹھہراؤ اور اپنے ملک کے سب ساحروں کو جمع کرو کہ اس وقت ساحری کا زور تھا۔ پس ساحر جمع کیے گئے جو تعداد میں بقول ابن عباس ستر (۷۰) اور بقول مقاتل بہتر (۷۲) تھے، یہ تعداد ان کے استادوں کی ہے

www.waseemziyai.com

فِی الْاَرْضِ وَیَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْیٖ

پھیلائیں اور موسیٰ تجھے اور تیرے ٹھہرائے ہوئے معبودوں کو چھوڑ دے بولا اب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور

نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا

ان کی بیٹیاں زندہ رکھیں گے اور ہم بے شک ان پر غالب ہیں موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اللہ کی

بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ

مدد چاہو اور صبر کرو بے شک زمین کا مالک اللہ ہے اپنے بندوں میں جسے چاہے وارث بنائے

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْۤا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا

اور آخر میدان پرہیزگاروں کے ہاتھ ہے بولے ہم ستائے گئے آپ کے آنے سے پہلے

وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ

اور آپ کے تشریف لانے کے بعد کہا: قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کرے

ورنہ وہ بارہ ہزار سے زیادہ تھے۔ تو انہوں نے اپنی اپنی رسیاں اور لکڑیاں ڈالیں اور لوگوں کی نظر بندی کی کہ وہ سانپوں کی طرح کی حرکت کرتی نظر آئیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ ساحروں نے اپنی اپنی رسیاں اور لکڑیاں زمین پر ڈال دیں جو ان کے سحر سے سانپوں کی طرح حرکت کرنے لگیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان پر پارہ ملا ہوا تھا دھوپ کے اثر سے وہ اس کے باعث حرکت کرنے اور آپس میں لپٹنے لگیں، تمام میدان ان سے بھر گیا، لوگوں نے انہیں جادو خیال کیا تو حضرت موسیٰ نے بحکم الٰہی اپنا عصا ڈالا، وہ اژدھا بن کر انہیں نگلنے لگا یہاں تک کہ سب کو نگل گیا اور جو نظر بندی انہوں نے کی تھی وہ باطل ہو گئی تو ساحر یہ دیکھ کر سجدے میں گرے اور ایمان لائے، فرعون نے انہیں ڈرایا اور کہا تم بغیر میری اجازت کے کیسے ایمان لے آئے، میں تمہیں سزا دوں گا اور تمہارا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹواؤں گا اور تمہیں سولی چڑھاؤں گا۔ تو ساحروں نے فرعون سے کہا تجھے ہمارا ایمان لانا برا لگا۔ اور خدا سے صبر عطا کرنے اور مسلمان مرنے کی دعا کی۔ اس میں اختلاف ہے کہ فرعون نے ساحروں کو سزا دی یا نہیں۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ انہیں سزا دی گئی تھی، وہ شروع دن میں ساحر تھے اور اخیر میں شہید۔ اور ہاتھ پاؤں کاٹنے اور سولی دینے کا پہلا موجد فرعون تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ انہیں سزا نہیں دی گئی تھی۔ نیشاپوری نے اول کو اظہر اور اکثر کا قول لکھا ہے۔ مقاتل کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے جادوگروں کے استاد سے کہا تھا کہ اگر میں تجھ پر غالب ہوا تو تو مجھ پر ایمان لائے گا، اس نے اقرار کیا تھا فرعون ان کی باتیں سن رہا تھا اور انہیں دیکھ رہا تھا اس لیے اس نے کہا کہ تم نے مکر کیا اور موسیٰ سے مل گئے۔

تنبیہ: یہاں حضرت موسیٰ کی لکڑی کو اژدھا بڑا سانپ کہا گیا ہے جو حرکت نہیں کر سکتا ہے اور دوسری آیت میں چھوٹا سانپ کہا گیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ بہت بڑا سانپ ہو گیا تھا مگر چھوٹے سانپ کی طرح حرکت کرتا چلتا پھرتا تھا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ وہ آدم علیہ السلام کا عصا تھا جو مدین سے چلتے وقت راہ میں کسی فرشتے نے آدمی کی شکل بن کر حضرت موسیٰ کو دیا تھا، وہ رات کو چراغ کا کام اور دن کو لکڑی کا کام دیتا تھا، اس سے بکریاں چراتے تھے۔ فرعون شاہ مصر کو کہا جاتا ہے جو بھی ہو جیسے کہ قیصر ہر بادشاہ روم کو اور کسریٰ ہر بادشاہ فارس کو اور نجاشی ہر بادشاہ حبشہ کو کہا جاتا ہے۔ اس وقت کے فرعون کا نام قابوس یا ولید تھا اور وہ قبطی تھا اور قبطیوں کا بادشاہ تھا چار سو سال کی عمر تھی کہ حضرت موسیٰ حضرت یوسف کے چار سو سال بعد ہوئے تھے۔ بات یہ تھی کہ مصر میں قبطی بستے تھے، جب یوسف علیہ السلام بادشاہ مصر ہوئے تو انہوں نے اپنے باپ بھائیوں وغیرہ بنی اسرائیل کو مصر بلایا، ان کے اولاد ہوئی اور نسل بڑھی، حضرت یوسف کی وفات کے بعد

www.waseemziyai.com

وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنَآ

اور اس کی جگہ زمین کا مالک تمہیں بنائے پھر دیکھے کیسے کام کرتے ہو ف۴ اور بے شک ہم نے

اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

فرعون والوں کو برسوں کے قحط اور پھلوں کے گھٹانے سے پکڑا کہ کہیں وہ نصیحت مانیں

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ

تو جب انہیں بھلائی ملتی کہتے یہ ہمارے لیے ہے ، اور جب برائی پہنچتی تو

يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۭ اَلَآ اِنَّمَا طٰۗىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

موسیٰ اور اس کے ساتھ والوں سے بدشگونی لیتے سن لو ان کے نصیبے کی شامت تو اللہ کے یہاں ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ

لیکن ان میں اکثر کو خبر نہیں۔ اور بولے تم کیسی بھی نشانی لے کر ہمارے پاس آؤ

لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ

کہ ہم پر اس سے جادو کرو ہم کسی طرح تم پر ایمان لانے والے نہیں ف۵ تو بھیجا ہم نے ان پر

قبطیوں نے ان پر غلبہ کیا اور بنی اسرائیل کو [illegible] غلام و خادم رکھا اور ان سے سخت سخت کام لیتے، گھاس چھلواتے مٹی ڈھلواتے وغیرہ۔

(۴۔ آیت ۱۲۷ تا ۱۲۹) یعنی جب فرعون کو اسی کی قوم کے سرداروں نے بہکایا تو اس نے کہا کہ ہم پہلے کی طرح بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور لڑکیوں کو زندہ رکھیں گے اور اعادہ قتل شروع کیا تو بنی اسرائیل نے گھبرا کر حضرت موسیٰ سے شکایت کی تو انہیں تسلی و تسکین دینے کے لیے [illegible] موسیٰ نے فرمایا۔ پڑھیے ترجمہ

تنبیہ: زمین میں فساد پھیلانے اور فرعون کے بتائے ہوئے معبودوں کو چھوڑ دینے کا یہ مطلب ہے کہ موسیٰ اور اس کی قوم لوگوں کو تیرے خلاف بھڑکائے اور اپنی طرف بلائے جیسا کہ ساحروں کے ساتھ کیا اور تیرے بنائے ہوئے معبودوں کو چھوڑ دے یعنی انہیں نہ پوجے اور لوگوں کو ان کی پوجا سے منع کرے۔ سدی کہتے ہیں: کہ فرعون نے اپنی قوم کو کچھ بت بنا کر دیے تھے اور حکم کیا کہ وہ انہیں پوجا کریں تاکہ میری نزدیکی حاصل ہو۔ یہ چھوٹے خدا ہیں اور میں بڑا خدا ہوں "انا ربکم الاعلی" اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: کہ فرعون کے پاس بہت خوبصورت ایک گائے تھی وہ اسے پوجتا تھا اور لوگوں کو حسین گائے پوجنے کا حکم کرتا تھا۔ اور حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: کہ فرعون نے اپنے گلے میں صلیب بنا کر ڈالی تھی وہ اسے پوجا کرتا تھا۔ [سراج و معالم]

(۵۔ آیت: ۱۳۰ تا ۱۳۲) یعنی جب فرعون کی قوم باطل پرستی پر اڑی رہی اور بنی اسرائیل کو ایذا دینے سے باز نہ آئے تو ہم نے انہیں برسوں قحط اور غلہ کے نقصان میں مبتلا رکھا کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔ تو جب انہیں بھلائی پہنچتی تو اس کا شکر ادا نہ کرتے اور کہتے کہ یہ ہماری قسمت سے ہے۔ اور جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں سے بدشگونی لیتے۔ یعنی کہتے کہ یہ نحوست ان کی وجہ سے ہے۔ اور حضرت موسیٰ سے کہتے کہ تم کیسی ہی نشانی ہمارے پاس ہم پر جادو کرنے کے لیے لے کر آؤ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ کہا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بیس سال ان میں رہے اور انہیں معجزات دکھائے مگر وہ ایمان نہ لائے۔

www.waseemziyai.com

الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ قف

طوفان اور ٹیڈی اور گھن (یا کلنی یا جوئیں) اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانیاں

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا

تو انھوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی۔ اور جب ان پر عذاب پڑتا کہتے

يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا

اے موسیٰ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے بے شک اگر تم ہم پر سے

الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا

عذاب اٹھادو گے تو ہم ضرور تم پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کردیں گے۔ پھر جب

كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

ہم ان سے عذاب اٹھالیتے ایک مدت کے لیے جس تک انھیں پہنچنا ہے جبھی وہ پھر جاتے۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

تو ہم نے ان سے بدلا لیا تو انھیں دریا میں ڈبو دیا اس لیے کہ ہماری آیتیں جھٹلاتے

وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ

اور ان سے بے خبر تھے اور ہم نے اس قوم کو جو دبا لی گئی تھی،

مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

اس زمین کے پورب پچھم کا وارث کیا جس میں ہم نے برکت رکھی اور تیرے رب کا

الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ

اچھا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا، بدلا ان کے صبر کا، اور ہم نے برباد کردیا جو کچھ

يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ ع ۱۱۱

فرعون اور اس کی قوم بناتی اور جو چنائیاں اٹھاتے تھے۔ ف۶ اور ہم نے بنی

تنبیہ: علمائے اہل سنت کے نزدیک نحوست و بدشگونی کسی شئی میں نہیں ہے موثر حقیقی تمام کائنات میں اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور حسنہ سے مراد ہر قسم کی فراخی اور فارغ البالی ہے۔ اور سیئہ سے ہر قسم کی تنگی اور بلاؤ مصیبت مراد ہے۔

(۶۔ آیت: ۱۳۳ تا ۱۳۷) جب فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ کی کوئی بات نہ مانی اور ان سے مذکورہ بالا الفاظ کہے تو حضرت موسیٰ کو جلال آ گیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں ان کے لیے بد دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بد دعا سے قبطیوں پر متواتر طرح طرح کے عذاب نازل کیے جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ [ابن عباس] پس سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفان پانی کا بھیجا

www.waseemziyai.com

اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ

اسرائیل کو دریا پار اتارا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے آسن مارے تھے

قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ

بولے: اے موسیٰ! ہمیں ایک خدا بنادے جیسا ان کے لیے اتنے خدا ہیں، بولا تم ضرور

قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ

جاہل لوگ ہو یہ حال تو بربادی کا ہے جس میں یہ لوگ ہیں اور جو کچھ

مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ

کررہے ہیں نرا باطل ہے۔ کہا: کیا اللہ کے سوا تمہارا اور کوئی خدا تلاش کروں؟ حالانکہ

فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

اس نے تمہیں زمانے بھر پر فضیلت دی اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعون والوں سے نجات بخشی کہ

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ

تمہیں بری مار دیتے، تمہارے بیٹے ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیاں باقی رکھتے

یعنی سات دن متواتر مینہ برستا رہا، دریائے نیل چڑھ گیا، قبطیوں کے گھر پانی سے بھر گئے، ان کے گلوں تک پہنچا جو اس میں بیٹھا وہ ڈوبا، نکلنا چلنا پھرنا بند ہو گیا مگر بنی اسرائیل اس سے محفوظ رہے، انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا۔ اور بعض کے نزدیک وہ طوفان ہیضہ تھا۔ اور بعض کے نزدیک طاعون تھا۔ اور بعض کے نزدیک ان کے جانوروں میں وبائے موت پھیلنا تھا۔ غرض کہ جب قبطی طوفان میں مبتلا ہوئے تو حضرت موسیٰ سے فریاد کی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا تب وہ دفع ہوا اور ان کی کھیتیاں باڑیاں خوب پھلی پھولیں۔ مگر بعد دفع عذاب وہ ایمان نہ لائے تب ان پر ٹیڑیاں بھیجیں جن کے سینہ پر جند اللہ الاعظم لکھا ہوا تھا۔ وہ ان کی تمام کھیتیاں، درخت اور پھل چاٹ گئیں، بدن پر چمٹ کر ان کا خون چوستیں، کپڑے چاٹتیں یہاں تک کہ گھروں کے چوکھٹ کواڑ تختے تک کھا گئیں۔ پھر ان کے بھرے ہوئے ناج میں گھن پیدا کیے جو اسے کھا گئے، یا کپڑوں میں جوئیں پیدا کیں جو انہیں کاٹتیں چین نہ لینے دیتیں اور کھانے پینے کی چیزوں میں جھڑتیں۔ ابن کثیر نے قمل کے معنی گھن کے بیان کیے ہیں جو ناج میں پیدا ہوتا ہے، یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ اور حسن و سعید ابن جبیر کے نزدیک وہ چھوٹے چھوٹے سیاہ کیڑے تھے۔ اور بعض نے انہیں پسو کہا ہے۔ اور عامہ مفسرین نے اس کے معنی جوں لکھے ہیں۔ پھر مینڈک پیدا کیے جو ان کے گھروں اور ہانڈیوں اور برتنوں میں بھر گئے جن کی وجہ سے وہ کھانا پکا نہ سکے۔ جب کچھ کھاتے یا بات کرنے کے لیے منہ کھولتے تو منہ میں گھس جاتے اور جب وہ لیٹتے تو ان پر سوار ہوتے کہ کروٹ لینا دشوار ہوتا۔ کھانا پکانے آٹا گوندھنے نہ دیتے ان میں بھر جاتے۔ پھر خون کا عذاب نازل کیا یعنی ان کے لیے تمام دریا تالاب کنوؤں کا پانی خون کر دیا گیا، جب وہ ہاتھ میں لیتے خون ہو جاتا۔ اور بنی اسرائیل کے ہاتھ میں پانی رہتا حتیٰ کہ ایک برتن سے جب قبطی پانی پیتا تو خون ہوتا اور اسرائیلی پیتا تو پانی ہوتا۔ فرعون نے آزمائش کے لیے قبطی و اسرائیلی کو ایک برتن پر بٹھایا تو قبطی کی طرف کا پانی خون تھا اور اسرائیلی کی طرف کا پانی پانی تھا۔ ایک قبطی پیاسی عورت اسرائیلی عورت کے پاس آ کر کہنے لگی کہ تم مجھے اپنے پانی سے پلاؤ تو جب وہ اس کے لیے پانی انڈیلتی تو خون ہو جاتا تو وہ کہتی

www.waseemziyai.com

وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ ع ۱۶ ۱۲ ۲

اور اس میں تمہارے رب کا بڑا فضل ہوا ف اور ہم نے موسیٰ سے تیس

لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ج

رات کا وعدہ فرمایا اور ان میں دس اور بڑھا کر پوری کیں تو اس کے رب کا وعدہ پوری چالیس رات کا ہوا

وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا

اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: میری قوم پر میرے نائب رہنا اور اصلاح کرنا اور

کہ تم اپنے ہاتھ سے میرے منہ میں ڈالو تو وہ اس کے منہ میں پہنچتے ہی خون ہو جاتا۔ فرعون کو جب پیاس غالب ہوتی تو وہ درختوں کی ہری ہری پتی چباتا تو ان کا عرق اس کے منہ میں خون ہو جاتا، اسی حال میں قبطی ایک ہفتہ بجائے پانی کے خون پیتے رہے۔ [معالم وسراج] اور یہ جدا جدا نشانیاں تھیں ایک کے بعد دوسری ہوتی اور سات دن رہتی، ہر ایک کے درمیان ایک ماہ کا وقفہ ہوتا۔ مگر وہ متکبر اور مجرم قوم ایمان نہ لائی، جب ان پر عذاب نازل ہوتا تو وہ حضرت موسیٰ سے فریاد کرتے اور ایمان لانے کا وعدہ کرتے اور دفع عذاب کی دعا کراتے، مگر بعد دفع عذاب وہ وعدہ پورا نہ کرتے ایمان نہ لاتے پس اللہ نے ان سے بدلہ لیا اور انہیں بہت گہرے دریا میں غرق کیا اور ان کے محل اور کوٹھیاں برباد کیں اور بنی اسرائیل سے ان کے صبر کے باعث اپنا وعدہ پورا کیا کہ انہیں اس تمام سرزمین کا مالک وحاکم کیا جس میں برکتیں رکھی گئی تھیں، یعنی ملک شام کا جو نہایت سرسبز وشاداب تھا، ہر قسم کی چیزیں افراط سے اس میں پیدا ہوتی تھیں۔ احادیث میں بھی اس کی تعریف آئی ہے اور ستر ہزار فرشتے اس پر سایہ کیے رہتے ہیں۔ حسن وقتادہ کہتے ہے ارض مذکور کی یہی تفسیر مروی ہے اور مشارق ومغارب سے اس کے تمام اطراف مراد ہیں اور وعدہ الٰہی ﴿عسیٰ ربکم اَنْ یُّهْلِكَ الخ﴾ ہے۔ یا ﴿وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ﴾ [القصص:۵] ہے۔ اور آیت میں جو یم کا لفظ ہے اس کے معنی بہت گہرے دریا کے ہیں جس کی تھاہ نہ ہو اور وہ محققین کے نزدیک بحر قلزم کا اوپری کنارہ ہے جو آج کل بحر روم سے ملتا ہے۔ خطیب نے سورۂ بقرہ میں یہی لکھا ہے تو بعض کا اسے دریائے نیل لکھنا صحیح نہیں ہے۔

(۷۔ آیت: ۱۳۸ تا ۱۴۱) یہ گزشتہ آیت کا تتمہ ہے اور بنی اسرائیل کے حال کا بیان ہے۔ پڑھئے ترجمہ۔ مطلب یہ ہے کہ جب فرعون وفرعونی غرق ہو گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر بحر قلزم کے پار اترے اور عرب کے ریگستانی حصوں سے براہ قادسیہ گزرے تو انہوں نے وہاں کے لوگوں کو بت پرستی کرتے دیکھا جو گائے کی صورت کے تھے۔ [ابن جریج] تو ان کے منہ میں پانی بھر آیا، کیونکہ وہ زمانہ فرعون میں سیکڑوں برس بت پرستی کر چکے تھے اور اس کے خوگر تھے، پس انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا: اے موسیٰ! ہمیں بھی ایسا ہی خدا بنا دے جیسے ان کے خدا ہیں۔ تو حضرت موسیٰ نے ان سے کہا کہ تم جاہل لوگ ہو کہ یہ لوگ جس حال میں ہیں وہ بربادی کا حال ہے اور جو یہ لوگ کر رہے ہیں وہ نرا باطل ہے ذرا دیر میں مٹ جائے گا ان کا کیا کرایا برباد ہوگا۔ کیا میں تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں زمانہ بھر پر فضیلت دی اور فرعون والوں کے ہاتھ سے تمہیں بچایا کہ وہ تمہیں بری طرح کی تکلیفیں دیتے تھے، تمہارے بیٹے ذبح کرتے تھے اور بیٹیاں باقی رکھتے تھے، اور اس میں یعنی فرعونیوں سے تمہیں نجات دینے اور انہیں ہلاک کرنے میں تم پر خدا کا بڑا فضل واحسان ہے تمہیں اس کا شکریہ ادا کرنا اور اس کی عبادت کرنا چاہئے نہ کہ اس کے سوا بتوں کی پرستش کرنا۔

تنبیہ: جو لوگ بتوں کو پوجتے دیکھے گئے تھے وہ قوم تخم کے آدمی تھے جو سمندر کے کنارے بستے تھے۔ یا کنعانی تھے جن سے جہاد کرنے کا حضرت موسیٰ کو حکم ہوا تھا۔ اور حضرت موسیٰ سے بعض بنی اسرائیل نے اپنا خدا بنا دینے کو کہا تھا نہ سب نے کہ ان میں وہ نیک لوگ بھی تھے جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھ مناجات کے لیے لے جانے کو چھانٹا تھا۔ امام احمد نے ابو واقد لیثی سے روایت کی

www.waseemziyai.com

تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ

فسادیوں کی راہ کو دخل نہ دینا۔ ف۸ اور جب موسیٰ ہمارے وعدے پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا

قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ

عرض کی: اے رب میرے! مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں، فرمایا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا ہاں اس

اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى

پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب

رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ

اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کردیا اور موسیٰ گرا بے ہوش، پھر جب ہوش ہوا

قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ

بولا: پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں فرمایا:

يٰمُوْسٰٓى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۖ فَخُذْ

اے موسیٰ! میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے، تُو لے جو

مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ

میں نے تجھے عطا فرمایا اور شکر والوں میں ہو۔ اور ہم نے اس کے لیے تختیوں میں لکھ دی

ہے کہ ہم لوگ غزوہ حنین کے لیے حضور کے ساتھ نکلے راہ میں بیری کے درختوں پر گزرے جن میں لوگ اپنے کپڑے اور ہتھیار لٹکاتے اور ان کے آس پاس اعتکاف کرتے تھے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ہمارے لیے بھی ایسی ہی ذات الانواط کپڑے لٹکانے کی چیز بنا دیجئے جیسے ان کافروں کی ہے۔ فرمایا: اللہ اکبر یہ تو ایسا سوال ہے جیسا بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہا تھا کہ ﴿اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ﴾ [الاعراف:۱۳۸]، تم بھی اپنے اگلوں کی ریس کروگے۔ [رواہ النسائی والترمذی وغیرہ] اور زمانہ بھر سے مراد ان کا زمانہ ہے یعنی تمہارے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت دی سوائے مخصوص لوگوں کے۔ یا تمہیں جن باتوں کے ساتھ فضیلت دی وہ زمانہ میں کسی کو حاصل نہ ہو گی۔ [سراج] اور آسن مارنے سے مراد بتوں کے آگے ادب سے بیٹھ کر۔ کھڑے ہو کر پوجا کرنا ہے۔ اور آیت میں بلاء سے مراد فضل و احسان ہے کہ ذلک نجات کی طرف اشارہ ہے۔

تنبیہ: جس روز فرعون غرق ہوا اور حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر صحیح وسلامت دریا سے پار ہوئے وہ دن عاشورہ کا تھا اور جمعہ تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس روز شکریہ کا روزہ رکھا تھا اور بنی اسرائیل نے عید منائی تھی، ہمارے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے عاشورہ کا روزہ رکھا ہے اور لوگوں کو رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ [بخاری ومسلم] عاشورہ کے دن روزہ رکھنے سے ایک سال پہلے کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس دن روزہ رکھنے کو افضل الصیام فرمایا گیا ہے۔ [مسلم]

(۸۔ آیت:۱۴۲) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر دریا سے پار ہوئے اور قادسیہ کے میدان کو عبور کر کے وادی طور میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ سے انہوں نے احکام شریعت ملنے کی درخواست کی تاکہ بنی اسرائیل اس پر عمل کریں کہ ان سے اس کے ملنے

www.waseemziyai.com

كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ

ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل اور فرمایا اے موسیٰ! اسے مضبوطی سے لے

وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا ۚ سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ ﴿١٤٥﴾

اور اپنی قوم کو حکم دے کہ اس کی اچھی باتیں اختیار کریں عنقریب میں تمہیں دکھاؤں گا بے حکموں کا گھر

سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ

اور میں اپنی آیتوں سے انھیں پھیردوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں

الْحَقِّ ۖ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا ۖ وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ

اور اگر سب نشانیاں دیکھیں ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں

الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۖ وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ

اس میں چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو

سَبِيلًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿١٤٦﴾

موجود ہوجائیں یہ اس لیے کہ انھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے بے خبر بنے۔

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۚ هَلْ

اور جنھوں نے ہماری آیتیں اور آخرت کے دربار کو جھٹلایا ان کا سب کیا دھرا اکارت گیا، انھیں کیا

يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤٧﴾ ع ۱۷ ۶ ۷ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِن

بدلا ملے گا مگر وہی جو کرتے تھے۔ ف۹ اور موسیٰ کے بعد اس کی قوم

کا وعدہ کیا تھا۔ حکم ہوا کہ تم پہاڑ پر آ کر خلوت میں تیس رات دن خدا کا دھیان کرو۔ دن کو روزہ رکھو رات کو عبادت کرو تب تمہیں احکام شریعت ملیں گے۔ پس وہ ماہ ذی قعدہ میں اپنے بھائی حضرت ہارون کو اپنا جانشین کر کے اور ان سے یہ کہہ کر کہ تم میرے جانے کے بعد قوم کی اصلاح کرتے رہنا، بدنظمی نہ ہونے دینا، مفسدوں کا ہرگز کہنا نہ ماننا، خود پہاڑ پر چلے گئے اور عبادت میں مشغول ہوئے۔ جب تیس روز پورے ہونے کو ہوئے تو انہیں اپنے منہ کی بو بری معلوم ہوئی پس مسواک کی جس سے روزہ کی بو منہ سے جاتی رہی، اس فروگزاشت کے سبب دس دن مزید عبادت کا حکم ہوا تا کہ اللہ روزہ کی بو کی حالت میں ان سے کلام کرے کہ اللہ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بو مشک کی خوشبو سے زیادہ اچھی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ "ولخلوف فم الصائم اطیب عنداللہ من ریح المسک" [رواہ البخاری ومسلم] ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے بذریعہ وحی حضرت موسیٰ سے فرمایا: کہ تو نے نہیں جانا کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ [سراج] اس طرح چالیس روز کا چلہ پورا ہوا۔

(۹۔ آیت: ۱۴۳ تا ۱۴۷) جب موسیٰ علیہ السلام نے مقررہ وقت پر پہنچ کر چلہ پورا کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا تو ان کے دل میں شوق دیدار پیدا ہوا تو انہوں نے خدا سے عرض کی: پڑھیے ترجمہ۔ مطلب یہ ہے کہ جب موسیٰ وقت مقررہ پر حاضر ہوئے اور ان کے

www.waseemziyai.com

رب نے ان سے بلا واسطہ وبلا کیف وبلا جہت کلام کیا تو موسیٰ نے اللہ سے اپنا دیدار دکھانے کی درخواست کی تو اللہ نے فرمایا: تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے۔ ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھو کہ وہ تم سے زیادہ قوی ہے، اگر یہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے ورنہ نہیں۔ پس جب ان کے رب نے پہاڑ پر چھنگلی کے نصف پورے برابر اپنا نور چمکایا۔ [کما فی حدیث احمد والترمذی] تو اسے ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے، پھر جب موسیٰ کو ہوش آیا تو انہوں نے اللہ کی پاکی بیان کی اور اپنے سوال سے توبہ کی کہ انہیں ایسا سوال کرنا لائق نہ تھا۔ تو اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ! تجھے اپنی رسالت اور اپنے کلام کے لیے اس زمانہ کے لوگوں میں سے چن لیا ہے۔ تو جو میں نے تجھے فضل علم عطا فرمایا ہے اسے لے اور شکر کرنے والوں میں سے ہو۔ اور ہم نے موسیٰ کے لیے تختیوں میں ہر شئی کی نصیحت و تفصیل لکھ دی جس کی دین میں حاجت پڑتی ہے۔ اور ان سے فرمایا: اے موسیٰ! اسے مضبوطی سے پکڑ و اور اپنی قوم کو حکم کرو کہ وہ اس کی اچھی باتیں اختیار کریں عنقریب میں تمہیں بے حکموں کا گھر دکھاؤں گا۔ یعنی فرعون اور اس کی قوم کا تا کہ تم عبرت پکڑو۔ عنقریب میں ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اپنی آیات یعنی دلائل قدرت سے پھیر دوں گا کہ وہ ان میں غور و فکر نہ کر سکیں وہ سب نشانیاں دیکھیں تو ان پر ایمان نہ لائیں اور جو وہ راہ ہدایت دیکھیں تو اس میں چلنا پسند نہ کریں اور جو وہ گمراہی کا راستہ دیکھیں اس پر چلنے کو موجود ہوں۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے بے خبر بنے اور جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کے تمام اعمال اکارت ہوئے انہیں ان کے کیے ہوئے کا بدلہ ملے گا۔

تنبیہ: روایت کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چہرہ اللہ سے کلام کرنے کے بعد اس قدر نورانی ہو گیا تھا کہ کوئی اس پر نظر نہیں کر سکتا تھا، ہمیشہ وفات تک وہ چہرہ پر نقاب ڈالے رہے۔ ایک دن ان کی بی بی نے کہا کہ میں نے اس روز سے تمہارا چہرہ نہیں دیکھا ہے جس دن سے تم سے اللہ نے کلام کیا ہے تو آپ نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھائی تو اسے آفتاب کی طرح چمکتا پایا اور اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ لیا اور سجدے میں گریں اور دعا کی کہ مجھے جنت میں آپ کی زوجہ کرے فرمایا: ایسا ہی ہوگا۔ [سراج] اور ﴿لن ترانی﴾ میں اس طرف اشارہ ہے کہ میری رویت ممکن ہے مگر تم مجھے دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتے ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ رویت الٰہی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھی اس لیے منع فرمایا گیا۔ اور ﴿انا اول المومنین﴾ کی تفسیر حضرت ابن عباس ومجاہد نے یہ کی ہے کہ میں بنی اسرائیل میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔ اور ابو العالیہ کہتے ہیں: کہ اس کا یہ معنی ہے: کہ میں سب سے پہلے اس بات پر ایمان لایا ہوں کہ قیامت تک تجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ ابن کثیر نے اسی کو پسند کیا ہے۔ حضور کا رب کو دیکھنا شب اسریٰ صحیح روایات سے ثابت ہے۔ اور علی الناس سے اس زمانہ کے لوگ مراد ہیں۔ اور ہارون حضرت موسیٰ کے تابع تھے نہ صاحب شریعت اور نہ ان سے کلام کیا گیا تھا۔ [سراج] اور الواح سے الواح توراۃ مراد ہیں جن پر توراۃ لکھی ہوئی تھی۔ کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ جمعرات کو عرفہ کے دن غش کھا کر گرے اور جمعہ کو یوم نحر انہیں توراۃ عطا فرمائی گئی اور وہ سات یا دس تختیاں تھیں اور اس کا ایک جز سال بھر میں پڑھا جاتا تھا اور اسے صرف حضرت موسیٰ وعزیر وعیسیٰ نے پڑھا تھا اور ایک روایت میں یوشع کو زیادہ کیا ہے اور وہ بروایت ابو الشیخ سدرہ کے پتوں پر اور بروایت ابن ابی حاتم عن ابن عباس زبرجد کی تختیوں پر لکھی تھی اور اس میں تمام دینی باتیں اور نصیحتیں جن کی بنی اسرائیل کو حاجت تھی لکھی تھیں۔ [جلال وکمالین] معالم میں ہے کہ تختیوں کا طول بارہ ہاتھ کا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ید قدرت سے اسے لکھا تھا۔ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ آیت میں کیفیت الواح اور کتابت پر کوئی دلیل نہیں ہے اگر یہ باتیں قوی دلیل سے ثابت ہوں تو ان کا یقین کرنا واجب ہے ورنہ نہیں۔ اور اسے قوت سے لینے کے بقول ابن عباس یہ معنی ہیں کہ اس میں جو چیزیں حلال کی گئی ہیں انہیں حلال سمجھو اور جو حرام کی گئی ہیں انہیں حرام جانو اور اس کے احکام ونصائح کو مضبوط پکڑو اور ان پر کوشش کے ساتھ عمل کرو۔ یہاں یہ شبہہ نہ کیا جائے کہ توراۃ میں احسن وغیر احسن باتیں لکھی تھیں ان میں سے غیر احسن کو اختیار کرنا ان کے لیے جائز نہ تھا۔ کیوں کہ اس میں جو باتیں لکھی تھیں ان میں بعض احسن تھیں اور بعض احسن نہیں تھیں لہذا ان سے خذوا باحسنہا کہا گیا یعنی تم ان باتوں میں سے احسن وافضل کو اختیار کرو۔ کشاف میں

www.waseemziyai.com

اس کی یہی توجیہ کی ہے اور بیضاوی ورازی نے اسے پسند کیا ہے۔ یا یہ کہ حسن کے تحت واجب ومستحب ومباح داخل ہے، ان میں احسن واجب ہے اسے اختیار کرو۔ یا یہ کہ احسن اگرچہ افعل التفضیل اور مضاف ہے لیکن اس سے بعض کی بعض پر فضیلت دینا مراد نہیں ہے بلکہ تفضیل نفسی مراد ہے اور اضافت بتقدیر فی ہے۔ یعنی فی نفسہ واقع میں اس کے سب احکام ومواعظ اچھے ہیں تم ان پر عمل کرو اور غیر واقعی پر عمل نہ کرو۔ دار الفاسقین سے مصر مراد ہے۔ اور حسن وعطا کے نزدیک جہنم مراد ہے۔ اور سدی کے نزدیک ظالموں جابروں کے دربار مراد ہیں۔ اور قتادہ کے نزدیک ملک شام مراد ہے۔ اور مصر میں واپس آنے کے قائلین کے نزدیک مصر مراد ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں: کہ اس سے کوئی خاص مکان مراد نہیں ہے بلکہ وہ وعید وتہدید ہے۔ اور ناحق تکبر کرنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے دین باطل جو حق نہیں ہے اس پر بغیر استحقاق تکبر کرتے اور اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔

تنبیہ: اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ سے کلام کرنا اور حضرت موسیٰ کا اسے سننا اور رویت باری تعالیٰ کا ممکن ہونا اس آیت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صراحۃً بلا کسی قید کے وکلمہ ربہ فرمایا، یعنی اللہ نے بلا واسطہ وبلا جہت موسیٰ سے کلام کیا اور موسیٰ نے ہر جہت سے اسے سنا۔ [کما فی البیضاوی وجلالین] اسی پر عامہ مفسرین نے جزم کیا ہے اور معتزلہ کے قول کو جو اس کے خلاف ہے باطل وخطا قرار دیا ہے۔ [کما فی السراج والکبیر] کہ اہل سنت کے نزدیک کلام اللہ تعالیٰ کی صفت قدیم قائم بذاتہ تعالیٰ ہے اور الفاظ ومعنی دونوں کو شامل ہے مگر مخلوق کے کلام کی طرح نہیں ہے، اسی کو حضرت موسیٰ نے سنا اس طرح کہ حجاب اٹھا دیا گیا اور بلا کیف وجہت کے انہوں نے اسے سنا یعنی روحانی طور سے یہ کلام ہوا اور سنا گیا جس کو کسی شئی سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی ہے۔ دیکھو اشراقی بلا حروف وآواز کے بذریعہ اشراق باہم کلام کرتے اور سنتے اور سمجھتے ہیں اور بعض اوقات خواب میں باوجود حواس ظاہرہ معطل ہونے کے مرئی سے کلام کیا جاتا ہے اور بیداری کے بعد وہ یاد بھی رہتا ہے۔ [فتح المنان] پس اس کلام کی حلاوت ولذت میں سرشار ہو کر حضرت موسیٰ کے دل میں شوق دیدار پیدا ہوا اور رب ارنی کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دیدار باری تعالیٰ ممکن تھا جب تو حضرت موسیٰ نے اس کا سوال کیا، اگر ممکن نہ ہوتا تو حضرت موسیٰ اس کا سوال نہ کرتے، کیوں کہ وہ انبیائے اولوالعزم سے تھے اور انبیاء علیہم السلام سے ناممکن ومحال بات کا سوال سرزد ہونا ناممکن ومحال ہے خصوصاً جو مقتضائے جہل ہو۔ پس حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کو مرئی اور اس کی رویت کو جائز اعتقاد کر کے یہ سوال کیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ پر ناجائز بات کا اعتقاد کرنا حرام بلکہ کفر ہے انبیاء علیہم السلام اس سے مبرا ہیں۔ [کما فی البیضاوی والمدارک وغیرہ] اسی لیے اس کے جواب میں لن ترانی فرمایا گیا۔ یعنی تو مجھے نہیں دیکھ سکے گا تجھ میں دیکھنے کی طاقت نہیں ہے "لن أُرى ولن أُنظر" نہیں فرمایا گیا۔ پھر رویت کو استقرار جبل پر معلق کرنا بھی جواز رویت پر دلیل ہے کہ استقرار جبل ممکن اور ممکن پر جو شئی معلق ہو وہ بھی ممکن ہے پس ثابت ہوا کہ رویت باری تعالیٰ جائز ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب رویت باری تعالیٰ جائز تھی تو واقع کیوں نہ ہوئی، اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں مادی نظر اس کے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتی ہے اس لیے رویت واقع نہ ہوئی اور لن ترانی فرمایا گیا۔ آخرت میں مومنین آلائش دنیوی سے پاک ہو کر اسے دیکھیں گے جیسا کہ آیت ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ۔ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ [القیامہ:۲۲،۲۳] سے ثابت ہے اور احادیث صحیحہ میں آیا ہے اور سلف صالحین کا اس پر اجماع ہے اور اہل سنت کا مذہب ہے۔ بخلاف معتزلہ وکرامیہ وغیرہ کہ وہ اس کے منکر ہیں اور اس میں تاویلیں کرتے ہیں۔

تنبیہ: دنیا میں سوائے ہمارے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے کسی نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ احادیث صحیحہ میں شب اسریٰ حضور کا اللہ کو دیکھنا آیا ہے۔ [کما فی السراج] ہاں خواب میں انبیائے کرام وائمہ عظام نے بارہا اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اللہ تعالیٰ کا خواب میں سو ۱۰۰ بار دیدار ہوا اور ان کے علاوہ بھی بعض ائمہ کرام اس کے دیدار سے مشرف ہوئے۔

www.waseemziyai.com

وقف لازم

بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا

اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنا بیٹھے بے جان کا دھڑ گائے کی طرح آواز کرتا، کیا نہ دیکھا

اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾

کہ وہ ان سے نہ بات کرتا ہے اور نہ انھیں کچھ راہ بتائے اسے لیا اور وہ ظالم تھے

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ

اور جب پچتائے اور سمجھے کہ ہم بہکے، بولے اگر

لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَلَمَّا

ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمیں نہ بخشے تو ہم تباہ ہوئے۔ ف۱ اور جب

رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ

موسیٰ اپنی قوم کی طرف پلٹا غصے میں بھرا جھنجلایا ہوا کہا تم نے کیا بری میری جانشینی کی

(۱۰۔آیت:۱۴۸،۱۴۹) جب موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون کو اپنا خلیفہ بنا کر اور بنی اسرائیل سے تیس روز کے لیے کہہ کر طور پر مناجات کے لیے گئے وہاں دس روز اور بڑھا دیے گئے اور واپسی میں دیر لگی تو بنی اسرائیل کو گمان ہوا کہ وہ فوت ہو گئے۔ ان میں ایک شخص سامری بہت ہوشیار سنار تھا، اس نے بنی اسرائیل کو بہکا کر اور ان سے وہ زیور جو قبطیوں سے وہ مانگ کر لائے تھے لے کر ایک بچھڑا بنایا اور اس کے پیٹ میں وہ خاک ڈالی جو اس نے حضرت جبرئیل کے گھوڑے کے قدموں کے نیچے سے یہ دیکھ کر کہ وہ جس جگہ قدم رکھتا ہے وہ جگہ سرسبز ہو جاتی ہے اٹھالی تھی اور اسے حیات بخش خیال کیا تھا۔ [جلالین] جس کے اثر سے وہ بقدرت الٰہی بول اٹھا تو اس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے موسیٰ تو فوت ہو گئے وہ نہیں لوٹیں گے۔ [سراج] بنی اسرائیل نے اسے تعجب سے دیکھا اور فوراً بلا سوچے سمجھے اسے پوجنے لگے۔ کیوں کہ وہ پہلے ہی سے قبطیوں کی صحبت میں رہ کر گئو سالہ پرستی کے خوگر تھے اور راستے میں بھی ایک قوم کو گائے کی شکل کے بت پوجتے دیکھ کر ان کا دل للچایا تھا اور حضرت موسیٰ سے اس کے خواستگار ہوئے تھے، اس قصہ کو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اور سورۂ طٰہٰ میں وہ مفصل مذکور ہے۔ پڑھیے ترجمہ۔ مطلب یہ ہے کہ موسیٰ کے مناجات کے لیے کوہ طور پر جانے کے بعد ان کی قوم نے اپنے زیوروں سے جو قبطیوں سے چلتے وقت مانگ کر لائے تھے سامری کے کہنے میں آ کر ایک بچھڑا جسم زار بنایا جو گائے کی آواز کرتا تھا جس کو وہ پوجنے لگے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے نہ بات کرتا ہے اور نہ انہیں کچھ راہ بتاتا ہے پوجنے کے لائق نہیں ہے، باقی ترجمہ پڑھیے۔

تنبیہ: بچھڑا اگرچہ سامری نے بنایا تھا مگر چونکہ بنی اسرائیل نے اس کے بنانے میں سامری کی اعانت کی تھی اور وہ اس کے بنانے پر راضی ہوئے تھے اور اسے پوجنے لگے تھے اس لیے بنانے کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے اور قبطیوں کے مال کو ان کا مال اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ ان کے قبضہ میں تھا اور قبطیوں کے ہلاک ہونے کے بعد وہ اس کے مالک ہو گئے تھے۔ اور جسداً له خوار کے یہ معنی ہیں کہ وہ بچھڑا محض سونے کی مورت ہی نہ تھا بلکہ وہ اس مٹی کی تاثیر سے منقلب ہو کر گوشت و پوست کا مجسمہ بن گیا تھا گائے جیسی آواز کرتا تھا۔ یہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حسن و قتادہ وغیرہ ایک جماعت مفسرین کا ہے۔ اور بعض کے نزدیک صرف ایک بار بولا تھا۔ اور بعض کے نزدیک تھوڑی تھوڑی دیر بعد آواز نکالتا تھا۔ جب آواز نکالتا تو وہ سجدہ کرتے اور چپ ہوتا تو سجدے سے سر اٹھاتے۔ وہب کہتے ہیں کہ وہ حرکت نہیں کرتا تھا۔ اور سدی کہتے ہیں کہ وہ چلتا تھا۔ [خازن و معالم وغیرہ] اور ﴿ألم يروا﴾ استفہام توبیخی ہے یعنی

www.waseemziyai.com

مِنْۢ بَعْدِیْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ

میرے بعد کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے جلدی کی اور تختیاں ڈال دیں اور

بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ

اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگا کہا اے میرے ماں جائے! قوم نے مجھے کمزور سمجھا

وَكَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ۫ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ

اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالیں تو مجھ پر دشمنوں کو نہ ہنسا اور مجھے

الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ

ظالموں میں نہ ملا عرض کی: اے رب میرے! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں

رَحْمَتِكَ ۫ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ ع ۱۸ ۸

اپنی رحمت کے اندر لے لے اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر مہر والا۔ ف۱۱ بے شک وہ جو بچھڑا لے بیٹھے

ان جاہلوں نے یہ نہ دیکھا کہ بچھڑے میں نہ کلام کرنے کی قدرت ہے نہ راہ بتانے کی، یہ بتوں کو محبوب رکھنے کا اثر تھا کہ عقل ونظر سے اندھے ہوگئے تھے۔ حدیث میں ہے کہ چیز کی محبت تجھ کو اندھا بہرا کر دیتی ہے اور تکرار اتخذوا کی زیادتی مذمت اور ملامت کے لیے ہے۔ آیت میں ان لوگوں کو تنبیہ ہے جو عقل ونظر سے اندھے ہو کر الوہیت کو کسی مخلوق میں تصور کرتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ اس میں شان الوہیت نہیں ہے۔ اور بچھڑا حسن کے نزدیک سوائے حضرت ہارون کے سب قوم نے پوجا تھا۔ لعموم آیت ودعائے موسیٰ۔ اور دوسروں کے نزدیک بعض قوم نے پوجا تھا کہ بعض ان میں صالح بھی تھے۔ [سراج] اور ﴿ولما سُقِطَ فِیْ اَیْدِیْهِمْ﴾ یہ محاورہ اور کنایہ ہے اپنے فعل پر نادم وپشیمان ہونے سے۔ [بیضاوی] کہ وہ حضرت موسیٰ کے آنے کے بعد اپنے فعل پر نادم ہوئے اور کہنے لگے اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ فرمائے گا اور ہمیں نہ بخشے گا تو ہم ٹوٹا پانے والوں میں سے ہوں گے۔

(۱۱۔ آیت: ۱۵۰، ۱۵۱) یعنی جب موسیٰ علیہ السلام بذریعہ وحی بنی اسرائیل کے حال سے آگاہ ہوئے تو آپ غصہ میں بھرے ہوئے جھنجلائے ہوئے قوم کی طرف لوٹے اور ان سے آکر کہا تم نے کیا بری میری جانشینی کی یعنی وہ فعل جو تم نے میرے پیچھے کیا برا ہے۔ یہ معنی جب ہوں گے کہ اس کے مخاطب بچھڑا پوجنے والے مانے جائیں۔ اور جو اس کے مخاطب حضرت ہارون اور ان کے ساتھی مانیں جائیں تو یہ معنی ہوں گے کہ تم نے میرے جانے کے بعد بری میری قائم مقامی کی کہ انہیں بچھڑا پوجنے سے نہ روکا، منع نہ کیا، کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے جلدی کی۔ یعنی خدا کے وعدہ پر سبقت کی جو چالیس رات کا کیا تھا۔ [حسن] یا اللہ کا حکم آنے سے پہلے تم نے یہ فعل کیا۔ [کلبی ومعالم] پڑھیے باقی ترجمہ۔

تنبیہ: الواح کو ڈال دینے کے یہ معنی نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں زمین پر پھینک دیا تھا۔ بعض مفسرین کا یہ لکھنا کہ الواح توراۃ کو زمین پر پھینک دیا تھا وہ ٹوٹ گئی تھیں صرف موعظت کا حصہ باقی حصہ رہ گیا تھا ٹھیک نہیں ہے۔ کہ آئندہ آیت میں حضرت موسیٰ کا غصہ فرو ہونے کے بعد الواح کو لے لینا مذکور ہے اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے الواح پھینکی نہیں تھیں کہ ٹوٹ جاتیں اور خراب ہو جاتیں بلکہ انہیں ایک طرف رکھ دیا تھا غصہ فرو ہونے کے بعد انہیں اٹھا لیا۔ نیز کلام الٰہی کی تختیوں کو پھینکنا سخت بے ادبی تھی اور وہ حضرت موسیٰ جیسے نبی کی شان سے بعید تھی۔ اس لیے امام رازی نے کبیر میں کہا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن عظیم میں الواح کو پھینک دینے

www.waseemziyai.com

سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ

عنقریب انھیں ان کے رب کا غضب اور ذلت پہنچنا ہے دنیا کی زندگی میں

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ

اور ہم ایسا ہی بدلا دیتے ہیں بہتان ہاروں کو۔ اور جنھوں نے برائیاں کیں اور

تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ

ان کے بعد توبہ کی اور ایمان لائے تو اس کے بعد تمہارا رب بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖۚ

مہربان ہے ف۱۲ اور جب موسیٰ کا غصہ تھما تختیاں اٹھالیں

اور ٹوٹ جانے کا کہیں تذکرہ نہیں ہے صرف اَلقیٰ کا لفظ مذکور ہے اس کے معنی ایک طرف کو رکھ دینے کے بھی ہو سکتے ہیں تو اس کے معنی یہ لینا کہ انہیں اس طرح پھینک دیا کہ وہ ٹوٹ گئیں، کتاب الٰہی پر سخت جرأت ہے اور ان میں سے نہ کوئی ٹوٹی تھی اور نہ محو و بے کار ہوئی تھی "اخذ الالواح" سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ یونہی حسینی و ینابیع میں ہے کہ تختیاں پھینکی نہیں تھیں بلکہ جلدی سے ہاتھ سے رکھ دی تھیں۔ اور یہاں حضرت ہارون کے سر کے بال پکڑ کر کھینچنا مذکور ہے اور دوسری آیت میں داڑھی اور سر کے بال آئے ہیں۔ اس سے ہر دو آیت میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ ایک ہاتھ سے سر کے بال اور دوسرے سے داڑھی پکڑی ہو، اسے دو آیتوں میں ذکر کیا۔ اور حضرت ہارون کا حضرت موسیٰ کو ماں جائے یعنی میری ماں کے بیٹے کہہ کر خطاب کرنا ان کا دل نرم کرنے اور مہربان بنانے کے لیے تھا کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے سگے بھائی تھے اور ان سے تین سال بڑے تھے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ہارون حضرت موسیٰ کے سوتیلی ماں کی طرف کے بھائی تھے نہ سگے۔ اور حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کے بال پکڑ کر اپنی طرف۔ حال معلوم کرنے کے لیے کھینچا تھا نہ اہانت کے لیے کہ انہیں یہ گمان ہوا تھا کہ انہوں نے بنی اسرائیل کو شرک سے روکنے میں کوتاہی کی، پس حضرت ہارون نے حال ظاہر کرنے اور ان کا یہ گمان دفع کرنے کے لیے کہا: کہ میں نے بنی اسرائیل کو اس فعل سے باز رکھنے میں کوئی کوتاہی نہیں بلکہ قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور مجھے مارنے کے قریب ہوئے۔ پس اے بھائی تم میرے دشمنوں کو مجھ پر نہ ہنساؤ، خوش نہ ہونے دو، کیوں کہ میرے دشمن تمہارے دشمن ہیں، وہ تمہارے فعل کو میری توہین شمار کر کے خوش ہوں گے اور مجھے ظالموں یعنی بچھڑا پوجنے والوں کے ساتھ شمار نہ کرو۔ پس جب حضرت موسیٰ پر حقیقت حال روشن ہوئی تو انہوں نے اپنے اور ان کے لیے مغفرت و رحمت کی اللہ سے دعا کی۔

(۱۲۔ آیت: ۱۵۲، ۱۵۳) ان آیات میں بچھڑا پوجنے والوں کے حال و مآل کا بیان کیا گیا ہے۔ اور حضرت موسیٰ سے فرمایا گیا ہے کہ جنہوں نے بچھڑے کو پوجا عنقریب انہیں آخرت میں غضب الٰہی پہنچے گا اور دنیا میں ذلیل و خوار ہوں گے۔ پس غضب الٰہی تو ان پر یہ ہوا کہ انہیں بچھڑا پوجنے کی سزا میں اپنے نفسوں کو قتل کرنے کا حکم ہوا۔ [ابو العالیہ] اور ذلت و رسوائی یہ ہوئی کہ جلا وطن ہوں گے، شہر بشہر مارے مارے پھریں گے، چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوگا، شاہان زمانہ کے ہاتھ سے طرح طرح کی ذلتیں اٹھائیں گے، جزیہ دیں گے، قتل و غارت ہوں گے، قید و غلامی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ حضرت ابن عباس کے نزدیک اس سے جزیہ مراد ہے۔ اور یہ قانون قدرت صرف انہیں کے لیے نہیں ہے بلکہ ہر مفتری علی اللہ اور مشرک باللہ کی یہی سزا ہے، اس سے بڑھ کر خدا پر اور کیا افترا ہوگا کہ کہا یہ تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے جو کسی نے بھی نہ کیا ہوگا۔ [بیضاوی] اور جو شرک و افترا کرنے کے بعد توبہ کریں اور ایمان لائیں تو اللہ ان کو بخشنے والا ان پر رحم کرنے والا ہے۔

www.waseemziyai.com

وَفِیْ نُسْخَتِهَا هُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت ہے ان کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ ف۱۳

وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ

اور موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر مرد ہمارے وعدے کے لیے چنے پھر جب انھیں

الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِیَّایَ ؕ

زلزلے نے لیا موسیٰ نے عرض کی: اے رب میرے! تو چاہتا تو پہلے ہی انھیں اور مجھے ہلاک کردیتا

اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ

کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا وہ نہیں مگر تیرا آزمانا تو

بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا

اس سے بہکائے جسے چاہے اور راہ دکھائے جسے چاہے، تو ہمارا مولیٰ ہے تو ہمیں بخش دے

وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ وَاكْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا

اور ہم پر مہر کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ اور ہمارے لیے اس دنیا میں

حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَیْكَ ؕ قَالَ عَذَابِیْۤ اُصِیْبُ

بھلائی لکھ اور آخرت میں، بے شک ہم تیری طرف رجوع لائے، فرمایا: میرا عذاب، میں

تنبیہ: اس میں ان تمام مشرکین کو تہدید ہے جو اپنے بنائے ہوئے احکام کو اللہ کا حکم بتاتے ہیں اور اس میں اسلام کے بدعتی بھی داخل ہیں کہ وہ عقائد و اعمال میں جو قول و فعل خلاف شرع نکالتے ہیں وہ دین الٰہی میں افترا ہے۔ مالک ابن انس فرماتے ہیں: کہ ہر بدعتی اپنے سر پر ذلت سوار پائے گا اگرچہ اسے شعور نہ ہو، اور یہ آیت پڑھی۔ کیوں کہ وہ دین الٰہی میں افترا پرداز ہے۔ [سراج وغیرہ] یونہی ابو قلابہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھ کر کہا: واللہ یہ حکم قیامت تک ہر بدعتی و مفتری کے لیے ہے۔ اور سفیان ابن عینیہ نے فرمایا: ہر بدعتی ذلیل ہوتا ہے۔ اور حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: کہ بدعت کی ذلت بدعتی کے کاندھوں پر سوار ہوتی ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار پھرے۔ [مواہب]

(۱۳۔ آیت: ۱۵۴) یہ گزشتہ قصہ کا جز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لعنت و ملامت اور بھائی سے باز پرس کر چکے اور غصہ ساکن ہوا تو آپ نے الواح توراۃ اٹھائیں جن کی تحریر میں اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت و رحمت تھی، یعنی جن میں وہ باتیں تحریر تھیں جو گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف اور عذاب سے بچا کر رحمت کی طرف لانے والی تھیں۔ روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ نے اسے پڑھا تو اس میں من جملہ اور باتوں کے اوصاف امت محمدیہ بھی لکھے دیکھے تو اللہ سے عرض کی اے میری امت کر۔ تکلم ہوا یہ امت احمدی ہے، عرض کی تو مجھے احمد کی امت میں کر دے۔ حکم ہوا تجھے میں نے اپنی رسالت و کلام کے ساتھ برگزیدہ کیا ہے پس جو میں نے تجھے دیا ہے اس پر شاکر رہ۔ [سراج وغیرہ ملخصا]

www.waseemziyai.com

بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ

جسے چاہوں دوں اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لیے لکھ دوں گا

یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَلَّذِیْنَ

جو ڈرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ ف۱۴ وہ جو

یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ

غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس

فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ۫ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ

توریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا

(۱۴۔آیت:۱۵۵،۱۵۶) جب حضرت موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور انہوں نے الواح اٹھا کر ان کے احکام بنی اسرائیل کو سنائے تو وہ بولے ہم کیسے یقین کرلیں کہ یہ کتاب خدا کی دی ہوئی ہے۔ اس پر موسیٰ کو حکم ہوا کہ تم ان میں سے ستر آدمی چھانٹ کر پہاڑ پر لے کر آؤ۔ اور سدی کہتے ہیں کہ بچھڑا پوجنے کی معذرت میں ستر بنی اسرائیل کو لے کر طور پر آنے کا حکم ہوا تھا۔ پس حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کے بارہ گروہوں میں سے چھ چھ آدمی چھانٹے تو دو بڑھ گئے، آپ نے ان میں دوکم کرنے چاہے۔ مگر کم ہونے پر کوئی راضی نہ ہوا تو آپ نے فرمایا: جو رہ جائے گا اسے بھی جانے کے برابر ثواب ملے گا، پس کالب و یوشع رہ گئے اور باقی کو لے کر طور کے قریب پہنچے تو انہیں بدلی نے چھپالیا۔ پس حضرت موسیٰ مع ان کے بادل میں گھس گئے تو وہ سب سجدے میں گرے اور اللہ کا حضرت موسیٰ سے کلام کرنا سنا۔ جب بادل دور ہوا تو کہنے لگے ہمیں یقین نہ ہوگا کہ یہ کلام خدا کا ہے جب تک کہ ہم خدا کو آنکھ سے نہ دیکھ لیں گے اس گستاخانہ قول کی سزا میں انہیں زلزلہ نے پکڑا یعنی زلزلہ سے وہ سب ہلاک ہوئے۔ [بیضاوی وغیرہ] مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ جن ستر نے رویت الٰہی چاہی تھی، وہ ان سے پہلے تھے جن کو بجلی نے پکڑا تھا۔ قال تعالیٰ: ﴿حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾ [البقرہ:۵۵] یہ ستر آدمی وہ تھے جو گوسالہ پرستوں میں شامل رہے تھے ان سے جدا نہ ہوئے اور نہ انہیں بچھڑا پوجنے سے منع کیا تھا۔ اس خطا پر انہیں زلزلہ نے پکڑا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہی قول قتادہ و مجاہد کا ہے، وہب ابن منبہ کہتے ہیں کہ وہ حقیقۃً زلزلہ سے مرے نہیں تھے بلکہ ان پر ایسی ہیبت سوار ہوئی تھی جس کی وجہ سے بند بند ان کا کانپتا تھا قریب تھا کہ مفاصل ان کے جدا جدا ہو جائیں اور مر جائیں۔ پس حضرت موسیٰ نے موت کے خوف سے ان پر رحم کیا اور ان کے لیے دعا کی پس وہ اچھے ہو گئے۔ [معالم] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر دوبار طور پر گئے تھے، ایک بار تو توراۃ لینے کے لیے اور بنی اسرائیل کو کلام الٰہی سنوانے کے لیے گئے تھے جس کو سن کر انہوں نے "ارنا الله جهرة" کہا تھا اور رویت الٰہی کا سوال کیا تھا اور اس گستاخی کے سبب انہیں بجلی نے پکڑا تھا جیسا کہ سورۂ بقرہ و نساء میں گزرا۔ اور وہ میقات عبادت عجل سے پہلے تھا جس پر آیت ﴿فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ﴾ [النساء:۱۵۳] دلالت کرتی ہے۔ [نساء] اور دوسری بار عبادت عجل کی معذرت کے لیے بحکم الٰہی بنی اسرائیل کو لے کر گئے تھے تو وہ اس خطا پر زلزلہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ بچھڑا پوجنے والوں میں شامل رہے اور انہیں بچھڑا پوجنے سے منع نہ کیا۔ جیسا کہ ابن عباس و سدی وغیرہ کے اقوال سے ظاہر ہے۔ پس کلام الٰہی سننے کے لیے جانے والے اور رویت الٰہی کا سوال کرنے والے اور تھے جو پہلے میقات پر بجلی سے ہلاک ہوئے تھے۔ اور عبادت عجل سے توبہ کرنے والے اور عذر خواہی کے لیے جانے والے اور تھے جو نہی عن المنکر نہ کرنے کے جرم میں زلزلہ سے ہلاک ہوئے، یہی نظم کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ پہلا میقات ثلثین لیلۃ والا پہلے بیان

www.waseemziyai.com

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ

اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے

اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ

وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتار لے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں

وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ

اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ ع ۱۹ ۹

وہی بامراد ہوئے۔ ف۱۵ تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول

اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ

ہوں کہ آسمان و زمین کی بادشاہی اسی کو ہے

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ

اس کے سوا کوئی معبود نہیں جلائے اور مارے، تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول، بے پڑھے غیب بتانے والے

ہوا۔ پھر دوسرا میقات معذرت عبادت عجل والا یہ بیان ہوا۔ بہر حال اس میں اختلاف ہے کہ یہ پہلا میقات تھا یا دوسرا تھا۔ بغوی نے اسے بروایت سدی وغیرہ دوسرا میقات لکھا ہے اور احمد و زمخشری نے اسے پہلا میقات لکھا ہے۔ نظم کلام بغوی کی تائید کرتا ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام یہ حال دیکھ کر گھبرا گئے کہ بنی اسرائیل مجھ پر اتہام لگائیں گے اور کہیں گے کہ موسیٰ نے اس بہانے سے لے جا کر ہمارے آدمی ہلاک کرائے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اے میرے رب اگر تو چاہتا تو مجھے اور انہیں یہاں آنے سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا تا کہ بنی اسرائیل دیکھتے اور مجھ پر اتہام نہ رکھتے کیا تو ہمیں جاہل و نادانوں کے فعل پر ہلاک کرے گا۔ یعنی وہ جو انہوں نے بچھڑے کو پوجا یا سوال رویت کیا اس کے بدلے ہمیں سزا دے گا، نہیں یہ تیری شان نہیں ہے کہ ہمیں غیر کے گناہ کے بدلے سزا دے، یہ تو تیرا انہیں آزمانا ہے کہ بچھڑے میں گائے کی آواز پیدا کی جس سے وہ گمراہ ہوئے اور اپنا کلام انہیں سنایا جس سے انہیں رویت کی طمع پیدا ہوئی تو اس سے جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے راہ دکھائے پس ان سب کو حضرت موسیٰ کی دعا سے اللہ نے زندہ کر دیا۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔

(۱۵۔ آیت: ۱۵۷) شان نزول:۔ جب یہود نے آیت ﴿رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ الخ﴾ سنی تو بولے ہم بھی آیات توراۃ پر یقین رکھتے ہیں اور زکاۃ دیتے ہیں لہذا ہم بھی اللہ کی وسیع رحمت میں شامل ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ شیطان نے اسے سن کر کہا کہ کل شی میں میں بھی داخل ہوں تو اللہ نے فرمایا: ﴿فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ الخ﴾ [سراج و معالم] مطلب یہ ہے کہ خدا کی رحمت کے مستحق وہ لوگ ہیں جو بے پڑھے لکھے غیب کی خبریں دینے والے رسول کی پیروی کریں گے جسے وہ اپنے پاس توراۃ و انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔ اس آیت میں نبی الامی سے جملہ مفسرین کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: کہ اس سے تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں کہ وہ نہ پڑھے لکھے تھے اور نہ حساب جانتے تھے اور اس میں حضور کے بعض اوصاف بیان فرمائے گئے ہیں (۱) رسول ہوگا۔ یعنی اللہ اور خلق کے درمیان وہ تبلیغ احکام کے لیے

www.waseemziyai.com

واسطہ ہوگا (۲) وہ نبی ہوگا۔ یعنی اللہ سے زیادہ تعلق اور خصوصیت رکھتا ہوگا۔ گویا اس کا اس کا تعلق خالق ومخلوق دونوں سے ہوگا۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

(۳) وہ امی ہوگا یعنی بے پڑھا لکھا ہوگا کسی سے اس نے علم حاصل نہ کیا ہوگا مگر باوجود اس کے علم اولین وآخرین کا حامل ہوگا۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضور کا امی ہونا حضور کے بہت بڑے معجزات سے ہے۔ حدیث میں ہے: "نحن امة امية لا نكتب ولا نحسب" ہم بے پڑھی لکھی امت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں، کیوں کہ اکثر عرب بے پڑھے لکھے تھے اور حضور بھی ان میں سے تھے مگر باوجود اس کے حضور قرآن عظیم میں جیسی فصیح وبلیغ کتاب پڑھتے تھے اور کبھی اس میں ایک حرف کی زیادتی کمی نہیں ہوتی تھی جیسی خطباے عرب کے خطبوں میں ہوتی ہے۔ جس کی طرف آیۃ ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى﴾ مشیر ہے، پس یہ معجزہ ہوا۔ دوسرے یہ کہ اگر حضور لکھے پڑھے ہوتے تو یہ گمان ہوتا کہ یہ علوم اگلی کتابوں کو پڑھ کر حاصل کیے ہیں اور جب بلا پڑھے بغیر مطالعہ کئے کسی کتاب کے قرآن عظیم جیسی جامع کتاب لوگوں کو پڑھ کر سنائی تو یہ شبہ بھی نہ رہا اور وہ معجزہ ہوا۔ آیت: ﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ [العنکبوت: ۴۸] سے یہی مراد ہے۔ [سراج]

۴۔ بنی اسرائیل توراۃ وانجیل میں ان کا نام ونسب اور حلیہ وصفات اور ان کے متعلق پیشین گوئیاں لکھی پائیں گے۔ (۵) وہ انہیں اچھی باتیں کرنے کا حکم دے گا (۶) اور بری باتیں کرنے کو منع کرے گا۔ (۷) وہ ان کے لیے پاک ستھری چیزیں جو ان کی شرع میں حرام تھیں حلال کرے گا۔ جیسے اونٹ کا گوشت اور چربی وغیرہ۔ (۸) ناپاک گندی چیزیں حرام کرے گا۔ جیسے خون، مردار، سؤر وغیرہ۔ (۹) وہ ان پر سے بوجھ اور ان کے گلے کے پھندے دور کرے گا یعنی جو احکام شاقہ ان کی شرع میں ہوں گے اور ان کا کرنا ان پر بھاری اور دشوار ہوگا اور مثل طوق کے ان کے گلے میں پڑے ہوں گے انہیں اتارے گا یعنی منسوخ کرے گا۔ جیسے توبہ میں قتل نفس کرنا اور خطا میں ہاتھ کا کاٹنا اور پاک کرنے کے لیے موضع نجاست کا کاٹنا وغیرہ احکام شاقہ۔ تو جو اس پر ایمان لائے گا اور اس کی تعظیم وتوقیر ومدد کرے گا اور اس کے ساتھ اترے ہوئے نور یعنی قرآن کی پیروی کرے گا وہی مراد کو پہنچے گا۔

تنبیہ: اس آیت سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف وحلیہ وغیرہ تورات وانجیل میں لکھا تھا اور حضور کے متعلق ان میں پیشین گوئیاں تھیں اگر ایسا نہ ہوتا تو علمائے یہود خود اس آیت کی تکذیب وتردید کرتے۔ [کبیر] کعب احبار فرماتے ہیں: کہ میں توراۃ میں لکھا ہوا پاتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں نہ بدخلق اور نہ بری عادت کے ہیں اور نہ بازاروں میں چلاتے پھرتے ہیں اور نہ برائی کا بدلا برائی سے دیتے ہیں بلکہ معاف ودرگزر کرتے ہیں، ان کی امت اللہ کی بہت حمد وثنا کرنے والی ہوگی، ہر جگہ خدا کی حمد کرے گی، اور ہر بلندی پر تکبیر کہے گی، پنڈلیوں سے اونچا پائجامہ پہنے گی اور ہاتھ پاؤں کا وضو کرے گی، ان کی صفیں نماز وجہاد میں ایک سی ہوں گی، موذن ان کا فضائے آسمان میں ندا کرے گا، اور درمیان رات کے ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی طرح ہوگی۔ یعنی اللہ سے آہستہ عاجزی سے مناجات کریں گے۔ مکہ میں پیدا ہوں گے اور مدینہ ہجرت کریں گے اور ملک شام کے مالک ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ دین کو سیدھا کریں گے اور اندھی آنکھوں اور بہرے کانوں اور ڈھکے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے۔ [معالم وغیرہ]

تنبیہ: ﴿الذين يتبعون الخ﴾ سے زمانہ بھر کے یہود ونصاریٰ کو خبردار کرنا ہے کہ خدا کی رحمت میں شامل ہونے اور فلاح پانے کے لیے محض توراۃ وانجیل کی آیات پر ایمان لانا کارآمد نہیں ہے جب تک ہمارے محبوب پر اور اس کی کتاب پر ایمان نہ لاؤ گے اس کی پیروی نہ کرو گے۔ اور ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ دلیل ہے اس کی کہ سوائے مچھلی کے تمام دریائی جانور حرام ہیں، سب خبیث ہیں اور اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا رد ہے کہ وہ سوائے مینڈک کے سب دریائی جانوروں کی حلت کے قائل ہیں۔ [احمدی عن الہدایہ]

www.waseemziyai.com

الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ

پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔ ف۱۶ اور

قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ وَقَطَّعْنٰهُمُ

موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے کہ حق کی راہ بتاتا اور اسی سے انصاف کرتا۔ ف۱۷ اور ہم نے انہیں بانٹ دیا

اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ

بارہ قبیلے گروہ گروہ اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کو جب اس سے

قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا

اس کی قوم نے پانی مانگا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس میں سے

عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ

بارہ چشمے پھوٹ نکلے ہر گروہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا اور ہم نے ان پر

الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ

ابر سائبان کیا اور ان پر من و سلویٰ اتارا، کھاؤ ہماری دی ہوئی پاک چیزیں

(۱۶۔آیت:۱۵۸) جب گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف بیان فرما کر تعارف وتحریص ایمان کر چکا تو اب حضور سے فرماتا ہے: کہ اے محبوب! تم ان سے کہہ دو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں جس کے لیے زمین وآسمان کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی جلاتا اور مارتا ہے تو تم اللہ اور اس کے بے پڑھے رسول پر ایمان لاؤ۔ جو اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان لائے ہیں، اور ان کی پیروی کرو کہ تم راہ پاؤ، کیوں کہ رسول کے بھیجنے کا مقصد ہدایت خلق ہے اور وہ اللہ کی الوہیت وربوبیت کا اقرار کرنے اور اس کے رسول کی پیروی وتصدیق کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور کلمۃ سے مراد قتادہ کے نزدیک قرآن ہے اور مجاہد کے نزدیک حضرت عیسیٰ ہیں کہ وہ کلمۃ اللہ ہیں۔ یا جملہ کتب ووحی منزلہ مراد ہیں۔ یا کلمہ کن مراد ہے اور خطاب عام ہے۔ اور جمیعاً کا لفظ بتا رہا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانہ رسالت سے قیامت تک جو لوگ ہوں گے یا تھے ان سب کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے اور حضور کی رسالت صرف اہل عرب ہی کے لیے نہیں تھی بلکہ تمام جہان کے لیے ہے۔ صحیح حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ میں تمام خلق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں ہر سیاہ وسرخ شئی کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ تو حضور کے دور رسالت سے قیامت تک جو شخص بھی حضور کو رسول نہ مانے گا وہ مسلمان نہ ہوگا جہنمی ہوگا اگر چہ توحید کا قائل ہو۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: خدا کی قسم اس امت کا جو شخص خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی ہو یا اور کوئی میری رسالت کو سن کر ایمان نہ لائے گا تو وہ ضرور جہنمی ہوگا۔ [مسلم وغیرہ] دوسری روایت میں ہے کہ وہ جہنم میں جائے گا۔ البتہ جس کو دعوت اسلام نہ پہنچی ہو اسلام کی اطلاع نہ ہوئی ہو مگر موحد ہو وہ معذور ہوگا۔

(۱۷۔آیت:۱۵۹) شان نزول:۔ یہ آیت یا تو بنی اسرائیل کے اس گروہ کی مدح میں نازل ہوئی ہے جو زمانہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حق پر قائم تھا اور احکام توراۃ کی مضبوطی سے تعمیل کرتا تھا پھر اسلام لایا جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی۔ یا اس

www.waseemziyai.com

مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذْ

اور انھوں نے ہمارا کچھ نقصان نہ کیا لیکن اپنی ہی جانوں کا برا کرتے تھے۔ ف۱۸ اور یاد کرو جب

قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ

ان سے فرمایا گیا اس شہر میں بسو اور اس میں جہاں

شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ

چاہو کھاؤ اور کہو گناہ اترے اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو ہم

خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ

تمہارے گناہ بخش دیں گے عنقریب نیکوں کو زیادہ عطا فرمائیں گے۔ تو ان میں کے ظالموں نے

قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ

بات بدل دی اس کے خلاف جس کا انھیں حکم تھا تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب

گروہ کے حق میں اتری ہے جو زمانہ موسیٰ علیہ السلام میں حق پر قائم اور احکام توراۃ پر عمل کرتا تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے وہ گروہ مراد ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد حق پر قائم تھا اور بنی اسرائیل کے کفر و شرک و قتل انبیاء وغیرہ انواع معاصی میں مشغول ہونے کی وجہ سے ان سے علاحدہ ہو کر ماوراء چین ہجرت کر کے چلا گیا تھا۔ خدا نے اس کے لیے زمین میں راہ کھول دی تھی، شب معراج جب حضور اس پر سے گزرے تو جبرئیل نے تعارف کرایا تو وہ حضور پر ایمان لایا اور ارکان اسلام کا پابند ہوا۔ [ابن کثیر وغیرہ]

(۱۸۔ آیت: ۱۶۰) یہاں سے ﴿وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ﴾ تک بنی اسرائیل کی حالت اور ان کی سرکشی و نافرمانی اور کفران نعمت کا بیان ہے۔ پڑھئے ترجمہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کی قوم کو بارہ گروہ میں بانٹ دیا اس طرح سے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ہر ایک کی اولاد کا جدا جدا گروہ و خاندان کر دیا تو وہ بارہ گروہ ہو گئے۔ اور جب موسیٰ کی قوم نے میدان تیہ میں پیاس کی شدت سے بے قرار ہو کر موسیٰ سے پانی مانگا اور انہوں نے دعا کی تو ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ اس پتھر پر اپنی لکڑی مارو پس انہوں نے اس پر لکڑی ماری تو اس میں سے بارہ چشمے موافق عدد خاندانوں کے جاری ہوئے۔ ہر ایک نے اپنا اپنا گھاٹ پہچان لیا یعنی مقرر کر لیا، کسی کو کسی سے جھگڑنے کا موقع نہ ملا۔ اور دھوپ سے بچنے کے لیے ہم نے ان پر ابر کو سائبان کیا جہاں وہ جاتے ابر ان کے ساتھ جاتا اور جہاں وہ ٹھہرتے ٹھہر جاتا اور دھوپ کی تپش سے بچاتا۔ اور بھوک سے بچنے کے لیے من و سلویٰ اتارا۔ یعنی ترنجبین اور بٹیریں اور ان سے کہا کھاؤ ہماری دی ہوئی پاک چیزیں انہوں نے نافرمانی اور ناشکری کر کے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن اپنے نفسوں کا نقصان کرتے تھے۔

تنبیہ: یہ واقعہ میدان تیہ کا ہے کہ بنی اسرائیل اپنی سرکشی کی وجہ سے اس میدان میں چالیس سال سرگرداں و پریشان پھرے نہ نکلنے کا راستہ ملتا تھا اور نہ کھانے پینے کو کچھ تھا نہ کوئی سایہ تھا۔ پس اللہ نے حضرت موسیٰ کی دعا سے ان پر رحم کیا اور بے محنت و مشقت انہیں کھانے پینے کو دیا اور جمع کرنے کو منع فرمایا اور دھوپ سے بچنے کے لیے ان پر ابر کو سائبان کیا مگر ان ناشکروں نے اس کی قدر نہ کی بلکہ نافرمانی کی، یہ قصہ سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے۔

www.waseemziyai.com

السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ ع ۲۰

بھیجا بدلا ان کے ظلم کا ف۱۹ اور ان سے حال پوچھو اس بستی کا کہ

كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ

دریا کنارے تھی جب وہ ہفتے کے بارے میں حد سے بڑھتے جب

حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ

ہفتے کے دن ان کی مچھلیاں پانی پر تیرتی ان کے سامنے آتیں اور جو دن ہفتے کا نہ ہوتا نہ آتیں

كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ

اس طرح ہم انہیں آزماتے تھے ان کی بے حکمی کے سبب۔ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے

مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا

کہا کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب

شَدِيْدًا ۭ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

دینے والا، بولے تمہارے رب کے حضور معذرت کو اور شاید انہیں ڈر ہو

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ

پھر جب وہ بھلا بیٹھے جو نصیحت انہیں ہوئی تھی ہم نے بچالیے وہ جو برائی سے

السُّوْۗءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَـِٕيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا

منع کرتے تھے اور ظالموں کو برے عذاب میں پکڑا، بدلا

(۱۹۔آیت:۱۶۱،۱۶۲)اس کا تعلق بھی آیات سابقہ سے ہے۔یعنی اور جب ان سے کہا گیا کہ اس شہر میں داخل ہو اور اس میں جہاں چاہو کھاؤ۔باقی ترجمہ پڑھئے۔

تنبیہ: قریہ سے مراد شہر اریحا ہے جو نہر اردن کے پار سات یا نو میل ہے اور یروشلم سے بیس میل ہے، اس شہر میں انہیں اس طرح داخل ہونے کا حکم فرمایا گیا تھا کہ وہ اس کے دروازے میں سجدہ کرتے یعنی عاجزانہ جھکے ہوئے اور حطة کہتے ہوئے۔مگر ان سرکشوں نے حکم الٰہی کا مذاق اڑایا اور بجائے حطة کے حبة فی شعرة کہتے ہوئے اور بجائے عاجزانہ سر جھکائے ہوئے داخل ہونے کے چوتڑوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے۔اور انہیں شہر فتح ہونے کے وقت مال غنیمت چھپانے چرانے کی ممانعت کی گئی تھی مگر انہوں نے شہر فتح ہونے کے وقت مال چھپایا چرایا اس کے وبال سے آسمان سے بلاے طاعون نازل ہوئی جس سے اکثر ہلاک ہوئے، یہ قصہ بھی سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے اور حضرت موسیٰ کے بعد آپ کے خلیفہ یوشع ابن نون کے وقت کا ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر شہر اریحا فتح کیا تھا۔

www.waseemziyai.com

يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا

ان کی نافرمانی کا۔ پھر جب انھوں نے ممانعت کے حکم سے سرکشی کی ہم نے ان سے فرمایا ہوجاؤ

قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى

بندر دتکارے ہوئے ف۲۰ اور جب تمہارے رب نے حکم سنادیا کہ ضرور قیامت کے دن تک ان پر

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ

ایسے کو بھیجتا رہوں گا جو انھیں بری مار چکھائے بے شک تمہارا رب ضرور جلد

(۲۰۔آیت:۱۶۳تا۱۶۶) یہ قصہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ کا ہے جب کہ بنی اسرائیل ملک شام میں آکر رہنے لگے اور ان کا پورا تسلط ان پر ہوگیا تھا، اس کی تفصیل سورۂ بقرہ میں گزری ہے کہ ہفتہ کے دن انہیں مچھلیاں پکڑنے کی ممانعت کی گئی تھی۔ بحر قلزم کے کنارے ایک گاؤں تھا جس کا نام بقول ابن عباس رضی اللہ تعالی ایلہ تھا جو دریا کے کنارے طور و مدین کے درمیان واقع تھا، اس کے رہنے والے یہودیوں کی بسر اوقات مچھلیوں کے شکار پر تھی۔ اللہ تعالی نے ان کی اس طرح آزمائش کی کہ ہفتہ کے دن دریا میں کثرت سے مچھلیاں نظر آتیں اور چھ روز نہ آتیں، ان کے دل للچائے مگر بوجہ ممانعت شکار نہ کرسکتے، شیطان نے انہیں بہکایا کہ اللہ نے تمہیں شکار کھانے سے منع کیا ہے نہ شکار کرنے سے۔ پس تم شکار کرو اور اس طرح کرو، انہوں نے دریا کے کنارے گڑھے کھودے اور دریا سے گڑھوں تک نالیاں بنائیں، ہفتہ کے دن ان نالیوں کی راہ سے گڑھوں میں میں مچھلیاں آکر بھر جاتیں تو وہ ان کے نکلنے کی راہ بند کردیتے اور اتوار کو انہیں پکڑ کر کھاتے۔ عرصہ تک یونہی کرتے رہے پھر ہفتہ کو بھی شکار کرنے لگے۔ بعض لوگوں نے انہیں اس فعل سے منع کیا اور عذاب الٰہی سے ڈرایا لیکن انہوں نے نہ مانا تو وہ خاموش ہورہے اور بعض برابر منع کرتے اور نصیحت کرتے رہے تو خاموش ہورہنے والوں نے نصیحت کرنے والوں سے کہا کہ تم انہیں کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہمارے گمان میں سخت عذاب دینے والا ہے یا ہلاک کرنے والا ہے۔ تو ناصحین بولے ہم اللہ کے نزدیک عذر کرنے اور بری الذمہ ہونے کے لیے نصیحت کرتے ہیں شاید وہ ڈریں اور باز آئیں۔ بالآخر جب انہوں نے نصیحت نہ مانی تو عذاب میں گرفتار ہوئے۔ یعنی ان کی صورتیں بگڑ گئیں، پھر وہ بحکم الٰہی بندر ہوگئے، بندر ہوجانے کی حالت میں وہ اپنے شناساؤں کو پہچانتے تھے، ان کے پاس آکر ان کے کپڑے سونگھتے اور روتے تو وہ کہتے کہ ہم نے تو تمہیں منع کیا تھا مگر تم نہ مانے آخر کو وہ تین دن کے اندر ہلاک ہوگئے۔ اور نصیحت کرنے والے محفوظ رہے۔ اور بقول عکرمہ نصیحت نہ کرنے والے بھی محفوظ رہے کہ انہوں نے ان کے فعل کو برا جانا تھا۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے بعد توقف عکرمہ کے قول کو پسند کیا اور اختیار کیا اور انہیں خلعت دی، یہی قول حسن و عمار ابن زبان کا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس بستی کے لوگ تین گروہ تھے: ایک شکار کرنے والے، دوسرے ان کے عمل کو برا جاننے اور خاموش رہنے والے، تیسرے برابر منع کرنے والے اور نصیحت کرنے والے۔ بلکہ جب شکاری نہ مانے تو ناصحین نے ان سے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ نہیں رہیں گے اور بستی کو تقسیم کرلیا درمیان سے دیوار اٹھالی دروازہ جدا کرلیا۔ [معالم و سراج]

تنبیہ: ﴿واسئل القریہ﴾ سے مراد اہل قریہ ہیں یعنی یہود سے قریہ والوں کا حال پوچھئے، یہ خطاب حضور سے ہے اور یہ سوال بطور ملامت و توبیخ کے ہے نہ حصول علم کے لیے نہ بطور وجوب و لزوم کے۔ اس میں فائدہ یہ ہے کہ یہود یہ جان لیں کہ بے پڑھا رسول غیب کی باتیں جانتا ہے، علم گزشتگان سے باخبر ہے۔ ابن کثیر نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اپنے وقت کے یہود سے ان کے اسلاف کا حال پوچھیے تاکہ وہ اپنے منہ سے بیان کریں کہ جنہوں نے حکم الٰہی کی خلاف ورزی اور حیلہ گری کی وہ کیسے یکایک عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ یونہی میری نعت و صفت چھپانے والے مجھے سچا نہ جاننے والے عذاب الٰہی سے ڈریں۔

www.waseemziyai.com

الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ

عذاب والا ہے اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے ف۲۱ اور انھیں ہم نے زمین میں متفرق کردیا گروہ گروہ،

مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ

ان میں کچھ نیک ہیں اور کچھ اور طرح کے اور ہم نے انھیں بھلائیوں

وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ

اور برائیوں سے آزمایا کہ کہیں وہ رجوع لائیں پھر ان کی جگہ ان کے بعد وہ ناخلف آئے کہ

وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ

کتاب کے وارث ہوئے اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے ہیں اب ہماری بخشش ہوگی

وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ۭ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ

اور اگر ویسا ہی مال ان کے پاس اور آئے تو لے لیں کیا ان پر

مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا

کتاب میں عہد نہ لیا گیا کہ اللہ کی طرف نسبت نہ کریں مگر حق، اور انھوں نے

تنبیہ: علمائے کرام نے احکام الٰہی کی تعمیل سے بچنے کے لیے حیلہ کرنا جو عموم نص کے خلاف ہو ممنوع قرار دیا ہے بلکہ بعض نے حرام کہا ہے۔ ابن بطہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: تم لوگ ایسی چیز کے مرتکب نہ ہو جس کے یہودی مرتکب ہوئے کہ انہوں نے ادنی حیلہ سے محارم الٰہی کو حلال خیال کیا۔ ابن کثیر نے اس حدیث کو قوی الاسناد لکھا ہے اور خطیب نے تاریخ میں اس کی توثیق کی ہے۔ پڑھئے ترجمہ

(۲۱۔ آیت: ۱۶۷) یعنی اللہ تعالیٰ نے توریت میں یہود کو حکم سنا دیا تھا کہ اگر وہ برے کام کریں گے تو قیامت تک ان پر ایسے شخص کو مسلط کرتا رہوں گا جو انہیں بری مار چکھائے گا طرح طرح کی ایذا دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حکومت و سلطنت ان کی عزت و شوکت ہمیشہ کے لیے سلب کرلی اور جب انہوں نے سر اٹھایا حد سے تجاوز کیا تو ان پر کسی نہ کسی جابر شخص کو مسلط کیا جس نے انہیں قتل و غارت کیا، اپنی قید و غلامی میں رکھا، جزیہ مقرر کیا۔ سب سے پہلے بخت نصر نے شام تک ان کا قتل عام کیا جو قتل سے بچے انہیں اور ان کی عورتوں بچوں کو گرفتار کر کے لے گیا باندی غلام بنایا، یا جزیہ مقرر کیا۔ یونہی کبھی وہ ایرانیوں کے کبھی رومیوں کے زیر تسلط رہے یہاں تک کہ اسلامی دور میں وہ مدینہ سے نکالے گئے قتل کئے گئے جزیہ مقرر کیا گیا۔ اور بلاد اسلامیہ میں بھی مسلمانوں کی رعیت بن کر رہتے جزیہ دیتے اور ذلت و خواری کی زندگی بسر کرتے رہے کہیں حکومت کرنا نصیب نہ ہوئی، اب جو انگریزوں کے زیر سایہ فلسطین میں حکومت قائم کرنا چاہی ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی غلامی ہے نہ حکومت، اور نہ قائم رہنے والی ہے کہ اللہ سچا اور اس کا کلام اس نے جو فرمادیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ یہ جزیہ ان پر قیامت تک جاری رہے گا یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر سوائے اسلام کے جزیہ ان سے قبول نہ کریں گے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ آخر حال یہود کا یہ ہوگا کہ وہ دجال کے ساتھ خروج کریں گے اور حضرت عیسیٰ کے ساتھی مسلمان انہیں قتل کریں گے اور یہ خبر غیب قرآن عظیم کا کھلا معجزہ ہے کہ یہود آج تک کہیں مختار بادشاہ نہیں ہوئے۔

www.waseemziyai.com

مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

اسے پڑھا اور بے شک پچھلا گھر بہتر ہے پرہیزگاروں کو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ

اور وہ جو کتاب کو مضبوط تھامتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم رکھی ہم

اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا

نیکوں کا نیگ نہیں گنواتے۔ ف۲۲ اور جب ہم نے پہاڑ ان پر اٹھایا گویا وہ سائبان ہے اور سمجھے

اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ

کہ وہ ان پر گر پڑے گا لو جو ہم نے تمہیں دیا زور سے اور یاد کرو جو اس میں ہے کہ کہیں تم

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

پرہیزگار ہو۔ ف۲۳ اور اے محبوب! یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی

وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ

اور انھیں خود ان پر گواہ کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب بولے کیوں نہیں، ہم گواہ ہوئے

ع ۱۱ ۲۱ معانقۃ ۷ عند المتأخرین ۱۲

(۲۲۔آیت:۱۶۸تا۱۷۰) چونکہ گزشتہ آیت میں یہودیوں پر ہمیشہ کے لیے ذلت کی مہر کرنے اور ان پر کسی جابر شخص کو مسلط کرنے کو فرمایا گیا تھا مگر اس میں نیک و بد کی تفریق نہیں فرمائی گئی تھی اس آیت میں اسے بیان فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے یہود کو زمین میں گروہ گروہ کر کے پھیلایا، پراگندہ و متفرق کر دیا کہ پھر وہ مجتمع اور متفق نہ ہو سکے ان میں کچھ نیک ہیں اور کچھ بد ہیں، بدوں کو ہم نے برائیوں اور بھلائیوں میں مبتلا کر کے آزمایا کہ وہ اپنے فسق و فجور سے باز آئیں، توبہ کریں مگر نہ کی؛ پھر ان کے بعد ان کی جگہ ایسے ناخلف تورات کے وارث ہوئے جو اس کے احکام میں تحریف کر کے خلاف حق فیصلہ کر کے رشوتوں میں دنیا کا مال لیتے ہیں اور باوجود اس کے کہتے ہیں کہ اب ہماری بخشش ہوگی حالانکہ توراۃ میں ان کی مغفرت کا وعدہ نہیں ہے، ان کی ڈھٹائی ہے اور مراد اس سے زمانہ اقدس کے احبار و علمائے یہود ہیں۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔

تنبیہ: ﴿وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ﴾ [الاعراف:۱۶۹] کے معنی عامہ مفسرین کے نزدیک تو وہ ہیں جو حضرت مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھے ہیں۔ اور سدی کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے کام پر رشوت لینے کی طعن کرتے اور جب اس کی جگہ وہ حاکم بنائے جاتے تو اسی کی مثل خود رشوت لیتے۔ [جامع البیان و معالم] اور کتاب سے مراد توراۃ ہے اور اخذ میثاق سے مراد وہ میثاق ہے جس کا بیان: آیت ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ [آل عمران:۱۸۷] میں ہے۔ اور ﴿وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ﴾ سے مراد مومنین اہل کتاب ہیں۔ اور آیت کا حکم عام ہے جو مسلمان ایسا کرے گا وہ وعید کا مصداق ہوگا، ابن عباس کے قول کا یہی مفہوم ہے۔

(۲۳۔آیت:۱۷۱) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ فرو ہوا اور الواح توراۃ اٹھا لینے کے بعد بنی اسرائیل کو ارض مقدس کی طرف لے کر چلے اور احکام توراۃ پر عمل کرنے اور اس کے موافق عقائد رکھنے کا حکم دیا تو بنی اسرائیل نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا تو اللہ نے ان پر جڑ سے پہاڑ اٹھا کر سائبان کی طرح کر دیا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل نے اسے قبول

www.waseemziyai.com

اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ لا

کہ کہیں قیامت کے دن کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی

اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ

یا کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا اور ہم ان کے بعد

بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

بچے ہوئے تو کیا تو ہمیں اس پر ہلاک فرمائے گا جو اہل باطل نے کیا اور ہم اسی طرح آیتیں

الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ

رنگ رنگ سے بیان کرتے ہیں اور اس لیے کہ کہیں وہ پھر آئیں ف۲۴ اور اے محبوب! انھیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے

اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہوگیا۔

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ

اور ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے اٹھالیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور

کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ اگر اس میں آسان احکام ہوں گے تو ہم مانیں گے ورنہ نہیں۔ تو اللہ تعالی نے پہاڑ کو حکم فرمایا: کہ وہ اپنی جگہ سے جدا ہو کر بلند ہوا اور ان کے سروں پر معلق ہوگیا۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: کہ اگر اب بھی قبول نہ کرو گے تو پہاڑ تم پر ڈال دیا جائے گا۔ پس یہ دیکھ کر وہ سب بائیں ابرو پر سجدہ میں گرے اور دہنی آنکھ سے اسے دیکھتے رہے کہ کہیں گر نہ پڑے اسی وجہ سے یہودی بائیں ابرو پر سجدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسی طرح سجدہ کرنے سے ہم پر سے عذاب الٰہی دفع ہوا۔ [سراج وغیرہ] پڑھئے ترجمہ۔

تنبیہ: آیت میں ظن سے مراد یقین ہے۔ یعنی یقین کیا انہوں نے کہ پہاڑ ان پر اللہ کے وعدہ کے بموجب گر پڑے گا تو انہوں نے قبول کیا اور توریت کو وہ اس لیے قبول نہیں کرتے تھے کہ اس میں احکام شاقہ تھے، ان پر انہیں عمل کرنا دشوار تھا۔ اور پہاڑ سے مراد کوہ طور ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے: ﴿وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ﴾ اور پہاڑ کو فرشتے نے اٹھا کر ان کے سروں پر بلند کیا تھا جیسا کہ ثوری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اور نسائی کی روایت میں بھی ان سے یونہی آیا ہے اور اللہ تعالی کا پہاڑ اٹھانے کی نسبت اپنی طرف کرنا اس لیے ہے کہ وہ فاعل حقیقی ہے اسی کے حکم سے ملائکہ نے اٹھایا تھا۔

(۲۴۔ آیت: ۱۷۲ تا ۱۷۴) ان آیات کی تفسیر ایک تو باعتبار معنی حقیقی کے کی گئی ہے۔ یعنی آیت میں جو پشت آدم سے ان کی ذریت کا نکالنا اور ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار لینا اور ان کا اقرار کرنا اور اس پر گواہ ہونا مذکور ہے وہ حقیقۃً واقع ہوا ہے۔ کیوں کہ ان باتوں کا وقوع ممکن ہے۔ تحت قدرت داخل ہے اور آیت و احادیث سے ثابت ہے اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اور اس کے اخراج کی کیفیت کا تلاش کرنا اور کیسے اور کیوں کر جیسے توہمات پیش کرنا لائق نہیں ہے، اکابر اہل سنت و علمائے ملت کا یہی مسلک ہے۔ بموجب اس کے آیت کا یہ مطلب ہوگا کہ جب اللہ نے ازل میں اولاد آدم کی پشت سے ان کی تمام نسل نکالی جو چونٹیوں کی طرح نکل پڑی۔ پس اللہ نے فرمایا: اے آدم! یہ تیری ذریت ہے۔ پھر ان سے ﴿الست بربکم﴾ فرمایا: تو سب نے بلیٰ کہا۔ پھر گوری ذریت کو کہا کہ یہ میری رحمت سے

www.waseemziyai.com

هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ

اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور

تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ

چھوڑ دے تو زبان نکالے یہ حال ہے ان کا جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلًا ۨ الْقَوْمُ

تو تم نصیحت سناؤ کہ کہیں وہ دھیان کریں۔ کیا بری کہاوت ہے ان کی

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ

جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور اپنی ہی جان کا برا کرتے تھے۔ جسے

اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

اللہ راہ دکھائے تو وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو وہی نقصان میں رہے۔ ف۲۵

جنت میں جائیں گے یہ اصحاب یمین ہیں۔ اور کالی ذریت کو کہا کہ یہ دوزخ میں جائیں گے اور یہ اصحاب شمال ہیں۔ پھر ان سب کو پشت آدم میں واپس کیا۔ پس قیامت کے دن مردے قبروں سے نہ اٹھیں گے جب تک کہ تمام اہل میثاق اپنے ماں باپ کی پیٹھ اور پیٹ سے نہ نکلیں۔ [معالم] اور یہ میثاق تمام ذریت آدم سے لیا گیا تھا اور سب نے بلی کہا تھا۔ پس ان میں سے جو دنیا میں ایمان لایا وہ اپنے اقرار پر قائم رہا اور مستحق ثواب ہوا اور جس نے کفر کیا وہ اپنے اقرار سے پھر گیا اور مستوجب عذاب ہوا۔ [احمدی] اور آیت میں بنی آدم اس لیے کہا گیا ہے کہ آدم کا ابوالبشر ہونا سب کو معلوم ہے، انہیں کی پشت سے سب پیدا ہوئے ہیں اور اس طرف اشارہ ہے کہ آدم کی اولاد در اولاد ترتیب وار جس طرح قیامت تک پیدا ہوں گی ازل میں آدم کی پشت سے ایک دم نکالی گئی اور ان سے عہد لیا گیا اور یہ واقعہ عرفہ کے دن مقام نعمان میں ہوا۔ اور بعض نے دوسرے مقام بھی لکھے ہیں اور یہ اخراج آدم کے جنت میں جانے سے پہلے ہوا۔ اور بعض کے نزدیک جنت میں جانے کے بعد ہوا۔ مدارک میں ہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ اخراج بعد پیدائش آدم قبل دخول جنت اس میدان میں ہوا جو جنت کے دروازے پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ رہی یہ بات یہ واقعہ اور عہد ہمیں یاد کیوں نہیں رہا۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ بھول انسان کے خمیر میں ہے، موروث ہے قریب زمانہ کی بات یاد نہیں رہتی ہے نہ کہ ازل کی۔ سیدنا ابوالبشر آدم علیہ السلام جب اپنی عمر کے چالیس سال حضرت داؤد علیہ السلام کو دیکر بھول گئے اور وقت موت فرشتوں سے اس میں جھگڑے تو ہم کس شمار میں ہیں، آخر انہیں کی تو اولاد ہیں، انہیں احادیث میں اس کا بھی ذکر ہے۔ اور دوسری تفسیر باعتبار معنی مجازی کے کیے گئے ہیں۔ یعنی آیت میں جو جو باتیں مذکور ہیں وہ حقیقت پر محمول نہیں ہیں۔ مجاز پر محمول ہیں اور بطور تمثیل ذکر کی گئی ہیں یعنی ذریت کے اخراج سے اخراج ازلی مراد نہیں ہے بلکہ ذریت کو بتدریج ترتیب وار پیدا کرنا مراد ہے۔ اس طرح کہ باپ کی پیٹھ میں نطفہ بنا پھر ماں کی پیٹ میں آکر ٹھہرا پھر علقہ پھر مضغہ ہوا پھر جان پڑی پھر بتدریج پورا ہو کر پیدا ہوا۔ اور اقرار ربوبیت وشہادت سے مراد اقرار عقلی وشہادت حال مراد ہے۔ یعنی ذریت کی فطری تخلیق اللہ کی ربوبیت کی بزبان حال شاہد ہے۔ اور قول سے مراد حال زبان فطرت ہے یہ قول زمخشری وغیرہ معتزلہ کا ہے اور بعض علماے اہل سنت بھی اس کی طرف مائل ہوئے ہیں۔ وتقریرہ فی مطولات۔

(۲۵۔ آیت: ۱۷۵ تا ۱۷۸) ان آیات میں جس شخص کا حال بیان فرمایا گیا ہے وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابن مسعود ومجاہد

www.waseemziyai.com

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ لَهُمْ قُلُوْبٌ

اور بے شک ہم نے جہنم کے لیے پیدا کیے بہت جن اور آدمی وہ دل رکھتے ہیں

لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ

جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان

لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی

وغیرہ اکثر مفسرین کے نزدیک بلعم باعور ہے جو عالم بنی اسرائیل تھا، اسم اعظم جانتا تھا اس کی برکت سے اس کی ہر دعا قبول ہوتی تھی۔ جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے چلے تو راہ میں سرزمین شام میں ٹھہرے۔ وہاں کے بادشاہ کو ان سے اندیشہ ہوا۔ اس نے بلعم کو بلا کر کہا کہ بنی اسرائیل کے حق میں جا کر بددعا کر کہ وہ تباہ ہو جائیں۔ اول تو اس نے انکار کیا کہ ان میں نبی ہے فرشتے آئے ہیں مومن ہیں۔ پھر دنیاوی لالچ میں آ کر راضی ہو گیا اور بنی اسرائیل کے لیے بددعا کرنے کے لیے چلا راہ میں اونٹنی نے اسے گرایا اور کسی طرح آگے نہ چلی اور بقدرت الٰہی بولی مجھے فرشتے آگے بڑھنے نہیں دیتے ہیں گرائے دیتے ہیں اس نے جھنجلا کر اسے مارا اور ایک پہاڑی پر بددعا کرنے پہنچا جہاں سے بنی اسرائیل نظر آتے تھے اور قوم کی ترغیب و ترہیب سے بددعا کرنے پر آمادہ ہوا۔ جب اسرائیلیوں کے لیے کلمات بد زبان سے نکالنا چاہتا تو زبان اس کی بحکم الٰہی پھر جاتی یعنی بجائے اسرائیلیوں کے قوم کے حق میں بددعا نکلتی، بہتیری کوشش کرتا مگر الٹا اثر ہوتا جب قوم نے اسے آگاہ کیا کہ تو تو ہمارے حق میں بددعا کرتا ہے تو بولا یہ خدا کا حکم ہے میرے قبضہ سے باہر ہے۔ اور اس کوشش بد کی سزا میں اس کی زبان نکل کر سینہ پر آ پڑی اور کتے کی طرح ہانپنے لگا، تمام علمی عرفانی روشنیاں غائب ہو گئیں، اسم اعظم بھول گیا بالآخر ذلیل ہو کر واپس ہوا اور بادشاہ سے آ کر کہا کہ میری تو دین و دنیا خراب ہوئی اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ اب تم یہ کرو کہ اپنی عورتوں کو آراستہ کر کے اسرائیلیوں میں بھیجو اگر وہ عورتوں کے جال میں پھنس گئے اور ایک نے بھی زنا کر لیا تو سب تباہ ہو جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حتی کہ بادشاہ نے اپنی حسین و جمیل لڑکی بھی حضرت موسیٰ کے اغوا کے لیے بھیجی وہ حضرت موسیٰ تک نہ پہنچ سکی درمیان میں بنی اسرائیل کے ایک گروہ کے سردار کے ساتھ مرتکب زنا ہوئی، حضرت موسیٰ کو یہ سن کر نہایت رنج و ملال ہوا۔ اور بنی اسرائیل پر عذاب طاعون نازل ہوا جس سے قریب ستر ہزار کے ہلاک ہوئے۔ اور مقصود اس واقعہ کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ زمانہ اقدس کے بنی اسرائیل آگاہ ہو جائیں کہ جو کسی نبی کا مقابلہ کرتا ہے اس کا یہی حال ہوتا ہے۔ لہذا تم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقابلہ نہ کرو ورنہ تم بھی بلعم باعور کی طرح ذلیل و خوار اور برباد ہو گے۔ بہرحال مطلب یہ ہے کہ اے محبوب تم ان یہود کو اس شخص کا حال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں، یعنی علم و معرفت اور اسم اعظم عطا فرمایا تھا تو وہ ان سے صاف نکل گیا۔ یعنی آیتوں سے پھر گیا اور دنیوی لالچ میں پڑ کر انہیں چھوڑ دیا تو شیطان اس کے پیچھے لگ گیا تو وہ گمراہ ہو گیا۔ اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کے سبب اسے اٹھا لیتے یعنی اس کا مرتبہ بلند کرتے منازل علماء پر پہنچاتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا، یعنی وہ پستی کی طرف مائل ہوا اور اس نے دنیا اور اس کی چیزوں کو پسند کیا اور حرام خوری اور بددعا کرنا اختیار کیا، اس کی مثال ذلت و خلت میں کتے جیسی ہے کہ اگر تو اس پر حملہ کرے یعنی اس کو دھتکارے تو بھی زبان نکالے اور نہ دھتکارے تو بھی زبان نکالے۔ یا یہ کہ دوڑنے میں ہانپتا ہے یا زبان نکالتا ہے۔ اور بیٹھے ہوئے بھی ہانپتا اور زبان نکالتا ہے۔ گویا حالت اضطرار و اختیار دونوں میں اس سے بری حرکت سرزد ہوتی ہے یہی حالت اس شخص کی ہے کہ حالت اضطرار میں بھی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور حالت اختیار میں بھی۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔

www.waseemziyai.com

الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ

غفلت میں پڑے ہیں۔ ف۲۶ اور اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام تو اسے ان سے پکارو اور انہیں چھوڑ دو جو

يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَمِمَّنْ

اس کے ناموں میں حق سے نکلتے ہیں وہ جلد اپنا کیا پائیں گے۔ اور

خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا ع ۲۲ ۱۰ ۱۲

ہمارے بنائے ہوؤں میں ایک گروہ وہ ہے کہ حق بتائیں اور اس پر انصاف کریں اور جنھوں نے ہماری آیتیں

بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ ۙ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ

جھٹلائیں جلد ہم انھیں آہستہ آہستہ عذاب کی طرف لے جائیں گے جہاں سے انھیں خبر نہ ہوگی اور میں انھیں ڈھیل دوں گا بے شک

كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۗ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ

میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے ف۲۷ کیا سوچتے نہیں کہ ان کے صاحب کو جنون سے کچھ علاقہ نہیں وہ تو

(۲۶۔آیت:۱۷۹) اس کا تعلق گزشتہ آیات سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے جہنم کے لیے بہت سے انسان و جنات میں سے پیدا کیے ہیں، ان کے دل ہیں جن سے وہ حق بات نہیں سمجھتے، اور آنکھیں ہیں جن سے وہ دلائل قدرت نہیں دیکھتے، اور ان کے کان ہیں جن سے وہ وعظ و نصیحت کی بات نہیں سنتے۔ یعنی کہ ان کے دل و دماغ آنکھ ناک کان ہیں مگر وہ ان سے دنیا ہی میں نفع دینے والی چیزوں کو سمجھتے دیکھتے سنتے ہیں آخرت میں نفع دینے والی باتوں کو نہ سمجھتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں تو وہ چوپاؤں کی طرح ہیں جن میں نہ عقل و سمجھ ہے اور نہ ادراک ہے جس سے حق و باطل اور خیر و شر میں تمیز کر سکیں بلکہ چوپاؤں سے بھی بڑھ کر گمراہ و غافل ہیں کہ چوپائے بھی اپنے نفع و نقصان کی چیز کو پہچانتے ہیں، نفع کی چیز کو کام میں لاتے ہیں، ضرر کی چیز سے بچتے ہیں سونگھ کر چھوڑ دیتے ہیں، کتا پانی سے اور ہر جانور آگ سے بھاگتا ہے۔ مگر کفار و مشرکین عناداً جان بوجھ کر آگ میں گرتے ہیں، نقصان اٹھانے کے لیے تیار ہوتے ہیں، حق و باطل اور اچھے برے میں تمیز نہیں کرتے ہیں۔ مضر و مفید کو نہیں پہچانتے ہیں تو جانوروں سے بدتر ہوئے جیسے کہ ابوجہل حضور کو سچا جانتا تھا مگر بنو عبد مناف سے حسد رکھنے کی وجہ سے ایمان نہیں لاتا تھا اور یہود حضور کو خوب جانتے پہچانتے تھے ﴿يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآئَهُمْ﴾ مگر عناد و دنیاوی لالچ کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے تھے۔

تنبیہ: آیت سے ظاہر ہے کہ جہنم میں جنات و انسان دونوں جائیں گے اور ان دونوں میں زیادہ تر دوزخ کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اور کمتر جنت کے لیے۔ اسی وجہ سے ہر زمانہ میں کفار کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت ہوتی آئی ہے اگرچہ احادیث مذکورہ بالا سے معلوم ہو چکا ہے کہ دوزخی اور جنتی ازل میں مقدر ہو چکے ہیں مگر اپنی طرف سے بلا علم و بلا دلیل قطعی کسی پر جنتی یا دوزخی ہونے کا حکم نہ لگانا چاہئے۔ اور آیت: ﴿وما خلقت الجن والانس﴾ کا اس آیت سے کوئی تعرض نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے ازل میں جس کو عبادت کرنے والا دیکھا اسے عبادت کے لیے پیدا کیا اور جسے کفر کرنے والا دیکھا اسے کفر کے لیے پیدا کیا کہ بہت سی جگہ عام سے خاص مراد لیا جاتا ہے۔ [مدارک]

(۲۷۔۱۸۰ تا ۱۸۳) شان نزول: عرب کے مشرک اللہ تعالیٰ کے برے نام رکھتے اور دعا و خطاب کے وقت یا ابا المکارم! یا ابیض الوجہ! کہتے اور نصاریٰ یا ابا المسیح! کہتے۔ نیز مشرکوں نے اپنے بعض بتوں کے ناموں کو بوجہ مناسبت لفظی اللہ کے ناموں سے

www.waseemziyai.com

مشتق کر رکھا تھا۔ مثلاً: عزیر سے عزیٰ، منان سے منات، اللہ سے لات وغیرہ۔ جیسا کہ ابن عباس ومجاہد سے مروی ہے، ان کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور قرطبی نے مقاتل وغیرہ مفسرین سے روایت کی ہے کہ ایک شخص مسلمان اپنی دعا میں یا اللہ یا رحمٰن کہتا تھا تو ایک مشرک نے سن کر کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی تو کہتے ہیں کہ ہم ایک اللہ کو پوجتے ہیں یہ دو معبودوں کو کیسے پکارتا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [معالم وغیرہ] ابن جوزی کہتے ہیں کہ ایسا کہنے والا ابوجہل تھا۔ [خازن] مطلب یہ ہے کہ اللہ کے بہت اچھے نام ہیں، تو ان سے اسے پکارو یعنی وہی نام لے کر تم اسے پکارو، اس سے دعا کرو، اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے تجاوز کرتے ہیں وہ جلد اپنے کیے کی سزا پائیں گے۔ یعنی جو اللہ کے ناموں میں حق چھوڑ کر باطل کی طرف مائل ہوتے ہیں اور اپنی طرف سے اللہ کے نام رکھتے ہیں یا اس کے ناموں کی مثل ذرا سی مناسبت سے اپنے بتوں کے نام بنا کر رکھتے ہیں انہیں چھوڑ دو۔ یعنی ان کی ریس نہ کرو ان کی طرح خدا کے نام نہ تراشو۔

تنبیہ: اس مضمون کی آیات چار سورتوں میں نازل ہوئی ہیں۔ اس سورت میں۔ سورہ بنی اسرائیل میں۔ سورہ طٰہٰ میں۔ سورہ حشر میں۔ جاننا چاہئے کہ اللہ کے بہت سے نام ہیں مگر ان میں ننانوے نام مشہور ہیں جو قرآن وحدیث میں آئے ہیں۔ ان میں بعض حقیقی معنی پر صادق آتے ہیں اور بعض کے لازمی معنی لیے جاتے ہیں۔ تفصیل ان کی ترمذی کی حدیث میں ہے۔ انہیں روزانہ پڑھنا باعث برکت و ثواب اور موجب دخول بہشت ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ کے ننانوے نام ہیں جو ان کا احصا کرے گا یعنی انہیں حفظ کرے گا۔ (کما فی روایتہ) وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ابونعیم کی روایت میں ہے کہ جو ان ناموں سے دعا کرے گا اللہ اس کی دعا قبول فرمائے گا تو جو نام قرآن وحدیث میں آئے ہیں وہی مسلمانوں کو لینا چاہیے اگرچہ دوسرے نام ان ناموں کے جو قرآن وحدیث میں آئے ہیں ہم معنی ہی ہوں۔ جیسے حکیم کی جگہ طبیب اور عالم کی جگہ عاقل اور جواد کی جگہ سخی اور رحیم کی جگہ رفیق نہ کہا جائے۔ یونہی کفار نے جو اللہ کے نام غیر معلوم المعنی اپنی زبان میں رکھ لیے ہیں وہ بھی مسلمانوں کو نہ لینا چاہیے کہ ان کے لینے میں خوف کفر ہے۔ ہاں لغات میں اللہ کے ناموں کا جو ترجمہ کیا گیا ہے اس کے بولنے میں حرج نہیں ہے، اگر وہ پورے مفہوم ومعنی پر دلالت کرتا ہو جیسے اللہ کا ترجمہ خدا۔ یونہی اللہ کو کسی برے نام سے یاد کرنا۔ اللہ کے ساتھ میاں کا یا صاحب کا لفظ لگا کر بولنا نہ چاہئے۔ بلکہ بجائے اس کے اللہ تعالیٰ اللہ پاک کہنا چاہیے کہ آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ کی شان میں ایسا لفظ نہ بولا جائے جس کا مفہوم اچھا نہ ہو، کسی صفت کمال پر دلالت نہ کرتا ہو، عیب ونقصان کے معنی رکھتا ہو، یا کسی برے معنی کی طرف موہم ہو اور میاں اور صاحب کا لفظ ایسا ہی ہے اگرچہ عوام بلکہ بعض خواص بھی اسے تعظیماً اللہ کے ساتھ لگا کر بولتے ہیں مگر اس کے نقص معنوی کو نہیں دیکھتے ہیں انہیں اس سے باز رہنا چاہئے اور بولنے سے پہلے لفظ کے معنی پر غور کر لینا چاہئے۔ اور ﴿سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ﴾ میں تہدید ووعید ہے اللہ کے ناموں میں الحاد کرنے والے کے لیے۔ اور جس گروہ کو آیت میں ہدایت کرنے والا اور حق کے ساتھ انصاف کرنے والا فرمایا گیا ہے وہ ابن عباس وعطا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک امت محمدیہ ہے۔ اور قتادہ کی روایت میں ہے: کہ جب حضور یہ آیت تلاوت فرماتے تو کہتے یہ تم لوگوں کے واسطے ہے اور تم سے اگلی امت کو بھی ایسا ہی دیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ ﴿وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ الخ﴾ ربیع ابن انس سے روایت ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری امت میں ایک گروہ برابر حق پر قائم رہے گا یہاں تک کہ عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں۔ [ابن کثیر] بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ میری امت میں قیامت قائم ہونے تک برابر ایک گروہ حق پر ظاہر رہے گا اس کو اس کی مخالفت کرنے والا نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یہ زمانہ اقدس کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر زمانہ میں ایسا گروہ ہوتا رہے گا۔ [معالم وغیرہ] چونکہ گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی آیات جھٹلانے والوں کی کتے جیسی مثال دے کر مذمت فرمائی گئی تھی۔ اس سے یہ شبہہ پیدا ہوتا تھا کہ شاید انہیں سزا بھی فوری دی جاتی ہو اس شبہہ کو دور کرنے کے لیے ﴿والذين كذبوا بآيتنا﴾ فرمایا گیا ہے۔ یعنی جو لوگ ہماری آیتیں جھٹلاتے ہیں ان کو ہم فوری سزا نہیں دیتے بلکہ مہلت دے کر ڈھیل دے دے کر سزا دیتے ہیں جس کا انہیں علم بھی نہیں ہوتا ہے۔ اسی کو استدراج کہتے ہیں۔ روایت ہے کہ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بعد فتح فارس سلطنت فارس کے خزانے لاکر حاضر کیے گئے تو آپ نے رو کر بارگاہ الٰہی میں عرض کی: الٰہی

www.waseemziyai.com

اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

صاف ڈر سنانے والے ہیں کیا انہوں نے نگاہ نہ کی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں

وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ

اور جو جو چیز اللہ نے بنائی اور یہ کہ شاید ان کا وعدہ نزدیک

اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

آگیا ہو تو اس کے بعد اور کونسی بات پر یقین لائیں گے ، اور جسے اللہ گمراہ کرے

فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ يَسْـَٔـلُوْنَكَ

اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور انہیں چھوڑتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکا کریں۔ ف۲۸ تم سے

عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا

قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کو ٹھہری ہے؟ تم فرماؤ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے

يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۭ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا

اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا بھاری پڑ رہی ہے آسمانوں اور زمین میں، تم پر نہ آئے گی مگر

بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔـلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ

اچانک، تم سے ایسا پوچھتے ہیں گویا تم نے اسے خوب تحقیق کر رکھا ہے تم فرماؤ اس کا علم تو

وقف لازم وقف منزل

میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ یہ ہمارے لیے استدراج ہو کہ تو فرماتا ہے: ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [مواہب]

(۲۸۔آیت:۱۸۴تا۱۸۶) شان نزول: حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات کو حضور نے کوہ صفا پر چڑھ کر ایسے الفاظ سے جو خطرے کے وقت استعمال کیے جاتے تھے تمام قریش کو نام بنام پکارا جب وہ سب جمع ہو گئے تو حضور نے انہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا اور آئندہ کے واقعات جو قیامت تک ہونے والے تھے بتائے۔ تو ایک شخص ان میں سے بولا کیا انہیں جنون ہو گیا ہے کہ شام سے صبح تک چلائے جاتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں اس شخص کے قول کی تردید اور حضور کی تائید فرمائی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ کیا وہ سوچتے اور غور نہیں کرتے ہیں کہ ان کے ساتھی یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنون نہیں ہے، وہ تو صاف ڈر سنانے والے ہیں، اگر جنون ہوتا تو ایسی معقول باتیں نہ کرتے۔ اور اس سے پہلے تم خود انہیں محمد امین کہتے تھے اور انہیں عقل مند سمجھتے تھے۔ اب ان کی باتوں کی تصدیق نہ کرنا اور مجنون کہنا خود دانائی سے دور اور عقل کا فتور ہے۔ دوسرے یہ کہ کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی سلطنت میں اور اللہ کی بنائی چیزوں پر نگاہ نہ کی اور نہ اپنی موت قریب آجانے میں نظر کی کہ یہ سب باتیں خدا کے صانع و خالق ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ تو اگر رسول یہی تمہیں سمجھاتے ہیں اور موت اور مابعد موت سے ڈراتے ہیں تو ان کو جھوٹا کیوں سمجھتے ہو اور مجنون کیوں کہتے ہو، اس کے بعد کس بات پر کس کتاب پر یقین لاؤ گے کہ اس کے بعد نہ کوئی کتاب آئے گی اور نہ کوئی نبی ہوگا۔ بات یہ ہے کہ اللہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

www.waseemziyai.com

اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ

اللہ ہی کے پاس ہے لیکن بہت لوگ جانتے نہیں ف۲۹ تم فرماؤ میں اپنی جان کے

نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ

بھلے برے کا خودمختار نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت

مِنَ الْخَيْرِ ۛ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ

بھلائی جمع کرلی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو

معانقہ ۸
عند المتأخرین ۱۲

(۲۹۔آیت:۱۸۷) شان نزول: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: کہ ایک بار حمل ابن مشیر وسموال ابن زید وغیرہ ایک جماعت یہود نے اور حسن قتادہ کے نزدیک قریش نے حضور سے یہ سوال کیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو یہ بتائے کہ قیامت کب آئے گی تو یہ آیت نازل ہوئی۔[سراج] اور یہ سوال ان کا تصدیقی نہ تھا امتحانی تھا جیسا کہ وہ کہا کرتے تھے ﴿مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! تم سے یہ لوگ قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب آئے گی۔تم ان سے کہہ دو کہ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا وہ آسمان وزمین میں بھاری ہے۔یعنی وہ آسمان وزمین کے رہنے والوں پر حادثہ ہے عظیم الشان واقعہ ہے وہ تم پر یکا یک آجائے گی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آدمی خرید وفروخت کرتا ہوگا وہ پوری نہ ہو پائے گی اور دودھ دوہتا ہوگا وہ پی نہ پائے گا اور نوالہ بنا کر منہ میں دینا چاہے گا مگر دے نہ پائے گا کہ قیامت آجائے گی۔[رواہ البغوی وغیرہ] اور تم سے قیامت کو ایسا پوچھتے ہیں گویا کہ تم نے اسے خوب تحقیق کر رکھا ہے، تم ان سے کہہ دو کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے کہ کس وقت آئے گی۔لیکن بہت سے لوگ یہ جانتے نہیں ہیں کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔یہ ان کی نادانی ہے کہ اس کی تلاش میں پڑے ہیں ان پر تو قیامت پر ایمان لانا اور اس کا سامان مہیا کرنا لازم امر ودانائی تھی اسی لیے حضور نے اس اعرابی سے جو قیامت کو دریافت کرنے آیا تھا، فرمایا: کہ وہ تو یقینی آئے گی تو نے اس کے واسطے کیا سامان کیا ہے؟ عرض کی میرے پاس نہ نماز ہے نہ روزہ ہے صرف یہ ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہوں۔فرمایا: جا جو جسے محبوب رکھے گا وہ اس کے ساتھ ہوگا۔صحابہ کو یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی۔یہ حدیث صحاح وسنن ومسانید میں متعدد طرق سے مروی ہے۔

تنبیہ: اور "ساعة" سے مراد وقت نفخہ اولیٰ ہے جس کو سن کر سب مرجائیں گے اور قیامت کو ساعت اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ اچانک واقع ہوگی۔یا اللہ کے نزدیک وہ باوجود درازی کے بمنزلہ ایک ساعۃ کے ہے۔یا اس روز اللہ حساب خلق ایک ساعت میں فرمائے گا۔[سراج] اور آسمان وزمین میں قیامت بھاری ہونے کے معنی ابن عباس وحسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک یہ ہیں کہ قیامت آسمان وزمین کے تمام رہنے والوں پر بھاری ہوگی۔اور قتادہ کہتے ہیں: کہ قیامت قائم ہونے کے وقت کو نہ جانناز مین وآسمان والوں پر بھاری ہے۔ابن جریج کہتے ہیں: کہ قیامت کے دن آسمان کا پھٹنا، ستاروں کا بکھرنا، سورج کا سیاہ ہونا، پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا، یہی اس کا بھاری ہونا ہے۔سدی کہتے ہیں: کہ زمین وآسمان والوں سے قیامت کا مخفی ہونا ان پر بھاری ہے۔اور "كانك حفى عنها" کے مختلف معنی بیان کیے گئے ہیں۔ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: كأنك علام بها" گویا کہ تم قیامت کے وقت کو جاننے والے ہو حالانکہ سوائے خدا کے اسے کوئی نہیں جانتا ہے اور یہ آیت ﴿عنده علم الساعة﴾ پڑھی۔یہاں یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حضور کو قیامت کا علم نہ تھا جیسا کہ آیت کا مفہوم ہے تو پھر حضور نے حساب وکتاب عذاب وثواب وغیرہ واقعات قیامت کو کیسے بیان فرمایا۔اس شبہہ کا ازالہ یہ ہے کہ آیت میں احوال قیامت کے علم کی مطلقاً نفی نہیں کی گئی ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضور کو قیامت واحوال قیامت کا کچھ علم نہ تھا بلکہ یہ مطلب ہے کہ حضور کو اس کا علم اللہ جیسا مفصل نہ تھا، اس کے سوا اس کے

www.waseemziyai.com

ع ۲۳ ۱۳

يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ

ایمان رکھتے ہیں۔ ف۳۰ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور

مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا

اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے، پھر جب مرد اس پر چھایا اسے ایک ہلکا سا پیٹ

خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا

رہ گیا تو اسے لیے پھرا کی پھر جب بوجھل پڑی دونوں نے اپنے رب اللہ سے دعا کی، ضرور اگر تو ہمیں

صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ

جیسا چاہیے بچہ دے گا تو بے شک ہم شکر گزار ہوں گے۔ پھر جب اس نے انہیں جیسا چاہیے بچہ عطا فرمایا انھوں نے

علامات وآثار اور اس میں ہونے والے واقعات معلوم تھے اور انہیں حضور نے وقتاً فوقتاً ظاہر بھی فرمایا۔ بلکہ بعض علما کے نزدیک تو حضور کو علم قیام ساعت تفصیلی بھی دیا گیا تھا مگر اسے ظاہر نہ کرنے کا حکم تھا اس لیے جب حضور سے جبرئیل نے قیامت کا سوال کیا تو حضور نے ان سے فرمایا:: جس سے یہ سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ جاننے والا نہیں۔ اور حضرت حذیفہ کی روایت میں ہے کہ حضور نے سوال قیامت کے جواب میں فرمایا کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے لیکن میں اس کے بعض آثار جو قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے بیان کرتا ہوں وہ یہ ہیں کہ قیامت کے قریب فتنے اور قتل ہوں گے۔ لوگوں میں جان پہچان بہت کم رہ جائے گی۔ یعنی ایک دوسرے کو بہت کم پہچانیں گے۔ [رواہ احمد] اور دیگر احادیث میں بھی حضور نے نزول عیسیٰ وقتل دجال وخروج یاجوج وماجوج وغیرہ علامات وواقعات قیامت بیان فرمائے ہیں۔ اور نسائی کی روایت میں ہے کہ حضور ہمیشہ قیامت کا ذکر فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ بلکہ حضور کا مبعوث ہونا خود علامات قیامت سے ہے کہ حدیث میں ہے: ''بعثت انا والساعة هاتين'' میں ایسے وقت مبعوث ہوا ہوں کہ قیامت مجھ سے ان دو انگلیوں کی طرح ملی ہوئی ہے۔ گویا علم قیام ساعت کی مثال ایسی ہے جیسے آدمی یقیناً جانتا ہے کہ میں مروں گا مگر یہ نہیں جانتا ہے کہ کب اور کس وقت مروں گا۔ اور قیامت کو بندوں سے پوشیدہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ اس کا خوف رکھیں اور طاعت میں زیادہ مشغول ہوں۔ بہرحال امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظہور اس کا دروازہ ہے مگر ان کے ظہور کا زمانہ بھی معین نہیں ہے بعض عارفوں کے کلام میں اس کی طرف اشارہ پایا گیا ہے۔ جیسے شاہ نعمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قصائد میں مگر وہ بھی بوجہ نسخ ومسخ قابل اعتبار نہیں تاہم ایک قصیدہ سے ۱۷۰۷ھ یا ۱۵۰۷ھ نکلتے ہیں۔ حضرت مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عارف باللہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام سے ۱۹۰۰ھ اخذ کئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ أعلم وعلمه جل مجده أتم وأحكم۔

(۳۰۔ آیت: ۱۸۸) شان نزول میں اس کی بعض مفسرین نے جو قصے بیان کیے ہیں اگرچہ وہ کمزور ہیں تاہم ان سے آیت کا مطلب سمجھنے میں مدد ملتی ہے لہذا ہم ان میں سے ایک واقعہ لکھتے ہیں جس کو شیخ ابن کثیر نے شان نزول قرار دیا ہے مگر کمزور بتایا ہے کہ جب حضور والا غزوہ بنی مصطلق سے لوٹے تو راہ میں آندھی آگئی سواری کے جانور بھڑک کر بھاگ گئے۔ اس روز حضور نے خبر دی کہ آج مدینہ میں رفاعہ کا انتقال ہو گیا ہے پھر فرمایا: کہ میری اونٹنی گم ہو گئی ہے اسے تلاش کرو۔ اس پر عبداللہ ابن ابی منافق نے طنزیہ کہا کہ دیکھو تو یہ شخص مدینہ میں رفاعہ کے مرنے کی تو خبر دے رہا ہے مگر اپنی اونٹنی کی خبر نہیں ہے کہ کہاں ہے۔ پس حضور نے لوگوں سے کہا کہ منافقوں کا میرے متعلق ایسا خیال ہے۔ جاؤ میری اونٹنی اس پہاڑ کے درہ میں ہے اس کی مہار ایک درخت میں الجھ گئی ہے جا کر چھڑا لاؤ چنانچہ لوگ گئے اور اونٹنی کو لے آئے۔ اسی طرح کے اور واقعات بھی بیان کئے ہیں جیسے کفار مکہ کا حضور سے یہ کہنا کہ آپ ہمیں پہلے سے گرانی اور ارزانی اور

www.waseemziyai.com

شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا

اس کی عطا میں اس کے ساجھی ٹھہرائے تو اللہ کو برتری ہے ان کے شرک سے ف۳۱ کیا اسے شریک کرتے ہیں

يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ

جو کچھ نہ بنائے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔ اور نہ وہ ان کو کوئی مدد پہنچاسکیں اور نہ

اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ

اپنی جانوں کی مدد کریں اور اگر تم انھیں راہ کی طرف بلاؤ تو تمہارے پیچھے نہ آئیں

عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ

تم پر ایک سا ہے چاہے انھیں پکارو یا چپ رہو بے شک وہ جن کو تم

فراخ سالی اور خشک سالی اور زیادہ پیداواری کی خبر کیوں نہیں دیا کرتے ہیں کہ ہم نفع اٹھائیں نقصان سے بچیں۔ تب یہ آیت نال ہوئی۔ [معالم وغیرہ] بہرحال یہ آیت گزشتہ آیت کے مضمون سے تعلق رکھتی ہے اور اس کی تائید کرتی ہے۔ اور آیت: ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ الخ﴾ اس کی مفسر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! تم ان لوگوں سے فرماؤ کہ قیامت کا علم تو درکنار میں تو اپنے نفس کے نفع و نقصان کا بھی مالک ومختار نہیں ہوں مگر جتنا خدا نے چاہا اتنے کا میں مختار ہوں۔ اس میں کمال عبدیت کا اظہار ہے کہ میں ایک بندہ مملوک ہوں میں اپنی ذات کے لیے نفع حاصل کرنے اور نقصان دور کرنے کا مختار نہیں ہوں مگر اسی قدر جو مالک چاہے۔ [مدارک] اور یہی قول ابن عطیہ کا ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ بندہ کے سب افعال خدا کے پیدا کیے ہوئے ہیں جیسا کہ مذہب اہل سنت ہے۔ ابن جریر نے ایک روایت میں ابن عباس سے خیر کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ اگر میں کوئی چیز خریدنے سے پہلے یہ جان لیتا کہ اس میں مجھے کیا نفع ہوگا تو جو چیز میں فروخت کرتا اس میں مجھے نفع ہی نفع ہوا کرتا نقصان نہ ہوتا اور فقر ومحتاجی نہ پہنچتی اور اگر میں غیب جانتا تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی یعنی ہمیشہ صحیح وتندرست رہتا کبھی بیمار نہ ہوتا۔ ہمیشہ خوش وخرم رہتا کبھی رنج وغم نہ پہنچتا۔ ہمیشہ غنی رہتا کبھی فقر وفاقہ نہ گھیرتا۔ لڑائیوں میں ہمیشہ غالب ہوتا کبھی مغلوب نہ ہوتا۔ تجارت میں ہمیشہ نفع اٹھاتا۔ میں تو مسلمانوں کو خدا کے عذاب سے ڈرانے والا اور ثواب کی خوش خبری سنانے والا ہوں۔ حدیث میں ہے جس نے دل میں سچ مان کر لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ یعنی جس نے پورا کلمہ پڑھا کہ بغیر محمد رسول اللہ کہے صرف لا الہ الا اللہ کہنا کارآمد نہیں۔

تنبیہ: اس آیت سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے اور یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور کو علم غیب نہ تھا۔ اور نہ وہ کسی کو نفع پہنچانے اور نقصان سے بچانے کے مالک ومختار تھے تو جو معجزات وخوارق عادات حضور سے سرزد ہوئے ہیں اور جو واقعات گزشتہ وآئندہ حضور نے بتائے ہیں اور جو عرش وکرسی، لوح وقلم، جنت ودوزخ، حساب وکتاب، حشر ونشر وغیرہ کی خبریں دی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ "لا املک نفسی" میں نفی ملک حقیقی ہے نہ مجازی۔ یعنی میں نفع ونقصان کا مالک حقیقی نہیں ہوں کہ باختیار خود جو چاہوں کروں الا ما شاء اللہ، مگر جس قدر کا خدا نے مجھے مالک ومختار بنا دیا ہے اس کا مجھے اختیار ہے تو یہ معجزات وخوارق عادات اور دین میں تصرفات جو مجھ سے سرزد ہوتے ہیں وہ سب بعطائے الٰہی ہیں۔ یونہی غیب کی باتوں کا علم بھی مجھے حقیقی ذاتی نہیں ہے بلکہ اضافی عطائی ہے۔ جن میں جنت ودوزخ، احوال قیامت، عرش وکرسی، لوح وقلم، اور گزشتہ وآئندہ کے واقعات کا علم داخل ہے۔

(۳۱۔ آیت: ۱۸۹، ۱۹۰) اس آیت کی تفسیر میں اقوال مفسرین مضطرب ومختلف ہیں، بہت سے کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت آدم و حوا کے حق میں اتری ہے۔ جیسا کہ احمد وحاکم وترمذی وغیرہ کی حدیث میں آیا ہے کہ ان کے بچے زندہ نہیں رہتے تھے تو ان سے شیطان نے

www.waseemziyai.com

آ کر کہا کہ اب کی بچہ پیدا ہو تو اس کا نام عبدالحارث رکھنا زندہ رہے گا۔ چنانچہ جب بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے اس کا نام عبدالحارث رکھا پس وہ زندہ رہا، اس کا تذکرہ اس آیت میں کیا گیا ہے۔ اور اسی کی مثل عوفی و سعید ابن جبیر و عکرمہ و قتادہ و سدی نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ اس پر یہ اعتراض وارد ہوتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نبی تھے اور انبیاء علیہم السلام شرک سے مبرا ہیں ان سے کسی قسم کا شرک سرزد ہونا ممکن نہ تھا۔ دوسرے یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام تمام چیزوں کے نام جانتے تھے اور ایک بار شیطان سے دھوکا کھا چکے تھے تو یہ ممکن نہیں کہ وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ شیطان کا نام حارث ہے اور وہ ان کی اولاد کا دشمن ہے۔ تیسرے یہ کہ شروع آیت میں خطاب اہل مکہ و مشرکین زمانہ سے ہے اور آخر میں ﴿تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ بصیغہ جمع فرمایا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ درمیانی کلام بھی انہیں سے ہے اور وہ ایک جماعت ہے نہ صرف آدم و حوا۔ چوتھے یہ کہ اگر شیطان نے انہیں ورغلایا ہوتا تو بجائے "ما" کے "من" لایا جاتا جو ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ ان اعتراضوں کے جوابات اگرچہ آدم و حوا مراد لینے والوں نے دیئے ہیں مگر وہ سب کمزور اور پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں کہ حدیث مذکور مرفوع نہیں ہے وہ سمرہ صحابی کا قول ہے، اگر مرفوع ہوتی تو حسن بصری جنہوں نے سمرہ سے روایت کی ہے کبھی اس سے عدول نہ کرتے اور یہ نہ کہتے کہ یہ آیت بعض ملت والوں کے حق میں ہے اس سے ذریت آدم مراد ہے جنہوں نے ان کے بعد شرک کیا نہ آدم و حوا جیسا کہ ابن جریر نے اس کی تفسیر میں ان سے روایت کی ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ حسن کا باوجود تقویٰ و ورع کے حدیث سے عدول کرنا صریح دلیل ہے کہ وہ مرفوع نہیں ہے بلکہ صحابی کا قول ہے ممکن ہے کہ انہوں نے کعب احبار و وہب ابن منبہ وغیرہ مومنین اہل کتاب سے سن کر کہا ہو اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابی ابن کعب سے یہ قول اخذ کیا ہو۔ جیسا کہ ابن ابی حاتم نے بطریق مجاہد روایت کیا ہے کہ ابی ابن کعب نے ابن عباس سے اس قصہ کو بیان کیا۔ تو اس اثر کا اہل کتاب سے اخذ کرنا ثابت ہے۔ پس قول حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح ہے اس سے آدم و حوا مراد نہیں ہیں ان کی ذریات کے مشرک مراد ہیں۔ [ملخصا از ابن کثیر عن ابن جریر] یونہی ابو مالک اور ابن کیسان اور سدی کا قول ہے کہ اس میں مشرکوں کا حال ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کے نام عبدالدار عبدالعزیٰ عبدالشمس وغیرہ رکھتے تھے بتوں کو اس میں شریک کرتے تھے۔ [مواہب] اور بعض کہتے ہیں کہ نفس واحد سے مراد قصی ہے۔ اور ﴿جعل منها﴾ سے مراد ان کی زوجہ ہے اور اس سے اس کی بیوی پیدا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ان کی جنس سے پیدا کی گئی، جب ان کی اولاد ہوئی تو انہوں نے ان کا نام عبدالدار عبدمناف عبدالعزیٰ اور عبدقصی رکھا اور خدا کے ساتھ دوسرے کو شریک کیا پھر ان کی اولاد نے بھی ایسا ہی کیا اس کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے مگر یہ تاویل بھی خلاف روایت و درائیت ہے صحیح معنی وہی ہیں جو ابن کثیر و امام رازی و بیضاوی وغیرہ نے لکھے ہیں۔ ﴿وجعل منها﴾ میں "من" جنسیت کے لیے ہے، جزئیت کے لیے نہیں ہے اور نفس واحد سے ہر مرد مراد ہو سکتا ہے۔ تو یہ معنی ہوں گے کہ اللہ نے سب کو ایک نفس یعنی ایک مرد کی نوع سے پیدا کیا سب کو فرد انسانی بنایا اور ہر ایک کی زوجہ کو اس کی جنس سے پیدا کیا تاکہ وہ اس سے مانوس ہو جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا﴾ [النحل: ۷۲] یعنی اور تمہاری جنس سے جوڑا بنایا کسی غیر جنس کو تمہارا جوڑا نہ بنایا کہ اس سے تمہیں انسیت نہ ہوتی۔ اس معنی کی تائید قول حسن مذکور سے ہوتی ہے۔ اور بعض نے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ جب آدم و حوا سے بکثرت ذریت پیدا ہوئی ان میں سے بعض جوڑوں نے خدا سے ولد صالح پیدا ہونے کی دعا کی جب ان کو حسب خواہش بیٹا دیا گیا تو انہوں نے شرک کیا (یعنی اس کا نام عبدالحارث رکھا) یہ تفسیر بھی اچھی ہے۔ بحذف مضاف ہے۔ یعنی ﴿قَتَلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآئُهُمْ﴾ یہی قفال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے اور صاحب مدارک و بیضاوی وغیرہ نے اسے اختیار کیا ہے اور امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے پسند کیا ہے۔ اور "فتعالى الله عما يشركون" اس پر دلیل ہے۔ بہر حال آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان یعنی ایک مرد سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کی تسکین خاطر کے لیے اس کا جوڑا پیدا کیا، پھر جب مرد عورت پر چھایا یعنی اس سے صحبت کی تو اسے ہلکا سا پیٹ رہ گیا یعنی مرد کا نطفہ عورت کے پیٹ میں ٹھہرا تو وہ اسے لیے پھری کہ اس وقت بوجھ ہلکا تھا پھر جب وہ اور بوجھل ہوئی یعنی اس کا حمل بڑھا اور بوجھ زیادہ ہوا تو ان دونوں نے بخوف

www.waseemziyai.com

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ

اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں تو انہیں پکارو پھر وہ تمہیں جواب دیں

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ

اگر تم سچے ہو۔ کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ان کے

اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ

ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں یا ان کے آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا ان کے

اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا

کان ہیں جن سے سنیں؟ تم فرماؤ کہ اپنے شریکوں کو پکارو اور مجھ پر داؤں چلو اور

تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى

مجھے مہلت نہ دو ف۳۲ بے شک میرا والی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ نیکوں کو

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ

دوست رکھتا ہے اور جنہیں اس کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کرسکتے

جان اللہ سے دعا کی کہ اگر تو ہمیں صحیح سالم بچہ عطا فرمائے گا تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے تو اللہ نے انہیں جیسا بچہ وہ چاہتے تھے عطا فرمایا تو انہوں نے اس کی عطا میں اس کے شریک ٹھہرائے تو اللہ کو ان کے شرک سے برتری ہے۔

(۳۲۔۱۹۱ تا ۱۹۵) گزشتہ آیت میں مشرکوں کی حالت بیان کی گئی تھی کہ مطلب کے وقت وہ خدا کو پکارتے اس سے دعا کرتے ہیں شکر گزاری کا وعدہ کرتے ہیں اور جب مطلب پورا ہو جاتا ہے تو ناشکری کرتے ہیں اور دوسروں کو اس میں شریک کرتے ہیں، اس آیت میں انہیں شرکاء کی حالت بیان فرمائی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ مشرک ایسوں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے ہیں اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور نہ وہ شرکا ان کو کوئی مدد پہنچا سکتے ہیں اور نہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں، اگر تم انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاؤ تو وہ تمہاری پیروی نہ کریں تمہاری بتائی ہوئی راہ پر نہ چلیں تمہارا ان کو راہ کی طرف بلانا نہ بلانا برابر ہے، کیوں کہ وہ بھی تمہاری طرح محتاج ہیں خدا کے بندے ہیں، اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو انہیں پکار دیکھو، انہیں تمہاری پکار کا جواب دینا چاہئے مگر نہیں دے سکتے بلکہ وہ تم سے بھی بدتر ہیں کہ تمہارے ہاتھ پاؤں آنکھ کان ہیں اور ان کے نہ ہاتھ پاؤں ہیں جن سے چلیں پھریں اور تمہاری مدد کریں۔ اور نہ آنکھ کان ہیں جن سے تمہاری پکار سنیں حالت دیکھیں اور مدد کو دوڑیں۔ تو باوجود اس کے تم ایسے کمزوروں کو کیوں پوجتے ہو جو کچھ نہیں کر سکتے ہیں، چنانچہ حضرت ابراہیم اپنی قوم کے بتوں کو توڑ ڈالا کرتے تھے اور حضرت ابن جبل اور حضرت معاذ ابن عمر ابن جموح کا قصہ مشہور ہے کہ ان کا باپ جموع کافر تھا اور قوم کا سردار تھا، اس نے ایک بت بنا رکھا تھا اسے روزانہ غسل دیتا خوشبو لگاتا آراستہ کرتا تھا، لیکن یہ دونوں حضرات رات کو آکر اس بت کو نجاست میں آلودہ کر کے اوندھا کر دیتے تھے، جموع صبح کو پھر اسے صاف ستھرا کر کے رکھ دیتا، ایک دن جموع نے اس بت کے پاس تلوار رکھ کر کہا کہ تمہیں جو کوئی ستائے اسے تلوار سے قتل کر دینا۔ ان دونوں حضرات نے رات کو جا کر اس بت کو ایک مرے ہوئے کتے کے ساتھ رسی میں باندھ کر اندھے کنوئیں میں لے جا کر لٹکا دیا، صبح کو جب جموع نے بت کی یہ حالت دیکھی تو جان لیا کہ یہ بت کچھ

www.waseemziyai.com

وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ

اور نہ خود اپنی مدد کریں اور اگر انہیں راہ کی طرف بلاؤ تو نہ سنیں

وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ الْعَفْوَ

اور تو انہیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں اور انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا۔ ف۳۳ اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو

وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ

اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیرلو۔ اور اے سننے والے! اگر

مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾

شیطان تجھے کوئی کونچا دے تو اللہ کی پناہ مانگ بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا

بے شک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہوجاتے ہیں

فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِى الْغَيِّ ثُمَّ لَا

اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ جو شیطانوں کے بھائی ہیں شیطان انہیں گمراہی میں کھینچتے ہیں پھر

يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ

گئی نہیں کرتے۔ ف۳۴ اور اے محبوب! جب تم ان کے پاس کوئی آیت نہ لاؤ تو کہتے ہیں تم نے دل سے کیوں نہ بنالی،

نہیں کرسکتے ہیں اور فورا بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہوئے اور جنگ احد میں شہید ہوئے۔

(۳۳۔آیت:۱۹۶تا۱۹۸) شان نزول: جب مذکورہ بالا آیت میں بتوں کی مذمت فرمائی گئی اور حضور نے اعلانیہ انہیں برا کہا تو کفار بولے تم ہمارے معبودوں کو برا نہ کہو کہیں وہ تمہیں ضرر نہ پہنچائیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضور کو جواب تعلیم فرمایا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب تم ان مشرکوں سے فرماؤ کہ تم اپنے شریکوں کو ضرر پہنچانے کے لیے پکارو اور مجھ پر داؤں چلو یعنی سب مل کر میرے ضرر پہنچانے کی تدبیر کرو اور مجھے ذرا دیر کی مہلت اور بچاؤ کا موقع نہ دو دیکھوں میرا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے کہ مددگار اللہ ہے وہ نیکوں کی حفاظت کرتا ہے اور انہیں ضرر و نقصان سے بچاتا ہے۔ باقی ترجمہ پڑھئے۔ یہی مضمون دوسری آیتوں میں بھی آیا ہے اور حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایسا ہی جواب دیا تھا جب قوم نے ان سے کہا تھا کہ ہمیں خوف ہے کہ ہمارے بعض معبود تمہیں نقصان نہ پہنچائیں۔

(۳۴۔آیت:۱۹۹تا۲۰۲) شان نزول: قیس ابن سعید ابن عبادہ سے روایت ہے کہ جب کفار نے جنگ احد میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر کے مثلہ کیا تو حضور نے انہیں دیکھ کر قسم کھا کر فرمایا کہ میں ان کے بدلے ستر کو مثلہ کروں گا تو آیت ﴿خذ العفو﴾ نازل ہوئی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ جب آیت خذ العفو نازل ہوئی تو حضور نے عرض کی: الٰہی میں غصہ کا کیا علاج کروں۔ تو آیت ﴿اما ینزغنك الخ﴾ نازل ہوئی۔ [مواہب وغیرہ] بہر حال نزول اگرچہ خاص ہے مگر حکم عام ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو لوگوں کے ساتھ خلق سے پیش آنے ان کے ساتھ سختی و درشتی نہ کرنے اور انہیں نیک کاموں کی ہدایت کرنے کی تعلیم فرماتا ہے۔ عفو کے معنی عروہ ابن زبیر و عبداللہ ابن زبیر و ابن عمر اور ام المومنین حضرت عائشہ و عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ

www.waseemziyai.com

کے نزدیک سختی نہ کرنے درگزر وچشم پوشی کرنے کے ہیں۔ابن جریر وابن کثیر وشیخ جلال نے اسی کو اختیار کیا ہے۔احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔مطلب یہ ہے کہ اے محبوب تم معاف کرنا درگزر کرنا اختیار کرو لوگوں پر سختی ودرشتی نہ کرو ۔نیک کاموں کی تعلیم دیتے رہو اگر کسی سے کوئی خلاف شان بات سرزد ہو اور جہالت کی وجہ سے وہ تمہاری تعلیم کو نہ مانے بیہودگی اختیار کرے تو اس سے اعراض کرو۔یعنی جھگڑا نہ کرو بدلہ نہ لو۔یہ حکم صرف امور اخلاقیہ میں ہے نہ حقوق واجبہ میں۔اس تقدیر پر یہ آیت محکم ہے جیسا کہ مجاہد وقتادہ کا قول ہے۔پھر فرمایا اللہ نے: اگر شیطان تمہارے دل میں انتقام کا خیال پیدا کرے تو اللہ سے پناہ مانگو اور اس خیال کو دل سے نکال ڈالو اللہ سنتا ہے جانتا ہے۔باقی ترجمہ پڑھئے۔جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے اس کے معنی جبرئیل سے پوچھے،انہوں نے عرض کی: اللہ تعالی آپ کو حکم دیتا ہے کہ جو آپ پر ظلم کرے آپ اس کو معاف کریں جو آپ کو نہ دے آپ اس کو دیں جو آپ سے رشتہ توڑے آپ اس سے رشتہ جوڑیں۔ [رواہ ابن ابی حاتم ویوئیدہ روایۃ الترمذی واحمد] حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت اخلاق کے متعلق ہے۔ اس میں لوگوں کو اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے۔جب ایک شخص نے بھری مجلس میں کھڑے ہو کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کو غیر منصف کہا تو آپ کو غصہ آیا اور قریب تھا کہ اسے مار بیٹھیں پس اس کے چچا حر نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے فرماتا ہے: ﴿خذالعفو الخ﴾ یہ جاہل ہے اسے معاف فرمایئے پس آپ فورا ٹھہر گئے اور غصہ کو ضبط کیا۔[بخاری] حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: کہ اللہ نے اپنے نبی کو مکارم اخلاق کا حکم فرمایا ہے قرآن میں اس آیت سے زیادہ مکارم اخلاق کی کوئی آیت نہیں ہے۔مجاہد کہتے ہیں کہ عفو کے معنی لوگوں کی بداخلاقی اور بیہودگی کو معاف کرنا ہیں۔اور ابن عباس اور سدی اور ضحاک وکلبی کے نزدیک عفو کے معنی حاجت سے زیادہ مال لینے کے ہیں۔یعنی لوگوں کی حاجت سے زائد خرچ سے بچا ہوا مال لو جیسا کہ آیت ﴿یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ . قُلِ الْعَفْوَ﴾ میں حکم کیا تھا پھر وہ صدقہ مفروضہ سے منسوخ ہوا۔[معالم]

تنبیہ: واعرض عن الجاهلين میں دلیل ہے کہ جاہلوں کے منہ نہ لگنا،ان سے مباحثہ نہ کرنا چاہیے۔عطاء ابن زید کہتے ہیں کہ یہ حکم حضور کے لیے قبل حکم قتال تھا پھر وہ آیت سیف سے منسوخ ہو گیا۔اور بعض کہتے ہیں کہ اول واخر اس آیت کا منسوخ ہے۔یعنی خذالعفو زکاۃ فرض ہونے سے منسوخ ہو گیا اور ﴿وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ قتال فرض ہونے سے منسوخ ہو گیا۔اور امر بالمعروف درمیان میں محکم رہا پھر اس کے بعد فرمایا گیا ﴿وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ الخ﴾[الاعراف: ۲۰۰] نزغ کے معنی یہاں دل میں وسوسہ ڈالنے کے ہیں۔یعنی اگر شیطان تمہارے دل میں کچھ وسوسہ ڈالے تو اللہ سے پناہ مانگو دور ہو جائے گا۔یہ خطاب اگرچہ حضور سے ہے مگر اس سے افراد امت مراد ہیں اور انہیں بتانا مقصود ہے کہ وہ وسوسہ شیطان کے وقت استعاذہ کریں اعوذ باللہ پڑھیں تو وسوسہ دور ہو جائے گا۔بخاری کی ایک طویل روایت میں ہے کہ دو آدمی غصہ میں بھر کر آپس میں لڑے تو حضور نے فرمایا: میں ایک کلمہ جانتا ہوں اگر وہ اس کو کہتے تو دل میں جو پیدا ہوا تھا وہ دور ہو جاتا اور وہ استعاذہ ہے۔[مواہب]

تنبیہ: نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو معصوم نہ کہنے والے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر حضور معصوم ہوتے تو ان کے دل میں وسوسہ شیطانی نہ پیدا ہوتا اور استعاذہ کا حکم نہ فرمایا جاتا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حکم افراد امت کے لیے ہے۔یا علی سبیل الفرض ہے یعنی اگر تمہیں بالفرض ایسا موقعہ پیش آئے تو تم ایسا کرو جیسا کہ آیت ﴿لئن اشرکت الخ﴾ میں باوجود شرک سے مبرا ہونے کے اشرکت فرمایا گیا ہے۔یونہی وسوسہ شیطان سے محفوظ ہونے کے باوجود ﴿اما ینزغنك الخ﴾ فرمایا گیا ہے کہ حضور کا شیطان حضور کے تابع کیا گیا تھا،وہ حضور کے دل میں سوائے بھلائی کے برائی کا وسوسہ نہیں ڈالتا تھا۔جیسا کہ مسلم کی حدیث میں حضور نے فرمایا ہے: تم میں سے ہر ایک پر اس کا ساتھی جن اور ساتھی فرشتہ مقرر کیا گیا ہے۔صحابہ نے عرض کیا اور حضور پر؟ فرمایا اور مجھ پر بھی مگر اللہ نے اس پر میری مدد کی اور اس کے شر سے مجھے محفوظ رکھا۔یا میرا تابعدار ہوا پس وہ مجھے سوائے بھلائی کے برائی کی طرف نہیں بلاتا ہے۔قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: اس پر اجماع ہے کہ حضور کے جسم کو دل کو زبان کو وسوسہ شیطان سے محفوظ رکھا گیا تھا۔[سراج وخازن] اس کی تائید

www.waseemziyai.com

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآىِٕرُ

تم فرماؤ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب سے وحی ہوتی ہے،

مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَاِذَا قُرِئَ

یہ تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھولنا ہے اور ہدایت اور رحمت مسلمانوں کے لیے۔ ف۳۵ اور جب

الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ

قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو ف۳۶ اور اپنے رب کو

اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور نے فرمایا ہے کہ میں آدم پر دو خصلتوں کے ساتھ فضیلت دیا گیا ہوں: ایک تو میرا شیطان کافر تھا اللہ نے اس پر میری مدد کی یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوا میرا تابع فرمان ہوا۔ دوسرے میری ازواج میری معین ہوئیں۔ اور آدم کا شیطان کافر تھا اور ان کی زوجہ ان کی خطا پر معین تھی۔ [رواہ البیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ]

(۳۵۔ آیت: ۲۰۳) شان نزول: کفار مکہ میں کچھ کافر ایسے بھی تھے جو حضور سے بحث کرتے تھے اور اپنی جہالت سے طرح طرح کے معجزہ طلب کرتے تھے۔ اور جب ان کی خواہش کے موافق حضور معجزہ نہ دکھاتے تو کہتے کہ تم خود کوئی معجزہ بنا کر ظاہر کیوں نہیں کرتے۔ ایسے کور باطنوں کا جواب دینے کے لیے ان آیات کا نزول ہوا۔ [ابن کثیر] مطلب یہ ہے کہ جب اے محبوب تم ان کے پاس کوئی آیت نہیں لاتے ہو، کوئی معجزہ نہیں دکھاتے ہو تو وہ کہتے ہیں کہ تم نے اپنے دل سے کوئی آیت کیوں نہ بنائی، اپنی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہ دکھایا۔ تم اے محبوب ان سے فرماؤ کہ میں تو اس کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے مجھ پر وحی ہوتی ہے، میں اپنے دل سے کوئی بات نہیں گڑھتا ہوں، یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے معجزہ ہے وہ تمہاری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت و رحمت ہے۔

تنبیہ: حضرت ابن عباس وقتادہ وسدی وعبدالرحمٰن کے نزدیک ﴿لولا اجتبیتھا﴾ کا یہ مطلب ہے کہ اگر کافروں کی خواہشوں کے موافق آپ معجزہ نہیں دکھاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ تم خود اپنی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہ بنا لائے۔ اور ضحاک نے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ اگر وحی نہیں آئی تھی تو تم خود جا کر آسمان سے لائے ہوتے۔ تم ان سے کہہ دو کہ میں تو وحی کی پیروی کرتا ہوں بارگاہ الٰہی میں خود پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ شیخ ابن کثیر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ کفار قریش حضور سے کہا کرتے تھے کہ آپ ہماری مانگی ہوئی نشانی کوشش کر کے خدا سے کیوں نہیں مانگتے ہیں کہ ہم اسے دیکھ کر ایمان لائیں۔

(۳۶۔ آیت: ۲۰۴) شان نزول: اس آیت میں دو احتمال ہیں: اول یہ کہ وہ کلام جدید ہے اس میں جو قرآن کا لفظ ہے اس سے خطبہ جمعہ وعیدین مراد ہے کہ وہ قرآن پر مشتمل ہوتا ہے، چونکہ لوگ اسے چپ کے ہو کر نہیں سنا کرتے تھے، لہٰذا یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں حکم فرمایا گیا کہ جب خطبہ پڑھا جائے تو چپ کے ہو کر سنو کسی قسم کا کلام سلام اس میں نہ کرو۔ یہ قول سعید ابن جبیر وعطا ومجاہد کا ہے جیسا کہ ابوالشیخ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ خطبہ جمعہ وعیدین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور بعض کے نزدیک اس سے قرأۃ فی الصلاۃ مراد ہے کہ لوگ نماز ہوتے میں کلام سلام کیا کرتے تھے، بعض امام کے پیچھے قرأۃ بھی پڑھا کرتے تھے۔ لہٰذا یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں حکم فرمایا گیا کہ نماز میں جب قرآن پڑھا جائے تو چپ ہو کر سنو آپس میں کلام وسلام نہ کرو۔ یہ قول حسن و زہری ونخعی کا ہے اور بیہقی نے امام احمد سے روایت کی ہے کہ اس پر لوگوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں ہے۔ ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں معاویہ ابن قرۃ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بعض اصحاب سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا قرآن اس پر سننا

www.waseemziyai.com

فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ

اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے،

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ

صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔ ف۳۷ بے شک وہ جو

رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ ع السجدة

تیرے رب کے پاس ہیں اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بولتے اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں ف۳۸

۱۴ ۱۸ ۲۴ التوبۃ ۱۔ الحاشیۃ

اور چپکا رہنا واجب ہے۔ بہر حال آیت سے قراءت قرآن کے وقت اسے سننا اور خاموش رہنا ثابت ہے خواہ وہ نماز میں ہو یا خطبہ میں ہو یا خارج نماز وخطبہ ہو اور امر وجوب کے لیے ہے۔ یہی مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ اور دوسروں کے نزدیک خارج نماز مستحب ہے۔ [کمالین] دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس آیت کا پہلی آیت سے ربط ہے اس میں قرآن عظیم کو بصائر وہدایت ورحمت فرمایا گیا تھا۔ اس آیت میں اس کی تعظیم واحترام کرنے کے لیے حکم فرمایا گیا کہ جب وہ پڑھا جائے تو چپ کے ہو کر سنو۔ آپس میں بات چیت نہ کرو۔ جیسا کہ قریش تلاوت قرآن کے وقت کرتے ہیں اور کاؤں کاؤں مچا کر لوگوں کو سماعت قرآن سے باز رکھتے اور منع کرتے ہیں۔ امام احمد کی حدیث میں ہے کہ جس نے کتاب اللہ کی کوئی آیت کان لگا کر سنی اس کے لیے کئی گنی نیکی لکھی جائے گی اور جس نے اس کو پڑھا اس کے لیے وہ قیامت میں نور ہوگی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ آیت مذکورہ یا تو خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ وہ قرآن پر مشتمل ہوتا ہے۔ یا قرأت قرآن کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ خواہ قراءت قرآن نماز میں ہو یا نماز کے باہر اور خطبہ اس میں داخل ہے۔ قول ثانی اصح ہے اور ائمہ حنفیہ کا مسلک ہے کہ ان کے نزدیک قراءت قرآن وخطبہ ہوتے وقت اس کا سننا اور خاموش ہونا مطلقاً واجب ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے کسی کو خطبہ ہوتے وقت بولنے سے منع کیا تو اس نے بھی لغو کیا۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اور سبب نزول کی تائید حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ ایک بار حضور نماز میں قراءت بالجہر فرما رہے تھے، سلام پھیر کر پوچھا کیا تم میں سے کوئی میرے ساتھ کچھ پڑھ رہا تھا، ایک شخص نے کہا: ہاں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم۔ فرمایا: میں کہتا تھا کہ قرآن میں میرے ساتھ کیوں گڑبڑ کی جاتی ہے۔ راوی کہتا ہے: کہ اس کے بعد جہری نماز میں قراءت پڑھنے سے باز رہے۔ [رواہ احمد وغیرہ من اصحاب سنن] یونہی حضرت ابن مسعود وجابر ابن عبداللہ وعمران ابن حصین سے بھی مروی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا: کہ امام اقتدا کرنے کے لیے بنایا گیا ہے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ [رواہ مسلم وغیرہ]

تنبیہ: چونکہ اس آیت وحدیث سے جہری نماز میں اور حدیث "من کان له امام فقراءة الامام قراءة له" [رواہ احمد ومالک] سے سری نماز میں قراءت خلف امام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا ائمہ حنفیہ نے مقتدی کو امام کے پیچھے مطلقاً قراءت کی ممانعت فرمائی خواہ نماز سری ہو یا جہری اور خواہ وہ الحمد ہو یا غیر الحمد ہو۔ اور بعض کے نزدیک مطلقاً جائز ہے اور بعض کے نزدیک سری میں جائز ہے اور جہری میں ناجائز ہے۔ (مسئلہ) چند آدمی ایک جگہ بیٹھ کر بلند آواز سے قرآن عظیم نہ پڑھیں ورنہ سب گنہگار ہوں گے کہ استماع وانصات فوت ہوگا اور خلاف ورزی حکم الٰہی لازم آئے گی۔ بلکہ اس طرح پڑھیں کہ ایک کی آواز دوسرے کے کان میں نہ جائے۔

(۳۷۔ آیت: ۲۰۵) گزشتہ آیت میں تو قرآن عظیم پڑھنے اور اسے چپ ہو کر سننے کو فرمایا گیا تھا جو ذکر الٰہی کی خاص صورت تھی اس آیت میں ذکر الٰہی کی عام صورتیں اور اوقات بیان کیے جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کو گڑگڑا کر درمیانی آواز سے صبح وشام یاد کرو اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جو خدا کو بھول گئے ہیں کسی وقت اسے یاد نہیں کرتے ہیں۔ یہ خطاب اگرچہ حضور سے ہے مگر اس سے مراد امتی

www.waseemziyai.com

ہیں یا کفار سے تعریض ہے۔

تنبیہ: آیت میں ذکر کے ساتھ چند قیدیں لگائی گئی ہیں (۱) دل میں یاد الٰہی ہو۔ یعنی دل سے ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہو دوسرے کا دھیان دل میں نہ آنے دو اور نہ صرف زبان سے رٹو بلکہ معنی پر غور دو (۲) ذکر الٰہی عاجزی وانکساری کے ساتھ ہو (۳) خوف ورجا کی حالت میں ہو۔ یعنی اس کے جلال سے ڈرنا اور اس کی رحمت سے امید رکھتا ہو (۴) ذکر بلند آواز سے چلا کر نہ ہو درمیانی آواز سے ہو نہ بہت آہستہ اور نہ بہت چلا کر۔ جیسا کہ آیت: ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا﴾ [بنی اسرائیل: ۱۱۰] سے مفہوم ہوتا ہے۔ اور بہت زور زور سے چلا کر تکبیر وتہلیل کہنے والوں کو حدیث میں منع فرمایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے ہو (۵) صبح وشام یعنی طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک اور عصر سے غروب آفتاب تک ذکر الٰہی کرو کہ وہ تبادلہ ملائکہ کا وقت ہے۔ رات کے فرشتے جاتے اور دن کے فرشتے آتے ہیں اور بندوں کو جس حال میں چھوڑتے ہیں اسے خداوند کریم کے روبرو جا کر بیان کرتے ہیں (۶) یہ کہ ذکر الٰہی صبح وشام ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے ہو اور صبح وشام کا ذکر افضل الاوقات ہونے کی وجہ سے ہے۔

(۳۸۔ آیت: ۲۰۶) شان نزول: یہ آیت کفار مکہ کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے سے اعراض واستکبار کرتے تھے کہ جس کو محمد سجدہ کرتے ہیں اسے ہم سجدہ کریں۔ ان سے فرمایا جاتا ہے کہ یہ حکم صرف تمہارے ہی لیے نہیں ہے بلکہ جو فرشتے تمہارے رب کے پاس ہیں وہ اس حکم کی تعمیل میں سرکشی نہیں کرتے ہیں اور اللہ کی پاکی بیان کرنے میں اور اس کے آگے سر جھکانے میں مشغول رہتے ہیں۔ سراج میں ہے کہ بعض اعمال تو دل سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ بندہ اللہ کو ہر عیب ونقص سے پاک ومنزہ سمجھے۔ اس کی نسبت اعتقاد اچھا اور راست ودرست رکھے۔ اس کی طرف ﴿يسبحون﴾ سے اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اور بعض اعضائے جسم سے تعلق رکھتے ہیں ان میں سب سے بڑھ کر سجدہ ہے انہیں ﴿وله يسجدون﴾ سے بیان کیا گیا۔ حاصل یہ نکلا کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے متعلق اپنے عقائد پاک رکھنا چاہیے اور اعضائے جسمانی سے عبادت الٰہی میں مصروف رہنا چاہیے۔

تنبیہ: قرآن عظیم میں یہ پہلا سجدہ ہے اس کو پڑھ کر یا سن کر سجدہ کرنا ائمہ حنفیہ کے نزدیک واجب ہے اور دوسروں کے نزدیک سنت ہے۔ قرآن عظیم میں چودہ آیتیں سجدہ کی ہیں، ان میں دو میں اختلاف ہے ایک تو سورہ حج کے آخری سجدہ میں کہ وہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سجدہ ہے اور امام اعظم کے نزدیک سجدہ نہیں ہے۔ اور دوسرے سورۂ ص کے سجدہ میں کہ وہ امام اعظم کے نزدیک سجدہ ہے اور دوسرے ائمہ کرام کے نزدیک سجدہ نہیں ہے۔ اور سجدۂ تلاوت آیت پڑھنے یا سننے سے فوراً واجب ہوتا ہے اگر نماز کے اندر ہو تاخیر میں گناہ ہوگا اور اس کی قضا لازم ہوگی اور جو نماز کے اندر نہ ہو تو تاخیر جائز ہے۔ باقی احکام سجدہ تلاوت کتب فقہ میں دیکھیے۔

فائدہ: جو شخص جملہ آیات سجدہ پڑھ کر اور چودہ سجدہ کر کے خدا سے دعا کرے گا اور اپنی حاجت طلب کرے گا خدا اس کی حاجت پوری اور مشکل آسان کرے گا۔ مجرب ہے۔ خواہ ہر آیت پڑھ کر سجدہ کرے یا سب آیات پڑھ کر آخر میں چودہ سجدے کرے۔ کھڑے ہو کر آیت سجدہ پڑھے اور اللہ اکبر کہتا ہوا سجدے میں جائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے اسی طرح چودہ سجدے کرے۔ آیات سجدہ ایک پرچہ کاغذ پر آسانی کے لیے لکھ لے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نماز کے علاوہ جب کوئی سجدہ کی سورت پڑھتے تو سجدہ کرتے اور ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے یہاں تک کہ ہم میں سے بعض آدمیوں کو پیشانی رکھنے کی جگہ نہ ملتی۔ [رواہ البخاری ومسلم] مسلم کی حدیث میں ہے کہ جب آدمی سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان ایک گوشہ میں جا کر روتا اور واویلا کرتا ہے کہ ہائے ابن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا اس نے سجدہ کیا تو اسے جنت ملی اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا میں نے سجدہ نہ کیا تو مجھے دوزخ ملی۔ انہیں کی دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا حضور نے کثرت سے اللہ کے لیے سجدہ کیا کرو۔ کہ اللہ کے لیے جو سجدہ کرتا ہے اللہ اس کے بدلہ درجہ بلند کرتا ہے اور خطا معاف فرماتا ہے۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ بندہ سجدہ کرنے میں اللہ سے بہت نزدیک ہوتا ہے۔

www.waseemziyai.com

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰیَاتُهَا ۷۵ رُكُوْعَاتُهَا ۱۰

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا

اے محبوب! تم سے غنیمتوں کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ و رسول ہیں تو

اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ

اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس میں میل رکھو اور اللہ و رسول کا حکم مانو اگر

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ

ایمان رکھتے ہو۔ ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے

قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى

ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۲ۚ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳ؕ

اپنے رب ہی پر بھروسا کریں وہ جو نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ

یہی سچے مسلمان ہیں ان کے لیے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے

وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۴ۚ كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۪

اور عزت کی روزی جس طرح اے محبوب! تمہیں تمہارے رب نے تمہارے گھر سے حق کے ساتھ برآمد کیا

وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵ۙ يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ

اور بے شک مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا ف۳۹ سچی بات میں تم سے جھگڑتے تھے

(۳۹۔آیت: یکم تا ۵) شانِ نزول: حضرت عبادہ ابن صامت سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضور کے ساتھ بدر گئے کفار سے مقابلہ ہوا کفار کو شکست اور مسلمانوں کو فتح ہوئی اور مالِ غنیمت ہاتھ آیا تو اس کے استحقاق میں اختلاف ہوا۔ جوانوں، لڑنے والوں نے کہا کہ یہ ہمارا حق ہے۔ بوڑھوں اور نہ لڑنے والوں نے کہا کہ اس میں ہمارا بھی حق ہے کہ ہم تمہاری مدد پر تھے۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں اور حضور نے مالِ غنیمت سب کو برابر تقسیم فرمایا۔ [رواہ احمد و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ۔ اسی کے مثل ابن عباس سے مروی ہے۔ اور حضرت سعد ابن ابی وقاص سے روایت ہے کہ بدر کے دن میرا بھائی عمیر شہید ہوا اس کے بدلے میں نے سعید ابن عاص کو قتل کیا اور اس کی تلوار لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یہ تلوار مجھے عطا ہو۔ فرمایا: جاؤ اسے مالِ غنیمت میں جمع کرو۔ میں بھائی کے قتل ہونے اور اسباب نہ ملنے سے بہت غم گین تھا تھوڑی دور چلا تھا کہ یہ آیات نازل ہوئیں اور حضور نے مجھے بلا کر فرمایا: کہ وہ تلوار جا کر لے لو۔ [رواہ احمد و ترمذی و نسائی و ابوداؤد] مطلب یہ ہے کہ اے محبوب تم سے مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا حق دار کون ہے؟ تم

www.waseemziyai.com

بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶ وَاِذْ

بعد اس کے کہ ظاہر ہوچکی گویا وہ آنکھوں دیکھی موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں اور یاد کرو

يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ

جب اللہ نے تمھیں وعدہ دیا تھا کہ ان دونوں گروہوں میں ایک تمہارے لیے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ

ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ

تمھیں وہ ملے جس میں کانٹے کا کھٹکا نہیں اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلام سے سچ کو سچ کر دکھائے

وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ

اور کافروں کی جڑ کاٹ دے کہ سچ کو سچ کرے اور جھوٹ کو جھوٹا پڑے برا مانیں

الْمُجْرِمُوْنَ ۝۸ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ

مجرم۔ ف۴ جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سن لی کہ میں تمھیں مدد دینے والا ہوں۔

ان سے فرماؤ کہ مال غنیمت کے مالک اللہ و رسول ہیں اسے وہ جہاں چاہیں رکھیں جسے چاہیں دیں تو اللہ سے ڈرو آپس میں میل رکھو جھگڑا نہ کرو اور اللہ و رسول کا حکم مانو اگر تم ایمان کامل رکھتے ہو کہ مقتضائے ایمان اللہ و رسول کی اطاعت ہے۔ باقی ترجمہ پڑھیے جس میں ایمان والوں کے پانچ اوصاف بیان کر کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ جن لوگوں میں یہ اوصاف پائے جائیں وہی سچے ایمان والے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو منافق نہ ہو وہ مومن حقا ہے اس پر یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ مسلمان یقین کے ساتھ اپنے آپ کو مومن کہہ سکتا ہے جیسا کہ ہمارے ائمہ کے نزدیک اپنے کو مومن کہنا جائز ہے۔ اپنے ایمان میں شک و تردد کرنا اور انا مومن انشاء اللہ کہنا روا نہیں ہے اور ائمہ شافعیہ کے نزدیک اپنے کو یقین کے ساتھ مومن کہنا جائز نہیں ہے بلکہ اگر کوئی پوچھے تو انا مومن انشاء اللہ تعالیٰ کہنا چاہیے۔ انفال جمع نفل کی ہے اور نفل کے معنی زائد کے ہیں یہاں اس سے بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مال غنیمت مراد ہے۔ اور اسے نفل اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ عطیہ و فضل الٰہی ہے جو اس امت کو عطا فرمایا گیا اور اس کے لیے حلال کیا گیا اور اسے اس کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے کہ اگلی امتوں کے لیے وہ حلال نہ تھا جیسا کہ حدیث "واحلت لی الغنائم" میں فرمایا گیا۔ [رواہ مسلم و ترمذی] دوسری حدیث میں ہے کہ ہم سے پہلے کسی کے لیے مال غنیمت حلال نہ تھا، اللہ نے ہماری کمزوری اور لاچاری دیکھ کر اسے ہمارے لیے حلال فرمایا۔ اور بعض کے نزدیک اس سے وہ مال مراد ہے جو امام کسی مجاہد کو اس کا دل بڑھانے اور زیادہ کوشش کرنے کے لیے اس کے حصہ سے زائد دینے کا وعدہ کرے۔ مثلاً یوں کہے کہ اگر تم نے فلاں شخص کو قتل کیا تو اس کا گھوڑا ہتھیار وغیرہ سامان تمہیں تمہارے حصے سے زائد ملے گا۔ تو وہ شخص بعد کارگزاری اپنے حصہ کے علاوہ اس مال کے پانے کا مستحق ہوگا۔ پس حضور نے مال غنیمت مستحقین کو تقسیم فرمایا اس کے بعد آیت ﴿واعلموا انما غنمتم الخ﴾ میں اس کے بانٹنے کا طریقہ بیان فرمایا گیا۔

(۴۰۔ آیت: ۶ تا ۸) گزشتہ آیت نازل ہونے پر جو حضور نے مال غنیمت سب کو برابر تقسیم کیا تھا یہ قتال کرنے والوں کو ناگوار ہوا تھا کہ ان کے خیال میں صرف لڑنے والے اس کے مستحق تھے، نہ لڑنے والے اس کے مستحق نہ تھے ان کی اس ناگواری کو ان آیات میں جنگ بدر کے لیے نکلتے وقت کی ناگواری سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جیسے تمہیں جنگ بدر کے لیے نکلنا ناگوار ہوا تھا اور تم اس کی مصلحت سے واقف نہ تھے۔ اسی طرح مال غنیمت سب کو برابر تقسیم ہونا تمہیں ناگوار ہے اور اس کی مصلحت سے واقف نہیں ہو کہ مال غنیمت سب کو برابر

www.waseemziyai.com

بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝۹ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى

ہزار فرشتوں کی قطار سے اور یہ تو اللہ نے نہ کیا مگر تمہاری خوشی کو

وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ

اور اس لیے کہ تمہارے دل چین پائیں اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف سے

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ ع اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ ۱ ع ۱۰ ۱۵

بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ جب اس نے تمہیں اونگھ سے گھیر دیا تو اس کی طرف سے چین تھی

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ

اور آسمان سے تم پر پانی اتارا کہ تمہیں اس سے ستھرا کردے اور

عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ

شیطان کی ناپاکی تم سے دور فرمادے اور تمہارے دلوں کی ڈھارس بندھائے اور اس سے تمہارے قدم

تقسیم کرنے میں ہر ایک کی ہمت افزائی مقصود ہے۔ جیسا کہ جنگ بدر سے کفار کی شوکت وقوت کو توڑنا مقصود تھا۔ جنگ بدر کا واقعہ مفصل گزر چکا۔ مختصر یہ ہے کہ ۲ھ میں حضور کو خبر ملی کہ قریش کا تجارتی قافلہ بہ سرداری ابوسفیان ملک شام سے واپس آرہا ہے پس حضور نے سب مسلمانوں کو جمع فرما کر مشورہ کیا، سب کی رائے ہوئی کہ قافلہ میں تھوڑے آدمی ہوں گے اسے چل کر لوٹ لینا چاہیے پس تین سو مسلمان جمع ہو کر حضور کے ساتھ چلے، ابوسفیان کو بھی مسلمانوں کے ارادے کی کسی طرح خبر ملی انھوں نے فوراً آدمی بھیج کر قریش کو خبر کی تو تقریباً ایک ہزار قریش جمع ہو کر بہ سرداری ابوجہل قافلہ کو بچانے کے لیے چلے، راہ میں خبر ملی کہ قافلہ صحیح سالم سمندری راستہ سے نکل گیا تو لوگوں نے ابوجہل سے لوٹنے کو کہا۔ اس نے کہا ہم بدر پر پہنچ کر دو چار روز ٹھہر کر ناچ رنگ کریں گے اس سے مسلمان خفیف وذلیل ہوں گے۔ چنانچہ وہ سب کو لے کر بدر پہنچا اور چاہ بدر پر قبضہ کرلیا۔ جب حضور کو قریش کا قافلہ کی مدد کے لیے آنا معلوم ہوا تو مسلمانوں سے مشورہ کیا، ایک گروہ نے کہا کہ ہم قافلہ کو لوٹنے کے لیے آئے تھے نہ قریش سے لڑنے کے لیے، یہ سن کر حضور کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ تو حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم آپ کے ساتھ ہیں جہاں آپ جائیں گے وہاں ہم بھی جائیں گے اور حضور کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ مقداد ابن عمر نے عرض کی یارسول اللہ! آپ کو جو حکم الٰہی ہوا ہو وہ کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں، قسم خدا کی ہم آپ سے وہ نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ "فاذھب انت وربک فقاتلا الخ" بلکہ ہم آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں گے، خدا کی قسم اگر آپ ہمیں سمندر میں لے جائیں گے تو ہم چلیں گے۔ پس یہ سن کر حضور کا چہرہ شگفتہ ہو گیا۔ پھر ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا مجھے مشورہ دو، یہ مکرر حضور کا فرمانا اس لیے تھا کہ انصار کے گروہ نے ابھی تک کچھ نہ کہا تھا اور وہ سب سے بڑا گروہ تھا۔ پس حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردار انصار نے کھڑے ہو کر پوچھا کیا یہ خطاب ہم لوگوں سے ہے؟ فرمایا: ہاں۔ تو سعد نے عرض کی یارسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے آپ کی مدد کا وعدہ کیا ہے ہمیں آپ جو حکم کریں گے اس کی بسر وچشم تعمیل کریں گے، اگر آپ ہمیں سمندر میں گھس جانے کا حکم دیں گے تو ہم گھس جائیں گے اور بوقت جنگ لڑائی سے منہ نہ پھیریں گے۔ اللہ آپ کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی کرے پس آپ ہم کو اللہ کی برکت پر لے چلیں۔ حضور سعد کی تقریر سن کر بہت خوش ہوئے اور انہیں دعا دی اور فرمایا کہ اللہ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک پر فتح دینے کا وعدہ فرمایا ہے یعنی قافلہ پر یا کفار پر، اور قسم اللہ کی میں ہر ایک کے مرکر

www.waseemziyai.com

الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا

جمادے جب اے محبوب! تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا

مسلمانوں کو ثابت رکھو عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈالوں گا تو کافروں کی

فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

گردنوں سے اوپر مارو اور ان کی ایک ایک پور پر ضرب لگاؤ یہ اس لیے کہ انھوں نے

شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ

اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کرے تو بے شک

اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ

اللہ کا عذاب سخت ہے۔ یہ تو چکھو اور اس کے ساتھ یہ ہے کہ کافروں کو آگ کا عذاب

النَّارِ ﴿۱۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ہے ف۴۱ اے ایمان والو! جب کافروں کے لام سے تمہارا

گرنے کی جگہ جانتا ہوں اور لڑائی کے میدان میں پہنچ کر کفار کے سرداروں کے مر کر گرنے جگہ بتائی کہ یہاں فلاں یہاں فلاں گرے گا۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں آیا ہے۔ ابن کثیر نے ابن عباس کا قول اسی طرح نقل کیا ہے۔ اور قتادہ سدی وابن زید وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے، اسی واقعہ کو ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ مال غنیمت سب کو برابر تقسیم کرنے پر ناخوش ہے۔ جس طرح کہ تمہارے جنگ بدر کے لیے گھر سے نکلنے پر ایک گروہ مسلمانوں کا ناخوش تھا۔ اور سچی بات یعنی وعدۂ نصرت ظاہر ہونے کے بعد وہ تم سے جھگڑتا تھا گویا کہ وہ بظاہر موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں اور اللہ نے تم سے دو گروہ میں سے ایک پر فتح دینے کا وعدہ فرمایا تھا یعنی قافلہ پر یا کفار پر۔ اور تم یہ چاہتے تھے کہ بغیر کانٹا چبھے بے تکلیف اٹھائے قافلہ تمہیں لوٹنے کو مل جائے کہ وہ بے شوکت وقوت کے تھا صرف چالیس آدمی پر مشتمل تھا۔ اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے حکم سے حق کو ظاہر کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے، ان کی شوکت وقوت کو توڑ دے اور سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کر دکھائے یعنی اسلام کو غالب وظاہر اور کفر کو باطل ومغلوب کرے اگرچہ مشرکوں کو برا معلوم ہو۔ اس لیے تمہیں کفار سے لڑنے کا حکم فرمایا۔ اور قافلہ کو تمہارے ہاتھ سے نکال دیا کہ اس کے لوٹنے سے یہ مقصد حاصل نہ ہوتا۔ کفار کی شوکت وقوت نہ ٹوٹتی۔

تنبیہ: یہ بعض مسلمانوں کا جنگ بدر کے لیے نکلنے کو برا خیال کرنا عصیان وضعف ایمان کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ باقتضائے بشریت اپنے کو قلیل اور بے سروسامان اور دشمن کو کثیر اور باساز وسامان دیکھنے کی وجہ سے تھا کہ بظاہر ایسی حالت میں لڑنا اپنے کو موت کے منہ میں دینا تھا۔ اور آیت سے یہ بھی ثابت ہے کہ سب کے مشورہ سے کام کرنا اور کثرت رائے پر عمل کرنا چاہیے۔

(۴۱۔ آیت: ۹ تا ۱۴) شان نزول: ان آیات میں جنگ بدر کے تین واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ اول یہ کہ جب مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ لڑائی ضرور ہوگی اور ہم تھوڑے اور نہتے ہیں اور کفار بہت سے اور مسلح ہیں تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں فتح ونصرت کی اور لڑائی میں ثابت قدم رہنے کی دعا کی۔ اس میں اختلاف ہے کہ دعا صرف حضور نے کی تھی یا سب مسلمانوں نے کی تھی۔ عامہ مفسرین کہتے ہیں کہ

www.waseemziyai.com

دعا صرف حضور نے کی تھی جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب بدر کے دن حضور نے مسلمانوں کو کم اور کفار کو زیادہ دیکھا تو ایک چھوٹے سے سائبان کے نیچے قبلہ رخ کھڑے ہو کر دعا کرنا شروع کی کہ الٰہی جو تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ پورا کر۔ اگر مسلمانوں کا یہ گروہ ہلاک ہوا تو زمین پر تیری عبادت نہ ہوگی۔ اسی طرح حضور اللہ سے برابر دعا و استغاثہ فرماتے رہے یہاں تک کہ کاندھے سے چادر گر پڑی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اٹھا کر پھر اوڑھا دیا اور عرض کی یا رسول اللہ! بس آپ کی دعا کافی ہو چکی عنقریب اللہ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ [رواہ مسلم وغیرہ] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن حضور نے دعا میں یہ کلمات فرمائے تھے "انشدک عھدک ووعدک اللھم ان شئت لم تعبد" یہ سن کر حضرت ابوبکر نے دست مبارک پکڑ کر عرض کیا بس یا رسول اللہ! پس حضور ہماری طرف یہ پڑھتے ہوئے نکلے۔ "سیھزم الجمع ویولون الدبر" عنقریب کفار شکست کھائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ [رواہ البخاری] چونکہ حضور کا دعا فرمانا حقیقت میں سب مسلمانوں کی طرف سے تھا۔ اس لیے آیت میں دعا کی نسبت سب مسلمانوں کی طرف کی گئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعا قبول فرمائی اور ایک ہزار فرشتوں سے مدد کرنے کا وعدہ فرمایا اور یہ وعدہ مسلمانوں کو خوش کرنے اور ان کے دلوں کو اطمینان دلانے کے لیے تھا۔ چنانچہ جب لڑائی شروع ہوئی تو فرشتے پے در پے مدد کو آئے اگرچہ یہاں فرشتوں کی تعداد ایک ہزار بیان فرمائی گئی ہے لیکن ان کی تعداد پانچ ہزار تک پہنچ گئی تھی جیسا کہ سورۂ آل عمران میں فرمایا گیا ہے۔ بات یہ ہوئی تھی کہ شروع میں ایک ہزار فرشتے مدد کو آئے تھے پھر تین ہزار ہوئے پھر پانچ ہزار ہوئے۔ پس دونوں آیتوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پانچ سو فرشتے جبرئیل لے کر میمنہ پر اترے اور پانچ سو میکائیل لے کر میسرہ پر اترے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک ایک ہزار لے کر اترنا مروی ہے۔ فرشتے آدمیوں کی شکل میں سفید لباس پہنے عمامہ باندھے ہوئے ابلق گھوڑوں پر سوار تھے انہوں نے مسلمانوں میں شامل ہو کر کفار سے جنگ کی جیسا کہ آگے آیت میں فرمایا گیا ہے۔ فرشتوں کو خدا کا حکم ہوا تھا کہ وہ مسلمانوں کو لڑائی میں ثابت قدم رکھیں اور کفار کی گردنیں ماریں اور ان کے پورے پورے پر ضرب لگائیں۔ گویا اس میں فرشتوں کو لڑانے کا ڈھنگ اور مارنے کا طریقہ تعلیم فرمایا گیا ہے۔ [معالم] مقاتل کہتے ہیں کہ ایک فرشتہ آدمی کی شکل میں صف کے آگے مسلمانوں کا دل بڑھاتا انہیں خوش خبری سناتا ہوا چلتا تھا۔ ربیع ابن انس کہتے ہیں کہ فرشتوں کے قتل کیے ہوئے کی علامت یہ تھی کہ اس کی گردن کے اوپر اور جوڑ جوڑ پر ضرب ہوتی تھی یونہی بہت سے آثار سے فرشتوں کا لڑنا ثابت ہے۔ اور سوائے جنگ بدر کے کسی غزوہ میں وہ نہیں لڑے البتہ مدد اور تکثیر سواد مسلمین کے لیے آتے تھے، یہ ہی صحیح ہے۔ [سراج و معالم] اور تفسیر امام ثعلبی میں مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے کہ بدر کے دن صرف ایک ہزار فرشتے لڑے تھے باقی تین ہزار و پانچ ہزار مسلمانوں کو خوش کرنے کے لیے آئے تھے لڑے نہیں آئے تھے۔ [حسینی] حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ جنگ بدر کے دن ایک مسلمان نے ایک کافر کا پیچھا کیا یکا یک کوڑا مارنے کی آواز آئی اور کسی نے کہا: "اقدم حیزوم" آگے بڑھ اے حیزوم (یہ نام جبرئیل کے گھوڑے کا ہے) اتنے میں دیکھا وہ مشرک گدی کے بل زمین پر پڑا ہے اور کوڑے کی ضرب سے اس کا چہرہ زخمی ہے۔ ایک انصاری نے آکر حضور سے یہ واقعہ بیان کیا فرمایا تو سچ کہتا ہے وہ تیرے آسمان کی مدد والوں میں سے تھا۔ ایک مجاہد کہتے ہیں کہ بدر کے دن میں جس کافر کو مارنے کا ارادہ کرتا تھا میری تلوار پڑنے سے پہلے اس کا سر کٹ کر میرے سامنے آپڑتا۔ سہیل ابن حنیف کہتے ہیں: کہ بعض کافر اپنی تلوار ہم پر حملہ کرنے کے لیے اٹھاتے تھے مگر تلوار پہنچنے سے قبل ان کا سر کٹ کر گر پڑتا تھا۔ [رواہ الحاکم] ہنگام جنگ ابوجہل نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ ہم کسی شخص کو تو دیکھتے نہیں ہیں یہ مارتا کون ہے؟ انہوں نے کہا: وہ فرشتے ہیں۔ بولا تو وہ ہم پر غالب ہوئے تم نہیں ہوئے۔ اور حضور نے اس روز مٹھی بھر مٹی لے کر شاھت الوجوہ کہہ کر کفار پر ماری جو سب کی آنکھوں میں پڑی اور وہ خائف ہو کر بھاگ پڑے۔ دوسرا واقعہ میدان جنگ میں اونگھ آجانے کا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور مع صدیق اکبر ایک سائبان میں دعا فرما رہے تھے کہ یکا یک حضور پر غنودگی طاری ہوئی ذرا دیر میں مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا: ابوبکر بشارت ہو یہ

www.waseemziyai.com

زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا

مقابلہ ہو تو انھیں پیٹھ نہ دو اور جو اس دن انھیں پیٹھ دے گا مگر

مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ

لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت میں جاملنے کو تو وہ اللہ کے غضب میں

اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ

پلٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بری جگہ پلٹنے کی ف۴۲ تو تم نے انھیں قتل نہ کیا بلکہ

اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ

اللہ نے انھیں قتل کیا، اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی، اور اس لیے کہ

جبرئیل آگئے۔ان کے اگلے دانتوں پر غبار ہے۔ اس کے بعد سائبان سے یہ فرماتے ہوئے نکلے ''سیھزم الجمع ویولون الدبر''عنقریب کافر پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔یونہی سب مسلمانوں پر غنودگی طاری ہوئی تھی۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لڑائی میں غنودگی امن ہے اللہ کی جانب سے ہے اور نماز میں شیطان کی جانب سے ہے۔مسلمانوں پر ہنگام جنگ غنودگی کا طاری ہونا جس سے ان کی خستگی اور ماندگی دفع ہوگئی اور اضطراب جاتا رہا رحمت الٰہی تھی۔اور حکم میں معجزہ کے تھا جس کو ﴿اذ یغشیکم النعاس الخ﴾ میں ذکر فرمایا گیا ہے۔تیسرا واقعہ میدان بدر میں پانی برسنے کا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کفار نے بدر کے تالاب پر قبضہ کرلیا تھا۔مسلمانوں کو پانی کی سخت تکلیف تھی تو اللہ تعالیٰ نے پانی برسا کر مسلمانوں کی تکلیف رفع فرمائی۔پانی زور کا برسا تھا یا ہلکا اس میں اختلاف ہے۔اکثر کا قول ہے کہ پانی خوب زور کا برسا تھا اور وادی میں بہنے لگا تھا جس کی وجہ سے کفار نکل نہ سکے اور مسلمانوں نے بڑھ کر تالاب بدر پر قبضہ کرلیا۔اور بعض کہتے ہیں کہ پانی ہلکا برسا تھا جس سے ریت دب گیا تھا اور چلنا پھرنا آسان ہوگیا تھا۔ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ مسلمان بدر میں ایسی جگہ ٹھہرے تھے کہ ان کے اور پانی کے درمیان ریتا تھا، اس میں پاؤں گھس جاتے تھے انہیں سخت دقت کا سامنا تھا، ان کے دلوں میں شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ تم تو اللہ کے پیارے ہو اور رسول تم میں ہے اور اپنے کو حق پر کہتے ہو باوجود اس کے کفار نے پانی پر قبضہ کرلیا اور تم پیاس کی تکلیف اٹھا رہے ہو۔اگر تم حق پر ہوتے تو یہ تکلیف نہیں ہوتی۔پس اللہ تعالیٰ نے خوب زور کا پانی برسایا جو مسلمانوں نے اپنی ضروریات میں صرف کیا اور اس سے ریتا دب گیا، چلنا پھرنا آسان ہوگیا، وسوسۂ شیطان ان کے دل سے رد ہوا۔جس کا ذکر ﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً الخ﴾[الانفال: ۱۱] میں فرمایا گیا ہے۔[جلال وکمال] آیت کا مطلب ترجمہ سے ظاہر ہے۔

(۴۲۔آیت:۱۵،۱۶) مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان کے سامنے سے پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو مگر دو صورتوں میں۔ایک تو یہ کہ انہیں دھوکہ دینے کے لیے ان کے سامنے سے بھاگو اور پھر لوٹ کر یکا یک ان پر آپڑو۔جیسا کہ سعید ابن جبیر وسدی نے اس کی تفسیر میں کہا ہے۔دوسرے یہ کہ اپنی بڑی جماعت میں شامل ہونے کی غرض سے ان کے سامنے سے بھاگو تا کہ ان کے ساتھ مل کر قوت حاصل کر کے کفار پر حملہ کرو۔سوائے ان دو صورتوں کے جو کفار کے سامنے سے بھاگے گا وہ اللہ کے غضب میں پلٹے گا اور ٹھکانہ اس کا دوزخ ہوگا۔

تنبیہ: سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطاب اہل بدر کے ساتھ مخصوص ہے کہ اس کے قبل اور بعد انہیں کا ذکر ہے۔یہی قول حضرت عمر وابن عمر وابن عباس وابو ہریرہ وابو سعید خدری وغیرہ اکابر صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے اور یہی امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ

www.waseemziyai.com

الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ

مسلمانوں کو اس سے اچھا انعام عطا فرمائے بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔ یہ تو لو اور اس کے ساتھ یہ ہے کہ

اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ

اللہ کافروں کا داؤں سست کرنے والا ہے۔ ف۴۳ اے کافرو! اگر تم فیصلہ مانگتے ہو تو یہ فیصلہ تم پر

الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ

آچکا اور اگر باز آؤ تو تمہارا بھلا ہے اور اگر تم پھر شرارت کرو تو ہم پھر سزا دیں گے اور تمہارا

علیہ کا مسلک ہے۔ اس مسلک پر یوم التقی سے مراد یوم بدر ہوگا۔ کہ اس روز سب مسلمان حضور کے ساتھ تھے صرف گنتی کے دو چار مسلمان مدینہ میں رہ گئے تھے اور حضور ان میں موجود تھے، ان کے لیے کوئی فئہ نہ تھا جس کی طرف رجوع کرتے اور ان کے پاس بھاگ آتے۔ انہیں کفار کے سامنے سے بھاگنے کی سختی سے ممانعت فرمائی گئی۔ اور بعد جنگ بدر کے بعض مسلمان بعض کے فئہ ہوئے تو ان کے لیے فئہ کی طرف بھاگ آنا جائز ہوا۔ حسن وقتادہ وضحاک کا یہی قول ہے۔ اور ہمارے نزدیک بڑی جماعت میں شامل ہونے کی غرض سے بھاگنے میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ بڑی جماعت قریب ہو حتی کہ بڑی جماعت یا سردار لشکر وامام المسلمین وہاں سے دور ہو اور چھوٹی جماعت ان کے پاس بھاگ آئے تو جائز ہے۔ جیسا کہ امام احمد نے حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت کی ہے کہ میں ایک سریہ (چھوٹی جماعت) میں تھا وہ بھاگ پڑی میں بھی ان کی ریلی میں بھاگا۔ پس ہم لوگوں نے کہا یہ تو بہت برا ہوا کفار کے سامنے سے بھاگے اور غضب الٰہی میں پڑے۔ پس یہ رائے ہوئی کہ مدینہ میں چل کر رات گزاریں صبح کو حضور سے عرض حال کریں اگر ہماری توبہ قبول ہوئی تو خیر ورنہ پھر چلے آئیں گے چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا اور بہت سویرے درگاہ نبوت پر حاضر ہو کر داخلہ کی اجازت چاہی۔ پس حضور نے باہر آکر پوچھا کون قوم ہے۔ ہم نے عرض کی ہم بھگوڑے ہیں۔ پس حضور نے فرمایا تم بھگوڑے نہیں بلکہ تم متحیزین اور میں تمہارے لیے فئہ ہوں اور میں تمام مسلمانوں کے لیے فئہ ہوں۔ پس ہم نے حضور کے ہاتھ چومے۔ ابوداؤد وترمذی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ یونہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محمد ابن سیرین وابوعثمان نہدی ومجاہد وغیرہ نے حضرت ابوعبیدہ کے شہید ہونے کے واقعہ میں روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا اگر وہ میری طرف بھاگ کر چلا آتا تو میں اس کے لیے فئہ ہو جاتا اور میں سب مسلمانوں کے لیے فئہ ہوں۔ یونہی ایک شخص قادسیہ سے بھاگ کر مدینہ آیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی: یا امیر المومنین! میں ہلاک ہوا کہ کفار کے سامنے سے بھاگ آیا تو حضرت عمر نے فرمایا: میں تیرا فئہ ہوں۔ [احمدی] اس سے معلوم ہوا کہ آیت میں فئہ سے مراد امام یا سردار لشکر ہے اور چھوٹی جماعت کا اس کی طرف بھاگ آنا جائز ہے اگرچہ وہ دور ہو۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑائی میں دشمن کو دھوکا دینا جائز ہے۔

تنبیہ: آیت میں کفار کے سامنے سے بھاگنے کے جواز کی دو صورتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ تیسری صورت یہ ہے جو آیت ﴿الْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ الخ﴾ سے مستفاد ہے اور حکم مذکور کی مخصص ہے کہ جب کفار دو سے زائد ہوں تو مسلمانوں کو جان بچانے کے لیے بھاگنا جائز ہے اور دو چند کے سامنے سے بھاگنا حرام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تین آدمیوں سے بھاگنا، بھاگنا نہیں اور دو سے بھاگنا، بھاگنا ہے۔ ان تینوں صورتوں کے علاوہ بلا عذر شرعی مسلمانوں کو کفار کے سامنے سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے اور ثابت قدم رہنا لازم وواجب ہے کوئی جہاد بھی ہو کسی زمانہ میں ہو۔ [ابن کثیر]

(۴۳۔۱۷، ۱۸) شان نزول: اس کی سراج میں یہ لکھی ہے کہ جب مسلمان جنگ بدر سے واپس ہوئے تو آپس میں فخر و مباہات کرنے لگے۔ کسی نے کہا میں نے فلاں کو مارا کسی نے کہا میں نے فلاں کو مارا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں واقعہ جنگ بدر

www.waseemziyai.com

ع ٩ ١٦

عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩﴾ ع

جتھا تمہیں کچھ کام نہ دے گا چاہے کتنا ہی بہت ہو، اور اس کے ساتھ یہ ہے کہ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ ف۴۴

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا کر

وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ

اس سے نہ پھرو۔ اور ان جیسے نہ ہونا جنھوں نے کہا ہم نے سنا اور وہ

لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢١﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ

نہیں سنتے بے شک سب جانوروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو بہرے گونگے ہیں جن کو

لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ

عقل نہیں ف۴۵ اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا تو انھیں سنادیتا اور اگر

کی طرف اشارہ ہے کہ حضور نے اس روز جبرئیل کے کہنے سے مٹھی بھر خاک لے کر اور شاہت الوجوہ کہہ کر کفار پر پھینکی جو سب کافروں کی آنکھوں میں پڑی۔ ذرا دیر کے لیے وہ سب اندھے ہو گئے اور ان پر خوف طاری ہوا اور سب بھاگ پڑے مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا انہیں قتل و اسیر کیا ستر (۷۰) مارے گئے ستر (۷۰) قید ہوئے۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم نے انہیں اپنی قوت سے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ کی مدد سے قتل کیا۔ اور اے محبوب جو خاک تم نے اس روز کفار پر پھینکی تھی وہ تم نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اس لیے کہ مٹھی بھر خاک کسی آدمی کے پھینکنے سے تمام لشکر کی آنکھوں میں نہیں پڑ سکتی تھی۔ یہ اللہ ہی کا فضل تھا کہ اس نے سب کی آنکھوں میں اسے پہنچایا اور اس سے سب کو اندھا کر دیا اور ان کے دلوں میں خوف و ہراس طاری کیا اور وہ بھاگ پڑے اور یہ کفار کو مغلوب و مقہور کرنے اور مسلمانوں کو اچھا انعام دینے کے لیے تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ آیت میں واقعہ جنگ خیبر یا جنگ احد کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ واقعہ جنگ بدر کی طرف اشارہ ہے کہ جنگ خیبر و احد میں حضور نے کفار پر خاک نہیں پھینکی تھی۔

(۴۴۔ آیت: ۱۹) یہ آیت ابوجہل وغیرہ مشرکین مکہ کے حق میں نازل ہوئی اور انہیں سے خطاب ہے کہ انہوں نے بدر کو جاتے وقت استفتاح کیا تھا جیسا کہ امام احمد نے روایت کیا ہے کہ ابوجہل نے کہا: پروردگار! تو ہمارے دو گروہوں میں سے جو بھی قطع رحمی کرنے والا اور ایسی خبر لانے والا ہو جس کو ہم نہیں جانتے اور حق کے خلاف باطل کو پیش کرنے والا ہو اسے کل کے روز ہلاک کر۔ نسائی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ یونہی ابن عباس، مجاہد، قتادہ و ضحاک سے بھی مروی ہے۔ اور سدی و کلبی کہتے ہیں کہ مشرکین مکہ نے نکلنے کے وقت خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر یہ دعا کی تھی کہ الٰہی تو ہمارے دونوں گروہوں میں سے بہتر کو فتح عطا فرما۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ اے کافرو اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو فیصلہ تمہارے سامنے آچکا اور تم نے دیکھ لیا کہ کس کی فتح ہوئی اور کون شکست کھا کر بھاگا کس کے لوگ قتل و اسیر ہوئے اب بھی اگر تم مسلمانوں کی مخالفت سے باز آؤ کفر نہ کرو تو اچھا ہے ورنہ ہم پھر مسلمانوں کی مدد کریں گے اس وقت تمہارا گروہ کچھ کام نہ آئے گا اگرچہ کتنا ہی بڑا ہو کہ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔

(۴۵۔ آیت: ۲۰ تا ۲۲) گزشتہ آیت میں فرمایا گیا تھا کہ خدا مسلمانوں کے ساتھ ہے کفار ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے ہیں۔ اب یہ فرماتا ہے کہ اللہ کا مسلمانوں کے ساتھ ہونا بھی جب ہے کہ وہ اللہ و رسول کا حکم مانیں۔ سن سنا کر اس سے نہ پھریں۔ ان کی عدول حکمی نہ

www.waseemziyai.com

اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا

سنا دیتا جب بھی انجام کار منہ پھیر کر پلٹ جاتے ف۴۶ اے ایمان والو! اللہ

لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

و رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی اور جان لو کہ اللہ کا حکم

يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاتَّقُوْا

آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے۔ اور

فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۤصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

اس فتنے سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں خاص ظالموں ہی کو نہ پہنچے گا اور جان لو کہ اللہ کا

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى

عذاب سخت ہے۔ ف۴۷ اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے ملک میں دبے ہوئے

الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ

ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک نہ لے جائیں تو اس نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے زور دیا

کریں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوں جو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور وہ سنتے نہیں ہیں۔ یعنی اس پر عمل نہیں کرتے ہیں جیسے منافق و مشرک۔ بے شک اللہ کے نزدیک جانوروں میں بدتر وہ جانور ہیں جو بہرے گونگے ہیں عقل نہیں رکھتے ہیں حق بات کو سنتے کہتے سمجھتے نہیں ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی عبدالدار کے چند آدمی تھے جو کہتے تھے کہ ہم تو گونگے بہرے اندھے ہیں اس سے جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے ہیں۔ پس یوم احد وہ سب قتل ہوئے سوائے مصعب و سویبط کے۔

(۴۶۔ آیت: ۲۳) شان نزول: حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ عبدالدار کے چند آدمیوں نے حضور سے عرض کیا کہ آپ قصی ابن کلاب مورث اعلیٰ قریش کو زندہ کر دیجئے اگر وہ زندہ ہو کر آپ کی تصدیق کرے گا تو ہم سب آپ پر ایمان لائیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ ان کے رد میں آیت نازل فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی دیکھتا یعنی ایمان لانے کی استعداد و قابلیت پاتا تو قصی کو زندہ کر کے اس کا کلام انہیں سنوا دیتا مگر ان میں اس کی استعداد صلاحیت ہی نہیں ہے وہ اس کا کلام سننے کے بعد بھی ایمان نہ لائیں گے منہ پھیر کر پلٹ جائیں گے۔

(۴۷۔ آیت: ۲۴، ۲۵) یہ کلام سابق کی تائید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو تم اللہ و رسول کا حکم مانو ان کے بلانے پر حاضر ہو جب وہ تمہیں زندگی بخشنے والی چیز کی طرف بلائیں اور جان لو کہ خدا کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہوتا ہے اور تمہیں اس کی طرف اٹھنا ہے اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو صرف ظالموں ہی کو نہ پہنچے گا (بلکہ تم بھی اس میں مبتلا ہو گے) اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

تنبیہ: آیت سے ثابت ہے کہ حضور کے بلانے پر فوراً حاضر ہونا پکارنے پر فوراً جواب دینا واجب ہے تاخیر میں گنہگار ہو گا۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ ابوسعید ابن معلیٰ کو حضور نے پکارا وہ نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے جواب نہ دے سکے حاضر نہ ہو۔

www.waseemziyai.com

نماز حاضر ہو کر عرض کی میں نماز پڑھ رہا تھا۔ فرمایا تو نہیں جانتا تھا کہ اللہ نے ﴿اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ﴾ فرمایا ہے۔ [بخاری و مسلم] حضرت ابی ابن کعب کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش ہوا اور ان سے بھی حضور نے ایسا ہی فرمایا تھا۔ تو انہوں نے عرض کی مجھ سے خطا ہوئی آئندہ ایسا نہ کروں گا۔ [رواہ الترمذی] آیت سے حضور کی پکار کا فوراً جواب دینا اگرچہ مستفاد نہیں ہوتا ہے لیکن اس حدیث سے اس کی توضیح ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں حضور کی پکار کا فوراً جواب دینا مراد ہے، کیوں کہ ابوسعید و ابی ابن کعب کے دیر کرنے پر حضور نے عتاب فرمایا اور آیت مذکورہ کی طرف توجہ دلائی۔ اس کی تائید حضرت حنظلہ کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنی بی بی سے صحبت کر رہے تھے کہ جنگ احد کے لیے حضور کی طرف سے پکار ہوئی۔ پس وہ فوراً اپنی بی بی سے علٰحدہ ہوئے اور اس خیال سے کہ اجابت میں تاخیر ہوگی بغیر غسل کیے جہاد کو چلے گئے اور شہید ہوئے۔ ملائکہ نے انہیں آ کر غسل دیا تو حضور نے فرمایا اس کا کیا حال ہے کہ ملائکہ نے اسے غسل دیا اس کی بی بی سے دریافت کرو۔ دریافت کرنے پر ان سے یہ حال معلوم ہوا۔ پھر یہ فوری اجابت کا حکم حضور کے ساتھ مخصوص ہے غیر کی اجابت کے لیے نماز توڑنا جائز نہیں۔ البتہ باپ کے پکارنے پر بیٹے کو نماز نفل توڑ کر جواب دینا جائز ہے اگر تاخیر میں باپ کے ملول و رنجیدہ ہونے کا اندیشہ ہو۔ پس اس حدیث و آیت سے مل کر حضور کے حکم کی فوراً تعمیل کرنا واجب ہوتی ہے اور یہ حکم اب بھی باقی ہے کہ حضور کی سنت سے جو حکم ثابت ہو اس کی اجابت فوراً کرے اگر وہ حکم اسی وقت کرنے کا ہو تو اسی وقت اجابت کرے اور جو اس کے لیے کوئی وقت مقرر ہو تو وقت مقررہ پر کرے۔ وفیہ بحث۔ [مواہب] اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور کی اجابت سے نماز قطع نہیں ہوتی ہے کہ نماز بھی اجابت ہے۔ [بیضاوی] اور زندگی بخشنے والی چیز سے مراد جمہور کے نزدیک قرآن و حدیث کے اوامر و نواہی ہیں۔ اور بعض کے نزدیک امور شرعیہ ہیں۔ اور بعض کے نزدیک جہاد ہے۔ بعض کے نزدیک اسلام ہے۔ اور آدمی اور اس کے دل میں خدا کے حائل ہونے کے حضرت ابن عباس کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ مومن و معاصی اور کافر و ایمان کے درمیان خدا کی مشیت حائل ہے جس کی وجہ سے مومن کا اتصال گناہوں سے اور کافر کا اتصال ایمان و طاعت سے نہیں ہوتا ہے۔ یہی قول سعید ابن جبیر، ضحاک، عکرمہ، مجاہد وغیرہ کا ہے۔ بعض نے اس کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ بندوں کے دل خدا کے قبضہ و اختیار میں ہیں وہ انہیں جب چاہے اور جدھر چاہے پھیر دے اور ذرا دیر میں ان کی حالت پلٹ دے جیسا کہ جنگ بدر میں کثرت کفار سے مسلمان خائف تھے اور کفار مطمئن تھے۔ ذرا دیر میں حالت پلٹ گئی کہ مسلمانوں کے دل سے خوف و ہراس جاتا رہا ثبات حاصل ہوا اور کفار کے دلوں میں رعب طاری ہوا اور بھاگ پڑے۔ اور مسلم و ترمذی کی حدیث میں ہے کہ بندوں کے قلوب اللہ کی دو انگلیوں کے بیچ ہیں یعنی اس کے قبضہ قدرت میں ہیں جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ اور حضور ''یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك'' اکثر فرمایا کرتے تھے۔ [رواہ البغوی] اور اس میں تنبیہ اس پر کہ اللہ بندوں کے دلوں سے بہت قریب ہے اور دلوں کی باتوں سے خبردار ہے۔ جیسا کہ ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ [ق: ۱۶] میں فرمایا گیا ہے۔ [بیضاوی] اور فتنہ سے مراد ہر وہ بات ہے جو آدمی کے دل کے سکون کو کھو دے اور قدم متزلزل کر دے۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ یہ آیت خاص کر علی و عمار و طلحہ و زبیر کے حق میں ہے جو جنگ جمل کے فتنہ میں مبتلا ہوئے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ تاویل بہ اعتبار مآیول کے ہے۔ یعنی آئندہ ہونے والے واقعہ کے اعتبار سے کہ نزول آیت کے بعد یہ فتنہ برپا ہوا۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں کہ ہم نے مدتوں یہ آیت پڑھی ہمیں یہ گمان بھی نہ تھا کہ ظالموں کے ظلم کے فتنہ میں ہم بھی پھنسنے والے ہیں۔ [رواہ احمد] نسائی نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ [معالم و مواہب] اور ابن عباس فرماتے ہیں کہ آیت سب کے حق میں ہے۔ مجاہد و ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں کوئی ایسا نہیں ہے جو فتنہ میں مبتلا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ پس جو کوئی فتنہ سے پناہ مانگے وہ گمراہی میں ڈالنے والے فتنوں سے پناہ مانگے موجبات فتنہ سے بچے۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ عنقریب فتنے برپا ہوں گے۔ بیٹھا ہوا آدمی کھڑے ہوئے سے اور کھڑا ہوا چلنے والے سے اور چلنے والا ان میں کوشش کرنے والے سے بہتر ہے۔ [الحدیث رواہ البغوی]

www.waseemziyai.com

وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور ستھری چیزیں تمہیں روزی دیں کہ کہیں تم احسان مانو۔ ف۴۸ اے ایمان والو!

لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾

اللہ و رسول سے دغا نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت،

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ

اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد سب فتنہ ہے اور اللہ کے پاس

عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ ع ۳ ۹ ۱۷

بڑا ثواب ہے اے ایمان والو! اگر اللہ سے ڈرو گے تو تمہیں وہ دے گا

فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ

جس سے حق کو باطل سے جدا کرلو اور تمہاری برائیاں اتار دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑے

الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ

فضل والا ہے۔ ف۴۹ اور اے محبوب! یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کرلیں یا شہید کردیں یا

(۴۸۔آیت:۲۶) ان آیات میں خطاب مہاجرین سے ہے اور واقعہ بدر کے بعد ان کا نزول ہوا ہے۔ مطلب ترجمہ سے ظاہر ہے۔ ارض سے مراد ارض مکہ ہے اور ناس سے مراد کفار ہیں اور جگہ دینے سے مراد مدینہ میں جگہ دینا ہے۔ اور تقویت دینے کے یہ معنی ہیں کہ یوم بدر ملائکہ سے تمہاری مدد کی۔ اور رزق طیب دینے سے مراد مال غنیمت دینا اور اسے ان کے لیے حلال کردینا ہے کہ غنیمت ان سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھی۔

(۴۹۔آیت:۲۷ تا ۲۹) شان نزول: یہ آیت ابولبابہ یا حاطب ابن بلتعہ کے متعلق نازل ہوئی۔ ابولبابہ کا واقعہ تو یہ ہے کہ مسلمانوں سے بنوقریظہ نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ مشرکوں کی مدد نہ کریں گے مگر جب مشرکوں نے مدینہ پر چڑھائی کی اور جنگ احزاب ہوئی تو بنی قریظہ نے معاہدہ کی پابندی نہ کی اور مشرکوں کو مدد دی جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا۔ جب جنگ احزاب ختم ہوئی اور مشرک بھاگ گئے تو حضور نے بنی قریظہ کی گڑھی کا محاصرہ کیا۔ بنوقریظہ نے محاصرہ سے تنگ آکر صلح کی درخواست کی اور امان مانگی۔ حضور نے ابولبابہ انصاری کی زبانی بنوقریظہ سے کہلا بھیجا کہ ہم کوئی شرط نہیں کرتے ہیں۔ سعد ابن معاذ جو فیصلہ کردیں گے وہ ہمیں منظور ہوگا۔ ابولبابہ نے جا کر بنوقریظہ سے حضور کا فرمان کہا۔ چونکہ ابولبابہ کے اہل وعیال اور مال بنوقریظہ کی گڑھی میں تھے اور وہ ان سے میل جول رکھتے تھے۔ اس لیے بنوقریظہ نے ان سے مشورۃً پوچھا کہ ہمیں سعد کے فیصلہ پر راضی ہونا چاہیے یا نہیں۔ ابولبابہ نے باقتضائے بشریت اپنی انگلی حلق پر پھیری۔ یعنی اشارۃً کہا کہ سعد تمہارے قتل کا فیصلہ دیں گے۔ یہ ان کی خیانت تھی۔ اس کے بعد ابولبابہ اپنے فعل پر بہت پچھتائے اور حضور کے سامنے لوٹ کر نہ آئے بلکہ مسجد میں جا کر اپنے کو مسجد کے ستون سے بندھوا دیا اور قسم کھائی کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی اس وقت تک کھاؤں گا پیوں گا نہیں یونہی مرجاؤں گا۔ تین روز یونہی گزرے بیہوش ہوگئے حضور کو خبر ہوئی تو فرمایا اگر وہ میرے پاس آتا تو میں اس کے لیے استغفار کرتا اب چونکہ اس نے بلاواسطہ اللہ کی طرف رجوع کیا ہے لہذا وہ جو بھی حکم فرمائے۔ اس طرح ایک ہفتہ گزر گیا تو یہ آیت

www.waseemziyai.com

يُخْرِجُوكَ ۖ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴿٣٠﴾ وَإِذَا

نکال دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر۔ ف۵ اور جب

تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ

ان پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو کہتے ہیں ہاں ہم نے سنا ہم چاہتے تو ایسی ہم بھی کہہ دیتے

نازل ہوئی۔ لوگ خوش خبری لے کر ان کے پاس گئے اور کھولنا چاہا تو انہوں نے منع کیا اور کہا حضور ہی مجھے آکر کھولیں گے تو کھلوں گا۔ بالآخر حضور نے انہیں تشریف لا کر کھولا۔ اور حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ کا یہ واقعہ ہے کہ جب مسلمانوں نے مکہ پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو حضرت حاطب نے مسلمانوں کے ارادہ کی اطلاع خفیہ خط کے ذریعہ قریش کو کی۔ کیوں کہ ان کے بال بچے اور مال قریش کی حفاظت میں تھا اس کے تلف ہونے کا انہیں اندیشہ ہوا۔ یہ ان کی خیانت تھی۔ جب حضور کو بذریعہ وحی معلوم ہوا تو حضور نے حضرت علی اور زبیر ابن العوام کو تعاقب میں روانہ کیا وہ خط انہوں نے راستہ میں پکڑا۔ بالآخر ان کی توبہ قبول ہوئی۔ بہر حال سبب نزول اگر چہ خاص ہے مگر حکم عام ہے جو مسلمانوں کے راز کی باتیں اور خفیہ تجویزیں ان کے دشمنوں پر ظاہر کرے اس کے لیے یہ حکم ہے۔ اور ﴿تخونوا﴾ میں ہر قسم کی خیانت داخل ہے۔ مطلب ترجمہ سے ظاہر ہے۔

تنبیہ: اللہ و رسول کی خیانت نہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ و رسول کے احکام و فرائض و سنن میں کمی بیشی نہ کرو انہیں پورے طور سے ادا کرو اور دین کے راز اور خفیہ باتیں دشمنان دین پر ظاہر نہ کرو۔ اور بندوں کی خیانت نہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ان کی باتوں کو بدنیتی سے ہضم نہ کرو ان کی عزت و آبرو نہ بہاؤ ان کے چھپے ہوئے عیب اور پوشیدہ باتیں کسی پر ظاہر نہ کرو۔ اور مال و اولاد کے فتنہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ سب فتنہ اور تمہاری آزمائش ہیں وہ تمہیں خدا کی یاد اور امور آخرت سے روکنے والے ہیں پس تم ان کی محبت و مروت میں خدا کو نہ بھولو اور امور آخرت کو فوت نہ کرو اور ان کی وجہ سے اللہ و رسول کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرو جیسا کہ ابولبابہ و حاطب نے مال و اولاد کی محبت میں کیا۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ ایک بار حضور خطبہ فرما رہے تھے دیکھا کہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرخ کپڑے پہنے ہوئے لڑکھڑاتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ پس حضور نے اس خیال سے کہ کہیں یہ گر نہ پڑیں انہیں جا کر گود میں اٹھالیا اور لا کر بٹھایا اور پھر یہ آیت پڑھی۔ ﴿انما اموالکم واولادکم فتنہ﴾ اور فرقان سے یا تو نجات مراد ہے یا نصرت و فتح یابی ہے۔ ابن عباس اور محمد ابن اسحاق کے نزدیک فرقان سے مراد حق و باطل میں امتیاز کرنے والی چیز مراد ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: کہ یہ تفسیر عام ہے اچھی ہے۔ یعنی اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو تمہیں حق و باطل میں تمیز کرنے کی توفیق اور سوجھ بوجھ عطا فرمائے گا۔

(۵۰۔ آیت: ۳۰) شان نزول: حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب کفار مکہ کی کوئی تدبیر اسلام کے خلاف نہ چلی تو انہوں نے دار الندوہ میں جمع ہو کر مشورہ کیا ابلیس بھی شیخ نجدی کی شکل بن کر ان میں شامل ہوا۔ پس کسی نے کہا حضور کو ایک مکان میں قید کر کے دانہ پانی بند کر دو کہ مر جائیں۔ کسی نے کہا کہ حضور کو شہر سے نکال دو۔ شیخ نجدی نے یہ دونوں تجویزیں نامنظور کیں اور ان کی برائی ظاہر کی تو ابوجہل بولا میری رائے ہے کہ سب قبیلوں سے ایک ایک جوان لے کر بلوہ کے طور پر سب مل کر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو قتل کریں، بنی ہاشم ہر ایک سے قصاص نہ لے سکیں گے مجبور ہو کر دیت قبول کریں گے اور دیت ان کو جمع کر کے دے دی جائے گی اور قصہ تمام ہوگا۔ شیخ نجدی نے اس تجویز کو پسند کیا اور اس پر عمل کرنے کی تدبیر میں مشغول ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے منصوبہ کی خبر بذریعہ وحی حضور کو کی اور رات ہی کو ہجرت کر جانے کا حکم فرمایا۔ حسب الحکم حضور حضرت علی کو سمجھا کر اپنے بستر پر لٹا کر اپنی چادر اوڑھا کر کفار کی آنکھوں میں خاک جھونک کر گھر سے نکلے اور حضرت ابوبکر کو ساتھ لے کر غار ثور میں جا چھپے۔ کفار رات بھر گھر کا محاصرہ کیے رہے صبح کو حضور کو تلاش کیا نہ پایا تو تعاقب و تلاش کرنے کے لیے آدمی بھیجے، وہ غار ثور تک نشان پا دیکھتے پہنچے بحکم الٰہی غار کے منہ پر مکڑی نے جالا پورا، اسے دیکھ

www.waseemziyai.com

هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ

یہ تو نہیں مگر اگلوں کے قصے ف۵۱ اور جب بولے کہ اے اللہ

اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً

اگر یہی (قرآن) تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے

مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ

پتھر برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لا۔ اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے

وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اور انہیں کیا ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ کرے وہ تو مسجد حرام سے روک رہے ہیں

وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا

اور وہ اس کے اہل نہیں اس کے اولیا تو پرہیزگار ہی ہیں مگر ان میں اکثر کو

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ۭ

علم نہیں۔ اور کعبے کے پاس ان کی نماز نہیں مگر سیٹی اور تالی

کر بولے اگر کوئی اندر جاتا تو جالا ٹوٹ جاتا آخر کو ناکام واپس آئے اور حضور مع ابوبکر بخیر و عافیت مدینہ پہنچے۔ قصہ طویل ہے۔ اسی قصہ کی طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اے محبوب! یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ خفیہ مکر کرتے تھے کہ تمہیں قید کر دیں یا شہید کر دیں یا شہر بدر کر دیں۔ وہ مکر کر رہے تھے اور اللہ ان کا مکر دفع کرنے کی خفیہ تدبیر فرماتا تھا، اللہ کی تدبیر سب سے بہتر ہے۔

(۵۱۔ آیت: ۳۱) شان نزول: یہ آیت نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی جو ایک بڑا تاجر تھا شام و عراق کے شہروں میں تجارت کرتا پھرتا تھا ایران میں رستم و اسفندیار وغیرہ کے قصے سن کر اس نے یاد کر لیے تھے وہ قریش کو آ کر سناتا تھا اور کہتا تھا کہ دیکھو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے قصے اچھے ہیں یا ہمارے۔ ہم نے بہت قصے سنے ہیں اگر ہم چاہیں تو ایسے قصے کہہ سکتے ہیں یہ تو گزرے ہوئے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس کا مقولہ ذکر فرمایا ہے اور اس کا کذب ظاہر کیا ہے۔ پڑھئے ترجمہ۔ [جامع البیان] حضرت عطا کہتے ہیں: کہ اس خبیث کی مذمت میں دس سے زیادہ آیتیں اتریں۔ سعید ابن جبیر کہتے ہیں کہ بدر کے دن حضور نے اپنے سامنے تین قریشیوں کو قتل کیا ان میں ایک نضر بن حارث تھا۔ مقداد نے قتل ہوتے عرض کی یہ میرا قیدی ہے تو حضور نے فرمایا: یہ کتاب اللہ و آیات الٰہی میں گستاخی کرتا تھا۔

www.waseemziyai.com

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

تو اب عذاب چکھو بدلا اپنے کفر کا۔ ف۵۲ بے شک کافر

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ

اپنے مال خرچ کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں تو اب انھیں خرچ کریں گے پھر

تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى

وہ ان پر پچھتاوا ہوں گے پھر مغلوب کردیے جائیں گے اور کافروں کا

جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ

حشر جہنم کی طرف ہوگا۔ اس لیے کہ اللہ گندے کو ستھرے سے جدا فرمادے اور

الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ

نجاستوں کو تلے اوپر رکھ کر سب ایک ڈھیر بناکر

(۵۲۔آیت:۳۲تا۳۵) شان نزول: حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت بھی نضر ابن حارث کے متعلق نازل ہوئی اور عطا و مجاہد کا بھی ایسا ہی قول ہے۔ مدارک میں روایت ہے کہ جب اس نے قرآن کو اساطیر الاولین کہا تو حضور نے اس سے فرمایا: ''ویلك هذا كلام الله'' تو اس نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا: ''اللهم ان كان هذا هو الحق من عندك الخ'' اور حضرت انس کہتے ہیں کہ یہ مقولہ ابوجہل کا ہے۔ [بخاری] اور عمرو ابن عاص نے بھی حالت کفر میں احد کے دن ایسا ہی کچھ کہا تھا۔ بہر حال اولیٰ یہ ہے کہ کسی کی تخصیص نہ کی جائے اور اسے عامہ کفار قریش کا مقولہ قرار دیا جائے کہ بعض نے ان میں سے ایسا کہا تھا اور بعض نے اسے پسند کیا تھا۔ معاویہ سے روایت ہے کہ انہوں نے شہر سبا کے رہنے والے سے کہا کہ تمہاری قوم بڑی جاہل ہے کہ اس نے عورت کو اپنا بادشاہ بنایا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میری قوم سے زیادہ جاہل تمہاری قوم ہے کہ جب انہیں رسول اللہ نے حق کی طرف بلایا تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا اور یوں نہ کہا کہ اگر وہ حق ہے تو ہمیں ہدایت کر۔ [کمالین وغیرہ] مطلب یہ ہے کہ کفار قریش کہتے ہیں: اگر یہ قرآن حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لا۔ اللہ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ ان پر عذاب نہ لانے کی دو وجہیں ہیں: ایک تو یہ کہ اے محبوب جب تک آپ ان میں تشریف فرما ہیں اللہ کو سزا دار نہیں کہ ان پر عذاب لائے۔ دوسرے یہ کہ اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ وہ خود یا کمزور مسلمان ان میں استغفار کرتے بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔ پھر ان کے رد میں فرمایا: کہ انہیں کیا معلوم ہے کہ اللہ ان پر عذاب نہ لائے گا باوجود یکہ وہ مسجد حرام سے لوگوں کو روک رہے ہیں اور خود اس کے اہل نہیں ہیں اس کے اہل تو پرہیز گار ہیں مگر ان میں اکثر یہ جانتے نہیں ہیں اور کعبہ کے پاس ان کی نماز صرف تالی اور سیٹی بجانا ہے تو وہ اپنے کفر کا عذاب چکھیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش ننگے ہو کر طواف کیا کرتے تھے اور تالیاں اور سیٹیاں بجایا کرتے تھے اور بعد طواف غفرانك غفرانك کہتے تھے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ کہنے کو تو اہل مکہ یہ بات کہہ گئے مگر شام کو نادم ہو کر خدا سے معافی مانگی۔ غفرانك غفرانك کہا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ معافی مانگنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جن کا ایمان لانا ازل میں مقدر ہو چکا تھا اور وہ آئندہ ایمان لانے والے تھے۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: اللہ نے مجھ پر میری امت کے لیے دو باتیں اتاری ہیں: ایک تو آیت: ﴿ما كان الله

www.waseemziyai.com

جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا

جہنم میں ڈال دے وہی نقصان پانے والے ہیں تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے

يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ

تو جو ہو گزرا، وہ انھیں معاف فرمادیا جائے گا اور اگر پھر وہی کریں تو اگلوں کا دستور

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ

گزر چکا ہے اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے

وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا

اور سارا دین اللہ ہی کا ہوجائے پھر اگر وہ باز رہیں

فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾

تو اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ

اور اگر وہ پھریں تو جان لو کہ

اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ

اللہ تمہارا مولیٰ ہے تو کیا ہی اچھا

الْمَوْلٰى وَنِعْمَ

مولیٰ اور کیا ہی اچھا

النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

مددگار۔ ق۵۳

الخ﴾ ہے اور دوسری ﴿وما کان اللہ معذبھم الخ﴾ ہے پس جب میں جاؤں گا تو امان واستغفار چھوڑ جاؤں گا۔ امام احمد کی حدیث میں ہے کہ جب تک مومن بندہ اللہ سے استغفار کرتا رہے گا عذاب الٰہی سے مامون رہے گا۔ بلکہ خود اللہ نے شیطان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے: قسم ہے عزت وجلال کی جب تک بندے مجھ سے مغفرت چاہتے رہیں گے میں بخشتا رہوں گا۔ [احمد وحاکم] ایک روایت میں ہے کہ جب آیت ﴿وما کان اللہ لیعذبھم﴾ نازل ہوئی تو حضور یہ خیال کر کے ملول ومحزون ہوئے کہ جب تک میں ان میں ہوں وہ عذاب الٰہی سے محفوظ ہیں جب میں ان میں نہ ہوں گا تو ان پر عذاب نازل ہوگا تب حضور کی تسکین خاطر کے لیے ﴿وما کان اللہ معذبھم الخ﴾ نازل ہوئی۔

(۵۳۔ آیت: ۳۶ تا ۴۰) شان نزول: کفار قریش کے مستحق عذاب ہونے کی دو وجہیں تو گزشتہ آیت میں بیان ہوئی تھیں:

www.waseemziyai.com

اوّل یہ کہ وہ خانہ کعبہ کے طواف سے مسلمانوں کو روکتے ہیں اور خود اس کے اہل نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ بجائے نماز کے اس میں تالیاں اور سیٹیاں بجاتے ہیں۔ تیسری وجہ اس آیت میں بیان فرمائی گئی ہے کہ کفار اپنے مالوں کو اللہ کی راہ سے روکنے کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جنگ بدر میں کفار کو شکست ہوئی اور بقیہ بھگوڑے مکہ میں آکر جمع ہوئے اور ابوسفیان بھی مع تجارتی قافلہ کے مکہ پہنچے تو ربیعہ، عکرمہ، صفوان وغیرہ نے تمام قبائل کا دورہ کیا اور ابوسفیان کو اپنا سردار مقرر کیا اور یہ تجویز پیش کی کہ تجارتی قافلہ کے مال کو فراہمی لشکر میں صرف کیا جائے اور پھر مسلمانوں پر چڑھائی کر کے اپنے مقتولوں کا بدلہ لیا جائے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت انہیں کے حق میں نازل ہوئی۔ اس تقدیر پر اموال سے وہ اموال مراد ہوں گے جو کفار نے جنگ احد میں صرف کیے تھے۔ مجاہد و قتادہ و سدی وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔ بیضاوی و معالم میں ہے کہ ابوسفیان نے چالیس اوقیہ سونا خرچ کر کے دو ہزار عرب کی فوج علاوہ قریش کے جنگ احد کے لیے تیار کی تھی۔ اس سے بھی جنگ احد میں خرچ کرنا معلوم ہوتا ہے مگر ضحاک کہتے ہیں کہ یہ آیت ان کافروں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے جنگ بدر میں لڑنے والوں پر اپنا مال خرچ کیا تھا اور ان کے لیے رسد وغیرہ کا انتظام کیا تھا۔ ابن کثیر نے ان روایات میں یوں تطبیق دی ہے کہ ینفقون سے جنگ بدر پر خرچ کرنا مراد ہے اور فسینفقونها سے اس کے بعد کی جنگ احد وغیرہ میں خرچ کرنا مراد ہے۔ بہرحال مطلب آیت کا یہ ہے کہ کافر لوگ جو اللہ کی راہ سے روکنے کے لیے اس وقت اپنا مال خرچ کرتے ہیں وہ آخرت میں پچھتائیں گے کہ ان کا خرچ کیا ہوا مال کچھ ان کے کام نہ آئے گا اور ان کا حشر جہنم کی طرف ہوگا تا کہ اللہ گندے کو ستھرے سے جدا کر دے اور نجاستوں کو نیچے اوپر رکھ کر ایک ڈھیر بنا کر جہنم میں ڈال دے۔ ترجمہ پڑھیے۔

تنبیہ: ان ینتهوا کے یہ معنی ہیں کہ اگر کفار اپنے کفر اور محاربہ مسلمین سے باز آجائیں گے تو وہ جو کچھ کر چکے ہیں انہیں معاف کر دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ اسلام اور ہجرت اور حج پہلے گناہوں کو ڈھا دیتا ہے۔ [رواہ احمد و مسلم] اور صحاح کی روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ مسلمان ہونے سے پہلے جو نیکیاں ہوں گی ان کا ثواب بھی اسلام لانے کے بعد ملے گا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ جو شخص بعد ارتداد اسلام لائے اس کو عبادات متروکہ کی قضا لازم نہیں ہے۔ [مدارک]

اور ان یعودوا کے یہ معنی ہیں کہ اگر کفار اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائیں اور کفر اور محاربہ مسلمین کی طرف رجوع کریں تو بدستور سابق ہلاک ہوں گے ان سے یہاں تک لڑو کہ فساد باقی نہ رہے فتنۂ شرک مٹ جائے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے اس کے سوا کوئی نہ پوجا جائے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ حکم کفار عرب کا تھا کہ ان سے لڑنا ضروری تھا اور جزیہ لینا جائز نہ تھا۔

www.waseemziyai.com

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ

اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول

وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ

اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ

اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس پر جو ہم نے اپنے بندے پر

الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤١﴾

فیصلے کے دن اتارا جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ ف

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ

جب تم نالے کے اس کنارے تھے اور کافر پرلے کنارے اور قافلہ

اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۭ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ

تم سے ترائی میں اور اگر تم آپس میں کوئی وعدہ کرتے تو ضرور وقت پر برابر نہ پہنچتے لیکن

(۱۔آیت:۴۱) سورہ انفال میں مال غنیمت کے متعلق صرف یہ فرمایا گیا تھا کہ وہ اللہ ورسول کا ہے، وہ جس طرح چاہیں اسے تقسیم کریں اب اس آیت میں اس کا مقسم اور طریقہ تقسیم بیان فرمایا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاد میں جو کچھ مال غنیمت تمہارے ہاتھ آئے حتی کہ سوئی تاگہ اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے۔ یعنی اس پانچویں حصہ کے پانچ حصہ کیے جائیں ان میں سے ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے اور ایک ان کے قرابت والوں ہاشمیوں مطلبیوں کا ہے۔ اور ایک حصہ یتیموں کا اور ایک حصہ محتاجوں کا اور ایک حصہ مسافروں کا ہے۔ جمہور مفسرین کا یہی قول ہے اور اللہ کا ذکر تعظیماً ہے جیسا کہ آیت: ﴿وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ﴾ [التوبة: ٦٢] میں ہے اور مراد یہ ہے کہ خمس ان پانچوں پر تقسیم کیا جائے۔ [بیضاوی] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور کے پاس جو مال غنیمت آتا اس کے پانچ حصہ کرتے اور پھر پانچویں حصہ کے پانچ حصہ کرتے اور یہ آیت پڑھی۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضور کی وفات کے بعد حضور کے حصہ کا مصرف کیا ہو۔ امام شافعی وغیرہ ائمہ کرام کے نزدیک تو وہ مصارف وضروریات اسلامی میں صرف کیا جائے جیسا کہ صدیق اکبر وعمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور کا حصہ حضور کے بعد سامان جہاد کرنے کی خریداری میں صرف کیا کرتے تھے۔ بلکہ خود حضور اپنی زندگی میں اپنے مصارف سے بچا ہوا مال سامان جہاد کی خریداری میں صرف فرمایا کرتے تھے۔ اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حضور اور حضور کے قرابت والوں کا حصہ ساقط ہوگیا، اب خمس صرف یتیموں محتاجوں مسافروں پر تقسیم کیا جائے۔ رہے اور غنیمت کے باقی چار حصہ وہ مجاہدین پر اس طرح تقسیم کیے جائیں کہ سوار کو دو حصہ اور پیدل کو ایک حصہ ملے۔

تنبیہ: یوم الفرقان اور یوم التقی الجمعان سے مراد یوم بدر ہے جس میں حق باطل سے جدا ہوا اور جماعت مومنین جماعت کفار سے بھڑی وہ جمعہ کا دن ۱۷ رمضان ۲ھ تھی۔

www.waseemziyai.com

لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ

یہ اس لیے کہ اللہ پورا کرے جو کام ہونا ہے کہ جو ہلاک ہو دلیل سے ہلاک ہو

عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ

اور جو جیے دلیل سے جیے اور بے شک اللہ

لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ

ضرور سنتا جانتا ہے۔ ف۲ جب کہ اے محبوب! اللہ تمہیں کافروں کو تمہاری خواب میں تھوڑا دکھاتا تھا

وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ

اور اے مسلمانو! اگر وہ تمہیں بہت کرکے دکھاتا تو ضرور تم بزدلی کرتے اور معاملے میں جھگڑا ڈالتے مگر

اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ

اللہ نے بچا لیا بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔ اور جب لڑتے وقت

اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ

تمہیں کافر تھوڑے کرکے دکھائے اور تمہیں ان کی نگاہوں میں تھوڑا کیا

لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ

کہ اللہ پورا کرے جو کام ہونا ہے اور اللہ کی طرف سب کاموں کی

(۲۔آیت:۴۲) اس آیت میں جنگ بدر کا اتفاقیہ ہونا اور اس کی مصلحت کو ظاہر فرمایا ہے یعنی جنگ بدر اتفاقیہ ہوئی تھی کوئی فریق لڑنے کے ارادہ سے نہیں نکلا تھا مسلمان صرف قافلہ کے ارادہ سے نکلے تھے اور کفار قافلہ کو بچانے آئے تھے۔ قافلہ تو صحیح وسلامت بچ کر نکل گیا اور کفار و مسلمین کا مقابلہ ہوگیا یہ مقابلہ اتفاقیہ تھا قصداً کوئی بھی لڑنے نہیں آیا تھا۔ اور اللہ کی حکمت اس اتفاقیہ مڈبھیڑ میں یہ تھی کہ جو ہونا ہے وہ ابھی ہوجائے۔ غالب ومغلوب کا حال کھل جائے کہ اگر دونوں فریق باہم ٹھہرا کر دن مقرر کرکے چلتے تو یہ بات حاصل نہ ہوتی اور اگر لڑائی نہ ہوتی تو ہر فریق کو اپنی غالبیت ومغلوبیت معلوم نہ ہوتی ہر ایک یہ خیال کرتا کہ ہم غالب رہے اب معلوم ہوگیا کہ کون غالب رہا اور کون مغلوب ہوا۔ اور اللہ نے کس کی مدد کی اور کس کی نہ کی اور کون حق پر تھا اور کون حق پر نہ تھا۔ جس کا کفار نے استفتاح کیا تھا اور ''العدوۃ الدنیا'' سے وادی بدر کا وہ کنارہ اور طرف مراد ہے جو مدینے سے ملی ہوئی تھی۔ اور ''العدوۃ القصوی'' سے میدان بدر کا وہ کنارہ اور طرف مراد ہے جو مکہ سے ملی ہوئی تھی اور مدینہ سے دور تھی کہ عدوی طرف وادی کو کہتے ہیں۔ گویا مسلمان میدان بدر کے اس طرف تھے جو مدینہ سے ملی ہوئی تھی۔ اور کفار میدان بدر کے اس طرف تھے جو مکہ سے ملی ہوئی تھی اور مدینہ سے دور تھے اور قافلہ تم سے نیچے ترائی میں تین میل کے فاصلہ پر تھا۔

www.waseemziyai.com

الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا ع ۵

رجوع ہے۔ ف۳ اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

اور اللہ کی یاد بہت کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔ اور اللہ

وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا

اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کرو گے اور تمہاری بندھی ہوئی [ہوا] جاتی رہے گی اور صبر کرو

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ

بے شک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے ف۴ اور ان جیسے نہ ہونا جو اپنے گھر سے

دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

نکلے اتراتے اور لوگوں کے دکھانے کو اور اللہ کی راہ سے روکتے

(۳۔آیت:۴۳،۴۴) ان آیات میں جنگ بدر کے تین واقعات ذکر فرمائے گئے ہیں۔اول: یہ کہ لڑائی ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں کافر تھوڑے دکھائے گئے حضور نے اس کی اطلاع صحابہ کو کی جس سے صحابہ خوش ہوئے اور ان کی جرأت بڑھی کہ اگر کفار انھیں زیادہ دکھائے جاتے تو وہ بزدل ہو جاتے اور جہاد کے بارے میں مختلف ہوتے لیکن اللہ نے انھیں بزدلی اور اختلاف سے بچایا۔دوسرے: یہ کہ جب مسلمان اور کافروں کی صفیں آمنے سامنے ہوئیں اس وقت بھی کفار مسلمانوں کی نگاہ میں تھوڑے معلوم ہوئے۔اور خواب کے موافق انھوں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ کفار کم تعداد میں ہیں اس سے اور زیادہ جرأت بڑھی اور خواب کے سچے ہونے کا یقین کامل ہوا۔چناں چہ اسی ہنگام میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ میرے خیال میں کفار ستر ہوں گے انھوں نے جواب دیا کوئی ۱۰۰ رہوں گے۔اس کے بعد جب ایک کافر گرفتار ہو کر آیا اس سے پوچھا تو اس نے کفار کی تعداد ایک ہزار بتائی۔[رواہ ابن جریر] تیسرے: یہ کہ مقابلہ کے وقت کفار کو مسلمانوں کی تعداد کم دکھائی گئی تا کہ وہ لڑیں اور خوف کھا کر نہ بھاگیں۔حتی کہ ابوجہل نے دیکھ کر اپنے لوگوں سے کہا کہ مسلمان ''اُكلة الجزور'' یعنی تھوڑے سے ہیں چلوان کو زندہ باندھ لیں۔

تنبیہ: مسلمانوں کو کفار کی اور کفار کو مسلمانوں کی تعداد کم دکھانے میں حکمت یہ تھی کہ ہر فریق کی جرأت بڑھے اور ہر ایک دوسرے کو اپنے سے کم سمجھ کر مقابلہ کرے اور لڑائی سے منہ نہ موڑے اور مسلمانوں کو فتح اور کفار کو شکست ہو۔مشرکین کی شوکت وقوت پارہ پارہ ہو اور اسلام کا بول بالا ہو۔بظاہر اس آیت میں اور سورۂ آل عمران کی آیت میں تعارض معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کفار کا مسلمانوں کو اپنے سے کم دیکھنا فرمایا ہے اور سورۂ آل عمران میں اپنے سے دوچند یا مسلمانوں کی تعداد سے دوچند دیکھنا فرمایا گیا ہے لیکن حقیقت میں تعارض نہیں ہے کہ یہاں صف بندی کے وقت لڑائی سے پہلے کا واقعہ بیان ہوا ہے۔اور سورہ آل عمران میں لڑائی شروع ہونے اور فرشتوں کی مدد کرنے کے بعد کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔اس وقت مسلمان کفار کو دوچند نظر آنے لگے اور یہ مسلمانوں کا کفار کی نظر میں کم نظر آنا پھر زیادہ نظر آنا یا کفار کا مسلمانوں کی نظر میں کم دکھائی دینا خوارق عادات سے ہے کہ بصر اگرچہ کبھی کثیر کو قلیل اور قلیل کو کثیر دیکھتی ہے مگر نہ اس طرح اور نہ اس قدر یہ قدرت الٰہی ہے کہ اس نے بصر کو ایسا کر دیا۔

(۴۔آیت:۴۵،۴۶) ان آیات میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کامیابی کی اور کفار پر غالب ہونے کی چند صورتیں تعلیم فرماتا ہے۔

www.waseemziyai.com

وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٤٧﴾ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

اور ان کے سب کام اللہ کے قابو میں ہیں۔ ف۵ اور جبکہ شیطان نے ان کی نگاہ میں

اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ

ان کے کام بھلے کر دکھائے اور بولا آج تم پر کوئی شخص غالب آنے والا نہیں

وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰي عَقِبَيْهِ

اور تم میری پناہ میں ہو تو جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے الٹے پاؤں بھاگا

وَقَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰي مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ

اور بولا میں تم سے الگ ہوں میں وہ دیکھتا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتا میں

اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ ع اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ ع ۲

اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔ جب کہتے تھے منافق

(۱) یہ کہ کفار کے لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو تو تم قتال میں ثابت قدم رہو استقلال کے ساتھ ان سے لڑو گھبرا کر بھاگو نہیں کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہی ہے جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے۔ (۲) یہ کہ لڑائی کے وقت اللہ کو بہت یاد کرو یعنی فتح و نصرت کی دعا بار بار کرو اللہ اکبر کہو نعرہ تکبیر بلند کرو۔ [ابن جریج] اس سے دشمن کے دل دہل جائیں۔ اور ان پر خوف طاری ہو اور تمہیں کامیابی حاصل ہو۔ حدیث میں ہے کہ میرا کامل بندہ وہ ہے جو مجھے جہاد کے وقت بہت یاد کرے۔

عطا کہتے ہیں: کہ لڑائی کے وقت اور باتوں سے خاموش رہنا واجب ہے۔ (۳) یہ کہ اللہ و رسول کا حکم مانو جس طرح وہ لڑنے کو کہیں اسی طرح لڑو اور ان کی ہدایتوں پر عمل کرو۔ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے جیسا احد کے دن حکم رسول کی خلاف ورزی کرنے میں اٹھایا۔ (۴) یہ کہ آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ متفق الرائے ہو کر جہاد کرو کہ آپس میں جھگڑے اور مختلف رائے ہونے میں تم بزدل اور پست ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی پول کھل جائے گا پس دشمن تم پر غالب آئے گا۔ یہ فتحیابی کا بلکہ ہر کام میں کامیابی کا بہترین نسخہ ہے کہ آپس میں نا اتفاقی اور پھوٹ سے فتحیابی اور کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی ہے، عزت و شوکت نہیں مل سکتی ہے بلکہ رہی سہی قوت بھی زائل ہو جاتی ہے۔ (۵) یہ کہ لڑائی میں صبر اختیار کرو جہاد کی تکلیفوں اور مصیبتوں کو برداشت کرو اس سے دل برداشتہ ہو کر نہ بھاگو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ان کا مددگار رہے۔ حدیث میں ہے جب تم کفار سے بھڑو تو صبر کرو۔

(۵۔ آیت: ۴۷) شان نزول اس کی مشرکین قریش ہیں۔ اور اس میں ان کی حالت بیان کر کے مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے کہ تم ایسے نہ ہونا۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو اپنے گھر سے دکھاوے کے لیے اتراتے اور فخر کرتے اور خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہوئے نکلے۔ وہ ابوجہل اور اس کے ساتھی تھے جو قافلہ کو بچانے کے لیے مکہ سے نکلے تھے۔ جب انھیں خبر ہوئی کہ قافلہ صحیح و سلامت نکل گیا تو بعض نے ابوجہل سے واپسی کو کہا تو ابوجہل نے ان سے کہا کہ ہم تو یہاں دو تین روز ٹھہر کر جشن کریں گے، شراب و کباب و راگ کی مجلس گرم کریں گے تا کہ تمام عرب پر ہماری دھاک بیٹھ جائے اور مسلمان ذلیل ہوں۔ صبح کو حضور نے دیکھا کہ قریش ٹیلہ کے پیچھے سے فخر و مباہات کرتے اکڑتے اتراتے اپنی بڑائی کے گیت گاتے چلے آتے ہیں۔ پس حضور نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اللہ تو دیکھتا ہے کہ یہ لوگ تیرے رسول کی تکذیب کرتے اور اس سے لڑتے ہیں اور فخر و تکبر کرتے چلے آ رہے ہیں، تو ہماری مدد کر تو یہ آیت نازل ہوئی۔ پڑھیے ترجمہ

www.waseemziyai.com

وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ۭ وَمَنْ

اور وہ جن کے دلوں میں آزار ہے کہ یہ مسلمان اپنے دین پر مغرور ہیں اور جو

يَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۴۹ وَلَوْ تَرٰٓى

اللہ پر بھروسا کرے تو بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ ف۶ اور کبھی تو دیکھے

اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ

جب فرشتے کافروں کی جان نکالتے ہیں مار رہے ہیں ان کے منہ پر

وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۵۰ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

اور ان کی پیٹھ پر اور چکھو آگ کا عذاب۔ یہ بدلا ہے اس کا جو تمہارے ہاتھوں

اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۵۱ كَدَاْبِ اٰلِ

نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا جیسے فرعون

فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ

والوں اور ان سے اگلوں کا دستور وہ اللہ کی آیتوں سے منکر ہوئے تو اللہ نے انھیں

(۶۔آیت:۴۸،۴۹) شان نزول: مشرکین قریش جنگ بدر میں تردد کر رہے تھے کہ شیطان بشکل سراقہ ابن مالک بن کر قریش کے پاس آیا اور بولا آج تم پر کوئی غالب نہیں ہوسکتا۔ میں اپنی جماعت سمیت تمہارے ساتھ ہوں۔ مصنوعی سراقہ کی باتیں سن کر قریش چل پڑے سراقہ ان کے ساتھ ہوا جب ان کا مقابلہ مسلمانوں سے ہوا اور شیطان نے فرشتوں کو مسلمانوں کے ساتھ دیکھا اس وقت شیطان حارث ابن ہشام برادر ابی جہل کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھا فرشتوں کو دیکھتے ہی اس نے اپنا ہاتھ چھڑا کر جانا چاہا۔ حارث نے بھتیرا اسے روکنے کی کوشش کی اور اس سے کہا کہ تم ایسی حالت میں ہمیں چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔ مگر وہ انھیں دھوکا دے کر بھاگا اور کہا کہ میں تم سے بری ہوں۔ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو۔ میں اللہ سے خوف کرتا ہوں وہ بہت سخت عذاب دینے والا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: کہ شیطان نے یہ جھوٹ کہا کہ میں خدا سے خوف کرتا ہوں۔ بلکہ اس نے فرشتوں کے خوف سے کہا تھا اور موت کے خوف سے بھاگا تھا۔ واقدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ شیطان حارث کو دھکا دے کر ایسا بھاگا کہ پھر دکھائی نہ دیا سمندر میں جا گھسا۔ طبرانی نے بھی ابو رافع سے ایسی ہی روایت کی ہے۔ تب ابو جہل نے آگے بڑھ کر لوگوں کو لڑائی پر آمادہ کیا اور کہا کہ تم سراقہ کے بھاگ جانے سے بزدل نہ ہو۔ وہ مسلمانوں سے ملا ہوا تھا۔ لات وعزیٰ کی قسم ہے ہم واپس نہ ہوں گے جب تک کہ مسلمانوں کو باندھ کر نہ لے جائیں اور حضور نے مٹھی بھر خاک لے کر کفار پر پھینکی جو سب کی آنکھوں میں پڑی اور وہ گھبرا کر آنکھیں ملتے ہوئے اور سراقہ کو برا کہتے ہوئے بھاگ پڑے۔ پیچھے سے مسلمانوں نے حملہ کر کے قتل اور اسیر کیا۔ جب یہ خبر اصلی سراقہ کو ہوئی تو اس نے کہا واللہ مجھے تو تمہارے جانے کی خبر بھی نہ تھی اب خبر ہوئی۔ جب بعض شرکائے جنگ بدر مسلمان ہوئے تو انھیں یقین ہوا کہ وہ سراقہ نہ تھا ابلیس تھا۔ یہ قصہ تفصیل کے ساتھ کتب سیر میں مذکور ہے۔ اور اس کی اصل حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دیگر صحابہ و تابعین سے مروی ہے اسی واقعہ کی طرف ان آیات میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ پڑھیے ترجمہ

www.waseemziyai.com

اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾

ان کے گناہوں پر پکڑا بے شک اللہ قوت والا سخت عذاب والا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی

یہ اس لیے کہ اللہ کسی قوم سے جو نعمت انھیں دی تھی بدلتا نہیں جب تک

یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۳﴾ كَدَاْبِ

وہ خود نہ بدل جائیں اور بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔ جیسے

اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ

فرعون والوں اور ان سے اگلوں کا دستور، انھوں نے اپنے رب کی آیتیں جھٹلائیں

فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا

تو ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کیا اور ہم نے فرعون والوں کو ڈبو دیا اور وہ سب

ظٰلِمِیْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

ظالم تھے۔ ف بے شک سب جانوروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جنھوں نے کفر کیا

تنبیہ: آیت میں مرض سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک شرک ہے۔ اس معنی کر اس قول کے قائل منافق و مشرک دونوں ہوں گے، اس سے ثابت ہے کہ بدر کے دن مسلمانوں کو تھوڑا دیکھ کر مشرکوں نے بھی یہ کہا تھا کہ غرّ ھولاء دینھم ان کے دین نے انھیں غرور میں ڈال رکھا ہے کہ مٹھی بھر کثیر جماعت کے مقابلہ میں آئے ہیں۔ ابن جریج کہتے ہیں: کہ یہ قول مکہ کے بعض منافقوں کا تھا جنھوں نے بظاہر کلمہ پڑھ لیا تھا مگر مشرکوں کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے آئے تھے۔ جب انھوں نے مسلمانوں کو تھوڑا دیکھا تو مرتد ہو گئے۔ اور کہا "غرّ ھولاء دینھم" بہر حال یہ مقولہ منافقوں کا ہو یا مشرکوں کا یا دونوں کا اللہ تعالیٰ انھیں جواب دیتا ہے کہ مسلمانوں کو دین نے غرور میں نہیں ڈالا ہے بلکہ اللہ پر ان کا بھروسہ ہے اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے وہی غالب ہوتا ہے کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

(۷۔ آیت: ۵۰ تا ۵۴) گزشتہ آیات میں کفار بدر کے تکبر و غرور اور قتل و ہزیمت کا بیان تھا ان آیات میں ان کے مرتے وقت کی حالت کا بیان اور ایک ضابطۂ قدرت کا ذکر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی تم اگر کفار کی وہ حالت دیکھتے جب کے فرشتے ان کی جان نکالنے کے وقت ان کی پیٹھ اور منہ پر مارتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ یہ اپنے کیے ہوئے کے بدلے آگ کا عذاب چکھو تو تم اسے امر عظیم خیال کرتے اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے۔ جیسے کہ فرعون والوں اور ان سے اگلوں کا دستور ہوا کہ انھوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا تو اللہ نے انھیں ان کے گناہوں کے بدلے پکڑا۔ اور عذاب میں مبتلا کیا۔ اور یہ اس لیے کہ اللہ جس قوم کو جو نعمت عطا فرماتا ہے اسے بدلتا نہیں ہے جب تک وہ خود بدل نہ جائیں۔ یعنی کفر و عصیان میں مبتلا نہ ہوں جیسے کہ فرعون والوں اور ان سے اگلوں کا دستور ہوا کہ انھوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا تو اللہ نے انھیں ان کے گناہوں کے بدلے ہلاک کیا۔ کسی کو زلزلہ سے، کسی کو چیخ سے، کسی کو کڑک سے، کسی کو پتھر برسا کر اور فرعون والوں کو دریا میں غرق کیا۔ وہ سب ظالم تھے۔

تنبیہ: منہ اور پیٹھ پر مارنے سے مراد آگے اور پیچھے سے مارنا ہے۔ بیضاوی کہتے ہیں: کہ شاید اس سے تعمیم ضرب مراد ہے یعنی

www.waseemziyai.com

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٥﴾ الَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ

اور ایمان نہیں لاتے۔ وہ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا

عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ

پھر ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور ڈرتے نہیں تو اگر تم کہیں انھیں لڑائی میں

فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾

پاؤ تو انھیں ایسا قتل کرو جس سے ان کے پس ماندوں کو بھگاؤ اس امید پر کہ شاید انھیں عبرت ہو

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى

اور اگر تم کسی قوم سے دغا کا اندیشہ کرو تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو

سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿٥٨﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ ع ۷ ۱۰ ۲

برابری پر بے شک دغا والے اللہ کو پسند نہیں۔ ف اور ہرگز کافر اس گھمنڈ میں نہ رہیں کہ وہ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ

ہاتھ سے نکل گئے بے شک وہ عاجز نہیں کرتے اور ان کے لیے تیار رکھو

تمام جسم پر مارنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ جب کفار مسلمانوں کے مقابل ہوئے تو فرشتوں نے ان کے چہروں پر مارا اور جب وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے تو ان کی پیٹھ پر مارا پس اللہ نے مرتے وقت بھی اس کا مقابلہ دکھایا کہ مرتے وقت بھی اسی طرح مارتے ہیں۔ [سراج] اور سدی کہتے ہیں نعمت سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں کہ اللہ نے انھیں قریش واہل مکہ کو عطا فرمایا مگر انھوں نے ان کی تکذیب کی پس اللہ نے اس نعمت کو انصار کی طرف منتقل فرمایا۔ [معالم]

(۸۔آیت: ۵۵تا۵۸) شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وکلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت یہود بنو قریظہ کے حق میں نازل ہوئی کہ انہوں نے خلاف معاہدہ بدر کے دن مشرکوں کی مدد کی انہیں سامان حرب دیا۔ جب ان سے جواب طلب کیا گیا تو بولے کہ ہم بھول گئے تھے آئندہ ایسا نہ کریں گے۔ مگر جنگ خندق میں پھر انھوں نے عہد شکنی کی اور مشرکوں کو مدد پہنچائی۔ بلکہ کعب ابن اشرف وغیرہ بعد جنگ بدر مشرکوں کو پرسا دینے اور مسلمانوں سے اس کا بدلا لینے پر آمادہ کرنے کے لیے مکہ گئے اور ان سے معاہدہ کیا انکے بتوں کو سجدہ کیا کما مر۔ بالآخر مشرکوں کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے آئے۔ [کمالین وغیرہ] یہ شان نزول اگرچہ خاص ہے مگر حکم عام ہے۔ امام رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبیر میں لکھتے ہیں کہ جو قوم امام المسلمین سے عہد شکنی کرے اسے سخت سزا دی جائے۔ اسے قتل وغارت کیا جائے اور جس سے عہد شکنی کا گمان ہو اس سے معاہدہ توڑ دیا جائے۔ اور اسے فسخ معاہدہ کی اطلاع کر دی جائے۔ جیسا کہ حضور نے بنو قریظہ کے ساتھ کیا جب کہ ان سے عہد شکنی کا گمان واندیشہ ہوا۔ اور جو عہد شکنی کا یقین ہو تو فسخ معاہدہ کی اطلاع کرنا ضروری نہیں ہے بغیر اطلاع کیے ان پر حملہ کیا جائے۔ جیسا کہ بنی بکر اور بنی خزاعہ کی جنگ میں جب یقین ہو گیا کہ قریش نے خلاف معاہدہ بنی بکر کی مدد کی ہے تو حضور نے بلا اطلاع اہل مکہ پر چڑھائی کی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک بدتر جانوروں کے وہ ہیں جو کفر کرتے ایمان نہیں لاتے اور ہر بار معاہدہ کر کے توڑ ڈالتے ہیں اور ڈرتے نہیں ہیں۔ پس اگر تم انھیں لڑائی میں پاؤ تو ایسا مارو کہ ان کے پیچھے آنے والوں کو عبرت و

www.waseemziyai.com

مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ

جو قوت تمھیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ ان سے ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ

عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ

جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کے سوا کچھ اوروں کے دلوں میں جنھیں تم نہیں جانتے

اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اللہ انھیں جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ خرچ کرو گے

يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝۶۰ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ

تمھیں پورا دیا جائے گا اور کسی طرح گھاٹے میں نہ رہو گے۔ اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں

فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۶۱

تو تم بھی جھکو اور اللہ پر بھروسا رکھو بے شک وہی ہے سنتا جانتا۔

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ

اور اگر وہ تمھیں فریب دیا چاہیں گے تو بے شک اللہ تمھیں کافی ہے وہی ہے جس نے

اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۶۲ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ

تمھیں زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا۔ اور ان کے دلوں میں میل کردیا اگر

اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ

تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کردیتے ان کے دل نہ ملا سکتے

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۶۳ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ

لیکن اللہ نے ان کے دل ملادیے بے شک وہی ہے غالب حکمت والا۔ اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی)

خوف ہو وہ تمہارے سامنے نہ آئیں۔ اور جو تمہیں کسی قوم سے دغا کا اندیشہ ہو۔ جیسا کہ بنی قریظہ سے ہوا تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک کر توڑ کر برابر ہو جاؤ۔ اور انھیں اس کی اطلاع کر دو تا کہ وہ تم پر دغا کا الزام نہ دھریں کہ اللہ کو دغا کرنے والے پسند نہیں ہیں۔ امام احمد نے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ نے ایک مدت کے لیے اہل روم سے معاہدہ کیا تھا۔ اس کی مدت ختم ہونے سے کچھ روز پہلے انھوں نے سرحد پر بلا اطلاع حملہ کرنے کے لیے فوجیں روانہ کیں۔ اتفاقاً حضرت عمر ابن عنبسہ ادھر آئے اور پکار کر کہنے لگے کہ وفائے عہد کرو۔ وفائے عہد کرو کہ حضور کا حکم ہے جب کسی قوم سے معاہدہ کیا جائے تو مدت گزرنے سے پہلے اسکی گرہ نہ کھولی جائے یا فسخ معاہدہ کی اطلاع انھیں کی جائے۔ پس حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر واپس آئے۔ [وقد رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی]

www.waseemziyai.com

ع ٨

حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٤﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ

اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے ف۹ اے غیب کی خبریں بتانے والے!

حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ

مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو اگر تم میں کے بیس

صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا

صبر والے ہوں گے دو سو پر غالب ہوں گے اور اگر تم میں کے سو ہوں تو

مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ

کافروں کے ہزار پر غالب آئیں گے اس لیے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے اب اللہ نے

اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ

تم پر سے تخفیف فرمادی اور اسے معلوم ہے کہ تم کمزور ہو تو اگر تم میں سو

صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا

صبر والے ہوں دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں کے ہزار ہوں تو

(۹۔آیت:۵۹تا۶۴) شان نزول اس کی وہ مشرکین ہیں جو جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ سے بچ کر بھاگ گئے تھے۔اور ان کی نسبت خیال تھا کہ وہ پھر تیار ہوکر مسلمانوں پر حملہ کریں گے۔[جلال ومعالم] مطلب یہ ہے کہ کافر ہرگز اس گھمنڈ میں نہ رہیں کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ سے بچ کر نکل گئے بے شک وہ عاجز نہیں کرتے ہیں یعنی وہ بچ نہیں سکتے ہیں اللہ کے قبضہ قدرت سے باہر نہیں جاسکتے ہیں۔ہاں تم ان سے لڑنے کے لیے جس قدر قوت تیار کرسکتے ہو تیار کرو۔اور گھوڑے وغیرہ سامان حرب مہیا رکھو تاکہ ان سے کفار کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ۔ چوں کہ سامان حرب مہیا کرنے میں مال خرچ ہوتا تھا۔اس لیے فرماتا ہے تبارک اللہ وتعالیٰ: اور جو کچھ مال تم خدا کی راہ میں جہاد میں خرچ کروگے وہ تمہیں پورا دیا جائے گا۔تم کسی طرح گھاٹے میں نہیں رہوگے اور جو کفار صلح کریں تو کرلو۔اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔اگر وہ تمہیں فریب دیں گے تو تمہیں اللہ کافی ہے۔وہی ہے جس نے تمہیں اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا زور دیا۔اور ان کے دلوں میں میل پیدا کیا۔اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کرتے تب بھی ان کے دل نہ ملا سکتے۔یہ اللہ ہی کی قدرت وقوت تھی جو وہ سب آپس میں مل کر تن واحد ہوگئے۔

تنبیہ: قوت سے مراد ہر وہ شی ہے جو لڑائی میں قوی کرے جیسے ہتھیار چلانا۔تیراندازی کرنا۔گھوڑے کی سواری،فن سپاہ گری سیکھنا،ہتھیار وغیرہ سامان حرب مہیا رکھنا۔مسلم کی حدیث میں حضور سے قوت کی تفسیر تیراندازی مروی ہے۔اس میں بھی فنون حرب سیکھنے ہتھیار چلانے کی مشق کرنے کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت تیراندازی زیادہ تھی اسی سے قوت کی تفسیر فرمائی گئی۔اس سے دوسری چیزوں کی ممانعت نہیں نکلتی ہے۔پس جس زمانہ میں جو ہتھیار لڑائی میں استعمال ہوتے ہوں انھیں استعمال کرنے کی مشق کی جائے جیسے بندوق تلوار وغیرہ نئے نئے آلات حرب۔اور "مِنْ دُوْنِهِمْ" سے کفار مکہ کے غیر مراد ہیں۔خواہ وہ منافق ہوں یا یہود ہوں یا اہل فارس ہوں یا جنات ہوں کہ ان میں بھی مسلمانوں کے دشمن ہیں جیسا کہ طبرانی کی روایت میں آیا ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے

www.waseemziyai.com

اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ

دو ہزار پر غالب ہوں گے اللہ کے حکم سے اور اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔ ف۱ کسی نبی کو لائق نہیں کہ

يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ

کافروں کو زندہ قید کرے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہائے تم لوگ

الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٧﴾ لَوْلَا

دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اگر اللہ

كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٦٨﴾

پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانو! تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا اس میں تم پر بڑا عذاب آتا۔

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

تو کھاؤ جو غنیمت تمہیں ملی حلال پاکیزہ اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بخشنے والا

ہیں: کہ آیت: ﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾ آیت سیف سے منسوخ ہے۔ قتادہ وحسن کا بھی یہی قول ہے۔ ﴿اَلَّفَ بين قلوبهم﴾ سے مراد اوس وخزرج ہیں کہ برسوں کے جدال وقتال اور بغض وعداوت کے بعد شیر وشکر کی طرح مل کر ایک ہو گئے تھے یا جملہ مہاجرین وانصار مراد ہیں اور یہ آیت ﴿يا ايها النبى حسبك الخ﴾ حضور کو تسکین دینے کے لیے جنگ بدر میں قتال سے پہلے مقام بیداء پر نازل ہوئی۔ معنی یہ ہیں کہ اے نبی تمہیں اللہ اور تمہاری اتباع کرنے والے مومنین کافی ہیں۔ یا یہ کہ تمہیں اور تمہاری پیروی کرنے والوں کے لیے اللہ کافی ہے۔

(۱۰۔آیت: ۶۵، ۶۶) شان نزول: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت ہم صحابہ کے حق میں نازل ہوئی۔ [رواہ ابن مردویہ] اور اس میں مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنے اور ترغیب دینے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ چوں کہ پہلے لوگ بڑے بہادر اور نڈر ہوتے تھے۔ چند مسلمان ہزاروں کفار سے مقابلہ کرتے تھے اور ان کی صفوں میں بے خوف وخطر گھس جاتے تھے۔ اور اللہ کی مدد سے فتح پاتے تھے۔ جب مسلمانوں کے صبر واستقامت میں ضعف پیدا ہوا۔ اور انھیں اپنے سے دس گنا کفار سے مقابلہ کرنا دشوار ہوا تو اللہ نے ان کے لیے تخفیف فرمائی اور اپنے سے دوگنے کفار سے مقابلہ کرنا واجب رکھا۔ ان سے منہ موڑنا بھاگنا ناجائز وگناہ قرار دیا۔ تو دوگنی کفار سے زائد کے سامنے سے ہٹنا روا رہا۔ یہ دو چند کی تخصیص تخمینی ہے۔ یعنی اگر مسلمان تخمیناً سو ۱۰۰ر یا اس سے دو چار کم وبیش ہوں۔ اور کفار دوسو ۲۰۰ر یا اس سے دو چار کم وبیش ہوں تو ان کے مقابلہ سے مسلمانوں کو ہٹنا نہ چاہیے۔ یہی قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مفہوم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی تم مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو۔ اگر تم میں کے بیس صبر والے ہوں تو دوسو پر اور اگر سو ہوں گے تو ہزار کفار پر غالب آئیں گے، یہ خبر بمعنی امر ہے۔ یعنی تم میں کے بیس دوسو سے سو ایک ہزار سے لڑیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کو گراں گزری کہ بیس کا دوسو سے اور سو کا ایک ہزار سے مقابلہ بہت سخت تھا۔ تو آیت: ﴿اَلْئٰن خفف الخ﴾ نازل ہوئی یعنی اب اللہ نے اس میں تخفیف فرمائی کہ اسے تمہاری کمزوری معلوم ہے۔ تو اگر تم میں کے سو صبر والے ہوں گے تو دوسو پر غالب آئیں گے اور جو ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب ہوں گے۔ اور اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔ یہ خبر بھی بمعنی امر ہے، یعنی اپنے سے دو چند کفار سے لڑو۔ پس اپنے سے دو چند کفار سے لڑنا واجب ہوا۔ اور دو چند سے زائد کے مقابلہ سے ہٹ آنا روا ہوا۔

www.waseemziyai.com

رَّحِيْمٌ ﴿٦٩﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ ع ٥

مہربان ہے۔ ف۱۱ اے غیب کی خبریں بتانے والے! جو قیدی تمہارے ہاتھ میں ہیں ان سے فرماؤ اگر

يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ

اللہ نے تمہارے دلوں میں بھلائی جانی تو جو تم سے لیا گیا اس سے بہتر تمہیں عطا فرمائے گا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧٠﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ

اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اے محبوب! اگر وہ تم سے دغا چاہیں گے تو

(۱۱۔آیت: ۶۷ تا ۶۹) شان نزول: جب جنگ بدر میں ستر آدمی گرفتار کر کے لائے گئے تو حضور نے ان کے بارے میں صحابہ سے مشورہ لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ انھیں توبہ کرا کر چھوڑ دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ انھوں نے حضور کی تکذیب کی ہے اور تکلیفیں دی ہیں مجھے انھیں قتل کرنے کا حکم فرمائیے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: کہ لکڑیوں کے ڈھیر میں ان کو رکھ کر پھونک دیا جائے۔ پس حضور سب کی رائے سن کر حجرہ میں تشریف لے گئے لوگ آپس میں گفتگو کرتے رہے کسی نے حضرت ابوبکر کی کسی نے حضرت عمر کی کسی نے حضرت عبداللہ کی رائے کو پسند کیا۔ پس حضور تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض دلوں کو نرم اور بعض کو سخت کیا ہے۔ اے ابوبکر تمہاری مثال ابراہیم و عیسیٰ جیسی ہے اور اے عمر تمہاری مثال موسیٰ اور نوح جیسی ہے۔ تم لوگ اس وقت مفلس ہو لہٰذا ان قیدیوں میں سے جو فدیہ دے اسے چھوڑ دو اور جو فدیہ نہ دے۔ اسے قتل کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی سوا سہل ابن بیضا کے کہ وہ اسلام کا ذکر کرتا ہے۔ تو حضور بھی کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا ہاں سوا سہل کے۔ پس ان قیدیوں کو فدیہ لے کر اس شرط پر چھوڑ دیا کہ وہ پھر مسلمانوں سے نہ لڑیں۔ حضرت عباس بھی قیدیوں میں تھے۔ انصار انھیں قتل کرنا چاہتے تھے ان کی وجہ سے رات بھر حضور کو نیند نہ آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا ذکر کیا۔ انھوں نے عرض کیا کیا انھیں لے آؤں فرمایا ہاں۔ جب وہ لینے گئے تو انصار نے دینے سے انکار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر حضور کا منشا ظاہر کیا تو انھوں نے دیدیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انھیں لے کر آئے تو حضور نے ان کا اور ان کے بھتیجے عقیل و نوفل کا فدیہ ادا کیا اور بعض روایات میں ہے کہ انھوں نے اپنا فدیہ خود دیا۔ فدیہ ہر ایک سے چالیس اوقیہ لیا گیا تھا۔ اور اوقیہ چالیس درم کا ہوتا ہے۔ تین آدمیوں نے نہیں دیا تھا انھیں قتل کیا گیا۔ اس فدیہ لے کر چھوڑنے پر یہ عتاب آمیز آیت نازل ہوئی۔ دوسرے روز جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضور اور ابوبکر رو رہے ہیں انھوں نے رونے کا سبب پوچھا۔ فرمایا! تیرے ساتھیوں کے لیے رو رہا ہوں کہ انھوں نے فدیہ لینا پسند کیا ان سے مواخذہ کیا گیا ہے اور انھیں عنقریب یہ سزا دی جائے گی کہ ان کے بھی اتنے ہی آدمی آئندہ سال لڑائی میں قتل ہوں گے۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضور نے فرمایا اگر عتاب نازل ہوتا تو سوا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوئی نہ بچتا۔ [کمالین] مطلب یہ ہے کہ کسی نبی کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ کافروں کو زندہ قید کرے جب تک کہ زمین پر ان کا خون نہ بہالے یعنی جب تک کہ ان کو خوب قتل نہ کریں۔ تم دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ تمہارے لیے آخرت کا ثواب چاہتا ہے اگر اللہ پہلے یہ نہ لکھ چکا ہوتا کہ حاضرین بدر مغفور ہیں اور مال غنیمت ان کو حلال ہے تو اے مسلمانو! تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا ہے اس میں تم پر بڑا عذاب آتا۔ جب آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے غنیمت اور فدیہ سے ہاتھ روکا اسے اپنے صرف میں لانے سے باز رہے۔ پس انہیں حکم فرمایا گیا کہ تم مال غنیمت کو کھاؤ وہ پاک و حلال ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس آیت سے مال غنیمت کی حلت ثابت ہے۔ حدیث میں ہے کہ مال غنیمت ہمارے لیے حلال فرمایا گیا ہے ہم سے اگلوں میں سے کسی کے لیے حلال نہ تھا۔ دوسری حدیث میں ہے غنیمتیں ہم سے اگلوں میں سے کسی

www.waseemziyai.com

خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

اس سے پہلے اللہ ہی کی خیانت کر چکے ہیں جس پر اس نے اتنے تمہارے قابو میں دے دیے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ ف۱۲

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

بے شک جو ایمان لائے اور اللہ کے لیے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ

لڑے اور وہ جنھوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے وارث

بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ

ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمھیں ان کا ترکہ

مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ

کچھ نہیں پہنچتا جب تک ہجرت نہ کریں اور اگر وہ دین میں تم سے مدد چاہیں

فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ

تو تم پر مدد دینا واجب ہے مگر ایسی قوم پر کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے اور اللہ

کے لیے حلال نہیں اللہ نے ہمارے لیے حلال کیں اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور بے چارگی کو دیکھا پس انھیں ہمارے لیے پاک وحلال کیا۔ [بخاری ومسلم] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہی: کہ غنیمتیں انبیا اوران کی امتوں پر حرام تھیں جب انھیں مال غنیمت ملتا تو وہ اسے جمع کر دیتے پس آسمان سے آگ نازل ہوتی اور اسے جلا دیتی۔ بدر کے روز مسلمانوں نے مال غنیمت بھی پایا اور فدیہ بھی لیا تو اللہ نے فرمایا: ﴿لولا کتاب الخ﴾۔ [معالم]

تنبیہ: ﴿حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ﴾ کا یہ مطلب ہے کہ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنا مناسب نہ تھا۔ بلکہ قتل کرنا بہتر تھا تاکہ کفار پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ جاتی لیکن یہ حکم امام شافعی واحمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک آیت ﴿فاِمّا منًّا بعد واِمّا فداءً﴾ سے منسوخ ہے، امام کو قتل کرنے یا غلام بنانے یا فدیہ لے کر یا بغیر فدیہ لیے چھوڑ دینے کا اختیار ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک امام کو صرف قتل کرنے یا غلام بنانے کا اختیار ہے چھوڑ دینے کا اختیار نہیں ہے کہ آیت فدیہ آیت فاقتلوا المشرکین سے منسوخ ہے۔ یہی قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔

(۱۲۔ آیت: ۷۰، ۷۱) شان نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت عباس وعقیل ونوفل کے حق میں نازل ہوئی۔ کہ جب وہ بدر کے قیدیوں میں گرفتار ہو کر آئے اور قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی رائے قرار پائی تو قریش نے اپنے اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑا لیا جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فدیہ مانگا گیا تو انھوں نے کہا میں تو مسلمان تھا زبردستی کفار مجھے اپنے ساتھ لے آئے تھے تو حضور نے فرمایا تمہارے اسلام کا حال خدا جانے بظاہر تو تم ہم پر چڑھ کر آئے اور گرفتار ہوئے تم اپنا اور اپنے بھتیجے نوفل کا اور اپنے حلیف عتبہ کا فدیہ ادا کرو۔ انھوں نے کہا میرے پاس اس قدر مال کہاں ہے۔ فرمایا وہ مال کہاں گیا جو تم نے اورام الفضل نے چلتے وقت زمین میں گاڑا تھا۔ اور کہا تھا کہ اگر میں اس لڑائی سے نہ لوٹا تو یہ میرے بچوں فضل اور عبداللہ وعبیداللہ وقثم کے

www.waseemziyai.com

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٧٢﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ

تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ اور کافر آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں

اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿٧٣﴾

ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے

وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

اور جنھوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں ان کے لیے بخشش ہے

وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٧٤﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا

اور عزت کی روزی اور جو بعد کو ایمان لائے اور ہجرت اور تمہارے ساتھ

مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ

جہاد کیا وہ بھی تمھیں میں سے ہیں اور رشتے والے ایک سے دوسرے زیادہ نزدیک ہیں

فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٧٥﴾ ع

اللہ کی کتاب میں بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ ف۱۳

کام آئے گا۔ عرض کی بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اس مال کی سوا میرے اور ام الفضل کے اور کسی کو خبر نہ تھی میں فدیہ دیتا ہوں مگر میر ابیس اوقیہ سونا جو لوٹ لیا گیا ہے وہ اس میں مجرا فرمائیے۔ فرمایا وہ فدیہ میں مجرا نہ ہوگا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے ہی حق میں نازل ہوئی اور اللہ نے اپنا وعدہ یوتکم خیرا مما اخذ منکم پورا فرمایا کہ بیس اوقیہ سونے کے بدلے مجھے بیس غلام عطا فرمائے جو بہت قیمتی ہیں اور ہر غلام ان میں کا بیس ہزار سے میرے لیے تجارت کرتا ہے اور آخرت میں اللہ سے مغفرت واجر جزیل کی امید رکھتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی جو قیدی تمہارے ہاتھ میں ہیں۔ ان سے فرماؤ اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں بھلائی جانی۔ ایمان واخلاص دیکھا تو تم سے جو فدیہ لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں عطا فرمائے گا۔ اس طرح کہ دنیا میں اس کو تمہارے لیے بڑھائے گا اور آخرت میں اس کا ثواب دے گا۔ اور تمہیں بخش دے گا۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ آیت کے نزول کو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ مخصوص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ آیت کے الفاظ عموم پر دلالت کرتے ہیں۔ وہ سب قیدیوں کے بارے میں ہوسکتی ہے۔

(۱۳۔ آیت: ۷۲ تا ۷۵) ان آیات میں چار قسم کے مسلمان ذکر فرمائے گئے ہیں اور ان کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

(۱) وہ جو ایمان لائے اور اللہ کے لیے اپنے گھر بار چھوڑے یعنی ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں یعنی جہاد میں اپنا جان ومال صرف کیا یہ مہاجرین اولین ہیں۔

(۲) وہ جنہوں نے مہاجرین کو اپنے گھروں میں رکھا۔ ان کی ہر طرح سے مدد کی۔ یہ انصار ہیں۔ ان دونوں قسم کے مسلمانوں کا

www.waseemziyai.com

حکم یہ ہے کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے ولی وارث ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسدی وغیرہ ایک جماعت نے اس آیت کو وراثت ہی پر محمول کیا ہے۔

(۳) وہ جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے خدا اور رسول کے احکام کی تعمیل کی مگر اپنی کمزوری اور کفار مکہ کے قبضہ میں ہونے کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے بیماری وغیرہ موانع کی وجہ سے مدینہ نہ آسکے ان کا حکم یہ ہے کہ ان کی میراث وترکہ میں مسلمانوں کو کچھ نہیں پہنچتا ہے اور نہ غنیمت میں ان کا کوئی حصہ ہے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔ ہاں اگر وہ تم سے دین میں مدد چاہیں تو تم پر ان کی مدد کرنا واجب ہے، اگر یہ استمداد ایسی قوم کے مقابلہ میں نہ ہو جس سے تمہارا معاہدہ ہو ورنہ واجب نہیں ہے یہ حکم آیت واولوا الارحام سے منسوخ ہے۔ پھر مہاجرین وانصار کی مدح فرمائی کہ یہی لوگ سچے مسلمان ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے۔ اور درمیان میں یہ بھی فرمادیا کہ کفار آپس میں ایک دوسرے کے والی وارث ہیں تمہارے انکے درمیان میں وراثت نہیں ہے تو تم اپنوں سے موالات کرو۔ کفار سے قطع تعلق کرو۔ اگر تم ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ وفساد ہوگا اور دین میں خلل واقع ہوگا۔

(۴) وہ جو بعد کو ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور جو حکم تمہارے لیے ہے وہی ان کے لیے ہے۔ اور میراث وغنائم میں تمہارے برابر حصہ پانے والے ہیں اگرچہ مرتبہ میں وہ تم سے مؤخر ہیں اور فضیلت میں کم ہیں۔ اور رشتہ والے ایک سے دوسرے اللہ کی کتاب میں زیادہ نزدیک ہیں۔ ائمہ حنفیہ نے اسی آیت سے ذوی الارحام کی وراثت ثابت کی ہے اور عصبہ نہ ہونے پر انہیں وارث قرار دیا ہے اور کتاب اللہ سے قرآن عظیم یا لوح محفوظ مراد ہے۔ ان چاروں قسم کے مسلمانوں میں افضل مہاجرین اولین ہیں پھر انصار ہیں پھر ہجرت ثانیہ والے ہیں۔

تنبیہ: چوں کہ آیت مذکور سے مفہوم ہو رہا ہے کہ مہاجرین وانصار ایک دوسرے کے والی ووارث ہیں اور ایک دوسرے کے میراث میں حق دار ہیں۔ لہذا حضور نے مہاجرین وانصار کے درمیان عقد موالات ومواخات باندھا تھا۔ یعنی ایک کو دوسرے کا بھائی قرار دیا تھا۔ اور وارث بنادیا تھا۔ بلکہ قریبی وارثوں سے بھی زیادہ انھیں مستحق قرار دیا تھا۔ جس انصاری کا جس مہاجر سے عقد مواخات ہوتا وہ اپنا نصف مال وجائداد حتی کہ دو بیویوں میں سے ایک بیوی کو طلاق دے کر اپنے بھائی مہاجر کو دے دیتا تھا۔ لیکن آیت میراث نازل ہونے کے بعد یہ وراثت منسوخ ہوگئی۔ اور بعد کو ایمان لانے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہجرت اولیٰ کے بعد قبل فتح مکہ ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے۔ جیسے خالد ابن ولید وغیرہ کہ بعد فتح مکہ ہجرت نہیں رہی۔ لاهجرة بعد الفتح.

تنبیہ: ہجرت تین قسم ہے۔ اول وہ جو شروع اسلام میں مکہ سے مدینہ کو ہوئی۔ دوسرے وہ جو صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے پہلے ہوئی۔ اول والے مہاجرین سابقین کہلاتے ہیں اور آیت: ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ﴾ [التوبة: ۱۰۰] میں اسی کی طرف اشارہ ہے ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ اور دوسری ہجرت بھی ہجرت ہے مگر پہلی کے برابر نہیں۔ تیسری ہجرت یہ ہے کہ دار الکفر سے اپنا گھر بار چھوڑ کر دار الاسلام کی طرف ہمیشہ کے لیے چلا جائے۔ یہ ہجرت ہر مسلمان پر واجب ہے جب کہ غلبۂ کفر کی وجہ سے وہ فرائض اسلام کھلم کھلا بلا روک ٹوک نہ ادا کر سکتا ہو۔ اور جہاں فرائض وواجبات اسلام کھلم کھلا بلا روک ٹوک ادا کر سکتا ہو وہاں سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنا مستحب ہے اس کا ثواب پائے گا۔ اگر بہ نیت خالص اللہ کے لیے ہجرت کی ہوگی حدیث میں ہے جو مشرکوں کے ساتھ ملا اور مشرکوں کے ساتھ رہا وہ انھیں کی مثل ہے۔

www.waseemziyai.com

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّة

اٰیَاتُهَا ١٢٩ رُكُوْعَاتُهَا ١٦

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ

بیزاری کا حکم سنانا ہے اللہ اور [اس کے] رسول کی طرف سے ان مشرکوں کو جن سے تمہارا معاہدہ تھا اور وہ

الْمُشْرِكِيْنَ ۝١ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ

قائم نہ رہے تو چار مہینے زمین میں چلو پھرو اور جان رکھو کہ تم

غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ۝٢ وَاَذَانٌ مِّنَ

اللہ کو تھکا نہیں سکتے اور یہ کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے اور منادی پکار دینا ہے

اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن کہ اللہ

بَرِىْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ

بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول، تو اگر تم توبہ کرو تو تمہارا بھلا ہے

وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ

اور اگر منہ پھیرو تو جان لو کہ تم اللہ کو نہ تھکا سکو گے اور

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٣ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ

کافروں کو خوشخبری سناؤ . دردناک . عذاب کی۔ مگر وہ مشرک جن سے تمہارا

الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ

معاہدہ تھا پھر انھوں نے تمہارے عہد میں کچھ کمی نہ کی اور تمہارے مقابل کسی کو

اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

مدد نہ دی تو ان کا عہد ٹھہری ہوئی مدت تک پورا کرو، بے شک اللہ پرہیزگاروں کو دوست

الْمُتَّقِيْنَ ۝٤ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ

رکھتا ہے۔ پھر جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو مشرکوں کو مارو

حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ

جہاں پاؤ اور انھیں پکڑو اور قید کرو . اور ہر جگہ ان کی تاک میں

www.waseemziyai.com

كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا

بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو

سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٥ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ

ان کی راہ چھوڑ دو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اے محبوب! اگر کوئی

الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ

مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر

اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝٦ كَيْفَ ع ۱۶ ۷

اسے اس کی امن کی جگہ پہنچادو یہ اس لیے کہ وہ نادان لوگ ہیں ف۱۴ مشرکوں کے لیے

يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا

اللہ اور اس کے رسول کے پاس کوئی عہد کیونکر ہوگا مگر

الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ

وہ جن سے تمہارا معاہدہ مسجد حرام کے پاس ہوا تو جب تک وہ تمہارے لیے عہد پر قائم رہیں

(۱۴۔آیت: یکم تا ۶) اس سورہ کا نام سورۂ توبہ ہے۔اور سورۂ برأۃ وسورۂ عذاب وغیرہ بھی ہے۔ یہ سورت بعد فتح مکہ مدینہ میں نازل ہوئی سوا ﴿لقد جاء کم رسول من أنفسکم﴾ کے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وحضرت ابن زبیر وحضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ سب سے آخر میں یہ سورت نازل ہوئی۔[بخاری] اور اس پر بسم اللہ لکھنے کا حضور نے حکم نہیں فرمایا۔جیسا کہ حاکم کی حدیث سے نکلتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بسم اللہ امان ہے اور سورہ توبہ کفار سے امان دور کرنے کے لیے نازل ہوئی (اس لیے اسے بسم اللہ سے شروع نہیں کیا گیا کہ مناسب نہ تھا) [سراج] حضرت سفیان ابن عیینہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ابو السعود کہتے ہیں کہ بسم اللہ نہ لکھنے کی بھی حکمت ہے جس کی طرف حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اشارہ فرمایا ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سورہ توبہ کو انفال کے بعد رکھنے اور اس پر بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ پوچھی فرمایا جب کوئی آیت نازل ہوتی تو حضور اسے اس کے موقع پر لکھوا دیتے تھے چوں کہ اس کو حضور نے موقع پر نہیں لکھوایا تھا کہ وفات فرمائی اور ان دونوں سورتوں کا مضمون مشابہ تھا اس لیے ہم نے ان دونوں کو پاس رکھا۔اور درمیان میں بسم اللہ نہیں لکھی۔ [ترمذی وغیرہ] امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ یہ سورۃ بلا بسم اللہ کے جبرئیل لائے تھے۔شان نزول: جب مکہ فتح ہوگیا اور اسلام کی شان وشوکت نمایاں ہوگئی تو بہت سے قبیلہ مسلمان ہوگئے اور بہت سوں نے مسلمانوں سے دب کر صلح کرلی اور معاہدہ کرلیا کہ ہم آپ سے اور آپ کے حلیفوں سے نہ لڑیں گے اور نہ آپ کے خلاف سازش کریں گے اگر ضرورت ہوئی تو آپ کی مدد کریں گے ۹ھ میں حضور کو خبر ملی کہ شاہ غسان کفار عرب کے بھڑکانے سے حجاز پر حملہ کرنا چاہتا ہے اور بافوج جرار حدود شام سے چل دیا ہے۔لہذا حضور بیس ہزار مسلمانوں کو لے کر اس کی مدافعت کے لیے شام کی طرف روانہ ہوئے اور سرحد شام پر جا کر بمقام تبوک قیام کیا۔مگر وہاں غسانی فوجیں نظر نہ آئیں چند روز ٹھہر کر واپس آئے۔ یہاں منافقوں نے افواہیں اڑائیں کہ اب مسلمان لوٹ کر نہ آئیں گے۔غسانی فوجیں انہیں

www.waseemziyai.com

فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝٧ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا

تم ان کے لیے قائم رہو، بے شک پرہیزگار اللہ کو خوش آتے ہیں ۔ بھلا کیونکر ان کا حال تو یہ ہے کہ

عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ

تم پر قابو پائیں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا، اپنے منہ سے تمہیں راضی کرتے ہیں

وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝٨ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

اور ان کے دلوں میں انکار ہے اور ان میں اکثر بے حکم ہیں ۔ اللہ کی آیتوں کے بدلے

ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا

تھوڑے دام مول لیے تو اس کی راہ سے روکا بے شک وہ بہت ہی برے

يَعْمَلُوْنَ ۝٩ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ

کام کرتے ہیں۔ کسی مسلمان میں نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا اور وہی

ہلاک کریں گی جب یہ افواہیں عرب میں چاروں طرف پھیلیں تو ان کفار نے جن سے معاہدے ہوئے تھے بدعہدی کرنا شروع کی صرف بنو ضمرہ اور بنو کنانہ اپنے معاہدہ پر قائم رہے باقی سب پھر گئے تو یہ سورہ نازل ہوئی۔ اس میں منافقوں سے معاہدہ فسخ کرنے اور مشرکوں غیر معاہدوں وغیرہ مستامنوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور ان سے براءت ظاہر کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ و رسول کی جانب سے بیزاری کا حکم سنانا ہے ان مشرکوں کو جن سے تمہارا معاہدہ بلا مدت مقرر کئے یا چار ماہ سے کم یا زیادہ مدت کے لیے ہوا۔ اور انہوں نے معاہدہ توڑ دیا تو اے مشرکو تم چار مہینہ زمین میں چل پھر لو یعنی چار ماہ کی تمہیں امان ہے پھر تمہیں امان نہیں۔ اور جان لو کہ تم اللہ کو تھکا نہیں سکتے ہو اس کے عذاب سے بچ نہیں سکتے ہو اور یہ کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے دنیا و آخرت میں۔ اور سب لوگوں میں بڑے حج کے دن منادی کرنا ہے کہ اللہ و رسول مشرکوں سے بیزار ہیں اور ان کے عہدوں سے بری ہیں۔ پس حضور نے علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو ۹ھ میں مکہ بھیجا انھوں نے یوم نحر منیٰ میں کلمات مذکورہ پکار کر کہے اور کہا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ برہنہ طواف بیت اللہ کرے۔ [بخاری] کفار نے اعلان کے جواب میں کہا اے علی! اپنے بھائی سے کہہ دینا کہ ہم نے خود معاہدہ توڑ دیا۔ اب ہمارے تمہارے درمیان تلوار ہے یا تیر۔ پھر فرماتا ہے تبارک وتعالیٰ پس اگر تم اے کافرو کفر سے توبہ کرو گے تو تمہارا بھلا ہے اور جو تم ایمان سے منہ پھیرو گے تو جان لو کہ تم اللہ کو تھکا نہ سکو گے اور کافروں کو دردناک عذاب کی خوش خبری سناؤ۔ مگر جن مشرکوں سے تمہارا معاہدہ تھا اور انھوں نے اس میں کچھ کمی نہ کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کو مدد دی تو ان کا عہد مدت مقررہ تک پورا کرو کہ اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے اس میں اشارہ ہے کہ وفائے عہد باب تقویٰ سے ہے۔ حدیث میں ہے کہ جن لوگوں کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاہدہ ہوا ہو ان کے معاہدہ کی ختم مدت تک پابندی کی جائے گی پس یہ استثنا "بری، من المشرکین" سے ہے۔ جیسا کہ بنو ضمرہ سے حضور کا معاہدہ تھا انھوں نے اس میں کمی نہیں کی تھی اور معاہدہ میں نو ماہ باقی تھے۔ پس اس کو حضور نے بحکم الٰہی پورا کیا۔ [سراج] پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ مارو اور انھیں پکڑو اور قید کرو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو اور ان کے قلعوں اور گڑھوں کا محاصرہ کرو تا کہ وہ قتل ہوں۔ اسلام لائیں۔ حسن ابن الفضل کہتے ہیں کہ اس آیت سے وہ سب آیتیں منسوخ ہیں جن میں مشرکوں سے اعراض کرنے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ [سراج] پھر اگر وہ کفر سے توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکاۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو ان سے تعرض نہ کرو

www.waseemziyai.com

هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿١٠﴾ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ

سرکش ہیں۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں

فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿١١﴾ وَاِنْ

تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں جاننے والوں کے لیے اور اگر

نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ

عہد کر کے اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین پر منہ آئیں

فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ

تو کفر کے سرغنوں سے لڑو بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں۔ اس امید پر کہ شاید

يَنْتَهُوْنَ ﴿١٢﴾ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ

وہ باز آئیں ف۱۵ کیا اس قوم سے نہ لڑو گے جنھوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کے نکالنے کا

کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو مشرک جن کے قتل کا حکم کیا گیا ہے تم سے پناہ مانگے اسے پناہ دو۔ تا کہ وہ اللہ کا کلام قرآن عظیم سنے پھر اسے امن کی جگہ یعنی اس کی قوم میں پہنچا دو۔

تنبیہ: وہ چار ماہ جن میں مشرکوں کو امان دی گئی اشہر حرام ہیں۔ یعنی شوال ذی قعدہ ذی الحجہ محرم۔ اور بعض کے نزدیک ابتدا اس مدت کی یوم النحر ہے۔ اور انتہا اس کی دس ربیع الآخر ہے۔ معالم میں اسی کو صواب کہا ہے اور اکثر کا قول بتایا ہے۔ اور حج اکبر سے مراد یوم النحر ہے روایت ہے کہ حضور حجۃ الوداع میں جمرات کے درمیان یوم نحر ٹھہرے اور پوچھا آج کیا دن ہے؟ لوگوں نے کہا یوم نحر ہے۔ فرمایا یہ یوم حج اکبر ہے۔ اور اسے حج اکبر اس لیے کہا گیا ہے کہ عمرہ کو حج اصغر کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ وہ یوم عرفہ ہے لقولہ علیہ السلام الحج عرفۃ۔ [سراج]

(۱۵۔ آیت: ۷ تا ۱۲) گزشتہ آیات میں مشرکین سے معاہدہ فسخ کرنے کو فرمایا گیا تھا مگر وجہ فسخ نہیں بیان کی گئی تھی۔ ان آیات میں اس کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکوں کے لیے اللہ و رسول کا کوئی عہد کیوں کر ہوگا یعنی نہیں ہوگا کہ وہ کافر و غادر ہیں۔ سوا ان مشرکوں کے جن سے تمہارا معاہدہ مسجد حرام کے قریب ہوا پس جب تک وہ عہد پر قائم رہیں تم بھی قائم رہو اور کیوں کر ان سے عہد قائم رہ سکتا ہے حالاں کہ اگر وہ تم پر قابو پالیں تو وہ تمہاری قرابت و عہد کا لحاظ نہ کریں تمہیں ایذا پہنچانے میں کوتاہی نہ کریں۔

(۲) وہ بظاہر منہ سے تمہیں خوش کرنے کی باتیں کرتے ہیں۔ اور دلوں میں انکار رکھتے ہیں۔ (۳) یہ کہ اکثر ان میں کے بے حکم ہیں عہد کو توڑنے والے ہیں۔ (۴) یہ کہ انھوں نے آیات اللہ کو تھوڑے داموں سے بدلا یعنی اپنی خواہشوں کے مقابلہ میں انھیں ترک کیا۔ اللہ کی راہ سے خود ہی برگشتہ ہوئے۔ اور دوسروں کو بھی اس سے روکا۔ (۵) یہ کہ وہ ہر مسلمان سے بیر رکھتے ہیں کسی ایماندار کے مقابلہ میں وہ قرابت و عہد کا لحاظ نہیں کرتے ہیں، یہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے سرکش ہیں۔ لہٰذا اللہ و رسول بھی ان سے معاہدہ برقرار نہیں رکھتے ہیں پس اگر وہ توبہ کریں اور نماز پڑھیں زکاۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اور جو وہ اپنے عہد کو توڑیں اور تمہارے دین میں عیب نکالیں طعنہ زنی کریں تو کفر کے سرغنوں سے لڑو کہ ان کی قسموں کا اعتبار نہیں ہے۔ اسی سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمسک پکڑا ہے کہ کافر کی قسم قسم ہی نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت: ﴿فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ﴾ ابوجہل و ابوسفیان و ہشام وغیرہ روسائے قریش کے بارے میں نازل ہوئی۔ [سراج] قتادہ نے بھی ائمۃ الکفر سے سرداران قریش مراد لیے ہیں۔ اور مجاہد

www.waseemziyai.com

الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ

ارادہ کیا حالانکہ انھیں کی طرف سے پہل ہوئی ہے کیا ان سے ڈرتے ہو تو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ

تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣﴾ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ

اس سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔ تو ان سے لڑو اللہ انھیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں

وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٤﴾

اور انھیں رسوا کرے گا اور تمھیں ان پر مدد دے گا اور ایمان والوں کا جی ٹھنڈا کرے گا۔

وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

اور ان کے دلوں کی گھٹن دور فرمائے گا اور اللہ جس کی چاہے توبہ قبول فرمائے اور اللہ علم و

حَكِيْمٌ ﴿١٥﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا

حکمت والا ہے۔ ف۱۶ کیا اس گمان میں ہو کہ یوں ہی چھوڑ دیے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے پہچان نہ کرائی ان کی جو

مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ

تم میں سے جہاد کریں گے اور اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اہل فارس وروم مروی ہیں اور حسن نے اہل دیلم مراد لیے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ ائمہ کفر سے خاص افراد مراد نہیں ہیں بلکہ جو جس زمانہ میں اسلام و مسلمین کے تباہ و برباد کرنے کی فکر و کوشش کرے اور مشرکوں کو اس پر ابھارے وہ ائمہ کفر سے ہے۔

(۱۶۔ آیت: ۱۳ تا ۱۵) شان نزول: یہ آیت بنو قریظہ کے حق میں نازل ہوئی کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدینہ سے نکال دینے اور بعض نے فریب سے حضور کو قتل کرنے کی اسکیم بنائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بروقت ان کا پردۂ فریب چاک کیا اور حضور کو ان کے شر سے محفوظ رکھا جس کا تذکرہ احادیث میں آیا ہے۔ علاوہ اس کے انہوں نے علانیہ معاہدہ شکنی کی تھی کہ کفار مکہ کو مدد دی تھی۔ لیکن اکثر محققین کے نزدیک یہ قریش کی بدعہدی کی طرف اشارہ ہے جو انھوں نے معاہدۂ حدیبیہ کے خلاف بنو بکر کی بمقابلہ بنو خزاعہ مدد کی تھی بلکہ بھیس بدل کر شریک جنگ ہوئے تھے اور بنو خزاعہ نے آکر حضور سے فریاد کی تھی۔ حضور نے ان سے جواب طلب کیا تھا تو انھوں نے فسخ عہد کیا جس پر حضور نے مکہ پر چڑھائی کی اور اسے فتح کیا جس کا قصہ طویل ہے بہر حال یہ آیت عہد توڑنے والے کفار کے حق میں نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! کیا تم اس قوم سے نہ لڑو گے جس نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو مکہ سے نکالنے کا ارادہ کیا اور انھیں کی طرف سے لڑائی کی پہل ہوئی کہ وہ بنو بکر کے ساتھ ہو کر بنو خزاعہ تمہارے حلیف سے لڑے۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو تو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو۔ اگر ایمان رکھتے ہو تو ان سے لڑو۔ خدا انھیں تمہارے ہاتھ سے عذاب دے گا اور رسوا کرے گا اور تمہاری ان پر مدد کرے گا اور ایمان والوں کا دل ٹھنڈا کرے گا اور ان کے دلوں کی گھٹن بے چینی دور کرے گا یہ وعدۂ الٰہی ہے جو پورا ہوا۔ اور یہ آیت معجزات سے ہے۔

www.waseemziyai.com

وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ ع ٢ ١٠ ٨

نہ بنائیں گے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ ف١٧ مشرکوں کو نہیں پہنچتا

اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ

کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں خود اپنے کفر کی گواہی دے کر

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۖۚ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿١٧﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ

ان کا تو سب کیا دھرا اکارت ہے اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے اللہ کی مسجدیں

اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى

وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز قائم رکھتے اور

الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ

زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے کہ یہ لوگ

الْمُهْتَدِيْنَ ﴿١٨﴾ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

ہدایت والوں میں ہوں۔ تو کیا تم نے حاجیوں کی سبیل اور مسجد حرام کی خدمت اس کے برابر ٹھہرالی

كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا،

لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩﴾ وقف لازم

وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ

وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال جان سے اللہ کی راہ میں لڑے

(۱۷۔آیت:۱۶) گزشتہ آیات میں جہاد کا حکم دیا گیا تھا اور اس کی حکمت یہ بیان فرمائی تھی کہ اللہ مسلمانوں کے ہاتھ سے کفار کو ذلیل و رسوا کرنا اور مسلمانوں کے دل ٹھنڈے کرنا چاہتا ہے۔ اس سے یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ اللہ بغیر جہاد کے بھی کفار کو ذلیل و رسوا اور مسلمانوں کا دل ٹھنڈا کرسکتا تھا کہ اس کے قبضہ وقدرت میں سب کچھ ہے۔ ان آیات میں اس شبہ کے ازالہ کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ مسلمان یہ گمان نہ کریں کہ وہ یوں ہی بغیر پہچان کرائے اور بغیر آزمائے ہوئے چھوڑ دیئے جائیں گے یہ جہاد کا حکم اسی لیے کیا ہے کہ تمہاری آزمائش و پہچان ہوجائے کہ کون تم میں سے جہاد کرے گا اور اللہ و رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بنائے گا۔ اور کون اس کی خلاف ورزی کرے گا ابھی تک یہ ظاہر نہیں ہوا ہے کہ تم میں کون مخلص ہے اور کون غیر مخلص ہے اور جہاد کرنے سے یہ ظاہر ہوجائے گا کہ مخلص جہاد کریں گے اور منافق اس سے پہلوتہی کریں گے۔

www.waseemziyai.com

وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿٢٠﴾

اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا

ان کا رب انھیں خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا اور ان باغوں کی جن میں انھیں

نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿٢١﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ

دائمی نعمت ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے بے شک اللہ کے پاس بڑا

عَظِيْمٌ ﴿٢٢﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ

ثواب ہے۔ ف۱۸ اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست

اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ

نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ

تو وہی ظالم ہیں تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی

(۱۸۔آیت:۱۷تا۲۲) شان نزول: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قید ہو کر آئے تو مسلمانوں نے انھیں ملامت کی تو انھوں نے مسلمانوں سے کہا کہ تم ہم پر ایمان وہجرت میں سبقت لے گئے تو کیا ہوا ہم بھی تو مسجد حرام کو آباد کرتے تھے۔اور حاجیوں کو پانی پلاتے تھے۔اور حسن وشعبی کہتے ہیں کہ طلحہ ابن شیبہ نے یہ کہا تھا کہ خانہ کعبہ کی کنجی ہمارے پاس اور حضرت علی نے کہا تھا کہ میں نے دوسرے لوگوں سے چند ماہ پہلے قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے اور میں صاحب جہاد ہوں۔تو ان کے رد میں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی۔مطلب یہ ہے کہ اللہ کی مسجدیں آباد کرنے کا حق مشرکوں کو نہیں پہنچتا ہے کہ انھوں نے خود اپنے کفر کی گواہی دی ہے بتوں کو سجدہ کر کے تو وہ کیوں کر اس کے اہل ہو سکتے ہیں۔ان کا تو سب کیا دھرا اکارت ہے ان کا کوئی ثواب ان کو نہ ملے گا۔اور ہمیشہ آگ میں رہیں گے اس پر ان کا فخر کرنا بیجا ہے۔اللہ کی مسجدیں تو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور نماز پڑھتے زکاۃ دیتے ہیں۔اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ہیں قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت پانے والوں سے ہوں۔کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے والوں اور مسجد حرام کی خدمت کرنے والوں کو اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والوں اور راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کے برابر ٹھہرایا ہے وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں۔باقی ترجمہ پڑھیے،امام احمد وترمذی کی حدیث میں ہے کہ جب تم کسی کو مسجد کی خدمت کرتے دیکھو تو اس کے مومن ہونے کی گواہی دو۔کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ﴾ بزار وعبدالرزاق کی حدیث میں ہے کہ مسجد کو معمور رکھنے والے ہی اہل اللہ ہیں۔طبرانی کی حدیث میں ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد کو چلا وہ اللہ کا زائر ہے اور اللہ پر حق ہے کہ وہ اپنے زائر کا اکرام کرے۔حضرت انس سے روایت ہے کہ جس نے مسجد میں چراغ جلایا اس کے لیے حاملان عرش استغفار کرتے ہیں جب تک وہ روشن رہتا ہے۔[سراج] بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے:جس نے خدا کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے اور جو صبح وشام مسجد کو جاتا ہے اللہ اسکے لیے صبح وشام جنت سے ضیافت تیار کرتا ہے۔بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے جو

www.waseemziyai.com

وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ

اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا

كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

جس کے نقصان کا تمھیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول

وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ

اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک [کہ] اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٤﴾ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ ع ٣ ٨ ٩

فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ ف١٩ بے شک اللہ نے بہت جگہ تمہاری مدد کی

كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـــًٔا

اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی

وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ ج

اور زمین اتنی وسیع ہو کر تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ دے کر پھر گئے۔

شخص اچھی طرح وضو کرکے مسجد کو نماز ہی کے لیے گیا تو اللہ اس کے ہر قدم پر اس کا درجہ بلند فرماتا ہے اور خطا اس کی گھٹاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجد بنانے اور اسے صاف ستھرا خوشبودار رکھنے کا حکم فرمایا۔ [ترمذی وابن ماجہ] ترمذی کی حدیث میں ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ پر میری امت کے ثواب پیش کیے گئے یہاں تک کہ مسجد سے کوڑا اٹھینکنے کا ثواب۔ انھیں کی دوسری حدیث میں مساجد کو جنت کی کیاریاں فرمایا گیا ہے اور ان میں چرنے یعنی خدا کا ذکر کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ ابن حبان کی حدیث میں مساجد کو خیر البقاع بہترین حصہ زمین فرمایا گیا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کونسی مسجد سب سے پہلے زمین پر بنائی گئی فرمایا: مسجد حرام پھر مسجد اقصیٰ۔ [بخاری ومسلم] بعض احادیث میں آیا ہے کہ مسجد میں جھاڑو دینا حوروں کا مہر ادا کرنا ہے۔

تنبیہ: آیت میں لفظ عسیٰ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بمعنی تحقیق ہے یعنی ان لوگوں کا ہدایت پانا یقینی ہے اور اس سے کفار کی طمع توڑنا اور ملامت کرنا مقصود ہے اور مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنے اعمال پر غرہ نہ کریں۔ اور ﴿یعمر مساجد اللہ﴾ کا لفظ مسجد کو بنانے سنوارنے مرمت کرنے اسے معمور وآباد رکھنے اس میں روشنی وصفائی کرنے اس میں ذکر الٰہی کرنے دنیا کی باتوں سے بچانے سب کو شامل ہے۔ [بیضاوی وغیرہ] اور مساجد کا لفظ سب مسجدوں کو شامل ہے۔

(١٩۔ آیت: ٢٣، ٢٤) شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں کو ہجرت کا حکم ہوا تو ان کے بال بچے انھیں لپٹ کر رونے لگے اور بولے ہمیں برباد نہ کرو۔ ہماری زندگی کا کیا سہارا ہے۔ اس پر بعض مسلمانوں نے ہجرت میں سستی کی اور کہا کہ اگر ہم ہجرت کریں گے تو ہمارے اہل وعیال عزیز واقارب چھوٹ جائیں گے تجارت برباد ہو جائے گی ہم کیسے وطن چھوڑ سکتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن شان نزول اگرچہ خاص ہے مگر حکم عام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم اپنے باپ

www.waseemziyai.com

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ

پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور وہ

جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ

لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکروں کی

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ

یہی سزا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا توبہ دے گا

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ف۲۰ اے ایمان والو! مشرک

بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ کفر کو ایمان پر پسند کریں اور تم میں جو ان سے دوستی کرے گا وہی ظالموں میں ہے اگر تمہیں تمہارے باپ بھائی بیٹے عورتیں اور کنبہ برادری والے اور کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور پسندیدہ مکان اللہ و رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں جن کی وجہ سے تم ہجرت سے رک رہے ہو تو اللہ کے حکم کا راستہ دیکھو کہ اللہ نافرمانوں کو راہ نہیں دیتا ہے۔ اس میں مسلمانوں کو تہدید فرمائی گئی ہے کہ وہ کسی شی کو اللہ و رسول سے زیادہ محبوب نہ رکھیں ورنہ وہ مستحق عذاب الٰہی ہوں گے۔ حدیث میں ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی خدا کی قسم یارسول اللہ آپ مجھے سوا میری جان کے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ فرمایا: تم میں کا کوئی مومن نہ ہوگا جب تک کہ میں اس کو اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: خدا کی قسم آپ مجھے میری جان سے زیادہ محبوب ہیں۔ فرمایا: اے عمر اب تم پورے مومن ہوئے۔ [رواہ الامام احمد والبخاری] دوسری حدیث میں ہے خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کوئی مومن نہ ہوگا جب تک میں اس کو اس کے ماں باپ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ [بخاری و مسلم] اور ماں باپ سے دوستی نہ رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ ان سے موالات نہ کرو نہ یہ کہ ان سے ترک معاملات بھی کرو انھیں روٹی کپڑا نہ دو جو تم پر واجب ہے کہ یہ آیت سے مستفاد نہیں ہوتا ہے۔ اور محبت سے محبت اختیاری مراد ہے نہ محبت اضطراری و طبعی کہ اس پر آدمی مکلف نہیں ہے۔ [بیضاوی]

(۲۰۔ آیت: ۲۵ تا ۲۷) گزشتہ آیت میں جہاد میں شریک ہونے اور ہجرت کرنے کی ترغیب دی گئی تھی یہ آیات انھیں سے تعلق رکھتی ہیں اور ان میں چند باتیں یاد دلائی گئی ہیں۔

اول: یہ کہ اللہ نے بہت سی لڑائیوں میں تمہاری مدد کی پھر تم کیوں جہاد سے پہلو تہی کرتے ہو۔ بخاری میں بروایت زید ابن ارقم غزوات کی تعداد انیس (۱۹) مذکور ہے ان میں سے صرف آٹھ میں لڑائی ہوئی۔ اور بعض نے سب چھوٹے بڑے غزوات کی تعداد ستر (۷۰) شمار کی ہے۔ اور بعض نے اسی (۸۰) بیان کی ہے۔

دوسرے: یہ کہ حنین کے دن تمہاری مدد کی جب کہ تم اپنی کثرت پر نازاں ہوئے مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین تم پر باوجود وسیع ہونے کے تنگ ہوگئی کہ کہیں تمہیں اطمینان نصیب نہ ہوا۔ اور تم بھاگ پڑے تمہیں اپنی کثرت پر اترانا نہ چاہیے خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ کہ فتح و شکست اللہ کے اختیار میں ہے کثرت و قلت پر موقوف نہیں ہے۔

تیسرے: یہ کہ بھاگنے شکست کھانے کے بعد اللہ نے اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر سکینہ طمانیت نازل فرمایا۔ جس سے انھیں

www.waseemziyai.com

تسلی اور تسکین ہوئی۔

چوتھے: یہ کہ تمہاری مدد کے لیے ملائکہ کا لشکر اتارا جسے تم نہیں دیکھتے تھے۔ اور کافروں کو عذاب میں ڈالا یعنی وہ شکست کھا کر بھاگے قتل و غارت ہوئے۔ ان کی یہی سزا تھی۔ ملائکہ کی تعداد پانچ ہزار یا آٹھ ہزار تھی بعض روایات میں آیا ہے کہ یوم حنین چھ ہزار کفار قید ہوئے اور غنیمت میں علاوہ اور مال کے بارہ ہزار اونٹ اور بیشمار بکریاں ہاتھ آئیں اس قدر مال غنیمت کسی غزوہ میں نہ ملا۔

تنبیہ: حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام ہے فتح مکہ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ قبیلہ ہوازن نے مسلمانوں سے لڑنے کے لیے لشکر جمع کیا ہے اور یہ بنو ثقیف و بنو جشم و بنو عمرو بنو سعد و بنو ہلال و بنو عون ان کے ساتھ ہیں پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارہ ہزار مسلمانوں کو ساتھ لے کر ان کی طرف روانہ ہوئے جن میں دس ہزار مہاجرین و انصار و دیگر قبائل تھے۔ اور دو ہزار میں فتح مکہ کے آزاد کردہ لوگ تھے جن میں کچھ نومسلم تھے اور کچھ وہ تھے جو دل سے مسلمان نہ ہوئے تھے مگر اس خیال سے شریک ہوئے تھے کہ قریش کو شکست نہ ہو ذلت اٹھانا نہ پڑے۔ مسلمانوں نے اپنی جمعیت زیادہ دیکھ کر کہا کہ اب ہمیں ہرگز شکست نہ ہوگی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی یہ بات ناگوار گزری بالآخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں شوال ۸ھ میں لے کر وادی حنین میں پہنچے۔ قبیلہ ہوازن و ثقیف نے پہلے ہی سے اپنے تیراندازوں کو پہاڑ کی گھاٹیوں میں چھپا کر بٹھا دیا۔ اور کچھ لوگ سامنے آئے۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا وہ فوراً اپنا سامان چھوڑ کر بھاگے یہ حملہ کرنے والے نومسلم ناتجربہ کار تھے ان کے فریب میں آ گئے۔ کافروں کو بھاگتا دیکھ کر مال لوٹنے پر پل پڑے بعض تجربہ کاروں نے منع بھی کیا مگر وہ نہ مانے اس وقت تک مہاجر و انصار نہیں پہنچے تھے پیچھے رہ گئے تھے ہوازن کے تیرانداز نے موقع پا کر پیچھے سے تیر برسانا شروع کیے مسلمان اب گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور ایسے بھاگے کہ بعض مکہ جا کر رکے حضور اپنی جگہ پر قائم رہے۔ اس روز حضور سفید خچر پر سوار تھے، اس کی رکاب ابوسفیان اور لگام حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھامے ہوئے تھے، حضور کے ساتھ اس وقت ابوبکر و عمر و علی و عباس و فضل ابن عباس و اسامہ و براء بن عازب وغیرہ تقریباً سو آدمی تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ حضور اس وقت فرما رہے تھے: ”أنا النبی لا کذب. وانا ابن عبدالمطلب“ اور لوگوں سے پکار کر کہتے تھے ”الیّ یاعباداللہ. الیّ یا عباداللہ! میری طرف آؤ اے اللہ کے بندو۔ پھر آپ نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ اصحاب شجرہ کو پکاریں حضرت عباس نے آواز دینا شروع کی پس لوگ آواز سن کر بہت تیزی سے حضور کی طرف لوٹے۔ ابن جریر نے روایت کی ہے کہ اس روز مشرکوں کے ایک ساتھی نے بیان کیا کہ جب ہمارا مقابلہ مسلمانوں سے ہوا تو وہ ہمارے سامنے اتنی دیر بھی نہ ٹھہرے جتنی دیر میں بکری کا دودھ دوہا جاتا ہے یہاں تک کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچ گئے۔ آپ اس وقت سفید خچر پر سوار تھے اور آپ کے آس پاس گورے گورے خوبصورت آدمی تھے پس حضور نے ہم سے جھڑک کر فرمایا: شاهت الوجوه ارجعوا. تمہارے چہرے خراب ہوں لوٹ جاؤ۔ یہ الفاظ سن کر ہم نے بھاگنا شروع کیا اور وہ لوگ ہمارے کندھوں پر سوار ہو گئے۔ امام احمد کی روایت میں یہ زیادہ ہے کہ حضور نے شاهت الوجوه کہہ کر ایک مٹھی خاک کافروں پر پھینکی تو سب بھاگ پڑے۔ حضرت ابن مسعود کے نزدیک و علی المومنین سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضور کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے۔ بھاگے نہ تھے۔ اور وانزل جنودا سے فرشتوں کی جماعت مراد ہے جو مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کے لیے آئے تھے لڑے نہیں تھے اور نہ مسلمانوں کو دکھائی دیتے تھے۔ شیبہ ابن عثمان نومسلم کہتے ہیں کہ میں حمیت قومی کی وجہ سے حنین کی لڑائی میں شریک ہوا تھا۔ میں نے حضور سے عرض کیا مجھے کچھ آدمی ابلق گھوڑوں پر سوار نظر آ رہے ہیں۔ فرمایا شیبہ ان کو سوا کافروں کے کوئی نہیں دیکھتا ہے۔ اور میرے سینہ پر ہاتھ مار کر تین بار فرمایا: الٰہی تو شیبہ کو ہدایت فرما پس اس روز سے مجھے حضور سے زیادہ کوئی محبوب نہ ہوا۔ حضرت جبیر بن مطعم کہتے ہیں: کہ میں جنگ حنین میں شریک تھا۔ ہنگامۂ جنگ میں میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک سیاہ کملی مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان گری اور اس میں اس قدر چیونٹیاں نکلیں کہ تمام میدان بھر گیا۔ اور مشرک بھاگنے لگے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ فرشتے تھے [محمد ابن اسحاق] ”ثم یتوب“ سے قبیلہ ہوازن کا مسلمان ہونا ہے۔ کہ وہ مسلمان ہو کر جنگ کے بیس روز بعد خدمت اقدس میں حاضر

www.waseemziyai.com

نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ

نرے ناپاک ہیں . تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں اور اگر

خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ

تمہیں محتاجی کا ڈر ہے تو عنقریب اللہ تمہیں دولت مند کر دے گا اپنے فضل سے اگر چاہے

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٨﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا

بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے۔ ف۲۱ لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور

بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا

قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے اور

يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى

سچے دین کے . تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو کتاب دیے گئے جب تک

ہوئے۔ اور اپنے قیدیوں کی رہائی اور مال کی واپسی چاہی۔ حضور نے فرمایا دونوں چیزوں میں سے ایک پسند کرلو تو انھوں نے قیدی رہا کرنا منظور کیا۔ پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیدیوں کو آزاد کر دیا اور مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا یعنی نومسلموں کو تالیف قلوب کے لیے سو (۱۰۰) سو (۱۰۰) اونٹ دیئے۔ اور قبیلہ ہوازن کے سردار مالک ابن عوف کو بھی سو (۱۰۰) اونٹ دیئے انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثنا میں قصیدہ کہا۔ [خازن ومواہب وغیرہ]

(۲۱۔ آیت: ۲۸) یعنی اے مسلمانو! مشرک بالکل نجس ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد کے پاس نہ آئیں۔ اور جو تمہیں ان کے نہ آنے سے تجارت میں نقصان ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کی فکر نہ کرو کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے فضل سے مالدار کر دے گا کہ اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے۔

تنبیہ: مشرکوں سے مراد بت پرست ہیں اور کہا گیا ہے کہ ہر قسم کے کفار مراد ہیں۔ اور ان کی نجاست جمہور علما وائمہ اربعہ کے نزدیک نجاست حکمی وباطنی ہے ظاہری نہیں ہے، یعنی وہ بظاہر نجس نہیں ہیں حکماً واعتقاداً نجس ہیں کیوں کہ ان کا کھانا پکایا ہوا ان کے برتنوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھایا ہے اور شرع میں اسے جائز وحلال فرمایا گیا ہے۔ ثمامہ بن اثال کو مسجد کے ستون سے باندھا وفد ثقیف کو مسجد میں ٹھہرایا۔ یہی اصح ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نجس العین ہیں۔ فرقہ ظاہریہ ورافضیہ کا یہی مسلک ہے۔ اور قتادہ کہتے ہیں کہ وہ شرک کی نجاست سے آلودہ ہیں اور ظاہری نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتے ہیں نجاست حکمیہ وغیر حکمیہ سے پاکی حاصل نہیں کرتے ہیں نہ نہاتے ہیں نہ دھوتے ہیں۔ اور مسجد حرام سے مراد ابن عباس وعطا ومجاہد وسعید ابن جبیر امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک پورا حرم ہے یعنی مشرک حرم میں نہ داخل ہوں کہ مسجد حرام کا اطلاق خانہ کعبہ پر بھی آتا ہے اور پورے حرم پر بھی آتا ہے اور عامہ علما کے نزدیک خاص خانہ کعبہ مراد ہے۔ یعنی کعبہ کے اندر نہ داخل ہوں۔ اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مشرک حج وعمرہ کے لیے مسجد حرام میں داخل نہ ہوں۔ ویسے منع نہیں ہے۔ [مدارک] حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مشرک مسجد حرام کے قریب نہ آئیں مگر جو مشرک تمہارا خادم یا تمہارے عہد وذمہ میں رہتا ہو۔ یہ روایت مرفوع بھی آئی ہے اور موقوف بھی ابن کثیر نے موقوف کو اصح کہا ہے اور علمائے مدینہ کے نزدیک یہی حکم عام مساجد کا ہے۔ امام

www.waseemziyai.com

ع ۴ ۵ ۱۰

يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٢٩﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ

اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر ف۳۲ اور یہودی بولے عزیر اللہ کا

ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ

بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں وہ

بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ

اپنے منہ سے بکتے ہیں اگلے کافروں کی سی بات بناتے ہیں اللہ انھیں

اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٣٠﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ

مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں انھوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا

دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا

خدا بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو اور انھیں [حکم] نہ تھا مگر یہ کہ ایک

وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ

اللہ کو پوجیں اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اسے پاکی ہے ان کے شرک سے۔ چاہتے ہیں کہ

يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ

اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھادیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا

مالک کا بھی یہی قول ہے لیکن امام اعظم وامام شافعی کے نزدیک دوسری مسجدوں میں جانے کی ممانعت نہیں ہے۔ اور ''بعد عامهم هذا'' سے اس سال کی طرف اشارہ ہے جس میں اعلان کیا گیا تھا اور وہ ۹ھ تھی۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے حجۃ الوداع کی سال مراد ہے۔ جب یہ آیت اتری لوگوں نے کہا اس بندش سے ہماری تجارت کو نقصان ہوگا بسر اوقات کیسے ہوگی تو آیت: خفتم اتری۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو مسلمانوں کو غنی کر دینے کا وعدہ فرمایا تھا تھوڑے ہی عرصہ میں پورا فرمایا کہ انھیں مال غنیمت اور جزیہ سے مالا مال اور کثرت پیداوار سے فارغ البال کیا۔

(۲۲۔ آیت: ۲۹) گزشتہ آیات میں مشرکوں سے قتال کرنے کا حکم فرمایا گیا تھا۔ ان آیات میں یہود و نصاریٰ سے قتال کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: کہ اس میں روم سے جہاد کا حکم فرمایا گیا ہے چناں چہ اس کے بعد ہی حضور نے تبوک کا سفر کیا۔ اور کلبی کہتے ہیں کہ اس میں بنی قریظہ و بنی نضیر سے جہاد کا حکم فرمایا گیا ہے پس انہوں نے جزیہ دینا قبول کیا یہ پہلا جزیہ اور پہلی خواری اہل کتاب کی ہے۔ [خازن] ابن کثیر لکھتے ہیں کہ مشرکوں کی اصلاح کے بعد نویں سال ہجرت کی اہل کتاب سے جہاد کا حکم ہوا پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سخت گرمی اور قحط کے زمانہ میں تیس (۳۰) ہزار مسلمانوں کو جمع کر کے اہل روم سے جہاد کا قصد فرمایا جسے غزوۂ تبوک کہا جاتا ہے۔ تبوک ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ اور شام کے درمیان مدینہ سے چودہ منزل ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے ماہ رجب ۹ھ میں جمعرات کے دن روانہ ہوئے تھے اور مدینہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنا قائم مقام کر گئے تھے۔ آپ نے ثنیۃ الوداع میں پہنچ کر لشکر کو مرتب کیا بڑا جھنڈا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور چھوٹا نشان حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا اور ہر قبیلہ کا جدا جدا نشان مقرر کیا۔ جب تبوک پہنچے تو رومیوں کا لشکر نہ دیکھا بیس روز یا بارہ روز انتظار کیا۔ بعد انتظار مدینہ واپس

www.waseemziyai.com

آئے۔ مطلب یہ ہے کہ کتابیوں سے لڑو جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں لاتے ہیں۔ اور اللہ و رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں مانتے ہیں اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے ہیں جب تک کہ وہ ذلیل ہو کر جزیہ نہ دیں۔

تنبیہ: آیت مذکورہ میں اہل کتاب سے قتال کرنے کی چار علتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

اول: یہ کہ وہ مومن باللہ نہیں ہیں کہ اللہ پر ایمان لانا موقوف ہے اس کے رسولوں کی تصدیق کرنے پر اور وہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق نہیں کرتے ہیں۔ تو حقیقت میں وہ مومن باللہ نہ ہوئے۔ اگر ہوتے تو ان پر ایمان لاتے اور یہ کہ وہ حضرت عزیر کو اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں تو وہ مشرک و کافر ہوئے نہ مومن۔

دوسرے: یہ کہ وہ مومن بالآخرہ نہیں ہیں کہ وہ اپنے عقیدہ کے بموجب قیامت کے دن بلا حساب و کتاب و بلا عذاب جنت میں جائیں گے بلکہ قیامت ان کے نزدیک روحانی حشر کا نام ہے نہ جسمانی کا۔ یعنی روح کو غیر مادی چیزوں سے راحت و آرام پہنچتا ہے اور مادی چیزوں کا چھوٹا عذاب معلوم ہوتا ہے۔ جنت و دوزخ اور ان کی چیزیں سب غیر مادی ہیں یہ قیامت و حشر اجسام سے انکار ہے۔

تیسرے: یہ کہ وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے ہیں جیسے خمر و خنزیر کو حلال جاننا، چربی کی قیمت کھانا، اللہ کے احکام و نعت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و آیۃ رجم کو دنیا کی حقیر چیز کے بدلے چھپانا، رشوتیں لینا، کتاب میں تحریف کرنا وغیرہ باتیں جو ان کے لیے ممنوع فرمائی گئی تھیں۔

چوتھے: یہ کہ دین حق یعنی اسلام کی جو سب دینوں کا ناسخ ہے پیروی نہیں کرتے ہیں اور اپنے دین کو منسوخ نہیں مانتے ہیں لہٰذا ان سے قتال کرو۔ یہاں تک کہ وہ جزیہ دینا قبول کریں۔

تنبیہ: جزیہ سالانہ ٹیکس کو کہتے ہیں جو ان پر مقرر کیا جائے۔ اور وہ ذلیلوں کی طرح اسے لا کر دیں۔ جزیہ کی کوئی تعداد مقرر نہیں ہے جو ٹھہر جائے کم سے کم وہ ایک دینار ہو۔ جیسا کہ ابن حبان و حاکم کی حدیث میں آیا ہے کہ جب حضور نے حضرت معاویہ کو یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا: خذ من کل حالم دیناراً. تو ہر بالغ سے ایک دینار لے۔ لیکن امام اعظم و امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک اعلیٰ حیثیت والے سے ۴۸ درہم اور درمیانی حیثیت والے سے ۲۴ درہم اور ادنیٰ حیثیت والے سے ۱۲ درہم سالانہ لیے جائیں۔ اور یہ جزیہ امام اعظم کے نزدیک مشرکین عرب سے نہیں لیا جائے گا وہ یا تو ایمان لائیں یا عرب سے نکل جائیں علاوہ ان کے سب کفار سے لیا جائے گا خواہ وہ عرب میں رہتے ہوں یا بیرون عرب۔ سوا عورتوں بچوں اور فقیروں کے جو کمائی نہیں کرتے ہیں اور پاگلوں کے۔ اور مجوس مثل اہل کتاب کے ہیں ان سے بھی جزیہ لیا جائے گا۔ حدیث میں ہے: ”سنوبهم سنة اهل الكتاب“ ان کے ساتھ اہل کتاب کا سا طریقہ اختیار کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجوس سے جزیہ نہیں لیتے تھے جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے شہادت دی کہ حضور نے مجوس ہجر سے جزیہ لیا تو انھوں نے مجوس سے جزیہ لیا۔ [معالم] اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک سوا اہل کتاب کے کسی سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تمام کفار سے جزیہ لیا جائے گا خواہ وہ مشرک ہوں یا اہل کتاب ہوں، عرب میں رہتے ہوں یا بیرون عرب رہتے ہوں۔ اور یہ جزیہ ان کی عقوبت و سزا ہے اسلام لانے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ان سے کسی قسم کی بھینٹ بیگار نہ لی جائے۔ بلکہ جزیہ وصول کرنے میں بھی ان پر سختی نہ کی جائے نرمی سے وصول کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب جزیہ کا مال وصول کر کے لایا گیا تو آپ نے پوچھا تم نے ان پر سختی تو نہیں کی، ان سے سخت کلامی تو نہیں کی، انھیں تباہ تو نہیں کیا۔ عرض کیا نہیں۔ ان کے بچے ہوئے مال سے لیا ہے تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ میرے عہد میں میرے آدمیوں نے ایسا کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جزیہ وصول کرنے پر جو آدمی مقرر کیا تھا اسے تاکید فرمائی تھی کہ جزیہ وصول کرنے میں نرمی کرنا۔ کسی کا گائے بیل اسباب فروخت نہ کرنا۔ بلکہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیشہ وروں سے ان کی آسانی کے لیے جزیہ کے روپیہ کے بدلے چیزیں لے لیا کرتے تھے۔ [مواہب]

www.waseemziyai.com

وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٣٢﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ

پڑے ۳۲ برا مانیں کافر۔ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ

الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ يٰٓاَيُّهَا

بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے برا مانیں مشرک۔ ف ۲۳ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ

ایمان والو! بے شک بہت پادری اور جوگی لوگوں کا مال،

(۲۳۔آیت: ۳۰ تا ۳۳) شان نزول اس کی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک جماعت یہود کی خدمت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ ہم کیسے آپ کے دین کی اتباع کریں کہ آپ نے ہمارے قبلہ کو ترک کیا۔ اور حضرت عزیر کو آپ خدا کا بیٹا نہیں مانتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقولہ بعض یہود کا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے عادت عرب کے موافق اس کو سب کی طرح منسوب کیا ہے یا یہ کہ اس وقت سب اس کے قائل تھے اور اس سے راضی تھے پھر اس سے پھر گئے اور انکار کرنے لگے۔ ان کے انکار کا کوئی اعتبار نہیں ہے کہ جب آیت ان پر پڑھی گئی تو انھوں نے اس کا انکار نہ کیا اور نہ اس کی تکذیب کی۔ [سراج] مطلب یہ ہے کہ یہود نے عزیر کو اور نصاریٰ نے مسیح کو اللہ کا بیٹا کہا یہ باتیں وہ اپنے منہ سے بے سند اگلے کافروں کی ریس میں کہتے ہیں کہ انھوں نے ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہا تھا اور اپنے دیوی دیوتاؤں کو محل الوہیت ٹھہرایا تھا۔ اس لیے وہ عزیر و عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہنے لگے خدا انہیں غارت کرے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ یہ دعائے ہلاکت ہے یا تعجب ہے ان کی شناعت قول پر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جہاں کہیں قرآن میں ایسا آیا ہے پس وہ لعنت ہے۔ اور اوندھے جانے کا یہ مطلب ہے کیسے وہ حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف جاتے ہیں۔ [سراج] انھوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا ہے کہ ان کے اشارہ پر چلتے اور جو وہ کہتے ہیں وہ کرتے ہیں اور مسیح ابن مریم کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں حالاں کہ انہیں توریت و انجیل میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ اللہ کے نور یعنی شریعت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے منہ یعنی اقوال کاذبہ سے بجھانا چاہتے ہیں۔ اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنا چاہتا ہے اگرچہ کافر برا مانیں۔ اللہ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے مشرک برا مانا کریں۔

تنبیہ: حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہنے کی وجہ اور قصہ آیت: ﴿اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ الخ﴾ [البقرۃ: ۲۵۹] کے تحت گزرا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے کی وجوہ ظاہر ہیں کہ بے باپ کے پیدا ہوئے، بچپن میں کلام کیا، اپنی والدہ کی پاکدامنی پر گواہی دی وغیرہ۔ علاوہ اس کے بارہا انھوں نے حضرت عیسیٰ کو دعاؤں میں اللہ کو (اب) باپ کہتے سنا حالاں کہ وہ اس وقت کے محاورہ کے موافق تعظیماً اللہ کو اَب کہتے تھے۔ ان وجوہ کی بنا پر نصاریٰ انھیں اللہ کا بیٹا کہنے لگے۔ اور احبار علمائے یہود کو اور رہبان نصاریٰ کے زاہدوں عابدوں کو کہتے ہیں۔ چوں کہ یہود و نصاریٰ ان کے کہنے پر چلتے اور ان کی حرام و حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام و حلال سمجھتے تھے اور خدا کے بجائے ان کا حکم مانتے تھے۔ اس لیے ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا﴾ فرمایا گیا۔ حضرت عدی ابن حاتم سے روایت ہے کہ جب میری بہن قبیلہ عنتر کے ساتھ قید ہو کر خدمت عالی میں آئی۔ تو حاتم کے جود و سخا کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے آزاد کر دیا اور اس کی سفارش پر اس کی قوم کو بھی رہا کر دیا۔ وہ رہا ہو کر میرے پاس آئی اور اسلام کی خوبیاں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف میرے سامنے بیان کر کے مجھے مسلمان ہونے کی ترغیب دی۔ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

www.waseemziyai.com

النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ

ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں

الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ

سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں خوشخبری سناؤ

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا

دردناک عذاب کی۔ ف۲۴ جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں، پھر اس سے داغیں گے

جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ

ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لیے جوڑکر رکھا تھا

میں حاضر ہوا اس وقت میرے گلے میں سونے کی صلیب پڑی تھی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے اتار ڈالنے کا حکم فرمایا اور یہ آیت میرے سامنے پڑھی۔ میں نے عرض کیا کہ انھوں نے تو احبار ورہبان کو رب نہیں بنایا ہے اور نہ وہ انھیں پوجتے ہیں۔ فرمایا: انھوں نے ضرور رب بنایا۔ ان کے عالموں اور عابدوں نے جو کچھ حرام کیا اسے حرام مانا اور جو کچھ حلال کیا اسے حلال مانا یہی ان کی عبادت ہوئی۔ پھر مجھے دعوت اسلام دی میں سچے دل سے مسلمان ہوا۔ [رواہ احمد وابن جریر والبیہقی والترمذی] حضرت عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ دین کو نہیں بدلا مگر بادشاہوں اور احبار ورہبان سوء نے۔ [سراج] اور رسول اللہ سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور ہدایت سے مراد قرآن عظیم ہے اور دین سے مراد دین اسلام ہے جس کو تمام دینوں پر غالب فرمایا: ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ یہ ایک زبردست پیشین گوئی ہے اس کا ذکر احادیث میں بھی فرمایا گیا ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے: کہ زمین کے مشرق ومغرب کو میرے لیے طے کیا گیا اور عنقریب میری امت کا ملک وہاں تک پہونچے گا جہاں تک میرے لیے زمین طے کی گئی ہے۔ امام احمد کی روایت میں ہے کہ عنقریب ہمارے لیے زمین کے مشرقی ومغربی حصے کھول دیئے جائیں گے یہ مضمون دیگر روایت میں بھی آیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: یہ وعدہ الٰہی ہے کہ اسلام سب دینوں پر غالب ہوگا۔ اور یہ وعدہ کامل طور سے وقت نزول عیسیٰ پورا ہوگا کہ ہر دین والا اسلام میں داخل ہوگا۔ سدی کہتے ہیں: کہ یہ وقت ظہور امام مہدی پورا ہوگا کہ کوئی شخص بغیر اسلام میں داخل ہوئے نہ رہے گا۔ یا خراج دے گا۔ یا اس سے جزیۂ عرب مراد ہے کہ اس کے تمام دینوں پر اسلام غالب ہوگا اس طرح کہ اس کے بہت سے مسلمان ہوئے اور بعض نے جزیہ دینا قبول کیا۔ [سراج]

(۲۴۔ آیت: ۳۴) پہلے احبار ورہبان کا حال بیان کیا گیا تھا۔ اب اس آیت میں احبار ورہبان کے حال سے مسلمانوں کو آگاہ کیا گیا ہے تاکہ وہ اس سے اجتناب کریں۔ پڑھیے ترجمہ

تنبیہ: یہ آیت آج کل کے لالچی علماء وفقرا اور پیروں پر بھی صادق آتی ہے کہ اسی طرح باطل طور سے وہ بھی عوام سے مال وصول کر کے کھاتے ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کبیر میں احبار ورہبان کی تشریح کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ سب مکر وفریب ہمارے زمانہ میں موجود ہیں کہ اکثر مکار دنیادار اور دین فروش علما فقرا انھیں طریقوں سے جاہلوں کے مال کھاتے ہیں۔ اگر تو انھیں بنظر تامل دیکھے تو انھیں سنت وشریعت سے کوسوں دور پائے اور یہ کہے کہ یہ آیت انھیں ملاؤں اور پیروں کے حق میں اتری ہے اور انھیں کا حال اس میں بیان کیا گیا ہے۔ [ملخصا] اور باطل میں ہر وہ مال داخل ہے جو ناجائز طریقہ سے لوگوں سے وصول کیا جائے۔ جیسے جھوٹ سے، دغا سے، چوری سے، ظلم سے، رشوت سے، حق کو چھپانے کے بدلے مخلوق کا مال لیا جائے۔ اور یصدون عن سبیل اللہ کا یہ مطلب ہے کہ وہ اپنی

www.waseemziyai.com

فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿٣٥﴾ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ

اب چکھو مزا اس جوڑنے کا۔ ف۲۵ بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک

اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان و زمین بنائے

مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ

ان میں سے چار حرمت والے ہیں یہ سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو

اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ

اور مشرکوں سے ہر وقت لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٦﴾ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ

اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے ان کا مہینے پیچھے ہٹانا نہیں مگر اور کفر میں بڑھنا

يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ

اس سے کافر بہکائے جاتے ہیں، ایک برس اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور دوسرے برس اسے حرام

ریاست اور عزت وجاہ کے زائل ہونے کے خوف سے دین اسلام میں داخل نہیں ہوئے۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرنے سے لوگوں کو روکتے اور منع کرتے ہیں اور طرح طرح کے شبہات ان کے دلوں میں ڈالتے اور حق کو چھپاتے ہیں کہ اس کے ظاہر کرنے سے ان کی ریاست چلی جائے گی عزت وتوقیر نہ رہے گی۔ [سراج]

(۲۵۔ آیت: ۳۵) شان نزول: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت زکاۃ نہ دینے والے مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی۔ جب آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر بہت گراں گزری۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر مسلمانوں کی حالت ذکر کی فرمایا: گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ زکاۃ بقیہ مال پاک کرنے کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ تمہارے خرچ سے جو بچ رہے اس میں سے کچھ اللہ کی راہ میں دو کہ باقی مال پاک ہو جائے۔ اور نقصان سے بچا رہے۔ [رواہ ابوداؤد وغیرہ مطولا] اس سے قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید ہوتی ہے کہ وہ زکاۃ نہ دینے والوں کے حق میں اتری ہے اور زکاۃ دینے والوں کو احبار ورہبان کے ساتھ ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ بے زکاۃ ادا کیے روپیہ جمع کرنا بدترین فعل ہے۔ [بیضاوی] اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اہل کتاب واہل اسلام دونوں کے حق میں نازل ہوئی۔ غالباً اسی لیے اسے اوپر والی آیت کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے کہ عموم لفظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جو شخص مال جمع کرے اور اس کی زکاۃ نہ دے وہ مستحق وعید مذکورہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ سونا چاندی جوڑ کر رکھتے ہیں اور اسے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں یعنی اس کی زکاۃ نہیں دیتے ہیں انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری سناؤ۔ جس دن وہ مال جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں یعنی چاروں طرف اور ان سے کہا جائے گا یہ ہے وہ مال جو تم نے اپنے لیے جوڑ کر رکھا تھا اب اس جوڑے ہوئے کا مزہ چکھو۔ ایسا ہی ابوہریرہ کی روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سونے چاندی کا مالک ہوگا اور وہ اس کی زکاۃ نہ دے گا تو وہ مال پتھر بنا کر دوزخ میں تپا کر اس سے اس کی پیشانی اور پہلو

www.waseemziyai.com

اور پیٹھ داغی جائے گی۔[بخاری ومسلم] اور تخصیص سونے چاندی کی آیت میں اشرف الاموال ہونے کی وجہ سے ہے۔ مقصود اس سے ہر وہ مال ہے جس پر شرعاً زکاۃ واجب ہے وہ جوڑ کر رکھا جائے اور زکاۃ نہ دی جائے کنز ہے۔ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم فرماتے ہیں۔ جو شخص اپنے مال کی زکاۃ نہ دے گا اس کا وہ مال قیامت کے دن گنجے اژدھے پرانے سانپ کی شکل بنے گا۔ اور اس کے گلے میں طوق کی طرح لپٹے گا۔[ابن ماجہ] طبرانی وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ جب وہ اژدہا اس پر حملہ کرے گا تو وہ اس سے پوچھے گا تو کون ہے اژدہا کہے گا میں تیرا وہ مال ہوں بے زکاۃ جسے تو چھوڑ کر مرا ہے۔ جب وہ دیکھے گا کہ اژدہا پیچھا ہی نہیں چھوڑتا ہے تو وہ اپنا ہاتھ اس کے منہ میں دے دے گا وہ اس کے ہاتھ کو چبائے گا۔ یہاں تک کہ تمام بدن چبا ڈالے گا۔ اور جو جانوروں کی زکاۃ نہ دے گا تو وہ جانور قیامت کے دن بہت موٹے تازے بڑے بڑے سینگ والے ہو کر آئیں گے اور زکاۃ نہ دینے والے کو یکے بعد دیگرے اپنے کھروں سے روندیں گے اور سینگوں سے ماریں گے۔[بخاری ومسلم] اور دوزخ کا عذاب اس کے علاوہ ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسما بنت یزید مع اپنی لڑکی کے جس کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تم اس کی زکاۃ دیتی ہو؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا: کیا تم پسند کرتی ہو کہ قیامت کے دن ان کے بدلے تمہیں آگ کے کڑے پہنائے جائیں۔ پس انھوں نے خوف کے مارے کڑے اتار کر پھینک دیئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پہننے کے زیور پر بھی زکاۃ واجب ہے۔

تنبیہ: کنز کے معنی میں اختلاف ہے۔ حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ حاجت سے زائد مال کو جمع کرنا کنز ہے اگرچہ اس کی زکاۃ دے، لیکن حضرت عمر وابن عمر وابن عباس وابو ہریرہ وجابر بن عبداللہ وغیرہ صحابہ وجمہور مفسرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے نزدیک جس مال کی زکاۃ نہ دی جائے وہ کنز ہے۔ اور جس مال کی زکاۃ دے دی جائے وہ کنز نہیں ہے۔ خواہ کتنا ہی بڑا خزانہ ہو۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ نزول آیت سے پہلے یہ حکم تھا۔ (کہ حاجت سے زائد مال جمع نہ کیا جائے۔ راہ خدا میں صرف کر دیا جائے) مگر جب حکم زکاۃ نازل ہوا تو اللہ نے زکاۃ کو مال پاک ہونے کا سبب مقرر کیا۔ اب اگر میرے پاس کوہ احد کی برابر بھی سونا ہوگا۔ تو مجھے کچھ ڈر نہیں ہے میں اس کی زکاۃ ادا کر دوں گا اور اسے طاعت الٰہی میں خرچ کروں گا۔[رواہ البخاری واحمد] طبرانی کی روایت میں ہے کہ اگر تمہارے پاس اس قدر مال ودولت ہو کہ تمہیں زمین میں دفن کرنا پڑے تب بھی وہ قیامت کے دن موجب عذاب نہ ہوگا اگر تم اس کی زکاۃ دیتے ہو اور جو تم زکاۃ نہیں دیتے ہو تو تھوڑا مال بھی تمہارے لیے باعث عذاب ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ جس مال کی زکاۃ دے دی جائے وہ کنز نہیں ہے اگرچہ لغت وعرف میں اسے کنز کہیں۔ جیسا کہ طبرانی بیہقی کی حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ: ماادی زکوتہ فلیس بکنز۔ جس مال کی زکاۃ دی گئی وہ کنز نہیں ہے۔ یہی صحیح ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اور نہ مال جمع کرنا ممنوع ہے کہ بہت سے صحابہ مالدار تھے مال جمع کرتے اور خرچ کرتے تھے اور کوئی ان سے تعرض نہیں کرتا تھا۔ اگر ممنوع ہوتا تو لوگ انہیں عیب لگاتے اور وہ ہرگز مال جمع نہ رکھتے۔ زکاۃ ادا کرنے سے دنیا وعقبیٰ دونوں میں فائدہ ہوتا ہے عقبیٰ میں تو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ خدا اس سے راضی ہوتا ہے۔ اس کا اکرام کرتا ہے اسے جنت الفردوس کا وارث بناتا ہے اور اس میں اعزاز واکرام کے ساتھ ہمیشہ رہنے کی خوش خبری سناتا ہے ارشاد ہوتا ہے: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۔الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۔وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۔وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ﴾[المؤمنون: ۱، ۲، ۳، ۴] اور دنیا میں زکاۃ دینے سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ باقی مال پاک ہوتا ہے مال میں برکت ہوتی ہے۔ نقصان سے محفوظ رہتا ہے، غیر یبوں کا بھلا ہوتا ہے ان کی حالت سدھرتی ہے حاجت روا ہوتی ہے اگرچہ شیطان دل میں یہ خیال پیدا کرتا ہے کہ زکاۃ دینے سے مال میں کمی ہوگی نقصان ہوگا فقیر ہو جاؤ گے ﴿الشيطان يعدكم الفقر﴾ مگر اس خیال کو دل میں جگہ نہ دینا چاہیے کہ شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔ ہر وقت ضرور نقصان پہنچانے کی فکر میں لگا رہتا ہے دشمن کی بات ماننا اور اس سے بھلائی کی امید رکھنا بڑی غلطی ونادانی ہے۔ باقی احکام ومسائل زکاۃ کتب فقہ میں دیکھیے۔

www.waseemziyai.com

عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ

مانتے ہیں کہ اس گنتی کے برابر ہو جائیں جو اللہ نے حرام فرمائی اور اللہ کے حرام کیے ہوئے حلال کر لیں

زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٧﴾ ع ٥ ٨ ١١

ان کے برے کام ان کی آنکھوں میں بھلے لگتے ہیں اور اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔ ف ٢٦

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِىْ

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جائے کہ راہِ خدا میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ

کوچ کرو تو بوجھ کے مارے زمین پر بیٹھ جاتے ہو کیا تم نے دنیا کی زندگی

الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا

آخرت کے بدلے پسند کر لی اور جیتی دنیا کا اسباب آخرت کے سامنے نہیں مگر

قَلِيْلٌ ﴿٣٨﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا

تھوڑا اگر نہ کوچ کروگے تو تمہیں سخت سزا دے گا اور تمہاری جگہ اور لوگ

(٢٦۔ آیت: ٣٦، ٣٧) سبب نزول اس کا مفسرین نے اہل عرب کے نسی کو یعنی حرمت والے مہینوں میں تقدیم وتاخیر کرنے کو قرار دیا ہے کہ ان کے مقتدا اور سرغنہ بھی احبار ورہبان جیسی حرکتیں کرتے تھے۔ اور خدا کے مقرر کئے ہوئے مہینوں میں زیادتی کمی کرنے کا اپنے کو مجاز ومختار سمجھتے تھے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ اہل عرب ذریعہ معاش نہ ہونے کی وجہ سے عموماً بارہوں مہینے رہزنی قزاقی قتل وغارت کیا کرتے تھے کہ زندگی بسر ہونا مشکل ہوگیا تھا۔ بعض سمجھ دار آدمیوں نے یہ دستور مقرر کیا تھا کہ اہل عرب سال میں چار ماہ رہزنی قزاقی قتل وغارت نہ کیا کریں اس دستور کی نہایت سختی سے پابندی کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ کوئی شخص اپنے باپ کے قاتل سے بھی ان مہینوں میں بدلا نہ لیتا۔ وہ مہینے جن میں لوٹ مار حرام کی گئی تھی رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم تھے۔ ان میں کوئی کسی سے تعرض نہ کرتا تھا۔ جو جہاں چاہتا تھا پھرتا تھا۔ مگر عربوں کے لیے یہ تین ماہ مسلسل امن وچین سے گزارنا قتل وغارت سے باز رہنا نہایت شاق وناقابل برداشت تھا۔ لہٰذا بعض جاہلوں نے اس تسلسل کو دور کرنے کے لیے یہ کیا کہ کسی سال محرم میں قتل وغارت کرتے اور اس کے بدلے صفر میں نہ کرتے وعلی ہذا القیاس جس ماہ کو چاہتے حلال کر لیتے اور جس ماہ کو چاہتے حرام کر لیتے پس اللہ نے ان کے اس فعل کی مذمت فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان وزمین پیدا کرنے کے وقت سے اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب لوح محفوظ میں قمری حساب سے سال کے بارہ مہینے ہیں۔ محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الآخر، جمادی الاولیٰ، جمادی الآخرہ، رجب، شعبان، رمضان، شوال ذیقعدہ، ذی الحجہ۔ ان میں سے چار ماہ حرمت والے ہیں۔ رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم۔ یہ چار ماہ کی حرمت سیدھا دین یا سیدھا حساب ہے۔ ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو، یعنی ہتک حرمت ماہائے حرام کے گناہ میں نہ پڑو۔ کہ ان میں بہ نسبت اور مہینوں کے گناہ کرنے سے زیادہ عذاب ہوتا ہے۔ اور طاعت کرنے سے بہت ثواب ملتا ہے۔ اگر کفار تم سے ان مہینوں میں لڑیں تو تم بھی ان سے لڑ، ورنہ نہ لڑو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان مہینوں کی تشریح خطبۂ حجۃ الوداع میں اس طرح فرمائی کہ: ألا إن الزمان قداستدار على هيئته

www.waseemziyai.com

غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٣٩﴾

لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِىَ

اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا

اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ

صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک

اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا

اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھی

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ

اور کافروں کی بات نیچے ڈالی اللہ ہی کا بول بالا

الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٤٠﴾ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا

ہے اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ ف۲۷ کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے اور

الخ۔ یعنی آگاہ ہوجاؤ کہ زمانہ اپنی اسی ہیئت وحالت پر گھوما۔ یعنی جیسے کہ آسمان وزمین پیدا ہونے کے دن تھا۔ سال بارہ مہینہ کا ہوتا ہے۔ اس میں سے چار مہینہ حرمت والے ہیں۔ تین پے در پے ہیں ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم۔ اور ایک رجب ہے جو درمیان جمادی الآخرہ اور شعبان کے ہے۔ گویا دو سال میں یہ حرمت والے مہینے پڑتے ہیں۔ ابن کثیر کہتے ہیں: کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول الا أن الزمان قد استدار کے یہ معنی ہیں کہ اللہ نے ابتدائے خلقت میں جو امر رکھا تھا اسی طرح اس کو ثابت مقرر رکھا اس میں کوئی تقدیم تاخیر کمی بیشی نہ کرو۔ جیسی کہ اہل جاہلیت کرتے تھے۔ کہ مہینوں میں بدل سدل کرتے تھے۔ محرم میں قتل وغارت کرتے ہوتے تو نہ رکتے اور اس کے بدلے صفر میں نہ کرتے۔ اسی کو آگے فرمایا گیا کہ کفار کا حرمت کے مہینوں کو مقدم ومؤخر لوٹ بدل کرنا کفر میں زیادتی کرنا ہے۔ وہ اللہ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرتے ہیں۔ اور یہ کفر پر کفر ہے اس سے کافر بہکائے جاتے ہیں کہ ایک سال وہ اس تاخیر کو حلال ٹھہراتے ہیں۔ اور دوسرے سال اسے حرام مانتے ہیں کہ اس طرح اللہ کی حرام کی ہوئی گنتی برابر ہوجائے۔ اس میں کمی بیشی نہ رہے۔ اور حرام کی ہوئی شی کو حلال کرلیں۔ ان کو ان کے برے کام بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ پر خطبہ میں فرمایا۔ اے لوگو نسی (تاخیر) کرنا فعل شیطانی ہے اور کفر میں زیادتی ہے۔ کافر اس فعل سے گمراہی میں بڑھائے جاتے ہیں۔ کہ ایک سال ماہ حرام کو حلال اور دوسرے سال حلال کو حرام کرتے ہیں۔ محرم کو کسی سال حلال کرتے اور بجائے اس کے صفر کو حرام کرتے تھے یہی نسی ہے۔ [رواہ ابن ابی حاتم] اس فعل شیطانی کا موجد بقول ابن عباس، جنادہ ابن عمر ابن ربیعہ کنانی تھا۔ اور بعض کے نزدیک عمر ابن لحی تھا۔ [مواہب]

(۲۷۔ آیت: ۳۸ تا ۴۰) شان نزول: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو غزوۂ تبوک کے لیے بلایا تو ان پر قحط سالی اور شدت گرمی اور راہ میں پانی کی نایابی اور اپنی بے سروسامانی کے سبب غزوۂ تبوک کے لیے نکلنا

www.waseemziyai.com

بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

اللہ کی راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر

تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ

جانو اگر کوئی قریب مال یا متوسط سفر ہوتا تو ضرور تمہارے ساتھ جاتے

وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا

مگر ان پر تو مشقت کا راستہ دور پڑ گیا اور اب اللہ کی قسم کھائیں گے کہ ہم سے بن پڑتا تو

ناگوار اور شاق و دشوار ہوا جس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ ۹ھ میں طائف کی واپسی پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک شامی قافلہ نے آکر خبر دی کہ شاہ ہرقل نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فوت ہونے کی خبر پا کر قباد نامی شخص کو چالیس ہزار فوج کا سپہ سالار بنا کر عرب پر حملہ کرنے کو بھیجا ہے۔ اور عرب عراق کے تمام نصرانی قبائل کو اس کی امداد کرنے کا حکم دیا ہے۔ شاہ غسان بھی اسکی فوجی و مالی امداد کرنے کو تیار ہو چکا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ خبر پا کر مسلمانوں کو جہاد کے لیے بلایا۔ اور تمام مسلم قبائل میں نقیب بھیج دیئے کہ جلد از جلد جہاد کے لیے تیار ہو کر آئیں۔ چوں کہ اس سال سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ شدت کی گرمی تھی دور کا سفر تھا۔ ریگستان طے کرنا تھا۔ جس میں کوسوں تک پانی نہ ملتا تھا ہرقل سے مقابلہ تھا۔ اور خود تنگدست اور بے سروسامان تھے دس مسلمانوں کے حصہ میں ایک سواری آتی تھی۔ اس لیے بعض مسلمان پست ہمت ہو گئے تھے اور منافقوں کو چوں کہ شکست کا یقین تھا اس لیے وہ جانے سے گریز کر رہے تھے۔ اور نہ جانے کے حیلے بہانے ٹٹول رہے تھے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم جہاد کا حکم ملنے پر بوجھل اور سست و پست ہمت کیوں ہو گئے کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے پسند کی اور آرام کو مشقت پر ترجیح دی۔ دنیوی زندگی اور اس کے اسباب عیش و آرام آخرت کے سامنے حقیر اور تھوڑے ہیں۔ اگر تم اللہ کے رسول کے ساتھ کوچ نہ کرو گے۔ جہاد کو نہ جاؤ گے تو تمہیں اللہ سخت سزا دے گا۔ اور تمہاری جگہ اور لوگ لے آئے گا جو فرماں بردار اطاعت شعار ہوں گے۔ اللہ و رسول کا حکم بجالائیں گے۔ اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ اگر تم رسول اللہ کی مدد نہ کرو گے تو کیا ان کی مدد نہ ہوگی۔ اللہ نے تو ان کی اس وقت مدد فرمائی جب کہ وہ قلیل تھے اور کفار کثیر تھے۔ اور کفار نے انہیں مکہ سے باہر جانے پر مجبور کیا۔ یعنی ان کے قتل یا قید یا جلاوطن کرنے کا مشورہ کیا تو ان کو صرف دو جان سے باہر جانا پڑا یعنی خود مع ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور دونوں غار ثور میں جا کر ٹھہرے اور کفار ڈھونڈتے ہوئے لب غار پہونچے تو ان کے ساتھی نے ان کے قدم دیکھ کر کہا: اگر کوئی کافر اپنے پیروں کے نیچے نظر کرے گا تو ہمیں دیکھ لے گا۔ تو انھوں نے اپنے ساتھی سے تسکین دینے کے لیے کہا غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ یعنی ہمارا مددگار ہے کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے۔ تو اللہ نے ان پر اپنا سکینہ اتارا اور ایسی فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں۔ اور وہ ملائکہ تھے جو کفار کے منہ اور آنکھوں کو ان کی رویت سے پھیرتے تھے۔ [معالم] اور کافروں کی بات نیچی رہی اللہ کا بول بالا ہوا کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

تنبیہ: اس آیت میں واقعہ ہجرت کو مختصراً ذکر فرمایا گیا ہے اس سے مسلمانوں کو یقین دلانا مقصود ہے کہ اللہ ہر حال میں اپنے رسول کی مدد فرماتا ہے۔ انہیں رسول کا ساتھ چھوڑنا اور بزدل پست ہمت ہونا نہ چاہیے رسول کے ساتھ جہاد کو جانا چاہیے۔ خدا ان کی مدد کرے گا۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا اور اس آیت سے بوجوہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت و علو مرتبہ ثابت ہوتا ہے۔ حسن ابن الفضل فرماتے ہیں: جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ کہ نص قرآن کا منکر ہے۔ اور باقی صحابہ کی صحبت کا منکر بدعتی ہے نہ کافر۔ [معالم وغیرہ] اور کفار کو دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جان کا غم نہ ہوا تھا کہ جان واحد تھے۔

www.waseemziyai.com

لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٤٢﴾ ع ٦ ٥ ١٢

ضرور تمہارے ساتھ چلتے اپنی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ وہ بے شک ضرور جھوٹے ہیں۔ ف٢٨

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ

اللہ تمہیں معاف کرے تم نے انہیں کیوں اذن دے دیا جب تک نہ کھلے تھے تم پر

صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٤٣﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

سچے اور ظاہر نہ ہوئے تھے جھوٹے۔ اور وہ جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ

تم سے چھٹی نہ مانگیں گے اس سے کہ اپنے مال اور جان سے جہاد کریں اور اللہ خوب جانتا ہے

بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٤﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

پرہیزگاروں کو۔ تم سے یہ چھٹی وہی مانگتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے

الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَلَوْ

اور ان کے دل شک میں پڑے ہیں تو وہ اپنے شک میں ڈانواں ڈول ہیں انہیں

بلکہ حضور کا غم تھا کہ اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہلاکت سے امت ہلاک ہوتی دین برباد ہوتا۔ لہذا لا تحزن فرمایا گیا۔ روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار پر پہونچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو در غار پر ٹھہرا کر غار میں گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا سبب پوچھا عرض کی میرے ماں باپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان غار موذی جانوروں کا مسکن ہوتا ہے۔ اگر اس میں کچھ ہوگا تو مجھی کو ضرر پہنچائے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے ضرر سے محفوظ رہیں گے۔ پس پہلے خود غار میں جا کر اس میں جو سوراخ تھے۔ وہ بند کئے تا کہ کوئی موذی نکل کر ایذا نہ پہنچائے پھر حضور کو بلایا۔ جب دونوں غار میں داخل ہو گئے تو بحکم الٰہی دہانۂ غار پر مکڑی نے جالا پورا۔ اور کبوتر نے تنکے جمع کر کے انڈے دیئے۔ جب کفار غار پر پہونچے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ کہ اے اللہ تو انہیں اندھا کر دے۔ پس وہ غار کے آس پاس پھرتے اور کسی کو نہ دیکھتے دور آپس میں کہتے کہ اگر غار میں کوئی داخل ہوتا تو مکڑی کا جالا اور کبوتر کے انڈے ٹوٹ جاتے کبوتر اڑ جاتے۔ [سراج] حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غار کے سوراخوں کو اپنی چادر یا تہبند پھاڑ کر بند کیا۔ ایک سوراخ باقی رہ گیا تھا اسے اپنے پاؤں کے انگوٹھے سے بند کیا کسی موذی جانور نے انگوٹھے میں کاٹا درد سے آنسو نکل کر چہرہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر گرے سبب گریہ پوچھا عرض کی: کسی نے کاٹ لیا ہے حضور نے اپنا لعاب دہن لگا دیا درد جاتا رہا۔ اچھے ہو گئے کہا گیا ہے کہ آخر عمر میں وہی زہر باعث وفات ہوا۔ [خازن]

(۲۸۔ آیت: ۴۱، ۴۲) شان نزول: یہ آیات ان منافقوں کے بارے میں نازل ہوئیں جو غزوۂ تبوک میں شامل ہونے سے گریز کرتے تھے اور طرح طرح کے جھوٹے عذر بنا کر پیش کرتے تھے۔ کوئی اپنی کمزوری کوئی بیماری کوئی ناداری کوئی اہل و عیال کی خبر گیری کوئی کاروبار کی مشغولیت وغیرہ کا عذر کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب کے عذر رد فرما کر حکم عام دے دیا کہ کوئی کسی حالت میں ہو جہاد کو جائے۔ اور یہ آیات نازل ہوئیں۔ جب یہ حکم عام نازل ہوا۔ تو حضور سب کو ساتھ لے کر چل دیئے۔ لیکن پھر بھی بعض منافق ساتھ نہ گئے اور بعض

www.waseemziyai.com

اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ

نکلنا منظور ہوتا تو اس کا سامان کرتے مگر خدا ہی کو ان کا اٹھنا ناپسند ہوا تو ان میں

فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿٤٦﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا

کاہلی بھردی اور اور فرمایا گیا کہ بیٹھ رہو بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ اگر وہ تم میں نکلتے تو

زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاْ اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ

ان سے سوا نقصان کے تمہیں کچھ نہ بڑھتا اور تم میں فتنہ ڈالنے کو تمہارے بیچ میں غرابیں دوڑاتے اور تم میں

سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٧﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ

ان کے جاسوس موجود ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔ بے شک انھوں نے پہلے ہی فتنہ

مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ

چاہا تھا اور اے محبوب! تمہارے لیے تدبیریں الٹی پلٹیں یہاں تک کہ حق آیا اور اللہ کا حکم

راہ میں سے حیلہ بہانہ کر کے لوٹ آئے۔ جب حضور والا تبوک پہونچے تو وہاں لشکر کفار نظر نہ آیا چند روز ٹھہر کر واپس ہوئے۔ راہ میں "لو کان عرضا قریبا سے لکذبون" تک منافقوں کے حق میں آیات نازل ہوئیں۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمانو! تم جہاد کے لیے نکلو خوش دلی سے نکلو چاہے بے دلی و ناخوشی سے نکلو۔ اور اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے لڑو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ پھر ان منافقوں کے حق میں فرماتا ہے جو جہاد سے بیٹھ رہے تھے یا راستہ میں سے بہانہ کر کے لوٹ آئے تھے کہ اگر کوئی قریب کا سہل الحصول مال ہوتا یعنی مال غنیمت سہل سے ملنے کی امید ہوتی اور متوسط سفر ہوتا تو منافق ضرور تمہارے ساتھ جاتے مگر ان پر تو مشقت کا راستہ دور کا سفر دشوار ہوا اس لیے جہاد کو نہ گئے جب تم جہاد سے لوٹو گے تو وہ اللہ کی قسمیں کھا کے کہیں گے کہ اگر ہم میں جہاد کی طاقت ہوتی تو ضرور ہم آپ کے ساتھ جاتے وہ جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے نفسوں کو ہلاک کرتے ہیں کہ اس کے وبال میں گرفتار ہوں گے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ منافق اپنے قول میں جھوٹے ہیں۔

تنبیہ: آیۃ کا حکم عام ہے اگرچہ سبب نزول خاص ہے اور اس میں سب کو ہر حال میں جہاد پر جانے کا حکم ہے مگر جمہور کے نزدیک غیر مکلف اور نا قابل جہاد اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے عورتیں، بچے، مجنوں، اندھے، لولے لنگڑے، مفلوج اور ایسے بیمار جو لڑ نہیں سکتے ہیں۔ اور شیخ فانی بہت بوڑھا آدمی بھی ضعفا و مرضی میں داخل ہے۔ اور خفافا وثقالا کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں کسی نے اس کے معنی خوش دل اور بے دلی سے نکلنے کے لیے ہیں۔ کسی نے پیدل اور سواری کے لیے ہیں یعنی سواری پر جاؤ۔ سواری نہ ہو تو پیدال جاؤ۔ اور کسی نے جوان اور بوڑھے کے لیے ہیں یعنی خواہ تم جوان ہو یا بوڑھے ہو جہاد کو جاؤ۔ اور کسی نے غنی اور فقیر کے لیے ہیں یعنی خواہ تم امیر ہو یا غریب ہر صورت میں جہاد کو نکلو۔ اور کسی نے تندرست اور بیمار کے بیان کیے ہیں یعنی تم تندرست ہو یا مریض ہو ہر حال میں جہاد کو جاؤ اور بعض نے کہا ہے کہ تمہارے پاس ہتھیار ہوں یا نہ ہوں جہاد کو نکلو۔ حاصل یہ ہے کہ تم ہر حال میں جہاد کے لیے نکلو حیلے بہانے نہ کرو۔

تنبیہ: اگر خفافا وثقالا کے معنی صحیح و مریض کے لیے جائیں گے تو یہ آیت: ﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ﴾ [النور: ٦١] سے منسوخ ہوگی کیوں کہ آیت مذکورہ نازل ہونے پر حضرت ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا مجھ پر بھی جہاد کے لیے نکلنا واجب ہے فرمایا: ہاں اس پر آیت: ﴿لیس علی الاعمیٰ حرج الخ﴾ نازل ہوئی۔ [بیضاوی] اور صاحب ہدایہ کے نزدیک آیت مذکورہ نفیر عام پر محمول ہے بلا نسخ مطلقا کہ انھوں نے نفیر عام کی حالت

www.waseemziyai.com

اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا

ظاہر ہوا اور انھیں ناگوار تھا۔ ف۲۹ اور ان میں کوئی تم سے یوں عرض کرتا ہے کہ مجھے رخصت دیجیے اور

تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٩﴾

فتنے میں نہ ڈالیے سن لو وہ فتنہ ہی میں پڑے اور بے شک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ

اگر تمھیں بھلائی پہنچے تو انھیں برا لگے اور اگر تمھیں کوئی مصیبت پہنچے تو کہیں

اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿٥٠﴾ قُلْ

ہم نے اپنا کام پہلے ہی ٹھیک کر لیا تھا اور خوشیاں مناتے پھر جائیں۔ تم فرماؤ

لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ

ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا وہ ہمارا مولیٰ ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر

میں جہاد کو فرض عین کہا ہے اور آیت ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا﴾ سے استدلال کیا ہے۔ بات یہی ہے کہ نفیر عام کی حالت میں ناقابل جہاد کے سوا سب مسلمانوں پر جہاد کے لیے نکلنا فرض عین ہوتا ہے اور نفیر عام نہ ہونے کی صورت میں فرض کفایہ ہوتا ہے کہ بعض کے کرنے سے سب کے ذمہ سے ساقط ورنہ سب گنہگار۔ [احمدی]

(۲۹۔ آیت: ۴۳ تا ۴۸) شان نزول: جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے مدینہ واپس آئے تو منافقوں نے آکر اپنے نہ جانے کے عذرات پیش کیے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے کچھ نہ کہا اور درگزر فرمائی اور بعض کو راہ میں سے ہی لوٹ جانے کی اجازت دی تھی اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور ان میں نہایت لطیف پیرایہ میں قبل ذکر لغزش ﴿عفا الله عنك﴾ فرمایا معافی کا مژدہ سنایا گویا حضور سے منافقوں کو اجازت دینے میں کوئی لغزش صادر ہی نہیں ہوئی بلکہ اس سے حضور کا فضل وشرف اور تعظیم و توقیر ظاہر ہوتی ہے کہ سوائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی نبی سے اس طرح خطاب نہیں فرمایا۔ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ غایت تعظیم وتوقیر حضور پر دلالت کرتا ہے۔ اور صاحب مدارک لکھتے ہیں کہ اس میں سائر انبیا علیہم السلام پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل وشرف کی دلالت ہے کہ اس کے مثل کسی نبی کے لیے نہیں فرمایا۔ اور حضرت سفیان ابن عیینہ فرماتے ہیں: کہ ذرا اس لطف کو دیکھو کہ عار دلانے سے پہلے ہی عفو کو ذکر فرمایا۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شفا شریف میں فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی اس لغزش کو معصیت شمار نہیں فرمایا اور نہ اہل علم نے اسے عتاب تصور کیا کہ اس سے پہلے حضور کو اجازت دینے سے منع نہیں فرمایا گیا تھا جو معصیت ہوتی جو لوگ اس کے قائل ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ اور یہاں عفا کے معنی غفر کے نہیں ہیں بلکہ ایسے ہیں جیسے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: عفا الله لكم صدقة الخيل والرقيق کہ ان پر صدقۂ خیل ورقیق کبھی واجب ہی نہ تھا یوں ہی امام قشیری وغیرہ دیگر ائمہ وعلما نے فرمایا ہے۔ [سراج وغیرہ] مطلب یہ ہے کہ اللہ تمہیں معاف کرے تم نے منافقوں کو جھوٹا ظاہر ہونے سے پہلے واپسی کی کیوں اجازت دے دی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منافقوں کو پہچانتے نہ تھے۔ [معالم] پھر فرماتا ہے تبارک وتعالیٰ: جو اللہ اور قیامت پر ایمان لائے ہیں وہ جہاد سے بیٹھ رہنے کی تم سے اجازت نہیں مانگیں گے بلکہ جہاد پر جانے میں سبقت کریں گے جیسا کہ مخلص مہاجرین وانصار کہتے تھے کہ ہمیں اجازت نہیں چاہیے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بار بار جہاد کی

www.waseemziyai.com

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى

بھروسا چاہیے۔ ف۳۰ تم فرماؤ تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو، مگر دو خوبیوں

الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ

میں سے ایک کا اور ہم تم پر اس انتظار میں ہیں کہ اللہ تم پر عذاب ڈالے

مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۚ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾ قُلْ

اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں تو اب راہ دیکھو ہم بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھ رہے ہیں تم فرماؤ

اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ

کہ دل سے خرچ کرو یا ناگواری سے تم سے ہرگز قبول نہ ہوگا بے شک تم

قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ

بے حکم لوگ ہو۔ اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا بند نہ ہوا مگر

دعوت دی ہے بلکہ جہاد سے بیٹھنا ان پر شاق ہوتا تھا جیسا کہ اسی سفر میں حضور نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو اپنے ساتھ نہ لیجانے اور مدینہ میں اپنا قائم مقام کرنے کا ارادہ فرمایا تو انھیں بہت شاق ہوا، تو حضور نے ان سے فرمایا: کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ جس طرح موسیٰ کے لیے ہارون تھے ویسے ہی تم میرے لیے ہو یعنی جس طرح حضرت موسیٰ حضرت ہارون کو اپنا خلیفہ بنا کر مناجات کے لیے گئے تھے اسی طرح میں تمہیں مدینہ میں اپنا خلیفہ بنا کر اس سفر میں جاؤں۔ اس فرمانے پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ میں رہنے پر راضی ہوئے۔ [سراج وغیرہ] تم سے وہی لوگ جہاد سے بیٹھ رہنے کی چھٹی مانگیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے ہیں اور ان کے دلوں میں شک ہے پس وہ اپنے شک میں ڈاواں ڈول ہیں یعنی مذبذب و متردد ہیں اگر وہ جہاد کو نکلنا چاہتے تو اس کا سامان کرتے کہ مطلع کر دیے گئے تھے مگر خدا ہی کو ان کا جہاد پر جانا پسند نہ ہوا تو ان میں کاہلی بھر دی اور ان سے کہا گیا یعنی ان کے دل میں ڈالا گیا کہ بیٹھ جاؤ بیٹھنے والو، عورتیں اور بچوں اور بیماروں کے ساتھ۔ اور وہ انتالیس (۳۹) آدمی تھے جو جہاد کو نہیں گئے تھے اگر وہ تمہارے ساتھ جہاد کو جاتے تو ان سے تمہیں سوا نقصان کے کوئی نفع نہ ہوتا اور تم میں فتنہ ڈالنے کے لیے وہ غرابیں دوڑاتے یعنی تمہارے آپس میں فساد پھیلانے پھوٹ ڈالنے کے لیے منصوبے کرتے ایک کی دوسرے سے جا کر برائی کرتے جھوٹی باتیں لگاتے اور تم میں ان کے جاسوس موجود ہیں انھوں نے پہلے ہی مدینے میں آنے کے یا جنگ احد کو جانے کے وقت فتنہ برپا کرنا چاہا تھا اور تمہیں نقصان پہنچانے کی تدبیریں کر رہے تھے اور تمہارے لیے ان کی تدبیریں الٹی ہو گئیں یہاں تک کہ حق آیا اور اللہ کا حکم ظاہر ہوا حالاں کہ وہ انھیں ناگوار تھا۔ یہ آیت بعض علمائے ناسخ و منسوخ کے نزدیک سورہ نور کی آیت: ﴿فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ﴾ [النور: ۶۲] سے منسوخ ہے اور بعض کے نزدیک منسوخ نہیں ہے محکم ہے کہ اسی آیت سے بلا عذر منافقوں کو جہاد سے بیٹھ رہنے کی اجازت دینے کی ممانعت نکلتی ہے اور سورہ نور کی آیت میں مسلمانوں کو بعذر جہاد پر نہ جانے کی اجازت نکلتی ہے کہ وہ جہاد پر حریص تھے۔

(۳۰۔ آیت: ۴۹ تا ۵۱) شان نزول: یہ آیت جد بن قیس کے متعلق نازل ہوئی کہ وہ ایک منافق تھا خاندان بنو سلمہ کا سردار تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کو جانے کا قصد کیا اور مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا تو جد ابن قیس سے بھی چلنے کو کہا اس نے بطور بہانہ عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے عورتوں سے زیادہ رغبت ہے اگر میں جاؤں گا

www.waseemziyai.com

اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ

اس لیے کہ وہ اللہ و رسول سے منکر ہوئے اور نماز کو نہیں آتے مگر

كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿٥٤﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ

جی ہارے اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری سے ف۳۱ تو تمہیں ان کے مال

وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور ان کی اولاد کا تعجب نہ آئے اللہ یہی چاہتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ان چیزوں سے ان پر وبال ڈالے

وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ

اور کفر ہی پر ان کا دم نکل جائے اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں

وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿٥٦﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً

اور تم میں سے [ہیں] نہیں ہاں وہ لوگ ڈرتے ہیں اگر پائیں کوئی پناہ

تو رومی عورتوں کو دیکھ کر میں ضبط نہ کرسکوں گا لہذا آپ مجھے فتنہ میں نہ ڈالیں وہاں نہ لے جاویں میں یہیں آپ کی مالی امداد کروں گا تو یہ آیت نازل ہوئی۔[رواہ ابونعیم وابن مندہ] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نے بہانہ کیا تھا اسے سوا نفاق کے کوئی علت نہیں تھی۔[معالم] مطلب یہ ہے کہ ان منافقوں میں کوئی تم سے یوں کہتا ہے کہ مجھے رخصت دیجیے اور فتنہ میں نہ ڈالیے یعنی جہاد میں لے جا کر فتنہ میں نہ ڈالیے بیٹھ رہنے کی اجازت دیجیے سن لو وہ فتنہ ہی میں پڑے ہیں کہ دل میں نفاق بھرے ہوئے ہیں جہاد پر جانے سے بچتے ہیں مخالفت حکم رسول کرتے ہیں اور جہنم کی آگ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ان کا تو حال یہ ہے کہ اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے جیسے فتح و نصرت مال و غنیمت تو انہیں بری لگتی ہے اور جو تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے جیسے شکست و نقصان جان و مال تو کہتے ہیں کہ ہم نے پہلے ہی ٹھیک کرلیا تھا بچاؤ کی تدبیر کرلی تھی اور خوشیاں مناتے ہیں اے محبوب تم ان سے فرماؤ ہمیں کوئی مصیبت نہ پہنچے گی مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھدی ہے وہ ہمارا مولا ہے اور مسلمانوں کو اس پر ہی بھروسہ ہے۔

(۳۱۔آیت:۵۲تا۵۴) یہ گزشتہ آیات کا ضمیمہ ہے اور اس میں مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ منافقوں سے یوں کہیں کہ تم ہم پر دو خوبیوں میں سے ایک کا انتظار کرتے ہو یعنی اللہ کی مدد کا یا شہادت کا اور ہم تم پر اللہ کے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سے عذاب آنے کے منتظر ہیں پس تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہیں۔تم ہمارے لیے جن باتوں کے انتظار میں ہو وہ دونوں باتیں ہمارے لیے نفع کی ہیں ضرر کی نہیں ہیں کہ اگر اللہ نے ہماری مدد کی اور ہم نے فتح پائی تو ہم غازی ہوئے۔مال غنیمت پایا اجر عظیم کمایا۔اور جو شہادت پائی تو شہید ہونے کے مرتبہ بلند پر پہونچے جنت کے مستحق ہوئے۔اور تم ہر حال میں نقصان میں ہو کہ یا تو مسلمانوں کے ہاتھ سے برباد ہوئے اور جو بچ گئے تو کسی غیبی مصیبت میں گرفتار ہوئے تمہارے لیے مرنا اور بچنا دونوں برابر ہے۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کی کفالت فرمائی جو محض اللہ کے واسطے جہاد کو نکلا کہ اسے جنت میں داخل کرے گا یا جہاں سے وہ نکلا تھا وہیں اسے باجر عظیم و مال غنیمت واپس لائے گا۔اور دوسری حدیث میں ہے کہ مسلمان کا حال بہت خوب ہے کہ اگر اسے امر خوشگوار پہونچا اور اس نے اس پر شکر کیا تو اسے بھلائی ملی اور جو امر ناگوار پہنچا اور اس نے اس پر صبر کیا تو اسے بھلائی ملی پس ہر حال میں اس نے بھلائی پائی اور یہ بات سوا اس کے کسی کو حاصل نہیں ہے پھر فرماتا ہے تبارک وتعالیٰ اے محبوب تم ان سے

www.waseemziyai.com

اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَمِنْهُمْ

یا غار یا سما جانے کی جگہ تو رسیاں تڑاتے ادھر پھر جائیں گے ف۳۲ اور ان میں

مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ

کوئی وہ ہے کہ صدقے بانٹنے میں تم پر طعن کرتا ہے تو اگر ان میں سے کچھ ملے تو راضی ہو جائیں اور نہ

يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿٥٨﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ

ملے تو جبھی وہ ناراض ہیں۔ اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ

وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ

و رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول،

اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿٥٩﴾ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ ع ۱۲

ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے ف۳۳ زکوٰۃ تو انھیں لوگوں کے لیے ہے محتاج اور نرے نادار

وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ

اور جو اسے تحصیل کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے اور گردنیں چھڑانے میں اور قرض داروں کو

کہو کہ اللہ کی طاعت میں تم دل سے خرچ کرو یا بے دلی سے ہرگز قبول نہ ہوگا کہ تم بے حکم نافرمان لوگ ہو۔ روایت کی گئی ہے کہ یہ آیۃ جد ابن قیس کے حق میں نازل ہوئی جب کہ اس نے جہاد پر نہ جانے اور مالی امداد کرنے کو کہا تھا اور یہ قبول نہ ہونا اس لیے ہے کہ وہ اللہ و رسول کے منکر ہوئے۔ اور نماز کو ہارے جی سے آتے ہیں کہ اسے بے فائدہ سمجھتے ہیں اور ناگواری سے طاعت الٰہی میں خرچ کرتے ہیں کہ اسے تاوان سمجھتے ہیں اور یہ طوعا کے منافی نہیں ہے کہ وہ بحسب ظاہر فرمایا گیا ہے اور یہ بحسب واقع۔ [سراج]

(۳۲۔آیت: ۵۵ تا ۵۷) شان نزول: چوں کہ کفار مالدار اور خوش حال تھے اور مسلمان مفلس و نادار اور خراب حال تھے لہذا بعض کے دل میں باقتضائے بشریت یہ شبہ گزرتا تھا کہ خدا ہم سے ناراض اور کفار سے راضی ہے ورنہ وہ خوش حال اور ہم برے حال نہ ہوتے۔ اس شبہ کو مسلمانوں کے دل سے دور کرنے کے لیے یہ آیات نازل ہوئیں اور مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ تم کفار کے مال و اولاد پر تعجب نہ کرو اور نہ ان کے مالدار و خوش حال ہونے کو اچھی نظر سے دیکھو کہ یہ استدراج ہے کیوں کہ اللہ نے ارادہ کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ان چیزوں کے سبب انھیں وبال میں ڈالے اور کفر پر ان کا دم نکلے تو آخرت میں انھیں سخت عذاب دے۔ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں یعنی تمہارے دین پر ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ ڈرپوک لوگ ہیں خوف کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ بھی مشرکوں جیسا معاملہ کیا جائے اس خیال سے وہ اپنا کفر چھپاتے تقیہ کرتے ہیں اگر وہ کوئی پناہ کی جگہ یا کوئی غار یا کوئی گھس جانے کی جگہ پائیں تو رسیاں توڑا کے ادھر جائیں یعنی فورا بھاگ کر اس میں گھس جائیں تمہاری طرف رخ بھی نہ کریں بھاگنے کی کوشش کرنے کو محاورہ میں رسیاں توڑانا کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ منافق مسلمانوں سے اس قدر بغض رکھتے ہیں کہ اگر انھیں ان جگہوں میں سے کوئی جگہ مل جاتی تو فوراً اس کی طرف بھاگ جاتے تم میں ذرا دیر نہ ٹھہرتے۔

(۳۳۔آیت: ۵۸، ۵۹) شان نزول: یہ آیتیں خرقوس خارجی کے حق میں نازل ہوئیں ہیں۔ ایک بار سرکار دو عالم صلی اللہ

www.waseemziyai.com

وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو، یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ ف ۳۴

حَكِيْمٌ ﴿٦٠﴾ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ

اور ان میں کوئی وہ ہیں کہ ان غیب کی خبریں دینے والے کو ستاتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں تم فرماؤ

اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ

تمہارے بھلے کے لیے کان ہیں اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں اور

لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ

جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں اور وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک

تعالیٰ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ اس نے آکر کہا یا رسول اللہ انصاف سے تقسیم کیجیے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے خرابی ہو اگر میں عدل نہ کروں گا تو اور کون عدل کرے گا پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی مجھے اس بے ادب کو قتل کرنے کی اجازت دیجیے فرمایا: جانے دو اس سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کی نماز روزہ کے آگے تم اپنی نماز روزہ کو حقیر سمجھو گے لیکن باوجود اس کے وہ لوگ اسلام سے ایسے باہر ہوں گے جیسے کمان سے تیر۔ تم انھیں جہاں پانا قتل کرنا۔ [الحدیث رواہ البخاری والنسائی وغیرہ] اور کلبی کی روایت میں ہے کہ ابو جوانانامی منافق نے ایسا کہا تھا اور قتادہ کی روایت میں ہے کہ ایک نومسلم بدوی نے یہ کہا تھا۔ [ابن کثیر] ابن زید کہتے ہیں کہ منافقوں نے یہ کہا تھا کہ (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مال غنیمت جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں اپنی خواہش کی پابندی کرتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [سراج] بہرحال یہ مقولہ کسی منافق ہی کا ہے خواہ وہ خارجی ہو یا منافق اور وہ مال غنیمت حنین کا تھا جس کو حضور تقسیم فرما رہے تھے اور اہل مکہ کو تالیف قلوب کے لیے اور لوگوں سے کچھ زیادہ دیا تھا جس پر منافقوں نے یہ طعن کیا تھا۔ ضحاک فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور کو جو مال قلیل یا کثیر دیتا تھا اسے تقسیم فرما دیا کرتے تھے مسلمان حضور کے دیئے ہوئے پر راضی ہوتے اور اللہ کا شکر کرتے اور منافق اگر زیادہ ملتا تو خوش ہوتے ورنہ ناراض ہوتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقوں کی خوشی اور ناخوشی مال کے لیے تھی نہ دین کے لیے۔ [سراج] مطلب یہ ہے کہ ان منافقوں میں کوئی وہ ہے کہ صدقہ بانٹنے میں تم پر طعن کرتا ہے تو اگر صدقہ میں سے انھیں کچھ مل جاوے تو راضی ہیں اور جو کچھ نہ ملے تو ناراض ہیں اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ و رسول کے دیے پر راضی ہوتے اور کہتے کہ اللہ ہمیں کافی ہے عنقریب ہمیں اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل سے دوسری غنیمت میں سے دے گا ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔

(۳۴۔ آیت: ۶۰) چوں کہ آیت بالا میں صدقہ کی تقسیم کا ذکر کیا گیا تھا اور تقسیم کے وقت منافقوں نے اعتراض کیا تھا لہٰذا اس آیت میں صدقہ کے مصارف خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے۔ زیاد ابن حارث سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا مجھے صدقہ سے کچھ عطا فرمائیں۔ فرمایا صدقہ میں اللہ کسی نبی و غیر نبی کے حکم پر راضی نہیں ہوا یہاں تک کہ خود اس میں حکم فرمایا اور اسے آٹھ جز کیا اگر تو ان اجزا میں سے ہوگا تو میں تجھے دوں گا۔ [بغوی بسندہ وابو داؤد] اور وہ اجزا آٹھ ہیں جن کو نمبروار ہم تحریر کرتے ہیں۔ (۱) فقرا یعنی محتاج۔ (۲) مساکین یعنی نادار۔ فرق دونوں میں یہ ہے کہ فقیر کی حالت مسکین سے اچھی ہوتی ہے کہ اس کے پاس کچھ ہوتا ہے جس سے اپنا پیٹ بھر لیتا ہے۔ اور مسکین کے پاس کچھ نہیں ہوتا جو مل جاتا ہے اس پر قناعت کرتا ہے یہی قول امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ [سراج] (۳) عامل یعنی زکاۃ وصدقات جمع کرنے والے خواہ مالدار ہوں یا غیر مالدار ہوں ہر حال میں اجرت کے مستحق ہیں انھیں مال زکاۃ وصدقات میں سے اجرت دی جائے گی اس میں دفتر

www.waseemziyai.com

وصدقات کے جملہ اہل عمل داخل ہیں۔ (۴) مؤلفۃ القلوب یعنی وہ لوگ جنہیں اسلام کی طرف مائل وراغب کرنے کے لیے یا اسلام پر برقرار رکھنے کے لیے صدقہ کے مال میں سے کچھ دیا جاوے جیسے صفوان ابن امیہ کو حضور نے غنیمت حنین میں سے کچھ مال عطا فرمایا تھا حالاں کہ وہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے بعد کو اسلام لائے۔ [رواہ مسلم عن صفوان] اور جیسے نومسلم مکیوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم حنین سو سو اونٹ عطا فرمائے تھے یا بعض کو اس لیے کچھ مال دیا جائے کہ اسے دیکھ کر دوسرے اسلام لائیں یا سرحدی کفار کو ان کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے کچھ مال دیا جائے یا بعض کو کچھ مال اس لیے دیا جائے کہ وہ زکاۃ نہ دینے والوں کو زکاۃ دینے کی ترغیب دیں۔ اس میں بہت اختلاف ہے کہ اب بھی مولفۃ القلوب کا حصہ باقی ہے یا ساقط ہوگیا صحیح یہ ہے کہ کفار کا حصہ باجماع صحابہ زمانۂ خلافت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ساقط ہوگیا جب کہ اللہ نے اسلام کو عزت دی اور غالب فرمایا۔ [مدارک] یہی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور یہی ثوری وعکرمہ اور شعبی کا قول ہے اور امام اعظم وامام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کا مذہب ہے۔ (۵) الرقاب یعنی غلام آزاد کرانا اس کا مطلب یہ ہے کہ جن غلاموں کو ان کے مالکوں نے یہ لکھ دیا کہ تم اتنا مال ہمیں دو گے تو آزاد ہو گے تو ایسے غلاموں کو مال زکاۃ میں سے دے کر آزاد کرایا جائے۔ یہی تفسیر اس کی حسن بصری ومقاتل زہری ونخعی وغیرہ سے مروی ہے اور یہی امام اعظم وامام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔ بیضاوی نے ایک یہ صورت بھی بیان کی ہے کہ جو مسلمان کفار کے پاس قید ہوں انھیں فدیہ دے کر چھوڑایا جائے۔ (۶) غارمین یعنی قرض دار اور وہ تین قسم کے ہیں: اول جس نے اپنی ذاتی جائز حاجت روا کرنے کے لیے قرض لیا یا ناجائز بات کے لیے قرض لیا تھا پھر اس نے توبہ کرلی۔ دوسرے وہ جس نے جرمانہ تاوان ضمانت ادا کرنے کے لیے قرض لیا۔ تیسرے وہ جس نے مسلمانوں میں صلح کرانے فتنہ دبانے یا کسی مسلمان کی آبرو بچانے کے لیے قرض لیا اور ادا نہ کرسکا تو مال زکاۃ میں سے اس کا قرض ادا کیا جائے اگرچہ وہ کما کر ادا کرنے پر قادر ہو۔ حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قرض دار مرنے والے کو بلا کر پوچھے گا کہ تو نے یہ قرض کس لیے لیا تھا اور کس کام میں لوگوں کا حق ضائع کیا۔ وہ عرض کرے گا خداوندا تو جانتا ہے کہ میں نے قرضہ لیا لیکن نہ کھایا نہ پیا اور نہ ضائع کیا بلکہ میرے گھر آگ لگی یا چوری ہوئی یا گھٹی ہوئی پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرا بندہ سچا ہے میں تیری طرف سے ادا کرنے کا زیادہ حقدار ہوں پھر کچھ منگوا کر اس کے ترازو کے پلہ میں رکھوائے گا پس اس کی نیکیاں برائیوں پر غالب آئیں گی پس وہ خدا کے فضل سے جنت میں جائے گا۔ [مواہب رواہ احمد] (۷) فی سبیل اللہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کو دیا جاوے اگرچہ وہ فقیر نہ ہو لیکن ائمہ حنفیہ کے نزدیک جس مجاہد کے پاس جہاد میں خرچ کرنے کے لیے مال نہ ہو اور وہ اس وجہ سے جہاد کو نہ گیا ہو اسے دیا جائے تاکہ وہ سلاح حرب خرید کر جہاد کو جائے اور کہا گیا ہے کہ سرحد اسلام کی حفاظت بھی اس میں داخل ہے۔ [بیضاوی] (۸) وابن السبیل یعنی وہ مسافر جس کے پاس کرایہ نہ رہا ہو بعض نے اس سے وہ حاجی مراد لیے ہیں جن کے پاس خرچ نہ رہا ہو اگرچہ گھر پر مال ہو حدیث میں ہے کہ صدقہ مالدار کے لیے حلال نہیں ہے مگر پانچ کے لیے: مجاہد کے لیے، قرض دار کے لیے، عامل کے لیے، اور جس نے صدقہ کی شی اپنے مال سے خرید لی ہو، اور جس کے مسکین پڑوسی نے صدقہ کی شی اسے ہدیہ میں بھیجی ہو۔ [معالم] آیت میں صدقات سے مراد مال زکاۃ ہے اور انما حصر کے لیے ہے کہ انہیں آٹھ قسم کے لوگوں کو صدقات دیے جائیں ان کے غیر کو نہ دیے جائیں۔ خواہ سب قسموں پر تقسیم کیے جائیں یا ایک قسم کے لوگوں کو دیے جائیں۔ اور ایک قسم کے لوگوں میں بھی خواہ سب کو دیئے جائیں یا بعض کو دیئے جائیں یہ امام المسلمین کو اختیار ہے یہی قول حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحذیفہ وابن عباس وابوالعالیہ وسعید ابن جبیر وامام اعظم وامام مالک وامام احمد وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے مگر امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک سب قسموں کو دینا واجب ہے اور جو سب کو دینا مشکل ہو تو کم سے کم تین قسموں کو دینا لازم ہے۔ چوں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر عمل کرنا متعذر تھا اور دلیل کمزور تھی لہذا بعض علمائے شافعیہ نے مسلک ائمہ ثلاثہ مذکورہ کو اختیار کیا اور قاضی بیضاوی نے اس کا اقرار واظہار کیا بلکہ اپنے والد ماجد کا اس کے موافق فتویٰ دینا تحریر کیا۔ اور جن کو صدقہ دیا جائے وہ مسلمان ہوں مالدار اور ہاشمی ومطلبی نہ ہوں کہ ان کے لیے صدقہ دینا لینا جائز نہیں ہے جیسا

www.waseemziyai.com

اَلِيْمٌ ﴿٦١﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ

عذاب ہے۔ ف۳۵ تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ تمہیں راضی کر لیں اور اللہ و رسول

اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ

کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔ کیا انھیں خبر نہیں کہ

مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ

جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا

ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٣﴾ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ

یہی بڑی رسوائی ہے۔ ف۳۶ منافق ڈرتے ہیں کہ ان پر کوئی سورہ ایسی اترے

سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ

جو اُن کے دلوں کی چھپی جتادے، تم فرماؤ ہنسے جاؤ اللہ کو ضرور ظاہر کرنا ہے

مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ

جس کا تمھیں ڈر ہے۔ اور اے محبوب! اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے ہم تو یوں ہی ہنسی

کہ احادیث میں آیا ہے اگرچہ آیت میں یہ قیدیں نہیں ہیں۔

(۳۵۔آیت:۶۱) شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایک جماعت منافقین کے حق میں نازل ہوئی وہ حضور کو اپنے قول سے ایذا دیا کرتے تھے اور حضور کی شان میں الفاظ ناشائستہ بکا کرتے تھے بعض نے ان سے کہا کہ ایسی باتیں نہ کیا کرو ایسا نہ ہو کہ انھیں تمہاری خبر پہونچ جائے تو برائی آئے۔ اس پر جلاس ابن سوید نے کہا کہ ڈرنے کی کیا بات ہے اگر ان سے جا کر کوئی کہہ دے گا تو کیا ہوگا ہم جا کر قسم کھا کر اس سے انکار کریں گے تو وہ ہمارا یقین کر لیں گے کہ ان کے تو فقط کان ہیں جیسا جو جا کر کہہ دیتا ہے وہ اسے مان لیتے ہیں تحقیقات نہیں کرتے ہیں اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ اور محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ وہ نبتل ابن حارث منافق کے حق میں نازل ہوئی جس کے حق میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شیطان کو دیکھنا پسند کرے وہ نبتل کو دیکھے وہ حضور کی باتیں منافقوں سے جا کر کہا کرتا تھا جب اس سے کہا گیا کہ تو ایسا نہ کیا کر تو اس نے یہ کہا تھا۔ [سراج و معالم] مطلب یہ ہے کہ منافقوں میں بعض وہ ہیں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں عیب نکال کر انھیں ستاتے ہیں اور جب انھیں عیب جوئی سے منع کیا جاتا ہے کہ کوئی ان سے جا کر کہہ دے گا تو کہتے ہیں کہ وہ تو کان ہیں یعنی کانوں سے سن کر ہر بات کا یقین کر لیتے ہیں تحقیق نہیں کرتے ہیں جب ہم جا کر قسم کھا کر ان سے کہیں گے کہ ہم نے ایسا نہیں کہا ہے تو وہ ہمارا یقین کر لیں گے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے محبوب ان سے فرماؤ کہ وہ تمہارے بھلے کے لیے کان ہیں کہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی بات کا یقین کرتے ہیں نہ منافقوں کی بات کا اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے لیے وہ رحمت ہیں ان کے ستانے والوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(۳۶۔آیت:۶۲ تا ۶۳) شان نزول: حضرت قتادہ و سدی سے روایت ہے کہ ایک روز جلاس ابن سوید وغیرہ منافقوں نے آپس میں بیٹھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا کہا اور بولے کہ ہم لوگ تو بہت افضل و اشرف ہیں لیکن محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جو کچھ

www.waseemziyai.com

وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦٥﴾

کھیل میں تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو؟

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ

بہانے نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر اگر ہم تم میں سے کسی کو

مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٦٦﴾ اَلْمُنٰفِقُوْنَ ع ٨ ١٤

معاف کریں تو اوروں کو عذاب دیں گے اس لیے کہ وہ مجرم تھے ف٣٧ منافق مرد

وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ وقف لازم

اور منافق عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں برائی کا حکم دیں اور بھلائی سے

الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

منع کریں اور اپنی مٹھی بند رکھیں وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ

بے شک منافق وہی پکے بے حکم ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو

ہماری نسبت کہتے ہیں اگر وہ سچ ہے تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ اس وقت عامر ابن قیس انصاری بھی وہاں موجود تھے انھیں غصہ آیا اور بولے کہ واللہ جو کچھ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہتے ہیں وہ سچ ہے اور بے شک تم لوگ گدھوں سے بدتر ہو۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر حال بیان کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منافقوں کو بلا کر دریافت کیا منافقوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ ہم نے تو ایسا نہیں کہا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی قسموں کا اعتبار کیا اور عامر کے قول وقسم کا اعتبار نہ کیا اس پر حضرت عامر آزردہ خاطر ہوئے اور خدا سے دعا کی کہ پروردگار تو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کر تب یہ آیات نازل ہوئیں۔ اور مقاتل وکلبی کہتے ہیں: کہ وہ ان منافقوں کے حق میں اتری ہیں جو غزوۂ تبوک سے بیٹھ رہے تھے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں سے واپس آئے تو انھوں نے حضور کے سامنے آکر قسمیں کھا کر عذر کیا تا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے راضی ہوں۔ [سراج وغیرہ] مطلب یہ ہے کہ منافق لوگ تمہارے سامنے تمہیں راضی کرنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں حالاں کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حقدار تھا کہ اسے راضی کرتے۔ الخ اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ آدمی پر اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنا لازم ہے اگر چہ مخلوق اس سے ناراض ہو اور اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ رسول کی رضامندی اللہ کی رضا ہے جس نے رسول کو راضی رکھا اس نے خدا کو راضی رکھا۔

(٣٧۔ آیت: ٦٤ تا ٦٦) شان نزول: محمد ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر تبوک جا رہے تھے تو اس میں کچھ منافق بھی تھے راستہ میں ودیعہ بن ثابت ویحییٰ بن حمیر اشجعی وغیرہ نے آپس میں مسلمانوں کو سنانے اور ڈرانے کے لیے کہا تھا کہ تم لوگ رومیوں کو اپنے جیسا سمجھتے ہو اللہ کی قسم ہمیں تو دکھ ہو رہا ہے کہ کل کی لڑائی میں تم لوگ زنجیروں میں جکڑے پڑے ہو گے۔ یحییٰ نے کہا کہ ایسا نہ کہو مجھے اندیشہ ہے کہ تمہاری اس گفتگو کے متعلق کہیں قرآن نہ نازل ہو اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تم میں ہر ایک کے سو سو کوڑے مارے جائیں۔ منافق انھیں باتوں میں تھے کہ یہ آیات نازل ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمار بن یاسر

www.waseemziyai.com

نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ

جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے وہ انھیں بس ہے اور اللہ کی ان پر لعنت ہے اور ان کے لیے

عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ

قائم رہنے والا عذاب ہے۔ جیسے وہ جو تم سے پہلے تھے تم سے زور میں

قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ

بڑھ کر تھے اور ان کے مال اور اولاد تم سے زیادہ، تو وہ اپنا حصہ برت گئے تو تم نے

بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ

اپنا حصہ برتا جیسے اگلے اپنا حصہ برت گئے اور تم بیہودگی میں پڑے

كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ

جیسے وہ پڑے تھے ان کے عمل اکارت گئے دنیا اور آخرت میں

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اور وہی لوگ گھاٹے میں ہیں کیا انھیں اپنے سے اگلوں کی خبر نہ آئی

قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ

نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے

سے فرمایا کہ جا کر خبر لو تمہاری قوم منافقت کی آگ میں جلی جاتی ہے اور منافقوں سے پوچھنا کہ تم نے یہ باتیں کی ہیں یا نہیں اگر وہ اس کا انکار کریں تو کہنا کہ ضرور تم نے یہ باتیں کہی ہیں پس حضرت عمار نے تعمیل حکم کی تب منافق حضور کی خدمت میں آکر عذر خواہ ہوئے اور بولے کہ ہم تو راستہ کاٹنے کے لیے آپس میں دل لگی کی باتیں کر رہے تھے اور یحییٰ بن حمیر توبہ کر کے سچے دل سے مسلمان ہوئے اور خدا سے شہادت کی دعا کی ان کی دعا مقبول ہوئی اور وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس سورت میں ستر منافقوں کا ذکر نام بنام لیا گیا تھا مگر بعد کو ان کا نام ونسب منسوخ کر دیا گیا تا کہ ان کی اولاد کو جو مومن ہونے والے تھے عار وشرم نہ آئے، گویا یہ نسخ ان کے لیے رحمت الٰہی تھی اور منافقوں کے لیے موجب رسوائی کہ وہ وقت نزول آیات ذلیل ورسوا ہوئے، مسلمان ان کے حال سے آگاہ ہوئے۔ مطلب یہ ہے کہ منافق لوگ ڈرتے ہیں اس سے کہ مسلمانوں پر کوئی سورت ایسی نازل ہو جو انھیں ان کے دل کی چھپی ہوئی باتوں سے آگاہ کر دے یعنی ان کے نفاق اور مسلمانوں سے حسد ودشمنی رکھنے کو ظاہر کر دے جس سے ان کی فضیحت ورسوائی ہو اے نبی تم ان سے فرماؤ کہ ہنسے جاؤ اللہ کو ضرور ظاہر کرنا ہے جس کا تمہیں ڈر ہے اور اگر تم ان سے پوچھو گے تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی مذاق کر رہے تھے تم اے نبی ان سے فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ایمان لانے کے بعد اگر تم میں کسی کو معاف کریں گے تو اوروں کو عذاب دیں گے کہ وہ مجرم تھے۔ قتادہ کہتے ہیں: کہ حضور غزوۂ تبوک جا رہے تھے اور حضور کے سامنے تین منافق تھے دو ان میں سے حضور اور قرآن کے ساتھ استہزا کرتے تھے اور تیسرا ہنستا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلع کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سواری رکوا کر ان سے پوچھا کہ تم نے ایسا ایسا کہا انھوں نے کہا

www.waseemziyai.com

وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ

اور وہ بستیاں کہ الٹ دی گئیں ان کے رسول روشن دلیلیں ان کے پاس لائے تھے

لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۷۰ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ

تو اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظالم تھے ف۳۸ اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں،

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں

وقف لازم

وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ

اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ و رسول کا حکم مانیں

اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۷۱ وَعَدَ اللّٰهُ

یہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا بے شک اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ اللہ نے

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو باغوں کا وعدہ دیا ہے جن کے نیچے نہریں رواں،

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ مِّنَ

ان میں ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ مکانوں کا بسنے کے باغوں میں اور اللہ کی رضا

کہ ہم تو راستہ کاٹنے کے لیے آپس میں مذاق کر رہے تھے۔ [سراج] کلبی و مقاتل سے بھی ایسے ہی مروی ہے اور وہ یہ کہتے جا رہے تھے کہ دیکھو یہ شخص زعم کرتا ہے کہ میں شام پر غالب ہوں گا اور قصور اور قلعہ فتح کروں گا اور روم پر غالب آؤں گا۔ [مدارک وغیرہ] اس سے یہ معلوم ہوا کہ منافق نزول قرآن کے تو قائل تھے مگر قطعی یقین نہ لانے کے سبب منافق ہوئے اور اس سے ثابت ہے کہ جو کوئی آیات قرآنیہ یا احادیث نبویہ یا مسائل شرعیہ کا ہنسی مذاق اڑائے یا حضور کے قول و فعل کا استہزا کرے وہ کافر ہے اور دل میں رکھے زبان سے نہ کہے وہ منافق ہے۔

(۳۸۔ آیت: ۶۷ تا ۷۰) یہ گزشتہ آیات کی تائید ہیں ان میں منافقوں کے حال کی تفصیل فرمائی گئی ہے اس وقت تین سو مرد اور ایک سو عورتیں منافق تھیں۔ پڑھیے ترجمہ۔ مطلب یہ ہے کہ منافق مرد عورتیں دین و مذہب و عادت و خصلت میں ایک سے ہیں اور ایک دوسرے کے مثل و مشابہ ہیں۔ وہ جو مسلمانوں سے قسم کھا کر یہ کہتے ہیں کہ ہم تم میں سے ہیں محض غلط اور جھوٹ ہے۔ وہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے ایسا کہتے ہیں۔ وہ ہرگز مومن اور مسلمانوں میں سے نہیں ہیں کما قال تعالیٰ: ﴿وما هم بمؤمنين﴾ [بیضاوی] ترجمہ میں ''ایک تھیلی کے چٹے بٹے'' ہونے کے یہی معنی ہیں کہ منافق مرد عورتیں سب دین میں ایک سے ہیں اور ایک دوسرے کے مثل و مشابہ ہیں۔ اور مٹھی بند رکھنا کنایہ ہے بخل سے یعنی وہ کنجوس ہیں خدا کی طاعت میں مال صرف نہیں کرتے ہیں اور عاد سے قوم ہود اور ثمود سے قوم صالح اور مدین والوں سے قوم شعیب مراد ہے اور موتفکات سے قوم لوط کی بستیاں مراد ہیں جو لوٹ دی گئیں تھیں۔

www.waseemziyai.com

اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٧٢﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ ع ٩ ٦ ١٥

سب سے بڑی یہی ہے بڑی مراد پانی۔ ف٣٩ اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ

الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٧٣﴾

کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا

اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہ کہا اور بے شک ضرور انھوں نے کفر کی بات کہی اور

بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ

اسلام میں آکر کافر ہو گئے اور وہ چاہا تھا جو انھیں نہ ملا اور انھیں کیا برا لگا یہی نہ کہ

اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا

اللہ و رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کر دیا تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کا

لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِى الدُّنْيَا

بھلا ہے اور اگر منہ پھیریں تو اللہ انھیں سخت عذاب کرے گا دنیا

وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٧٤﴾ وَمِنْهُمْ

و آخرت میں اور زمین میں کوئی نہ ان کا حمایتی ہوگا نہ مددگار ف٤٠ اور ان میں

(٣٩۔آیت:٧١،٧٢) قرآن کریم کا دستور ہے کہ وہ بدوں کے اعمال کا انجام بیان کر کے ان کے مقابلہ میں نیکوں کے اعمال کا نتیجہ ذکر فرماتا ہے تا کہ وہ بد نیکوں کے اعمال کا نتیجہ دیکھ کر اعمال کی طرف راغب ہوں اور برے فعلوں سے باز رہیں۔ یہاں بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے کہ پہلے کافروں اور منافقوں کی حالت ذکر فرمائی پھر ان کے مقابلہ میں نیکوں کی حالت بیان فرمائی ہے کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کی رفیق ہیں یعنی دوست و مددگار ہیں کہ نیک کاموں کا حکم کرتے اور برے کاموں سے باز رکھتے ہیں الخ بخلاف منافقوں کے کہ وہ ایسا نہیں کرتے ہیں۔ اور نہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں بلکہ دشمن ہیں کہ انھیں جہنم میں جانے کا طریقہ بتاتے ہیں۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے مثل عمارت کے ہے کہ بعض اس کا بعض کو مضبوط کرتا ہے۔ [بخاری] دوسری حدیث میں ہے کہ تمام مسلمان مثل تن واحد کے ہیں کہ اگر اس کی آنکھ دکھے تو تمام بدن بے چین ہو جائے اور جو اس کا سر دکھے تو سارا جسم بے قرار ہو جائے۔ [مسلم] مسلمانوں کو ان احادیث میں غور کرنا اور آپس میں اسی طرح ہونا چاہیے۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔ طبری نے حضرت ابو ہریرہ اور عمران ابن حصین سے روایت کی ہے کہ حضور سے جنات عدن کو پوچھا گیا فرمایا کہ وہ موتیوں کا قصر ہے اس میں ستر دار یاقوت سرخ کے ہیں اور ہر دار میں ستر گھر زمرد کے ہیں الحدیث بطولہ اس کے علاوہ جنات عدن کی اور بھی تفسیریں کی گئی ہیں۔ [خازن]

(٤٠۔آیت:٧٣،٧٤) شان نزول اس کی معالم وغیرہ میں یہ لکھی ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی کنجی آنکھوں والا آیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تو اور تیرے ساتھی مجھے کیوں

www.waseemziyai.com

مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ

کوئی وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہم ضرور

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا

بھلے آدمی ہو جائیں گے تو جب اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا اس میں بخل کرنے لگے اور

وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ

منھ پھیر کر پلٹ گئے۔ تو اس کے پیچھے اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک

يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿٧٧﴾

کہ اس سے ملیں گے بدلا اس کا کہ انھوں نے اللہ سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلا اس کا کہ جھوٹ بولتے تھے

گالیاں دیتے ہیں پس وہ واپس جا کر اپنے ساتھیوں کو لے کر آیا اور انھوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ ہم نے برا نہیں کہا ہے۔ یا وہ جلاس کے حق میں نازل ہوئی جس کا قول گزرا یا وہ ابن ابی کے حق میں اتری کہ اس نے کہا تھا: "لئن رجعنا إلى المدينة ليخرجن الاعزمنها الاذل"۔ اور "اعز" سے مراد اپنے آپ کو اور "اذل" سے مراد مسلمانوں کو لیا تھا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کہا تو مکر گیا اور قسم کھائی۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی تم کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔ منافق اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہیں کہا ہے وہ جو آپ نے سنا ہے اور بے شک انھوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام لا کر کافر ہو گئے۔ اور جو انہوں نے چاہا تھا وہ انھیں نہ ملا یعنی تبوک سے لوٹنے میں عقبہ پر جو انہوں نے حضور کو یکا یک قتل کرنے کا قصد کیا تھا اس میں وہ کامیاب نہ ہوئے۔ اور نہیں برا لگا تھا انھیں مگر یہ کہ اللہ و رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کر دیا کہ وہ اس سے پہلے محتاج تھے عسرت سے بسر کرتے تھے اللہ نے انھیں غنائم سے غنی کیا اور ان کی عسرت کو دور کیا پس اگر وہ منافق نفاق سے توبہ کریں اور تم پر ایمان لائیں تو ان کے لیے بھلا ہے اور جو وہ اس سے منہ پھیریں تو اللہ انھیں دنیا و آخرت میں سخت عذاب فرمائے گا اور زمین میں ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا اور نہ مددگار۔ اور کفار اور منافقوں سے جہاد کرنے کی کیفیت یہ ہے کہ کفار سے جہاد تلوار سے کیا جائے اور منافقوں سے زبان سے کیا جائے یعنی ان پر زبانی سختی و درشتی کی جائے نرمی نہ کی جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی قول ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اگر منافقوں کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کی طاقت ہو تو ہاتھ سے کرے ورنہ زبان سے کرے ورنہ قلب سے کرے اور ترش روئی سے ان سے ملے۔ اور ضحاک کہتے ہیں کہ کلام میں سختی کرے عطا کہتے ہیں کہ اس آیۃ نے ہر اس شی کو منسوخ کر دیا جس میں عفو و درگزر کرنے کے معنی ہوں۔ [معالم] ابن جریر کہتے ہیں: کہ اگر منافق کھلم کھلا نفاق ظاہر کریں تو ان پر تلوار اٹھائی جائے اس کی تائید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چار تلواریں عطا فرمائی گئیں تھیں ایک تلوار مشرکوں کے لیے جس کا بیان آیت: ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ﴾ میں ہے۔ دوسری تلوار اہل کتاب کے لیے جس کا ذکر آیت: ﴿قاتلوا الذين لايومنون﴾ میں ہے۔ تیسری تلوار منافقوں کے لیے جس کا بیان آیت: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ﴾ میں ہے۔ اور چوتھی تلوار مسلمان باغیوں کے لیے جس کا بیان آیت: ﴿فقاتلوا التى تبغى﴾ میں ہے۔

تنبیہ: واقعہ یہ ہوا تھا کہ تبوک سے لوٹتے میں بارہ یا پندرہ منافقوں نے جو منہ چھپائے ہوئے تھے عقبہ پر اندھیری رات میں حضور کو سواری پر سے گرا کر قتل کرنے کا قصد کیا تھا۔ حضرت عمار حضور کے ناقہ کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور حضرت حذیفہ پیچھے سے اسے چلا رہے تھے کہ انھوں نے اونٹوں کے قدموں کی چاپ اور ہتھیاروں کی آواز سنی تو انھوں نے پکار کر کہا کہ اے دشمنان خدا اپنی جگہ پر رہو

www.waseemziyai.com

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ

کیا انھیں خبر نہیں کہ اللہ ان کے دل کی چھپی اور ان کی سرگوشی کو جانتا ہے اور یہ کہ

اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ

اللہ سب غیبوں کا بہت جاننے والا ہے ف۴۱ وہ جو عیب لگاتے ہیں ان مسلمانوں

الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ

کو کہ دل سے خیرات کرتے ہیں اور ان کو جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت سے

پس وہ بھاگ گئے۔[رواہ احمد] اور حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ میں حضور کی سواری کے پیچھے چل رہا تھا اور حضور سو گئے تھے کہ میں نے کچھ آدمیوں کو کہتے سنا کہ سواری سے گرا کر گردن مار دو پس میں حضور کے اور ان کے درمیان ہو گیا اور میں نے زور سے آواز دی پھر میں نے حضور سے عرض کیا: تو حضور نے فرمایا تم انھیں جانتے ہو کہ وہ کون تھے میں نے عرض کیا: نہیں فرمایا: وہ فلاں فلاں منافق تھے اور ان کے نام لیے اور ظاہر کرنے کی ممانعت فرمائی۔[کمالین] مسلم کی روایت میں ہے کہ میری امت میں بارہ منافق ہیں جو جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے ان میں سے آٹھ کے دونوں کاندھوں کے بیچ میں آگ کے شعلہ کی مانند دنبل نکل کر ان کے سینہ سے پھوٹے گا۔[وقد رواہ البغوی نحوہ]

(۴۱۔آیت: ۷۵ تا ۷۸) شان نزول: حضرت ابوامامہ باہلی سے روایت ہے کہ ایک بار ثعلبہ بن حاطب نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مالدار کر دے فرمایا: اے ثعلبہ وہ تھوڑا مال تو جس کا شکر ادا کر سکے اس بہت سے مال سے بہتر ہے جس کا تو شکر ادا نہ کر سکے۔ ثعلبہ نے پھر وہی درخواست کی۔ فرمایا: کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ رسول اللہ جیسی تیری حالت ہو اگر میں چاہوں تو سونے چاندی کے پہاڑ میرے ساتھ چلیں۔ ثعلبہ نے تیسری بار پھر باصرار کیا کہ حضور میرے لیے دعا فرمائیں اگر خدا نے مجھے مال دیا تو میں ہر حقدار کا حق ادا کروں گا اس پر حضور نے ان کے لیے دعا فرمائی چناں چہ ثعلبہ نے چند بکریاں خریدیں ان میں حضور کی دعا سے چند روز میں اتنی برکت اور کثرت ہوئی کہ ثعلبہ مدینہ میں انھیں لے کر نہ رہ سکا مدینہ سے باہر انھیں لے کر رہنے لگا اور یہاں تک ان میں مشغول ہوا کہ رفتہ رفتہ پنج وقتہ نماز کے لیے آنا بھی چھوڑ دیا صرف جُمُعہ کو آتا تھا۔ پھر جُمُعہ کو آنا چھوڑ دیا اور آنے جانے والوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خیریت دریافت کر لیتا تھا۔ ایک روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا لوگوں نے عرض حال کیا تو حضور نے تین بار فرمایا: ثعلبہ کی بربادی۔ پھر جب صدقات وصول کرنے کا حکم آیا تو حضور نے ثعلبہ کے پاس بھی صدقہ وصول کرنے کو آدمی بھیجا تو اس نے کہا یہ تو بالکل جزیہ ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے تم اس وقت جاؤ پھر آنا۔ جب وہ ثعلبہ کے پاس پھر آئے تو پھر اس نے وہی کہا کہ میں غور کر لوں تم پھر آنا۔ انھوں نے حضور سے جا کر عرض حال کیا فرمایا: ثعلبہ کی بربادی۔ پس یہ آیت نازل ہوئی تو ایک شخص نے جا کر اس سے اس وعید کو ذکر کیا تو اس نے خدمت عالی میں حاضر ہو کر مال کا صدقہ پیش کیا حضور نے اسے قبول نہ فرمایا ناکام واپس گیا۔ حضور کے بعد خلفائے ثلثہ نے بھی اس کا صدقہ قبول نہ کیا اور عہد عثمانی میں وہ مرا۔[سراج و معالم] مطلب یہ ہے کہ ان منافقوں میں بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں مال دے گا تو ہم خیرات کریں گے اور بھلے آدمی ہو جائیں گے تو جب اللہ نے انھیں مال دیا تو وہ بخیل ہو گئے اور طاعت الٰہی سے پھر گئے عہد وفا نہیں کیا پس اللہ نے ان کو وعدہ خلافی اور جھوٹ بولنے کے بدلے قیامت تک کے لیے ان کے دل میں نفاق بھر دیا۔ کیا وہ جانتے نہیں ہیں کہ اللہ ان کے دل کی چھپی ہوئی اور چپکے چپکے کہی ہوئی بات جانتا ہے اور یہ کہ اللہ سب غیبوں کو جاننے والا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ دوسری

www.waseemziyai.com

فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٩﴾

تو ان سے ہنستے ہیں اللہ ان کی ہنسی کی سزا دے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ف۴۲

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ

تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اگر تم ستر بار ان کی معافی

مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ

چاہوگے تو اللہ ہرگز انھیں نہیں بخشے گا یہ اس لیے کہ وہ اللہ

ع ١٠ ٨ ١٢ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٨٠﴾ ع فَرِحَ

اور اس کے رسول سے منکر ہوئے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا ف۴۳

روایت میں چار علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں تین مذکورہ اور چوتھی یہ کہ جب کسی سے جھگڑے تو گالی بکے۔ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ یہ خصلتیں نفاق کی ہیں جس مسلمان میں یہ پائی جائیں گی وہ ان خصلتوں میں منافقوں کے مشابہ ہوگا اور ان کے خلق کے ساتھ متخلق ہوگا نہ یہ کہ وہ حقیقۃً منافق ہوگا کہ بہت سے مسلمانوں میں یہ خصلتیں پائی جاتی ہیں مگر باجماع علما ان پر کافر منافق ہونے کا حکم نہیں ہوتا اور نہ انھیں منافق ومخلد فی النار کہا جاتا ہے۔ اور خالص منافق ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ بہت زیادہ منافقوں کے مشابہ ہے یہی صحیح اور مختار محققین ہے۔ اور ابن عباس وابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے زمانہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منافق مراد ہیں یہی قول سعید ابن جبیر اور عطا ابن رباح کا ہے اور حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اسی کی طرف رجوع کیا ہے۔ اور خطابی کہتے ہیں کہ حدیث میں مسلمانوں کو تنبیہ اور تہدید کی گئی ہے کہ وہ ان خصلتوں کی عادت نہ ڈالیں۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ ظاہر آیت اس پر دلالت کرتا ہے کہ عہد کو توڑنا اور خلاف وعدہ کرنا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس سے بچنے میں مبالغہ کرے۔ [خازن]

(۴۲۔ آیت: ۷۹) شان نزول منافقوں کی عادت تھی کہ مسلمانوں کی باتوں پر نکتہ چینی کیا کرتے تھے اگر مسلمان خدا کی راہ میں زیادہ خرچ کرتے تو کہتے کہ دکھاوے کے لیے کرتے ہیں اور جو کوئی غریب آدمی تھوڑی سی چیز خیرات کرتا تو اس کا مذاق اوڑاتے اور کہتے کہ اللہ تیرے صدقہ سے غنی ہے جیسا کہ ابن مسعود بدری کی روایت میں ہے کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو ایک شخص بہت سا مال صدقہ کرنے کو لایا تو منافق بولے یہ دکھاوے کے لیے ایسا کرتا ہے اور ایک غریب آدمی ایک صاع کھجوریں صدقہ کے لیے لایا تو بولے کہ اللہ ایک صاع سے غنی ہے پس یہ آیت نازل ہوئی۔ [بخاری ومسلم] اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ پر برانگیختہ کیا تو عبدالرحمٰن بن عوف نے چار ہزار درہم اور عاصم ابن عدی نے چار من کھجوریں بغرض صدقہ پیش کیں تو منافقوں نے کہا کہ یہ دکھاوا ہے۔ اور ایک نہایت غریب آدمی ابوعقیل نے مزدوری کرکے ڈیڑھ سیر کھجوریں جمع کیں اور وہ صدقہ کے لیے خدمت حضور میں لایا تو منافق بولے اللہ تیرے صدقہ سے غنی ہے اس پر یہ آیۃ نازل ہوئی۔ [معالم وغیرہ] مطلب یہ ہے کہ ان منافقوں کی بھی عجیب حالت ہے کہ جو مسلمان دل کھول کر خیرات کرتے ہیں یعنی بہت سا مال خلوص دل سے خیرات کرتے ہیں جیسے عبدالرحمٰن وغیرہ تو ان پر طعن کرتے اور دکھاوے کا الزام لگاتے ہیں اور جو مسلمان بہت سا مال خیرات کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھوڑا سا مال محنت مزدوری کرکے لاکر خیرات کرتے ہیں جیسے ابوعقیل تو اس کو حقیر سمجھتے ہیں اور ان پر ہنستے ہیں اللہ ان کی ہنسی کی انہیں سزا دے گا اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے۔

(۴۳۔ آیت: ۸۰) شان نزول: عبداللہ بن ابی ظاہر میں مسلمان ہوگیا تھا مگر باطن میں مسلمانوں کی ایذا رسانی کے درپے رہتا

www.waseemziyai.com

الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ

پیچھے رہ جانے والے اس پر خوش ہوئے کہ وہ رسول کے پیچھے بیٹھ رہے اور انھیں گوارا نہ ہوا کہ

يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا

اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں لڑیں اور بولے اس

تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا

گرمی میں نہ نکلو، تم فرماؤ جہنم کی آگ سب سے سخت گرم ہے، کسی طرح

يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا

انھیں سمجھ ہوتی تو انھیں چاہیے کہ تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں بدلا اس کا جو

كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ

کماتے تھے پھر اے محبوب! اگر اللہ تمھیں ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے جائے

فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ

اور وہ تم سے جہاد کی نکلنے کی اجازت مانگیں تو تم فرمانا، تم کبھی میرے ساتھ نہ چلو اور ہرگز

تھا جب وہ مرا تو اس کے بیٹے عبداللہ نے جو خالص مومن اور پکے مسلمان تھے اس کے مرنے کی خبر حضور کو آ کر کی اور باپ کے لیے دعائے مغفرت کے طالب ہوئے اور حضور کا پیراہن مبارک اسے پہنانے کے لیے طلب کیا۔ حضور نے اپنی قمیص انہیں عطا فرمائی اور دعائے مغفرت کا وعدہ فرمایا اس پر یہ آیۃ نازل ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ ابن ابی نے حضور کو مرض موت کی حالت میں بلا کر عرض کی میرے جنازہ کی نماز پڑھیں اور میری قبر پر کھڑے ہوں پھر حضور سے اپنے کفن کے لیے قمیص منگائی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اوپر کی قمیص اتار کر دے دی تو اس نے اسے واپس کر کے وہ قمیص منگائی جو حضور کے جسم اطہر سے لگی ہو۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اس ناپاک کو اپنی قمیص نہ دیجیے فرمایا: میری قمیص اللہ کے حکم سے اسے غنی نہیں کرے گی اور میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ اس کے سبب بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوں گے چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ اسے دیکھ کر ایک ہزار آدمی قبیلہ خزرج کے مسلمان ہوئے۔ [سراج و معالم] حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابن ابی کو قمیص اس وجہ سے دی تھی کہ جب بدر کے روز حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قید ہو کر آئے تھے اور ننگے تھے تو اس نے اپنی قمیص انھیں پہنائی تھی کہ بدلہ ہو جائے اور اس کے لڑکے عبداللہ کی تالیف ہو جائے۔

تنبیہ: آیت میں حضور کو استغفار کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا گیا اور بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا پس میں نے اختیار کیا یعنی استغفار کو۔ اور سبعین مرۃ سے یا تو بکثرت استغفار کرنا مراد ہے یا ستر کا عدد مخصوص مراد ہے اور یہ دونوں احتمال بخاری کی حدیث سے مفہوم ہوتے ہیں کہ حضور فرماتے ہیں کہ اگر میں یہ جانتا کہ ستر بار سے زیادہ استغفار کرنے سے بخشا جائے گا تو میں ستر بار سے زیادہ کرتا چوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی مغفرت پر حریص تھے اس لیے یہ خواہش فرمائی تھی پس اللہ تعالیٰ نے قطع فرمایا اور صاف فرما دیا۔ ﴿سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ [المنافقون: ٦]. یعنی

www.waseemziyai.com

تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ

میرے ساتھ کسی دشمن سے نہ لڑو، تم نے پہلی دفعہ بیٹھ رہنا پسند کیا

فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ

تو بیٹھ رہو پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ ف۴۴ اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا

اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک وہ اللہ و رسول سے منکر ہوئے

وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ

اور فسق ہی میں مر گئے اور ان کے مال یا اولاد پر تعجب نہ کرنا

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ

اللہ یہی چاہتا ہے کہ اسے دنیا میں ان پر وبال کرے اور کفر ہی پر ان کا دم

تمہارا ان کے لیے استغفار کرنا اور استغفار نہ کرنا برابر ہے ہرگز اللہ انہیں نہیں بخشے گا۔ [جلال وکمال] اور آیت میں ستر کا عدد اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ عرب اسے بکثرت بولتے اور اس سے کثرت مراد لیتے تھے، اس کی اکائی سبع ہے اور وہ عدد شریف ہے قرآن عظیم میں بہت جگہ آیا ہے جیسے سبع سموات وغیرہ۔ [سراج] اور استغفر لھم امر بمعنی خبر ہے یعنی تم ان کے لیے استغفار کرو یا نہ کرو اللہ انہیں نہیں بخشے گا۔ [مدارک وغیرہ] ضحاک فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے فرمایا مجھے رخصت عطا فرمائی گئی پس میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا شاید اللہ تعالیٰ اسے بخش دے پس آیت سواء علیھم الخ نازل ہوئی۔ [معالم]

(۴۴۔ آیت: ۸۱ تا ۸۳) شان نزول: یہ آیات ان منافقوں کے حق میں نازل ہوئیں جو تبوک کو نہیں گئے تھے حیلہ بہانہ کر کے مدینہ میں بیٹھ رہے تھے اور حضور کے جانے کے بعد آپس میں ہنستے خوش ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو ہم نے کیسا دھوکہ دیا۔ مطلب یہ ہے کہ تبوک کو نہ جانے والے منافق اپنے بیٹھ رہنے پر خوش ہیں اور انھیں اپنی جان و مال سے خدا کی راہ میں لڑنا گوارا نہ ہوا اور آپس میں بولے گرمی میں جہاد کو نہ نکلو اے نبی تم ان سے فرماؤ کہ جہنم کی آگ اس گرمی سے زیادہ گرم ہے پس انھیں چاہیے کہ وہ اپنے کیے ہوئے کے بدلے تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں۔ پھر اے محبوب اگر اللہ تمہیں ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے جائے اور وہ تمہارے ساتھ کسی دوسرے جہاد کے لیے نکلنے کی اجازت مانگیں تو تم ان سے فرمانا کہ کبھی میرے ساتھ جہاد کو نہ چلو اور ہرگز میرے کسی دشمن سے نہ لڑو کہ تمہاری مجھے حاجت نہیں ہے تم نے پہلی دفعہ جہاد سے بیٹھ رہنا پسند کیا تھا تو اب بھی بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

تنبیہ: تخلیف کے معنی زجاج کے نزدیک مخالفت کے ہیں یعنی منافقوں نے رسول کی مخالفت کی جہاد کو نہ گئے اور اخفش کے نزدیک خلف کے ہیں یعنی منافقوں نے رسول اللہ کے چلے جانے کے بعد اپنے بیٹھ رہنے پر خوشی کی اور "فلیضحکوا" اور "ولیبکوا" منافقوں کے حال کی خبر بصیغہ امر ہے، یعنی وہ دنیا میں کم ہنسیں گے اور آخرت میں بہت روئیں گے کیوں کہ دنیا کی عمر بہ نسبت آخرت کے تھوڑی ہے، کہ دنیا فانی ہے اور عقبیٰ باقی ہے تو ان کا دنیا میں ہنسنا اور خوش ہونا بہ نسبت آخرت کے رونے کے کم ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے اے لوگو! روؤ اور جو نہ رو سکو تو رونے کی صورت بناؤ کہ دوزخی اس قدر روئیں گے کہ آنسو ان کے چہرے پر مثل نہروں کے بہیں گے، جب آنسو نہ رہیں گے تو خون ان کی آنکھوں سے اتنا بہے گا کہ اس میں کشتی جاری ہو سکے گی، بیضاوی کہتے ہیں کہ شاید ہنسنا اور رونا خوشی وغم

www.waseemziyai.com

وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا

نکل جائے۔ ف۴۵ اور جب کوئی سورت اترے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے

مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا

رسول کے ہمراہ جہاد کرو تو ان کے مقدور والے تم سے رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دیجیے کہ

نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿٨٦﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ

بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ ہو لیں۔ انھیں پسند آیا کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں

وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨٧﴾ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ

اور ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی تو وہ کچھ نہیں سمجھتے لیکن رسول

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ

اور جو اُن کے ساتھ ایمان لائے انھوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انھیں کے لیے

لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٨٨﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ

بھلائیاں ہیں اور یہی مراد کو پہنچے۔ اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں

سے کنایہ ہے۔[سراج] یعنی دنیا میں ان کا ہنسنا اور خوش ہونا آخرت میں غم کرنے اور رونے سے کم ہے۔

(۴۵۔آیت:۸۴،۸۵) شان نزول: یہ آیت بھی عبداللہ ابن ابی کے حق میں نازل ہوئی اس میں روایات مختلف ہیں کہ حضور نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی یا نہیں ابن جریر نے روایت کی ہے کہ جبرئیل نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کے جنازہ کی نماز پڑھنے سے منع کر دیا تھا پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں پڑھی۔ لیکن ابن کثیر نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے اور بخاری نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضور ابن ابی کے جنازہ کی نماز کو کھڑے ہوئے تو میں نے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس دشمن خدا کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں جس نے فلاں روز یہ کہا تھا اور فلاں دن یہ کہا تھا میں منافقانہ افعال شمار کر رہا تھا اور حضور تبسم فرما رہے تھے۔ جب میں نے بہت کہا تو فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا ہے پس میں نے اختیار کیا پھر حضور نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور اس کی قبر پر کھڑے رہے یہاں تک کہ دفن کیا گیا اس کے کچھ دیر بعد یہ آیات نازل ہوئیں ترمذی کی روایت میں یہ لفظ زیادہ ہیں کہ ان آیات کے نزول کے بعد سے وفات تک حضور نے کسی منافق کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوئے یہ ان مقامات میں سے ایک مقام ہے جہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے موافق وحی نازل ہوئی اور اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان منافقوں میں سے کسی کے جنازہ پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کی قبر پر دفن کے لیے کھڑے ہونا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہوئے اور فسق ہی پر مرے اور ان کے مال و اولاد پر تعجب نہ کرنا کہ اللہ یہی چاہتا ہے کہ دنیا میں ان پر وبال کرے اور کفر ہی پر ان کا دم نکلے۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں: کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شخص کی جنازہ کی نماز نہ پڑھتے جس کا مومن ہونا معلوم نہ ہوتا جب تک کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی نماز نہ پڑھتے کیوں کہ وہ منافقوں سے واقف تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں بتا دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نامعلوم الحال شخص کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جائے جب تک کہ اس کے مومن

www.waseemziyai.com

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ

بہشتیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے یہی

الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۸۹﴾ وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِیُؤْذَنَ لَهُمْ ع ۱۱ ۹ ۱۷

بڑی مراد ملنی ہے۔ ف۴۶ اور بہانے بنانے والے گنوار آئے کہ انھیں رخصت دی جائے

وَقَعَدَ الَّذِیْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ

اور بیٹھ رہے وہ جنھوں نے اللہ و رسول سے جھوٹ بولا تھا جلد ان میں کے

كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۹۰﴾ لَیْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى

کافروں کو دردناک عذاب پہنچے گا ف۴۷ ضعیفوں پر کچھ حرج نہیں اور نہ

الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ

بیماروں پر اور نہ ان پر جنھیں خرچ کا مقدور نہ ہو

اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ ؕ

جب کہ اللہ اور رسول کے خیر خواہ رہیں نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں

ہونے کی تحقیق نہ ہو جائے۔ اور آیت میں صراحۃً کافر و منافق کے جنازہ کی نماز پڑھنے اور اس کی قبر پر کھڑے ہونے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ اور آیت میں صلاۃ سے مراد دعا و استغفار ہے کہ نماز دعا پر مشتمل ہوتی ہے اور وہ کافر کے لیے ممنوع ہے اور حضور نے جو ابن ابی کے جنازہ کی نماز پڑھی وہ قبل نہی تھی اور فاسقوں سے یہاں کافر مراد ہیں کہ فاسق کے جنازہ کی نماز باجماع صحابہ و تابعین جائز ہے یہی مذہب اہل سنت و جماعت کا ہے۔ [احمدی] زجاج کہتے ہیں: کہ حضور قبر پر بعد دفن میت کھڑے ہو کر دعا فرمایا کرتے تھے پس منافق کے لیے ایسا کرنے سے منع فرمایا گیا اور کلبی کے نزدیک یہاں قیام کے معنی اہتمام کے ہیں یعنی اس کی قبر اور دفن کے اہتمام میں نہ کھڑے ہو اور بعض کے نزدیک علی بمعنی عند ہے یعنی اس کے دفن و زیارت کے لیے اس کی قبر کے پاس نہ کھڑے ہو اور پہلے معنی اولیٰ ہیں کہ تحریمی ہے۔ [سراج] اور ولا تعجبك اموالهم الخ کی تکرار مبالغہ و تاکید کے لیے ہے کہ قلوب میں خوب بیٹھ جائے غافل نہ ہوں۔ [مدارک وغیرہ]

(۴۶۔ آیت: ۸۶ تا ۸۹) ان آیات میں بھی منافقوں کی بے ایمانی سرتابی اور جھوٹی عذر خواہی بیان فرمائی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی سورۃ قرآن کی اترتی ہے جس میں اللہ پر ایمان لانے اور رسول اللہ کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہوتا ہے تو ان میں کے مقدور والے منافق تم سے رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجیے کہ ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھ رہیں۔ انھیں یہ پسند آیا کہ وہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں ان کے دلوں پر تو مہر کر دی گئی ہے کہ وہ کچھ نہیں سمجھتے ہیں اس کے بعد جان و مال سے جہاد کرنے والوں کی مدح اور ان کا اجر و ثواب بیان فرمایا گیا ہے۔ پڑھیے ترجمہ

(۴۷۔ آیت: ۹۰) شان نزول: یہ آیات غطفان اور بنی اسد یا عامر ابن طفیل یا قبیلہ غفار کے چند آدمیوں کے حق میں نازل ہوئیں۔ مجاہد و قتادہ و حسن و محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ قبیلہ غفار کے کچھ لوگوں نے جہاد میں شریک ہونے کی معذرت کی تھی مگر اللہ نے ان کی معذرت کو صحیح نہیں قرار دیا معذرون سے یہی لوگ مراد ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت بنی غطفان اور بنی اسد کے بعض آدمیوں کے

www.waseemziyai.com

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩١﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور نہ ان پر جو تمہارے حضور حاضر ہوں کہ تم انھیں سواری عطا فرماؤ

قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ

تم سے یہ جواب پائیں کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر تمھیں سوار کروں اس پر یوں واپس جائیں کہ ان کی آنکھوں سے

مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿٩٢﴾ اِنَّمَا

آنسو ابلتے ہوں اس غم سے کہ خرچ کا مقدور نہ پایا

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ

مواخذہ تو ان سے ہے جو تم سے رخصت مانگتے ہیں اور وہ

اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ

دولت مند ہیں انھیں پسند آیا کہ

الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى

عورتوں کے ساتھ پیچھے بیٹھ رہیں اور اللہ نے

قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا

ان کے دلوں پر مُہر کر دی تو وہ

يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٣﴾

کچھ نہیں جانتے ف۴۸

حق میں نازل ہوئی انھوں نے جھوٹا عذر کیا تھا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ عامر ابن طفیل کے چند آدمیوں نے آکر کہا تھا کہ اگر ہم جائیں گے تو قبیلہ طی کے دیہاتی آکر ہمارا گھر بار لوٹ لیں گے پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جلد اللہ مجھے تم سے بے پرواہ کرے گا۔ [سراج] مطلب یہ ہے کہ بہانہ کرنے والے دیہاتی تو عذر کرنے اور رخصت لینے آئے جنہوں نے اللہ و رسول سے جھوٹ بولا تھا وہ بیٹھ رہے عذر کرنے کو نہ آئے عنقریب ان میں کے کافروں کو دردناک عذاب پہونچے گا۔ ابو عمر اور ابن العلا کہتے ہیں کہ یہ دونوں فریق گنہگار تھے ایک نے تو جھوٹے عذر بنائے جو معذرون سے مراد ہیں اور دوسرے نے اللہ پر جرأت کی اور بغیر عذر تراشے بیٹھ رہے جن کو وقعد الذین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ [معالم]

(۴۸۔ آیت: ۹۱ تا ۹۳) شان نزول: جھوٹ عذر کرنے والوں کے ذکر کے بعد اب سچے عذر والوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ شان نزول ان آیات کی یہ ہے کہ جب سب مسلمانوں کے لیے جہاد کو نکلنے کا حکم ہوا تو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت عالی میں حاضر ہو کر اپنی مجبوری ظاہر کی اور اپنے لیے حکم پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [رواہ ابن ابی حاتم] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب مسلمانوں کو غزوہ تبوک کے لیے چلنے کا حکم دیا تو ایک جماعت انصار نے

www.waseemziyai.com

آ کر عرض کیا: جو بقول مجاہد سات آدمی تھے کہ ہمارے پاس سواری نہیں ہے ہمیں سواری عطا فرمایئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا: میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے جس پر تمہیں سوار کروں پس وہ بہت غمگین اور شکستہ دل روتے ہوئے واپس ہوئے اور ان پر جہاد میں نہ شریک ہونا نہایت شاق گزرا کہ ان کو اتنی قدرت نہ تھی کہ وہ خود زاد راہ وسواری کا انتظام کرتے اور کہا گیا ہے کہ وہ بنی مقرن کے تین شخص تھے اور کہا گیا کہ وہ ابوموسیٰ اور ان کے ساتھی تھے اور کہا گیا ہے کہ وہ عرباض ابن ساریہ کے حق میں نازل ہوئی ممکن ہے کہ وہ ان سب کے حق میں نازل ہوئی ہو۔ [سراج] پس اللہ تعالیٰ نے ان کو معذور کیا اور محسنین میں داخل فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ چار قسم کے آدمی جہاد میں شریک ہونے سے معذور ہیں اور ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(۱) ضعیف وکمزور اور وہ شخص بھی انہیں میں داخل ہے جو پیدائشی کمزور، ضعیف اور ناکارہ ہو جیسے عورتیں بچے۔

(۲) مریض یعنی بیمار آدمی جو جہاد کے قابل نہ ہوں خواہ ان کی بیماری دائمی ہو یا دائمی نہ ہو۔ اس قسم میں اندھے، لولے لنگڑے، اپاہج، مفلوج بھی داخل ہیں۔

(۳) وہ جن کے پاس سامان جہاد نہ ہو جہاد میں خرچ کرنے کے لیے پیسہ نہ ہو اگرچہ صحیح وتندرست ہوں جب کہ وہ اللہ ورسول کے خیر خواہ ہوں۔ بیٹھ رہنے کی حالت میں بھی وہ نیک کام کریں مجاہدین کی اعانت انکے اہل وعیال گھر بار کی خبر لیتے اور انھیں آرام پہونچاتے اور ان کی اصلاح کرتے اور مجاہدین کو ان کی خیریت پہنچاتے رہیں کہ اس قسم کی باتیں اعانت علی الجہاد ہیں اور احسان ونیکی میں داخل ہیں اور نیکوں سے کوئی راہ مواخذہ کی نہیں ہے یعنی انہیں ملامت کرنے اور برا کہنے کی گنجائش نہیں ہے مراد اس سے قبیلہ مزنیہ وجہنیہ وبنی عذرہ کے فقرا ہیں۔ [مدارک]

(۴) جن کے پاس سواری نہ ہو اور رسول کے پاس بھی ان کے سوار کرنے کو کوئی سواری نہ ہو اور وہ غمگین بے آس ہو کر روتے ہوئے لوٹ جائیں ایسوں سے کوئی مواخذہ نہیں ہے مواخذہ تو ان سے ہے جو مالدار ہیں اور جو جہاد پر نہ جانے کی اجازت مانگتے ہیں اور عورتوں کے ساتھ بیٹھنا پسند کرتے ہیں اس لیے کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے۔ پس وہ کچھ نہیں جانتے ہیں منافع جہاد کو۔

تنبیہ: اللہ تعالیٰ نے اول تین قسم کے لوگوں کے لیے جہاد پر نہ جانا جائز فرمایا ہے نہ حرام پس ان میں سے اگر کوئی جہاد پر جائے اور وہاں جا کر بقدر قدرت مجاہدین کی اعانت کرے مثلاً ان کے اسباب کی حفاظت کرے ان کی بھیڑ بڑھائے زخمیوں کی مرہم پٹی کرے یا اور کوئی کام حسب طاقت کرے بشرطے کہ مجاہدین پر اس کا آنا بھاری اور وبال نہ ہو تو وہ مباح اور طاعت مقبولہ ہوگی۔ [سراج وکبیر] درمختار کتاب الجہاد میں فتح لقدیر سے ہے کہ فرضیت جہاد کے لیے استطاعت وقدرت شرط ہے پس دائمی بیمار نہ نکلے لیکن جو شخص خروج پر قادر ہو مگر دفع کفار پر قادر نہ ہو اسے مسلمانوں کی بھیڑ بڑھانے کے لیے نکلنا چاہیے تاکہ مسلمانوں کی کثرت سے کفار پر خوف طاری ہو۔

www.waseemziyai.com

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ

تم سے بہانے بنائیں گے جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے، تم فرمانا بہانے نہ بناؤ ہم ہرگز

نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ

تمہارا یقین نہ کریں گے اللہ نے ہمیں تمہاری خبریں دے دی ہیں اور اب اللہ

عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

و رسول تمہارے کام دیکھیں گے پھر اس کی طرف پلٹ کر جاؤ گے جو چھپے اور ظاہر سب کو جانتا ہے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٤﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا

وہ تمہیں جتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔ اب تمہارے آگے اللہ کی قسم کھائیں گے جب

انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ

تم ان کی طرف پلٹ کر جاؤ گے اس لیے کہ تم ان کے خیال میں نہ پڑو تو ہاں تم ان کا خیال چھوڑو وہ تو نرے پلید ہیں

وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٥﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا

اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے بدلا اس کا جو کماتے تھے تمہارے آگے قسمیں کھاتے ہیں کہ تم

عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ

ان سے راضی ہو جاؤ تو اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بے شک اللہ تو فاسق لوگوں سے

الْفٰسِقِيْنَ ﴿٩٦﴾ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا

راضی نہ ہوگا ف گنوار کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور اسی قابل ہیں کہ

(۱۔آیت:۹۴تا۹۶) شان نزول: ان آیات میں آئندہ ہونے والے واقعہ کی اور منافقوں کی چال کی حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی گئی ہے جو حرف بحرف پوری ہوئی۔ حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ یہ آیت جد ابن قیس اور معتب بن قشیر اور ان کے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی۔ جو اسی (۸۰) آدمی تھے جن سے حضور نے ملنے کی ممانعت فرمائی۔ اور مقاتل کہتے ہیں کہ یہ عبداللہ ابن ابی کے حق میں نازل ہوئی کہ اس نے حضور کو راضی کرنے کے لیے قسم کھائی کہ جہاد سے نہ بیٹھوں گا۔ [معالم وغیرہ] مطلب یہ ہے کہ اے نبی جب تم غزوہ تبوک سے لوٹو گے تو منافق لوگ آکر تم سے بہانہ کریں گے تم ان سے فرمانا کہ تم بہانے نہ کرو ہم تمہارا ہرگز یقین نہیں کریں گے کہ اللہ نے ہمیں تمہارے حال سے خبردار کر دیا ہے عنقریب اللہ و رسول تمہارے کام دیکھیں گے پھر تم اس کی طرف لوٹ کر جاؤ گے جو ظاہر و پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے وہ اس وقت تمہارے کیے کو جتادے گا اور اس کی جزا دے گا۔ اے نبی عنقریب منافق تمہارے سامنے آکر اپنی معذوری پر قسمیں کھائیں گے جب کہ تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تاکہ تم ان کے خیال میں نہ پڑو لہذا تم بھی ان کا خیال چھوڑ دو کہ وہ نرے پلید ہیں ان کا ٹھکانا ان کے اعمال کے بدلے جہنم ہے وہ تمہیں راضی کرنے کو قسمیں کھائیں گے تو اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ گے تب بھی اللہ منافقوں سے راضی نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اعراض سے

الجزء العاشر (۱۱)

www.waseemziyai.com

حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾

اللہ نے جو حکم اپنے رسول پر اتارے اس سے جاہل رہیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ

اور کچھ گنوار وہ ہیں کہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کریں اسے تاوان سمجھیں اور تم پر

الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ

گردشیں آنے کے انتظار میں رہیں انھیں پر ہے بری گردش اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ اور کچھ

الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ

گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں

عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ

اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں ہاں ہاں وہ ان کے لیے باعث قرب ہے [اللہ] جلد انھیں

اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾ ع وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ ع ۱۲ ۱

اپنی رحمت میں داخل کرے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور سب میں اگلے پہلے

الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ

مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے

عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ

راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار کر رکھے ہیں باغ، جن کے نیچے نہریں بہیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ

ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔ ف۲ اور تمہارے آس پاس کے کچھ

سلام ترک کرنا ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: کہ جب حضور مدینہ واپس آئے تو حکم فرمایا کہ ان لوگوں سے بات نہ کرو اور ان کے پاس نہ جاؤ۔ [سراج]

(۲۔ آیت: ۹۷ تا ۱۰۰) شان نزول: گزشتہ آیات میں عام منافقوں کا ذکر تھا ان آیات میں خاص دیہاتی منافقوں کا حال ذکر فرمایا گیا ہے، شروع آیات قبیلہ اسد وغطفان وتمیم کے حق میں نازل ہوئی ہیں اور آیۃ: ﴿وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ الخ﴾ مجاہد کے نزدیک قبیلہ مزنیہ وبنی مقرن کے حق میں اور کلبی کے نزدیک اسلم وغفار وجہینہ کے حق میں اتری ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ قبیلہ جہینہ ومزنیہ واسلم وغفار ہیں تمیم واسد وغطفان وبنی عامر سے۔ مطلب یہ ہے کہ گاؤں کے رہنے والے منافق اپنی جہالت وسخت طبیعت اور اہل علم کی صحبت سے دور رہنے کے سبب شہری منافقوں کی بہ نسبت کفر ونفاق میں زیادہ سخت ہیں۔ کہ اللہ نے جو احکام اپنے رسول پر اتارے ان سے جاہل رہے۔ اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو تاوان سمجھتے ہیں (جیسے بنو اسد وغطفان

www.waseemziyai.com

40
40

الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۖ

گنوار منافق ہیں اور کچھ مدینے والے ان کی خو ہو گئی ہے نفاق،

لَا تَعْلَمُهُمْ ۛ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۛ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ

تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں جلد ہم انہیں دوبار عذاب کریں گے پھر

اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا

بڑے عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے اور کچھ اور ہیں جو اپنے گناہوں کے مقر ہوئے اور ملایا ایک کام

صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۛ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۛ اِنَّ اللّٰهَ

اچھا اور دوسرا برا قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے بے شک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ

بخشنے والا مہربان ہے۔ ف۳ اے محبوب! ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو

بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۛ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۛ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾

اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

کے لوگ) اور تم پر گردشیں مصیبتیں آنے کا انتظار کرتے ہیں تاکہ انہیں خرچ کرنے سے خلاصی ملے ان کے رد میں فرماتا ہے تبارک وتعالیٰ کہ بری گردش عذاب وہلاکت کی انہیں پر ہے نہ تم پر۔ اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو اللہ کی نزدیکی کا سبب اور رسول کی دعا لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں (جیسے قبیلہ جہینہ اور مزنیہ کے لوگ) آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنا ان کے لیے باعث تقرب ہے اللہ انہیں اپنی رحمت میں جلد داخل کرے گا۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کہتے ہیں کہ میرے باپ اپنی قوم کے صدقات لے کر حضور کی خدمت میں آئے اور اپنے لیے حضور سے دعا چاہی حضور نے دعا کی اللھم صلی علی آل ابی اوفی اس کے بعد والی آیت میں مہاجرین اور انصار کی اور ان کی پیروی کرنے والوں کی مدح وثنا فرمائی ہے پڑھیے ترجمہ۔

تنبیہ: سب سے پہلے مہاجرین وانصار سے کون مراد ہیں اس میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھنے والے مراد ہیں بعض کے نزدیک بدر میں شریک ہونے والے مراد ہیں، اور بعض کے نزدیک بیعۃ الرضوان والے مراد ہیں۔ اور انصار سے بیعۃ العقبہ اولیٰ والے جو سات تھے پھر ثانیہ والے جو ۷۲/ بارہ تھے پھر ثالثہ والے مراد ہیں جو ستر تھے، یہ اختلاف والذین اتبعو ھم سے اٹھ جاتا ہے کہ اس میں تمام صحابہ مہاجرین وانصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم داخل ہیں خواہ وہ پہلے ہوں یا پچھلے ہوں خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی ذلك فضل الله يوتيه من يشاء۔

(۳۔ آیت: ۱۰۱، ۱۰۲) شان نزول: قبائل اشجع واسلم وغفار جو مدینہ کے باہر آکر مقیم ہوئے تھے اور ان میں بعض منافق تھے اور مدینہ کے اندر بھی بہت آدمی منافق تھے۔ ان کی چال سے آگاہ کرنے کے لیے پہلی آیت نازل ہوئی اور دوسری آیۃ واخرون الخ۔ حضرت ابولبابہ وغیرہ ایک جماعت صحابہ کے حق میں نازل ہوئی جو منافق نہ تھے مگر کسی وجہ سے تبوک نہیں گئے تھے بعد کو انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف کیا اور اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا اور کہہ دیا کہ ہمیں سوائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوئی نہ کھولے پس

www.waseemziyai.com

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ

کیا انہیں خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور صدقے خود اپنے دست قدرت میں

الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى

لیتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے اور تم فرماؤ کام کرو اب

اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ

تمہارے کام دیکھے گا اللہ اور اس کے رسول اور مسلمان اور جلد اس کی طرف پلٹو گے جو چھپا

وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ

اور کھلا سب جانتا ہے تو وہ تمہارے کام تمہیں جتادے گا۔ اور کچھ موقوف رکھے گئے ہیں

لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

اللہ کے حکم پر یا ان پر عذاب کرے یا ان کی توبہ قبول کرے اور اللہ علم و

حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًۢا

حکمت والا ہے۔ ف۴ اور وہ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور

یہ آیت نازل ہوئی اور ان کی توبہ قبول ہوئی اور حضور نے انہیں آ کر کھولا۔ [جامع البیان وجلال] یونہی بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے اس میں یہ زیادہ ہے کہ وہ دس آدمی تھے جو تبوک نہیں گئے تھے، ان میں سے سات نے اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی تمہارے آس پاس کے کچھ گنوار منافق ہیں اور کچھ مدینہ والے اوسی وخزرجی بھی منافق ہیں ان کو نفاق کی عادت ہوگئی ہے، تم ان میں سے ہر ایک کو نہیں جانتے ہو، ہم جانتے ہیں، جلد ہم انہیں دوبار عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے اور کچھ اور ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور اچھا کام برے کام کے ساتھ ملایا، عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ دوبار عذاب دینے سے ایک بار دنیا میں عذاب دینا مراد ہے بذلت ورسوائی اور دوسری بار قبر میں عذاب دینا مراد ہے اور عذاب عظیم سے مراد دوزخ کا عذاب ہے۔

تنبیہ: آیۃ کا نزول اگرچہ خاص ہے مگر حکم عام ہے، یعنی جو مسلمان گناہ کرے گا اور بعد اعتراف گناہ سے توبہ کرے گا اللہ اس کی توبہ قبول اور گناہ معاف فرمائے گا۔ اس میں کرامیہ وغیرہ کا رد ہے کہ ان کے نزدیک گناہ کرنے کے بعد آدمی مسلمان نہیں رہتا ہے۔

(۴۔ آیت: ۱۰۳ تا ۱۰۶) شان نزول: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابولبابہ اور ان کے ساتھیوں کی دعا قبول ہوئی اور انہیں ستون مسجد سے کھولا گیا تو وہ گھر گئے اور اپنا کل مال لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ اس مال نے ہم کو گناہ میں ڈالا ہے، اسے لیجیے اور صدقہ فرمائیے اور ہمارے لیے دعا کیجیے، حضور نے لینے سے انکار کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [خازن] پس حضور نے اس میں سے تہائی مال لے کر محتاجوں کو تقسیم فرمادیا۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی تم ان کے مالوں میں سے زکاۃ لے کر انہیں ستھرا اور پاکیزہ کرو اور ان کے لیے دعا کرو کہ تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔ باقی ترجمہ پڑھئے۔ صدقہ سے مراد یہاں صدقہ واجبہ یعنی زکاۃ ہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے اور ثلث مال والی روایت اس کے منافی نہیں ہے کیوں کہ وہ کل مال اپنی خوشی سے

www.waseemziyai.com

بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ

مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو اور اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ [اور اس کے] رسول کا مخالف ہے

وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾

اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بے شک جھوٹے ہیں۔

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ

اس مسجد میں تم کبھی کھڑے نہ ہونا بے شک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پرہیزگاری پر

اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ

رکھی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو اس میں وہ لوگ ہیں کہ

اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ

خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔ تو کیا جس نے

بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ

اپنی بنیاد رکھی اللہ سے ڈر اور اس کی رضا پر وہ بھلا یا وہ جس نے

دے رہے تھے لہذا بلحاظ ادائیگی زکاۃ تہائی اس میں سے لے کر صدقہ کر دیا گیا زکاۃ ادا ہوگئی جیسا کہ کل مال خیرات کر دینے سے زکاۃ ادا ہو جاتی۔ اور بعض کے نزدیک اس سے صدقہ نافلہ بطور کفارۂ گناہ مراد ہے کہ صدقہ واجبہ ثلث مال نہیں ہوتا ہے اور حضور نے ثلث مال لے کر صدقہ فرمایا تھا اور انہیں گناہ سے پاک کیا، کذا قال الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ. اور صدقہ لینے والے کو صدقہ لیتے وقت دعا کرنا مسنون ہے۔ [سراج] حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ حضور کے پاس جب کوئی قوم صدقہ لے کر آتی تو حضور اللھم صل علیھم فرماتے، پس میرے باپ صدقہ لے کر آئے تو حضور نے فرمایا اللھم صل علی ابی اوفی۔ [بخاری و مسلم] حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس کے لیے دعا فرمائی اس کا اثر اس کی تین پشت تک رہا۔ [رواہ احمد] اور اللہ کے خود صدقہ لینے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اسے قبول فرماتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صدقہ محتاج کے ہاتھ میں جانے سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں جاتا ہے اور اللہ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو بندہ مومن پاک کمائی سے صدقہ کرتا ہے اللہ اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ پس اسے اس طرح پرورش کرتا ہے جیسے تم بچہ کی پرورش کرتے ہو، یہاں تک کہ ایک نوالہ قیامت کے روز ایک بڑے پہاڑ کی مثل ہو کر آئے گا۔ [سراج وفی البخاری و مسلم نحوہ] ترمذی کی روایت میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقہ قبول کرتا ہے اور اپنے ہاتھ میں لیتا ہے پس اسے ایسا پالتا ہے جیسے تم اپنے بچہ کو پالتے ہو، حتی کہ ایک نوالہ مثل جبل احد کے ہو جاتا ہے اور اس کی تصدیق کتاب اللہ میں ہے: ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ الخ﴾ ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰا وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ﴾ اور رویت اعمال بندگان کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام برے بھلے اعمال بندوں کے دیکھتا ہے اور خبر رکھتا ہے اور حضور کا دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور کو بندوں کے اعمال سے مطلع فرماتا ہے تمام امت کے اعمال حضور پر پیش کیے جاتے ہیں حضور ان کے لیے دعائے مغفرت فرماتے ہیں اور مومنین کا دیکھنا یہ ہے کہ اللہ ان کے دل میں نیکوں کی محبت اور بروں کا

www.waseemziyai.com

بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ

اپنی نیو چنی ایک گراؤ گڑھے کے کنارے تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں ڈھے پڑا اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً

ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔ وہ تعمیر جو چنی ہمیشہ ان کے دلوں میں

فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١١٠﴾ ع ١٣ ع ١١ ٢

کھٹکتی رہے گی مگر یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ ف ٥

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے

الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۟ وَعْدًا عَلَيْهِ

جنت ہے اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں اس کے ذمہ کرم پر

بغض ڈالتا ہے۔ [سراج] اور جن کی توبہ کی قبولیت موخر کی گئی تھی وہ تین شخص تھے جنہوں نے توبہ میں مبالغہ نہیں کیا تھا اور اپنے آپ کو ستون مسجد سے نہیں باندھا تھا، ان کی توبہ ایک ماہ بیس روز بعد قبول کی گئی جب کہ ان پر زمین تنگ ہوئی، یعنی مسلمانوں نے بحکم حضور ان سے میل جول کلام سلام کرنا چھوڑ دیا حتی کہ ان کی بیبیاں بھی ان سے علاحدہ رہیں اور وہ مرارہ ابن ربیع اور کعب ابن مالک اور بلال ابن امیہ تھے جنہوں نے دل سے توبہ کر لی تھی مگر بوجہ کاہلی و سستی اور آرام طلبی کے معذرت کرنے نہیں آئے تھے نہ نفاق کی وجہ سے۔ [جلالین و جامع البیان] ان تینوں کی توبہ قبول ہونے کی صراحت آیت: ﴿وعلی الثلثة الذین خلفوا﴾ میں کی گئی ہے۔

(٥۔ آیت: ١٠٧ تا ١١٠) شان نزول: یہ آیت ایک جماعت منافقین کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مسجد ضرار بنائی تھی مختصر قصہ اس کا یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں خاندان خزرج سے ایک آدمی ابو عامر نصرانی ہو گیا تھا اور راہبوں کی طرح زندگی بسر کرتا تھا، لوگ اسے بڑا عابد و زاہد سمجھتے تھے، جب حضور مدینہ میں تشریف لائے اور اسلام کی روز بروز ترقی ہوئی تو ابو عامر کو حسد ہو گیا اور بدر کی فتح سے وہ کھلا دشمن بن گیا اور مشرکین مکہ سے ساز باز کر کے انہیں مسلمانوں سے لڑنے پر آمادہ کیا۔ پھر جب جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو بہت خوش ہوا اور جب جنگ احد کے بعد مسلمانوں کو متواتر فتوحات نصیب ہوئیں تو ملک شام کو بھاگ گیا۔ اس کے بارہ چیلے مدینہ میں رہ گئے تھے جو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے اور باطن میں منافق تھے۔ ان سے ابو عامر نے کہلا بھیجا کہ تم ایک مسجد بناؤ اور مسلمانوں کی دلدہی کرتے رہو مجھ سے قیصر روم نے فوج اور سامان دینے کا وعدہ کیا ہے میں عنقریب فوج لے کر آتا ہوں میرے قاصد اور خطوط اس مسجد کے پتہ پر پہنچا کریں گے۔ چنانچہ اس کے چیلوں نے ایک مسجد تعمیر کی اور بعد تعمیر حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ اس مسجد میں چل کر نماز پڑھیں اور ہمارے لیے برکت کی دعا فرمائیں۔ حضور نے فرمایا کہ اس وقت تو میں تبوک جا رہا ہوں انشاء اللہ واپس آ کر نماز پڑھوں گا، جب حضور تبوک سے واپس آئے تو پھر انہوں نے نماز کے لیے عرض کیا پس یہ آیت نازل ہوئی اور حضور کو اس مسجد کے حال سے آگاہ کیا گیا اور اس میں نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مسجد کفر کی اشاعت اور مسجد قبا والوں کو ضرر پہنچانے اور ان کی جماعت کو توڑنے اور ان میں پھوٹ ڈالنے کے لیے بنائی گئی ہے کہ سب مسلمان اس میں جمع ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

تنبیہ: مسجد قبا وہ مسجد ہے جس کی بنیاد حضور کے مدینہ میں داخل ہونے کے پہلے روز ڈالی گئی تھی اور حضور چند روز وہاں ٹھہرے

www.waseemziyai.com

تھے اور اس میں نماز پڑھتے تھے پھر مدینہ میں آکر مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی تھی۔ آیت میں مسجد تقویٰ سے یہی مسجد مراد ہے اور من اول یوم سے یوم دخول مدینہ مراد ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد قبا میں ہفتہ کو سوار یا پیدل جایا کرتے تھے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ [بخاری و مسلم] نسائی کی حدیث میں ہے: جس نے مسجد قبا میں جا کر نماز پڑھی اسے عمرہ کا ثواب ملے گا۔ ترمذی کی حدیث میں ہے: مسجد قبا میں نماز پڑھنا مثل عمرہ کے ہے اور اہل قبا کی اس آیت میں تعریف کی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آیت: ﴿فیه رجال﴾ الخ اہل قبا کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ لوگ پانی سے استنجا کیا کرتے تھے۔ [رواہ الترمذی وابن ماجہ وابوداؤد] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضور نے عویمر ابن ساعدہ سے دریافت کیا کہ وہ کونسی طہارت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے تو عویمر نے عرض کیا کہ ہم سوائے اس کے اور کچھ نہیں جانتے ہیں کہ ہم میں ہر مرد و عورت پانی سے استنجا کرتا ہے تو حضور نے فرمایا وہ (طہارت) یہی ہے۔ [رواہ الطبرانی واحمد] بزار کی روایت میں ہے: کہ ہم ڈھیلوں کے بعد پانی سے طہارت کرتے ہیں تو حضور نے فرمایا کہ وہ یہی ہے اسے تم لازم پکڑو۔ [جلال وغیرہ] مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے مسجد قبا والوں کو نقصان پہنچانے اور کفر کی اشاعت اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیے مسجد بنائی اس شخص کے انتظار میں جو بنانے سے پہلے اللہ و رسول کا مخالف تھا۔ (یعنی ابو عامر) اور یہ لوگ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو اسے بھلائی کی نیت سے بنایا ہے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں تو اے نبی تم اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہونا یعنی نماز نہ پڑھنا، پس حضور نے چند آدمیوں کو اسے ڈھانے جلانے کے لیے بھیجا انہوں نے جا کر اسے ڈھایا اور جلایا اور اس کی جگہ کوڑے کا ڈلاؤ بنایا۔ [جلال و مدارک] اور بعض صحابہ نے اس جگہ دھواں نکلتا دیکھا۔ [جامع البیان، رواہ الحاکم عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ] ابن جریج کی روایت میں ہے کہ جب وہ مقام جہاں مسجد ضرار تھی کھودا گیا تو وہاں سے دھواں نکلتا دیکھا، قتادہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ پھر مسجد قبا اور اس کے رہنے والوں کی تعریف فرماتا ہے تبارک وتعالیٰ کہ بے شک وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی روز سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے اس قابل ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو نماز پڑھو اس میں وہ لوگ ہیں جو خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور اللہ ستھروں کو محبوب رکھتا ہے یعنی انہیں ثواب دیتا ہے کیا وہ شخص جس نے مسجد کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی رضامندی پر رکھی بہتر ہے یا وہ شخص جس نے اپنی نیو ایک گراؤ گڑھے کے کنارے پر رکھی پس وہ مع اس عمارت کے دوزخ میں پڑا وہ ان کی بنائی ہوئی عمارت ہمیشہ ان کے دلوں میں شک کی وجہ سے کھٹکتی رہے گی یہاں تک کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں یعنی مر جائیں۔ یہ مسجد قبا اور اس کے بنانے والوں کے اور مسجد ضرار اور اس کے بنانے والوں کی مثال ہے اور استفہام تقریر کے لیے ہے یعنی اول بہتر ہے ثانی سے۔ [جلال] اور مسجد ضرار کے حکم میں ہر وہ مسجد داخل ہے جو فخر یہ یا دکھاوے کے لیے یا دوسری مسجد کی جماعت توڑنے یا کسی اور بدنیتی سے یا مال حرام سے بنائی گئی ہو۔ [مدارک وسراج] حضرت عطا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب عہد فاروقی میں شہر فتح کیے گئے تو انہوں نے ان میں مسجدیں بنانے کا حکم فرمایا اور ایک بستی میں ایسی دو مسجدیں بنانے کی ممانعت فرمائی کہ ایک سے دوسری کو ضرر پہنچے تو ہمارے زمانہ میں جو ہر طرف نام کے لیے مسجدیں بناتے ہیں انہیں اس آیت واثر میں غور کرنا اور اپنے برے فعل کی طرف دیکھنا چاہیے۔ [احمدی] جیسے کسی وقت میں قصبہ آنولہ ضلع بریلی کے لوگوں نے بے ضرورت محض آپس کی ضد بحث میں جابجا مسجدیں بنائیں، اب وہ خراب پڑی ہیں۔

تنبیہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ ایک جماعت سلف کے نزدیک مسجد تقویٰ سے مراد مسجد قبا ہے۔ کمافی البخاری اور اس پر سیاق آیت اور شان نزول والی روایت دلالت کرتی ہے جس کو ابوداؤد و ترمذی وابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے موقوفاً اور بغوی نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ یہ آیت اہل قبا کے حق میں نازل ہوئی۔ اور بعض کے نزدیک مسجد نبوی ہے، کمافی حدیث مسلم اور دونوں روایتوں میں کوئی منافات نہیں ہے کہ جب مسجد قبا کی بنیاد تقویٰ پر ہوئی تو مسجد نبوی کی بنیاد تقویٰ پر بدرجہ اولیٰ ہوئی۔ آیت میں اس پر دلیل ہے کہ پانی سے استنجا کرنا افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پانی سے استنجا کرنے والوں کی مدح فرمائی ہے اور اسے محبوب بتایا ہے۔ اور

www.waseemziyai.com

حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ

سچا وعدہ، توریت اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ قول

اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

کا پورا کون؟ تو خوشیاں مناؤ اپنے سودے کی جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بڑی

الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ

کامیابی ہے۔ توبہ والے عبادت والے سراہنے والے روزے والے، رکوع والے،

السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ

سجدہ والے بھلائی کے بتانے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدیں

لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

نگاہ رکھنے والے اور خوشی سناؤ مسلمانوں کو۔ ف۶ نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں

ادنیٰ درجہ اس کا مستحب ہے جب کہ نجاست مخرج سے زیادہ نہ پھیلی ہو ورنہ استنجا کرنا واجب ہوگا۔[احمدی]

(۶۔آیت:۱۱۱،۱۱۲) شان نزول: جب حضرت عبداللہ بن رواحہ اور ان کے ساتھیوں نے جن کی تعداد ستر تھی۔لیلۃ العقبہ ثالثہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اپنے اور اپنے رب کے لیے جن شرطوں پر چاہیں ہم سے بیعت لیں ہمیں منظور ہے، تو حضور نے ان سے فرمایا اللہ کے متعلق تو یہ شرط ہے کہ تم اس کی تصدیق کرو اور کسی شی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو اور میری ذات کے متعلق یہ شرط ہے کہ اپنے جان و مال کی طرح میری حفاظت و مدد کرو۔تو انصار نے کہا کہ اگر ہم اسے منظور کرلیں تو ہمیں کیا ملے گا، فرمایا جنت تو انصار نے عرض کیا یہ بیع بڑے نفع کی ہے اب ہم نہ اس بیع کو پھرنے دیں گے اور نہ خود پھریں گے۔اسی کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ذکر فرمایا ہے اور ان لوگوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ ایک بدوی یہ آیت پڑھتا ہوا آیا اور حضور سے پوچھا کہ یہ کس کا کلام ہے، فرمایا: اللہ تعالیٰ کا، عرض کی اس بیع میں سراسر نفع ہے، اس سے نہ پھروں گا اور نہ پھرنے دوں گا پس وہ جہاد میں جا کر شہید ہوا۔حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو سچے کانوں کے بنو قسم ہے اللہ پاک کی یہ خریداری سراسر نفع اور فائدے کی ہے اللہ تعالیٰ نے زمین کے مسلمانوں سے قیامت تک کے لیے سودا کرلیا کوئی مومن اس بیع سے محروم نہیں رہا گویا یہ آیت اگرچہ جماعت انصار کے ساتھ مخصوص ہے لیکن سب مومن جو ایسے ہوں اس میں داخل ہیں۔[سراج] مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے جان و مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں۔اللہ نے تورات و انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے لیے جنت ہے اور اللہ سے زیادہ اپنے قول کو پورا کرنے والا کوئی نہیں ہے، تو خوشیاں مناؤ تم اپنے سودے کی جو تم نے اللہ سے کیا ہے، یہ بڑی کامیابی ہے، پھر ان لوگوں کے اوصاف بیان فرماتا ہے جن سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اول: تو شرک و نفاق تمام گناہوں سے توبہ کرنے والے۔دوسرے: خلوص سے اللہ کی عبادت کرنے والے۔تیسرے: ہر حال میں خدا کی حمد کرنے والے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے سختیوں اور آسانیوں میں خدا کی حمد کرنے والے بلائے جائیں گے۔چوتھے: روزہ رکھنے والے۔حاکم کی روایت میں ہے کہ حضور سے "السائحون" کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا روزہ دار۔دوسری روایت میں ہے، سیاح امتی الصوم میری امت کی سیاحت روزہ ہے۔حضرت عائشہ اور حضرت ابن

www.waseemziyai.com

اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ

کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں

مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿١١٣﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ

جبکہ انھیں کھل چکا کہ وہ دوزخی ہیں اور ابراہیم کا اپنے باپ کی بخشش چاہنا

اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ

وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدے کے سبب جو اس سے کر چکا تھا ، پھر جب ابراہیم کو کھل گیا

اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿١١٤﴾ وَمَا

کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے تنکا توڑ دیا بے شک ابراہیم ضرور بہت آہیں کرنے والا ف متحمل ہے

كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا

اور اللہ کی شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت کر کے گمراہ فرمائے جب تک انھیں صاف نہ بتا دے کہ کس چیز

عباس وابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اس کی یہی تفسیر مروی ہے۔[رواہ ابن جریر] سعید بن مسیب ومجاہد وعطا وضحاک بھی اسی کے قائل ہیں بلکہ علی ابن طلحہ کہتے ہیں کہ قرآن میں جہاں کہیں سیاحت کا لفظ آیا ہے وہاں روزہ ہی مراد ہے۔ابن عیینہ کہتے ہیں کہ صائم کو سائح اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ کھانے پینے اور جماع کی تمام لذتوں کو ترک کرتا ہے۔عطا سے مروی ہے کہ وہ مجاہد ہیں۔اور عکرمہ کہتے ہیں کہ وہ طالب علم ہیں۔پانچویں: رکوع وسجود کرنے والے یعنی نماز پڑھنے والے۔چھٹے: نیک کام کی ہدایت اور برے کام کی ممانعت کرنے والے۔ساتویں: اللہ کے احکام پر عمل کرنے والے اور ان مسلمانوں کو جنت کی خوشخبری سناؤ جو ان اوصاف کے ساتھ متصف ہیں۔

(۷۔آیت:۱۱۳،۱۱۴) اس آیت کی شان نزول میں کئی روایتیں آئی ہیں،اول یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابوطالب کے مرتے وقت تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا چچا اب تو کلمہ پڑھ لو تا کہ میں اللہ کے حضور تمہاری مغفرت کے لیے بطور حجت پیش کرسکوں،اس وقت ابوطالب کے پاس ابوجہل وعبداللہ بن ابی امیہ موجود تھے۔وہ ابوطالب سے بولے کیا تم ملت عبدالمطلب سے پھر جاؤ گے؟ تو ابوطالب نے حضور سے کہا کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ قریش مجھ پر ڈر کر کلمہ پڑھنے کا عیب لگائیں گے تو میں ضرور یہ کلمہ پڑھ لیتا اور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا۔تب حضور نے فرمایا میں تمہارے لیے استغفار کروں گا جب تک مجھے منع نہ کیا جائے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[رواہ احمد اس کی اصل بخاری ومسلم میں ہے] اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ابوطالب کا انتقال مکہ میں ہوا اور یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی ہے تو کیسے اس کی شان نزول ہوسکتی ہے۔اس اعتراض کو دفع کرنے کے لیے ابن کثیر وجلال وغیرہ تعدد نزول کے قائل ہیں یعنی یہ آیت کئی بار نازل ہوئی۔اور ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تاخیر نزول کے قائل ہیں یعنی یہ آیت سب کے بعد نازل ہوئی۔دوسرے یہ کہ ایک روز حضور قبرستان تشریف لے گئے اور ایک قبر پر بیٹھے اور بڑی دیر تک مناجات کی پھر روتے ہوئے اٹھے اور فرمایا کہ یہ میری ماں کی قبر ہے،میں نے اللہ سے اس کے لیے استغفار کرنے کی اجازت چاہی لیکن مجھے اجازت نہ ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی۔[رواہ الحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ] اسی کی مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے ایک سفر میں ایک جگہ قیام فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھ کر ہماری طرف دیکھا اس وقت حضور کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حال دریافت کیا فرمایا میں نے اپنی ماں کے لیے استغفار کرنے کی اللہ سے اجازت مانگی تھی مگر نہ ملی مجھے اپنی ماں کو آگ میں جلتا دیکھ کر

www.waseemziyai.com

يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ

سے انہیں بچنا چاہیے بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ بے شک اللہ ہی کے لیے ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

آسمانوں اور زمین کی سلطنت، جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی

وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۱۶﴾ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ

والی نہ مددگار۔ ف۸ بے شک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں ان غیب کی خبریں بتانے والے اور ان مہاجرین اور انصار پر

الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ یَزِیْغُ

جنھوں نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں کچھ

رونا آیا۔ [رواہ احمد وغیرہ] تیسرے یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنے مشرک ماں باپ کے لیے استغفار کرتا رہا تھا میں نے اس سے کہا کہ وہ تو مشرک تھے اور تو ان کے لیے استغفار کرتا ہے، تو اس نے کہا کہ ابراہیم نے بھی تو اپنے مشرک باپ کے لیے دعا کی تھی، میں نے حضور سے آکر عرض کیا تو یہ آیت نازل ہوئی بہر حال متعدد واقعات میں متعدد بار اس آیت کا نزول ہوا ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے اتقان میں ذکر کیا ہے اور جلالین میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ سب واقعات ہو جانے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جیسا کہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے پڑھئے ترجمہ۔ مطلب واضح ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں جو اس شخص نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے مشرک باپ کے لیے استغفار کرنے کی حجت پیش کی تھی اس کا جواب بھی آیت میں دے دیا گیا ہے کہ وہ بنا بر ایفائے وعدہ تھا جب انھیں یہ معلوم ہو گیا کہ ان کا باپ اللہ کا دشمن تھا تو پھر اس کے لیے استغفار نہ کیا اس سے تنکا توڑ دیا یعنی اس سے واسطہ نہ رکھا اور اس کے لیے استغفار نہ کیا۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضور کے والدین ایمان لائے تھے یا نہیں۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو اس طرف گئے ہیں کہ وہ دوبارہ زندہ ہو کر ایمان لائے تھے۔ اور بہت سے ائمۂ دین کا یہی قول ہے کہ آپ کے والدین کریمین موحد و مومن ہیں۔ اور حضرت مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرف گئے ہیں کہ وہ ایمان نہیں لائے تھے جیسا کہ صحابہ کی احادیث سے ثابت ہے۔ بہر حال ان کا ادب ملحوظ رکھنا چاہیے اور استغفار سے یہاں دعا و ایمان و ہدایت مراد ہے اور یہ ہر کافر و مشرک کے لیے اس کی زندگی میں جائز ہے۔ نہ شرک پر مرنے کے بعد دعا مغفرت کرنا اور حضور کا احد کے دن اللھم اغفر لقومی کہنا بھی اس پر محمول ہے جیسا کہ دوسری روایت میں اللھم اھد قومی آیا ہے یا قبل ممانعت تھا۔

(۸۔ آیت: ۱۱۵، ۱۱۶) شان نزول: مشرکین کے لیے استغفار کرنے کی ممانعت سے پہلے بہت سے مسلمان اپنے مرے ہوئے ماں باپ وغیرہ عزیز و اقارب کے لیے استغفار کیا کرتے تھے۔ ان میں بعض تو مر گئے تھے اور بعض زندہ تھے انہیں ممانعت نازل ہونے کے بعد تشویش ہوئی کہ کہیں ہم مشرکوں کے لیے استغفار کرنے سے گمراہ تو نہیں ہو گئے اور بہت نادم و متفکر تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔ [ابن جریر] قتادہ و کلبی کہتے ہیں کہ یہ اس قوم کے حق میں نازل ہوئی ہے جو قبل تحویل قبلہ و حرمت شراب آکر ایمان لائے اور چلے گئے جب وہ ایک عرصہ کے بعد دوبارہ مدینہ آئے تو انہوں نے شراب حرام اور قبلہ کو بدلا ہوا پایا تو انہوں نے حضور سے عرض کیا کہ آپ تو اور دین پر ہیں اور ہم اور دین پر ہیں یعنی ہم تو بیت المقدس کو قبلہ اور شراب کو حلال جانتے ہیں اور آپ کعبہ کو قبلہ اور شراب کو حرام جانتے ہیں پس ہم گمراہی پر ہیں تو یہ آیت اتری۔ [خازن و معالم] مطلب یہ ہے کہ اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہدایت کر کے گمراہ فرمائے اس سے گمراہوں جیسا مواخذہ کرے جب تک کہ انہیں صاف نہ بتا دے کہ کس چیز سے انہیں بچنا چاہیے اگر وہ

www.waseemziyai.com

قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

لوگوں کے دل پھر جائیں پھر ان پر رحمت سے متوجہ ہوا بے شک وہ ان پر نہایت مہربان رحم والا ہے۔ ف۹

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ

اور ان تین پر جو موقوف رکھے گئے تھے یہاں تک کہ جب زمین اتنی وسیع ہو کر ان پر تنگ ہو گئی

بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ

اور وہ اپنی جان سے تنگ آئے اور انھیں یقین ہوا کہ اللہ سے

مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

پناہ نہیں مگر اسی کے پاس، پھر ان کی توبہ قبول کی کہ تائب رہیں بے شک اللہ ہی

التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ ع ۱۴ ۸ ۲

توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور

بتادینے کے بعد اس کے مرتکب ہوتے ہیں تو ان سے مواخذہ کرتا ہے، تم نے بتانے سے پہلے مشرکوں کے لیے استغفار کیا تھا اس لیے تم گمراہ و گنہگار نہیں ہوئے۔ باقی ترجمہ پڑھیے

(۹۔ آیت: ۱۱۷) شان نزول: یہ آیت حضرت خیثمہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں نازل ہوئی جو حضور کے ساتھ نہایت عسرت اور سختی کی حالت میں غزوہ تبوک کے لیے نکلے تھے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں: کہ تبوک کی راہ میں مسلمانوں کو سخت تکالیف اور مصائب کا سامنا ہوا، گرمی کی شدت، لو کی لپٹیں، پیاس کی تکلیف، بھوک کی شدت، دانہ پانی نایاب، دو دو آدمی ایک ایک چھوارہ بانٹ کر کھاتے تھے اور ایک چھوارے کو باری باری سے چند آدمی چوستے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ وہ فرماتے تھے کہ حضور ایک پڑاؤ پر اترے تو اتنی پیاس لگی کہ حلق سوکھ گیا بعض آدمیوں نے اونٹ ذبح کر کے اس کی پانی کی تھیلی نکال کر کچھ پانی پیا اور کچھ جگر پر ملا۔ [رواہ الحاکم و بیہقی وغیرہ] ان مصائب اور اس پر منافقوں کی ریشہ دوانیوں کے باعث بعض کمزور آدمیوں کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیں، ان سختیوں کو دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سے دعا فرمانے کے لیے کہا، پس حضور نے ان کے کہنے سے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ابھی ہاتھ نیچے نہ کیے تھے کہ زور سے پانی برسا، پیاسے سیراب ہوئے اور اپنے اپنے برتنوں میں پانی لیا، لشکر کے باہر جا کر دیکھا تو پانی کا کہیں نشان ہی نہ تھا، اور کچھ لوگ آرام و آسائش پسند موسم سخت ہونے کی وجہ سے تبوک نہ گئے تھے، بعد کو خدا نے ان کے دلوں میں ولولہ اسلامی پیدا کیا اور اگلے دن روانہ ہو کر لشکر اسلام سے آملے، ان میں سے ایک حضرت خیثمہ تھے جو اپنے باغ میں چھڑکاؤ کرا کر درختوں کے سایہ میں آرام کر رہے تھے، یکا یک انہیں خیال آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اس وقت اس تپش اور دھوپ میں چٹیل میدان میں ہوں گے اور تو یہاں سایہ میں آرام سے بیٹھا ہے، یہ خیال آتے ہی اٹھ بیٹھے اور تلوار و نیزہ اٹھا کر اونٹ پر بیٹھ کر نہایت تیزی سے چل دیے، ایک دن حضور نے نظر اٹھا کر راہ کی طرف دیکھا تو ایک سوار ریت اوڑاتا تیزی کے ساتھ آتا نظر آیا تو فرمایا خدا کرے خیثمہ ہو، تھوڑی دیر میں خیثمہ حاضر خدمت ہوئے، حضور نے خوش ہو کر ان کے لیے دعا فرمائی۔ انہیں لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی جو اپنا آرام و آسائش چھوڑ کر بعد کو شریک سفر ہوئے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں نبی پر اور ان مہاجرین و انصار پر جو مشکل گھڑی اور سختی کی حالت میں نبی کے ساتھ تبوک کو

www.waseemziyai.com

الصّٰدِقِيْنَ ﴿١١٩﴾ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ

سچوں کے ساتھ ہو۔ ف مدینے والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو

الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا

لائق نہ تھا کہ رسول اللہ سے پیچھے بیٹھ رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے

بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا

اپنی جان پیاری سمجھیں یہ اس لیے کہ انھیں جو پیاس یا

نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ

تکلیف یا بھوک اللہ کی راہ میں پہنچتی ہے اور جہاں ایسی جگہ قدم رکھتے ہیں جس سے

الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ

کافروں کو غیظ آئے اور جو کچھ بھی کسی دشمن کا بگاڑتے ہیں اس سب کے بدلے ان کے لیے نیک عمل

گئے، بعد اسکے کہ ان لوگوں میں سے بعض کے دل پھر جانے کے قریب تھے یعنی تکالیف کی وجہ سے نبی کا ساتھ چھوڑ دینے پر مائل تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت فرمائی اور انہیں ثابت قدم رکھا بے شک اللہ ان پر نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے۔ یا یہ کہ حضور کا نام مہاجرین و انصار کے ساتھ تبرکاً تشریف ذکر کیا گیا ہے جس سے فضل و شرف مہاجرین ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ آیۃ ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ الخ﴾ میں اللہ کا نام تبرکاً لایا گیا ہے۔

(۱۰۔آیت: ۱۱۸، ۱۱۹) شان نزول: یہ آیت ان تین آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو غزوہ تبوک میں حضور کے ساتھ نہیں گئے تھے اور تبوک سے حضور کے واپس آنے کے بعد انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف کیا تھا اور توبہ کی تھی۔ مگر کاہلی کی وجہ سے معذرت کرنے نہ آئے تھے اور نہ توبہ میں مبالغہ کیا تھا ان کی قبول توبہ موقوف رکھی گئی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ اور اللہ تعالیٰ نے ان تینوں شخصوں پر رحمت فرمائی جن کی توبہ موقوف رکھی گئی تھی یہاں تک کہ جب زمین باوجود وسیع ہونے کے ان پر تنگ ہوگئی اور وہ اپنی جان سے تنگ آ گئے کہ لوگوں نے ان کا بائیکاٹ کر دیا اور تاخیر توبہ کے باعث انہیں رنج و غم نے گھیر لیا اور انہوں نے یقین کر لیا کہ سوا اللہ کے اور کہیں پناہ کی جگہ نہیں ہے تو پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی کہ تائب رہیں۔ اے مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو یعنی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور ان کے اصحاب کے ساتھ رہو غزوات میں ان سے پیچھے نہ رہو اور منافقوں کے ساتھ گھروں میں نہ بیٹھو یا ان سچوں کے ساتھ رہو جنہوں نے اعتراف گناہ کیا اور جھوٹا عذر نہ کیا جیسے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تنبیہ: یہ آیت فضیلت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ دیگر احادیث میں ان کی فضیلت مذکور ہے۔ اُن تینوں آدمیوں کے نام اور وجہ تخلف وغیرہ توضیح نمبر ۴ میں گزری۔ حضرت کعب ابن مالک جو انہیں تینوں شخصوں میں ایک تھے فرماتے ہیں کہ میں صوا بدر و تبوک کے تمام غزوات میں شریک رہا۔ حضور کا دستور تھا کہ اپنے ارادہ جہاد کو ظاہر نہ فرماتے تھے، جب غزوہ تبوک کا ارادہ فرمایا تو علانیہ سب کو اس کی خبر کی تا کہ لوگ اس کے لیے تیار ہو جائیں کہ موسم بہت سخت تھا اور دور کا سفر تھا راہ میں تکالیف کا سامنا تھا مجاہدین کی اس قدر کثرت تھی کہ ان کے نام لکھنا بھی دشوار تھا۔ بعض لوگ اس خیال سے کہ ہمارے نہ جانے کی خبر حضور کو جب وحی آئے گی تو ہوگی گھر میں بیٹھ رہے اور بعض سامان سفر تیار کرنے میں رہ گئے۔ میں بھی انہیں میں سے تھا کہ روز سامان درست کرنے کا ارادہ کرتا تھا

www.waseemziyai.com

صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا يُنْفِقُوْنَ

لکھا جاتا ہے بے شک اللہ نیکوں کا نیک ضائع نہیں کرتا۔ اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں چھوٹا

نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ

یا بڑا اور جو نالا طے کرتے ہیں سب ان کے لیے لکھا جاتا ہے

لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢١﴾ وَمَا كَانَ

تاکہ اللہ ان کے سب سے بہتر کاموں کا انھیں صلہ دے ف۱۱ اور مسلمانوں سے

مگر نہ کرسکا کہ حضور تشریف لے گئے۔ پھر میں نے یہ ارادہ کیا کہ لشکر سے جاملوں گا مگر نہ جاسکا تقدیر میں نہ تھا تبوک جاتے وقت حضور نے مجھے یاد نہ فرمایا مگر جب تبوک پہنچ گئے تو ایک دن صحابہ سے پوچھا کہ کعب کو کیا ہوگیا جو نہ آیا۔ ایک آدمی نے کہا آرام طلبی کی وجہ سے نہ آیا۔ حضرت معاذ نے اس سے کہا کہ تو نے بھونڈی بات کہی، یارسول اللہ ہمیں بھلائی کے سوا اس کی کوئی بات معلوم نہیں ہے۔ حضور خاموش ہوگئے جب مجھے حضور کی واپسی کی اطلاع ملی تو مجھے فکر ہوئی اور جھوٹے عذر بنانے کا خیال دل میں آیا مگر جب حضور کی سواری قریب آگئی تو جھوٹے عذروں کا خیال دل سے نکل گیا اور میں نے یقین کرلیا کہ کوئی جھوٹا عذر کارگر نہ ہوگا۔ حسب معمول حضور مسجد میں دوگانہ ادا فرما کر بیٹھے اور لوگوں کی طرف نظر کی تو ان لوگوں نے جو تبوک سے بیٹھ رہے تھے جھوٹے عذر پیش کرنا اور قسمیں کھانا شروع کیں وہ اسی (۸۰) سے کچھ زیادہ آدمی تھے، حضور ان کے عذر سنتے اور ان کے واسطے استغفار فرماتے یہاں تک کہ میں نے حاضر ہوکر سلام کیا۔ فرمایا ادھر آؤ، میں قریب گیا۔ فرمایا تو کیوں نہ گیا، کیا تیرے پاس سواری نہ تھی، میں نے عرض کیا مجھے کوئی جھوٹا عذر پیش کرکے حضور کو راضی کرنا نہیں ہے، مجھے اللہ کی قسم کوئی عذر نہ تھا تب حضور نے فرمایا تو نے سچ کہا جا یہاں تک کہ اللہ تیرے حق میں فیصلہ کرے۔ میں چلا آیا پھر میں نے لوگوں سے پوچھا کیا میری طرح کسی اور کو بھی یہ حکم ملا ہے؟ کہا: ہاں مرارہ ابن ربیع اور ہلال ابن امیہ کو ایسا ہی حکم ملا ہے۔ حضور نے لوگوں کو ہم تینوں سے کلام سلام کرنے کو منع کردیا تھا، مدینہ کی زمین ہمارے لیے بدل گئی تھی، چالیسویں روز حکم ہوا کہ اپنی بی بیوں سے علاحدہ رہو جب تک خدا کوئی حکم نازل فرمائے۔ اس حالت میں پچاس روز گزر گئے، پچاسویں رات میں نماز پڑھ کر بیٹھا تھا کہ ایک منادی نے ندا کی کہ اے کعب تجھے بشارت ہو، میں سمجھ گیا اللہ کی طرف سے میرے لئے کشائش آئی اور میں سجدہ میں گر گیا۔ صبح کی نماز کے بعد حضور نے ہماری توبہ قبول ہونے کی اطلاع لوگوں کو کی، لوگ ہمیں بشارت سنانے کے لیے دوڑے، جب وہ منادی میرے پاس آیا تو میں نے خوشی میں اپنا لباس اتار کر اسے پہنایا پھر میں حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کو چلا، راہ میں جوق جوق لوگ مجھ سے ملتے اور خوشخبری سناتے، یہاں تک کہ میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر سلام کیا، خوشی سے حضور کا چہرہ دمک رہا تھا، ارشاد فرمایا کہ تجھے بشارت ہو ایسے دن کی جس سے بہتر تیرے لیے کوئی دن نہیں ہوا ہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ میری سچائی نے مجھے بچایا اس کے شکریہ میں میں عہد کرتا ہوں کہ زندگی بھر کبھی جھوٹ نہ بولوں گا۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ قبول توبہ ہی کے متعلق "لقد تاب الله" سے "کونوا مع الصادقین" تک آیات نازل فرمائیں اور ہم تین آدمیوں کو قرآن میں جو موخر قرار دیا ہے یہ بہ نسبت ان لوگوں کے ہے جن کے جھوٹے عذر سن کر حضور نے ان سے درگزر کی تھی اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی تھی اور ہمارے معاملہ کو خدا کا حکم آنے تک موخر فرمایا تھا۔ یہ خلاصہ ہے اس روایت طویل کا جو امام احمد و بخاری و مسلم نے شہاب زہری سے روایت کی ہے۔

(۱۱۔ آیت: ۱۲۰، ۱۲۱) یہ آیات گزشتہ آیات کا تتمہ ہیں ان میں مدینہ اور اس کے گرد رہنے والے مسلمانوں کو جہاد سے بیٹھ رہنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مدینہ والوں اور اس کے گرد کے دیہاتیوں کو یہ لائق نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ کے ساتھ جہاد کو نہ

www.waseemziyai.com

الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ

یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ

لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ

دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید

يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ ع ۱۵ ۴

پر کہ وہ بچیں ف۱۲ اے ایمان والو! جہاد کرو ان کافروں سے جو تمہارے قریب ہیں

جائیں اور اپنی جانوں کو ان کی جان سے پیارا سمجھیں۔ یہ خبر بمعنی نہی ہے اور یہ اس لیے کہ انہیں جو اللہ کی راہ میں بھوک پیاس کی تکلیف سہنی سفر کی مشقت اٹھانی پڑی ہے اور جو کافروں کے غصہ ہونے کی جگہ وہ قدم رکھتے ہیں اور ان کے ہاتھ سے انہیں قید و قتل و مجروح ہونے کی ذیت و تکلیف ہوئی تھی، اس سب کے بدلے ان کے لیے نیک عمل لکھا جاتا ہے کہ اللہ نیکوں کا عمل ضائع نہیں کرتا ہے انہیں اس کی جزا دیتا ہے اور جو وہ تھوڑا یا بہت جہاد میں صرف کرتے ہیں اور جو ندی نالا کھائی خندق اپنے جانے آنے میں وہ طے کرتے ہیں، وہ سب ان کے لیے لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ انہیں اس سے اچھا دے۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نے جیش عسرت کی امداد کی ترغیب دلائی تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سو اونٹ مع ان کے سامان کے پیش کیے تو حضور نے دوبارہ ترغیب دی تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سو اونٹ اور پیش کیے تب حضور نے منبر شریف کی ایک سیڑھی نیچے اتر کر امداد کی پھر ترغیب دی تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سو اونٹ پیش کیے پس حضرت نے اپنے دست مبارک کو ہلا کر فرمایا عثمان! اس کے بعد تو جو کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن سمرہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عثمان نے ایک ہزار اشرفیاں لا کر حضور کی گود میں ڈال دیں حضور انہیں لوٹ پوٹ کرتے رہے اور فرمایا عثمان آج کے بعد جو کچھ کرے گا اسے مضر نہ ہوگا۔

(۱۲۔ آیت: ۱۲۲) شان نزول: اس آیت کی تفسیر میں اقوال مفسرین مضطرب ہیں اور روایات شان نزول بھی مختلف ہیں۔ جلال وغیرہ نے اس کی شان نزول یہ لکھی ہے کہ جب جہاد سے بیٹھ رہنے والوں کو جہاد سے بیٹھ رہنے پر ملامت کی گئی تو سب مسلمانوں کے دل میں ڈر پیدا ہوا اور غزوہ تبوک کے بعد جو سریہ چھوٹا لشکر جہاد کے لیے بھیجا گیا اس کے ساتھ سب مسلمان جہاد کے لیے چلے گئے حضور اکیلے مدینہ میں رہ گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو منافق بولے اس سے تو جنگلوں میں رہنے والے جو جہاد میں شریک نہ ہو سکے وہ ہلاک ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ سب مسلمانوں کو جہاد پر جانا لازم نہیں ہے ایسا کیوں نہ ہو کہ ہر قبیلہ میں سے ایک گروہ جہاد پر جائے اور دوران سفر میں جو احکام دین معلوم ہوں انہیں سمجھے اور ان لوگوں کو جو جہاد پر نہیں گئے تھے وہ باتیں بتائے۔ بہر حال یہ آیت بعض کے نزدیک علاحدہ مستقل ایک حکم ہے جہاد سے اس کا تعلق نہیں ہے اور بعض کے نزدیک وہ جہاد ہی کے متعلق ہے۔ پس اگر اسے علاحدہ مستقل حکم مانا جائے گا تو یہ مطلب ہوگا کہ تمام مسلمانوں کو ایک دم طلب علم کے لیے نکلنا ٹھیک نہیں ہے بلکہ یوں کریں کہ ہر قبیلہ سے ایک گروہ طلب علم کے لیے نکلے باقی لوگ اصلاح امور کے لیے گھر پر رہیں اور گئے ہوئے لوگ واپس آکر اپنی قوم کو ہدایت کریں انہیں احکام دین سکھائیں اور جو معلومات دوران سفر میں انہیں حاصل ہوئی ہیں ان سے اپنی قوم کو آگاہ کریں اس امید پر کہ وہ احکام الٰہی بجالا کر عذاب الٰہی سے بچیں۔ اور جو آیت کا تعلق جہاد سے مانا جائے گا تو یہ مطلب ہوگا کہ مسلمانوں کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدینے میں تنہا چھوڑ کر سب کے سب جہاد کو چلے جائیں، ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ان میں سے ہر قبیلہ کے بعض آدمی جہاد کو جائیں اور بعض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہیں تاکہ دین کی سمجھ

www.waseemziyai.com

وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٢٣﴾ وَاِذَا مَآ

اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے ف۱۳ اور جب

اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا

کوئی سورت اترتی ہے تو ان میں کوئی کہنے لگتا ہے کہ اس نے تم میں کس کے ایمان کو ترقی دی تو وہ جو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿١٢٤﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

ایمان والے ہیں ان کے ایمان کو اُس نے ترقی دی اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں۔ اور

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ

جن کے دلوں میں آزار ہے انھیں اور پلیدی پر پلیدی بڑھائی اور

كٰفِرُوْنَ ﴿١٢٥﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ

کفر ہی پر مر گئے۔ کیا انھیں [نہیں] سوجھتا کہ ہر سال ایک یا

حاصل کر کے بعض جو احکام دین اس اثنا میں نازل ہوئے ہوں انہیں سیکھ کر جہاد پر گئے ہوئے لوگوں کو بتائیں جب وہ جہاد سے واپس آئیں۔ حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور خود جہاد کو جاتے تو سوا معذورین کے کسی مسلمان کو جہاد سے بیٹھ رہنا جائز نہیں ہوتا اور جب حضور خود نہ جاتے کسی اور صحابی کی سرکردگی میں کوئی دستہ فوج کا جہاد کے لیے روانہ کرتے تو کسی مسلمان کو بغیر اجازت حضور ان کے ساتھ جہاد کے لیے جانا جائز نہ ہوتا، پس کچھ مسلمان جاتے اور کچھ باقی رہ جاتے اور جو احکام دین اس درمیان میں نازل ہوتے انہیں حاضرین سیکھ لیتے اور جب جہاد پر گئے ہوئے لوگ واپس آتے تو انہیں بتاتے اسی طریقہ کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت سرایا یعنی فوج کے چھوٹے چھوٹے دستوں کے ساتھ مخصوص ہے اور اس سے پہلے آیت میں جو تخلف کی ممانعت فرمائی گئی ہے، اس غزوہ کے متعلق تھی جس میں حضور خود گئے ہوں حاصل کلام یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذات خود جہاد پر تشریف لے جائیں اور نفیر عام ہو تو اس وقت ہر مسلمان کو حضور کے ساتھ جانا لازم و واجب ہے اور جو حضور خود تشریف نہ لے جائیں کسی اور کی سرکردگی میں جہاد کو لشکر روانہ فرمائیں اس وقت بغیر اجازت حضور لشکر کے ساتھ جہاد کو جانا جائز نہیں ہے۔

تنبیہ: یتفقھوا سے کوشش کر کے علم فقہ سیکھنے کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ اور وہ اس پر دلیل ہے کہ تفقہ فی الدین اور تذکیر مسلمین فرض کفایہ ہے اور جہاد اکبر ہے کہ جدال بالحجۃ اصل ہے اور بعثت سے یہی مقصود ہے۔ حدیث میں ہے: ”من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین“ اللہ جس کے ساتھ بھلائی کرنے کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں سوجھ بوجھ عطا فرماتا ہے فقیہ فی الدین بناتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے: ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ [ترمذی و ابن ماجہ] ایک حدیث میں ہے: کہ فقیہ فی الدین بہت اچھا آدمی ہے۔ [مشکاۃ] اور فقہ احکام دین سیکھنے جاننے کا نام ہے۔

(۱۳۔ آیت: ۱۲۳) شان نزول: چونکہ اسلام پھیلانے کے لیے میدان صاف ہونا اور کوئی روک ٹوک باقی نہ رہنا ضروری تھا اور مکہ میں مشرک اور مدینہ میں یہود و منافق اس میں حارج تھے۔ ہر وقت اسلام و مسلمین کی جڑ کاٹنے کی تدبیریں اور کوششیں کرتے رہتے تھے۔ کبھی قریش کو بھڑکاتے، کبھی قبیلہ ہوازن وغیرہ کو ورغلاتے، کبھی شاہ غسان کو ابھارتے کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں نیست و نابود کر دے، اسلام کو مٹائے ایسے وقت میں آیت مذکورہ نازل ہوئی اور اس میں مسلمانوں کو حکم فرمایا گیا کہ تم کفار سے جہاد کرو اور وہ تم میں

www.waseemziyai.com

مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ

دو بار آزمائے جاتے ہیں پھر نہ تو توبہ کرتے ہیں نہ نصیحت مانتے ہیں۔ ف۱۴ اور جب

سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ

کوئی سورت اترتی ہے ان میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگتا ہے کہ کوئی تمہیں دیکھتا تو نہیں پھر

انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿١٢٧﴾ لَقَدْ

پلٹ جاتے ہیں اللہ نے ان کے دل پلٹ دیے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں ف۱۵ بے شک

جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ

تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے

عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ز ۖ

نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان، مہربان پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو کہ مجھے اللہ کافی ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿١٢٩﴾ ع ۱۶ ۷ ۵

اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے ف۱۶

معاملہ جہاد میں سختی اور درشتی پائیں اور جہاد ان لوگوں سے شروع کرو جو تمہارے پاس ہیں یعنی یہود سے لہذا حضور نے اس کے موافق جہاد کیا اور پہلے قریب والوں میں تبلیغ کی پھر اہل حجاز میں پھر عام عرب والوں میں پھر تبوک پر چڑھائی کی اور حضور کے بعد خلفائے راشدین نے بھی اسی پر عمل کیا کہ عرب سے فارغ ہو کر شام و عراق والوں پر چڑھائی کی اور ان کے شہروں اور بستیوں کو فتح کر کے اسلام کا پھریرا انھیں نے اڑایا۔

(۱۴۔آیت:۱۲۴تا۱۲۶) شان نزول: منافقوں کی حالت ظاہر کرنے اور ان کا پول کھولنے کے لیے یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ کیونکہ منافق لوگ مسلمانوں میں ملے رہتے تھے اور اپنی خبث باطنی کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک ڈالتے اور انہیں راہ حق سے پھیرنے کی کوشش کرتے تھے ان کا منھ بند کرنے اور فساد کی جڑ کاٹنے کے لیے ان کی فریب کاریاں اس آیت میں ظاہر فرمائی گئی ہیں تاکہ مسلمان ان کے مکر و فریب سے بچے رہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن عظیم کی جب کوئی سورت اترتی ہے تو منافقوں میں سے کوئی اپنے ساتھیوں سے بطور استہزا کہتا ہے کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو بڑھایا۔ اللہ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اس سورت نے مومنین کے ایمان میں زیادتی کی اور وہ اس کے نزول سے خوش ہیں اور جن کے دلوں میں شک و نفاق کا آزار ہے ان کے کفر میں زیادتی کی کہ اس کے منکر ہوئے اور کفر کی حالت میں مرے کیا انہیں نہیں سوجھتا ہے کہ وہ ہر سال ایک بار یا دو بار قحط و وبا سے آزمائے جاتے ہیں پھر بھی وہ نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت مانتے ہیں۔

(۱۵۔آیت:۱۲۷) شان نزول: حضور کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی سورت نازل ہوتی تو مسجد شریف میں آکر مسلمانوں کے حلقہ میں بیٹھ کر اسے تلاوت فرماتے، مسلمان اس کے سننے میں ایسے مشغول ہوتے کہ کسی دوسری طرف توجہ نہ کرتے جب سورۂ براءت نازل ہوئی تو حضور نے حسب معمول مسجد میں آکر اسے تلاوت فرمایا، چونکہ اس میں منافقوں کی حالت کا ذکر تھا اس لیے مسلمان تو اس کے سننے میں مشغول ہوئے اور منافق بھاگنے کے لیے آپس میں ایک دوسرے سے اشارہ سے کہنے لگے کہ دیکھو کوئی مسلمان دیکھتا تو نہیں ہے۔ اور چپکے چپکے جانے لگے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں فرمایا گیا کہ جب کوئی سورت اترتی ہے جس میں ان کے عیوب کا ذکر ہوتا ہے

www.waseemziyai.com

اور حضور اسے پڑھتے ہیں تو ایک دوسرے کو بھالنے کے لیے دیکھتا ہے اور اشارہ سے کہتا ہے کہ تمہیں کوئی دیکھتا تو نہیں ہے، پس اگر کوئی نہیں دیکھتا ہوتا ہے تو چپکے سے چلے جاتے ہیں اور جو کوئی دیکھتا ہے تو ٹھہر جاتے ہیں، پھر رسوائی کے خوف سے پلٹ جاتے ہیں، اللہ نے ان کے دل پلٹ دیئے ہیں کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔

(۱۶۔آیت: ۱۲۸، ۱۲۹) یہ سورۂ توبہ کی آخری آیت ہے اور سب کے بعد نازل ہوئی ہے، جیسا کہ حاکم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آخری آیت جو نازل ہوئی وہ ﴿لقد جاء کم رسول الخ﴾ ہے۔ حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن جمع کرنے کے حال میں فرماتے ہیں کہ میں نے ان دونوں آیتوں کو حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس پایا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشخبری سناتا ہے اور حضور کے بعض اوصاف جمیلہ وخصائل حمیدہ کا اس میں ذکر فرماتا ہے۔

(۱) ﴿لقد جاء کم رسول﴾ یعنی بے شک تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول تشریف لائے یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کے آنے کی بشارت اگلے انبیا علیہم السلام دیتے آئے اور اہل کتاب ان کے آنے کے منتظر تھے ان کے واسطے سے دعا کیا کرتے تھے اور اپنے دشمنوں پر فتح پاتے تھے۔ اور یہ خدا کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم میں تمہیں میں سے رسول بنا کر بھیجا تا کہ تم اس کو اپنا ہم جنس سمجھ کر اس سے میل جول الفت ومحبت کرو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ کیوں کہ جنس اپنے ہم جنس کی طرف ہمیشہ مائل وراغب ہوتی ہے اور اس سے الفت ومحبت کرتی اور مانوس ہوتی ہے۔ اور جو مخاطب خاص اہل عرب قرار دیئے جائیں تو یہ معنی ہوں گے کہ اے اہل عرب تمہارے پاس تمہیں میں سے تمہاری مثل عربی زبان میں کلام کرنے والا رسول آیا تا کہ تمہیں اس سے کلام کرنے اور اس کا کلام سمجھنے میں آسانی ہو، کوئی دقت وپریشانی نہ ہو کہ اگر تمہاری طرف کوئی فرشتہ یا کوئی جن رسول بنا کر بھیجا جاتا تو تمہیں اس سے کلام کرنے اور اس کا کلام سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے میں دقت ودشواری ہوتی، کہ تم اس سے کلام کرنے اور اس کا کلام سمجھنے کی طاقت نہ رکھتے بلکہ اس کے دیکھنے کی بھی تاب نہ لاتے، یا تمہارے نفسوں میں سے آنے کے یہ معنی ہیں کہ تمہاری قوم تمہارے نسب تمہارے قبیلہ وخاندان سے عربی قریشی رسول آیا جس کا حسب نسب چال چلن تم خوب جانتے ہو، تا کہ تم اس کو اپنا عزیز وقریب، اپنا ہم قبیلہ وہم خاندان سمجھ کر اس کی عزت وتوقیر کرو، اس کی مدد واعانت کرو اور اس پر ایمان لاؤ اور اسے اپنا فخر خاندان سمجھو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عرب میں کوئی قبیلہ کوئی خاندان ایسا نہ تھا جس سے حضور کو قرابت ورشتہ نہ ہو۔ اور ایک قراءت شاذہ میں ﴿انفسکم﴾ بفتح فا آیا ہے تو یہ معنی ہوں گے تم میں سے نفیس تر اور شریف تر رسول تمہارے پاس آیا تا کہ تم اس کی نفاست وشرافت سے مستفیض ہو اور اس جیسی عادتیں اور خصلتیں اختیار کرو۔

(۲) جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا مصیبت میں مبتلا ہونا عذاب الٰہی میں گرفتار ہونا گراں ہے، ہر وقت تمہارا چین تمہارا آرام ان کے مد نظر ہے۔ (۳) وہ تمہارے ایمان تمہاری اصلاح پر بے انتہا حریص ہیں یعنی تمہاری بھلائی اور بہبودی بہت چاہنے والے ہیں کہ کہیں تم ایمان لاؤ ہدایت پاؤ راہ راست پر آؤ جب تم نے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں اور جنگ احد میں سنگ ستم سے ان کا دندان مبارک شہید کیا چہرہ کو زخمی کیا اور طائف والوں نے ان پر پتھراؤ کر کے تمام جسم مبارک خستہ کیا اس وقت بھی انہوں نے تمہارے لیے بددعا نہ کی بلکہ تمہاری ہدایت کی دعا کی اور اللھم اھد قومی فرمایا۔ (۴ و ۵) مسلمانوں پر نہایت شفیق ومہربان ہیں۔ حضرت حسن ابن الفضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو اپنے ناموں سے دو نام نہیں عطا فرمائے سوا ہمارے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے کہ انہیں دو نام عطا فرمائے اور ﴿بالمومنین رؤف رحیم﴾ فرمایا اور اپنے لیے فرمایا ﴿ان اللہ بالناس لرؤف رحیم﴾ باوجود ان احسانات کے اگر وہ ایمان نہ لائیں تو ان سے فرما دیجیے کہ مجھے اللہ کافی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

فائدہ: جو شخص صبح وشام آیت ﴿حسبی اللہ لا الہ﴾ کو آخر تک سات سات بار پڑھے گا اللہ اس کی مہموں کو کفایت کرے گا۔

[رواہ ابوداؤد عن ابی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ]

www.waseemziyai.com

سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۱۰۹ رُكُوْعَاتُهَا ۱۱

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا۔

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝۱ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ

یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ کیا لوگوں کو اس کا اچنبا ہوا کہ ہم نے

اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

ان میں سے ایک مرد کو وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈر سناؤ اور ایمان والوں کو خوشخبری دو

اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا

کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے کافر بولے بے شک یہ

لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

تو کھلا جادوگر ہے ف۱ بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین

فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ مَا

چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے کام کی تدبیر فرماتا ہے کوئی

مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ

سفارشی نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد یہ ہے اللہ تمہارا رب تو اس کی بندگی کرو

(۱۷۔آیت:۱،۲) چونکہ اس سورۃ میں حضرت یونس علیہ السلام کا عبرت انگیز قصہ بیان کیا گیا ہے اس لیے اس کا نام سورۂ یونس ہوگیا اور صحابہ کرام اس نام سے اسے موسوم کیا کرتے تھے۔ یہ سورت سوائے دو تین آیات کے مکی ہے اور یہاں سے مکی سورتوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے اس سے پہلے کی سورتیں مدینہ میں قبل ہجرت نازل ہوئی ہیں ان میں زیادہ تر نکاح وطلاق، میراث، حقوق، جہاد، سیاست ومعاملات کے مسائل ہیں اور مکی سورتوں میں عقائد واصول دین تعلیم فرمائے گئے ہیں اور خدا کی ہستی اور توحید ورسالت اور مبدأ ومعاد اور قرآن کے الہامی ہونے کو ثابت کیا گیا ہے۔ اور الٓرٰ کے حقیقی معنی تو اللہ واللہ کا رسول جانتا ہے مگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تفسیراً اس کے معنی "انا الله أعلم وأرى" بیان فرمائے ہیں، یعنی میں اللہ ہوں جانتا اور دیکھتا ہوں۔ اور اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ حروف وہی ہیں جن سے کلام عرب مرکب ہوتا ہے اور انہیں سے قرآن عظیم مرکب ہے۔ اگر قرآن عظیم منزل من اللہ نہ ہوتا اور اس کی ترکیب قدرت بشری سے خارج نہ ہوتی تو ضرور فصحاء وبلغائے عرب اس کی مثل بنالاتے مگر باوجود بار بار تحدی کے کوئی ایسا کلام مرکب نہ کرسکا کوئی اس کی مثل بنا کر نہ لاسکا تو معلوم ہوا کہ وہ اللہ کا کلام ہے اللہ کی طرف سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ چونکہ قرآن عظیم ایک معجزہ تھا اور اس کا حضور جیسے بے پڑھے لکھے آدمی پر نازل ہونا اور حضور کی زبان سے بلا کسی جھجک اور انتشار کے اس کا ادا ہونا ایک علاحدہ معجزہ تھا جو کفار مکہ کی عقل میں نہ آتا تھا اور یہ بھی ان کا خیال تھا کہ ہم جیسا بشر کیسے رسول ہوسکتا ہے اور کیسے اس پر وحی آسکتی ہے اس لیے وہ قرآن عظیم کو سحر بتاتے اور اس کا انکار کرتے اور معاذ اللہ حضور کو ساحر بتاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ان ذہنی وسوسوں کا اس میں علی سبیل استفہام انکار فرمایا ہے اور قرآن عظیم کے الہامی ہونے اور حضور پر نازل ہونے کو ثابت فرمایا ہے۔

www.waseemziyai.com

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ

تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔ اسی کی طرف تم سب کو پھرنا ہے اللہ کا سچا وعدہ، بے شک وہ

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

پہلی بار بناتا [ہے] پھر فنا کے بعد دوبارہ بنائے گا کہ ان کو جو ایمان لائے اور

الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ

اچھے کام کیے انصاف کا صلہ دے اور کافروں کے لیے پینے کو کھولتا پانی

وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۴﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ

اور دردناک عذاب بدلا ان کے کفر کا۔ وہی ہے جس نے

الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ

سورج کو جگمگاتا بنایا اور چاند چمکتا اور اس کے لیے منزلیں ٹھہرائیں کہ تم

السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ

برسوں کی گنتی اور حساب جانو، اللہ نے اسے نہ بنایا مگر حق نشانیاں مفصل

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵﴾ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا

بیان فرماتا ہے علم والوں کے لیے بے شک رات اور دن کا بدلتا آنا اور جو کچھ

خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴿۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ان میں نشانیاں ہیں ڈر والوں کے لیے ف۱۸ بے شک وہ جو

ارشاد ہوتا ہے: کہ یہ موجودہ آیتیں حکمت والی کتاب کی یعنی قرآن کی آیتیں ہیں۔ کیا اہل مکہ کو اس بات کا اچنبھا ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص عربی مکی قریشی یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی بھیجی کہ وہ لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں اور مسلمانوں کے لیے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہونے کی خوشخبری سنائیں تو کافر بولے یہ تو کھلا جادو ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو قریش بولے کہ اللہ اس سے بہت بڑا ہے کہ وہ اپنا رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے بشر کو بنا دے جس کے پاس نہ ریاست ہے نہ کوئی شان وشوکت ہے نہ مال ہے۔ [جامع البیان]

تنبیہ: ''قدم صدق'' سے مراد اجر حسن ہے جو اعمال متقدمہ پر انہیں دیا جائے گا، یعنی منزلہ رفیع ومرتبہ بلند یا سعادت ازلی وابدی، کہ ''قدم'' اصل میں آگے بھیجی ہوئی چیز کو کہتے ہیں جیسا کہ حاکم نے ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ یہاں اس سے اعمال صالحہ مراد ہیں جن پر اجر مترتب ہوگا اور صدق کی طرف اس کی اضافت اس کی زیادتی فضل وتحقیق پر دلالت کرتی ہے۔

(۱۸۔ آیت: ۳ تا ۶) شان نزول: ضحاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

www.waseemziyai.com

لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا

ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پسند کر بیٹھے اور اس پر مطمئن ہوگئے

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝۷ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا

اور وہ جو ہماری آیتوں سے غفلت کرتے ہیں ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے بدلا

يَكْسِبُوْنَ ۝۸ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ

ان کی کمائی کا۔ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کا رب ان کے

بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۹

ایمان کے سبب انھیں راہ دے گا ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی نعمت کے باغوں میں۔

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ

ان کی دعا اس میں یہ ہوگی کہ اللہ تجھے پاکی ہے اور ان کے ملتے وقت خوشی کا پہلا بول سلام ہے اور ان کی

دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰ ع وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ ع ۱۰ ۲

دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا ف۱۹ اور اگر اللہ

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول بنا کر بھیجے گئے تو اکثر جہال عرب نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ اللہ ایسا نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا آدمی اس کا رسول ہو پس یہ آیت نازل ہوئی اور اس آیت میں تین قسم کے لوگوں کا رد فرمایا گیا ہے۔ اول وہ جو خدا کی ہستی کے منکر ہیں دہریہ نیچر کو ہر چیز کا موجد جانتے ہیں دوسرے وہ جو جزا و سزا اور عذاب و ثواب حساب و کتاب جنت و دوزخ اور حشر و نشر کے منکر ہیں۔ تیسرے وہ جو شرک فی الصفات کرتے ہیں صفات الوہیت کو مخلوقات میں مانتے ہیں اور ان کی پرستش کرتے ہیں اس خیال سے کہ وہ ان کی شفاعت کریں گے اور اللہ سے انہیں نزدیک کردیں گے۔ ابن ابی حاتم نے سعد ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو سواروں کے ایک بڑے گروہ سے میری ملاقات ہوئی میں نے ان سے پوچھا تم کون لوگ ہو بولے ہم جن ہیں مدینہ سے آرہے ہیں اور یہ ہی آیت ہمارے سفر کا باعث ہے۔ پڑھئے ترجمہ۔

تنبیہ: ''ستة ایام'' سے مقدار ایام دنیا مراد ہے۔ اور اگرچہ اللہ تعالیٰ ایک لحہ میں آسمان و زمین پیدا کرنے پر قادر ہے مگر یہ چھ روز کی تخصیص تعلیم خلق کے لیے فرمائی ہے کہ وہ اپنے کاموں کو اسی طرح باستقلال کریں اس کے کرنے میں جلدی نہ کریں۔ اور مامن شفیع میں مشرکین کے خیال کا رد ہے کہ وہ بتوں کو شفاعت کرنے والا خیال کرتے تھے۔ اور چاند کی سیر کی جو منزلیں مقرر فرمائی ہیں وہ اٹھائیس ہیں جن کو وہ اٹھائیس راتوں میں طے کرتا ہے اور دو روز چھپا رہتا ہے اگر تیس دن کا مہینہ ہو اور جو انتیس دن کا ہو تو ایک دن چھپتا ہے اور یہ چاند کے لیے منزلیں اس لیے مقرر کی ہیں کہ اس سے سال اور مہینہ اور دنوں کا شمار کیا جائے اور دنیا و دین کے کام اس کے حساب سے کئے جائیں ان سب باتوں سے خدا کی ہستی خدا کی وحدانیت خدا کی قدرت کاملہ ظاہر ہوتی ہے اور اللہ کے سوا ہر شی کا حادث ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۱۹۔ آیت: ۷ تا ۱۰) گزشتہ آیات میں جو باتیں ذکر ہوئی تھیں ان کے ماننے والوں کی جزا اور نہ ماننے والوں کی سزا کو ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے، پڑھئے ترجمہ۔

www.waseemziyai.com

لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ ۚ

لوگوں پر برائی ایسی جلد بھیجتا جیسی وہ بھلائی کی جلدی کرتے ہیں تو ان کا وعدہ پورا ہو چکا ہوتا

فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۱﴾ وَإِذَا

تو ہم چھوڑتے انھیں جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکا کریں اور جب

مَسَّ الْإِنسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا ۚ

آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے ہمیں پکارتا ہے لیٹے اور بیٹھے اور کھڑے

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُ ۚ

پھر جب ہم اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں چل دیتا ہے گویا کبھی کسی تکلیف کے پہنچنے پر ہمیں پکارا ہی نہ تھا،

كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ

یوں ہی بھلے کر دکھائے ہیں حد سے بڑھنے والوں کو ان کے کام اور بے شک ہم نے تم سے پہلی سنگتیں

مِن قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا

ہلاک فرمادیں جب وہ حد سے بڑھے اور ان کے رسول ان کے پاس روشن دلیلیں لے کر آئے اور وہ

لِيُؤْمِنُوا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ

ایسے تھے ہی نہیں کہ ایمان لاتے ہم یوں ہی بدلا دیتے ہیں مجرموں کو۔ پھر ہم نے ان کے بعد تمھیں

فِي الْأَرْضِ مِن بَعْدِهِمْ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ

زمین میں جانشین کیا کہ دیکھیں تم کیسے کام کرتے ہو ف۲۰ اور جب ان پر

تنبیہ: (یھدیھم ربھم بایمانھم) کا یہ مطلب ہے کہ اللہ ان کے ایمان کے سبب انہیں جنت کی راہ دکھائے گا منزل مقصود تک پہنچائے گا۔ ابن جریر کہتے ہیں: کہ اللہ ان کو قیامت کے دن ایک نور عطا فرمائے گا جس کی روشنی میں وہ سب کچھ دیکھ لیں گے اور راہ حقیقت کو جان لیں گے اور اس پر گام زن ہو کر منزل مقصود کو پہنچیں گے اسی کی مثل مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے ابن کثیر کہتے ہیں کہ نور ایمان کی وجہ سے وہ پل صراط سے پار ہو جائیں گے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہاں ایمان سے اعمال صالحہ مراد ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مومن جب قبر سے آئے گا تو اس کے اعمال اچھی صورت میں بن کر اس کے سامنے آئیں گے اور اس سے کہیں گے کہ ہم تیرے عمل ہیں اور وہ اس کے لیے نور ہوں گے اور اسے جنت کی طرف قائد بن کر لے جائیں گے اور دعا ان کی جنت میں سبحانك اللھم ہوگی۔ مفسرین کہتے ہیں کہ جنت میں جنتیوں کو کھانے کی خواہش ہوگی تو وہ خادموں سے سبحانك اللھم کہیں گے پس وہ ان کی خواہش کے موافق کھانا حاضر کریں گے، گویا یہ کلمہ خادموں کو کھانا لانے کی طرف اشارہ ہوگا پس وہ فوراً حسب خواہش کھانا حاضر کریں گے کھانے سے فارغ ہو کر الحمد للہ کہیں گے۔ قال تعالیٰ: ﴿وآخر دعوھم أن الحمد رب العلمین﴾ اور یہ حمد و تسبیح انھیں الہام کی جائے گی۔ [کمالین وسراج]

(۲۰۔ آیت: ۱۱ تا ۱۴) شان نزول: ابن جریر نے اس آیت کی شان نزول یہ بیان کی ہے کہ جب مشرکین مکہ نے آیات بینات

www.waseemziyai.com

عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ

ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں وہ کہنے لگتے ہیں جنہیں ہم سے ملنے کی امید نہیں کہ

بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ

اس کے [سوا] اور قرآن لے آیئے یا اسی کو بدل دیجیے تم فرماؤ مجھے نہیں پہنچتا کہ میں اسے

مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ

اپنی طرف سے بدل دوں، میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے میں اگر

اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا

اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے تم فرماؤ اگر اللہ چاہتا تو میں

تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ

اسے تم پر نہ پڑھتا نہ وہ تم کو اس سے خبردار کرتا تو میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر گزار چکا ہوں

قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

تو کیا تمہیں عقل نہیں تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ

کی تکذیب کی اور قرآن عظیم کو سحر کہا قرآن عظیم کی وعید کی پرواہ نہ کی بلکہ کہنے لگے کہ جس وعید کا تم بار بار تذکرہ کرتے ہو اسے فوراً لاؤ تو ان آیات کا نزول ہوا۔ جلال نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ سراج میں ہے کہ یہ آیت نضر ابن حارث کے حق میں نازل ہوئی جب کہ اس نے کہا اے اللہ اگر یہ حق ہے اور تیری جانب سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا عذاب الیم لا۔ پڑھئے ترجمہ۔

تنبیہ: آیت میں لننظر بطور ڈرانے اور دھمکانے کے بولا گیا ہے اور اس سے تہدید مقصود ہے ورنہ اللہ تعالیٰ بندوں کے ہر حال سے واقف ہے، اس پر کسی کا حال پوشیدہ نہیں ہے۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: دنیا میٹھی اور سرسبز ہے، اللہ تمہیں اس میں خلیفہ بنانے والا ہے پس دیکھے گا کہ کیسے عمل کرتے ہو۔ حافظ ابن جریر نے اس جگہ ایک روایت لکھی ہے کہ جس کا تعلق اس آیت سے خاص طور سے ہے وہ یہ کہ حضرت عوف بن مالک نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک رسی لٹکی اسے پکڑ کر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوپر تشریف لے گئے۔ پھر وہ رسی لٹکی تو آپ اسے پکڑ کر اوپر چڑھ گئے۔ پھر دیکھا کہ منبر کے آس پاس لوگ بیٹھے ہیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے تین ہاتھ آگے ہیں۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے، انہوں نے مجھ سے جھڑک کر کہا کہ ہمیں ایسے خواب سننے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے حضرت عوف کو بلا کر خواب بیان کرنے کی فرمائش کی تو عوف نے کہا کہ آپ نے تو مجھے خواب بیان کرنے پر جھڑکا تھا۔ فرمایا: اس وقت مجھے یہ گوارہ نہ ہوا کہ تم خلیفۂ رسول اللہ کو ان کی وفات کی خبر سناؤ اس لیے میں نے تم کو بیان کرنے سے روکا تھا، پس عوف نے خواب بیان کرنا شروع کیا، جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین ہاتھ آگے ہونے کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا ایک ہاتھ تو یہ ہے کہ وہ خلیفہ ہوگا۔ دوسرا یہ ہے کہ وہ اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرے گا۔ تیسرا ہاتھ یہ ہے کہ وہ شہید ہوگا اس کے بعد آپ نے آیت ﴿وَجَعَلْنَاكُمْ خَلَآئِفَ﴾ الخ تلاوت فرما کر فرمایا: عمر تم خلیفہ تو ہو گئے اب دیکھنا یہ ہے کہ تم کیسے کام کرو گے۔ الحدیث

www.waseemziyai.com

كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَيَعْبُدُوْنَ

باندھے یا اس کی آیتیں جھٹلائے بے شک مجرموں کا بھلا نہ ہوگا۔ ف۲۱ اور اللہ کے سوا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ

ایسی چیز کو پوجتے ہیں جو اُن کا کچھ برا بھلا نہ کرے اور کہتے ہیں، یہ اللہ کے یہاں

شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا

ہمارے سفارشی ہیں تم فرماؤ کیا اللہ کو وہ بات جتاتے ہو جو اس کے علم میں نہ آسمانوں میں ہے نہ

فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ

زمین میں اسے پاکی اور برتری ہے ان کے شرک سے۔ اور لوگ

اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ

ایک ہی امت تھے پھر مختلف ہوئے اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہوچکی ہوتی تو یہیں

بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ

ان کے اختلافوں کا ان پر فیصلہ ہوگیا ہوتا ف۲۲ اور کہتے ہیں ان پر ان کے رب کی طرف سے

اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ

کوئی نشانی کیوں نہیں اتری تم فرماؤ غیب تو اللہ کے لیے ہے اب راستہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ

(۲۱۔آیت:۱۵تا۱۷) شان نزول: چونکہ قرآن عظیم مختلف اوقات میں نازل ہوتا اور اس میں مختلف مضامین ہوتے، کہیں غیراللہ کو پوجنے کی ممانعت ہوتی، کہیں بتوں کی مذمت ہوتی، کہیں شرک اور کفر کی برائی ہوتی، اس قسم کے مضامین کفار کو ناگوار ہوتے اور کہتے کہ آپ کوئی دوسرا قرآن لائیے جس میں ہمارے معبودوں کی مذمت نہ ہو، یا اسے بدل دیجیے جس میں مذمت ہے تو ہم ایمان لائیں گے، اس پر ان آیات کا نزول ہوا۔ پڑھیے ترجمہ۔ ﴿وإذا تُتلى عليهم﴾ سے قتادہ کے نزدیک مشرکین عرب مراد ہیں اور مقاتل کہتے ہیں: کہ وہ پانچ آدمی تھے عبداللہ ابن امیہ۔ ولید ابن مغیرہ۔ مکرز ابن حفص، عمرو بن عبیداللہ، عاص ابن عامر۔

(۲۲۔آیت:۱۸،۱۹) شان نزول: چونکہ کفار مکہ کا یہ عقیدہ تھا کہ دنیا کی ہر مصیبت کو ہمارے معبود سفارش کر کے دور کرا دیتے ہیں اگر عذاب وثواب کا معاملہ درپیش ہوا بھی تو یہ ہمارے معبود ہماری سفارش کر کے ہم کو بچالیں گے۔ ان کے رد میں یہ آیات نازل ہوئیں پڑھیے ترجمہ۔

تنبیہ: امۃ واحدہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ سب حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام تک ایک دین اسلام پر تھے اور کہا گیا ہے کہ زمانہ ابراہیم علیہ السلام سے زمانہ عمرابن لحیٰ تک ایک دین پر تھے پھر مختلف ہوئے بعض دین اسلام پر قائم رہے اور بعض اس سے پھر گئے۔

www.waseemziyai.com

ع ۲ ۱۰ ۷

مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ

راہ دیکھ رہا ہوں۔ ف۲۳ اور جب ہم آدمیوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں کسی تکلیف کے بعد جو

مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا

انھیں پہنچی تھی جبھی وہ ہماری آیتوں کے ساتھ داؤں چلتے ہیں تم فرمادو اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہوجاتی ہے بے شک ہمارے فرشتے

يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ

تمہارے مکر لکھ رہے ہیں وہی ہے کہ تمھیں خشکی اور تری میں چلاتا ہے

حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ

یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہو اور وہ اچھی ہوا سے انھیں لے کر چلیں

وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ

اور اس پر خوش ہوئے ان پر آندھی کا جھونکا آیا اور ہر طرف سے لہروں نے

مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ

انھیں آلیا اور سمجھ لیے کہ ہم گھر گئے اس وقت اللہ کو پکارتے ہیں نرے اس کے بندے ہوکر

لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ

کہ اگر تو اس سے ہمیں بچالے گا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے پھر اللہ جب انھیں

اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ

بچا لیتا ہے جبھی وہ زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگتے ہیں اے لوگو! تمہاری زیادتی

(۲۳۔آیت:۲۰) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات تمام انبیائے کرام سے زیادہ تھے اور سب محسوس ومعقول تھے اور سب سے بڑا معجزہ حضور کا قرآن عظیم تھا جس کی مثل ایک آیت بھی بنا کر لانے سے تمام عقلائے عرب عاجز وقاصر رہے، باوجود اس کے وہ اپنے عناد کی وجہ سے معجزہ طلب کرتے، کوئی کہتا کہ مکہ فراخ ہوجائے، کوئی کہتا کہ کوہ صفا ومروہ سونے کا ہوجائے، کوئی کہتا دوسرے انبیا کی طرح معجزہ کیوں نہیں دکھاتے۔ کوئی فرشتہ آکر تمہاری تصدیق کیوں نہیں کرتا۔ غرض کہ اسی قسم کی بے سروپا باتیں کرتے اور بے ہودہ طریق پر معجزات طلب کرتے جس سے طلب حق مقصود نہ ہوتا بلکہ تعصب وعناد مقصود ہوتا۔ اسی طرف آیت مذکورہ میں اشارہ فرمایا گیا ہے اور حضور کو اس کا جواب تعلیم کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کفار مکہ کہتے ہیں کہ ان پر یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ان کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کوئی نشانی کیوں نہیں اتری جیسا کہ پہلے انبیا پر نشانیاں اتری تھیں جیسے عصا، ید بیضا وغیرہ۔ اے محبوب آپ ان سے فرمادیجیے کہ غیب کی باتیں جو بندوں سے چھپی ہوئی ہیں وہ اللہ ہی کے لیے ہیں اور انہیں میں سے وہ معجزات ہیں جو تم چاہتے ہو انہیں سوائے اللہ کے کوئی ظاہر نہیں کرسکتا ہے، مجھ پر تو ان کا پہنچانا تم تک لازم ہے۔ پس جو تم چاہتے ہو اس کا راستہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھ رہا ہوں یا تم اللہ کے حکم کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں۔

www.waseemziyai.com

عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ

تمہارے ہی جان کا وبال ہے دنیا کے جیتے جی برت لو، پھر تمہیں ہماری طرف پھرنا ہے، اس وقت ہم تمہیں جتادیں گے

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ

جو تمہارے کوتک تھے ف۲۴ دنیا کی زندگی کی کہاوت تو ایسی ہی ہے جیسے وہ پانی کہ ہم نے

السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ

آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین سے اگنے والی چیزیں گھنی ہوکر نکلیں جو کچھ آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ

یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا سنگار لے لیا اور خوب آراستہ ہوگئی اور اس کے مالک سمجھے کہ یہ

قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ

ہمارے بس میں آگئی ہمارا حکم اس پر آیا رات میں یا دن میں تو ہم نے اسے کردیا کاٹی ہوئی گویا

(۲۴۔آیت:۲۱ تا ۲۳) شان نزول: جب حضور کی بددعا سے اہل مکہ سات برس قحط میں مبتلا رہے بھوک کی شدت میں مردار کی کھال درختوں کے پتے اور چھال تک کھا گئے تو ابوسفیان وغیرہ رؤسائے مکہ عاجز ہوکر دربار رسالت میں آکر گڑگڑائے۔ حضور کو ان کے حال پر رحم آیا اور دفع قحط کی دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی دعا سے قحط دور کیا، پانی برسا، فراخ سالی ہوئی مگر پھر بھی وہ بے ایمان ایمان نہ لائے اور حضور کی رسالت وآیات الٰہی میں نکتہ چینی کرنے لگے، اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب ہم اہل مکہ کو کسی سختی وتکلیف کے بعد رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں یعنی ان کی سختی وتکلیف وقحط سالی دور کرکے آسانی وفراخ سالی عطا کرتے ہیں تو وہ یکا یک ہماری آیتوں کے ساتھ داؤں چلتے ہیں یعنی مکر وحیلہ کرتے ہیں ان کے جھٹلانے کی تدبیریں کرتے ہیں، بلکہ اسے منجانب اللہ ہونے سے انکار کرتے ہیں ستاروں کی تاثیر سے سمجھتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: حضور نے اللہ تعالیٰ ایک قوم کو صبح وشام نعمت دیتا ہے تو ان میں سے ایک گروہ اس کے ساتھ کفر کرتا ہے "مطر بنوء کذا" کہتا ہے یعنی یہ بارش تو فلاں ستارہ کے فلاں منزل میں داخل ہونے کی وجہ سے ہوئی ہے، خدا نے نہیں کی ہے گویا وہ ستاروں کو ایسی باتوں میں موثر حقیقی سمجھتے ہیں اور یہ کفر ہے۔ مسلمانوں کو ایسے عقائد سے بچنا لازم ہے وہ کسی کام میں بھی سوائے خدا کے کسی کو موثر حقیقی نہ سمجھیں ورنہ کفر لازم آئے گا، پھر فرماتا ہے کہ اے نبی آپ ان سے فرمادیجیے کہ اللہ کی خفیہ تدبیر تمہارے مکر کا توڑ تمہارے مکر سے پہلے ہوجاتی ہے۔ ہمارے فرشتے تمہارے مکر کو لکھتے ہیں۔ وہ وہی ذات ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں چلاتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ انہیں موافق ہوا میں لے کر چلتی ہے اس پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ اب منزل مقصود کو پہنچے کہ ان پر آندھی کا جھونکا آیا اور ہر طرف سے دریا کی لہروں نے انہیں گھیر لیا تو سمجھے کہ اب ہم گھر گئے ڈوب جائیں گے، اس وقت وہ اللہ ہی کو پکارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تو ہمیں اس سے بچالے گا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے۔ جب اللہ انہیں بچالیتا ہے تو وہ زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو یہ تمہاری زیادتی تمہارے لیے وبال ہے، دنیا کی زندگی بھر اسے برت لو پھر ہماری طرف لوٹنا ہے، اس وقت ہم تمہارے برے فعل تمہیں بتادیں گے۔ حدیث میں ہے کہ تین چیزیں اپنے ہی نفسوں پر لوٹ پڑتی ہیں، ایک مکر، دوسرے بدعہدی، تیسرے بغاوت، پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور آیت ﴿وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ﴾ [الفاطر: ۴۳] اور آیت: ﴿فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ﴾ [الفتح: ۱۰] پڑھی۔ [رواہ ابونعیم

www.waseemziyai.com

لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَاللّٰهُ

کل تھی ہی نہیں ہم یوں ہی آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں غور کرنے والوں کے لیے ف۲۵ اور اللہ

يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢٥﴾

سلامتی کے گھر کی طرف پکارتا ہے اور جسے چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا

بھلائی والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد اور ان کے منہ پر نہ چڑھے گی سیاہی اور نہ

ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا

خواری وہی جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جنھوں نے برائیاں

السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ

کمائیں تو برائی کا بدلا اسی جیسا اور ان پر ذلت چڑھے گی، انھیں

اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ

اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے ٹکڑے

وخطیب ابن مردویہ] ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ صلہ رحمی کا بہت جلد ثواب دیتا ہے اور بغاوت اور جھوٹی قسم کی بہت جلد سزا دیتا ہے۔ محمد ابن کعب کہتے ہیں: جس میں تین عادتیں ہوں گی وہ اس پر وبال ہوں گی مکر، بغاوت، نقض عہد۔ [سراج] اور حیات دنیا کو جو کھیتی سے تشبیہ دی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا انجام ایسا ہی ہے جیسا کہ اس تیار کھیتی کا ہوا جس کے حاصل ہونے کی امید تھی مگر کچھ حاصل نہ ہوا آفات ارضی یا سماوی نے اسے یکا یک تباہ و برباد کر دیا یونہی دنیا یکا یک فنا ہو جائے گی اور جو دنیا سے دل لگائے ہوئے اور اس کی زندگی پر خوش تھے وہ یکا یک مر جائیں گے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے: ﴿ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴾ [الانعام: ٤٤] یعنی جب وہ اللہ کے دیے ہوئے پر خوش ہوئے اور اترائے تو ہم نے انہیں یکا یک پکڑ لیا پس وہ ٹوٹے میں رہے۔ یا یہ کہ جیسے اس کھیتی کا انجام اچھا نہ ہوا ایسے ہی دنیا میں مشغول ہونے والوں، اسے محبوب رکھنے والوں کا انجام اچھا نہ ہوگا۔ یا یہ کہ جیسے اس کھیتی والے نے محنت و مشقت کر کے اسے پرورش کیا تھا اور اس سے نفع اٹھانے کی آس لگائے ہوئے تھا کہ یکا یک ہاتھ ملتا افسوس کرتا رہ گیا یہی حال دنیا سے دل لگانے والے اسے کوشش کر کے حاصل کرنے والے کا ہوگا کہ جب وہ مرے گا تو اسے چھوڑ جائے گا کچھ ساتھ نہ لے جائے گا۔ [سراج]

(۲۵۔آیت:۲۴) گزشتہ آیت میں دنیا کو مجمل طور سے ناپائیدار بتایا تھا ان آیات میں اسے مثال دے کر واضح فرمایا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کی مثال آسمان سے پانی برسنے کی مثل ہے کہ اس کے برسنے سے زمین سے اگنے والی چیزیں جو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں خوب گھنی ہو کر نکلیں یہاں تک کہ جب زمین خوب لہلہا گئی اور سرسبز و شاداب ہو گئی اور اہل زمین نے یقین کیا کہ اب ہم اس پر قادر ہوں گے اور اس کا غلہ اور پھل پھول وغیرہ استعمال کریں گے تو ہمارا حکم رات میں یا دن میں اس کے تباہ کرنے کا آیا پس ہم نے اس کھیتی کو جڑ سے کاٹی ہوئی گھاس کر دیا گویا وہ کل اُگی ہی نہ تھی اور اہل زمین کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔ بیضاوی کہتے ہیں: کہ

www.waseemziyai.com

مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ

چڑھا دیے ہیں وہی دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ف۲۶ اور جس دن ہم ان سب کو

جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا

اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے فرمائیں گے اپنی جگہ رہو [تم] اور تمہارے شریک تو ہم انھیں مسلمانوں سے

بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَكَفٰى

جدا کردیں گے اور ان کے شریک ان سے کہیں گے تم ہمیں کب پوجتے تھے تو

بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۲۹﴾

اللہ گواہ کافی ہے ہم میں اور تم میں کہ ہمیں تمہارے پوجنے کی خبر بھی نہ تھی۔

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ

یہاں ہر جان جانچ لے گی جو آگے بھیجا اور اللہ کی طرف پھیرے جائیں گے جو اُن کا

یہ تشبیہ صرف پانی ہی سے نہیں ہے بلکہ تمام مضمون سے ہے۔

(۲۶۔آیت:۲۵ تا ۲۷) گزشتہ آیت میں دنیا کی بے ثباتی اور حیات انسانی کی ناپائیداری بیان کر کے اس میں فکر وغور کرنے کو فرمایا گیا تھا ان آیات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دنیا فانی اور ناپائیدار ہے مگر بے کار و بے فائدہ نہیں ہے، وہ آخرت کی کھیتی ہے "الدنیا مزرعة الآخرة" اس میں جو بوؤ گے وہی پاؤ گے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ جنت کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھی راہ چلاتا ہے، بھلائی کرنے والوں کے لیے جنت ہے اور اس سے بڑھ کر خدا کا دیدار ہے نہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے اور نہ وہ خوار و ذلیل ہوں گے یہی لوگ جنتی ہیں، وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے اور جنہوں نے برائیاں کیں کفر و شرک کیا ان کو ان کی برائی کے برابر بدلا دیا جائے گا اور ان کے چہروں پر ذلت و رسوائی ہوگی کہ کوئی اسے دور نہ کر سکے گا گویا ان کے چہرے اس قدر سیاہ ہوں گے کہ اندھیری رات کے ٹکڑوں میں چھپے ہوئے معلوم ہوں گے، یہی دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تنبیہ: دار السلم سے مراد جنت ہے۔ دار السلام اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ سلامتی کا گھر ہے یا اس کے رہنے والوں پر فرشتے آ آ کر سلام کریں گے اور اس میں ان کی تحیۃ سلام ہوگا یا سلام اللہ کا نام ہے اور دار کی اضافت اس کی طرف تعظیما کی گئی ہے جیسے بیت اللہ اور ناقة الله کی۔ اور "الحسنیٰ" سے مراد جنت ہے اور "زیادۃ" سے مراد خدا کا دیدار ہے جیسا کہ مسلم وغیرہ کی حدیث میں حسنیٰ کی تفسیر جنت اور زیادۃ کی تفسیر اللہ کی طرف نظر کرنا فرمائی گئی ہے، یونہی حضرت ابوبکر اور حذیفہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابوموسیٰ اشعری وعبادہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے اور باجماع مفسرین زیادت سے اللہ کی رویت مراد ہے اور حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور نے جب اہل جنت جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کیا تم اس سے زیادہ کچھ چاہتے ہو، تو جنتی کہیں گے اے رب! کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہ کیے، کیا ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی، پھر حجاب دور کیا جائے گا پس وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے تو کوئی چیز ان کو اپنے رب کے دیدار سے زیادہ محبوب نہ ہوگی۔ پھر حضور نے آیت: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ [یونس:۲۶] تلاوت فرمائی۔ [مدارک و مسلم] اور ابن جریر نے کعب ابن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا روایت کی ہے: کہ حضور نے فرمایا "زیادۃ" اللہ کے وجہ الکریم کو دیکھنا ہے۔ اور حضرت ابی ابن کعب سے روایت ہے کہ

www.waseemziyai.com

حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ قُلْ

ثابت ہوچکی ہے تیرے رب کی بات فاسقوں پر تو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ تم فرماؤ

الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۳۰﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ ع ۳ ۱۰ ۸ النصف

سچا مولیٰ ہے اور ان کی ساری بناوٹیں ان سے گم جائیں گی ف۲۷ تم فرماؤ تمہیں کون روزی دیتا ہے

مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ

آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون

يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ

نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندے سے اور کون تمام کاموں کی

الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ

تدبیر کرتا ہے تو اب کہیں گے کہ اللہ تو تم فرماؤ تو کیوں نہیں ڈرتے تو یہ اللہ ہے تمہارا

الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۖۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ

سچا رب پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی پھر کہاں پھرے جاتے ہو؟ یوں ہی

حضور سے آیت: ﴿للذین احسنو االخ﴾ کے متعلق سوال کیا گیا فرمایا "الحسنیٰ" جنت ہے اور "زیادۃ" اللہ کے وجہ کریم کی طرف دیکھنا ہے۔ اور اسی کی تائید اللہ تعالیٰ کے قول ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ۔ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ سے ہوتی ہے کہ اس میں جنتیوں کے لیے دو باتیں ثابت کی گئیں ہیں۔ ایک تو نضرۃ وجہ یعنی جنت ونعیم جنت کو دیکھ کر ان کے چہروں کا بشاش ہونا۔ دوسرے اللہ کے وجہ کریم کی طرف نظر کرنا۔ اور آیات قرآن ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں پس لازم وواجب ہوا کہ "الحسنیٰ" کو جنت ونعیم جنت پر اور "زیادۃ" کو خدا کے دیدار پر محمول کیا جائے خلافا للمعتزلہ [خازن]

(۲۷۔ آیت: ۲۸ تا ۳۰) گزشتہ آیت میں مومنین ومشرکین کا کچھ حال بیان فرمایا گیا تھا۔ ان آیات میں بقیہ حال ذکر فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن مومنین ومشرکین قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور مشرکین اور ان کے بتوں سے جن کو وہ خدا کا شریک ٹھہراتے تھے کہا جائے گا کہ تم اپنی جگہ پر رہو اور انہیں مسلمانوں سے علاحدہ کردیا جائے گا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے: ﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ آج وہ یہ تمیز کرلیں گے کہ کون مجرم ہے، یا یہ کہ ان کے شریکوں کو ان سے جدا کردیا جائے گا اور ان کا علاقہ کفار سے قطع کردیا جائے گا تو وہ شریک ان سے کہیں گے تم ہمیں کب پوجتے تھے، ہمیں تمہارے پوجنے کی خبر ہی نہیں، ہم تو پتھر تھے، کسی بات کا شعور نہیں رکھتے تھے، اس پر اللہ کی گواہی کافی ہے، اس جگہ ہر جان جان لے گی جو اس نے آگے بھیجا ہے، یعنی جو کچھ اس نے کیا ہے۔ اور وہ اپنے سچے مولا کی طرف پھیرے جائیں گے اور ان کی سب بناوٹیں ختم ہوجائیں گی۔

تنبیہ: آیت میں شرکا سے مراد وہ بت ہیں جن کو اللہ کا شریک مانتے اور ان کی شفاعت کی امید رکھتے تھے۔ قیامت کے دن اللہ انہیں گویائی عطا فرمائے گا تاکہ وہ کفار کے قول کو جھٹلائیں۔ خطیب کے نزدیک انہیں وقتی زندگی بھی عطا فرمائی جائے گی۔ اور شرکا سے ہر وہ شی مراد ہے جو اللہ کے سوا پوجی گئی ہو اور اس کا شریک ٹھہرائی گئی۔

www.waseemziyai.com

هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ

تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے کہ اول بنائے پھر فنا کے بعد دوبارہ بنائے تم فرماؤ اللہ

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ

اوّل بناتا ہے پھر فنا کے بعد دوبارہ بنائے گا تو کہاں اوندھے جاتے ہو؟ تم فرماؤ تمہارے شریکوں میں کوئی

مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى

ایسا ہے کہ حق کی راہ دکھائے تم فرماؤ کہ اللہ حق کی راہ دکھاتا ہے تو کیا جو حق کی راہ دکھائے اس کے

الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۟

حکم پر چلنا چاہیے یا اس کے جو خود ہی راہ نہ پائے جب تک راہ نہ دکھایا جائے تو تمہیں کیا ہوا

كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا

کیسا حکم لگاتے ہو؟ اور ان میں اکثر تو نہیں چلتے مگر گمان پر بے شک گمان

يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَا كَانَ

حق کا کچھ کام نہیں دیتا بے شک اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے۔ ف۲۸ اور اس

(۲۸۔آیت:۳۱تا۳۶) گزشتہ آیات میں حشر کا منظر دکھا کر شرک وبت پرستی کی مذمت وممانعت کر کے ان آیات میں اپنی وحدانیت والوہیت کو متعدد دلائل سے ثابت فرماتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ یہ دلائل واضحہ ان کے سامنے پیش کر کے انہیں قائل کرو۔

(۱) یہ کہ تمہیں آسمان وزمین سے کون روزی رزق دیتا ہے؟ اسکے اسباب کون مہیا کرتا ہے؟ آسمان سے پانی برسا کر زمین سے غلہ میوہ کون پیدا کرتا ہے جس سے تم زندگی بسر کرتے ہو؟ اگر یہ خدا کا کام نہیں ہے تو کس کا ہے؟۔(۲) یہ کہ تمہاری شنوائی وبینائی کا کون مالک ہے کس نے تمہیں سننے اور دیکھنے کی قوت عطا فرمائی ہے، اگر وہ جاتی رہے تو کون اسے دینے والا ہے؟۔(۳) یہ کہ زندہ کو مردے اور مردہ کو زندہ سے کون نکالتا ہے یعنی زندہ بچے کو انڈے اور نطفہ سے اور انڈے اور نطفہ کو آدمی وجانور سے کون پیدا کرتا ہے؟۔(۴) یہ کہ دنیا کے کاموں کی تدبیر اور انتظام عالم کون کرتا ہے؟ خلق کی حفاظت اور دنیا کے کاروبار کے لیے فرشتے کون مقرر کرتا ہے آگ پانی ہوا مٹی کو خلق کی بہبودی کے لیے کس نے بنایا ہے؟ تو لامحالہ وہ اللہ ہی کو اس کا مالک وکارساز بتائیں گے اور یہ کہیں گے کہ اللہ ہی ایسا کرتا ہے۔ تو ان سے فرماؤ کہ پھر تم کیوں اللہ سے نہیں ڈرتے ہو اور کیوں نہیں ایمان لاتے ہو وہی تمہارا سچا رب ہے پس حق کے بعد گمراہی ہے، تم حق چھوڑ کر کہاں پھرے جاتے ہو۔(۵) یہ کہ الزامی طور سے تم ان سے پوچھو کہ اللہ نے اول بنایا پھر مار کر دوبارہ زندہ کرے گا تمہارے شرکا میں کوئی ایسا ہے جو خلق کو اول بنائے پھر اسے مار کر دوبارہ زندہ کرے؟۔(۶) یہ پوچھو کہ اللہ تو راہ حق دکھاتا ہے تمہارے شرکا میں کوئی ایسا ہے جو راہ حق دکھائے؟ تو کیا راہ حق دکھانے والا پیروی کا زیادہ حق دار ہے یا وہ جو خود بغیر راہ بتائے راہ یاب نہ ہو پیروی کا حق دار ہے؟ تو تمہیں کیا ہوا ہے کیسا الٹا حکم کرتے ہو۔ بات یہ ہے کہ اکثر تم میں کے گمان پر چلتے ہیں اور تقلید آباواجداد کرتے ہیں اور گمان سے یقین کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے۔

www.waseemziyai.com

هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ

قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنالے ،بے اللہ کے اتارے ہاں وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے

بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ قف

اور لوح میں جو کچھ لکھا ہے سب کی تفصیل ہے ،اس میں کچھ شک نہیں، پروردگار عالم کی طرف سے ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ

کیا یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اسے بنالیا ہے، تم فرماؤ تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کو چھوڑ کر

اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوْا

جو مل سکیں سب کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔ بلکہ اسے جھٹلایا

بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ

جس کے علم پر قابو نہ پایا اور ابھی انھوں نے اس کا انجام نہیں دیکھا ہے ایسے ہی

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَمِنْهُمْ

ان سے اگلوں نے جھٹلایا تھا تو دیکھو ظالموں کا انجام کیسا ہوا ف۲۹ اور ان میں

مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ

کوئی اس ف۱۰۲ پر ایمان لاتا ہے اور ان میں کوئی اس پر ایمان نہیں لاتا اور تمہارا رب مفسدوں کو ع ۴ ۱۰ ۹

بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ

خوب جانتا ہے اور اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو فرمادو کہ میرے لیے میری کرنی اور تمہارے لیے تمہاری کرنی تمہیں

(۲۹۔آیت:۳۷تا۳۹) چونکہ اکثر کفار بعض اپنے گمان اور دماغی اختراع سے باتیں بنا کر ان کی پیروی کرتے تھے نیز اپنے آباواجداد کی تقلید کو لازم سمجھتے تھے۔اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق رسالت ونبوت کے متعلق حشر ونشر کے متعلق قرآن عظیم کے متعلق طرح طرح کے خیالات ذہن نشین کر رکھے تھے۔پہلی تینوں باتوں کی وضاحت تو پورے طور سے گزشتہ آیات میں کردی گئی قرآن عظیم کے متعلق جو خیال انہوں نے اپنے ذہن میں جاگزیں کر رکھا تھا کہ وہ خدا کا کلام نہیں ہے۔محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہے اس کی تردید واضح طور سے ان آیات میں فرمائی گئی ہے۔حاصل ارشاد یہ ہے کہ یہ قرآن ایسا نہیں ہے جو اسے کوئی اللہ کے سوا بنائے وہ تو ان کتابوں کی تصدیق ہے جو تمہارے سامنے ہیں اور اللہ کے احکام اور شرائع کی تفصیل ہے۔اس کے کلام الٰہی ہونے میں شک نہیں ہے کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اسے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنایا ہے تو ان سے فرماؤ کہ تم اس کی مثل ایک سورۃ تو فصاحت وبلاغت میں بنالاؤ کہ تم بھی میری طرح عربی ہو اور فصاحت وبلاغت کا دعویٰ کرتے ہو اور اللہ کو چھوڑ کر جو تمہیں جن وانس سے مدد کے لیے مل سکیں ان سب کو اپنی مدد کے لیے بلالو اگر تم اپنے قول میں سچے ہو۔بلکہ انہوں نے اسے جھٹلایا یعنی کہ کے علم پر قابو نہ پایا یعنی قبل سمجھنے کے اسے جھٹلا بیٹھے اور اس کا انجام نہیں دیکھا۔یونہی اس سے پہلے لوگوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا،تو دیکھا کہ ان کا کیا انجام ہوا یعنی ہلاک ہوئے ایسے ہی وہ بھی ہلاک ہوں گے۔

www.waseemziyai.com

بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ

میرے کام سے علاقہ نہیں اور مجھے تمہارے کام سے تعلق نہیں اور ان میں کوئی

يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾

وہ ہیں جو تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو کیا تم بہروں کو سنا دو گے اگرچہ انہیں عقل نہ ہو

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوْا لَا

اور ان میں کوئی تمہاری طرف تکتا ہے تو کیا تم اندھوں کو راہ دکھا دو گے اگرچہ وہ نہ

يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ

سوجھیں۔ بے شک اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا ہاں لوگ ہی

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً

اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں اور جس دن انہیں اٹھائے گا گویا دنیا میں نہ رہے تھے مگر

مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ

اس دن کی ایک گھڑی آپس میں پہچان کریں گے پورے گھاٹے میں رہے وہ جنھوں نے اللہ سے ملنے کو

اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ

جھٹلایا اور ہدایت پر نہ تھے اور اگر ہم تمہیں دکھا دیں کچھ اس میں سے جو انہیں وعدہ دے رہے ہیں

اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾

یا تمہیں پہلے ہی اپنے پاس بلالیں بہرحال انہیں ہماری طرف پلٹ کر آنا، پھر اللہ گواہ ہے ان کے کاموں پر،

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ

اور ہر امت میں ایک رسول ہوا جب ان کا رسول ان کے پاس آتا ان پر انصاف کا فیصلہ کردیا جاتا اور ان پر

لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ

ظلم نہ ہوتا۔ ف۳۰ اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو؟ تم فرماؤ

(۳۰۔ آیت: ۴۰ تا ۴۷) یہ گزشتہ مضمون کا تتمہ ہے۔ پڑھیے ترجمہ، مطلب واضح ہے اور منھم سے مراد اہل مکہ ہیں اور اس میں ان میں سے بعض کے ایمان لانے اور بعض کے ایمان نہ لانے کی خبر دی گئی ہے اور کفار کو تہدید کی گئی ہے اور حضور کو تسلی دی گئی ہے کہ حضور ان کے ایمان پر حریص تھے کہ اگر وہ تمہیں جھٹلائیں اور ایمان نہ لائیں تو تم اس کا خیال نہ کرو اور ان سے کہہ دو کہ تمہارے لیے تمہارا عمل ہے اور میرے لیے میرا عمل ہے میں تمہارے عمل سے اور تم میرے عمل سے بری ہو۔ بعض ان کے بظاہر تمہاری طرف کان لگاتے ہیں اور تمہارا کلام سنتے ہیں مگر ان کو بغض و عداوت کی وجہ سے کوئی نفع نہیں ہوتا ہے اور بعض تمہاری طرف دیکھتے ہیں تم ان دل کے اندھوں کو ہدایت نہ

www.waseemziyai.com

لَآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ

میں اپنی جان کے بھلے برے کا ذاتی اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے ہر گروہ کا ایک وعدہ ہے

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ

جب ان کا وعدہ آئے گا تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹیں نہ آگے بڑھیں۔ تم فرماؤ

اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ

بھلا بتاؤ تو اگر اس کا عذاب تم پر رات کو آئے یا دن کو تو اس میں وہ کونسی چیز ہے کہ مجرموں کو

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ

جس کی جلدی ہے۔ تو کیا جب ہو پڑے گا اس وقت اس کا یقین کرو گے کیا اب مانتے ہو پہلے تو اس کی

تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ

جلدی مچا رہے تھے۔ پھر ظالموں سے کہا جائے گا ہمیشہ کا عذاب چکھو تمہیں

هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ

کچھ اور بدلا [نہ] ملے گا مگر وہی جو کماتے تھے ف۳۱ اور تم سے پوچھتے ہیں کیا وہ

هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَلَوْ اَنَّ

حق ہے؟ تم فرماؤ ہاں میرے رب کی قسم بے شک وہ ضرور حق ہے اور تم کچھ تھکا نہ سکو گے اور اگر

لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ

ہر ظالم جان زمین میں جو کچھ ہے سب کی مالک ہوتی ضرور اپنی جان چھڑانے میں دیتی اور دل میں چپکے چپکے پشیمان ہوئے

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَآ

جب عذاب دیکھا اور ان میں انصاف سے فیصلہ کردیا گیا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ سن لو!

کر سکتے ہو جن کی سماعت و بصارت خدا نے سلب کر لی ہے۔ اور قیامت کے دن ایک دوسرے کو پہچاننے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ابتدا میں قبروں سے اٹھ کر ایک دوسرے کو پہچانیں گے پھر ہول قیامت طاری ہونے کی وجہ سے سب کو بھول جائیں گے کوئی کسی کو نہ پہچانے گا بعض اخبار میں ہے کہ آدمی جسے دوست رکھتا ہوگا اسے پہچانے گا مگر ہیبت و خوف کی وجہ سے کلام نہ کرے گا۔ [معالم]

(۳۱۔ آیت: ۴۸ تا ۵۲) چونکہ کفار مکہ کو قیامت اور جزا و سزا کا یقین نہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو قیامت کے عذاب سے ڈراتے تو وہ ان کا مذاق اڑاتے اور کہتے کہ وہ کب آئے گی، اس مضمون کو ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ بعض کفار مکہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ عذاب کب آئے گا اگر تم سچے ہو آپ ان سے کہہ دیں کہ میں اپنی جان کے برے بھلے کا خود بغیر خدا کے چاہے اختیار نہیں رکھتا ہوں تو تمہارے عذاب کے وعدہ کو کیسے پورا کر سکتا ہوں، ہر گروہ کے لیے وعدہ کا ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آئے گا تو اس سے

www.waseemziyai.com

اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ

بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں سن لو! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے مگر

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾ يٰٓاَيُّهَا

ان میں اکثر کو خبر نہیں۔ وہ جلاتا اور مارتا ہے اور اسی کی طرف پھرو گے۔ ف۳۲ اے

النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ

لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ

اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے۔ تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت،

فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ

اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔ ف۳۳ تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جو

ایک گھڑی گھٹ بڑھ نہیں سکتی ہے۔ باقی ترجمہ پڑھیے

(۳۲۔آیت:۵۳تا۵۶) جب قیامت کا آنا اور عذاب الٰہی کا نازل ہونا بدلائل واضحہ بیان کیا گیا تو منکرین مذبذب ومتردد ہوئے کہ شاید یہ سچ ہو مگر چونکہ انکے نزدیک یہ ایک نئی بات تھی اور اس کی تردید بھی ناممکن تھی کہ بدلائل واضحہ ثابت ہو چکی تھی اور اپنے باپ داداؤں کے عقیدے کو غلط کہہ دینا بھی انہیں گوارا نہ تھا، لہذا انہوں نے حضور سے دریافت کیا کہ کیا واقعی قیامت کا آنا حق ہے یا تم مذاق کرتے ہو جیسا کہ بنی اسرائیل نے گائے کے معاملہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا اور کہا تھا۔ بیضاوی کہتے ہیں: کہ دریافت کرنے والا حی ابن اخطب یہودی عالم تھا جو کسی کام سے مکہ آیا ہوا تھا۔ ابن کثیر نے اس کی تردید کی ہے کہ یہود حشر ونشر کے قائل تھے بلکہ ایسا سوال کرنے والے مشرک تھے کہ وہی ایسے سوال کیا کرتے تھے اور انہیں کو مرنے اور ریزہ ریزہ ہونے کے بعد تمام اجزا کا ملنا اور زندہ ہونا تعجب خیز وحیرت انگیز بات تھی۔ بہر حال سوال کرنے والا کوئی ہو مطلب یہ ہے کہ منکرین قیامت آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا قیامت حق ہے آپ فرما دیجیے کہ ہاں وہ خدا کی قسم حق ہے ضرور آئے گی اور تم کچھ تھکا نہ سکو گے یعنی اللہ کو اس کے لانے سے عاجز نہ کر سکو گے اس کے عذاب سے بچ نہ سکو گے۔ اس آیت کی نظیر سورۂ سبا وسورہ تغابن میں موجود ہے کہ وہاں "بلیٰ وربی" فرمایا گیا ہے۔ اور اگر ظالم مالک روئے زمین کے مال کے مالک ہوتے تو وہ ضرور عذاب قیامت سے اپنی جان چھڑانے کے لیے فدیہ دیتے۔ اور جب عذاب دیکھا تو ایمان نہ لانے پر دل میں پشیمان ہوئے، یا یہ معنی ہیں کہ جب ان کے رئیس عذاب دیکھیں گے تو دل میں پشیمان ہوں گے اور اپنی پشیمانی کو بخوف عار اپنے پیروؤں سے چھپائیں گے۔ باقی ترجمہ پڑھیے،

(۳۳۔آیت:۵۷،۵۸) اس آیۃ میں دلائل توحید کے اثبات کے بعد دلیل رسالت اور طریقۂ ہدایت کو بیان فرمایا گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایسی کتاب آئی جس میں چار وصف ہیں۔

اول: یہ کہ وہ موعظت ہے یعنی اس میں اچھی باتیں کرنے اور بری باتوں سے بچنے کی نصیحت ہے اور امور خیر کی ترغیب اور امور بد سے ترہیب ہے۔

دوسرے: یہ کہ وہ سینہ کی بیماریوں کی شفا ہے اور امراض قلب کی دوا ہے یعنی وہ شک ونفاق بغض وحسد عقائد باطلہ وخیالات

www.waseemziyai.com

اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ

اللہ نے تمہارے لیے رزق اتارا اس میں تم نے اپنی طرف سے حرام اور حلال ٹھہرالیا

قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ

تم فرماؤ کیا اللہ نے اس کی تمہیں اجازت دی یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو اور کیا گمان ہے ان کا

يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ

جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا بے شک اللہ لوگوں پر

فاسدہ واخلاق مذمومہ وغیرہ امراض قبیحہ کو دور کرتی اور شفا دیتی ہے اس میں وعظ وتذکیر ہے ترغیب وترہیب ہے تخویف وتحذیر ہے اور سینہ کو اس لیے مخصوص کیا گیا ہے کہ اس میں قلب واقع ہے اور وہ دل کا غلاف ہے یعنی سینہ سے قلب مراد ہے۔

تیسرے: یہ کہ وہ ہدایت ہے سیدھا راستہ چلاتی ہے گمراہی سے بچاتی ہے۔

چوتھے: یہ کہ وہ ایمان والوں کے لیے رحمت ونعمت ہے کہ وہی اس سے نفع اٹھاتے ہیں پس انہیں اللہ کے فضل ورحمت پر خوشی کرنا چاہیے کہ وہ دنیا کے دھن دولت سے بہتر ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے عراق کا خراج وصول کر کے لایا گیا تو آپ نے یہ آیت پڑھی تو آپ کے آزاد کردہ غلام نے کہا واللہ یہ فضل ورحمت الٰہی ہے تو آپ نے غلام سے کہا کہ تو نے غلط کہا یہ تو مما یجمعون میں ہے۔ [روای الطبرانی وابن ابی حاتم] گویا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد اس سے یہ تھی کہ اس جمع کیے ہوئے مال سے فضل ورحمت الٰہی خوب ہے۔

تنبیہ: ﴿یا ایھا الناس﴾ خطاب عام ہے یا اہل مکہ سے ہے۔ اور "شفا" سے مراد خاص شفائے امراض صدر ہے، اور بعض کے نزدیک عام ہے، خواہ وہ سینہ کے امراض روحانی ہوں یا عادی ہوں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور کی خدمت میں ایک شخص نے آکر سینے کے مرض کی شکایت کی فرمایا قرآن پڑھا کر کہ وہ شفا مافی الصدور ہے۔ [رواہ ابن منذر وابن مردویہ] یونہی ایک اور شخص نے آکر حلق کی بیماری کی شکایت کی اس کو بھی حضور نے یہی دوا تعلیم فرمائی اور شہد بھی کھانے کو بتایا۔ [رواہ البیہقی فی الشعب] اور "فضل" سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک قرآن ہے اور "رحمت" ہے دین اسلام مراد ہے۔ اور ضحاک وحسن اور مجاہد وقتادہ کہتے ہیں کہ فضل سے ایمان اور رحمت سے قرآن مراد ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ فضل الٰہی قرآن ہے اور رحمت یہ ہے کہ اس نے تمہیں ان میں سے کیا یعنی اہل ایمان میں سے۔ [رواہ ابوالشیخ وابن مردویہ] ایک حدیث میں ہے کہ جس کو اللہ نے اسلام کی ہدایت کی اور قرآن تعلیم فرمایا پھر اس نے فاقہ کی شکایت کی اللہ اس کی پیشانی پر قیامت تک کے لیے فقیر لکھ دیتا ہے اور یہ آیت پڑھی۔ [مدارک] اس سے معلوم ہوا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام وقرآن کی نعمت عطا فرمائی اسے فقر وفاقہ کی شکایت نہ کرنا چاہیے فضل ورحمت کی اور بھی تفسیریں کی گئی ہیں۔ حضرت امام کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ آیۃ میں قرآن عظیم کے چار وصف بیان فرمائے گئے ہیں۔ موعظت، شفا، ہدایت، رحمت پس موعظت سے اس طرف اشارہ ہے کہ قرآن عظیم ظاہری نجاستوں سے جسم کو پاک رکھنے اور بیرونی قبائح وممنوعات سے باز رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور شفا مافی الصدور اس طرف اشارہ ہے کہ قرآن عظیم اندرونی بیماریوں اور روحانی خرابیوں کو دھو کر باطن کو پاک صاف کر دیتا ہے۔ اول مرتبہ شریعت کا ہے اور دوسرا مرتبہ طریقت کا ہے۔ اور ہدایت ہونے کے یہ معنی ہیں کہ قرآن عظیم اہل ایمان کے دلوں میں نور حق پیدا فرماتا ہے جس کے سبب ان کی رسائی صدیقوں کے مرتبہ تک ہوتی ہے۔ اور رحمت ہونے کے یہ معنی ہیں کہ قرآن عظیم حد کمال کو پہنچاتا ہے ناقص کو کامل بناتا ہے۔ امام کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کا حاصل یہ ہے کہ مضامین قرآن غیر مسلم کو مسلم اور مسلم کو ولی اور ولی کو صدیق بناتے ہیں۔

www.waseemziyai.com

عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ ع ۶ ۱۱

فضل کرتا ہے مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ ق ۳۳ اور تم کسی کام میں ہو

وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا

اور اس کی طرف سے کچھ قرآن پڑھو اور تم لوگ کوئی کام کرو

كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ

ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس کو شروع کرتے ہو اور تمہارے رب سے

مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ

ذرہ بھر کوئی چیز غائب نہیں زمین میں نہ آسمان میں، اور نہ اس سے چھوٹا اور نہ اس

وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۱﴾ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ

سے بڑا، کوئی چیز نہیں جو ایک روشن کتاب میں نہ ہو سن لو! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے

(۳۴۔آیت:۵۹،۶۰) شان نزول: حضرت ابن عباس ومجاہد وقتادہ وعبدالرحمٰن ابن زید وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ کفار عرب خدا کی دی ہوئی حلال چیزوں کو اپنی رائے سے حرام ٹھہرالیا کرتے تھے جیسے بحیرہ سائبہ وغیرہ جن کا ذکر سورہ مائدہ میں کیا گیا ہے ان کی تردید میں یہ آیات نازل ہوئیں تاکہ اللہ کی حلال وحرام کی ہوئی چیزوں کو حلال وحرام سمجھیں اپنی رائے سے کسی شی کو حلال وحرام نہ بتائیں۔ مالک ابن فضیل کہتے ہیں: کہ ایک روز میں خراب حالت میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور نے مجھے دیکھ کر فرمایا تیرے پاس کچھ مال ہے؟ میں نے عرض کیا میرے پاس اونٹ گھوڑے بکریاں باندی غلام سب کچھ ہے۔ فرمایا: جب اللہ نے تجھے دیا ہے تو وہ اپنے دیے ہوئے کا اثر تجھ پر دیکھنا پسند فرماتا ہے۔ پھر فرمایا تیرے اونٹوں کے بچے صحیح سالم کامل الاعضا پیدا ہوتے ہیں تو ان کے کان کاٹ دیتا ہے اور کہتا ہے یہ بحیرہ ہے اور کسی کی کھال چیر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ حرام ہے اور ان سے فائدہ اٹھانا حرام کر لیتا ہے۔ (یہ کونسی عقل کی بات ہے) مطلب یہ ہے کہ اے نبی آپ ان سے فرما دیجیے کہ بھلا بتاؤ تو جو اللہ نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں تم نے اپنی رائے سے حرام وحلال ٹھہرالیا، کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے، یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو، کہ اس نے حکم دیا ہے قیامت کے دن ایسے گمان کرنے والوں کا کیا حال ہوگا۔ بے شک اللہ لوگوں پر فضل فرماتا ہے کہ انہیں ان کے برے افعال واقوال کی فوراً سزا نہیں دیتا ہے، مگر اکثر ان کے شکر نہیں کرتے ہیں۔ ابن ابی حاتم نے ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ﴾ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ قیامت کے دن نیک بندے ''اولیاء اللہ'' اللہ کے حضور لائے جائیں گے، ان کے تین گروہ ہوں گے، پہلے گروہ سے پوچھا جائے گا کہ تم نے نیک کام کس غرض سے کیے تھے؟ وہ کہے گا کہ میں نے جنت کے شوق میں کیے تھے تو اللہ فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا، یہ میرا فضل ہے کہ میں نے تجھے دوزخ سے آزاد کیا اور جنت میں داخل کیا۔ پھر دوسرے گروہ سے فرمائے گا کہ تو نے کس لیے نیک کام کیے تھے؟ وہ کہے گا کہ میں نے دوزخ کے خوف سے نیک کام کیے تھے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا میں نے تجھے دوزخ سے آزاد کیا اور یہ میرا فضل ہے کہ تجھے دوزخ سے آزاد کیا اور جنت میں داخل کیا۔ پھر تیسرے گروہ سے پوچھا جائے گا کہ تو نے کس لیے نیک کام کیے تھے، وہ عرض کرے گا خداوندا میں نے تیری محبت اور شوق دیدار میں یہ نیک کام کیے تھے پس اللہ تعالیٰ حجاب دور فرمائے گا اور اسے اپنا دیدار دکھائے گا اور فرمائے گا یہ تجھ پر میرا فضل ہے کہ میں نے تجھے دوزخ سے آزاد کیا اور تیرے لیے جنت کو مباح کیا اور ملائکہ تیری حضوری میں رہیں گے اور میں تجھ پر سلام فرماؤں گا۔ [ابن کثیر]

www.waseemziyai.com

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾

نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ

انھیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ کی باتیں

اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۴﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ؕ اِنَّ الْعِزَّةَ

بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔ ف۳۵ اور تم ان کی باتوں کا غم نہ کرو بے شک عزت

لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۵﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

ساری اللہ کے لیے ہے وہی سنتا جانتا ہے۔ سن لو! بے شک اللہ ہی کی ملک ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں

وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور جتنے زمینوں میں اور کاہے کے پیچھے جارہے ہیں وہ جو اللہ کے سوا

وقف لازم

(۳۵۔آیت:۶۱ تا ۶۴)اس آیت کا مضمون آیت گزشتہ کی علت ہے اور ﴿وماتکون﴾ حضور سے خطاب ہے اور ''ولا تعملون'' عام لوگوں سے خطاب ہے۔مطلب یہ ہے کہ اے نبی تم جو عبادت الٰہی اور تلاوت قرآن کرتے ہو اور اے لوگو! تم جو عمل کرتے ہو اور اپنی رائے سے خدا کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام یا حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال ٹھہراتے ہو اور خدا پر افترا کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے اس پر کوئی بات کوئی شی ذرہ برابر آسمان وزمین میں چھپی نہیں ہے اور ہر چھوٹی بڑی چیز اس کی کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہے، بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ غم، ان کی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے اور پرہیزگار رہے انھیں دنیا وآخرت میں خوشخبری ہے اللہ کی باتیں وعدے بدل نہیں سکتے ہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

تنبیہ: اولیا جمع ولی کی ہے۔اور ولی کے لغوی معنی قریب ونزدیک کے ہیں مگر چونکہ خدا سے قرب جسمانی ناممکن ہے وہ جسم سے پاک ومنزہ ہے اس لیے اس کے حقیقی معنی نہیں لیے جاتے مجازی معنی لیے جاتے یعنی خدا سے محبت ودوستی رکھنے والا، تو جو اللہ سے محبت و دوستی رکھے گا اس کی اطاعت وفرماں برداری کرے گا وہ ولی کہا جائے گا۔اہل تصوف نے بھی محبت واطاعت ہی کو مدار ولایت قرار دیا ہے۔ اور آیت میں اسے مومن فرمایا گیا ہے جو تمام معانی کو جامع ہے، ولایت کے مختلف درجے ہیں اللہ جس کو جس درجہ کے قابل دیکھتا ہے وہی درجہ اس کو عطا فرماتا ہے، اس کے لیے ایمان واطاعت شرط ہے کوئی شخص بغیر ایمان واطاعت شرعی کے ولی نہیں ہوسکتا ہے، وہ غلطی پر ہے جو صوفیوں کو احکام شرع سے مستثنیٰ سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ شریعت طریقت سے جدا ہے، حقیقت میں وہ دونوں ایک ہی ہیں ابتدا کا نام شریعت ہے اور ترقی کرتے کرتے انتہا پر پہنچنے کا نام طریقت وحقیقت ومعرفت ہے۔سیدنا امام اعظم وامام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ اگر علما اولیا نہ ہوں تو پھر کوئی ولی نہیں، مراد اس سے عالم باعمل ہے۔[سراج] پس جو متشرع نہ ہو وہ ولی کہے جانے کا مستحق نہیں ہے، ولی وہی ہے جس کے افعال واقوال موافق شرع ہوں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اولیا اللہ وہی ہیں جن کے دیکھنے سے خدا یاد آئے۔[رواہ البزار] اور ابن جریر نے سعید ابن جبیر سے سعید ابن جبیر نے مرسلاً روایت کی ہے کہ حضور سے اولیا اللہ کے متعلق پوچھا گیا فرمایا وہ وہ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آئے۔اور کہا گیا ہے کہ وہ اللہ واسطے آپس میں محبت کرنے والے ہیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض بندے ایسے ہیں جن پر انبیا وشہدا رشک کریں گے۔

www.waseemziyai.com

شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ

شریک پکار رہے ہیں وہ تو پیچھے نہیں جاتے مگر گمان کے اور وہ تو نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے وہی ہے

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ

جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں چین پاؤ اور دن بنایا تمہاری آنکھیں کھولتا بے شک

ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ

اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں کے لیے ف۳۶ بولے اللہ نے اپنے لیے اولاد بنائی پاکی اس کو،

هُوَ الْغَنِیُّ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ

وہی بے نیاز ہے، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں تمہارے پاس

مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ

اس کی کوئی بھی سند نہیں، کیا اللہ پر وہ بات بناتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں؟ تم فرماؤ

اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ ؕ مَتَاعٌ

وہ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ دنیا میں

دریافت کیا گیا وہ کون لوگ ہیں فرمایا جنہوں نے بغیر مالی ونسبی شرکت کے باہم محبت کی ہوگی ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور نور کی کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے۔ خوف کے وقت انہیں خوف نہ ہوگا۔ اور غم کے وقت انہیں غم نہ ہوگا پھر آیت: ﴿الآ إن أولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون﴾ تلاوت فرمائی۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کہاں ہیں آج میرے لیے محبت رکھنے والے میں انہیں اپنے سایہ میں ڈھانپوں گا۔ ترمذی کی حدیث میں یوں ہے کہ میرے واسطے آپس میں محبت کرنے والوں کے لیے نور کے منبر ہوں گے جن پر انبیا اور شہدا رشک کریں گے۔ امام احمد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ بندہ کا ایمان خالص اسی وقت ہوتا ہے، جب کہ وہ اللہ ہی کے لیے محبت کرے اور اللہ ہی کے واسطے بغض رکھے، جب بندہ نے ایسا کیا تو وہ ولایت کا مستحق ہوگیا۔ اور اللہ فرماتا ہے میرے بندوں میں میرے اولیا اور میری خلق میں میرے احبا وہ ہیں جو میری یاد میں رہتے ہیں اور ان کی یاد کے وقت میں انہیں یاد کرتا ہوں اور ''بشریٰ'' سے دنیا میں یا تو سچی خوابیں اور مکاشفات مراد ہیں یا وہ خوشی مراد ہے جو اولیائے کرام کو وقت وصال خدا سے ملنے کی ہوتی ہے اور آخرت میں جنت وثواب مراد ہے اور کلمات اللہ سے مراد وعدہ الٰہی ہے۔ ترمذی میں حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور سے ''لھم البشریٰ'' کے متعلق پوچھا فرمایا وہ سچی خوابیں ہیں جو مومن دیکھتا ہے، بخاری کی حدیث میں مبشرات کو سچی خوابیں فرمایا گیا ہے بہر حال دنیا میں سچی خوابیں دیکھنا آخرت کے بشریٰ پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ [الحدید: ۱۲] اور یہ دلیل ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کی اور خدا سے محبت رکھنے کی پس اولیا اللہ کو جو خوابیں دکھائی دیتی ہیں وہ ان کے لیے بشریٰ ہیں کہ ان کا قلب سوتے جاگتے میں ذکر الٰہی ومعرفت حق میں مشغول رہتا ہے۔ تو جو وہ دیکھے گا وہ سچ اور حق ہی ہوگا غیر ولی کو یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی ہے اس لیے رویا صالحہ کو احادیث میں جزء نبوت فرمایا گیا ہے، یعنی ولی کی خواب جھوٹی نہیں ہوسکتی جیسے نبی کی بات جھوٹی نہیں ہوتی ہے۔

(۳۶۔ آیت: ۶۵ تا ۶۷) شان نزول: عرب کے مشرک توحید سے منھ موڑتے صفات الٰہیہ میں دوسروں کو شریک کرتے، اللہ

www.waseemziyai.com

فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ

کچھ برت لینا ہے پھر انھیں ہماری طرف واپس آنا، پھر ہم انھیں سخت عذاب چکھائیں گے

بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ

بدلا ان کے کفر کا۔ ف۳۷ اور انھیں نوح کی خبر پڑھ کر سناؤ جب اس نے اپنی قوم سے کہا:

يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

اے میری قوم! اگر تم پر شاق گزرا ہے میرا کھڑا ہونا اور اللہ کی نشانیاں یاد دلانا

فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ

تو میں نے اللہ ہی پر بھروسا کیا تو مل کر کام کرو اور اپنے جھوٹے معبودوں سمیت اپنا کام پکا کرلو، پھر تمہارے کام میں

عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا

تم پر کچھ گنجلک نہ رہے پھر جو ہو سکے میرا کرلو اور مجھے مہلت نہ دو پھر اگر تم منہ پھیرو تو

سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ

میں تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو نہیں مگر اللہ پر اور مجھے حکم ہے کہ میں

تبارک وتعالیٰ کی شان میں گستاخیاں کرتے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساحر کاہن شاعر بتاتے تھے، اور حضور کے ساتھ بے ادبی و سخت کلامی سے پیش آتے تھے حضور ان سے اس قسم کی باتیں دیکھ کر غمگین ہوتے تھے۔ لہٰذا حضور کو تسکین و تسلی دینے اور کفار کو تنبیہ کرنے کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب تم ان کافروں کے کہنے کا غم نہ کرو کہ ساری عزت تو اللہ کے لیے ہے وہ ان کے اقوال کو سنتا ہے اور افعال کو جانتا ہے وہ انہیں اس کی جزا دے گا اور تمہاری مدد کرے گا، خوب سن لو جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ ہی کی ملک ہے اور اس کی مخلوق ہے تو وہ لوگ کاہے کے پیچھے جا رہے ہیں جو اللہ کے سوا شریکوں کو پکارتے ہیں، نہیں پیروی کرتے ہیں وہ مگر اپنے گمان کی اور اٹکلیں دوڑاتے ہیں یعنی بے دلیل بات کہتے ہیں کہ ان کے شریک قیامت کے دن ان کی شفاعت کریں گے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ اللہ کے سوا شرکا کی عبادت و پیروی کرتے ہیں وہ حقیقت میں شرکا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں اور اٹکلیں دوڑاتے ہیں بے سند بات کہتے ہیں کہ وہ شرکا ان کی شفاعت کریں گے۔ باقی ترجمہ پڑھیے

• تنبیہ: یہاں تو اللہ تعالیٰ نے عزت کو اپنے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اور دوسری آیت میں: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ فرمایا ہے یعنی عزت اللہ و رسول و مومنین کے لیے ہے بظاہر دونوں آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں تعارض نہیں ہے کہ عزت اللہ ہی کے لیے ہے اور رسول و مومنین کو اللہ نے عزت عطا فرمائی ہے۔ ﴿وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ﴾۔

(۳۷۔ آیت: ۶۸ تا ۷۰) عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا کرتے تھے اور بعض مشرکین عرب ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے گزشتہ آیت میں عام شرک کی تردید فرمائی گئی تھی اس آیت میں اُبوت و بُنوت کی تردید فرمائی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب بولے کہ اللہ نے اپنے لیے اولاد بنائی اللہ تعالیٰ ان کے رد میں فرماتا ہے کہ پاکی ہے اس کو اولاد سے بے نیاز بے پرواہ ہے وہ ہر چیز سے اور اولاد چاہتا ہے جس کو حاجت ہو، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور

www.waseemziyai.com

مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ

مسلمانوں سے ہوں۔ تو انھوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور انھیں ہم نے

خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

نائب کیا اور جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں ان کو ہم نے ڈبو دیا تو دیکھو ڈرائے ہوؤں کا انجام

الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

کیسا ہوا۔ پھر اس کے بعد اور رسول ہم نے ان کی قوموں کی طرف بھیجے

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ

تو وہ ان کے پاس روشن دلیلیں لائے تو وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے اس پر جسے

قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ

پہلے جھٹلا چکے تھے، ہم یوں ہی مہر لگادیتے ہیں سرکشوں کے دل پر۔ ف۳۸ پھر ان کے بعد

بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا

ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف اپنی نشانیاں لے کر بھیجا تو انھوں نے تکبر کیا

وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا

اور وہ مجرم لوگ تھے۔ تو جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا بولے

اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ

یہ تو ضرور کھلا جادو ہے۔ موسیٰ نے کہا کیا حق کی نسبت ایسا کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آیا،

زمین میں ہے جو تم کہتے ہو وہ بے سند بات ہے اس پر تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کیا اللہ پر وہ بات بناتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے، اے نبی ان سے فرمادیجیے کہ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا دنیا و آخرت میں کچھ بھلا نہ ہوگا انہیں دنیا کی زندگی میں کچھ برت لینا ہے پھر انہیں ہماری طرف آنا ہے تب ہم انہیں ان کے کفر کے بدلے سخت عذاب چکھائیں گے۔

(۳۸۔آیت:۷۱تا۷۴) ان آیات میں اور ان کی بعد کی آیات میں انبیائے سابقین اور ان کی امتوں کے حالات و واقعات بیان فرمائے گئے ہیں اور مقصود ان کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ حضور اور صحابہ حضور کو تسلی ہو جائے کہ اگلے انبیا کے ساتھ بھی ان کی امتوں نے ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ یہ لوگ ان کے ساتھ کر رہے ہیں تاکہ وہ بد دل نہ ہوں اور تبلیغ میں نہایت جد و جہد کریں اور کفار اس سے عبرت حاصل کریں، دوسرے یہ کہ گزشتہ انبیا اور ان کی قوموں کے حالات اور واقعات ظاہر کرنے سے حضور کا اعجاز ظاہر کرنا مقصود ہے کہ باوجود بے پڑھے لکھے ہونے اور کسی عالم کی صحبت میں نہ بیٹھنے کے ہزاروں برس پہلے کے واقعات بیان کیے اور ان سے ایسے بیش بہا نتائج اخذ کیے جو اصل سے ذرا بھی فرق نہیں رکھتے ہیں کوئی تاریخ جاننے والا اور الہامی کتب کو پڑھنے والا ان کی تغلیط نہ کرسکا، نیز ایک ہی طرز کا کلام سننے اور پڑھنے سے طبیعت گھبرا جاتی ہے اس لیے اسلوب کلام کو بدلا گیا اور بر بانی طرز کو چھوڑ کر خطابی طرز اختیار کیا گیا اور دعوت غور

www.waseemziyai.com

اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا

کیا یہ جادو ہے اور جادوگر مراد کو نہیں پہنچتے۔ بولے کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اس سے پھیر دو

عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا

جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اور زمین میں تمھیں دونوں کی بڑائی رہے اور ہم تم پر

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ

ایمان لانے کے نہیں۔ اور فرعون بولا ہر جادوگر علم والے کو میرے پاس لے آؤ۔ پھر جب جادوگر

السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا

آئے ان سے موسیٰ نے کہا ڈالو جو تمھیں ڈالنا ہے پھر جب انھوں نے ڈالا

قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا

موسیٰ نے کہا: یہ جو تم لائے یہ جادو ہے اب اللہ اسے باطل کردے گا اللہ

يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ

مفسدوں کا کام نہیں بناتا۔ اور اللہ اپنی باتوں سے حق کو حق کر دکھاتا ہے پڑے برا مانیں

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى ع ۸ ۱۲ ۱۳

مجرم۔ تو موسیٰ پر ایمان نہ لائے مگر اس کی قوم کی اولاد سے کچھ لوگ

خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى

فرعون اور اس کے درباریوں سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں انھیں ہٹنے پر مجبور نہ کردیں اور بے شک فرعون

الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ

زمین میں سر اٹھانے والا تھا اور بے شک وہ حد سے گزر گیا اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم! اگر تم

وفکر سے درس عبرت کی طرف رجوع فرمایا گیا تا کہ سننے پڑھنے والوں کا دل لگے، اول نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا حال و مکالمہ بیان فرمایا جاتا ہے کہ وہ آدم ثانی ہیں اولاد آدم کا سلسلہ از سر نو ان سے چلا پھر اوروں کا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی آپ کفار مکہ پر نوح کی خبر پڑھیے جب کہ انہوں نے اپنی قوم یعنی اولاد قابیل سے کہا: پڑھیے ترجمہ۔

تنبیہ: ﴿مَقَامِىْ وَ تَذْكِيْرِىْ﴾ سے انہیں ٹھہر کر کھڑے ہو کر وعظ و نصیحت کرنا مراد ہے اور ﴿فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ﴾ [یونس: ۷۱] کے یہ معنی ہیں کہ تم اور تمہارے جھوٹے معبود سب جمع ہو کر کام کرو یعنی میرے ساتھ جو کرنے کا ارادہ کیا ہو اس کا کھلے طور سامان کرو کوئی گنجلک و پوشیدگی اس میں باقی نہ رکھو۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان جو انبیا گزرے ان کا مجملاً ذکر فرمایا۔ جیسے حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت ہود، حضرت صالح وغیرہ۔

www.waseemziyai.com

اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى

اللہ پر ایمان لائے تو اسی پر بھروسا کرو اگر اسلام رکھتے ہو۔ بولے

اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا

ہم نے اللہ ہی پر بھروسا کیا، الٰہی ہم کو ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا اور اپنی

بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ

رحمت فرماکر ہمیں کافروں سے نجات دے ف۳۹ اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی بھیجی کہ

تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ

مصر میں اپنی قوم کے لیے مکانات بناؤ اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ کرو اور نماز قائم رکھو

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ

اور مسلمانوں کو خوشخبری سنا ف۴۰ اور موسیٰ نے عرض کی: اے رب ہمارے! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو

زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا

آرائش اور مال، دنیا کی زندگی میں دیے، اے رب ہمارے! اس لیے کہ تیری راہ سے بہکادیں، اے رب ہمارے!

اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا

ان کے مال برباد کردے اور ان کے دل سخت کردے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک

(۳۹۔آیت:۷۵تا۸۶) قصہ نوح علیہ السلام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے پڑھیے ترجمہ

تنبیہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مفصل قصہ مختلف پیرایہ میں کئی بار گذر چکا ہے یہاں اس میں یہ زیادہ فرمایا گیا ہے کہ فما آمن بموسیٰ الاذریۃ من قومہ۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی اولاد سے کچھ لوگ فرعون سے ڈرتے ہوئے حضرت موسیٰ پر ایمان لائے کہ کہیں فرعون ان پر جبر کرکے انہیں ایمان سے نہ پھیر دے اور بعض کے نزدیک "قومہ" کی ضمیر فرعون کی طرف راجع ہے تو یہ معنی ہوں گے کہ فرعون کی قوم کی اولاد سے بعض لوگ فرعون سے ڈرتے ہوئے حضرت موسیٰ پر ایمان لائے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ چند آدمی تھے ایک تو آسیہ فرعون کی بی بی، دوسرے مشاطۂ دختر فرعون، تیسرے خازن فرعون اور اس کی بی بی۔ اور انہیں سے ایک روایت میں قومہ کی تفسیر میں بنی اسرائیل بھی آیا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: کہ اس سے اولاد یعقوب مراد ہے جس کی طرف حضرت موسیٰ بھیجے گئے تھے ان کے باپ مرگئے تھے اولاد باقی تھی۔ ان میں سے ایمان لائے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ قتل فرعون سے جو اولاد بنی اسرائیل بچی تھی وہ ایمان لائے تھے۔

(۴۰۔آیت:۸۷) چونکہ فرعون نے غالب ہونے کے بعد بنی اسرائیل کے تمام عبادت خانے مسمار کردیے تھے اور نماز پڑھنے کی ممانعت کردی تھی، لوگ اس کے خوف سے خفیہ نماز پڑھتے تھے (جلال وکمال) اللہ تعالیٰ کو ان میں اجتماعی طاقت پیدا کرنا منظور تھی اس لیے انہیں ظاہری تدبیر تو یہ بتائی کہ مصر میں وہ ایک جگہ مکان بنائیں اور دوسری تدبیر یہ تعلیم فرمائی کہ وہ گھروں ہی میں عبادت کریں اور خدا سے مدد چاہیں اور عبادت کرکے روحانی طاقت بڑھائیں اس کے بعد کامیابی لازم ہے اس کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ

www.waseemziyai.com

الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ

عذاب نہ دیکھ لیں فرمایا تم دونوں کی دعا قبول ہوئی تو ثابت قدم رہو اور

سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ

نادانوں کی راہ نہ چلو اور ہم بنی اسرائیل کو دریا پار لے گئے

فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ

تو فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا پیچھا کیا سرکشی اور ظلم سے یہاں تک کہ جب اسے ڈوبنے نے آلیا

قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ

بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے

وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ

اور میں مسلمان ہوں کیا اب؟ اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ

فسادی تھا آج ہم تیری لاش کو اتار دیں گے کہ تو اپنے پچھلوں کے لیے

ہے کہ ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی قوم کے لیے مصر میں مکانات بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ رخ کرو یعنی انہیں نماز کی جگہ بناؤ اور نماز قائم رکھو اور مسلمانوں کو خوشخبری سناؤ دنیا میں مدد کی اور آخرت میں جنت کی۔

تنبیہ: گھروں کو قبلہ رخ کرنے سے مراد ابراہیم ومجاہد وضحاک وربیع وغیرہ کے نزدیک نماز کی جگہ بنانا ہے یعنی اپنے گھروں میں نماز کے لیے خاص جگہ مقرر کرو جو قبلہ رخ ہو۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے یونہی روایت کی ہے۔ اور بیضاوی کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو ابتدا ہی سے گھروں میں نماز پڑھنے اور ان میں مسجد بنانے کا حکم ہوا تھا جیسا کہ مجاہد وابراہیم وغیرہ کا قول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ و ہارون کا قبلہ کعبہ تھا یہی قول مجاہد کا ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ [خازن] بہرحال اس آیت سے خوف کے وقت گھروں میں مسجد بنانے اور ان میں نماز پڑھنے کا حکم نکلتا ہے نہ کہ امن کے وقت کہ شرائع سابقہ کا حکم باقی رہتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ بغیر انکار اسے ہم پر پڑھے پس یہ آیت گھر میں مسجد بنانے کی مشروعیت واستحباب پر دلالت کرتی ہے جسے عرف فقہا میں مسجد بیت کہتے ہیں مگر اس کا حکم مسجد جماعت جیسا نہیں ہے جس کی طرف صاحب ہدایہ نے باب ما یکرہ فی الصلوۃ میں اشارہ کیا ہے کہ جس گھر میں مسجد ہو اس کی چھت پر پیشاب پھرنے میں مضائقہ نہیں ہے مراد اس سے وہ جگہ ہے جو گھر ہی میں نماز کے لیے مقرر کی گئی ہو کہ وہ حکم میں مسجد کے نہیں ہے اگرچہ ہم نے اسے مستحب کہا ہے اس کی شروح میں ہے کہ اگرچہ ہم نے گھر میں مسجد بنانے کو مستحب کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿وَاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً﴾ فرمایا ہے۔ اور فقہا نے فرمایا ہے کہ گھر میں مسجد بنانا اور اس میں نوافل پڑھنا مندوب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جمہور سلف نے اس میں نوافل پڑھنے کی اجازت دی ہے اور اس کے فضائل واحکام کتب مشائخ وصوفیہ میں مذکور ہیں۔ [تفسیر احمدی]

www.waseemziyai.com

اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَقَدْ

نشانی ہو اور بے شک [بہت] لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔ ف۱۴۱ اور بے شک

بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا

ہم نے بنی اسرائیل کو عزت کی جگہ دی اور انھیں ستھری روزی عطا کی تو

اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اختلاف میں نہ پڑے مگر علم آنے کے بعد بے شک تمہارا رب قیامت کے دن ان میں فیصلہ کردے گا

(۱۴۱۔آیت:۸۸تا۹۲) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی قوم کو سمجھانے اور نصیحت کرنے کی انتہا کردی مگر انہوں نے ایک نہ مانی اور کہا کہ تم تو ہمیں ہمارے آبائی دین سے پھیرنا اور ملک میں بادشاہی کرنا چاہتے ہو اور بنی اسرائیل ان کی سختیوں سے عاجز ہوئے تو مجبور ہوکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے واسطے یہ دعا فرمائی اس کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے جناب باری میں عرض کی کہ اے رب تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں مال و آرائش اس لیے دی ہے کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے بہکائیں اے رب ان کے مال تباہ و برباد کردے اور ان کے دل سخت کردے یا مہر لگادے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں باقی ترجمہ پڑھیے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بایں الفاظ بددعا کی اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے رہے کہ وہ بھی از قسم دعا ہے پس دونوں کی دعا قبول ہوئی اور ان کے مال برباد ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہونچی ہے کہ ان کے درہم و دینار منقوشہ جیسے تھے ویسے ہی پتھر کے ہوگئے۔ قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ان کا ہر قسم کا مال سونا چاندی جواہرات وغیرہ پتھر کے ہوگئے تھے۔ عمر ابن عبدالعزیز نے وہ خریطہ جس میں بقایا آل فرعون تھیں منگا کر دیکھا تو وہ مثل پتھر کے ہوگئیں تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے لیے مصر سے حبشہ تک کی پہاڑیوں میں سونے چاندی اور جواہرات کی کانیں تھیں۔ [سراج] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے بعد فرعون چالیس سال زندہ رہا پھر غرق ہوا اور غرق ہوتے وقت اس نے کہا کہ میں بنی اسرائیل کے خدا پر ایمان لایا، مگر اس وقت اس کا ایمان لانا قبول نہ ہوا کہ وقت یاس تھا اور جبرائیل نے نزول رحمت کے خوف سے دریا کی کیچڑ اٹھا کر اس کے منہ میں ٹھونس دی کہ وہ دعا نہ کرسکے اور نہ مورد رحمت ہوا سے ترمذی و حاکم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اسے صحیح بتایا ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ جبرئیل نے فرعون سے فتویٰ پوچھا تھا کہ جو غلام اپنے مولا کی نعمت سے پلا ہو پھر وہ کفران نعمت کرے اس کے حق کا انکار کرے اور خود سرداری کا دعویٰ کرے اس کا کیا حکم ہے؟ تو فرعون نے اسکے جواب میں لکھا تھا کہ وہ دریا میں غرق کیا جائے پس وہی فتویٰ جبرائیل نے فرعون کو غرق ہوتے وقت دیا اور یہ جو کچھ بھی جبرائیل نے کیا خدا کے حکم سے کیا کہ اللہ کے علم میں وہ ایمان لانے والا نہ تھا۔ [سراج وغیرہ] چونکہ بنی اسرائیل کو یا فرعون کی قوم کے پیچھے رہے ہوئے لوگوں کو فرعون کے مرنے کا یقین نہ ہوا تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے اس کی لاش پانی پر اترا کر انہیں دکھائی تاکہ وہ عبرت حاصل کریں۔ ﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ﴾ اسی کی طرف اشارہ ہے اور اسی وقت سے مری ہوئی مچھلی پانی پر اترا آتی ہے۔ عبدالرزاق نے قیس ابن عبادہ سے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل کو فرعون کے مرنے کا یقین نہ آیا تو اس کی لاش ان کی نظر کے سامنے کی گئی۔ ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ قوم فرعون کے جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے انہیں فرعون کے غرق ہونے کا یقین نہ ہوا کہ اسے بڑا رب سمجھتے تھے تو دریا کو اللہ کا حکم ہوا اسے نکال کر پھینک دے پس دریا نے اسے ننگا پھینک دیا تاکہ وہ اسے دیکھیں اور عبرت پکڑیں۔ [جلال و کمال] ممکن ہے کہ دونوں کو شک ہوا ہو حضرت حسن بصری

www.waseemziyai.com

فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ

جس بات میں جھگڑتے تھے ف۴۲ اور اے سننے والے! اگر تجھے کچھ شبہہ ہو اس میں جو ہم نے

اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ

تیری طرف اتارا تو ان سے پوچھ دیکھ جو تجھ سے پہلی کتاب پڑھنے والے ہیں بے شک تیرے پاس

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ

تیرے رب کی طرف سے حق آیا تو تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو۔ اور ہرگز ان میں نہ ہونا

مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ

جنھوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں کہ تو خسارے والوں میں ہوجائے گا، بے شک

الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ

وہ جن پر تیرے رب کی بات ٹھیک پڑچکی ہے ایمان نہ لائیں گے۔ اگرچہ سب

كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۹۷﴾ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ

نشانیاں ان کے پاس آئیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں تو ہوئی ہوتی نہ کوئی بستی

اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ

کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان کام آتا ہاں یونس کی قوم جب ایمان لائے ہم نے ان سے

عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾

رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں ہٹادیا اور ایک وقت تک انھیں برتنے دیا ف۴۳

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ﴿ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ ﴾ کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ ہم تیری لاش کو جو روح سے خالی ہوگی دریا کے باہر پھینک دیں گے گویا بدن کو روح سے نجات دیں گے۔

(۴۲۔آیت:۹۳) ان آیات میں غرق فرعون کے بعد کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور بعد کو اللہ تعالیٰ نے جو انعام واحسان اسرائیلیوں پر فرمائے تھے اور انہوں نے ان کی ناشکری کی تھی ان کا ذکر فرمایا ہے۔ پڑھیے ترجمہ

تنبیہ: ﴿ مُبَوَّاَ صِدْقٍ ﴾ یعنی عزت کی جگہ دینے کا یہ مطلب ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو بعد غرق فرعون عزت کی جگہ عطا فرمائی یعنی مصر وشام میں انہیں رہنے بسنے کی جگہ دی اور پاک وستھری لذیذ چیزیں انہیں عطا کیں تو وہ علم آنے کے بعد مختلف ہوئے کہ بعض ایمان لائے اور بعض نے کفر کیا۔ ان کے مصر لوٹ کر آنے میں اختلاف ہے ابن جریر کے نزدیک وہ مصر لوٹ کر آئے تھے اور وہاں حکومت قائم کی تھی بیضاوی وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے لیکن اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ وہ مصر لوٹ کر نہیں آئے تھے مقام صدق سے مراد اردن یا فلسطین یا یروشلم ہے۔

(۴۳۔آیت:۹۴ تا ۹۸) ان آیات میں یہ شبہ واقعہ ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان قصوں میں شک وشبہ کیسے

www.waseemziyai.com

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ

اور اگر تمہارا رب چاہتا زمین میں جتنے ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں کو

النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا

زبردستی کرو گے یہاں تک کہ مسلمان ہوجائیں اور کسی جان کی قدرت نہیں کہ ایمان لے آئے مگر

بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا

اللہ کے حکم سے اور عذاب ان پر ڈالتا ہے جنھیں عقل نہیں۔ تم فرماؤ دیکھو

مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ

آسمانوں اور زمین میں کیا کیا ہے اور آیتیں اور رسول انھیں کچھ [کام] نہیں دیتے جن کے

قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا

نصیب میں ایمان نہیں۔ تو انھیں کاہے کا انتظار ہے مگر انھیں لوگوں کے سے دنوں کا جو ان سے

ہوسکتا تھا جب کہ وہ بذریعہ وحی آپ پر پڑھے گئے تھے اور اگر شک ہوتا بھی تو تصدیق اہل کتاب سے وہ دور نہیں ہوسکتا تھا پھر کیسے حضور سے فرمایا گیا کہ تم اہل کتاب سے تصدیق کرو اس کا جواب یہ ہے کہ خطاب اگرچہ حضور سے ہے مگر اس سے ہر سننے والا مراد ہے جس کی طرف ترجمہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ یا یہ کہ اس کلام سے اظہار استقامت حضور مقصود ہے کہ حضور نے ان آیات کے نزول کے بعد فرمایا نہ مجھے کچھ شک ہے اور نہ میں کسی سے پوچھتا ہوں بلکہ میں اس کے حق ہونے کی گواہی دیتا ہوں جیسا کہ ابن جریر، عبدالرزاق نے قتادہ سے روایت کی ہے اور یونہی حضرت ابن عباس وسعید بن جبیر وحسن سے مروی ہے۔ یا یہ خطاب اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے مگر مقصود اس سے کفار قریش کو سنانا ہے کہ انہیں اہل کتاب پر بڑا اعتماد تھا گویا یوں کہا گیا کہ اے قریش اگر تمہیں ان واقعات میں شک ہو تو انکی تصدیق اہل کتاب سے کرلو۔ زجاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کہ اللہ نے خطاب رسول سے کیا ہے مگر وہ سب خلق کو شامل ہے بہر حال مطلب یہ ہے کہ اے سننے والے اگر تجھے ہمارے اتارے ہوئے میں کوئی شبہ ہو تو اہل کتاب سے پوچھ لے کہ وہ ان کے نزدیک حق ہے وہ اس کی تصدیق کریں گے قرآن پاک میں اس طرح کئی جگہ خطاب کیا گیا ہے کہ اس سے مقصود ہر سننے والا ہوتا ہے جیسے ﴿لئن اشرکت لیحبطن عملك﴾ الخ پھر اسی طرح فرمایا جاتا ہے کہ بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا بس ہرگز اس میں شک نہ کرنا اور ان میں سے نہ ہونا جنہوں نے ہماری نشانیاں جھٹلائیں کہ ٹوٹے میں رہو بے شک جن کے حق میں اللہ کا حکم ہو چکا ہے وہ ایمان نہ لائیں گے اگرچہ سب نشانیاں ان کے پاس آئیں جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھیں گے تو اس وقت کا ایمان انہیں مفید نہ ہوگا۔ پس ایسی کوئی بستی نہ ہوئی کہ اس کے رہنے والے قبل نزول عذاب ایمان لاتے اور ان کا ایمان انہیں نفع دیتا سوا یونس کی قوم کے کہ وہ علامات عذاب دیکھ کر ایمان لائے تو ان سے رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں دفع کیا اور انہیں وقت موت تک نفع اٹھانے دیا۔

تنبیہ: بیضاوی کہتے ہیں: کہ ﴿فَاسْئَلِ الَّذِيْنَ﴾ میں تنبیہ ہے کہ جب دین میں کوئی شبہ پیش آئے تو اہل علم کی طرف رجوع کرو اور ان سے پوچھ کر تسکین کرو۔ حضرت یونس ابن متی علیہ السلام کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ آپ ملک شام میں آٹھ سو برس پہلے حضرت مسیح سے پیدا ہوئے اور نینوا والوں کی ہدایت کے لیے مامور ہوئے۔ نینوا ملک شام میں موصل کے قریب دریائے دجلہ کے شرقی کنارہ پر بڑا شہر ہے جس میں یہودی آباد تھے۔ آپ نے نینوا پہنچ کر لوگوں کو ایمان کی طرف بلایا اور انہیں وعظ ونصیحت کرنا شروع کی لیکن انہوں نے ان کی ایک نہ سنی بلکہ انہیں دیوانہ کہتے اور ان کا مذاق اوڑانے لگے۔ مجبور ہو کر آپ نے نزول عذاب کی دعا کی اور انہیں بتا دیا کہ تین روز کے بعد تم پر

www.waseemziyai.com

مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

پہلے ہو گزرے تم فرماؤ تو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں

ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ

پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو نجات دیں گے، بات یہی ہے، ہمارے ذمۂ کرم پر حق ہے

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ ع ۱۱ ۱۵

مسلمانوں کو نجات دینا۔ ف۴۴ تم فرماؤ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے کسی شبہے میں ہو

فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ

تو میں تو اسے نہ پوجوں گا جسے تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ہاں اس اللہ کو

اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

پوجتا ہوں جو تمہاری جان نکالے گا اور مجھے حکم ہے کہ ایمان والوں میں ہوں۔

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾

اور یہ کہ اپنا منہ دین کے لیے سیدھا رکھ سب سے الگ ہوکر اور ہرگز شرک والوں میں نہ ہونا۔

عذاب الٰہی نازل ہوگا اور خود پہاڑ میں جا چھپے۔ تیسرے روز کی صبح کو ایک سیاہ دھوئیں دار بادل نمودار ہوا جو ذرا دیر میں تمام آسمان پر چھا گیا اور اس سے چنگاریاں برسنے لگیں لوگ گھبرا گئے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا مگر وہ نہ ملے تو تمام شہر والے مرد و عورتیں بچے ایک جگہ توبہ کے لیے جمع ہوئے اور نہایت عاجزی سے گڑگڑا کر جناب باری میں خلوص سے توبہ کی اور ایمان لائے، اسی طرح تین شبانہ روز گریہ وزاری کرتے اور دعا مانگتے رہے تو رحمت الٰہی جوش میں آئی اور وہ ابر دفع ہوا مطلع صاف ہوا چوتھے روز حضرت یونس تحقیق حال کے لیے پہاڑ سے نکل کر شہر کی طرف چلے راہ میں ایک آدمی ملا اس نے مفصل حال بیان کیا آپ سن کر کبیدہ خاطر ہوئے اور خیال کیا کہ اب اگر میں شہر میں جاؤں گا تو شہر والے میرا مذاق اڑائیں گے اور مجھے جھوٹا قرار دیں گے۔ اس لیے وہ شہر میں جانے کے بجائے فرات کی طرف چل دیے حکم الٰہی کا انتظار نہ کیا بڑے آدمیوں کی ادنیٰ بات پر گرفت ہوتی ہے۔ چنانچہ عقاب الٰہی میں گرفتار اور شکم ماہی میں قید کیے گئے جس کا پورا قصہ سورہ صافات میں آئے گا۔ حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے (رواہ ابن مردویہ) یہاں یہ شبہ واقع ہوتا ہے کہ قوم یونس سے تو عذاب دفع کیا گیا اور ان کی توبہ قبول ہوئی لیکن فرعون کی نہ توبہ قبول ہوئی اور نہ اس سے عذاب دفع کیا گیا اس کی کیا وجہ؟ اس کا ازالہ یہ ہے کہ قوم یونس پر عذاب نازل نہیں ہوا تھا بلکہ علامات عذاب ظاہر ہوئی تھیں جس کو دیکھ کر فوراً وہ صدق دل سے تائب ہوکر ایمان لائے بخلاف فرعون کے کہ جب وہ عذاب میں مبتلا ہوا تو ایمان لانے کا اقرار کیا اور اس نے توبہ بھی خلوص سے نہ کی تھی۔

(۴۴۔ آیت: ۹۹ تا ۱۰۳) شان نزول: اس کی بیضاوی نے بعض روایات کی بنا پر یہ لکھی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قوم کے ایمان لانے پر بہت زیادہ حریص تھے اور یہ چاہتے تھے کہ تمام دنیا ایمان لائے نشان کفر و شرک دنیا سے مٹ جائے لہٰذا حضور کی تسلی کے لیے یہ آیات نازل ہوئیں اور ان میں حضور کو بتایا گیا کہ رسول کو مشیت الٰہی کے تابع اور اس کی رضا پر راضی ہونا چاہیے اس کی مشیت کو کوئی نہیں بدل سکتا ہے اگر وہ چاہتا تو سب کو مسلمان بنا دیتا مگر بمصلحت اس نے ایسا نہیں کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور تمام لوگوں کے ایمان پر حریص تھے اور سب کی ہدایت چاہتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے انہیں خبر دی کہ ان پر وہ لوگ ایمان لائیں گے جو سعید ازلی ہو چکے اور وہ ایمان نہ لائیں گے جو ازل میں شقی لکھے گئے اور اس میں حضور کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ ان

www.waseemziyai.com

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ

اور اللہ کے سوا اس کی بندگی نہ کر جو نہ تیرا بھلا کرسکے نہ برا، پھر اگر ایسا کرے تو

فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ

اس وقت تو ظالموں سے ہوگا۔ اور اگر تجھے اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں

لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ

اس کے سوا اور اگر تیرا بھلا چاہے تو اس کے فضل کا رد کرنے والا کوئی نہیں

مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا

اسے پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں جسے چاہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ تم فرماؤ اے

النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا

لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا۔ تو جو راہ پر آیا وہ

يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا

اپنے بھلے کو راہ پر آیا اور جو بہکا وہ اپنے برے کو بہکا اور کچھ میں

عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ

کڑوڑا نہیں اور اس پر چلو جو تم پر وحی ہوتی ہے اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ

اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ ع ۱۱ ۲ ۱۶

حکم فرمائے اور وہ سب سے بہتر حکم فرمانے والا ہے ف۴۵

کے ایمان لانے کے لیے اپنے نفس کو مشقت میں نہ ڈالیں [خازن] مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب زمین والے ایمان لاتے تو کیا تم ان لوگوں کو زبردستی مسلمان بناؤ گے جو اللہ کی مشیت میں ایمان لانے والے نہیں ہیں یہ بلا مرضی اللہ کے ایمان لے آنا کسی کی قدرت میں نہیں ہے اور عذاب انہیں پر نازل ہوتا ہے جو عقل نہیں رکھتے ہیں آیات الٰہی میں تدبر نہیں کرتے ہیں اے نبی تم ان سے فرماؤ کہ دیکھو آسمان وزمین میں خدا کی وحدانیت والوہیت پر کیا کیا دلائل قائم ہیں مگر اللہ کی آیتیں اور رسول انہیں کچھ فائدہ نہیں دیتے ہیں جن کے نصیب میں ایمان نہیں ہے انہیں تو گذرے ہوئے لوگوں جیسے دنوں کا انتظار ہے یعنی جن دنوں میں وہ عذاب الٰہی سے ہلاک ہوئے۔ اے نبی تم ان سے فرماؤ کہ تم عذاب الٰہی کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں پھر جب وہ آئے گا تو ہم انہیں ہلاک کریں گے اور اپنے رسولوں اور مومنوں کو عذاب سے محفوظ رکھیں گے یہ مسلمان کو نجات دینا ہم نے اپنے فضل وکرم پر واجب کرلیا ہے۔

تنبیہ: اس آیت ونیز دیگر آیات سے ثابت ہے کہ کفر وایمان اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں وہ جسے چاہتا ہے ایمان کی توفیق عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے ایمان کی توفیق نہیں عطا فرماتا ہے۔

(ف۴۵۔ آیت: ۱۰۴ تا ۱۰۹) شروع سورت سے یہاں تک خدا کی وحدانیت والوہیت اور معاد وغیرہ باتیں بدلائل واضحہ بیان کی

www.waseemziyai.com

www.waseemziyai.com

گئیں تھیں اب ان آیات میں بطریق تنزل آخری فیصلہ فرمایا جاتا ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ اے نبی تم ان کفار مکہ سے فرماؤ کہ اگر اب بھی تمہیں میرے دین کے حق ہونے میں شک وشبہ ہے تو تم اللہ کے سوا جسے پوجتے ہو میں اسے نہ پوجوں گا میں تو اس اللہ کو پوجتا ہوں جو تمہاری جان نکالے گا یہ خلاصہ میرے دین کا ہے، اس پر انصاف سے غور کرو اور مجھے حکم ہے کہ میں مومنین سے ہوں اور اپنا منہ سیدھے دین کی طرف رکھوں ادھر ادھر نہ پھروں اور مشرکوں سے نہ ہوں اور اللہ کے سوا ایسے کی بندگی نہ کروں جو نہ نفع پہونچا سکے اور نہ نقصان کر سکے۔ باقی ترجمہ پڑھئے تا آخر سورت۔ صبر کا حکم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومجاہد کے نزدیک آیت سیف سے منسوخ ہوگیا اور ﴿وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ تا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ حضور سے خطاب ہے مگر مراد اس سے حضور کے امتی ہیں۔ [سراج] حدیث میں ہے کہ جو شخص سورہ یونس پڑھے گا اسے بقدر عدد حضرت یونس پر ایمان لانے اور نہ لانے والوں کے اور فرعون کے ساتھ غرق ہونے والوں کے نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ [بیضاوی] یہ حدیث ثعلبی واحدی اور ابن مردویہ نے بروایت ابی ابن کعب نقل کی ہے مگر ابن جوزی نے اسے موضوع کہا ہے اور خطیب نے بھی اسے موضوع لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سُوْرَةُ هُوْدٍ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۱۲۳ رُكُوْعَاتُهَا ۱۰

اللہ کے نام سے شروع. جو نہایت مہربان رحمت والا۔

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ

[یہ] ایک کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں پھر تفصیل کی گئیں حکمت والے

خَبِيْرٍ ۙ﴿۱﴾ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۙ﴿۲﴾

خبردار کی طرف سے۔ کہ بندگی نہ کرو مگر اللہ کی، بے شک میں تمہارے لیے اس کی طرف سے ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں۔

وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا

اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو تمھیں بہت اچھا برتنا دے گا

حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ وَاِنْ

ایک ٹھہرائے وعدے تک، اور ہر فضیلت والے کو اس کا فضل پہنچائے گا اور اگر

تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۭ﴿۳﴾ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ

منھ پھیرو تو میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ تمھیں اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے

وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۭ﴿۴﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ

اور وہ ہر شے پر قادر ہے ف۴۶ سنو! وہ اپنے سینے ذہرے کرتے ہیں

(۴۶۔آیت:۱تا۴) یہ تمام سورت حضرت حسن ومجاہد وعطا وعکرمہ وغیرہ کے نزدیک مکی ہے مگر حضرت ابن عباس وقتادہ نے آیت ﴿اقم الصلاة طرفی النهار﴾ کو مدنی قرار دیا ہے اس سورت میں عموماً حشر ونشر اور قیامت جنت ودوزخ وغیرہ کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کا نزول بھی زمانہ جہالت میں ہوا ہے جب کہ بت پرستی کا بازار گرم تھا خدا پرستی جرم تھی۔ چونکہ اس میں حضرت ہود علیہ السلام کا عبرت انگیز واقعہ بیان کیا گیا ہے لہذا اس کا نام سورۂ ہود ہوا۔ حدیث میں ہے: جمعہ کو سورہ ہود پڑھا کرو۔ [رواہ الدارمی وابوداؤد] طبرانی کی حدیث میں ہے کہ ایک روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سے عرض کیا کہ حضور پر بڑھاپے کی سفیدی جلد آگئی فرمایا مجھے ''سورۃ ہود'' اور ''واقعہ'' اور ''مرسلات'' اور ''نبا'' اور ''اذا الشمس کورت'' نے سپید کر دیا ہے، علما نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ ان سورتوں میں حشر ونشر وقیامت وجنت ودوزخ کا ذکر ہے۔ [الرا] اللہ ورسول کے درمیان رمز ہے اس کے معنی حقیقی وہی جانتے ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ الف سے مراد اللہ اور لام سے مراد جبرئیل اور (را) سے مراد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں تو یہ معنی ہوئے کہ یہ سورۃ اللہ کی طرف سے بواسطہ جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اس قسم کی تاویلات محض قیاسی ہیں واقعی علم اس کا اللہ ورسول ہی کو ہے اس کے بعد قرآن عظیم کے تین وصف بیان فرمائے گئے ہیں اول یہ کہ یہ ایسی کتاب ہے کہ جس کی آیتیں محکم ومضبوط و حکمت بھری ہیں جس میں صحیح الدماغ آدمی کو بعد غور وخوض کوئی خرابی نظر نہیں آتی ہے۔ اس کے تمام مضامین شستہ اور تمام باتیں صحیح ودرست ناقابل نسخ ہیں۔ یعنی اسے کوئی کتاب منسوخ نہیں کرے گی جیسے کہ اس نے اگلی کتابوں کو منسوخ کیا۔ [ابن عباس] دوسرے یہ کہ اس کی آیات مفصل ہیں گنجلک نہیں ہیں کہ سمجھ میں نہ آئیں۔ تیسرے یہ کہ وہ ہر کام کی حکمت جاننے والے ہر بات کی خبر رکھنے والے کی طر

www.waseemziyai.com

لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ

کہ اللہ سے پردہ کریں سنو! جس وقت وہ اپنے کپڑوں سے سارا بدن

ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ

ڈھانپ لیتے ہیں اس وقت بھی اللہ ان کا چھپا

وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ

اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے، بےشک وہ

عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

دلوں کی بات

الصُّدُوْرِ ۝۵

جاننے والا ہے۔ ۴۷

سے ہیں، ان میں واضح کر دیا گیا ہے کہ سوا اللہ کے کسی کی بندگی نہ کرو میں تمہیں اس کی طرف خوف دلانے اور خوش خبری سنانے والا ہوں اور یہ کہ اس سے معافی مانگو اور توبہ کرو وہ تمہیں مرنے تک اس کے صلہ میں دنیا میں عیش و آرام دے گا اور روزی فراخ کرے گا اور آخر میں ہر نیک عمل کرنے والے کو اس کی جزا دے گا اگر تم اس سے منہ پھیرو گے تو میں تم پر قیامت کے عذاب کا خوف کرتا ہوں کہ تمہیں اس کی طرف پھرنا ہے اور وہ ثواب و عذاب دینے پر قادر ہے یہ وعدہ الٰہی ہے کہ ہر صاحب فضل کو اس کے فضل کے صلہ میں دونوں جہان کی بہتری ملے گی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ برائی کرنے والے کی ایک برائی لکھی جائے گی اور ایک نیکی والے کی دس نیکیاں لکھی جائیں گی پھر اگر اس نے دنیا میں کوئی برائی کی ہوگی اور اس سے اس کا بدلہ لیا گیا ہوگا تو اس کی دسوں نیکیاں باقی رہیں گی اور جو بدلہ نہ لیا گیا ہوگا تو ایک نیکی کم کی جائے گی نو باقی رہیں گی مراتو وہ جس کی دھائیوں پر اکائیاں غالب ہوئیں یعنی نیکیوں پر برائیاں غالب ہوئیں۔ [رواہ ابن جریر] یہ خلاصہ احادیث صحاح کا ہے جو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے اور یہی اللہ کا فضل ہے کہ جو صاحب فضل کو ملے گا۔ حضرت ابوالعالیہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ دنیا میں جس کی طاعات زیادہ ہوں گی اس کی خوبیاں اور مرتبے آخرت میں بڑے ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ جس کی نیکیاں برائیوں پر غالب ہوں گی وہ جنت میں جائے گا اور جس کی برائیاں نیکیوں پر غالب ہوں گی وہ دوزخ میں جائے گا اور جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی وہ اعراف میں رہے گا پھر جنت میں جائے گا۔ [سراج]

(۴۷۔ آیت: ۵) اس آیت کی شان نزول میں مختلف روایات آئی ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اخنس ابن شریق منافق کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ بہت شیریں کلام تھا، جب وہ حضور سے ملتا تو بظاہر ایسی باتیں کرتا کہ اچھی معلوم ہوتیں مگر دل میں پیچ و تاب کھاتا عداوت رکھتا تو "یثنون صدورھم" کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ اپنے سینوں میں جو بغض و عداوت رکھتے ہیں اسے چھپاتے ہیں اور عبداللہ ابن شداد سے مروی ہے کہ وہ بعض منافقوں کے حق میں اتری کہ وہ جب حضور پر سے گزرتے تو منہ پھیر کر چھپا کر گزرتے کہ حضور انہیں نہ دیکھیں۔ قتادہ کہتے ہیں: کہ وہ کلام الٰہی اور ذکر اللہ سننے سے پیٹھ پھیرتے اعراض کرتے ممکن ہے کہ بعض سے مراد یہی اخنس ہو کہ آیت مکیہ ہے اور مکہ میں وہی ایک منافق تھا۔ اور بخاری کی روایت میں ہے کہ وہ ان شخصوں کے حق میں

www.waseemziyai.com

نازل ہوئی جو پاخانہ پیشاب اور عورتوں سے صحبت کرتے وقت کپڑے اوڑھ لیا کرتے تھے، شرم کے باعث خدا سے پردہ کیا کرتے تھے اور کہا گیا ہے کہ وہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جو گھر میں داخل ہو کر پردہ ڈال لیتا کپڑا اوڑھ لیتا کہ اب بھی جو میرے دل میں ہے خدا اسے دیکھ لے گا؟ یعنی میں جو اس طرح چھپ کر گناہ کروں گا اسے خدا کیسے دیکھے گا اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک گروہ مشرکین کے حق میں نازل ہوئی جو کہتا کہ اگر ہم پردہ میں بیٹھ کر کپڑا لپیٹ کر گناہ کریں گے دل میں چھپا کر عداوت کریں گے تو اللہ و رسول اور مومنین کیسے اس پر مطلع ہوں گے پس اللہ نے انہیں آگاہ فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ! تم جو اللہ و رسول سے عداوت چھپانے کے لیے سینہ موڑتے ہو منہ چھپاتے ہو کپڑے اوڑھتے لپیٹتے ہو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے جو تم چھپا کر کرتے ہو اور ظاہر ظہور کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے وہ سینوں کی بات اور دلوں کے بھید جانتا ہے اس سے کوئی بات چھپی نہیں ہے۔

www.waseemziyai.com
مرکز علوم الاسلامیہ (رجسٹرڈ)

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ یَعْلَمُ

اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو اور جانتا ہے کہ

مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝۶ وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ

کہاں ٹھہرے گا اور کہاں سپرد ہوگا سب کچھ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب ف۱ میں ہے اور وہی ہے جس نے

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ

آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا اور اس کا عرش پانی پر تھا کہ

لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ لَىٕنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ

تمہیں آزمائے تم میں کس کا کام اچھا ہے اور اگر تم فرماؤ کہ بے شک تم

مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا

مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو کافر ضرور کہیں گے کہ یہ تو نہیں مگر

سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۷ وَ لَىٕنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤی اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ

کھلا جادو اور اگر ہم ان سے عذاب کچھ گنتی کی مدت تک ہٹا دیں تو

(۱۔آیت:۶) اس آیۃ میں اللہ کا تمام مخلوق کے رزق کا کفیل ہونا اور ان سب کا اللہ کے احاطہ علمی میں داخل ہونا بیان فرمایا گیا ہے جس سے اللہ کا معبود برحق ہونا ثابت ہے۔ پڑھیے ترجمہ

تنبیہ: ''دابۃ'' ہر اس جانور کو کہتے ہیں جو زمین پر چلتا ہے خواہ وہ بحری ہو یا بری ہو جس میں جملہ حشرات الارض داخل ہیں، جیسے چیونٹی وغیرہ اللہ ان سب کو رزق دیتا ہے اور ان کے رہنے کی جگہ کو جانتا ہے حتی کہ پتھر کے کیڑے تک کو رزق پہونچاتا ہے۔ سراج میں روایت ہے کہ وقت نزول وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے اہل وعیال کی فکر ہوئی کہ انہیں روزی کیسے ملے گی حکم ہوا اس پتھر پر لکڑی مارو پس آپ نے ایک پتھر پر لکڑی ماری وہ پھٹا اس میں سے ایک اور پتھر نکلا اس پر لکڑی ماری تو اس میں سے ایک اور پتھر نکلا اس پر لکڑی ماری تو اس میں ایک کیڑا نکلا جس کے منہ میں غذا کی قسم سے کوئی شی تھی پھر اس کیڑے نے اللہ کی تسبیح پڑھی اور کہا کہ پاکی ہے اسے جو مجھے دیکھتا اور میرا کلام سنتا اور میرے رہنے کی جگہ جانتا ہے اور مجھے یاد رکھتا ہے بھولتا نہیں ہے۔ اور لفظ ''علی'' وجوب کے لیے ہے یعنی اللہ کے ذمہ کرم پر سب کو روزی دینا واجب ہے۔ اور بعض نے ''علی'' کو بمعنی ''من'' لیا ہے یعنی سب کو روزی اللہ ہی کی طرف سے ملتی ہے۔ مجاہد کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور ''مستقر'' سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک زندگی میں ٹھہرنے کی جگہ اور ''مستودع'' سے قبر مراد ہے۔ حدیث میں ہے کہ تم میں سے جس کی موت جس زمین پر مقرر ہوگی وہ وہاں جانے پر مجبور ہوگا اور جب وہاں پہنچ جائے گا تو اس کی روح قبض کی جائے گی اور قیامت کے دن زمین (اسے پیش کرے گی) عرض کرے گی یہ وہ ہے جو تو نے مجھے بطور ودیعت سپرد فرمایا تھا۔ [رواہ حاکم] اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومجاہد وضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دوسرے قول میں مستقر سے رحم مادر اور مستودع سے پشت پدر مراد ہے اور ''کتاب مبین'' سے لوح محفوظ مراد ہے۔

www.waseemziyai.com

لَيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ

ضرور کہیں گے کس چیز نے اسے روکا ہے سن لو! جس دن ان پر آئے گا ان سے پھیرا نہ جائے گا

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنَا ع ۱

اور انھیں گھیر لے گا وہی عذاب جس کی ہنسی اڑاتے تھے۔ ف۲ اور اگر ہم

الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿۹﴾ وَلَئِنْ

آدمی کو اپنی کسی رحمت کا مزہ دیں پھر اسے اس سے چھین لیں، ضرور وہ بڑا ناامید ناشکرا ہے اور اگر

اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ

ہم اسے نعمت کا مزہ دیں اس مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی تو ضرور کہے گا کہ برائیاں مجھ سے دور ہوئیں

اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ

بے شک وہ خوش ہونے والا بڑائی مارنے والا ہے مگر جنھوں نے صبر کیا اور اچھے کام کیے

(۲۔آیت:۷،۸) آیت سابقہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رزاقیت واحاطہ علمی سے اپنی الوہیت کو ثابت فرمایا تھا اس آیت میں اپنی خلاقیت سے اپنی الوہیت کو ثابت فرماتا ہے۔ پڑھیے ترجمہ

اس میں چار باتیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔

(۱) چھ روز میں آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمانا جس کی تفسیر سورہ بقرہ میں گزری۔

(۲) قبل پیدائش آسمان وزمین عرش الٰہی کا پانی پر ہونا جس کی کیفیت احادیث میں اس طرح آئی ہے کہ حضور کے پاس اہل یمن آئے تھے ان سے حضور نے فرمایا کہ تم بشارت قبول کرو تو انہوں نے کہا ہم نے بشارت قبول کی، لیکن یہ تو فرمائیے کہ سب سے پہلے کیا چیز تھی۔ فرمایا کہ ہر چیز سے پہلے اللہ تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا اور لوح محفوظ میں اس نے ہر چیز کا تذکرہ فرمادیا ہے۔ [رواہ احمد والبخاری ومسلم بالفاظ مختلفہ] مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا آسمان اور زمین پیدا کرنے سے پہلے (بقدر) پچاس ہزار سال اللہ نے تقادیر خلق کو مقدر فرمایا اور اس کا عرش پانی پر تھا، یہی قول مجاہد وقتادہ وربیع ووھب ابن منبہ وغیرہ کا ہے اور بعض احادیث میں یہ بھی اشارہ ہے کہ کائنات سے پہلے گیس وہوا تھی ہوا نے پانی کی شکل اختیار کرلی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ عرش پانی پر ہے تو پانی کس شی پر ہے فرمایا ہوا پر۔ [رواہ الحاکم]

ترمذی کی حدیث میں ہے: ابورزین نے حضور سے پوچھا ہمارا رب خلق پیدا کرنے سے پہلے کہاں تھا؟ فرمایا: عما میں تھا، اس کے اوپر نیچے ہوا تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ اور عما کے معنی تنہائی کے ہیں یعنی اللہ تنہا تھا کوئی اس کے ساتھ نہ تھا۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ اللہ نے ایک یاقوت سبز پیدا فرمایا پھر اسے ہیبت کی نظر سے دیکھا پس وہ پانی ہوگیا، پھر ہوا کو پیدا فرمایا، پس پانی کو متن ہوا پر رکھا پھر عرش کو پانی پر رکھا اور عرش کو پانی پر رکھنے سے فوقیت عرش مراد ہے نہ یہ کہ عرش پانی سے ملا ہوا اس پر سوار ہے۔ یعنی جس طرح اب کائنات سے اوپر عرش ہے اس طرح قبل وجود کائنات پانی پر تھا، گویا مبدا تخلیق عالم عرش الٰہی تھا، جس نے ہوا کو پیدا کیا اور ہوا کو پانی بنایا تو عرش بھی مخلوق ہوا۔

(۳) نیکوں اور بدوں کی آزمائش کے لیے عالم کو پیدا کرنا اس کے یہ معنی ہیں کہ تخلیق عالم بظاہر امتحانی شکل میں ہوئی ہے تاکہ

www.waseemziyai.com

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى

ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ ف۳ تو کیا جو وحی تمہاری طرف ہوتی ہے اس میں سے کچھ تم

اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ

چھوڑ دو گے اور اس پر دل تنگ ہو گے اس بنا پر کہ وہ کہتے ہیں ان کے ساتھ کوئی خزانہ کیوں نہ اترا،

اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ آتا، تم تو ڈر سنانے والے ہو اور اللہ ہر چیز پر

وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ

محافظ ہے۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اسے جی سے بنا لیا تم فرماؤ کہ تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ

وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾

اور اللہ کے سوا جو مل سکیں سب کو بلالو اگر سچے ہو

مخلوق کا امتحان ہو جائے کہ کون کیسا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خلق عالم مخلوق کے نفع کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہ تھی کہ وہ ہر شی کے حال سے خبردار ہے۔

(۴) تاخیر عذاب کی وجہ آخر میں ذکر کی گئی ہے۔

تنبیہ: قرآن عظیم میں امت کا اطلاق کئی معنی پر آیا ہے۔

(۱) بمعنی مدت وایام کے جیسا کہ اس آیت میں آیا ہے "امة معدودة" یعنی ایام معدودہ۔ ﴿وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ﴾ یعنی بعد مدت یاد کیا۔ (۲) بمعنی امام وپیشوا کے ﴿اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً﴾۔ (۳) بمعنی ملت ودین کے ﴿قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ﴾ [الزخرف: ۲۲]۔ (۴) بمعنی قوم وجماعت کے ﴿وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ﴾ ﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ﴾۔ (۵) بمعنی گروہ کے قوم میں سے۔ ﴿وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ﴾ ﴿مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ﴾۔ (۶) بمعنی امت محمدیہ ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ﴾

افادہ شیخ ابن کثیر

اور "ھذا" کا اشارہ قرآن عظیم کی طرف ہے کہ اسے سحر کہا کرتے تھے اور آیت میں: بجائے "یستعجلون" کے "یستھزئون" اس لیے فرمایا گیا ہے کہ وہ استہزاء عذاب کی جلدی کیا کرتے تھے۔ [مدارک وغیرہ]

(۳۔ آیت: ۹ تا ۱۱) شان نزول: یہ آیت ولید ابن مغیرہ یا عبداللہ بن امیہ کے حق میں نازل ہوئی اور انسان سے وہی مراد ہے، مگر حکم عام ہے جس میں ہر کافر ومومن داخل ہے اور اس میں کافر اور مومن کا فرق ظاہر کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہم آدمی کو اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں یعنی اسے غنی اور تندرست کریں پھر اسے اس سے چھین لیں فقیر وبیمار کر دیں تو وہ رحمت الٰہی سے ناامید ہوتا ہے آئندہ اس کے ملنے کی آس نہیں رکھتا ہے اور پہلی ملی ہوئی نعمتوں کی بہت ناشکری کرتا ہے، گویا اسے ملی ہی نہ تھیں۔ اور جو اسے مصیبتیں پہنچنے کے بعد ہم نعمتوں کا مزہ چکھائیں تو وہ بجائے شکر کرنے کے کہتا ہے کہ مجھ سے سختی ومصیبت دور ہوئی اور اترا کر خوش ہوتا اور شیخی مارتا فخر کرتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ میری امت کے ساتھ فخر وطعن فی النسب کی باتیں لگی رہیں گی۔ یہ صفت کفار کی ہے، مگر جنہوں نے سختیوں پر صبر کیا اور نعمتوں میں نیک کام کیے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے، یہ صفت اہل ایمان کی ہے کہ وہ سختیوں اور مصیبتوں پر صبر کرتے

www.waseemziyai.com

فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ

تو اے مسلمانو! اگر وہ تمہاری اس بات کا جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے اترا ہے اور یہ کہ اس کے

اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

سوا کوئی سچا معبود نہیں تو کیا اب تم مانو گے؟ ف۴ جو دنیا کی زندگی

وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾

اور آرائش چاہتا ہو ہم اس میں ان کا پورا پھل دے دیں گے اور اس میں کمی نہ دیں گے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا

یہ ہیں وہ جن کے لیے آخرت میں کچھ نہیں مگر آگ اور اکارت گیا جو کچھ

ہیں۔اور عافیت وآسانی میں شکر کرتے اور نیک عمل کرتے ہیں۔

حدیث میں آیا ہے: مومن کو کوئی رنج وغم درد والم نہیں پہونچتا ہے مگر وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے، تو مومن وکافر میں فرق یہ ہوا کہ مومن مصیبتوں پر صبر اور نعمتوں پر شکر کرتا ہے اور کافر سختیوں کے وقت ناامید وبے آس ہوتا ہے اور آسانی اور حصول نعمت پر ناشکری کرتا اور اتراتا فخر وتکبر کرتا ہے۔

(۴۔آیت:۱۲تا۱۴) شان نزول: یہ آیات حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی تسلی وتشفی کے لیے نازل فرمائی گئیں کہ حضور غیر اللہ کی پرستش کو منع فرماتے اور بتوں کو برا کہتے تھے اور اپنی تعلیم کو الہامی اور کفار کے قول وفعل کو خود ساختہ بتاتے تھے۔عبداللہ ابن امیہ وغیرہ کفار حضور کے مقابلہ میں رسالت ووحی کی توہین وتکذیب کرتے، حضور کو مفتری اور قرآن کو خود ساختہ بتاتے اور کہتے کہ اگر تم سچے ہو تو پھر اس قدر مفلس کیوں ہو، تمہارے پاس غیب کا خزانہ کیوں نہیں آجاتا، تمہارے لیے پہاڑ سونے کا کیوں نہیں کردیا جاتا، کوئی فرشتہ آکر تمہاری تصدیق کیوں نہیں کرتا، تاکہ ہمیں یقین آئے اور ہم ایمان لائیں، جب ان باتوں میں سے کوئی بھی تمہارے پاس نہیں ہے تو تم کیسے اپنی تعلیم کو حق بتاتے ہو اور ہمارے بتوں کو برا کہتے ہو چوں کہ ان کے کلام سے ہر جاہل دھوکہ کھاتا تھا اور حضور کو غم ہوتا تھا، لہذا بطور جواب یہ آیات نازل ہوئیں اور حضور کی تسکین خاطر کی گئی۔مطلب یہ ہے کہ اے نبی کیا تم ان جاہلوں کی بکواس کی وجہ سے دل تنگ ہو کر کوئی جزوحی کا چھوڑ دو گے اور ان پر نہ پڑھو گے (یعنی ان کے بتوں کی مذمت کے فقرے) تم تو ڈر سنانے والے ہو تم پر صرف ہمارے احکام ان تک پہنچانا واجب ہے نہ ان کی چاہی ہوئی چیزیں لانا جیسے خزانہ کا ساتھ ہونا، فرشتہ کا تصدیق کے لیے آنا وغیرہ باتیں کہ اللہ ہر چیز پر محافظ ہے، تو تم ان کے کہنے سے تنگ دل وغمگین نہ ہو کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ قرآن خود بنالیا ہے، تم ان سے فرماؤ کہ تم ایسی فصیح بلیغ دس سورتیں بنا کر لے آؤ کہ تم بھی میری طرح عربی فصیح وبلیغ ہو اور اللہ کے سوا جس کو چاہو مدد کے لیے بلالو اگر تم اپنے قول میں سچے ہو، پس اے مسلمانو اگر وہ تمہاری اس بات کا جواب نہ دے سکیں، تو سمجھ لو کہ وہ قرآن اللہ ہی کے علم سے اترا ہے۔یا یہ معنی ہیں کہ اگر وہ بلائے ہوئے تمہاری مدد کو نہ آئیں تو اے مشرکو! جان لو کہ وہ قرآن اللہ ہی کی طرف سے نازل ہوا ہے، اور اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے تو کیا اب تم اسے مانو گے، اس پر ایمان لاؤ گے۔

تنبیہ: آیت مذکورہ میں جن دس سورتوں کی مثل بنا کر لانے کو کہا گیا ہے وہ (۱) سورۃ بقرہ (۲) آل عمران (۳) نساء (۴) مائدہ (۵) انعام (۶) اعراف (۷) انفال (۸) توبہ (۹) یونس (۱۰) ہود ہیں (قالہ ابن عباس سراج) مگر بجائے تخصیص کے عام رکھنا اولی وانسب ہے (ابن کثیر)

www.waseemziyai.com

صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى

وہاں کرتے تھے اور نابود ہوئے جو ان کے عمل تھے ۵ تو کیا وہ جو

بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى

اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اس پر اللہ کی طرف سے گواہ آئے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب

اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ

پیشوا اور رحمت، وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو اس کا منکر ہو سارے گروہوں میں

فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۫ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ

تو آگ اس کا وعدہ ہے تو اے سننے والے! تجھے کچھ اس میں شک نہ ہو بے شک وہ حق ہے

تنبیہ: اس آیت میں دس سورتوں کی مثل بنالانے کا چیلنج دیا ہے اور بقرہ وغیرہ میں ایک سورت بنالانے کو کہا گیا ہے، اس کی وجہ تقدیم وتاخیر نزول ہے یعنی سورہ ہود سورہ یونس وبقرہ سے پہلے نازل ہوئی تھی، اس میں دس سورتیں بنالانے کا چیلنج دیا تھا۔ جب نہ لا سکے تو اس میں آسانی کی گئی اور سورہ یونس میں ایک ہی سورت بنالانے کو فرمایا اور وہی سورۂ بقرہ میں برقرار رکھا کہ وہ نزول میں سب سے آخری ہے۔ [سراج وغیرہ] اور ﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ﴾ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ یہ خطاب صحابۂ کرام سے ہے کیونکہ تحدی میں وہ بھی شریک تھے، دوسرے یہ کہ خطاب کفار سے ہے، پہلے احتمال کے موافق مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترجمہ کیا ہے اس معنی کر ﴿فھل انتم مسلمون﴾ کے معنی مداومت علی الاسلام کے لیے جائیں گے اور دوسرے احتمال کے موافق معنی ہم نے لکھ دیے ہیں، اور "کم" تعظیماً لایا گیا ہے۔

(۵۔آیت: ۱۵، ۱۶) شان نزول: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ آیت یہود ونصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی ہے اور مجاہد کے نزدیک عام ریاکاروں کے حق میں ہے اور بعض کے نزدیک منافقوں کے حق میں ہے، کہ وہ غزوات میں مال غنیمت ملنے کی غرض سے شریک ہوتے تھے آخرت اور اس کے ثواب پر ایمان نہ رکھتے تھے، لیکن اکثر علما کے نزدیک اس سے عام کفار مراد ہیں کہ مومن دنیا وآخرت دونوں چاہتا ہے مگر غالب ارادہ اس کا آخرت ہوتا ہے، لہٰذا اس کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کا ثواب دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ اللہ مومن کی نیکی پر ظلم نہیں کرتا ہے، دنیا میں اس کے بدلے رزق دیتا ہے اور آخرت میں اس کی جزا دے گا۔ اور کافر کی نیکی کے بدلہ دنیا میں اسے کھلاتا ہے اور جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کی نیکی ہی نہ ہوگی جس کی جزا دی جائے۔ [سراج] بہرحال آیت کو عموم پر محمول کرنا اولیٰ وانسب ہے یہی آیت کے سیاق سے مفہوم ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو اپنے عمل کے بدلے دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتا ہے اسے ہم دنیا ہی میں اس کے اعمال کا پھل دے دیتے ہیں، اس میں کمی نہیں ہوتی ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں سوائے آگ کے کچھ نہیں ہے ان کا کیا کرایا سب اکارت گیا اور ان کے عمل نابود ہوئے کہ ان کا انہیں کچھ ثواب نہ ملا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں جس نے دنیا کے لیے کوئی نیک کام کیا نماز وروزہ وغیرہ تو اسے دنیا ہی میں اس کا ثواب مل جاتا ہے اور آخرت میں وہ عمل مٹ جاتا ہے اور وہ ٹوٹے میں رہتا ہے، ایسا ہی دوسری آیات وحدیث میں آیا ہے منجملہ ان کے یہ ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾ [الشوریٰ: ۲۰] ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا﴾ الخ۔ ترمذی کی حدیث میں ہے جس نے غیر اللہ کے لیے علم سیکھا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنادے۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ فرماتا ہے جس نے جس کام میں میرے ساتھ غیر کو شریک کیا یعنی غیر کے لیے کیا تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑتا ہوں۔ ابوداؤد کی حدیث میں

www.waseemziyai.com

رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ

تیرے رب کی طرف سے لیکن بہت آدمی ایمان نہیں رکھتے۔ ف۶ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون

افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ

جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟ وہ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے اور

الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى

گواہ کہیں گے یہ ہیں جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا۔ ارے! ظالموں پر خدا

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ

کی لعنت جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں اور

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى

وہی آخرت کے منکر ہیں۔ وہ تھکانے والے نہیں

الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ

زمین میں اور نہ اللہ سے جدا ان کے کوئی حمایتی انھیں عذاب پر

وقف لازم

ہے جس نے کس غرض دنیوی کے لیے علم دین پڑھا وہ قیامت کے دن جنت کی بو نہ سونگھے گا۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن غیر کے واسطے کام کرنے والے سے کہا جائے گا کہ تو اپنے عمل کا ثواب اس سے جا کر لے جس کے لیے کیا تھا۔ اسی لیے احادیث میں ریا کو شرک اصغر فرمایا گیا ہے (بغوی) تو غیر کے واسطے کام کرنے میں بجائے ثواب کے عذاب ہوتا ہے، العیاذ باللہ تعالیٰ لہذا مسلمانوں کو ہر نیک کام اللہ ہی کے لیے کرنا اور اسی کے خوف سے بد کام ترک کرنا چاہیے تا کہ اس کا ثواب پائیں اور عذاب سے بچیں، ریا و نمود کے لیے یا اپنی شہرت و نیک نامی کے لیے کوئی کام نہ کرنا چاہیے کہ وہ اکارت ہوتا ہے، اس پر کچھ ثواب نہیں ملتا ہے۔

(۶۔ آیت: ۱۷) اس آیت کے مصداق بعض کے نزدیک صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور بعض کے نزدیک مومنین و اہل کتاب ہیں، لیکن اکثر کے نزدیک حکم عام ہے اس میں "بینہ" سے مراد قرآن عظیم ہے اور "شاہد" سے مراد حضرت ابن عباس و مجاہد و عکرمہ و ضحاک وغیرہ اکثر مفسرین کے نزدیک جبرئیل ہیں۔ اور حسن و قتادہ کے نزدیک ذات گرامی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہے۔ یہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، جب کہ محمد ابن حنفیہ نے ان سے اس کی بابت پوچھا تو فرمایا کہ وہ حضور کی زبان ہے معنی دونوں قولوں کے قریب قریب ہیں کہ دونوں نے فرض رسالت ادا کیا اور شہادت دی اور اولئک تعظیما لایا گیا ہے یا بشمول صحابہ بولا گیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے کہ قرآن عظیم کا کوئی نہ کوئی حصہ ضرور قریش کے حق میں نازل ہوا ہے۔ پوچھا گیا آپ کے حق میں کیا نازل ہوا؟ فرمایا کیا تو نے سورہ ہود میں ﴿افمن کان علی بینۃ﴾ نہیں پڑھا ہے پس حضور بینہ ہیں اور میں شاہد ہوں۔ [رواہ ابونعیم وابن ابی حاتم] ابن عساکر کی روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا شاہد ہونا مرفوع بھی آیا ہے۔ (لکنہ ضعیف وفیہ اقوال اُخر) اور کتاب موسیٰ سے توراۃ مقدس مراد ہے کہ اس سے قرآن کی تصدیق ہوتی ہے اور اس میں حضور کا حلیہ و شمائل مذکور تھے اور حضور کی رسالت و ختم نبوت کی شہادت موجود تھی۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اس پر اللہ کی طرف سے جبرائیل گواہ ہو اور

www.waseemziyai.com

الْعَذَابُ ۘ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾

عذاب ہوگا وہ نہ سن سکتے تھے اور نہ دیکھتے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾

وہی ہیں جنھوں نے اپنی جان گھاٹے میں ڈالی اور ان سے کھوئی گئیں جو باتیں جوڑتے تھے۔

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

خواہ مخواہ وہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان میں ہیں ۞ بے شک جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ

اور اچھے کام کیے اور اپنے رب کی طرف رجوع لائے ۔ وہ جنت والے ہیں وہ

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ

اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ دونوں فریق کا حال ایسا ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا اور دوسرا دیکھتا اور سنتا

اس سے پہلے توراۃ اس پر شاہد ہو کیا وہ اس کی طرح ہوگا جو ایسا نہ ہو (ہرگز نہیں) اور یہ مومنین قرآن پر ایمان لاتے ہیں ان کے لیے جنت ہے اور جو ان گروہ کفار میں قرآن کا منکر ہو وہ آگ میں جائے گا، پس اے سننے والے تو اس میں شک نہ کرنا وہ حق ہے اللہ کی طرف سے ہے، لیکن بہت سے اہل مکہ اس پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ (فلا تکن) کا خطاب حضور سے ہے مگر مراد اس سے غیر ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ دو فریق ہیں ایک کے پاس اپنے عقیدہ و عمل کی حقانیت پر دلائل ہیں، دوسرے کے پاس اس کے قول و فعل پر کوئی دلیل نہیں ہے، پہلا گروہ اہل ایمان کا ہے اور دوسرا گروہ کفار کا ہے، تو بے دلیل والے دلیل والوں کی طرح نہیں ہو سکتے کہ وہ قرآن و رسول کو سچا جانتے ہیں اور کفار اسے جھوٹا و افترا سمجھتے ہیں اور جو قرآن کی تصدیق نہ کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مرفوعاً روایت ہے کہ اس امت کے جس شخص کو خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی ہو میری رسالت کی اطلاع ملی اور وہ ایمان نہ لایا تو وہ دوزخی ہے۔ [رواہ مسلم ونحوہ بغوی بسندہ] حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں کوئی حدیث سنتا تو اس کا مصداق قرآن پاک میں دیکھتا اور پاتا، جب میں نے یہ حدیث سنی تو اس کا مصداق قرآن عظیم میں تلاش کیا تو مجھے اس آیت سے اس حدیث کی تصدیق ہوئی۔ [خازن]

(۷۔ آیت: ۱۸ تا ۲۲) ان آیات میں کفار کی مذمت فرمائی گئی ہے اور ان کا حال جو قیامت میں ہوگا بیان کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے غیر کو اللہ کا شریک ٹھہرائے اس کے اولاد بتائے، وہ اللہ کے حضور قیامت کے دن پیش کیے جائیں گے اور تمام خلق کے سامنے گواہ کہیں گے کہ یہ ہیں وہ جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا اور وہ گواہ ملائکہ یا رسول یا اعضائے جوارح ہوں گے، ارے ظالموں پر خدا کی لعنت ہے، جو اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے اور اس میں کجی چاہتے ہیں ٹیڑھا راستہ ٹٹولتے ہیں اور آخرت کے منکر یہی ہیں، یہی مضمون ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے منادی ندا کرے گا اور کہے گا یہ ہیں اللہ پر جھوٹ باندھنے والے ارے ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ [خازن] پھر فرماتا ہے یہ لوگ اللہ کو زمین میں عذاب دینے سے تھکانے والے نہیں ہیں اور نہ اللہ کے علاوہ کوئی ان کا حمایتی ہے کہ انہیں عذاب الٰہی سے بچائے، انہیں دو چند عذاب ہوگا ایک تو خود گمراہ ہونے کا، دوسرے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کا کہ وہ کراہت کی وجہ سے حق کو سنتے اور دیکھتے نہ تھے۔ باقی ترجمہ پڑھیے

حدیث میں آیا ہے: کہ دین میں برا طریقہ نکالنے والے پر برا طریقہ نکالنے کا اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ ہوگا۔

www.waseemziyai.com

www.waseemziyai.com

هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۲۴ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ

کیا ان دونوں کا حال ایک سا ہے تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔ ف۵ اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا

اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲۵ۙ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ

کہ میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔ کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو بے شک میں

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ۝۲۶ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ

تم پر ایک مصیبت والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں تو اس کی قوم کے سردار جو کافر ہوئے تھے بولے

مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ

ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری پیروی کسی نے کی ہو مگر

اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ

ہمارے کمینوں نے سرسری نظر سے اور ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے بلکہ

نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ

ہم تمھیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ ف۹ بولا: اے میری قوم! بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر

رَّبِّيْ وَاٰتٰنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ

ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی تو تم اس سے اندھے رہے کیا ہم اسے تمہارے گلے چپیٹ دیں اور تم

لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى

بیزار ہو اور اے قوم! میں تم سے کچھ اس پر مال نہیں مانگتا میرا اجر تو اللہ ہی پر

اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ

ہے اور میں مسلمانوں کو دور کرنے والا نہیں بے شک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں تم کو

قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ

نرے جاہل لوگ پاتا ہوں اور اے قوم! مجھے اللہ سے کون بچا لے گا اگر میں انھیں دور کروں گا،

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ

تو کیا تمھیں دھیان نہیں؟ اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں

الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْۤ

غیب جان لیتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور میں انھیں نہیں کہتا جن کو

دوسری حدیث میں ہے: کہ جو کسی کو گمراہی کی طرف بلائے گا اس پر گناہ ہوگا اس کی پیروی کرنے والوں کے گناہ کی مثل۔[رواہ مسلم]

(۸۔آیت:۲۳،۲۴) کفار کا قبیح حال بیان کرنے کے بعد ان آیات میں اہل ایمان کا مدحیہ حال اور کافر و مومن کا فرق مثال دے کر بیان فرمایا گیا ہے۔ارشاد ہوتا ہے: جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اللہ کی طرف دل سے رجوع کیا وہی اہل جنت ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔مثال ان دونوں فریق کی اندھے بہرے اور دیکھنے سننے والے جیسی ہے، تو کیا اندھے بہرے یعنی کافر اور دیکھنے، سننے والے یعنی مومن برابر ہوں گے (نہیں) تو کیا تم اس پر غور نہیں کرتے ہو کہ ان میں فرق کرو، آیت میں "وعملوا الصلحت" سے اعمال جوارح کی طرف اشارہ ہے، "واخبتوا" سے اعمال قلب کی طرف اشارہ ہے اور وہ خشوع و خضوع ہیں، تو یہ مطلب ہوا کہ اعمال صالحہ خلوص سے خشوع و خضوع کے ساتھ کرتے ہیں۔

(۹۔آیت:۲۵ تا ۲۷) گزشتہ آیات میں مومنین و کافرین کو ترغیب و ترہیب کرنے کے بعد نافرمانوں سرکشوں کے برے افعال کا نتیجہ ذکر فرمایا جاتا ہے کہ سننے والوں کو عبرت ہو اسی لیے قرآن عظیم میں گزشتہ انبیا اور ان کی امتوں کے قصے مختلف پیرایہ میں بار بار بیان کیے گئے ہیں اور ہر جگہ بقدر مناسب قصہ بیان کیا گیا ہے کہیں کم کہیں زیادہ، یہاں بھی چند انبیا کے قصے بیان کیے گئے ہیں۔ان میں سب سے پہلے نوح علیہ السلام کا قصہ اور ان کا قوم سے مکالمہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ آدم ثانی تھے ان سے دوبارہ نسل انسانی پھیلی۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح بعد چالیس سال کے نبی ہوئے اور ساڑے نو سو برس قوم میں تبلیغ کی اور بعد طوفان ساٹھ برس زندہ رہے تو آپ کی عمر ایک ہزار پچاس سال کی ہوئی وفیہ اقوال اخر۔[خازن و سراج] اور قوم کا خطاب نوح علیہ السلام سے بشمول متبعین ہے۔

www.waseemziyai.com

اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ ۖۚ

تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں کہ ہرگز انہیں اللہ کوئی بھلائی نہ دے گا، اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے

اِنِّيْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ

ایسا کروں تو ضرور میں ظالم ہوں ف۱ بولے اے نوح! تم ہم سے جھگڑے اور بہت ہی

جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ

جھگڑے تو لے آؤ جس کا ہمیں وعدہ دے رہے ہو اگر سچے ہو۔ بولا

اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا

وہ تو اللہ تم پر لائے گا اگر چاہے اور تم تھکا نہ سکو گے اور

يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْۤ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ

تمہیں میری نصیحت نفع نہ دے گی اگر میں تمہارا بھلا چاہوں جب کہ اللہ

اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ

تمہاری گمراہی چاہے، وہ تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف پھروگے کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے اپنے جی سے بنالیا

قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾

تم فرماؤ اگر میں نے بنا لیا ہوگا تو میرا گناہ مجھ پر ہے اور میں تمہارے گناہ سے الگ ہوں۔ ف۱۱

(۱۰۔آیت:۲۸ تا ۳۱) یہاں سے اپنی قوم کو حضرت نوح کا جواب دینا ذکر فرمایا جاتا ہے پڑھئے ترجمہ۔ حضرت نوح نے اپنی قوم کو جواب دیا کہ اے میری قوم الخ ظالمین تک۔ اور ماانا بطارد الخ کفار کے قول کا جواب ہے کہ انہوں نے حضرت نوح سے کہا تھا کہ آپ اپنی مجلس سے غریبوں کو جدا کریں تو ہم آپ کے پاس بیٹھیں ایسا ہی کفار مکہ نے حضور سے غربائے مسلمین کے ہٹا دینے کو کہا تھا اس پر آیت: ﴿ ولا تطرد الذین ﴾ نازل ہوئی تھی کما مر اور ﴿ولا اقول لکم عندی خزآئن اللہ﴾ کفار کے اس خیال کا جواب ہے کہ اگر وہ رسول ہوتے تو ان کے پاس خزانہ ہوتا ایسا ہی کفار قریش کہتے تھے اور ﴿ولا اقول لکم انی ملک﴾ ان کے قول ﴿وما نرٰک الا بشرا مثلنا﴾ کا جواب ہے ایسا ہی کفار مکہ حضور سے کہا کرتے تھے کہ تم تو ہماری طرح آدمی ہو۔ اور ﴿ولا اقول للذین﴾ کفار کے اس قول کے جواب میں ہے کہ تمہارا اتباع تو رذیلوں نے کیا ہے اگر تم سچے ہوتے تو اکابر قوم اتباع کرتے یعنی میں ان غریبوں کے حق میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ انہیں بھلائی نہ دے گا کہ بھلائی کا مدار ایمان پر ہے اور وہ تصدیق قلبی ہے اسے اللہ ہی جانتا ہے ہاں جو بندے امر حق اور احکام الٰہی کی پیروی کرتے ہیں وہی شریف ہیں، اگرچہ غریب ہوں اور دنیا کی نظر میں رذیل ہوں ﴿ان اکرمکم عنداللہ اتقکم﴾ اور غریب ہی سب سے پہلے انبیا کی پیروی کرتے ہیں اور دین غریبوں ہی سے شروع ہوتا ہے اور غریبوں ہی پر ختم ہوگا۔ صحیح حدیث میں ہے: (بدء الاسلام غریبا وسیعود کما بدأ فطوبیٰ للغرباء) اسلام غریبوں ہی سے شروع ہوا ہے اور غریبوں ہی میں عود کرے گا، رہ جائے گا پس غریبوں کو خوشخبری ہو۔ [رواہ مسلم]

(۱۱۔آیت:۳۲ تا ۳۵) یہاں سے قوم نوح کا لوٹ کر انہیں جواب دینا پھر نوح کا انہیں جواب دینا ذکر فرمایا جاتا ہے

www.waseemziyai.com

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ

اور نوح کو وحی ہوئی کہ تمہاری قوم سے مسلمان نہ ہوں گے مگر جتنے ایمان لا چکے

فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۚ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا

تو غم نہ کھا اس پر جو وہ کرتے ہیں اور کشتی بنا ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے

وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَیَصْنَعُ الْفُلْكَ ۫

اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا وہ ضرور ڈبائے جائیں گے اور نوح کشتی بناتا ہے

وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا

اور جب اس کی قوم کے سردار اس پر گزرتے اس پر ہنستے بولا اگر تم ہم پر ہنستے ہو

فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ

تو ایک وقت ہم تم پر ہنسیں گے جیسا تم ہنستے ہو تو اب جان جاؤ گے کس پر آتا ہے وہ عذاب کہ

یُّخْزِیْهِ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۳۹﴾ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ

اسے رسوا کرے اور کس پر اُترتا ہے وہ عذاب جو ہمیشہ رہے ف۱۲ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور تنور

التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا

ابلا ہم نے فرمایا کشتی میں سوار کرلے ہر جنس میں سے ایک جوڑا، نر و مادہ اور جن پر بات پڑچکی ہے

مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ ﴿۴۰﴾

ان کے سوا اپنے گھر والوں اور باقی مسلمانوں کو، اور اس کے ساتھ مسلمان نہ تھے مگر تھوڑے

﴿مماتجرمون﴾ تک۔اور﴿ولاینفعکم نصحی﴾ الخ کا یہ مطلب ہے کہ اگر اللہ تمہاری گمراہی چاہے گا تو میری نصیحت تمہیں کوئی نفع نہ دے گی اگر میں نصیحت کرنا چاہوں گا۔اور﴿ام یقولون﴾ سے﴿مماتجرمون﴾ تک جملہ معترضہ ہے، مابین قصہ کے کہ نزول اس کا کفار مکہ کے حق میں ہے کہ وہ قرآن عظیم کو حضور کا بنایا ہوا بتاتے تھے۔انھیں جواب دیا گیا ہے کہ اگر وہ میرا بنایا ہوا ہے تو اس کا جرم مجھ پر ہے نہ تم پر اور میں تمہارے جرموں سے بری الذمہ ہوں ایسا ہی قول مقاتل کا ہے اس کو ابن کثیر نے پسند کیا ہے مگر امام رازی وغیرہ اکثر مفسرین کے نزدیک وہ حضرت نوح کے قصہ کا تکملہ ہے کہ درمیان قصہ کے کفار مکہ کا حال ذکر کرنا اصول بیان کے خلاف ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر تم میرے اقوال دین کو افترا کہتے ہو اور مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو اس کا جرم مجھ پر ہے اور جو تم جرم کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔

(۱۲۔آیت:۳۶ تا ۳۹) یہ کلام سابق کا تکملہ ہے مطلب یہ ہے کہ جب نوح علیہ السلام نے ہر طرح انہیں نصیحت کی اور انہیں سمجھایا مگر وہ نہ مانے اور انہیں سخت سخت ایذائیں دینے لگے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ ان کی قوم کے لوگ انہیں اتنا مارتے کہ وہ بے ہوش ہو جاتے تو انہیں کپڑے میں لپیٹ کر گھر میں ڈال آتے، دوسرے روز وہ پھر نکل کر دعوت دیتے۔[خازن وسراج] تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے ذریعہ وحی فرمایا کہ تمہاری قوم میں جتنے ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا کوئی ایمان نہ لائے گا تم

www.waseemziyai.com

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ

اور بولا اس میں سوار ہو اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا بے شک میرا رب

لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَنَادٰى نُوْحُ ِۨابْنَهٗ

ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ اور وہ انھیں لیے جارہی ہے ایسی موجوں میں جیسے پہاڑ اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا

وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾

اور وہ اس سے کنارے تھا اے میرے بچے! ہمارے ساتھ سوار ہوجا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو

قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ

بولا اب میں کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا کہا آج

مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ

اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے اور ان کے بیچ میں موج آڑے آئی تو وہ ڈوبتوں

الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ

میں رہ گیا اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک

الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ

کردیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہِ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں

ان کے افعال کا غم نہ کرو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے لیے دعا کی کہ اے رب تو زمین میں کافروں کا بیج نہ چھوڑ پس اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حکم ہوا کہ تم ہمارے سامنے ہمارے حکم سے کشتی بناؤ اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا یعنی ان کے بچنے کی سفارش نہ کرنا وہ ضرور ڈوبائے جائیں گے۔ پس حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنانا شروع کی، جب نوح کی قوم کے لوگ اس پر گزرتے تو ان پر ہنستے اور ازراہ تمسخر کہتے کہ تم تو نبی تھے اب بڑھئی ہوگئے اور کشتی خشکی میں بغیر پانی کے چلاؤ گے پانی یہاں کہاں ہے، تو حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے فرمایا اگر تم آج ہم پر ہنستے ہو تو ایسا ہی کل ہم تم پر ہنسیں گے۔ جب کہ تم غرق ہوگے اور ہم سلامت رہیں گے۔ تو اس وقت تم جان لوگے کہ رسوا کرنے والا عذاب دنیا میں کس پر آتا ہے اور ہمیشہ رہنے والا عذاب آخرت میں کس پر ہوتا ہے۔

تنبیہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے دو سال میں کشتی بنائی لمبائی، اس کی تین سو گز تھی اور چوڑائی پچاس گز تھی اور اونچائی تیئس گز تھی اور اس کے تین درجہ تھے نیچے کے درجہ میں وحشی جانور درندے گز ندے رکھے اور درمیانی درجہ میں دواب و چوپائے رکھے اور اوپر کے درجہ میں خود مع اپنے ساتھیوں کے رہے اور سامان رکھا۔ [سراج و خازن] اور اس میں کھڑکیاں روشندان اور دروازے اور کوٹھریاں تھیں اس کے اندر باہر لال پالش کی تھی۔ [حقانی]

www.waseemziyai.com

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ

بے انصاف لوگ۔ ف۱۳ اور نوح نے اپنے رب کو پکارا عرض کی اے میرے رب! میرا بیٹا بھی تو میرا گھر والا ہے

وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ

اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑھ کر حکم والا فرمایا اے نوح!

لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۫ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ

وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ

لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ

جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن۔ عرض کی

رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ

اے رب میرے! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو مجھے نہ بخشے

(۱۳۔آیت:۴۰تا۴۴) یہ بھی کلام سابق کا تکملہ ہے مطلب یہ ہے کہ جب حکم الٰہی ان کی ہلاکت کا آیا اور تنور سے پانی ابلا یہ تنور پتھر کا تھا، حضرت حوا اس پر روٹی پکایا کرتی تھیں وہ نسلا بعد نسل حضرت نوح کو پہنچا تھا، اس میں سے پانی ابلنا علامت عذاب آنے کی مقرر کی گئی تھی جو نوح علیہ السلام کو معلوم تھی۔ یہی قول حسن بصری ومجاہد وغیرہ کا ہے، اسی کو اکثر مفسرین نے اختیار کیا ہے اور یہی حقیقی معنی تنور کے ہیں اور وہ کوفہ میں تھا۔ وفیہ اقوال اخر پھر خدا نے نوح علیہ السلام سے فرمایا کہ کشتی میں ہر قسم کے جانور کا ایک ایک جوڑا نر و مادہ سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو سوار کر لو سوا ان کے جن کی ہلاکت کا حکم ہو چکا ہے اور جو ایمان لائے ہیں انہیں سوار کر لو۔ پس نوح علیہ السلام جانوروں پر جو ان کے لیے جمع کر دیے گئے تھے اپنے دونوں ہاتھ مارنے لگے تو ان کے سیدھے ہاتھ میں نر اور الٹے ہاتھ میں مادہ آتی انہیں پکڑ کر وہ کشتی میں ڈال دیتے۔ کہا گیا ہے کہ آپ نے سانپ اور بچھو کو کشتی میں سوار کرنے سے انکار کیا تو انہوں نے عہد کیا کہ جو تمہارا ذکر کرتے ہیں انہیں ہم ایذا نہ دیں گے تو جسے ان کی مضرت کا خوف ہو وہ ﴿سَلَامٌ علٰی نوحٍ فی العالمین﴾ پڑھے ان کے ضرر سے محفوظ رہے گا۔ [سراج] حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ کشتی میں صرف انڈے بچے دینے والے جانور سوار کیے تھے اور اپنے گھر والوں میں سے اپنی بی بی مسلمہ اور تین لڑکوں سام وحام ویافث اور ان کی بی بیوں کو سوار کیا اور اپنی بی بی واعلہ کافرہ اور چھوٹے بیٹے کنعان کو سوار نہ کیا کہ وہ کافر تھے، ﴿اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ﴾ میں داخل تھے اور جو ایمان لائے انہیں سوار کیا۔ کہا گیا ہے کہ وہ چھ آدمی اور ان کی عورتیں تھیں اور کہا گیا ہے کہ کشتی میں سب اسی مرد وعورتیں تھیں۔ [رواہ ابن جریر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، جلال] اور ان سے نوح نے کہا کہ کشتی میں اللہ کا نام لے کر سوار ہو اسی کے اختیار میں کشتی کا چلنا اور مڑنا ہے بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ اور کشتی انہیں پانی کی موجوں میں لے کر چلی جو پہاڑوں کی مانند تھیں۔ یہ موجوں کی اونچائی کو پہاڑوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور ان کی ہولناکی کا بیان ہے کہ وہ پہاڑوں کی طرح اونچی اٹھتی تھیں اور بے انتہا ہولناک تھیں اور کشتی ان میں رواں تھی اور طوفان بعض کے نزدیک صرف کردستان وآرمینیا میں آیا جہاں وہ لوگ آباد تھے اور بعض کے نزدیک تمام زمین میں طوفان آیا تھا ابتدا اس کی تنور سے ہوئی تھی پھر تمام زمین اور چشموں سے پانی ابل پڑا اور آسمان سے بھی لگاتار زور سے پانی برستا رہا یہاں تک کہ پہاڑ ڈوب گئے ان پر بھی پندرہ ہاتھ پانی ہو گیا چالیس روز طوفان رہا، پھر بحکم الٰہی بارش بند ہوئی، زمین نے پانی جذب کیا کشتی موصل کے قریب جودی پہاڑ پر ٹھہری لوگ اتر کر ملک آرمینیا میں آباد ہوئے،

www.waseemziyai.com

وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾ قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا

اور رحم نہ کرے تو میں زیاں کار ہوجاؤں۔ ف۱۴ فرمایا گیا اے نوح! کشتی سے اتر ہماری طرف سے سلام

وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۭ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ

اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں، اور تیرے ساتھ کے کچھ گروہوں پر اور کچھ گروہ وہ ہیں جنھیں ہم دنیا برتنے دیں گے پھر انھیں

مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا

ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا یہ غیب کی خبریں ہیں، کہ ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں

كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۭ اِنَّ الْعَاقِبَةَ

انھیں نہ تم جانتے تھے نہ تمہاری قوم اس سے پہلے، تو صبر کرو بے شک بھلا انجام

لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾ ع وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

پرہیزگاروں کا ف۱۵ اور عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو کہا اے میری قوم !اللہ کو پوجو

پھر کشتی والوں میں سوا اولاد نوح کے کوئی زندہ نہ رہا ان سے نسل نوح پھیلی۔ [ابن خلدون] اور حضرت نوح کا اپنے بیٹے کنعان کو کشتی میں بیٹھنے کے لیے پکارنا اس لیے تھا کہ وہ آپ پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا تھا اگرچہ باطن میں کافروں کے ساتھ متفق تھا۔

تنبیہ: حضرت نوح علیہ السلام دسویں رجب کو کشتی میں سوار ہوئے اور دسویں محرم جودی پہاڑ پر ٹھہرے اور شکریہ کا روزہ رکھا۔ حدیث میں آیا ہے: کہ میری امت کو کشتی میں بیٹھتے وقت ﴿بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا﴾ پڑھنا غرق سے امان ہے۔ [رواہ ابویعلی وطبرانی]

(۱۴۔آیت: ۴۵ تا ۴۷) چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے ان کی اہل کو غرق سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا تھا: لہذا وہ اپنے بیٹے کو ڈوبتا ہوا دیکھ کر بے قرار ہوگئے اور اللہ سے عرض کی اے میرے رب میرا بیٹا بھی میرے اہل سے ہے اور تیرا وعدہ میری اہل کو نجات دینے کا سچا ہے اور تو سب سے بڑھ کر حکم والا ہے۔ تو اللہ نے فرمایا: اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں ہے جن کی نجات کا ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اس کے کام اچھے نہ تھے یعنی وہ کفر کرتا ہے اور کافروں کے لیے نجات نہیں ہے تو مجھ سے وہ نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں ہے میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو نادان نہ بن تو حضرت نوح نے عرض کی اے میرے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس چیز کے مانگنے سے جس کا مجھے علم نہیں ہے اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور رحم نہ کرے گا تو میں ٹوٹا پانے والوں میں ہوں گا۔

تنبیہ: ﴿انه عمل غير صالح﴾ میں ضمیر یا تو نوح علیہ السلام کے بیٹے کی طرف ہے یا سوال کی طرف ہے یعنی تیرا یہ سوال غیر صالح ہے پسندیدہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یونہی اس کی تفسیر مروی ہے بعض کا ﴿انه ليس من اهلك﴾ سے یہ گمان کرنا کہ وہ حضرت نوح کا بیٹا ان کے نطفہ سے نہ تھا غلط ہے کہ حقیقت میں وہ حضرت نوح کا اصلی بیٹا تھا اور یہاں اہل سے مراد ان کے پیرو ہیں اور وہ ان کا پیرو نہ تھا کافر تھا، اس پر ﴿انه عمل غير صالح﴾ اور ﴿وَنَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ﴾ [ھود: ۴۲] اور ﴿يٰبُنَيَّ﴾ صراحۃ دلیل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نبی کی بی بی نے زنا نہیں کیا۔ اور حضرت عکرمہ و ضحاک و سعید ابن جبیر و اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ وہ حضرت نوح ہی کا بیٹا ان کے نطفہ سے تھا یہی صحیح ہے۔

(۱۵۔آیت: ۴۸ تا ۴۹) جب طوفان نوح فرو ہوا، زمین خشک ہوئی کشتی ٹھہری اور اترنے کا حکم ہوا تو حضرت نوح کو فکر ہوئی کہ یہاں ٹھہرا جائے گا، کہاں سے کھانا آئے گا، ساری زمین متعفن و خراب ہوگئی ہے، تو ان سے فرمایا گیا کہ اے نوح تم ہماری طرف سے

www.waseemziyai.com

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ

اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم تو نرے مفتری ہو اے قوم! میں اس پر تم سے

عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾

کچھ اجرت نہیں مانگتا میری مزدوری تو اسی کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا تو کیا تمہیں عقل نہیں

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا

اور اے میری قوم! اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ وہ تم پر زور کا پانی بھیجے گا

وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا

اور تم میں جتنی قوت ہے اس سے اور زیادہ دے گا اور جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو بولے اے ہود!

جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ

تم کوئی دلیل لے کر ہمارے پاس نہ آئے اور ہم خالی تمہارے کہنے سے اپنے خداؤں کو چھوڑنے کے نہیں نہ تمہاری بات پر

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْۤ

یقین لائیں۔ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی خدا کی تمہیں بری جھپیٹ پہنچی کہا میں

اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْۤا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ

اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم سب گواہ ہوجاؤ کہ میں بیزار ہوں ان سب سے جنہیں تم اللہ کے سوا اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔

فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ

تم سب مل کر میرا برا چاہو پھر مجھے مہلت نہ دو میں نے اللہ پر بھروسا کیا جو میرا رب ہے اور تمہارا رب،

مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ

کوئی چلنے والا نہیں جس کی چوٹی اس کے قبضۂ قدرت میں نہ ہو بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ملتا ہے۔ پھر اگر

سلامتی اور برکتوں کے ساتھ کشتی سے اترو جو تم پر اور تمہاری ساتھ والی جماعتوں پر ہیں اور کسی بات کی فکر نہ کرو اور کچھ گروہ وہ ہیں جنہیں ہم دنیا برتنے دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب ہوگا۔

تنبیہ: ﴿اُمَمٌ مِّمَّنْ مَّعَكَ﴾ سے ذریت نوح یا ان لوگوں کی اولاد مومن مراد ہے جو کشتی میں ان کے ساتھ تھے یعنی ان کی اولاد میں کچھ گروہ مومن ہوں گے جو ہماری برکات سے فائدہ اٹھائیں گے اور کچھ گروہ کافر ہوں گے جو محض دنیوی چیزوں سے تھوڑے دنوں نفع اٹھائیں گے پھر عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اس کے بعد حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تسلی دیتے ہوئے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی یہ آیات متضمن قصہ نوح غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں، اس سے پہلے نہ تم انہیں جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم جانتی تھی، تمہاری صداقت پر دلیل ہے پس تم اپنی قوم کی ایذا دہی پر صبر کرو آخر کو تم کامیاب ہوگے اور وہ غارت ہوں گے جیسا

www.waseemziyai.com

تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا

تم منہ پھیرو تو میں تمھیں پہنچا چکا جو تمہاری طرف لے کر بھیجا گیا اور میرا رب تمہاری جگہ

غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۵۷﴾ وَلَمَّا

اوروں کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے بے شک میرا رب ہر شے پر نگہبان ہے اور جب

جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ

ہمارا حکم آیا ہم نے ہود اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچالیا اور انھیں

مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ۖ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا

سخت عذاب سے نجات دی۔ اور یہ عاد ہیں کہ اپنے رب کی آیتوں سے منکر ہوئے اور

رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا

اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر بڑے سرکش ہٹ دھرم کے کہنے پر چلے۔ اور ان کے پیچھے لگی اس دنیا میں

لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ

لعنت اور قیامت کے دن، سن لو! بے شک عاد اپنے رب سے منکر ہوئے، ارے! دور ہوں عاد

قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ ع وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

ہود کی قوم۔ ف۱۶ اور ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو کہا: اے میری قوم! اللہ کو پوجو

مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا

اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اس نے تمھیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں تمھیں بسایا

فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾ قَالُوْا يٰصٰلِحُ

تو اس سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ بے شک میرا رب قریب ہے دعا سننے والا۔ بولے اے صالح!

کہ نوح نے صبر کیا اور وہ کامیاب ہوئے اور قوم غارت ہوئی کہ بھلا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

(۱۶۔ آیت: ۵۰ تا ۶۰) ان آیات میں قوم عاد کا واقعہ بیان کیا گیا ہے عاد کی دو قومیں ہوئی ہیں ایک کو عاد اولیٰ کہا جاتا تھا اور اس کی ہدایت کے لیے حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے، ان میں اور نوح علیہ السلام میں آٹھ سو برس کا فاصلہ تھا اور ۴۶۴ برس زندہ رہے صرف چار ہزار آدمی ان پر ایمان لائے اور دوسری کو عاد ثانی کہا جاتا تھا جس کا تذکرہ اس کے بعد ہوگا پڑھیے ترجمہ۔

تنبیہ: کثرت سے پانی برسانے اور ان کی مالی وجسمی قوت بڑھانے کو اس لیے کہا گیا کہ وہ توبہ واستغفار کی طرف مائل وراغب ہوں کہ ان پر تین سال سے بارش نہیں ہوئی تھی مالی قوت گھٹ گئی تھی۔ [ضحاک] اولاد میں کمی ہوگئی تھی کہ تیس سال سے ان کی عورتیں بانجھ ہوگئی تھیں۔ [عکرمہ] اور ﴿لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا﴾ سے مراد عذاب آنا ہے اور وہ بہت تیز ہوا تھی جو انہیں اٹھا اٹھا کر زمین پر مارتی تھی اور وہ مثل

www.waseemziyai.com

قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا

اس سے پہلے تو تم ہم میں ہونہار معلوم ہوتے تھے کیا تم ہمیں اس سے منع کرتے ہو کہ اپنے باپ دادا کے معبودوں کو پوجیں

وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ

اور بے شک جس بات کی طرف ہمیں بلاتے ہو ہم اس سے ایک بڑے دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں۔ بولا اے میری قوم! بھلا بتاؤ تو

اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ

اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی تو مجھے

مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۫ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾ وَيٰقَوْمِ

اس سے کون بچائے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو تم مجھے سوا نقصان کے کچھ نہ بڑھاؤ گے اور اے میری قوم!

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ

یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لیے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے

وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ

اور اسے بری طرح ہاتھ نہ لگانا کہ تم کو نزدیک عذاب پہنچے گا تو انھوں نے اس کی کونچیں کاٹیں

تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾

تو صالح نے کہا اپنے گھروں میں تین دن اور برت لو یہ وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہوگا

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا

پھر جب ہمارا حکم آیا ہم نے صالح اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچالیا

وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ

اور اس دن کی رسوائی سے، بے شک تمہارا رب قوی عزت والا ہے۔ اور ظالموں کو

ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا

چنگھاڑ نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔ گویا کبھی یہاں

کٹے ہوئے درختوں کے زمین پر پڑے تھے۔ اور وہ چار ہزار تھے آٹھ رات دن ان پر یہ عذاب رہا اور حضرت ہود اور ان پر ایمان لانے والے اس عذاب سے محفوظ رہے اور "تلك عاد" اشارہ ہے قوم عاد کے آثار و قبور کی طرف۔ [سراج] یمن میں قوم ثمود کا ایک مکان حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک باقی تھا جس کا نام عمران تھا وہ سات منزلہ تھا ہر منزل اس کی چالیس گز بلند تھی۔ [حقانی]

www.waseemziyai.com

فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ وَلَقَدْ جَآءَتْ

بسے ہی نہ تھے، سن لو! بے شک ثمود اپنے رب سے منکر ہوئے ارے! لعنت ہو ثمود پر۔ ف۱۷ اور بے شک

رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ

ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر آئے بولے سلام، کہا سلام پھر کچھ دیر نہ کی کہ

جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ

ایک بچھڑا بھنا لے آئے پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں پہنچتے ان کو اوپری سمجھا

وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ

اور جی ہی جی میں ان سے ڈرنے لگا، بولے ڈریے نہیں ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے

لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ

ہیں۔ اور اس کی بی بی کھڑی تھی وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی اور

اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ

اسحاق کے پیچھے یعقوب کی بولی ہائے خرابی کیا میرے بچہ ہوگا اور میں بوڑھی ہوں اور یہ ہیں میرے شوہر

شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ

بوڑھے بے شک یہ تو اچنبے کی بات ہے۔ فرشتے بولے کیا اللہ کے کام کا اچنبا کرتی ہو

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾

اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اے اس گھر والو! بے شک وہی ہے سب خوبیوں والا عزت والا۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ

پھر جب ابراہیم کا خوف زائل ہوا اور اسے خوشخبری ملی ہم سے قوم لوط کے بارے میں

قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ

جھگڑنے لگا بے شک ابراہیم تحمل والا بہت آہیں کرنے والا رجوع لانے والا ہے اے ابراہیم! اس خیال میں

(۱۷۔ آیت: ۶۱ تا ۶۸) ان آیات میں قوم ثمود کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو عاد ثانی کے نام سے مشہور تھی، شداد ان کا بادشاہ تھا لقمان بھی انہیں میں تھے، حضرت صالح ان کی ہدایت کے لیے مقرر ہوئے تھے، حضرت صالح اور حضرت ہود میں دو سو سال کا فرق تھا: حضرت صالح کی عمر دو سو اسی (۲۸۰) سال کی ہوئی قوم ثمود مقام حجر میں بستی تھی جو شام اور مدینہ کے درمیان ہے مفصل قصہ اس کا سورہ اعراف میں گزر چکا ہے۔ پڑھیے ترجمہ اور ﴿وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا﴾ کے یا تو یہ معنی ہیں کہ تمہیں زمین میں آباد کیا۔ یا تمہاری عمریں دراز

www.waseemziyai.com

عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ

نہ پڑ بے شک تیرے رب کا حکم آچکا اور بے شک ان پر عذاب آنے والا ہے کہ

مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ

پھیرا نہ جائے گا۔ اور جب لوط کے پاس ہمارے فرشتے آئے اسے ان کا غم ہوا اور ان کے سبب دل

ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ

تنگ ہوا اور بولا یہ بڑے سختی کا دن ہے اور اس کے پاس اس کی قوم دوڑتی آئی

وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ

اور انہیں آگے ہی سے برے کاموں کی عادت پڑی تھی کہا اے قوم! یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ

اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ

تمہارے لیے ستھری ہیں تو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو کیا تم میں

رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ

ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں؟ بولے تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں اور تم

لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ

ضرور جانتے ہو جو ہماری خواہش ہے۔ بولا اے کاش مجھے تمہارے مقابل زور ہوتا یا کسی مضبوط پائے کی

شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ

پناہ لیتا فرشتے بولے اے لوط! ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں وہ تم تک نہیں پہنچ سکتے تو

بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ

اپنے گھر والوں کو راتوں رات لے جاؤ اور تم میں کوئی پیٹھ پھیر کر نہ دیکھے سوا تمہاری عورت کے،

اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ

اسے بھی وہی پہنچتا ہے جو انہیں پہنچے گا بے شک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے کیا صبح

بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا

قریب نہیں؟ پھر جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس بستی کے اوپر کو اس کا نیچا کردیا اور اس پر

کیں کہ تین سو برس سے ہزار برس تک جیتے تھے۔ [ضحاک] کچھ آثار ان کے حضور کے زمانہ تک باقی تھے۔

www.waseemziyai.com

حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۭ وَمَا هِيَ

کنکر کے پتھر لگاتار برسائے۔ جو نشان کیے ہوئے تیرے رب کے پاس ہیں اور وہ پتھر

مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ ع ۱۵ ۷ النصف

کچھ ظالموں سے دور نہیں ف۱۸ اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو کہا

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ

اے میری قوم! اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ماپ

وَالْمِيْزَانَ اِنِّىْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ

اور تول میں کمی نہ کرو بے شک میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب کا

مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا

ڈر ہے اور اے میری قوم! ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری کرو اور

النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ

لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔ اللہ کا دیا جو بچ رہے

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا

وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو اور میں کچھ تم پر نگہبان نہیں بولے

يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَآ اَوْ اَنْ

اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے خداؤں کو چھوڑ دیں یا

(۱۸۔آیت:۶۹ تا ۸۳) ان آیات میں قوم لوط کا واقعہ ذکر کرنا مقصود ہے، مگر شروع میں تمہیداً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کچھ حال بیان کیا گیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور انہیں کے ساتھ بابل سے آئے تھے اور نبوت میں ان کے تابع تھے، انہیں پانچ قریوں کی طرف بھیجا گیا تھا، ان میں سب سے بڑا قریہ سدوم تھا، اس میں چار لاکھ چار ہزار کی آبادی تھی۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس حضرت اسحاق و یعقوب کے پیدا ہونے کا مژدہ لے کر آئے تو انھیں سلام کیا تو ابراہیم نے جواب سلام دیا، پھر فوراً بھنا ہوا بچھڑا ان کے سامنے مہمان سمجھ کر لائے کہ مہمان نوازی ان کی عادت تھی۔ مگر انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو وہ اپنے جی میں ان سے ڈرے اور خیال کیا کہ یہ مہمان نہیں ہیں دشمن ہیں، تو فرشتے بولے ڈرو نہیں ہم فرشتے ہیں، قوم لوط کو غارت کرنے کے لیے آئے ہیں۔ اور ابراہیم کی بی بی سارہ کھڑی تھیں وہ قوم لوط کی ہلاکی کی خبر سن کر خوشی سے ہنسیں تو ہم نے انہیں اسحٰق کے پیدا ہونے اور ان کے بعد یعقوب کے پیدا ہونے کی خوش خبری دی، تو وہ بولیں ہائے خرابی میرے بچہ ہوگا اس حال میں کہ میں بوڑھی ہوں ننانوے برس کی، اور میرا یہ شوہر بوڑھا ہے ایک سو دس برس کا، یہ اچنبھے اور تعجب کی بات ہے کہ بڑھیا بڈھے کے لڑکا پیدا ہو تو فرشتے بولے؟ کیا اللہ کے کام کا اچنبھا کرتی ہو، پھر جب ابراہیم کا ڈر دور ہوا اور اسے خوش خبری ملی تو وہ ہم سے یعنی ہمارے فرشتوں

www.waseemziyai.com

نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ

اپنے مال میں جو چاہیں نہ کریں؟ ہاں جی تمھیں بڑے عقلمند نیک چلن ہو۔ کہا

يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا

اے میری قوم! بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے

حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰي مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ

اچھی روزی دی اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمھیں منع کرتا ہوں آپ اس کا خلاف کرنے لگوں میں تو

اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

جہاں تک بنے سنوارنا ہی چاہتا ہوں اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے میں نے اسی پر بھروسا کیا

وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ

اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔ اور اے میری قوم! تمھیں میری ضد یہ نہ کمواوے کہ تم پر پڑے جو

اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ

پڑی تھا نوح کی قوم یا ہود کی قوم یا صالح کی قوم پر اور لوط کی قوم تو کچھ تم سے

بَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾

دور نہیں۔ اور اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اسی کی طرف رجوع کرو بیشک میرا رب مہربان محبت والا ہے

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ

کہا اے شعیب ہم تیری بہت سی باتیں نہیں سمجھتے اور ہم تو تجھ کو اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں

سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے کہ کیا تم اس بستی کو ہلاک کرو گے جس میں سو یا دو سو یا چالیس پچاس یا دس پانچ مسلمان ہوں گے، فرشتے بولے نہیں، تو کیا مجھے بتاؤ کہ اگر ایک مسلمان ہوگا تو بھی تم اسے ہلاک کرو گے؟ فرشتے بولے نہیں، تو کہا کہ اس میں لوط ہے، فرشتے بولے ہم جانتے ہیں انہیں بچالیں گے، تم اس خیال میں نہ پڑو اس میں جھگڑا نہ کرو کہ خدا کا حکم ان کی ہلاکت کا آچکا ہے، بے شک ان پر عذاب آئے گا جو پھیرا نہ جائے گا۔

تنبیہ: فرشتوں کی تعداد آیت میں ذکر نہیں کی گئی ہے، صرف ﴿رسلنا﴾ فرمایا گیا ہے، جس کا اطلاق کم از کم تین پر ہوسکتا ہے، تو تین کا ہونا تو یقینی ہے زیادہ کا سماعی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعطا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ تین تھے، جبرئیل، میکائیل و اسرافیل اور ضحاک نے کہا کہ نو تھے۔ اور سدی گیارہ کے، مقاتل بارہ کے اور محمد ابن کعب آٹھ کے قائل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم [خازن] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر وہ فرشتے حضرت ابراہیم کے پاس سے حضرت لوط کے پاس چلے ان کی بستی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بستی سے چار فرسخ تھی۔ [سراج]

تنبیہ: آیت سے مستفاد ہوتا ہے کہ فرشتوں کو آدمی کی شکل بننے کی طاقت عطا فرمائی گئی ہے، جیسا کہ حضرت جبرئیل ایک بار بشکل دحیہ کلبی حضور کے پاس آئے تھے اور سلام کرنا فرشتوں کی بھی سنت ہے جیسے کہ سنت انبیا کرام علیہم السلام ہے اور آنے والے کو سلام کرنا چاہیے جیسا کہ فرشتوں نے آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا اور انہوں نے اس کا جواب دیا، جب فرشتے حضرت ابراہیم کے پاس سے جاکر حضرت لوط سے ملے اور ان سے مہمانی چاہی تو وہ انہیں چھپا کر گھر لائے مگر ان کے آنے سے غمگین، دل تنگ تھے کہ وہ بہت خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تھے اور ان کی قوم لڑکوں سے بدفعلی کرنے کی عادی تھی، انہیں خیال ہوا کہ جب قوم کو خبر ہوگی تو وہ ان کی خواہش کریں گے اور میرے پاس انہیں دفع کرنے کی قوت نہیں ہے مجھے ان کے سامنے رسوا ہونا پڑے گا۔ چنانچہ جب قوم کو ان کے آنے

www.waseemziyai.com

بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ
دور نہیں اور اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ بے شک میرا رب مہربان
وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ
محبت والا ہے۔ بولے اے شعیب! ہماری سمجھ میں نہیں آتیں تمہاری بہت سی باتیں اور بے شک ہم تمہیں
فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۖ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾
اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں اور اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم نے تمہیں پتھراؤ کر دیا ہوتا اور کچھ ہماری نگاہ میں تمہیں عزت نہیں۔
قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ
کہا اے میری قوم! کیا تم پر میرے کنبے کا دباؤ اللہ سے زیادہ ہے اور اسے تم نے اپنی پیٹھ کے
ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى
پیچھے ڈال رکھا بے شک جو کچھ تم کرتے ہو سب میرے رب کے بس میں ہے۔ اور اے قوم! تم
مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ
اپنی جگہ اپنا کام کیے جاؤ میں اپنا کام کرتا ہوں، اب جانا چاہتے ہو کس پر آتا ہے وہ عذاب کہ
يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ
اسے رسوا کرے گا اور کون جھوٹا ہے اور انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں۔ اور جب

کی خبر ان کی بی بی سے ملی تو وہ ان کے لیے دوڑے اور حضرت لوط کا گھر آ کر گھیر لیا تو انہوں نے دروازہ بند کر لیا اور بہت نرمی سے انہیں سمجھایا اور کہا کہ اگر تمہیں حاجت ہے تو تم میری بیٹیوں سے یعنی میری قوم کی بیٹیوں سے نکاح کر لو کہ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ [مجاہد و سعید بن جبیر] اور اس وقت مسلمہ کا نکاح کافر سے جائز تھا، جیسا کہ ابتدائے اسلام میں جائز تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دو لڑکیوں کا نکاح عتبہ ابن ابی لہب اور ابو العاص کے ساتھ کیا تھا اور وہ دونوں کافر تھے۔ ابو العاص بعد میں مشرف باسلام ہوئے [مدارک وغیرہ] مگر قوم نے نہ مانا اور بولے ہم تمہاری بیٹیاں نہیں چاہتے ہم جو چاہتے ہیں وہ تم جانتے ہو۔ جب فرشتوں نے یہ حال دیکھا تو حضرت لوط سے کہا کہ ہم خدا کے فرشتے ہیں تم غم نہ کرو یہ تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے ہیں، پس جبرئیل نے ان کے چہروں پر اپنے پر مارے کہ وہ اندھے ہو گئے اور یہ کہتے ہوئے بھاگے کہ لوط کے گھر میں جادوگر ہیں، تو فرشتوں نے حضرت لوط سے کہا کہ ہم صبح کو انہیں ہلاک کریں گے، تم گھر والوں کو لے کر رات کو نکل جاؤ کوئی پیچھے پھر کر قوم کا حال نہ دیکھے ورنہ وہ بھی ہلاک ہوگا۔ چنانچہ ان کی بی بی نے جو پیچھے رہ گئی تھی پیچھے پھر کر قوم کا حال دیکھا اور افسوس کیا تو اس کے ایک پتھر آ کر لگا اور وہ ہلاک ہوئی اور بستی کو حضرت جبرئیل نے اپنے پروں پر اٹھا کر الٹ دیا اوپر سے مٹی کے پکے ہوئے پتھر نشان لگے ہوئے مہر لگے ہوئے متواتر برسے۔ کہا گیا ہے کہ ان پر ہر ایک کا نام منقوش تھا، وہ آ کر اس کے لگتا تھا اور وہ اس سے ہلاک ہوتا تھا۔ [مدارک] ابو صالح کہتے ہیں کہ میں نے ام ہانی کے پاس ان میں کا ایک پتھر دیکھا جس پر سرخ خطوط تھے۔ [سراج] اور ظالموں پر پتھر برسانا اللہ کو کچھ دور نہیں ہے، یا یہ کہ قوم لوط کی بستیاں اور ان کے کھنڈر اہل مکہ سے دور نہیں کہ وہ شام کی طرف سفر کرتے ہوئے ان پر گزرتے اور انہیں دیکھتے ہیں انہیں دیکھ کر عبرت پکڑنا چاہیے۔

www.waseemziyai.com

اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ

ہمارا حکم آیا ہم نے شعیب اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچالیا اور

الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ

ظالموں کو چنگھاڑ نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے۔ گویا کبھی

يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا ع ۸ ۱۲ ۸

وہاں بسے ہی نہ تھے ارے! دور ہوں مدین، جیسے دور ہوئے ثمود ف۱۹ اور بے شک ہم نے

مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ

موسیٰ کو اپنی آیتوں اور صریح غلبے کے ساتھ۔ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو وہ

فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ

فرعون کے کہنے پر چلے اور فرعون کا کام راستی کا نہ تھا اپنی قوم کے آگے ہوگا قیامت کے دن تو انھیں دوزخ میں

النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ

لا اتارے گا اور وہ کیا ہی برا گھاٹ اترنے کا۔ اور ان کے پیچھے پڑی اس جہان میں لعنت اور

(۱۹۔آیت:۸۴تا۹۵) ان آیات میں قوم شعیب کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو مدین میں آباد تھے۔ مدین ایک بستی کا نام ہے وجہ تسمیہ اس کی پہلے لکھی جا چکی ہے۔ پڑھئے ترجمہ

تنبیہ: آیت میں رزق حسن سے حلال و پاک اور فراخ روزی مراد ہے کہ آپ کثیر المال تھے اور قوم نے انہیں نماز کا استہزاء طعنہ دیا ہے کہ وہ کثرت سے نماز پڑھا کرتے تھے۔ [ابن عباس] اور ضعیف و کمزور انہیں اس لیے کہا کہ وہ خدا کے خوف سے روتے روتے اندھے ہو گئے تھے۔ یا ان کے پاس لشکر و خدمت گار نہ تھے۔ اور ﴿اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ﴾ کے یہ معنی ہیں کہ اہل مدین کو ہلاکت ہو چیخ سے جیسا کہ قوم ثمود چیخ سے ہلاک ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ کبھی امتیں ایک عذاب سے ہلاک نہیں کی گئیں سوائے قوم شعیب اور قوم صالح کے فرق صرف یہ تھا کہ قوم شعیب اوپر کی چیخ سے ہلاک ہوئی تھی اور قوم صالح نیچے کی چیخ سے ہلاک ہوئی تھی۔ [خازن] اور چیخ و زلزلہ اور عذاب ظلہ تینوں اہل مدین پر واقع ہوئے تھے کہ قوم شعیب اور اصحاب ایکہ ایک تھے، کئی بستیوں میں بستے تھے تو شہر مدین کے بسنے والے زلزلے اور رجفہ سے ہلاک ہوئے جس میں چیخ بھی تھی اور اس کے آس پاس کی بستیوں میں بسنے والے اصحاب ایکہ کہلاتے تھے وہ عذاب ظلہ سے ہلاک ہوئے تھے وہ سب قوم شعیب سے تھے اور ﴿اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ﴾ میں خیر سے امیری مراد ہے۔ [ابن عباس] یعنی تمہیں میں امیر و مالدار دیکھتا ہوں پھر تمہیں کم تول ناپ کر دینے کی کیا حاجت ہے۔ آیت میں تکرار بے فائدہ نہیں ہے کہ اول میں باٹ ترازو پیمانہ کم رکھنے ترازو میں پاسنگ رکھنے کی ممانعت کی گئی اور دوسرے میں پورا تول ناپ کر دینے ڈنڈی نہ مارنے کا حکم کیا گیا ہے اور تیسرے میں تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی مقدار و غیر مقدار میں کمی نہ کرو، ہر شی پوری تول کر ناپ کر گن کر دو اور (بقیت اللہ خیر) کے یہ معنی ہیں کہ پورا تول کر ناپ کر دینے کے بعد جو بچ رہے وہ تمہارے لیے حلال ہے۔

[ابن عباس، سراج]

www.waseemziyai.com

الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ

قیامت کے دن کیا ہی برا انعام جو انھیں ملا۔ ف۲۰ یہ بستیوں کی خبریں ہیں کہ ہم تمھیں سناتے

عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

ہیں ان میں کوئی کھڑی ہے اور کوئی کٹ گئی ۔اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ خود انھوں نے اپنا برا کیا تو

فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

ان کے معبود جنھیں اللہ کے سوا پوجتے تھے، ان کے کچھ کام نہ آئے

شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَكَذٰلِكَ

جب تمہارے رب کا حکم آیا اور ان سے انھیں ہلاک کے سوا کچھ نہ بڑھا۔ اور ایسی ہی

اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾

پکڑ ہے تیرے رب کی جب بستیوں کو پکڑتا ہے ان کے ظلم پر، بے شک اس کی پکڑ دردناک کڑی ہے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ

بے شک اس میں نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، وہ دن ہے جس میں سب لوگ

لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ ؕ

اکٹھے ہوں گے اور وہ دن حاضری کا ہے ف۲۱ اور ہم اسے پیچھے نہیں ہٹاتے مگر ایک گنی ہوئی مدت کے لیے

(۲۰۔آیت:۹۶تا۹۹)ان آیات میں حضرت موسیٰ اور فرعون کے قصہ کی طرف اشارہ ہے جو مفصل گزر چکا ہے۔اور (ایاتنا) سے معجزات مراد ہیں اور (سلطان مبین) سے صریح غلبہ دینے والی چیزیں مراد ہیں یعنی دلائل واضحہ وبراہین قاطعہ یا آیات وسلطن سے مختلف قسم کے معجزات مراد ہیں، بعض مفسرین کا سلطان سے مراد توریت لینا غلط ہے کہ توریت اس وقت تک نازل ہی نہیں ہوئی تھی تو وہ کیسے مراد ہوسکتی ہے۔حاصل ارشاد یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو معجزات ودلائل واضحہ دے کر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھیجا، تو لوگ اس کے کہنے پر چلے حالانکہ فرعون کی بات درست نہ تھی وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے ہوگا، پس انہیں دوزخ میں اتارے گا جیسا کہ وہ دنیا میں اپنی قوم کا قائد تھا اور انہیں دریا میں لا کر غرق کیا اور وہ بہت برا گھاٹ ہے اترنے کا اور ان کے پیچھے پڑی اس دنیا میں اور قیامت میں لعنت کیا برا انعام ہے یہ جو انہیں ملا۔صحیح حدیث میں ہے جو شخص دنیا میں کسی گمراہی کا قائد وپیشوا تھا وہ قیامت کے دن تمام قوم کا پیشوا ہوگا رسوائی کا جھنڈا اس کے ہاتھ میں ہوگا اور اس کے تمام پیروی کرنے والے اس کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ شاعروں کا علم بردار امرء القیس ہوگا۔[رواہ احمد]

(۲۱۔آیت:۱۰۰تا۱۰۳)ان آیات میں گزرے ہوئے جملہ قصوں کا نچوڑ ذکر فرمایا گیا ہے۔مطلب یہ ہے کہ اے نبی یہ بستیوں کی خبریں ہیں جو ہم تمہیں سناتے ہیں، ان بستیوں میں سے بعض کھڑی ہیں یعنی ان کے نشان باقی ہیں اور ان کے رہنے والے ہلاک ہوئے جیسا کہ حضور نے تبوک جاتے وقت راہ میں صحابہ کو ثمود کا کنواں اور اونٹنی کی آمد ورفت کا راستہ وغیرہ آثار ثمود دکھائے تھے۔اور بعض ان میں سے مع اپنے رہنے والوں کے کٹ گئیں یعنی ایسی ہلاک ہوگئیں کہ ان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا، یہ ہلاکت ان کی ان کے ظلم

www.waseemziyai.com

يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾

جب وہ دن آئے گا کوئی بے حکمِ خدا بات نہ کرے گا تو ان میں کوئی بدبخت ہے اور کوئی خوش نصیب

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِى النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾

تو وہ جو بدبخت ہیں وہ تو دوزخ میں ہیں وہ اس میں گدھے کی طرح رینکیں گے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ

وہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان و زمین رہیں مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا بے شک

رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِى الْجَنَّةِ

تمہارا رب جب جو چاہے کرے۔ اور وہ جو خوش نصیب ہوئے وہ جنت میں ہیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ عَطَآءً

ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان و زمین رہیں مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا یہ بخشش ہے

غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾ فَلَا تَكُ فِىْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ۭ مَا يَعْبُدُوْنَ

کہ کبھی ختم نہ ہوگی۔ تو اے سننے والے! تو دھوکے میں نہ پڑ اس سے جسے یہ کافر پوجتے ہیں یہ ویسا ہی پوجتے ہیں

اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ

جیسا پہلے ان کے باپ دادا پوجتے تھے اور بے شک ہم ان کا حصہ انہیں پورا بھر دیں گے جس میں

مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا ع ۹ ۱۴ ۹

کمی نہ ہوگی۔ ف۲۲ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں پھوٹ پڑگئی اور اگر تمہارے

کے سبب ہوئی اس وقت ان کے معبود انہیں عذاب سے نہ بچا سکے بلکہ غیر اللہ کی عبادت ہی نے انہیں ٹوٹے میں رکھا، یونہی اللہ ظالم قوموں کی گرفت کرتا ہے اور اس کی گرفت نہایت سخت ہے ﴿ ان بطش ربك لشديد ﴾ حدیث میں ہے: کہ اللہ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ جب اسے پکڑتا ہے تو چھوڑتا ہی نہیں ہے پھر آیت ﴿ وكذلك اخذ ربك ﴾ تلاوت فرمائی۔ [بخاری و مسلم]

(۲۲۔ آیت: ۱۰۴ تا ۱۰۹) ان آیات میں قیامت کے دن کی کیفیت اور اس کے مؤخر کرنے کی وجہ اور اس دن تمام خلق کا جمع ہونا اور ان میں دو گروہ ہونا ایک کا شقی ہونا اور دوزخ میں رہنا اور دوسرے کا سعید ہونا اور جنت میں رہنا بیان فرمایا گیا ہے اور عام لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ کفار و مشرکین کو غیر اللہ کی عبادت کرتے دیکھ کر شک میں نہ پڑیں اور یہ خیال نہ کریں کہ ان کے معبودوں نے ان کی عالت سدھاری ہے، انہیں امیر و فارغ البال کیا ہے، وہ تو اپنے باپ داداؤں کی تقلید کرتے ہیں، ہم انہیں ان کا پورا حصہ یعنی ان کے فعل کی پوری جزا دیں گے پڑھئے ترجمہ۔

تنبیہ: آیت ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا ﴾ الخ میں الا بمعنی غیر ہے تو یہ معنی ہوں گے کہ شقی لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ آسمان و زمین ہیں یعنی وہ دوزخ میں بقدر مدت قیام آسمان و زمین رہیں گے علاوہ اس کے جتنی مدت اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ میں

www.waseemziyai.com

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ

رب کی ایک بات پہلے نہ ہوچکی ہوتی تو جبھی ان کا فیصلہ کردیا جاتا اور بے شک وہ اس کی طرف سے دھوکا ڈالنے والے

مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ

شک میں ہیں اور بے شک جتنے ہیں ایک ایک کو تمہارا رب اس کا عمل پورا بھر، دے گا اسے ان کے کاموں کی

خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ

خبر ہے تو قائم رہو جیسا تمہیں حکم ہے اور جو تمہارے ساتھ رجوع لایا ہے ، اور اے لوگو! سرکشی نہ کرو بے شک وہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ

تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی

زیادہ رکھنا چاہے گا رہیں گے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے، تو معنی یہ ہوئے وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کبھی اس سے نہ نکلیں گے یہی مطلب ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا﴾ کا ہے کہ سعید لوگ ہمیشہ جنت میں رہیں گے جب تک کہ آسمان وزمین ہیں یعنی بقدر مدت قیام آسمان وزمین علاوہ اس کے جس قدر زیادتی اللہ تعالیٰ اس پر کرنا چاہے گا کرے گا جو غیر محدود وغیر مقطوع ہے جس پر ﴿عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ﴾ دلالت کرتا ہے کہ جنت میں ان کا داخل ہونا ہمیشہ کے لیے ہوگا کبھی اس سے نکالے نہ جائیں گے۔ [جلال] اس سے یہ اعتراض بھی دفع ہوگیا کہ آسمان وزمین فانی ہیں، ان کے فنا ہونے کے بعد دخول نار ہوگا تو وہ کیسے منتہائے دخول نار ہوسکتے ہیں کہ اس سے مدت قیام آسمان وزمین مراد ہے نہ عین آسمان وزمین اور بعض نے یہ کہا ہے کہ آسمان وزمین سے دنیا کے آسمان وزمین مراد نہیں ہیں بلکہ آخرت کے آسمان وزمین مراد ہیں جو ہمیشہ رہیں گے، جس پر قول اللہ تعالیٰ کا ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ﴾ [ابراھیم:۴۸] دلالت کرتا ہے کہ آخرت میں دوسرے آسمان وزمین ہوں گے نہ یہ اور عقلاً بھی آخرت میں لوگوں کے لیے آسمان وزمین کا ہونا ضروری ہے جس پر وہ ٹھہریں گے اور جس کے سائے میں وہ رہیں گے کہ زمین اسے کہتے ہیں جس پر ٹھہرا جائے اور آسمان اسے کہتے ہیں جو سایہ کیے ہو۔ مفسرین نے اس آیت کی مختلف تاویلیں کی ہیں اور اسے متشابہات سے کہا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے کلام کے استثنا کو خوب جانتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ﴾ [النساء:۱۶۸] سے منسوخ بتایا ہے۔

تنبیہ: چونکہ بظاہر اس آیت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، جب اللہ چاہے گا انہیں اس سے نکال بھی لے گا، لہٰذا بعض علما اسی کے قائل ہوئے ہیں کہ آخر میں کفار بھی دوزخ سے رہا کیے جائیں گے اور اس کی تائید میں وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک زمانہ ایسا ہی آئے گا کہ دوزخ کے دروازے بند کردیے جائیں گے مگر یہ مدتوں دوزخ میں پڑے رہنے کے بعد ہوگا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو بھی آخر میں دوزخ سے رہائی ملے گی، مگر جمہور علما کا یہ مسلک ہے کہ کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کبھی اس سے نہ نکلیں گے اور مومن گنہ گار ہمیشہ دوزخ میں نہ رہیں گے، اپنے اعمال کی سزا پانے کے بعد دوزخ سے رہائی پائیں گے اور جنت میں داخل کیے جائیں گے، جو متعدد آیات اور احادیث سے ثابت ہے اور حدیث مذکور کا یہ مطلب ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ مومن گنہ گاروں کو دوزخ سے نکال کر اس کے دروازے کفار پر بند کردیے جائیں گے۔ حدیث کا آخری فقرہ یعنی مدتوں دوزخ میں پڑے رہنے کے بعد ایسا ہوگا خود اس مطلب پر دلالت کرتا ہے کہ ایک مدت کے بعد گنہ گاروں کو نکال کر کفار پر دوزخ کے دروازے بند کردیے جائیں گے، کفار کے نکلنے کا ذکر نہیں ہے، نیز یہ کہ جو قید

www.waseemziyai.com

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَاَقِمِ

اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں پھر مدد نہ پاؤ گے۔ ف۲۳ اور نماز

الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ

قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں بے شک نیکیاں برائیوں کو

السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ

مٹا دیتی ہیں یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو۔ اور صبر کرو کہ اللہ نیکوں کا نیگ

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ

ضائع نہیں کرتا۔ تو کیوں نہ ہوئے تم سے اگلی سنگتوں میں ایسے جن میں بھلائی کا کچھ حصہ لگا رہا ہوتا

يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِى الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ

کہ زمین میں فساد سے روکتے؟ ہاں ان میں تھوڑے تھے وہی جن کو ہم نے نجات دی

وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا

اور ظالم اسی عیش کے پیچھے پڑے رہے جو انہیں دیا گیا اور وہ گنہگار تھے۔ اور

كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَلَوْ

تمہارا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو بے وجہ ہلاک کردے اور ان کے لوگ اچھے ہوں۔ اور اگر

دوزخیوں میں لگائی گئی ہے وہی قید جنتیوں میں بھی لگائی گئی ہے، تو اگر دوزخیوں کا عذاب منقطع ہوگا تو جنتیوں کا ثواب بھی منقطع ہوگا حالانکہ جنتیوں کا ثواب منقطع نہ ہونا اجماعی ہے کوئی اس کے منقطع ہونے کا قائل نہیں ہے۔

(۲۳۔ آیت: ۱۱۰ تا ۱۱۳) چونکہ کفار عرب توحید کی طرح نبوت کا بھی انکار کرتے اور حضور کی تکذیب کرتے تھے، اس سے حضور کو رنج ہوتا تھا اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے حضور کو تسلی دی گئی ہے کہ اگلی امتیں بھی رسالت کا انکار کرتی آئیں، تم غم نہ کرو دیکھو ہم نے حضرت موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں لوگ مختلف ہوئے بعض اس پر ایمان لائے بعض نہ لائے جیسے قرآن عظیم میں مختلف ہیں پس جیسا تمہیں حکم ہوا ہے اس پر قائم رہو اور جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں وہ بھی قائم رہیں اور سرکشی نہ کرو اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی اور کوئی تمہارا حمایتی نہ ہوگا سوائے اللہ کے۔

تنبیہ: استقامت کے معنی کی توضیح مختلف طور سے کی گئی ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں استقامت یہ ہے کہ اللہ کے اوامر و نواہی پر پابندی کے ساتھ عمل کرو لومڑی کی طرح حیلہ بہانہ نہ ٹٹولو۔ یہ لفظ عقائد اور اعمال دونوں کو شامل ہے۔ [بیضاوی] حضرت سفیان ابن عبداللہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور سے عرض کیا مجھے اسلام کے متعلق ایسی بات بتا دیجیے کہ مجھے حضور کے بعد کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے، فرمایا: ﴿آمنت باللہ﴾ کہو پھر اس پر استقامت کرو۔ [مسلم] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے زیادہ سخت و شاق حضور پر کوئی آیت نہ اتری حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ وسلم فرماتے ہیں مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا یعنی سورہ ہود کی استقامت والی آیت نے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی

www.waseemziyai.com

شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت کردیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ

مگر جن پر تمہارے رب نے رحم کیا اور لوگ اسی لیے بنائے ہیں اور تمہارے رب

لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ

کی بات پوری ہوچکی کہ بے شک ضرور جہنم بھر دوں گا جنوں اور آدمیوں کو ملا کر اور سب کچھ ہم

عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ

تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھیرائیں اور اس سورت میں تمہارے پاس

هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا

حق آیا اور مسلمانوں کو پند و نصیحت اور کافروں سے

يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا

فرماؤ تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ ہم اپنا کام کرتے ہیں اور راہ دیکھو ہم بھی

ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضور نے فرمایا: "شمروا شمروا" یعنی دامن سمیٹ کر کمر باندھ کر تعمیل احکام کے لیے آمادہ ہوجاؤ اس کے بعد کسی نے آپ کو ہنستے نہ دیکھا۔ اور ﴿ولا ترکنوا﴾ الخ کے یہ معنی ہیں کہ کافروں فاسقوں گمراہوں کی طرف نہ جھکو ان سے میل محبت نہ رکھو ان کے افعال کو پسند نہ کرو مگر بمصلحت کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت میں رکون کے معنی مائل ہونے جھکنے کے آئے ہیں اور دوسری روایت میں مداہنت کرنے چکنی چپڑی باتیں بنانے کے آئے ہیں یعنی انہیں خوش کرنے راضی رکھنے کے لیے، خوشامدانہ باتیں نہ بناؤ اور ﴿ظالمون﴾ سے تمام کفار فساق بے دین و گمراہ لوگ مراد ہیں خواہ وہ کافر جابر ہوں یا مسلمان ظالم ہوں کہ انہوں نے اپنی جانوں پر خدا کی نافرمانی کر کے ظلم کیا اگرچہ مخلوق کے ساتھ عدل کرتے ہوں جیسا کہ آیت ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [الانعام: ۶۸] کے تحت ظالمین کی تفسیر میں گزرا۔

تنبیہ: ظالموں اور ان کی اعانت کرنے والوں کی مذمت اور عذاب میں بہت سی احادیث آئی ہیں، روایت کی گئی ہے کہ موفق نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام نے یہ آیت پڑھی تو وہ بے ہوش ہوگئے جب افاقہ ہوا تو ان سے بے ہوشی کا سبب پوچھا گیا بولے: جب یہ سزا ظالموں کی طرف جھکنے والوں کی ہے تو ظالم کی کیسی سخت سزا ہوگی۔ حضرت سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جہنم میں ایک وادی ہے اس میں ظالم بادشاہوں کے مصاحب ملاقاتی ڈالے جائیں گے۔ انہی سے پوچھا گیا کہ اگر جنگل میں ظالم پیاسا مر رہا ہو تو اسے پانی پلانا چاہیے یا نہیں فرمایا نہیں پلانا چاہیے اور اسے مرجانے دینا چاہیے۔ ایک حدیث میں ہے جس نے ظالم کی بقا چاہی اس نے زمین میں خدا کی نافرمانی کرنے کو پسند کیا۔ [سراج]

(۲۴۔ آیت: ۱۱۴ تا ۱۲۳) شان نزول: یہ آیت ابو الیسر انصاری کے حق میں نازل ہوئی کہ ان کے پاس کسی مجاہد کی بیوی کھجوریں خریدنے آئی وہ انہیں اچھی معلوم ہوئی پس انہوں نے اس کا بوسہ لیا بعد کو ان کے دل میں خوف خدا پیدا ہوا اور دربار رسالت میں حاضر ہو کر

www.waseemziyai.com

مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ

راہ دیکھتے ہیں اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے غیب اور اسی کی طرف سب کاموں کی

كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ ع ۱۰

رجوع ہے تو اس کی بندگی کرو اور اس پر بھروسا رکھو اور تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔ ف ۲۴

عرض حال کیا حضور سن کر کچھ دیر خاموش رہے کہ نماز کا وقت آ گیا تو انہوں نے جماعت سے نماز پڑھی نماز کے بعد حضور نے ان سے فرمایا کیا تو نے پورا وضو کر کے ہمارے ساتھ نماز پڑھی تھی عرض کی ہاں فرمایا کہ تو تو گناہ سے ایسا پاک ہو گیا جیسا پیدا ہونے کے بعد تھا مگر اب ایسا نہ کرنا عرض کی یہ میرے ہی لیے ہے فرمایا نہیں سب کے لیے ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اسے بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ نے مختلف صحابہ سے بزیادتی و کمی الفاظ روایت کیا ہے۔ مطلب آیت کا ترجمہ سے ظاہر ہے اور ﴿فلو كان من القرون﴾ سے ایک عام دستور بیان کیا گیا ہے۔

تنبیہ: آیت ﴿اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس﴾ سے پانچوں نمازوں کے اوقات ثابت ہوتے ہیں اس طرح کہ صلوۃ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک فرائض خمسہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نوافل بھی اس میں داخل مانے ہیں اور دن کی دونوں طرفوں سے مراد حضرت حسن و قتادہ و ضحاک وغیرہ کے نزدیک طرف اول فجر ہے اور طرف دوم ظہر و عصر ہے اور ﴿زلفا من اللیل﴾ سے مراد مغرب و عشا ہے اور ابن زید وغیرہ کے نزدیک طرف اول سے مراد فجر ہے اور طرف دوم سے مغرب ہے اور ﴿زلفا من اللیل﴾ سے مراد عشا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قول اول کو ترجیح دی ہے اور ابن جریر نے قول دوم کو پسند کیا ہے لیکن اس سے پانچوں وقت کی نماز ثابت نہ ہوگی صرف تین وقت کی نماز ثابت ہوگی حالانکہ جمہور مفسرین اس سے پانچوں وقت کی نماز ثابت کرتے ہیں۔ قرآن عظیم میں چار آیتوں سے پانچوں وقت کی نماز ثابت ہوتی ہے، ان میں سے یہ پہلی آیت ہے۔ آیت میں تین باتوں کی ہدایت کی گئی ہے، پنج وقتہ نماز ادا کرنے کی، نیکی کرنے کی، صبر کرنے کی، نماز سے عبادت الٰہی مقصود ہے اور وہ عام ہے، لیکن جو لوگ عمومی حکم بجا نہ لا سکیں ان کے لیے پانچ وقت عبادت کے مقرر کر دیئے ہیں کم از کم ان پانچ وقتوں میں خدا کو ضرور یاد کر لیا کریں۔ اور حسنات میں تمام طاعات اور نیک کام داخل ہیں مگر یہاں حسنات سے نماز مراد ہے اور سیئات سے گناہ صغیرہ مراد ہیں کہ نماز صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے جیسا کہ روایت شان نزول سے ظاہر ہے۔ اور مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ پانچوں نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک ان گناہوں کا کفارہ ہیں جو ان کے درمیان واقع ہوں، جب کہ آدمی کبیرہ گناہ سے بچے۔ اور صبر کے معنی نفس کو روکنے کے ہیں، اس میں تمام ممنوعات سے نفس کو روکنا اور نماز و روزہ وغیرہ طاعات کی مشقتوں کو برداشت کرنا داخل ہے۔ جو کام دنیا کو تکلیف میں ڈالے اس سے نفس کو روکے۔ ضرر رساں قول و فعل اور اشارہ کنایہ سے بچے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان کو ضرر نہ پہونچے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ تم میں کا بہتر آدمی وہ ہے جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے اور نیکیاں برائیوں کو اس طرح دور کرتی ہیں کہ برائی کے بعد نیکی کرے وہ برائی کو محو کر دے گی۔

امام احمد کی حدیث آیا ہے: کہ اگر کوئی خطا صادر ہو تو اس کے بعد نیکی کر جس سے وہ محو ہو جائے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کر گویا نیکی بدی کا بدلہ ہو جائے گی اور بدی کے اثر کو محو کر دے گی۔

تنبیہ: حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ توریت کا شروع وہ ہے جو سورہ انعام کا شروع ہے اور خاتمہ توریت سورہ ہود ہے یعنی ﴿ولله غيب السموات والارض﴾ الخ۔

www.waseemziyai.com

سُوْرَةُ یُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۱۱۱ رُكُوْعَاتُهَا ۱۲

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا۔

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۱ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ

یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں بے شک ہم نے اسے عربی قرآن اتارا کہ

تَعْقِلُوْنَ ۝۲ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ

تم سمجھو۔ ہم تمہیں سب سے اچھا بیان سناتے ہیں اس لیے کہ ہم نے

اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۚ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝۳

تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اگرچہ بے شک اس سے پہلے تمہیں خبر نہ تھی۔ ف۲۵

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا

یاد کرو جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ! میں نے گیارہ تارے

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝۴ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ

اور سورج اور چاند دیکھے انہیں اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا کہا اے میرے بچے

(۲۵۔آیت:۱تا۳) شان نزول: چونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل مکہ کو قرآن عظیم کی آیات سنایا کرتے تھے اور ان کے سامنے عبرت دلانے کے لیے عاد وثمود کے واقعات بیان فرمایا کرتے تھے، اس پر یہود نے اہل مکہ کو یہ سکھایا کہ تم حضور سے یہ کہو کہ عاد و ثمود کے واقعات بیان کرنا کوئی مشکل بات نہیں ہے کہ وہ عرب کے مشہور واقعات ہیں آپ حضرت یعقوب اور ان کی اولاد کا حال بیان کیجیے کہ وہ مصر میں کیوں گئے اور حضرت یوسف کے ساتھ ان کے بھائیوں نے کیا کیا اور وہ کیسے عزیز مصر ہوئے کہ ان حالات سے سوائے علمائے اہل کتاب کے کوئی واقف نہیں ہے، خصوصاً بے پڑھا لکھا مکہ کا رہنے والا شخص انہیں ہرگز نہ بتا سکے گا کہ اس کے کان ہی ان باتوں سے آشنا نہ ہوں گے، چنانچہ اہل مکہ نے حضور سے اس کا سوال کیا اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور یہود اسے سن کر الہام کے قائل ہوئے مگر ایمان نہ لائے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ صحابہ نے حضور سے گذشتہ لوگوں کے حالات اور آیات واحادیث بیان کرنے کی درخواست کی تھی اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور انہیں احسن الحدیث واحسن القصص کی راہ دکھائی۔ حافظ ابن عساکر نے بتائید روایات مختلفہ اس سورت کی فضیلت میں یہ فرمان نقل کیا ہے کہ اپنے باندی غلاموں کو یہ سورت سکھاؤ کہ جو مسلمان اس کو پڑھے گا یا سکھائے گا اس پر اللہ تعالیٰ جانکنی کی سختی آسان کرے گا اور اسے حسد نہ کرنے کی قوت عطا فرمائے گا۔ حضرت ابن عطا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں جو غمگین سورہ یوسف سنے گا راحت پائے گا حضرت خالد ابن معدان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ اہل جنت سورۃ یوسف اور سورہ مریم سے تفکہ حاصل کریں گے۔ [سراج] چونکہ اس سورت میں حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے، لہذا پہلے ان کا نسب نامہ جان لینا چاہیے یہ بات تو پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق و یعقوب کے پیدا ہونے کی خوشخبری فرشتوں نے آکر سنائی تھی، اس پر ان کی بی بی سارہ نے تعجب کیا تھا کہ ان کی عمر اولاد ہونے کے قابل نہ رہی تھی مگر خدا کو چونکہ مظاہرہ قدرت کرنا مقصود تھا لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسحاق کے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے، پھر حضرت اسحاق

www.waseemziyai.com

رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ

اپنی خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا کہ وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے بے شک شیطان آدمی کا

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۵ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ

کھلا دشمن ہے اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا

الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا

سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا اور یعقوب کے گھر والوں پر جس طرح

عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ

تیرے پہلے دونوں باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر پوری کی بے شک تیرا رب علم و

حَكِيْمٌ ۝۶ ع لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝۷ اِذْ ع ۱۱

حکمت والا ہے۔ بے شک یوسف اور اس کے بھائیوں میں پوچھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں ف۲۶ جب

حاران سے کنعان آئے اور یعقوب اپنے باپ کے کہنے کے بموجب اپنے ماموں نحور کے پاس چلے گئے، نحور نے اپنی بڑی لڑکی لیاہ کا نکاح ان سے کیا، پھر ایک ہفتہ بعد اپنی چھوٹی لڑکی راحیل کا بھی نکاح ان کے ساتھ کر دیا کہ اس وقت دو بہنوں سے ایک وقت میں نکاح کرنا جائز تھا، لیاہ سے حضرت یعقوب کے چھ لڑکے اور ان کی باندی الور سے دو لڑکے پیدا ہوئے اور راحیل سے دو لڑکے حضرت یوسف اور بنیامین ہوئے اور ان کی باندی جوید سے دو لڑکے ہوئے اس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہوئے ان سب میں حضرت یوسف علیہ السلام نہایت حسین وجمیل تھے اور باپ کو سب سے زیادہ محبوب تھے، بیس سال کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام مع اپنے اہل وعیال کے کنعان کے ایک گاؤں سیون میں آکر مقیم ہوئے اس گاؤں سے دو ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر وہ کنواں ہے جس میں حضرت یوسف ڈالے گئے اور اسی کے پاس ایک احاطہ میں حضرت یعقوب اور حضرت اسحاق علیہما السلام کی قبریں ہیں باقی حالات وواقعات ان کے ذیل آیات ذکر کیے جائیں گے، ناظرین سلسلہ وار انہیں مطالعہ فرمائیں۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: کہ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں، ہم نے اسے ''قرآن کو'' عربی زبان میں اتارا تاکہ اے اہل مکہ تم اس کو سمجھو کہ اگر کسی دوسری زبان میں ہوتا تو تم اس کے سمجھنے سے قاصر رہتے اور کہتے ﴿لولا فصلت اٰیاتہ﴾ ہم تمہیں سب سے اچھا قصہ یوسف سناتے ہیں، جس کو تم نے پوچھا تھا اس لیے ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی بے شک اس سے پہلے تمہیں خبر نہ تھی۔

تنبیہ: حضرت یوسف کے قصہ کو احسن القصص اس لیے فرمایا گیا ہے کہ اس میں عجیب حکمتیں اور فائدے کی باتیں ہیں جو اس کے غیر میں نہیں ہیں۔

(۲۶۔آیت:۴تا۷) یہاں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کا آغاز ہے ارشاد ہوتا ہے یاد کرو جب یوسف نے اپنے باپ یعقوب سے کہا کہ اے میرے باپ میں نے خواب میں گیارہ ستاروں اور چاند وسورج کو اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ خواب حضرت یوسف نے سات یا بارہ یا سترہ برس کی عمر میں جمعہ کو شب قدر میں دیکھا تھا۔ (ابن کثیر) سچی خواب کو اجزائے نبوت سے فرمایا گیا ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک واضح جس میں تعبیر کی ضرورت نہ ہو اصل واقعہ دکھایا جائے جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھایا گیا تھا کہ وہ حضرت اسماعیل کو ذبح کر رہے ہیں، دوسرے وہ جس میں تعبیر کی ضرورت ہو کسی دوسرے پیرایہ میں واقعہ ظاہر کیا گیا ہو صحیح دونوں ہوتے

www.waseemziyai.com

قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ

بولے کہ ضرور یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور ہم ایک جماعت ہیں

اِنَّ اَبَانَا لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۚ﴿۸﴾ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا

بے شک ہمارے باپ صراحۃً ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں یوسف کو مار ڈالو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ

يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾

کہ تمہارے باپ کا منہ صرف تمہاری ہی طرف رہے اور اس کے بعد پھر نیک ہو جانا

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِىْ غَيٰبَتِ

ان میں ایک کہنے والا بولا یوسف کو مارو نہیں اور اسے اندھے کنویں میں

ہیں مگر فرق صرف واضح اور غیر واضح ہونے کا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب ابن عساکر نے واضح قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت یوسف نے حقیقت میں گیارہ ستارے اور چاند و سورج نہیں دیکھے تھے بلکہ ماں باپ اور بھائیوں کو سجدہ کرتے دیکھا تھا جس کو چاند وسورج اور ستاروں سے تعبیر کیا اور ان کا ظہور چالیس سال بعد ہوا اور انہوں نے اس قول کو حضرت ابن عباس وقتادہ وضحاک کی طرف منسوب کیا ہے۔ باقی مفسرین کے نزدیک ان کا خواب قابل تاویل تھا واقعی انہوں نے گیارہ ستارے اور چاند وسورج کو سجدہ کرتے دیکھا تھا، جس کی تعبیر سے حضرت یعقوب بھی واقف تھے کہ گیارہ ستارے گیارہ بھائی ہیں اور چاند وسورج ماں باپ ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک یہودی نے حضور سے ان ستاروں کے نام پوچھے جو حضرت یوسف نے سجدہ کرتے دیکھے تھے، تو فرمایا وہ جریان۔ ذہال، طارق، قابس، عمودان، خلیق، مصبح، خروخ، فرع، وثاب، ذوالکتفین تھے۔ ابن کثیر وغیرہ نے اس روایت کو ضعیف اور ابن جوزی نے موضوع کہا ہے، بہر حال حضرت یعقوب نے خواب سن کر اور بنور فراست جان کر حضرت یوسف سے فرمایا کہ اے میرے بچے اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا کہ وہ اس کی تعبیر معلوم کر کے تیرے ساتھ حسد سے کوئی چال چلیں گے اور تجھے ہلاک کرنے کے لیے مکر وحیلہ کریں گے کہ شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے اور وہ انہیں ورغلا کر تیرے مارنے پر آمادہ کرے گا، اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تجھے عظیم الشان خواب دکھایا ہے اسی طرح تیرا رب تجھے نبوت و بادشاہت وغیرہ بڑے کاموں کے لیے چھانٹ لے گا اور تجھے انجام امور جاننے کا علم سکھائے گا یعنی علم تعبیر خواب عطا فرمائے گا۔ [مجاہد] اور تجھ پر اور یعقوب کے گھر والوں پر اپنی نعمت پوری کرے گا جیسا کہ اس سے پہلے تیرے باپ دادا ابراہیم واسحاق پر اپنی نعمت پوری کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نعمت سے مراد نبوت ہے کہ منصب نبوت تمام مناصب سے اعلیٰ ہے، پس وہ تمام نعمت ہے، بے شک تیرا رب علم وحکمت والا ہے بے شک یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں صدق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور نصیحت وعبرت ہے۔

تنبیہ: آل یعقوب سے نسل یعقوب مراد ہے، نہ موجودہ لڑکے کہ ان میں کوئی نبی نہیں ہوا اور نعمت سے مراد نبوت ہے اور بعض آیات پر قرآن کا اطلاق اس لیے کیا گیا ہے کہ قرآن اسم جنس ہے بعض وکل پر یکساں واقع ہوتا ہے، حدیثوں میں آیا ہے کہ اچھی خواب اللہ کی جانب سے ہوتی ہے۔ اور بری خواب شیطان کی طرف سے ہوتی ہے پس اچھی خواب دیکھ کر اللہ کا شکر کرے اور لوگوں سے بیان کرے، اور بری خواب دیکھ کر اعوذ پڑھے اور کسی سے ذکر نہ کرے وہ اسے ضرر نہ دے گی۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ اچھی خواب کسی عقل مند اور پسندیدہ آدمی کے سامنے بیان کرے اور بری خواب دیکھے تو بائیں جانب تین بار تھوک کر کروٹ بدل کر اعوذ پڑھ کر لیٹ رہے اور کسی سے اسے ذکر نہ کرے، حکما کہتے ہیں کہ بری خواب کی تعبیر جلد ملتی ہے اور اچھی خواب کی تعبیر دیر میں ظاہر ہوتی ہے، اس لیے حضرت یوسف کی

www.waseemziyai.com

الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا

ڈال دو کہ کوئی راہ چلتا اسے آکر لے جائے اگر تمہیں کرنا ہے ف۲۷ بولے

يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾

اے ہمارے باپ آپ کو کیا ہوا کہ یوسف کے معاملے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے اور ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾

کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ میوے کھائے اور کھیلے اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں

قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ

بولا بے شک مجھے رنج دے گا کہ تم اسے لے جاؤ اور ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا لے

وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ

اور تم اس سے بے خبر رہو بولے اگر اسے بھیڑیا کھا جائے اور

عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْۤا اَنْ

ہم ایک جماعت ہیں جب تو ہم کسی مصرف کے نہیں ف۲۸ پھر جب اسے لے گئے اور سب کی رائے یہی ٹھہری کہ

خواب کی تعبیر چالیس برس بعد ظاہر ہوئی، یہی اکثر مفسرین کا قول ہے۔[سراج]

(۲۷۔آیت:۸تا۱۰) لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کی ممانعت کے باوجود بمقتضائے کمسنی یوسف علیہ السلام نے اپنا خواب بھائیوں کے سامنے بیان کردیا چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان سے پہلے ہی سے جلتے تھے کہ باپ انہیں سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے، خواب سن کر اور زیادہ جلنے لگے اور ان کے مارنے کا منصوبہ کیا سوائے بنیامین کے کہ وہ ان کے مشورہ میں شامل نہ تھے، اس کا ان آیات میں تذکرہ فرمایا جاتا ہے کہ یاد کرو جب یوسف کے بھائیوں نے آپس میں کہا کہ یوسف اور اس کا حقیقی بھائی بنیامین ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارا ہے، حالانکہ ہم ایک جماعت قوی ہیں اور وہ صرف دو ہیں کمزور ہیں، کسی کام کے قابل نہیں، صراحۃ ہمارے باپ ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ ان کو ہم پر ترجیح دیتے ہیں، تو یوسف کو مار ڈالو یا کہیں دور زمین میں پھینک دو کہ تمہارے باپ تمہاری ہی طرف متوجہ ہوں اور تمہیں سے محبت کریں، اس کے بعد پھر توبہ کر کے نیک ہو جانا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ یوسف کو مارو نہیں اگر تم ایسا ہی کرنا چاہتے ہو تو اسے کسی اندھے کنوئیں میں ڈالدو کہ کوئی چلتا پھرتا مسافر اسے نکال کر لے جائے اور تمہارا مطلب آسانی سے حاصل ہو جائے، گویا ان میں ایک کی رائے حضرت یوسف کو ہلاک کرنے کی نہ ہوئی اور وہ یہودا تھا (سدی) اور وہ کنواں گھر سے تین فرسخ دو ڈیڑھ میل تھا۔

(۲۸۔آیت:۱۱تا۱۴) جب سب بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو دفع کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا اور یوسف علیہ السلام کو بھی ساتھ چلنے اور باپ سے سفارش کرنے پر راضی کرلیا تو باپ سے آکر کہا اے ہمارے باپ تمہیں کیا ہوا ہے کہ یوسف کے معاملہ میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے ہو، ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں کل اسے ہمارے ساتھ کھانے کھیلنے کے لیے بھیج دیجیے ہم اس کی حفاظت کریں گے، تو ان سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ مجھے اس کی جدائی کا رنج ہوگا اور ڈر ہے کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے غافل ہو کھیل کود

www.waseemziyai.com

يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ

اسے اندھے کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے اسے وحی بھیجی کہ ضرور تو انہیں ان کا یہ کام جتادے گا

هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾ قَالُوْا

ایسے وقت کہ وہ نہ جانتے ہوں گے اور رات ہوئے اپنے باپ کے پاس روتے آئے بولے

يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ

اے ہمارے باپ! ہم دوڑ کرتے نکل گئے اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑا تو اسے

الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَجَآءُوْ

بھیڑیا کھا گیا اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں اور

عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ

اس کے کُرتے پر ایک جھوٹا خون لگا لائے کہا بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے واسطے بنا لی ہے

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰي مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ

تو صبر اچھا اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو ف۲۹ اور ایک قافلہ آیا

میں مشغول ہو۔ اور کنعان کے جنگل میں بھیڑیے ہوتے ہیں۔ سراج میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت یوسف پر بھیڑیئے نے حملہ کیا ہے اس خیال سے انہوں نے ایسا کہا تو بیٹے بولے کہ ہم تو ایک جتھا ہیں اور ہم طاقتور ہیں باوجود اس کے اگر اسے بھیڑیا کھا جائے تو ہم کسی کام کے نہیں، پس حضرت یعقوب علیہ السلام نے بتقدیر الٰہی حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔

(۲۹۔آیت:۱۵تا۱۸) جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائی جنگل میں لے کر آئے تو سب کی یہی رائے ہوئی کہ اسے اندھے کوئیں میں ڈالدو، پس انہوں نے زبردستی ان کی قمیص اتار کر رسی میں باندھ کر ایک اندھے کوئیں میں لٹکایا اور ادھ بیچ سے چھوڑ دیا تاکہ مرجائے، پس حضرت یوسف پانی پر گرے کوئی چوٹ نہ آئی۔ اور کوئیں کا پانی کھاری تھا وہ ان کے گرنے سے میٹھا ہوگیا اور اس میں ایک بڑا پتھر پڑا تھا اس پر بیٹھ گئے اور کہا گیا ہے کہ گرتے وقت جبرئیل نے انھیں ہاتھوں پر لے کر اس پتھر پر بٹھادیا تھا اور وہ قمیص جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے وقت جنت سے لاکر پہنائی تھی اور وہ ان سے حضرت اسحاق کو ان سے حضرت یعقوب کو پہنچی تھی اور حضرت یعقوب علیہ السلام وہ اسے تبرکا تعویذ بنا کر حضرت یوسف کے گلے میں ڈالدی تھی نکال کر انہیں پہنائی۔ اور یہ وحی جو کوئیں میں ان پر نازل ہوئی تھی ان کی تسکین وتقویت قلب کے لیے تھی، نہ وحی نبوت اور کہا گیا ہے کہ وحی سے مراد الہام ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔ ﴿واوحینا إلی أمّ موسیٰ﴾ ﴿و اوحی ربك الی النّحل﴾ [سراج] کچھ دیر بعد دریافت حال کے لیے بھائیوں نے انہیں پکارا تو حضرت یوسف نے انہیں اس خیال سے کہ شاید مجھے نکالنے کے لیے پکارتے ہوں جواب دیا تو بھائیوں نے انھیں اوپر سے پتھر ڈال کر ہلاک کرنا چاہا، تو یہودا نے بھائیوں کو ایسا کرنے سے منع کیا۔ [جلال] اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دل جمعی کرنے کے لیے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تم کچھ دنوں بعد بھائیوں کا کام انھیں جتادو گے، اس حال میں کہ تم بڑے مرتبہ پر ہوگے اور وہ تمہیں جانتے پہچانتے نہ ہوں گے، پھر

www.waseemziyai.com

سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى

انھوں نے اپنا پانی لانے والا بھیجا تو اس نے اپنا ڈول ڈالا بولا آہا کیسی خوشی کی بات ہے

هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾

یہ تو ایک لڑکا ہے اور اسے ایک پونجی بنا کر چھپا لیا اور اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ

اور بھائیوں نے اسے کھوٹے داموں گنتی کے روپوں پر بیچ ڈالا اور انھیں اس میں

الزّٰهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالَ الَّذِى اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ ع ۲ ۱۴ ۱۲

کچھ رغبت نہ تھی ف۳۰ اور مصر کے جس شخص نے اسے خریدا وہ اپنی عورت سے بولا

اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا

انھیں عزت سے رکھ شاید ان سے ہمیں نفع پہنچے یا ان کو ہم بیٹا بنا لیں اور اسی طرح ہم نے

لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ۖ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ وَاللّٰهُ

یوسف کو اس زمین میں جماؤ دیا اور اس لیے کہ اسے باتوں کا انجام نکالنا سکھائیں اور اللہ

بھائی رات گئے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے اور کہا اے ہمارے باپ ہم دوڑ کرتے نکل گئے اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑا پس اسے بھیڑیا کھا گیا، آپ ہمارا کسی طرح یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں اور حضرت یوسف کی قمیص پر جھوٹا خون لگا لائے یعنی بکری کا بچہ ذبح کر کے اس کے خون میں قمیص کو سان کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے دکھانے کو لائے مگر قمیص پھاڑنا بھول گئے۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے قمیص کو ثابت دیکھا، تو ان سے کہا کہ یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ تمہارے دلوں نے یہ بات بنائی ہے۔ [رواہ حاکم] پس میرے لیے صبر اچھا ہے اور اللہ ہی ان باتوں میں جو تم بنا رہے ہو مددگار ہے، روایت ہے کہ حضرت یعقوب نے وہ قمیص ان سے لے کر اپنے چہرہ پر ڈالی اور اس قدر روئے کہ قمیص کے خون سے ان کا چہرہ رنگین ہو گیا اور کہا کہ میں نے ایسا بھیڑیا بردبار نہیں دیکھا کہ میرے بچہ کو کھا گیا اور اس کی قمیص کو نہ پھاڑا۔ [سراج]

تنبیہ: یہاں کھیل سے مراد دوڑنے اور تیراندازی میں مسابقت کرنا ہے نہ فضول کھیل کود۔ اور صبر جمیل اس صبر کو کہتے ہیں جس میں جزع وفزع اور شکوہ وشکایت نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر بھیڑیا کھاتا تو کرتا بھی پھاڑتا۔ ثعلبی وحسن وقتادہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

(۳۰۔ آیت: ۱۹، ۲۰) القصہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کوئیں میں ڈالنے کے تیسرے روز ایک قافلہ مدائن سے مصر کو جانے والا اس کوئیں کے پاس آ کر ٹھہرا اور اس نے اپنا آدمی پانی بھرنے کے لیے اس کوئیں پر بھیجا، اس نے آ کر کوئیں میں ڈول ڈالا تو حضرت یوسف ڈول سے لپٹ گئے، جب اس نے ڈول کھینچا تو اس میں حضرت یوسف کو پایا تو اس نے خوش ہو کر کہا: آہا یہ تو لڑکا ہے اور اسے مال تجارت سمجھ کر چھپا لیا۔ سدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ بشریٰ سردار قافلہ کا نام تھا، جب پانی بھرنے والے نے ڈول میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو اس نے پکار کر کہا یا بشریٰ ھذا غلام اے بشریٰ! یہ لڑکا ہے، یا یہ کہ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ننگے بدن خستہ

www.waseemziyai.com

غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا بَلَغَ

اپنے کام پر غالب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے۔ اور جب اپنی پوری

اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾

قوت کو پہنچا ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ ف۳۱

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ

اور وہ جس عورت کے گھر میں تھا اس نے اسے لبھایا کہ اپنا آپا نہ روکے اور دروازے سب بند کر دیے

وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ

اور بولی آؤ تمھیں سے کہتی ہوں کہا اللہ کی پناہ وہ عزیز تو میرا رب یعنی پرورش کرنے والا ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ

بے شک ظالموں کا بھلا نہیں ہوتا۔ اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر

اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ

اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا ہم نے یوں ہی کیا کہ اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں

حالت میں دیکھ کر گمان کیا کہ یہ کسی کا غلام ہے پانی بھرنے آیا تھا کوئیں میں گر گیا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے قافلہ والوں سے آکر کہا کہ یہ ہمارا بھاگا ہوا غلام ہے تمہیں اسے خرید لو، یوسف علیہ السلام بخوف قتل خاموش رہے، پس انہوں نے حضرت یوسف کو چند کھوٹے درہموں میں قافلہ والوں کے ہاتھ بیچ ڈالا کہ انھیں تو حضرت یوسف کو دفع کرنا مقصود تھا۔ کہا گیا ہے کہ حضرت یوسف کو بھائیوں نے بیس بائیس درہم کو قافلہ والوں کے ہاتھ بیچا اور وہ درہم آپس میں بانٹ لیے۔

(۳۱۔ آیت: ۲۱، ۲۲) پس قافلہ والے حضرت یوسف کو خرید کر مصر کے بازار میں بیچنے کے لیے لائے مختلف قیمتیں لگیں آخر کار انھیں بیس دینار اور ایک جوڑی جوتے اور کپڑوں کے بدلے وزیر اعظم مصر کے ہاتھ فروخت کیا جس کا نام قطفیر اور لقب عزیز مصر تھا۔ عزیز مصر حضرت یوسف کو لے کر گھر آیا اور اپنی بی بی زلیخا سے بولا انھیں اچھی طرح رکھو شاید ان سے ہمیں نفع پہونچے یا انھیں ہم اپنا بیٹا بنالیں کہ وہ نامرد تھا اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ پھر فرماتا ہے تبارک وتعالیٰ کہ جس طرح ہم نے یوسف کو قتل ہونے اور کوئیں میں ڈوبنے سے محفوظ رکھا اور عزیز مصر کو ان پر مہربان کیا، اسی طرح ہم نے ان کو زمین مصر میں جما دیا یعنی بادشاہ مصر کو ان پر مہربان کیا اور سلطنت مصر کا انہیں مالک و مختار بنایا اور اولاد یعقوب کو اس میں پھیلایا اور ہم نے انہیں ارض مصر میں اس لیے تمکن واقتدار دیا کہ انہیں خوابوں کی تعبیر دینا اور باتوں کا انجام نکالنا سکھائیں۔ پس جب وہ انتہائی شباب کو پہنچے یعنی تیس یا تینتیس سال کے ہوئے تو ہم نے انہیں علم وحکمت عطا کی یعنی نبوت عطا فرمائی۔

تنبیہ: عزیز مصر کا زلیخا سے یہ کہنا کہ انہیں اچھی طرح رکھو دلالت کرتا ہے کہ عزیز مصر کی نظر میں حضرت یوسف لائق تعظیم واجلال تھے اور اس کے دل میں ان کی وقعت وقدر تھی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تین آدمی فراست میں سب سے زیادہ ہیں، ایک تو وہ جس نے حضرت یوسف کو خریدا اور انہیں اچھی طرح رکھنے کی تاکید کی یعنی عزیز مصر، دوسرے وہ عورت جس نے حضرت موسیٰ کی نسبت اپنے باپ سے کہا کہ انہیں اجرت پر رکھ لو یہ سب اجیروں سے زیادہ امین ثابت ہوں گے یعنی حضرت شعیب علیہ

www.waseemziyai.com

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۲۴﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِیْصَهٗ

بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں ہے ف۳۲ اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور عورت نے اس کا کرتا

مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ

پیچھے سے چیر لیا اور دونوں کو عورت کا میاں دروازے کے پاس ملا بولی کیا سزا ہے اس کی جس نے

اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ یُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۵﴾

تیری گھر والی سے بدی چاہی مگر یہ کہ قید کیا جائے یا دکھ کی مار

قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ

کہا اس نے مجھ کو لبھایا کہ میں اپنی حفاظت نہ کروں اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی

اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ

اگر ان کا کرتا آگے سے چرا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں نے

الْكٰذِبِیْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ

غلط کہا اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے چاک ہوا تو عورت جھوٹی ہے اور

السلام کی لڑکی صفورا، تیسرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ انہوں نے اپنی فراست سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا۔

(۳۲۔آیت:۲۳،۲۴) جب عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو لا کر زلیخا کو دیا تو زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن وجمال دیکھ کر فریفتہ ہوگئی اور ان کی خاطر ومدارات کرنے لگی یہاں تک کہ ان سے طالب وصل ہوئی اسی کو اس آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ارشاد ہوتا ہے کہ اس عورت نے جس کے گھر میں یوسف تھے یعنی زلیخا نے انہیں بہت لبھایا اور اس خوف سے کہ کوئی آ نہ جائے اور یوسف بھاگ نہ سکیں، گھر کے دروازے بند کر کے وصل کے لیے بلایا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا معاذ اللہ میں تو اس بیجا حرکت سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور عزیز تو میرا پرورش کرنے والا ہے، اس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے میں اس کی اہل میں خیانت نہیں کر سکتا کہ ظالموں زانیوں کا بھلا نہیں ہوتا ہے، بے شک زلیخا نے اس کا قصد کیا تھا اور یوسف بھی اس کا قصد کرتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام بھی اس کی طرف مائل ہوتے اگر اللہ تعالیٰ انہیں باز نہ رکھتا کہ اسباب سب مہیا تھے۔اور کوئی مانع نہ تھا اور یوں ہی اللہ تعالیٰ نے کیا کہ ہر وقت انہیں برہان دکھا کر برے کام اور بے حیائی کی بات سے روکا کہ وہ اللہ کے مخلص چنے ہوئے بندوں سے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی شکل بنا کر ان کے سامنے کی گئی۔اس شکل نے یوسف کے سینے پر ہاتھ مارا پس ان کا میلان طبع ان سے جاتا رہا۔یہی وہ برہان ہے جس کا ذکر آیت میں فرمایا گیا ہے، یا برہان سے عقل کی روشنی اور نور نبوت مراد ہے۔

تنبیہ: بظاہر ﴿ولقد همّت به وهمّ بها﴾ الخ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ زلیخا اور حضرت یوسف دونوں نے برے کام کا قصد کیا تھا جیسا کہ حشویا کہتے ہیں مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے، حضرت یوسف علیہ السلام اس سے بری ہیں۔ کہ ھمّ کے معنی قصد کرنے کے ہیں، اور وہ دو قسم کا ہوتا ہے: ایک تو خود اختیاری بعزم وارادہ ہوتا ہے جیسا زلیخا نے حضرت یوسف کے ساتھ مواصلت کا قصد بعزم وارادہ کیا اور ا

www.waseemziyai.com

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ

یہ سچے پھر جب عزیز نے اس کا کرتا پیچھے سے چرا دیکھا بولا

اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ

بے شک یہ تم عورتوں کا چرتر ہے بے شک تمہارا چرتر بڑا ہے اے یوسف! تم اس کا

هٰذَا ۫ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۖ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ ع ۹ ۱۳

خیال نہ کرو اور اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ بے شک تو خطاواروں میں ہے ق ۳۳ اور

نِسْوَةٌ فِى الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ

شہر میں کچھ عورتیں بولیں کہ عزیز کی بی بی اپنے نوجوان کا دل لبھاتی ہے،

نَّفْسِهٖ ؕ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾

بے شک ان کی محبت اس کے دل میں پیر گئی ہے، ہم تو اسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں

س کے اسباب جمع کیے، دوسرے غیر اختیاری یعنی بغیر عزم وارادہ کے خود بخود دل میں اس کا خیال پیدا ہو جیسے حضرت یوسف کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا مگر اس پر عمل کرنے کا ارادہ نہ ہوا، عقل اور نبوت کی روشنی نے ہر وقت ان کی رہبری کی اور ان کو اس پر عمل کرنے سے باز رکھا، ایسے قصد کا جو دل میں پیدا ہو اور عمل میں نہ آئے شرعاً کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ برائی کا قصد کرے تو اسے نہ لکھو جب اسے کرے تو ایک گناہ لکھو اور جو نیکی کا قصد کرے اور نہ کرے تو ایک نیکی اس کی لکھ لو اور جو کرے تو دس نیکیاں لکھو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شفا شریف میں لکھتے ہیں کہ قصد نفس پر مواخذہ نہیں ہے اور نہ وہ گناہ ہے، پس ﴿هم یوسف﴾ گناہ نہیں تھا اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قصد کیا ہی نہ تھا کہ کلام میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی اگر یوسف علیہ السلام اپنے رب کی برہان نہ دیکھتے تو زلیخا کا قصد کرتے۔ [خازن] اور حضرت مترجم قدس سرہ نے اس کے مطابق ترجمہ فرمایا ہے کہ: اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔ یا یہ معنی ہیں کہ زلیخا نے حضرت یوسف کے ساتھ مواصلت کا قصد بعزم وارادہ کیا اور حضرت یوسف نے اسے دفع کرنے کا قصد کیا کہ اس سے کہا (معاذاللہ) (انه ربی) بہر حال زلیخا کا قصد اختیاری تھا اور حضرت یوسف کا قصد غیر اختیاری تھا جس کا شرعاً مواخذہ نہیں، جیسے روزہ دار کا سخت گرمی میں سرد پانی دیکھ کر دل پینے کو چاہے مگر بخوف شرع اس کے پینے سے باز رہے تو اس کا مواخذہ نہیں ہوتا ہے۔ امام رازی وغیرہ نے اس کا یہی مطلب لکھا ہے بعض مفسرین نے یہاں دھوکہ کھایا ہے اور اسرائیلی روایات کو بلا لحاظ اس کے کہ ان سے تنقیص شان نبوت ہوتی ہے نقل کیا ہے ایسی روایات کو نقل کرنے سے نقل نہ کرنا بہتر تھا اس لیے شیخ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں انہیں نقل نہیں کیا ہے اور خطیب نے ان کی طرف اشارہ کر کے لکھا ہے کہ ان روایات میں کوئی صحیح نہیں ہے بلکہ یہ اقوال خود آپس میں متناقض ہیں اور ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں۔ یونہی زمخشری نے ان کی تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ ایسے لوگوں کے اقوال ہیں جن کا دین اللہ اور اس کے نبیوں پر بہتان لگانا ہے اور آیت میں راودت اگرچہ باب مفاعلت سے ہے جو طرفین سے فعل کو چاہتا ہے مگر یہاں ایک طرف سے فعل کا واقع ہونا مراد ہے، یعنی زلیخا نے حضرت یوسف کو لبھایا جیسے عاقبت اللص بولا جاتا ہے۔

(۳۳۔ آیت: ۲۵ تا ۲۹) یعنی جب زلیخا دروازے بند کر کے حضرت یوسف سے طالب وصل ہوئی اور انہیں لپٹنا چپٹنا چاہا تو

www.waseemziyai.com

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً

تو جب زلیخا نے ان کا چکروا سنا ان عورتوں کو بلا بھیجا اور ان کے لیے مسندیں تیار کیں

وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ

اور ان میں ہر ایک کو ایک چھری دے دی اور یوسف سے کہا ان پر نکل آؤ

فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ

جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا اس کی بڑائی بولنے لگیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور بولیں اللہ کو پاکی ہے،

مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ

یہ تو جنس بشر سے نہیں یہ تو نہیں مگر کوئی معزز فرشتہ۔ زلیخا نے کہا تو یہ ہیں وہ

الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ

جن پر تم مجھے طعنہ دیتی تھیں اور بے شک میں نے ان کا جی لبھانا چاہا تو انھوں نے اپنے آپ کو بچایا

حضرت یوسف اس سے اپنا پیچھا چھڑانے کے لیے دروازہ کی طرف بھاگے، تو زلیخا بھی انہیں پکڑنے کے لیے دوڑی، جس دروازہ پر حضرت یوسف پہنچتے وہ بحکم الٰہی خود بخود کھل جاتا کہ اس مکان کے سات دروازے تھے یہاں تک کہ جب آخری دروازہ پر پہنچے تو زلیخا نے پیچھے سے ان کی قمیص کو پکڑ کر کھینچا قمیص کا ٹکڑا پھٹ کر اس کے ہاتھ میں آ گیا اور یوسف چھوٹ گئے۔ اتفاقاً اسی وقت عزیز مصر دروازہ کے پاس آتا ہوا ان دونوں کو ملا تو زلیخا نے اپنی رسوائی اور عزیز مصر کے بدظن ہونے کے خوف سے فوراً بات بنائی اور عزیز سے بولی کہ اس شخص کی کیا سزا ہے جس نے تیری گھر والی سے بدی چاہی، مگر یہ کہ اسے قید کیا جاوے یا دکھ کی مار دی جائے۔ تو یوسف نے اپنی براءت ظاہر کرنے کے لیے کہا کہ اسی نے تو مجھے لبھایا تھا اور مجھ سے مواصلت چاہی تھی اور مجھے پکڑنے کو دوڑی تھی عزیز یہ سن کر متردد ہوا کہ کس کی بات کا یقین کرے۔ زلیخا بناؤ سنگار کیے یوسف کی قمیص کا ٹکڑا ہاتھ میں لیے کھڑی ہے اور یوسف اپنے کو بے قصور اور زلیخا کو ملزم ٹھہرا رہے ہیں۔ اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کوئی غلام حرم شاہی کے اندر یہ جرأت نہیں کر سکتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کو کیسے جھوٹا قرار دے اور بیوی کی غلام کے مقابلہ میں کیوں کر تکذیب کرے اسی تردد میں واقعہ کی تحقیقات شروع کی تو زلیخا کے گھر والوں میں سے ایک شخص نے گواہی دی کہ اگر ان کا کرتا آگے سے چرا ہے تو عورت سچی ہے اور مرد جھوٹا ہے اور جو ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہو تو عورت جھوٹی ہے اور وہ سچے ہیں، پس جب عزیز نے یوسف علیہ السلام کا کرتا پیچھے سے پھٹا دیکھا تو کہا یہ تم عورتوں کا فریب ہے بے شک تم عورتوں کا مکر و فریب بہت بڑا ہے۔ اے یوسف تم اس کا خیال نہ کرو اور نہ اس بات کا چرچا کرو اور اے زلیخا تو اپنے گناہ کی اللہ سے معافی مانگ بے شک تو خطاوار ہے کہ تو برے فعل کے درپے ہوئی اور یوسف پر اتہام دھرا۔

تنبیہ: زلیخا کا خود سزائے قید و ضرب مقرر کرنا اس لیے تھا کہ وہ حضرت یوسف کو قتل سے بچانا اور کہا نہ ماننے کی سزا دلانا چاہتی تھی نہ قتل کرانا اور سزا میں پہلے قید کو ذکر کیا نہ ضرب کو کہ وہ ان پر فریفتہ تھی اور کوئی محب محبوب کا قتل و ضرب گوارہ نہیں کرتا ہے۔ اور وہ گواہی دینے والا زلیخا کے چچا کا دودھ پیتا لڑکا تھا جو گہوارہ میں سے بولا تھا، جس کی طرف من اھلھا مشیر ہے۔ بلکہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں منجملہ ان بچوں کے جنہوں نے شیر خوارگی کی حالت میں کلام کیا، حضرت یوسف کے شاہد کو شمار کیا گیا ہے یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ اور حسن بصری و ضحاک وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔ اور جو روایت حضرت ابن عباس سے ہرنی کی

www.waseemziyai.com

وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ

اور بے شک اگر یہ وہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو ضرور قید میں پڑیں گے اور وہ ضرور ذلت اٹھائیں گے یوسف نے

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ

عرض کی اے میرے رب! مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اس کام سے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو

عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ

مجھ سے ان کا مکر نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہوں گا اور نادان بنوں گا۔ تو اس کے رب نے اس کی

رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ

سن لی اور اس سے عورتوں کا مکر پھیر دیا، بے شک وہی ہے سنتا جانتا ف۳۴ پھر

بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾ ع ۴ ۱۴

سب کچھ نشانیاں دیکھ دکھا کر پچھلی ست انھیں یہی آئی کہ ضرور ایک مدت تک اسے قید میں ڈالیں

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ

اور اس کے ساتھ قید خانے میں دو جوان داخل ہوئے ان میں ایک بولا کہ میں نے خواب دیکھا کہ

خَمْرًا ۭ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ

شراب نچوڑتا ہوں اور دوسرا بولا میں نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں

یا جوان آدمی کی شہادت دینے کی مروی ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ متضاد ہے، جن بچوں نے شیر خوارگی کی حالت میں کلام کیا وہ بخاری و مسلم کی روایت میں تین ہیں اور ابن جریر و امام احمد کی روایت میں چار آئے ہیں اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی تعداد گیارہ تک پہنچائی ہے۔ (۱) حضور نبی کریم (۲) حضرت یحییٰ (۳) حضرت عیسیٰ (۴) حضرت مریم (۵) حضرت ابراہیم (۶) شاہد حضرت یوسف (۷) جریج راہب کی براءت ظاہر کرنے والا بچہ (۸) مشاطہ بنت فرعون کا بچہ (۹) ایک باندی کی براءت ظاہر کرنے والا بچہ (۱۰) شاہد اخدود (۱۱) زمانہ مہدی میں بولنے والا بچہ والحصر فی الحدیث قبل العلم فلا تناقض۔ [سراج]

(۳۴۔ آیت: ۳۰ تا ۳۴) القصہ حضرت یوسف علیہ السلام نے تو عزیز مصر کے کہنے کے بموجب کسی سے اس واقعہ کا تذکرہ نہیں کیا مگر عشق چھپائے سے نہیں چھپتا ہے، زنان مصر کو اس کی خبر ہوگئی ان میں پانچ عورتیں سرغنہ تھیں، ساقی۔ باورچی۔ حاجب۔ داروغہ اصطبل اور داروغہ جیل کی عورت۔ وہ زلیخا کو طعن و تشنیع کرنے اور کہنے لگیں کہ عزیز مصر کی بی بی اپنے غلام کو چاہتی ہے اس کے دل میں غلام کی محبت بھر گئی ہے، ہم تو اسے گمراہ خطاوار پاتے ہیں، جب زلیخا نے ان کے قول کا چرچا سنا تو اپنے اوپر سے الزام دفع کرنے کو انہیں بلا بھیجا اور ان کے لیے مجلس آراستہ کی مسندیں بچھائیں، گاؤ تکیے لگائے، دعوت کا سامان مہیا کیا، وہب ابن منبہ کہتے ہیں کہ وہ چالیس شریف عورتیں تھیں جن میں پانچ مذکورہ بھی تھیں۔ جب آ گئیں ہر ایک کو ایک ایک چھری دی کہ ان کی عادت گوشت و پھل چھری سے کاٹ کر کھانے کی تھی اور یوسف سے کہا کہ تم چھپ رہو جب میں اشارہ کروں تو ان کے سامنے نکل آنا۔ چنانچہ جب پھل کاٹنے کو ہوئیں تو حضرت یوسف باشارۂ زلیخا ان کے سامنے آئے تو وہ انہیں دیکھ کر ایسی مدہوش و مبہوت ہوئیں کہ بجائے پھل کاٹنے کے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور

www.waseemziyai.com

الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾

جن میں سے پرند کھاتے ہیں ہمیں اس کی تعبیر بتایئے بے شک ہم آپ کو نیکوکار دیکھتے ہیں

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ

یوسف نے کہا جو کھانا تمھیں ملا کرتا ہے وہ تمہارے پاس نہ آنے پائے گا کہ میں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے

اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا

تمھیں بتا دوں گا یہ ان علموں میں سے ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے بے شک میں نے ان لوگوں کا دین نہ مانا

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْۤ

جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت سے منکر ہیں۔ اور میں نے اپنے باپ دادا

اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ

ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کا دین اختیار کیا ہمیں نہیں پہنچتا کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں

شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

یہ اللہ کا ایک فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر مگر اکثر

معلوم نہ ہوا جب خون دیکھا تو معلوم ہوا اور یوسف کی بڑائی کرنے اور کہنے لگیں اللہ کو پاکی ہے یہ تو بشر نہیں ہے کوئی معزز فرشتہ ہے کہ حضرت یوسف نہایت نورانی شکل کے تھے شطر حسن دیئے گئے تھے۔ کمافی الصحیح بغوی نے حضرت ابی سعید خدری سے روایت کی ہے کہ حضور نے شب معراج حضرت یوسف علیہ السلام کو مثل چودھویں رات کے چاند کے منور دیکھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر میں تھے تو ان کے چہرہ کا عکس دیواروں پر پڑتا اور وہ روشن ہو جاتیں، جیسے آفتاب کا نور پانی میں چمکتا ہے۔ امام رازی کہتے ہیں کہ عورتوں نے حضرت یوسف کی پیشانی میں نور نبوت چمکتا دیکھ کر ان کی بڑائی بولی اور ایسا رعب و دہشت ان کے دلوں میں طاری ہوئی کہ ہاتھ کاٹ لیے۔ [سراج] تو زلیخا نے عورتوں سے کہا کہ یہ وہی شخص ہے جس کی محبت کا تم مجھے طعنہ دیتی تھیں، اب تم خود انہیں دیکھ کر بے خود ہو گئیں بے شک میں نے ان کا جی لبھانا چاہا تھا تو انہوں نے اپنے آپ کو بچایا اگر وہ میرا کہنا نہ مانیں گے تو قید میں پڑیں گے اور ذلت اٹھائیں گے، تو سب عورتوں نے زلیخا کو معذور سمجھا اور حضرت یوسف سے اس کی سفارش کرنے لگیں تب حضرت یوسف نے مجبور ہو کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی اے میرے رب مجھے قید ہونا زیادہ پسند ہے اس کام سے جس کی طرف وہ مجھے بلاتی ہیں، اگر تو ان کا مکر مجھ سے نہ پھیرے گا اور مجھے ان کے فریب سے نہ بچائے گا تو ممکن ہے کہ میں ان کی طرف مائل ہوں اور نادان بنوں اور یہ بطور دعا کے کہا تھا اس لیے فاستجاب لہ فرمایا گیا پس اللہ نے یوسف علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی کہ ہر عورت کا مکر ان سے پھیر دیا اور ان کی عصمت کو محفوظ رکھا اور یہ کمال کا اعلیٰ مقام ہے کہ زلیخا جیسی حسین و جمیل و مالدار عورت بلا کسی کد و کاوش کے زمانہ شباب میں ملے اور اسے خدا کے خوف سے پسند نہ کرے، جیل میں جانے کو اس پر ترجیح دے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں رکھے گا جس دن کسی شی کا سایہ نہ ہوگا، ایک ان میں سے وہ شخص ہے جس کو منصب و جمال والی عورت نے بلایا اور وہ خدا کے خوف سے اس سے دور رہا، اس کے پاس نہ گیا اس حدیث کے مصداق حضرت یوسف علیہ السلام بدرجہ اولیٰ ہیں، بعض علما نے کہا ہے کہ اگر

www.waseemziyai.com

النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ

لوگ شکر نہیں کرتے اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! کیا جدا جدا رب اچھے

اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً

یا ایک اللہ جو سب پر غالب تم اس کے سوا نہیں پوجتے مگر نرے نام

سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ

جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے تراش لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اتاری

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ

حکم نہیں مگر اللہ کا، اس نے فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو یہ سیدھا دین

الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ

ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ف۳۵ اے قید خانے کے دونوں ساتھیو! تم میں

اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ

ایک تو اپنے رب (بادشاہ) کو شراب پلائے گا رہا دوسرا وہ سولی دیا جائے گا تو پرندے

حضرت یوسف قید کی دعا نہ کرتے تو قید نہ ہوتے اسی لیے حدیث میں عافیت طلب کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔[رواہ الترمذی]

تنبیہ: ﴿وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً﴾ کے یہ معنی ہیں کہ زلیخا نے ان عورتوں کے لیے مسندیں بچھائیں تکیے لگائے یا ان کے کھانے کے لیے ایسا کھانا تیار کیا جو چھری سے کاٹ کر کھایا جائے اور وہ ترنج کے پھل تھے۔[جلال وغیرہ] عبید ابن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متکا کی تفسیر ترنج ہی نقل کی ہے اور قاضی نے بھی اسے ترنج بتایا ہے یہی مشہور ہے اور اکثر سلف سے پہلی تفسیر منقول ہے جس کے موافق مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترجمہ فرمایا ہے کہ متکا تکیہ لگا کر کھانے کو کہتے ہیں، وہ لوگ تکیہ لگائے کھایا پیا کرتے تھے حضور نے ہمیں تکیہ لگا کر کھانے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔[سراج] اور حاشا یہاں اسم بمعنی تنزیہ ہے۔[جلال وغیرہ]

(۳۵۔آیت:۳۵ تا ۴۰) چونکہ زلیخا نے سب عورتوں کے سامنے یہ کہا تھا کہ اگر یہ میرا کہنا نہ مانیں گے تو قید کیے جائیں گے ذلت اٹھائیں گے، اس لیے اس نے عزیز مصر سے کہا کہ یہ غلام مجھے رسوا کرتا ہے اسے قید کر دو تو عزیز مصر نے اپنے مشیروں سے رائے لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل بھیجا یا اس کا ذکر اور جیل کا حال ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پھر عزیز مصر اور اس کے مشیروں نے حضرت یوسف کی براءت کی نشانیاں دیکھنے کے بعد یہی مناسب سمجھا کہ حضرت یوسف کو ایک مدت کے لیے قید خانہ بھیج دے تا کہ لوگوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ یوسف خطاوار تھے اور اس بات کا چرچا مٹ جائے بدنامی نہ ہو، چنانچہ اس نے حضرت یوسف کو پانچ یا سات برس کے لیے قید خانہ بھیجا یا اور ان کے ساتھ دو اور جوان بھی بادشاہ کو زہر دینے کے الزام میں قید خانہ میں بھیجے گئے، جب یوسف علیہ السلام قید خانہ میں داخل ہوئے تو قیدیوں کو بڑی تکلیف میں غمگین اور عالم یاس میں پایا تو انہیں تسکین دی اور صبر و شکر کی تلقین کی اور رہائی کی امید دلائی تو قیدی بولے اے جوان اللہ تجھ میں برکت دے کیسی اچھی تیری باتیں اور صورت و سیرت ہے بے شک تیرے پڑوس میں ہمارے لیے برکت ہوئی، تو کون ہے تو آپ نے اپنا اور اپنے باپ دادا کا نام بتایا تو داروغہ جیل نے کہا اے جوان اگر میری

www.waseemziyai.com

مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ ﴿۴۱﴾ وَقَالَ لِلَّذِیْ

اس کا سر کھائیں گے حکم ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے تھے اور یوسف نے

ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ

ان دونوں میں سے جسے بچتا سمجھا اس سے کہا اپنے رب (بادشاہ) کے پاس میرا ذکر کرنا تو شیطان نے

ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ ﴿۴۲﴾ ع وَقَالَ الْمَلِكُ

اسے بھلا دیا کہ اپنے رب (بادشاہ) کے سامنے یوسف کا ذکر کرے تو یوسف کئی برس اور جیل خانے میں رہا ف۳۶

اِنِّیْۤ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ

اور بادشاہ نے کہا میں نے خواب دیکھیں سات گائیں فربہ کہ انہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات

سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ

بالیں ہری اور دوسری سات سوکھی اے درباریو! میری خواب کا جواب دو

اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ

اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہو۔ بولے پریشان خوابیں ہیں اور ہم

بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ

خواب کی تعبیر نہیں جانتے۔ اور بولا وہ جو اُن دونوں میں سے بچا تھا اور

طاقت میں ہوتا تو میں تمہیں رہا کر دیتا لیکن میں تمہارے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کروں گا اور تمہیں جیل میں جو کمرہ پسند ہو اس میں رہو۔ [سراج] اور ان دونوں جوانوں میں سے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جیل بھیجے گئے ایک بادشاہ کا ساقی تھا اور دوسرا باورچی تھا ان دونوں نے جیل میں خواب دیکھا اور حضرت یوسف علیہ السلام سے اس کی تعبیر پوچھی۔ ساقی نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں اور باورچی بولا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں رکھی ہیں جن میں سے پرندے کھاتے ہیں ہمیں اس کی تعبیر بتائیے ہم آپ کو نیکوکار پاتے ہیں، تو یوسف علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ جو کھانا تمہیں ملتا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا تو وہ بولے یہ علم تمہیں کہاں سے حاصل ہوا فرمایا ان علموں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے یہ نجوم و کہانت نہیں ہے اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے ان دونوں کو ایمان پر برانگیختہ کرنے کے لیے نہایت خوش اسلوبی سے دین حق کی تبلیغ کی توحید الٰہی کی تعلیم دی۔ پڑھیے ترجمہ لا یعلمون تک

(۳۶۔آیت: ۴۱، ۴۲) پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے تبلیغ دین و تعلیم توحید کرنے کے بعد ان کی خواب کی تعبیر بیان فرمائی جس کا ذکر ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے میرے قید خانہ کے ساتھیو تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم میں ایک یعنی ساقی اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا جیسا کہ پہلے پلاتا تھا یعنی تین روز بعد اپنے کام پر بحال ہوگا کہ اس نے تین خوشے انگور کے نچوڑنا بیان کیے تھے، اور دوسرا یعنی باورچی تین روز بعد سولی دیا جائے گا۔ پس اس کا سر پرندے کھائیں گے کہ اس نے تین خوان کھانے کے اپنے سر پر دیکھنا بیان کیا تھا۔ پس انہوں نے خواب سے انکار کیا جیسا کہ حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے

www.waseemziyai.com

بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ

ایک مدت بعد اسے یاد آیا میں تمھیں اس کی تعبیر بتاؤں گا مجھے بھیجو اے یوسف! اے صدیق!

اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ

ہمیں تعبیر دیجئے سات فربہ گایوں کی جنھیں سات دبلی کھاتی ہیں اور سات

سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ

ہری بالیں اور دوسری سات سوکھی شاید میں لوگوں کی طرف لوٹ کر جاؤں، شاید

يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ

وہ آگاہ ہوں کہا تم کھیتی کروگے سات برس لگاتار تو جو کاٹو

فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ

اسے اس کی بال میں رہنے دو مگر تھوڑا جتنا کھالو پھر

بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا

اس کے بعد سات کڑے برس آئیں گے کہ کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لیے پہلے جمع کر رکھا تھا مگر تھوڑا

تعبیر سن کر خواب سے انکار کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تم نے خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو اللہ کا حکم اس بات میں ہو چکا ہے جس کا تم نے سوال کیا تھا۔ [جلال وغیرہ] ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ مجاہد وعبدالرحمٰن ابن زید وغیرہ نے بھی اس کی یونہی تفسیر کی ہے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ جس نے جھوٹی خواب بیان کی اور اس کی تعبیر دی گئی تو وہ تعبیر لازم ہو جاتی ہے اور اس کی تائید میں امام احمد کی حدیث نقل کی ہے کہ حضور نے فرمایا ہے خواب آدمی پر طائر ہے یعنی واقع نہیں ہوتی ہے جب تک کہ اس کی تعبیر نہ دی جائے جب اس کی تعبیر دی جاتی ہے تو واقع ہوتی ہے۔ دوسری حدیث ابو یعلی کی لکھی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ خواب کی تعبیر جو پہلے دی جائے وہ تعبیر ہے دوبارہ کی تعبیر بہتر نہیں اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹی خواب بیان کرنا گناہ ہے، اس کی تعبیر نہ پوچھے ورنہ وہ لازم ہو جائے گی اور ایسا ہی ہوا کہ تعبیر کے تین روز بعد بادشاہ نے ساقی کو بلا کر اس کے کام پر بحال کیا اور باورچی کو بلا کر سولی کا حکم کیا، جاتے وقت یوسف علیہ السلام نے ساقی سے کہا کہ تو اپنی نوکری پر بحال ہو کر بادشاہ سے میرا ذکر کرنا کہ ایک شخص مظلوم ناحق قید کیا گیا ہے اسے قید سے رہا کر۔ تو اسے شیطان نے بادشاہ سے یوسف کا ذکر کرنا بھلا دیا یا یہ کہ اس وقت شیطان نے حضرت یوسف کو اللہ کی یاد سے غافل کیا اور غیر سے مدد چاہی کہ رفع ضرر کے لیے مخلوق سے مدد چاہنا اگرچہ جائز ہے مگر مرتبہ نبوت کے لائق نہیں ہے اس لیے ان سے مواخذہ ہوا اور اس کی پاداش میں انھیں کئی سال قید میں رکھا گیا، جس کی مدت سات سال یا بارہ سال کہی گئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ یوسف پر رحم فرمائے اگر وہ کلمہ نہ کہتے جو انھوں نے کہا یعنی ﴿اُذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ﴾ تو اتنی مدت قید میں نہ رہتے، مالک ابن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام نے ساقی سے ﴿اذکر عند ربك﴾ کہا تو ان سے کہا گیا: اے یوسف تو نے میرے سوا دوسرے کو وکیل بنایا، میں تیری قید بڑھا دوں گا تو یوسف روئے اور عرض کیا کہ اے رب میرے قلب کو حادثوں نے تیری یاد سے غافل کر دیا تھا تو یہ کلمہ میرے منہ سے نکلا۔

تنبیہ: آیات سے وہ نشانیاں مراد ہیں جو یوسف کی براءت پر دلالت کرتی تھیں جیسے قمیص کا پیچھے سے پھٹا ہونا، دودھ پیتے بچہ کا

www.waseemziyai.com

مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ

جو بچالو پھر ان کے بعد ایک برس آئے گا جس میں لوگوں کو مینھ

النَّاسُ وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ ع ۶ ۱۷

دیا جائے گا اور اس میں رس نچوڑیں گے ف۳۷ اور بادشاہ بولا: انہیں میرے پاس لے آؤ تو جب اس کے پاس

الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ

ایلچی آیا کہا اپنے رب (بادشاہ) کے پاس پلٹ جا پھر اس سے پوچھ کیا حال ہے ان عورتوں کا

قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ

جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے، بے شک میرا رب ان کا فریب جانتا ہے بادشاہ نے کہا اے عورتو! تمہارا کیا کام تھا

شہادت دینا، قمیص کا ٹکڑا زلیخا کے ہاتھ میں ہونا جو صریح دلالت کرتا ہے کہ حضرت یوسف بھاگے زلیخا نے ان کے پیچھے سے قمیص پکڑ کر اپنی طرف کھینچا، قمیص پھٹ گئی اس کا ٹکڑا ہاتھ میں رہ گیا اور حضرت یوسف اس کی پکڑ سے چھوٹ کر نکل گئے۔

(۳۷۔ آیت: ۴۳ تا ۴۹) القصہ ساقی کے بحال ہونے کے دو سال بعد بادشاہ نے خواب دیکھا اور اس کی تعبیر درباریوں سے پوچھی تو ساقی کو حضرت یوسف یاد آئے اس کا تذکرہ ان آیات میں فرمایا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ شاہ مصر ریان ابن ولید نے دو سال بعد خواب میں دیکھا کہ ایک خشک نہر سے پہلے سات گائیں موٹی نکلیں پھر سات گائیں دبلی نکلیں اور دبلی گائیں موٹی گاؤں کو کھا گئیں یہ دیکھ کر بادشاہ چونکا پھر سو گیا، تو دوبارہ خواب میں سات بالیاں ہری اور دوسری سات بالیاں خشک دیکھیں جو سبز بالیوں پر لپیٹ گئیں اور غالب رہیں تو وہ گھبرایا اور صبح کو درباریوں سے اس خواب کی تعبیر پوچھی یا کاہنوں اور نجومیوں کو جمع کر کے اس کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے کہا کہ یہ پریشان خوابیں خیالات نفس و وسوسہ شیطانی ہیں، ہم جھوٹی خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے تب ساقی کو ایک مدت کے بعد یوسف یاد آئے اور اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں اس خواب کی تعبیر تمہیں بتاؤں گا تم مجھے اس کی تعبیر دریافت کرنے کے لیے بھیجو پس اسے بھیجا گیا کیوں کہ قید خانہ شہر میں نہ تھا کسی دوسرے شہر میں تھا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے پس وہ حضرت یوسف کے پاس آیا اور بولا یوسف صدیق ہمیں تعبیر دیجیے سات موٹی گاؤں کی جنہیں سات دبلی گائیں کھاتی ہیں اور سات ہری بالیوں اور دوسری سات سوکھی بالیوں کی جو ہری بالیوں کو لپٹ گئیں تا کہ میں واپس جا کر بادشاہ اور درباریوں کو بتاؤں، شاید اس کی تعبیر سن کر تمہارا فضل و شرف جانیں مرتبہ کو پہچانیں اور تمہیں قید سے آزاد کریں کہ بادشاہ نے یہ خواب دیکھا ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تم سات برس برابر حسب عادت کھیتی کرو گے یعنی کروپس جو کاٹو اسے مت گاہو، بالوں میں رہنے دو تا کہ وہ خراب نہ ہو گھنے نہیں، وقت حاجت کام آئے مگر تھوڑا سا اس میں سے بقدر کھانے کے گاہ لو صاف کر لو، اس کے بعد سات برس بہت کرے آئیں گے یعنی قحط سالی ہوگی اس میں لوگ تمہارا فراخ سالیوں میں جمع کیا ہوا غلہ کھا جائیں گے مگر تھوڑا بیج کے لیے بچالو گے پھر ان کے بعد ایک سال آئے گی جس میں لوگ سیراب کیے جائیں گے قحط سے نجات پائیں گے غلہ اور پھل خوب پیدا ہوں گے لوگ ان کا تیل نکالیں گے اسے نچوڑیں گے یعنی فراخ سالی ہوگی ہر چیز کثرت سے پیدا ہوگی لوگ انہیں ہر طرح استعمال کریں گے۔

تنبیہ: ﴿ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ﴾ کو تعبیر خواب سے تعلق نہیں کہ تعبیر خواب تو سات سال فراخی اور سات سال قحط پر تمام ہوگئی یہ بطور عادت سختی کے بعد راحت کی خبر دی گئی ہے۔ [بیضاوی] اور آیت سے معلوم ہوا کہ خواب کی تعبیر دریافت کرنے کے لیے بھیجنا اور سفر کرنا جائز ہے کہا گیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائش کی ابتدا بھی رویا سے ہوئی اور رہائی کا سبب بھی رویا ہوئی۔

www.waseemziyai.com

اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا

جب تم نے یوسف کا جی لبھانا چاہا، بولیں اللہ کو پاکی ہے

عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْـٰٔنَ

ہم نے ان میں کوئی بدی نہ پائی، عزیز کی عورت بولی اب

حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ

اصل بات کھل گئی، میں نے ان کا جی لبھانا چاہا تھا

وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ

اور وہ بے شک سچے ہیں یوسف نے کہا یہ میں نے اس لیے کیا کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ

اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ وَاَنَّ

میں نے پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہ کی اور

اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ

اللہ دغابازوں کا مکر

الْخَآئِنِیْنَ ﴿۵۲﴾

نہیں چلنے دیتا۔ف۳۸

[مدارک] اور حاصل تعبیر یہ ہے کہ سات موٹی گائیں اور سات ہری بالیں سات برس فراخ سالی کے ہیں، اور سات دبلی گائیں اور سات سوکھی بالیں سات برس قحط سالی کے ہیں، ان قحط سالی کے برسوں میں فراخ سالی کا جمع کیا ہوا غلہ کھالیا جائے گا یہ موٹی گاؤں کا دبلی گاؤں کا کھانا اور سبز بالیوں پر خشک بالیوں کا لپٹ جانا ہے۔

(۳۸۔آیت: ۵۰ تا ۵۲) القصہ ساقی نے واپس آکر بادشاہ کے سامنے خواب کی تعبیر بیان کی تو بادشاہ بولا کہ تعبیر دینے والے کو میرے پاس لاؤ پس ساقی پھر حضرت یوسف کے پاس گیا اور ان سے چلنے کو کہا تو حضرت یوسف نے اپنی براءت ظاہر کرنے اور بادشاہ کی نظر میں وقیع ہونے کے لیے اس سے کہا تو بادشاہ کے پاس لوٹ جا اور اس سے پوچھ کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے میرا رب ان کا فریب جانتا ہے، یا میرا مالک عزیز مصر ان کا فریب جانتا ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تواضعاً فرماتے ہیں کہ اگر میں اتنی مدت جیل میں رہتا جتنی یوسف رہے تو میں بلانے والے کے ساتھ چلا جاتا اس سے فضل حضرت یوسف بھی ظاہر ہے کہ انہوں نے باوجود اتنی مدت جیل کی مصیبت اٹھانے کے بعد صبر کیا اور قاصد کے ساتھ نہ گئے کہ اپنے مرتبہ کو نگاہ رکھا گویا حضور نے ان کا فضل اور قوت صبر اس میں ظاہر فرمائی ہے، پس ساقی نے جا کر بادشاہ سے حضرت یوسف کا مقولہ بیان کیا تو بادشاہ نے ان عورتوں کو جمع کر کے پوچھا اے عورتو! تمہارا کیا حال تھا جب تم نے یوسف کا دل لبھایا تھا، کیا وہ بھی تمہاری طرف مائل ہوا تھا خطاب سب عورتوں سے اس لیے کیا گیا کہ انہوں نے زلیخا کی سفارش کی تھی، یا ان سب نے حضرت یوسف کی خواہش کی تھی جب وہ سامنے آئے تھے۔ تو عورتیں بولیں اللہ کو پاکی ہے ہم نے ان میں کوئی برائی نہیں دیکھی تو زلیخا بولی اب اصل بات کھل گئی میں نے ہی ان کا جی لبھایا تھا ان کی

www.waseemziyai.com

www.waseemziyai.com

طرف سے کوئی برائی نہیں ہوئی وہ بے شک اپنے اس قول میں سچے ہیں کہ ﴿رَاوَدْتُنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ﴾ جس سے ظاہر ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے ہمّ وقصد وغیرہ کوئی بات سرزد نہیں ہوئی۔ جب اس کی خبر یوسف کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنی برأت ظاہر کرنے کے لیے کہا تھا کہ عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے پیچھے اس کے حرم میں خیانت نہیں کی ہے اور اللہ دغابازوں کا فریب چلنے نہیں دیتا ہے، اس مقولہ میں اختلاف ہے بعض نے اسے مقولۂ زلیخا کہا ہے لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک وہ مقولۂ حضرت یوسف علیہ السلام ہے اور یہ انہوں نے جیل میں قاصد سے کہا تھا جب کہ اس نے عورتوں کے اقرار کی خبر دی تھی۔ و ھو الاصح

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ

اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب

رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾ وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖٓ

رحم کرے بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے ف۱ اور بادشاہ بولا انہیں میرے پاس لے آؤ کہ

اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ

میں انہیں خاص اپنے لیے چن لوں پھر جب اس سے بات کی کہا بے شک آج آپ ہمارے یہاں معزز

اَمِیْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآىٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ

معتمد ہیں یوسف نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر کر دے بے شک میں حفاظت والا

عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَیْثُ

علم والا ہوں اور یوں ہی ہم نے یوسف کو اس ملک پر قدرت بخشی اس میں جہاں

یَشَآءُ ؕ نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾

چاہے رہے ہم اپنی رحمت جسے چاہیں پہنچائیں اور ہم نیکوں کا نیگ ضائع نہیں کرتے۔

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ ع وَجَآءَ

اور بے شک آخرت کا ثواب ان کے لیے بہتر جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے ف۲ اور یوسف کے

ع ۷

(۱۔ آیت: ۵۳) یہ گزشتہ آیات کا تتمہ ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کا مقولہ ہے کہ جب انہوں نے اپنی براءت وعصمت ظاہر کی اور ذلك ليعلم انى لم اخنه فرمایا: اس میں تزکیہ نفس کی بو پائی جاتی تھی۔ لہذا اس کے بعد انکساری کے ساتھ فرمایا: کہ میرا مقصود اس سے اپنے نفس کا تزکیہ نہیں ہے میں اپنے نفس کو معصوم اور لغزشوں سے پاک و بری نہیں سمجھتا ہوں کہ نفس برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر اللہ مہربان ہو رحم فرمائے وہ اس سے محفوظ رہتا ہے۔

تنبیہ: محققین متکلمین کے نزدیک نفس انسانی ایک ہی ہے، برائی کا حکم کرنا اور نہ کرنا اس پر ملامت کرنا صفات نفس ہیں تو جب وہ برائی کی طرف بلاتا ہے تو اسے نفس امارہ بالسوء کہا جاتا ہے اور جب وہ برائی کرنے پر ملامت کرتا ہے تو اسے نفس لوامہ، نفس مطمئنہ کہا جاتا ہے۔ [خازن]

(۲۔ آیت: ۵۴ تا ۵۷) القصہ، جب بادشاہ کو حضرت یوسف علیہ السلام کی امانت وذہانت وفطانت معلوم ہوئی اور تعبیر خواب پسند آئی تو ان کے دیکھنے اور ان سے کلام کرنے کا مشتاق ہوا اور ساقی کو انہیں بلانے بھیجا۔ اسی کو ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ بادشاہ نے تعبیر سن کر اور حضرت یوسف علیہ السلام کی ذہانت وفطانت دیکھ کر ساقی سے کہا کہ انہیں میرے پاس لے آتا کہ میں انہیں خاص اپنے لیے چن لوں یعنی انہیں اپنا خاص مقرب بنالوں۔ سراج میں ہے کہ پس ساقی دوبارہ خلعت لے کر قید خانہ میں گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو پیش کیا، آپ نے قبول فرمایا اور غسل فرما کر اسے پہنا اور چلتے وقت افسوس کے ساتھ قیدیوں کو رخصت کیا اور ان کے لیے دعا فرمائی اور جیل سے نکلتے وقت اس کے دروازہ پر لکھا کہ یہ مکان امتحان ہے زندوں کا مقبرہ اور غم والم کی کوٹھری ہے اور

www.waseemziyai.com

دوستوں کے تجربے کا اور دشمنوں کے مضحکہ کا مقام ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آکر ان سے اس طرح دعا کرنے کو کہا: الٰہی تو مجھے اپنے پاس سے کشائش و رہائی عطا فرما اور ایسی جگہ سے مجھے رزق دے جہاں میرا گمان بھی نہ پہنچے۔ پس آپ نے یونہی دعا کی قبول ہوئی اور اللہ نے انہیں رہائی اور منزلت رفیع عطا فرمائی۔ پھر دربار شاہی میں پہنچ کر بادشاہ کو عربی میں سلام کیا تو بادشاہ نے پوچھا یہ کون زبان ہے، فرمایا: یہ میرے چچا اسمٰعیل کی زبان ہے پھر اسے عبرانی زبان میں دعا دی، پوچھا یہ کون زبان ہے، فرمایا: یہ میری آبائی زبان ہے۔ وہب کہتے ہیں کہ بادشاہ سوائے ان دو زبانوں کے ستر زبانیں جانتا تھا اور جس زبان میں بات کرتا تھا حضرت یوسف علیہ السلام اس کو جواب دیتے تھے تو بادشاہ کو تعجب ہوا اور انہیں بڑے تپاک کے ساتھ اعزاز سے بٹھایا اور تعجب سے کہا کہ بڑے بڑے کاہن و نجومی میرے خواب سے عاجز رہے مگر یہ نوجوان اس سے واقف ہے پھر اپنے سامنے تعبیر بیان کرنے کی خواہش کی آپ نے دوبارہ وہی تعبیر بیان کی اور اس سے بات چیت کی تو بادشاہ نے کہا آج سے تم ہمارے یہاں معزز اور مقرب و معتمد ہو۔ پھر قحط سے بچنے کی تدبیر پوچھی آپ نے وہی تعبیر والی رائے دی تو اس نے کہا کہ کون اس کام کے قابل ہے تو آپ نے فرمایا مجھے زمین مصر کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے میں ان کی حفاظت کرنے والا حساب کتاب جاننے والا ہوں اور ایام قحط کا انتظام بخوبی کرلوں گا، حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ درخواست خلق کو آرام پہنچانے، عدل قائم کرنے، احکام جاری کرنے کے لیے کی تھی نہ طلب عز و جاہ کے لیے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ میرے بھائی یوسف (علیہ السلام) پر رحم فرمائے۔ اگر وہ اجعلنی علی خزائن الارض نہ کہتے تو اسی وقت حاکم بنا دیے جاتے ان کے اس کہنے کی وجہ سے ایک سال کی تاخیر ہوئی اور ایک سال شاہی محل میں رہے۔ [بغوی] ابن کثیر کے نزدیک خزائن سے مراد غلہ ہے اور بغوی کے نزدیک خراج و محاصل ملکی ہے اور ارض سے مراد ارض مصر ہے۔ سراج میں بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے کہ درخواست کے ایک سال بعد بادشاہ مصر نے اپنا تخت و تاج اور انگشتری و تلوار حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کی تو آپ نے فرمایا: کہ میں تخت پر بیٹھ کر تو آپ کی سلطنت مستحکم کروں گا اور انگشتری کی مہر سے انتظام سلطنت کروں گا۔ رہا تاج وہ میرے باپ دادا کا لباس نہیں ہے، پس بادشاہ نے انہیں شاہی محل سے نکلنے اور تخت پر بیٹھنے کا حکم کیا آپ تخت پر نکل کر بیٹھے۔ اور ارا کین سلطنت نے نذریں پیش کیں۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ایک دن زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کے راستہ میں کھڑی ہو کر کہا کہ تعریف کے قابل ہے وہ ذات جس نے فرمانبرداری کی وجہ سے غلام کو بادشاہ کیا اور نافرمانی کی وجہ سے بادشاہ کو غلام بنایا۔ ابن زید کہتے ہیں کہ مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی وجہ سے عدل و انصاف قائم ہوا اور آپ کے ہاتھ پر بادشاہ بھی مسلمان ہوا اور اکثر رعایا بھی ایمان لائی اور اسی سال بادشاہ کا انتقال ہوا۔ شیخ سدی و عبدالرحمٰن کہتے ہیں: کہ اس روز سے حضرت یوسف علیہ السلام بے روک ٹوک مصر میں جو چاہتے کرتے جہاں چاہتے جاتے آتے تھے۔ اسی کو ﴿وکذلک مکنّا الخ﴾ میں فرمایا گیا ہے کہ جیسے ہم نے جیل سے یوسف علیہ السلام کو خلاصی دی اسی طرح ہم نے یوسف کو ملک مصر پر قابض کیا کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں جو چاہیں کریں۔ باقی ترجمہ پڑھئے۔ مروی ہے کہ بادشاہ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تاج و انگشتری دے کر عزیز کی جگہ رکھا اور عزیز کو معزول کیا جب وہ مر گیا تو آپ نے زلیخا کے ساتھ نکاح کیا۔ جب اس کے پاس گئے تو اس سے کہا، کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے جو تو مجھ سے چاہتی تھی تو زلیخا نے کہا اے صدیق آپ مجھے ملامت نہ کریں کہ میں حسین و جمیل عورت تھی اور میرا شوہر نامرد تھا اور آپ کو اللہ نے حسن و صورت و ہیئت دیا تھا پس میرے نفس نے مجھ پر غلبہ کیا، تو حضرت یوسف علیہ السلام نے وقت قربت اسے باکرہ پایا اس سے آپ کے دو لڑکے افرائیم اور میشا اور ایک لڑکی رحمت بی پیدا ہوئی۔ مروی ہے کہ قحط کے سالوں میں آپ پیٹ بھر کھانا نہ کھاتے آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا اگر میں پیٹ بھر کھاؤں گا تو بھوکوں کو بھول جاؤں گا۔ اور باورچی کو حکم فرمایا تھا کہ وہ دوپہر کو کھانا حاضر کیا کرے تاکہ بھوک کا مزہ چکھوں اور بھوکوں کو نہ بھولوں۔ اسی جگہ سے بادشاہوں نے دوپہر کو کھانا اختیار کیا ہے۔ [ملخص معالم و سراج وغیرہ]

امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کہ ﴿وکانوا یتقون﴾ اللہ کی جانب سے تنصیص ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام زمانہ سابق

www.waseemziyai.com

اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾

بھائی آئے تو اس کے پاس حاضر ہوئے تو یوسف نے انھیں پہچان لیا۔ اور وہ اس سے انجان رہے ق ۳

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا

اور جب ان کا سامان مہیا کر دیا کہا اپنا سوتیلا بھائی میرے پاس لے آؤ کیا

تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ

نہیں دیکھتے کہ میں پورا ماپتا ہوں اور میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں۔ پھر اگر اسے لے کر میرے پاس

بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ

نہ آؤ تو تمہارے لیے میرے یہاں ماپ نہیں اور میرے پاس نہ پھٹکنا بولے ہم اس کی خواہش کریں گے

اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ

اس کے باپ سے اور ہمیں یہ ضرور کرنا۔ اور یوسف نے اپنے غلاموں سے کہا ان کی پونجی

رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ

ان کی خرجیوں میں رکھ دو شاید وہ اسے پہچانیں جب اپنے گھر کی طرف لوٹ کر جائیں شاید وہ

يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ

واپس آئیں۔ پھر جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ کر گئے بولے اے ہمارے باپ! ہم سے غلہ روک دیا گیا ہے

میں متقی تھے اور یونہی ﴿ومن المحسنین﴾ ﴿منھم المخلصین﴾ اللہ کی جانب سے شہادت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام متقین و محسنین و مخلصین میں سے تھے اور فرقہ حشویہ انہیں مذنبین سے کہتا ہے تو جس نے اللہ کا قول نہ مانا وہ ٹوٹے میں رہا۔

(۳۔آیت:۵۸) القصہ جب یوسف علیہ السلام مصر کے مختار ہو گئے تو آپ نے تعبیر خواب کے موافق آنے والے قحط کا انتظام شروع کیا، سات سال خوب کاشت کرائی غلہ جمع کیا، آٹھویں سال مصر و شام و کنعان میں قحط پڑا جو سات برس رہا لوگ فاقہ کرنے لگے تو آپ نے غلہ مناسب قیمت پر بیچنا شروع کیا ہر طرف سے لوگ غلہ لینے دوڑے منجملہ ان کے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی غلہ لینے آئے انہیں کا حال ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو خبر ہوئی کہ عزیز مصر غلہ فروخت کرتا ہے تو وہ غلہ لینے مصر آئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں پہچان لیا اور بھائیوں نے آپ کو نہیں پہچانا کہ آپ چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھے شاہی لباس پہنے ہوئے تھے یا ان سے جدا ہوئے چالیس سال گزر چکے تھے، جب وہ بے داڑھی مونچھ تھے اور اب ان کے داڑھی مونچھ نکل آئی تھی بلکہ انہیں یوسف علیہ السلام کے مرنے کا گمان غالب تھا، غرض کہ انہوں نے عبرانی زبان میں عرض کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے انجان بن کر ان سے پوچھا تم یہاں کیسے آئے ہو شاید تم جاسوس ہو تو بھائی بولے معاذ اللہ ہم جاسوس نہیں ہیں غلہ لینے آئے ہیں۔ پھر پوچھا تم کون ہو کہاں سے آئے ہو تو بھائی بولے ہم کنعان سے آئے ہیں یعقوب نبی اللہ علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ پوچھا تمہارے سوا ان کے کوئی اور اولاد ہے، کہا ہاں ہم بارہ بھائی تھے جن میں سے ہمارا چھوٹا بھائی جنگل میں ہلاک ہو گیا، وہ ہم سب میں باپ کو بہت محبوب تھا اور اس کا سگا بھائی باپ نے اپنی تسلی کے لیے روک لیا ہے۔ ہم دس آئے

www.waseemziyai.com

فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ

تو ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ غلہ لائیں اور ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے۔ کہا کیا اس کے بارے میں

عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪

تم پر ویسا ہی اعتبار کر لوں جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا تو اللہ سب سے بہتر نگہبان

وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ

اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان۔ اور جب انھوں نے اپنا اسباب کھولا اپنی پونجی پائی کہ

رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ

ان کو پھیر دی گئی ہے بولے اے ہمارے باپ! اب ہم اور کیا چاہیں یہ ہے ہماری پونجی کہ ہمیں واپس کر دی گئی اور ہم

اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾

اپنے گھر کے لیے غلہ لائیں اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں، یہ دینا بادشاہ کے سامنے کچھ نہیں

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ

کہا میں ہرگز اسے تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللہ کا یہ عہد نہ دے دو کہ ضرور

بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى

اسے لے کر آؤ گے مگر یہ کہ تم گھر جاؤ پھر جب انھوں نے یعقوب کو عہد دے دیا کہا اللہ کا

مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ

ذمہ ہے ان باتوں پر جو ہم کہہ رہے ہیں۔ ف۴ اور کہا اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے نہ داخل ہونا

ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو عزت کے ساتھ ٹھہرانے کا حکم فرمایا۔ [جلال] اور جب ان کا سامان غلہ وغیرہ پورا دے دیا تو انہوں نے اپنے باپ اور بھائی کے حصہ کا بھی غلہ مانگا تو ان سے اس کی تصدیق چاہی، بولے ہمیں یہاں کوئی نہیں جانتا ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اب کے تم اپنا سوتیلا بھائی میرے پاس لانا تاکہ میں تمہیں سچا جانوں کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں نے تمہیں پورا غلہ دے دیا ہے اور میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں اگر تم اسے میرے پاس نہ لاؤ گے تو آئندہ تمہیں غلہ نہ ملے گا اور نہ میرے پاس آنا، تو بھائیوں نے کہا کہ ہم اس کے باپ سے اس کی خواہش کریں گے اور اس کے لانے کی ضرور کوشش کریں گے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام انہیں ترغیب کر چکے تو اپنے غلاموں سے کہا کہ انہوں نے جو قیمت غلہ کی دی ہے وہ ان کی خورجیوں میں یعنی غلہ کے کونوں میں رکھ دو شاید وہ گھر جا کر اسے دیکھیں اور اس کے واپس کرنے کو لوٹ کر آئیں یا اسے پا کر دوبارہ غلہ خریدنے کو آئیں۔

(۴۔ آیت: ۵۹ تا ۶۶) پس جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے بھائی اپنے باپ کے پاس لوٹ کر آئے تو ان سے عزیز مصر کی بہت تعریف کی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے فرمایا: کہ اب کی جاؤ تو ان سے میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ ہمارا باپ پیغمبر ہے وہ آپ کے احسان کے بدلے آپ کے لیے دعا کرتا ہے، تو انہوں نے باپ سے کہا کہ عزیز نے ہم سے کہہ دیا ہے کہ اگر آئندہ تم اپنے

www.waseemziyai.com

وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ

اور جدا جدا دروازوں سے جانا میں تمھیں اللہ سے بچا نہیں سکتا

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾

حکم تو سب اللہ ہی کا ہے میں نے اسی پر بھروسا کیا اور بھروسا کرنے والوں کو اسی پر بھروسا چاہیے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ

اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے حکم دیا تھا، وہ کچھ انھیں اللہ سے بچا

علاتی بھائی کو لیکر نہ آئے تو تمہیں غلہ نہ ملے گا۔ لہذا آپ اسے ہمارے ساتھ کردیں تو غلہ لائیں ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: کیا میں اس کے بارے میں تم پر ویسا ہی اعتبار کروں جیسا کہ اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا۔ یعنی مجھے تمہارا اعتبار نہیں ہے پہلے تم نے کونسی حفاظت کی تھی جواب کرو گے۔ اللہ سب سے بہتر نگہبان ہے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے تو وہ چپ رہے۔ اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو اس میں اپنی پونجی غلہ کی قیمت دی ہوئی پائی جو انہیں واپس کردی گئی تھی تو باپ سے کہا اب ہم اس اکرام سے بڑھ کر اور کیا چاہیں یہ ہے ہماری قیمت دی ہوئی جو ہمیں واپس کردی گئی۔ اب آپ اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ اپنے گھر کے لیے غلہ لائیں اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں اور اونٹ بھر غلہ اس کے حصہ کا زیادہ پائیں۔ یہ دینا بادشاہ کے نزدیک کچھ نہیں ہے۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اسے ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک کہ تم مجھے اللہ کا عہد نہ دو گے۔ یعنی قسم نہ کھاؤ گے کہ اسے ضرور واپس لاؤ گے مگر یہ کہ تم گھر جاؤ۔ یعنی کسی آفت ناگہانی میں پھنس جاؤ اور اسے نہ لاسکو، تو بیٹوں نے باپ کو عہد دیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: کہ ان باتوں پر جو ہم تم سے کہہ رہے ہیں اللہ کا ذمہ ہے اور بنیامین کو ان کے ساتھ بھیج دیا اور جاتے وقت نصیحت کی اے میرے بیٹو! ایک دروازہ سے سب مصر میں داخل نہ ہونا جدا جدا دروازوں سے جانا تاکہ نظر نہ لگے کہ وہ سب حسین وجمیل جاذب نظر تھے، پھر خوف ہوا کہ کہیں لوگ اس سے تدبیر کو مؤثر نہ سمجھنے لگیں تو فرمایا میں تمہیں اللہ کی تقدیر سے بچا نہیں سکتا ہوں کہ حکم تو سب اللہ ہی کا ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

تنبیہ: نظر حق ہے۔ اسی لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس سے بچنے کی بیٹوں کو نصیحت فرمائی تھی۔ لیکن اسے مؤثر نہ سمجھے اور جب کوئی چیز نظر کو اچھی معلوم ہو تو ماشاء اللہ کہے۔ احادیث سے اس کا حق ہونا ثابت ہے۔ علماے اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے۔ معتزلہ اسے لغو سمجھتے ہیں اور اس کے قائل نہیں ہیں۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے ایک خوبصورت صحابی کو دیکھ کر کہا: کیسا خوبصورت ہے؟ تو حضور کو اس کا یہ کہنا ناگوار ہوا اور اس سے فرمایا: کیا تجھے ماشاء اللہ کہنا نہیں آتا تھا۔ جب وہ صحابی گھر کو لوٹے تو راستے ہی میں بخار آگیا اور چہرہ زرد پڑ گیا۔ حضور کو اطلاع کی گئی تشریف لائے اور جس کی نظر لگی تھی اسے بلوا کر بیمار کے پیچھے کھڑا کیا اور ایک برتن میں پانی منگوا کر اس کے بیسوں ناخن اور بعض دیگر اعضا پانی میں ڈبوئے اس برتن کو بیمار صحابی کے سر پر اتار کر اس پانی کو نظر لگانے والے پر چھڑکا اور اسے نظر پھیرے ہوئے چلے جانے کا حکم فرمایا پس بیمار صحابی اچھے ہوگئے۔ دوسری روایت میں ہے کہ نظر حق ہے۔ اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لیجانے والی ہوتی تو نظر ہوتی۔ ایک روایت میں ہے کہ نظر بد اونٹ کو ہانڈی میں اور آدمی کو قبر میں داخل کرتی ہے۔ یونہی دیگر احادیث صحیحہ میں نظر کا حق ہونا اور اس کے لیے تعویذ کرنا جھاڑنا پھونکنا آیا ہے خود حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حضرات حسنین رضی اللہ تعالی عنہما کے لیے نظر کا تعویذ کیا کرتے اور فرماتے: ”اعیذ کما بکلمت اللہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ“ اور فرماتے کہ ابراہیم واسحاق علیہما السلام یونہی تعویذ کیا کرتے تھے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر کسی کا بچہ بیمار تھا جب حضور

www.waseemziyai.com

اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ

نہ سکتا، ہاں یعقوب کے جی کی ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کر لی اور بے شک وہ صاحب

عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا ع ۸ ۱۱ ۲

علم ہے ہمارے سکھائے سے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ف۵ اور جب وہ

عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا

یوسف کے پاس گئے اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی کہا یقین جان میں ہی تیرا بھائی ہوں تو

تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ

یہ جو کچھ کرتے ہیں اس کا غم نہ کھا ف۶ پھر جب ان کا سامان مہیا کر دیا پیالہ

السِّقَایَةَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ

اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا پھر ایک منادی نے ندا کی اے قافلہ والو! بے شک تم

لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَیْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ

چور ہو۔ بولے اور ان کی طرف متوجہ ہوئے، تم کیا نہیں پاتے۔ بولے بادشاہ کا

تشریف لائے تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ اسے نظر لگ گئی ہے۔ فرمایا تم لوگ نظر کا تعویذ کیوں نہیں کرتے ہو۔ سراج میں ہے کہ دنیا میں انسان اسباب معتبرہ کی رعایت کرنے پر مامور ہے اور اشیائے مہلکہ مضرہ سے بچنے اور نفع حاصل کرنے اور مضرتوں کو دفع کرنے کا حکم ہے مگر ساتھ ہی اس کے یہ جزم یعنی یقین کرے کہ اللہ نے جو مقدر کر دیا ہے وہ اسے ضرور پہنچے گا۔ پس قول یعقوب علیہ السلام "لا تدخلوا من باب واحد" اشارہ ہے طرف رعایت اسباب معتبرہ فی العالم کے اور ﴿وَمَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ﴾ اشارہ ہے طرف اس کے کہ اسباب کی طرف توجہ نہ کرے۔ اللہ کو موثر سمجھے۔

(۵۔ آیت: ۶۷، ۶۸) القصہ وہ سب حضرت یعقوب علیہ السلام کے کہنے کے موافق مصر میں جدا جدا داخل ہوئے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگرچہ یعقوب کا کہنا انہیں اللہ کی تقدیر سے ذرا بھی بچا نہیں سکتا تھا لیکن وہ بہ شفقت پدری یعقوب کے جی کی ایک خواہش تھی جو انہوں نے پوری کی اور وہ جاننے والے تھے جو ہم نے انہیں سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ اسے جانتے نہیں ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کہ مشرک لوگ نہیں جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے اولیا کو الہام فرماتا ہے۔ [معالم] امام رافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کہ حضرت یعقوب علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ عزیز مصر میرا بیٹا ہے لیکن انہیں اس راز کے ظاہر کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ انبیا و اولیا علیہم السلام کو بعض باتوں کی خبر ہوتی ہے مگر اسے مخلوق پر ظاہر کرنے کی ممانعت ہوتی ہے۔ اسی لیے بعض علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم قیام قیامت بھی عطا فرمایا گیا تھا مگر اس کے ظاہر کرنے کی ممانعت فرمائی گئی تھی اس لیے حضور نے اسے ظاہر نہ فرمایا۔

(۶۔ آیت: ۶۹) القصہ جب وہ سب حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس بٹھایا یا اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا، اس طرح کہ دو دو بھائیوں کو کھانے پر ساتھ بٹھایا جب بنیامین اکیلے رہ گئے تو

www.waseemziyai.com

صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾

پیمانہ نہیں ملتا اور جو اسے لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ ہے اور میں اس کا ضامن ہوں۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا

بولے خدا کی قسم تمھیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہ آئے اور نہ ہم

سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ

چور۔ بولے پھر کیا سزا ہے اس کی اگر تم جھوٹے ہو؟ بولے اس کی سزا یہ ہے کہ

مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ

جس کے اسباب میں ملے وہی اس کے بدلے میں غلام بنے ہمارے یہاں ظالموں کی یہی سزا ہے تو اول

بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ

ان کی خرجیوں سے تلاشی شروع کی اپنے بھائی کی خرجی سے پہلے پھر اسے اپنے بھائی کی خرجی سے نکال لیا

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ

ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی بادشاہی قانون میں اسے نہیں پہنچتا تھا کہ اپنے بھائی کو لے لے

اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ

مگر یہ کہ خدا چاہے ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں اور ہر علم والے سے اوپر

عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾ قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا

ایک علم والا ہے وے بھائی بولے اگر یہ چوری کرے تو بے شک اس سے پہلے اس کا ایک بھائی چوری کر چکا ہے تو

وہ اپنے بھائی کو یاد کر کے غم گین ہوئے کہ اگر آج وہ ہوتا تو میرے ساتھ کھانے کو بیٹھتا۔ تب حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں اپنے ساتھ کھانے پر بٹھایا اور رات کو بھی دو دو بھائیوں کو ایک ایک کمرے میں سلایا جب بنیامین اکیلے رہ گئے تو انہیں اپنے ساتھ سلایا اور ان سے ان کا اور ان کی ماں کا نام پوچھا انہوں نے اپنا اور اپنی ماں کا نام بتایا۔ پھر ان سے پوچھا تمہارے کتنے بھائی ہیں؟ کہا: دس۔ پھر ان سے کہا کیا تمہیں پسند ہے کہ میں تمہارے مرے ہوئے بھائی کے بدلے ہوں تو بنیامین نے کہا تمہاری مثل بھائی کون پا سکتا ہے لیکن تم یعقوب و راحیل سے نہیں ہو۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام رو پڑے اور بنیامین کو سینے سے لگا کر کہا کہ میں ہی تیرا بھائی یوسف ہوں تو اس کا غم نہ کر جو یہ حسد سے کرتے ہیں اور چپکے سے یہ بھی کہا کہ تجھے میں اپنے پاس روکنے کے لیے حیلہ کروں گا تو انہیں خبر نہ کرنا۔ [جلال وغیرہ]

(۷۔ آیت: ۷۰ تا ۷۶) پس جب بھائیوں کا سامان مہیا کر دیا تو یہ حیلہ کیا کہ ایک پیالہ چاندی یا سونے کا جڑاؤ اپنے بھائی کے کجاوہ میں رکھ دیا۔ جب وہ چلے تو ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا اے قافلہ والو تم چور ہو، لوٹو۔ تو وہ لوٹے اور کہا تم کیا چیز نہیں پاتے ہو تو منادی نے کہا بادشاہ کا پیمانہ نہیں ملتا ہے اور جو کوئی اسے لائے گا اسے ایک اونٹ بھر غلا دیا جائے گا اور میں اس کا ضامن ہوں کہ ایسی کفالت اس وقت جائز تھی۔۔ تو بھائی بولے خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ ہم زمین پر فساد پھیلانے نہیں آئے ہیں اور نہ ہم چور ہیں۔ تو منادی

www.waseemziyai.com

یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ

یوسف نے یہ بات اپنے دل میں رکھی اور ان پر ظاہر نہ کی جی میں کہا تم بدتر جگہ ہو

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا

اور اللہ خوب جانتا ہے جو باتیں بناتے ہو۔ بولے اے عزیز! اس کے ایک باپ ہیں

شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۷۸﴾

بوڑھے بڑے تو ہم میں اس کی جگہ کسی کو لے لو بے شک ہم تمہارے احسان دیکھ رہے ہیں۔

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ

کہا خدا کی پناہ کہ ہم لیں مگر اسی کو جس کے پاس ہمارا مال ملا

نے کہا: پھر کیا سزا ہے چور کی اگر تم جھوٹے نکلے؟ تو بھائی بولے جس کے پاس نکلے اسے غلام بنالیا جائے ہمارے یہاں ظالموں چوروں کی یہی سزا ہے۔ پس تلاشی شروع ہوئی اور بنیامین کی خورجی سے پہلے تہمت دفع کرنے کے لیے ان کی خورجیوں کی تلاشی لی گئی پھر بنیامین کی خورجی کی تلاشی لی گئی اس میں وہ پیالہ پایا۔ پس انہیں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس لے کر آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ ہم نے یوسف کو ان کے بھائی کو لینے کی یہ تدبیر بتائی تھی کہ شاہی قانون کے بموجب اسے بھائی کو لے لینے کا حق نہیں پہنچتا تھا کہ اس میں چور کی سزا مارنا یا مال مسروقہ دوگنا تاوان لینا تھا مگر یہ کہ خدا چاہے۔ ہم جسے چاہیں علم میں درجوں بلند کریں۔ جیسے یوسف کا بھائیوں پر درجہ بلند کیا اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے جس کا سلسلہ اللہ تک پہنچتا ہے کہ وہ ہر عالم کے فوق ہے۔ [عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما] اکثر کے نزدیک وہ پیالہ چاندی کا تھا اور بعض کے نزدیک سونے کا جڑاؤ تھا اسے غلہ ناپنے کا پیمانہ بنایا گیا تھا۔ حضرت ابن عباس وضحاک ومجاہد وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں کہ وہ بادشاہ کے پانی پینے کا پیالہ تھا مگر اس سے غلہ ناپا جاتا تھا۔ [ابن کثیر] گویا سقایا وصواع سے وہ پیالہ مراد ہے جس سے بادشاہ پانی پیا کرتا تھا مگر یوسف علیہ السلام نے اسے اپنے استعمال میں لانا پسند نہ کیا اور اسے پیمانہ بنا دیا۔ اور منادی نے جو الفاظ پکار کر کہے تھے وہ حضرت یوسف کے بتائے ہوئے نہ تھے اپنی طرف سے بے اجازت کہے تھے۔ کہ آیت میں صرف پیمانہ چھپا دینے کا ذکر ہے آواز دلوانے کا ذکر نہیں ہے۔ [کبیر]

تنبیہ: آیت مذکور سے چند باتیں مستفاد ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ کسی کام کے لیے لطیف حیلہ کرنا جس سے کسی کا نقصان نہ ہو جائز ہے۔ جیسے یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس روکنے کے لیے کیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا تعلیم کردہ فرمایا۔ اور دوسری جگہ حضرت ایوب علیہ السلام کو جب کہ انہوں نے اپنی بی بی کو سو لکڑیاں مارنے کی قسم کھائی تو انہیں تعلیم فرمایا ﴿وَخُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ﴾ یعنی تم اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے کر مار دو اور قسم نہ توڑو۔ اور جب حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ میں لڑائی ہوئی اور سارہ نے ہاجرہ کا کوئی عضو کاٹنے کی قسم کھائی تو حضرت ابراہیم کو ان دونوں میں صلح کرا دینے کی وحی آئی تو سارہ بولیں مجھے اپنی قسم سے کیسے خلاصی ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بذریعہ وحی تعلیم فرمایا کہ سارہ سے کہہ دو کہ وہ ہاجرہ کے کان چھید دے قسم پوری ہو جائے گی پس ایسا ہی کیا گیا۔ [عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما] اور جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کی خدمت میں برنی چھوارے لے کر آئے تو حضور نے پوچھا یہ کہاں سے لائے عرض کی میرے پاس خراب چھوارے تھے ان کو دوگنا دے کر انہیں خریدا ہے۔ فرمایا یہ تو سود ہے ایسا نہ کرو بلکہ تم اپنے ناقص چھوارے کسی اور چیز کے بدلے بیچو پھر اس چیز سے ایسے چھوارے خریدو۔ [بخاری] ہمارے فقہائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انہیں آیات وحدیث کو اس قسم کے حیلوں کے جواز کی اصل قرار دیا ہے اور اپنی تصانیف میں کتاب الحیل وضع فرمایا ہے اور

www.waseemziyai.com

اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ ع ۱۱ ۳

جب تو ہم ظالم ہوں گے۔ ف۸ پھر جب اس سے نا امید ہوئے الگ جاکر سرگوشی کرنے لگے ان کا بڑا بھائی بولا

اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ

کیا تمہیں خبر نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد لے لیا تھا اور اس سے

قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ

پہلے یوسف کے حق میں تم نے کیسی تقصیر کی؟ تو میں یہاں سے نہ ٹلوں گا یہاں تک کہ میرے باپ

لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى

مجھے اجازت دیں یا اللہ مجھے حکم فرمائے اور اس کا حکم سب سے بہتر۔ اپنے باپ کے پاس لوٹ

اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا

کر جاؤ پھر عرض کرو کہ اے ہمارے باپ! بے شک آپ کے بیٹے نے چوری کی اور ہم تو اتنی ہی بات کے گواہ ہوئے تھے

وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا

جتنی ہمارے علم میں تھی اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے اور اس بستی سے پوچھ دیکھیے جس میں ہم تھے

آیت مذکورہ کے حکم کو غیر منسوخ بتایا ہے اور اسے صحیح مذہب حنفیہ کہا ہے۔[کما فی الفتاوی الھندیہ والذخیرۃ والاشباہ وشرحہ الحموی عن التاتارخانیہ]اوراس پر بہت سے مسائل متفرع کیے ہیں منجملہ ان کے فدیہ دے کرمیت کے ذمہ سے نماز روزے ساقط کرنے کا طریقہ ہے جو عامہ کتب فقہ میں مذکور ہے اور متفق علیہ ہے جواس کو بے اصل ناجائز بتائے وہ جاہل ہے کہ یہ مذہب کی متفقہ بات کو توڑنا ہے۔[طحطاوی علی المراقی]دوسرے یہ کہ مشتبہ لوگوں کی تلاشی لینا جائز ہے۔تیسرے یہ کہ گمی ہوئی چیز ڈھونڈلانے والے کے لیے کچھ انعام مقرر کرنا اور دینا جائز ہے۔ جسے عرف شرع میں جعل کہتے ہیں۔اور کید کے معنی یہاں تدبیر کے ہیں کہ جب وہ اللہ کی طرف منسوب ہوتا ہے تو بمعنی تدبیر ہوتا ہے اور جب خلق کی طرف منسوب ہوتا ہے تو بمعنی حیلہ آتا ہے۔

(۸۔آیت:۷۷تا۷۹)جب پیمانہ بنیامین کی خورجی سے برآمد ہوا تو بھائی بہت شرمندہ ہوئے اور بنیامین کو ملامت کرنے لگے اور جل کر بولے اگر یہ چوری کرے تو تعجب نہیں ہے کہ اس سے پہلے اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے،ہم ایسے نہیں ہیں۔تو یہ بات یوسف علیہ السلام نے اپنے دل میں رکھی بھائیوں پر ظاہر نہ کی۔دل میں کہا تم یوسف اور اس کے بھائی سے بھی بدتر جگہ ہو کہ تم نے یوسف کو اس کے باپ سے چرا کر بیچا اور اس پر ظلم کیا۔اللہ خوب جانتا ہے جو باتیں تم اس کے بارے میں بناتے ہو۔تو بھائی بولے اے عزیز اس کے باپ بہت بوڑھے ہیں وہ اسے ہم سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں اس کی جدائی انہیں شاق ہوگی تم ہم میں سے اس کی جگہ کسی کو لے لو ہم تمہارے احسان دیکھ رہے ہیں۔تو یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اللہ بچائے اس سے کہ ہم سوائے اس کے جس کے پاس ہمارا مال ملا ہے دوسرے کو لیں کہ ہم ایسا کرنے سے ظالم ہوں گے۔

تنبیہ: بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو چور اس بنا پر کہا کہ انہوں نے اپنے نانا کا سونے کا بت چرا کر توڑ پھینکا تھا تاکہ وہ اسے پوج نہ سکیں۔[جلال وفیہ اقوال اخر فی السراج] وغیرہ،گویا یہ کلمہ بھائیوں نے از روئے حسد اپنے کو اچھا اور انہیں برا ظاہر

www.waseemziyai.com

وَ الْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ

اور اس قافلہ سے جس میں ہم آئے اور ہم بے شک سچے ہیں کہا تمہارے نفس نے

لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ

تمہیں کچھ حیلہ بنادیا تو اچھا صبر ہے قریب ہے کہ اللہ ان سب کو مجھ سے لا ملائے

جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى

بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔ اور ان سے منہ پھیرا اور کہا ہائے افسوس

يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا

یوسف کی جدائی پر اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہوگئیں تو وہ غصہ کھاتا رہا۔ بولے

تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ

خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کی یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ گور کنارے جالگیں یا جان سے

مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ

گزر جائیں۔ کہا میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں

وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ

اور مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے ف۹ اے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا

کرنے کے لیے کہا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ازراہ حلم اسے برداشت کیا اور اس کا کچھ جواب نہ دیا۔

(۹۔ آیت: ۸۰ تا ۸۶) پس جب وہ بنیامین کے ملنے سے ناامید ہوئے تو الگ جا کر آپس میں مشورہ کیا۔ بڑے بھائی یہودا نے کہا کیا تمہیں خبر نہیں ہے کہ تمہارے باپ نے تم سے بنیامین کے بارے میں عہد لیا تھا اور اس سے پہلے تم نے یوسف کے حق میں کیسی تقصیر کی تھی۔ میں بنیامین کو چھوڑ کر نہ جاؤں گا یہاں تک کہ میرے باپ مجھے لوٹنے کی اجازت دیں یا اللہ حکم فرمائے اس کا حکم سب سے بہتر ہے تم اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ اور ان سے عرض کرو اے ہمارے باپ آپ کے بیٹے بنیامین نے چوری کی اور ہم تو اتنی ہی بات کے گواہ ہوئے تھے جتنی ہمارے علم میں تھی اور ہم عہد کرتے وقت چھپی ہوئی بات کے نگہبان نہ تھے آپ مصر والوں اور قافلہ والوں سے پوچھ دیکھئے ہم بے شک اپنے قول میں سچے ہیں۔ پس نو بیٹوں نے باپ سے آکر اسی طرح عرض کیا جیسا کہ آپس میں مشورہ ہوا تھا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے کہا: ایسا نہیں ہے بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لیے حیلہ بنایا ہے کہ تم نے قانون مصر کے خلاف اپنے یہاں کا قانون بتا کر بنیامین کو گرفتار کرایا اگر تم ایسی بات نہ کہتے تو وہ گرفتار نہ ہوتا۔ پس میرے لیے صبر اچھا ہے اور از روئے فراست و کشف فرمایا کہ عنقریب اللہ ان تینوں کو مجھ سے ملائے گا۔ خدا ہی اصل واقعہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ یہ کہہ کر ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور خدا کی طرف متوجہ ہو کر کہا ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر اس کے سوا کوئی لفظ زبان پر نہ لائے۔ اندر ہی اندر رنج و غم کھاتے اور روتے رہے یہاں تک کہ ان کی آنکھیں سفید ہوگئیں پانی اتر آیا بینائی جاتی رہی۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ وقت مصیبت کے کسی امت کو استرجاع نہیں دیا گیا سوائے امت محمدیہ کے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو رنج و غم پہنچا تو انہوں نے یا أسفا کہا

www.waseemziyai.com

يُوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ

سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ کی رحمت سے

رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا

ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ ف۱ پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے بولے اے

الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ

عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت پہنچی اور ہم بے قدر پونجی لے کر آئے ہیں

استرجاع نہیں کیا۔یعنی ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾ نہیں کہا۔حسن کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام فراق یوسف میں اسّی برس رنج وغم کرتے اور روتے رہے اور اس وقت ان سے بڑھ کر کوئی مکرم نہ تھا۔مقاتل کہتے ہیں کہ نابینا ہوئے چھ سال گزرے تھے (اس سے معلوم ہوا کہ کسی کھوئی چیز پر بلا جزع وفزع کے غمگین ہونا تاسف کرنا جائز ہے) تو بیٹے بولے خدا کی قسم اگر آپ ہمیشہ یوسف کی یاد ایسے کرتے رہیں گے تو مرنے کے قریب ہو جائیں گے یا مر جائیں گے۔تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے فرمایا: میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں نہ غیر سے اور مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے ہو۔حاکم نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت یعقوب علیہ السلام کے مواخاتی بھائی نے ان سے پوچھا کہ کس شئی نے آپ کی بینائی کھودی اور آپ کی پیٹھ ٹیڑھی کردی۔فرمایا کہ بینائی تو یوسف کے لیے رونے نے کھودی اور پیٹھ بنیامین کے غم نے دوہری کردی۔پس جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اللہ فرماتا ہے تجھے غیر سے شکایت کرتے شرم نہ آئی تو انہوں نے ﴿اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ﴾ کہا: تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا خدا خوب جانتا ہے جس سے آپ نے شکایت کی اور ﴿وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ سے اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت یوسف کے زندہ ہونے کا انہیں علم تھا اور ان کے واپس آنے کی توقع تھی بعض روایات میں آیا ہے کہ انہوں نے ملک الموت سے یوسف کا زندہ ہونا معلوم کرلیا تھا جبکہ ملک الموت ان کی زیارت کو آئے تھے۔[خازن]

تنبیہ: بعض نادان بیٹے کے فراق میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے رونے کو شان نبوت کے خلاف کہتے ہیں۔انہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ شرعاً نوحہ کرنا حرام ہے۔یعنی چلا چلا کر رونا پیٹنا گریبان پھاڑنا سر کے بال کھسوٹنا وغیرہ باتیں جو زمانہ جاہلیت میں کی جاتی تھیں اسلام میں اس طرح رونے نوحہ کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے نہ سکون کے ساتھ آنسوؤں سے رونے کی کہ وہ رقت قلب ہے اختیار سے باہر ہے۔خود حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کی وفات پر آنسوؤں سے روئے۔جب حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ روتے ہیں؟ فرمایا: اے ابن عوف! یہ نرم دلی ہے۔دل غمگین ہوتا ہے اور آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور میں وہ نہیں کہتا ہوں جس سے رب ناخوش ہو اور میں تیرے فراق میں غمگین ہوں اے ابراہیم۔[رواہ مسلم و بخاری] حضرت زینب نے اپنی لڑکی کی وفات کے وقت حضور کو مکرر بلایا آپ تشریف لے گئے تو اسے دم توڑتے پایا رونے لگے۔ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ آپ روتے ہیں؟ فرمایا: میرا رونا شفقت کا ہے۔[بخاری] حضور کے کاشانہ نبوت میں کسی کا انتقال ہوا عورتیں رونے لگیں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں جھڑکا اور منع کیا تو حضور نے ان سے فرمایا: اے عمر! ان کو رونے دو دل کو صدمہ پہنچتا ہے آنکھیں آنسو بھر لاتی ہیں اور زمانہ قریب ہے۔[نسائی] غرض کہ کسی کے غم میں نوحہ کرنا منع ہے آنسوؤں سے رونا منع نہیں ہے۔حضرت یعقوب علیہ السلام کا رونا آنسوؤں سے نرم دلی اور اندرونی رنج وغم کے باعث تھا جسے وہ اندر ہی اندر گھونٹتے اور کھاتے رہے جو فھو کظیم سے صاف ظاہر ہے۔

(۱۰۔آیت: ۸۷) چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو باعلام الٰہی یہ معلوم تھا کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں لیکن اسے پورے

www.waseemziyai.com

لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ﴿٨٨﴾

تو آپ ہمیں پورا ماپ دیجئے اور ہم پر خیرات کیجئے بے شک اللہ خیرات والوں کو صلہ دیتا ہے

قَالَ هَلْ عَلِمْتُم مَّا فَعَلْتُم بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنتُمْ جَاهِلُونَ ﴿٨٩﴾

بولے کچھ خبر ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم نادان تھے

قَالُوا أَإِنَّكَ لَأَنتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَا أَخِي ۖ قَدْ مَنَّ

بولے کیا سچ مچ آپ ہی یوسف ہیں؟ کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی، بے شک

اللَّهُ عَلَيْنَا ۖ إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ

اللہ نے ہم پر احسان کیا بے شک جو پرہیزگاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کا نیگ

الْمُحْسِنِينَ ﴿٩٠﴾ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِن كُنَّا

ضائع نہیں کرتا بولے خدا کی قسم بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بے شک ہم

لَخَاطِئِينَ ﴿٩١﴾ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَ

خطاوار تھے کہا آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے

هُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٩٢﴾ اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ

اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے

وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا ۖ وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٩٣﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ ع ۱۰ ۱۴ ۴

میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اپنے سب گھر بھر میرے پاس لے آؤ۔ فلما جب قافلہ مصر سے جدا ہوا

طور سے ظاہر نہ کر سکتے تھے لہٰذا اس کی جانب پہلے مجملاً ﴿واعلم من اللہ مالا تعلمون﴾ سے اشارہ فرمایا۔ پھر اس کی قدرے تفصیل کی مگر پھر بھی صاف طور سے آگاہ نہ کیا کہ اسرار الٰہی میں خیانت تھی اور بیٹوں سے یوں فرمایا۔ اے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کہ اللہ کی رحمت سے کافر ناامید ہوتے ہیں۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ اس میں کیا راز ہے کہ آپ نے مصر سے پیراہن یوسفی کی بو سونگھی جو کنعان سے کوسوں دور ہے اور چاہ کنعان میں جو پاس تھا انہیں محسوس نہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرا حال مثل بجلی کوندنے والی کی ہے کہ جب وہ چمکتی ہے تو ہر شئی نظر آتی ہے اور جب وہ چھپ جاتی ہے تو کچھ نظر نہیں آتا ہے۔

(۱۱۔آیت:۸۸تا۹۳) پس بیٹے باپ کے فرمانے کے بموجب دوبارہ مصر پہنچے چونکہ اس بار اصل غرض حضرت یوسف علیہ السلام کی تلاش تھی نہ غلہ لانا، کہ راز قدرت کھلنے کا وقت آ گیا تھا، مادہ حسد زائل ہو چکا تھا مگر پھر بھی غلہ کو آنے کا سبب ٹھہرایا۔ اسی کو ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے کہ پھر جب یوسف کے بھائی ان کے پاس پہنچے تو ان سے بولے اے عزیز ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو بھوک کی مصیبت پہنچی ہے فاقے ہو رہے ہیں اور ہم بے قدر کھوٹی پونجی (درہم) لے کر آئے ہیں آپ ہمیں پورا ناپ غلہ دیجئے اور ہم پر

www.waseemziyai.com

الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾

یہاں ان کے باپ نے کہا بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے یہ نہ کہو کہ سٹھ گیا۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ

بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں پھر جب خوشی سنانے والا

الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ

آیا اس نے وہ کرتا یعقوب کے منہ پر ڈالا اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں، کہا میں

اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا

نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے بولے اے ہمارے باپ!

اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ

ہمارے گناہوں کی معافی مانگیے بے شک ہم خطاوار ہیں۔ کہا جلد میں تمہاری بخشش

رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰي يُوْسُفَ اٰوٰٓى

اپنے رب سے چاہوں گا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے ف۱۲ پھر جب وہ سب یوسف کے پاس پہنچے اس نے

خیرات کیجیے، کھوٹی حقیر پونجی کا خیال نہ کیجیے کہ اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔ پس حضرت یوسف علیہ السلام پر رقت طاری ہوئی اور رحم آیا تو ان سے کہا کہ تمہیں کچھ خبر ہے کہ تم نے نادانی سے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا یہ کہہ کر مسکرائے تو بھائیوں نے ان کے دانت موتی جیسے چمکتے دیکھ کر کچھ کچھ پہچان کر کہا: کیا تم ہی یوسف ہو؟ [ابن عباس] تو آپ نے فرمایا ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی بنیامین ہے بے شک اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ ہم دونوں کو ملا دیا جو کوئی اللہ سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے اللہ اس کا نیک ضائع نہیں فرماتا ہے۔ تو بھائی بولے خدا کی قسم اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور ہم خطاوار تھے، تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: آج تم پر کچھ ملامت نہیں ہے اللہ تمہیں معاف فرمائے وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ پھر یوسف علیہ السلام نے ان سے باپ کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہی ہیں تو حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں اپنا کرتا دیا اور کہا کہ اسے لے جا کر باپ کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔

تنبیہ: یہ وہ قمیص تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالتے وقت جبرئیل علیہ السلام نے جنت سے لا کر پہنائی تھی جس کے سبب وہ جلنے سے محفوظ رہے تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسے تعویذ بنا کر حضرت یوسف کے گلے میں ڈال دیا تھا جب وہ کوئیں میں ڈالے گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے اسے نکال کر انہیں پہنا دیا تھا۔ کہا گیا ہے کہ اس میں جنت کی خوشبو تھی جس مریض کو وہ پہنائی جاتی اچھا ہو جاتا۔ [جلالین و کمالین] اور ﴿وتصدق علینا﴾ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگلے انبیا پر صدقہ لینا حرام نہ تھا جیسا کہ سفیان ابن عیینہ نے فرمایا: اور یہی آیت پڑھی۔ یہ خصوصیت حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی ہے کہ آپ پر صدقہ حرام فرمایا گیا۔ اور توریت وغیرہ کتب سابقہ میں حضور کی یہ پہچان بتائی گئی ہے کہ ان پر صدقہ حرام ہوگا تو ضرور ہوا کہ مخصوص بحضور ہو۔

(۱۲۔ آیت: ۹۴ تا ۹۸) القصہ جب قافلہ مصر سے جدا ہوا تو یعقوب علیہ السلام نے اپنے ناتی پوتوں سے فرمایا کہ مجھے یوسف کی

www.waseemziyai.com

اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾

اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا مصر میں داخل ہو اللہ چاہے تو امان کے ساتھ

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ

اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور وہ سب اس کے لیے سجدے میں گرے اور یوسف نے کہا

يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ

اے میرے باپ! یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے بے شک اسے میرے رب نے

حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ

سچا کیا اور بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو

بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ

گاؤں سے لے آیا بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی

اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۚ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

کرادی تھی بے شک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کردے، بے شک وہی علم و حکمت والا ہے ق ۱۳

خوشبو آتی ہے اگر تم مجھے سٹھیا ہوا نہ کہو؟ یہ خوشبو پیراہن یوسف علیہ السلام کی تھی جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا نے تین یا آٹھ روز کے فاصلہ سے انہیں پہنچائی تھی۔ [جلال] عبدالرزاق نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب قافلہ مصر سے جدا ہوا تو ہوا چلی اس نے قمیص یوسف کی خوشبو آٹھ روز کی راہ پر حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنچائی۔ [ابن کثیر] تو ناتی پوتے بولے خدا کی قسم آپ ابھی تک یوسف کی محبت اور اس کے ملنے کی امید میں بے خود ہیں۔ پس جب خوشی سنانے والا آیا یعنی یہودا نے آکر حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص باپ کے منہ پر ڈالی تو اسی وقت ان کی آنکھیں روشن ہوگئیں بدن میں قوت آگئی رنج و غم دور ہوا اور بولے میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے ہو۔ یہ اشارہ ہے حضرت یوسف کے زندہ ہونے اور ملنے کی طرف۔ تو بیٹے بولے اے ہمارے باپ آپ ہمارے گناہ کی معافی مانگئے بے شک ہم خطاوار ہیں تو باپ نے کہا میں جلد تمہاری بخشش خدا سے چاہوں گا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ شعبی کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس وقت دعا نہ کی پھر کرنے کا وعدہ فرمایا کیوں کہ انہیں معلوم نہ تھا کہ یوسف نے انہیں معاف کر دیا ہے یا نہیں۔ قاضی نے اس کی تائید میں ایک روایت لکھی ہے جس میں ہے کہ مصر پہنچ کر ان کے لیے دعا فرمائی اور حضرت یوسف نے آمین کہی جبرئیل نے آکر قبول دعا کی بشارت دی۔ حضرت ابن مسعود وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں: کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے سحر کے وقت تک دعا میں تاخیر کی (کہ وہ وقت دعوت و اجابت الٰہی ہے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هل من داع فاستجيب له﴾ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ شب جمعہ تک تاخیر کی کہ وہ متبرک دن ہے اس میں ساعت اجابت ہے۔ [معالم و سراج]

(۱۳۔ آیت: ۹۹، ۱۰۰) القصہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے سب گھر والوں کے لانے کو کہا تو وہ گھر آئے اور باپ سے کہا پھر سب گھر والوں کو مع باپ مصر لے گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ماں باپ کا بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا اسی کو

www.waseemziyai.com

ان آیات میں میں ذکر کیا گیا ہے کہ پھر جب وہ سب یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے وقت استقبال خارج مصر اپنے ماں باپ سے معانقہ کیا اور ان سے کہا کہ اب تم امن وچین سے مصر میں داخل ہو اگر چاہے اللہ۔ اور دربار میں لے جا کر انہیں اپنے پاس تخت پر بٹھایا تو وہ سب ماں باپ بھائی ان کے لیے تعظیماً سجدہ میں گرے تو یوسف علیہ السلام نے کہا اے میرے باپ یہ میرے خواب کی تعبیر ہے اسے اللہ نے سچا کیا اور مجھ پر احسان فرمایا کہ مجھے قید سے چھڑایا اور تم سے ملایا۔ باقی ترجمہ پڑھئے۔ ﴿وخرّوا له سجداً﴾ کے دو معنی ہیں۔ اول یہ کہ "له" کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے تو یہ مطلب ہوگا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ماں باپ بھائیوں نے اللہ کے لیے سجدۂ شکر کیا کہ اس نے انہیں مدت دراز کے بعد حضرت یوسف سے ملایا رنج وغم سے چھڑایا قحط کی مصیبت سے بچایا چین وآرام نصیب ہوا۔ دوسرے یہ کہ "له" کی ضمیر حضرت یوسف کی طرف راجع ہے تو یہ مطلب ہوگا کہ حضرت یوسف کے ماں باپ بھائیوں نے انکو سجدہ کیا۔ یہ سجدہ کیسا تھا اس میں چند اقوال ہیں: اول یہ کہ یہ سجدہ تعظیمی تھا جیسا کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو کیا تھا کہ اگلی شریعتوں میں سجدہ تعظیمی جائز تھا اور وہ ابتدائے اسلام تک جائز رہا پھر منسوخ ہوا اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو کسی قسم کا سجدہ کرنا جائز نہ رہا۔ حدیث میں ہے کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام گئے اور وہاں کے لوگوں کو اپنے علما واکابر کے لیے سجدہ کرتے دیکھا تو واپس آ کر انہوں نے حضور کو سجدہ کیا تو حضور نے انہیں ٹوکا اور فرمایا: اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو اپنے شوہر کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے تو انہوں نے مدینہ کے بعض راستوں میں حضور کو سجدہ کیا تو حضور نے ان سے فرمایا: اے سلمان! مجھے سجدہ نہ کرو اللہ کو سجدہ کرو۔ دوسرے یہ کہ یہ سجدہ زمین پر پیشانی رکھ کر نہ تھا بلکہ جھک کر تھا جیسا کہ بعض لوگ کسی معظم کو بہت جھک کر سلام کرتے ہیں یہاں تک کہ رکوع کے قریب ہو جاتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ "له" کا لام اجلیہ ہے۔ یعنی سجدہ تو اللہ ہی کے لیے تھا مگر یوسف کے مرتبہ اور منزلت کے لیے کیا گیا تھا۔ جیسا کہ لی ساجدین میں ہے کہ میں نے اپنے لیے چاند اور سورج اور گیارہ ستاروں کو سجدہ کرتے دیکھا۔ چوتھے یہ کہ حضرت یوسف کو قبلہ بنا کر اللہ کے لیے سجدہ کیا تھا جیسا کہ محاورہ میں بولا جاتا ہے کہ سجدت الکعبۃ یعنی کعبہ کو سجدہ کیا اور مراد اس سے اللہ کو سجدہ کرنا ہوتا ہے ویسا ہی یہاں خروا له سجدا کہا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کو جہت سجدہ بنانے کا حکم فرمایا ہو۔ قول اول صحیح تر ہے اور اکثر کا مختار ہے۔ [کما فی تفسیر غرائب القرآن ونهایة القاضی علی تفسیر بیضاوی] اور ردالمحتار میں ہے کہ وہ سجدہ تحیۃ تھا پھر حدیث مذکور سے منسوخ ہوا۔ اور قول دوم کو امام بغوی وامام سیوطی نے اختیار کیا ہے اور قول سوم کو امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پسند فرمایا ہے۔ واللہ تعالی اعلم بحقیقته.

معالم وسراج وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے کل خاندان کی سواری وبار برداری کے لیے دو سو اونٹنیاں روانہ کی تھیں ان پر سب سوار ہو کر مصر پہنچے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے مع بادشاہ وارا کین سلطنت وامرائے مصر شہر سے باہر ان کا استقبال کیا اور انہیں شہر میں لے گئے۔ اس وقت حضرت یعقوب کی عمر ایک سو تیس برس کی تھی اور ان کے ساتھ حضرت یوسف کی حقیقی ماں یا خالہ تھیں کہ محاورہ عرب میں خالہ کو بھی ماں کہا جاتا ہے علاوہ ان کے کنبہ کے ستر مرد عورتیں ان کے ساتھ تھے تو کل بہتر ہوئے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں مصر سے لے کر چلے تھے تو ان کی تعداد چھ لاکھ سے کچھ زیادہ تھی۔ [خفاجی] ابن جریر نے کہا ہے کہ یہ قول قابل اعتماد نہیں ہے کہ حضرت یوسف کی خالہ لیا اور ماں راحیل کا انتقال ہو چکا تھا مگر آیت میں "ابویه" فرمایا گیا ہے جس کا اطلاق ماں باپ پر آتا ہے خواہ وہ سگی ہو یا سوتیلی ہو اس پر یقین کرنا ضروری ہے پس حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں گئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس چوبیس سال رہے۔ اور ان کو حضرت یوسف سے جدا ہوئے ۲۲ یا ۴۰ سال ہوئے تھے۔ وقت وصال انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ مجھے میرے باپ کے پاس لے جا کر دفن کرنا پس حضرت یوسف علیہ السلام ان کی نعش کو ملک شام یا کنعان خود لے کر گئے اور انہیں ان کے باپ کے جوار میں دفن کیا۔ پھر لوٹ کر مصر آئے اور تیئیس سال زندہ رہے۔

تنبیہ: اس روایت سے چار باتیں مستفاد ہوئیں۔ اول یہ کہ میت کو اپنے باپ دادا وغیرہ صالحین کے جوار میں دفن کرنے کی

www.waseemziyai.com

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ

اے میرے رب! بے شک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے کچھ باتوں کا انجام نکالنا سکھایا

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ

اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے تو میرا کام بنانے والا ہے دنیا اور آخرت میں، مجھے

مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ

مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں ف۱۴ یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف

اِلَیْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَهُمْ یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَاۤ اَكْثَرُ

وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنا کام پکا کیا تھا اور وہ داؤں چل رہے تھے اور اکثر

النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ

آدمی تم کتنا ہی چاہو ایمان نہ لائیں گے۔ اور تم اس پر ان سے کچھ اجرت نہیں مانگتے، یہ

وصیت کرنا جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ میت کو قبل دفن دوسری جگہ منتقل کرنا جائز ہے۔ تیسرے یہ کہ میت کو اس کے ہڑواڑ میں یعنی جس قبرستان میں اس کے گھر والے کنبہ والے دفن ہوں دفن کرنا اولی ہے۔ چوتھے یہ کہ میت کو صالحین کے پڑوس میں دفن کرنا بہتر ہے تاکہ ان کے طفیل ان پر بھی رحمت الٰہی نازل ہو۔

(۱۴۔ آیت: ۱۰۱) یہ مقولہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے کہ جب وہ لوٹ کر مصر آئے اور انہیں معلوم ہوا کہ اب وہ زندہ نہیں رہیں گے تو اللہ رب العزت جل وعلی کے یہاں جانے کے مشتاق ہوئے اور جناب باری میں اس کے انعامات واحسانات شمار کر کے دعا کی کہ مجھے مسلمان اٹھانا اور اپنے مقرب وخاص بندوں سے ملانا۔ پڑھئے ترجمہ، اس کے بعد وہ ایک ہفتہ یا اس سے کچھ زیادہ زندہ رہے اور ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی۔ تو مصریوں نے آپ کے دفن کرنے میں جھگڑا کیا ہر ایک نے اپنے محلہ میں دفن کرنا چاہا تو یہ طے ہوا کہ آپ کی نعش مبارک کو ایک سنگ مرمر کے صندوق میں رکھ کر رود نیل کے اوپری حصہ میں دفن کیا جائے۔ پس وسط رود نیل میں دفن کیے گئے تاکہ دونوں طرف برکت رہے۔ [جلال] اور توفنی مسلما تمنائے موت نہیں ہے بلکہ اسلام پر مرنے اور صالحین کے ساتھ ملنے کی دعا ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ کوئی نبی قبض نہیں کیا جاتا ہے جب تک جنت میں اس کو اس کا ٹھکانہ نہ دکھا دیا جائے پھر وہ زندہ رہنا پسند کرے یا اسے اختیار کرے۔ تو یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا اسے علانیہ اختیار کرنا ہے نہ تمنائے موت۔ کہ تمنائے موت سختی اور مصیبت کی حالت میں منع ہے، جیسا کہ امام احمد وبخاری ومسلم کی حدیث میں آیا ہے اور یوسف علیہ السلام اس وقت چین وآرام کی حالت میں تھے نہ سختی میں۔

تنبیہ: اس قصہ میں حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کے جو افعال واقوال مذکور ہیں وہ سب بحکم الٰہی تھے ان میں اللہ کی حکمتیں مضمر ہیں ان پر تعریض کرنا بے جا ہے۔ فقیر نے قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کو مسلسل مطابق آیات کے بالاختصار لکھا ہے اور درمیان میں ربط دینے کے لیے اس کی چھوٹی ہوئی کڑیاں ملائی تھیں تاکہ مطلب بخوبی سمجھ میں آجائے۔ مفسرین نے اس قصہ میں بعض غیر معتبر روایات اسرائیلیات سے اخذ کر کے لکھی ہیں جن پر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے جا بجا تنبیہ کی ہے فقیر نے انہیں ترک کیا ہے۔ خصوصا وہ روایات جن سے شان نبوت کی تنقیص ہوتی تھی دامن رسالت پر دھبہ آتا تھا ان کا نہ لکھنا ہی بہتر تھا۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے

www.waseemziyai.com

هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

تو نہیں مگر سارے جہان کو نصیحت۔ ف۱۵ اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ

يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ

لوگ ان پر گزرتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔ اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ

بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ

اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے کیا اس سے نڈر ہو بیٹھے کہ اللہ کا عذاب

اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ هٰذِهٖ

انہیں آکر گھیر لے یا قیامت ان پر اچانک آجائے اور انہیں خبر نہ ہو۔ تم فرماؤ

سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ

یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو میرے قدموں پر چلیں پل کی آنکھیں رکھتے ہیں

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ

اور اللہ کو پاکی ہے اور میں شریک کرنے والا نہیں۔ ف۱۶ اور ہم نے

قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ

تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے جنہیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے تو کیا

کہا ہے اور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو احسن القصص فرمایا ہے اس میں ایسی روایات لانا زیبا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو تنقیص شان رسالت سے محفوظ رکھے اور خطا و زلل سے بچائے۔

(۱۵۔ آیت: ۱۰۲ تا ۱۰۴) ان آیات میں قصہ بیان کرنے کی اصل وجہ بیان فرمائی گئی ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے جو یعقوب و یوسف علیہما السلام کے حالات اور ان کی طرز زندگی اور آزمائش کے وقت ثابت قدم رہنا رنج و مصیبت کے وقت صبر کرنا عروج و ترقی اور راحت و آرام کے وقت شکر کرنا بیان کیا ہے یہ غیب کی خبریں ہزاروں برس پہلے کی باتیں ہیں جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی ہیں اہل عرب ان سے واقف نہ تھے اور نہ تم اس وقت برادران یوسف کے پاس تھے جب کہ انہوں نے اپنا کام پورا کیا تھا اور مکر کر رہے تھے۔ اور بعض دوسرے قصوں میں یوں فرمایا ہے ﴿مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا﴾ [ھود: ۴۹] یعنی اس سے پہلے تم اور تمہاری قوم ان واقعات کو نہیں جانتے تھے یہ قرآن کی حقانیت اور تمہاری رسالت کی صداقت پر دلیل ہے مگر باوجود اس کے اکثر اہل مکہ ایمان نہ لائیں گے اگرچہ تم کتنا ہی چاہو حالانکہ تم اس پر ان سے کچھ اجرت نہیں مانگتے ہو۔ یہ قرآن تو سارے جہان کے لیے نصیحت ہے۔

(۱۶۔ آیت: ۱۰۵ تا ۱۰۸) گزشتہ آیات میں رسول پاک کی صداقت پر دو دلیلیں ذکر فرمائی گئی تھیں اس آیت میں تیسری دلیل بیان فرمائی گئی ہے جس سے توحید و رسالت کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ مطلب ظاہر ہے۔ پڑھئے ترجمہ۔ بقول عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کافر لوگ آسمان و زمین وغیرہ کا خالق تو خدا ہی کو کہتے تھے یہ ان کا ایمان تھا مگر وہ اللہ کے ساتھ دوسری چیزوں کو بھی پوجتے تھے یہ

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

www.waseemziyai.com

يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ

یہ لوگ زمین میں چلے نہیں تو دیکھتے کہ ان سے پہلوں کا کیا

مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا

انجام ہوا اور بے شک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر، تو کیا

تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْــَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ

تمہیں عقل نہیں۔ یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے

كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ

ان سے غلط کہا تھا اس وقت ہماری مدد آئی تو جسے ہم نے چاہا، بچالیا گیا اور ہمارا عذاب

الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي

مجرم لوگوں سے پھیرا نہیں جاتا۔ بے شک ان کی خبروں سے عقل مندوں کی

الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ

آنکھیں کھلتی ہیں یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے

بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ع ۱۲ ۷ ۶

اگلے کلاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان اور مسلمانوں کے لیے ہدایت و رحمت۔ ف۱۷

ان کا شرک تھا۔ [ابن کثیر] اس لیے فرمایا گیا ہے کہ اکثر ان کے مومن نہیں ہیں کہ شرک کرتے ہیں۔ تو اس میں اہل عرب ہی کی خصوصیت نہیں ہے تمام دنیا کے مشرک اس میں داخل ہیں کہ شرک آمیز ایمان کسی کا معتبر و قابل قبول نہیں۔ اور بخاری و مسلم کی حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ جب مشرک خانہ کعبہ کا طواف کرتے تو یوں کہتے۔ ہم تیری عبادت کے لیے حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں ہے مگر وہی تیرا شریک ہے جو تیرا ہے تو اس کا مالک ہے اور وہ تیرا مالک نہیں ہے یہ بھی عموم میں داخل ہے اگرچہ مورد اس کا خاص ہو۔

(۱۷۔ آیت: ۱۰۹ تا ۱۱۱ یہاں تک تو تبلیغ و توحید تھی ان آیات میں ازالہ شبہات کفار کیا جاتا ہے کہ وہ آدمی کے رسول ہونے میں شبہہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آدمی اللہ کا رسول ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتا ہے کہ ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ مرد ہی تھے اور شہروں کے ساکن تھے ہم انکی طرف وحی بھیجتے تھے۔ باقی ترجمہ پڑھئے۔ لفظ رجال سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی عورت یا فرشتہ رسول نہیں ہوا۔ [ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما] اور نہ کوئی جن رسول ہوا۔ [حسن رضی اللہ عنہ]

www.waseemziyai.com

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۴۳ رُكُوْعَاتُهَا ۶

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا۔

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۭ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ

یہ کتاب کی آیتیں ہیں اور وہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا حق ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ

مگر اکثر آدمی ایمان نہیں لاتے ف۱۸ اللہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بے

عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَي الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ

ان ستونوں کے کہ تم دیکھو پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے اور سورج اور چاند کو مسخر کیا

كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

ہر ایک ایک ٹھہرائے ہوئے وعدے تک چلتا ہے اللہ کام کی تدبیر فرماتا اور مفصل نشانیاں بتاتا ہے کہیں تم

بِلِقَاۗءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝۲ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا

اپنے رب کا ملنا یقین کرو اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں لنگر

رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ۭ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ

اور نہریں بنائیں اور زمین میں ہر قسم کے پھل دو دو طرح کے بنائے رات سے دن کو

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۳ وَفِي

چھپا لیتا ہے بے شک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کو اور

الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ

زمین کے مختلف قطعے ہیں اور ہیں پاس پاس اور باغ ہیں انگوروں کے اور کھیتی اور کھجور کے پیڑ

(۱۸۔آیت:۱) شان نزول: قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک سبب نزول ان آیات کا یہ ہے کہ عام کفار و مشرکین یہ خیال کرتے تھے کہ قرآن عظیم اللہ کا کلام نہیں ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہے ان کے اس خیال کے رد میں یہ آیات نازل ہوئیں اور معنی ﴿الٓمّٓرٰ﴾ کے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ ہیں کہ اللہ خوب جانتا اور دیکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سورہ رعد قرآن عظیم کی آیتیں ہیں اور جو قرآن تمہاری طرف اللہ کی جانب سے اترا ہے وہ کل حق ہے خدا کا کلام ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے اور نہ کسی انسانی دماغ کا اختراع ہے، مگر پھر بھی اکثر اہل مکہ اس پر ایمان نہیں لاتے ہیں کہ وہ خدا کا کلام ہے۔

تنبیہ: کتاب سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک قرآن عظیم ہے اور بعض کے نزدیک اس سے کتب سابقہ مراد ہیں۔

www.waseemziyai.com

صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ

ایک تھالے سے اُگے اور الگ الگ، سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے سے بہتر

فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۴ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ

کرتے ہیں بے شک اس میں نشانیاں [ہیں] عقل مندوں کے لیے ف۱۹ اور اگر تم تعجب کرو تو اچنبا تو

قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ

ان کے اس کہنے کا ہے کہ کیا ہم مٹی ہو کر پھر نئے بنیں گے؟ وہ ہیں جو

كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ

اپنے رب سے منکر ہوئے اور وہ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے؟ اور وہ

النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۵ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ

دوزخ والے ہیں انھیں اس میں رہنا ف۲۰ اور تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں

(۱۹۔آیت:۲ تا ۴) قرآن عظیم کی حقانیت اور الہامی کتاب ہونے کی صراحت کرنے کے بعد ان آیات میں اپنی ربوبیت والوہیت ووحدانیت کو ثابت فرماتا ہے۔ پڑھیے ترجمہ۔

تنبیہ: آیت میں آسمانوں کو بے ستون بلند کرنا صراحۃً فرمایا گیا ہے۔ تو یہ قول کہ وہ غیر مرئی ستونوں پر قائم ہے ناقابل التفات ہے کہ نہ اس میں کوئی خوبی ہے اور نہ الوہیت پر دلالت ہے۔ [کبیر] اور عرش پر مستوی ہونے کی توضیح سورۂ بقر میں گزری۔ اور اجل مسمی سے وقت معلوم یعنی قیامت مراد ہے۔ چاند وسورج اس وقت تک اپنے مقاموں پر گردش کرتے رہیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سورج کے لیے ۱۸۰ منزلیں ہیں ہر روز ایک منزل میں جاتا ہے اور انہیں چھ ماہ میں طے کرتا ہے پھر لوٹتا ہے اور انہیں دوبارہ چھ ماہ میں طے کرتا ہے۔ اور یونہی چاند کے لیے ۴۸ منزلیں ہیں پس کل یجری الی اجل مسمی سے یہی مراد ہے۔ [سراج] اور مدّ الارض سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین بچھی ہوئی سطحی شکل میں ہے نہ کروی۔ کما قال تعالیٰ: ﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا﴾ جیسا کہ ابن عطیہ کہتے ہیں یہی ظاہر شریعت ہے لیکن امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین کا کروی شکل ہونا بھی دلیل سے ثابت ہے اور وہ منافی آیت نہیں ہے۔ اور "رواسي" سے مراد پہاڑ ہیں جو مثل میخوں کے زمین پر قائم ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جبل ابوقیس زمین پر قائم کیا گیا اور ہر قسم کے پھل نر و مادہ پیدا کئے جو رنگ و بو اور مزے میں مختلف ہوتے ہیں چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ اور زمین ایک ہی ہے لیکن اس میں مختلف قسم کے ٹکڑے ملے ہوئے ہیں کوئی قابل زراعت ہوتا ہے جیسے گوہانی، دومٹ اول، دومٹ دوم۔ میار وغیرہ۔ اور کوئی ناقابل زراعت ہوتا ہے جیسے بنجر، کٹھار، راپھڑ وغیرہ۔ کوئی نرم، کوئی سخت، کوئی ریتلا، کوئی پتھریلا، کوئی سرخ، کوئی زرد، کوئی سفید، کوئی سیاہ، کوئی میالا ہوتا ہے گیرو ملتانی مٹی گل ارمنی وغیرہ انھیں کی مٹی ہے، ابن عباس ومجاہد وضحاک وسعید وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے وفی الارض کی یہی تفسیر مروی ہے۔ اور زمین سے مختلف قسم کے درخت پودے پیدا کئے جو کبھی ایک جگہ ہی میں ایک جڑ سے دو دو نکلتے ہیں اور کبھی ایک جڑ سے ایک ہی نکلتا ہے باوجود یکہ سب کی خوراک ایک ہی ہوتی ہے ایک ہی پانی سے پلتے بڑھتے سیراب ہوتے ہیں۔ یہ سب چیزیں خدا کی ربوبیت وقدرت کاملہ کی دلیل ہیں اور اس کی الوہیت پر شاہد ہیں۔

(۲۰۔آیت:۵) چونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفار کے حال پر تعجب فرمایا کرتے تھے کہ وہ باوجود ایسے دلائل واضحہ قائم

www.waseemziyai.com

الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ

رحمت سے پہلے اور ان سے اگلوں کی سزائیں ہوچکیں اور بے شک تمہارا رب تو لوگوں کے

لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۶ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ

ظلم پر بھی انھیں ایک طرح کی معافی دیتا ہے اور بے شک تمہارے رب کا عذاب سخت ہے ف۲۱ اور کافر

كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ

کہتے ہیں ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ تم تو ڈر سنانے والے ہو

وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝۷ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ ع ۷

اور ہر قوم کے ہادی اللہ جانتا ہے جو کچھ کسی مادہ کے پیٹ میں ہے اور پیٹ

الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ

جو کچھ گھٹتے بڑھتے ہیں اور ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے ہر چھپے

وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ

اور کھلے کا جاننے والا سب سے بڑا بلندی والا ف۲۲ برابر ہیں جو تم میں بات آہستہ کہے اور جو آواز سے

ہونے کے وحدانیت ورسالت کا اقرار نہیں کرتے ایمان نہیں لاتے تھے۔ لہٰذا حضور سے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی! اگر تم کفار کی حالت پر تعجب کرو تو اس سے زیادہ تعجب منکرین بعث کے اس کہنے کا ہے کہ کیا مٹی ہو کر پھر نئے بنیں گے، یہی جائے تعجب ہے کہ دوبارہ بننے کو وہ محال سمجھتے تھے اور اس کا انکار کرتے تھے حالانکہ دوبارہ بنانا اول بار بنانے سے آسان ہے۔ پڑھئے باقی ترجمہ۔

(۲۱۔آیت:۶) شان نزول: یہ آیت ان کفار کے حق میں نازل ہوئی جو بطور استہزا جلد عذاب چاہتے تھے۔ [جلال] جیسے نضر بن حارث وغیرہ کفار کہا کرتے تھے کہ اگر تمہارا دین حق ہے تو ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا آسمان سے پتھر کیوں نہیں برستے دیر کیوں ہے جو ہونا ہے جلد ہو جائے؟ اس کی تردید میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی! تم سے کفار رحمت سے پہلے عذاب کی جلدی کرتے ہیں حالانکہ ان سے اگلوں کی سزائیں ہو چکی ہیں، عذاب نازل ہو چکے ہیں ان سے عبرت کیوں نہیں پکڑتے اور تمہارا رب تو لوگوں کے ظلم پر بھی انھیں ایک طرح کی معافی دیتا ہے ورنہ سزا سے کوئی نہ بچتا۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ [النحل: ۶۱] یعنی اگر اللہ لوگوں کے ظلم کے سبب ان سے مواخذہ کرتا تو کوئی زمین پر چلنے والا نہ بچتا لیکن انہیں ایک وقت معین تک ڈھیل دے دی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مغفرت سے مراد مغفرت دنیا یعنی تاخیر عذاب ہے کہ وہ بھی ایک قسم کی مغفرت ہے نہ مغفرت آخرت یہی اکثر کا قول ہے۔ سدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت قرآن بھر میں بڑی امید کی ہے کہ مغفرت کو ظلم کے ساتھ بدون توبہ کے ذکر فرمایا ہے کہ توبہ تو ظلم کو بھی زائل کر دیتی ہے۔ [کمالین] حدیث میں ہے کہ اگر اللہ کا عفو و درگزر نہ ہوتی تو کسی کو عیش اچھا معلوم نہ ہوتا اور جو وعید و عذاب نہ ہوتا تو سب تھک رہتے بھروسہ کر بیٹھتے۔ [بیضاوی]

(۲۲۔آیت:۷تا۹) کفار، باوجود معجزات باہرہ کثیرہ دیکھنے کے بھی اپنی جہالت وعناد کی وجہ سے کہا کرتے تھے کہ تم پر ہماری

www.waseemziyai.com

بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ

اور جو رات میں چھپا ہے اور جو دن میں راہ چلتا ہے آدمی کے لیے بدلی والے فرشتے ہیں

مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اس کے آگے اور پیچھے کہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں بے شک اللہ

لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ

کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں اور جب اللہ کسی

بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾ هُوَ

قوم سے برائی چاہے تو وہ پھر نہیں سکتی اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں ف۲۳ وہی ہے

الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ ۚ

کہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے ڈر کو اور امید کو اور بھاری بدلیاں اٹھاتا ہے۔

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ

اور گرج اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی بولتی ہے اور فرشتے اس کے ڈر سے اور کڑک بھیجتا ہے

ہدایت کے لیے کوئی محسوس نشانی کیوں نہیں اتاری گئی جس کو ہم دیکھ کر ایمان لاتے۔ اور قرآن عظیم کو معجزہ نہیں سمجھتے تھے، اسی کو ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ کہ کافر کہتے ہیں: محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری جسے ہم دیکھ کر ایمان لاتے۔ جیسے عصا، ید بیضا، ناقہ وغیرہ۔ اللہ فرماتا ہے کہ اے نبی تم تو ڈر سنانے والے اور ہر قوم کے لیے ہدایت کرنے والے ہو ان کے دل میں ایمان داخل کرنا اور ان کی خواہش کے موافق معجزے دکھانا تمہارا کام نہیں ہے یہ خدا کا کام ہے۔ پھر اس کے بعد اپنے اوصاف خصوصی بیان فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسے جانتا ہے کہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ ایک ہے یا کئی ہیں، زندہ پیدا ہوگا یا مرا ہوا، کامل ہوگا یا ناقص اور پیٹ کے گھٹنے بڑھنے کو یعنی پیدا ہونے کی مدت کو جانتا ہے کہ کتنے دنوں میں پیدا ہوگا نو ماہ میں یا کم وزیادہ میں اور ہر چیز اس کے پاس ایک حد و مقدار پر ہے اس سے کم وزیادہ نہیں ہوتی ہے وہ ہر کھلے اور چھپے کو جاننے والا بڑا بلند شان والا ہے۔

تنبیہ: امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اقل مدت حمل چھ ماہ اور اکثر مدت دو برس ہیں۔ اور ایک پیٹ سے چار بچے تک پیدا ہوتے ہیں۔ [بیضاوی] کہ حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو برس میں پیدا ہوئے تھے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اکثر مدت حمل چار سال ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک پانچ سال ہے۔

(۲۳۔ آیت: ۱۰، ۱۱) شان نزول: ایک دن حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع صحابہ کے مسجد میں تشریف فرما تھے کہ عامر بن طفیل شاعر اور اربد ابن ربیعہ بارادۂ قتل حضور آئے، پس عامر نے حضور سے آکر عرض کیا کہ اگر میں آپ کو مان لوں تو مجھ کو کیا ملے گا۔ فرمایا جو دوسرے مسلمانوں کو ملا ہے۔ عامر بولا: اگر آپ اپنے بعد میری جانشینی لکھ دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں۔ فرمایا: یہ نہیں ہو سکتا۔ بولا اگر یہ نہیں ہو سکتا تو ملک تقسیم کر لو صحرائی حصہ میرا اور شہری حصہ آپ کا، فرمایا یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ تو بولا پھر کیا ہو؟ فرمایا: میں گھوڑے دے سکتا ہوں کہ خدا کی راہ میں جہاد کرو۔ پھر عامر بولا اچھا تخلیہ میں میری بات سن لیجئے۔ پس حضور تخلیہ میں گئے اور باتیں ہونے لگیں۔ عامر

www.waseemziyai.com

نے اربد کو سمجھا رکھا تھا کہ جب میں خلوت میں لے جا کر باتوں میں مشغول کروں تو تم پیچھے سے آ کر تلوار مارنا چنانچہ اربد نے آ کر مارنے کے لیے پیچھے سے تلوار کھینچی وہ کچھ باہر نکل کر نیام میں الجھ کر رہ گئی۔ حضور نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی یہ دونوں تیرے حوالہ ہیں جس طرح چاہے ان سے میرا بدلہ لے۔ چنانچہ اربد پر تو اسی وقت بغیر ابر کے بجلی گری اور وہ جل گیا اور عامر یہ دیکھ کر وہاں سے بھاگا اور قبیلہ بنو سلول کی ایک عورت کے یہاں جا کر ٹھہرا ایک یک اس کے کان کی جڑ میں درد اٹھا اور طاعون کی گلٹی نمودار ہوئی گھبرا کر غصہ میں بھرا ہوا جنگل کی طرف بھاگا اور کہا اے موت جلد آ، اگر میں تجھے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ پاؤں تو بغیر ہلاک کیے نہ چھوڑوں دفعۃً ایک غیبی طمانچہ اس کے لگا جس سے زمین پر گرا اور پھڑک پھڑک کر مر گیا اسی واقعہ کے متعلق ان آیات کا نزول ہوا۔ اسی شان نزول کی بنا پر "لہٗ" کی ضمیر حضور کی طرف راجع ہوگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہی قول ہے۔ [معالم وغیرہ] لیکن عامہ مفسرین کے نزدیک اس کا حکم عام ہے سب کو شامل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم میں آہستہ کوئی بات کرے یا آواز سے چلا کر کرے خدا کے نزدیک سب برابر ہے۔ اور رات میں چھپ کر کام کرنے والا اور دن میں چلتے پھرتے کرنے والا اللہ کے نزدیک دونوں برابر ہیں اس سے کوئی بات کسی کا کوئی کام چھپا نہیں ہے خواہ وہ خفیہ کرے یا علانیہ۔ آدمی کے آگے پیچھے فرشتے ہوتے ہیں جو بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں اور وہ بدلتے رہتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ فرشتے تعاقب کرتے ہیں۔ یعنی رات کو جاتے اور دن کے آتے ہیں اور نماز، فجر و عصر میں مجتمع ہوتے ہیں۔ جب رات کے فرشتے لوٹ کر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ باوجود اعلم ہونے کے ان سے دریافت فرماتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا۔ عرض کرتے ہیں ہم نے انہیں نماز پڑھتے چھوڑا ہے اور جب ہم گئے تھے تب وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ [رواہ البغوی بسندہ] اللہ کسی قوم سے اپنی دی ہوئی نعمت نہیں لیتا ہے ان کی اچھی حالت کو برا نہیں بناتا ہے جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں اچھے حال کو معاصی میں پڑ کر برا نہ بنائیں۔ اور جب اللہ کسی قوم سے برائی کرنا عذاب دینا چاہتا ہے تو اسے کوئی فرشتہ وغیرہ دفع نہیں کر سکتا ہے اور اس وقت ان کا سوائے اللہ کے کوئی حمایتی نہیں ہوتا۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے بنی اسرائیل میں سے ایک نبی کو وحی کی کہ اپنی قوم سے کہہ دے کہ جو قوم یا جس گھر کے لوگ اللہ کی اطاعت کرتے ہوں گے پھر وہ شرک و معصیت کرنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی پسندیدہ حالت کو بری حالت سے بدل دے گا جو انہیں ناگوار ہوگی اور اس کی تصدیق میں آیت: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى الخ﴾ پڑھی۔ اور عثمان ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ اللہ فرماتا ہے جو قریہ اور گھرانا میری ایسی نافرمانی کرتے ہوں جسے میں مکروہ رکھتا ہوں پھر وہ اس حالت کو بدل کر ایسا طریقہ اختیار کریں جسے میں محبوب رکھتا ہوں تو میں اپنے عذاب کی مکروہ حالت کو اپنی رحمت کی محبوب حالت سے بدل دوں گا۔ [ابن کثیر] گویا جو بندے اپنی اچھی حالت کو بری حالت سے اور بری حالت کو اچھی حالت سے بدلتے ہیں خواہ وہ حالت ظاہری ہو یا باطنی تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے یعنی اپنے عذاب کو رحمت سے اور رحمت کو عذاب سے بدل دیتا ہے جیسے کوئی اللہ و رسول کے ساتھ اچھا عقیدہ رکھتا ہو پھر برا عقیدہ رکھنے لگا یا برا عقیدہ رکھتا تھا پھر اچھا عقیدہ رکھنے لگا یا کوئی ظلم و جور کرتا تھا پھر عدل و انصاف کرنے لگا یا عدل کرتا تھا پھر ظلم کرنے لگا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو ویسا ہی بدل دیتا ہے۔

تنبیہ: ﴿مُعَقِّبٰتٌ﴾ سے وہ فرشتے مراد ہیں جو آدمی کے ساتھ آگے پیچھے داہنے بائیں ہر وقت رہتے ہیں، آگے پیچھے والے اسے بلاؤں سے اور اذیت و ضرر دینے والی چیزوں سے بچاتے ہیں۔ اور داہنے بائیں والے اس کے اچھے برے اعمال لکھتے ہیں ان کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے، رات کے جاتے اور دن کے آتے ہیں اور وہ چار ہیں۔ [ابن کثیر] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرشتے آدمی کی حفاظت ایسے کرتے ہیں جیسے بادشاہ کی حفاظت اس کا باڈی گارڈ کرتا ہے، بعض احادیث میں حفاظت کرنے والے فرشتوں کی تعداد ستر ہزار تک آئی ہے۔ کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ آدمیوں پر فرشتے موکل نہ فرماتا تو شیاطین انہیں اچک لیتے اچانک انہیں ہلاک کرتے چین سے نہ رہنے دیتے۔

www.waseemziyai.com

فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ

تو اسے ڈالتا ہے جس پر چاہے اور وہ اللہ میں جھگڑتے ہوتے ہیں اور اس کی پکڑ

الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

سخت ہے۔ ف۲۴ اسی کا پکارنا سچا ہے اور اس کے سوا جن کو پکارتے ہیں

لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ

وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے مگر اس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ

فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾

اس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا اور کافروں کی ہر دعا بھٹکتی ہی پھرتی ہے۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ

اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے خواہ مجبوری سے اور ان کی پرچھائیاں

(۲۴۔آیت:۱۲،۱۳) شان نزول: ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت والوہیت وحدانیت کے دلائل بطرز جدید بیان فرماتا ہے جن میں غور کرنے سے کم عقل والا بھی اس کی الوہیت و وحدانیت کا قائل ہوسکتا ہے۔اور آخیر آیت اس شخص کے حق میں نازل ہوئی جس کے پاس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعوت اسلام دینے کے لیے آدمی بھیجا تھا، جب اس نے اسے جا کر اللہ کی طرف بلایا تو اس نے کہا کہ تمہارے نبی کا کون اللہ ہے، کیا وہ سونے چاندی کا ہے یا تانبے پیتل وغیرہ دھاتوں کا ہے، میں ایسے اللہ کی طرف دعوت قبول نہیں کرتا ہوں جسے نہ دیکھا ہے نہ جانتا ہوں۔اسی اثنا میں کہ وہ جھگڑا کر رہا تھا بادل اٹھا جس میں گرج اور چمک تھی اس میں سے بجلی اس پر گری جس سے اس کی کھوپڑی اڑ گئی۔پس وہ آدمی حضور کو خبر دینے کے لیے چلا راہ میں بعض صحابہ نے اس سے کہا کہ جس کی طرف تم بھیجے گئے تھے وہ جل گیا تو اس نے تعجب سے ان سے کہا کہ تمہیں اس کے مرنے کی کیسے خبر ہوئی، صحابہ نے کہا کہ حضور پر وحی آئی اور یہ آیت ﴿وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ الخ﴾ اسے پڑھ کر سنائی۔[سراج وجلال] کہا گیا ہے کہ اس شخص کا نام زید ابن ربیعہ تھا۔مطلب یہ ہے کہ اللہ وہ ہے جو تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کو بجلی دکھاتا ہے کہ بجلی سے ہر ایک کو اس کے گرنے کا خوف ہوتا ہے اور مینہ برسنے کی امید ہوتی ہے۔ اور بھاری بادل اٹھاتا ہے جس میں پانی بھرا ہوتا ہے۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ بادل پانی کی چھلنی ہے اور گرج اور رعد بادلوں پر موکل ہے وہ اللہ کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولتا ہے یعنی سبحان اللہ وبحمدہ کہتا ہے اور فرشتے اللہ کے خوف سے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ترمذی کی حدیث میں ہے کہ یہود نے آکر حضور سے رعد کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ فرمایا کہ وہ اللہ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو بادلوں پر موکل ہے اس کے پاس آگ کے کوڑے ہیں ان سے وہ بادلوں کو ہانکتا ہے جہاں اللہ کا حکم ہوتا ہے۔پھر اس نے پوچھا کہ یہ گرج آواز کیا ہے؟ فرمایا یہ اس کے جھڑکنے کی آواز ہے، بادلوں کو یہاں تک کہ بادل اس جگہ پہنچیں جہاں پہنچنے کا انہیں حکم ہوا ہے۔تو یہود بولے: آپ نے سچ فرمایا۔امام احمد کی روایت میں ہے کہ حضور جب رعد اور صاعقہ کو سنتے تو اس سے محفوظ رہنے کی دعا فرماتے۔ابن جریر کی روایت میں ہے کہ حضور رعد کو سنتے تو "سبحان من یسبح الرعد بحمده والملائكة من خيفه" کہتے تھے۔اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن زبیر اور ابن عباس اور طاؤس اور اسود ابن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ جب تم رعد سنو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کہ وہ اللہ کی یاد کرنے والے کو نہیں پہنچتا ہے۔یعنی اس کے ضرر سے بچا رہتا

www.waseemziyai.com

السجدة ۲

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ

ہر صبح و شام ف۲۵ تم فرماؤ کون رب ہے آسمانوں اور زمین کا؟ تم خود ہی فرمادو: اللہ

قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا

تم فرماؤ تو کیا اس کے سوا تم نے وہ حمایتی بنالیے ہیں جو اپنا بھلا اور برا

ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ

نہیں کرسکتے ہیں؟ تم فرماؤ کیا برابر ہوجائیں گے اندھا اور انکھیارا؟ یا کیا برابر ہوجائیں گی اندھیریاں

وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ

اور اجالا؟ کیا اللہ کے لیے ایسے شریک ٹھہرائے ہیں جنھوں نے اللہ کی طرح کچھ بنایا تو انھیں ان کا اور اس کا بنانا

عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

ایک سا معلوم ہوا؟ تم فرماؤ اللہ ہر چیز کا بنانے والا ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ

اس نے آسمان سے پانی اتارا تو نالے اپنے اپنے لائق بہہ نکلے تو پانی کی رَو اُس پر

زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ

ابھرے ہوئے جھاگ اٹھا لائی اور جس پر آگ دہکاتے ہیں گہنا یا اور اسباب

ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو رعد کی گرج سن کر" سبحان من یسبح الرعد بحمده والملائکة من خیفه "پڑھنا چاہئے انشاء اللہ اسکے ضرر سے محفوظ رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رعد کی آواز سن کر باتیں کرنا ترک کرتے اور کہتے تھے کہ یہ زمین والوں کے لیے وعید ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ رعد فرشتہ کا نام ہے اور اس کی آواز کو بھی رعد کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رعد بادلوں پر موکل ہے جہاں کو حکم ہوتا ہے انہیں لیجاتا ہے۔ پانی کی لہریں اس کے انگوٹھے کے ناخنوں میں ہیں جب وہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے تو ہر فرشتہ اس کے ساتھ تسبیح کرتا ہے تو اس وقت پانی برستا ہے۔ [خازن] پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اور اللہ کڑک یعنی بجلی بھیجتا ہے پس اسے جس پر ڈالنا چاہتا ہے ڈالتا ہے وہ جل جاتا ہے اور کفار اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہوتے ہیں حالانکہ اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے اس کی بڑی قوت ہے۔ "شدید المحال" کے اور معنی بھی آئے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ آخر زمانہ میں بجلیاں بکثرت گریں گی یہاں تک کہ محلہ یا قبیلے والے دوسروں سے آکر پوچھیں گے کہ آج بجلی سے کون مرا وہ کہیں گے فلاں فلاں۔ [رواہ احمد]

(۲۵۔ آیت: ۱۴، ۱۵) ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی جبروتی طاقت اور ہمہ گیر قوت بیان کرنے کے بعد اپنے پکارنے کو حق اور اپنے غیر کے پکارنے کو باطل بیان فرماتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی کو پکارنا، عبادت کرنا سچا ہے اس کے سوا مشرک جن بتوں کو پکارتے پوجتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے ہیں مگر ایسا جیسے کوئی پیاسا کنوئیں کے کنارے بیٹھ کر ہاتھ پھیلا کر پانی کو پکارے کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ اس کے منہ میں پہنچنے والا نہیں ہے۔ یونہی بت مشرکوں کی پکار کو سننے والے جواب دینے والے نہیں ہیں کہ ان میں جواب دینے کی قدرت ہی نہیں ہے۔ اور کافروں کی ہر دعا بھٹکتی پھرتی ہے قبول نہیں ہوتی ہے۔ یا کفار کا بتوں کو پکارنا پوجنا بے فائدہ و بے کار ہے۔ اور

www.waseemziyai.com

اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ

بنانے کو اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں، اللہ بتاتا ہے کہ حق اور باطل کی یہی مثال ہے،

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ

تو جھاگ تو پھک کر[1] دور ہوجاتا ہے اور وہ جو لوگوں کے کام آئے زمین میں

فِى الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ ﴿۱۷﴾ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ

رہتا ہے اللہ یوں ہی مثالیں بیان فرماتا ہے۔ جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا انھیں کے لیے

الْحُسْنٰى ؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا

بھلائی ہے اور جنھوں نے اس کا حکم نہ مانا اگر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب

وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ۬ وَمَاْوٰىهُمْ

اور اس جیسا اور ان کی ملک میں ہوتا تو اپنی جان چھڑانے کو دے دیتے یہی ہیں جن کا برا حساب ہوگا، اور ان کا ٹھکانا

جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ

جہنم ہے اور کیا ہی برا بچھونا، ف۳۶ تو کیا وہ جو جانتا ہے جو کچھ تمہاری طرف تمہارے

رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾

رب کے پاس سے اترا حق ہے وہ اس جیسا ہوگا جو اندھا ہے؟ نصیحت وہی مانتے ہیں جنھیں عقل ہے۔

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۲۴) ۱۵ الرعد

جو آسمان وزمین میں ہیں وہ اللہ ہی کے لیے خوشی اور ناخوشی سے سجدہ کرتے ہیں اور ان کی پرچھائیاں صبح وشام سجدہ کرتی ہیں۔

تنبیہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ دعوت حق توحید ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ شہادت ان لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اور حسن کہتے ہیں کہ حق اللہ ہے اور ہر دعا اس کی طرف دعوت حق ہے۔ [سراج] اور ﴿وللہ یسجدا الخ﴾ میں یا تو حقیقتاً سجدہ کرنا مراد ہے یا اس سے تمام اشیائے عالم کا اللہ تعالیٰ کے آگے مسخر ہونا اور اس کا تابعدار وفرمانبردار ہونا مراد ہے۔ اور خوشی سے ہر حالت میں مومن سجدہ کرتے ہیں اور ناخوشی سے منافق اور مجبور سجدہ کرتے ہیں کہ وہ سجدوں میں کوئی نفع نہیں دیکھتے ہیں۔ مسلمانوں کے خوف سے سجدہ کرتے ہیں، اور پرچھائیوں کے سجدہ کرنے کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، زجاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ کافر غیر اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور ان کی پرچھائیاں اللہ کو سجدہ کرتی ہیں۔ ابن انباری کہتے ہیں کہ اس میں کچھ تردد نہیں ہوسکتا کہ اللہ نے سایہ میں سجدہ کرنے کی طاقت پیدا کی ہے جیسے پہاڑوں میں کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ اس آیت کی تفسیر آیت: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّداً لِلَّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ﴾ [النحل: ۴۸] ہے یہ قرآن عظیم کی سجدہ والی آیتوں میں سے پہلی آیت ہے حنفیہ کے نزدیک اسے پڑھ کر سجدہ کرنا واجب ہے اور غدو وآصال سے ہمیشہ سجدہ کرنا مراد ہے۔

(۲۶۔ آیت: ۱۶ تا ۱۸) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے الزامی طور سے اپنی الوہیت کو ثابت فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی تم ان کفار سے پوچھو کہ آسمان وزمین کا کون رب ہے اگر وہ اس کا جواب نہ دیں تو تم خود جواب دو کہ آسمان وزمین کا رب اللہ ہے، کہ اس کے سوا کوئی جواب نہیں ہے اور وہ بھی اس کے قائل ہیں، تو ان سے کہو کیا تم نے اس کے سوا ایسے حمایتی بنائے ہیں جو خود اپنا بھلا یا برا نہیں کرسکتے

www.waseemziyai.com

الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ

وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور قول باندھ کر پھرتے نہیں۔ اور وہ کہ

يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ

جوڑتے ہیں اسے جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اور اپنے رب سے ڈرتے اور حساب کی برائی سے

سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا

اندیشہ رکھتے ہیں اور وہ جنھوں نے صبر کیا اپنے رب کی رضا چاہنے کو اور نماز قائم

الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ

رکھی اور ہمارے دیے سے ہماری راہ میں چھپے اور ظاہر کچھ خرچ کیا اور برائی کے بدلے بھلائی کرکے

السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ

ٹالتے ہیں انھیں کے لیے پچھلے گھر کا نفع ہے۔ بسنے کے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے اور جو

صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ

لائق ہوں ان کے باپ دادا اور بیبیوں اور اولاد میں اور فرشتے ہر دروازے سے

عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى

ان پر یہ کہتے آئیں گے۔ سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلا تو پچھلا گھر کیا ہی خوب

الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ

ملا۔ اور وہ جو اللہ کا عہد اس کے پکے ہونے کے بعد توڑتے اور جس کے

مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ

جوڑنے کو اللہ نے فرمایا اسے قطع کرتے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کا حصہ

ہیں، اپنے کو نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے ہیں تو تمہیں کیسے پہنچائیں گے۔ تو کیا بینا اور نابینا یعنی کافر و مومن یا اندھیرا اور اجالا یعنی کفر و ایمان برابر ہوگا۔ (نہیں) کیا مشرکوں نے اللہ کے لیے ایسے شریک ٹھہرائے ہیں جنھوں نے اللہ کی طرح کچھ مخلوق بنائی اور وہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ مشابہہ ہوئی اور وہ بوجہ اشتباہ ایک سا معلوم ہونے کی وجہ سے ان کے معتقد ہوگئے اور انہیں مستحق عبادت سمجھ کر پوجنے لگے۔ (حالانکہ ایسا نہیں ہے) اللہ ہی ہر چیز کا بنانے والا ہے اور وہ اکیلا ہر چیز پر غالب ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے تو وہی مستحق عبادت ہے۔ اس کے بعد حق و باطل کی مثال بیان فرمائی گئی ہے کہ باطل اگرچہ بعض اوقات غالب ہوتا ہے مگر وہ مثل پانی کے جھاگ کے اور سونے چاندی کے میل کے ہے کہ اوپر آجاتا ہے اور نکال کر پھینک دیا جاتا ہے، اور حق مثل سونے چاندی اور پانی کے ہے کہ نیچے بیٹھ جاتا ہے پھر وہ نکال کر کام میں لایا جاتا ہے اس سے نفع اٹھایا جاتا ہے۔ اور "حسنی" سے مراد جنت ہے۔ پڑھیے ترجمہ۔

www.waseemziyai.com

لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ

لعنت ہی ہے اور ان کا نصیبہ برا گھر ف۲۷ اللہ جس کے لیے چاہے رزق کشادہ

وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا

اور تنگ کرتا ہے اور کافر دنیا کی زندگی پر اِترا گئے اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابل نہیں مگر

ع ۲ ۹ مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ

کچھ دن برت لینا۔ اور کافر کہتے ان پر کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے کیوں نہ اتری؟

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾ ج

تم فرماؤ بے شک اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور اپنی راہ اسے دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع لائے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ

وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو! اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا

الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ

چین ہے وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کو خوشی ہے اور اچھا

(۲۷۔آیت:۱۹تا۲۵) شان نزول: اول آیت حضرت حمزہ یا حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اور ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی۔ [جلال وغیرہ] مگر آیت کو عموم پر حمل کرنا اولیٰ ہے اگرچہ سبب مخصوص ہو۔ [خازن] اور آخر میں نیکوں اور بدوں کی تفصیل فرما کر ہر ایک کا مآل کار ظاہر فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا وہ شخص جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے اترا ہے وہ حق ہے۔ جیسے حضرت حمزہ وغیرہ۔ اس جیسا ہوگا جو اندھا ہے جانتا نہیں ہے کہ قرآن تم پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ جیسے ابوجہل وغیرہ۔ (نہیں) نصیحت تو عقل والے ہی مانتے ہیں۔ باقی ترجمہ پڑھئے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جو اللہ کے عہد پورے کرتے ہیں اور صلہ رحمی وموالات بالمسلمین کرتے اور اللہ سے ڈرتے اور حساب کی برائی کا اندیشہ رکھتے ہیں اور اللہ کے لیے صبر کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ظاہر و پوشیدہ خیرات کرتے ہیں اور برائی کے بدلے نیکی کرتے ہیں ان کے لیے آخرت کا نفع ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادا بیبیاں اولاد جو جنت کے لائق ہوگی وہ بھی جنت میں داخل ہوگی۔ اور جنت میں داخل ہوتے وقت بطور خیر مقدم اور مبارک باد کے فرشتے ان سے کہیں گے سلامتی ہو تم پر یہ تمہارے صبر کا بدلہ ہے۔ اور جو اللہ کا عہد توڑتے قطع رحمی کرتے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے دور ہوں گے انکے لیے برا گھر ہے، یعنی دوزخ۔

تنبیہ: ﴿يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ﴾ سے مراد صلہ رحمی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں رحمٰن ہوں اور یہ رحم ہے اس کا نام میں نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے جو اسے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو اسے قطع کرے گا میں اسے قطع کروں گا۔ [ترمذی] دوسری حدیث میں ہے کہ رحم عرش سے معلق ہو کر کہتا ہے کہ جو مجھے جوڑے گا اللہ اسے جوڑے گا اور جو مجھے قطع کرے گا اللہ اسے قطع کرے گا۔ [بخاری] تیسری حدیث میں ہے: جس کو یہ خوش اور بھلا معلوم ہو کہ اس کا رزق زیادہ ہو اور عمر بڑھے وہ صلہ رحمی کرے۔ [بخاری] اور برائی سے نیکی کو دور کرنے کے یہ معنی ہیں کہ برائی کے بدلے نیکی کرے یا برائی کے بعد نیکی کرے کہ نیکی سے برائی محو ہو جاتی

www.waseemziyai.com

مَاٰبِ ﴿۲۹﴾ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ

انجام ف۲۸ اسی طرح ہم نے تم کو اس امت میں بھیجا جس سے پہلے امتیں

اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ

ہو گزریں کہ تم انھیں پڑھ کر سناؤ جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور وہ رحمٰن کے

بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ

منکر ہو رہے ہیں تم فرماؤ وہ میرا رب ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں میں نے اسی پر بھروسا کیا اور اسی کی طرف

ہے ''ان الحسنات یذھبن السیئات'' حدیث میں ہے کہ جب تو برائی کرے تو اس کے بعد نیکی کر کہ وہ اسے محو کر دے گی، خفیہ برائی کی ہو تو خفیہ نیکی کر اور جو علانیہ برائی کی ہو تو علانیہ نیکی کر۔ [سراج] دوسری حدیث میں ہے کہ برائیاں کرنے کے بعد نیکی کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کی زرہ تنگ ہو پھر وہ نیک عمل کرے تو وہ ڈھیلی ہو جائے۔ [بغوی بسندہ] اور باپ دادا سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی اولاد میں یہ متقی بندہ ہو اور اولاد سے وہ لوگ مراد ہیں جو اس متقی کی نسل سے ہوں اور بی بیوں سے وہ بیبیاں مراد ہیں جو مرتے وقت اس کے نکاح میں ہوں اور بعد مرنے کے دوسرے شخص سے نکاح نہ کریں کہ عورت اخیر شوہر کے ساتھ جنت میں ہوگی۔ اور یہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول سے ماخوذ ہے کہ جب حضور نے انہیں طلاق دینا چاہی تو انہوں نے عرض کیا: مجھے طلاق نہ دیجئے میں حضور کی بی بیوں میں محشور ہونا چاہتی ہوں اور اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیتی ہوں پس حضور نے انہیں طلاق نہ دی۔ [ذکرہ الرازی وغیرہ] اور ان لوگوں کو یہ مرتبہ محض اس متقی کے اکرام کی وجہ سے ملے گا اگرچہ وہ خود یہ مرتبہ پانے کے لائق نہ ہوں صرف دخول جنت کی صلاحیت رکھتے ہوں یعنی مومن ہوں ذلك فضل الله اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کے طفیل بھی بلند درجہ مل سکتا ہے اور صلاحیت کی قید سے معلوم ہوا کہ محض نسب سے درجہ نہ ملے گا، تو خوشا نصیب اس مرد و عورت کے جو کسی متقی کی اولاد میں یا نکاح میں ہو یا وہ متقی اس کی اولاد میں ہو۔ اور ﴿یقطعون ما امر الله الخ﴾ سے مراد یا تو قطع رحمی ہے یا انبیا میں تفریق کرنا ہے۔ یعنی بعض پر ایمان لانا اور بعض پر نہ لانا۔ حدیث میں ہے کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا اور کوئی گناہ دنیا میں جلد سزا دینے کے لائق نہیں ہے مگر زنا اور قطع رحمی۔ ایک اعرابی نے سفر میں حضور سے آ کر عرض کیا: مجھے وہ بات بتائیں جو جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرے تو حضور نے منجملہ اور باتیں بتانے کے یہ بھی فرمایا کہ تو صلہ رحمی کیا کر۔ [معالم]

(۲۸۔ آیت: ۲۶ تا ۲۹) چونکہ عموماً کفار دولت مند اور خوش حال اور مسلمان مفلس و خراب حال نظر آتے تھے اس سے یہ خیال ہوتا تھا کہ مسلمانوں سے خدا ناخوش ہے اور کفار سے خوش ہے، اگر خدا ان سے خوش ہوتا تو ان کی ایسی بری حالت نہ ہوتی اور کفار کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کوئی کھلی نشانی کیوں نہیں نازل ہوتی جسے دیکھ کر ہمارے شبہات زائل ہوں اور ہم ایمان لائیں جس کی تفصیل اسی سورت میں اوپر گزر چکی ہے۔ ان آیات میں بھی اس خیال کو دفع فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے، بہت سا دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے کم دیتا ہے، یہ مقتضائے حکمت ہے کفار تو رزق کی زیادتی اور دنیا کی زندگی پر اترا گئے ہیں حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں تھوڑی ہے۔ یعنی دنیا کی نعمتیں آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں حقیر ہیں تھوڑی ہی دیر رہنے والی ہیں پھر وہ فنا ہو جائیں گی اور آخرت کی نعمتیں ہمیشہ رہیں گی تو مسلمانوں کے لیے آخرت کی نعمتیں ہیں اور کفار کے لیے دنیا کی نعمتیں ہیں وہ انہیں کچھ دنوں برت لیں پھر وہ فنا ہو جائیں گی ان پر اترانا بے عقلی ہے۔ حدیث میں ہے کہ دنیا بمقابلہ آخرت کے ایسی ہے جیسے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈبو کر اٹھا کر دیکھے کہ وہ کیا لائی۔ [رواہ احمد و مسلم] دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ایک بکری کے

www.waseemziyai.com

مَتَابِ ﴿۳۰﴾ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ

میری رجوع ہے۔ ف۲۹ اور اگر کوئی ایسا قرآن آتا جس سے پہاڑ ٹل جاتے یا زمین

الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ

پھٹ جاتی یا مردے باتیں کرتے جب بھی یہ کافر نہ مانتے بلکہ سب کام اللہ ہی کے اختیار [میں] ہیں تو کیا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ

مسلمان اس سے نا امید نہ ہوئے کہ اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت کردیتا اور کافروں کو

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا

ہمیشہ ان کے کیے پر سخت دھمک پہنچتی رہے گی یا ان کے گھروں کے نزدیک

مرے ہوئے بچہ پر گزرے جو راہ میں پڑا تھا تو فرمایا کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس بزغالہ مردار سے بھی زیادہ خوار ہے کہ اس کو اس کے مالکوں نے پھینک دیا۔ اور کفار کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کوئی نشانی کیوں نہیں اتری۔ اے نبی! تم ان سے کہہ دو کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اسے نشانی سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع لائے اسے اپنے دین کی راہ دکھاتا ہے۔ وہ جو ایمان لائے ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کی یاد میں مومنوں کے دل کا چین ہے۔ وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کو خوشی ہے اور اچھا انجام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿الا بذکر اللہ الخ﴾ سے مراد یہ ہے کہ مسلمان جب قرآن سنتے ہیں تو ان کے قلوب خشوع کرتے ہیں اور مطمئن ہوتے ہیں۔ [سراج] اور انہیں سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ حلف کے بارے میں ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی بات کی قسم کھا کر کہتا ہے تو دوسرے مسلمان کو جو اس میں شک ہوتا ہے وہ دور ہو جاتا ہے اور اسے یقین آجاتا ہے۔ [جامع البیان] اور طوبیٰ کے معنی یہاں خوشی کے ہیں۔ [ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ] اور وہ جنت کے ایک درخت کا نام ہے جس کے سایہ میں اگر کوئی سو برس چلے تو بھی اسے قطع نہ کر سکے اور اس کی شاخیں جنت کو ڈھانکے ہوئے ہیں اور اس کی جڑ سے کافور و سلسبیل کی نہریں نکلتی ہیں اور اس کے ہر پتہ پر ایک فرشتہ بیٹھا ہوا ہے اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔ اس کی ٹہنیوں سے جنتیوں کے لیے کپڑے و زیور وغیرہ چیزیں حسب خواہش ان کی برآمد ہوتی ہیں جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔ [سراج و معالم]

تنبیہ: امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ قلب کی غذا یاد الٰہی ہے جو دل یاد الٰہی سے غافل رہتا ہے وہ تاریک اور مردہ ہو جاتا ہے۔ یہاں یاد الٰہی کو دل کا چین فرمایا ہے اور سورۂ انفال میں فرمایا ہے کہ مومنین کے دل یاد الٰہی کے وقت خوف کھاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مومن عذاب و قہر الٰہی کو یاد کرتا ہے تو اس کا دل خوف کھاتا ہے اور جب اس کی رحمت و رافت کو یاد کرتا ہے تو دل کو اطمینان و سکون حاصل ہوتا ہے۔ اسی بنا پر الایمان بین الخوف والرجا کہا گیا ہے۔ [سراج]

(۲۹۔ آیت: ۳۰) شان نزول: میں اس کی کئی روایتیں آئی ہیں جو سراج و معالم میں مذکور ہیں اول یہ کہ ابوجہل نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا اللہ یا رحمٰن کہتے سنا تو لوگوں سے کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے ساتھ ایک اور معبود کو بھی پکارتے ہیں یہ رحمٰن کون ہے جسے وہ پکارتے ہیں۔ ہمیں تو سوائے مسیلمہ کے جس کا لقب رحمٰن الیمامہ ہے کوئی رحمٰن معلوم نہیں اور مسیلمہ معبود نہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسرے یہ کہ جب صلح حدیبیہ کے لیے مجلس منعقد ہوئی تو حضور کی طرف سے صلح نامہ لکھنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مامور ہوئے آپ نے اس کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی تو سہل ابن عمر نمائندہ کفار نے کہا کہ ہم تو سوائے یمامہ والے کے دوسرے کو رحمٰن نہیں جانتے ہیں تم ہمارے دستور کے موافق باسمک اللھم لکھو۔ [بخاری] حضرت قتادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی کو شان

www.waseemziyai.com

مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝۳۱ وَلَقَدِ ع ۵

اترے گی یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آئے بے شک اللہ وعدہ خلاف نہیں کرتا ف۳۱ اور بے شک

اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ

تم سے اگلے رسولوں پر بھی ہنسی کی گئی تو میں نے کافروں کو کچھ دنوں ڈھیل دی پھر

اَخَذْتُهُمْ ۡ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝۳۲ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰي كُلِّ

انھیں پکڑا تو میرا عذاب کیسا تھا؟ تو کیا وہ جو ہر جان پر اس کے اعمال کی

نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۭ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ ۭ قُلْ سَمُّوْهُمْ ۭ اَمْ تُنَبِّـــُٔوْنَهٗ

نگہداشت رکھتا ہے اور وہ اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں۔ تم فرماؤ ان کا نام تو لو یا اسے وہ بتاتے ہو

بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۭ بَلْ زُيِّنَ

جو اس کے علم میں ساری زمین میں نہیں یا یوں ہی اوپری بات بلکہ کافروں کی

لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

نگاہ میں ان کا فریب اچھا ٹھہرا ہے اور راہ سے روکے گئے اور جسے اللہ گمراہ کرے

نزول قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور نے قریش کے سامنے خدا کی نعمتیں اور رحمتیں بیان فرما کر انہیں رحمٰن کو سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو انہوں نے سجدہ کرنے سے نفرت و انکار کیا اور بولے رحمٰن کیا چیز ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ﴿قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا﴾ [الفرقان: ۶۰] بہرحال چند واقعات ان آیات کا شان نزول ہیں اور مآل ان سب کا رحمٰن کو نہ جاننا اور نہ ماننا ہے اور یہ کفار کے معجزہ طلب کرنے کا دوسرا جواب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے نبی! جیسے ہم نے اگلی امتوں میں رسول بھیجے تھے اسی طرح ہم نے تم کو اس امت میں بھیجا تم ہی نئے نبی ہو کر نہیں آئے ہو کہ تم سے بات بات پر معجزے چاہے جاتے ہیں۔ معجزہ تو وقت ضرورت دکھایا جاتا ہے نہ بے ضرورت۔ تم تو اس لیے بھیجے گئے ہو کہ ہماری وحی انہیں پڑھ کر سناؤ۔ اور وہ رحمٰن کے منکر ہو رہے ہیں تم ان سے کہہ دو کہ رحمٰن تو میرا رب ہے جس کا تم انکار کرتے ہو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔

(۳۰۔آیت:۳۱) شان نزول: ابوجہل و ابن ابی امیہ وغیرہ چند نفر کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضور ان پر گزرے اور انہیں دعوت اسلام دی تو انہوں نے حضور سے کہا: اگر تم ہمیں مسلمان بنانا چاہتے ہو تو اپنے قرآن کے ذریعہ مکہ سے پہاڑ دور کر دو نہریں جاری کر دو کہ کھیتی باڑی کے لیے جگہ نکل آئے اور اسے پانی سے سیراب کیا جائے باغات لگائے جائیں کھیتی کی جائے۔ یا ہوا کو مسخر کر دو کہ ہم بآسانی تجارت کے لیے ملک شام جا سکیں۔ یا ہمارے مورث اعلیٰ قصی ابن کلاب کو زندہ کر دو کہ ہم ان سے تمہارے نبی ہونے کی تصدیق کریں جیسا کہ عیسیٰ نے مردہ زندہ کیا تھا اس نے کلام کیا تھا اور سلیمان کے لیے ہوا مسخر کی گئی تھی جہاں چاہتے تھے اس پر سوار ہو کر جایا کرتے تھے اور داؤد کے لیے پہاڑ مسخر کیے تھے کہ وہ ان کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے ان کے ان مہمل سوالات کے جواب میں پہلی آیت نازل ہوئی۔ اور دوسری آیت ﴿افلم ییئس﴾ ان صحابہ کے حق میں نازل ہوئی جو کفار کے ایمان لے آنے کے لالچ میں ان کی خواہش کے

www.waseemziyai.com

فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ

اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔ انھیں دنیا کے جیتے عذاب ہوگا اور بے شک آخرت کا عذاب

الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ

سب سے سخت ہے اور انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں۔ احوال اس جنت کا

الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ

کہ ڈر والوں کے لیے جس کا وعدہ ہے اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس کے میوے ہمیشہ

وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

اور اس کا سایہ، ڈر والوں کا تو یہ انجام ہے اور کافروں کا انجام آگ۔ ف۳۱

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ

اور جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس پر خوش ہوتے جو تمہاری طرف اترا اور ان گروہوں میں

مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ

کچھ وہ ہیں کہ اس کے بعض سے منکر ہیں، تم فرماؤ مجھے تو یہی حکم ہے کہ اللہ کی بندگی کروں اور

موافق اظہار معجزات چاہتے تھے۔ [خازن] مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا قرآن آتا جس سے پہاڑ ٹل جاتے یا زمین پھٹ جاتی یا مردے باتیں کرتے جب بھی یہ کافر ایمان نہ لاتے۔ جیسا کہ آیت ﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا﴾ [الانعام:۱۱۱] میں فرمایا گیا ہے۔ اگر ہم ان پر فرشتے اتارتے اور ان سے مردے کلام کرتے اور ہر شئی ہم ان کے سامنے لاکر جمع کر دیتے جب بھی وہ ایمان نہ لاتے۔ بلکہ سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہیں غیر کے اختیار میں نہیں ہیں۔ پس وہی ایمان لائے گا جس کو اللہ چاہے گا اگرچہ تم ان کی حسب خواہش معجزے دکھاؤ۔ تو کیا مسلمان اس سے ناامید نہ ہوئے کہ تمام آدمی مسلمان ہو جائیں اگر اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت کرتا۔ یعنی بغیر معجزہ دکھائے ایمان کی ہدایت کر دیتا۔ یا یہ معنی ہیں کہ کیا مسلمانوں نے نہ جانا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب کو مسلمان کر دیتا۔ جیسا کہ اس کی تفسیر میں حضرت علی و حضرت ابن عباس وغیرہ ایک جماعت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افلم یتبین مروی ہے۔ یعنی افلم یعلم۔ [بیضاوی] اور کفار کو ان کے کیے ہوئے کے سبب ہمیشہ دھمک (حادثہ) پہنچتی رہے گی یعنی وہ ہمیشہ قسم قسم کی مصیبتوں میں مبتلا ہوتے رہیں گے۔ لڑائیوں میں گھریں گے، قتل ہوں گے، قید ہوں گے، ذلیل و رسوا ہوں گے، قحط میں مبتلا ہوں گے۔ یا ان کے گھروں کے قریب یہ دھمک اترے گی یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آئے بے شک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ہے اور یہ دھمک سال حدیبیہ انہیں پہنچی کہ مسلمانوں کا لشکر قریب مکہ جا کر اترا یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا اور اللہ کا وعدہ سچا ہوا۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ﴿اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ﴾ کے یہ معنی ہیں کہ اے محمد! تم ان کے دیار کے قریب اترو گے کہ اللہ کا وعدہ آئے یعنی فتح مکہ ہو یونہی مجاہد و قتادہ سے مروی ہے۔ گویا قارعۃ سے جہاد کے لیے اترنا اور وعد اللہ سے فتح مکہ مراد ہے۔

(۳۱۔ آیت: ۳۲، ۳۵) شان نزول: خازن وغیرہ میں ہے کہ چونکہ کفار مکہ حضور سے استہزاء معجزات طلب کیا کرتے تھے حضور کا مذاق اڑاتے تھے حضور کو اس سے اذیت و تکلیف ہوتی تھی لہٰذا حضور کو تسلی دینے کے لیے یہ آیات نازل ہوئیں اور فرمایا گیا کہ تم کفار کی

www.waseemziyai.com

اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا

اس کا شریک نہ ٹھہراؤں میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے پھرنا اور اسی طرح ہم نے اسے عربی فیصلہ

عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ

اتارا اور اے سننے والے! اگر تو ان کی خواہشوں پر چلے گا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا ۱۱

تو اللہ کے آگے نہ تیرا کوئی حمایتی ہوگا نہ بچانے والا۔ ف۳۲ اور بے شک ہم نے تم سے پہلے رسول

مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ

بھیجے اور ان کے لیے بیبیاں اور بچے کیے اور کسی رسول کا کام نہیں کہ

يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا

کوئی نشانی لے آئے مگر اللہ کے حکم سے ہر وعدے کی ایک لکھت ہے اللہ جو چاہے

يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ

مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے ف۳۳ اور اگر ہمیں تمہیں دکھا دیں کوئی وعدہ

باتوں سے رنجیدہ نہ ہو تم سے پہلے رسولوں کا بھی یونہی مذاق اڑایا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کچھ دنوں کی مہلت دے دی تھی پھر انہیں پکڑ لیا۔ ان پر عذاب نازل فرمایا تو دیکھو وہ کیسا عذاب تھا تو کیا جو ہر شخص کے اعمال سے خبردار ہو وہ اس جیسا ہوگا جو کسی کی خبر نہ رکھتا ہو جیسے بت (ایسا نہیں ہوسکتا) اس کے بعد کفار کے عذاب اور متقیوں کے ثواب کو ذکر فرمایا ہے۔ پڑھئے ترجمہ۔ ترجمہ میں احوال اس جنت کا الخ۔ یہ مطلب ہے کہ اس جنت کا حال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس کے میوے اور اس کا سایہ دائمی ہے متغیر و فنا نہیں ہوتا ہے متقیوں کا یہ انجام ہے اور کافروں کا انجام آگ ہے۔

(۳۲۔ آیت: ۳۶، ۳۷) شان نزول: گزشتہ آیات میں مشرکوں کا حال و مآل بیان کرنے کے بعد ان آیات میں ان یہود و نصاریٰ کی حالت بیان کی گئی ہے جو مشرف بہ اسلام ہوئے جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی اور حبشہ و نجران کے نصرانی، اور ان یہود و نصاریٰ کی جو عداوت کے سبب ایمان نہ لائے۔ بہر حال ان میں بعض تو ایسے تھے جو قرآن پر ایمان لائے تھے اور اس پر خوشی کرتے تھے۔ جیسے عبداللہ ابن سلام اور ان کے ساتھی اور بعض نصاریٰ نجران و یمن و حبشہ اور بعض وہ تھے جو اپنی کتاب کو مانتے تھے مگر قرآن عظیم کو نہیں مانتے تھے اور حضور کو رسول نہیں جانتے تھے اور جو احوال اور نشانیاں حضور کی ان کی کتاب میں لکھی تھیں ان میں تحریف کرتے تھے انہیں دونوں گروہوں کا حال ان آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے جنہیں کتاب دی ہے جیسے عبداللہ ابن سلام وغیرہ وہ تو قرآن پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے اور مشرکوں کے گروہوں میں سے وہ ہیں جو بعض قرآن کا انکار کرتے ہیں یعنی رحمٰن وغیرہ بعض الفاظ و احکام قرآن کا جو ان کی شریعت کے مخالف ہیں انکار کرتے ہیں۔ اے نبی! آپ ان سے فرما دیجئے الخ۔ پڑھئے ترجمہ۔

(۳۳۔ آیت: ۳۸، ۳۹) شان نزول: کفار مکہ حضور کے نبی ہونے میں طرح طرح کے شبہات کیا کرتے تھے منجملہ ان کے ایک شبہہ یہ بھی تھا کہ یہ کیسا نبی ہے کہ بی بی بچے رکھتا ہے کھاتا پیتا ہے بازار میں پھرتا ہے رسول تو فرشتے کی مانند دنیوی باتوں سے پاک

www.waseemziyai.com

ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے کہ ہماری خواہش کے موافق معجزہ نہیں دکھاتا۔ اور جس عذاب سے ڈراتا ہے وہ جلد کیوں نہیں آتا۔ اور جو حکم کرتا ہے وہ اگر خدا کا حکم ہوتا تو کچھ زمانہ کے بعد منسوخ کیوں کیا جاتا ان تمام شبہات کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھیجے ان کے لیے بی بیاں اور بچے کئے وہ سب کھاتے پیتے بازاروں میں آتے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب میں سے کسی کے ایک کسی کے دو کسی کے چار بیبیاں تھیں۔ اور حضرت داؤد علیہم السلام کے ننانوے بیبیاں اور حضرت سلیمان کے تین سو بیبیاں اور سات سو باندیاں تھیں اور ان کے اولاد تھی اور آپ ان کی مثل رسول ہیں آدمی ہیں بی بی بچے ہونا کھانا پینا مقتضائے آدمیت ہے آپ پر بی بی بچے رکھنے کا اعتراض جہالت ہے۔ (یہ پہلے اعتراض کا جواب ہے) اور کوئی رسول بغیر حکم خدا معجزہ نہیں دکھاتا ہے۔ (یہ دوسرے اعتراض کا جواب ہے) اور ہر وعدہ کی ایک لکھت ہے یعنی ایک کتاب ہے جس میں اس کی مدت وقت لکھا ہوا ہے جب وہ وقت آئے گا تو وہ وعدہ پورا ہوگا۔ (یہ تیسرے اعتراض کا جواب ہے) اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا اور ثابت رکھتا ہے یعنی جو حکم چاہتا ہے منسوخ کرتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اس کے پاس اصل کتاب ہے اس میں تقادیر خلق لکھی ہوئی ہیں ان میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی ہے (یہ چوتھے اعتراض کا جواب ہے)

تنبیہ: کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے جس کی کیفیت اللہ ہی جانتا ہے حدیث میں ہے کہ اللہ تھا اور کوئی شئی نہ تھی پھر اللہ نے لوح محفوظ پیدا فرمائی اور اس میں تمام خلق کے احوال ثبت فرمائے قیامت تک کے۔ [سراج] یا علم الٰہی مراد ہے اور تقدیر دو قسم ہے۔ تقدیر مبرم قطعی جس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی ہے جو لکھ دیا گیا ہے وہی ہوگا۔ دوسرے تقدیر معلق۔ یعنی کسی امر کے ہونے نہ ہونے پر موقوف ہوتا ہے اس میں تغیر و تبدل ہوسکتا ہے اور وہ اس میں لکھا ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: دو کتابیں ہیں ایک میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا ہے اور دوسرے میں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ محو و اثبات کے یہی معنی بعض صحابہ تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کتاب سے جو حکم چاہتا ہے ثابت و برقرار رکھتا ہے روزی رزق عمر وغیرہ میں زیادتی کمی ہونا آدمی کی شقاوت و سعادت میں تغیر و تبدل ہونا اسی تقدیر معلق کے تحت ہوتا ہے۔ ابن مردویہ نے یمحوا اللہ کی تفسیر میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ رزق میں اور عمر میں زیادتی کمی کرتا ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعا روایت کی ہے کہ اللہ کے لیے صدقہ کرنا اور والدین کے ساتھ بھلائی کرنا اور نیک کام کرنا شقاوت کو سعادت سے بدل دیتا ہے اور عمر زیادہ کرتا ہے۔ حضرت عمرو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہی مذہب ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ طواف کعبہ کرنے میں روتے اور کہتے اے اللہ! اگر تو نے مجھے اہل سعادت میں لکھا ہے تو مجھے اس پر ثابت رکھ اور جو میری تقدیر میں شقاوت لکھی ہے تو اسے محو فرما اور مجھے اہل سعادت و مغفرت میں کر کہ تیرے پاس اصل کتاب ہے تو جو چاہتا ہے محو فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ حضرت ابن مسعود و شفیق ابن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی ایسی ہی دعا کرنا ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ اور بعض آثار میں آیا ہے کہ جس کی عمر میں تین سال رہ جاتے ہیں اور وہ قطع رحمی کرتا ہے تو تین سال تین دن سے بدل جاتے ہیں اور جس کی عمر کے تین دن باقی رہ جاتے ہیں اور وہ صلہ رحمی کرتا ہے تو اس کے تین دن تین سال سے بدل جاتے ہیں۔ اور دوسرے قول میں یہ آیت بعض چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے اور بعض کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اس بنا پر اس میں مختلف اقوال مروی ہوئے ہیں جو سراج میں مذکور ہیں حاصل اس کا یہ ہے کہ مقدرات میں سے اللہ جو چاہتا ہے محو و منسوخ فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اس کی تائید و تقویت امام احمد وغیرہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ بندہ گناہ کے سبب رزق سے محروم رہتا ہے اور مقدر کو کوئی چیز سوائے دعا کے نہیں پھیرتی ہے اور عمر کو سوائے نیکی کے کوئی چیز نہیں بڑھاتی ہے۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ صلہ رحمی عمر کو بڑھاتی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ دعا اور قضا آسمان و زمین کے درمیان لڑتے رہتے ہیں حتی کہ بندہ بچ جاتا ہے۔ صحیح حدیث میں دو بھائیوں کا قصہ مذکور ہے کہ ان میں ایک ظالم تباہ کار تھا اور دوسرا عادل و نیکوکار تھا۔ عادل کی عمر تمام ہونے کا زمانہ آیا تو ظالم کو اللہ تعالیٰ نے موت دی اور عادل زندہ رہا۔ مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے شقاوت و سعادت اور موت و زندگی کو

www.waseemziyai.com

الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَیْنَا

جو انہیں دیا جاتا ہے یا پہلے ہی اپنے پاس بلالیں تو ہرحال تم پر تو صرف پہنچانا ہے اور

الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ

حساب لینا ہمارا ذمہ کیا انہیں نہیں سوجھتا کہ ہم ہر طرف سے ان کی آبادی گھٹاتے آرہے ہیں

وَاللّٰهُ یَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ

اور اللہ حکم فرماتا ہے، اس کا حکم پیچھے ڈالنے والا کوئی نہیں اور اسے حساب لیتے دیر نہیں لگتی۔ اور

مَكَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِیْعًا ؕ یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ

ان سے اگلے فریب کرچکے ہیں تو ساری خفیہ تدبیر کا مالک تو اللہ ہی ہے جانتا ہے جو کچھ کوئی جان

كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَیَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ

کمائے اور اب جانا چاہتے ہیں کافر، کسے ملتا ہے پچھلا گھر اور کافر کہتے ہیں

كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ۙ

تم رسول نہیں تم فرماؤ اللہ گواہ کافی ہے، مجھ میں اور تم میں

وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع

اور وہ جسے کتاب کا علم ہے ف۴۴

مستثنیٰ کرتے ہیں جس کو طبرانی میں بسند ضعیف روایت کیا گیا ہے۔ [کمالین] اور محو واثبات سے اگرچہ ہر شی کے مٹانے اور باقی رکھنے کی طرف اشارہ ہے مگر سیاق صرف احکام شرع کی ترمیم وتنسیخ پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ اور انبیا کو ازواج واولاد عطا کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ عارف باللہ کو دنیا کی کوئی چیز اللہ کے دھیان سے مانع نہیں ہوتی ہے ہر وقت ہر حالت میں ان کی لو اللہ کی طرف لگی رہتی ہے۔

(۳۴۔ آیت: ۴۰ تا ۴۳) یہ گزشتہ آیات کا تتمہ ہے اور ان کے مضمون کی تائید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کفار سے جو وعدۂ عذاب کیا گیا ہے وہ ہم تمہارے سامنے دکھائیں یا بعد وفات دکھائیں اس سے تمہارے مرتبہ میں کوئی زیادتی کمی نہیں واقع ہوتی ہے تم پر تو کفار تک ہمارا حکم پہنچانا ہے اور ان سے حساب لینا ہمارا ذمہ ہے کیا انہیں یہ نہیں سوجتا ہے کہ ہم ہر طرف سے ان کی آبادی گھٹا رہے ہیں مسلمانوں کو فتح دے رہے ہیں دیار کفر کو دیار اسلام بنا رہے ہیں۔ [ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ] اور بعض نے زمین ناقص کرنے کے یہ معنی لیے ہیں کہ ہم ان کی زمین کو ناقص کرتے ہیں یعنی اہل زمین کو ہلاک کر کے اسے اوجڑ وخراب کرتے ہیں۔ یہی قول مجاہد کا ہے۔ اور عطا وغیرہ کہتے ہیں کہ نقصان زمین سے مراد موت علما ہے۔ [معالم] اللہ جو حکم فرماتا ہے اس کا کوئی پیچھے ڈالنے والا لوٹنے والا نہیں ہے وہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے اور ان سے پہلی امتوں نے اپنے انبیا کے ساتھ مکر کیا تھا جیسا کہ تمہارے ساتھ کر رہے ہیں تو تمام خفیہ تدبیروں کا مالک اللہ ہی ہے وہ جانتا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس کی سزا انہیں دے گا تب وہ جانیں گے کہ پچھلا گھر کسے ملتا ہے کس کا انجام اچھا ہوتا ہے ان کا یا مسلمانوں کا۔ اور کافر کہتے ہیں کہ تم رسول نہیں ہو آپ ان سے فرمادیں کہ اس پر میرے تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے اور اس کی جسے کتاب کا علم ہے یعنی اللہ۔ [حسن ومجاہد]

www.waseemziyai.com

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۵۲ رُكُوْعَاتُهَا ۷

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا۔

الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ

ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری کہ تم، لوگوں کو اندھیریوں سے اجالے میں لاؤ

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا

ان کے رب کے حکم سے اس کی راہ کی طرف جو عزت والا سب خوبیوں والا ہے۔ اللہ کہ اسی کا ہے جو کچھ

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ

آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور کافروں کی خرابی ہے ایک سخت

شَدِيْدِ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ

عذاب سے۔ جنھیں آخرت سے دنیا کی زندگی پیاری ہے

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ

اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی چاہتے ہیں، وہ

ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ

دور کی گمراہی میں ہیں ف۳۵ اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا

لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ

کہ وہ انھیں صاف بتائے پھر اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہے

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ

اور وہی عزت، حکمت والا ہے۔ ف۳۶ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ

(۳۵۔آیت:۱تا۳) یہ سورت مکی ہے چونکہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ومناجات کا ذکر ہے۔لہٰذا اس کا نام سورۂ ابراہیم ہوا اوران آیات میں قرآن عظیم اتارنے اور رسول بھیجنے کی علت بیان فرمائی گئی ہے کہ عرصہ دراز سے رسول نہ آنے کے سبب لوگ طرح طرح کی گمراہیوں میں پڑ گئے تھے شرک وبت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے رضی وسماوی مخلوق کو پوجنے لگے تھے ہر طرف شرک وکفر کی گھٹا چھائی ہوئی تھی کہ اللہ تعالی نے وسط زمین میں اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو قرآن عظیم دے کران کی ہدایت کے واسطے بھیجا۔اور ''الر'' کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔ پڑھئے ترجمہ۔

(۳۶۔آیت:۴) اس آیت میں قرآن عظیم کو عربی زبان میں نازل فرمانے کی حکمت ومصلحت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں پیام پہنچانے کے لیے بھیجا کہ وہ انہیں ہمارا پیام اچھے طور سے سمجھا دے تا کہ انہیں بعد کو یہ عذر

www.waseemziyai.com

قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِىْ

اپنی قوم کو اندھیریوں سے اجالے میں لا، اور انہیں اللہ کے دن یاد دلا بے شک اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۵ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا

نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے شکر گزار کو۔ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا یاد کرو

نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ

اپنے اوپر اللہ کا احسان جب اس نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو بری مار

الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِىْ ذٰلِكُمْ

دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیاں زندہ رکھتے اور اس میں

بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝۶ ع وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ ۱۳

تمہارے رب کا بڑا فضل ہوا۔ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے سنادیا کہ اگر احسان مانو گے

لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ ۝۷ وَقَالَ مُوْسٰٓى

تو میں تمہیں اور دونگا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔ اور موسیٰ نے کہا

کرنے کا موقع نہ رہے کہ ہم نے تو تمہارا کلام سمجھا ہی نہیں۔ باقی ترجمہ پڑھئے۔ بظاہر اس آیت سے اور قرآن عظیم عربی زبان میں نازل ہونے سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف اہل عرب ہی کی طرف مبعوث ہوئے تھے نہ دوسری قوموں کی طرف لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ حضور تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے جیسا کہ دیگر آیات واحادیث میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (۱) ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ [الاعراف: ۱۵۸] اے نبی! آپ فرمادیجیے کہ اے لوگو! میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔ جمیعاً کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ سب آدمیوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ (۲) ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ [السبا: ۲۸] ہم نے تمہیں سب لوگوں کی طرف خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے کے لیے بھیجا۔ ''کافۃ'' کا لفظ بھی اسی مدعا پر صریح دلالت کر رہا ہے۔ (۳) ﴿تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ [الفرقان: ۱] بڑا برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندہ پر قرآن نازل کیا تا کہ وہ تمام عالم کے لیے ڈرانے والا ہو، اور عالم ماسوائے اللہ کو کہتے ہیں تو حضور تمام دنیا کے ڈرانے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ (۴) قرآن عظیم کی صفت میں فرمایا گیا ہے: ﴿ان ھوا لا ذکر للعالمین﴾ قرآن تمام جہان کے لیے نصیحت ہے اور جب قرآن عظیم تمام عالم کے لیے نصیحت ہوا تو حضور لامحالہ تمام عالم کی نصیحت وہدایت کے لیے مبعوث ہوئے۔ (۵) ﴿وما ارسلناك الا رحمة للعالمين﴾ ہم نے تمہیں جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''ارسلت الی الخلق کافۃ'' میں تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ [رواہ مسلم] گویا جس چیز کا خدا خالق ہے حضور اس چیز کے رسول ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ''بعثت الی کل احمر واسود'' میں ہر سرخ وسیاہ چیز کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یعنی عرب وعجم کی طرف۔ [رواہ البخاری ومسلم] مدارج شریف میں ہے کہ آیت ۲ میں 'ناس' کا لفظ تخصیص کے لیے نہیں ہے بلکہ زعم یہود کی نفی کی گئی ہے کہ وہ حضور کی بعثت کو عرب کے ساتھ مخصوص بتاتے تھے۔ تو گویا یہ شبہ

www.waseemziyai.com

اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ

اگر تم اور زمین میں جتنے ہیں سب کافر ہوجاؤ تو بے شک اللہ بے پرواہ

حَمِیْدٌ ﴿۸﴾ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ

سب خوبیوں والا ہے۔ ف۳۷ کیا تمہیں ان کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھے نوح کی قوم اور عاد

وَّثَمُوْدَ ۛؕ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ

اور ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے انہیں اللہ ہی جانے ان کے

رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَیْدِیَهُمْ فِیْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا

رسول ان کے پاس روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف لے گئے اور بولے ہم منکر ہیں

بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ﴿۹﴾

اس کے جو تمہارے ہاتھ بھیجا گیا اور جس راہ کی طرف ہمیں بلاتے ہو اس میں ہمیں وہ شک ہے کہ بات کھلنے نہیں دیتا۔ ف۳۸

یہود کا تراشیدہ ہے۔ اور یہ بھی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے شاہان روم و فارس و مصر و حبش وغیرہ کو تبلیغی خط روانہ فرمائے تھے انہیں اسلام کی دعوت دی تھی۔ اگر حضور کی بعثت عام نہ ہوتی عرب کے ساتھ مخصوص ہوتی تو بیرون عرب کیوں تبلیغ فرماتے تو معلوم ہوا کہ آیت میں قوم سے مراد اہل دعوت ہیں جس پر آیت نمبر ۱ دلالت کرتی ہے۔ دوسرے یہ کہ آیت مذکورہ سے حصر و قاعدہ کلیہ مقصود نہیں ہے کہ بعض انبیا ایسے بھی گزرے ہیں جن کی قومی و کتابی زبان اگرچہ مخصوص تھی مگر انہوں نے تبلیغ دوسری قوموں میں بھی فرمائی جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی مگر انہوں نے مصریوں قبطیوں کو تبلیغ کی اور ان کی تبلیغ سے اکثر قبطی مع شاہ مصر مسلمان ہوئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کی زبان عبرانی تھی مگر باوجود اس کے انہیں فرعون اور فرعونیوں کو جا کر ہدایت کرنے اور ان میں تبلیغ توحید کرنے کا حکم فرمایا گیا یہی صورت حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تھی کہ اگرچہ حضور کی قوم اور کتاب کی زبان عربی تھی مگر تبلیغ کا حکم عام تھا جیسا کہ آیت ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ میں فرمایا گیا ہے کیوں کہ اس کے ترجمہ سے ہر زبان والے کی تبلیغ ہوسکتی تھی اور اس سے وہی فائدہ ہوسکتا تھا جو عربی زبان والے کو ہوتا۔ کہ دنیا کی ہر زبان میں قرآن کا نازل ہونا اور رسول کا ہر زبان سے واقف ہونا عادتاً متعذر تھا اگرچہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر تھا کہ قدرت و عادت میں فرق ہے۔ لہٰذا قرآن عظیم عربی میں نازل ہوا اور ذریعہ تبلیغ قرار دیا گیا کہ اس کے ترجمہ سے ہر زبان والا مستفید ہو۔

(۳۷۔ آیت: ۵ تا ۸) مطلب یہ ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کوئی نئے نبی بن کر نہیں آئے ہیں اور نہ کوئی انوکھا پیام لائے ہیں ہمیشہ سے یہی ہوتا چلا آیا ہے۔ دیکھو ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات دیکر بھیجا اور ان سے فرمایا کہ تم اپنی قوم کو اندھیروں سے اجالے میں لاؤ۔ اور انہیں اللہ کے احسانات یاد دلاؤ کہ اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے شکر گزار کے لیے نشانیاں ہیں تو حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو وہ احسانات یاد دلائے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرمائے تھے۔ پڑھئے ترجمہ۔ اور ایام اللہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اللہ کی نعمتیں مراد ہیں اور مقاتل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک امم سابقہ کے واقعات یاد دلانا مراد ہے۔ [سراج]

(۳۸۔ آیت: ۹) ابن جریر کے نزدیک یہ آیات تتمہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں مگر ابن کثیر کے نزدیک وہ تتمہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ ان میں اہل عرب سے خطاب ہے کہ وہ حضور کی نبوت میں طرح طرح کے شکوک و شبہات کیا کرتے تھے۔

www.waseemziyai.com

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْكُمْ

ان کے رسولوں نے کہا: کیا اللہ میں شک ہے؟ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا تمہیں بلاتا ہے

لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ قَالُوْۤا اِنْ

کہ تمہارے کچھ گناہ بخشے اور موت کے مقرر وقت تک تمہاری زندگی بے عذاب کاٹ دے، بولے

اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ

تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو تم چاہتے ہو کہ ہمیں اس سے باز رکھو جو ہمارے باپ دادا

اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۰﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ

پوجتے تھے اب کوئی روشن سند ہمارے پاس لے آؤ ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم ہیں

اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ

تو تمہاری طرح انسان مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے

وَمَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِیَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَی

اور ہمارا کام نہیں کہ ہم تمہارے پاس کچھ سند لے آئیں مگر اللہ کے حکم سے اور

اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَی اللّٰهِ وَقَدْ

مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیے اور ہمیں کیا ہوا کہ اللہ پر بھروسا نہ کریں

بہرحال تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: کیا تمہیں ان قوموں کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے گزری ہیں۔ الخ پڑھے جمہ۔ چونکہ اہل عرب میں عاد وثمود کے واقعات مشہور ومعروف تھے اور ان کے آثار حضور کے زمانہ تک موجود تھے مگر ان کے بعد کی قوموں کے حالات سے کوئی آگاہ نہ تھا۔ لہٰذا ﴿وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ﴾ فرمایا گیا۔ ابوجلز سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ میں عرب کے نسبوں کو خوب جانتا ہوں۔ فرمایا تم نہیں جانتا ہے۔ اس نے کہا نہیں میں سب کے انساب بتا سکتا ہوں۔ پس آپ نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھی تو وہ چپ ہو رہا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے یہ آیت پڑھ کر کہا: نسب جاننے کا دعویٰ کرنے والے جھوٹے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم اور عدنان کے درمیان تیس قرن گزرے، ان کا حال سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا ہے۔ حضرت مالک ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلسلہ نسب حضرت حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچانے کو مکروہ کہتے ہیں۔ [معالم] اور ﴿فَرَدُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ﴾ کا یہ مطلب ہے کہ جب رسول ان کے پاس روشن دلیلیں لے کر آئے اور ان کے سامنے بیان کیں تو وہ غصہ سے اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف کاٹنے کے لیے لے گئے جس کی نظیر آیت ﴿عَضُّوْا عَلَیْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ﴾ ہے۔ یہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ماثور ہے۔ کما رواہ الحاکم۔ [کمالین] یا یہ مطلب ہے کہ انہیں انبیا علیہم السلام کا کلام سن کر اس قدر ہنسی آئی کہ اس کو روکنے کے لیے وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف لے گئے۔ [ابن عباس] اور بعض نے کہا ہے کہ قوم نے اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھ کر رسولوں کو چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ قوم نے اپنے ہاتھ رسولوں کے منہ پر خاموش کرنے کے لیے رکھے۔ جیسا کہ ولید ابن مغیرہ نے آیات قرآن سن کر حضور کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اور قرابت کا

www.waseemziyai.com

هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ

اس نے تو ہماری راہیں ہمیں دکھادیں او تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ ع ۲ ۱۴

بھروسا کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیے۔ ف۳۹ اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا ہم ضرور تمہیں

مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ

اپنی زمین سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین پر ہوجاؤ تو انھیں ان کے رب نے وحی بھیجی کہ ہم ضرور ان

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ

ظالموں کو ہلاک کریں گے۔ اور ضرور ہم تم کو ان کے بعد زمین میں بسائیں گے یہ اس کے لیے ہے جو

خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ

میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور میں نے جو عذاب کا حکم سنایا ہے اس سے خوف کرے۔ اور انھوں نے فیصلہ مانگا اور ہر سرکش

عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾

ہٹ دھرم نا مراد ہوا جہنم اس کے پیچھے لگی اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا

يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ

بہ مشکل اس کا تھوڑا تھوڑا گھونٹ لے گا اور گلے سے نیچے اتارنے کی امید نہ ہوگی اور اسے ہر طرف سے موت آئے گی

وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ

اور مرے گا نہیں اور اس کے پیچھے ایک گاڑھا عذاب ف۴۰ اپنے

واسطہ دے کر خاموش رہنے کو کہا تھا۔

(۳۹۔آیت:۱۰تا۱۲) مطلب یہ ہے کہ جب قوم نے رسولوں کی بات کو نہ مانا اور ان کی رسالت میں شک کیا اور بولے کہ تم تو ہماری طرح آدمی ہو معمولی آدمی رسول کیوں کر ہوسکتا ہے اور تم تو نئی نئی باتیں بتا کر ہمیں ہمارے باپ دادا کے طریقہ سے پھیرنا چاہتے ہو جن کو وہ پوجتے تھے ان کے پوجنے سے روکتے ہو تو اپنی سچائی پر کوئی روشن دلیل لاؤ صریح معجزہ دکھاؤ۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔

تنبیہ: ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ میں اس طرف اشارہ ہے کہ نبوت عطائی ہے کسبی نہیں ہے اللہ اپنے فضل وکرم سے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے تمہارے چاہے ہوئے معجزے ہمارے اختیار میں نہیں ہیں ہم تمہاری ایذا رسانی پر صبر کریں گے۔

(۴۰۔آیت:۱۳تا۱۷) ان آیات میں کفار کا رسولوں کے ساتھ برتاؤ مجملا بیان کیا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں مفصل ذکر کیا ہے جیسے۔ ﴿لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ الخ﴾ اور ﴿اَخْرِجُوْا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ﴾ وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ جب رسولوں نے ان سے بہت کچھ کہا اور انہیں خدا کی طرف بلایا اور غیر خدا کی پرستش سے منع کیا تو انہوں نے رسولوں کی ایذا رسانی پر کمر باندھی اور ان سے کہا کہ یا تم ہمارے دین پر ہوجاؤ ورنہ ہم تمہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے تو اللہ تعالی نے رسولوں کی تسکین کے لیے وحی بھیجی کہ یہ مردود تمہیں بستی سے

www.waseemziyai.com

كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ
رب سے منکروں کا حال ایسا ہے کہ ان کے کام ہیں جیسے راکھ کہ اس پر ہوا کا سخت جھونکا آیا
عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ
آندھی کے دن میں ساری کمائی میں سے کچھ ہاتھ نہ لگا، یہی ہے دور کی
الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ
گمراہی۔ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان و زمین حق کے ساتھ بنائے اگر
يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ
چاہے تو تمہیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے اور یہ اللہ پر
بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا
کچھ دشوار نہیں۔ اور سب اللہ کے حضور علانیہ حاضر ہوں گے تو جو کمزور تھے وہ بڑائی والوں سے کہیں گے
اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ
ہم تمہارے تابع تھے کیا تم سے ہوسکتا ہے کہ اللہ کے عذاب میں سے کچھ ہم پر سے
مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَا
ٹال دو کہیں گے اللہ ہمیں ہدایت کرتا تو ہم تمہیں کرتے ہم پر ایک سا ہے چاہے بے قراری کریں
اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ ع وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ ۳ ع ۹ ۱۵
یا صبر سے رہیں ہمیں کہیں پناہ نہیں۔ ف۴۱ اور شیطان کہے گا جب فیصلہ ہوچکے گا

نکال دینے کی دھمکی دیتے ہیں ہم انہیں کو ہلاک و برباد کر کے تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اس زمین میں بسائیں گے۔ کما قال تعالیٰ: ﴿وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا﴾ [الاعراف: ۱۳۷] یعنی کفار جن لوگوں کو کمزور سمجھتے تھے انہیں ہم نے مشرق و مغرب کی زمین کا وارث بنایا تو کفار نے اس بات کا فیصلہ چاہا اور اللہ کو حکم بنایا کہ اگر رسول سچے ہیں تو ہمیں عذاب دے جس کی نظیر قول قریش ہے۔ "اللھم ان کان ھو الحق فامطر علینا حجارۃ من السماء" اے اللہ! اگر یہی حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ اور دوسروں نے کہا تھا۔ "آتنا بعذاب الیم ان کنت من الصادقین" اگر تم سچے ہو تو عذاب دردناک لاؤ۔ پس وہ سب ہلاک کیے گئے۔ یا یہ معنی ہیں کہ رسولوں نے اللہ سے مدد چاہی اور ان کی ہلاکی کی دعا کی تو وہ سب ہلاک ہوئے۔ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی تھی۔ ﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ اے میرے رب! تو زمین پر کافروں کا بیج نہ چھوڑ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی "ربنا اطمس علی اموالھم" اے میرے رب! تو ان کافروں کے مالوں کو مسخ کردے۔ پہلے معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مقاتل نے اور دوسرے معنی مجاہد و قتادہ نے بیان کئے ہیں۔

(۴۱۔ آیت: ۱۸ تا ۲۱) یہ مضمون سابق کی تائید ہے اور کفار کو مثال دے کر بتایا گیا ہے کہ دنیا میں وہ جو نیک کام کرتے ہیں،

www.waseemziyai.com

اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ

بے شک اللہ نے تم کو سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے جو تم کو وعدہ دیا تھا وہ میں نے تم سے جھوٹا کیا اور

لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا

میرا تم پر کچھ قابو نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو بلایا تم نے میری مان لی تو اب

تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ

مجھ پر الزام نہ رکھو خود اپنے اوپر الزام رکھو، نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکوں نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکو،

اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ

وہ جو پہلے تم نے مجھے شریک ٹھہرایا تھا میں اس سے سخت بیزار ہوں، بے شک ظالموں کے لیے دردناک

اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

عذاب ہے۔ اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ باغوں میں داخل کیے جائیں گے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ

جن کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ ان میں رہیں اپنے رب کے حکم سے، اس میں ان کے ملتے وقت

فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً

کا اکرام سلام ہے ف۴۲ کیا تم نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاکیزہ بات کی؟

کنوئیں مسافر خانہ بناتے ہیں، خیرات کرتے ہیں، مہمان نوازی وصلہ رحمی وغیرہ کرتے ہیں چونکہ وہ اللہ کے لیے نہیں ہوتے ہیں رضائے مولیٰ اس سے مقصود نہیں ہوتی ہے اور نہ نیت وعقیدہ ان کا درست ہوتا ہے اس لیے وہ سب برباد وہباءً منثورا ہوتے ہیں اس پر انہیں کوئی ثواب نہیں ملتا ہے۔ ان کی مثال راکھ کے ڈھیر کی سی ہے۔ اس کے بعد اپنی خلاقیت کا ذکر فرما کر انہیں تہدید کی گئی ہے کہ وہ کیوں نہیں ڈرتے اور پیام ہدایت کو کیوں نہیں مانتے ہیں۔

تنبیہ: آیت سے ثابت ہوا کہ ہر نیک کام نیک نیتی سے اللہ ہی کے لیے کرنا چاہئے ورنہ اس کا ثواب نہ ملے گا۔

(۴۲۔آیت:۲۲،۲۳) ان آیات میں کفار کی حسرت ویاس کا تذکرہ کیا گیا ہے جو میدان حشر میں جمع ہونے یا دوزخ میں داخل ہونے کے بعد پیدا ہوگی اس وقت چھوٹے لوگ بڑے لوگوں سے جن کی وہ پیروی کرتے تھے کہیں گے کہ ہم تمہارے تابع تھے آج تم ہماری مدد کرو عذاب الٰہی سے بچاؤ تو وہ ان سے کہیں گے کہ اگر ہمیں اللہ ہدایت کرتا تو ہم تمہیں ہدایت کرتے، اب تو ہم پر یا تم پر بے قرار ہونا یا صبر کرنا برابر ہے ہمیں اس سے پناہ نہیں ہے۔ تو چھوٹے لوگ بڑوں سے یہ جواب پا کر شیطان کو ملامت کریں گے کہ وہ سب کا گرو تھا۔ تو شیطان ان سے کہے گا کہ اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے جھوٹا وعدہ کیا تھا۔ زبردستی نہیں کی تھی صرف تمہیں بری راہ کی طرف بلایا تھا۔ تو تم مجھے ملامت نہ کرو اپنے آپ کو ملامت کرو کہ تم نے میرا کہا مانا اب نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو۔ تم نے جو مجھے دنیا میں خدا کا شریک ٹھہرایا تھا میں اس سے بیزار ہوں کہ ظالموں کے لیے عذاب دردناک ہے۔ اس کے بعد مومنین کا حال بیان فرمایا گیا ہے۔

www.waseemziyai.com

كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ

جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں۔ ہر وقت

اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ

اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ

کہ کہیں وہ سمجھیں اور گندی بات کی مثال جیسے ایک گندہ پیڑ

اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ يُثَبِّتُ اللّٰهُ

کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا اب اسے کوئی قیام نہیں اللہ ثابت رکھتا ہے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ ع ۴

ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں

وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى

[اور] اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہے کرے۔ ف۴۳ کیا تم نے انہیں نہ

الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ

دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت ناشکری سے بدل دی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر

تنبیہ: عبدالرحمن ابن زید کہتے ہیں کہ یہ گفتگو کفار اور ان کے سرغنوں کے درمیان میدان محشر میں ہوگی۔ اور ابن کثیر کہتے ہیں کہ دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہوگی جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے۔ ﴿وَإِذْ يَتَحَاجُّونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِنَ النَّارِ﴾ [الغافر: ۴۷] یعنی جب کفار دوزخ میں جھگڑیں گے تو کمزور بڑوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابع تھے کیا تم ہمیں عذاب نار سے بچا سکتے ہو۔ اور شیطان سے مکالمہ بھی دوزخ میں بعد فیصلہ کے ہوگا۔ جس پر ﴿لما قضی الامر الخ﴾ دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا حافظ ابن کثیر کا قول ارجح ہے اس پر دوسری آیات و روایات بھی دلالت کرتی ہیں۔ حدیث شفاعت میں ہے کہ جب حضور کو اذن شفاعت ملے گا تو کفار کہیں گے کہ مومنوں کو تو شفیع مل گیا ہماری شفاعت کون کرے؟ پس خود ہی شیطان کو تجویز کریں گے اور اس سے آکر کہیں گے کہ مومنوں کو تو شفیع مل گیا تو کھڑا ہو ہماری شفاعت کر کہ تو نے ہمیں گمراہ کیا تھا پس وہ کھڑا ہوگا اور یہ کہے گا "ان اللہ وعدکم وعدالحق الخ" [رواہ البغوی بسندہ] مقاتل کہتے ہیں: کہ جہنم میں ابلیس کے لیے آگ کا منبر رکھا جائے گا اہل نار اس کے گرد آکر جمع ہوں گے اسے ملامت کریں گے تو وہ اس منبر پر کھڑا ہو کر اپنے ملامت کرنے والوں سے کہے گا: "ان اللہ وعدکم وعدالحق الخ"۔ [سراج]

(۴۳۔ آیت: ۲۴ تا ۲۷) گزشتہ آیات میں نیکوں اور بدوں کا حال جو قیامت کے روز ہوگا مفصل بیان کیا گیا تھا ان آیات میں اس کی مزید تشریح مثالیں دے کر فرمائی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کیا تم نے دیکھا نہیں یعنی دیکھو کہ اللہ نے کیسی لطیف مثال کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی پاکیزہ درخت کی سی بیان کی ہے۔ جس کی جڑ زمین میں ہے اور شاخیں آسمان میں ہیں وہ اللہ کے حکم سے ہر سال پھل دیتا

www.waseemziyai.com

ہے اور ہر وقت اس کے پھل کھائے جاتے ہیں کچے پکے خشک و تر یونہی کلمہ طیبہ مومنوں کے دلوں میں جڑ پکڑے ہوئے ہے اور اس کی قرائت اور ان کے اعمال شاخوں کی طرح آسمان کو چڑھتے ہیں اور ان کا ثواب ہر وقت انہیں ملتا ہے جس سے وہ مستفید ہوتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ: ﴿اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُہٗ﴾ [الفاطر: ۱۰] اور گندہ کلمہ کی یعنی کلمہ کفر کی مثال گندے درخت کی سی ہے کہ زمین سے اکھیڑ ڈالا گیا ہے۔ اب اسے کوئی قیام کی جگہ نہیں ہے یونہی کلمہ کفر ہے کہ نہ اس کی جڑ زمین میں قائم ہے نہ اس کی شاخیں آسمان کو جاتی ہیں ایسے ہی کافر ہے کہ نہ اس کے اعمال میں خیر و برکت ہے اور نہ وہ آسمان کو چڑھتے ہیں۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور کے پاس ایک گچھا کھجور کا لایا گیا پس آپ نے آیت ﴿ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ﴾ [ابراہیم: ۲۴] پڑھی اور فرمایا: کہ یہ نخلہ ہے اور شجر خبیثہ حنظل ہے۔ اللہ ایمان والوں کو دنیا و آخرت میں کلمہ توحید پر ثابت قدم رکھتا ہے اور کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔ ﴿وَیُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا الخ﴾ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ ایمان والوں کو اسی قول پر ثابت و قائم رکھتا ہے جو ان کے دلوں میں مرکوز ہے یعنی لا الہ الا اللہ جب کہ وہ دنیا میں کسی دینی فتنہ میں پھنسیں جیسے اصحاب اخدود وغیرہ اور آخرت میں بھی انہیں حساب و کتاب کے وقت ثابت رکھتا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ قبر میں سوال نکیرین کے جواب میں ثابت رکھتا ہے یعنی ان کے ٹھیک جواب دیتا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کی روح بدن میں واپس کی جاتی ہے اور دو فرشتے اس سے آکر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور دین میرا اسلام ہے اور نبی میرے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں پس آسمان سے ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ پس یہ قول ہے اللہ کا ﴿ویثبت اللہ الذین آمنوا الخ﴾ اور کفار کے قدم اکھڑ جاتے ہیں اور جواب نہیں دے سکتے ہیں۔ گویا یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور عذاب قبر حق ہے اور وہ سوال نکیرین سے شروع ہوتا ہے جب کہ بندہ ٹھیک جواب نہیں دیتا ہے۔ [احمدی] بغوی نے باسناد خود روایت کی ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اور قول ثابت سے مراد کلمہ توحید ہے۔

تنبیہ: کلمہ طیبہ سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مراد ہے اور شجر طیبہ سے کھجور کا درخت مراد ہے۔ کما فی حدیث الترمذی والنسائی] بخاری میں حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضور کے پاس حاضر تھے کہ حضور نے پوچھا وہ کونسا درخت ہے جو مومن کے مشابہ ہے جس کے پتے کبھی گرتے نہیں اور ہمیشہ پھلتا ہے؟ میرے دل میں درخت خرما آیا مگر ادبا نہ کہا۔ جب کسی نے جواب نہ دیا تو حضور نے فرمایا: وہ درخت خرما ہے، وہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد کی بچی ہوئی مٹی سے بنایا گیا ہے۔ حدیث میں اس کے اکرام کرنے کا حکم آیا ہے۔ [سراج] اور کلمہ خبیثہ سے کلمہ کفر مراد ہے اور شجرہ خبیثہ سے تھوہڑ کا درخت مراد ہے جیسا کہ ترمذی اور نسائی کی حدیث میں آیا ہے اور شاید مراد اس سے عام ہو یعنی جو کلمہ اظہار حق کرے اور اصلاح کی طرف بلائے وہ اس میں داخل ہے اور کلمہ خبیثہ وہ ہے جو اس کے خلاف ہو۔ یونہی شجرۂ طیبہ سے مراد عام ہے جس شجرہ میں یہ وصف ہو وہ اس میں داخل ہے اور شجرۂ خبیثہ وہ ہے جس میں یہ وصف نہ ہو۔ [بیضاوی] اور آخرت سے مراد قبر ہے جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے سوال نکیرین اور اس کا جواب دینا ذکر فرما کر فرمایا: یہ ہے اللہ کا قول ﴿ویثبت اللہ الذین آمنوا﴾ حضرت ابوسعید خدری نے بھی اس کی یہی تفسیر فرمائی ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نے یہاں آخرت سے مراد قبر ہی لی ہے۔ [ابن مردویہ] اور فرماتی ہیں: میں نے حضور سے عرض کیا اس امت کا امتحان قبر میں ہوگا تو میرا کیا حال ہوگا کہ میں ضعیف عورت ہوں تو حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی یعنی اللہ مومنوں کو جواب میں ثابت قدم رکھے گا۔ [رواہ البزار] ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور میت کو دفن کرنے کے بعد ٹھہرتے اور لوگوں سے فرماتے اپنے بھائی کے لیے مغفرت اور ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کہ اس وقت اس سے سوال کیا جائے گا۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو کلمہ شہادت ہمیشہ پڑھے گا اللہ اسے قبر میں وہی تلقین فرمائے گا۔ اس لیے حکم ہے کہ جب سو کر اٹھو تو کلمہ پڑھو تا کہ حسب عادت جب قبر میں اٹھو تو کلمہ زبان سے ادا ہو اور نکیرین کے سوال کا جواب ہو۔

www.waseemziyai.com

الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا

لا اُتارا۔ وہ جو دوزخ ہے، اس کے اندر جائیں گے اور کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ۔ اور اللہ کے لیے برابر والے ٹھہرائے

لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى

کہ اس کی راہ سے بہکادیں، تم فرماؤ کچھ برت لو کہ تمہارا انجام

النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا

آگ ہے میرے ان بندوں سے فرماؤ جو ایمان لائے کہ نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیے میں

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا

سے کچھ ہماری راہ میں چھپے اور ظاہر خرچ کریں اس دن آنے [کے] سے پہلے

بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

جس میں نہ سوداگری ہوگی نہ یارانہ اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ

اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل تمہارے کھانے کو پیدا کیے

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

اور تمہارے لیے کشتی کو مسخر کیا کہ اس کے حکم سے دریا میں چلے اور تمہارے لیے ندیاں

الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

مسخر کیں اور تمہارے لیے سورج اور چاند مسخر کیے جو برابر چل رہے ہیں اور تمہارے لیے

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا

رات اور دن مسخر کیے اور تمہیں بہت کچھ منہ مانگا دیا اور اگر

ع ۵ ۱۷ نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ وَاِذْ

اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کرسکو گے بے شک آدمی بڑا ظالم بڑا ناشکرا ہے ف۴۴ اور یاد کرو جب

(۴۴۔آیت: ۲۸ تا ۳۴) شان نزول:۔شروع کی آیات بقول ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ جبلہ ابن ایہم اور اس کے ساتھی عربوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اسلام سے پھر کر روم کو بھاگ گئے تھے۔اور وہاں جا کر عیسائی ہوگئے تھے۔مگر بخاری ونسائی نے انس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آیات مذکورہ قریش کے حق میں نازل ہوئیں جو بدر کے دن لشکر لے کر لڑنے آئے تھے۔ابن کثیر نے اسی کو ترجیح دی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیات ان قریش کے حق میں نازل ہوئیں جو بدر کے دن لشکر لے کر لڑنے آئے تھے۔[ابن ابی حاتم] ان میں دو گروہ نہایت سرکش تھے۔بنو مغیرہ اور بنو امیہ۔بنو مغیرہ نے تو بدر کے دن

www.waseemziyai.com

قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ

ابراہیم نے عرض کی اے میرے رب! اس شہر کو امان والا کردے اور مجھے

وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا

اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا اے میرے رب! بے شک بتوں نے بہت

مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ

لوگ بہکا دیے تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا

فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ

تو بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد

بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا

ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے ہمارے رب! اس لیے کہ وہ

الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ

نماز قائم رکھیں تو تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کردے اور انھیں

مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ

کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں۔ اے ہمارے رب! تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں

وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ

اور جو ظاہر کرتے اور اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں

وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ

نہ آسمان میں سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بڑھاپے میں

اپنے گروہ کو ہلاکت میں ڈالا جن کا سردار ابوجہل تھا۔ اور بنوامیہ نے احد کے دن اپنے گروہ کو جہنم میں ڈالا جن کے سردار ابوسفیان تھے۔ یہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ ﴿الی الذین بَدَّلُوْا نعمت اللہ﴾ سے قریش کے بدترین دو گروہ مراد ہیں۔ بنی مغیرہ اور بنو امیہ۔ ابن کثیر نے ان روایات کو مع سند نقل کیا ہے۔ بہرحال آیت کا نزول کسی گروہ کے متعلق ہوا ہو مگر حکم عام ہے جو نعمت الٰہی، ایمان کو کفر سے بدلے اور اپنی قوم کو ہلاکت میں ڈالے وہ اس میں داخل ہے اس کے بعد مسلمانوں کو نماز قائم رکھنے اور خدا کی راہ میں ظاہر و پوشیدہ خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ پھر اپنی بعض نعمتوں کو جو بندوں پر کی ہیں ذکر فرما کر فرمایا ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو کثرت کی وجہ سے کوئی بندہ شمار نہیں کرسکتا ہے۔ پڑھیے ترجمہ۔

www.waseemziyai.com

اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ

اسمٰعیل و اسحاق دیے بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے۔ اے میرے رب! مجھے

مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا

نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے رب!

اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ وَلَا ع ۶ ۱۸

مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔ اور

تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ

ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے انہیں ڈھیل نہیں دے رہا ہے مگر

لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا

ایسے دن کے لیے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ بے تحاشا دوڑتے نکلیں گے اپنے سر اٹھائے ہوئے کہ

يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ

ان کی پلک ان کی طرف لوٹتی نہیں اور ان کے دلوں میں کچھ سکت نہ ہوگی ف۴۵ اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ

(۴۵۔آیت: ۳۵ تا ۴۳) ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کچھ دعائیں ذکر فرما کر مشرکین مکہ کے دعوی کو رد فرمایا گیا ہے۔ کہ وہ کہتے تھے ہم تو دین ابراہیمی کے پیرو ہیں اور محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنے باپ دادا کے مذہب سے پھر گئے ہیں ہم ان کا کہنا کیوں مانیں اور ملت ابراہیمی کو ترک کیوں کریں۔ اللہ حضرت ابراہیم کی دعائیں ذکر فرما کر کفار مکہ کو آگاہ کرتا ہے کہ محض ملت ابراہیمی پر ہونے کا دعوی کرنا کافی نہیں ہے حضرت ابراہیم کا پیرو حقیقت میں وہی ہے جو ان کی تعلیم پر عمل کرے اور ان کے نقش قدم پر چلے چونکہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصول ابراہیمی پر چلتے ہیں موحد و حنیف ہیں لہٰذا وہی ملت ابراہیمی پر ہیں نہ مشرک بت پرست کہ وہ ملت ابراہیمی سے پھرے ہوئے ہیں۔ پڑھئے ترجمہ۔ یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل اور ان کی ماں ہاجرہ کو مکہ کے چٹیل میدان میں چھوڑنے کے وقت کعبہ معظمہ کے فرسودہ نشانات کے سامنے کھڑے ہو کر مانگی تھی۔ [ابن کثیر] اور بعض مفسرین کے نزدیک یہ دعا خانہ کعبہ بناتے وقت مانگی تھی۔ ممکن ہے کہ یہ دو بار مانگی ہو۔ پہلے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی کہ اے میرے رب! تو اس شہر کو امن کی جگہ بنا دے یعنی اسے آباد کر دے اور اسے قتل و غارت سے محفوظ رکھ اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔ پھر یہ دعا فرمائی کہ اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد تیرے گھر کے پاس ایک ایسے نالے میں بسائی ہے جس میں کھیتی باڑی نہیں ہوتی ہے کھانے پینے کی چیز وہاں نہیں ہوتی ہے پس تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر اور کچھ پھل انہیں کھانے کو دے شاید وہ تیرا احسان مانیں۔ اے میرے رب! مجھے اور میری کچھ اولاد کو نماز قائم کرنے والا رکھ۔ اے رب تو مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو قیامت کے دن بخش دینا۔

تنبیہ: حضرت ابن عباس و مجاہد وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تھوڑے آدمیوں کے دل مائل کرنے کی دعا فرمائی تھی اگر وہ تھوڑے نہ کہتے تو تمام مشرق و مغرب کے لوگ کعبہ معظمہ کی طرف مائل ہوتے اور یہود و نصاریٰ تک اس

www.waseemziyai.com

کی طرف جھک پڑتے۔ [ابن کثیر] اوران تھوڑوں سے مراد مسلمان ہیں چنانچہ اللہ تعالی نے ان کی دعا قبول فرمائی اور شہر مکہ کو آباد اور امن کی جگہ کیا کہ اس میں آدمی کو قتل وغارت کرنا کسی جانور کو شکار کرنا حرام کیا حتی کے اس کے آس پاس کی گھاس یا درخت کاٹنا بھی ممنوع قرار دیا۔ اس وقت سے اب تک یہی قانون جاری ہے زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ اس کے پابند تھے اور اس کی بے ادبی کرنے والے کو فوراً سزا دی جاتی تھی جیسا کہ ابرہہ اور اساف ونائلہ کو ان کی بے ادبی کی فوراً سزا دی گئی اور ابرہہ مع لشکر ہلاک ہوا جس کا قصہ سورہ فیل میں بیان فرمایا گیا ہے اور اساف ونائلہ پتھر کر دیے گئے جس کا قصہ آیت ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ﴾ کے تحت گزرا اور اہل مکہ کے کھانے کا یہ انتظام کیا کہ طائف جیسے ٹکڑے زمین کو مکہ میں شامل کیا جہاں سے ہر قسم کا میوہ، غلہ، ترکاری آتی ہے اہل مکہ اس سے گزر کرتے ہیں۔ کما قال تعالی: ﴿وَیُجْبٰٓی اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ کُلِّ شَیْءٍ﴾ اور ﴿وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ﴾ فرمایا۔ بعض ذریت کو پابند نماز ہونے کی دعا فرمائی کہ تمام ذریت کا مومن پابند نماز ہونا قانون قدرت کے خلاف تھا۔ اور بیٹوں سے وہ بیٹے مراد ہیں جو ملت ابراہیمی پر ہوں اور اپنے لیے دعائے مغفرت کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ آدمی کیسا ہی متقی پرہیزگار ومقرب بارگاہ الٰہی ہو اسے قہر الٰہی سے ڈرنا چاہئے اپنے تقویٰ اور مقرب بارگاہ ہونے پر بھروسہ نہ رکھنا چاہئے۔ نہ معلوم ذرا دیر میں کیا ہو جائے۔ اور دعا باترتیب مذکورہ کرنا چاہئے۔ پہلے اپنے لیے پھر اپنے قرب والوں کے لیے پھر عام مومنین کے لیے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لیے دعائے مغفرت کرنا ان کا کفر معلوم ہونے سے پہلے تھا جب انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ وہ کافر ازلی خدا کا دشمن ہے تو اظہار بیزاری کیا اور کبھی دم نہ مارا۔ جس پر آیت ﴿وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِیَّاهُ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ﴾ [التوبة: ۱۱۴] دلالت کرتی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کی ماں ایمان لے آئیں تھیں۔

تنبیہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کو مکہ کے بیابان میں چھوڑ آنے کا قصہ واقدی نے اس طرح روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بی بی حضرت سارہ کے بہت دنوں تک اولاد نہ ہوئی تو انہوں نے اپنی باندی ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی ان سے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے۔ تو بی بی سارا کو رشک ہوا ایک روز غصہ میں قسم کھائی کہ میں تیرے جسم میں سے تین جگہ سے خون بہاؤں گی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قسم پوری کرنے کو کہا: عرض کی کیسے کروں فرمایا اس کے کان چھیدو اور ختنہ کرو چنانچہ ایسا ہی کیا جب حضرت ہاجرہ نے کانوں میں بالیاں پہنیں اس سے وہ زیادہ خوبصورت معلوم ہونے لگیں تو حضرت سارہ کو اور زیادہ غصہ آیا تو اللہ تعالی نے ان کی خاطر حضرت ابراہیم کو حکم فرمایا کہ ہاجرہ اور اس کے بیٹے کو عرب کے جنگل میں چھوڑ آؤ۔ پس آپ دونوں کو مکہ کے جنگل میں چھوڑ گئے اور تھوڑا کھانا پانی دے گئے۔ صحاح کی حدیث میں ہے کہ چھوڑتے وقت حضرت ہاجرہ نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ تم مجھے یہاں اپنی رائے سے چھوڑتے ہو یا اللہ کے حکم سے اگر اللہ کے حکم سے چھوڑتے ہو تو مجھے قبول ہے میں اس پر بھروسہ کرتی ہوں کہ وہ مجھے ضائع نہ کرے گا۔ جب پانی ختم ہو گیا تو پیاس کی شدت سے حضرت اسماعیل اپنی ایڑیاں رگڑنے لگے تو حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں کوہ صفا پر چڑھیں وہاں کوئی نظر نہ آیا تو وہ کوہ مروہ کی طرف دوڑیں وہاں بھی کوئی نظر نہ آیا اسی طرح سات پھیرے صفا ومروہ کے کیے۔ حضور فرماتے ہیں اسی لیے سعی بین الصفا والمروہ مقرر ہوئی۔ پس حضرت جبرئیل نے بحکم الٰہی حضرت اسمعیل کی ایڑیاں رگڑنے کی جگہ اپنا پاؤں یا پر مارا کہ اس جگہ پانی نکلا۔ حضرت ہاجرہ نے اس کے آس پاس مٹی ڈال کر روکا۔ حضور فرماتے ہیں کہ اگر ہاجرہ اسے نہ روکتی تو وہ چشمہ جاریہ ہوتا۔ پس حضرت ہاجرہ نے خود پیا اور بچہ کو پلایا تو فرشتے نے کہا کہ تم ضائع ہونے کا خوف نہ کرو اس جگہ اللہ کا گھر ہے یہ لڑکا اور اس کا باپ اسے بنائے گا کچھ روز بعد قبیلہ جرہم کے مرد وعورتیں وہاں آکر ٹھہریں انہوں نے اس جگہ جانور گرتے دیکھ کر کہا کہ جانور پانی پر گرتے ہیں یہاں پانی کہاں۔ تو انہوں نے اپنا آدمی دیکھنے کو بھیجا اس نے آکر پانی کی خبر دی پس وہ آئے، اور حضرت ہاجرہ سے وہاں رہنے کی اجازت لے کر ٹھہر گئے۔ جب حضرت اسماعیل بڑے ہوئے تو انہوں نے عربی سکھائی اور جب جوان ہوئے تو اپنی لڑکی سے نکاح کیا پھر ان کی والدہ کا انتقال ہوا۔ [معالم وغیرہ]

www.waseemziyai.com

يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ

جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم کہیں گے اے ہمارے رب! تھوڑی دیر ہمیں

قَرِيبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۗ أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُم

مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں اور رسولوں کی غلامی کریں تو کیا تم پہلے قسم

مِّن قَبْلُ مَا لَكُم مِّن زَوَالٍ ﴿٤٤﴾ وَسَكَنتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ

نہ کھاچکے تھے کہ ہمیں دنیا سے کہیں ہٹ کر جانا نہیں اور تم ان کے گھروں میں بسے جنھوں نے

ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ

اپنا برا کیا تھا اور تم پر خوب کھل گیا ہم نے ان کے ساتھ کیسا کیا اور ہم نے تمھیں مثالیں دے دے کر

الْأَمْثَالَ ﴿٤٥﴾ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِندَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ ۚ وَإِن كَانَ

بتادیا اور بے شک وہ اپنا سا داؤں چلے اور ان کا داؤں اللہ کے قابو میں ہے اور

مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿٤٦﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ

ان کا داؤں کچھ ایسا نہ تھا جس سے یہ پہاڑ ٹل جائیں ف۴۶ تو ہرگز خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے

(۴۶۔آیت:۴۴تا۴۶) یہ خطاب حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے مگر مقصود اس سے عام لوگ ہیں کہ بظاہر وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ہم جو برے کام کرتے ہیں ان سے اللہ بے خبر ہے ورنہ ہمیں ان کی فوراً سزا دیتا لہٰذا ان آیات میں ان کے اس خیال کو رد فرمایا گیا ہے اور انہیں فوراً سزا نہ دینے کی مصلحت بیان کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ظالم لوگ یہ خیال نہ کریں کہ اللہ ان کے افعال سے بے خبر ہے انہیں سزا نہیں دیتا ہے کہ اللہ نے انہیں اس دن تک کی مہلت دی ہے اور سزا مؤخر کر رکھی ہے جس میں ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی نظر پھٹ جائے گی پلک نہ جھپکے گی ہول و دہشت کے سبب بے تحاشا اپنے سر اٹھائے دوڑتے ہوئے نکلیں گے حواس باختہ ہوں گے ٹھکانے نہ ہوں گے۔ [قتادہ] اور تم اے نبی! کفار کو اس دن سے ڈراؤ جس میں ان پر عذاب آئے گا تو ظالم کہیں گے اے رب ہمارے ہمیں تھوڑی دیر کی مہلت دے دے کہ ہم تیری دعوت قبول کریں اور رسولوں کی پیروی کریں تو انہیں جواب دیا جائے گا کیا تم پہلے دنیا میں قسمیں نہ کھاتے تھے کہ ہمیں دنیا سے مٹ کر کہیں جانا نہیں ہے۔ [باقی ترجمہ پڑھئے]

تنبیہ: ظالموں سے کفار مکہ مراد ہیں اور ناس سے عام کفار مراد ہیں اور یوم سے قیامت کا دن یا مرنے کا دن مراد ہے۔ اور مکر سے ان کا وہ مکر مراد ہے جو انہوں نے قبل ہجرت دار الندوہ میں کیا تھا۔ کہ حضور کو قتل کر دیا جائے یا قید کیا جائے یا شہر بدر کیا جائے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ﴾ [الانفال: ۳۰] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ان کا مکر ایسا نہ تھا جس سے پہاڑ ٹل جاتے یعنی کوئی ضرر دینے والا نہ تھا۔ اور جبال سے یا تو حقیقی پہاڑ مراد ہیں یا شرائع اسلام مراد ہیں جو قرار و ثبات میں مثل پہاڑوں کے ہیں۔ [جلال] اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ اگرچہ ان کا مکر بہت بڑا تھا جس سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جاتے مگر ٹل نہ سکے۔ اول معنی حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئے ہیں اور دوسرے علی ابن طلحہ نے ابن عباس سے نقل کئے ہیں۔ اور ضحاک و قتادہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آیت ﴿لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ﴾ ملر نمرود کی طرف اشارہ

www.waseemziyai.com

وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ

رسولوں سے وعدہ خلاف کرے گا بے شک اللہ غالب ہے بدلا لینے والا۔ جس دن بدل دی جائے گی زمین

غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى

اس زمین کے سوا اور آسمان اور لوگ سب نکل کھڑے ہوں گے ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے۔ اور

الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ

اس دن تم مجرموں کو دیکھو گے کہ بیڑیوں میں ایک دوسرے سے جڑے ہوں گے ان کے کرتے

قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا

رال کے ہوں گے اور ان کے چہرے آگ ڈھانپ لے گی۔ اس لیے کہ اللہ ہر جان کو اس کی کمائی کا

كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ

بدلا دے، بے شک اللہ کو حساب کرتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ یہ لوگوں کو حکم

لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا

پہنچانا ہے اور اس لیے کہ وہ اس سے ڈرائے جائیں اور اس لیے کہ وہ جان لیں کہ

هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ

وہ ایک ہی معبود ہے اور اس لیے کہ

اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ ع ۱۱ ۱۹

عقل والے نصیحت مانیں۔ ع ۷

ہے کہ اس نے نسر طائر کے بچے پالے جب وہ بڑے ہوئے تو انہیں بھوکا رکھا اور ان پر تابوت رکھا اور اس میں مع ایک آدمی کے بیٹھا اور ایک نیزے میں گوشت کا ٹکڑا باندھ کر ان کے آگے کیا وہ گوشت کو دیکھ کر آسمان کی طرف اڑے جب اس کے ساتھی نے کہا اب دنیا مثل مکھی کے نظر آتی ہے تو اس نے نیزہ کا سر نیچے کی طرف کیا پس وہ زمین کی طرف مائل ہوئے یہ مکر اس لیے کیا تھا کہ آسمان کے حالات سے مطلع ہو۔

(۴۷۔آیت: ۴۷ تا ۵۲) گزشتہ آیت میں قیامت کے دن کفار کی جو حالت بیان کی گئی تھی اس پر یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ شاید ڈرانے کو اور نیکی کی ترغیب دلانے کو بیان کی گئی ہو اور کیا اللہ ایسا کر بھی سکتا ہے ان آیات میں اس شبہہ کو دفع کیا گیا ہے کہ تم یہ خیال نہ کرنا کہ اللہ نے اپنے رسولوں سے جو وعدہ کیا ہے اس کے خلاف کرے گا اور بے شک اللہ زبردست بدلا لینے والا ہے وہ سب کچھ کرسکتا ہے اور مجرموں کو ہر قسم کی سزا دے سکتا ہے جس کا بیان آگے ہے۔ پڑھیے ترجمہ۔

تنبیہ: ﴿یوم تبدّل الارض﴾ میں یوم سے مراد یوم قیامت ہے اور تبدیل زمین و آسمان سے مراد ان کی ذات کا بدل جانا ہے یعنی یہ زمین و آسمان نہ رہیں گے دوسرے ان کی جگہ ہوں گے یا ان کے اوصاف کا بدل جانا مراد ہے۔ [ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ] یعنی زمین میں جو نشیب و فراز ہے اور اس پر جو پہاڑ و دریا وغیرہ چیزیں ہیں وہ سب دور کر کے ایک سی ہموار کر دی جائے گی اور آسمانوں میں جو

www.waseemziyai.com

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۹۹ رُكُوْعَاتُهَا ۶

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا۔

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۱

یہ آیتیں ہیں کتاب اور روشن قرآن کی۔ ف۴۸

چاند وسورج وستارے ہیں وہ ماند کر دیے جائیں گے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن لوگ ایک صاف وشفاف سفید زمین پر جمع ہوں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اس زمین کے عوض دوسری زمین ہوگی جو چاندی کی طرح اتنی صاف وسفید ہوگی کہ اس میں نظر پار جائے گی اور پکارنے والے کی آواز سنائی دے گی نہ اس پر خون بہایا گیا ہوگا نہ کوئی گناہ کیا گیا ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ وہ زمین چاندی کی طرح صاف وسفید ہوگی۔ یہ فرمانے کے بعد حضور نے علمائے یہود کو بلا کر تبدیل ارض کے متعلق دریافت فرمایا: انہوں نے کہا کہ اس روز زمین میدہ کی روٹی کی طرح سفید ہوگی۔ [رواہما ابن جریر] حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں بھی زمین کا میدہ کی روٹی کی طرح صاف ہونا آیا ہے اور حضرت علی وابن عباس وانس ابن مالک ومجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس روز زمین کا چاندی کی طرح ہونا مروی ہے۔ بعض روایات میں زمین تانبے کی ہونا آیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آسمان سونے کا ہونا مروی ہے۔ زمین وآسمان کی تبدیلی کی کیفیت تو اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں مگر بظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس روز زمین میں تبدیلیاں کئی بار ہوں گی قیام محشر کے وقت وہ صاف وسفید وہموار ہوگی۔ اور جب مخلوق جہنم کے پل پر ہوگی تو کفار کے لیے زمین آگ وتانبے کی ہو جائے گی اور مومنوں کے لیے میدہ کی روٹی کی طرح ہو جائے گی۔ اور ﴿وبرزوا لِلّٰهِ﴾ سے یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ ایک دن میں تمام مخلوق کا حساب کیسے ہوسکتا ہے اس کے لیے غیر متناہی وقت چاہیے اس خیال کے دفع کرنے کے لیے فرمایا گیا ہے ﴿ان اللّٰہ سریع الحساب﴾ اللہ بہت جلد طرفۃ العین میں سب کا حساب کرنے والا ہے۔ اور ﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ﴾ کے یہ معنی ہیں کہ یہ قرآن لوگوں کی تبلیغ کے لیے اتارا گیا ہے اور اس لیے تا آخر ترجمہ۔

(۴۸۔ آیت:۱) یہ سورت بالاتفاق مکی ہے اور حجر مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام ہے اس میں قوم حجر کے لوگ بستے تھے جو قوم ثمود سے تھے اس لیے اس مقام کو حجر کہا جاتا تھا۔ تبوک جاتے وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع لشکر ادھر سے گزرے تھے چونکہ اس سورت میں حجر والوں کا تذکرہ ہے اس لیے اس سورت کا نام حجر ہوا۔ اور الٓر کے معنی اللہ و رسول ہی جانتا ہے اور ﴿تلك﴾ سے سورت کی آیات کی طرف اشارہ ہے، یعنی یہ آیات قرآن عظیم کی آیات ہیں۔ اور کتاب سے مراد قرآن عظیم ہے اور قرآن مبین عطف تفسیر ہے اور مبین اسے اس لیے فرمایا گیا ہے کہ وہ حق کو باطل سے ممتاز کرنے، جدا کرنے والا

www.waseemziyai.com

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۲﴾ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا

بہت آرزوئیں کریں گے کافر کاش مسلمان ہوتے، انھیں چھوڑو کہ کھائیں

وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ

اور برتیں اور امید انھیں کھیل میں ڈالے، تو اب جانا چاہتے ہیں اور جو بستی ہم نے

قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا

ہلاک کی اس کا ایک جانا ہوا نوشتہ تھا کوئی گروہ اپنے وعدے سے نہ آگے بڑھے

وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۵﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ

نہ پیچھے ہٹے۔ ف اور بولے کہ اے وہ جن پر قرآن اترا

اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۶﴾ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ

بے شک تم مجنون ہو ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے اگر تم

الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷﴾ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا

سچے ہو ہم فرشتے بیکار نہیں اتارتے اور وہ اتریں تو انھیں مہلت

مُّنْظَرِيْنَ ﴿۸﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾

نہ ملے بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں

(۱۔آیت:۲ تا ۵) چونکہ کفار مکہ ہر وقت دین اسلام کی مخالفت پر کمر بستہ رہتے تھے اور مسلمانوں سے جھگڑتے رہتے تھے کیوں کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے کوئی فوری مواخذہ نہیں ہوتا تھا۔ انہیں مہلت دے رکھی تھی اس پر وہ اترا کر کہتے تھے اگر تم حق پر ہو اور ہم ناحق پر ہیں تو ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا۔ ان کے اس قول کا ردان آیات میں کیا گیا ہے اور تاخیر عذاب کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کفار کو اپنی فارغ البالی ہونے پر گھمنڈ اور اطمینان نہ کرنا چاہیے کہ ایک وقت وہ بھی آرزو کریں گے کہ ہم مسلمان ہوتے۔ اے نبی تم انہیں چھوڑ دو کہ وہ دنیا میں کھالیں اور برت لیں۔ اور ان کی امید انہیں کھیل کود میں ڈالے رکھے عنقریب وہ اس کا نتیجہ دیکھ لیں گے۔ (یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے تھا) اور ان پر فوری عذاب اس لیے نہیں آتا ہے کہ ہر قوم کے ہلاک ہونے کا وقت لکھا ہوا ہے۔ اس وقت سے پہلے یا پیچھے کوئی قوم ہلاک نہیں ہو سکتی ہے۔

تنبیہ: کفار مسلمان ہونے کی خواہش یا تو قیامت کے دن کریں گے جبکہ مومن دوزخ سے نکالیں جائیں گے جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب دوزخی دوزخ میں داخل کیے جائیں گے اور ان کے ساتھ بعض اہل قبلہ بھی داخل ہوں گے تو کفار اہل قبلہ سے کہیں گے کہ تم مسلمان تھے تمہارے اسلام نے تمہیں کچھ نفع دیا کہ تم ہمارے ساتھ دوزخ میں پڑے تو وہ کہیں گے کہ ہم اپنے گناہوں کے سبب پکڑے گئے ہیں۔ بس اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے بخشے گا اور دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے گا اس وقت کفار تمنا کریں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔ [معالم] یا مرتے وقت فرشتوں اور عذاب کو دیکھ کر یا حشر میں وقت حساب وکتاب مسلمان ہونے کی آرزو کریں گے مگر مشہور اول ہے۔ ممکن ہے کہ کفار کئی بار مسلمان ہونے کی تمنا کریں

www.waseemziyai.com

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَمَا

اور بے شک ہم نے تم سے پہلے اگلی امتوں میں رسول بھیجے۔ اور

يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ

ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر اس سے ہنسی کرتے ہیں ایسے ہی ہم اس ہنسی کو ان مجرموں

قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾

کے دلوں میں راہ دیتے ہیں۔ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے، اور اگلوں کی راہ پڑ چکی ہے

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور اگر ہم ان کے لیے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں کہ دن کو اس میں چڑھتے۔

لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾ ع ۱۵ ۱

جب بھی یہی کہتے کہ ہماری نگاہ باندھ دی گئی ہے بلکہ ہم پر جادو ہوا ف ۲

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ

اور بے شک ہم نے آسمان میں بُرج بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے آراستہ کیا اور اسے ہم نے

جیسا کہ ربما کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۲۔آیت:۶ تا ۱۵) چونکہ کفار اپنی جہالت وعناد کی وجہ سے قرآن عظیم کی معجز عبارت کو سن کر نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو شاعر و کاہن کہا کرتے تھے اور بعض قرآن عظیم کی فصیح و بلیغ عبارت سمجھ میں نہ آنے اور اس کا جواب بن نہ پڑنے کی وجہ سے حضور کو دیوانہ کہتے اور کہتے اگر تم سچے ہو تو اپنی تصدیق کے لیے فرشتوں کو کیوں نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں ان کے قول کا رد اور اپنے محبوب کی تسلی و تشفی فرماتا ہے۔ پڑھیے ترجمہ۔ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب کافر تمہیں دیوانہ کہتے ہیں اور تمہارے کلام کو دیوانہ کی بڑ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس اپنی تصدیق کے لیے فرشتہ کیوں نہیں لاتے اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتا ہے کہ فرشتے بیکار نہیں اترتے ہیں جب وہ اتریں گے تو انہیں مہلت نہ ملے گی ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کو شیاطین وغیرہ کی تحریف و تبدیل اور زیادتی کمی سے محفوظ رکھنے والے ہیں۔ یہ خصوصیت قرآن عظیم ہی کی ہے کہ وہ تحریف و تبدیل سے محفوظ ہے اور جیسا نازل ہوا تھا ویسے ہی اب تک موجود ہے اور قیامت تک رہے گا بخلاف دیگر کتب سماویہ کے کہ ان میں تحریف و تبدیل ہوئی اور ان کی اصل باقی نہ رہی بخت نصر و عمالقہ نے اسے برباد کیا مگر قرآن عظیم باوجود کفار کی مخالفت و دشمنی کے اور اتنا زمانہ گزرنے کے بھی ویسے ہی موجود ہے جیسا نازل ہوا تھا کہ اس کی محافظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی تھی وہ کیسے ضائع و برباد ہوتا اور اس میں تغیر و تبدل ہوتا۔ چنانچہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات تک تو حضرت جبرئیل رمضان میں آکر حضور سے اس کا دور فرمایا کرتے تھے اور بعد وفات حضور صحابہ کرام نے اس کی حفاظت کی۔ جب بہت سے حفاظ صحابہ کرام جہاد میں شہید ہوئے تو بقیہ کو اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے جمع کرنے کو کہا انہوں نے تامل کیا اور فرمایا جو کام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا وہ میں کیسے کروں لیکن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کام تو اچھا ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آمادہ ہو گئے۔ اور آپ نے یہ خدمت

www.waseemziyai.com

كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ

ہر شیطان مردود سے محفوظ رکھا مگر جو چوری چھپے سننے جائے تو اس کے پیچھے پڑتا ہے روشن

مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ

شعلہ اور ہم نے زمین پھیلائی اور اس میں لنگر ڈالے اور اس میں ہر چیز

كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ

اندازے سے اگائی۔ اور تمہارے لیے اس میں روزیاں کردیں اور وہ کردیے جنہیں تم

بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ

رزق نہیں دیتے اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم اسے نہیں اتارتے

اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ

مگر ایک معلوم اندازے سے۔ اور ہم نے ہوائیں بھیجیں بادلوں کو بارور کرنے والیاں تو ہم نے

السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ

آسمان سے پانی اتارا پھر وہ تمہیں پینے کو دیا اور تم کچھ اس کے خزانچی نہیں اور بے شک ہم ہی جلائیں

وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ

اور ہم ہی ماریں اور ہم ہی وارث ہیں اور بے شک ہمیں معلوم ہیں جو تم میں آگے بڑھے

حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کی۔ انہوں نے بڑی جدوجہد کر کے اس خدمت کو انجام دیا۔ لیکن اس جمع قرآن کی یہ صورت تھی کہ قرآن مجید کے اجزا اور آیات جو متفرق طور پر صحابۂ کرام کے پاس تھیں ان کو یکجا کر دیا گیا تھا لیکن ہر ایک سورت ایک علاحدہ صحیفہ میں تھی۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان تمام صحیفوں کو ام المومنین حضرت حفصہ سے لیکر نقل کر دیا اور ان کو ایک مصحف کی صورت میں کر دیا۔ اور اس مصحف کے متعدد نسخے تیار کرائے اور مملکت اسلامیہ میں روانہ کیے اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت فرمائی، علاوہ اس کے مسلمانوں کو اس کے حفظ کرنے کی قوت عطا فرمائی کہ دلوں سے محو کرنے والا سوائے خدا کے کوئی نہیں یہ خصوصیت بلکہ معجزہ قرآن عظیم ہی کا ہے کہ اسے جو مسلمان چاہے حفظ کرے اور وہ اسے یاد رہے۔ اور بعض نے لہ کی ضمیر حضور کی طرف راجع کی ہے تو یہ معنی ہوں گے کہ ہم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محافظ و نگہبان ہیں کفار کی ہرگزند سے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ اے محبوب ہم تمہارے نگہبان ہیں کفار سے۔ اور اے محبوب یہ جو کفار تمہارا ہنسی مذاق اڑاتے ہیں اور تمہاری شان میں ناملائم الفاظ بولتے ہیں اس سے تم دل شکستہ نہ ہو کہ تم سے اگلی امتوں میں بھی رسول بھیجے گئے تو جب ان کے پاس کوئی رسول آتا وہ اس کا یونہی ہنسی مذاق اڑاتے جیسا کہ تمہارا اڑاتے ہیں ہم ایسے ہی ہنسی مذاق کو مجرموں کے دل میں راہ دیتے ہیں وہ اس پر ایمان نہیں لاتے ہیں اور یہ سنت الٰہی اگلوں میں پڑ چکی ہے کہ وہ رسولوں کی تکذیب میں عذاب دیے جائیں اگر ہم ان کے لیے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیتے جس سے وہ دن کو چڑھ کر ملکوت السموات کا مشاہدہ کرتے جب بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے بلکہ ہم پر جادو ہوا ہے جیسا کہ انہوں نے شق قمر وغیرہ آیات دیکھ کر کہا تھا۔

www.waseemziyai.com

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ

اور بے شک ہمیں معلوم ہیں جو تم میں پیچھے رہے اور بے شک تمہارا رب ہی انھیں قیامت میں اٹھائے گا بے شک وہی

حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ ع ۲ ۱۰ ۲

علم و حکمت والا ہے۔ ف۳ اور بے شک ہم نے آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو اصل میں

حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ ج وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

ایک سیاہ بودار گارا تھی اور جن کو اس سے پہلے بنایا ' بے دھوئیں کی آگ سے

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں بجتی مٹی سے

مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ

جو بدبودار سیاہ گارے سے ہے۔ تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح

رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ

پھونک لوں تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب

(۳۔آیت:۱۶تا۲۵) گزشتہ آیات میں اثبات نبوت فرمایا گیا تھا۔ان آیات میں دلائل توحید بیان کیے گئے ہیں کہ ثبوت نبوت بغیر ثبوت توحید ناممکن تھا اس کے ثبوت کے لیے یہاں دلائل عقلی کو چھوڑ کر دلائل حسی بیان کئے گئے ہیں تا کہ محسوس پرست بھی انہیں دیکھ کر توحید کے قائل ہوں۔اوران دلائل کو ترتیب وار کچھ ایسے حکیمانہ انداز اور عجزانہ طرز کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے کہ جاننے والے متحیر ہوتے ہیں اور نہ جاننے والوں کو بھی سوائے سر تسلیم خم کرنے کے کوئی چارہ نہیں رہتا ہے کہ اول کائنات سماوی کو مع ان کی حالت کے پھر کائنات ارضی کو مع ان کی حالت واسباب کے بیان فرمایا ہے۔پھر دنیا کے فنا ہونے کی اور اپنی ہمہ گیر قوت کی وضاحت کی ہے اور آخر میں حشر ونشر کا تذکرہ فرمایا ہے۔پڑھیے ترجمہ واضح ہے۔اس میں برج بنانے سے مراد سبع سیارہ کی سیر کی منزلیں مقرر کرنا ہیں اور سیر کرنے والے ستارے سات ہیں۔شمس،قمر،زہرہ،مشتری،مریخ،عطارد،زحل۔اور برج بارہ ہیں۔(۱)حمل:مینڈھا۔(۲)ثور:بیل (۳) جوزا:توام لڑکے (۴) سرطان:کیکڑا (۵) اسد:شیر (۶) سنبلہ:لڑکی (۷) میزان: ترازو (۸) عقرب: بچھو (۹) قوس: کمان (۱۰) جدی: گینڈا (۱۱) دلو: ڈول (۱۲) حوت: مچھلی۔پس شمس کی سیر گاہ اسد ہے۔اور قمر کی سرطان۔اور زہرہ کی ثور۔اور میزان ومشتری کی قوس وحوت ہے اور مریخ اور عطارد کی جوزا وسنبلہ ہے اور زحل کی جدی ودلو ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: کہ اس آیت میں شمس وقمر کے بروج یعنی منازل مراد ہیں۔پھر ان بارہ برجوں کو اٹھائیس منزلوں پر تقسیم کیا ہے اس حساب سے ہر برج ۲-۱/۴ منزل کا ہوتا ہے پھر ہر برج کے تیس حصہ ہیں جن کو درجہ کہتے ہیں تو بارہ برجوں کے ۳۶۰ درجے ہوئے سورج سال بھر میں ایک بار ان کا دورہ کرتا ہے اور چاند اٹھائیس روز میں ان کا دورہ کرتا ہے۔[جلال وسراج] اور بقول ماہرین فلکیات ان برجوں کی طبیعت بھی مختلف ہے نمبر۱، نمبر۵، نمبر۹ کی طبیعت آتشی ہے۔اور نمبر۲، نمبر۶، نمبر۱۰ کی خاکی ہے اور ۳، ۷، ۱۱ کی بادی ہے اور ۴، ۸، ۱۲ کی آبی ہے اور صورت وشکل بھی مختلف ہے جو ان کے ناموں کے معنی سے ظاہر ہے۔غور کرنے کا مقام ہے کہ ایک صورت ایک طبیعت کی چیز یعنی آسمان میں ایسے مختلف

www.waseemziyai.com

اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ

سجدے میں گرے سوا ابلیس کے، اس نے سجدہ والوں کا ساتھ نہ مانا فرمایا:

یٰۤاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ

اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں سے الگ رہا؟ بولا مجھے زیبا نہیں کہ

لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾

بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی مٹی سے بنایا جو سیاہ بودار گارے سے تھی۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّاِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ

فرمایا: تو جنت سے نکل جا کہ تو مردود ہے۔ اور بے شک قیامت تک

اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾

تجھ پر لعنت ہے بولا اے میرے رب! تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ وہ اٹھائے جائیں

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ

فرمایا تو ان میں ہے جن کو اس معلوم وقت کے دن تک مہلت ہے بولا:

طباع بروج کا پایا جانا اور مختلف تاثیرات کے سیاروں کا بلا ٹکرائے ان میں سیر کرنا قدرت الٰہی نہیں ہے تو کیا ہے۔ پھر سادہ آسمان کو اس کی طبیعت کے خلاف دیکھنے والوں کے لیے مختلف قسم کے ستاروں سے مزین کرنا جن میں کسی کی روشنی سرد ہے کسی کی گرم ہے کسی کی سفید ہے کسی کی سبزی و سرخی مائل ہے کسی کی سنہری ہے کسی کی زیادہ ہے کسی کی کم ہے پھر آسمانوں کے بھیدوں کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر کرنا کہ جن و شیاطین کو آسمان تک نہ آنے دیں ان کے اسرار پر مطلع نہ ہونے دیں۔ اگر کوئی شیطان چھپ کر آسمان تک پہنچ جاتا ہے تو فرشتے اس کے دہکتا ہوا انگارہ مارتے ہیں جس سے وہ جل جاتا یا زخمی ہوتا ہے یا اس کے اعضا بیکار ہو جاتے ہیں۔ جلال اور حسن وغیرہ کہتے ہیں کہ مر جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شیطان کے آسمان پر جانے کی پہلے بندش نہ تھی وہ آسمان پر جاتے تھے اور ملائکہ سے غیب کی خبریں سن کر کاہنوں کو بتاتے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو تین آسمانوں پر جانے سے روکے گئے اور جب حضور پیدا ہوئے تو تمام آسمانوں پر جانے کی بندش ہوئی اب جو کوئی چھپ کر آسمان کی خبریں لینے جاتا ہے اس کے دہکتا انگارہ مارا جاتا ہے۔ [سراج] اور یہ پہلے کم تھا حضور کی بعثت کے بعد بشدت ہونے لگا۔ [معالم] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک صحابی نے کہا کہ ہم ایک رات حضور کی خدمت میں حاضر تھے کہ تارا ٹوٹا اور روشنی پھیل گئی تو حضور نے ہم سے پوچھا کہ تم زمانہ جاہلیت میں اس کی بابت کیا خیال کرتے تھے۔ عرض کی کہ ہم کہتے تھے کہ آج کوئی بڑا شخص مرا یا پیدا ہوا ہے تو حضور نے فرمایا: وہ کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے نہیں ٹوٹتا ہے بلکہ جب اللہ تعالیٰ کوئی حکم فرماتا ہے تو حاملان عرش خدا کی پاکی بولتے ہیں پھر ان کے پاس والے آسمان کے فرشتے پھر اس کے پاس والے آسمان کے فرشتے تسبیح پڑھتے ہیں یہاں تک کہ ان کی تسبیح کی آواز سماے دنیا تک پہنچتی ہے تو وہ حاملان عرش سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا حکم فرمایا ہے تو وہ انہیں خبردار کرتے ہیں پھر وہ سلسلہ وار سماے دنیا تک کے فرشتوں کو آگاہ کرتے ہیں پس جنات اس خبر کو اچک لیتے ہیں پس انہیں مارا جاتا ہے۔ [رواہ مسلم] یہی قول زہری اور ابن قتیبہ کا ہے۔ تو ایسے مختلف

www.waseemziyai.com

رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ

اے رب میرے! قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں انہیں زمین میں بہلاوے دوں گا اور ضرور میں ان سب کو

اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ

بے راہ کردوں گا۔ ف۴ مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں فرمایا یہ راستہ سیدھا

عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا

میری طرف آتا ہے۔ بے شک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں سوا

مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ قف لا

ان گمراہوں کے جو تیرا ساتھ دیں اور بے شک جہنم ان سب کا وعدہ ہے

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ ع اِنَّ ۱۹ ۲

اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک حصہ بٹا ہوا ہے بے شک

اشکال والوان کے ستاروں سے آسمانوں کو آراستہ کرنا اور اس کی حفاظت کے لیے فرشتوں کو مقرر کرنا قدرت خدا کی آیات ظاہرہ نہیں تو اور کس کی ہیں۔ پھر زمین کو پھیلانا اور اس پر میخوں کی طرح پہاڑ قائم کرنا تاکہ وہ حرکت نہ کریں اور اس سے غلہ وغیرہ مخلوق کے کھانے کی چیزیں بقدر اندازہ اگانا اور وہ چیزیں پیدا کرنا جن کے وہ رازق نہیں اور ان سے نفع اٹھاتے اور آرام پاتے ہیں جیسے غلام و باندی اور سواری و بار برداری کے جانور اور ہوا چلا کر بادلوں سے پانی برسا کر سب کو سیراب کرنا اور مخلوق کو زندہ رکھنا اور مارنا اور مار کر پھر اٹھانا اور تمام اگلوں پچھلوں اور زندوں مردوں کا علم رکھنا سوائے خدا کے کس کی قدرت میں ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ لفظ "رواسی" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر بچھایا تو کشتی کی طرح ڈگمگائی پس اللہ تعالیٰ نے اس میں بڑے بڑے بھاری پہاڑوں کے لنگر ڈالے کہ قائم رہے۔ [سراج] حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کہ عرش عظیم میں تمام مخلوق کی صورتیں ہیں جو بحر و بر میں پیدا کی گئی ہیں۔ [خازن] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خوبصورت عورت حضور کے پیچھے نماز پڑھا کرتی تھی پس بعض آدمی صف اول میں کھڑے ہوتے تھے کہ وہ اسے نہ دیکھیں اور بعض آدمی اسے دیکھنے کے لیے صف آخر میں کھڑے ہوتے تھے اور رکوع میں بغلوں میں سے اسے دیکھتے تھے پس آیت: ﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ﴾ نازل ہوئی۔ اخرجہ النسائی [خازن و معالم] علاوہ اس کے مستقدمین اور متاخرین کے دوسرے معنی بھی یہاں بیان کیے گئے ہیں یعنی مستقدمین جو پیدا ہو چکے اور متاخرین جو پیدا نہیں ہوئے ہیں۔ [ابن عباس] یا مستقدمین سے گزری ہوئی امتیں اور متاخرین سے امت محمدی مراد ہے۔ [مجاہد] یا نیکی کرنے میں مقدم و مؤخر مراد ہیں۔ [حسن] یا اول وقت و آخر وقت نماز پڑھنے والے مراد ہیں۔ [اوزاعی] یا جہاد کی صف اول میں اور صف آخر میں کھڑے ہونے والے مراد ہیں۔ [مقاتل] یا جو پہلے ایمان لائے اور جو بعد کو لائے وہ مراد ہیں یا نماز کی صف اول میں و آخر میں شامل ہونے والے مراد ہیں۔ [خازن] ان سب معانی کی آیت محتمل ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم سب کو محیط ہے۔

(۴۔ آیت: ۲۶ تا ۳۹) ان آیات میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے اور فرشتوں کو انہیں سجدہ کرنے اور شیطان کا سجدہ کرنے سے انکار کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو سورہ بقر میں مفصل گزرا ہے۔ پڑھیے ترجمہ۔

www.waseemziyai.com

تنبیہ: چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا اصل مادہ مٹی تھا مگر اس پر مختلف دور گزرنے اور مختلف حالتیں طاری ہونے کے سبب قرآن عظیم میں اسے مختلف الفاظ وصفات سے تعبیر کیا گیا ہے کہیں تراب (خاک) کہیں طین کہیں طین لازب (لسدار مٹی) کہیں صلصال (بجتی ہوئی مٹی) کہیں حماء مسنون (سڑی ہوئی مٹی) کہیں فخار (سخت ٹھیکری) فرمایا گیا ہے کہ شروع میں وہ خاک تھے جب اس میں پانی ملایا گیا تو گارا کیچڑ ہوئی پھر کچھ مدت پڑے رہنے سے وہ لسدار ہوگئی پھر زیادہ مدت پڑے رہنے کی باعث وہ سڑ گئی پھر آخر میں وہ خشک ہو کر بجنے لگی ٹھیکری کے مشابہ ہوگئی۔ کذا قال المفسرون فی تطبیقہ. اور حضرت آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونکنے سے مراد اس میں زندگی پیدا کرنا ہے گویا اس میں جان ڈالنے کو روح پھونکنے سے تعبیر کیا ہے اور روح کی نسبت اپنی طرف کرنا اور فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دینا تمام ملائکہ وجنات پر حضرت آدم علیہ السلام کی عزت وبزرگی ظاہر کرنے کے لیے ہے۔ اور فرشتوں کے انہیں سجدہ کرنے کی نوعیت اور کیفیت سورہ بقر میں گزری۔ مبرد کہتے ہیں کہ فسجد الملائکہ میں یہ احتمال تھا کہ بعض نے سجدہ کیا ہو اور بعض نے نہ کیا ہو اور یہ بھی احتمال تھا کہ علاحدہ علاحدہ کیا ہو کل نہ کیا ہو۔ لہذا اول احتمال کا کلھم سے اور دوسرے کو اجمعون سے دفع فرمایا کہ سب نے مل کر جمع ہو کر سجدہ کیا۔ اور انسان سے حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں کہ وہ ابوالبشر ہیں ان سے سب آدمی پیدا ہوئے ہیں۔ اور جان سے مراد ابلیس ہے کہ وہ ابوالجان ہے۔ قتادہ وحسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جان ابلیس ہی ہے چونکہ وہ نظر سے پوشیدہ ہے اس لیے اسے جان کہا جاتا ہے کہ جان کے معنی لغوی چھپنے والے کے ہیں اور اس کی پیدائش بے دھوئیں کی آگ سے ہوئی ہے اور وہ ہوا کی طرح اپنی لطافت کی وجہ سے دکھائی نہیں دیتا ہے۔ ہاں جب وہ کوئی کثیف شکل اختیار کرتا ہے، جیسے آدمی وجانور کی تو نظر آتا ہے کہ اس میں شکل بدلنے کی بھی قوت رکھی گئی ہے۔ اسی بنا پر ابلیس نے اپنے کو بہتر اور اپنے مادہ تخلیق کو حضرت آدم کے مادہ تخلیق سے افضل سمجھ کر اور نفخ روح کی فضیلت کو نظر انداز کر کے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور مردود بارگاہ ہوا۔ اور آیت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ''جان'' کی پیدائش آدمی کی پیدائش سے پہلے ہوئی ہے وہب ابن منبہ کہتے ہیں کہ جنوں میں بعض تو آدمی کی طرح کھاتے پیتے ہیں ان میں توالد وتناسل ہوتا ہے اور بعض مثل ہوا کے ہیں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ ان میں توالد وتناسل ہوتا ہے وہ شیاطین ہیں۔ حضرت ابن عباس کا بھی ایسا ہی قول ہے اس میں یہ زیادہ ہے کہ ان میں مسلمان بھی اور کافر بھی ہیں اور مرتے جیتے بھی ہیں۔ مگر شیاطین میں یہ باتیں نہیں ہیں۔ [سراج] اور صحیح یہ ہے کہ شیاطین جنات کی قسم ہیں مگر وہ نہایت سرکش اور کافر ہیں اور جنوں میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی۔ [خازن] چونکہ ابلیس بڑا مکار ہے اس نے خدا سے مکر کی بات کی اور روز حشر تک زندہ رہنے کی استدعا کی کہ اگر اس کی استدعا منظور ہوئی تو پھر وہ کبھی نہ مرے گا بعد حشر کسی کو موت نہ آئے گی مگر اللہ تعالیٰ دلوں کی بات جاننے والا ہے مکاروں کے مکر کو پہچاننے والا ہے لہذا اس نے اسے وقت معلوم تک یعنی قیامت قائم ہونے پہلا صور پھونکے جانے تک کی مہلت دی تا کہ اس کی تمردی درجہ کمال کو پہنچ جائے اور عذاب میں زیادتی ہو۔ اور جہنم کے سات دروازوں سے سات طبقات جہنم مراد ہیں۔ یعنی جہنم، لظی، حطمہ، سعیر، سقر، جحیم، ھاویہ۔ ان میں سے ہر طبقہ کے لیے ایک حصہ آدمیوں کا مقرر ہے وہ اس طبقہ میں ڈالا جائے گا پس ان میں سے پہلا مومن گنہگاروں کے لیے ہے اور دوسرا نصاریٰ کے لیے تیسرا یہود کے لیے چوتھا صابئین کے لیے پانچواں مجوس کے لیے چھٹا مشرکوں کے لیے ساتواں منافقوں کے لیے ہے. کما قال تعالیٰ: ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ حضرت ابن عمر سے مرفوعا روایت ہے کہ دوزخ کے سات دروازہ ہیں ان میں ایک ان لوگوں کے لیے جنہوں نے میری امت پر تلوار کھینچی۔ [معالم رواہ البخاری فی التاریخ والترمذی] حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ ہر باب کے اجزا میں سے ایک جز ہے جس نے خدا کے ساتھ شرک کیا اور ایک جزو ہے جنہوں نے اللہ میں شک کیا اور ایک جزو ہے جنہوں نے اللہ سے غفلت کی۔ [رواہ الخطیب فی التاریخ وابن مردویہ] امام ابو المنصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تاویلات میں فرماتے ہیں کہ دروازوں سے طبقات مراد ہیں اور مومن گنہگاروں کے لیے کوئی طبقہ مقرر نہیں ہے کیوں کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہیں گے الخ۔

www.waseemziyai.com

الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا

ڈر والے باغوں اور چشموں میں ہیں ان میں داخل ہو سلامتی کے ساتھ امان میں اور ہم نے

مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾

ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لیے آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے۔

لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ

نہ انھیں اس میں کچھ تکلیف پہنچے نہ وہ اس میں سے نکالے جائیں۔ خبر دو میرے بندوں کو کہ

اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾

بے شک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان۔ اور میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔ ف۵

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا

اور انھیں احوال سناؤ ابراہیم کے مہمانوں کا جب وہ اس کے پاس آئے تو بولے سلام

قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ

کہا ہمیں تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے انھوں نے کہا ڈریے نہیں ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے کی

عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾

بشارت دیتے ہیں کہا کیا اس پر مجھے بشارت دیتے ہو کہ مجھے بڑھاپا پہنچ گیا، اب کاہے پر بشارت دیتے ہو؟

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنْ

کہا ہم نے آپ کو سچی بشارت دی ہے آپ ناامید نہ ہوں۔ کہا اپنے

يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ

رب کی رحمت سے کون ناامید ہو مگر وہی جو گمراہ ہوئے کہا پھر تمہارا کیا کام ہے

(۵۔آیت:۴۰تا۵۰) گزشتہ آیات میں شیطان کی سرکشی اور اس کے پیروں کی سزا بیان فرمائی گئی تھی۔ان آیات میں اللہ کے فرمانبردار بندوں کا حال اور ان کی خبر بیان فرمائی گئی ہے پڑھیے ترجمہ۔

تنبیہ: آیت: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ الخ﴾ کا نزول بعض روایات سے عام اور بعض سے خاص معلوم ہوتا ہے۔جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اہل ایمان دوزخ سے رہائی پاکر ایک پل پر روکے جائیں گے جو جنت ودوزخ کے درمیان ہوگا وہاں ان کے حقوق کا فیصلہ کیا جائے گا جو دنیا میں ان کے درمیان تھے جب وہ حقوق سے پاک ہو جائیں گے تو جنت میں جانے کا حکم ہوگا۔یونہی حضرت ابوامامہ باہلی کی روایت میں آیا ہے کہ جنت میں جانے سے پہلے اللہ تعالی ہر مومن کے دل سے کینہ نکال ڈالے گا۔اور سفیان ابن عیینہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے حضرت علی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ

www.waseemziyai.com

اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾

اے فرشتو! بولے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں

اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ

مگر لوط کے گھر والے ان سب کو ہم بچالیں گے مگر اس کی عورت ہم ٹھہرا چکے ہیں

اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ

کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہے تو جب لوط کے گھر فرشتے آئے کہا

اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ

تم تو کچھ بیگانے لوگ ہو کہا بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ لائے ہیں جس میں یہ لوگ

يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ

شک کرتے تھے اور ہم آپ کے پاس سچا حکم لائے ہیں اور ہم بے شک سچے ہیں۔ تو اپنے گھر والوں کو کچھ

مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا

رات رہے لے کر باہر جایئے اور آپ ان کے پیچھے چلیے اور تم میں کوئی پیچھے پھر کر نہ دیکھے اور جہاں کو حکم ہے

حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ

سیدھے چلے جایئے اور ہم نے اسے اس حکم کا فیصلہ سنادیا کہ صبح ہوتے ان کافروں کی

آیت اہل بدر کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اور حضرت علی وطلحہ وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق ہونے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختلف اقوال ہیں جن میں آپ نے فرمایا ہے کہ مجھے امید ہے کہ میں ان میں سے ہوں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ﴾ [ذکرہ ابن کثیر] بہرحال مورد نزول خاص ہونے کی صورت میں بھی عموم حکم کا لحاظ رکھنا اولی ہے۔ اور آیت ﴿نَبِّئْ عِبَادِيْ الخ﴾ کا مطلب ہے کہ اللہ بڑا غفور رحیم ہے اور اس کا عذاب بڑا دردناک ہے بندوں کو اس کی رحمت کی امید رکھنا اور اس کے عذاب سے ڈرنا اور بین الخوف والرجاء رہنا چاہئے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور ایک صحابی کی موت کے وقت تشریف لے گئے اور ان کا حال پوچھا عرض کی مجھے اپنے گناہوں کا خوف ہے اور اللہ کی مغفرت کا امیدوار ہوں۔ فرمایا: جس کے دل میں یہ باتیں جمع ہوں گی ضرور اللہ اسے بخشے گا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ تم میں کا کوئی نہ مرے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو یعنی یہ کہ وہ غفور رحیم ہے اپنی رحمت سے میرے گناہ بخش دے گا۔ اس آیت کے نزول میں حضرت مصعب ابن ثابت سے روایت ہے کہ حضور اپنے صحابہ کی ایک جماعت پر گزرے جو ہنس رہے تھے تو ان سے فرمایا: کیا تم ہنستے ہو اور آگ تمہارے سامنے ہے۔ پس جبرئیل یہ آیت لے کر آئے اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے بندوں کو میری رحمت سے ناامید نہ کرو۔ [معالم] ابن جریر کی روایت میں یوں ہے کہ حضور نے مکہ میں صحابہ سے فرمایا: کیا میں نے تمہیں ہنستے ہوئے نہ دیکھا اور واپس چلے گئے ابھی حجرہ تک نہ پہنچے تھے کہ لوٹ کر آئے اور فرمایا: کہ جبرئیل نے مجھ سے آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تم میرے بندوں کو مجھ سے ناامید کرتے ہو۔ اور یہ آیت پڑھی۔ [ابن کثیر] اور عبادی فرمانا بندوں کی نسبت اپنی طرف کرنا ان کی عظمت وبزرگی ظاہر کرنے کے لیے ہے پس جو اللہ کی عبودیت کا مقر ہے وہ اس تشریف میں داخل ہے۔

www.waseemziyai.com

مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ

جڑ کٹ جائے گی اور شہر والے خوشیاں مناتے آئے۔ لوط نے کہا

هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا

یہ میرے مہمان ہیں مجھے فضیحت نہ کرو اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو بولے

اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ

کیا ہم نے تمہیں منع نہ کیا تھا کہ اوروں کے معاملے میں دخل نہ دو کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں

فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ

کرنا ہے اے محبوب! تمہاری جان کی قسم بے شک وہ اپنے نشے میں بھٹک رہے ہیں۔ تو دن نکلتے

الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

انھیں چنگھاڑ نے آلیا تو ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کردیا اور ان پر

حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهَا

کنکر کے پتھر برسائے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں فراست والوں کے لیے۔ اور بے شک وہ بستی

لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَاِنْ كَانَ

اس راہ پر ہے جو اب تک چلتی ہے بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کو۔ ف۶ اور بے شک

(۶۔آیت:۵۱تا۷۷) چونکہ گزشتہ آیت میں یہ فرمایا گیا تھا کہ میں غفور رحیم ہوں اور میرا عذاب بڑا دردناک ہے لہذا ان آیات میں بندوں کو عبرت دلانے کے لیے اس کا نمونہ پیش کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم کی فرمانبرداری اور پرہیزگاری کے سبب اللہ نے ان پر رحمت فرمائی انہیں دولت نبوت وخلت سے سرفراز فرمایا۔ اور عالم یاس میں اولاد جیسی نعمت عطا فرمائی۔ اور قوم لوط کو ان کی سرکشی اور نافرمانی کے باعث عذاب دردناک سے ہلاک کیا۔ اور قوم مجرمین سے قوم لوط مراد ہے ان کا قصہ مفصل پہلے گزر چکا ہے یہاں عبرت دلانے کے لیے مختصرا بیان کیا گیا ہے۔ پڑھیے ترجمہ۔

تنبیہ: آیت ﴿لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ میں جملہ مفسرین کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے خطاب ہے اور حضور کی جان کی قسم یاد کر کے اس میں فرمایا گیا ہے کہ اے محبوب تمہاری جان کی قسم وہ کافر اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔ حضرت مترجم رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیت کے تحت اپنے رسالہ تجلی الیقین میں تحریر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حق جلا وعلا اپنے حبیب کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے فرماتا ہے تیری جان کی قسم وہ کافر اپنے نشہ میں اندھے ہو رہے ہیں۔ تو اے مسلمان! یہ مرتبہ جلیلہ اس جان محبوبیت کے سوا کسے میسر ہوا کہ قرآن عظیم نے ان کی جان کی قسم کھائی۔ ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے کبھی کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی سوائے محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے کہ آیت لعمرک میں فرمایا ہے مجھے تیری جان کی قسم اے محمد۔ اور ابن جریر وابن مردویہ وبیہقی وابونعیم وبغوی وغیرہ محدثین

www.waseemziyai.com

ومفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی کہ اللہ تعالی نے کوئی ایسا پیدا نہ فرمایا جو اسے محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے زیادہ عزیز ہو اور نہ ان کی جان کے سوا کبھی کسی کی جان کی قسم یاد فرمائی۔ کہ ارشاد فرماتا ہے کہ مجھے تیری جان کی قسم وہ کافر اپنی مستی میں بہک رہے ہیں۔ مواہب واحیاء العلوم ومدخل ونسیم الریاض وغیرہ میں منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان بے شک حضور کی بزرگی خدا کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور کی زندگی کی قسم یاد فرمائی نہ باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی۔ اور حضور کی فضیلت خدا کے یہاں اس نہایت کو پہنچی کہ حضور کی خاک پا کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد فرماتا ہے مجھے اس شہر کی قسم جس میں آپ تشریف فرما ہیں۔ اقول: ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا قول مرفوعا بھی روایت کیا ہے جس کو امام سیوطی نے درمنثور میں نقل فرمایا ہے اور یہ اللہ رب العزت کا حضور کی جان کی قسم یاد فرمانا لوگوں پر حضور کا فضل وشرف ومرتبہ ظاہر کرنے کے لیے ہے۔ شیخ ابوبکر ابن عربی فرماتے ہیں کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے محبوب محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی جان کی قسم ان کی تشریف وتکریم اور اعزاز ومرتبہ ظاہر کرنے کے لیے یاد فرمائی ہے۔ اور شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالی علیہ مدارج میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کا اپنی ذات وصفات کے سوا کسی چیز کی قسم یاد فرمانا اس چیز کا لوگوں پر فضل وشرف ظاہر کرنے کے لیے ہے بہ نسبت ان کے تاکہ لوگ جان لیں کہ وہ امر عظیم شریف ہے۔ اس پر بعض نے یہ کہا کہ یہ قول بے ثبوت ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی جائے وہ معزز ومشرف ہی ہو قرآن عظیم میں جو انجیر وزیتون وعصر وچاشت ورات وآفتاب وغیرہ کی قسم یاد فرمائی گئی ہے تو کیا ان سے ان چیزوں کی عزت افزائی مقصود ہے اور وہ اشرف الکائنات ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس کی قسم یاد فرمائی جائے اس کا معزز ہونا ضروری ہے کہ جب تک قسم کھانے والے کی نظر میں وہ معزز ومکرم نہ ہوگا اس کی قسم نہ کھائے گا مگر بصورت استہزا اور وہ یہاں نہیں۔ اور معزز ومکرم ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اشرف الکائنات ہو بلکہ یہ مطلب ہے کہ وہ اپنی نوع میں معظم ہو انجیر زیتون پھلوں میں معظم ہیں اور عصر وچاشت اوقات میں ممتاز ہیں اور سورج روشن چیزوں میں سب سے زیادہ روشن ہے۔ یونہی حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تمام فرشتوں اور جنات وانسان میں بزرگ وبرتر ہیں ان سے زیادہ بارگاہ الٰہی میں کوئی عزت وجاہت والا نہیں ہے لہذا ان کی قسم یاد فرمائی گئی۔ اور بعض لعمرک سے حضرت لوط کی عمر کی قسم مراد لیتے ہیں۔ شیخ ابوبکر ابن عربی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت لوط کی قسم مراد لینے سے حضور کی حیات کی قسم مراد لینا ارفع واعلی ہے کہ بارگاہ الٰہی میں حضور کا مرتبہ لوط وغیرہ انبیاء علیہم السلام سے بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ علاوہ بریں یہ قول خلاف اجماع ہے بلکہ معارض حدیث ابن مردویہ وقول ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ ہے۔ اور متوسمین سے مجاہد کے نزدیک اہل فراست مراد ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ [بخاری فی التاریخ والترمذی وغیرہ] مواہب میں ہے ایک شخص کسی عورت کو بری نظر سے دیکھ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں آیا آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم میں ایک آدمی میرے پاس آتا ہے جس کی آنکھوں نے زنا کیا ہے اگر ایسا ہوا تو میں حد جاری کروں گا پھر اس شخص نے بعد توبہ دوبارہ حاضر ہو کر پوچھا کہ کیا بعد آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بھی وحی نازل ہوتی ہے۔ فرمایا نہیں یہ وحی نہیں ہے فراست ہے جس کو حضور نے مومن کے لیے فرمایا ہے۔ حسینی میں ہے کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ وعظ فرما رہے تھے کہ ایک جوان زاہد صورت آیا اور اس نے حدیث "اتقوا فراسة المومن الخ" کا مطلب پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تو زنار توڑ اور ایمان لا، اس نے کہا معاذ اللہ میرے پاس زنار ہو، آپ نے خادم کو اشارہ فرمایا: خادم نے اس کے سر سے خرقہ کھینچ لیا تو زنار ظاہر ہوئی پس وہ فوراً زنار توڑ کر ایمان لایا۔ اور مقاتل کے نزدیک اس سے غور وفکر کرنے والے مراد ہیں جو واقعات میں غور وفکر کر کے نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو لوگوں کو توسم (علامات) سے پہچان لیتے ہیں۔ [روہ ابن جریر] اور قتادہ کے نزدیک عبرت پکڑنے والے مراد ہیں اور ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک دیکھنے والے مراد ہیں۔ [معالم]

www.waseemziyai.com

اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ لَظٰلِمِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ

جھاڑی والے ضرور ظالم تھے تو ہم نے ان سے بدلا لیا اور بے شک یہ دونوں بستیاں

مُّبِیْنٍ ﴿۷۹﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۸۰﴾ وَاٰتَیْنٰهُمْ

کھلے راستے پر پڑتی ہیں اور بے شک حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور ہم نے ان کو

اٰیٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَكَانُوْا یَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ

اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے منہ پھیرے رہے اور وہ پہاڑوں میں گھر

بُیُوْتًا اٰمِنِیْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُصْبِحِیْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ

تراشتے تھے بے خوف تو انھیں صبح ہوتے چنگھاڑ نے آلیا تو ان کی کمائی کچھ

مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَاۤ

ان کے کام نہ آئی ف اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے

اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ

عبث نہ بنایا اور بے شک قیامت آنے والی ہے تو تم اچھی طرح درگزر کرو بے شک

رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۶﴾ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ

تمہارا رب ہی بہت پیدا کرنے والا جاننے والا ہے ف۸ اور بے شک ہم نے تم کو سات آیتیں دیں

(۷۔آیت:۷۸تا۸۴) حضرت ابراہیم وحضرت لوط کا قصہ بیان فرمانے کے بعد ان آیات میں حضرت شعیب کی قوم اصحاب ایکہ اور حضرت صالح کی قوم کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ایکہ کے معنی گنجان و گھنے درختوں کے ہیں چونکہ وہ لوگ ان میں رہتے تھے اس لیے انہیں اصحاب ایکہ فرمایا گیا ہے۔ وہ باجماع مفسرین حضرت شعیب کی قوم تھی اہل مدین اور صحاب ایکہ دو جدا جدا قومیں تھیں ان دونوں کی ہدایت کے لیے حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ ابن مردویہ وابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی سے مرفوعا یونہی روایت کی ہے یہ لوگ بڑے ظالم تھے مشرک تھے رہزنی وقزاقی کرتے تھے۔ انہیں دونوں کی طرف انہما کی ضمیر راجع ہے۔ یا قوم لوط اور اصحاب ایکہ کی بستیوں کی طرف راجع ہے۔ اور اصحاب حجر سے قوم ثمود مراد ہے جس کی ہدایت کے لیے حضرت صالح کو بھیجا گیا تھا وہ پہاڑوں میں گھر بنا کر رہتے تھے ان قوموں کے مفصل قصے پہلے گزر چکے ہیں انہیں پڑھیے۔

(۸۔آیت:۸۵،۸۶) گزشتہ اقوام کے واقعات کی بابت کفار یہ خیال کرتے تھے کہ یہ آسمان وزمین کے حوادثات اور زمانہ کے انقلابات ہیں آدمی کو اعمال کی جزا یہیں مل جاتی ہے اور وہ اپنے اعمال کے مطابق دنیا ہی میں دوسرا جنم لے گا اور یونہی سلسلہ جاری رہے گا مرنے کے بعد زندہ ہونا اور قیامت میں جزائے اعمال پانا کچھ نہیں۔ اللہ تعالی کفار کے اس خیال کو رد فرماتا ہے کہ ہم نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ اس میں ہے عبث و بیکار پیدا نہیں کیا ہے ان میں مصلحتیں ہیں انہیں زمانہ کے انقلابات سمجھنا غلط ہے دنیا محل ثواب وعذاب نہیں ہے اس کے لیے ایک دن مقرر ہے اور وہ قیامت ہے جو ضرور آئے گی اس روز جزا وسزا دی جائے گی اور اے محبوب آپ ان سے درگزر فرمائیں اور ان کی بے ہودہ باتوں پر توجہ نہ فرمائیں خلق سے کام لیں بے شک تمہارا رب سب کو پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

www.waseemziyai.com

الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا

جو دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن۔ اپنی آنکھ اٹھاکر اس چیز کو نہ دیکھو جو

مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ

ہم نے ان کے کچھ جوڑوں کو برتنے کو دی اور ان کا کچھ غم نہ کھاؤ اور

جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾

مسلمانوں کو اپنے رحمت کے پروں میں لے لو ف۹ اور فرماؤ کہ میں ہی ہوں صاف ڈر سنانے والا (اس عذاب سے)۔

كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾

جیسا ہم نے بانٹنے والوں پر اتارا جنھوں نے کلام الٰہی کو ٹکڑے بوٹی کرلیا

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاصْدَعْ ع ۶

تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے تو علانیہ کہہ دو

تنبیہ: یہ حکم آیت جہاد سے منسوخ ہے۔ [مجاہد وعکرمہ وغیرہ] دوسرے علما نے کہا ہے کہ اس آیت کا آیت جہاد سے تعارض نہیں ہے کہ اس آیت میں رضائے الٰہی کے موافق خوش خلقی سے کام لینے کا حکم ہے اور جہاد بھی رضائے الٰہی میں داخل ہے اور اس میں حضور کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کفار کی بدگوئی اور بدخیال سے ملول نہ ہوں بلکہ آپ کو جو خلق عظیم عطا فرمایا گیا ہے اس سے کام لیں۔

(۹۔آیت: ۸۷، ۸۸) شان نزول اس کی ابن جوزی نے یہ بیان کی ہے اور سراج وتیسیر وحسینی وخازن وغیرہ میں مذکور ہے۔ مگر خازن نے اس کی تضعیف کی ہے کہ ایک بار سات قافلے ہر قسم کا مال لے کر مکہ میں آئے مسلمانوں نے اسے دیکھ کر تمنا کی اگر یہ مال ہمارے پاس ہوتا تو ہم قوی ہوتے اور راہ خدا میں اسے خرچ کرتے تیسیر وحسینی میں یہ لفظ زیادہ ہیں کہ خود حضور کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا تھا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی اور اس روایت کی بنا پر یہ معنی ہوں گے کہ ہم نے تمہیں سات آیتیں ایسی دی ہیں جو ان ساتوں قافلوں سے بہتر ہیں پس تم ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھو۔ واحدی نے اس معنی کو برقرار رکھا ہے۔ اور آیت میں خطاب اگرچہ حضور سے فرمایا گیا ہے مگر مراد اس سے جملہ مسلمان ہیں۔ یعنی اے مسلمانوں ہم نے تمہیں سبع مثانی اور قرآن جیسی دولت لازوال عطا فرمائی ہے کافروں کے کچھ جوڑوں کے یعنی قسموں کے مال ودولت کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھو جو ہم نے انہیں برتنے کو دی ہے اور ان کے ایمان نہ لانے کا کچھ غم نہ کرو۔ یا مسلمانوں کے مفلس ہونے کا رنج نہ کرو اور مسلمانوں کو اپنے دامن رحمت میں لے لو ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو۔ اور فرماؤ کہ میں ہی عذاب الٰہی سے ڈرانے والا ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن عظیم دیا گیا پھر اس نے دنیوی دولت کو بنظر فضیلت دیکھا اس نے بڑی چیز کو چھوٹا اور چھوٹی چیز کو بڑا کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ﴿لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: تو اس کی تمنا نہ کر جو ہم نے متاع دنیوی سے کسی کو فضیلت دی ہے اسی لیے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اپنے سے کم پر نظر کرو اپنے سے اعلیٰ پر نظر نہ کرو۔ شیخ عوف ابن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں امیروں کے پاس بیٹھتا تھا اچھی سواری اور اچھے کپڑے دیکھ کر غم ناک ہوتا تھا جب میں نے اس حدیث کو سنا تو فقیروں کے پاس بیٹھنے لگا تو مجھے راحت حاصل ہوئی۔ [مواہب وخازن] اس آیت میں کسی کی دولت وثروت دیکھ کر تمنا کرنے کو منع فرمایا گیا ہے جیسا کہ آیت ﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ [النساء: ۳۲] میں فرمایا گیا ہے۔

www.waseemziyai.com

بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ

جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو بے شک ان ہنسنے والوں پر

الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ

ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں تو اب

يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾

جان جائیں گے اور بے شک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے تم دل تنگ ہوتے ہو

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ

تو اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور سجدہ والوں میں ہو اور مرتے دم تک

حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾ ع ۶

اپنے رب کی عبادت میں رہو۔ ف

تنبیہ: سبع مثانی کی تفسیر میں دو قول ہیں اول یہ کہ اس سے سورہ فاتحہ مراد ہے کہ اس میں سات آیتیں معہ بسم اللہ ہیں۔ جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ابوسعید ابن معلّٰی سے ہے کہ ان سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ الحمد للہ رب العالمین ہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ فرمایا: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام القرآن ہی سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم ہے کہ وہ جملہ مضامین قرآن پر مشتمل ہے اور قرآن عظیم سے باقی قرآن عظیم مراد ہے طبرانی نے اسی کو راجح کہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اس کی تفسیر میں الفاتحہ فرمایا ہے اور اس کی اسناد جید ہے اور کئی طریقوں سے مروی ہے۔ یہی قول حضرت علی و حضرت عمر و نخعی و قتادہ و حسن بصری وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ اور ایک روایت میں حضرت ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہی مروی ہے کہ سبع مثانی سے سورہ فاتحہ مراد ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سبع مثانی سے بڑی سات سورتیں مراد ہیں۔ یعنی سورۂ آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف، یونس۔ اور سورۂ فاتحہ کو مثانی اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں اخبار و مضامین عبرت مکرر فرمائے گئے ہیں۔ اور قرآن عظیم سے باقی قرآن مراد ہے۔ یہ قول ابن مسعود و ابن عباس و مجاہد و ضحاک وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ اور اسے مثانی اس لیے بھی کہا گیا ہے کہ وہ نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے یا اس میں ثنا اور دعا دونوں ہیں یا اس میں بعض الفاظ مکرر ہیں جیسے رحمٰن، رحیم، ایاک، صراط۔ یا وہ دو بار نازل ہوئی ایک بار مکہ میں اور ایک بار مدینہ میں۔ وفیہ اقوال اخر۔

(۱۰۔ آیت: ۸۹ تا ۹۹) شان نزول: ان آیات میں مقتسمین سے مراد یا تو یہود و نصاریٰ ہیں جنہوں نے قرآن کو یعنی تورات و انجیل کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیا تھا اس کا جو حصہ اپنے مطلب کے موافق ہوتا اسے مانتے اور اس پر عمل کرتے تھے اور جو حصہ ان کی خواہش کے خلاف ہوتا اسے بدل ڈالتے یا اسے چھپا لیتے یا اس کا الٹا مطلب بیان کرتے تھے۔ طبرانی اوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور سے مقتسمین کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: الیہود والنصاریٰ، اور عضین کی بابت فرمایا: امنوا ببعض و کفروا ببعض الحدیث یعنی وہ بعض حصہ پر ایمان لائے اور بعض کے ساتھ کفر کیا۔ امام بخاری نے اسے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ [کمالین] یا اس سے کفار مکہ مراد ہیں جنہوں نے آپس میں مکہ کے راستے بانٹ لیے تھے اور وہ علاحدہ علاحدہ موسم حج میں مکہ کے راستوں پر کھڑے ہو جاتے اور آنے والوں کو اسلام سے متنفر کرتے حضور کے پاس جانے اور حضور کی باتیں سننے کو منع کرتے اور کہتے وہ کاہن ہے ساحر ہے اس کے

www.waseemziyai.com

پاس نہ جانا اس کا کلام نہ سننا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ باہر سے آئے ہوئے قافلوں میں جاتے اور ان میں تبلیغ اسلام فرماتے اور انہیں احکام الٰہی سناتے تھے۔ یا اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو قرآن عظیم کا مذاق اڑاتے اور استہزاء اسے آپس میں بانٹتے کوئی کہتا کہ سورۂ بقر میں لوں گا اور سورۂ آل عمران تجھے دوں گا کوئی کہتا کہ سورۂ نساء میری ہے اور سورۂ مائدہ تیری ہے یا کوئی قرآن کو سحر کہتا کوئی شعر بتاتا کوئی اگلوں کے قصے کہتا انہیں لوگوں کے متعلق ان آیات کا نزول ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کافروں کے لیے ایسا ہی عذاب مقرر کیا ہے جیسا کہ ہم نے قرآن بانٹنے والوں پر نازل کیا۔ یعنی اہل کتاب پر یا کفار مکہ پر جو قرآن عظیم کی سورتوں کو آپس میں بانٹتے اور استہزا کرتے تھے۔ اس میں سرغنہ پانچ آدمی تھے ولید ابن مغیرہ و عاص ابن وائل و اسود ابن عبدالمطلب و اسود ابن یغوث و حارث ابن قیس۔ ان میں ہر ایک کسی نا کسی بلا میں مبتلا ہو کر مرا۔ [جلالین] پھر فرماتا ہے تبارک وتعالیٰ: اے نبی! تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے۔ یعنی ہم سب کفار سے ان کے اقوال و افعال کی باز پرس کریں گے۔ اور جو آیت کو خصوص پر محمول کیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ ہم ولید ابن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں سے کلمہ لا الہ الا اللہ یعنی توحید کے متعلق پوچھیں گے۔ جیسا کہ حضرت انس ابن مالک سے روایت ہے کہ حضور نے آیت ﴿ولنسئلنهم﴾ کے متعلق فرمایا کہ ان سے کلمہ لا الہ الا اللہ یعنی توحید کے بابت سوال ہوگا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ولید ابن مغیرہ کے اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے کہ وہ توحید کے منکر تھے اور دوسروں کو بھی اس سے باز رکھتے تھے۔ یہ سوال کفار سے توبیخاً ہوگا نہ استعلاماً۔ لہذا آیت ﴿ولنسئلنهم﴾ کا آیت ﴿لا یُسئَلُ عن ذنبه﴾ سے تعارض نہیں ہے کہ اس میں استعلاماً سوال کی نفی کی گئی ہے۔ اس کے بعد حضور کو حکم فرمایا گیا کہ تمہیں جس بات کا حکم ہوا ہے اسے علانیہ کھول کر سب کو سنا دو اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔ ان کی پرواہ نہ کرو ان سے نہ ڈرو کہ حضور اس آیت کے نزول سے پہلے بمصلحت وقت چپکے چپکے تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اور حضور کے اصحاب نکلے اور علانیہ تبلیغ کرنے لگے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عبیدہ کی روایت میں ہے۔ [سراج] پھر حضور کو تسلی دینے کے لیے فرمایا جاتا ہے کہ ہم تمہاری طرف سے ہنسی مذاق کرنے والوں کو کافی ہیں، جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں عنقریب وہ اپنے کیے کا نتیجہ جان لیں گے اس کا وبال بھگتیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دنیا ہی میں ہنسی مذاق کا نتیجہ دیکھ لیا کہ کتے کی موت ہلاک ہوئے۔ چنانچہ ولید کے پاؤں میں تیر کا زخم آنے سے مرا اور عاص ابن وائل کے تلوے میں کانٹا چبھا اس سے وہ ہلاک ہوا، اور اسود ابن مطلب اندھا ہو کر مرا، اور اسود ابن یغوث ایک درخت سے ٹکرا کر ہلاک ہوا، اور حارث ابن قیس ناک سے پیپ ڈال کر مرا۔ [کمالین] اور مرنے کے بعد آخرت کے عذاب کو بھی دیکھ لیا۔ حافظ ابوبکر بزار نے بسند خود روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جا رہے تھے کہ بعض مذاق کرنے والوں نے انگلی سے جسم اطہر میں کو چا دیا۔ پس جبرئیل نے آ کر ان کے بدنوں کو کو چا دیا تو وہ ان کے جسموں میں نیزہ کی طرح اثر کر گیا اور وہ سب مر گئے۔ [مواہب] چونکہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ وعلیہ وسلم کو ان کی حرکتوں سے ملال ہوتا تھا۔ لہذا حضور کو تسلی کے لیے فرمایا گیا کہ ہمیں تمہارا کفار کی باتوں سے تنگ دل ہونا معلوم ہے تو تم اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے پاکی بیان کرو۔ یعنی سبحان اللہ وبحمدہ کہنے میں مشغول رہو کفار کی بکواس کی طرف متوجہ نہ ہو اس سے تمہارا رنج و ملال دور ہو جائے گا اور سجدہ کرنے والوں یعنی نماز پڑھنے تواضع کرنے والوں میں ہو اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہو۔ چنانچہ حضور کو جب کوئی ناگوار امر پیش آتا تو نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے اور وصال تک خدا کی عبادت کثرت سے کرتے رہے۔

تنبیہ: اور یقین سے مراد باجماع مفسرین موت ہے امام بخاری نے سالم ابن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ یقین سے مراد موت ہے۔ یہی قول مجاہد و حسن و قتادہ و عبدالرحمٰن ابن زید وغیرہم کا ہے بلکہ صحیح میں بروایت ام العلا ہے کہ حضور نے حضرت عثمان ابن مظعون کے متعلق فرمایا "فقد جاء ہ الیقین" اسے موت آ گئی اور میں اس کے لیے بہتری کی امید کرتا ہوں۔ ابوحیان کہتے ہیں کہ موت کے ناموں میں سے ایک نام یقین ہے واحدی نے اس کی توضیح میں کہا کہ موت یقینی واقع ہونے والی ہے اس میں کسی کو شک نہیں ہے لہذا اسے یقین کہا گیا ہے۔ بعض ناواقف صوفیا نے اس کے معنی معرفت کے لیے ہیں یعنی معرفت حاصل ہو جانے تک عبادت کرو پھر نہ کرو۔ یہ

www.waseemziyai.com

خلاف اجماع مفسرین ہے اور حد درجہ کی گمراہی ہے کہ عبادت کسی وقت بندہ سے ساقط نہیں ہوتی ہے بلکہ بعد حصول معرفت تو اس کی قیود میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام سب سے زیادہ عارف تھے باوجود اس کے سب سے زیادہ عبادت کرتے تھے اور موت کے وقت تک عبادت کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ مریم میں فرماتا ہے ﴿وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ حَیًّا﴾ مجھے وصیت کی ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں نماز وزکاۃ ادا کروں حضور فرماتے ہیں کہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تاجر بننے مال جمع کرنے کی وحی نہیں فرمائی بلکہ ساجدین میں سے ہونے کی وحی فرمائی ہے۔ [رواہ الحاکم فی تاریخہ وابن مردویہ وغیرہ] صحیح حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر کھڑے ہو کر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھو اور بیٹھ کر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر اشارہ سے پڑھو غرض کہ نماز کسی وقت کسی حالت میں بندہ سے ساقط نہیں ہوتی۔

www.waseemziyai.com

سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۱۲۸ رُكُوْعَاتُهَا ۱۶

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا۔

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۱

اب آتا ہے اللہ کا حکم تو اس کی جلدی نہ کرو پاکی اور برتری ہے اسے ان کے شریکوں سے

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ

ملائکہ کو ایمان کی جان یعنی وحی لے کر اپنے جن بندوں پر چاہے اتارتا ہے

عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝۲ خَلَقَ

کہ ڈر سناؤ کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں تو مجھ سے ڈرو ف۱ اس نے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳ خَلَقَ الْاِنْسَانَ

آسمان اور زمین بجا بنائے وہ ان کے شرک سے برتر ہے۔ (اس نے) آدمی کو ایک

مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝۴ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ

بوند سے بنایا تو جبھی وہ کھلا جھگڑالو ہے۔ اور چوپائے پیدا کیے ان میں تمہارے لیے

(۱۱۔آیت:۱،۲) شان نزول: حسن بصری، عطا، عکرمہ اور جابر کے قول کے موافق یہ پوری سورت مکی ہے مگر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک آخر کی تین آیتیں مکی نہیں ہیں چونکہ اس میں شہد کی مکھیوں کا ذکر ہے اس لیے اس کا نام سورۂ نحل ہوا۔ اور اسے سورۂ نعیم بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں خدا کی نعمتوں کا تذکرہ زیادہ ہے۔ اور شان نزول اس کی سراج ومعالم میں یہ لکھی ہے کہ جب آیت ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ نازل ہوئی تو کفار بولے کہ محمد یہ زعم کرتے ہیں کہ قیامت قریب آگئی ہے پس کچھ اور یہ دیکھنے کے لیے کہ کیا ہونے والا ہے وہ خاموش رہے جب اس کے آنے میں دیر ہوئی تو وہ بولے ہم تو کچھ بھی نہیں پاتے ہیں۔ پس آیت ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾ نازل ہوئی۔ تو ڈرے اور انتظار کرنے لگے جب ایک زمانہ گزرا اور قیامت نہ آئی تو کہنے لگے اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم ہمیں جس بات سے ڈراتے ہو ہم تو اسے نہیں دیکھتے ہیں۔ پس آیت ﴿اتی امر اللہ﴾ نازل ہوئی تو حضور اچھل پڑے اور لوگوں نے خیال کیا کہ حقیقتاً قیامت آگئی تو ﴿فلا تستعجلوہ﴾ نازل ہوا تو لوگ اطمینان سے ہوئے۔ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفار مکہ کو بار بار قیامت آنے اور عذاب الٰہی نازل ہونے سے ڈراتے تھے کفار کہتے تھے کہ تم جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہو وہ لاتے کیوں نہیں ہو دیر کیوں ہے اگر قیامت آبھی گئی تو ہمارے سیکڑوں سفارشی ہیں جن کو ہم پوجتے ہیں وہ سفارش کر کے ہمیں عذاب سے بچالیں گے۔ اگر تم سچے ہو تو فرشتے ہم سے آکر کیوں نہیں کہتے ہیں اور عذاب کی خبر کیوں نہیں دیتے ہیں ان کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ مطلب یہ ہے کہ اب کوئی دم میں اللہ کا حکم آتا ہے اس کی جلدی نہ کرو عذاب کا آنا اور قیامت قائم ہونا قطعی ویقینی ہے اسے آیا ہوا ہی سمجھو۔ یہ قول اول کا جواب ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ پاک وبرتر ہے اس سے جن کو تم اس کا شریک ٹھہراتے ہو اور سفارش کرنے والا سمجھتے ہو اللہ کے یہاں ان کی سفارش کارگر نہ ہوگی۔ یہ دوسرے قول کا جواب ہے۔

تنبیہ: عامہ مفسرین کے نزدیک امر اللہ سے عذاب آنا یا قیامت کا قائم ہونا مراد ہے چونکہ قیامت کے آنے کا فیصلہ علم الٰہی میں

www.waseemziyai.com

فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۵﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ

گرم لباس اور منفعتیں ہیں اور ان میں سے کھاتے ہو۔ اور تمہارا ان میں تجمل ہے جب انھیں شام کو

تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ﴿۶﴾ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ

واپس لاتے ہو اور جب چرنے کو چھوڑتے ہو۔ اور وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں ایسے شہر کی طرف کہ

تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷﴾ وَّالْخَيْلَ

تم اس تک نہ پہنچتے مگر ادھ مرے ہوکر، بے شک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے اور گھوڑے

وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾

اور خچر اور گدھے کہ ان پر سوار ہو، اور زینت کے لیے اور وہ پیدا کرے گا جس کی تمھیں خبر نہیں

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ

اور بیچ کی راہ ٹھیک اللہ تک ہے اور کوئی راہ ٹیڑھی ہے اور چاہتا تو تم

اَجْمَعِيْنَ ﴿۹﴾ ع هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ ع ۹ ۱۷

سب کو راہ پر لاتا وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا اس سے تمہارا پینا ہے

وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ

اور اس سے درخت ہیں جن سے چراتے ہو اس پانی سے تمہارے لیے کھیتی اگاتا ہے اور زیتون

وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل بے شک اس میں نشانی ہے

لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ

دھیان کرنے والوں کو۔ اور اس نے تمہارے لیے مسخر کیے رات اور دن اور سورج اور چاند

وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾

اور ستارے اس کے حکم کے باندھے ہیں بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کو

قطعاً ہو چکا تھا اور وہ عنقریب آنے والی تھی لہذا ابلفظ ماضی تعبیر فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کا مبعوث ہونا اشراط ساعۃ سے ہے اور جب حضرت جبرئیل حضور کی طرف بھیجے گئے اور آسمان والوں پر گزرے تو انہوں نے اللہ اکبر کہا کہ قیامت قائم ہوئی بلکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے اپنے کلمہ اور بیچ کی انگلی ملا کر فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح ملے ہوئے ہیں۔ [معالم۔ رواہ البخاری] ابن ابی

www.waseemziyai.com

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

اور وہ جو تمہارے لیے زمین میں پیدا کیا رنگ برنگ بے شک اس میں نشانی ہے

لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا

یاد کرنے والوں کو۔ اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے دریا مسخر کیا کہ اس میں سے تازہ گوشت

طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ

کھاتے ہو اور اس میں سے گہنا نکالتے ہو جسے پہنتے ہو اور تو اس میں کشتیاں دیکھے کہ پانی چیر کر

فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى فِي

چلتی ہیں اور اس لیے کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور کہیں احسان مانو۔ اور اس نے

الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ

زمین میں لنگر ڈالے کہ کہیں تمہیں لے کر نہ کانپے اور ندیاں اور رستے کہ تم

تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ

راہ پاؤ اور علامتیں اور ستارے سے وہ راہ پاتے ہیں تو کیا جو بنائے

كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا

وہ ایسا ہوجائے گا جو نہ بنائے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے۔ اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو

تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ

انھیں شمار نہ کرسکو گے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اللہ جانتا ہے جو چھپاتے

وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا

اور جو ظاہر کرتے ہو۔ اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بناتے

وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ ع ۲ ۱۲ ۸

اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں مردے ہیں زندہ نہیں اور انھیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے

حاتم نے عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے قریب مغرب سے ایک ٹکڑا کالے بادل کا تم پر ظاہر ہوگا اس میں آواز آئے گی۔ یا ایھا الناس! اے لوگو پس بعض لوگ بعض سے پوچھیں گے تم نے سنا تو بعض اس کا اقرار کریں گے اور بعض اس میں شبہ کریں گے تو دوبارہ یہی آواز آئے گی اور لوگ ایک دوسرے سے پوچھیں گے تم نے کچھ سنا تو وہ اقرار کریں گے۔ پھر تیسری بار آواز آئے گی اے لوگو ﴿اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ﴾ آیا خدا کا حکم پس جلدی نہ کرو۔ [ابن کثیر] اور روح سے مراد یہاں وحی ہے کہ اس سے مردہ دلوں میں جان آتی ہے اور وہ دین میں قائم مقام روح کے ہے یا نبوت ہے یا رحمت ہے۔ [قتادہ]

www.waseemziyai.com

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ

تمہارا معبود ایک معبود ہے تو وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہیں

وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ

اور وہ مغرور فی الحقیقت اللہ جانتا ہے جو چھپاتے

وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ

اور جو ظاہر کرتے ہیں بے شک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔ ف۱۲ اور جب ان سے کہا جائے

مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْٓا

تمہارے رب نے کیا اتارا؟ کہیں اگلوں کی کہانیاں ہیں کہ

اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ

قیامت کے دن اپنے بوجھ پورے اٹھائیں اور کچھ بوجھ ان کے جنھیں اپنی جہالت سے گمراہ

(۱۲۔آیت:۳ تا ۲۳) گزشتہ آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ ایک ہے وہ ہی اپنے رسولوں پر وحی بھیجتا ہے اسی ڈرو۔ ان آیات میں دو رکوع تک اس پر متعدد دلائل قائم کئے ہیں اور اسے بعض آسمانی و زمینی، بحری و بری مخلوقات و مصنوعات سے ثابت فرمایا۔ پڑھئے ترجمہ۔ اول یہ ہے کہ اللہ نے آسمان و زمین بجا بنائے ہیں یعنی ان کی کمیت و کیفیت و ہیئت و وضع ویسی ہی رکھی ہے جیسی ہونی چاہئے۔ کیا کوئی دوسرا ہے جس نے اس طرح اس کے بنانے میں دخل دیا ہو۔ جب کوئی ایسا نہیں ہے تو لامحالہ وہی اکیلا خدا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ (۲) یہ کہ اللہ نے آدمی کو ایک نطفہ بوند یعنی بیجان قطرہ منی سے بنایا پھر اسے خون کیا اور خون کو لوتھڑا کیا پھر اس میں اعضاء بنائے اور گوشت و پوست پہنا کر مجسم کیا پھر اس میں جان ڈالی عقل و حواس پیدا کئے تو وہ جیتا جاگتا انسان ہوا پس وہ اپنی حقیقت کو بھول کر کھلے طور پر جھگڑا کرنے لگا حشر و نشر وغیرہ باتوں کا انکار کرنے اور کہنے لگا کون بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرے گا، گویا وہ خدا اور قدرت خدا کا منکر ہوا جیسا کہ فرمایا گیا ہے ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ﴾ [یٰسٓ:۷۸] یعنی بعض انسان نے ہمارے لیے مثلیں بیان کیں اور اپنی خلقت کو بھول گیا اور کہا کون گلی ہوئی ہڈیوں کو زندہ کرے گا۔ کیا انسان کو اس ہیئت و حالت پر بنانے والا کوئی اور بھی ہے۔ نہیں ہے۔ تو پھر اس کے وجود اس کی قدرت اور موت کے بعد زندہ کرنے سے کیوں انکار ہے۔ معالم وغیرہ میں لکھا ہے کہ یہ آیت ابی ابن خلف کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ ایک روز بوسیدہ ہڈی حضور کی خدمت میں لے کر آیا اور کہنے لگا کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم گمان کرتے ہو کہ اللہ اس ہڈی میں بعد گل جانے کے جان ڈالے گا۔ اور اسی کے حق میں آیت ﴿قال من یحی العظام﴾ بھی نازل ہوئی۔ کہ وہ منکر بعثت تھا اور کہتا تھا کہ جب آدمی کی ہڈیاں گل کر ریزہ ریزہ ہو گئیں تو پھر ان میں کون جان ڈال سکتا ہے۔ بعض نے اس کا نزول دوسرے کفار کے حق میں لکھا ہے، اس سے آیت کے عموم میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی ہے جو شخص بھی قدرت الٰہی کا منکر ہو یا اس میں شبہ کرے وہ اس میں داخل ہے۔ (۳) یہ کہ اللہ نے بھیڑیں بکریاں اونٹ گائے وغیرہ بندوں کے فائدے کے لیے پیدا کیے وہ ان سے ہر قسم کا نفع اٹھاتے ہیں مثلاً ان کے بالوں اون سے کپڑے بنا کر جاڑے کو دور کرتے ہیں اور ان کا گوشت و چربی اور دودھ کھاتے ہیں کھال کے جوتے بناتے ہیں انہیں سواری و بار برداری کے کام میں لاتے ہیں جن کا بغیر ان کے کرنا مشکل تھا اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ان میں تمہارے لیے زینت اور عزت و وقار ہے جب کہ وہ صبح کو چرنے جاتے اور شام کو واپس آتے ہیں تو اچھے لگتے ہیں۔ اور جس

www.waseemziyai.com

کے پاس اس زمانہ میں بہت سے مویشی ہوتے تھے اسے بہت بڑا شخص سمجھتے تھے اور آج کل بھی دیہات میں جس کے پاس مویشی زیادہ ہوتے ہیں اسے بڑا آدمی شمار کرتے ہیں۔ایک حدیث میں ہے کہ ایک آدمی کو سواری پر سوار ہو کر ایسی جگہ جانا چاہئے جہاں پیدل جانے میں مشقت ہو یعنی ہر جگہ سواری پر جانا اترانے سے خالی نہیں۔[مشکاۃ] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''دِفْء'' سے مراد کمبل چادریں ہیں جن سے جاڑا دور ہوتا ہے اور منافع سے مراد ان کے دودھ وغیرہ سے نفع اٹھانا ہے۔

تنبیہ: آیت دلالت کرتی ہے کہ مویشیوں سے نفع اٹھانا یعنی انہیں کھانا ان پر سوار ہونا بوجھ لادنا ان کے اون اور بالوں سے کپڑے بنانا وغیرہ جائز ہے اور اس کا ذکر متعدد آیات میں آیا ہے۔(۴) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے اور وہ نادر چیزیں پیدا کرے گا جن کی تمہیں خبر نہیں ہے تاکہ تم ان پر سوار ہو کر ان سے زینت وتجمل حاصل کرو۔گھوڑے اور خچر تو اس زمانہ میں بھی سواری کے کام میں لائے جاتے ہیں مگر گدھوں پر سوار ہونے کا رواج نہیں رہا ہے ممکن ہے کہ کہیں ہو مگر اس زمانہ میں شرفائے عرب ان پر سوار ہوتے تھے یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایسے ہی ہوتے تھے جیسے کہ آج کل ہیں یا ان سے اچھے ہوتے تھے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گدھا مشہور ہے جس پر وہ سوار ہو کر سیاحی فرمایا کرتے تھے۔اور حضرت عزیر کی سواری کے گدھے کے متعلق فرمایا جاتا ہے انظر الی حمارك۔ابن عساکر نے نقل کیا ہے کہ حضور کے زمانہ میں ایک گدھا تھا اس سے اس کا نام پوچھا اس نے اپنا نام یزید ابن شہاب بتایا اور کہا میری نسل میں ساٹھ گدھے خدا نے پیدا کئے ان پر ہمیشہ پیغمبر سوار ہوتے رہے اب اس نسل سے سوا میرے اور پیغمبروں میں سوا آپ کے کوئی باقی نہیں ہے۔امیدوار ہوں کہ آپ کی سواری میں رہوں حضور نے منظور فرمایا: اور اس کا نام یعفور کہا جب کسی کو بلانا ہوتا تو اس کو بلانے کو بھیجتے وہ جا کر اس کے دروازے پر سر مارتا، جب صاحب خانہ باہر آتا تو وہ اشارہ سے اسے کہتا کہ تجھے حضور نے طلب فرمایا ہے حضور کے وصال کے بعد اسے تاب مفارقت نہ آئی کنوئیں میں گر کر مر گیا۔ممکن ہے کہ اس پر حضور سوار بھی ہوئے ہوں۔شیخ ابن ملک نے مبارق الازہار میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں جو گدھے کی سواری کو عیب سمجھا جاتا ہے یہ خلاف سنت ہے آیت سے مفہوم ہوتا ہے کہ گدھا بھی سواری کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔اور آیت ﴿ویخلق مالا تعلمون﴾ سے ان سواریوں کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو اس زمانہ مین نہ تھیں بعد کو پیدا ہوئیں جیسے ریل، موٹر، بسیں۔ہوائی جہاز وغیرہ اور گھوڑے خچر گدھے کو مذکورہ بالا انعام سے علحدہ بیان فرمانا اور ان کے پیدا کرنے کی علت بھی جدا بیان کرنا دوسرے چوپاؤں سے انہیں ممتاز کرنے کے لیے ہے کہ وہ جہاد اور رحد کے کام میں آتے ہیں خصوصا گھوڑے کے اوپر سوار ہو کر جہاد کیا جاتا ہے جو افضل الاعمال ہے اور ان کا سوار دشمن کی نگاہ میں وقار رکھتا ہے اور مال غنیمت میں اس کا دوہرا حصہ مقرر کیا گیا ہے۔اور صحاح کی حدیث میں ہے کہ گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک کے لیے بھلائی رکھی گئی ہے گویا وہ کرامت میں بمنزلہ آدمی کے ہے اسی لیے امام اعظم وامام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کا کھانا مکروہ کہا ہے اور اسی آیت سے استدلال پکڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے پیدا کرنے کی علت رکوب وزینت ذکر فرمائی ہے نہ ان کا گوشت کھانا جیسا کہ دوسرے چوپاؤں کی علت میں ذکر فرمایا ہے۔اور حدیث حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضور نے گھوڑے خچر گدھے کا گوشت کھانے کو منع فرمایا ہے۔[رواہ ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ] اور صاحبین وامام شافعی رضی اللہ عنہم کے نزدیک انہیں کھانا حلال ہے۔جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے اور کراہت میں اختلاف ہے بعض نے تحریمی لکھا ہے اور بعض نے تنزیہی کہا ہے اور امام صاحب کا قول صاحبین کی طرف رجوع کرنا نقل کیا ہے۔[عماویہ] اور یہ اختلاف صرف گھوڑے میں ہے کہ خچر اور گھریلو گدھے بالاتفاق حرام ہیں اور جنگلی حلال ہے اور انہیں زینت کے لیے پیدا کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انہیں غرور وتکبر اور باہم تفاخر کرنے کے لیے بنایا ہے کہ صحیح حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جس نے فخر ونمود کے لیے گھوڑے پالے وہ اس کے لیے وبال ہوں گے یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جسے فخر ونمود کے لیے فراہم کیا جائے۔(۵) یہ کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسانے کو اور اس کے فوائد کو بیان فرمایا ہے جو اس کی توحید پر دلالت کرتے ہیں۔(۶) یہ کہ انسان کی پرورش وبقا کے لیے صرف پانی ہی کافی نہ تھا اس کے لیے حرارت وسکون کی بھی ضرورت تھی لہذا رات ودن چاند وسورج ستارے پیدا فرمائے تاکہ اس سے

www.waseemziyai.com

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کرتے ہیں، سن لو کیا ہی برا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ ف۱۳ بے شک ان سے اگلوں نے فریب کیا تھا

فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ

تو اللہ نے ان کی چنائی کو نیو سے لیا تو اوپر سے ان پر چھت

مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ

گر پڑی اور عذاب ان پر وہاں سے آیا جہاں کی انہیں خبر نہ تھی پھر

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ

قیامت کے دن انہیں رسوا کرے گا اور فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن میں تم

تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ۗ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ

جھگڑتے تھے علم والے کہیں گے آج ساری رسوائی

حرارت وسکون وغیرہ حاصل ہو اور وہ خدا کی یکتائی پر دلالت کریں۔ (۷) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر دریا پیدا فرمائے تاکہ بندے اس کی مچھلیاں پکڑ کر کھائیں اور اس کے جواہرات موتی مونگا سیپ وغیرہ نکال کر زیور بنائیں اور ان میں کشتیاں چلا کر ادھر ادھر ملکوں میں تجارت کے لیے جائیں اور روزی کمائیں۔

تنبیہ: آیت میں ﴿لحمًا طریًا﴾ سے مچھلی مراد ہے کہ دوسرے دریائی جانوروں کو ہمارے ائمہ حنفیہ کے نزدیک کھانا جائز نہیں ہے۔ امام مالک وشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جائز ہے یہ آیت ان پر حجت ہے۔ اور مچھلیوں میں بھی طافی مچھلی جو خود مر کر پانی پر اتر آگئی ہو اس کا کھانا حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اور مچھلی کو لحم طری تازہ گوشت اس لیے فرمایا گیا ہے کہ وہ جلدی کھالی جاتی ہے رکھنے سے خراب ہو جاتی ہے اور وہ حقیقۃً گوشت ہے اگرچہ عرف میں اسے گوشت نہیں کہا جاتا ہے تو جس نے گوشت نہ کھانے کی قسم کھائی ہو اس کی قسم مچھلی کھانے سے نہ ٹوٹے گی کہ مبنی قسموں کا عرف ہے۔ اسی بنا پر امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس شخص کی قسم نہ ٹوٹے گی جس نے زیور نہ پہننے کی قسم کھائی ہو پھر اس نے موتی مونگا پہنے کہ عرف میں اسے زیور نہیں کہا جاتا ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک وہ حانث ہوگا کہ قرآن عظیم میں اسے حلیہ فرمایا ہے۔

(۱۳۔ آیت: ۲۴، ۲۵) شان نزول:۔ جب موسم حج میں باہر سے آنے والے ناواقف لوگ کفار مکہ سے تحقیق حال کرتے اور قرآن عظیم کے متعلق ان کا خیال پوچھتے تو نضر ابن حارث جو ایران و بابل وغیرہ میں تجارت کرتا پھرتا تھا اور وہاں سے رستم واسفندیار کی داستانیں سن کر آتا اور اہل مکہ کو سناتا تھا۔ وہ ان سے کہتا کہ قرآن میں تو گزشتہ اقوام کے قصے ہیں ہم اسے خدا کا کلام ہونا تسلیم نہیں کرتے ہیں اس کے حق میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ [جلالین] مطلب یہ ہے کہ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ خدا نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیا اتارا ہے تو وہ لوگوں کو بہکاتے ہیں اور گمراہ کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں۔ اور یہ وہ اس لیے کہتے ہیں کہ قیامت کے دن وہ اپنے گناہوں کا بھی بوجھ لادیں اور ان کے گناہوں کا بھی بوجھ لادیں جن کو اپنی جہالت سے گمراہ کیا تھا گویا وہ اپنے گمراہ ہونے اور انہیں گمراہ کرنے کے گناہ کا بوجھ لادیں گے اور دوہری سزا پائیں گے۔ حدیث میں ہے کہ کفار قیامت کے دن اوندھے اس طرح اٹھائیں جائیں گے کہ ان کے گناہوں کا بوجھ ان کی پیٹھ پر لدا ہوگا۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ

www.waseemziyai.com

الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

اور برائی کافروں پر ہے۔ ف۱۴ وہ کہ فرشتے ان کی جان نکالتے ہیں

ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى

اس حال پر کہ وہ اپنا برا کررہے تھے اب صلح ڈالیں گے کہ ہم تو کچھ برائی نہ کرتے تھے ہاں کیوں نہیں

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ

بے شک اللہ خوب جانتا ہے جو تمہارے کوتک تھے اب جہنم کے دروازوں میں جاؤ کہ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ

ہمیشہ اس میں رہو تو کیا ہی برا ٹھکانا مغروروں کا۔ اور ڈر والوں

اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ

سے کہا گیا تمہارے رب نے کیا اتارا؟ بولے خوبی جنھوں نے اس دنیا میں بھلائی کی

الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۰﴾

ان کے لیے بھلائی ہے اور بے شک پچھلا گھر سب سے بہتر، اور ضرور کیا ہی اچھا گھر پرہیزگاروں کا۔

﴿اَثْقَالِهِمْ﴾ [العنکبوت:۱۳] تاکہ وہ لادیں! اپنے بوجھ اور ان کے ساتھ دوسرے بوجھ۔ یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ سے مروی ہے اور مجاہد نے کہا کہ وہ اپنے گناہوں کے بوجھ مع ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ لادے ہوں گے جنھوں نے ان کی پیروی کی یہی مضمون صحیح حدیث میں بھی آیا ہے کہ جو شخص لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے گا اسے اس کا اور اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب ملے گا ان کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی اور جو شخص لوگوں کو برائی اور گمراہی کی طرف بلائے گا اسے اس کا اور اس کی پیروی کرنے والوں کا عذاب ہوگا اور ان کے عذاب میں کمی نہ ہوگی۔ دوسری حدیث میں ہے جو شخص اچھا طریقہ نکالے گا اسے اس کا اور اس پر چلنے والوں کا ثواب ملے گا ان کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی اور جو برا طریقہ نکالے گا اسے اس کا اور اس پر چلنے والوں کا عذاب ہوگا ان کے عذاب میں کمی نہ ہوگی۔

(۱۴۔آیت:۲۶،۲۷) کفار مکہ اپنی دولت اور خاندانی قوت کے گھمنڈ میں احکام الٰہی کو ہیچ سمجھتے تھے عذاب الٰہی سے خوف نہ کرتے تھے ان آیات میں انہیں تنبیہ فرمائی گئی ہے اور ان کے عبرت پکڑنے کے لیے انسے اگلوں پر جو عذاب نازل ہوا تھا اسے بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت سے نمرود اور اس کے ساتھی مراد ہیں جنھوں نے خدا سے لڑنے کے لیے پانچ ہزار گز بقول کعب دو فرسخ اونچا منارہ بنایا تھا۔ وہ زلزلہ وہوا سے جڑ سے زمین پر آرہا تمام فوج دب کر مرگئی۔ [ابن کثیر] ثعلبی نے لکھا ہے کہ اس کا سر دریا میں گرا اور باقی لوگوں کے گھروں پر گرا۔ نمرود زمین پر سب سے پہلا ظالم بادشاہ ہوا ہے جس نے آسمان والوں سے لڑنے اور وہاں کے حالات دریافت کرنے کے لیے ایک بلند عمارت بنائی تھی اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک مچھر مسلط کیا جو اس کے نتھنے میں سے دماغ کو چڑھ گیا اور چار سو برس تک اس کے دماغ میں گھسا رہا ہر وقت اس کے سر کو کوٹا جاتا تھا تو چین آتا تھا۔ یہ اس کی چار سو برس ظلمی سلطنت کرنے کی سزا تھی جو اس سے قبل کر چکا تھا۔ [رواہ عبدالرزاق فی مسندہ] یہ روایت گزشتہ روایت کے معارض ہے کہ جس میں آیا ہے کہ نمرود نے نسر طائر کے بچے پالے جب وہ بڑے ہوئے تو وہ ان پر سوار ہو کر آسمان کا حال دریافت کرنے اڑا۔ ممکن ہے کہ منارہ بنانے

www.waseemziyai.com

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا

بسنے کے باغ جن میں جائیں گے ان کے نیچے نہریں رواں، انھیں وہاں

مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۙ﴿۳۱﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ

ملے گا جو چاہیں اللہ ایسا ہی صلہ دیتا ہے پرہیزگاروں کو۔ وہ جن کی جان نکالتے ہیں

الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ

فرشتے ستھرے بن میں یہ کہتے ہوئے کہ تم پر سلامتی ہو جنت میں جاؤ

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ

بدلا اپنے کیے کا۔ ف۱۵ کاہے کے انتظار میں ہیں مگر اس کے کہ فرشتے

الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ

[ان پر] آئیں یا تمہارے رب کا عذاب آئے ان سے اگلوں نے بھی ایسا ہی

قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾

کیا اور اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

تو ان کی بری کمائیاں ان پر پڑیں اور انھیں گھیرلیا اس نے جس پر

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا

ہنستے تھے۔ اور مشرک بولے اللہ چاہتا تو اس کے سوا کچھ

سے پہلے وہ نسر طائر کے بچوں پر سوار ہو کر آسمان کی طرف اڑا ہو، جب اس میں کامیاب نہ ہوا ہو تو منارہ بنایا ہو۔[واللہ اعلم بحقیقۃ الحال] محققین کہتے ہیں کہ اس میں نمرود ہی کی تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص اس سے مراد ہو سکتا ہے جو خدا سے سرکشی کرے اس کے احکام کو نہ مانے اس کے مقابلہ کے لیے کوئی اسکیم بنائے اور وہ الٹی ہو جائے تو محاورہ میں یونہی کہا جائے گا کہ اس کا بنا بنایا گھر بگڑ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ کفار مکہ سے پہلے جو کفار گزرے ہیں انہوں نے اللہ کے ساتھ فریب کیا تھا کہ آسمان والوں سے لڑنے کو بہت بلند ایک عمارت بنائی تھی تو اللہ نے اس عمارت کو زلزلہ اور ہوا سے جڑ سے ڈھا دیا اوپر سے اس کی چھت گری سب دب کر مر گئے۔ اور یہ عذاب ان پر اس جگہ سے آیا جس کی انہیں خبر نہ تھی پھر قیامت کے دن انہیں رسوا کرے گا اور توبیخاً ان سے فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن میں تم مسلمانوں سے جھگڑتے تھے اور انہیں میرا شریک ٹھہراتے تھے اور علم والے انبیا، اولیا، علما بطور ملامت و اہانت کہیں گے کہ آج ساری رسوائی اور برائی کافروں پر ہے۔

(۱۵۔ آیت: ۲۸ تا ۳۲) یہ آیات گزشتہ سے پیوستہ ہیں مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن یہ ذلت و رسوائی ان مغرور کافروں کی ہوگی جو مرتے دم تک کفر کرتے رہے جب فرشتے ان کی جان نکالیں گے تو وہ صلح چاہیں گے اور عاجزی سے کہیں گے کہ ہم تو اپنے گمان

www.waseemziyai.com

مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ

نہ پوجتے نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ اس سے جدا ہو کر

دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى

ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے ایسا ہی ان سے اگلوں نے کیا تو رسولوں پر

الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا

کیا ہے مگر صاف پہنچا دینا اور بے شک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى

کہ اللہ کو پوجو اور شیطان سے بچو تو ان میں کسی کو اللہ نے راہ

اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ

دکھائی اور کسی پر گمراہی ٹھیک اتری تو زمین میں چل پھر کر

فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى

دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا اگر تم ان کی

هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ یُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ

ہدایت کی حرص کرو تو بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کرے اور ان کا کوئی

نّٰصِرِیْنَ ﴿۳۷﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ ۙ لَا یَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ

مددگار نہیں۔ ف۱۶ اور انھوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش سے کہ اللہ مردے

میں کچھ برائی نہیں کرتے تھے۔ یونہی آخرت میں کہیں گے "واللہ ربنا ما کنا مشرکین" اللہ کی قسم ہم مشرک نہ تھے تو فرشتے ان سے کہیں گے ہاں کیوں نہیں اللہ تمہارے برے افعال کو خوب جانتا ہے، اب جہنم کے دروازوں میں یعنی طبقات میں داخل ہو ہمیشہ اس میں رہو تو کیا ہی برا ٹھکانہ ہے غرور کرنے والوں کا۔ اس کے بعد مسلمانوں کا حال اور مآل بیان فرماتا ہے کہ ہدایت کے لیے ترہیب وترغیب ضروری ہے پڑھئے ترجمہ۔ سلام علیکم کی تفسیر میں امام کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مومن متقی کو وقت موت فرشتے بشارت دیتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی ناگوار بات تمہارے سامنے نہ آئے گی۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے درمنثور میں ابن جریر وغیرہ کی روایت کردہ ایک حدیث بیان کی ہے کہ مومن بندہ سے مرتے وقت فرشتہ کہتا ہے "السلام علیك یا ولی اللہ" یا ولی اللہ تجھ پر سلام بھیجتا ہے۔ اور ادخلو الجنۃ کے یہ معنی ہیں کہ فرشتہ مومن بندہ کی روح قبض کرنے کے بعد کہتا ہے کہ جا جنت میں داخل ہو جیسا کہ حدیث موطا اور ترمذی میں آیا ہے کہ مومن بندہ کی روح بشکل پرند جنت کے درخت پر رہتی ہے یہاں تک اللہ اسے اس کے بدن میں قیامت کے دن لوٹائے اور اسے اٹھائے۔ محققین کہتے ہیں کہ یہ شہدا کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر مومن بندہ کی روح جنت میں داخل ہوتی ہے۔

(۱۶۔ آیت: ۳۳ تا ۳۷) کفار عموماً سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت یہ شک وشبہ کیا کرتے تھے کہ تمہیں سچا کیسے مانیں

www.waseemziyai.com

يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾

نہ اٹھائے گا ہاں کیوں نہیں سچا وعدہ اس کے ذمہ پر، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اس لیے کہ انھیں صاف بتادے جس بات میں جھگڑتے تھے اور اس لیے کہ کافر جان لیں

اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ

کہ وہ جھوٹے تھے جو چیز ہم چاہیں اس سے ہمارا فرمانا یہی ہوتا ہے کہ

نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ ع وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ

ہم کہیں ہوجا، وہ فوراً ہوجاتی ہے ف۱۷ اور جنھوں نے اللہ کی راہ میں اپنے

فرشتے ہمارے پاس آکر تمہاری سچائی پر کیوں نہیں شہادت دیتے اور تمہاری تصدیق کیوں نہیں کرتے اور یہ کہ ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں خدا کی مشیت سے کرتے ہیں اگر خدا چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی کو نہ پوجتے اور نہ کسی شئی کو حرام کرتے۔ ان شبہات کا جواب ان آیات میں دیا گیا ہے۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ کیا کفار اس بات کے انتظار میں ہیں کہ فرشتے ان کے پاس آئیں یا قیامت قائم ہو یا ان پر عذاب نازل ہو ان سے اگلوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا اور رسولوں کو جھٹلایا تھا تو ان کے برے اعمال کی سزا انہیں ملی اور ان کو عذاب نے گھیرا پس ہلاک ہوئے اور یہ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے اور وہ بولے اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی کو نہ پوجتے اور نہ بغیر حکم اس کے کوئی شئی حرام کرتے پس ہمارا شرک اور تحریم اس کے چاہنے سے ہے جیسا کہ سورہ انعام میں گزرا ﴿سیقول الذین اشرکوا الخ﴾ اللہ فرماتا ہے یونہی ان کے اگلوں نے کیا تھا کہ رسولوں کی تکذیب کی تھی پس رسولوں پر ہمارا حکم ان تک پہنچا دینے کے سوا کچھ لازم نہیں ہے۔ اور بے شک ہم نے ہر امت میں یہ حکم لے کر ایک رسول بھیجا جیسا کہ تمہیں ان میں بھیجا ہے کہ اللہ کو پوجو اور شیطان سے بچو یا بتوں کی عبادت سے بچو تو ان میں بعض کو اللہ نے ہدایت کی وہ ایمان لائے اور بعض پر گمراہی ٹھیک اتری اور وہ ہلاک و برباد ہوئے۔ پس اے کفار مکہ تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ رسولوں کو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔ اگر اے نبی تم ان کی ہدایت کی حرص کرو گے وہ مفید نہ ہوگی کہ اللہ جسے گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے اسے ہدایت نہیں کرتا ہے اور ان کو عذاب الٰہی سے کوئی بچانے والا نہیں۔

(۱۷۔ آیت: ۳۸ تا ۴۰) شان نزول:۔ ابو العالیہ نے روایت کی ہے کہ کسی مسلمان کا کسی قریشی کافر پر کچھ روپیہ قرض تھا جب اس نے تقاضا کیا تو قریشی نے انکار کیا اثنائے گفتگو مسلمان نے کہا مجھے قیامت کے دن خدا سے ایسی امید ہے تو قرشی نے کہا تجھے ایسی امید ہے کہ گل سڑ جانے کے بعد تو پھر زندہ ہوگا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو زندہ نہ ہوگا [خازن وغیرہ] صحیحین میں اتنا زائد ہے کہ قرشی نے کہا اچھا جب میں دوبارہ زندہ ہوں گا تو تیرا قرضہ ادا کروں گا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور قریش کی عادت تھی کہ وہ اکثر باتوں پر باپ دادا اولاد بتوں کی قسمیں کھایا کرتے تھے اور جب کسی سخت بات پر قسم کھانا ہوتی تو اللہ کی قسم کھاتے جیسے مردہ زندہ نہ ہونے پر۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی قسموں میں نہایت کوشش سے اللہ کی قسم کھائی کہ اللہ مردے نہ اٹھائے گا۔ ہاں وہ ضرور مردے اٹھائے گا یہ اس کا سچا وعدہ ہے لیکن اکثر اہل مکہ اسے جانتے نہیں ہیں اور انہیں اٹھانا اس لیے ہے کہ انہیں صاف بتادیں جس بات میں وہ مسلمانوں سے جھگڑتے تھے اور اس لیے ہے کہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے ہم جو چیز ایجاد کرنا چاہتے ہیں اس سے فرمادیتے ہیں کہ ہوجا پس وہ فوراً ہو جاتی ہے یہ قدرت علی البعث کی تقریر ہے کہ جب اللہ ہر چیز کی ایجاد پر بلا مادہ قادر ہے تو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے کہ اس کا مادہ

www.waseemziyai.com

بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ

گھر بار چھوڑے مظلوم ہوکر ضرور ہم انھیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بے شک آخرت کا ثواب

اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۱ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ

بہت بڑا ہے، کسی طرح لوگ جانتے وہ جنھوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر

يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۴۲ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ

بھروسا کرتے ہیں ف۱۸ اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد جن کی طرف ہم وحی کرتے

فَسْـَٔـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۴۳ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ

تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں روشن دلیلیں اور کتابیں لے کر

وقف لازم

موجود ہے اس کی پراگندی دور کر کے اسے اٹھانا کچھ مشکل نہیں ہے تو کفار کا اس سے انکار بے بنیاد ہے۔ حدیث میں ہے کہ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا اور اسے یہ لائق نہ تھا اور اس نے مجھے گالیاں دیں جو اس کو سزاوار نہ تھیں۔ جھٹلانا تو یہ ہے کہ اس نے میرے دوبارہ زندہ کرنے سے انکار کیا اور گالیاں دینا اس کا یہ ہے کہ اس نے میرے لیے بیٹا ٹھہرایا حالانکہ میں بے پرواہ ہوں نہ میں کسی سے پیدا ہوں اور نہ میرے بیوی بچے ہیں۔ [رواہ البغوی]

(۱۸۔ آیت: ۴۱، ۴۲) شان نزول میں اس کی مختلف اقوال ہیں قوی قول یہ ہے کہ اس آیت کا نزول مہاجرین حبشہ کے حق میں ہے جنھوں نے اللہ و رسول کی خوشنودی حاصل کرنے اور ظالموں کے ظلم سے بچنے کے لیے اپنا گھر بار اہل و عیال عزیز و اقارب مال و جائیداد چھوڑ کر حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ وہ اسی یا بیاسی آدمی تھے جن میں حضرت عثمان و حضرت جعفر اور حضور کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے ان کا اجر و ثواب دنیا و آخرت کا اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ جنھوں نے اللہ کی راہ میں اس کا دین قائم کرنے کے لیے مظلوم ہوکر ہجرت کی گھر بار چھوڑا انہیں ہم دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے یعنی مدینہ اور آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے یعنی جنت و رویت الٰہی۔ کسی طرح کفار مہاجرین کے اجر و ثواب کو جانتے وہ وہ ہیں جنھوں نے اذیت کفار اور مشقت ہجرت پر صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ کیا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی مہاجر کو حصہ دیتے تو فرماتے لو یہ اللہ کا وعدہ ہے جو تجھے دنیا میں دینے کا فرمایا ہے اور جو ثواب تجھے آخرت میں دینے کو رکھا ہے وہ اس سے بدرجہ بہتر و افضل ہے پھر یہ آیت پڑھتے۔ [ابن کثیر]

تنبیہ: آیت مذکورہ میں ہجرت کی دو شرطیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ اول یہ کہ ہجرت محض اللہ کے واسطے اللہ کو راضی کرنے کے لیے ہو کسی دنیاوی لالچ کے لیے نہ ہو۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے جو شخص اللہ و رسول کے لیے ہجرت کرے گا اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہوگی اور جو شخص مال حاصل ہونے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی نیت سے کرے گا اس کی ہجرت اسی کی طرف ہوگی گویا اس پر ثواب مترتب نہ ہوگا۔ دوسری یہ کہ ہجرت کرنے والے پر ظلم کیا گیا ہو خواہ وہ ظلم مذہبی ہو یا مالی و جسمانی۔ مراد یہ ہے کہ جب کفار کے مظالم انتہا کو پہنچ جائیں اور مسلمان برداشت نہ کر سکیں تو ہجرت کریں اور ہجرت کرتے وقت اللہ پر بھروسہ کریں اور اسی کے لیے ہجرت کریں تو اس کا ثواب پائیں گے۔ ''الذین صبروا وعلیٰ ربھم یتوکلون'' سے اسی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے اور وہ ﴿والذین ھاجروا فی سبیل اللہ الخ﴾ کا بیان ہے چونکہ باقتضائے بشریت ہجرت کرتے وقت یہ خیال دل میں پیدا ہوتا ہے کہ دیکھئے کہیں ٹھکانہ ملتا ہے کہ نہیں میری محنت رائیگاں نہ ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان خطرات کو دفع کرنے کے لیے اس کے بعد فرمایا ﴿لَنُبَوِّئَنَّهُمْ﴾ ہم انہیں دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے انہیں سرگرداں و پریشان نہ پھرنے دیں گے جیسا کہ بنی اسرائیل میدان تیہ میں چالیس سال سرگرداں

www.waseemziyai.com

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ

اور اے محبوب! [ہم نے] تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کردو جو ان کی طرف اترا اور کہیں

يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ

وہ دھیان کریں۔ ف۱۹ تو کیا جو لوگ برے مکر کرتے ہیں اس سے نہیں ڈرتے کہ

اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾

اللہ انھیں زمین میں دھنسادے یا انھیں وہاں سے عذاب آئے جہاں سے انھیں خبر نہ ہو

اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ

یا انھیں چلتے پھرتے پکڑ لے کہ وہ تھکا نہیں سکتے یا انھیں نقصان دیتے دیتے

النصف

پھرے یہ پہلے خیال کا دفعیہ ہے اور آخرت کا ثواب اس سے بڑھ کر ہے یہ دوسرے خیال کا دفعیہ ہے یعنی تمہاری محنت برباد نہ ہوگی اس کے بدلے تمہیں آخرت میں بہت بڑا ثواب ملے گا۔ آیت کا سبب نزول اگرچہ خاص ہے مگر حکم عام ہے ہر زمانہ میں ہر شخص کے لیے یہی حکم ہے اور حالت مذکور میں ہجرت کرنا اسے واجب ولازم ہوگا۔ علاوہ اس کے ہجرت کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ آدمی تمام ممنوعات شریعہ کو چھوڑ دے صحیح حدیث میں ہے کہ صحابہ نے حضور سے پوچھا کہ مہاجر کون ہے فرمایا: جو شخص ہر اس بات کو چھوڑ دے جس کی ممانعت اللہ نے فرمائی ہے وہ مہاجر ہے۔ اس معنی کر گھر بیٹھے آدمی کو ہجرت کا ثواب حاصل ہوسکتا ہے۔

(۱۹۔ آیت: ۴۳، ۴۴) شان نزول:۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضور کی نبوت کا اعلان ہوا تو کفار عرب نے انکار کیا اور کہا کہ خدا کی شان اس سے ارفع واعلی ہے کہ وہ کسی آدمی کو اپنا رسول بنا کر بھیجے اگر اسے رسول بنا کر بھیجنا ہوتا تو کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتا۔ گویا وہ جہالت سے بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے لہذا ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور دوسری آیت میں یوں فرمایا گیا ہے ﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَباً اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ الخ﴾ [یونس: ۲] [ابن کثیر] مطلب یہ ہے کہ ہم نے اے نبی تم سے پہلے بھی مرد ہی رسول بنا کر روشن دلیلیں اور کتابیں لے کر بھیجے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے نہ عورتیں اور فرشتے۔ تو اہل مکہ اگر تمہیں اس کا علم نہیں ہے تو علم والوں سے پوچھو اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار یعنی قرآن اتارا کہ تم لوگوں سے بیان کرو جو ان کی طرف اترا ہے یعنی قرآن میں جو باتیں مجملا ذکر کی گئی ہیں ان کی تفصیل وتشریح کردو کہ وہ اس میں دھیان کریں۔

تنبیہ: اہل ذکر سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک علماے اہل کتاب اور دوسروں کے نزدیک علماے اہل اسلام مراد ہیں۔ حضرت امام باقر فرماتے ہیں: کہ اہل ذکر ہم لوگ ہیں۔ پس اگر اس سے علماے کتاب مراد لیے جائیں گے تو ان سے صرف اسی خاص بات کے پوچھنے کا علم ہے نہ اور باتیں اور ان سے پوچھنے کو اس لیے فرمایا گیا ہے کہ کفار مکہ انہیں اہل علم سمجھتے تھے ان کے قریب تھے حضرت موسیٰ وغیرہ انبیا علیہم السلام ان کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے جو بشر تھے تو لامحالہ وہ بشر کے رسول ہونے کی تصدیق کریں گے۔ [سراج] آیت سے چند باتیں مستفاد ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ جب حضور کو قرآن عظیم کے احکام کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا حکم فرمایا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا قول وفعل مبین قرآن اور حجت شرعیہ ہیں یعنی قرآن عظیم میں جن باتوں کی تصریح نہیں فرمائی گئی ہے یا انہیں مجملا بیان کیا گیا ہے اور احادیث میں ان کی تصریح یا تشریح فرمائی گئی ہے جیسے اوقات نماز تعداد رکعات اور بعض چیزوں کی حلت وحرمت وغیرہ یہ سب قرآنی حکم ہے اسی بنا پر علماء نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ آیت مجمل پر حدیث مبین مقدم ہے۔؛ دوسرے یہ کہ کسی کو کوئی شرعی بات معلوم نہ ہو تو وہ اس کے جاننے والوں علما وائمہ سے پوچھے وہ اسے قرآن وحدیث وآثار صحابہ سے نکال کر بتائے اور اگر ان میں

www.waseemziyai.com

عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ

گرفتار کرلے کہ بے شک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے ف۲۰ اور کیا انھوں نے نہ دیکھا کہ جو

اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا

چیز اللہ نے بنائی ہے اس کی پرچھائیاں دہنے اور بائیں جھکتی ہیں اللہ کو سجدہ کرتی

لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ

اور وہ اس کے حضور ذلیل ہیں اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں

مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ

چلنے والا ہے اور فرشتے اور وہ غرور نہیں کرتے۔ اپنے اوپر اپنے رب کا خوف

فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ

کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو انھیں حکم ہو اور اللہ نے فرمایا: دو خدا نہ

اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِی

ٹھہراؤ وہ تو ایک ہی معبود ہے، تو مجھ ہی سے ڈرو اور اسی کا ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا

آسمانوں اور زمین میں ہے اور اسی کی فرماں برداری لازم ہے تو کیا اللہ کے سوا کسی دوسرے سے ڈرو گے؟ اور

نہ ملے تو پھر اپنے اجتہاد سے بتائے بشرطیکہ شرائطِ اجتہاد کا حامل ہو جیسے ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی کا نام قیاس ہے۔ عامی کے لیے اس پر عمل کرنا واجب ہے ورنہ گمراہ ہوگا اور اس پر عمل کرنے کو تقلید کہتے ہیں تو حجت شرعیہ چار چیزیں ہوئیں۔ قرآن وحدیث واجماع وقیاس۔ تیسرے یہ کہ دعوت عامہ کے لیے آدمی ہی رسول بنا کر بھیجے گئے کوئی عورت یا فرشتہ نہیں بھیجا گیا یہ سنت الٰہیہ قدیمہ ہے۔ اور ﴿جَاعِلِ الملآئِكةِ رُسُلًا﴾ کے یہ معنی ہیں کہ ملائکہ کو انبیاء کی طرف رسول بنا کر بھیجا نہ دعوۃ عامہ کے لیے۔ [بیضاوی]

(۲۰۔ آیت: ۴۵ تا ۴۷) ان آیات میں ان کفار کو تنبیہ کی گئی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مکر کیا کرتے تھے اسلام کو مٹانے کی تدبیریں کیا کرتے تھے دارندوہ میں حضور کو قتل کرنے یا قید کرنے یا مکہ سے نکال دینے کا مشورہ کیا تھا جیسا سورہ انفال میں گزرا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ اسلام کو مٹانے کے لیے بری تدبیریں کرتے ہیں کیا وہ اس سے مطمئن ہیں ڈرتے نہیں ہیں کہ اللہ انہیں قارون کی طرح زمین میں دھنسائے زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائیں یا ان پر یکا یک عذاب ایسی جگہ سے آئے جس کی انہیں خبر نہ ہو۔ مثلاً آسمان سے ان پر پتھر یا انگارے برسیں بجلی گرے جیسا کہ قوم لوط وغیرہ کے ساتھ ہوا یا اللہ انہیں چلتے پھرتے سفر کرتے میں پکڑے عذاب نازل کرے کہ سفر میں کوئی یار و مددگار نہیں ہوتا ہے آدمی بے کسی کی موت مرتا ہے وہ عذاب الٰہی کو روک نہیں سکتے ہیں یا انہیں نقصان دے کہ پکڑے یعنی آہستہ آہستہ جانی و مالی نقصان دے کر ہلاک کرے مثلاً قحط میں وبا میں مبتلا کر کے ہلاک کرے مگر اللہ عذاب میں جلدی نہیں کرتا ہے کہ وہ نہایت مہربان ورحم والا ہے۔

تنبیہ: ابن کثیر نے "تخوف" کے معنی ڈرانے کے لیے ہیں یعنی پہلے انہیں اسباب ہلاکت ظاہر کر کے ڈرائے پھر ہلاک

www.waseemziyai.com

بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ

تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے پھر جب تمھیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی طرف

تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ

پناہ لے جاتے ہو پھر جب وہ تم سے برائی ٹال دیتا ہے تو تم میں ایک گروہ اپنے رب کا

يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

شریک ٹھہرانے لگتا ہے کہ ہماری دی نعمتوں کی ناشکری کریں تو کچھ برت لو کہ عنقریب جان جاؤ گے ف۲۱

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ

اور انجانی چیزوں کے لیے ہماری دی ہوئی روزی میں سے حصہ مقرر کرتے ہیں خدا کی قسم تم سے ضرور سوال ہونا ہے

عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا

جو کچھ جھوٹ باندھتے تھے اور اللہ کے لیے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں پاکی ہے اس کو اور اپنے لیے جو

يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا

اپنا جی چاہتا ہے اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے

وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوٰرٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ

اور وہ غصہ کھاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس بشارت کی برائی کے سبب، کیا اسے

www.waseemziyai.com

اکرے۔ بیضاوی لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور حاضرین سے اس کے معنی دریافت کئے سب خاموش رہے مگر ایک بوڑھے ہذیلی نے کہا ہماری زبان میں تخوف کے معنی تنقص کے ہیں۔ فرمایا کہیں اشعار عرب میں اس کا ذکر ہے تو اس نے شعر پڑھا۔ یہی معنی عام مفسرین نے لیے ہیں۔ بہرحال اللہ یکا یک ناگہاں بھی ہلاک کرسکتا ہے اور اسباب ہلاکت ظاہر کرنے کے بعد آہستہ آہستہ بھی ہلاک کرسکتا ہے اس کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔ پھر فرماتا ہے تبارک وتعالیٰ کیا انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کی طرف نہیں دیکھا کہ ان کی پرچھائیاں داہنے بائیں شروع دن میں اور آخر دن میں بعد دوپہر اللہ کو سجدہ کرنے کے لیے جھکتی ہیں اور وہ اس کے سامنے ذلیل ہیں عاجزی کرنے والے ہیں اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور فرشتے وہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور غرور نہیں کرتے ہیں خدا کا خوف کرتے ہیں اس کا حکم بجالاتے ہیں یعنی تمام کائنات اس کی مطیع وفرمانبردار ہے اس کے حکم سے سرتابی نہیں کرتی ہے ان کے سجدہ کرنے کے یہ ہی معنی ہیں اور ﴿ویفعلون مایومرون﴾ دلیل ہے کہ فرشتے مکلّف ہیں بین الخوف والرجا ہیں۔ [بیضاوی] خازن میں ہے کہ یہ سجدہ تمام سجود قرآن میں اہم ہے مگر اس کی اہمیت کی کوئی وجہ نہیں لکھی ہے۔

(۲۱۔ آیت: ۴۸ تا ۵۵) گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے توحید والوہیت کے دلائل بیان کئے تھے اور ان میں غور وفکر کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ ان آیات میں اپنا وہ ذکر بیان فرماتا ہے جو اس نے اپنے رسولوں کی زبانی بندوں تک بھیجا تھا تاکہ سمجھدار آدمی دلائل میں غور وفکر کرکے سمجھ جائے اور ناسمجھ آدمی انبیاء علیہم السلام کی ہدایت سے فائدہ اٹھائے۔ پڑھئے ترجمہ۔

عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾

ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبادے گا ارے بہت ہی برا حکم لگاتے ہیں

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ

جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے انھیں کا برا حال ہے اور اللہ کی شان سب سے بلند

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا ع ۱۲ ۷

اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم پر گرفت کرتا تو

تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ

زمین پر کوئی چلنے والا نہیں چھوڑتا لیکن انھیں ایک ٹھہرائے وعدے تک مہلت دیتا ہے

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾

پھر جب ان کا وعدہ آئے گا نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں نہ آگے بڑھیں۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ

اور اللہ کے لیے وہ ٹھہراتے ہیں جو اپنے لیے ناگوار ہے اور ان کی زبانیں جھوٹوں کہتی ہیں کہ

لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾ تَاللّٰهِ

ان کے لیے بھلائی ہے تو آپ ہی ہُوا کہ ان کے لیے آگ ہے اور وہ حد سے گزارے ہوئے ہیں خدا کی قسم

لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

ہم نے تم سے پہلے کتنی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے ان کے کوتک ان کی آنکھوں میں

اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَآ

بھلے کر دکھائے تو آج وہی ان کا رفیق ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ف ۲۲ اور

(۲۲۔آیت:۵۶تا۶۳) شان نزول:۔مشرکین عرب مختلف دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے اورانہوں نے ان کے فرضی نام بھی رکھ لیے تھے اور کارخانہ قدرت میں انہیں دخیل سمجھتے تھے کسی کو بارش کا کسی کو کھیتی کا دیوتا کہتے تھے اور کسی کو روشنی کا کسی کو تاریکی کا کسی کو فتح ونصرت کا مالک تصور کرتے تھے مگران کی حقیقت سے ناواقف تھے ان کے ناموں سے بے خبر تھے جو باپ دادا سے سنتے چلے آئے تھے اسی پر جمے ہوئے تھے۔اپنی کھیتی باڑی اور جانوروں میں ان کا حصہ مقرر کرتے تھے اپنی اولاد کو ان کے نامزد کرتے تھے ان پر چڑھاوے چڑھاتے تھے ان کے نام پر جانور ذبح کرتے اور چھوڑتے تھے مزید برآں یہ کہ بنوخزاعہ وبنوکنانہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔قدرت کے کاموں کو ان کے سپرد خیال کرتے تھے اوران باتوں کو اپنی بھلائی سمجھتے تھے ان کے ان اقوال وخیالات کے رد میں یہ آیات نازل ہوئیں۔مطلب یہ ہے کہ وہ نہ جانی ہوئی چیزوں کے لیے ہماری دی ہوئی روزی میں حصہ مقرر کرتے ہیں۔یعنی جن بتوں کی وہ حقیقت نہیں

www.waseemziyai.com

اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى

ہم نے تم پر یہ کتاب نہ اتاری مگر اس لیے کہ تم لوگوں پر روشن کردو جس بات میں اختلاف کریں اور ہدایت

وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا

اور رحمت ایمان والوں کے لیے۔ ف۲۳ اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو اس سے

جانتے ہیں ان کے ناموں سے ناواقف ہیں ان کے لیے ہمارے دیے ہوئے جانوروں کھیتوں وغیرہ چیزوں میں حصہ مقرر کرتے ہیں اور اسے اللہ کا حکم بتاتے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ انعام میں فرمایا گیا ہے۔ ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا الخ﴾ [الانعام: ۱۳۶] خدا کی قسم اے کفار تم سے ضرور پوچھا جائے گا جو کچھ تم اللہ پر افترا کرتے جھوٹ باندھتے تھے کہ اس نے ان باتوں کا حکم دیا ہے اس لیے ہم کرتے ہیں۔ یہ پہلے خیالات کا رد ہے۔ اور دوسرے خیالات کے رد میں فرماتا ہے اور وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں ٹھہراتے ہیں یعنی اللہ کے لیے تو وہ بیٹیاں مخصوص کرتے ہیں جو ان کے نزدیک بری ہیں اور اپنے لیے بیٹے مخصوص کرتے ہیں جو ان کے نزدیک اچھے ہیں۔ اور جب کوئی ان کو بیٹی ہونے کی خوش خبری سناتا ہے تو ان کا منہ شدت غم سے کالا ہو جاتا ہے، چہرہ کا رنگ بدل جاتا ہے اور غم و غصہ کھاتا ہے، لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے: اس بری بشارت کے سبب سوچتا ہے کیا کرے اسے ذلت کے ساتھ زندہ رکھے یا اسے عار اٹھانے کے لیے زمین میں داب دے۔ آگاہ ہو بہت ہی برا ہے یہ حکم جو وہ لگاتے ہیں۔ یعنی لڑکیوں کو خدا کے لیے ٹھہرانا اور لڑکوں کو اپنے لیے پسند کرنا۔ اور لڑکیوں کے ہونے پر غم گین ہونا انہیں بخوف عار زندہ دفن کرنا اور لڑکوں کے ہونے پر خوش ہونا بہت ہی برا ہے۔ اور وہ اللہ کے لیے ایسی چیز ٹھہراتے ہیں جس کو وہ اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں اور برا سمجھتے ہیں یعنی لڑکیاں باوجود اس کے ان کی زبانیں جھوٹ بکتی ہیں کہ ان کے لیے بھلائی ہے تو ضرور ہوا کہ ان کے لیے آگ ہے اور وہ حد سے گزرے ہوئے ہیں۔

تنبیہ: زمانہ جاہلیت میں ربیعہ و مضر وغیرہ بعض قبائل عرب اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کیا کرتے یا مار ڈالا کرتے تھے اس خیال سے کہ ان کے کھانے پہننے شادی بیاہ کا خرچہ کہاں سے آئے گا اور جو انہیں بیاہ کر لے جائے گا اس کے ہم خسر کہلائیں گے اس سے ہمیں عار لاحق ہوگی یا انہیں کوئی لوٹ کر لے جائے گا باندی بنائے گا اپنے تصرف میں لائے گا تو بدنامی ہوگی کہ اس وقت عرب میں افلاس و تنگ دستی پھیلی ہوئی تھی دن رات لوٹ مار قتل و غارت مچی رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بخوف فقر و فاقہ وغیرہ اولاد قتل کرنے زندہ دفن کرنے کو حرام فرمایا۔ ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ الخ﴾ [بنی اسرائیل: ۳۱] دارمی شریف میں روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں اپنی اولاد (لڑکیوں کو) مار ڈالا کرتے تھے اسی زمانہ میں میرے ایک لڑکی تھی میں نے اسے ایک دن کنوئیں میں لے جا کر ڈال دیا وہ میرے باپ میرے باپ فریاد کرتی رہی۔ یہ واقعہ سن کر حضور کے آنسو رواں ہوئے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اعمال جاہلیت سے درگزر فرمائی ہے۔ [ملخصا] اس واقعہ کو دوسرے محدثین نے بھی بالفاظ مختلفہ روایت کیا ہے چونکہ یہاں یہ شبہہ ہو سکتا تھا کہ جب مشرک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہیں تو ان کے وجود سے زمین کو پاک کیوں نہیں کرتا ہے اور ان کی جگہ نیکوں کو آباد کیوں نہیں کرتا ہے۔ اس شبہہ کو دور کرنے کے لیے آگے فرماتا ہے تبارک و تعالیٰ کہ اگر اللہ دنیا میں لوگوں سے ان کے کفر و معاصی کے سبب مواخذہ کرتا تو کوئی جاندار نہیں بچتا اس سے نظام عالم برقرار نہ رہتا اور خلاف مصلحت ہوتا۔ لہٰذا انہیں ایک وقت مقرر تک مہلت دے دی ہے جب وہ وقت آئے گا تو وہ اس میں ذرا دیر کی تقدیم تاخیر نہیں کر سکتے ہیں۔ آیت کے عموم سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ سب ظالم ہوں بلکہ باعتبار اکثر کے فرمایا گیا ہے۔ [بیضاوی]

(۲۳۔ آیت: ۶۴) اثبات توحید سے پہلے ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ﴾ [یوسف: ۱۰۹] فرمایا تھا یعنی ہم نے تم سے پہلے بھی آدمی ہی رسول بنا کر بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے اسی مضمون کی تائید اور توضیح ان آیات میں فرمائی

www.waseemziyai.com

بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ

زمین کو زندہ کردیا اس کے مرے پیچھے بے شک اس میں نشانی ہے ان کو جو

یَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا

کان رکھتے ہیں اور بے شک تمہارے لیے چوپایوں میں نگاہ حاصل ہونے کی جگہ ہے ہم تمہیں پلاتے [ہیں] اس

فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا

چیز میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ، گلے سے سہل اترتا،

لِّلشّٰرِبِیْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ

پینے والوں کے لیے اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے

مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

کہ اس سے نبیذ بناتے ہو اور اچھا رزق بے شک اس میں نشانی ہے عقل والوں کو

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ

اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور

الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ

درختوں میں اور چھتوں میں۔ پھر ہر قسم کے پھل میں سے کھا اور

سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ

اپنے رب کی راہیں چل کہ تیرے لیے نرم و آسان ہیں اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگ نکلتی ہے

فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَاللّٰهُ

جس میں لوگوں کی تندرستی ہے بے شک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کو اور اللہ

خَلَقَكُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰىكُمْ ۟ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْ

نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کرے گا اور تم میں کوئی سب سے ناقص عمر کی طرف پھیرا جاتا

لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿۷۰﴾ وَاللّٰهُ

ہے کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے بے شک اللہ سب کچھ جانتا سب کچھ کرسکتا ہے۔ اور اللہ

گئی ہے۔ پڑھئے ترجمہ۔

www.waseemziyai.com

فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا

نے تم میں ایک کو دوسرے پر رزق میں بڑائی دی تو جنھیں بڑائی دی ہے

بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ

وہ اپنا رزق اپنے باندی غلاموں کو نہ پھیر دیں گے کہ وہ سب اس میں برابر ہوجائیں

اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا

تو کیا اللہ کی نعمت سے منکر ہیں اور اللہ نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں

وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ

اور تمہارے لیے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے نواسے پیدا کیے اور تمھیں ستھری چیزوں سے روزی دی

اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَيَعْبُدُوْنَ

تو کیا جھوٹی بات پر یقین لاتے ہیں اور اللہ کے فضل سے منکر ہوتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ

ایسوں کو پوجتے ہیں جو انھیں آسمان یا زمین سے کچھ بھی

وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ

اختیار نہیں رکھتے اور نہ کچھ کرسکتے ہیں۔ ف۲۴ تو اللہ کے لیے مانند نہ ٹھہراؤ

(۲۴۔آیت:۶۵ تا ۷۳) قرآن عظیم کا قاعدہ ہے کہ وجود خالق وصانع پر مخلوقات اور مصنوعات سے استدلال کرتا ہے اور نیرنگی عالم دکھا کر اس سے اصل مسبب کی طرف راہ دکھاتا ہے ان آیات میں بھی اسی قاعدے کے موافق بعض اشیاء کو ذکر کرکے اپنی الوہیت وربوبیت کو ثابت فرمایا ہے۔(۱) یہ کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسا کر مردہ یعنی خشک زمین کو جو کھیتی باڑی کے قابل نہیں رہتی تھی زندہ کیا یعنی اسے تروتازہ قابل زراعت کیا دل سے سننے والوں کے لیے نشان قدرت ہے۔(۲) دوم یہ کہ چوپایوں میں یعنی بھیڑ بکری گائے بھینس اونٹ میں تمہارے لیے غور کرنے کی جگہ ہے کہ اون کے پیٹ کے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص وخوشگوار دودھ نکال کر ہم تمہیں پلاتے ہیں جس میں نہ خون کا رنگ آتا ہے اور نہ گوبر کی بدبو آتی ہے۔ جاننا چاہئے کہ انسان وحیوان جو غذا کھاتا ہے وہ معدہ میں جا کر پکتی ہے اور مخلوط ہوتی ہے پھر قدرت خدا سے اس کا اچھا حصہ یعنی جوہر اس کے برا حصہ یعنی فضلہ سے جدا ہوکر جگر میں جاتا ہے اور فضلہ آنتوں کی راہ خارج ہوتا ہے پھر وہ جوہر جگر میں جا کر پکتا ہے اس سے اخلاط اربعہ یعنی خون، صفراء، سودا، بلغم۔ بنتے ہیں ان میں جو مائیت کا حصہ ہوتا ہے وہ گردہ مثانہ میں اور صفرا پتہ میں اور سودا تلی میں جاتا ہے۔ اور جو ہر لطیف یعنی خون رگوں کی راہ سے تمام جسم میں ساری ہوتا ہے اور اعضائے بدن کی خوراک بنتا ہے اس وقت وہ سرخ رنگ کا ہوتا ہے اور جب اس کا کچھ حصہ مادۂ حیوان کے اعضائے غدوی یعنی کھیری وپستان میں آتا ہے تو وہ بقدرت الٰہی سفید ہوکر تھنوں کی راہ نکلتا ہے اسے دودھ کہا جاتا ہے اور وہ بچہ اور آدمی کی غذا ہوتا ہے۔ اطبا کے نزدیک وہ بہترین غذا ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ معدہ میں خون وفضلہ دونوں مخلوط تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیٹ کے اندر ہی خون کو فضلہ سے پاک وصاف وجدا کرکے اعضائے بدن کی خوراک کیا اور اسی کے بعض حصہ کو کس خوبی سے انسان کے لیے خوش گوار

www.waseemziyai.com

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اللہ نے ایک کہاوت بیان فرمائی

عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا

ایک بندہ ہے دوسرے کی مِلک آپ کچھ مقدور نہیں رکھتا اور ایک وہ جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی

حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ

عطا فرمائی تو وہ اس میں سے خرچ کرتا ہے چھپے اور ظاہر کیا وہ برابر ہوجائیں گے؟ سب خوبیاں

لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ

اللہ کو ہیں بلکہ ان میں اکثر کو خبر نہیں اور اللہ نے کہاوت بیان فرمائی دو مرد

اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ

ایک گونگا، جو کچھ کام نہیں کرسکتا اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے

اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ

جدھر بھیجے کچھ بھلائی نہ لائے کیا برابر ہوجائے گا یہ، اور وہ جو انصاف کا حکم

بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ ع ۱۰ ۱۶

کرتا ہے اور وہ سیدھی راہ پر ہے؟ اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں

غذا بنایا۔ [ملخصا بیضاوی]

(۳) یہ کہ کھجور وانگور کے پھلوں سے تم کچھ کھاتے ہو اور کچھ شربت بناتے ہو اس میں بھی عقلمندوں کے لیے نشان قدرت ہے کہ اسی کی قدرت سے وہ پیدا ہوئے اور آدمی کے کام آئے۔

تنبیہ: اصل میں سکر کے معنی نشہ لانے والی چیز کے ہیں اور نشہ لانے والی چیز حرام ہے اور یہاں بطور انعام واحسان اللہ تعالی نے اسے ذکر فرمایا ہے اور حرام چیز کو بطور انعام واحسان ذکر نہیں کیا جاسکتا ہے۔ لہذا سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے یہاں اس سے مراد نبیذ لیا ہے اور نبیذ انگور کے عرق یا خشک انگور و کھجور کے خیساندہ کو کہتے ہیں جب کہ اسے جوش دے کر ایک حصہ اس کا باقی رکھا جائے جس میں نشہ نہ ہو مثل شربت کے ہوجائے اور اس سے قوت آئے اور ہاضمہ قوی کرنے کے لیئے پیا جائے۔ اور جو وہ نشہ آور ہوجائے یا لہو وطرب کے لیے اسے پیا جائے تو بالاتفاق حرام ہے۔ اور عامہ مفسرین کے نزدیک اس سے مراد شراب ہے کہ نزول آیت تک شراب حلال تھی اسے دودھ کی طرح اہل عرب پیتے تھے اس لیے آیت میں دودھ کے بعد بطور انعام اسے ذکر فرمایا ہے بعد کو وہ حرام ہوئی۔ (۴) یہ کہ اللہ کا شہد کی مکھیوں کے دل میں ڈالنا کہ وہ پہاڑوں اور درختوں اور اونچی عمارتوں میں گھر بنائیں اور ہر قسم کے پھلوں سے کھائیں یعنی ان کا رس چوسیں اور ان کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز مختلف رنگ کی نکالنا یعنی شہد جس میں لوگوں کے لیے شفا ہے اس میں بھی غور وفکر کرنے والوں کے لیے نشان قدرت ہے کہ وہ قدرت کی تعلیم سے پہاڑوں درختوں اونچے مکانوں میں گھر بناتی ہیں تاکہ ان کے پیٹ سے نکلی ہوئی چیز یعنی شہد بخارات ارضی سے خراب نہ ہو۔ پھر گھر بھی وہ ایسی وضع قطع کا بلا آلات بناتی ہیں کہ بڑے عقلاء اس کی ساخت دیکھ کر

www.waseemziyai.com

حیران ہوجاتے ہیں اور اس میں کوئی نقص نہیں نکال سکتے ہیں اور پھلوں کا رس اس طرح چوسنا کہ ان میں کوئی خرابی اور نقص اور کمی واقع نہ ہو پھر اس رس کو چوس کر پیٹ میں رکھنا اور چھتے میں لاکر اسے جمع کرنا اور دربان مکھیوں کا آنے والی ہر مکھی کا منہ سونگھنا کہ اچھے شیریں پھل کا رس چوس کر آئی ہے یا خراب کا اگر وہ شیریں خوشبودار پھل کا رس چوس کر آتی ہے تو اسے گھر میں گھسنے دیتی ہے ورنہ نہیں گھسنے دیتی ہے اور ان کی سرغنہ ایک بڑی مکھی ہوتی ہے جس کے حکم کی وہ سب تعمیل کرتی ہیں۔ اس کا نام یعشوب ہے۔ اور گھر میں ایک طرف سے داخل ہوتی ہیں اور دوسری طرف سے نکلتی ہیں اور آپس میں مزاحمت نہیں کرتی ہیں اور دور دور رس چوسنے آتی جاتی ہیں اور راہ نہیں بھولتی ہیں کہ اللہ نے یہ سب باتیں ان کے لیے آسان کردی ہیں اور ان کے پیٹ سے نکلی ہوئی چیز کا رنگ مختلف ہوتا ہے چھوٹی بھنک کا شہد بھورا سفیدی مائل ہوتا ہے اور بڑی مکھی یعنی ڈنگارے کا شہد سرخی مائل ہوتا ہے اور بعض کا زردی مائل ہوتا ہے اور اس کے استعمال سے لوگ شفا پاتے ہیں یہ سب باتیں قدرتی تعلیم اور قدرتی کرشمہ نہیں تو کیا ہے جو خدا کی ہستی و یکتائی اور الوہیت و ربوبیت پر دلالت کرتا ہے۔

تنبیہ: شہد کا شفا ہونا تو یقینی ہے مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ سب بیماریوں کی شفا ہے یا بعض کی اور وہ تنہا شفا ہے یا دوسری دواؤں کے ساتھ مل کر اور کس قدر۔ احادیث میں بھی اسے صرف شفا فرمایا گیا ہے۔ اور دو شفاؤں میں سے ایک کو لازم پکڑنے کا حکم فرمایا گیا ہے: یعنی شہد و قرآن۔ اور ایک حدیث میں دستوں کے بیمار کو اسے استعمال کرنے کا حکم کیا گیا ہے۔ لہذا بعض علما نے کہا ہے کہ اگر شہد کے استعمال کا صحیح طریقہ اور مقدار معلوم ہوجائے تو ہر بیماری کی دوا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ بلغمی امراض کے کے لیے مفید ہے نہ دموی و صفراوی امراض میں۔

فائدہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ جب تم میں کا کوئی شفا حاصل کرنا چاہے تو تو ایک پرچہ پر قرآن عظیم کی کوئی آیت لکھے اور اسے مینہ کے پانی سے دھوکر شہد ملا کر پیے کہ اس میں کئی وجہ سے شفا ہے۔ [ابن کثیر] حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ پھوڑے پھنسی دل پر شہد کا لیپ کرتے۔ اور حضرت ابو ہریرہ آنکھ اور ناک کا علاج شہد سے کرتے تھے۔ [قرطبیہ فی تفسیرہ]

(۵) یہ کہ اللہ نے تمہیں نیست سے ہست کیا پھر تمہاری عمر تمام ہونے پر وفات دے گا اور تم میں کا کوئی نکمی عمر یعنی بڑھاپے کی طرف پھیرا جاتا ہے کہ وہ بھول جائے جو کچھ جانتا تھا یعنی اس پر سہو و نسیان غالب ہو۔ اور بے عقل بچوں کی طرح ہوجائے۔ احادیث میں آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ایسے بڑھاپے سے پناہ مانگنا آیا ہے۔ لہذا آدمی کو ارذل عمر سے پناہ مانگنا اور عمر دراز ہونے کی خواہش نہ کرنا چاہئے۔ مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کے لیے نہیں ہے کہ ان کی زیادتی عمر اللہ کے نزدیک کرامت ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس کی مدت پچھتر سال مروی ہے اور حضرت قتادہ سے نوے سال مروی ہے۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں جو قرآن عظیم پڑھتا رہے گا وہ اس حال سے محفوظ رہے گا۔ [جلالین]

(۶) یہ کہ اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر بڑائی دی ہے یعنی کسی کو زیادہ کسی کو کم رزق دیا ہے تو جسے زیادہ رزق دیا ہے وہ اپنے غلام باندیوں ماتحتوں کو نہ دیں گے کہ وہ اس کے برابر اور اس کے شریک ہوجائیں تو وہ کیسے اللہ کے بندوں اور باندیوں کو اللہ کا شریک کہتے ہیں اور اس کے برابر ٹھہراتے ہیں کیا وہ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جب مشرک لوگ اپنے غلام باندیوں کو اپنے مال و عورات میں شریک نہیں کرسکتے ہیں تو وہ میرے بندوں کو میرے ساتھ میری بادشاہت میں کیسے شریک کرتے ہیں یہ مشرکوں پر رد و انکار ہے۔ [جامع البیان]

(۷) یہ کہ اللہ تعالی نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں پیدا کیں جن کی طرف تم مائل ہوتے ہو اور ان سے انسیت حاصل کرتے ہو لان الجنس یمیل الی الجنس اور ان سے تمہارے لیے بیٹے پوتے پر پوتے نواسے پیدا کیے یعنی اولاد جیسی نعمت عطا کی۔ اور تمہیں پاکیزہ چیزیں کھانے پینے کو دیں باوجود اس کے تم جھوٹی بے بنیاد باتوں کا یقین کرتے اعتقاد رکھتے ہو اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا انکار کرتے ہو اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہو جو آسمان و زمین سے روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے ہیں اور نہ کچھ کرسکتے ہیں یہ تمہاری صریح ناشکری اور احسان فراموشی ہے۔

www.waseemziyai.com

وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ

اور زمین کی چھپی چیزیں اور قیامت کا معاملہ نہیں مگر جیسے ایک پلک کا مارنا بلکہ اس سے بھی قریب

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۷۷﴾ وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ

بے شک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ ف۲۵ اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے

اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ

پیدا کیا کہ کچھ نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھ

وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ

اور دل دیے کہ تم احسان مانو کیا انھوں نے پرندے نہ دیکھے حکم کے باندھے

فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ

آسمان کی فضا میں انھیں کوئی نہیں روکتا سوا خدا کے بے شک اس میں نشانیاں ہیں

لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُیُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ

ایمان والوں کو اور اللہ نے تمہیں گھر دیے بسنے کو اور تمہارے لیے

(۲۵۔آیت:۷۴تا۷۷) چونکہ مشرک غیراللہ کی عبادت کرنے اور عوام کو اپنا ہمنوا بنانے کے لیے یہ بات بنایا کرتے اور یہ مثال پیش کیا کرتے تھے اللہ بڑا بادشاہ ہے معمولی دنیوی بادشاہ تک ہر ایک کی رسائی ہونہیں سکتی ہے اور نہ کوئی اس سے براہ راست اپنی حاجت طلب کرسکتا ہے وہ رعایا کی کاربراری اور حاجت روائی کے لیے اپنے نائب اور کارکن مقرر کردیتا ہے اور انہیں اختیار دیتا ہے کہ وہ خود رعایا کے کام نکالیں حاجتیں روا کریں ایسے لوگوں کا راضی رکھنا بہت ضروری ہے۔ یونہی اللہ نے اپنے نائب اور کارکن مقرر کررکھے ہیں اور انہیں مخلوق کی حاجت روائی کرنے ان کی عرض دربار الٰہی میں پیش کرنے کا اختیار دیا ہے وہ بندوں کی حاجت روا کرتے اور ان کی عرضی سفارش کرکے اللہ سے منظور کراتے ہیں اور وہ یہ دیوتا ہیں اس لیے ہم ان کی پوجا کرتے ہیں کہ وہ ہم سے خوش رہیں اور ہماری مرادیں بر لائیں حاجتیں روا کریں اور اللہ سے ہماری سفارش کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس مثال اور اس عقیدہ کے رد میں یہ آیات نازل فرمائیں اور فرمایا کہ تم اللہ کے لیے مانند نہ ٹھہراؤ مثل ونظیر نہ بناؤ اللہ جانتا ہے کہ اس کی مثل کوئی نہیں ہے اور تم اس کو نہیں جانتے ہو قلت علم کے سبب۔ اللہ اپنی طرف سے ایک مثال بیان کرتا ہے کہ ایک بندہ ہے جو دوسرے کی ملک میں ہے خود کچھ نہیں کرسکتا ہے اور ایک وہ شخص ہے جسے اللہ نے اچھی روزی عطا فرمائی ہے وہ اس میں چھپے اور ظاہر خرچ کرتا ہے یعنی جس طرح چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے کیا یہ دونوں برابر ہوجائیں گے (نہیں) تو پھر تم کیسے مخلوق کو خالق کی مملوک کو مالک کی برابر ٹھہراتے ہو بتوں کو اس کا شریک بتاتے ہو۔ اور اللہ مثال دیتا ہے دو مردوں کی جن میں ایک گونگا ہے کچھ کام نہیں کرسکتا ہے اور وہ اپنے آقا پر بھاری ہے کہ جدھر بھیجے کچھ بھلائی نہ لائے کام بگاڑ کر آئے بلکہ اپنا کام بھی نہ کرسکے تو یہ اور وہ آدمی جو عدل وانصاف کا حکم کرتا ہے یعنی بولتا ہے اور لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے اور سیدھی راہ پر ہے برابر ہوگا۔ (نہیں) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ مثال اللہ تعالیٰ کی اور بتوں کی ہے کہ وہ گونگے ہیں اور پہلی مثال کافر ومومن کی ہے۔ اور مجاہد کہتے ہیں کہ پہلی مثال اللہ تعالیٰ اور بتوں کی ہے کہ بت کچھ نہیں کرسکتے اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ اور عطا

www.waseemziyai.com

لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ

چوپایوں کی کھالوں سے کچھ گھر بنائے جو تمھیں ہلکے پڑتے ہیں تمھارے سفر کے دن

وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا

اور منزلوں پر ٹھہرنے کے دن اور ان کی اون[1] اور بھیڑ[2] اور بالوں سے کچھ گرہستی کا سامان

وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا

اور برتنے کی چیزیں ایک وقت تک۔ اور اللہ نے تمھیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے سائے دیے

وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ

اور تمہارے لیے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ بنائی اور تمہارے لیے کچھ پہناوے بنائے

تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ

کہ تمھیں گرمی سے بچائیں اور کچھ پہناوے کہ لڑائی میں تمہاری حفاظت کریں یوں ہی اپنی نعمت

عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ

پر پوری کرتا ہے کہ تم فرمان مانو پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اے محبوب! تم پر

خراسانی کہتے ہیں کہ اول مثال ابوجہل اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ اور دوسری مثال اسید ابن ابی العیص کی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے کہ اسید ان کا گونگا غلام تھا کوئی کام ٹھیک نہیں کرتا تھا۔ [ابن جریر] پھر فرماتا ہے کہ اللہ ہی کے لیے حمد ہے نہ کہ بتوں کے لیے اکثر ان کے اسے جانتے نہیں ہیں اور بتوں کو اچھا سمجھتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے تبارک وتعالیٰ کہ اللہ ہی کے لیے آسمان اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کا علم ہے، انہیں میں سے قیامت ہے اور قیامت کا معاملہ پلک مارنے کی مثل ہے بلکہ اس سے بھی قریب ہے کہ اللہ ہر شئی پر قادر ہے لمحہ بھر میں سب کچھ کرسکتا ہے۔ زجاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے کمال قدرت کا اظہار مقصود ہے۔ یعنی قیامت قائم کرنا اللہ کے نزدیک کچھ بھی مشکل نہیں ہے جب اس کا وقت آئے گا تو اتنی دیر بھی نہ لگے گی جتنی پلک مارنے میں لگتی ہے گویا سرعت قدرت کی یہ مثال ہے اس کی تائید ﴿ان اللہ علی کل شئی قدیر﴾ سے ہوتی ہے۔ یہ آیت ان کفار کے حق میں نازل ہوئی جو استہزاء قیامت آنے کی جلدی کرتے تھے۔ [معالم]

تنبیہ: جو چیز لوگوں کے علم میں نہ ہو ان کی نظر سے غائب ہو اسے غیب کہتے ہیں اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اس میں سے کچھ مخلوق کو عطا فرمایا جاتا ہے۔ اور جس قدر علم کے قابل ہوتا ہے اسے اتنا ہی دیا جاتا ہے مگر ان سب کا علم بہ نسبت علم الٰہی ایسا ہے جیسے سمندر کی ڈوبی ہوئی سوئی کے ناکہ بھرتری۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ تمام مخلوق کے علم کی نسبت علم الٰہی سے ایسی ہے جیسے کوئی سمندر میں سوئی ڈبو کر نکالے اور اس کے ناکہ پر نمی رہ جائے تو جو علم انبیاء اولیاء علماء صلحاء وغیرہ کو درجہ بدرجہ حسب قابلیت دیا گیا ہے ان میں اعلیٰ طبقہ والے کا علم ادنیٰ طبقہ والے کی نظر سے غائب ہوگا کہ وہ اسے دیا ہی نہیں گیا ہے، اس بنا پر ادنیٰ طبقہ والا اعلیٰ طبقہ کے علم کو علم غیب کہہ سکتا ہے مثلاً طبقۂ علما طبقۂ اولیا کے علم کو، اور طبقۂ اولیاء طبقۂ انبیا کے علم کو علم غیب کہہ سکتا ہے مگر عطائی اللہ کا دیا ہوا ہے نہ ذاتی کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور ان سب کا علم اللہ تعالیٰ کے دریائے علم کا ایک قطرہ ہے اور ان سب کے علم کو محیط ہے بلکہ کل کائنات کے ہر جزئی وکلی کو محیط ہے اس کے علم سے

www.waseemziyai.com

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا

نہیں مگر صاف پہنچا دینا اللہ کی نعمت پہچانتے ہیں پھر اس سے منکر ہوتے ہیں

وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا

اور ان میں اکثر کافر ہیں ف۲۶ اور جس دن ہم اٹھائیں گے ہر امت میں سے ایک گواہ

ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِذَا

پھر کافروں کو نہ اجازت ہو نہ وہ منائے جائیں اور

رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ

ظلم کرنے والے جب عذاب دیکھیں گے اسی وقت سے نہ وہ ان پر سے ہلکا ہو نہ انہیں

يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا

مہلت ملے۔ اور شرک کرنے والے جب اپنے شریکوں کو دیکھیں گے کہیں گے اے ہمارے رب!

کوئی شئی باہر نہیں ہے تو انبیا علیہم السلام واولیائے کرام سے مطلقا علم غیب کی نفی کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ ان کے علم کو ذاتی ماننا صحیح ہے بلکہ کفر ہے۔

(۲۶۔آیت:۷۸تا۸۳) گزشتہ آیات میں اللہ تعالی نے اپنی کچھ نعمتوں اور احسانات کا تذکرہ فرمایا تھا۔ان آیات میں بھی اپنے کچھ احسانات وانعام بیان فرما کر اپنی ہمہ گیر قوت وقدرت کو ثابت فرمایا ہے۔(۱) یہ کہ اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حال میں پیدا کیا کہ تم نادان تھے کچھ نہیں جانتے تھے اور تمہیں کان سننے کو اور آنکھ دیکھنے کو اور دل ماننے کو دیے کہ تم احسان مانو شکر گزار بنو ایمان لاؤ۔ یہ کمال قدرت کی دلیل ہے کہ اس نے آدمی کو علم کے تینوں ذرائع عطا فرمائے جو معرفت کلیات وجزئیات کا سبب ہیں اور ان سے معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے اگر چہ یہ حواس وقت خلقت انسان میں رکھے گئے تھے مگر ان سے نفع بعد پیدا ہونے کے اٹھایا جاتا ہے اس لیے انہیں بعد کو ذکر فرمایا گیا کہ وہ بعد پیدائش عطا کیے گئے۔(۲) یہ کہ کیا انہوں نے فضائے آسمان میں پرندوں کو اڑتا نہیں دیکھا جو حکم الٰہی کے پابند ہیں انہیں سوائے اللہ کے کوئی نہیں روکتا ہے کہ ثقیل جسم ہمیشہ پستی کی طرف مائل ہوتا ہے اور نیچے کو گرتا ہے بغیر کسی کے روکے نہیں رکتا ہے اور وہاں سوائے اللہ کے کوئی روکنے والا نہیں ہے اس میں ایمان لانے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔(۳) یہ کہ اللہ نے تمہیں رہنے کو گھر دیے اور چوپایوں کی کھالوں سے خیمہ بنائے جن کا سفر میں ساتھ لیجانا اور ٹھہرنے کی جگہ کھڑا کرنا تمہیں ہلکا پڑتا ہے اور آسان معلوم ہوتا ہے اور ان کے بالوں اور صوف اون سے گھر کا سامان اور نفع اٹھانے کی چیزیں بناتے ہو جیسے قالین کمبل چادریں وغیرہ اونی کپڑے۔ آیت میں اشیائے مذکورہ کی طہارت اور ان سے نفع اٹھانے کی حلت واباحت کی طرف اشارہ ہے۔[احمدی]

(۴) یہ کہ اللہ نے اپنی پیدا کی ہوئی بعض چیزوں سے سایہ دیا جیسے درخت وغیرہ جو تمہیں دھوپ سے آفتاب کی گرمی سے بچاتا ہے اور تمہارے لیے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ بنائی جیسے غار سرداب اور تمہارے لیے کچھ پہننے کی چیزیں بنائیں کہ وہ تمہیں سردی گرمی سے بچائیں اور لڑائی میں زخموں سے تمہاری حفاظت کریں جیسے زرہ بکتر چار آئینہ وغیرہ۔اللہ یونہی اپنی نعمتیں تم پر پوری کرتا ہے تا کہ اے اہل مکہ تم اس کا حکم مانو مسلمان بنو۔مجاہد رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ جب ایک اعرابی پر حضور نے ﴿وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا﴾ سے آخر تک ہر آیت جدا جدا کر کے پڑھی تو وہ ہر ایک کا اقرار کرتا رہا۔ جب ﴿كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ﴾ [النحل: ۸۱] پر پہنچے تو اعرابی نے منہ پھیر لیا۔تو اللہ تعالی نے آیت ﴿يعرفون نعمت الله الخ﴾ نازل فرمائی۔[جامع البیان وغیرہ۔

www.waseemziyai.com

هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْٓا اِلَيْهِمُ

یہ ہیں ہمارے شریک کہ ہم تیرے سوا پوجتے تھے تو وہ ان پر بات پھینکیں گے

الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ِۨالسَّلَمَ وَضَلَّ

کہ تم بے شک جھوٹے ہو اور اس دن اللہ کی طرف عاجزی سے گریں گے اور ان سے گم

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ

ہوجائیں گی جو بناوٹیں کرتے تھے جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی

سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا

راہ سے روکا ہم نے عذاب پر عذاب بڑھایا بدلا ان کے

يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ

فساد کا۔ ف۲۷ اور جس دن ہم ہر گروہ میں ایک گواہ انھیں میں سے اٹھائیں گے کہ ان پر

رواہ ابن ابی حاتم]اور نعمت سے مراد یا تو مذکورہ بالا نعمتیں ہیں یا نعمت اسلام ہے یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں کہ وہ اعظم نعم ہیں جن کا وہ انکار اور تکذیب کرتے تھے جس کا ذکر آگے فرمایا گیا ہے کہ یعرفون ثم ینکرون اور اعراض کرنے کا حکم جہاد کے حکم سے پہلے تھا۔

(۲۷۔آیت:۸۴تا۸۸) ان آیات میں بطور توبیخ اور ترہیب مشرکوں کا حال ومآل جو قیامت کے دن ہوگا بیان فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس روز ہم ہر امت میں ایک گواہ اٹھائیں گے۔یعنی قیامت کے دن ہم ہر امت کے نبی کو شہادت کے لیے بلائیں گے۔ [ابن عباس]وہ حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ ہم نے تیرا حکم ان کو پہنچایا تھا مگر انہوں نے نہ مانا۔اور شرک ومعصیت میں مبتلا رہے۔اس وقت کافروں کو کوئی عذر کرنے کی اجازت نہ ہوگی جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے۔﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ۔ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ﴾ یعنی یہ وہ دن ہے کہ کفار نہ بولیں گے اور نہ انہیں عذر کرنے کی اجازت ہوگی اور نہ وہ منائے جائیں گے یعنی ان سے خدا کی رضامندی کی کوئی بات نہ چاہی جائے گی۔اور جب عذاب ناران کے سامنے آئے گا تو اس میں ان کے لیے کوئی تخفیف نہ ہوگی اور نہ مہلت ملے گی فوراً جہنم انہیں گھیر لے گی اور کہے گی کہ میں ہر سرکش ظالم پر مسلط کی گئی ہوں جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا تھا یہ کہہ کر انہیں اچک لے گی۔کمافی الحدیث۔اور جب مشرک اپنے ان بتوں اور شیطانوں کو دیکھیں گے جن کو خدا کا شریک ٹھہراتے تھے تو کہیں گے اے رب یہ ہیں ہمارے وہ شریک جن کی ہم تیرے سوا عبادت کرتے تھے گویا وہ اپنے عذاب کو ان شرکاء کے سر دھرنا چاہیں گے۔تو وہ شریک ان سے لوٹ کر کہیں گے کہ تم اپنے قول میں جھوٹے ہو تم نے ہمیں نہیں پوجا تھا اور نہ ہم نے تم سے پوجنے کو کہا تھا۔بلکہ تم نے اپنی خواہشوں کو پوجا تھا۔دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ﴿وَمَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ﴾ ﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾[الاحقاف:۶] جب ان کے شرکاء بھی ان کی تکذیب کریں گے اور کوئی نجات کی شکل نظر نہ آئے گی تو اللہ کے سامنے عاجزی سے گریں گے اور جو جھوٹی باتیں وہ بنایا کرتے تھے کہ ہمارے شرکاء ہماری شفاعت کریں گے ہمیں عذاب سے بچالیں گے وہ سب غائب ہو جائیں گے یہ تو ان کفار کی حالت کا ذکر ہے جو خود شرک کیا کرتے تھے اور جو خود بھی کفر کرتے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر کے راہ حق سے روکتے تھے۔ان پر عذاب پر عذاب ہوگا ایک تو خود گمراہ ہونے کا اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا۔حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ عذاب بڑے بڑے بچھوؤں کا ہے جن کے ڈنک لمبے درخت کی مانند ہوں گے۔[رواہ الحاکم وابویعلی]

www.waseemziyai.com

أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ

گواہی دے اور اے محبوب! تمہیں ان سب پر شاہد بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾ إِنَّ ع ۱۲ ۱۸

کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو۔ ف۲۸ بے شک

اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ

اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے

الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ

بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔ ف۲۹ اور اللہ کا

اور حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سے ﴿زدنا هم عذابا﴾ کے معنی پوچھے گئے فرمایا: وہ بچھو ہیں درخت کی مانند جو انہیں دوزخ میں کاٹیں گے۔ [رواہ ابن مردویہ والخطیب]

(۲۸۔آیت:۸۹) یعنی جب ہر امت کا نبی اپنی امت پر گواہی دے گا کہ ہم نے تبلیغ کی مگر انہوں نے نہ مانا اور امت ان کی تبلیغ سے انکار کرے گی۔ تو حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انبیا علیہم السلام کی تصدیق اور کفار کی تکذیب فرمائیں گے۔ اور جو ھؤلاء سے مراد امت محمدیہ ہوگی تو یہ معنی ہوں گے کہ اور ہم تمہیں ان سب پر جن کی طرف تم مبعوث ہوئے ہو گواہ بنائیں گے۔ اس کے بعد قرآن عظیم کے چار وصف بیان فرمائے گئے کہ اس میں (۱) ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (۲) وہ مخلوق کے لیے ہدایت ہے۔ اور (۳) رحمت ہے۔ (۴) اور مسلمانوں کے لیے خوش خبری ہے۔ پڑھیے ترجمہ یہی اس کا مطلب ہے۔

تنبیہ: آیت ﴿وَجَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا الخ﴾ میں جو امت محمدیہ کا انبیا کی تصدیق کرنا اور حضور کا اپنے ہر امت کی تعدیل کرنا آیا ہے وہ اس کے معارض نہیں ہے کہ یہاں امت محمدیہ کی تصدیق کو حذف کر کے حضور کی تصدیق کو ذکر فرمایا گیا ہے کہ انبیا علیہم السلام کو وہی کافی تھی اور وہاں اظہار فضیلت امت محمدیہ مقصود تھا۔ اور ﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ سے مراد یا تو دینی مسائل ہیں۔ یعنی اس میں تمام دینی باتوں کا صاف بیان ہے اس طرح کہ کچھ تو صراحتاً قرآن میں مذکور ہے اور جو مجمل یا غیر مذکور ہیں انہیں بیان کرنے کا حضور کو حکم فرمایا گیا ہے جیسا کہ آیت لتبین میں گزرا اور آیت ﴿وما ینطق عن الھوی﴾ سے ظاہر ہوا کہ حضور جو کچھ فرماتے اور بتاتے ہیں وہ وحی الٰہی ہے اور ہمیں حضور کی بتائی اور منع کی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ [الحشر:۷] جو تمہیں رسول بتائیں اس پر عمل کرو اور جس بات سے وہ تمہیں منع کریں اس سے باز رہو جو تمام باتوں کو حاوی ہے اس میں اجماع اور قیاس بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ﴾ [النساء:۱۱۵] یعنی جو مسلمانوں کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ پر چلے گا اسے ہم اسی راہ پر لگا دیں گے اور جہنم میں ڈالیں گے اور اتباع صحابہ اور ان کی آثار کی اقتدا کرنے کا ہمیں حکم فرمایا گیا ہے تو سنت و اجماع و قیاس سب تبیان لکل شئی ہوا۔ یا اس سے تمام دینی اور دنیوی باتیں مراد ہیں اس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے جیسا کہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ قرآن عظیم میں ہر چیز کا روشن بیان ہے مگر ہمارا علم اس سے قاصر ہے۔ انہی سے دوسری روایت میں ہے کہ جو کوئی کسی چیز کا علم چاہے قرآن میں تلاش کرے۔ [ابن کثیر] اس سے ظاہر ہے کہ قرآن میں ہر دینی اور دنیوی بات مذکور ہے ہم میں قرآن عظیم سے ہر بات نکالنے کی لیاقت نہیں ہے۔

(۲۹۔آیت:۹۰) شان نزول اس آیت کی حضرت ابن عباس سے اس طرح بیان کی گئی ہے کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ

www.waseemziyai.com

اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ

عہد پورا کرو جب قول باندھو، اور قسمیں مضبوط کرکے نہ توڑو اور

جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا

تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن کرچکے ہو بے شک اللہ تمہارے کام جانتا ہے۔ اور اس

تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ

عورت کی طرح نہ ہو جس نے اپنا سوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کرکے توڑ دیا اپنی قسمیں

اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا

آپس میں ایک بے اصل بہانہ بناتے ہو کہ کہیں ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ نہ ہو

يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ

اللہ تو اس سے تمہیں آزماتا ہے اور ضرور تم پر صاف ظاہر کردے گا قیامت کے دن جس بات میں

تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ

جھگڑتے تھے اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی امت کرتا لیکن اللہ گمراہ کرتا ہے

يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے اور ضرور تم سے تمہارے کام پوچھے جائیں گے

علیہ وسلم گھر کے سائے میں تشریف فرما تھے کہ ادھر سے عثمان ابن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے حضور نے ان سے فرمایا کیا یہاں نہ بیٹھو گے وہ بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے کچھ دیر بعد حضور نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور اسے دیکھتے رہے پھر نیچے نظر کی اور حضور پر ایک خاص حالت طاری ہوئی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کچھ سن رہے ہیں کچھ دیر بعد وہ حالت جاتی رہی اور دوبارہ پھر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اس کے بعد عثمان کی طرف توجہ فرمائی۔ اور باتیں کرنے لگے۔ عثمان نے عرض کی آج میں نے آپ کی ایسی حالت دیکھی جو کبھی نہ دیکھی تھی۔ فرمایا میرے پاس میرے رب کا قاصد آیا تھا۔ عثمان نے پوچھا کیا پیغام لایا تھا تو حضور نے پوری آیت عثمان کو پڑھ کر سنائی جس کو ان کے دل پر رقت طاری ہوئی اور فوراً وہ مسلمان ہوگئے۔ [ابن کثیر] اور محفل نبوی سے باہر آکر ولید ابن مغیرہ کے سامنے اسے پڑھا تو اس نے کہا اے بھتیجے پھر پڑھ اس میں تو بڑی حلاوت ہے اور اس کے پڑھنے پر دل مائل و راغب ہوتا ہے یہ کسی آدمی کا کلام نہیں ہے۔ اور ابو جہل نے اسے سن کر کہا خدا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکارم اخلاق کا حکم کرتا ہے۔ اور اکثم ابن صیفی جو عرب میں بڑا حکیم و دانا مشہور تھا اور اپنی قوم کا سردار تھا وہ اس آیت کو سن کر مسلمان ہوا اور اپنی قوم کو اسلام لانے کی رغبت دلائی۔ [حسینی وغیرہ] حافظ ابو یعلی نے اس روایت کو کتاب معرفت صحابہ میں مفصل ذکر کیا ہے۔

تنبیہ: اس آیت میں تین باتیں کرنے اور تین باتیں نہ کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے جو تمام اچھی اور بری باتوں کو جامع ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت خیر و شر کے بیان میں سب سے زیادہ جامع ہے۔ [معالم] اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ یہ آیت قرآن عظیم میں سب سے زیادہ خیر و شر کو جامع ہے اسی لیے ہر واعظ اسے پڑھتا ہے تاکہ لوگوں کو ہر بات سے نصیحت

www.waseemziyai.com

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا

اور اپنی قسمیں آپس میں بے اصل بہانہ نہ بنالو کہ کہیں کوئی پاؤں جمنے کے بعد لغزش نہ کرے اور تمھیں

السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا

برائی چکھنی ہو بدلا اس کا کہ اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور تمھیں بڑا عذاب ہو اور

تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

اللہ کے عہد پر تھوڑے دام مول نہ لو بے شک وہ جو اللہ کے پاس ہے تمہارے لیے بہتر ہے اگر

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ ۭ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ

تم جانتے ہو۔ جو تمہارے پاس ہے ہوچکے گا اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اور ضرور ہم

الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ مَنْ عَمِلَ

صبر کرنے والوں کو ان کا وہ صلہ دیں گے جو اُن کے سب سے اچھے کام کے قابل ہو جو اچھا

صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ

کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاْتَ

اور ضرور انھیں ان کا نیگ دیں گے جو ان کے سب سے بہتر کام کے لائق ہو۔ ف۳۰ تو جب تم

ہو جس کا وہ حکم کئے گئے ہیں اور جس سے وہ منع کئے گئے ہیں۔ [کمالین۔رواہ الحاکم] اور جن تین باتوں کے کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے ان میں سے ایک تو عدل ہے جس کے معنی ہر بات میں انصاف وتوسط کرنے کے ہیں اس کے تفسیری معنی میں اختلاف ہے۔ دوسرے احسان ہے جس کے معنی نیکی کرنے کے ہیں اس کے تفسیری معنی بھی میں اختلاف ہے سب سے قوی تفسیر اس کی وہ ہے جو صحیح حدیث میں آئی ہے کہ حضور نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ [رواہ البخاری] تیسرے قرابت داروں کو دینا ہے اس میں ان کے ساتھ صلہ رحمی وحسن سلوک ونیک برتاؤ کرنا ان کے حقوق ادا کرنا وغیرہ باتیں داخل ہیں اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اور جن باتوں سے منع فرمایا گیا ہے ان میں سے ایک تو بے حیائی کے کام نہ کرنا دوسری بری باتوں سے باز رہنا تیسرے حد سے تجاوز نہ کرنا جو تمام ممنوعات شرعیہ کو شامل ہیں جیسے کہ پہلی تین باتیں تمام اوامر کو شامل تھیں "فحشاء" سے علانیہ بدکاری اور گناہ کی باتیں کرنا مراد ہیں اور "منکر" سے خفیہ بدکاری اور گناہ کی باتیں کرنا مراد ہیں۔ جیسا کہ آیت: ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ کی توضیح میں گزرا۔

(۳۰۔آیت: ۹۱ تا ۹۷) شان نزول:۔ ان آیات کی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مروی ہے کہ مکہ میں ایک جماعت نے حضور سے بیعت کی تھی اور ایمان پر قائم رہنے کا عہد کیا تھا لیکن انہوں نے قریش کا غلبہ اور مسلمانوں کا ضعف دیکھا تو ڈھلمل یقین ہوئے اور عہد کو توڑنا چاہا۔ [سراج وغیرہ] اہل مکہ کی یہ عادت تھی کہ بعض قبائل کو اپنا حلیف بناتے حلف وفاداری اٹھاتے اور جب کسی دوسرے قبیلہ کو اس سے زیادہ کثرت وقوت وعزت میں دیکھتے تو اسے اپنا حلیف بناتے اور پہلے حلف کو توڑ ڈالتے عہد شکنی کرتے ان کی ہدایت کے لیے یہ آیات نازل ہوئیں۔ اگرچہ موردان کا خاص ہے لیکن حکم عام ہے ہر مسلمان کو اپنے معاہدے اور قسمیں پوری کرنا لازم و

www.waseemziyai.com

الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ

قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے بے شک اس کا

سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ

کوئی قابو ان پر نہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں اس کا قابو تو

عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَاِذَا بَدَّلْنَآ ع ۱۳ ۱۱ ۱۹

انھیں پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور اُسے شریک ٹھہراتے ہیں۔ ف۱۳۱ اور جب ہم

اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ

ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے کافر کہیں تم تو دل سے بنا لاتے ہو

واجب ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم نے جو بیعت کی ہے اور ایمان پر قائم رہنے کا رسول اللہ سے عہد کیا ہے اور قسمیں کھا کر اسے مضبوط کیا ہے اور اللہ کو اپنے اوپر ضامن قرار دیا ہے یعنی خدا کی قسم کھا کر اس عہد کو مستحکم کیا ہے اس کو پورا کرو۔ وہ حقیقت میں اللہ ہی سے عہد ہے۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ [الفتح: ۱۰] یعنی اے نبی جو تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اس کے توڑنے میں نام الٰہی کی بے حرمتی ہے۔ اور تم اس عورت کی طرح نہ ہو جس نے اپنا سوت کاتنے کے بعد ریزہ ریزہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مکہ میں ایک بے وقوف عورت تھی اس کا نام ریطہ بنت سعد تھا وہ مع اپنی باندیوں کے دوپہر تک سوت کاتتی تھی اور بعد دوپہر اسے کھول ڈالتی تھی اور اپنی محنت برباد کرتی تھی۔ مجاہد و قتادہ کہتے ہیں کہ یہ عہد شکن آدمی کی مثال ہے یعنی عہد کا توڑنے والا اس عورت کی مثل ہے جو سوت کات کر کھول ڈالے کوئی خاص عورت مراد نہیں ہے۔ ابن کثیر نے اسے ارجح کہا ہے اور امام کرخی نے اسے اختیار کیا ہے۔ پھر فرماتا ہے تبارک وتعالیٰ کیا تم اپنی قسموں کو آپس میں ایک بہانہ بناتے ہو تا کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھ نہ جائے اس سے اس کا استحکام عہد مقصود نہیں تھا اللہ اس سے تمہاری آزمائش کرتا ہے تم اپنی قسمیں آپس میں بے اصل بہانہ نہ بناؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے قدم طریقہ اسلام پر جمنے کے بعد پھسل جائیں اور تم اس کا خمیازہ بھگتو عذاب میں پڑو۔ چونکہ کفار غریب اور کمزور مسلمانوں کو لالچ دیا کرتے تھے کہ تم ہمارے دین میں لوٹ آؤ ہم تمہیں امیر کر دیں گے لہٰذا ان کی دل جوئی اور ایمان پر قائم رکھنے کے لیے ولا تشتروا سے آخر تک کی آیات نازل ہوئیں اور فرمایا گیا کہ دنیا کی تھوڑی سی قیمت کے لیے اللہ کا عہد نہ توڑو کہ اللہ کے پاس جو وفائے عہد کا ثواب ہے وہ بہتر ہے دنیا کے مال سے جس کا کفار تمہیں لالچ دیتے ہیں کہ وہ فنا ہونے والا ہے اور اللہ کے پاس جو ہے وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ حدیث میں ہے جس نے اپنی دنیا کو محبوب رکھا اس نے اپنی آخرت خراب کی اور جس نے اپنی آخرت کو محبوب رکھا اس نے اپنی دنیا کو نقصان پہنچایا۔ پس فنا ہونے والی چیز پر باقی رہنے والی چیز کو اختیار کرو۔ ترجیح دو۔ [رواہ احمد و بیہقی [خازن] باقی ترجمہ پڑھئے۔ مجاہد و قتادہ کے نزدیک حیات طیبہ سے مراد جنت کی زندگی ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دنیا میں قناعت کی زندگی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ تو نے جو مجھے عطا فرمایا ہے اس پر مجھے قائم رکھ۔ [رواہ الحاکم عنہ کمالین] ترمذی وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ جو مسلمان ہوا اور اللہ نے اس کو بقدر حاجت رزق دیا اور قناعت عطا فرمائی وہ کامیاب ہوا۔ وفیہ اقوال آخر]

(۳۱۔ آیت: ۹۸ تا ۱۰۰) اس آیت کا ربط آیت ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ [النحل: ۸۹] سے ہے تو لا محالہ اس کا پڑھنا ضروری ہوا خواہ نماز میں پڑھا جائے یا نماز سے باہر پڑھا جائے حصول برکت کے لیے ہو یا احکام شرع معلوم کرنے کے لیے ہو اور شیطان اپنی پوری طاقت سے پڑھنے والے کو روکتا اور بہکاتا ہے کہ اس کا پڑھنا باعث خیر و برکت ہے اور شیطان کو اس سے دکھ

www.waseemziyai.com

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ

بلکہ ان میں اکثر کو علم نہیں تم فرماؤ اسے پاکیزگی کی روح نے اتارا تمہارے رب کی طرف سے

بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

ٹھیک ٹھیک کہ اس سے ایمان والوں کو ثابت قدم کرے اور ہدایت اور بشارت مسلمانوں کو۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ

اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں یہ تو کوئی آدمی سکھاتا ہے جس کی طرف

يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ

ڈھالتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ روشن عربی زبان بے شک

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ

وہ جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ انہیں راہ نہیں دیتا اور ان کے لیے درد ناک

اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ

عذاب ہے جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ

اور وہی جھوٹے ہیں۔ ف۳۲ جو ایمان لاکر اللہ کا منکر ہو

ہوتا ہے لہذا تلاوت سے پہلے تعوذ کا حکم فرمایا گیا ہے اور اس کا پڑھنا مستحب ہے یہی صحیح ہے اور جمہور کا مذہب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اللہ پر بھروسہ کرنے والے مسلمان پر اس کا کوئی قابو نہیں ہے اس کا قابو تو ان پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور اسے خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

تنبیہ: امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک نماز کی صرف پہلی رکعت میں اعوذ پڑھنا کافی ہے ہر رکعت میں پڑھنے کی حاجت نہیں ہے کہ سب رکعات کی قرأت ایک ہی قرأت ہے جدا جدا نہیں ہے اور مقتدی امام کے پیچھے اعوذ نہ پڑھے کہ امام کا تعوذ و قرأت مقتدی کا تعوذ و قرأت ہے ہاں اگر مقتدی کی پہلی رکعت جاتی رہی اور وہ بعد سلام امام اسے پڑھنے کھڑا ہوا تو اعوذ پڑھ کر قرأت شروع کرے۔

(۳۲۔ آیت: ۱۰۱ تا ۱۰۵) شان نزول:۔ چونکہ اہل مکہ جاہل اوجڈ اور بری عادتوں قبیح خصلتوں کے خوگر تھے۔ کسی کے زیر اثر نہ تھے اور نہ حکمت و مصلحت وقت کو سمجھتے تھے۔ یکا یک ان پر آفتاب ہدایت طلوع ہوا اور ان کے حال کے موافق و مناسب ان کی تعلیم شروع کی گئی آج انہیں کچھ بتایا گیا کل کچھ بتایا گیا۔ اس ترمیم و تنسیخ سے ان کے دل میں یہ شبہہ پیدا ہوا اور کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تو اپنی طرف سے روز روز نئی نئی باتیں بنا کر بتاتے ہیں اور ان کو کوئی آدمی سکھاتا ہے یہ خدا کا کلام نہیں ہے اگر خدا کا کلام ہوتا تو اس میں ترمیم و تنسیخ نہ ہوتی لہذا ان کے رد میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ [سراج وغیرہ] مطلب یہ ہے کہ جب ہم ایک آیت کو دوسری آیت سے بدلتے ہیں اور اس کے بدلنے کی حکمت و مصلحت اللہ خوب جانتا ہے تو کفار مکہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے کہتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو خود بنا لائے ہو وہ فائدہ نسخ اور حقیقت کو جانتے نہیں ہیں۔ اے نبی تم ان سے فرمادو کہ اسے پاکیزہ روح یعنی جبرئیل نے تمہارے رب کی طرف سے

www.waseemziyai.com

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ

سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو ہاں وہ

بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

جو دل کھول کر کافر ہو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا عذاب ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ

یہ اس لیے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی آخرت سے پیاری جانی اور اس لیے کہ اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى

[ایسے] کافروں کو راہ نہیں دیتا۔ یہ ہیں وہ جن کے دل اور کان اور آنکھوں پر اللہ نے

قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ

مہر کر دی ہے اور وہی غفلت میں پڑے ہیں آپ ہی ہوا

اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا

کہ آخرت میں وہی خراب ہیں ۳۳ پھر بے شک تمہارا رب ان کے لیے جنھوں نے اپنے گھر چھوڑے

ٹھیک ٹھیک اتارا ہے اس میں افترا اور جھوٹ نہیں ہے تاکہ اس سے ایمان والوں کو ایمان پر ثابت قدم کرے کہ ناسخ آیت کو سن کر اور اس میں تدبّر کر کے ان کے عقائد پختہ ہوتے ہیں اور دل مطمئن ہوتے ہیں اور ان کے لیے وہ ہدایت و بشارت ہے۔ بے شک ہم جانتے ہیں کہ کفار کہتے ہیں یہ کوئی آدمی سکھاتا ہے وہ بے وقوف اتنا نہیں سمجھتے کہ جس آدمی کی طرف وہ سکھانے کو منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن کھلی فصیح عربی زبان میں ہے تو عجمی زبان والا کیسے اسے سکھا سکتا ہے اور وہ کیسے سمجھ میں آسکتا ہے۔

تنبیہ: وہ آدمی جس کی طرف کفار سکھانے کو منسوب کیا کرتے تھے۔ بعض خاندان قریش کا نصرانی غلام تھا خرید و فروخت کیا کرتا تھا عربی میں ٹھیک طور سے گفتگو بھی نہیں کر سکتا تھا حضور اس کے پاس کبھی کبھی جا کر بیٹھا کرتے تھے اور باتیں کیا کرتے تھے۔ اس کے نام میں اختلاف ہے کسی نے ابو میسرہ کسی نے عداس کسی نے یعیش یا عائش لکھا ہے۔ اور کسی نے دو غلام جبر و یسار بتائے ہیں جو لوہاری کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مکہ میں ایک آدمی لوہاری کرتا تھا حضور اس کے پاس تعلیم اسلام کرنے جاتے تھے۔ قریش نے جاتے آتے دیکھ کر یہ اتہام لگایا تو یہ آیت اتری اس کا نام بلعام تھا۔ [ابن جریر] یہ اختلاف اقوال نظری ہے ہو سکتا ہے کہ مختلف اشخاص نے مختلف غلاموں کی طرف اپنے اپنے خیال کے موافق سکھانے کو منسوب کیا ہو۔ [واللہ تعالیٰ اعلم]

(۳۳۔ آیت: ۱۰۶ تا ۱۰۹) شان نزول:۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیات حضرت عمار ابن یاسر کے متعلق نازل ہوئیں جب کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو صحابہ سے کہا کہ جس کو میرے ساتھ چلنے کی طاقت ہو وہ اخیر رات تک ٹھہرا رہے ورنہ شروع رات ہی سے چل دے اور جب اسے میرا کہیں ٹھہرنا یقیناً معلوم ہو جائے تو میرے پاس چلا آئے۔ چنانچہ مسلمان متفرق طور سے ادھر ادھر چل دیئے۔ جب کفار کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے کمزور مسلمانوں کو جو مکہ میں رہ گئے تھے گرفتار کر لیا اور انہیں اسلام سے پھرنے کے لیے طرح طرح کی اذیتیں اور سخت سے سخت تکلیفیں دینا شروع کیں جن کا تذکرہ کتب سیر میں ہے ان میں

www.waseemziyai.com

حضرت عمار اور ان کے باپ یاسر اور ان کی ماں سمیہ بھی تھے انہیں سخت ایذائیں دیتے یہاں تک کہ حضرت یاسر اور سمیہ کو شہید کر دیا چونکہ حضرت عمار بہت کمزور و ناتواں تھے تکلیف شاقہ برداشت کرنے کے قابل نہ تھے مگر ایمان میں پختہ اور کامل تھے انہوں نے مجبوراً دل میں ایمان رکھ کر زبان سے کلمات کفر کہے لوگوں نے ان کے کافر ہو جانے کی رائے قائم کی تو حضور نے فرمایا عمار کا دل ایمان سے منور ہے اسلام اس کے گوشت و پوست میں سرایت کیے ہوئے ہے جب وہ موقع پا کر حضور کی خدمت میں پہنچے اور واقعہ عرض کیا اس وقت وہ رو رہے تھے۔ تو حضور نے ان سے پوچھا کہ اس وقت یعنی کفر زبان سے کہتے وقت تیری کیا حالت تھی عرض کیا میں ایمان پر مطمئن تھا تو حضور نے ان کی تسلی کے لیے اپنے دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے اور فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے اور فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر پھر ایسا اتفاق ہو تو تقیہ کیجیو اللہ کی اجازت سے۔ اور یہ آیات ان کے اطمینان کے لیے نازل ہوئیں۔ [ابن کثیر وغیرہ] پڑھیے ترجمہ

تنبیہ: ائمہ حنفیہ کے نزدیک ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے یعنی دل سے دین کی تمام ضروری باتوں کا یقین کرنا سچا ماننا ایمان ہے زبان سے اقرار کرنا ایمان میں داخل نہیں ہے البتہ زبان سے اقرار کرنا ضروری ہے تاکہ احکام اسلام اس پر مرتب ہو سکیں۔ یونہی نماز روزہ وغیرہ اعمال صالحہ بھی ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ البتہ جلاے ایمان و کمال ایمان ہیں۔ پس جو شخص دل سے تصدیق کرنے کے بعد زبان سے بھی اقرار کرے گا اور ارکان اسلام پر عمل بھی کرے گا وہ مومن کامل پورا مسلمان ہوگا اور جو دل سے تصدیق کرنے کے بعد زبان سے اقرار اور عمل بالارکان نہ کرے گا مگر منافی اسلام بھی اس سے کوئی بات ظاہر نہ ہوگی وہ بھی مسلمان ہوگا۔ [وفیہ تفصیل لا یسعہ المقام] تو جو شخص بعد تصدیق خوشدلی سے خدا کے ساتھ کفر کرے گا اس پر خدا کا غضب ہوگا اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے اور جو شخص بعد تصدیق خوش دلی کے ساتھ کفر نہ کرے گا بلکہ کسی زبردستی اور جان کے خوف سے دل میں ایمان رکھ کر زبان سے کلمہ کفر کہے گا وہ مومن مسلمان رہے گا اس پر غضب پروردگار و عذاب نار نہ ہوگا ایسے وقت میں اس کو دل میں ایمان رکھ کر کلمہ کفر کو زبان سے کہنا جائز و رخصت ہوگا جیسا کہ حضرت عمار نے کیا۔ اور نہ کہنا اور جان دینا افضل و عزیمت اور باعث ثواب ہوگا۔ جیسا کہ یاسر اور سمیہ نے کیا۔ اسی کو آیت میں بیان کیا گیا ہے اور یہی اس کا مطلب ہے اور اس کے رخصت و عزیمت ہونے پر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے جو بیضاوی و سراج میں منقول ہے کہ مسیلمہ کذاب نے دو مسلمان پکڑے ان میں ایک سے پوچھا تیرا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کیا خیال ہے اس نے کہا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں پھر پوچھا میری نسبت کیا خیال ہے تو اس نے جان کے خوف سے کہا تو بھی رسول ہے پس اس نے اسے چھوڑ دیا۔ اور دوسرے سے یونہی پوچھا تو اس نے کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اللہ کے رسول ہیں اور تیرے بارے میں میں بہرا ہوں۔ تین بار اسی طرح پوچھا اور یہی جواب پایا۔ تو اسے قتل کرا دیا۔ جب حضور کو اس کی خبر ہوئی تو فرمایا: اول نے خدا کی رخصت اخذ کی اور دوسرا اظہار حق کے درپے ہوا پس وہ اسے خوش گوار ہوا۔ ہدایہ کی کتاب الاکراہ میں ہے اگر کوئی شخص اللہ کے ساتھ کفر کرنے یا حضور کو برا کہنے پر زبردستی کیا جائے اور جان مارنے یا کوئی عضو کاٹنے کا خوف دلایا جائے تو اسے دل میں ایمان رکھ کر اس بات کو کہنا جائز ہے جس پر زبردستی کیا گیا ہو کہ حدیث عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آیا ہے کہ جب ان پر زبردستی کی گئی تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور ان سے حضور نے فرمایا اس وقت تیرا دل کیسا تھا عرض کی ایمان پر مطمئن تھا۔ فرمایا: اگر تیرے ساتھ پھر ایسا کیا جائے تو بھی ایسا ہی کر کہ انہیں کے حق میں آیت ﴿اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ الخ﴾ نازل ہوئی۔ پس اگر وہ صبر کرے گا اور قتل کیا جائے گا تو ثواب پائے گا جیسا کہ خبیب نے کیا یہاں تک کہ سولی دیئے گئے اور حضور نے انہیں سید الشہدا کہا اور ان کی مثل لوگوں کی بابت فرمایا: "ھو رفیقی فی الجنۃ" وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا۔ [احمدی] اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو جان جانے یا کوئی عضو کٹ جانے کے خوف سے دل میں ایمان رکھ کر کلمہ کفر زبان سے کہنا جائز ہے جب کہ دھمکانے والا مارنے یا عضو کاٹنے پر قادر ہو اور وہ اسے قادر بھی سمجھتا ہو خواہ وہ بادشاہ حاکم ہو یا کوئی چور ڈاکو ظالم جابر ہو۔ [کما فی الدر المختار وغیرہ]

www.waseemziyai.com

مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا

بعد اس کے کہ ستائے گئے پھر انھوں نے جہاد کیا اور صابر رہے بے شک تمہارا رب اس کے بعد

لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى ع ۱۴ ۱۰ ۲۰

ضرور بخشنے والا ہے مہربان۔ جس دن ہر جان اپنی ہی طرف جھگڑتی آئے گی اور ہر

كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

جان کو اس کا کیا پورا بھرا دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ف۳۴ اور اللہ نے کہاوت بیان فرمائی

قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ

ایک بستی کہ امان و اطمینان سے تھی ہر طرف سے اس کی روزی کثرت سے آتی

مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ

تو وہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگی تو اللہ نے اسے یہ سزا چکھائی کہ اسے بھوک

وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ

اور ڈر کا پہناوا پہنایا بدلا ان کے کیے کا۔ اور بے شک ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول تشریف لایا

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ

تو انھوں نے اسے جھٹلایا تو انھیں عذاب نے پکڑا اور وہ بے انصاف تھے۔ ف۳۵ تو اللہ کی دی ہوئی روزی

(۳۴۔آیت:۱۱۰،۱۱۱) شان نزول:۔بعض کے نزدیک یہ آیات گزشتہ آیات کا تتمہ ہیں۔اور بعض کے نزدیک یہ آیات ابو جندل ابن سہیل ودولید ابن ولید وسلمہ ابن شام وعبداللہ ابن ابی اسید اور عیاش ابن ربیعہ وغیرہم کے حق میں نازل ہوئی ہیں کہ جب ان کے اسلام لانے کی خبر کفار مکہ کو ہوئی تو انہوں نے سخت ایذا دینا شروع کی مجبور ہو کر ان غریبوں نے کفار کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے بظاہر کفار کی ہاں میں ہاں ملانا اور موافقت کرنا شروع کی کچھ روز بعد جب وہ مطمئن ہو گئے اور انہیں موقعہ ملا تو ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے اور یہاں آکر جہادوں میں شریک ہوئے اور مصائب وتکالیف کو نہایت صبر سے برداشت کیا۔[خازن وغیرہ] اور یہی صحیح ہے۔ بلکہ ثم اور غفور رحیم کا لفظ بتا رہا ہے کہ پہلی آیت والے اور تھے جو شرعی مجرم نہ تھے اکراہ کے وقت انہوں نے صرف جان بچانے کو ذرا دیر کے لیے دل میں ایمان رکھ کر زبان سے کلمہ کفر کہا تھا اور وہ جائز تھا۔اور یہ لوگ مجرم تھے کہ انہوں نے زیادہ دنوں تک جان ومال بچانے تکالیف سے بچنے کے لیے کفار کی موافقت کی اور یہ جائز نہ تھی لہذا غفور رحیم فرمایا گیا۔انہیں مغفور ہونے کا مژدہ سنایا گیا۔مطلب یہ ہے کہ تمہارا رب ان لوگوں کو جنہوں نے ستائے جانے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور تکلیفوں پر صبر کیا ضرور بخشنے والا ہے۔

تنبیہ: فتنہ اور جہاد اور ہجرت وصبر کی قسمیں ہیں مگر آیت میں کسی خاص قسم کو بیان نہیں کیا گیا ہے لہذا سب قسمیں داخل ہیں اور مراد ہو سکتی ہیں کہ بعد ہجرت کی قدرے تفصیل اسی پارہ میں توضیح ۱۸ کے تحت گزری۔

(۳۵۔آیت:۱۱۲،۱۱۳) شان نزول:۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت اہل مکہ کے حق میں نازل ہوئی ہے اور قریہ سے مراد مکہ ہے گویا بطور تمثیل ان کا حال بیان کر کے ہدایت کی گئی ہے۔یہی قول مجاہد وقتادہ وترمذی کا ہے۔بلکہ عامہ

www.waseemziyai.com

اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

حلال پاکیزہ کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسے پوجتے ہو۔ ف۳۶

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ

تم پر تو یہی حرام کیا ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ

اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ

جس کے ذبح کرتے وقت غیرِ خدا کا نام پکارا گیا پھر جو لاچار ہو نہ خواہش کرتا اور نہ حد سے

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ

بڑھتا تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں

الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ

جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو

مفسرین کے نزدیک وہ اہل مکہ کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ بعد امن ونعمت کے قحط اور خوف سے آزمائے گئے یہی صحیح ہے۔[خازن وغیرہ] اور بعض کے نزدیک قریہ سے کوئی خاص قریہ مراد نہیں ہے جس قریہ پر اوصاف مذکورہ صادق آئیں وہی مراد ہے۔ اقول: اور وہ مکہ واہل مکہ پر بخوبی صادق آتے ہیں تو وہی اس سے مراد ہوں گے۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر شہادت سن کر استرجاع کیا اور فرمایا قسم خدا کی یہ وہی قریہ ہے جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً﴾ [ابن کثیر] مطلب یہ ہے کہ اللہ ایک بستی کی مثال بیان کرتا ہے جس کے رہنے والے امن وچین سے تھے یعنی اہل مکہ حضور کی بعثت سے پہلے بے خوف وخطر امن وچین سے تھے جیسا سورہ لایلاف میں فرمایا گیا ہے ﴿وَاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴾ ان کا رزق کافی طور سے ہر طرف سے آتا تھا اور وہ با فراغت زندگی بسر کرتے تھے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ﴾ [القصص: ۵۷] کیا ہم نے انہیں حرم جیسی مامون جگہ ٹھکانا نہیں دیا۔ کہ جس کی طرف ہر شئے کے پھل لائے جاتے ہیں اور وہ بے خوف وخطر چین سے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ پس انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی یعنی انکار کیا اور سب سے بڑی نعمت ان کے حق میں بعثت محمدی تھی جس کا انہوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا۔ سات برس تک قحط ان کو لباس کی طرح گھیرے رہا بجائے کھانے کے انہوں نے بھوک کا مزہ چکھا۔ اور مسلمانوں کے چڑھ آنے کا خوف ہر وقت ان کے دل پر سوار رہا ان کے کئے کے بدلے اور بے شک ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول آیا۔ یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو انہوں نے اسے جھٹلایا اور ایذائیں دیں پس انہیں عذاب نے پکڑا۔ یعنی قحط وخوف کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔ جنگ بدر میں قتل وغارت ہوئے۔ تجارتیں پٹ ہوئیں لوگوں نے غلہ وغیرہ بھیجنا موقوف کیا تنگی رزق ہوئی یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا اور یہ حضور کو جھٹلانے اور ایذا دینے کے سبب ہوا کہ حضور نے تنگ آکر بددعا کی اور فرمایا: اے اللہ اپنی سختی سے مضر کو روند ڈال اور کر تو ان پر برسیں قحط کی مثل برسوں یوسف کے۔ یعنی جس طرح زمانہ یوسف علیہ السلام میں مصریوں پر سات برس قحط رہا ایسے ہی ان پر رہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سات سال سخت قحط میں مبتلا رہے جانوروں کی کھالیں اور مردار اور کتے ذبح کر کر کے کھائے۔ بالآخر حضور کی دعا سے وہ قحط دفع ہوا اور فراخ سالی ہوئی مگر شکر گزار نہ ہوئے۔

(۳۶۔ آیت: ۱۱۴) یہ خطاب بظاہر مسلمانوں سے ہے انہیں خطاب کر کے بطور احسان اپنی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کو فرمایا گیا

www.waseemziyai.com

اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا

تھوڑا برتنا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب اور خاص یہودیوں پر

حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

ہم نے حرام فرمائیں وہ چیزیں جو پہلے تمھیں سنائیں اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ

وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے پھر بے شک تمہارا رب ان کے لیے جو نادانی سے

بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ

برائی کر بیٹھیں پھر اس کے بعد توبہ کریں اور سنور جائیں بے شک تمہارا رب

مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾ ع اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا ۱۵ ع ۲۱

اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ ف۳۷ بے شک ابراہیم ایک امام تھا اللہ کا فرماں بردار

ہے کیوں کہ احکام شرعیہ کے مکلّف وہی ہیں۔ نہ کفار۔ اور بعض کے نزدیک خطاب کفار سے ہے کیوں کہ مسلمان اپنی طرف سے کسی شئ کو حلال یا حرام نہیں کرتے تھے بلکہ کفار کرتے تھے اور جانوروں کو وہی بحیرہ سائبہ بنا کر چھوڑتے ان کا کھانا حرام کرتے تھے۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کی دی ہوئی حلال و پاک روزی کھاؤ اور خدا کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسے پوجتے ہو۔ اللہ نے حرام کیا ہے تم پر مرا ہوا جانور اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جانور جس پر ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ پھر جو اس کے کھانے پر مجبور و لاچار ہو تو وہ بہت سا پیٹ بھر کر شوق سے نہ کھائے بلکہ تھوڑا سا بقدر زندہ رہنے کے برے دل سے کھائے خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جھوٹ نہ بولو۔ جو تمہاری زبانوں پر آئے کہ شئ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ یعنی بے دلیل اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال اور حلال کی ہوئی چیز کو حرام نہ کہو کہ اللہ پر افترا ہو کہ اللہ پر افترا کرنے جھوٹ باندھنے والے فلاح نہیں پاتے ہیں عذاب سے نہیں بچتے ہیں انہیں دنیا میں تھوڑا برتنا ہے اور آخرت میں ان کے لیے دردناک عذاب ہے کہ وہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام ٹھہراتے تھے۔ جیسے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ وغیرہ حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام اور حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرتے تھے۔ جیسے مردار خون، سؤر کا گوشت اور بتوں کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور۔ پس اللہ نے اس پر تنبیہ فرمائی۔

تنبیہ: اس آیت کی تفسیر اور ﴿وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ کی توضیح مع رد وہابیہ پورے طور سے سورۂ بقرہ میں گزری وہاں دیکھئے۔

(۳۷۔ آیت: ۱۱۵ تا ۱۱۹) چونکہ گزشتہ آیت میں بعض چیزوں کی حرمت کا بیان تھا اور حرمت کی علت نجاست و مضرت ہوتی ہے اس سے یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض چیزیں جو شرائع سابقہ میں حرام کی گئی تھیں اور ہماری شریعت میں وہ حلال کی گئی ہیں۔ جیسے کھر والے جانور اور گوشت سے علحدہ چربی تو وہ یا تو نجس اور مضر نہیں یا نجس و مضر ہیں تو نجس و مضر کو مسلمانوں کے لیے حلال کیا گیا ہے اس شبہہ کو آیت میں دفع کیا گیا ہے۔ کہ یہود پر جو چیزیں حرام کی گئی تھیں وہ نجس و مضر ہونے کی وجہ سے حرام نہیں کی گئی تھیں بلکہ وہ ان کی نافرمانی و سرکشی کی سزا میں حرام کی گئی تھیں اصل میں وہ پاک تھیں جن کا ذکر سورہ انعام کی آیت ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ

www.waseemziyai.com

لِلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ

اور سب سے جدا اور مشرک نہ تھا اس کے احسانوں پر شکر کرنے والا

اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا

اللہ نے اسے چن لیا اور اسے سیدھی راہ دکھائی۔ اور ہم نے اسے دنیا میں

حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

بھلائی دی اور بے شک وہ آخرت میں شایانِ قرب ہے۔ ف۳۸ پھر ہم نے تمہیں وحی بھیجی

اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

کہ دین ابراہیم کی پیروی کرو جو ہر باطل سے الگ تھا اور مشرک نہ تھا

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ

ہفتہ تو انہیں پر رکھا گیا تھا جو اس میں مختلف ہوگئے اور بے شک تمہارا رب

بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اُدْعُ

قیامت کے دن ان میں فیصلہ کردے گا جس بات میں اختلاف کرتے تھے ف۳۹ اپنے

الخ﴾ [الانعام: ۱۴۶] میں گزرا اور مسلمانوں پر جو چیزیں حرام کی گئی ہیں وہ بوجہ نجس و مضر ہونے کے حرام کی گئی ہیں۔ یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں پر نجس و مضر چیزیں حرام فرمائیں اور پاک و غیر مضر چیزیں حلال کیں۔ پڑھئے ترجمہ۔

(۳۸۔ آیت: ۱۲۰ تا ۱۲۲) شان نزول: کفار مکہ اگرچہ مشرک و بت پرست تھے مگر خانہ کعبہ کو مانتے اور اس کا احترام کرتے تھے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا تھا اور وہ انہیں اپنا پیشوا کہتے تھے اور ان کی پیروی کا دعویٰ کرتے تھے ان کے دعویٰ کو باطل اور جھوٹا ظاہر کرنے کے لیے یہ آیات نازل ہوئیں جن کا حاصل یہ ہے کہ کفار مکہ کا حضرت ابراہیم کے پیرو ہونے کا دعویٰ غلط ہے کہ پیروی کا ثبوت قول و فعل و عقیدہ سے ہوتا ہے اور وہ حضرت ابراہیم کے نہ ہم عقیدہ تھے اور نہ قول و فعل میں ان کے مشابہ تھے کہ حضرت ابراہیم ایک امام تھے فضائل خیر کے جامع تھے اللہ کے مطیع و فرمانبردار تھے لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے باز رکھتے تھے سب دینوں سے جدا دین حق کی طرف مائل تھے۔ مشرک نہ تھے خالص موحد تھے بتوں کو توڑنے والے تھے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے تھے۔ ہم نے اپنے محبوب کو ان کی پیروی کا حکم کیا تھا۔ اگر ان کی پیرو ہے تو امت محمد یہ ہے نہ تم۔ کہ تم میں ان کی سی کوئی بات نہیں پائی جاتی ہے تو تم اپنے دعوی میں جھوٹے ہو۔ باقی ترجمہ پڑھئے۔

(۳۹۔ آیت: ۱۲۳، ۱۲۴) شان نزول:۔ جب مسلمانوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ہمارا مذہب ملت ابراہیمی کے موافق ہے اور ہم انہیں پیشوا مانتے ان کی پیروی کرتے ہیں۔ تو یہود نے کہا تمہارا مذہب ملت ابراہیمی کے موافق نہیں ہے اور نہ تم طریقہ ابراہیمی پر چلتے ہو کہ ملت ابراہیمی میں ہفتہ کا دن معظم تھا تم نے اسے چھوڑ کر جمعہ کا دن معظم قرار دیا۔ ان کے اعتراض کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ ہفتہ کے دن کی تعظیم تو ان لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا۔ یعنی یہود نے ورنہ حقیقت میں دین موسوی میں جمعہ کا دن ہی معظم تھا۔ ان کے اس اختلاف کا فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اور انہیں اس کی سزا دے گا۔ تفصیل اس

www.waseemziyai.com

اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡہُمۡ

رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے

بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ

اس طریقے پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی

سَبِیۡلِہٖ وَہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ ﴿۱۲۵﴾ وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا

راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو۔ اور اگر تم سزا دو تو ویسی ہی سزا دو

بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِہٖ ؕ وَلَئِنۡ صَبَرۡتُمۡ لَہُوَ خَیۡرٌ

جیسی تکلیف تمہیں پہنچائی تھی اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر والوں کو

لِّلصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُکَ اِلَّا

صبر سب سے اچھا۔ ف۴۰ اور اے محبوب! تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی

کی یہ ہے کہ شریعت موسوی میں جُمُعَہ کا دن عبادت کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن یہود نے اس میں اختلاف لیا اور سوائے چند آدمیوں کے سب نے ہفتہ کے دن کو عبادت کے لیے پسند کیا اور کہا کہ اس روز اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر کے فارغ ہوا ہے ہم تو اسی کی تعظیم کریں گے تو اللہ نے ان پر سختی کی اور ہفتہ کی تعظیم ان پر لازم کی مگر انہوں نے اس کی بے حرمتی کی اور حکم الٰہی سے سرتابی کی۔ ابو مالک اور سعید ابن جبیر کہتے ہیں کہ ہفتہ اختیار کر کے بعض نے اس کی حرمت کی اور بعض نے بے حرمتی کی شکار ماہی وغیرہ کام کیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک آدمی کو ہفتہ کے دن لکڑیوں کا گٹھا لاتے دیکھا تو اس کی گردن ماردی۔ [مواہب وغیرہ] پھر دور عیسوی میں نصاریٰ پر جُمُعَہ پیش کیا گیا تو انہوں نے ناپسند کیا اور کہا ہم نہیں چاہتے ہیں کہ یہود کی عید ہماری عید کے بعد ہو۔ پس انہوں نے اپنے لیے اتوار پسند کیا۔ جب دور اسلامی آیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جُمُعَہ عطا فرمایا انہوں نے قبول کیا اور اس میں ان کے لیے برکت رکھی۔ حدیث میں ہے کہ ہم پچھلے قیامت کے دن آگے ہوں گے سوائے اس کے کہ ان کو کتاب پہلے ملی ہمیں بعد کو ملی یہ وہ دن ہے جس کی تعظیم اہل کتاب پر فرض کی گئی تھی۔ یعنی جُمُعَہ کی پس اس میں وہ مختلف ہوئے اور یہ دن نہ پایا۔ پس اللہ نے ہمیں اس دن کی ہدایت فرمائی۔ یعنی جُمُعَہ عطا فرمایا۔ تو سب لوگ اس میں ہمارے تابع ہیں۔ یعنی جُمُعَہ ہمارا ہے اور کل (ہفتہ) یہود کا اور پرسوں (اتوار) نصاریٰ کا۔ [معالم] تو یوم سبت کی عظمت کا مسئلہ ملت موسوی میں تمہارے باہمی اختلاف سے پیدا ہوا نہ ملت ابراہیمی میں کہ حضرت ابراہیم کا زمانہ حضرت موسیٰ کے زمانہ سے تقریباً پانچ سو برس پہلے تھا۔ اس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ یوم سبت کی عظمت ملت ابراہیمی میں تھی اور تم اس کے خلاف کرتے ہو۔

(۴۰۔ آیت: ۱۲۵، ۱۲۶) چونکہ گزشتہ آیت میں حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم کی اتباع کا حکم دیا گیا تھا اور تمام عالم کی طرف مبعوث فرمایا تھا اور عالم میں سمجھدار اور کم سمجھ اور ناسمجھ کج فہم لوگ ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو تبلیغ کا ڈھنگ اور اپنی طرف بلانے کا طریقہ حضرت ابراہیم جیسا تعلیم فرماتا ہے۔ کہ اے محبوب تم لوگوں کو اللہ کی راہ کی طرف دانائی سے اچھی نصیحت کر کے بلاؤ۔ یعنی سمجھ داروں کو دلائل واضحہ بیان کر کے اور ناسمجھوں کو نرمی و خوش کلامی سے سمجھا کر نصیحت کر کے اسلام کی طرف بلاؤ۔ اور کج فہموں فضول حجت و بحث کرنے والوں کو اچھے طریقہ سے یعنی نرمی خندہ پیشانی سے بحث کر کے کہ ان کی سمجھ میں آجائے اور وہ مائل ہو جائیں۔ اللہ کے دین کی طرف بلاؤ ان کی بے ہودگی کو نظر انداز کر دو ان کی سخت کلامی پر ناراض نہ ہو۔

www.waseemziyai.com

بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ

توفیق سے ہے اور ان کا غم نہ کھاؤ اور ان کے

فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

فریبوں سے دل تنگ نہ ہو

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ

بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے

اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ

جو ڈرتے ہیں اور جو

مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ ع ۱۶ ع ۹ ۲۲

نیکیاں کرتے ہیں۔ف۴۱

تنبیہ: بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے تھا۔

(۴۱۔آیت: ۱۲۷، ۱۲۸) شان نزول:۔ جب جنگ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار نے شہید کیا اور ان کی لاش کو پامال کیا۔ پیٹ چاک کیا ناک کان وغیرہ اعضا کاٹ کر صورت بگاڑی ہندہ نے کلیجہ نکال کر چبایا بہت مشکل سے پہچانے گئے تو حضور ان کی لاش پر آئے ان کا یہ حال دیکھ کر صدمہ ہوا اور فرمایا اللہ تم پر رحم فرمائے تم بڑے نیک اور کنبہ پرور تھے اگر تمہارے پس ماندوں کے غمگین ہونے کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہیں ایسا ہی چھوڑ دیتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا انتقام حشر میں درندوں سے لیتا۔ پھر فرمایا: اگر مجھے فتح میسر ہوئی تو واللہ میں تمہارے بدلہ ستر مشرکوں کو مثلہ کروں گا۔ ابھی حضور وہیں کھڑے تھے کہ حضرت جبرئیل یہ آیات لے کر نازل ہوئے۔ پس حضور نے صبر فرمایا اور قسم کا کفارہ دیا۔ [رواہ الطبرانی والبیہقی وغیرہما] اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیات جنگ احد کے دن نازل ہوئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت سے جو طبرانی وابن منذر کی ہے اور عطا ابن سائب کی مرسل روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے یہی قول شعبی وابن جریج کا ہے۔ لیکن ترمذی ونسائی وحاکم وغیرہم کی روایت میں ہے کہ جنگ احد کے دن ۶۴ انصاری اور چھ مہاجر شہید ہوئے جن میں حمزہ بھی تھے ان سب کی نعشوں کو کفار نے مثلہ کیا تھا۔ سوائے حضرت حنظلہ کے کہ ان کا باپ کفار کے ساتھ تھا۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھ کر کہا تھا کہ اگر اللہ نے قریش پر ہم کو فتح دی تو ہم بھی ایسا ہی کریں گے۔ لیکن فتح مکہ کے دن جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضور نے فرمایا: صبر کریں گے بدلا نہ لیں گے تم سب قتل سے باز رہو سوائے چار آدمیوں کے۔ ممکن ہے یہ آیت دوبار نازل ہوئی ہو۔ بہر حال ان آیات میں حضور اور مسلمانوں صحابہ حضور کو صبر کی تلقین فرمائی گئی ہے اور کفار کی حرکتوں سے غمگین نہ ہونے کی ہدایت کی گئی ہے اور تسکین دی گئی ہے کہ صبر بدلا لینے سے بہتر ہے اور وہ اللہ کی توفیق سے ہوتا ہے اور جو تم صبر نہ کر سکو بدلا لینا چاہو تو اتنا ہی بدلا ہو جتنی تمہیں ایذا دی گئی ہے اس سے تجاوز نہ کرو۔ پڑھئے ترجمہ۔

تنبیہ: سورہ نحل کی فضیلت میں جو حدیث بیضاوی وغیرہ نے نقل کی ہے وہ موضوع ہے۔

[سراج]

www.waseemziyai.com

سُوْرَۃُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّۃٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اٰیَاتُھَا ۱۱۱ رُکُوْعَاتُھَا ۱۲

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی

پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجد حرام سے

الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ

مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ

السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۱﴾ وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْٓ

سنتا دیکھتا ہے۔ ف۱ اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اور اسے بنی

اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا ﴿۲﴾ ؕ ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ

اسرائیل کے لیے ہدایت کیا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہراؤ۔ اے ان کی اولاد جن کو ہم نے

نُوْحٍ ؕ اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا ﴿۳﴾ وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی

نوح کے ساتھ سوار کیا بے شک وہ بڑا شکر گزار بندہ تھا اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں

(۱۔آیت:۱) شان نزول:۔ جب حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معراج سے لوٹ کر واقعہ معراج لوگوں کے سامنے بیان فرمایا تو ابوجہل وغیرہ کفار نے حضور کو جھٹلایا ہنسی بنائی مذاق اڑایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضور کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ برہان نسفی وغیرہ لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے شب معراج اپنے حبیب کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو مدارج عالیہ ومراتب رفیعہ عطا فرمائے تو پوچھا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے تجھے کس شی کے ساتھ یہ شرف وبزرگی عطا فرمائی۔ عرض کی: اے رب تو نے مجھے اپنی ذات کی طرف عبودیت کے ساتھ منسوب فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی اس صورت کا نام بنی اسرائیل ہے اور اسے سورۂ اسریٰ اور سورۂ سبحان بھی کہتے ہیں۔ حضور ہر رات اسے اور سورۂ زمر کو پڑھا کرتے تھے۔ [رواہ احمد] مطلب یہ ہے کہ تمام عیوب ونقائص سے پاکی ہے اس جو اپنے بندے (محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تھوڑی رات میں خانہ کعبہ سے مسجد اقصیٰ تک یعنی مکہ سے بیت المقدس تک لے گیا۔ جو مکہ سے چالیس رات کے فاصلہ پر ہے، جس کے آس پاس کو ہم نے برکت عطا فرمائی، کہ اس میں بکثرت اشجار واثمار وانہار ہیں، اور وہ قرنوں انبیا کا مرکز ومسکن وعبادت گاہ ومہبط نزول وحی رہا، اور ملائکہ اس میں آتے جاتے رہے اور وہ ہجرت گاہ ابراہیم بنا، اور انبیا کا قبلہ رہا، اور مزارات انبیا اس میں ہیں، اور وہیں سے حشر خلائق ہوگا اور اس میں نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار نماز کے برابر ہے اور اس پر ستر (۷۰) ہزار فرشتے ہر دن سایہ کرتے ہیں۔ اور کس لیے لے گیا؟ خود فرماتا ہے تبارک وتعالیٰ: تاکہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں یعنی عجائب وغرائب قدرت دکھائیں، ملکوت السموات کا شاہد بنائیں۔ بے شک اللہ اپنے محبوب کے اقوال وافعال دیکھنے سننے والا ہے، یا واقعۂ معراج کی تکذیب وتصدیق کرنے والوں کے اقوال وافعال کو دیکھنے سننے والا ہے اور جو "انہ" کی ضمیر حضور کی طرف راجع کی جائے گی جیسے کہ بعض نے کی ہے۔ تو یہ معنی ہوں گے کہ بے شک حضور وقت حاضری کلام الٰہی کو سننے والے عجائب وغرائب قدرت دیکھنے والے تھے۔ (کما فی نفحات الانس والتبیان) جاننا چاہیے کہ مرتبہ معراج وہ مرتبہ عالیہ ہے جس کا مثل کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔

الجزء الخامس عشر (۱۵) المنزل الرابع

www.waseemziyai.com

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک حضور کا جانا، اور آیات قدرت دیکھنا، تو جمیع علمائے اہل سنت کے نزدیک قطعاً اس آیت سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے۔ اور مسجد اقصیٰ سے عرش عظیم تک پہنچنا، اور خدا کے دیدار و کلام سے مشرف ہونا، عجائب و غرائب قدرت دیکھنا، احادیث صحیحہ و روایات مشہورہ سے ثابت ہے جن کو بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔ اس کا منکر بدعتی گمراہ ہے۔ لیکن اس میں کلام ہے کہ مسجد اقصیٰ سے مافوق السموات جانا اور سدرۃ المنتہیٰ و جنت الماوی تک پہنچنا جو ساتویں آسمان پر ہے اور مرتبہ قاب قوسین پانا اور دیدار و کلام الٰہی سے مشرف ہونا، وحی آنا اور اپنے رب کی نشانیاں دیکھنا آیات سورۂ نجم سے ثابت ہے۔ غایۃ مافی الباب کہ آیات سورہ نجم دوسرے معنی کو بھی محتمل ہیں جس کی تقریر تفسیر احمدی میں کی گئی ہے، تو یہ کہنا کہ مافوق السموات جانا قرآن سے اصلا ثابت نہیں ہے کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ بہر حال خلاصہ ان احادیث و روایات کا یہ ہے کہ شب معراج بعد نماز عشا حضور نے استراحت فرمائی تھی، ظاہری آنکھیں بند اور باطنی آنکھیں کھلی تھیں۔ کہ جبرئیل بحکم رب جلیل ایک جانور براق گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا سفید رنگ کا جس کا قدم منتہائے نظر پر پڑتا تھا لے کر حاضر ہوئے۔ اور حضور کو جگا کر عرض کی کہ آپ کو آپ کے رب نے سلام کہا ہے اور بلایا ہے اور میں اس تک لے جانے والا ہوں۔ پس حضور نے اٹھ کر قصد طہارت فرمایا تھا کہ دروغہ بہشت دوصراحیاں آب کوثر سے بھری ہوئی اور طشت زمردیں معہ حلۂ بہشتی لے کر حاضر ہوا۔ پس حضور نے اس سے غسل فرمایا اور حلۂ بہشتی پہنا۔ پھر جبرئیل حضور کو مسجد حرام میں لائے آپ نے وہاں آب زم زم سے وضو کیا اور طواف کعبہ کر کے کچھ دیر حطیم میں ٹھہرے کہ جبرئیل نے شق صدر کیا اور قلب مبارک نکال کر آب زم زم سے پاک وصاف کر کے نور عرفان و ایمان بھر کے اسے اس کی جگہ رکھا کسی قسم کا الم محسوس نہ ہوا۔ پھر حضور کو براق پر سوار کر کے رکاب پکڑے ہوئے مسجد اقصیٰ تک لائے وہاں پہنچ کر حضور براق سے اترے اور اسے اس حلقہ سے باندھا جس سے دوسرے انبیا اپنے مرکب باندھا کرتے تھے۔ پھر مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے۔ اس میں تمام انبیا حضور کے استقبال کے لیے جمع تھے۔ آپ نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کی: آپ کے بھائی خدا کے پیغمبر ہیں آپ ان کے ساتھ دو رکعت نماز جماعت سے پڑھیے۔ پس حضور نے ان کے کہنے سے دو رکعت نماز ان کے ساتھ پڑھی ان سب نے حضور کی اقتدا کی اور حضور نے ان کی امامت فرمائی اور جبرئیل نے اذان کہی اس سے حضور کا فضل و شرف سب انبیا پر ظاہر ہوا۔

حضرت مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہو معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

پھر مسجد سے باہر تشریف لائے تو جبرئیل نے دو پیالے پیش کیے ایک میں شراب اور دوسرے میں دودھ تھا۔ پس آپ نے دودھ کا پیالہ اختیار کیا تو جبرئیل نے کہا آپ نے فطرت کو پایا یعنی دین فطری اختیار کیا۔ پھر وہاں سے جبرئیل حضور کو پہلے، دوسرے، تیسرے، چوتھے، پانچویں، چھٹے، ساتویں آسمان پر لے گئے۔ ہر آسمان کا دربان ان سے ان کا اور ان کے ساتھی کا نام پوچھتا، جب وہ بتاتے تو دروازہ کھولتا اور وہ اس میں داخل ہوتے اور ایک نہ ایک نبی سے ملاقات ہوتی۔ چنانچہ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مرحبا کہا اور حضور کے لیے دعا خیر فرمائی۔ یونہی دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ و عیسیٰ، اور تیسرے پر حضرت یوسف سے، اور چوتھے پر حضرت ادریس سے، اور پانچویں پر حضرت ہارون سے، اور چھٹے پر حضرت موسیٰ سے، اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہم السلام سے ملاقات ہوئی۔ جو بیت معمور سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، ہر ایک سے جبرئیل نے حضور کا تعارف کرایا اور ان سب نے اپنے مقام پر ملاقات کے وقت مرحبا کہا اور حضور کے لیے دعائے خیر کی۔ پھر وہ بیت المعمور سے آپ کو لے کر سدرۃ المنتہیٰ پہنچے، وہاں حضور نے باستدعائے جبرئیل باگروہ ملائکہ دو رکعت نماز پڑھی۔ جس سے ملائکہ پر بھی حضور کا فضل و شرف ظاہر ہوا، پھر حضور کی طرف وحی کی گئی جو کی گئی اور رات دن میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں، واپسی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا تمہارے

www.waseemziyai.com

رب نے تمہاری امت پر کتنی نمازیں فرض کیں؟ فرمایا: رات دن میں پچاس وقت کی نماز فرض کی۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ اپنے رب کے پاس پھر جائیے اور ان میں تخفیف چاہیے آپ کی امت ان کی طاقت نہیں رکھتی ہے، میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں۔ تو حضور نے پھر جائے مناجات پر حاضر ہو کر تخفیف چاہی، پس پانچ نمازیں کم کی گئیں اس طرح کئی بار حاضر ہو کر تخفیف چاہی۔ ہر بار پانچ نمازیں کم کی جاتیں۔ یہاں تک کہ پانچ رہ گئیں اور حضور سے فرمایا گیا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ رات دن میں پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز کے بدلے دس کا ثواب ملے گا پس یہ پچاس ہوئیں۔ اور جو نیکی کرنے کا ارادہ کرے گا اور کرے گا نہیں اس کی نیکی لکھی جائے گی۔ اور جو کرے گا تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور جو برائی کا ارادہ کرے گا اور کرے گا نہیں اس کی برائی نہ لکھی جائے گی اور جو کرے گا اس کی ایک برائی لکھی جائے گی۔ پس حضور نے واپس ہو کر حضرت موسیٰ کو خبر کی انہوں نے کہا آپ پھر جائیے اور تخفیف چاہیے کہ آپ کی امت ان کے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی ہے، تو حضور نے ان سے فرمایا: اب مجھے اپنے رب کے پاس تخفیف چاہنے کے لیے جاتے شرم آتی ہے میں اس پر راضی ہوں۔ بعض روایت میں ہے کہ جب میں چلا تو ندا آئی تو نے میرے فریضہ کو ادا کیا اور میرے بندوں کے لیے تخفیف کی پھر میں جنت میں داخل کیا گیا۔ [سراج] مروی ہے کہ سدرہ پر پہنچ کر حضرت جبرئیل نے زمین ادب چوم کر رخصت چاہی اور عرض کی کہ مجھ میں آگے جانے کی طاقت نہیں ہے۔ وما منا الا له مقام معلوم ہم میں ہر ایک کی جگہ مقرر ہے اس سے تجاوز نہیں کر سکتا ہے، تو حضور نے ان سے فرمایا تم نے تو مجھ سے اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا وعدہ کیا تھا۔ یہ فرما کر ان کا ہاتھ پکڑ کر ایک قدم آگے بڑھایا کہ ان کی حالت متغیر ہوئی۔ خوف الٰہی سے کانپنے لگے اور عرض کی مجھے جلد میرے مقام پر واپس فرمائیے اگر ذرا آگے بڑھوں گا تو ہیبت وجلال الٰہی سے جل جاؤں گا۔ اگر یک سر موئے برتر پرم ☆ فروغ تجلی بسوزد پرم

پس حضور نے ان کا حال متغیر دیکھ کر واپسی کا اشارہ فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس مقام کو سدرۃ المنتہیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ علم ملائکہ کی یہاں انتہا ہوتی ہے اور سوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی نے اس سے تجاوز نہیں کیا ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہیں تک اوپر سے احکام الٰہی آتے ہیں، اور نیچے کو چڑھتے ہیں پس حضور وہاں سے تنہا مقام مستوی تک پہنچے اور وہاں الواح پر قلم چلنے کی آواز سنی کہ وہ لکھتا ہے اللہ کے حکم کو جو خلق میں جاری فرماتا ہے اور بندوں کے اعمال کو جو فرشتے لکھتے ہیں وہاں پر آ کر براق بھی چلنے سے عاجز ہوا تو رف رف حضور کی سواری کے لیے آیا جو ایک غالیچہ سبز نور کا تخت رواں کی طرح اڑنے والا تھا۔ اس پر حضور سوار ہو کر حجابہائے قدرت طے کرتے ہوئے عرش کے قریب پہنچے صرف ایک حجاب بیچ میں رہ گیا کہ رف رف بھی حضور کے نیچے سے غائب ہوا۔ اور ایک جانور نورانی گھوڑے کی شکل کا آیا، وہ حضور کو ساق عرش تک پہنچا کر غائب ہو گیا۔ تو آپ وہاں بے حائل رہ گئے۔ اور ہیبت طاری ہوئی کہ صدیق اکبر کی سی آواز آئی کہ کہتا ہے: قف یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فان ربك یصلی۔ ٹھہر اے محمد [صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم] تیرا رب صلاۃ پڑھتا ہے۔ حیران ہوئے کہ الٰہی صدیق یہاں کہاں سے آئے۔ کہ خطاب آیا آگے بڑھو، مجرد اس خطاب کے حضور نے قدم آگے بڑھایا اور اپنے کو حجاب سے باہر پایا۔ پھر خطاب آیا ادن یا خیر البریة! ادن یا احمد! ادن یا محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، نزدیک ہو اے بہترین خلق۔ قریب ہو اے احمد پاس آ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! پس حضور نے یہ خطاب الٰہی سن کر قدم آگے بڑھایا جس قدر حضور قریب ہوتے اس سے زیادہ قریب ہونے کا تقاضا ہوتا۔ یہاں تک کہ محبوب ومحب میں دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ ؎

خلوت میں جس کو قرب الٰہی ہوا نصیب ☆ وہ صاحب دنیٰ فتدلیٰ تمہی تو ہو

پس حبیب نے محب کو بے حجاب آنکھ سے دیکھا اور بے کیف اس کا کلام سنا۔ اور باہم راز ونیاز کی باتیں ہوئیں۔ ﴿فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى﴾ [النجم: ۱۰] حاکم مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ فرمایا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ رویت رویت عینی تھی جو شب

www.waseemziyai.com

اسریٰ حضور کو ہوئی۔ یعنی شب اسریٰ حضور نے اللہ کو آنکھ سے دیکھا۔

ابن جریر نے روایت کی ہے کہ جب آیت: ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا﴾ نازل ہوئی تو حضور نے جناب باری میں عرض کی کہ اے رب! تو نے تو میرے لیے یہ مشروع فرمایا ہے کہ بے دیکھی ہوئی شی پر شہادت نہ دوں پھر میں کیسے بغیر مشاہدہ شہادت دے سکوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے سردار ہم تمہیں تمام ملکوت اعلیٰ کا مشاہدہ کرائیں گے، چنانچہ شب معراج حضور کو تمام ملکوت اعلیٰ کا مشاہدہ کرایا گیا عالم بالا کی تمام چیزیں دکھائی گئیں۔ بعض روایت میں ہے کہ شب اسریٰ حضور کے حلق میں عرش عظیم سے ایک قطرہ ٹپکا جس سے حضور پر تمام اگلے پچھلوں کا حال منکشف ہوا پھر حضور عالم بالا کی سیر کر کے تمام چیزیں دیکھ کر واپس ہوئے۔ زین القصص میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے یہ آمد و رفت تین ساعت میں اور بقول وہب ابن منبہ چار ساعت میں ہوئی، کہا گیا ہے کہ جب حضور واپس آئے تو زنجیر حجرہ ہلتی اور بستر گرم پایا۔ حضرت امّ ہانی فرماتی ہیں کہ حضور نے مجھ سے صبح کو واقعہ معراج بیان کیا تو میں نے عرض کی سچ ہے مگر آپ اس کو منکرین سے نہ کہیں کہ وہ آپ کو جھٹلائیں گے فرمایا: میں تو ہرگز اسے نہ چھپاؤں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صبح کو حضور مسجد حرام میں تشریف لائے اور بخیال تکذیب و استہزا ملول بیٹھے تھے کہ ابو جہل آیا اور استہزاءً کہنے لگا آج کوئی نئی بات سنائیے۔ پس حضور نے فرمایا رات میں مسجد حرام سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں پر گیا اور عجائب و غرائب سموات دیکھ کر واپس آیا۔ تو اس نے کہا رات آپ گئے اور صبح کو آ گئے۔ کیا اس کو آپ قوم کے آگے بیان کریں گے۔ فرمایا ضرور کروں گا۔ پس اس نے قوم کو آواز دی جب سب آ گئے تو اس نے حضور سے کہا کہ آپ نے جو واقعہ میرے سامنے بیان کیا تھا ان کے سامنے بھی بیان کیجیے پس حضور نے پورا واقعہ معراج انہیں سنایا تو سب نے حضور کو جھٹلایا اور بعض ضعیف الایمان بھی اس واقعہ کو سن کر اسلام سے پھر گئے۔ پھر ابو جہل اپنے ساتھیوں کو لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ تمہارے صاحب ایسا ایسا کہتے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا کہ حضور یہ فرماتے ہیں تو سچے ہیں اور اس کی تصدیق کے لیے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے انہیں پورا واقعہ معراج سنایا اس کو سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدقت یارسول اللہ کہا اور صدیق کا لقب پایا۔ جب یہ خبر مکہ میں مشہور ہوئی تو ایک جماعت منکرین نے حضور سے آ کر کہا کہ ہم آسمانوں کے حال سے تو واقف نہیں ہیں البتہ بیت المقدس کو دیکھا ہے۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ نے اسے نہیں دیکھا ہے اگر آپ سچے ہیں تو اس کی نشانیاں بیان کیجیے تب ہم آپ کی تصدیق کریں گے۔ اس وقت حضور کے دل میں خیال آیا کہ میں ہنگام آمد و رفت اچھی طرح بیت المقدس کو نہیں دیکھ سکا ہوں کیسے اس کی نشانیاں بیان کروں گا کہ جبرئیل نے بیت المقدس کو لا کر دار عقیل کے پاس حضور کے سامنے رکھ دیا اور ان بے دینوں نے جو باتیں پوچھیں ان کا جواب حضور نے اسے دیکھ کر دیا۔ تب ان بے دینوں نے کہا کہ آپ نے بیت المقدس کی باتیں تو ٹھیک بیان کیں۔ اب آپ ہمارے قافلوں کا حال بیان کیجیے جو اس طرف گئے ہوئے ہیں۔ فرمایا تمہارے تین قافلے مجھے راہ میں ملے تھے، ایک تو روحا میں اپنا گما ہوا اونٹ تلاش کر رہا تھا میں نے اس کے برتن کا پانی پیا تھا۔ جب وہ آئے تو اس سے پوچھنا کہ تم نے اونٹ کی تلاش سے واپس آ کر برتن میں پانی پایا تھا یا نہیں۔ اور دوسرا ذی مروہ میں ملا تھا۔ اس کے دو آدمی ایک اونٹ پر سوار تھے ان کا اونٹ میرے مرکب سے بھڑکا ایک کا ان میں سے گر کر ہاتھ ٹوٹ گیا۔ اور تیسرے کو میں نے تنعیم میں چھوڑا ہے فلاں فلاں آدمی ان کا خاکی اونٹ پر سوار قافلہ کے آگے تھا، وہ کل طلوع آفتاب تک آ جائے گا۔ یہ سن کر وہ طلوع آفتاب کے منتظر ہوئے کہ طلوع آفتاب تک قافلہ نہ آئے تو ہم جھٹلائیں کہ یکا یک آفتاب طلوع ہوا اور قافلہ نمودار ہوا لوگ دوڑے دیکھا تو وہی قافلہ ہے اور وہی دو آدمی خاکی اونٹ پر سوار قافلہ کے آگے آگے ہیں، پھر بعد واپسی بقیہ قافلوں سے حالات معلوم کیے سب نے حضور کی تصدیق کی اس پر بھی وہ بے ایمان ایمان نہ لائے اور کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے۔ یونہی فلاسفہ دہریہ معراج سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جسم ثقیل کا آسمان کی طرف صعود کرنا اور اس سے تجاوز کرنا اور چند ساعت میں اتنی لمبی مسافت کو طے کرنا ناممکن اور عقل سے بعید ہے، کیوں کہ جسم ثقیل اوپر کو نہیں چڑھ سکتا ہے اور آسمان خرق والتیام قبول نہیں کرتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جسم ثقیل

www.waseemziyai.com

بقدرت الٰہی اوپر کو چڑھ سکتا ہے اور بلا خرق آسمان سے تجاوز کر سکتا ہے، دیکھو فرشتوں کا بلا خرق آسمان سے زمین پر آنا جانا اور حضرت ادریس وعیسیٰ علیہما السلام کا مجسم زمین سے آسمان پر جانا مسلم ہے اور قرآن سے ثابت ہے۔ اور آفتاب کی روشنی چوتھے آسمان سے اور مشتری کی چھٹے آسمان سے زمین پر پہنچتی ہے۔ اور نظر ایک سکنڈ میں شیشہ کے پار ہو جاتی ہے نہ آسمان پھٹتا ہے اور نہ شیشہ ٹوٹتا ہے۔ اور پرندوں کے جسم کا آسمان کی طرف صعود کرنا اور فضائے آسمان میں گھومنا تو سب کی نظر کے سامنے ہے اور قرآن عظیم میں بھی اس کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ۔ ﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ﴾ [الملك: ۱۹] سورۂ ملک [مدارک] کیا انہوں نے اپنے سروں پر پرندے اڑتے نہیں دیکھے وہ ہوا میں اڑتے وقت پر پھیلاتے اور سمیٹتے ہیں، اس وقت انہیں گرنے سے سوا اللہ کے کوئی نہیں روکتا ہے۔ وہ باوجود جسم ثقیل ہونے کے آسمان کو چڑھتے اور ہوا میں ٹھہرے رہتے ہیں گرتے نہیں ہیں حالانکہ بقول فلاسفہ کے انہیں گر جانا اپنے حیز طبعی یعنی پستی کی طرف مائل ہونا ضروری ہوتا۔ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے: ﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ﴾ [النحل: ۷۹] کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو فضائے آسمانی میں حکم خدا کے پابند ہیں اڑتے پھرتے اور ٹھہرے رہتے ہیں گرتے نہیں ہیں۔ انہیں سوا اللہ کے کوئی نہیں روکتا ہے۔ [نحل] اور ایک شعبدہ باز کا انڈے کو حکمت عملی سے خالی کر کے اس میں پارہ بھر کر موم وغیرہ سے اس کا سوراخ بند کر کے دھوپ میں رکھنا اور اس کا آفتاب کی گرمی پا کر آسمان کو صعود کرنا مشاہدہ میں آیا ہے، کیونکہ وہ جسم ثقیل نہیں ہے، اس کے صعود پر کوئی فلسفی کلام نہیں کرتا ہے، بلکہ آج کل جو ہوائی جہاز ایجاد ہوا ہے وہ باوجود جسم ثقیل ہونے اور اجسام ثقیلہ کو لاد نے کے ہوا میں اڑتا ہے اور ذرا دیر میں ہزاروں میل کی مسافت طے کرتا ہے۔ غایۃ مافی الباب یہ کہ وہ مشتری کے ذریعہ اڑتا ہے اور ذرا دیر میں دور کی مسافت طے کرتا ہے مگر ہے تو جسم ثقیل اور اجسام ثقیلہ کو لے کر ہوا میں اڑنے والا اگرچہ بقسر قاسر ہی ہو۔ اور ہوائی فائرنگ کرنا، اینٹ پتھر، غلہ اوپر کو پھینکنا بھی اسی قبیل سے ہے، یونہی واقعہ معراج بقسر قاسر یعنی بقدرت الٰہی ظہور میں آیا، اس میں کونسا استحالہ لازم آتا ہے کہ قسر قاسر کے بطلان پر فلاسفہ آج تک کوئی دلیل قائم نہیں کر سکے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ واقعہ معراج اس عالم سے تعلق رکھتا ہے جہاں کا ہر کام ایک آن میں ہوتا ہے۔ دیکھو جبرئیل ایک آن میں زمین پر آتے ہیں اور عزرائیل بیک وقت تمام عالم میں صدہا روحیں قبض کرتے ہیں اور شیطان ایک لمحہ میں شرق وغرب تک جاتا اور واپس آتا ہے۔ اور آدمی کی نظر ایک آن میں آسمان تک پہنچتی ہے جو زمین سے پانچسو برس کی راہ ہے۔ اور آفتاب بایں جسامت کہ ۱۶۵ یا ۱۶۶ مثل زمین ہے ذرا دیر میں کس قدر مسافت طے کرتا ہے [عند الفلاسفہ]، ایک دن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرئیل سے پوچھا آفتاب لوٹ گیا عرض کی: لا، نعم. فرمایا: یہ کیا؟ عرض کی جس وقت لا کہا تھا نہیں لوٹا تھا کہنے کے بعد ہی پانچسو برس کی راہ طے کر کے لوٹا۔ اور ماہتاب تو اس سے بھی زیادہ سریع السیر ہے۔ ﴿لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ﴾ [یٰسٓ: ۴۰] تو یہ اشیائے مذکورہ کا ایک آن میں اس قدر مسافت طے کرنا بعید از عقل نہ ہو، اور آفتاب فلک رسالت وماہتاب سپہر نبوت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چند ساعت میں آسمانوں پر جانا آنا ناممکن وبعید از عقل ہو؟۔ لاحول ولا قوۃ إلا اللہ۔ اصل میں واقعہ معراج ایک معجزہ اور قدرت الٰہی کا نمونہ ہے اور اس میں جو باتیں ذکر کی گئی ہیں وہ عقل میں نہ آنے والی عقلا کو حیرت میں ڈالنے والی ہیں۔ مزید براں شیطان دشمن ایمان ان کے دل میں وسواس پیدا کرتا ہے تو وہ ایسی باتوں سے انکار کرتے ہیں اور انہیں ناممکن وبعید از عقل بتاتے ہیں۔ اور بعض اعتراض کرتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ حضور کے زمانہ میں نہیں تھی تو اس تک جانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے یہ ان کی نافہمی ہے کہ مسجد عمارت کا نام نہیں ہے بلکہ اس بقعہ زمین کا نام ہے جو نماز پڑھنے کے لیے مقرر کی گئی ہو۔ خواہ اس پر عمارت بنی ہو یا نہ بنی ہو یا خراب ہو گئی ہو وہ بقعہ قیامت تک مسجد ہی رہے گا۔ تو حضور کے زمانہ میں اگرچہ مسجد اقصیٰ خراب ہو گئی تھی مگر وہ جگہ جس پر مسجد تھی اور اس کے بعض نشانات موجود تھے۔ لہذا اسے مسجد اقصیٰ کہا گیا ہے اور اس تک حضور کا جانا اور اس میں نماز پڑھانا بالکل صحیح اور مسلمانوں کا ایمان ہے۔ کتب فقہ میں تصریح کی گئی ہے کہ اگر کسی نے اپنی خالی زمین پر لوگوں کو بہ نیت دوام نماز پڑھنے کی اجازت دی اگرچہ زبان سے دوام کا لفظ نہ کہا اور وہ مر گیا تو وہ زمین مسجد ہو گئی۔ اس میں وراثت جاری نہ ہوگی۔ [خانیہ] اور جو مسجد

www.waseemziyai.com

خراب ہوگئی اور لوگ اس سے بے پرواہ ہوگئے۔ تو وہ بقول سیدنا امام اعظم وامام ابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما قیامت تک مسجد ہی رہے گی۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ [درمختار عین الحاوی]

تنبیہ: معراج کب ہوئی۔ اور کہاں سے ہوئی۔ اور کس حالت میں ہوئی یعنی سوتے میں ہوئی یا جاگتے میں اس میں اختلاف ہے۔ سدی کہتے ہیں: کہ ہجرت کے ایک سال چار ماہ بعد ہوئی۔ اور عمر ابن العاص سے مروی ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے ۱۷ ربیع الاول کو ہوئی۔ اور زہری وعروہ زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ ہجرت سے ایک سال قبل ۲۷ رجب کو ہوئی۔ جمہور کے نزدیک یہی صحیح ہے اور قابل وثوق ہے اور وہ بعثت سے بارہویں سال ہوئی۔ اور مسجد حرام سے معراج کو جانا آیت سے ثابت ہے مگر اس سے صرف خانہ کعبہ مراد نہیں ہے بلکہ کل حرم مراد ہے، جس میں حجر وحطیم بھی داخل ہیں کہ مسجد حرام کا اطلاق مسجد اور اس کے حوالی پر آتا ہے اسی وجہ سے بعض روایات میں حجر وحطیم سے معراج کو جانا آیا ہے۔ اور بعض میں اپنے گھر سے جانا آیا ہے اور بعض میں ام ہانی کے گھر سے جانا مروی ہے۔ جو حرم میں تھا یہی مشہور ہے۔ اور جمہور کا قول ہے۔ ممکن ہے کہ حضور شب معراج اپنے گھر سے ام ہانی کے گھر گئے ہوں اور وہاں سے حضرت جبرئیل مسجد حرام میں لے گئے ہوں اور بعد شق صدر حجر وحطیم کے پاس سے براق پر سوار ہوئے ہوں۔ اور حق یہ ہے کہ معراج جاگتے میں ہوئی۔ یہی قول جمہور ائمہ سلف وخلف اور عامہ فقہا ومحدثین ومتکلمین کا ہے کہ حضور کو معراج جسمانی جاگتے میں ہوئی۔ اسی پر آیت مذکورہ و احادیث صحیحہ دلالت کرتی ہیں۔ کہ عبد روح وجسم کے مجموعہ کو کہتے ہیں نہ صرف روح کو۔ اور سبحان امر عظیم پر کہا جاتا ہے خواب میں: دیکھنا کوئی بڑی بات نہ تھی کہ اس پر سبحان کہا جاتا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد خواب نہیں ہے بلکہ آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے۔ یعنی شب اسریٰ حضور نے جو کچھ دیکھا وہ آنکھ سے دیکھا۔ خواب میں نہیں دیکھا۔ یہی قول اکثر مفسرین کا ہے کہ اگر خواب میں دیکھا ہوتا تو کفار اس کا انکار نہ کرتے۔ اور بعض مسلمان دین سے نہ پھرتے کہ نیک بندے سچی خوابیں دیکھا ہی کرتے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تصدیق میں صدیق کا لقب نہ پاتے کہ خواب کی تصدیق کرنے والا صدیق نہیں کہلاتا ہے۔ اور حضور براق پر سوار کیے گئے۔ اور سواری پر جسم ہی سوار ہوتا ہے نہ روح کہ روح کو سواری کی حاجت نہیں۔ اور راہ میں قریش کے قافلوں کا ملنا اور قافلے والوں کا اس کی تصدیق کرنا اور پچاس نمازیں فرض ہونا، اور اس کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو ہونا، اور ان کا کئی بار تخفیف کرنے کے لیے لوٹانا، اور حضور کا ہر بار تخفیف چاہنے کے لیے بارگاہ الٰہی میں جانا، اور حجاب نور میں پہنچ کر بوجہ تنہائی وحشت طاری ہونا، اور راہ میں پیاس لگنا اور دودھ پینا جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے یہ بھی معراج جسمانی پر دلیل ہے کہ روح وحشت پذیر نہیں ہوتی ہے اور نہ اسے پیاس لگتی ہے اور نہ وہ کھاتی پیتی ہے۔ اور ہرقل شاہ روم کے سامنے ابی سفیان کا حضور کو جھوٹا ٹھہرانے اور حضور کی طرف سے اس کا خیال پھیرنے کے لیے یہ کہنا کہ وہ کہتا ہے کہ میں ایک رات مسجد حرم سے تمہاری مسجد ایلیا میں آیا۔ اور صبح ہونے سے پہلے مکہ لوٹ گیا۔ تو مسجد اقصیٰ کا بطریق جو اس وقت ہرقل کے دربار میں موجود تھا بول اٹھا کہ اس رات کو میں جانتا ہوں۔ ہرقل نے کہا تو کیسے جانتا ہے بطریق بولا۔ میں ہمیشہ مسجد کا دروازہ بند کر کے سوتا تھا۔ ایک رات میرے خدام نے ہر چند کوشش کی مگر وہ بند نہ ہوا تو میں نے کاری گروں کو بلایا۔ انہوں نے دیکھ کر کہا کہ اس کا پٹا ڈولتک آیا ہے دیوار ٹیڑھی ہوگئی ہے اس وقت درست نہیں ہوسکتی صبح کو دیکھا جائے گا۔ جب صبح کو میں نے دیکھا تو دروازہ صحیح تھا۔ اور اس پتھر میں جس سے انبیا علیہم السلام اپنے مرکب باندھا کرتے تھے سوراخ ہے اور جانور باندھنے کے نشان ہیں، تو میں نے اپنے لوگوں سے کہا کہ یہ تو کسی نبی کے لیے ہوا ہے کہ دروازہ اس کے لیے کھلا رہا۔ اور اس نے مسجد میں نماز پڑھی۔ [الحدیث بطولہ رواہ ابو نعیم فی الدلائل ونقلہ ابن کثیر فی تفسیرہ] یہ سب باتیں معراج جسدی پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات سے ثابت ہے کہ وہ معراج روحانی کے قائل تھے نہ معراج جسمانی کے۔ بات یہ ہے کہ حضور کو پہلے معراج روحانی ہوئی پھر معراج جسمانی ہوئی تو ممکن ہے کہ ان حضرات نے جس روز کا واقعہ بیان کیا ہے اس روز معراج روحانی ہوئی ہو۔ وہی انہوں نے بیان کیا اور اس کے بعد کسی روز معراج

www.waseemziyai.com

الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝۴

وحی بھیجی کہ ضرور تم زمین میں دوبار فساد مچاؤ گے اور ضرور بڑا غرور کرو گے

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ

پھر جب ان میں پہلی بار کا وعدہ آیا ہم نے تم پر اپنے کچھ بندے بھیجے سخت

شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝۵ ثُمَّ رَدَدْنَا

لڑائی والے تو وہ شہروں کے اندر تمہاری تلاش کو گھسے اور یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا۔ پھر ہم نے

لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ

ان پر الٹ کر تمہارا حملہ کردیا اور تم کو مالوں اور بیٹوں سے مدد دی اور تمہارا جتھا

نَفِيْرًا ۝۶ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَوقف اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ

بڑھا دیا۔ اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنا بھلا کرو گے اور برا کرو گے تو اپنا

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا

پھر جب دوسری بار کا وعدہ آیا کہ دشمن تمہارے منہ بگاڑ دیں اور مسجد میں داخل ہوں جیسے

دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝۷ عَسٰي رَبُّكُمْ اَنْ

پہلی بار داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر قابو پائیں تباہ کرکے برباد کردیں۔ قریب ہے کہ تمہارا رب

يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝۸

تم پر رحم کرے اور اگر تم پھر شرارت کرو تو ہم پھر عذاب کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنایا ہے۔ ف۲

جسمانی ہوئی ہو۔ اسی وجہ سے احادیث میں معراج کی کیفیت مختلف طور سے بیان کی گئی ہے۔ گویا معراج جسمانی تصدیق معراج روحانی ہے کہ حضور جو خواب میں دیکھتے تھے اس کا ظہور ضرور ہوتا تھا۔ جیسے ہجرت کی چھٹی سال مکہ فتح کرنے کو خواب میں دیکھا پھر اسکا ظہور آٹھویں سال ہوا کہ مکہ فتح ہوا: ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ﴾ [الفتح:۲۷] چونکہ تمام واقعات معراج کو یہاں لکھنے کی گنجائش نہ تھی۔ لہذا جن واقعات کا جاننا عوام کے لیے ضروری اور مفید تھا انہیں پر اقتصار کیا گیا ہے، پھر بھی مضمون بہت طویل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ اور گمراہوں کو راہ مستقیم دکھائے آمین یارب العالمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۲۔ آیت: ۲ تا ۸) چونکہ گزشتہ آیات میں حضور کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جانا ذکر فرمایا گیا تھا جو معراج حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے بیت المقدس جانے کا حکم ہوا تھا۔ اور راہ میں ان پر بارش لطف وکرم الٰہی ہوئی تھی۔ یہ معراج موسوی تھی مگر فرق دونوں معراجوں میں یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی نافرمانی کی وجہ سے چالیس برس وادی تیہ میں رہے آگے نہ بڑھ سکے اور تجلی حق کی برداشت نہ کرسکے صرف کلام سے مشرف ہوئے۔ اور حضور ذرا دیر میں مسجد اقصیٰ سے تجاوز کرکے عرش

www.waseemziyai.com

معلیٰ تک پہونچے اور دیدار و کلام الٰہی سے سرفراز ہوئے۔ پھر حضور سے حضرت موسیٰ کی امت کا حال اور ان کے عروج و زوال کا ذکر فرما کر نصیحت کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو توراۃ عطا فرمائی۔ اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کیا کہ وہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہرائیں۔ خدا ہی پر بھروسہ کریں اور اے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے والوں کی اولاد بے شک نوح بڑا شکر گزار بندہ تھا۔ لہٰذا تم اس کی پیروی کرو۔ اور ہم نے توراۃ میں بنی اسرائیل کو آگاہ کر دیا تھا کہ تم زمین شام میں دوبار فساد پھیلاؤ گے۔ یعنی احکام توراۃ کے خلاف بڑا غرور اور ظلم و گناہ کرو گے۔ پھر جب ان میں سے پہلے وعدہ کا وقت آیا تو تم نے فساد پھیلایا تو ہم نے اس کی سزا میں تم پر بہت سخت لڑنے والے مہیب صورت مسلط کئے پس وہ شہر کے اندر گھسے اور تمہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل و غارت کیا، تورات کو جلایا، مسجد اقصیٰ کو خراب کیا، یہ ایک وعدہ تھا جو پورا ہوا، پھر ہم نے لوٹ کر تم کو ان پر غالب کیا اور تمہاری مال و اولاد سے مدد کی اور تمہارا جتھا کنبہ بڑھایا۔ اور تم سے کہا کہ اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنا بھلا کرو گے کہ اس کا ثواب پاؤ گے اور اگر تم برائی کرو گے تو اس کی سزا پاؤ گے عذاب الٰہی میں مبتلا ہو گے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ نہ میں نے کسی کے ساتھ بھلائی کی اور نہ برائی کی جو کچھ کیا اپنے نفس کے لیے کیا، پھر یہ آیت پڑھی۔ پھر جب دوسرا وعدہ آیا اور تم نے فساد مچایا تو پھر ہم نے سخت لوگوں کو تم پر بھیجا کہ وہ تمہارا منہ بگاڑیں اور مسجد بیت المقدس کو خراب کریں، جیسا کہ پہلے اسے خراب کیا تھا۔ اور قتل و غارت کریں جسے پائیں۔ اور اگر تم پھر شرارت کرو گے تو ہم پھر اس کی سزا دیں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنایا ہے۔

تنبیہ: ابن جریز نے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب پہلی بار انہوں نے فساد پھیلایا حضرت زکریا کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر جالوت کو مسلط کیا۔ کہ اس نے آکر انہیں قتل کیا اور ان کی اولاد کو قیدی بنایا اور بیت المقدس کو خراب کیا اور پھر لوٹ کر انہیں غلبہ دینے سے مراد زمانہ حضرت داؤد علیہ السلام ہے کہ انہوں نے طالوت کے ساتھ ہو کر جالوت کو قتل کیا اور طالوت کی جگہ بادشاہ ہوئے اور بنی اسرائیل کو عروج ہوا۔ اور جب انہوں نے دوبارہ فساد پھیلایا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بخت نصر بابلی مجوسی کو ان پر بھیجا اس نے آکر ان کا دن بھر قتل عام کیا۔ اور جو بچے ان کو اور ان کی اولاد کو گرفتار کر کے لے گیا اور بیت المقدس کو خراب کیا اور توراۃ کو جلایا۔ حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ بخت نصر وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کے قتل کا انتقام لینے پر بھیجا تھا۔ معالم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب بنی اسرائیل نے حد سے تجاوز کیا اور انبیا کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو ان پر مسلط کیا، اس نے آکر بیت المقدس فتح کیا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون کے بدلے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) بنی اسرائیل قتل کیے اور باقی کو مع بال بچوں کے جن میں اولاد انبیا بھی تھی قید کر کے لے گیا۔ اور بیت المقدس کو لوٹ کر ایک سو ستر ہزار چھکڑے زر و جواہر چاندی سونے کی بھر کر لے گیا۔ کہ اسے سلیمان علیہ السلام نے سونے چاندی اور یاقوت سے بنایا تھا۔ اور قیدیوں کو بابل میں لے جا کر ایک سو سال رکھا اور مجوس کی ان سے عبادت و خدمت کرائی۔ پھر اللہ نے ان پر رحم کیا اور تورش نامی شاہ فارس کو جو مومن تھا توفیق دی کہ وہ بنی اسرائیل کو چھڑا کر لایا اور نئے سرے سے بیت المقدس بنایا اور آباد کیا۔ الحدیث۔ اور [وان عدتم عدنا] کا مطلب یہ ہے کہ جب کبھی تم سرکشی اور حد سے تجاوز کرو گے تو ہم تمہاری سرکوبی کے لیے کسی نہ کسی کو تم پر مسلط کریں گے جو تمہیں اس کی سزا دے گا۔ چنانچہ کئی بار ایسا ہوا کہ جب انہوں نے سر اٹھایا تو کسی نہ کسی جابر بادشاہ کو ان پر مسلط کیا اس نے آکر انہیں قتل و غارت کیا، یہاں تک کہ جب انہوں نے حضور کے زمانہ میں فساد پھیلایا ایمان نہ لائے حضور کو دھوکے سے قتل کرنا چاہا اور قریش سے ساز باز کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان پر مسلط فرمایا کہ انہوں نے بنی قریظہ کو قتل کیا اور بنو نضیر کو مدینہ سے نکالا، ان پر جزیہ مقرر کیا، خیبر کو فتح کیا، دنیا میں ذلیل و خوار ہوئے اور قیامت تک ذلیل و خوار رہیں گے۔ کہیں حکومت نہ کر پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی پیشانیوں پر ذلت و مسکنت کی مہر لگا دی ہے وہ محو ہونے والی نہیں ہے، پہلی مرتبہ فساد پھیلانے پر جالوت یا بخت بابلی کو انہیں تباہ و برباد کرنے کے لیے مقرر کیا۔ اور دوبارہ فساد پھیلانے پر طوس رومی ان پر مسلط کیا گیا، پہلی بار کا فساد تو ان کا یہ تھا کہ انہوں نے احکام توراۃ

www.waseemziyai.com

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ ع ۱۰

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو

يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝۹ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

جو اچھے کام کریں کہ ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔ اور یہ کہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے

بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۰ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ

ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ف۳ اور آدمی برائی کی دعا کرتا ہے جیسے

دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝۱۱ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ

بھلائی مانگتا ہے اور آدمی بڑا جلد باز ہے اور ہم نے رات اور دن کو

اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا

دو نشانیاں بنایا تو رات کی مٹی ہوئی رکھی اور دن کی نشانی دکھانے والی کی کہ اپنے

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ

رب کا فضل تلاش کرو اور برسوں کی گنتی اور حساب جانو اور ہم نے ہر چیز

فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝۱۲ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰۗىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ

خوب جدا جدا ظاہر فرمادی ف۴ اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے سے لگادی ہے اور اس کے لیے

کے خلاف حضرت شعیا علیہ السلام کو قتل کیا اور دوبارہ کا یہ تھا کہ انہوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا کہ اللہ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا اور حضرت یحییٰ کا خون جوش مارتا رہا یہاں تک کہ ان کے بدلے ستر ہزار بنی اسرائیل قتل کیے گئے۔ تب خون کا جوش بند ہوا۔ اور پہلے اور دوسرے وعدہ کے درمیان دوسو تیس برس کا فاصلہ ہوا۔ اور بنی اسرائیل ان لوگوں کی اولاد میں تھے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے تھے اور طوفان سے بچے تھے ان میں سے صرف حام، سام، یافث زندہ رہے تھے بعد طوفان مرگئے تھے انہی میں سے نسل بڑھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام انہی کی اولاد میں تھے اور بنی اسرائیل کے جداعلیٰ تھے۔

(۳۔ آیت: ۹، ۱۰) گزشتہ آیت میں فرمایا گیا تھا کہ تم جو بھلائی یا برائی کرو گے وہ اپنے نفس کے لیے کرو گے۔ اس آیت میں بھلائی کا راستہ بتایا گیا ہے کہ اگر تمہیں بھلائی کی تلاش ہے اور فلاح و بہبودی مدنظر ہے تو قرآن عظیم پر عمل کرو کہ وہ سیدھی راہ دکھاتا ہے اور مومنوں کو جو اچھے کام کریں بڑے ثواب کا مژدہ سناتا ہے اور خبر دیتا ہے کہ آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے لیے عذاب دردناک تیار ہے۔

(۴۔ آیت: ۱۱، ۱۲) شان نزول: پہلی آیت خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی۔ کہ حضور نے سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک قیدی سپرد کیا تھا۔ انہوں نے اس کی مشکیں کسوادیں رات کو وہ دردناک آواز سے رویا سودہ کو اس پر رحم آگیا۔ آپ نے اس کی مشکیں کھولدیں صبح کو وہ فرار ہوگیا۔ جب حضور نے اسے طلب فرمایا۔ تو سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے واقعہ عرض کیا۔ حضور نے ان کے لیے بددعا کی کہ الٰہی اس کے ہاتھ کاٹ دے یہ سن کر حضرت سودہ نے یقین کرلیا کہ ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور ہاتھ اوپر کو اٹھادیا۔ جب حضور کا غصہ فرو ہوا تو اپنی بددعا پر پشیمان ہوئے اور جناب باری میں دعا کی کہ الٰہی میں بشر ہوں جیسے اور آدمیوں کو غصہ آجاتا ہے مجھے بھی

www.waseemziyai.com

لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى

قیامت کے دن ایک نوشتہ نکالیں گے جسے کھلا ہوا پائے گا فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ پڑھ،

بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ ؕ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ

آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔ جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کو راہ پر

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ

آیا اور جو بہکا تو اپنے ہی برے کو بہکا اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہ اٹھائے گی

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں ف۵ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں

آجاتا ہے، میں جس کے حق میں بددعا کروں تو اس کو اس کے حق میں رحمت فرما، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بعض کے نزدیک یہ آیت نضر ابن کنانہ کے حق میں اتری کہ اس نے اپنے اوپر آسمان سے پتھر برسنے کی دعا کی تھی: ''اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندك فامطر علینا حجارة من السماء''۔[سراج وغیرہ] بہرحال دینی ودنیوی کاموں کے نتیجہ اور سزا وجزا میں کبھی بمصلحت الٰہی تاخیر ہوتی ہے اور انسان اس کی حکمت نہیں جانتا ہے۔ فوراً نتیجہ کا خواستگار ہوتا ہے۔ اور کبھی حوادث زمانہ سے گھبرا کر تنگ آکر اپنی اور اپنی اولاد وغیرہ کے لیے دعا کی طرح بددعا کرتا اور کوستا ہے اور کبھی بعض چیزوں کو اچھا سمجھ کر اتنی ناسمجھی اور جلد بازی سے دعا کرتا ہے۔ جو واقع میں اس کے لیے بری ہوتی ہے۔ اسی کو اس آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور انسان کو بڑا جلد باز بتایا گیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اے لوگو! اپنی جانوں پر بددعا نہ کیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری دعا رات دن کی اس ساعت میں پڑ جائے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ عجلت شیطان کی طرف سے ہے اور آہستگی رحمٰن کی طرف سے۔ تو انسان کو جلد بازی نہ کرنا چاہیے دکھ میں صابر اور سکھ میں شاکر رہنا چاہیے۔ یہ بھی اللہ کا ہم پر فضل وکرم ہے کہ وہ بددعا قبول نہیں فرماتا ہے اگر وہ ہماری بددعا قبول کر لیتا تو ہم اور ہمارے اہل وعیال ہلاک ہوتے، ہمیں آئے دن نقصانات پہنچتے پھر رات ودن کو قدرت کی نشانیاں اور ان کے بعض فائدے بیان فرمائے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ انسان بھلائی کی طرح برائی کی بھی دعا کرتا ہے اور وہ بڑا جلد باز ہے ہم نے دن ورات کو دو نشانیاں بنایا ہے رات کی نشانی مٹا ہوا تاریک کیا ہے تاکہ اس میں سکون وآرام کرو۔ اور دن کی نشانی کو روشن رکھا ہے تاکہ تم اجالے میں اللہ کا فضل یعنی روزی تلاش کرو۔ اور برسوں کی گنتی اور حساب جانو۔ کہ اگر ہم چاند وسورج نہ بناتے تو تم دن ورات میں تمیز نہ کر سکتے اور نہ اوقات نماز وروزہ حج زکاۃ وغیرہ پہچان سکتے۔

تنبیہ: رات ودن خود نشانیاں ہیں، یا ان کی نشانیاں چاند وسورج ہیں۔ ابن جریج نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ دن کی نشانی سورج ہے اور رات کی نشانی چاند ہے اور اس کا محو ہونا اس کی سیاہی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چاند بھی سورج کی طرح روشن تھا مگر اللہ نے دونوں میں فرق کرنے کے لیے چاند کی روشنی محو کر دی۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ چاند میں یہ سیاہی کیسی ہے فرمایا: کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا۔ ﴿فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ﴾ [ابن کثیر]

(۵۔ آیت: ۱۳ تا ۱۵) ان آیات کا تعلق اوپر کی آیات سے ہے کہ ان میں اچھے برے اعمال کرنے اور ان پر سزا وجزا مرتب ہونے کا تذکرہ کیا گیا تھا۔ اس سے یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ دنیا میں کیے ہوئے اعمال آخرت میں ہوں گے کہاں۔ جن پر عذاب وثواب مرتب ہوگا، ان آیات میں اسی کو بیان فرمایا گیا ہے۔ کہ ہم نے ہر انسان کی قسمت اس کے گلے سے لگا دی ہے۔ یعنی اس کی تقدیر کا لکھا ہوا جو وہ کرے گا اور جیسا وہ ہوگا اس کی گردن سے لگا دیا ہے اس کے گلے کا ہار کر دیا ہے، گویا اس کا اعمال نامہ قیامت کے دن کھلا ہوا اس کی

www.waseemziyai.com

قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا

اس کے خوشحالوں پر احکام بھیجتے ہیں پھر وہ اس میں بے حکمی کرتے ہیں تو اس پر بات پوری ہوجاتی ہے تو ہم اسے تباہ کرکے

تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ

برباد کردیتے ہیں۔ اور ہم نے کتنی ہی سنگتیں نوح کے بعد ہلاک کردیں اور تمہارا رب کافی ہے

بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا

اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار دیکھنے والا جو یہ جلدی والی[۲] چاہے ہم اسے

لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاۗءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا

اس میں جلد دے دیں جو چاہیں جسے چاہیں پھر اس کے لیے جہنم کردیں کہ اس میں جائے

مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ

مذمت کیا ہوا دھکے کھاتا۔ اور جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے اور ہو

مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَاۗءِ وَهٰٓؤُلَاۗءِ

ایمان والا تو انھیں کی کوشش ٹھکانے لگی ہم سب کو مدد دیتے ہیں ان کو بھی اور اُن کو بھی

گردن میں پڑا ہوگا۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ اپنا نامہ اعمال پڑھ آج تو خود اپنا حساب کرنے کو کافی ہے۔ پس پڑھا بے پڑھا ہر شخص اسے پڑھے گا اور اس میں کوئی زیادتی کمی نہ پائے گا اور نہ اس کا انکار کر سکے گا۔ اور سدی کہتے ہیں: کہ کافر قیامت کے دن کہے گا تو نے تو فرمایا تھا: لست بظلام للعبید۔ پس تو مجھ قوت دے کہ میں اپنے نفس کا حساب کروں تو اس سے کہا جائے گا: ﴿اِقْرَاْ كِتٰبَكَ الخ﴾ تو جس نے ہدایت پائی اسنے اپنے ہی بھلے کے لیے ہدایت پائی کہ اس کا ثواب اسے ملے گا۔ اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے ہی برے کے لیے گمراہ ہوا کہ اس کے وبال میں ماخوذ ہوگا۔ اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا یعنی کوئی کسی دوسرے کے گناہ میں ماخوذ نہ ہوگا۔ اپنے ہی گناہ میں ماخوذ ہوگا۔ اور ہم عذاب نہیں دیتے ہیں جب تک کہ رسول نہ بھیج لیں اور ان کے ذریعہ انہیں آگاہ نہ کردیں اور ان پر حجت نہ قائم کرلیں۔

تنبیہ: طائرہ سے مراد اعمال ہیں جن کو وہ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اعمال کو جو اسباب خیر و شر ہیں طائر سے تشبیہ دی ہے جو کفار کے گمان میں برائے خیر و شر ہوتا تھا۔ اور وہ اس سے نیک فالی و بد فالی لیتے تھے۔ دہنی طرف سے پرند کا اڑنا مبارک اور اچھا سمجھتے تھے اور بائیں طرف سے پرند کا اڑنا برا اور منحوس خیال کرتے تھے۔ پھر ہر خیر و شر کو محاورہ میں طائر بولنے لگے۔ اور لزوم سے مراد عملوں کا لازم ہوتا ہے کہ ان سے جدا نہیں ہو سکتے ہیں جیسے کہ گردن سے طوق و قلادہ جدا نہیں ہوتا ہے۔ [کما لین] مجاہد کہتے ہیں کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کی گردن میں ایک کاغذ کے پرچے پر لکھا ہوا ہوتا ہے کہ وہ شقی ہے یا سعید ہے اسی کو تقدیر کہتے ہیں آدمی کا اس سے تجاوز کرنا ممکن نہیں ہے۔ حدیث میں ہے: لاعدوی و لا طیر۔ ایک کا مرض دوسرے کو نہیں لگتا ہے۔ اور پرند سے بدشگونی کچھ نہیں ہے۔ ﴿وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰۗىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ﴾ [بنی اسرائیل: ۱۳] اور ہر انسان کی تقدیر کا لکھا ہوا اس کی گردن میں پڑا ہے۔ [رواہ ابن جریر] اور قیامت کے دن ہر آدمی کو اس کا نامہ اعمال کھلا ہوا ملے گا۔ کراماً کاتبین کی تحریر نیک بختوں کے داہنے ہاتھ میں اور بدبختوں کو بائیں ہاتھ میں دی جائے گی جس میں تمام عمر کے اعمال درج ہوں گے۔ امام احمد کی حدیث میں ہے کہ آدمی کے روزانہ

www.waseemziyai.com

مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ

تمہارے رب کی عطا سے اور تمہارے رب کی عطا پر روک نہیں دیکھو ہم نے

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ

ان میں ایک کو ایک پر کیسی بڑائی دی اور بے شک آخرت درجوں میں سب سے بڑی اور فضل میں

تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا

سب سے اعلیٰ۔ اے سننے والے! اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرا کہ تو بیٹھ رہے گا مذمت کیا جاتا

مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ ع ۲ ۱۲ ۲

بیکس ف۶ اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ

اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ

اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہوں

اعمال پر مہر کردی جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے: ”حاسبوا قبل ان تحاسبوا“ یعنی حساب لیے جانے سے پہلے اپنا حساب جانچ لو، اپنے اعمال پر نظر کرلو کہ ان میں یہاں تمہیں تدارک وتلافی کی مہلت ہے۔ قیامت کے دن کچھ نہ کرسکو گے، اور آیت: ﴿وَمَنِ اهْتَدٰى الخ﴾ ولید ابن مغیرہ کے رد میں نازل ہوئی کہ وہ لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ تم میرے کہنے پر چلو، میں تم سب کے گناہ اٹھالوں گا۔ یا جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور سے مشرکوں کے نابالغ بچوں کی بابت سوال کیا تو حضور نے اپنے اجتہاد سے فرمایا کہ وہ اپنے باپ کے تابع ہوں گے، پھر دوبارہ فرمایا کہ وہ اللہ کے علم میں جیسے ہونے والے ہوں گے ویسے ہی ان کے ساتھ کیا جائے گا۔ پھر بعد استحکام اسلام جب تیسری بار یہ سوال کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ کوئی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا، بچوں سے ماں باپ کا مواخذہ نہ ہوگا۔

تنبیہ: دوسرے کے گناہ اٹھانے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ وہ خود دوسرے کے گناہ اٹھائے، اس کی آیت میں نفی فرمائی گئی ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ بحکم الٰہی دوسرے کے گناہ اٹھائے، اس کی دو شقیں ہیں۔ ایک یہ کہ کسی کا گناہ بحکم الٰہی دوسرے کے سر لادا جائے اور اول کو گناہ سے بری کیا جائے۔ جیسے قیامت کے دن مظلوم کے گناہ بقدر ظلم ظالم کے سر لادے جائیں گے۔ دوسری یہ کہ گناہ کرنے والے کے گناہ ایسے ہی باقی رہیں جیسے تھے اور دوسرے کے گناہ بھی اس کے سر لدیں جیسے کوئی دین میں برا طریقہ نکالے تو اس کا گناہ اس کے سر ہوگا اور جو اس کے نکالے ہوئے طریقہ پر چلے گا ان کا گناہ بھی اس کے سر ہوگا۔ یہ دونوں شقیں صحیح حدیث میں آئی ہیں۔ اور آیت: ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اثْقَالَهُمْ وَاثْقَالًا مَّعَ اثْقَالِهِمْ﴾ میں ان کی صراحت فرمائی گئی ہے۔ اور یہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ میت کے پس ماندوں کے رونے پیٹنے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر مرنے والا زندگی میں نوحہ کو اچھا سمجھتا ہو اور مرتے وقت نوحہ کرنے کی وصیت کر گیا ہو جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا تو اس پر نوحہ کرنے کا عذاب ہوگا۔ ورنہ نہ ہوگا۔ نیز یہ حدیث ایک یہودی عورت کے متعلق ہے کہ وہ مر گئی تھی اور اس کے پس ماندہ اس پر نوحہ کر رہے تھے، حضور ادھر سے گزرے تو فرمایا کہ اس پر تو عذاب ہو رہا ہے اور یہ لوگ اس پر نوحہ کر رہے ہیں۔ جیسا کہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں آیا ہے۔

(۶۔ آیت: ۱۶ تا ۲۲) ان آیات میں ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ کی توضیح فرمائی گئی ہے۔ یعنی جب ہم کسی بستی

www.waseemziyai.com

اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا

نہ کہنا اور انھیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا اور ان کے لیے عاجزی

جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾

کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ

تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم لائق ہوئے تو بے شک وہ

لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ

توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔ اور رشتے داروں کو ان کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو

السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ

اور فضول نہ اڑا بے شک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں

کو برباد کرنا چاہتے ہیں تو اس کے امیروں رئیسوں کو ہم اپنے رسولوں کی زبانی طاعت وفرمانبرداری کرنے کا حکم کرتے ہیں جب وہ اس میں حکم عدولی اور نافرمانی کرتے ہیں تو اس بستی پر ہماری بات پوری ہو جاتی ہے یعنی ہمارا عذاب ان پر واجب ہوتا ہے۔ پس ہم اسے تباہ وبرباد کر دیتے ہیں۔ اور بعض نے ﴿اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا﴾ کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ ہم اس بستی کے امیروں کو غریبوں پر مسلط کرتے ہیں۔ وہ عیاشی اور ظلم وستم کرتے ہیں اور غریب بھی ان کی دیکھا دیکھی ایسا ہی کرتے ہیں تو سب ہلاک کیے جاتے ہیں۔ اور بعض کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم اس بستی میں امیر زیادہ کر دیتے ہیں۔ غریب کم رہ جاتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں۔ اور بہت سی امتیں نوح کے بعد ہم نے ہلاک کیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا کافی ہے تو جو اپنے عمل کی جزا دنیا ہی میں چاہتا ہے اس کو ہم دنیا ہی میں دے دیتے ہیں جس کو جس قدر چاہتے ہیں، یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص کی خواہش پوری کی جائے۔ بلکہ بعض بالکل محروم رہتے ہیں۔ اور بعض کو تھوڑا ملتا ہے سب نہیں ملتا، کسی کو راحت چاہنے کے بدلے تکلیف ملتی ہے۔ پھر آخرت میں اس کے لیے جہنم کرتے ہیں جس میں وہ ملامت کا مارا دھکے کھاتا داخل ہوگا۔ جیسے منافق مسلمانوں کے ساتھ مال غنیمت ملنے کے لالچ میں جہاد کو جاتے تھے اور اپنے کیے کا بدلہ دنیا ہی میں پا لیتے تھے آخرت میں سوا دوزخ کے ان کا کچھ حصہ نہیں رہتا تھا۔ انہیں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ [بیضاوی] اور جو آخرت چاہتا ہے، یعنی اپنے عمل کے بدلے ثواب آخرت چاہتا اور اس کے لائق کوشش کرتا ہے اور وہ ایمان والا بھی ہے تو اس کی کوشش مقبول ہوتی ہے۔ ثواب ملتا ہے۔ ہم اپنی عطا سے دونوں فریقوں کی مدد کرتے ہیں۔ اور خدا کی عطا دنیا میں کسی پر بند نہیں ہے۔ دیکھو ہم نے ان میں ایک کو ایک پر مال وجاہ اور روزی رزق میں کیسی بڑائی دی ہے۔ کہ کسی مومن کو زیادہ دیا ہے اور کسی مومن کو کم دیا ہے۔ اور کسی کافر کو بہت سا دیا ہے اور کسی کافر کو تھوڑا سا دیا ہے۔ اور ضرور آخرت دنیا سے درجوں بڑی اور فضل میں اعلیٰ ہے۔ تو اسی کا طلب کرنا لائق ہے نہ دنیا کا۔ روایت ہے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ پر چند اعلیٰ وادنی آدمی حاضر ہوئے اور اپنے آنے کی اطلاع کرائی تو سب سے پہلے بلال وصہیب بلائے گئے تو ابوسفیان کو ناگوار گزرا، پس سہیل ابن عمرو نے کہا کہ ہم اور وہ اسلام کی دعوت دیئے گئے پس انہوں نے فوراً قبول کی اور ہم نے دیر میں۔ لہذا وہ پہلے بلائے گئے۔ یہ باب عمر کی کیفیت ہے تو آخرت کا تفاوت کیسا ہوگا۔ [سراج]

www.waseemziyai.com

وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ

اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے ف۷ اور اگر تو ان سے منہ پھیرے اپنے رب کی رحمت کے

مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ

انتظار میں جس کی تجھے امید ہے تو ان سے آسان بات کہہ اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے

مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا

بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا

مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ

تھکا ہوا بے شک تمہارا رب جسے چاہے رزق کشادہ دیتا اور کستا ہے، بے شک وہ

(۷۔آیت:۲۳تا۲۷) ان آیات میں چند باتوں کی ہدایت کی گئی ہے اور خطاب عام ہے۔

(۱) توحید کی، یعنی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہراؤ کہ مذمت کئے ہوئے بے یار و مددگار رہ جاؤ۔ کہ اللہ کے سوا کوئی کسی کی مدد کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔

(۲) غیر اللہ کو نہ پوجنے کی، یعنی اللہ کے سوا کسی شی کو نہ پوجو کہ کسی کو پوجنا غایت تعظیم ہے، اس کا مستحق سوائے خدا کے کوئی نہیں ہے۔

(۳) ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ کر، اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بوڑھے ہو جائیں تو ان سے ''ہوں'' نہ کہہ یعنی انہیں کسی بات پر نہ ٹوک، ان کے کسی فعل پر نکتہ چینی نہ کر، ان کی بو باس سے کراہت کر نہ گھنا، اور نہ کسی بات پر انہیں جھڑک، اور ان سے ادب سے بول، نرمی سے بات کر، پیارے القاب، محبت بھرے الفاظ سے انہیں پکار، جیسے ابا جان، امی جان، میرے باپ، میری ماں وغیرہ۔ کذا فسرہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور ان کے سامنے نرم دلی سے عاجزی کے بازو بچھا، یعنی نہایت تواضع کا ان کے ساتھ برتاؤ کر، اور کہہ اے میرے اللہ! ان پر مہر و شفقت فرما جیسا کہ انہوں نے ہمیں بچپنے میں محبت و شفقت سے پالا ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں ان کی عظمت ہے یا نہیں۔ اس آیت سے مسلمانوں کے لیے دعائے رحمت و مغفرت کرنا ثابت ہے۔ اور وہ ان کے لیے مفید ہے اور ایصال ثواب کی اصل ہے کہ اس سے رحمت و مغفرت مقصود ہوتی ہے۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ ذلیل و خوار ہوا وہ جس نے ماں باپ کو یا ایک کو ان میں سے پایا اور پھر جنت میں داخل نہ ہوا۔ یعنی ان کی اطاعت و فرماں برداری نہ کی۔ نسائی و ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضور سے جہاد پر جانے کی اجازت چاہی فرمایا تیری ماں ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: جا اس کی خدمت کر کہ جنت اس کے پیروں کے پاس ہے۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ اللہ کی رضا والدین کو راضی رکھنے میں ہے اور خدا کی ناراضی والدین کی ناخوشی میں ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے چاہے اس کی حفاظت کر یا اسے ضائع کر۔ دوسری حدیث میں ہے: إیاکم وعقوق الوالدین۔ ماں باپ کی نافرمانی سے بچو کہ والدین کی نافرمانی کرنے والا جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا۔ تیسری حدیث میں ہے کہ والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے والا بری موت نہ مرے گا۔ ایک شخص نے حضور سے آکر شکایت کی کہ میرا باپ میرا مال لیتا ہے۔ حضور نے اسے بلایا تو وہ بہت بوڑھا تھا، لکڑی کے سہارے آیا تو حضور نے پوچھا: اس نے عرض کی: یہ ایک وقت کمزور تھا اور میں قوی تھا، اور یہ فقیر تھا اور میں غنی تھا، میں اسے اپنے مال سے کوئی چیز لینے کو منع نہیں کرتا تھا، اب میں کمزور ہوں اور یہ قوی ہے۔ اور میں فقیر ہوں یہ مالدار ہے اور میرے ساتھ بخل کرتا ہے مال لینے نہیں دیتا ہے۔ پس حضور رو پڑے اور فرمایا: ہر اینٹ پتھر اسے سن کر رو دے گا۔ پھر لڑکے سے فرمایا۔ انت ومالك لابیك تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ یونہی ایک شخص نے آکر ماں کی بدخلقی کی شکایت کی فرمایا: تجھے

www.waseemziyai.com

كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿٣٠﴾ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ ع ٣ ٨ ٣

اپنے بندوں کو خوب جانتا دیکھتا ہے۔ ف۸ اور اپنی اولاد قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے

نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿٣١﴾ وَلَا

ہم تمھیں بھی روزی دیں گے اور انھیں بھی۔ بے شک ان کا قتل بڑی خطا ہے۔ اور

تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا تَقْتُلُوا

بدکاری کے پاس نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ۔ اور کوئی جان

النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ

جس کی حرمت اللہ نے رکھی ہے ناحق نہ مارو اور جو ناحق مارا جائے تو بے شک

جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿٣٣﴾

ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے تو وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے ضرور اس کی مدد ہونی ہے

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اس راہ سے جو سب سے بھلی ہے یہاں تک کہ

نو مہینے اس نے اپنے پیٹ میں رکھا، اس وقت وہ بدخلق نہ تھی۔ پھر اس نے وہی کہا فرمایا: تجھے دو برس دودھ پلایا تو وہ بدخلق نہ تھی۔ پھر اس نے وہی کہا تو فرمایا: تیرے لیے وہ راتوں کو جاگی اور دن کو پیاسی رہی، یعنی تیرے لیے رات دن وہ بے چین رہی اور تجھے چین سے رکھا اس وقت وہ بدخلق نہ تھی۔ لڑکا بولا: اس کا بدلہ میں نے کر دیا کہ اسے میں نے اپنی پیٹھ پر سوار کر کے حج کرائے۔ فرمایا: تو نے کچھ اسے بدلا نہیں دیا۔ [سراج]

تنبیہ: اگر ماں باپ بیٹے سے شرک کرنے یا کوئی اور گناہ کا کام کرنے کو کہیں تو نہ کرے کہ سورہ لقمان میں فرمایا گیا ہے: ﴿اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ [لقمان: ١٥] یعنی اگر والدین تجھ پر میرے ساتھ شریک کرنے پر زور دیں جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی اطاعت نہ کر، کہا نہ مان۔ اور حدیث میں ہے: "لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق" اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کسی مخلوق کی طاعت نہیں ہے۔ اور رحمت کی دعا ان کے لیے اس وقت کرے جب کہ وہ مسلمان ہوں۔ اور جو کافر ہوں تو ان کی ہدایت کی دعا کرے نہ رحمت کی، اور جو وہ کافر مر جائیں تو ان کی مغفرت کی دعا نہ مانگے۔

(۸۔ آیت: ۲۸ تا ۳۰) رشتہ داروں کا حق ادا کر یعنی ان میں سے جس کا نفقہ تجھ پر واجب ہو اسے دے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی نیک سلوک اور اچھا برتاؤ کر، ان کی تعزیت و عیادت کر، جب ان میں سے کوئی مرے تو اس کے کفن دفن میں شریک ہو اس کے لیے دعائے مغفرت کر۔ غرض کے ذوی القربیٰ کے ساتھ ایسا سلوک کرتا رہے جس سے ان کے حقوق ادا ہوتے رہیں۔ بزار حضرت ابوسعید خدری سے راوی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلا کر باغ فدک عطا فرمایا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اس کی آمدنی میں سے ان کا بھی کچھ حصہ مقرر فرمایا تھا۔ اور آیت کا مکی ہونا اس کے منافی نہیں ہے کہ آیت کے نزول کے بعد جب خیبر فتح ہوا تو حضور نے اس کے موافق کیا۔ بعض کے نزدیک ذوی القربیٰ سے حضور کے قرابت والے مراد ہیں اور ان کا حق خُمس ہے وہ انہیں دے۔

www.waseemziyai.com

اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا

وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور عہد پورا کرو بے شک عہد سے سوال ہونا ہے۔ اور ماپو تو پورا

كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾ وَلَا

ماپو اور برابر ترازو سے تولو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا۔ اور

تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ

اُس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بے شک کان، اور آنکھ اوردل ان سب

اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ

سے سوال ہونا ہے اور زمین میں اتراتا نہ چل

اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ

بے شک تو ہر گز زمین نہ چیر ڈالے گا اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا یہ جو کچھ

ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى

گزرا ان میں کی بری بات تیرے رب کو ناپسند ہے۔ یہ ان وحیوں میں سے ہے

تفسیر ثعلبی میں ہے کہ حضرت امام علی ابن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک شامی سے پوچھا تو قرآن پڑھتا ہے؟ بولا ہاں۔ فرمایا تو نے آیت: ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾ پڑھی ہے؟ بولا ہاں پڑھی ہے کیا وہ قرابت والے آپ ہیں؟ فرمایا: ہاں وہ قرابت والے ہمیں ہیں۔

(۴) یہ کہ مسکین ومسافر کا حق ادا کر یعنی انہیں زکاۃ وخیرات دے۔

(۵) یہ کہ جو مال ودولت خدا نے تجھے دی ہے اسے فضول خرچ نہ کر کہ فضول وناجائز طور سے خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں یعنی پیرو۔ اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے، تم اس کی پیروی نہ کرو۔ اسکے راستوں میں مال خرچ نہ کرو، چونکہ زمانہ جاہلیت میں دکھاوے اور ناموری کے لیے خرچ کیا کرتے تھے اور بے فائدہ کاموں میں پیسہ اٹھایا کرتے تھے لہذا انہیں یہ حکم فرمایا گیا اور خرچ کرنے کا طریقہ بتایا گیا۔ ایک تمیمی نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ میں اپنا مال کس طرح صرف کروں۔ مختصر طور سے مجھے بتا دیجیے تو حضور نے آیت: ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى الخ﴾ اس کے سامنے پڑھی۔ [رواہ احمد] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ راہ حق کے خلاف مال خرچ کرنا تبذیر ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: کہ راہ حق کے خلاف ذرا سا بھی مال خرچ کرنا تبذیر ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ فضول اور ناحق مال خرچ کرنا تبذیر ہے۔ اور راہ حق میں کل مال خرچ کر دینا تبذیر نہیں ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مال خرچ کرنا تبذیر ہے اور وہ ممنوع وگناہ ہے۔

(۸) شان نزول: یہ آیت حضرت بلال وصہیب وغیرہ غربائے اسلام کے حق میں نازل ہوئی۔ کہ وہ وقت حاجت حضور سے سوال کرتے تو حضور اگر وہ شی موجود ہوتی تو دیدیتے اور جو موجود نہ ہوتی تو شرم سے منہ پھیر لیتے اور وہ شی آنے کے انتظار میں خاموش رہتے۔ [سراج وغیرہ] اور آیت: ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً﴾ کی شان نزول یہ ہے کہ ایک بار ایک مسلمان عورت کے سامنے ایک یہودیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سخاوت کی بہت تعریف کی تو ان مسلمہ بی بی نے اس سے کہا کہ ہمارے نبی علیہ السلام حضرت موسیٰ

www.waseemziyai.com

اِلَیْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى

جو تمہارے رب نے تمہاری طرف بھیجی حکمت کی باتیں اور اے سننے والے! اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرا

فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِیْنَ وَاتَّخَذَ

کہ تو جہنم میں پھینکا جائے گا طعنہ پاتا دھکے کھاتا۔ ف۹ کیا تمہارے رب نے تم کو بیٹے چن دیے اور اپنے لیے

ع ۴ ۱۰ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ

فرشتوں سے بیٹیاں بنائیں؟ بے شک تم بڑا بول بولتے ہو اور بے شک

صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ

ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان فرمایا کہ وہ سمجھیں اور اس سے انھیں نہیں بڑھتی مگر نفرت تم فرماؤ اگر

كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِی الْعَرْشِ

اس کے ساتھ اور خدا ہوتے جیسا یہ بکتے ہیں جب تو وہ عرش کے مالک کی طرف کوئی

سَبِیْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِیْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ

راہ ڈھونڈ نکالتے اسے پاکی اور برتری ان کی باتوں سے بڑی برتری۔ اس کی پاکی

لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا

بولتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں اور کوئی چیز نہیں

(۹۔آیت:۳۱ تا ۳۹) چونکہ بعض قبائل عرب اپنی جہالت اور مفلسی اور بے عزتی کے سبب اور داماد بنانے کو ننگ وعار سمجھنے کی وجہ سے اپنی لڑکیوں کو مار ڈالا کرتے تھے پیدا ہوتے ہی زندہ گاڑ دیا کرتے تھے، علاوہ اس کے عام طور سے اہل عرب دوسری بری باتیں بھی کیا کرتے تھے۔ ان آیات میں ان کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ اور حکم عام ہے۔

(۱) یہ کہ اولاد کو فقر وفاقہ کے خوف سے قتل نہ کرو ہم تمہیں اور انہیں رزق دیتے ہیں۔ ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے خواہ افلاس کی وجہ سے ہو یا ننگ وعار کے سبب کہ اس میں قطع نسل، انقطاع نوع اور ظلم ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور سے پوچھا گیا سب سے بڑا گناہ کون ہے۔ فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک کرنا پھر اولاد کو قتل کرنا کہ وہ رزق میں تیرے شریک ہو جائے گی۔

(۲) یہ کہ زنا کے پاس نہ جاؤ کہ وہ بے حیائی اور برا طریقہ ہے۔ زنا کی مختلف صورتیں ہیں حتی کہ ان کے بعض نکاح بھی زنا ہوتے تھے۔ اس کی سختی سے ممانعت فرمائی گئی۔ یہاں تک کہ جو باتیں زنا کی طرف بلانے والی تھیں ان کی بھی ممانعت کی گئی۔ جیسے غیر عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا اس سے فحش ہنسی مذاق اور لگاوٹ آمیز باتیں کرنا اس کے سامنے اشعار عاشقانہ پڑھنا وغیرہ۔ ابن ابی الدنیا کی روایت میں ہے کہ شرک کے بعد کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ مرد اپنا نطفہ ایسے رحم میں ڈالے جو اس کے لیے حلال نہیں ہے۔

(۳) یہ کہ جس جان کا مارنا اللہ نے حرام فرمایا ہے۔ یعنی اسلام اور عہد وذمہ سے جسے محترم کیا ہے اسے ناحق نہ مارو حق سے مارو۔ پس معاہدی اور ذمی اور مستامن کا مارنا روا نہیں ہے جب تک کہ وہ مسلمانوں کی ذمہ داری اور امان میں ہے، اور جب تک معاہدی سے عہد کیا ہو۔ اور حق سے مارنا تین طرح ہے۔

www.waseemziyai.com

اول: جو بعد احصان زنا کرے اسے رجم کرو۔

دوسرے: جو مرتد ہو جائے اسلام سے پھر جائے اسے قتل کرو۔

تیسرے: جو کسی بے گناہ مسلمان کو عمداً قتل کرے اسے قتل کرو، جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ ناحق کسی مسلمان کو قتل کرنے سے دنیا کا زوال اللہ کے نزدیک آسان ہے۔ اور جو ناحق مارا جائے اس کے وارث کو اختیار ہے وہ قاتل کو اسکے بدلے قتل کرے۔ مگر قتل میں زیادتی نہ کرے یعنی قاتل کے سوا کسی دوسرے کو قتل نہ کرے اور نہ ایک کے بدلے دو چار کو قتل کرے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے۔ اور جس طرح قتل کیا گیا ہو اسی طرح قتل کرے اس سے زیادہ اذیت دے کر قتل نہ کرے اور بعد قتل مثلہ نہ کرے اور چاہے تو معاف کر دے۔ یا تاوان لے کر چھوڑ دے۔

(۴) یہ کہ یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ۔ یعنی اس میں تصرف نہ کرو۔ مگر اس طرح کہ ان کے لیے بہتر اور اچھا ہو یعنی اصل مال باقی رہے اور نفع سے ان کی گزر ہو یہاں تک کہ وہ بالغ ہوں۔ اور چال چلن میں ٹھیک اور کاروبار کے قابل ہو جائیں۔ اس کی مدت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اٹھارہ سال ہے، یہی قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور یہی یہاں مختار ہے۔ کمافی المدارک۔ اور تفصیل اس کی شروع پارہ پنجم میں گزری۔

(۵) یہ کہ تم نے اللہ و رسول اور لوگوں سے جو عہد کیا ہو وعدہ دیا ہوا سے پورا کرو۔ ورنہ قیامت کے دن تم سے اس کی باز پرس ہوگی۔

(۶) یہ کہ پورا ناپ تول کر واس میں کمی نہ کرو۔ اور صحیح ترازو سے تولو جس میں پاسنگ نہ ہو اور تولنے میں ڈنڈی نہ مارو۔ یہ پورا ناپنا تولنا کم تولنے ناپنے سے بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے۔

(۷) یہ کہ اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے حکم نہ ہو۔ یعنی جو بات تجھے معلوم نہ ہو، دیکھی سنی نہ ہو اسے منہ سے نہ نکالو۔ جھوٹی بات نہ کہو، جھوٹی شہادت نہ دو، کسی پر تہمت نہ دھرو، غلط افواہیں نہ اڑاؤ کہ آنکھ کان دل وغیرہ تمام اعضائے جسم سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے صاحب نے تم سے کیا کیا فعل کیے ہیں یہ سب بتائیں گے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: ﴿یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [النور: ۲۴]

(۸) یہ کہ تو زمین پر اترا تا فخر و غرور کرتا نہ چل کہ تو زمین کو تکبر سے نہ چیر ڈالے گا اور نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہونچے گا۔ ان میں کی ہر بات بری اور اللہ کو ناپسند ہے۔ جیسا کہ سورہ لقمان میں فرمایا گیا ہے: ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ﴾ [لقمان: ۱۸، ۱۹] یعنی زمین پر اترا تا نہ چل کہ اللہ کسی مغرور و متکبر کو محبوب نہیں رکھتا ہے بلکہ درمیانی چال چلنے اور پست آواز سے بولنے کا حکم فرمایا ہے ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾ [الفرقان: ۶۳] اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں، گویا اس سے مقصود یہ ہے کہ بندہ فخر و تکبر کی چال نہ چلے تواضع و فروتنی اختیار کرے۔ [سراج] ابن ابی الدنیا نے ابوبکر ہذلی سے روایت کی ہے کہ وہ حسن بصری کے پاس بیٹھے تھے کہ منصور ادھر سے ریشم کے کئی جبے تلے اوپر پہنے ہوئے اترا تا ہوا گزرا آپ نے کچھ نصیحت آموز الفاظ کہے جو اس نے سنے حاضر ہو کر عذر کیا فرمایا عذر نہ کر خدا سے جا کر توبہ کر۔ اور یہ آیت پڑھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو اکڑتا ہوا چلتے دیکھ کر فرمایا کہ شیطان لعین کے بھائی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ صحیح حدیث ہے کہ جس وقت میری امت اکڑ کر چلے گی اور فارس و روم کے شہزادے ان کی خدمت کریں گے اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے بروں کو نیکوں پر مسلط کرے گا۔ حضور جب چلتے تو سر جھکائے ہوئے چلتے جیسے اوپر سے نیچے کو اترتے ہیں۔ [مواہب]

تنبیہ: آیات مذکورہ میں خطاب حضور سے ہے مگر مراد اس سے امت ہے۔ حضور تمام افعال شنیعہ اور افعال قبیحہ سے پاک تھے۔

پس آیات: ﴿وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ سے یہاں تک جن باتوں کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم کیا گیا ہے وہ پچیس (۲۵) ہیں سراج میں انہیں شمار کیا گیا ہے۔

www.waseemziyai.com

يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے ف

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

اور اے محبوب! جب تم نے قرآن پڑھا ہم نے تم میں اور ان میں کہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے

حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ

ایک چھپا ہوا پردہ کردیا اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف ڈال دیے ہیں کہ اسے نہ سمجھیں اور ان کے

اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓي

کانوں میں ٹینٹ اور جب تم قرآن میں اپنے اکیلے رب کی یاد کرتے ہو وہ پیٹھ پھیر

اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ

کر بھاگتے ہیں نفرت کرتے۔ ہم خوب جانتے ہیں جس لیے وہ سنتے ہیں جب تمہاری طرف کان

(۱) اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرانا (۲) اللہ ہی کی عبادت کرنا (۳) غیر اللہ کی عبادت نہ کرنا (۴) والدین کے ساتھ احسان کرنا (۵) ان سے ہوں نہ کہنا (۶) انہیں نہ جھڑکنا (۷) ان سے نرمی سے گفتگو کرنا (۸) ان کے ساتھ عاجزی سے پیش آنا (۹) ان کے لیے دعائے رحمت ومغفرت کرنا۔ (۱۰) رشتہ داروں کا حق دینا (۱۱) مسکین کو دینا (۱۲) مسافر کو دینا (۱۳) فضول خرچ نہ کرنا (۱۴) سائل کو بلطف ونرمی منع کرنا (۱۵) بے حد بخل (۱۶) بے حد سخاوت نہ کرنا (۱۷) اولاد کو قتل نہ کرنا (۱۸) جس کا قتل کرنا حرام ہے اسے قتل نہ کرنا (۱۹) مقتول کے وارث کو قصاص لینے پر قادر کرنا (۲۰) قصاص میں زیادتی نہ کرنا (۲۱) عہد پورا کرنا (۲۲) پورا تول ناپ کر دینا (۲۳) صحیح ترازو سے تول کر دینا (۲۴) نامعلوم بات نہ کہنا اس کا چرچا نہ کرنا (۲۵) اترا کر نہ چلنا۔ [سراج]

(۱۰۔آیت: ۴۰ تا ۴۴) ان آیات میں اثبات توحید فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے اہل مکہ! کیا اللہ نے تمہارے لیے بیٹے مخصوص کئے ہیں اور اپنے لیے بیٹیاں بنائی ہیں، یہ تمہارا زعم غلط ہے تم بڑا بول بولتے ہو۔ یعنی اللہ کے لیے اولاد بتاتے ہو۔ کما فی الآیۃ الاخری۔ ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے انہیں سمجھایا مگر اس سے انہیں اور نفرت بڑھی۔ اے نبی تم ان سے فرماؤ اگر اللہ کے ساتھ اور خدا ہوتے جیسا کہ وہ کہتے ہیں تو وہ عرش کے مالک کی طرف جانے کی کوئی راہ تلاش کرتے اور فساد کرتے۔ تو نظام عالم خراب ہوتا حالاں کہ نظام عالم بدستور ہے۔ کوئی خرابی اس میں واقع نہیں ہوئی ہے، تو معلوم ہوا کہ سوائے ایک خدا کے کوئی خدا نہیں ہے۔ اللہ پاک اور بہت بلند ہے، اس سے جو یہ کہتے ہیں۔ حسینی میں تیسیر سے منقول ہے کہ ایک بار عصائے مبارک نے آواز سے تسبیح پڑھی کہ سب نے سنی اور تعجب سے حضور سے پوچھا کیا خشک لکڑی بھی تسبیح کرتی ہے۔ تو حضور نے آیت یسبح لہ الخ پڑھی۔ یعنی اس کی پاکی ساتوں آسمان اور زمین اور جو چیز ان میں ہے یعنی مخلوق اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے۔ مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو کہ وہ تمہاری زبان میں نہیں ہوتی ہے ان کی زبان میں ہوتی ہے جسے سمجھنے والے سمجھتے ہیں۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام پہاڑوں کی تسبیح سنتے سمجھتے تھے۔ اور ان کی تسبیح سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔ اس پر ائمہ سلف کا اجماع ہے کہ ہر شی خدا کی تسبیح کرتی ہے۔ خواہ وہ جانور ہو یا بے جان ہو یہی صحیح ہے۔ اور بہت سی احادیث حیوانات وجمادات پر تسبیح قالی پر دلالت کرتی ہیں۔ امام بخاری حضرت عبداللہ بن مسعود سے راوی کہ ہم کھاتے میں کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے۔ اور امام احمد مسند میں راوی کہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کا وقت آیا تو حضور نے اپنے بیٹوں یعنی حضرت

www.waseemziyai.com

اِلَیْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا

لگاتے ہیں اور جب آپس میں مشورہ کرتے ہیں جبکہ ظالم کہتے ہیں تم پیچھے نہیں چلے مگر ایک ایسے مرد کے

مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ

جس پر جادو ہوا دیکھو انھوں نے تمھیں کیسی تشبیہیں دیں تو گمراہ ہوئے کہ راہ نہیں

سَبِیْلًا ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا

پاسکتے۔ ف۱۱ اور بولے کیا ہم جب ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے کیا سچ مچ نئے

جَدِیْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَكْبُرُ

بن کر اٹھیں گے؟ تم فرماؤ کہ پتھر یا لوہا ہوجاؤ یا اور کوئی مخلوق جو تمہارے

فِیْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ

خیال میں بڑی ہو تو اب کہیں گے ہمیں کون پھر پیدا کرے گا؟ تم فرماؤ وہی جس نے تمھیں پہلی بار

امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلا کر فرمایا کہ تم دونوں کو سبحان اللہ وبحمدہ پڑھنے کا حکم کرتا ہوں کہ وہ ہر شی کی صلاۃ ہے اور اسی کے ساتھ ہر شی رزق دی جاتی ہے۔ ابوجہل کے ہاتھ میں کنکریوں کا لا إله الا الله کہنا ستون کا فراق میں رونا اور شجر وحجر کا حضور کو سلام کرنا اس پر شاہد ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شی میں روح ہے وہ خدا کی تسبیح کرتی ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ مراد اس سے حیوانات ونباتات یعنی بڑھنے والی چیزیں ہیں۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے اور میزان پر بھاری اور خدا کو محبوب ہیں وہ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم ہیں۔ اور بعض نے اس کی تاویل میں کہا ہے کہ ہر شی بزبان حال خدا کی تسبیح کرتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بمرادہ۔

(۱۱۔ آیت: ۴۵ تا ۴۸) شان نزول اس آیت کی ﴿نفور ا﴾ تک یہ کہ جب سورۃ ﴿تبت یدا﴾ نازل ہوئی تو ام جمیل زوجۂ ابولہب بڑبڑاتی ہوئی ہاتھ میں تیر لیے ہوئے اس جگہ آئی جہاں حضور اور صدیق اکبر بیٹھے ہوئے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے آتا دیکھ کر اس خیال سے کہ وہ کہیں حضور کے ساتھ گستاخی نہ کرے حضور سے کہا وہ مردار آرہی ہے۔ فرمایا آنے دو۔ وہ مجھے دیکھ نہ سکے گی اور یہ آیت "حجابا مستورا" تک پڑھی۔ جب وہ قریب آئی تو حضور اسے نظر نہ پڑے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر بولی تیرا صاحب کہاں ہے میں اس کے مارنے کو یہ پتھر لائی تھی کہ اس نے میری ہجو کی ہے تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ وہ شاعر نہیں ہیں جو تیری ہجو کرتے۔ پس وہ یہ کہتی ہوئی چلی گئی کہ سب جانتے ہیں کہ میں قبیلہ قریش کے سردار کی بیٹی ہوں۔ بعد کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی آپ کو اس نے دیکھا نہیں فرمایا میرے اور اس کے درمیان ایک فرشتہ حائل تھا۔ [سراج وغیرہ] امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس کا نزول عام ہے۔ اور شان نزول آیت نحن اعلم کی سبیلا تک یہ ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اشراف قریش کی دعوت کرنے کو فرمایا: جب سب آگئے تو حضور نے ان کے سامنے قرآن عظیم پڑھا۔ اور کلمہ لا الہ الا اللہ کہنے کو کہا انہوں نے آپس میں کہا: ﴿اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا﴾ اگر تم نے اتباع کیا تو ایک مغلوب العقل کا اتباع کروگے۔ [سراج] اور حسینی میں عین المعانی سے اس کی شان نزول یہ منقول ہے کہ قرآن عظیم سن کر نضر ابن حارث نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کہتے ہیں، ابوسفیان نے کہا میں ان کی بعض باتیں سچی جانتا ہوں ابوجہل بولا وہ دیوانہ ہے، ابولہب نے کہا وہ کاہن ہے، نویطب بولا وہ شاعر ہے تو ان احمقوں کی شان میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

www.waseemziyai.com

مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ

پیدا کیا تھا، تو اب تمہاری طرف مسخرگی سے سر ہلا کر کہیں گے یہ کب ہے؟ تم فرماؤ شاید

يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ

نزدیک ہی ہو۔ جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے چلے آؤ گے اور

اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾ وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ع ۵

سمجھو گے کہ نہ رہے تھے مگر تھوڑا۔ ف۱۲ اور میرے بندوں سے فرماؤ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو

اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا

بے شک شیطان ان کے آپس میں فساد ڈال دیتا ہے بے شک شیطان آدمی کا کھلا

مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ

دشمن ہے۔ تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے وہ چاہے تو تم پر رحم کرے یا چاہے تو تمہیں عذاب کرے

مطلب یہ ہے کہ اے محبوب جب تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور کافروں کے درمیان پردہ کر دیتے ہیں صرف اپنے رب کا ذکر کرتے ہو تو وہ نفرت سے پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں کہ اس میں ان کے شرکا کا ذکر نہیں ہوتا ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ جس لیے وہ قرآن سنتے ہیں۔ یعنی تکذیب واستہزا کے لیے اور جب وہ تمہاری قرأت کی طرف کان لگاتے ہیں۔ اور جب وہ باہم مشورہ کرتے ہیں تو ولید ابن مغیرہ اور اس کے ساتھی کہتے ہیں کہ تم جادو کیے ہوئے شخص کا اتباع کرتے ہو۔ یعنی مغلوب العقل کی پیروی کرتے ہو اللہ فرماتا ہے۔ دیکھو تمہیں انہوں نے کیسی تشبیہیں دیں، مغلوب العقل کہا، کاہن وشاعر بتایا، مجنون بتایا۔ پس وہ ایسے گمراہ ہوئے کہ راہ نہیں پا سکتے۔

تنبیہ: آیت سے ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حقیر چیزوں کے ساتھ تشبیہ دینا حضور کی شان میں ناملائم الفاظ کہنا گمراہی ہے، بلکہ اگر اس سے تحقیر وتنقیص شان رسالت ہوتی ہو تو کفر ہے، اسی بنا پر علما اہل سنت نے بعض اکابر وہابیہ کی تکفیر کی ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں حقیر چیزوں کے ساتھ حضور کو تشبیہ دی ہے جس سے شان رسالت کی تنقیص لازم آتی ہے۔

(۱۲۔ آیت: ۴۹ تا ۵۲) چونکہ کفار مکہ قیامت کے منکر تھے اور مر کر زندہ ہونا عقل سے بعید سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ آدمی کی ترکیب عناصر اربعہ سے ہوئی ہے اور جب وہ مر کر ریزہ ریزہ ہو کر اصلی عناصر اربعہ میں مل گیا تو اس کا دوبارہ اصل سے جدا ہو کر ترکیب پانا اور زندہ ہونا عقل میں نہیں آتا ہے اور نہ معلوم دنیا کا سلسلہ کب سے چلا آتا ہے اور کب تک باقی رہے گا تو قیامت قائم ہونا محض گمان ہی گمان ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں ان کا مقولہ نقل فرما کر جواب دیتا ہے کہ کافر کہتے ہیں کیا جب ہماری ہڈیاں گل کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گی تو پھر ہم نئے بن کر اٹھیں گے تو اے نبی! تم ان سے فرماؤ کہ خواہ پتھر یا لوہا یا اس سے بھی زیادہ کوئی سخت چیز ہو جاؤ جو تمہارے خیال میں حیات قبول کرنے والی نہ ہو۔ تب بھی تم زندہ کیے جاؤ گے تو وہ اسے عقل سے بعید سمجھ کر کہیں گے کون پھر زندہ کرے گا تم فرماؤ جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا حالانکہ اس وقت کچھ بھی نہ تھے، وہی تمہیں دوبارہ پیدا کرے گا۔ بلکہ دوبارہ بنانا پہلی بار کے بنانے سے سہل وآسان ہے۔ تو وہ ہنسکر تمسخر سے سر ہلا کر کہیں گے، یہ کب ہوگا کب اٹھائے جائیں گے، تم ان سے فرماؤ! شاید نزدیک ہی ہو جس روز وہ تمہیں بلائے گا نظیر اس کی یوم ینادی منادمن مکان قریب ہے اور ندا دینے والے اس روز اسرافیل ہوں گے جو پکار کر کہیں گے اے بوسیدہ جسموں اور اے گلی ہوئی ہڈیوں اور اے پراگندہ کافروں جیسے تم تھے ویسے ہی ہو جاؤ۔ پس تم یہ ندا سنتے ہی زندہ ہو کر اللہ کی حمد کرتے چلے آؤ گے اور ہول

www.waseemziyai.com

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

اور ہم نے تم کو ان پر کڑوڑا بناکر نہ بھیجا اور تمہارا رب خوب جانتا ہے جو کوئی آسمانوں

وَالْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ

اور زمین میں ہیں اور بے شک ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر بڑائی دی اور داؤد

زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ

کو زبور عطا فرمائی ف۱۳ تم فرماؤ پکارو انہیں جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں رکھتے

الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى

تم سے تکلیف دور کرنے اور نہ پھیر دینے کا وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی

رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ

اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے ، اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے

قیامت کی وجہ سے یہ سمجھو گے کہ ہم دنیا میں تھوڑی ہی دیر رہے۔ لبثنا یوما او بعض یوم الآیہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بحمدہ کی تفسیر بامرہ کی ہے یعنی تم اس کے حکم سے چلے آؤ گے۔ اور سعید ابن جبیر کہتے ہیں کہ حشر کے دن وہ اپنے سروں سے خاک جھاڑتے ہوئے اور سبحان اللہ وبحمدہ کہتے ہوئے اٹھیں گے اس وقت حمد کرنے سے انہیں کوئی نفع نہ ہوگا۔ [سراج وغیرہ]

(۱۳۔ آیت: ۵۳ تا ۵۵) شان نزول اس کی یہ ہے کہ جب کفار نے مسلمانوں پر چاروں طرف سے یورش کی اور طرح طرح کی ایذائیں دینا شروع کیں۔ تو مسلمانوں نے تنگ آکر حضور سے عرض کی کہ آپ ہمیں کفار سے مقابلہ کی اجازت دے دیجیے تاکہ ہم انہیں منہ توڑ جواب دیں۔ فرمایا مجھے اب تک جہاد کا حکم نہیں ملا ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو حکم ہوا کہ کفار سے ایسی بات کہیں جو سب سے اچھی ہو اور ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں۔ سختی سے گفتگو نہ کریں، ان کی سخت کلامی اور ایذا دہی کو نظر انداز کریں، کہ اگر وہ بھی ان کے ساتھ انہی جیسا برتاؤ کریں گے تو کفار راہ راست پر نہ آئیں گے کہ شیطان انہیں ورغلا کر راہ راست پر نہ آنے دے گا۔ فساد برپا کرے گا۔ اور عبادی سے مومنین مراد ہیں اور بعض کا یہ قول ہے کہ یہ حکم مسلمانوں کے لیے ہے کہ وہ باہم نرمی اور خندہ پیشانی سے بات چیت کیا کریں، اچھی طریقہ سے ملا کریں کہ شیطان ان کے پیچھے لگا ہوا ہے کہیں ناگوار الفاظ کے سبب وہ ان میں فساد و فتنہ کھڑا نہ کرے اور دوسری آیت یہود کو الزامی جواب دینے کے لیے اتری کہ وہ کفار مکہ سے کہا کرتے کہ حضرت موسیٰ کے بعد کوئی نبی نہیں آیا اور نہ کوئی کتاب نازل ہوئی۔ اور اہل مکہ کا ان پر اہل علم ہونے کی وجہ سے کافی اعتماد تھا۔ جو وہ کہتے اسے یقین کرتے، مگر باوجود انکار کے یہود حضرت داؤد کو نبی اور زبور کو کتاب الٰہی مانتے تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اور انبیا کو مجملاً اور حضرت داؤد اور زبور کو صراحۃً ذکر فرما کر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہود کا قول غلط ہے۔ موسیٰ کے بعد علاوہ دیگر انبیا کے داؤد نبی ہوئے ان پر زبور نازل ہوئی جس کے وہ خود مقر ہیں اور بے شک ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور کسی نہ کسی فضیلت کے ساتھ مخصوص کیا ہے جس کے سبب وہ دوسرے سے افضل ہوا جیسے داؤد کو زبور دی موسیٰ کو کلام کے ساتھ اور ابراہیم کو خلت کے ساتھ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج و محبوبیت کے ساتھ سرفراز کیا، یہی ظاہر کرنے کے لیے ہم نے اس سورۃ کو اس فضیلت سے مصدر کیا ہے کہ وہ تمام خلق سے افضل ہیں گویا فضلنا بعض النبیین سے سرور عالم کی افضلیت کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ آیت: تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض میں تھا اور "آتينا داؤد زبورا" وجہ اور

www.waseemziyai.com

عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا

عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔ ف۱۴ اور کوئی بستی نہیں مگر

نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ كَانَ

یہ کہ ہم اسے روزِ قیامت سے پہلے نیست کردیں گے یا اسے سخت عذاب دیں گے

ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾ وَمَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّاۤ اَنْ

یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اور ہم ایسی نشانیاں بھیجنے سے یوں ہی باز رہے کہ

كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا

انھیں اگلوں نے جھٹلایا اور ہم نے ثمود کو ناقہ دیا آنکھیں کھولنے کو ان لوگوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم

نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ

ایسی نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کو ف۱۵ اور جب ہم نے تم سے فرمایا کہ سب لوگ تمہارے رب کے قابو میں ہیں

افضلیت پر دلیل ہے کہ زبور مقدس میں کہا گیا کہ محمد خاتم الانبیا ہیں اور ان کی امت خیر الامم ہے۔ کما قال تعالیٰ: ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ﴾ [الانبیاء:۱۰۵] اور وہ محمد اور ان کی امت ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ [مدارک] اسی لیے خاص طور سے آیت میں حضرت داؤد اور زبور کو ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۴۔ آیت: ۵۶، ۵۷) شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مسیح وعزیر اور ملائکہ اور چاند وسورج اور ستاروں کے پوجنے والوں کے حق میں نازل ہوئی۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ جنات کو پوجا کرتے تھے، کچھ دنوں بعد وہ جنات تو مسلمان ہوگئے مگر ان کو پوجنے والے ایمان نہ لائے باطل پرستی پر اڑے رہے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ایک بار مشرکین مکہ سخت قحط میں مبتلا ہوئے کہ مردار اور کتے مار کر کھائے اور قحط دفع ہونے کے لیے ہر چند اپنے معبودوں کو پکارا مگر قحط دفع نہ ہوا، آخر کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [سراج وغیرہ] بہر حال مطلب یہ ہے کہ اے نبی تم ان مشرکوں سے کہدو کہ تم اس وقت انہیں پکارو جن کو اللہ کے سوا معبود خیال کرتے اور ان کی الوہیت کا گمان کرتے ہو وہ تمہاری تکلیف دور کریں اور جب وہ تمہاری تکلیف دور نہیں کر سکتے ہیں تو انہیں معبود کیوں مانتے ہو۔ وہ مقبول بندے۔ یعنی عیسیٰ وعزیر وملائکہ تو خود اللہ کی جناب میں پہنچنے کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور اعمال صالحہ کو تقرب کا ذریعہ بناتے اور دیکھتے ہیں کہ ان میں سے بارگاہ الٰہی میں کون زیادہ مقرب ہے کہ اس کا توسل پکڑیں۔ اور اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ یا یہ معنی ہیں کہ کفار دیکھتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ مقرب ہے پس اس کا وسیلہ بنائیں اس سے مقربان الٰہی کو وسیلہ بنانا ثابت ہے۔

(۱۵۔ آیت: ۵۸، ۵۹) شان نزول: جب حضور کو تبلیغ اقارب کا حکم ہوا تو حضور نے کوہ ابوقبیس پر چڑھ کر قریش کو پکارا، جب سب جمع ہوگئے تو حضور نے انہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا تو قریش بولے تم نبی ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ۔ یہ سامنے والی پہاڑی دور کر کے نہریں جاری کر دو یا مردوں کو زندہ کرو کہ وہ ہم سے تمہارا نبی ہونا بیان کریں یا یہ پہاڑی سونے کی کر دو کہ ہمارے کام آئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حضور سے فرمایا گیا کہ اگر تم عذاب میں تاخیر چاہتے ہو تو ویسا ہی کیا جائے اور جو تم ان کے چاہے ہوئے معجزے چاہتے ہو تو وہ دیئے

www.waseemziyai.com

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ

اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو اور وہ پیڑ جس پر

فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ع ۶۰ وَاِذْ قُلْنَا ع ۸ ۶

قرآن میں لعنت ہے اور ہم انھیں ڈراتے ہیں تو انھیں نہیں بڑھتی مگر بڑی سرکشی۔ ف۱۶ اور یاد کرو جب ہم نے

لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ

فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے بولا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے

خَلَقْتَ طِيْنًا ۝۶۱ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۡ لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ

تو نے مٹی سے بنایا؟ بولا دیکھ تو خو یہ تو نے مجھ سے معزز رکھا اگر تو نے مجھے

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۶۲ قَالَ اذْهَبْ

قیامت تک مہلت دی تو ضرور میں اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا مگر تھوڑا فرمایا دور ہو

جائیں۔ اگر وہ معجزے دیکھنے کے بعد ایمان نہ لائیں گے تو فوراً ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ کہ ہم معجزہ دکھانے کے بعد ایمان نہ لانے والوں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ ایسا ہی ہم نے اگلوں کے ساتھ کیا ہے۔ پس حضور نے تاخیر پسند فرمائی اور اس آیت سے اہل مکہ کو خوف دلایا گیا ہے اور خبردار کیا گیا ہے کہ اگر وہ اپنی ہٹ اور افعال سے باز نہ آئیں گے تو انہیں قیامت سے پہلے ہلاک کر دیا جائے گا۔ یا سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ چنانچہ اہل مکہ کو سات سال برابر سخت قحط میں مبتلا رکھا گیا اور ان کے مانگے ہوئے معجزے اس لیے نہیں دکھائے جاتے ہیں کہ اگر وہ حسب خواہش معجزہ دیکھنے کے بعد ایمان نہ لائے تکذیب کی تو ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ جیسے کہ قوم عاد و ثمود معجزہ طلب کرنے کے بعد ایمان نہ لائے تو ہلاک کیے گئے مگر اللہ کو اپنے محبوب کی امت کو ہلاک کرنا منظور نہیں تھا۔ اس لیے ان کے طلب کیے ہوئے معجزے نہیں دکھائے گئے کہ کہیں وہ مبتلائے عذاب نہ ہوں۔ کہ معجزات تخویف کے لیے دکھائے جاتے ہیں۔ پس اگر انہوں نے دیکھ کر خوف کیا نجات پائی ورنہ ہلاک ہوئے۔ پڑھئے ترجمہ۔

تنبیہ: مقاتل کہتے ہیں کہ میں نے کتب ضحاک میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا دیکھا ہے کہ مکہ کو حبشی اور مدینہ کو قحط اور بصرہ کو سیلاب اور کوفہ کو ترک اور خراسان کو خانہ جنگی۔ اور عجم و بدخشان کو کئی قومیں برباد کریں گی اور ترمذ کے لوگ طاعون سے مریں گے اور سمرقند و فرغانہ و وشاس و اسبیجاب و خوارزم کو بنو قنطورہ تباہ کریں گے، بخارا والے بھوکے مریں گے اور مرو پر رمل غالب آئے گا جس سے وہ ہلاک ہوں گے، ہرات پر سانپ برسیں گے جو لوگوں کو کھا جائیں گے، نیشاپور کو رعد و برق ہلاک کریں گے، اہل ہمدان ورے کو قوم دیلم و طبرستان قتل کریں گے، آرمینہ و آذربیجان کو مختلف لشکر اور کڑک و چمک ہلاک کرے گی اور حلوان پر رات کو ایسی ہوا چلے گی کہ وہ سوئر و بندر ہو جائیں گے، پھر قبیلہ مہینہ کا ایک شخص خروج کرے گا وہ مصر دمشق اور افریقہ اور مکہ کو خراب کرے گا۔ سجستان میں کئی روز بہت تیز ہوا چلے گی جس سے لوگ ہلاک ہوں گے اور کرمان و اصفہان اور فارس پر ایک دشمن آ کر چیخے گا جس سے ان کے کلیجے شق ہو جائیں گے اور وہ مر جائیں گے۔ [مدارک] غرض کہ قیامت سے پہلے ہر ملک و شہر و بستی والے اپنی شامت اعمال کے سبب ضرور عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ اور کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔

(۱۶۔ آیت: ۶۰) شان نزول: جب کہ حسب خواہش کفار پر معجزے دکھانے سے مصلحتاً انکار کیا گیا تو وہ اور بھی دلیر ہوئے۔ اور

www.waseemziyai.com

فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَاسْتَفْزِزْ

تو ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بے شک تم سب کا بدلا جہنم ہے بھرپور سزا۔ اور ڈگا دے

مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ

ان میں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے اور ان پر لام باندھ لا اپنے سواروں اور پیادوں کا

وَشَارِكْهُمْ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ

اور ان کا ساجھی ہو مالوں اور بچوں میں اور انھیں وعدہ دے اور شیطان انھیں وعدہ نہیں دیتا

اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ

مگر فریب سے۔ بے شک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے

وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾ رَبُّكُمُ الَّذِىْ يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ

کام بنانے کو تمہارا رب وہ ہے کہ تمہارے لیے دریا میں کشتی رواں کرتا ہے کہ تم اس کا

کہنے لگے کہ تم سچے ہوتے تو ضرور معجزہ دکھاتے ان کے اس کہنے اور نیز واقعہ معراج کی تکذیب کرنے سے حضور کبیدہ ہوئے۔ لہذا حضور کو تسلی دینے اور کبیدگی دور کرنے کے لیے آیت مذکورہ کا نزول ہوا۔ [سراج] مطلب یہ ہے کہ جب ہم آپ کو بتا چکے ہیں کہ کوئی شخص اللہ کے قبضہ سے باہر نہیں ہے۔ اس کی قدرت وعلم سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ تمہیں کوئی ضرر ونقصان نہیں پہنچا سکتا ہے تم بے خوف وخطر تبلیغ کرو۔ اللہ کے احکام لوگوں کو پہنچاؤ اور واقعہ معراج کو ہم نے اہل مکہ کو آزمانے اور جانچنے کے لیے کسوٹی بنایا ہے کہ کون اس کی تصدیق کرتا ہے اور کون تکذیب کرتا ہے اور مذاق اڑاتا ہے۔ چنانچہ ابوجہل وغیرہ کفار نے واقعہ معراج سن کر مذاق اڑایا تکذیب کی اور بعض کمزور ایمان والے ایمان سے پھر گئے۔ آزمائش میں پورے اور جانچ میں کھرے نہ نکلے۔ اور پکے ایمان والوں نے اس کی تصدیق کی اور امتحان میں پورے اور جانچ میں کھرے نکلے بلکہ ان کا ایمان واقعہ معراج سن کر بہت زیادہ مضبوط اور مجلی ہوا۔ اور جب حضور نے واقعہ معراج بیان کرتے میں دوزخ کے اندر درخت زقوم کا دیکھنا بیان فرمایا تو ابوجہل جیسے خبیث النفس آدمی مذاق اڑانے اور کہنے لگے۔ کہ کہیں درخت بھی آگ میں رہ سکتا ہے لہذا اسے بھی آیت میں ذکر فرما کر کفار کے لیے فتنہ بنایا گیا۔ وہ بے عقل یہ نہ سمجھے کہ آگ میں بقدرت الٰہی درخت تو درکنار جاندار کیڑے تک بلا ترک میں پیدا ہوتے اور آگ میں رہتے سہتے ہیں جنہیں سمندل کہا جاتا ہے لوگ ان کے بالوں کی تولیاں بناتے ہیں، جب وہ میلے ہوتے ہیں تو آگ میں ڈالنے سے صاف ہو جاتی ہیں۔ جلتے نہیں ہیں [مدارک] تو ان کا آگ میں رہنا سہنا اور عرب کے جنگل میں درخت کی ٹہنیوں کو رگڑ کر آگ جلانا بعید از عقل نہ ہوا۔ کما قال تعالیٰ: ﴿الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ﴾ [یٰسٓ: ۸۰] اور زقوم کے درخت کا دوزخ میں ہونا بعید از عقل ہوا۔ ع

بریں عقل ودانش بباید گریست

تنبیہ: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الخ﴾ سے واقعہ معراج مراد ہے۔ یعنی معراج کی شب جو ہم نے تمہیں اپنا دیدار دکھایا تھا لوگوں کے لیے فتنہ وآزمائش تھا۔ بخاری نے رویا کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہاں رویا سے مراد رویت بصری یعنی آنکھ سے دیکھنا ہے کہ شب اسریٰ حضور نے آنکھ سے خدا کو دیکھا۔ "کما فی حدیث الحاکم" یہی قول حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومسروق وقتادہ ومجاہد وعکرمہ ابن جریج وسعید ابن جبیر وغیرہ اکثر مفسرین کا ہے تو بعض کا اسے رویائے منامی کہنا صحیح نہیں ہے اور نہ لغت اس

www.waseemziyai.com

فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾ وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ

فضل تلاش کرو بے شک وہ تم پر مہربان ہے۔ ف۱۷ اور جب تمہیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے

ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ

تو اس کے سوا جنہیں پوجتے ہیں سب گم جاتے ہیں پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو منہ پھیر لیتے ہو

وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ

اور آدمی بڑا ناشکرا ہے۔ کیا تم اس سے نڈر ہوئے کہ وہ خشکی ہی کا کوئی کنارہ تمہارے ساتھ دھنسادے یا

يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ

تم پر پتھراؤ بھیجے پھر اپنا کوئی حمایتی نہ پاؤ یا اس سے نڈر ہوئے

اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ

کہ تمہیں دوبارہ دریا میں لے جائے پھر تم پر جہاز توڑنے والی

کی تائید کرتی ہے کہ لغت میں رویت در و یا میں کوئی فرق نہیں ہے پس رؤیا سے معراج اور ناس سے اہل مکہ مراد ہیں۔ اور شجر ملعونہ سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ اکثر مفسرین کے نزدیک درخت زقوم ہے جس کو ہندی میں تھوہڑ کہتے ہیں، اور ملعونہ اسے اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ ملعون دوزخیوں کی خوراک ہوگا۔ یا وہ نہایت بدمزہ اور بے حد مضر ہوتا ہے اور اہل عرب مکروہ و ضرر رساں چیز کو ملعون کہتے ہیں۔ سورۂ صٰفّٰت میں فرمایا گیا ہے: ﴿أَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ۔إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ ۔إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ۔طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُؤُوسُ الشَّيَاطِينِ۔فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِؤُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ﴾ [الصّٰفّٰت: ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶] یعنی جنت کی چیزیں بہترین ہیں یا تھوہڑ کا درخت؟ ہم نے اسے ظالموں کے لیے آزمائش کیا ہے اور وہ جہنم کی جڑ میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے شگوفے بہت بدنما ہیں گویا شیاطین کے سر ہیں دوزخی اسے بھوک سے بے قرار ہو کر پیٹ بھر کر کھائیں گے۔ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے: ﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ۔لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ۔فَمَالِؤُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ﴾ [الواقعہ: ۵۱، ۵۲، ۵۳] یعنی پھر تم اے گمراہو جھٹلانے والو ضرور پیٹ بھر کر شجرۃ الزقوم کھاؤ گے۔

(۱۷۔ آیت: ۶۱ تا ۶۶) ان آیات میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا قصہ بیان فرمایا گیا ہے۔ یہ قصہ قرآن عظیم میں سات جگہ مذکور ہے۔ (۱) سورہ بقرہ۔ (۲) اعراف (۳) حجر (۴) بنی اسرائیل (۵) کہف (۶) طٰہٰ (۷) ص میں۔

تنبیہ: إلا قلیلا کے یہ معنی ہیں کہ میں اکثر اولاد آدم کو بہکاؤں گا۔ مگر تھوڑوں کو ان میں سے نہ بہکاؤں گا کہ وہ تیرے خاص بندے ہوں گے۔ اور اپنی آواز سے انہیں بہکانے کا یہ مطلب ہے کہ انہیں شہوت انگیز آواز سے گمراہی و معاصی کی طرف بلائے۔ مجاہد کہتے ہیں: کہ شہوت و طرب انگیز گانوں اور باجوں کی آواز شیطان کی آواز ہے جیسے طبلہ، سارنگی، ستار، بانسری، نفیری، ہارمونیم، گراموفون، ڈھول تاشوں وغیرہ مزامیر و آلات لہو و لعب کی آواز، کہ ان سب چیزوں کی آواز شیطان کی آواز ہے کہ وہ گمراہی کی طرف مائل اور معاصی کی طرف راغب کرتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے گناہوں کی طرف بلانا ہے تو جو اللہ کی نافرمانی کی طرف بلائے وہ شیطان بلانے والا ہے۔ اور اپنے سوار اور پیادوں سے لام باندھنے کے یہ معنی ہیں کہ شیطان اولاد آدم پر مع اپنی ذریات اور پیروی کرنے والوں کے دھاوا کرے یہی اس کے لشکر کے سوار و پیدل ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

www.waseemziyai.com

الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾

آندھی بھیجے تو تم کو تمہارے کفر کے سبب ڈبو دے پھر اپنے لیے کوئی ایسا نہ پاؤ کہ اس پر ہمارا پیچھا کرے

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ

اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو

الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾ يَوْمَ ع ۷ ۱۰

ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا ف۱۸ جس دن

نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ

ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے تو جو اپنا نامہ دہنے ہاتھ میں دیا گیا یہ لوگ

يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۱﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ

اپنا نامہ پڑھیں گے اور تاگے بھر ان کا حق نہ دبایا جائے گا اور جو اس زندگی میں

ہیں کہ جو کوئی اللہ کی نافرمانی کی طرف پیدل یا سواری پر چلے وہ شیطان کے سواروں اور پیادوں سے ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ کلام بطور تمثیل ہے حقیقی لشکر مراد نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان اپنے تمام اسباب مکر و سامان اغوا لے کر اولاد آدم پر چڑھائی کرے۔ اور ان کے مالوں میں شریک ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ان کے مالوں کو بہکا کر ناجائز کاموں میں صرف کرائے حرام و باطل طور سے مال حاصل کرنے کی رغبت دلائے۔ اور اولاد میں شریک ہونے کے یہ معنی ہیں کہ زنا کی رغبت دلا کر حرامی بچے پیدا کرائے، ماں باپ کو بہکا کر بچوں کے برے نام رکھوائے۔ جیسے عبدالشمس عبدالعزیٰ وغیرہ۔ اور ان کے ناک کان چھدوائے علاوہ ان کے اور خلاف شرع باتیں ماں باپ سے بچوں کے ساتھ کراتا ہے، وہ سب شرکت فی الاولاد ہے اور شیطان کو یہ باتیں کرنے کا حکم و اجازت تہدیداً دی گئی ہے نہ وجوباً نہ اباحتاً۔

(۱۸۔ آیت: ۶۷ تا ۷۰) ان آیات میں قدرت کی ہمہ گیری اور انسان کی ناشکری و احسان فراموشی ذکر فرمائی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان بڑا ناشکر ہے کہ جب طلب معاش و تجارت کے لیے کشتیوں جہازوں پر سوار ہو کر بحری سفر کرتا ہے اور سمندر میں طوفان اسے گھیرتا ہے اور دریا کی موجوں کے تلاطم سے کشتی جہاز ڈگمگاتا ہے ڈوبنے کے قریب ہوتا ہے تو اس وقت اس کے سب معبود سوا اللہ کے گم ہو جاتے ہیں کوئی مدد نہیں کرتا ہے، تو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اسے پکارتا ہے تو وہ اسے ڈوبنے سے بچاتا ہے۔ پس جب اللہ اسے بچا کر کنارے پر لاتا ہے، تو اس سے پھر جاتا ہے، کیا وہ صحیح و سلامت کنارہ پر پہنچ جانے سے بے خوف ہو گیا، اس سے کہ اللہ خشکی ہی کا کوئی کنارہ اس پر دھنسا دے کہ قارون کی طرح اس میں دب جائے، یا اس پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجے جو اسے اوپر سے پتھر برسا کر ہلاک کرے یا اسے دوبارہ دریا میں لے جا کر جہاز توڑنے والی ہوا چلا کر اسے اس کے کفر کے سبب ڈبو دے۔ اس وقت وہ اپنا حمایتی اور بچانے والا نہ پائے۔ اسی مضمون کے موافق شیخ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ایک روایت لکھی ہے کہ فتح مکہ کے دن عکرمہ بن ابی جہل اپنی جان کے خوف سے بحری راستہ سے کشتی میں سوار ہو کر حبشہ کو بھاگے۔ راہ میں سخت طوفان آیا کشتی ڈوبنے کے قریب ہوئی تو کشتی بان نے لوگوں سے کہا کہ اب سوا دعا کے کوئی صورت بچنے کی نہیں ہے، اپنے خیالات دل سے نکال کر سر بسجود ہو کر گڑگڑا کر اللہ سے دعا کرو۔ چنانچہ سب مسافروں نے ایسا ہی کیا۔ بحکم الٰہی طوفان فرو ہوا کشتی کنارے لگی، عکرمہ کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ جب

www.waseemziyai.com

اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾ وَاِنْ كَادُوْا

اندھا ہو وہ آخرت میں اندھا ہے اور، اور بھی زیادہ گمراہ۔ ف۱۹ اور وہ تو قریب تھا

لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا

کہ تمہیں کچھ لغزش دیتے ہماری وحی سے جو ہم نے تم کو بھیجی کہ تم ہماری طرف کچھ اور نسبت کردو۔ اور ایسا ہوتا

لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ

تو [وہ] تم کو اپنا گہرا دوست بنالیتے اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف

شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ

کچھ تھوڑا سا جھکتے۔ اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دونی عمر اور دو چند موت کا مزہ دیتے پھر

سمندر میں سوا خدا کے کوئی مدد نہیں کرسکتا ہے تو خشکی میں بھی سوا خدا کے کوئی مدد نہیں کرسکتا ہے۔ پس میں نے مصمم ارادہ کیا کہ میں مکہ پہونچ کر حضور سے بیعت کروں گا۔ جب وہ مکہ پہنچے تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر ایمان لائے۔

تنبیہ: ﴿ربکم﴾ سے خطاب عام ہے اور ﴿إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ﴾ سے خطاب مشرکوں سے ہے۔ [سراج] اور "حاصبا" پتھر برسانے والی ہوا کو کہتے ہیں اور "قاصفا" جہاز توڑنے والی ہوا کو کہتے ہیں۔ اور اولاد آدم کو مکرم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ نے انہیں بہت اچھی صورت وہیئت اور قد وقامت میں پیدا کیا جس کی وجہ سے وہ مکرم ہوا۔ ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْٓ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ [التین: ۴] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مومن اللہ کے نزدیک فرشتوں سے زیادہ مکرم ہے جو اسکے پاس ہیں۔ [رواہ البغوی] اور کثیر سے کل مراد ہے کہ اکثر بمعنی کل بولا جاتا ہے۔ [حسن] تو ملائکہ بھی اس میں داخل ہوئے۔ حدیث میں ہے کہ مومن اللہ کے نزدیک فرشتوں سے زیادہ عزت رکھتا ہے۔

(۱۹۔ آیت: ۷۱، ۷۲) یعنی یاد فرماؤ اے نبی! جس دن ہم الخ۔

تنبیہ: آیت میں یوم سے مراد قیامت کا دن ہے اور امام سے مراد امت کا نبی ہے یا مذہبی امام ہے۔ یا مذہبی کتاب ہے یا نامۂ اعمال ہے گویا دین میں مذہب میں اچھی بری تحریک میں جو جس کی پیروی کرے گا اس کے نام سے پکارا جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے ہدایت وگمراہی کا پیشوا مراد ہے۔ یعنی اگر کسی نبی کا تابع ہے تو نبی مراد ہے اور جو شیطان کا تابع ہے تو شیطان مراد ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مذہب میں لوگ جس کی پیروی کرتے ہوں اس سے وہ مراد یعنی ہر امام مذہب کا پیرو اس کے نام سے پکارا جائے گا۔ اور مجاہد وقتادہ کے نزدیک اس سے ان کا نبی مراد ہے کہ یہی انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور زجاج رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اختیار کیا ہے اور امام سیوطی نے اسے ارجح قرار دیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے مرفوعا روایت ہے کہ قیامت کے دن ندا دی جائے گی اے امت ابراہیم اے امت موسیٰ۔ اے امت عیسیٰ اے امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اس سے ہر زمانہ کا امام مراد ہے۔ اور ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے آسمانی کتاب مراد ہے گویا یوں پکارا جائے گا۔ اے اہل توراۃ۔ اے اہل انجیل۔ اے اہل قرآن۔ اور حسن وابوالعالیہ کہتے ہیں کہ اس سے نامۂ اعمال مراد ہے یعنی ہر شخص مع نامہ اعمال کے پکارا جائے گا۔ اسی کو ابن کثیر نے ارجح کہا ہے اور اختیار کیا ہے۔ اور فمن أوتیَ کتابہ اس پر دلالت کرتی ہے۔ اور داہنے ہاتھ والوں کو خاص طور سے اس لیے ذکر کیا ہے کہ وہ خوشی سے اسے پڑھیں گے اور بائیں ہاتھ والوں کو وہ نہ سوجھے گی جیسا کہ دنیا میں انھیں حق نہ سوجھا تھا۔

www.waseemziyai.com

لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ

تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے۔ ف۲۰ اور بے شک قریب تھا کہ وہ تمہیں اس

الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾

زمین سے ڈگا دیں کہ تمہیں اس سے باہر کردیں اور ایسا ہوتا تو وہ تمہارے پیچھے نہ ٹھہرتے مگر تھوڑا

سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا

دستور ان کا جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور تم ہمارا قانون بدلتا

ع ۸ تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ

نہ پاؤ گے۔ ف۲۱ نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک اور صبح کا

الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ

قرآن بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو

(۲۰۔آیت:۷۳تا۷۵) شان نزول: اس کی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مروی ہے کہ وفد بنی ثقیف نے خدمت حضور میں حاضر ہوکر ایمان لانے کی چار شرطیں پیش کیں۔(۱) یہ کہ ہمیں نماز میں جھکنا نہ پڑے۔(۲) یہ کہ ہمارے بتوں کو سوا ہمارے کوئی نہ توڑے۔(۳) یہ کہ لات وعزیٰ کو ہم ایک سال رکھیں گے مگر پوجیں گے نہیں۔(۴) یہ کہ ہمارے جنگل کو مکہ کی طرح حرم بنادیا جائے اور اس پر بہت اصرار کیا، حضور نے ان کے سب شرائط نامنظور کیے سوا اپنے ہاتھ سے توڑنے کے اور خاموش ہورہے اہل وفد نے یہ گمان کیا کہ شاید حضور ہماری شرطوں پر غور کررہے ہیں اور خوشامدانہ باتیں کرنا شروع کیں اور بولے ہم یہ چاہتے ہیں کہ عرب یہ کہیں کہ ہمیں جو دیا وہ کسی کو نہ دیا، اگر اہل عرب اس بات کی شکایت کریں کہ بنی ثقیف کو جو دیا وہ ہمیں نہ دیا تو ان سے یہ کہہ دیجیے کہ اللہ نے مجھے یہ حکم کیا تھا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ڈانٹا تو یہ آیت نازل ہوئی۔[سراج ومعالم وغیرہ] آیت سے کفار کی چالاکی اور دھوکہ دہی ظاہر کرنا مقصود ہے نہ یہ کہ حضور ان کی شرائط کی طرف مائل ہوئے تھے۔ یہ انبیا علیہم السلام کی عصمت میں طعن کرنے والوں کی جہالت ہے جو ایسا کہتے ہیں کہ فتنہ کے قریب ہونا فتنہ میں پڑنے کو مستلزم نہیں ہے، بلکہ فتنہ کے قریب ہوکر اس میں نہ پڑنا کمال عصمت ہے۔ اور تہدید امت کے فائدہ اٹھانے کے لیے ہے بلکہ ولولا ان ثبتناك سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ثابت قدم رکھا اور مائل نہ ہونے دیا جس کی نظیر آیت: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾[النساء:۸۳] ہے۔ تبیان میں لکھا ہے کہ حضور معصوم تھے مگر امت کو ڈرانے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ تاکہ وہ مشرکوں کی بات کی طرف میل نہ کریں۔ امام ثقفی نے لکھا ہے کہ آیت مذکورہ نازل ہونے کے بعد حضور نے دعا فرمائی: ''اللّٰھم لاتکلنی الی نفسی طرفة عین'' اے اللہ تو مجھے میرے نفس کی طرف پلک مارنے کی بقدر بھی سپرد نہ کر (حسینی) مطلب یہ ہے کہ بہت قریب تھا کہ کفار تمہیں دھوکہ دیتے اور تم خلاف وحی اللہ پر افترا کرتے اس وقت کفار تمہیں اپنا گہرا دوست بنالیتے، اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو تم ان کی طرف کچھ تھوڑا جھک جاتے۔ یعنی ان کی شرائط منظور کرتے اگر ایسا ہوتا تو ہم تمہیں دونی عمر دیتے اور دوچند موت کا مزہ چکھاتے۔ یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دوچند عذاب دیتے جو کسی کو نہ دیا ہوتا اس وقت تم ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاتے۔

(۲۱۔آیت:۷۶تا۷۷) شان نزول: جب یہود کو حضور کا مدینہ میں رہنا ناگوار ہوا تو انہوں نے حضور سے کہا کہ اکثر نبی شام

www.waseemziyai.com

بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَقُلْ رَّبِّ

یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے قریب ہے کہ تمہیں تمہارا [رب] ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں اور یوں عرض کرو کہ اے میرے رب!

اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ

مجھے سچی طرح داخل کر اور سچی طرح باہر لے جا اور مجھے اپنی طرف

لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ

سے مددگار غلبہ دے اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک

الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ

باطل کو مٹنا ہی تھا اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَي الْاِنْسَانِ

ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔ اور جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں

اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ

منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے برائی پہنچے تو ناامید ہوجاتا ہے تم فرماؤ سب

ع ۹ عَلٰي شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ ع وَيَسْـَٔلُوْنَكَ

اپنے کینڈے پر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب خوب جانتا ہے، کون زیادہ راہ پر ہے۔ ف۲۲ اور تم سے

میں ہوئے ہیں اگر تم بھی ملک شام میں جا بسو تو ہم تمہیں نبی سمجھیں اور تم پر ایمان لائیں تو حضور نے ان کے کہنے سے ارادہ کیا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ مگر صحیح یہ ہے کہ ارض سے زمین مکہ مراد ہے اور ''یستفزونك'' سے مشرکین مراد ہیں کہ وہ چاہتے تھے کہ حضور عرب کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں اور دارالندوہ میں حضور کو نکال دینے کا مشورہ کیا تھا۔ اور طرح طرح کی ایذائیں دینا شروع کی تھیں کہ مدینہ کو ہجرت کرنے کا حکم ہوا۔ یہ قول مجاہد وقتادہ کا ہے اول سعید ابن جبیر کا ہے جو بچند وجوہ کمزور ہے۔ [سراج ومعالم وابن کثیر] اس کی خبر ان آیات میں دی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ لوگ ہجرت کے بعد تھوڑے ہی عرصہ ٹھہریں گے پھر ہلاک ہوں گے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ڈیڑھ سال بعد اکثر سرداران قریش جنگ بدر میں قتل اور قید ہوئے پھر مکہ فتح ہوا۔

(۲۲۔ آیت: ۷۸ تا ۸۴) ان آیات میں عبادت کی توضیح فرمائی گئی ہے اور عبادات میں سب سے زیادہ اہم نماز ہے کہ وہ مومن ومشرک کے درمیان حد فاصل ہے اور دین کا ستون ہے۔ ''کمافی الحدیث'' لہٰذا سب سے پہلے بیان فرمایا گیا ہے کہ تم زوال آفتاب سے رات کی تاریکی آنے تک نماز قائم رکھو یہ حکم وجوبی ہے اس سے پانچوں وقت کی نماز ثابت ہے۔ ﴿دلوك الشمس﴾ کے معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وجابر وابی ہریرہ وغیرہ اکثر صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک زوال آفتاب کے ہیں اور ﴿غسق اللیل﴾ کے معنی رات کی تاریکی چہار جانب کے ہیں۔ یہی جمہور کا مذہب ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس ﴿دلوك الشمس﴾ کے وقت آئے جب کہ وہ مائل ہوگیا تھا اور میرے ساتھ نماز پڑھی تو زوال آفتاب سے رات کی تاریکی چھانے تک چار نمازیں ہوئیں۔ ظہر، عصر، مغرب، عشا۔ اور قرآن فجر سے صبح کی نماز مراد ہے کہ اس

www.waseemziyai.com

میں قرآن عظیم زیادہ پڑھا جاتا ہے اس لیے اسے قرآن الفجر کہا گیا۔ گویا ان دونوں لفظوں میں پانچوں وقت کی نماز آ گئی، اس کے بعد قرآن فجر یعنی نماز فجر کی صفت بیان فرمائی گئی کہ وہ مشہود ہے، یعنی اس میں رات و دن کے ملائکہ کا اجتماع ہوتا ہے، رات کے فرشتے جاتے اور دن کے آتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر شہادت دیتے اور کہتے ہیں کہ ہم نے تیرے بندوں کو نماز پڑھتے چھوڑا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم گواہ رہو کہ میں نے انہیں بخش دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کو فرماتے سنا کہ نماز فجر میں رات و دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ﴿اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾ پڑھو۔ [سراج] کمامر تفصیلہ اور بعض کے نزدیک دلوک کے معنی غروب آفتاب کے ہیں اور بعض کے نزدیک زوال سے غروب تک کے ہیں پھر اپنے نبی سے فرماتا ہے رب تبارک وتعالیٰ کہ تم رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز پڑھو۔ یہ خاص تمہارے لیے فرضوں پر زیادہ ہے اور باعث رفع درجات ہے، عنقریب تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے گا جہاں تمام اولین و آخرین خلق اللہ اجمعین تمہاری حمد و ثنا کریں گے اور وہ مقام شفاعت ہے جو حضور کے لیے مخصوص ہے۔ اور وہ مقام ہے جہاں حضور کو لواء الحمد عطا ہوگا۔ جس کے نیچے تمام انبیاء و مرسلین جمع ہوں گے اور حضور کی حمد و ثنا کریں۔

تنبیہ: آیت میں "عسیٰ" کا لفظ باتفاق مفسرین وجوب کے ہے۔ یعنی اللہ نے اپنے ذمہ کرم پر اپنے محبوب کو مقام محمود عطا فرمانا واجب کیا ہے کہ وہ طمع دلانے کا فائدہ دیتا ہے اور طمع دلا کر محروم کرنا خدا کی شایان شان نہیں ہے۔ [سراج] گویا وہ وعدہ الٰہی ہے جو روز قیامت یقیناً پورا ہوگا جیسا کہ دعائے وسیلہ میں فرمایا گیا ہے۔ (وابعثه مقاما محمودان الذی وعدته) بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضور نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا: "هذا المقام المحمود الذی وعده نبیکم" یہ مقام محمود ہے جس کا تمہارے نبی سے وعدہ کیا ہے۔ تو وہ وعدہ الٰہی ہوا جو یقیناً پورا ہوگا۔ آیت میں من جملہ دیگر خصوصیات کے صرف مقام محمود کو ذکر فرمایا گیا ہے۔ شیخ ابن کثیر نے یہاں گیارہ خصوصیتیں حضور کی لکھی ہیں جو حضور کو بارگاہ الٰہی سے اس روز عطا ہوں گی۔ (۱) سب سے پہلے حضور زمین سے برآمد ہوں گے۔ (۲) سواری پر میدان حشر میں تشریف لائیں گے۔ (۳) حضور کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا جس کے نیچے سب انبیا ہوں گے۔ (۴) حوض کوثر کے آپ ہی مختار ہوں گے۔ (۵) شفاعت کا حق آپ ہی کو خاص ہوگا۔ (۶) جن کو دوزخ کا حکم ہو چکا ہوگا وہ بھی آپ کی شفاعت سے واپس کیے جائیں گے۔ (۷) سب سے پہلے صراط پر آپ ہی عبور فرمائیں گے۔ (۸) جنت میں سب سے پہلے آپ ہی داخل ہوں گے۔ (۹) مقام وسیلہ آپ ہی کو ملے گا۔ (۱۰) سب امتوں سے پہلے حضور کی امت کا فیصلہ ہوگا۔ (۱۱) سب امتوں سے پہلے حضور ہی کی امت جنت میں داخل ہوگی۔ حضرت مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے بعض رسائل میں ان پر اضافہ فرمایا اور لکھا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: (۱۲) میں سب کا پیشوا ہوں گا جب وہ اللہ کے حضور جائیں گے (۱۳) اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ خاموش ہوں گے۔ (۱۴) اور میں ان کا شفیع ہوں گا جب وہ روکے جائیں گے۔ (۱۵) اور میں انہیں بشارت دوں گا جب وہ ناامید ہوں گے۔ (۱۶) خزائن رحمت کی کنجیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ (۱۷) میں اس روز اللہ کے نزدیک تمام اولاد آدم سے مکرم و معظم ہوں گا۔ (۱۸) میرے آس پاس اس روز ہزاروں خادم ہوں گے گویا وہ موتی ہیں بکھرے ہوئے۔ [دارمی] (۱۹) قیامت کے دن سب نبیوں سے زیادہ میری پیروی کرنے والے ہوں گے۔ [مسلم] (۲۰) قیامت کے دن ہر نبی کے لیے ایک نور کا منبر ہوگا اور میں سب سے زیادہ بلند منبر پر ہوں گا۔ [ابن حبان] (۲۱) جنت میں داخل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ مجھ پر تجلی فرمائے گا میں اس کے لیے سجدہ میں گروں گا۔ [ابن حبان] (۲۲) سب سے پہلے حضور ہی در جنت کھلوائیں گے حلہ بہشتی پہنے ہوئے سر سے پا تک مہکتے ہوئے ہوں گے رونگٹے رونگٹے سے نور چمکتا ہوگا۔ [مسلم] (۲۳) میں حلہ بہشتی پہنے ہوئے عرش کی داہنی جانب کھڑا ہوں گا جہاں میرے سوا کوئی نہ کھڑا ہوگا۔ [ترمذی] (۲۴) مجھے وہ حلہ بہشتی پہنایا جائے گا جس کے لائق کوئی نہ ہوگا۔ [بیہقی] (۲۵) قیامت کے دن اثر وضو سے ہمارے چہرے چمکتے ہوں گے اور اعضا نورانی ہوں گے جنہیں دیکھ کر سب امتیں کہیں گی قریب تھا کہ یہ سب نبی ہو جاتے۔ [امام احمد] (۲۶) میں

www.waseemziyai.com

میدان حشر میں براق پر سوار ہو کر آؤں گا جو اس روز میرے ہی لیے خاص ہوگا کسی اور نبی کے لیے نہ ہوگا۔ابن زنجویہ (۲۷) میں اور میری امت اس روز اونچے ٹیلوں پر ہوگی جن کو دیکھ کر ہر امت یہ آرزو کرے گی کہ کاش ہم ان میں سے ہوتے۔[ابن جریر] (۲۸) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے جنت نعیم کے سب سے بلند غرفہ میں رکھے گا کہ اس کے اوپر بس خدا کا عرش ہوگا۔[عثمان ابن سعید الدارمی] (۲۹) قیامت کے دن میرا ثواب سب انبیا سے بہت بڑا ہوگا۔[رواہ فی الشفا] (۳۰) امام احمد کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ جب حضور عرش کے نیچے جا کر کھڑے ہوں گے تو وہاں حضور کو وہ ملے گا جو نہ کسی ملک مقرب کو ملا اور نہ کسی نبی مرسل کو ملا۔(۳۱) میں پہلا وہ شخص ہوں گا جس کو سجدہ کرنے کی اجازت ملے گی۔(۳۲و۳۳و۳۴) اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جس کو سجدہ سے سر اٹھانے کا حکم ہوگا۔اور میرے سوال کو پورا کرنے کا وعدہ فرمایا جائے گا۔اور مجھے شفاعت کرنے کا حکم ہوگا۔[رواہ احمد وغیرہ] اور جب حضور کو ہجرت کا حکم ہوا تو یہ آیت: ﴿وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ الخ﴾ نازل ہوئی۔یعنی اور تم مدینہ میں داخل ہوتے وقت یوں کہو اے میرے رب تو مجھے مدینہ میں سچی طرح داخل کر اور سچی طرح مکہ سے باہر لے جا اور اپنی طرف سے مجھے غلبہ اور مدد دے۔اور مکہ میں داخل ہوتے وقت کہو، حق آیا باطل مٹ گیا۔بے شک باطل مٹنے ہی والا تھا۔بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ فتح مکہ کے دن جب حضور خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو اس کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے ہر ایک کو حضور اپنے ہاتھ کی لکڑی سے چوکتے جاتے تھے اور ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ الخ﴾ کہتے جاتے تھے۔پس وہ اوندھا گرتا تھا۔یہاں تک کہ سب گر گئے صرف خانہ کعبہ کی چھت پر جو بت نصب تھا وہ رہ گیا، تو حضور نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس کے گرانے کا حکم فرمایا! اور اپنے کاندھے پر انہیں چڑھا کر چھت پر پہنچایا انہوں نے اسے اکھاڑ کر توڑ پھینک دیا۔گویا اس آیت میں ہجرت و فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے۔کہ مدخل صدق سے مدینہ اور مخرج صدق سے مکہ مراد ہے [حسن وقتادہ] اور ضحاک کے نزدیک دونوں لفظوں سے مراد مکہ ہے۔تو یہ معنی ہوں گے کہ اے میرے رب تو مجھے مکہ سے خوبی و سچائی کے ساتھ نکال اور خوبی و سچائی کے ساتھ پھر مکہ میں داخل فرما۔[معالم و سراج] باقی ترجمہ پڑھیے:

تنبیہ: ﴿فَتَهَجَّدْ بِهٖ﴾ سے نماز تہجد یعنی صلاۃ لیل رات کو سوتے سے اٹھ کر نماز پڑھنا مراد ہے، حضور رمضان و غیر رمضان میں ہمیشہ اسے پڑھا کرتے تھے۔ابتداءً اسلام میں نماز تہجد واجب تھی جب نماز پنج وقتہ فرض ہوئی تو وہ نفل ہوگئی اسی لیے آیت میں اسے نافلة لك فرمایا گیا ہے کہ فرضوں سے زیادہ جو نماز پڑھی جائے اسے نفل کہتے ہیں گویا نافلہ بمعنی زائد ہے خواہ وہ زیادتی استحبابی ہو یا وجوبی۔تو یہ زیادتی امت کے لیے استحبابی باعث کفارۂ گناہ ہوگی۔اور حضور کے لیے وجوبی باعث رفع درجات ہوگی جس کی طرف ﴿عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ سے اشارہ فرمایا گیا ہے۔نماز تہجد کی فضیلت احادیث میں بہت آئی ہے اور وہ سب نفل نمازوں سے افضل ہے۔مسلم کی حدیث میں ہے کہ افضل نماز بعد فرائض کے نماز تہجد ہے اور اس کا پڑھنا سنت ہے، اس کی تعداد رکعات میں اختلاف ہے۔نسائی و ابن ماجہ کی حدیث سے دو رکعت اور ابوداؤد کی حدیث سے چار رکعت معلوم ہوتی ہیں۔اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے پہلے چار رکعت پڑھتے پھر چار رکعت پڑھتے اس کے حسن و طول کو نہ پوچھو پھر تین رکعات نماز وتر پڑھتے تھے۔لہذا در المختار میں کہا گیا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعت اور اوسط درجہ چار ہیں اور کم سے کم دو رکعات ہیں۔اور بہتر و آسان طریقہ نماز تہجد پڑھنے کا یہ ہے کہ نماز عشا پڑھ کر سو رہے اور سوتے سے اٹھ کر نماز تہجد پڑھے کہ سونے کے بعد اٹھ کر پڑھنا ضروری ہے ورنہ تہجد نہ ہوگی نفل نماز ہوگی۔اور جو تہجد کے لیے اٹھنے کا عادی ہو وہ وتروں کو عشا کی نماز کے ساتھ نہ پڑھے بعد نماز تہجد پڑھے۔

www.waseemziyai.com

عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا

روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر

قَلِیْلًا ﴿۸۵﴾ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا

تھوڑا اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اسے لے جاتے پھر تم کوئی نہ

تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا وَكِیْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ

پاتے کہ تمہارے لیے ہمارے حضور اس پر وکالت کرتا۔ مگر تمہارے رب کی رحمت بے شک تم پر اس کا بڑا فضل ہے

كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی

تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہوجائیں کہ

اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ

اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک

لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ

دوسرے کا مددگار ہو اور بے شک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں

كُلِّ مَثَلٍ ۚ فَاَبٰٓی اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ

ہر قسم کی مثل طرح طرح بیان فرمائی تو اکثر آدمیوں نے نہ مانا مگر ناشکری کرنا ف۲۳ اور بولے کہ ہم ہرگز تم پر ایمان نہ

(۲۳۔آیت:۸۵تا۸۹) شان نزول: اس کی سراج ومعالم میں بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ لکھی ہے کہ ایک بار چند قریشیوں نے جمع ہوکر کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں پیدا ہوئے ہیں اور امین مشہور ہیں۔ کبھی جھوٹ نہیں بولے ہیں۔ اب جو انہوں نے دعویٰ نبوت کیا ہے اس کی تحقیق اہل کتاب سے کرنا چاہیے۔ شاید وہ بتائیں۔ پس انہوں نے کچھ لوگوں کو یہود کے پاس دریافت کرنے بھیجا تو یہود نے ان سے کہا کہ تم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تین باتیں دریافت کرو۔ اول ان سے اصحاب کہف کا حال پوچھو۔ دوسرے ذی القرنین کا حال دریافت کرو۔ تیسرے روح کی حقیقت معلوم کرو۔ پس اگر وہ ان میں سے دو باتوں کا جواب دیں اور ایک کا نہ دیں۔ تو وہ نبی ہیں اور جو وہ سب کا جواب دیں یا کسی کا جواب نہ دیں تو نبی نہیں ہیں۔ پس انہوں نے حضور سے یہ تینوں باتیں پوچھیں۔ آپ نے بغیر انشاء اللہ کہے ان سے کہہ دیا کہ کل جواب دوں گا۔ لہذا بارہ یا پندرہ روز تک وحی نہ آئی قریش کا تقاضا ہوا تو حضور غمگین ہوئے۔ کہ جبرئیل وحی لے کر آئے اور بغیر انشاء اللہ کہے بات کہنے کی ممانعت فرمائی اور تینوں سوالوں کے جواب تعلیم فرمائے دو باتوں کا جواب تو قصداً اصحاب کہف اور ذوالقرنین میں مفصل دیا گیا ہے۔ اور تیسری بات کا جواب یہاں مبہم طور سے دیا گیا ہے اس بنا پر یہ آیت مکی ہے۔ لیکن بخاری ومسلم نے جو شان نزول بروایت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز حضور کھجور کی چھڑی ہاتھ میں لیے ہوئے مدینہ سے باہر جارہے تھے کہ یہود پر گزرے یہود نے آپس میں کہا کہ ان سے روح کے متعلق سوال کرو بعض نے منع کیا بعض نے اصرار کیا، بالآخر حضور سے دریافت کیا تو حضور کچھ دیر خاموش رہے میں نے جانا کہ وحی نازل ہورہی ہے اس کے بعد حضور نے آیت: ﴿وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ﴾ پڑھی۔ اس کی تائید امام احمد کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ اس سے آیت

www.waseemziyai.com

کا مدنی ہونا ثابت ہے۔ بہر حال ان دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح کی گئی ہے کہ آیت تو مکی ہے قریش کے جواب میں نازل ہوئی ہے لیکن جب یہود نے مدینہ میں حضور کو آزمانے کے لیے روح کا سوال کیا تو آپ نے بعد انتظار وحی آیت: ﴿یسئلونك﴾ پڑھی حضرت ابن مسعود نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اس وقت مدینہ میں ذریعہ وحی کے یہ آیت نال ہوئی۔ بلکہ یہ فرمایا کہ بعد وحی حضور نے یہ آیت پڑھی ممکن ہے کہ مکہ والی وحی کے بعد یہود کے سوال کرنے پر وہی آیت پڑھی ہو یا اس وقت اسی آیت کے پڑھ دینے کی وحی آئی ہو۔ اور ممکن ہے کہ دوبارہ یہ آیت اتری ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور یہ سوال عامہ مفسرین کے نزدیک روح کی حقیقت و ماہیت سے تھا۔ کہ توریت میں روح کی حقیقت و ماہیت ظاہر نہیں کی گئی اور یہود حضور کی آزمائش کرنا اور یہ جاننا چاہتے تھے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اس کا علم ہے یا نہیں۔ اور اس کے متعلق کچھ بیان کرتے ہیں یا نہیں، اگر نہیں کرتے ہیں تو نبی ہیں۔ محمد ابن اسحاق نے بروایت عطا بیان کیا ہے کہ آیت: ﴿وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا﴾ کو علما یہود نے سن کر حضور سے پوچھا کہ اس سے مراد آپ کی صرف اپنی ہی قوم ہے یا دوسری قومیں بھی ہیں، تو حضور نے فرمایا: خطاب عام ہے سب کو شامل ہے۔ تو یہودی بولے کہ آپ کو تو یہ تسلیم ہے کہ ہمیں تورات دی گئی ہے اور اس میں ہر چیز کا مکمل بیان ہے تو ﴿وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا﴾ کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ تو حضور نے فرمایا کہ علم الٰہی کے مقابلہ وہ قلیل ہے گویا علم قلیل سے مراد علم الٰہی کے مقابلہ میں قلیل ہوتا ہے۔ اگرچہ واقع میں وہ کتنا ہی کثیر ہو۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ اے نبی تم سے یہود روح کی حقیقت پوچھتے ہیں تم ان سے کہدو کہ روح اللہ کے حکم سے ایک چیز ہے۔ حقیقت اس کی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے تم کو جو تورات کا علم دیا گیا ہے وہ بمقابلہ علم الٰہی کے تھوڑا ہے یہ رد زعم یہود ہے کہ وہ اپنے کو عالم توراۃ جانتے تھے اور توراۃ کو جامع علوم سمجھتے تھے۔

تنبیہ: یہاں روح سے وہ روح مراد ہے جو بدن انسان وحیوان میں ساری ہے، جب تک وہ جسم میں رہتی ہے انسان جیتا جاگتا ہے، بولتا سمجھتا حرکت کرتا رہتا ہے اور جب وہ جسم سے نکل جاتی ہے تو اس کے جملہ احساسات باطل ہو جاتے ہیں اور وہ مرجاتا ہے۔ جیسے درخت میں تری کہ جب تک وہ درخت میں رہتی ہے درخت سرسبز وشاداب رہتا ہے اور جب وہ ختم ہو جاتی ہے تو درخت سوکھ جاتا ہے۔ یہود نے اسی کو پوچھا تھا کہ وہ کیا چیز ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے مبہم رکھا اس کی حقیقت کو بیان نہیں فرمایا کیوں کہ وہ اسرار الٰہی سے تھی، اس کا ظاہر کرنا خلاف حکمت تھا۔ لہذا روح کی ماہیت کو اللہ تعالیٰ کے علم پر چھوڑنا اور جس قدر اللہ نے فرمایا ہے اس پر یقین کرنا چاہیے، یہی اصح ہے اور اہل سنت کا مذہب ہے۔ جیسا کہ امام محی السنہ نے لکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ روح کے حال سے کسی مقرب فرشتے نبی مرسل کو آگاہ نہیں کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کی وفات کے وقت تک روح کا علم نہ ہوا۔ اور اگلوں نے روح کی ماہیت دریافت کرنے میں عمریں صرف کر دیں مگر دریافت نہ کر سکے عاجز رہے۔ [مدارک] اور روح حادث ونو پیدا ہے قدیم نہیں ہے جس پر ﴿قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ﴾ دلالت کرتا ہے مگر وہ مرتی اور فنا نہیں ہوتی ہے، اسکا تعلق مرنے کے بعد بھی جسم وقبر سے رہتا ہے وہ اچھا برا جانتی ہے اور جن باتوں سے وہ زندگی میں راحت وآرام ایذا وتکلیف پاتی تھی ان سے بعد مرنے کے بھی راحت وآرام ایذا وتکلیف پاتی ہے اور خوش وناخوش ہوتی ہے اس لیے مردے کو بعد مرنے کے ایذا وتکلیف دینا ان کی قبروں پر چلنا پھرنا ان کا تکیہ لگانا ان کے پاس پاخانہ پیشاب کرنا شرعاً منع ہے کہ اس سے روح کو اذیت ہوتی ہے۔ اس کے بعد فرماتا ہے: تبارک وتعالیٰ اگر ہم چاہتے تو وحی کی ہوئی باتیں دلوں اور کتابوں سے محو کر دیتے۔ اس وقت کوئی تمہاری وکالت نہ کرتا، مگر اللہ نے اسے اپنی رحمت سے باقی رکھا محو نہ فرمایا یہ تم پر اللہ کا بڑا فضل ہے کہ اسے قرب قیامت تک باقی رکھا۔ حاکم وطبرانی وغیرہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ قرآن عن قریب اٹھالیا جائے گا ان سے پوچھا گیا۔ کیسے اس کو تو اللہ نے ہمارے دلوں میں محفوظ کر دیا ہے اور ہم نے مصاحف میں لکھ لیا ہے فرمایا ایک رات (قریب قیامت) ایسی ہوا چلے گی جو قرآن کی کوئی آیت دلوں میں اور مصاحف میں نہ چھوڑے گی جب تم صبح کرو گے تو تمہارے پاس قرآن سے کچھ نہ ہوگا۔ پھر یہی آیت پڑھی شیخ ابن کثیر نے انہیں کا قول اس طرح ذکر کیا ہے کہ آخر زمانہ میں لوگوں پر ایک

www.waseemziyai.com

لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ

لائیں گے یہاں تک کہ تم ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ بہا دو یا تمہارے لیے کھجوروں

مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ

اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر تم اس کے اندر بہتی نہریں رواں کرو۔ یا

تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

تم ہم پر آسمان گرا دو جیسا تم نے کہا ہے ٹکڑے ٹکڑے یا اللہ اور فرشتوں کو

قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ

ضامن لے آؤ یا تمہارے لیے کوئی طلائی گھر ہو یا تم آسمان میں چڑھ جاؤ اور ہم

نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ ع ۱۰

ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اتارو جو ہم پڑھیں، تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو

هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ

میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا ف۲۴ اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا جب

سرد ہوا شام کی جانب سے آئے گی۔ جس سے کوئی آیت کسی کے دل میں یا مصحف پر باقی نہ رہے گی پھر یہ آیت پڑھی۔ علاوہ اس کے زمانہ قرب قیامت میں قرآن عظیم کا اٹھ جانا دوسری روایت میں بھی ہے۔ پھر اہل مکہ یہ زعم کرتے اور کہتے تھے کہ اگر ہم چاہیں تو ایسا قرآن بنالیں۔ اس کا رد فرمایا گیا ہے کہ اے نبی! تم ان سے کہہ دو کہ اگر تمام جن وانس جمع ہو کر قرآن کی مانند بنانا چاہیں اور ایک دوسرے کے بنانے میں مدد کریں تب بھی وہ قرآن کا مثل بنا کر نہیں لا سکتے ہیں۔ بے شک ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی مثلیں طرح طرح سے بیان کیں۔ مگر اکثر اہل مکہ نے انھیں نہ مانا، ناشکری کی، شیخ ابن کثیر نے بروایت محمد ابن اسحاق لکھا ہے کہ یہود نے قرآن کی مثل بنالانے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس پر آیت: ﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ الخ﴾ نازل ہوئی پھر خود ہی اس میں کلام کیا ہے کہ سورۃ مکی ہے اور یہود مدینہ میں تھے۔ ممکن ہے تحدی قرآن کے وقت قریش نے یہود مدینہ سے مدد چاہی ہو اور انھوں نے قریش سے کہا ہو کہ ہم قرآن کی مثل بنا سکتے ہیں۔

(۲۴۔ آیت: ۹۰ تا ۹۳) شان نزول: ابن جریر نے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان آیات کی جو شان نزول لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک دن سرداران قریش نے خانہ کعبہ کے پیچھے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلا کر اتمام حجت کرنا چاہیے تاکہ ان کے دعویٰ نبوت سے ہماری قوم میں جو پھوٹ پڑ گئی ہے اور کمزوری واقع ہوئی ہے وہ دور ہو جائے۔ اور آئندہ جھگڑا مٹ جائے۔ پس انہوں نے حضور کو بلایا حضور بلا پس وپیش تشریف لے گئے، تو انہوں نے حضور سے بہت کچھ کہا، مگر حضور نے اس کا نفی میں جواب دیا۔ بالآخر مجبور ہو کر کہنے لگے کہ اچھا آپ اتنا تو کریں کہ اپنے رب سے کہہ کر یہ پہاڑ سامنے سے ہٹوا دیجئے۔ نہریں رواں کروایئے تاکہ مکہ وسیع ہو جائے۔ زمین فراخ ہو جائے۔ عراق وشام کی طرح اس میں کھیتی باڑی ہونے لگے۔ ہماری ناداری اور پریشان حالی دور ہو۔ یا آپ اپنے ہی لیے کھجور اور انگور کا باغ لگایئے جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں۔ یا سونے کا مکان بنایئے۔ کہ آپ بھی ہماری طرح مفلس وتنگدست اور طلب معاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ اگر یہ نہیں کر سکتے تو اپنے قول کے موافق ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے

www.waseemziyai.com

جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ

ان کے پاس ہدایت آئی مگر اسی نے کہ بولے کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا؟ تم فرماؤ

لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ

اگر زمین میں فرشتے ہوتے چین سے چلتے تو ان پر ہم

مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِىْ

رسول بھی فرشتہ اتارتے ف۲۵ تم فرماؤ اللہ بس ہے گواہ میرے تمہارے

وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ

درمیان بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا دیکھتا ہے۔ اور جسے اللہ راہ دے وہی

الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ

راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو ان کے لیے اس کے سوا کوئی حمایت والے نہ پاؤ گے اور ہم انہیں

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ

قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اٹھائیں گے اندھے اور گونگے اور بہرے ان کا ٹھکانا جہنم ہے

گراؤ۔ یا اللہ اور فرشتوں کو اپنی تصدیق کے لیے لاؤ کہ ہم ایمان لائیں۔ ورنہ ہم ایمان نہ لائیں گے۔ یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم محض تمہارے چڑھ جانے پر بھی ایمان نہ لائیں گے جب تک تم ہم پر کوئی کتاب نہ اتارو گے کہ ہم اسے پڑھیں، تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ اور حضور نے ان کی خرافات کے جواب میں صرف یہی کہا کہ میرے رب کو اختیار ہے۔ وہ پاک و بے نیاز ہے میں تو اس کا بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں۔ [کذا فی السراج] قریش کا یہ قول کہ اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لاؤ تو ہم مانیں۔ ایسا ہے جیسا کہ یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔ ﴿اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً﴾ اللہ کو ہمیں دکھاؤ تو ہم مانیں۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ سوالات ان کے محض کفر و عناد کی وجہ سے تھے اظہار حق کے لیے نہ تھے۔ اگر طلب حق کے لیے ہوتے تو ضرور انہیں معجزات دکھائے جاتے، خدا کے علم میں تھا کہ وہ معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے اور اسے نظر بندی کہیں گے۔ کما قال تعالیٰ: ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ۔ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا﴾ [الحجر: ۱۴، ۱۵] وقال تعالیٰ: ﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَىْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا﴾ [الانعام: ۱۱۱] اللہ تعالیٰ ان کے چاہے ہوئے معجزات ظاہر کر سکتا تھا مگر اس وجہ سے نہ کیے کہ اگر وہ معجزات دیکھنے کے بعد ایمان نہ لاتے تو ہلاک کیے جاتے۔ اور اللہ کو اپنے محبوب کی امت کو ہلاک کرنا منظور نہ تھا۔ امام احمد و ترمذی کی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر تو چاہے میں تیرے لیے بطحا مکہ کو سونے کا کر دوں، عرض کی نہیں اے میرے رب! الحدیث۔

(۲۵۔ آیت: ۹۴، ۹۵) شان نزول: اول تو کفار مکہ نبوت کے قائل نہ تھے۔ اس کی ضرورت ہی نہ سمجھتے تھے۔ جب حضور نے دلائل واضحہ و براہین قاطعہ سے اس کی ضرورت ثابت فرمائی تو لاجواب ہو کر حضور کی خصوصی نبوت پر اعتراض کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اگر نبی کا ہونا ضروری ہے تو انسان نبی کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ کھاتا پیتا چلتا پھرتا نکاح کرتا ہے اور جس میں یہ عوارض جسمانی پائے جائیں وہ خدا کے ساتھ خاص تعلق کیسے رکھ سکتا ہے۔ اگر خدا کو ہدایت کرنے کی ضرورت تھی تو کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتا جو کثافت مادی اور عوارض

www.waseemziyai.com

النصف

كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا

جب کبھی بجھنے پر آئے گی ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔ یہ ان کی سزا ہے اس پر کہ انھوں نے ہماری آیتوں سے

بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا

انکار کیا اور بولے کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا سچ مچ ہم نئے بن کر اٹھائے

جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

جائیں گے؟ اور کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے

قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ

ان لوگوں کی مثل بنا سکتا ہے اور اس نے ان کے لیے ایک میعاد ٹھہرا رکھی ہے جس میں کچھ شبہ نہیں

فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ

تو ظالم نہیں مانتے بے ناشکری کیے ف۲۶ تم فرماؤ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں

رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ

کے مالک ہوتے تو انھیں بھی روک رکھتے اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہوجائیں اور آدمی

جسمانی سے پاک اور خالص نور ہوتا۔ اور لوگوں کے لیے شمع ہدایت بنتا، ان کے خیال کے رد اور قول کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ان کفار کو بعد نزول قرآن ایمان لانے سے ان کے اس قول نے روکا ہے کہ اللہ نے ان کی طرف آدمی کو رسول بنا کر بھیجا فرشتہ کو کیوں نہ بھیجا۔ اے نبی! آپ ان سے فرمادیں کہ اگر زمین میں فرشتے چین سے رہتے بستے چلتے پھرتے ہوتے تو ہم ان پر آسمان سے فرشتہ ہی رسول بنا کر بھیجتے۔ تاکہ وہ اپنے ہم جنس کے کلام سے نفع اٹھاتے۔ ہدایت پاتے اور تم فرشتے نہ تھے۔ آدمی تھے لہٰذا ہم نے تمہاری طرف تمہاری جنس سے رسول بھیجا تاکہ تم اس کے کلام سے فائدہ اٹھاؤ ہدایت پاؤ۔ باقی ترجمہ پڑھئے۔

(۲۶۔ آیت: ۹۶ تا ۹۹) مذکورہ بالا آیت میں کفار کے شبہ کو رفع کر کے حضور کی نبوت کو ثابت کیا تھا۔ اس پر یہ اعتراض ہوسکتا تھا کہ جب حضور سچے نبی تھے تو تبلیغ میں اس قدر جدوجہد کیوں کی اپنی روحانی قوت سے ایک دم سب کو مسلمان کرلیا ہوتا۔ اس اعتراض کو ان آیات میں دفع فرمایا گیا ہے اور ایمان نہ لانے والوں کا حال بیان کیا گیا ہے کہ رسول کا کام ڈرانا اور حکم الٰہی پہونچانا ہے، تو اللہ جسے راہ دکھاتا ہے وہی راہ پاتا ہے اور جسے گمراہ کرتا ہے اس کے لیے سوا اللہ کے کوئی حمایت کرنے والا نہ ہوگا۔ اور ہم ان گمراہوں کو قیامت کے دن اہانت کرنے کو منہ کے بل اندھا، گونگا، بہرا، اٹھائیں گے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جب اس کی آگ مدھم ہوگی ہم اسے بھڑکائیں گے۔ باقی ترجمہ پڑھئے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سے منہ کے بل اٹھائے جانے کی بابت پوچھا گیا۔ فرمایا جو انہیں پاؤں چلانے پر قادر ہے وہ منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔ [رواہ البخاری ومسلم] یا یہ معنی ہیں کہ فرشتے انہیں منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں لے جائیں گے۔ [جامع البیان] اور اندھا اور گونگا اور بہرا اٹھانے۔ کہ یہ معنی ہیں کہ جیسے وہ دنیا میں حق بات دیکھنے سننے بولنے سے اندھے، گونگے، بہرے تھے۔ ایسے ہی قیامت کے دن اس کا ثواب انہیں نہ سوجھے گا اور اس کی بشارت نہ سنیں گے اور نہ کوئی حجت بول سکیں گے۔ [ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ]

www.waseemziyai.com

قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ

بڑا کنجوس ہے۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو نو روشن نشانیاں دیں تو بنی

اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى

اسرائیل سے پوچھو جب وہ ان کے پاس آیا تو اس سے فرعون نے کہا اے موسیٰ

مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ

میرے خیال میں تو تم پر جادو ہوا کہا یقیناً تو خوب جانتا ہے کہ انھیں نہ اتارا مگر آسمانوں

وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ

اور زمین کے مالک نے دل کی آنکھیں کھولنے والیاں اور میرے گمان میں تو اے فرعون تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے تو اس نے چاہا کہ

يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ

ان کو زمین سے نکال دے تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں سب کو ڈبو دیا اور اس کے بعد ہم نے

بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ

بنی اسرائیل سے فرمایا اس زمین میں بسو پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا

جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۭ وَمَآ

ہم تم سب کو گھال میل لے آئیں گے ف۲۷ اور ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ اتارا اور حق ہی کے ساتھ اترا اور ہم

اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى

نے تمھیں نہ بھیجا مگر خوشی اور ڈر سناتا۔ اور قرآن ہم نے جدا جدا کرکے اتارا کہ تم اسے

النَّاسِ عَلٰي مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا

لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اور ہم نے اسے بتدریج رہ رہ کر اتارا تم فرماؤ کہ تم لوگ اس پر ایمان لاؤ یا نہ

(۲۷۔ آیت: ۱۰۰ تا ۱۰۴) چونکہ انسان عموماً طبعاً بخل پسند واقع ہوا ہے اور کنجوسی کو کفایت شعاری اور مآل اندیشی سمجھتا ہے اور کسی کو کچھ دینے خیرات کرنے سے خود فقیر ہو جانے کا اندیشہ کرتا ہے۔ اسی کو اس آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ اے نبی! تم ان سرکشوں سے فرماؤ کہ اگر تم اللہ کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تب بھی خرچ ہو جانے کے ڈر سے انہیں روک رکھتے۔ کسی کو ان میں سے کچھ نہ دیتے کہ آدمی کنجوس واقع ہوا ہے۔ دیکھو ہم نے موسیٰ کو کھلی ہوئی نشانیاں دیں۔ پڑھیے ترجمہ۔

تنبیہ: خزائن رحمت سے مراد خدا کی نعمتوں کے خزانہ ہیں، جو بے شمار ہیں اور نشانیوں سے جو حضرت موسیٰ کو دی گئی تھیں۔ (۱) عصا (۲) ید بیضا (۳) طوفان (۴) ٹڈیاں (۵) جوئیں (۶) مینڈک (۷) خون (۸) اموال کا مسخ ہونا (۹) قحط سالی۔ یعنی غلہ اور پھلوں کا نقصان مراد ہے اور ﴿ ارض ﴾ سے زمین شام مراد ہے اور بعض کے نزدیک مصر مراد ہے، صحیح اول ہے کہ بنی اسرائیل دوبارہ مصر لوٹ کر

www.waseemziyai.com

تُؤْمِنُوْٓا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ

لاؤ بے شک وہ جنھیں اس کے اترنے سے پہلے علم ملا جب ان پر پڑھا جاتا ہے

یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ

ٹھوڑی کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں پاکی ہے ہمارے رب کو بے شک

كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ

ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونا تھا اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے

وَیَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدة قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا

اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے ف۲۸ تم فرماؤ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر، جو کہہ

نہیں گئے تھے۔ اور ﴿وعد الاخرہ﴾ سے روز قیامت مراد ہے کہ اس روز اللہ تعالیٰ سب کو جمع فرمائے گا سب گھال میل ملے جلے ہوں گے۔

(۲۸۔ آیت: ۱۰۵ تا ۱۰۹) جب کفار مکہ قرآن کی فصاحت و بلاغت و جامعیت سے مبہوت ہوئے اور کوئی جواب نہ بن پڑا۔ تو کہنے لگے کہ محمد شاعر ہیں۔ خود بناتے ہیں کسی نے کہا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاہن ہیں۔ انھیں کوئی جن یا شیطان آکر بتاتا ہے، کسی نے کہا ساحر ہیں جادو کے زور سے ایسا کلام بناتے ہیں، کسی نے کہا غلام عجمی ان کو سکھاتا ہے۔ اگر قرآن خدا کی طرف سے ہوتا تو ایک دم نازل ہوتا۔ تھوڑا تھوڑا نازل نہ ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اسے حسب موقع بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں تھوڑا تھوڑا اتارنے کی مصلحت بیان کرتا ہے اور ان کی خرافات کی تردید ان آیات میں کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم جھوٹ بکتے ہو قرآن عظیم کو ہم نے حق و سچائی کے ساتھ اتارا ہے۔ اور وہ حق ہی کے ساتھ اترا ہے، اس میں کچھ تغیر تبدل نہیں ہوا ہے اور رسولوں کو تو ہم نے صرف جنت کی خوشخبری سنانے اور دوزخ سے ڈرانے کے لیے بھیجا ہے اور قرآن کو ہم نے تھوڑا کر کے تیئیس (۲۳) سال میں اس لیے اتارا کہ تم ٹھہر ٹھہر کر لوگوں پر اسے پڑھو۔ اور لوگوں پر اس کا سمجھنا اور یاد کرنا آسان ہو۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ اے نبی! تم ان کفار مکہ سے فرماؤ کہ تم قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ جن لوگوں کو قرآن اترنے سے پہلے علم ملا ہے۔ یعنی مومنین اہل کتاب۔ جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ عاجزی سے روتے ہوئے ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گرتے ہیں۔ اور وہ ان کا خشوع بڑھاتا ہے۔ پڑھیے ترجمہ

فائدہ: روایت ہے: محمد ابن سماک بیمار ہوئے تو ہم ان کا قارورہ لے کر ایک نصرانی طبیب کی طرف چلے، راہ میں ایک آدمی خوبصورت خوش پوشاک خوشبو لگائے ہوئے ملے، پوچھا کہاں جاتے ہو، ہم نے حال بیان کیا تو انہوں نے کہا سبحان اللہ۔ ایک ولی اللہ کے لیے خدا کے دشمن سے مدد چاہتے ہو لوٹ جاؤ اور ابن سماک سے کہو کہ موضع درد پر ہاتھ رکھ کر۔ ﴿وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ﴾ [بنی اسرائیل: ۱۰۵] پڑھو، یہ کہہ کر غائب ہو گئے، ہم نے ابن سماک سے آکر کہا۔ انہوں نے یونہی کیا اچھے ہو گئے۔ [مدارک]

تنبیہ: آیت سے تمام اہل کتاب کا قرآن عظیم کو سن کر متاثر ہونا سمجھ میں آتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے وہ اہل کتاب مراد ہیں جو ایمان لائے تھے۔ اور قرآن عظیم سن کر متاثر ہوئے تھے۔ اور ان پر رقت طاری ہوئی تھی۔ جیسے شاہ حبش اور اس کے بعض درباری کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس نے کلام الٰہی سنانے کو کہا تو انہوں نے سورہ مریم کی کچھ آیات پڑھ کر سنائیں۔ تو وہ انہیں سن کر متاثر ہوا اور رونے لگا۔ اور سجدہ میں گر پڑا یونہی جب اس کے لوگ مہاجرین کو پہنچانے آئے۔ اور حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور نے ان کے سامنے سورہ یٰسین پڑھی تو وہ اسے سن کر متاثر و آبدیدہ ہوئے۔ انہیں کی طرف آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے اور پہلے بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے، گویا شان نزول اس آیت کی وہ لوگ ہیں جو قرآن عظیم سن کر متاثر ہوئے تھے۔ اور روئے تھے۔ اور بعض کے

www.waseemziyai.com

تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ

پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ

بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ

اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو اور یوں کہو سب خوبیاں اللہ کو جس نے

يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ

اپنے لیے بچہ اختیار نہ فرمایا اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ

اور کمزوری سے کوئی اس کا حمایتی نہیں

وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾ ع ۱۲ ۱۱ ۱۲

اور اس کی بڑائی بولنے کو تکبیر کہو ف ۲۹

نزدیک آیت زید ابن عمرو ابن نفیل وسلمان فارسی اور ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں نازل ہوئی۔ کہ وہ نبی آخر الزماں کے منتظر تھے۔ جب ان کے مبعوث ہونے کی انہوں نے خبر پائی تو حاضر ہو کر ایمان لائے۔ اور قرآن کریم کو سن کر رونے لگے اور ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گرنے سے منہ کے بل سجدہ میں گرنا مراد ہے۔ ٹھوری کو مبالغۃً اس کی جگہ ذکر فرمایا گیا ہے کہ ٹھوری پر داڑھی ہوتی ہے وہ سجدہ میں گرتے وقت زمین پر لگتی ہے۔ وہ زیادتی خشوع پر دلالت کرتی ہے۔ پس قرآن عظیم خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھنا اور پڑھتے میں خوف خدا سے رونا مستحب ہے، اس میں زیادتی خشوع ہوتی ہے، صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے گا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ ترمذی کی دوسری روایت میں ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئے اور جو آنکھ جہاد میں رات کو لشکر اسلام کی نگہبانی کرے اس کو آگ نہ چھوئے گی۔

(۲۹۔ آیت: ۱۱۰، ۱۱۱) شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدہ میں یا اللہ یا رحمٰن کہا کرتے تھے۔ ابوجہل نے سن کر کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو دو معبودوں کو پکارنے سے منع کرتے ہیں اور خود دو کو پکارتے ہیں۔ تب آیت نازل ہوئی۔ [معالم وسراج] اور آیت ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ﴾ کی شان نزول بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ہے کہ حضور مکہ میں بلند آواز سے نماز پڑھا کرتے تھے۔ تو کفار قرآن کو اور حضور کو اور اللہ کو برا کہتے تھے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حکم ہوا کہ اس قدر آواز سے نماز نہ پڑھو کہ مشرک سنیں۔ اور نہ اس قدر آہستہ پڑھو کہ ساتھ والے نہ سن سکیں اس کا درمیانی راستہ اختیار کرو۔ [بخاری ومسلم] اور وہی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ حضور نے ایک رات اپنے صحابہ کے گھروں کا دورہ کیا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آہستہ قرآن پڑھتے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلند آواز سے قرآن پڑھتے پایا۔ پس آپ نے صبح کو حضرت ابوبکر سے آہستہ قراءت کرنے کی وجہ پوچھی عرض کیا میں اپنے رب سے مناجات کرتا ہوں۔ اور حضرت عمر سے بلند آواز سے قرائت کرنے کی وجہ پوچھی، عرض کیا: میں شیطان کو بھگاتا اور سوتوں کو جگاتا ہوں۔ پس آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کچھ بلند کیا کرو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تم آواز کچھ پست کیا کرو۔ [معالم] ابن جریر کی روایت میں اس قدر زیادہ ہے کہ جب آیت: ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ﴾ اتری تب حضور نے ان سے کہا۔ بہرحال یہ آیت نماز کے متعلق ہے اور حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے معارض نہیں ہے کہ نماز ہی دعا پر مشتمل ہے یہی قول اصح وارجح ہے۔ آواز سے قراءت پڑھنے کی

www.waseemziyai.com

تعداد کم سے کم یہ ہے کہ پاس والے سنیں اور آہستہ پڑھنے کی مقدار یہ ہے کہ خود سنے، مطلب یہ ہے کہ اے محبوب تم ان سے کہدو کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو۔ جس نام سے پکارو سب اسی کے نام ہیں باقی ترجمہ پڑھئے۔ جس میں بہت بلند آواز سے اور بہت آہستہ نماز پڑھنے دعا کرنے کی ممانعت اور درمیانی آواز سے نماز و دعا پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ پھر اپنی واحدانیت اور بڑائی بیان کرنے کو فرمایا گیا ہے۔

فائدہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سے آیت: ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ الخ﴾ [بنی اسرائیل: ۱۱۰] کی بابت سوال کیا گیا۔ فرمایا: کہ وہ چور سے امان ہے۔ یعنی جو سوتے وقت اسے پڑھے گا وہ چور سے محفوظ رہے گا۔ ایک مہاجر اس آیت کو پڑھ کر سویا کہ اس کے گھر میں چور گھسا اسباب سمیٹ کر لے چلا، جب دروازہ پر پہنچا تو اسے بند پایا تین بار ایسا ہی کیا، مگر باہر نہ جا سکا، تو صاحب خانہ نے کہا جو جاگ گیا تھا، میں نے اپنے گھر کو مضبوط بند کیا ہے۔ [سراج] حضرت معاذ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا: آیت: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا الخ﴾ آیت العزۃ ہے۔ ابن جریر لکھتے ہیں: کہ یہ آیت حضور اپنے لوگوں کو سکھایا کرتے تھے۔ وہی محمد بن کعب سے راوی کہ یہود و نصاریٰ اللہ کے لیے بیٹا کہتے تھے اور مشرکین عرب کہتے تھے کہ ہم تیری خدمت کے لیے حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں ہے، سوا اس کے جو تیرا ہے، تو اس کا مالک ہے اور فرقہ صابیہ و مجوسی کہتے کہ اگر اللہ کے مددگار نہ ہوتے تو وہ عاجز ہو جاتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿الحمد للہ﴾ الخ نازل فرمائی اور اس میں سب مشرکوں کا رد فرمایا۔ [ابن کثیر]

تنبیہ: ترمذی کی حدیث میں ننانوے نام اللہ تعالیٰ کے آئے ہیں۔ جو مشہور ہیں۔ ان میں حصر مقصود نہیں ہے کہ علاوہ ان کے اور بھی قرآن میں بعض نام آئے ہیں۔ جیسے رب۔ مبین، ان میں اللہ اسم ذات ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ باقی صفاتی نام ہیں۔ ان سب پر ایمان لانا واجب ہے اور ان کا ورد کرنا۔ باعث برکت اور ثواب اور موجب دخول جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں کے متعلق تقریر مفصل طور سے توضیح (۲۷) میں گزری۔ وہاں دیکھیے اور آیت: ﴿وقل الحمد للہ﴾ الخ آیت عزت ہے۔ قریش میں جو بچہ بولنے لگتا تو حضور پہلے اسے یہ آیت پڑھاتے اور ﴿وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ﴾ کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کمزور نہیں ہے کہ اسے کسی حمایتی کی ضرورت

ہو۔

سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۱۱۰ رُوْعَاتُهَا ۱۲

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ

سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں اصلاً کجی

عِوَجًا ؕ سکتة (۱) قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَیُبَشِّرَ

نہ رکھی عدل والی کتاب کہ اللہ کے سخت عذاب سے ڈرائے اور ایمان والوں کو

الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ (۲)

جو نیک کام کریں بشارت دے کہ ان کے لیے اچھا ثواب ہے۔

مَّاكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًا ۙ (۳) وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۘ (۴)

جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان کو ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنا کوئی بچہ بنایا۔

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآىِٕهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ

اس بارے میں نہ وہ کچھ علم رکھتے ہیں نہ ان کے باپ دادا کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے

اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا (۵) فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ اِنْ

برا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ ف۳ تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے اگر وہ

(۳۰۔آیت:۱تا۵) اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنی سب سے بڑی نعمت یعنی قرآن عظیم کا مع اس کے اوصاف کے ذکر فرمایا ہے۔ ''کتاب'' سے قرآن عظیم مراد ہے، اس میں کجی نہ رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ اس کے معانی والفاظ میں اصلا اختلاف وتناقص نہیں ہے، وہ بالکل راست ودرست ہے کہ اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف ہوتا ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ [النساء:۸۲]۔ اور اس لیے اتارا ہے کہ وہ کافروں کو اللہ کے سخت عذاب سے ڈرائے اور مومنوں کو جو نیک کام کریں اچھے ثواب کی یعنی جنت کی خوشخبری سنائے۔ اس سورت کا نام سورہ کہف ہے کہ اس میں اصحاب کہف کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

شان نزول:۔ اس کی آئندہ ذکر ہوگی۔ اس کی فضیلت احادیث میں بہت آئی ہے، ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے شروع سورہ کہف کی دس آیتیں حفظ کیں وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہا۔ [رواہ احمد ومسلم ونسائی وابوداؤد] اور انہیں کی دوسری روایت میں آخیر سورہ کہف کی دس آیتیں پڑھنا آیا ہے، مطلب یہ ہے کہ فتنہ دجال سے محفوظ رہنے کے لیے اول دس آیات بھی کافی ہیں۔ اور آخر دس بھی کافی ہیں، یا یہ کہ اول دس فتنہ دجال سے بچنے کے لیے ہیں۔ اور آخر دس اپنی حفاظت کے لیے ہیں اور جس نے اول وآخر سورہ کہف کی آیات پڑھیں اس کے لیے قدم سے سر تک نور ہوگا اور جس نے پوری سورہ کہف پڑھی اس کے لیے قدم سے لے کر آسمان تک نور ہوگا۔ [رواہ احمد] حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس نے جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھی اس کے لیے قدم سے لے کر آسمان تک ایک نور ہوگا جو قیامت کے دن اس کے لیے روشنی کرے گا اور دونوں جمعہ کے درمیان اس کی مغفرت ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنے والے کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ بخشے

www.waseemziyai.com

لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝۶ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً

اس بات پر ایمان نہ لائیں غم سے بے شک ہم نے زمین کا سنگار کیا

لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝۷ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا

جو کچھ اس پر ہے کہ انھیں آزمائیں ان میں کس کے کام بہتر ہیں اور بے شک جو کچھ اس پر ہے ایک دن ہم اسے پٹ پر میدان کر

جُرُزًا ۝۸ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ

چھوڑیں گے ف۳۱ کیا تمھیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک

اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝۹ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا

عجیب نشانی تھے؟ جب ان جوانوں نے غار میں پناہ لی پھر بولے: اے ہمارے رب!

مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝۱۰ فَضَرَبْنَا

ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہ یابی کے سامان کر۔ تو ہم نے

عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝۱۱ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ

اس غار میں ان کے کان پر گنتی کے کئی برس تھپکا پھر ہم نے انھیں جگایا

جائیں گے۔ اس حدیث کو ابن مردویہ نے روایت کیا ہے اور اس کی تائید وتقویت حاکم وبیہقی کی روایت سے ہوتی ہے جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی ہے۔ اور ضیا مقدسی نے مختارہ میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جس نے جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھی وہ آٹھ دن تک ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا، اگر ان آٹھ روز میں دجال نکلے تو وہ اس کے فتنہ سے بھی محفوظ رہے گا۔ اور ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ فرمایا: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ میں تمہیں ایسی سورت سے آگاہ نہ کروں کہ جس کی عظمت نے زمین وآسمان کے درمیان کو بھر لیا ہے، جو اسے جمعہ کو پڑھے گا اس کا جمعہ سے جمعہ تک کا زمانہ مع زیادتی تین روز کے بخشا جائے گا اور جس نے اس کی آخیر کی پانچ آیتیں سوتے وقت پڑھیں، وہ رات میں جس وقت چاہے گا اٹھایا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کی ضرور آگاہ فرمایئے۔ فرمایا وہ سورہ کہف ہے۔ دوسری حدیث میں ہے: جس گھر میں سورہ کہف پڑھی جائے گی اس رات اس میں شیطان داخل نہ ہوگا۔ [ذکرہ ابن کثیر فی تفسیرہ]

(۳۱۔ آیت: ۶ تا ۸) شان نزول: چونکہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفار کے ایمان پر حریص تھے چاہتے تھے کہ سب کے سب مسلمان ہو جائیں۔ اقربا تو درکنار غیروں کا بھی عذاب الٰہی میں مبتلا ہونا حضور کو ناگوار تھا۔ آیت بالا کے نازل ہونے سے زیادہ ملول وغمگین ہوئے۔ کہ اس میں سخت عذاب الٰہی سے ڈرانے کو فرمایا گیا تھا۔ اور سرداران کفار نے اسے نہ مانا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کا ان کے لیے اندوہ وغم میں پڑنا گوارا نہ ہوا۔ اور یہ آیات نازل فرمائیں۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ اے محبوب! آپ ان کافروں کے کفر کا زیادہ غم نہ کیجیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان کے قرآن پر ایمان نہ لانے کے غم میں اپنی جان پر کھیل جاؤ۔ ہم نے ان کے آزمانے کے لیے زمین کو ہر چیز سے آراستہ کیا ہے کہ ان میں کون اچھے کام کرتا ہے۔ پھر ہم اسے ایک دن پٹ پر میدان کریں گے۔ جس پر سبزہ تک نہ رہے گا۔ سب فنا ہو جائے گا۔ ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ [الرحمٰن: ۲۶]۔ حدیث میں ہے کہ دنیا شیریں خوشگوار سبزہ زار ہے اور اللہ تم کو اس میں خلیفہ کر کے

www.waseemziyai.com

اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ﴿۱۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ ع ۱۲ ۱۲

کہ دیکھیں دو گروہوں میں کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ ٹھیک بتاتا ہے۔ ہم ان کا ٹھیک ٹھیک حال

نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًی ﴿۱۳﴾ وَّرَبَطْنَا

تمہیں سنائیں، وہ کچھ جوان تھے کہ اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کو ہدایت بڑھائی۔ اور ہم نے ان کے

عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ

دلوں کی ڈھارس بندھائی جب کھڑے ہوکر بولے کہ ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم اس کے سوا

نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا

کسی معبود کو نہ پوجیں گے ایسا ہو تو ضرور ہم نے حد سے گزری ہوئی بات کہی۔ یہ جو ہماری قوم ہے

اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍ بَیِّنٍ ؕ فَمَنْ

اس نے اللہ کے سوا خدا بنا رکھے ہیں، کیوں نہیں لاتے ان پر کوئی روشن سند؟ تو اس سے بڑھ کر

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا

ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور جب تم ان سے اور جو

یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَی الْكَهْفِ یَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ

کچھ وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں سب سے الگ ہوجاؤ تو غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لیے

رَّحْمَتِهٖ وَیُهَیِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ وَتَرَی الشَّمْسَ اِذَا

اپنی رحمت پھیلادے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان بنادے گا۔ ف۳۲ اور اے محبوب! تم سورج کو دیکھو گے

آزمائش کرنے والا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ پس تم دنیا سے بچو خاص کر عورتوں سے کہ بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ عورتوں سے پھیلا تھا۔ [رواہ مسلم] حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نے یہ آیت پڑھی تو میں نے پوچھا اس کے کیا معنی ہیں، فرمایا کہ امتحان کیا جائے گا کہ کون زیادہ عقلمند اور محارم الٰہی سے زیادہ بچنے والا اور طاعت الٰہی میں زیادہ جلدی کرنے والا ہے۔ [مواہب]

(۳۲۔ آیت: ۹ تا ۱۶) شان نزول: اس کے تحت آیت کریمہ ﴿قُلِ الرُّوْحُ من امرِ ربّی﴾ گزر چکی ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا تو قریش نے اس کی تحقیق کرنے کو یہود کے پاس آدمی بھیجے کہ وہ انہیں عالم سمجھتے تھے۔ انہوں نے قریش سے کہلا بھیجا کہ تم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک تو روح کی حقیقت پوچھو، دوسرے اصحاب کہف کی کیفیت، تیسرے ذوالقرنین کا حال دریافت کرو۔ اگر وہ ان میں سے پہلی بات کا جواب نہ دیں پچھلی دونوں باتوں کا جواب دیں تو جان لو کہ وہ نبی ہیں۔ ورنہ نبی نہیں ہیں۔ پس قریش نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آکر یہی باتیں پوچھیں۔ تو حضور پر وحی نازل ہوئی اس میں پہلی بات کا جواب تو مبہم دیا گیا۔ اور دوسری بات کا جواب ان آیات میں مفصل دیا گیا۔ اور تیسری بات کا جواب اس کے بعد آیت: ﴿یسئلونك عن ذی القرنین﴾ میں دیا گیا۔ ان آیات میں تو اصحاب کہف کا حال مجمل بیان کیا گیا ہے، پھر ﴿نحن نقص﴾ سے اس کی تفصیل کی گئی ہے۔

www.waseemziyai.com

مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! کیا تم نے جانا کہ پہاڑ کی کھوہ میں جنگل کے کنارے والے یعنی اصحاب کہف ہماری ایک عجیب نشانی تھے، جب کہ ان جوانوں نے غار میں پناہ لی پھر دعا کی کہ اے ہمارے رب تو ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے۔ اور ہمارے کام میں راہ پانے کا سامان کر۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اور ان کی بے چینی دور کرنے کے لیے غار میں ان کے کانوں پر کئی سال تھپکا تو وہ سو گئے جیسے بچہ ماں کے تھپکنے سے سو جاتا ہے۔ یہ کنایہ ہے ان پر نیند غالب کرنے اور سلانے سے۔ پس وہ تین سو نو (۳۰۹) برس تک سوتے رہے اور ان کا کتا بھی جوان کے ساتھ لگ آیا تھا سو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں تین صدیوں بعد جگایا۔ تا کہ اللہ یہ دیکھے کہ ان دو گروہوں میں سے کس کو ان کے غار میں ٹھہرنے کی مدت بہت صحیح یاد ہے۔

تنبیہ: کہف پہاڑ کے بہت بڑے غار کو کہتے ہیں اور ﴿رقیم﴾ اس وادی کا نام ہے جس میں غار تھا۔ [ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما] یہی قول عطیہ وقتادہ وضحاک کا ہے اور مترجم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ یا اس پہاڑ کا نام ہے جس میں وہ جا کر چھپے تھے۔ [ابن جریج] یا اس بستی کا نام ہے جس میں وہ رہتے تھے (کعب) یا اس کتبہ یا پتھر کی لوح مراد ہے جس پر ان کا حال لکھ کر لگایا گیا تھا۔ محی السنہ نے اسے اظہر کہا ہے: اس میں اور اقوال بھی ہیں۔ اور دو گروہوں سے مراد یا تو وہ ہیں جو ان میں سونے کی مدت میں مختلف ہوئے تھے۔ یا شہر والوں کے دو گروہ مراد ہیں۔ جو مختلف ہو گئے تھے۔ چونکہ وہ جوان اس غار میں جا کر چھپے تھے اس لیے انہیں اصحاب الکہف والرقیم فرمایا گیا ہے۔ اور ﴿ام حسبت﴾ الخ میں خطاب اگر چہ بظاہر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے، لیکن مراد اس سے سوال کرنے والے قریش ویہود ہیں، ان سب پر تعریض کی گئی ہے۔ اور سنین عدد سے قلت مدت سونے کی بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ غار میں انہیں اللہ تعالیٰ نے جس قدر مدت چاہا سلائے رکھا پھر جگایا۔ [ابن کثیر] اور آیات الٰہی تو سب ہی تعجب خیز وحیرت انگیز ہیں، انہیں میں سے واقعہ اصحاب کہف ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب ہے، اس میں منکرین بعث کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اس میں فکر وغور کر کے بعث کے قائل ہوں کہ سونا مرنے کے مشابہ ہے تو جو خدا تین سو سال آدمی کو سلا کر جگا سکتا ہے وہی خدا آدمی کو مار کر سیکڑوں برس بعد زندہ بھی کر سکتا ہے۔ قصہ اصحاب کہف بیان کرنے کی یہی غرض ہے اور کفار کو جواب دینا اس کا سبب ہے، اس کے بعد فرمایا جاتا ہے کہ اے محبوب! ہم تمہیں اس کا ٹھیک ٹھیک حال سنائیں وہ کچھ جوان تھے امیر زادے، ان میں ایک وزیر کا لڑکا بھی تھا۔ وہ ایشیائے کوچک کے شہر طرطوس میں رہتے تھے جو قیصر روم کی مملکت میں داخل تھا۔ اس وقت یعنی ۲۴۹ء میں اس کا بادشاہ دقیانوس تھا جو اصل میں نصرانی تھا مگر بت پرست ہو گیا تھا۔ اور رعایا سے بھی جبریہ بت پرستی کراتا تھا۔ جو بت پرستی سے انکار کرتا اسے طرح طرح کے عذاب دے کر قتل کراتا تھا۔ یہ نوجوان اللہ پر ایمان لائے اللہ نے ان کی ہدایت کو زیادہ اور ایمان کو مضبوط کیا۔ اور اس پر ثابت قدم رکھا۔ جب دقیانوس دورہ کرتا ہوا اس شہر میں آیا اور لوگوں کو بت پرستی کی طرف بلایا تو دین دار لوگ اپنا دین بچانے کے لیے شہر سے بھاگنے لگے۔ سپاہیوں نے انہیں گھیرا اور پکڑ کر بادشاہ کے سامنے لائے۔ اس نے ان سے بت پرستی کرنے کو کہا جس نے انکار کیا اسے قتل کیا، جب یہ جوان بادشاہ کے سامنے لائے گئے اور اس نے ان سے بت پرستی کو کہا تو انہوں نے کھڑے ہو کر بے دھڑک بادشاہ سے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جو آسمان وزمین کا مالک ہے، ہم اس کے سوا کسی کو نہ پوجیں گے۔ یہ جو ہماری قوم نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں اس پر وہ کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے ہیں۔ تو اللہ پر جھوٹ باندھنے والے سے بڑھ کر ظالم کون ہے۔ بادشاہ ان کا یہ جواب سن کر دنگ ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ ان کے اچھے کپڑے اور زیور اتار کر چند روز کے لیے چھوڑ دو تا کہ ان کی عقل درست ہو جائے۔ بادشاہ یہ حکم دے کر دوسرے شہر کو چلا گیا، لڑکے چھوڑ دیئے گئے تو انہوں نے آپس میں کہا: ﴿وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ الخ﴾ جب تم قوم سے اور اس سے جس کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں الگ ہو جاؤ تو بادشاہ کے واپس آنے سے پہلے کسی غار میں چل کر چھپ رہو، اللہ تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلائے گا۔ اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان کرے گا، ورنہ بادشاہ واپس آ کر پھر بت پرستی کو کہے گا اور تم پر جبر کرے گا۔ پس وہ اپنے اپنے گھروں سے کچھ نقد وجنس لے کر شہر سے تین میل کے فاصلہ پر نجلوس پہاڑ کے ایک بہت بڑے غار میں جا چھپے اور وہاں اللہ تعالیٰ سے سجدہ میں گر گر رو کر عاجزی سے

www.waseemziyai.com

طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ

کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار سے داہنی طرف بچ جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو انھیں بائیں

ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ

طرف کترا جاتا ہے حالانکہ وہ اس غار کے کھلے میدان میں ہیں یہ اللہ کی نشانیوں سے ہے جسے

يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا

اللہ راہ دے تو وہی راہ پر اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ

مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۚ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ ع ۲ ۵ ۱۴

پاؤ گے۔ اور تم انھیں جاگتا سمجھو اور وہ سوتے ہیں اور ہم ان کی داہنی بائیں کروٹیں

وَذَاتَ الشِّمَالِ ۚ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ

بدلتے ہیں اور ان کا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے غار کی چوکھٹ پر اے سننے والے!

عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾ وَكَذٰلِكَ

اگر تو انھیں جھانک کر دیکھے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور ان سے ہیبت میں بھر جائے ق۳۳ اور یوں ہی

بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا

ہم نے ان کو جگایا کہ آپس میں ایک دوسرے سے احوال پوچھیں ان میں ایک کہنے والا بولا تم یہاں کتنی دیر رہے کچھ بولے

گڑگڑا کر دعا کی۔ یہاں شروع آیت کا مطلب سلسلہ ملانے کے لیے آخر تک پڑھیے دوبارہ لکھنے میں طوالت ہے۔ جب بادشاہ نے واپس آ کر انہیں تلاش کرایا تو ان کا کہیں پتہ نہ چلا بہت غصہ ہوا۔ اور ان کے باپوں کو بلا کر سختی سے پوچھا اور کہا اگر تم ان کا پتہ نہ بتاؤ گے تو قتل کئے جاؤ گے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تو بت پرستی اختیار کر لی ہے ہم ان کے جرم میں کیوں قتل کیے جائیں گے وہ تو گھر سے نقد و جنس لے کر اس پہاڑ کی طرف گئے تھے۔ پس بادشاہ نے وہاں تلاش کرایا۔ جب کوئی نشان ان کا نہ ملا تو اس غار کے منہ کو بند کرایا اور بولا کہ اب وہ اس میں بھوکے پیاسے مریں۔ ان تین صدیوں میں ملک میں تغیر و تبدل واقع ہوا۔ روم کے تخت پر کئی بادشاہ بیٹھے اور فنا ہوئے ہر ایک کے عہد میں رسم و رواج ملک میں تغیر واقع ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک نیک دیندار بادشاہ بیدروس تخت پر بیٹھا اس نے لوگوں کو دین عیسوی کی طرف بلایا بہت سے لوگ بت پرستی سے نہ پھرے اور قیامت کے قائل نہ ہوئے۔ بدستور شرک و کفر پر اڑے رہے کہ بت پرستی کرتے انھیں صدیاں گزر چکی تھیں۔ تو بیدروس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی خدایا تو کوئی ایسی نشانی ظاہر فرما جس سے لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ ہونے کا یقین ہو۔ پس اس کی دعا قبول ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تین سو نو (۳۰۹) برس کے بعد ۵۴۹ء میں اصحاب کہف کو بیدار کیا اور انہیں ان کے لیے نشانی بنایا۔

(۳۳۔ آیت: ۱۷، ۱۸) ان آیات میں اصحاب کہف کے سونے کے بعد کا حال بیان کیا گیا ہے کہ اے محبوب! تم دیکھو کہ سورج نکلتے وقت ان کے غار سے داہنی طرف بچ کر نکلتا ہے اور ڈوبتے وقت ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے۔ یعنی ان پر دھوپ نہیں آتی ہے۔ حالانکہ وہ غار کے کھلے میدان میں پڑے ہیں، ٹھنڈی ہوا آتی اور روشنی رہتی ہے، یہ اللہ کی شان و قدرت کا کرشمہ ہے کہ ایک شی کھلے میدان

www.waseemziyai.com

لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا

کہ ایک دن رہے یا دن سے کم دوسرے بولے تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے تو اپنے میں

اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا

ایک کو یہ چاندی لے کر شہر میں بھیجو پھر وہ غور کرے کہ وہاں کون سا کھانا زیادہ ستھرا ہے

فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿١٩﴾ اِنَّهُمْ

کہ تمہارے لیے اس میں سے کھانے کو لائے اور چاہیے کہ نرمی کرے اور ہرگز کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے۔ بے شک

اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ

اگر وہ تمہیں جان لیں گے تو تمہیں پتھراؤ کریں گے یا اپنے دین میں پھیر لیں گے اور ایسا ہوا تو

تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿٢٠﴾ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ

تمہارا کبھی بھلا نہ ہوگا۔ اور اسی طرح ہم نے ان کی اطلاع کردی کہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ

اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ

سچا ہے اور قیامت میں کچھ شبہ نہیں جب وہ لوگ ان کے معاملے میں باہم جھگڑنے لگے

میں پڑی ہو اور اس پر کسی وقت دھوپ نہ آئے گرمی نہ ستائے۔ اس پر وہی شخص یقین لائے گا جس کو اللہ ہدایت کرے نہ وہ جسے اللہ نے گمراہ کیا تم اس کا کوئی رفیق راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے اور تم انہیں جاگتا سمجھو گے ان کی آنکھیں کھلی ہونے کے سبب، حالانکہ وہ سوتے ہیں اور ہم انہیں داہنے بائیں کروٹیں دلاتے ہیں تاکہ انکا بدن ایک حالت پر پڑے شل نہ ہو جائے۔ اور زمین اسے خراب نہ کرے۔ عبداللہ ابن حمید بسند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو ان سے پھیر دیا کہ ان کا بدن نہ جلے اور کسی کو بھیج کر انہیں کروٹیں دلاتا ہے کہ زمین ان کی جسم کو خراب نہ کرے۔ [کمالین] اور ان کا "کتا" حسب عادت اپنی کلائیاں زمین پر بچھائے غار کے منہ پر پڑا ہے اور اگر تو اسے سننے والے انھیں جھانک کر دیکھے تو دہشت کے مارے ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں رعب دار کیا ہے، یا ان کی آنکھیں کھلی ہونے اور بال و ناخن بڑھ جانے سے ان کی صورت مہیب ہوگئی ہے۔

فائدہ: تفسیر نعیمی میں ہے: جو کوئی دن رات میں حضرت نوح علیہ السلام پر درود بھیجے گا اسے بچھو ضرر نہ دے گا اور جو آیت: ﴿وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ﴾ [الکہف: ۱۸] لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ کتے کے ضرر سے محفوظ رہے گا۔ [حسینی]

تنبیہ: یہ کروٹیں دلانا صرف ظاہر بینوں کا شبہ دور کرنے کے لیے فرمایا گیا ہے، ورنہ خدا بغیر کروٹ دلائے بھی انہیں اصلی حالت پر رکھ سکتا ہے، امام رازی فرماتے ہیں کہ کروٹوں کی مقدار اور تعین نہ آیت میں مذکور ہے نہ کسی حدیث میں آیا ہے۔ اس کا تعین فضول ہے عقل کو اس میں دخل نہیں ہے، ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ یہ کتا ان کا شکاری تھا۔ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس کا نام قطمیر تھا اور بعض نے اسے چرواہے کا کتا بتایا ہے جو ان کے ساتھ مع کتے کے ہولیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اصحاب کہف سات آدمی تھے رات کو دقیانوس کے خوف سے بھاگے راہ میں ایک چرواہے سے ملے، وہ ان کے ساتھ مع کتے کے ہولیا۔ پس وہ سب غار میں آکر چھپے جو شہر کے قریب تھا۔ [سراج] کہا گیا ہے کہ جنت میں سوائے اصحاب کہف کے کتے کے، بلعام کے گدھے

www.waseemziyai.com

فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا

تو بولے ان کے غار پر کوئی عمارت بناؤ ان کا رب انھیں خوب جانتا ہے وہ بولے جو اس کام میں غالب

عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ

رہے تھے قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے ف۳۴ اب کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا

كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ

کتا ،اور کچھ کہیں گے پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا بے دیکھے الاوتکا بات اور کچھ کہیں گے

سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا

سات ہیں آٹھواں ان کا کتا، تم فرماؤ میرا رب ان کی گنتی خوب جانتا ہے انھیں نہیں جانتے مگر

قَلِيْلٌ ۬ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ

تھوڑے تو ان کے بارے میں بحث نہ کرو مگر اتنی ہی بحث جو ظاہر ہو چکی اور ان کے بارے میں کسی کتابی سے

کے کوئی چوپایہ جنت میں نہ ہوگا۔[خازن]

(۳۴۔آیت:۱۹تا۲۱) ان آیات میں اصحاب کہف کے جاگنے کے بعد کا حال بیان اور اپنی کمال قدرت کا اظہار کیا گیا ہے۔مطلب یہ ہے کہ جیسے ہم نے انہیں اپنی کمال قدرت ظاہر کرنے کو تین صدی سلایا۔ایسے ہی ہم نے پنی کمال قدرت ظاہر کرنے کو انھیں جگایا۔نہ ان کا جسم متغیر ہوا تھا نہ کپڑے خراب ہوئے تا کہ آپس میں وہ ایک دوسرے سے حال پوچھیں۔تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا تم یہاں کتنی دیر رہے۔تو بعض بولے کہ ہم ایک دن یا اس سے کچھ کم رہے۔کہ وہ طلوع آفتاب کے وقت غار میں داخل ہوئے تھے اور وقت غروب جاگے تھے۔اور بعض نے کہا کہ تمہارا رب ٹھہرنے کی مدت خوب جانتا ہے اب تم اپنے میں سے ایک آدمی کو یہ چاندی کا سکہ لے کر شہر بھیجو کہ وہ وہاں سے دیکھ کر تحقیق کر کے پاک وحلال کھانا لائے اور ہوشیاری سے لوگوں کی نگاہ سے بچتا ہوا جائے اور نرمی سے بات چیت کرے اور کسی کو تمہاری خبر نہ کرے کہ اگر وہ لوگ تمہیں جان لیں گے تو تمہیں پکڑ کر سنگسار کریں گے۔یا اپنے دین میں لوٹائیں گے اگر ایسا ہوا تو تمہارا کبھی بھلا نہ ہوگا۔اور جیسے ہم نے انہیں جگایا تھا ایسی ہی ہم نے لوگوں کو ان کی اطلاع کر دی تا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے آنے ،مر کر زندہ ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ سونا مرابر ہے تو جیسے یہ اتنی مدت سونے کے بعد جاگے یونہی لوگ مر کر زندہ ہوں گے۔پس انہوں نے اپنے میں سے ایک آدمی کو جس کا نام یملیخا تھا شہر سے کھانا لانے اور اپنے آنے کے بعد کی خبر منگانے کے لیے بھیجا کہ انھیں بھوک لگی تھی اور یہ معلوم کرنے کی بھی ضرورت تھی کہ ان کے چلے آنے کے بعد شہر میں کیا ہوا۔جب یملیخا غار کے منہ پر آیا تو اسے کھلا ہوا پایا جو دقیانوس نے بند کرا دیا تھا اور جب وہ شہر کے دروازہ پر پہنچا تو اسے بدلا ہوا پایا،اندر گیا تو ہر شی کو بدلا ہوا دیکھا،نہ وہ عمارتیں تھیں نہ وہ آدمی تھے نہ وہ طرز معاشرت تھا۔یا تو کوئی دین عیسوی کا نام نہ لیتا تھا یا اب بھتیرے دیندار خدا کا نام لیتے نظر آئے۔یہ دیکھ کر وہ بہت متحیر ہوا،لوگوں سے شہر کا نام پوچھا تو معلوم ہوا شہر افسوس ہے۔اسی حیرت میں اس نے ایک دکان سے کھانا خریدا اور وہی پرانہ سکہ دکاندار کو دیا،وہ اسے دیکھ کر بہت متعجب ہوا اور گمان کیا کہ اسے کہیں سے پرانا خزانہ گڑھا ہوا ملا ہے،نئی بات،بازار کا واقعہ، سب لوگ جمع ہو گئے،تمام شہر میں اس کا چرچا ہونے لگا۔یہاں تک کہ بادشاہ کو بھی اس کی خبر ہوئی۔تو اس نے فوراً یملیخا کو طلب کیا۔یملیخا نے حاضر ہو کر سارا قصہ بادشاہ کو سنایا اور اپنا نام بتایا،اس نے خزانہ سے وہ لوح نکلوائی جو دقیانوس کے زمانہ کی اس کے دربار کے دو مومنوں

www.waseemziyai.com

ع ۲ ۵ ۱۵

اَحَدًا ﴿۲۲﴾ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ

کچھ نہ پوچھو۔ ف۳۵ اور ہرگز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل یہ کروں گا۔ مگر یہ

اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ

کہ اللہ چاہے اور اپنے رب کی یاد کر جب تو بھول جائے اور یوں کہہ کہ قریب ہے کہ میرا رب مجھے اس سے نزدیک تر راستی

مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾ وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ

کی راہ دکھائے اور وہ اپنے غار میں تین سو برس ٹھہرے

وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ

نو اوپر تم فرماؤ اللہ خوب جانتا ہے وہ جتنا ٹھہرے اسی کے لیے ہیں آسمانوں

وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ۪ وَّلَا یُشْرِكُ

اور زمین کے سب غیب، وہ کیا ہی دیکھتا اور کیا ہی سنتا ہے اس کے سوا ان کا کوئی والی نہیں اور وہ اپنے

نے اصحاب کہف کا نام وحال لکھ کر خفیہ ایک بکس میں رکھ کر خزانہ میں رکھ دی تھی، اس میں یملیخا کا نام مع ساتھیوں کے نکلا، تو بادشاہ مومنوں اور مشرکوں میں ان کی یادگار قائم کرنے میں اختلاف ہوا، مشرکوں نے کہا کہ یہاں ایسی عمارت بنائی جائے جو انہیں چھپالے، اور مومنوں نے کہا جو شاہی آدمی تھے کہ ہم یہاں ضرور مسجد بنائیں گے۔ پس مسجد بنائی گئی۔ اسی کو آخر آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ عبداللہ بن حمید نے باسناد صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ روم کے جہاد کو گئے تو راہ میں اس غار پر گزرے۔ حضرت امیر معاویہ نے اسے کھولنا چاہا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انہیں منع کیا، انہوں نے نہ مانا اور چند آدمیوں کو غار کھولنے بھیجا جب وہ غار میں گھسے تو ہوا نے انہیں باہر پھینک کر جلا دیا۔ [سراج وغیرہ]

(۳۵۔ آیت: ۲۲) ان آیات میں زمانہ اقدس کے نصاریٰ نجران اور صحابہ کرام کے درمیان اصحاب کہف کی تعداد میں جو اختلاف ہوا تھا اسے بیان فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اصحاب کہف کے بارے میں لوگ اختلاف کریں گے۔ کچھ کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور کچھ کہیں گے کہ وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے یہ نصاریٰ نجران نے کہا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ سات تھے آٹھواں ان کا کتا ہے۔ یہ صحابہ کا قول تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محبوب! تم ان سے کہدو کہ صحیح تعداد ان کی میرا رب جانتا ہے جس کو بہت تھوڑے لوگ جانتے ہیں، تو ان کی تعداد میں بحث نہ کرو۔ مگر اتنی ہی جتنی ظاہر ہو چکی اور ان کے بارے میں کسی کتابی سے نہ پوچھو کہ وہ نہ جاننے کی وجہ سے کہیں گے جو قابل اعتبار نہیں چونکہ پہلے دو قولوں کو بے تکا بتایا گیا ہے اور تیسرے قول کو بے تکا نہیں کہا گیا ہے۔ لہذا اہل اسلام اسی کے قائل ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ان کی تعداد سات ہی مروی ہے۔ اور پچھلے نصاریٰ نے بھی اہل اسلام ہی کی تحقیق کو حق سمجھا ہے اور اسی کے قائل ہوئے ہیں۔ چنانچہ لارڈ لیور ولیم نے تاریخ کلیسا میں ان کی تعداد سات ہی کہی ہے۔ سراج وغیرہ میں ان کے نام حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے یہ لکھے ہیں: مکسلمینا۔ یملیخا۔ مرطونس۔ بے نونس۔ ذونوانس۔ کفاطیونس۔ مسلنیا۔

فائدہ: تیسیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جس جگہ آگ لگے وہاں یہ نام لکھ کر پھینک دیے جائیں فوراً آگ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ اور آیت: ﴿قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ﴾ [الانبیاء: ۶۹] کی بھی یہی خاصیت ہے کہ

www.waseemziyai.com

فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ؕ لَا مُبَدِّلَ

حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ ف۳۶ اور تلاوت کرو جو تمہارے رب کی کتاب تمہیں وحی ہوئی اس کی باتوں کا کوئی بدلنے

لِكَلِمٰتِهٖ ۚ۬ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ

والا نہیں اور ہرگز تم اس کے سوا پناہ نہ پاؤ گے۔ اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو

الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۚ وَلَا تَعْدُ

جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے اور تمہاری

عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا

آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگار چاہو گے اور اس کا کہا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی

قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ

یاد سے غافل کردیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔ اور فرما دو کہ حق تمہارے

مِنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۙ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا

رب کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے بے شک ہم نے

لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا

ظالموں کے لیے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انھیں گھیر لیں گی اور اگر پانی کے لیے فریاد کریں تو ان کی فریاد رسی ہوگی

ٹھیکری پر لکھ کر آگ میں پھینک دی جائے تو آگ بجھ جائے گی۔ علاوہ اس کے اسمائے کہف کے اور بھی فوائد ہیں۔ مثلاً چوری سے محفوظ رہنے کے لیے دروازہ پر لگائے جائیں یا مال میں لکھ کر رکھے جائیں اور بچہ کے رونے کے لیے۔ ام الصبیان و نظر بد سے بچانے کے لیے، بخار و دردسر کے لیے، سفر میں جان و مال کی حفاظت کے لیے، قزاقوں سے محفوظ رہنے کے لیے انہیں تعویذ بنا کر بازو یا گلے میں ڈالا جائے۔ [جمل وغیرہ]

(۳۶۔ آیت: ۲۳ تا ۲۶) شان نزول: جب کفار مکہ نے یہود کے کہنے سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آکر روح و اصحاب کہف و ذوالقرنین کا حال پوچھا تو حضور نے بغیر انشاء اللہ کہے ان سے فرمایا: کل اس کا جواب دوں گا اور وحی کے انتظار میں رہے مگر چند روز وحی نہ آئی تو حضور متفکر و بے چین ہوئے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اس میں حضور کو تادیباً منع کیا گیا کہ بغیر انشاء اللہ کہے کسی کام کا وعدہ نہ کیا کرو۔ [مدارک وغیرہ] اور کہا گیا ہے کہ آیت: ﴿واذا نسیت﴾ نماز کے بارے میں ہے، اس پر روایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دلالت کرتی ہے۔ کہ فرمایا حضور نے جو کوئی نماز پڑھنا بھول جائے تو جب یاد آئے تو پڑھ لے۔ کہ اللہ فرماتا ہے۔ ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ﴾ [بخاری و مسلم] مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! تم کسی بات کے متعلق بغیر انشاء اللہ کہے یہ نہ کہو کہ میں کل کر دوں گا۔ اگر تم انشاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جب یاد آئے تو کہو۔ اور ان کفار سے کہدو کہ میرا رب عنقریب مجھے اس سے زیادہ نزدیکی کی راہ دکھائے گا۔ یعنی علم اولین و آخرین و حشر و نشر جنت و نار وغیرہ عطا فرمائے گا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے انشاء اللہ کہا۔ [بیضاوی] پھر ان کا اصحاب کہف کے متعلق استعجاب اور مدت میں اختلاف دور کرنے کے لیے فرماتا ہے کہ اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو نو برس ٹھہرے، جن میں

www.waseemziyai.com

بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ ۖ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٢٩﴾

اس پانی سے کہ چرخ دی ہوئی دھات کی طرح ہے کہ ان کے منہ بھون دے گا کیا ہی برا پینا اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ

بے شک جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ہم ان کے نیک ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے

عَمَلًا ﴿٣٠﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ

ہوں ان کے لیے بسنے کے باغ ہیں ان کے نیچے ندیاں بہیں وہ

فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ

اس میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز کپڑے کریب اور

وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ ۖ وَحَسُنَتْ

قناویز کے پہنیں گے وہاں تختوں پر تکیہ لگائے کیا ہی اچھا ثواب اور جنت کیا ہی اچھی

تین سو برس تو شمسی ہیں اور تین سو نو برس بحساب قمری ہیں۔ جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اے نبی! آپ ان سے فرمادیں کہ اللہ ان کے سونے کی مدت خوب جانتا ہے کہ آسمان وزمین کے سب غیب اس کے لیے ہیں، وہ کیا ہی دیکھتا ہے اور کیا ہی سنتا ہے۔ اس کے سوا لوگوں کا کوئی کارساز، یا ملجا وماوا نہیں ہے۔ اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا ہے۔ اصحاب کہف کے غار میں ٹھہرنے کی صحیح مدت کا علم اور بعد جاگنے کے پھر سو جانے یا وفات پانے کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ بعض کہتے ہیں وہ زندہ ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں وہ مر گئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

تنبیہ: آیت سے دو باتیں مستفاد ہوئیں۔ اول یہ کہ انشاء اللہ کہنے کا حکم اگرچہ حضور کو فرمایا گیا ہے لیکن امت کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے کہ جب وہ کسی سے کوئی کام کرنے کا وعدہ کریں تو اس کے ساتھ انشاء اللہ کہہ لیں۔ تاکہ وہ اگر کسی وجہ سے وہ کام نہ کرسکیں تو جھوٹ نہ ہو اور مواخذہ دار نہ رہیں اور وہ کام پورا ہو۔ بخاری ومسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے قسم کھا کر کہا کہ میں آج نوے بیویوں کے پاس رہوں گا پس ہر عورت ایک لڑکا جنے گی جو خدا کی راہ میں جہاد کرے گا۔ مگر انشاء اللہ نہ کہا، اور ان عورتوں کے پاس رہے مگر سوا ایک عورت کے کسی کے بچہ نہ ہوا اور اس عورت کے بھی ناتمام بچہ ہوا۔ اس کے بعد حضور نے اللہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ اگر سلیمان علیہ السلام انشاء اللہ کہتے تو قسم میں حانث نہ ہوتے اور مراد کو پہنچتے۔ یعنی سب سے لڑکے ہوتے اور جہاد کرتے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر وعدہ کرتے وقت انشاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جب یاد آئے تو کہو۔ اس حکم کی مدت میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ومجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب یاد آئے تو کہے۔ اگرچہ بہت دن گزر گئے ہوں۔ اور بعض کے نزدیک ایک سال یا ایک ماہ یا ایک ہفتہ یا ایک دن ہے، مگر عامۂ فقہا کے نزدیک کلام کے متصل ہی انشاء اللہ کہنا معتبر ہے پھر معتبر نہیں ہے۔ یہی قول امام صاحب کا ہے۔ اور طاؤس کہتے ہیں کہ اسی مجلس میں ہو تو صحیح ہے ورنہ نہیں۔ جیسا کہ کھاتے وقت بسم اللہ بھول جائے تو آخر تک درمیان میں جب یاد آئے تو کہے۔ منقول ہے کہ خلیفہ منصور عباسی سے محمد ابن اسحاق صاحب مغازی نے کہا کہ ابوحنیفہ استثنائے منفصل میں آپ کے دادا ابن عباس کی مخالفت کرتے ہیں، تو منصور نے امام صاحب سے پوچھا۔ تو امام صاحب نے فرمایا کہ اس سے آپ کی بیعت باطل ہوتی ہے کہ جو شخص چاہے آپ سے بیعت کرنے کے بعد باہر جا کر انشاء اللہ کہہ لے بیعت فسخ ہو جائے گی۔ یہ سن کر منصور نے کہا کہ آپ نے بہت اچھی بات نکالی اسے خفیہ رکھئے اور محمد ابن اسحاق کو اپنے پاس سے اٹھا دیا۔

www.waseemziyai.com

ع ۴ ۱۶

مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ

آرام کی جگہ۔ ف۳۷ اور ان کے سامنے دو مردوں کا حال بیان کرو کہ ان میں ایک کو ہم نے انگوروں کے

مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا

دو باغ دیے اور ان کو کھجوروں سے ڈھانپ لیا اور ان کے بیچ بیچ میں کھیتی رکھی دونوں باغ

الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾

اپنے پھل لائے اور اس میں کچھ کمی نہ دی اور دونوں کے بیچ میں ہم نے نہر بہائی۔

وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا

اور وہ پھل رکھتا تھا تو اپنے ساتھی سے بولا اور وہ اس سے ردّ و بدل کرتا تھا میں تجھ سے مال میں زیادہ

وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ

ہوں اور آدمیوں کا زیادہ زور رکھتا ہوں اور اپنے باغ میں گیا اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا بولا مجھے گمان نہیں

تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى

کہ یہ کبھی فنا ہو۔ اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہو اور اگر میں

رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ

اپنے رب کی طرف پھر گیا بھی تو ضرور اس باغ سے بہتر پلٹنے کی جگہ پاؤں گا اس کے ساتھی نے اس سے الٹ پھیر کرتے ہوئے جواب دیا

اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ

کیا تو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا پھر نطفے پانی کی بوند سے پھر تجھے ٹھیک

رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ

مرد کیا لیکن میں تو یہی کہتا ہوں کہ وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں کرتا ہوں۔ اور کیوں نہ

(۳۷۔آیت: ۲۷ تا ۳۱) شانِ نزول: چونکہ اشراف قریش نے حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ آپ اپنی مجلس میں بلال وخبیب وعمار وخباب وغیرہ غربا مسلمین کو شریک نہ کیا کیجیے۔ تو ہم آپ کے پاس آکر بیٹھا کریں اور استفادہ کیا کریں۔ کہ ان کے کپڑوں سے بدبو آتی ہے، ہمیں ان کے ساتھ بیٹھتے ہوئے کراہیت معلوم ہوتی ہے۔ اس پر آیت: ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ الخ﴾ نازل ہوئی تھی۔ اسی کے متعلق یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ [ابن کثیر وغیرہ] ابوالشیخ کی روایت میں اس قدر زیادہ ہے کہ آیت: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ الخ﴾ کے نزول کے بعد حضور ان لوگوں کی تلاش کرنے نکلے جن کے ساتھ آیت مذکورہ میں رہنے کا حکم فرمایا تھا۔ پس مسجد میں آکر دیکھا کہ کچھ لوگ ذکر الٰہی میں مشغول ہیں تو فرمایا: الحمد للہ میرے انتقال سے پہلے خدائے تعالیٰ نے میرے لیے ایسے آدمی فراہم کر دیئے جن کے ساتھ مجھے بیٹھنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! تمہارے رب کی جو کتاب تمہاری طرف وحی کی گئی ہے

www.waseemziyai.com

دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا

ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں گیا تو کہا ہوتا، جو چاہے اللہ، ہمیں کچھ زور نہیں مگر اللہ کی مدد کا اگر تو مجھے

اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ

اپنے سے مال و اولاد میں کم دیکھتا تھا تو قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے اچھا دے

وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ يُصْبِحَ

اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں اتارے تو وہ پٹ پر میدان ہوکر رہ جائے یا اس کا پانی

مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ

زمین میں دھنس جائے پھر تو اسے ہرگز تلاش نہ کرسکے اور اس کے پھل گھیر لیے گئے

يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا

تو اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا اس لاگت پر جو اس باغ میں خرچ کی تھی اور وہ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا تھا

وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ

اور کہہ رہا ہے اے کاش! میں نے اپنے رب کا کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۔ اور اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی

يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ

کہ اللہ کے سامنے اس کی مدد کرتی نہ وہ بدلا لینے [کے] قابل تھا یہاں کھلتا ہے کہ اختیار

اسے پڑھو۔ یعنی لوگوں کو اسے پڑھ کر سناؤ۔ اس کے احکام بتاؤ اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔ اس کے سوا تم کہیں پناہ کی جگہ نہ پاؤ گے اور اپنی ذات کو ان لوگوں کے ساتھ وابستہ اور مانوس رکھو جو صبح وشام اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ تمہاری آنکھیں انھیں چھوڑ کر کسی اور پر نہ پڑیں۔ کیا تم انہیں چھوڑ کر آرائش دنیوی چاہو گے۔ یعنی غریبوں سے نظر پھیر کر امیروں کی طرف التفات کرو گے جو آرائش دنیوی سے آراستہ ہیں۔ اور اس کا کہا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ اور وہ اپنی خواہش کا پیرو ہوا۔ اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔ باقی ترجمہ پڑھیے۔ جس میں خدا کی طرف سے حق یعنی قرآن آنے اور اس پر ایمان لانے نہ لانے اور کافروں اور مومنوں کی حالت کا بیان ہے اور جن لوگوں کا دل خدا نے اپنی یاد سے غافل کیا ہے اس سے عیینہ بن حصن اور اس کے ساتھی مراد ہیں جو غیر مسلمین کے ساتھ بیٹھنے سے کراہت کرتے تھے اور ذکر سے مراد قرآن ہے۔

تنبیہ: لامبدل لکلماته کا مطلب ہے کہ اللہ کے احکام کسی کی خواہش سے بدل نہیں سکتے ہیں۔ اللہ ہی ان میں سے جو چاہتا ہے نسخ فرماتا ہے اور اس کی جگہ دوسرا حکم کرتا ہے۔ جیسا کہ کفار چاہتے تھے کہ قرآن میں سے ہمارے معبودوں کی مذمت نکال ڈالے انھیں بدل دیجیے اور صبح وشام اللہ کو پکارنے کا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ اللہ کو ہمہ وقت یاد کرتے ہیں یا پانچوں وقت کی نماز پڑھتے ہیں ان سے ما ہو ان کے پاس بیٹھو۔ [ابن عباس] گویا غداۃ سے دن کی تین نمازوں کی طرف اشارہ ہے اور عشی سے نماز مغرب وعشا کی طرف اشارہ ہے۔

www.waseemziyai.com

لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَیْرٌ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ ع ۱۳ ۱۷

سچے اللہ کا ہے اس کا ثواب سب سے بہتر اور اسے ماننے کا انجام سب سے بھلا۔ ف۳۸ اور ان کے سامنے زندگانی دنیا

الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ

کی کہاوت بیان کرو جیسے ایک پانی ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین کا سبزہ گھنا ہوکر نکلا کہ

هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾

سوکھی گھاس ہوگیا جسے ہوائیں اڑائیں اور اللہ ہر چیز پر قابو والا ہے

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ

مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگار ہے اور باقی رہنے والی اچھی باتیں

عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَ یَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ

ان کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلی۔ ف۳۹ اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو صاف کھلی ہوئی

(۳۸۔آیت:۳۲ تا ۴۴) شان نزول: معالم میں ہے کہ یہ آیت دو بھائیوں کے حق میں نازل ہوئی۔ جو مکہ میں قبیلہ بنی مخزوم سے تھے۔ ایک کا نام ابوسلمہ بن عبدالاسد تھا اور دوسرے کا نام اسود بن عبدالاسد تھا۔ پہلا مومن اور غریب تھا۔ اور دوسرا کافر اور مالدار تھا۔ ان کو دو آدمیوں سے تشبیہ دی گئی ہے گویا کافر و مومن کی مثال ہے اور بعض نے بحوالہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہا ہے کہ یہ اسرائیلیوں کی مثال ہے جن میں ایک کا نام یہودا۔ اور دوسرے کا نام فطرس یا فرطوس تھا۔ پہلا مومن اور دوسرا کافر تھا جن کا ذکر سورۂ صافات میں کیا گیا ہے۔ عطا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا قصہ اس طرح بیان کیا ہے۔ کہ یہ دونوں بھائی بھائی تھے۔ وراثت میں انہیں چار چار ہزار دینار ملے تھے۔ فرطوس نے ایک ہزار میں زمین خریدی اس میں ایک ہزار روپیہ لگا کر باغ لگایا اور ایک ہزار اپنے نکاح میں صرف کیا۔ اور ایک ہزار میں غلام باندی وغیرہ عیش و آرام کا سامان فراہم کیا۔ یہودا نے یہ دیکھ کر اپنا روپیہ راہ خدا میں خرچ کر دیا اور کہا الٰہی میرے بھائی نے دنیا کی زمین خریدی میں تجھ سے جنت کی زمین خریدتا ہوں۔ اس نے باغ لگایا ہے میں تجھ سے جنت چاہتا ہوں اور اس نے دنیا کی عورت سے شادی کی ہے میں تجھ سے حور جنت کا خواستگار ہوں اور اس نے غلام باندی عیش و آرام کا سامان مہیا کیا ہے جو فانی ہے، میں تجھ سے ہمیشہ رہنے والے عیش و آرام کا سامان چاہتا ہوں۔ اس کے بعد فرطوس یہودا کو ایک دن اپنا باغ دکھانے کو لے گیا۔ باقی قصہ اور دونوں کا مکالمہ آیت میں مذکور ہے۔ پڑھئے ترجمہ۔

تنبیہ: باغ میں کمی نہ دینے کے یہ معنی ہیں کہ اس کا کوئی درخت خشک نہ ہوا پھلوں میں نقصان نہ ہوا۔ اور یہودا کا فرطوس سے یہ کہنا کہ تو نے باغ میں داخل ہوکر ماشاء اللہ کیوں نہیں کہا بطور سرزنش کے تھا۔ اور اسکے ایمان کا تقاضا تھا۔ حدیث میں آیا ہے جس کو خدا نے اچھا اہل و مال دیا۔ اس نے انھیں دیکھ کر ماشاء اللہ ولاحول ولاقوۃ کہا تو اس میں کوئی نقصان نہ پہونچے گا۔ [جلال] اور دیگر احادیث میں بھی آیا ہے کہ اچھی چیز دیکھ کر ماشاء اللہ کہے تو وہ شی نظر سے محفوظ رہے گی۔ حضرت عروہ ابن زبیر اپنے باپ سے راوی کہ جب وہ کوئی چیز اپنے مال میں اچھی تعجب کی دیکھتے یا اپنے باغوں میں داخل ہوتے تو ماشاء اللہ ولاحول ولاقوۃ کہتے۔ [خازن وغیرہ]

(۳۹۔آیت:۴۵، ۴۶) ان آیات میں دنیا اور اس کی زندگی کی بے ثباتی کی مثال بیان کی گئی ہے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے پانی برستا ہے۔ اس سے سبزہ خوب گھنا ہوکر اگتا ہے، پھر وہ کچھ دنوں بعد سوکھ کر بھس ہو جاتا ہے، ہوائیں اسے اڑائے پھرتی ہیں، ایسے

www.waseemziyai.com

بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ

دیکھو گے اور ہم انھیں اٹھائیں گے تو ان میں سے کسی کو چھوڑ نہ دیں گے۔ اور سب تمہارے رب کے حضور پر اباندھے پیش ہوں گے

لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ

بے شک تم ہمارے پاس ویسے ہی آئے جیسا ہم نے تمھیں پہلی بار بنایا تھا بلکہ تمہارا گمان تھا کہ ہم ہرگز تمہارے لیے

لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ

کوئی وعدے کا وقت نہ رکھیں گے اور نامہ اعمال رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس کے لکھے سے

مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ

ڈرتے ہوں گے اور کہیں گے ہائے خرابی ہماری! اس نوشتہ کو کیا ہوا نہ اس نے کوئی چھوٹا گناہ

صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا

چھوڑا نہ بڑا جسے گھیر نہ لیا ہو اور اپنا سب کیا انھوں نے سامنے پایا اور تمہارا رب

يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا ع ۶ ۵ ۱۸

کسی پر ظلم نہیں کرتا ف۴۰ اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ

سوا ابلیس کے، قوم جن سے تھا تو اپنے رب کے حکم سے نکل گیا بھلا کیا اسے اور اس کی

ہی حیات دنیا ہے کہ انسان پیدا ہو کر جوان ہوتا ہے، حسن و رعنائی طاقت و قوت اس میں آتی ہے۔ پھر چند روز بعد سب باتیں رفتہ رفتہ زائل ہو جاتی ہیں۔ اور وہ مر جاتا ہے، خاک میں مل جاتا ہے، ہوائیں اس کی خاک اڑاتی پھرتی ہیں۔ اور یہ مال و اولاد جس پر وہ فخر کرتے ہیں دنیا کی زندگی کی آرائش ہیں، چند روز میں پھر فنا ہو جائیں گی۔ اس پر گھمنڈ نہ کرنا چاہیے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں مال و اولاد دنیا کی کھیتی ہیں اور اعمال صالحہ آخرت کی کھیتی ہیں۔ اور کبھی اللہ ان دونوں کو کسی قوم کے لیے جمع کرتا ہے۔ [معالم وغیرہ] اور باقی رہنے والی نیک باتیں اللہ کے نزدیک ثواب میں بہتر ہیں۔ اور ان کی امید سب سے بھلی ہے۔

تنبیہ: ﴿وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ﴾ کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ اولیٰ یہ ہے کہ اسے تمام اعمال صالحہ اور نیک باتوں پر محمول کیا جائے۔ احادیث میں جو اس کی تفسیر (سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله) کی گئی ہے اس سے حصر مقصود نہیں ہے۔

(۴۰۔ آیت: ۴۷ تا ۴۹) قیامت کو بدلائل قطعیہ ثابت کرنے کے بعد اس روز کی کیفیت اور ہول ناک منظر بیان کیا جاتا ہے۔ پہاڑ چلائے جانے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اس روز مثل دھنی ہوئی روئی کے اڑتے پھریں گے۔ ﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾ [القارعہ: ۵] اور زمین کو صاف کھلے ہوئے دیکھنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اس روز چٹیل میدان کر دی جائے گی، اونچی نیچی نہ ہوگی اور نہ کوئی شئی اس پر باقی رہے گی۔ دیکھنے والا اس کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک بالکل ہموار دیکھے گا پھر اس سے لوگ اٹھائے جائیں گے اور خدا کے حضور ننگے پاؤں ننگے بدن بغیر ختنہ کیے ہوئے خالی ہاتھ پیش کیے جائیں گے۔ کما فی روایة البخاری و مسلم تو ان سے کہا جائے گا تم تو ایسے ہی آئے جیسے پیدا ہوئے تھے۔ کما قال الله تعالیٰ: ﴿كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ الخ﴾ [الانبیاء: ۱۰۴] آج وہ

www.waseemziyai.com

وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝۵۰

اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو؟ اور وہ تمھارے دشمن ہیں ظالموں کو کیا ہی برا بدل ملا

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۠ وَمَا

نہ میں نے آسمانوں اور زمین کے بناتے وقت انھیں سامنے بٹھالیا تھا نہ خود ان کے بناتے وقت اور نہ

كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝۵۱ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَاۗءِيَ

میری شان کہ گمراہ کرنے والوں کو بازو بناؤں اور جس دن فرمائے گا کہ پکارو میرے شریکوں کو

الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ

جو تم گمان کرتے تھے تو انھیں پکاریں گے وہ انھیں جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کا

مَّوْبِقًا ۝۵۲ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ

میدان کردیں گے اور مجرم دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کریں گے کہ انھیں اس میں گرنا ہے اور

يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝۵۳ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ ع ۱۹

اس سے پھرنے کی [کوئی] جگہ نہ پائیں گے۔ اور بے شک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثل

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝۵۴ وَمَا مَنَعَ

طرح طرح بیان فرمائی اور آدمی ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے اور آدمیوں کو کس چیز نے

تمہارا مال و دولت، شان و شوکت، آس و اولاد کہاں گئی۔ وہ تمہارے یار و مددگار کیا ہوئے۔ جن پر تم دنیا میں غرور اور گھمنڈ کیا کرتے تھے۔

(۴۱۔ آیت: ۵۰ تا ۵۳) یعنی یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے الخ پڑھیے ترجمہ۔ ان آیات میں قصہ ابلیس و آدم کو مختصراً اور اس کے پیروں کا کچھ حال بیان فرمایا گیا ہے جس سے مضمون مذکورہ کی تائید ہوتی ہے کہ ابلیس غرور کرنے اور خدا کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے راندۂ درگاہ ہوا۔ اور اس کے پیرو جہنم میں پڑیں گے۔ پڑھیے ترجمہ واضح ہے۔

تنبیہ: ﴿كَانَ مِنَ الْجِنِّ﴾ سے ظاہر ہے کہ شیطان جنس ملائکہ سے نہ تھا بلکہ قوم اجنہ سے تھا۔ اور مادہ خلقت بھی اس کا مادہ خلقت ملائکہ سے جدا تھا کہ ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اور جنات آگ سے پیدا کیے گئے ہیں۔ کثرت عبادت کی وجہ سے ملائکہ میں شامل ہو گیا تھا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابلیس ملائکہ میں سے نہ تھا بلکہ وہ جنات کی اصل ہے۔ جیسے آدم انسان کی اصل ہیں جو اسے ملائکہ میں سے گمان کرے خدا اس کا برا کرے کہ فرماتا ہے ﴿كان من الجن﴾۔ [رواہ ابن جریر] نیز ملائکہ کی صفت ﴿وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ بیان فرمائی گئی ہے۔ اگر وہ جنس ملائکہ سے ہوتا تو کبھی خدا کی نافرمانی نہ کرتا۔ اور اس کی ذریت ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ اور ملائکہ کے ذریت نہیں۔ ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ ابلیس ملائکہ کے ان قبائل میں سے تھا جن کو جن کہا جاتا ہے، ان کی پیدائش دہکتی آگ سے ہوئی ہے اور ملائکہ کی پیدائش نور سے ہوئی ہے۔ وہ ملائکہ میں رہتا تھا۔ اور ذریت سے مراد اس کی اولاد و نسل ہے اور اس کی پیروی کرنے والے انسان بھی ذریت شیطان ہیں۔

www.waseemziyai.com

النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ

اس سے روکا کہ ایمان لاتے جب ہدایت ان کے پاس آئی اور اپنے رب سے معافی مانگتے مگر یہ کہ

اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا

ان پر اگلوں کا دستور آئے یا ان پر قسم قسم کا عذاب آئے۔ اور ہم

نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ

رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر خوشی اور ڈر سنانے والے، اور جو کافر ہیں وہ

كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا

باطل کے ساتھ جھگڑتے ہیں کہ اس سے حق کو ہٹادیں اور انھوں نے میری آیتوں کی اور جو ڈر انھیں سنائے گئے تھے ان کی

هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا

ہنسی بنالی اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اس کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو وہ ان سے منہ پھیرلے

وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ

اور اس کے ہاتھ جو آگے بھیج چکے اسے بھول جائے ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کردیے ہیں کہ قرآن نہ سمجھیں

وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا

اور ان کے کانوں میں گرانی اور اگر تم انھیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو جب بھی ہرگز کبھی راہ

اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ

نہ پائیں گے اور تمہارا رب بخشنے والا مہر والا ہے، اگر وہ انھیں ان کے کیے [پر] پکڑتا تو جلد

لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ

ان پر عذاب بھیجتا بلکہ ان کے لیے ایک وعدے کا وقت ہے جس کے سامنے کوئی پناہ نہ پائیں گے۔ اور یہ

الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع وَاِذْ

بستیاں ہم نے تباہ کردیں جب انھوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کی بربادی کا ایک وعدہ رکھا تھا۔ ف۴۲ اور یاد کرو جب موسیٰ نے

ع ۸ ۶ ۲۰

(۴۲۔آیت:۵۴تا۵۹) یعنی ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی مثل طرح طرح سے لوگوں کے لیے بیان کی ہے کہ وہ اس میں غور وتدبر کریں۔ مگر آدمی ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔ باقی ترجمہ پڑھئے، بخاری ومسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ پچھلی رات کو نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے اور فرمایا تم دونوں نماز (تہجد) نہیں پڑھتے ہو، تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ہماری جانیں خدا کے قبضہ میں ہیں وہ ہمیں جب چاہتا ہے اٹھادیتا ہے۔ یہ سن کر

www.waseemziyai.com

قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ

اپنے خادم سے کہا میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں

حُقُبًا ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا نَسِیَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی

چلا جاؤں پھر جب وہ دونوں ان دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے اپنی مچھلی بھول گئے اور اس نے سمندر میں

الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۫ لَقَدْ لَقِیْنَا

اپنی راہ لی سرنگ بناتی۔ پھر جب وہاں سے گزر گئے موسیٰ نے خادم سے کہا ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بے شک ہمیں اپنے

مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَآ اِلَی الصَّخْرَةِ

اس سفر میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا بولا بھلا دیکھیے تو جب ہم نے اس چٹان کے پاس جگہ لی تھی

فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ ۫ وَمَآ اَنْسٰىنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ

تو بے شک میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا مذکور کروں اور اس نے

سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿٦٣﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓی

تو سمندر میں اپنی راہ لی، اچنبا ہے۔ موسیٰ نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے اپنے

اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿٦٤﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ

قدموں کے نشان دیکھتے۔ تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے

عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰی هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓی

رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا اس سے موسیٰ نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ

اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ

تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمھیں تعلیم ہوئی؟ کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ

صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَكَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾ قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ

ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں کہا عنقریب اللہ چاہے

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ

تو تم مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمہارے کسی حکم کا خلاف نہ کروں گا۔ کہا تو اگر آپ میرے ساتھ

حضور نے ہم سے تو کچھ نہ کہا اپنی رانوں پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ وکان الانسان اکثر شیء جدلا۔ [رواہ البغوی بسندہ]

www.waseemziyai.com

فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ فَانْطَلَقَا ۔ وقفة
ع ۹ ۱۱ ۲۱

رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا، جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں ۴۳ اب دونوں چلے

حَتّٰٓی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ

یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے اس بندے نے اسے چیر ڈالا موسیٰ نے کہا کیا تم نے اسے اس لیے چیرا کہ اس کے سواروں کو ڈبا دو بے شک

جِئْتَ شَیْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾

تم نے یہ بری بات کی کہا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ

کہا مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کرو اور مجھ پر میرے کام میں

(۴۳۔آیت:۶۰ تا ۷۰) ان آیات میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا قصہ بیان فرمایا گیا ہے اور مختلف احادیث میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وعظ فرمایا جس کا اثر سامعین پر بہت ہوا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ وعظ کے بعد کسی شخص نے پوچھا اے نبی اللہ! آپ سے بڑھ کر بھی اس وقت کوئی علم والا موجود ہے فرمایا: نہیں۔ یہ کہنا ان کا خدا کو ناپسند ہوا کہ واللہ اعلم کہا پس ذریعہ وحی انہیں مطلع کیا گیا کہ تم سے بھی زیادہ عالم ہمارا ایک بندہ ہے، عرض کی: مجھے وہ کیسے اور کہاں ملے گا، حکم ہوا وہ تمہیں دریاؤں کے ملنے کی جگہ ملے گا۔ تم اپنے ساتھ ایک مچھلی لو۔ وہ مچھلی جہاں گم ہو جائے وہیں وہ ملے گا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے شاگرد و خادم یوشع بن نون کے ساتھ بھنی ہوئی مچھلی وغیرہ کھانے کا سامان لے کر چل دیئے۔ پڑھئے ترجمہ۔ مطلب یہ ہے کہ چلتے وقت موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا میں اس سفر سے باز نہ رہوں گا۔ جب تک کہ وہاں نہ پہونچوں جہاں دو سمندر یعنی بحر روم و فارس ملے ہیں۔ چاہے برسوں چلنا پڑے یہاں تک کہ جب دونوں ان دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے تو ایک آبشار پر درخت کے نیچے پتھر کی چٹان پر ٹھہرے۔ حضرت موسیٰ تو یوشع سے یہ کہہ کر سو رہے کہ جب مچھلی گم ہو جائے۔ تو مجھے خبر کرنا اور یوشع دریا سے وضو کرنے لگے۔ اور وہ بھنی ہوئی مچھلی بقدرت الٰہی زندہ ہو کر برتن سے نکل کر دریا میں جا گری اس کے گرنے اور چلنے کی جگہ دریا میں راستہ پڑ گیا اور پانی جم کر ایک طاق سا بن گیا۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو زندہ کیا اور اس کے چلنے کی جگہ کا پانی روک دیا۔ پس وہ طاق سا ہو کر رہ گیا جو پر نہ ہوا۔ یوشع کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا۔ اور دل میں کہا۔ کہ جب موسیٰ جاگیں گے تو ان سے یہ واقعہ کہوں گا، لیکن کہنا بھول گئے پھر جب وہ دونوں وہاں سے آگے چلے تو دوسرے دن صبح کو موسیٰ نے یوشع سے کہا: ہمارا ناشتہ لاؤ ہم اس سفر میں بہت تھک گئے ہیں۔ تو یوشع کو مچھلی کا واقعہ یاد آیا۔ اور موسیٰ سے کہا: بھلا دیکھئے تو جب ہم اس چٹان پر ٹھہرے تھے تو میں مچھلی کا ذکر بھول گیا تھا۔ اور مجھے اس کا ذکر شیطان ہی نے بھلایا تھا۔ اس نے تو سمندر کی راہ لی یعنی زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی۔ تو موسیٰ نے کہا یہی تو وہ جگہ ہے جسے ہم ڈھونڈ رہے تھے۔ پس وہ دونوں اپنے پیروں کے نشان پر پیچھے لوٹے اور مچھلی گم ہونے کی جگہ آئے تو وہاں انھوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جو سفید چادر اوڑھے سبزہ پر بیٹھا تھا۔ جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی تھی۔ اور اپنا علم لدنی عطا کیا تھا۔ پس موسیٰ نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب سلام دے کر موسیٰ سے پوچھا تم کون ہو کہ اس نواح میں سلام کرنے کا رواج نہیں ہے۔ تو موسیٰ نے اپنا نام بتایا۔ تو وہ بولے بنی اسرائیل کا موسیٰ؟ جواب دیا ہاں۔ تو انہوں نے موسیٰ سے آنے کا سبب پوچھا۔ تو موسیٰ نے ان سے کہا کیا میں تمہارے ساتھ اس شرط پر رہوں کہ تم مجھے اس نیک بات میں سے کچھ سکھا دو جو تمہیں خدا کی طرف سے تعلیم ہوئی ہے۔ تو

www.waseemziyai.com

انہوں نے موسیٰ سے کہا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور کیوں کر اس بات پر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں ہے اور بظاہر وہ بری ہے۔ تو موسیٰ نے ان سے کہا کہ آپ انشاء اللہ مجھے صابر پائیں گے۔ اور میں آپ کے کسی حکم میں خلاف نہ کروں گا۔ تو اس بندہ نے ان سے کہا اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک کہ میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔

تنبیہ: آیت میں ﴿فتا﴾ سے مراد یوشع بن نون ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد رشید اور ولی عہد تھے اور ان کی خدمت کیا کرتے تھے بعد کو وہ نبی ہوئے۔ اور مجمع بحرین دو دریاؤں کے سنگم کو کہتے ہیں۔ اور ''حقب'' کا اطلاق زمانہ دراز پر آتا ہے جس کی مقدار اسی (۸۰) سال لکھی ہے اور سرب کے معنی سرنگ کے ہیں۔ مچھلی کے کودنے اور چلنے سے دریا میں جو پانی پھٹ کر مثل سرنگ کے ایک راستہ بن گیا تھا اور طاق سا نمودار ہو گیا تھا، یہی راستہ اس بندہ خدا تک پہونچنے کا تھا۔ یہ بھی خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی کہ بھنی ہوئی مچھلی وہ بھی ناتمام کہ اس میں سے کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلے کھا چکے تھے زندہ ہو کر دریا میں کود جائے اور اس کے کودنے سے دریا کا پانی پھٹ کر جم جائے۔ اور اس میں اس خدا کے بندے تک پہنچنے کا راستہ بن جائے کہ وہ وہاں سے کچھ دور ایک جزیرہ میں تھے۔ ان تک پہونچنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ جیسا کہ دریائے قلزم میں بنی اسرائیل کے لیے راستہ بنایا گیا تھا۔ ایسا ہی سمندر میں خضر تک پہونچنے کا راستہ بنایا گیا۔ اور ﴿فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا﴾ میں عبد سے مراد حضرت خضر ہیں۔ کما فی الحدیث ان کا نام بلیا بن ملکان تھا۔ کنیت ابوالعباس تھی اور لقب خضر تھا۔ نوح علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے تھے۔ اس کی صحت میں کلام ہے۔ اور رحمت سے مراد یہاں نبوت یا ولایت ہے کہ ان کی نبوت میں اختلاف ہے اور ولی اللہ ہونے میں شک نہیں ہے۔ جمہور ولایت ہی کے قائل ہیں۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت خضر جس زمین پر بیٹھے تھے وہ زمین ان کے بیٹھنے سے ہری بھری ہو گئی تھی۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب وہ خشک گھانس پر بیٹھتے تھے تو وہ سبز ہو جاتی تھی۔ اور مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت خضر جس جگہ نماز پڑھتے تھے وہ جگہ سرسبز ہو جاتی تھی۔ اسی لیے انہیں خضر کہا جاتا ہے۔ اور ﴿مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ میں علم لدنی سے مراد وہ علم ہے جو بلا توسط فرشتے و وحی کے براہ راست خدا کی طرف سے دل میں القا ہو اور آنکھوں سے حجاب اٹھ جائے امام غزالی نے احیاء العلوم میں اس کی تفصیل فرمائی ہے۔ بعض لوگ اس سے حضرت خضر کی فضیلت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ثابت کرتے ہیں اور ولی کے مرتبہ کو نبی کے مرتبہ سے بڑھ کر بتاتے ہیں کہ وہ علم حاصل کرنے حضرت خضر کے پاس گئے ثابت نہیں ہوتی ہے کہ تحصیل علم ہر حال میں محمود ہے اور خدا نے انبیا اولیا کو حسب مراتب علم عطا فرمایا ہے کسی کو کم کسی کو زیادہ اور جسے جس علم کے مناسب سمجھا اسے وہ عطا فرمایا۔ جیسا کے ایک روایت میں ملاقات کے وقت خود حضرت خضر کا حضرت موسیٰ سے یہ کہنا آیا ہے کہ تمہارا علم تمہارے مناسب سے میرے کام کا نہیں اور میرا علم میرے مناسب ہے تمہارے مطلب کا نہیں ہے اس سے ایک کی دوسرے پر فضیلت نہیں نکلتی ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شاگرد کے ذہن میں کوئی نکتہ آتا ہے جس سے استاذ کا ذہن خالی ہوتا ہے، فضیلت استاذ پر لازم نہیں آتی ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو اس کوشش سے یہ تجربہ کرنا اور دیکھنا مقصود تھا کہ خضر کو کس قسم کا علم دیا گیا ہے۔ جب انہوں نے یہ تجربہ کر لیا اور سمجھ لیا کہ خضر کا علم میرے کام کا رشد و ہدایت کے مطلب کا نہیں ہے تو تیسری بار کے سوال پر جو خضر نے ﴿هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ﴾ کہا اس میں کوئی عذر نہ کیا اور ان سے جدا ہو گئے کہ انبیا علیہم السلام کا علم اولیائے کرام کے علم سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ مگر توجہ ان کی رشد و ہدایت خلق کی طرف ہوتی ہے نہ اس قسم کی باتوں کی طرف جو خضر سے سرزد ہوئیں۔ اگرچہ اس قسم کی باتوں کا علم بھی انبیا علیہم السلام کو بدرجہ اتم ہوتا ہے۔ مگر ہدایت خلق میں مشغول اور معرفت الٰہی میں مستغرق ہونے کے سبب وہ ان باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ اس قصہ سے ثابت ہے کہ عالم کو طلب علم سے باز نہ رہنا چاہیے اور اپنے کو بڑا عالم نہ سمجھنا چاہیے اور طلب علم کے لیے سفر کرنا جائز ہے اور استاد کا ادب ملحوظ رکھنا اور نرمی سے اس کے سامنے اظہار مدعا کرنا اور اس کی سختی کو برداشت کرنا چاہیے۔

www.waseemziyai.com

عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ

مشکل نہ ڈالو۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک لڑکا ملا اس بندے نے اسے قتل کر دیا

قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ

موسیٰ نے کہا کیا تم نے ایک ستھری جان بے کسی جان

نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ

کے بدلے قتل کر دی بے شک تم نے

شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

بہت بری بات کی۔ ف۴۴

(۴۴۔آیت: ۷۱تا۷۴) ان آیات میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے باہم قول وقرار ہو جانے کے بعد کا حال بیان کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ دونوں باہم قول قرار کے دریا کی طرف چلے یہاں تک کہ ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ کشتی والے نے حضرت خضر کو پہچان کر بلا کرایہ کشتی پر سوار کر لیا۔ سوار ہونے کے بعد حضرت خضر نے کشتی کو پھاڑ ڈالا۔ یعنی اس میں سوراخ کر دیا۔ یا اس کا تختہ توڑ ڈالا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کیا تم نے کشتی کو سواروں کے غرق کرنے کے لیے توڑا ہے یہ تم نے بری بات کی کہ کشتی میں سوراخ ہونے سے پانی بھرنا اور ڈوبنا لازم ہے اس میں نقصان مال و اتلاف جان کا خوف ہے۔ تو حضرت خضر نے ان سے کہا کہ میں نے نہ کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور معذرت ان سے کہا کہ مجھ سے بھول ہو گئی میری بھول پر گرفت نہ کرو۔ اور میرے کام میں مشکل نہ ڈالو۔ معاف کرو پھر وہ دونوں کشتی سے اتر کر پیدل چلے یہاں تک کہ راہ میں ایک لڑکا نابالغ بہت خوبصورت لڑکوں میں کھیلتا ملا اسے حضرت خضر نے پکڑ کر مار ڈالا۔ تو حضرت موسیٰ نے ان سے کہا کہ تم نے ایک پاک معصوم جان کو ناحق مار ڈالا۔ یہ تم نے بہت برا کام کیا۔ باقی حال آئندہ آیات میں آتا ہے اور فانطلقا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا حضرت خضر کے ساتھ گئے تھے ان کو یوشع کو ساتھ نہیں لے گئے تھے وہیں چھوڑ گئے تھے۔

www.waseemziyai.com

مکتبہ اعلیٰ حضرت سے قرآن وحدیث، فقہ، تاریخ وتصوف پر مشتمل شائع شدہ چند کتب

نام کتاب	مصنف
آداب مرید کامل	امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی
تَنْبِیہُ الْمُغْتَرِّیْن	امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی
علوم قرآن کا بیان اَلتِّبْیَانُ الصَّابُوْنِ	الشیخ محمد علی الصابونی ترجمہ: شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی
رسالہ قشیریہ	امام عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی
سُنَنُ دَارِمِی (2 جلد مکمل)	امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی
کتاب الآثار	حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی
فتاویٰ حدیثیہ	امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مفتی شیخ فرید مدظلہ العالی
فتوح الشام (2 جلد یکجا)	ابوعبداللہ محمد بن عمر واقدی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا غلام نصیر الدین مدظلہ العالی
مدارج النبوت (3 جلد)	شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ (2 جلد)	امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
الخصائص الکبریٰ فی معجزات خیر الوریٰ (2 جلد)	امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
امام الاولیاء خلاصہ بَهْجَةُ الْاَسْرَار	مولانا ابوحنظلہ محمد اجمل قادری عطاری

شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی

کا مترجم ایک اور علمی شاہکار

فتاویٰ قاضی خان عربی۔اُردو

8 جلد

مکتبہ اعلیٰ حضرت

داتا دربار مارکیٹ، لاہور

042-37247301

0300-8842540

0321-8842540

مکتبہ اعلیٰ حضرت

Rs: 3000/= 8 جلد مکمل

www.waseemziyai.com